

بسم الله الرحمن الرحيم  
الحمد لله الذي هدانا لهذا  
ما كنا لنهتدي لولا أن هدانا الله

# شرح صحیح مسلم

تأليف  
علامہ قاسم رشیدی  
مفت اعظم پاکستان اسلام آباد

ترجمہ  
علامہ محمد رفیع الرحمن  
مفت اعظم پاکستان اسلام آباد



وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ الْمَمْنُونِ  
اور رسول تم کو جو احکام دیں ان کو قبول کرو اور جن کاموں سے تم کو منع کریں ان سے باز رہو۔

# شرح صحیح مسلم

محبوب علی

جلد اول

مقدمہ کتاب الایمان، کتاب الطہارۃ، کتاب البیض، کتاب الصلوٰۃ

تفسیر اسلام

تصنیف

علامہ غلام رسول سعیدی

شیخ الحیثہ دارالعلوم نعیمیہ کراچی ۳۸

ناشر

فرید ٹیکسٹائل (رجسٹرڈ) ۳۸۔ اردو بازار لاہور



Copyright ©

All Rights reserved

This book is registered under the copyright act. Reproduction of any part, line, paragraph or material from it is a crime under the above act.

جملہ حقوق محفوظ ہیں

یہ کتاب کاپی رائٹ ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ ہے، جس کا کوئی جملہ، پیرہ، لائن یا کسی قسم کے مواد کی نقل یا کاپی کرنا قانونی طور پر جرم ہے۔



الطبع التاسع : صفر ۱۴۲۳ھ / مئی ۲۰۰۲ء

الطبع العاشر : صفر ۱۴۲۴ھ / اپریل ۲۰۰۳ء

تصحیح : مولانا حافظ محمد ابراہیم فیضی

مطبع : ہاشم اینڈ حماد برٹرز، لاہور



# انتساب

---

بہ حضور سرور کائنات عَلَیْہِ اَافْضَلُ الصَّلَواتِ وَاکْمَلُ التَّحِیَّاتِ

WWW.NAFSEISLAM.COM



اللَّهُمَّ ارِنِي الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنِي اتِّبَاعَهُ  
 اللَّهُمَّ ارِنِي الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَارْزُقْنِي اجْتِنَابَهُ

اے اللہ! مجھ پر حق کی حقانیت واضح کر، اور مجھے اس کی اتباع عطا فرما،  
 اے اللہ! مجھ پر باطل کا بطلان واضح کر اور مجھے اس سے اجتناب عطا فرما!

(امین)

WWW.NAFSEISLAM.COM



# فہرست مضامین شرح صحیح مسلم جلد اول

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	تقدیم	۳۷	۱۸	امام بخاری سے تعلق خاطر۔	۵۱
۲	مترجمین سے اختلاف رائے کی تحقیق۔	۳۷	۱۹	تصانیف۔	۵۱
۳	مصنف کے رجوع کردہ مسائل کا بیان۔	۳۹	۲۰	وصال۔	۵۱
۴	کتاب و سنت و اجماع کے خلاف مصنف کی رائے حجت نہیں۔	۴۰	۲۱	حسن ما قبلت	۵۱
۵	شرح صحیح مسلم پر معاندین کے اعتراضات کی بحث۔	۴۰	۲۲	شرح صحیح مسلم	۵۲
۶	امام سے مقلد کے اختلاف کرنے کی تحقیق۔	۴۰	۲۳	صحیح مسلم	۵۵
۷	شرح صحیح مسلم میں اعادہ کیے ہوئے مسائل کی تفصیل۔	۴۱	۲۴	سبب تالیف اور مدت	۵۵
۸	شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں دارالعلوم نعیمیہ کا حصہ اور دیگر معاونین کے تعاون کا بیان۔	۴۲	۲۵	تسمیہ۔	۵۶
۹	تبدیلان القرآن، لکھنے کا عزم۔	۴۲	۲۶	اسلوب۔	۵۶
۱۰	امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ	۴۲	۲۷	بشرائط۔	۵۷
۱۱	ولادت اور سلسلہ نسب۔	۴۲	۲۸	تعلیقات	۵۸
۱۲	تحصیل علم حدیث۔	۴۲	۲۹	عدد روایات	۵۹
۱۳	شخصیت۔	۴۲	۳۰	مستخرجات	۵۹
۱۴	اساتذہ اور مشائخ۔	۴۲	۳۱	شرح احادیث صحیح مسلم	۶۰
۱۵	تلامذہ۔	۴۲	۳۲	شرح صحیح مسلم، از قاری عبد المجید بریلوی۔	۶۳
۱۶	کلمات الثناء۔	۴۲	۳۳	شرح صحیح مسلم، از مفتی گل رحمان بریلوی۔	۶۸
۱۷	علمی شکوہ۔	۴۲	۳۴	مقدمہ از شارح صحیح مسلم	۷۱
			۳۵	حزرت حدیث۔	۷۱
			۳۶	حجیت حدیث۔	۷۲



نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۷	مرد وین حدیث -	۷۷	۵۹	حدیث، متن اور سند کا معنی -	۱۰۲
۳۸	صحیح بخاری کی احادیث کا بیان -	۷۸	۶۰	حدیث اور حافظ کی تعریف -	۱۰۲
۳۹	صحیح مسلم کی احادیث، اور صحیح بخاری، اور		۶۱	تعدد اور تفرد کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم	۱۰۲
	صحیح مسلم میں تقابل کا بیان -	۷۸	۶۲	خبر متواتر کی تعریف اور شرائط -	۱۰۷
۴۰	صحیحین کے علاوہ باقی کتب حدیث کی اہمیت		۶۳	خبر متواتر کا حکم -	۱۰۳
	صحیحہ کا بیان -	۸۰	۶۴	خبر متواتر کی اقسام	۱۰۳
۴۱	جامع ترمذی کی احادیث کی فنی حیثیت کا بیان	۸۱	۶۵	خبر الامداد کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی	
۴۲	سنن ابی داؤد کی فنی حیثیت کا بیان -	۸۲		اقسام -	۱۰۴
۴۳	سنن نسائی کی فنی حیثیت کا بیان -	۸۲	۶۶	حدیث مشہور کی تعریف -	۱۰۴
۴۴	سنن ابن ماجہ کی فنی حیثیت کا بیان -	۸۴	۶۷	حدیث عزیز کی تعریف -	۱۰۵
۴۵	موطا امام مالک کی فنی حیثیت کا بیان -	۸۴	۶۸	حدیث غریب کی تعریف اور اس کی اقسام -	۱۰۵
۴۶	کتب خمسہ کے ساتھ غیر احادیث کتب احادیث		۶۹	قوت اور ضعف کے اعتبار سے حدیث کی	
	کا بیان -	۸۶		تقسیم -	۱۰۶
۴۷	سنن دارمی کی فنی حیثیت کا بیان -	۸۷	۷۰	حدیث مقبول کا بیان -	۱۰۶
۴۸	مسند احمد کی فنی حیثیت کا بیان -	۸۸	۷۱	حدیث صحیح کی تعریف -	۱۰۶
۴۹	مسند زہری کی فنی حیثیت کا بیان -	۹۰	۷۲	حدیث صحیح کے مراتب -	۱۰۷
۵۰	مسند کمالیہ کی فنی حیثیت کا بیان -	۹۰	۷۳	حدیث صحیح لغویہ کی تعریف -	۱۰۷
۵۱	حدیث صحیح کے راوی کی شرائط کا بیان -	۹۲	۷۴	حدیث حسن لغویہ کی تعریف -	۱۰۸
۵۲	ائمہ صحاح ستہ کی شرائط کا بیان -	۹۳	۷۵	حدیث حسن لغویہ کی تعریف -	۱۱۰
۵۳	اصحاب زہری کے طبقات خمسہ کا بیان -	۹۴	۷۶	حدیث حسن لغویہ کا بیان -	۱۱۲
۵۴	مناخین کے لیے سند حدیث کی تصحیح، تحقیق		۷۷	حدیث ضعیف کی تعریف -	۱۱۲
	اور تضعیف کرنے کی تحقیق -	۹۴	۷۸	سقوط راوی کے اعتبار سے حدیث ضعیف	
۵۵	چند ضروری اصطلاحات کا بیان -	۹۶		کی اقسام -	۱۱۳
۵۶	کتب احادیث کے اسماء -	۹۷	۷۹	حدیث معلق کی تعریف اور اس کا حکم -	۱۱۳
۵۷	تعدد احادیث کا بیان -	۹۸	۸۰	حدیث مسلسل کی تعریف اور اس کا حکم -	۱۱۵
۵۸	علم الحدیث روایت اور علم الحدیث روایت		۸۱	حدیث مسلسل کو قبول کرنے میں مذہب ائمہ -	۱۱۵
	کی تعریفات -	۱۰۰	۸۲	حدیث مسلسل کی فنی حیثیت	۱۱۶



نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۳	حدیث مرسل کے مقبول ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۱۱۸	۱۰۵	حدیث منقولہ کا بیان۔	۱۲۸
۸۴	حدیث مرسل کی حجیت پر قرآن مجید سے استدلال۔	۱۱۸	۱۰۶	حدیث المزیّد فی متصل الاسانید کا بیان۔	۱۲۹
۸۵	حدیث مرسل کی حجیت پر احادیث مستدرال	۱۱۹	۱۰۷	حدیث مضطرب کا بیان۔	۱۳۰
۸۶	حدیث مرسل کی حجیت پر عقلی دلائل۔	۱۲۰	۱۰۸	حدیث معصفت کا بیان۔	۱۳۱
۸۷	حدیث معضل کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۳	۱۰۹	بجہول راوی کی حدیث کا بیان۔	۱۳۲
۸۸	حدیث معضل اور حدیث معلق کے مابین عموم و خصوص من وجہ کی نسبت کا بیان۔	۱۲۴	۱۱۰	مبہم راوی کی حدیث کا بیان۔	۱۳۳
۸۹	حدیث منقطع کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۴	۱۱۱	بدعتی راوی کی حدیث کا بیان۔	۱۳۴
۹۰	حدیث مدلس کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۵	۱۱۲	بدعت مکفّرہ کا بیان۔	۱۳۵
۹۱	حدیث مرسل غنی کی تعریف اور اس کا حکم۔	۱۲۷	۱۱۳	ردائق کی روایت کا بیان۔	۱۳۵
۹۲	حدیث معنعن اور متون۔	۱۲۸	۱۱۴	فسق سے تائب کی روایت کا بیان۔	۱۳۶
۹۳	راوی میں طعن کے اعتبار سے حدیث مردود کا بیان۔	۱۲۹	۱۱۵	روایت اور شہادت کا فرق۔	۱۳۶
۹۴	حدیث موضوع کی تحقیق۔	۱۲۹	۱۱۶	حدیث پر اجترت لینے والے کی روایت کا بیان۔	۱۳۷
۹۵	حدیث موضوع کے تحقق پر دلائل۔	۱۲۹	۱۱۷	بدعائظ کی روایت کا بیان۔	۱۳۷
۹۶	حدیث موضوع کی معرفت کے قسائن اور اس کا حکم۔	۱۳۰	۱۱۸	جرح اور تعدیل کے الفاظ کا بیان۔	۱۳۸
۹۷	دعا علیٰ اور ان کی بنائی ہوئی حدیثوں کا بیان۔	۱۳۰	۱۱۹	حدیث ضعیف کے مراتب۔	۱۳۸
۹۸	حدیث موضوع کی معرفت کے قواعد و ضوابط۔	۱۳۲	۱۲۰	حدیث ضعیف پر عمل کرنے کی تحقیق۔	۱۳۹
۹۹	حدیث متردک کا بیان۔	۱۳۸	۱۲۱	تقدیر اسانید سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۴۱
۱۰۰	حدیث منکر کا بیان۔	۱۳۹	۱۲۲	حدیث ضعیف کی تقویت کی وجہ۔	۱۴۳
۱۰۱	منکر کی مقابل "معروف" کا بیان۔	۱۴۱	۱۲۳	مجتہد کے استدلال سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۴۴
۱۰۲	شاذ اور محفوظ کا بیان۔	۱۴۲	۱۲۴	اہل علم کے عمل کی وجہ سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۴۵
۱۰۳	حدیث معطل کا بیان۔	۱۴۳	۱۲۵	کشف اور تجربہ سے حدیث ضعیف کی تقویت۔	۱۴۶
۱۰۴	حدیث مدرج کا بیان۔	۱۴۵			



نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۲۶	اہل علم کے اتفاق سے حدیث ضعیف کی توثیق کی تحقیق۔	۱۲۵	۱۸۳	اکابر اور افاضتین کا بیان۔	۱۸۳
۱۲۷	امت کی تلقین بالقبول سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق۔	۱۲۶	۱۸۳	حدیث مسند کی تعریف۔	۱۸۳
۱۲۸	جب کسی مستند پر صرف حدیث ضعیف پیش ہو تو اس سے استدلال کی تحقیق۔	۱۲۷	۱۸۴	حدیث متفقہ کی تعریف۔	۱۸۴
۱۲۹	حدیث ضعیف کہنے کی بجائے سند ضعیف کہنے کا بیان۔	۱۲۸	۱۸۵	مختلف اسناد کی تعریف۔	۱۸۵
۱۳۰	امام اعظم کے دلائل کے بالعموم احادیث ضعیف پر مبنی ہونے کی تحقیق۔	۱۲۹	۱۸۶	حدیث ناسخ اور منسوخ کا بیان۔	۱۸۶
۱۳۱	روایت قبول کرنے کے لیے راوی کی شرائط۔	۱۳۰	۱۸۹	اقتدار، متابیع اور شاہد کا بیان۔	۱۸۹
۱۳۲	ائمہ صحاح ستہ کی شرائط۔	۱۳۱	۱۹۰	زیادات، ثقات کا بیان۔	۱۹۰
۱۳۳	انتہاء اسناد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام۔	۱۳۲	۱۹۲	تحمل حدیث کے طرق۔	۱۹۲
۱۳۴	حدیث مرفوعہ قولاً، فعلاً، تقریراً، صراحۃً اور تحکماً کا بیان۔	۱۳۳	۱۹۳	سماع۔	۱۹۳
۱۳۵	صحابی کی تعریف کی تحقیق۔	۱۳۴	۱۹۴	تسار۔	۱۹۴
۱۳۶	جو مسلمان آپ سے ملاقات کے بعد مرتد ہو گیا پھر آپ کی وفات کے بعد مسلمان ہوا، اس کے صحابی ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ۔	۱۳۵	۱۹۵	اجازۃ۔	۱۹۵
۱۳۷	صحابی کی معرفت کے ذرائع۔	۱۳۶	۱۹۶	مناول۔	۱۹۶
۱۳۸	تمام صحابہ کے عادل ہونے کا بیان۔	۱۳۷	۱۹۷	مکاتیب۔	۱۹۷
۱۳۹	کثیر الروایت صحابہ کا بیان۔	۱۳۸	۱۹۸	اعلام۔	۱۹۸
۱۴۰	فقہاء صحابہ کا بیان۔	۱۳۹	۱۹۹	وصیت۔	۱۹۹
۱۴۱	احادیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد۔	۱۴۰	۲۰۰	وجاہۃ۔	۲۰۰
۱۴۲	طبقات صحابہ کا بیان۔	۱۴۱	۲۰۱	اسناد عالی اور اسناد نازل اور ان کی اقسام کا بیان۔	۲۰۱
۱۴۳	تابعین کا بیان۔	۱۴۲	۲۰۲	حدیث مسلسل کا بیان۔	۲۰۲
۱۴۴	مختصرین کا بیان۔	۱۴۳	۲۰۳	روایت بالمعنی کی تحقیق۔	۲۰۳
			۲۰۴	انتخاب حدیث کے جواز میں مذاہب علماء۔	۲۰۴
			۲۰۵	حدیث کی تقطیع میں مذاہب ائمہ۔	۲۰۵
			۲۰۶	حرف آخر۔	۲۰۶
			۲۰۷	مقدمہ صحیح مسلم۔	۲۰۷
			۲۰۸	باب ۱: حدیث گھڑنے کی ضمانت۔	۲۰۸



نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۶۹	باب ۲: بلا تحقیق حدیث بیان کرنے سے ممانعت۔	۲۱۷	۱۸۳	ایمان کی تعریف میں معتزلہ کے دلائل کے جوابات۔	۲۵۷
۱۷۰	باب ۳: ضعیف راویوں سے روایت کرنے کی ممانعت۔	۲۱۷	۱۸۴	ایمان کی تعریف میں خوارج کے دلائل کے جوابات۔	۲۶۱
۱۶۱	باب ۴: اسناد حدیث اور راویوں پر تنقید کی اہمیت	۲۱۷	۱۸۵	ایمان کی تعریف میں مرجئہ کے دلائل کے جوابات۔	۲۶۳
۱۶۲	باب ۵: حدیث معنعن کی حجیت پر دلائل۔	۲۳۵	۱۸۶	ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب کا فہم۔	۲۶۴
۱۶۳	کتاب الایمان	۲۳۵	۱۸۷	ایمان کا بیان	۲۶۵
۱۶۴	ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق۔	۲۳۶	۱۸۸	ایمان اور مسلمان کی تعریف۔	۲۶۹
۱۶۵	ایمان کے شرعی معنی کی تفصیل اور تحقیق	۲۳۶	۱۸۹	ایمان اور صابغہ	۲۷۱
۱۶۶	نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان۔	۲۳۸	۱۹۰	مومن اور مسلمان کی تعریف۔	۲۷۳
۱۶۷	مومن ہونے کے لیے فقط جاننا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے۔	۲۵۰	۱۹۱	ایمان کا بیان	۲۷۵
۱۶۸	ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد۔	۲۵۱	۱۹۲	ایمان اور کفر کے لغوی معنی کی تحقیق۔	۲۷۸
۱۶۹	ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد۔	۲۵۲	۱۹۳	ایمان اور کفر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق۔	۲۸۰
۱۷۰	ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد۔	۲۵۳	۱۹۴	ایمان اور کفر کے لغوی معنی کی تحقیق۔	۲۸۱
۱۷۱	ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر قرآن مجید سے استشہاد۔	۲۵۴	۱۹۵	ایمان اور کفر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق۔	۲۸۳
۱۷۲	ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر احادیث سے استشہاد۔	۲۵۵	۱۹۶	ایمان اور کفر کے لغوی معنی کی تحقیق۔	۲۸۴
۱۷۳	ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کے جوابات۔	۲۵۶	۱۹۷	ایمان اور کفر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق۔	۲۸۵
			۱۹۸	ایمان اور کفر کے لغوی معنی کی تحقیق۔	۲۸۶
			۱۹۹	ایمان اور کفر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق۔	۲۸۷



صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۳۰۸	رجح کر کے کے متعلق اہل بدعتیہ کا نظریہ۔	۲۹۰	میں مختار ہو گیا۔	۲۰۰	بعض کفار کے دروں پر منہ لگا دینا ان کے اختیار کے منافی نہیں ہے۔
۳۰۹	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء احناف کا نظریہ۔	۲۹۱	تقدیر مبرم اور تقدیر مطلق کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث۔	۲۰۱	تقدیر مبرم اور تقدیر مطلق کے متعلق غصہ بنی کی آراء۔
۳۱۰	نہا نے یا محمد کا جہان اور بحث و نظر۔	۲۹۲	تقدیر مبرم اور تقدیر مطلق کے متعلق خدیجی کی آراء۔	۲۰۲	تقدیر مبرم اور تقدیر مطلق کے متعلق متکلمین کی آراء۔
۳۱۱	اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ بنا اور خطاب کرنا۔	۲۹۳	تقدیر مبرم اور تقدیر مطلق کے متعلق متکلمین کی آراء۔	۲۰۳	کفار اور بدعتیہ لوگوں سے تعلقات رکھنے کی تحقیق۔
۳۱۲	انبیاء علیہم السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمائندہ یا محمد کے ساتھ بنا اور خطاب کرنا۔	۲۹۴	کفار اور بدعتیہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	۲۰۴	کفار اور بدعتیہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق آثار اور آثار۔
۳۱۳	ارکان اسلام میں جہاد کو ذکر نہ کرنے کی وجہ۔	۲۹۵	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۲۰۵	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔
۳۱۴	مرحبہ احسان کی تفصیل اور تحقیق۔	۲۹۶	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۲۰۶	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔
۳۱۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم خمسہ حاصل ہونے کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات۔	۲۹۷	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۲۰۷	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔
۳۱۶	اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا سبب۔	۲۹۸	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۲۰۸	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔
۳۱۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کی علامات کو بیان فرماتے اور سن کو بیان نہ فرماتے کا سبب۔	۲۹۹	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۲۰۹	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔
۳۱۸	باب ۱: لما روی کا بیان جو ارکان اسلام میں سے ایک ممکن ہے۔	۳۰۰	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۲۱۰	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔
۳۱۹	نظمی عبادات کو چرا کرنے کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل۔	۳۰۱	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۲۱۱	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔
۳۲۰	فساد نفس میں کمی اور اضافہ کرنے کی توجہ۔	۳۰۲	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۲۱۲	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔
۳۲۱	غیر اللہ کی قسم کھانے کا شرعی حکم۔	۳۰۳	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۲۱۳	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔
۳۲۲	تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کا بیان۔	۳۰۴	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۲۱۴	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔
۳۲۳	وتر کی نماز کے وجوب میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کے موقف پر دلائل۔	۳۰۵	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۲۱۵	کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال۔



صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۳۵۹	وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔	۲۴۸	رمضان کے روزوں اور رکوع کے علاوہ دیگر	
۳۶۲	توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف۔	۲۴۲	روزوں اور صدقات کے فرض نہ ہونے کی	
	باب ۲:	۳۳۵	تحقیق۔	
۳۶۲	اسلام کے ارکان اور عظیم ستونوں کا بیان۔	۲۴۲	باب ۲:	
۳۶۴	الفاظ حدیث میں رو و بدل کرنے کی ممانعت۔	۲۴۵	ارکان اسلام سے متعلق سوال۔	۲۲۹
	باب ۵:		رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کو منع کرنے	۲۳۰
۳۶۴	اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم	۲۴۲	کی وجوہات۔	
	پر ایمان لانے، احکام شریعت پر عمل کرنے،	۳۳۸	انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی تحقیق۔	۲۳۱
	ان کو یاد رکھنے اور ان کی دعوت دینے اور	۳۳۹	روزہ کے معنی اور شرعی معنی۔	۲۳۲
۳۶۴	تبلیغ کرنے کا حکم۔	۳۴۰	روزہ کے مضمرات اور مفادات کا بیان۔	۲۳۳
۳۶۹	حرمات و حلالہ میں جہاد کرنے کی تحقیق۔	۲۴۰	انجیکشن سے روزہ ٹوٹنے پر عقل اور مشاہدہ	۲۳۴
۳۷۰	ایک اشکال کا جواب۔	۲۴۸	سے استدلال۔	
	چار قسموں کے بدتمیزی کے استعمال کی ممانعت	۲۴۹	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے	۲۳۵
۳۷۰	کی وضاحت۔	۳۴۲	پر احادیث اور آثار سے استدلال۔	
۳۷۰	نہیں کا معنی۔	۲۵۰	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے	۲۳۶
	باب ۶:	۳۴۸	پر فقہی جزئیات سے استدلال۔	
	ترجید و رسالت کی گواہی اور احکام شریعت کی گواہی	۲۵۱	انسانی بدن کا تشریک کے متعلق قدیم فقہاء کی بعض	۲۳۷
۳۷۱	دینا۔	۳۵۲	آثار کا غلط جوڑنا۔	
۳۷۲	باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل	۲۵۲	انجیکشن سے روزہ ٹوٹنے کی دلیل کا تجزیہ۔	۲۳۸
	آیا کفار احکام شریعت فرعیہ کے مخاطب ہیں یا	۲۵۳	آیا روزہ دار میں انجیکشن لگوانے یا نہیں۔	۲۳۹
۳۷۳	نہیں؟		انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے	۲۴۰
	باب ۷:	۲۵۸	کا اثر و اختلاف اور برسیل منزل استدلال۔	
	جواب تک لوگ لا الہ الا اللہ کہیں ان سے	۲۵۲	روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے	۲۴۱
۳۷۵	قتال کرنے کا حکم۔	۳۵۸	کے سلسلہ میں حرف آخر۔	
	حضرت ابو بکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین	۲۵۵	باب ۳:	
۳۷۸	زکوٰۃ کا بیان۔		ایمان کے جس درجہ کی وجہ سے جنت کے دخول	۲۴۲
۳۷۹	مانعین زکوٰۃ کا شہر۔	۲۵۶	کا استحقاق ہے اور جس نے احکام پر عمل کیا	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۵۷	مانعین زکوٰۃ کو فرمادین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے شبہ کا جواب۔	۳۷۹	۲۵۰	اس حکم کو منسوخ کرنے کی وجہ اور دیگر مسائل	۳۰۸
۲۵۸	قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام	۳۸۰	۲۵۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کا بیان۔	۳۱۰
۲۵۹	ضروریات دین کا اشکار کفر ہے۔	۳۸۱	۲۵۲	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود حضرت مناف نے حدیث نجات کیوں بیان کی؟	۳۱۰
۲۶۰	حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث۔	۳۸۲	۲۵۳	حضرت عثمان بن مالک انصاری کی روایت سے استنباط شدہ مسائل۔	۳۱۱
۲۶۱	باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ دیگر مسائل۔	۳۸۳	۲۵۴	باب ۱۰: جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب، اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہو، وہ مومن ہے خواہ وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے۔	۳۱۳
۲۶۲	باب ۱۱: موت کے وقت غرغزہ موت سے پہلے ایمان لانے کی صحت مشرکین کے لیے استغفار کا منسوخ ہونا اور اس پر وہی کہ شرک پیغمبر نے والا جہنمی ہے۔	۳۸۴	۲۵۵	ایمان کی شاخوں کی تعداد، ایمان کے اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ کا بیان اور حیا بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔	۳۱۳
۲۶۳	غرغزہ موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابو طالب کے ایمان نہ لانے کی بحث۔	۳۸۵	۲۵۶	ایمان کی شاخوں کے تعداد میں مختلف روایات میں راجح روایت کا بیان۔	۳۱۵
۲۶۴	ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ کے مفسرین کی تصریحات۔	۳۸۶	۲۵۷	ایمان کی شاخوں کی تفسیر اور تعین۔	۳۱۶
۲۶۵	ابو طالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث۔	۳۸۷	۲۵۸	حیا کا لغوی اور اصطلاحی معنی۔	۳۱۷
۲۶۶	ابو طالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف۔	۳۸۸	۲۵۹	حیا کا شرعی معنی۔	۳۱۸
۲۶۷	باب ۱۲: جس شخص کا توحید پر خاتمہ ہوا وہ جنت میں قلعی طور پر داخل ہوگا۔	۳۸۹	۲۶۰	اسلام کے جامع اور صاف۔	۳۱۹
۲۶۸	آیات تکبیرہ کی بغیر عذاب کے نجات ہر گزتی ہے یا نہیں؟	۳۹۰	۲۶۱	استقامت کا بیان۔	۳۲۰
۲۶۹	کہہ گئے یہ جنت کی بشارت کا حکم دینا پھر	۳۹۱	۲۶۲	باب ۱۳: احکام اسلام میں سے بعض کی بعض تفصیلات افضل اعمال کے اعتبار سے احادیث میں	۳۲۲



نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۸۱	تقارن کا بیان -	۲۶۳	۲۸۲	ان خصوصیات کا بیان جن کے ساتھ متصف ہونے سے ایمان کی صلاوت حاصل ہوتی ہے۔	۲۶۳
۲۸۳	صلاوت ایمان کا معنی۔	۲۶۴	۲۸۵	اللہ اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہونے کی وجہ۔	۲۶۴
۲۸۴	باب: ۱۴		۲۸۶	اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا وجوب۔	۲۶۵
۲۸۵	باب: ۱۵		۲۸۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا وجوب۔	۲۶۵
۲۸۶	اپنے والد، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا وجوب۔	۲۶۵	۲۸۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ مکلف کرنے کی وجہ۔	۲۶۶
۲۸۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا وجوب۔	۲۶۵	۲۸۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی وجوہات۔	۲۶۶
۲۸۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ مکلف کرنے کی وجہ۔	۲۶۶	۲۹۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور محبت کے چند مظاہر۔	۲۶۷
۲۸۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی وجوہات۔	۲۶۶	۲۹۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات۔	۲۶۷
۲۹۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور محبت کے چند مظاہر۔	۲۶۷	۲۹۲	اطاعت رسول۔	۲۶۸
۲۹۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات۔	۲۶۷	۲۹۳	اتباع رسول کی صلاوت۔	۲۶۸
۲۹۲	اطاعت رسول۔	۲۶۸	۲۹۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے غیب ہونا۔	۲۶۸
۲۹۳	اتباع رسول کی صلاوت۔	۲۶۸	۲۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت ذکر کرنا۔	۲۶۹
۲۹۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے غیب ہونا۔	۲۶۸	۲۹۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے خوش ہونا۔	۲۶۹
۲۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بکثرت ذکر کرنا۔	۲۶۹	۲۹۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا۔	۲۶۹
۲۹۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے خوش ہونا۔	۲۶۹			
۲۹۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا۔	۲۶۹			
۲۹۸	باب: ۱۸				
۲۹۹	پڑوسی اور مہمان کی تکریم کرنا اور ان کی بات کے سوا خاموش رہنا علامات ایمان کے۔	۲۷۰			
۳۰۰	پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت۔	۲۷۰			
۳۰۱	پڑوسی کے حقوق کا بیان۔	۲۷۰			
۳۰۲	باب: ۱۹				
۳۰۳	پڑوسی اور مہمان کی تکریم کرنا اور ان کی بات کے سوا خاموش رہنا علامات ایمان کے۔	۲۷۰			
۳۰۴	پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت۔	۲۷۰			
۳۰۵	پڑوسی کے حقوق کا بیان۔	۲۷۰			

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۱۰	افضلیت سکوت کے مواقع۔	۴۵۷	۳۲۷	نفس اور حکمت کی تعریفات	۴۷۰
۳۱۱	مہمان کے حقوق اور میزبانی کے آداب۔	۴۵۷	باب ۲۱:	باب ۲۱:	
۳۱۲	برائی سے روکنا ایمان کی علامت ہے اور ایمان میں زیادتی اور کمی برائی ہے۔	۴۵۸	۳۲۸	جنت میں صرف مومنین داخل ہوں گے، مومنین سے محبت رکھنا ایمان کی علامت ہے اور زیادہ سلام کرنا محبت کا سبب ہے۔	۴۷۰
۳۱۳	خطبہ کو نماز عید پر مستند کرنے کا پس منظر اور پیش منظر۔	۴۵۹	۳۲۹	مسلمانوں کے درمیان حسن معاشرت کا بیان۔	۴۷۱
۳۱۴	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تفصیل اور تحقیق۔	۴۶۰	باب ۲۲:	باب ۲۲:	
۳۱۵	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے مستحق قرآن مجید کی آیات۔	۴۶۱	۳۳۰	دین خیر غلامی ہے۔	۴۷۲
۳۱۶	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث کن حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنا جائز ہے۔	۴۶۲	۳۳۱	اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کی تفصیل۔	۴۷۳
۳۱۷	امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے خود نیک ہونا ضروری نہیں ہے۔	۴۶۳	باب ۲۳:	باب ۲۳:	
۳۱۸	انتخاب رسول سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو فتنہ کہنے کا بطلان۔	۴۶۴	۳۳۲	گناہوں سے ایمان کامل میں کمی اور گناہ کے ارتکاب کے وقت ایمان کامل کا منتفی ہونا۔	۴۷۴
۳۱۹	کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے۔	۴۶۵	۳۳۳	حدیث الباب کی تشریح۔	۴۷۵
۳۲۰	امر بالمعروف میں طاعت کو اختیار کیا جائے۔	۴۶۵	باب ۲۴:	باب ۲۴:	
۳۲۱	خلوت کا معنی۔	۴۶۵	۳۳۴	منافق کی صفات کا بیان۔	۴۷۶
۳۲۲	اہل ایمان کی ایمان میں ایک دوسرے پر فضیلت اور اہل یمین کی ایمان میں ترجیح۔	۴۶۶	۳۳۵	تین خصلتوں میں منافق کی علامتوں کے انحصار کی وجہ۔	۴۷۷
۳۲۳	یمن کی طرف ایمان کے نسبت کرنے کی ترجیح اور نہ پالنے والوں میں سنگدل کی وجہ۔	۴۶۹	۳۳۶	ان تین خصلتوں کا منافقوں کی علامت ہونے کی وجہ۔	۴۷۸
۳۲۴	شیطان کے دو سنگوں سے کیا مراد ہے؟	۴۷۰	باب ۲۵:	باب ۲۵:	
			۳۳۷	مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم۔	۴۷۹
			۳۳۸	مسلمان کو کافر کہنے والے کی تکفیر کی ترجیحات میں یمن اہل قید کی تکفیر کے متعلق مشکلیں نظر۔	۴۸۰
			۳۳۹	غیر کے مال پر دعوئی کرنے کا حکم۔	۴۸۱
			باب ۲۶:	باب ۲۶:	
			۳۴۰	جو شخص ظلم کے باوجود اپنے باپ کے نسب سے	۴۸۲



صفحہ نمبر	مضمون	نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار
۵۱۰	جوابات۔	۵۸۵	انکار کر سنے اس کے ایمان کا بیان۔	۳۲۲
۵۱۱	پھر پیشے کے جواز پر علماء شیعہ کا قرآن مجید سے	۳۵۷	استلحاق زیاد کا بیان	۳۲۳
۵۱۳	استدلال اور اس کا جواب۔	۳۵۸	باب: ۲۷	۳۲۴
۵۱۵	زانہ پیشے کے جواز پر علماء شیعہ کا صحیح بخاری	۳۵۹	اس کا بیان کہ مسلمان کو برا کہنا فسق ہے اور	۳۲۵
۵۱۶	سے استدلال اور اس کا جواب۔	۳۶۰	اس سے قتال کرنا کفر ہے۔	۳۲۶
۵۱۷	سینہ پیشے کے جواز پر علماء شیعہ کا موطا امام	۳۶۱	فسق کا بیان۔	۳۲۷
۵۱۸	ماہک سے استدلال اور اس کا جواب۔	۳۶۲	مسلمان سے قتال پر کفر کے اطلاق کی توجیہ	۳۲۸
۵۱۹	زانہ، زنا، زنا اور سینہ پیشے اور بالوں میں خاک	۳۶۳	باب: ۲۸	۳۲۹
۵۲۰	وٹانے کے جواز پر علماء شیعہ کا مکتب سیرت	۳۶۴	اس حدیث کا بیان کہ میرے بعد ایک دوسرے	۳۳۰
۵۲۱	اور تاریخ سے استدلال اور اس کا جواب۔	۳۶۵	کی گردنیں مار کر کاغذ بن جائے گا۔	۳۳۱
۵۲۲	ماتم حسین کے استشعار کا جواب۔	۳۶۶	ایک دوسرے کے قتل پر کفر کے اطلاق کی	۳۳۲
۵۲۳	ماتم کی ابتدا کرنے والے قاتلین حسین تھے۔	۳۶۷	توجیہات۔	۳۳۳
۵۲۴	باب: ۲۹	۳۶۸	باب: ۲۹	۳۳۴
۵۲۵	بھاگے ہوئے غلام پر کافر کا اطلاق۔	۳۶۹	نسب میں طعن کرنے اور نوحہ کرنے پر کفر کا	۳۳۵
۵۲۶	جن احادیث سے یہ مذہب استدلال کرتے	۳۷۰	اطلاق۔	۳۳۶
۵۲۷	ہیں ان کو چھپانے کی سبب ان کا جواب	۳۷۱	تقریب اور ماتم کے جواز پر علماء شیعہ کے قائل	۳۳۷
۵۲۸	دینا چاہیے۔	۳۷۲	اور ان کی تاریخ مجدد بنو محمد۔	۳۳۸
۵۲۹	باب: ۳۰	۳۷۳	مروجہ ماتم کی حرمت پر قرآن مجید سے استدلال	۳۳۹
۵۳۰	جو شخص یہ کہے کہ ستاروں کے سبب سے	۳۷۴	مروجہ ماتم کی حرمت پر احادیث سے استدلال۔	۳۴۰
۵۳۱	بارش ہوتی ہے اس کے کفر کا بیان۔	۳۷۵	مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی تفاسیر سے	۳۴۱
۵۳۲	ستاروں کے متاثر ہونے کا قرآن مجید	۳۷۶	استدلال۔	۳۴۲
۵۳۳	سے ابطال۔	۳۷۷	مروجہ ماتم کی حرمت پر نہی ابلاغ سے استدلال۔	۳۴۳
۵۳۴	کواکب سیارگان اور مروج کا بیان۔	۳۷۸	مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء شیعہ کی احادیث سے	۳۴۴
۵۳۵	ستارہ پرستوں کا نظر یہ۔	۳۷۹	استدلال۔	۳۴۵
۵۳۶	اسباب کی تاثیر کا بیان۔	۳۸۰	مروجہ ماتم کی حرمت پر علماء باقر مجلسی کی نقل کردہ	۳۴۶
۵۳۷	باب: ۳۱	۳۸۱	روایات سے استدلال۔	۳۴۷
۵۳۸	انصار اور حضرت علی سے محبت رکھنا ایمان	۳۸۲	نوحہ کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل کے	۳۴۸



صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۵۲۷	گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تعریفیں۔	۳۸۷	کی، اور ان سے بقیہ رکھنا اتفاق کی علامت ہے۔	۳۷۱
۵۲۸	اصرار مصیبت اور تکرار مصیبت۔	۳۸۸	۵۲۸	۳۷۲
۵۲۸	شرک کی تعریف۔	۳۸۹	۵۲۹	۳۷۳
۵۲۸	سحر کی تعریف۔	۳۹۰	۳۹۰	۳۷۴
	باب: ۳۸			۳۷۵
۵۲۹	تکبر کے حرام ہونے کا بیان۔	۳۹۱	۵۳۰	۳۷۶
۵۲۹	اللہ تعالیٰ پر تمیل کا اطلاق کرنے کی بحث۔	۳۹۲	۵۳۱	۳۷۷
	اللہ تعالیٰ پر ان اسماء کے اطلاق کی بحث	۳۹۳	۵۳۱	۳۷۸
۵۵۰	جن کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے۔	۵۳۲	۵۳۲	۳۷۹
۵۵۰	جنت میں تکبر کے داخل نہ ہونے کی توضیح۔	۳۹۴	۵۳۳	۳۸۰
	قیامتی لباس پہنا اور عمدہ کھانے کھانا تکبیر نہیں ہے۔	۳۹۵	۵۳۴	۳۸۱
۵۵۱		۵۳۵	۵۳۵	۳۸۲
	باب: ۳۹			۳۸۳
	برخلاف اللہ کے ساتھ شرک کیے بغیر زندگی اس کے بنتی ہوئے پر اور جو شرک پر مولا اس کے دوزخی ہوئے پر دلیل۔	۳۹۶	۵۳۶	۳۸۴
۵۵۲	کیا صرف لا الہ الا اللہ پر گواہی دینا نجات کے لیے کافی ہے؟	۳۹۷	۵۳۷	۳۸۵
۵۵۳	باب: ۴۰			۳۸۶
۵۵۴	کلمہ پڑھ لینے کے بعد کافر کو قتل کرنا حرام ہے ایک مسلمان شخص کو قتل کرنے کے باوجود حضرت اسامہ پر قصاص، دیت اور کفارہ فرض نہ کرنے کی وجہ۔	۳۹۸	۵۳۸	۳۸۷
۵۵۸	باب: ۴۱			۳۸۸
	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: جو شخص ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔	۴۰۰	۵۳۹	۳۸۹
۵۶۰	.....	۵۴۰	۵۴۰	۳۹۰
		۵۴۱	۵۴۱	۳۹۱
		۵۴۲	۵۴۲	۳۹۲
		۵۴۳	۵۴۳	۳۹۳
		۵۴۴	۵۴۴	۳۹۴
		۵۴۵	۵۴۵	۳۹۵
		۵۴۶	۵۴۶	۳۹۶
		۵۴۷	۵۴۷	۳۹۷
		۵۴۸	۵۴۸	۳۹۸
		۵۴۹	۵۴۹	۳۹۹
		۵۵۰	۵۵۰	۴۰۰
		۵۵۱	۵۵۱	۴۰۱
		۵۵۲	۵۵۲	۴۰۲
		۵۵۳	۵۵۳	۴۰۳
		۵۵۴	۵۵۴	۴۰۴
		۵۵۵	۵۵۵	۴۰۵
		۵۵۶	۵۵۶	۴۰۶
		۵۵۷	۵۵۷	۴۰۷
		۵۵۸	۵۵۸	۴۰۸
		۵۵۹	۵۵۹	۴۰۹
		۵۶۰	۵۶۰	۴۱۰
		۵۶۱	۵۶۱	۴۱۱
		۵۶۲	۵۶۲	۴۱۲
		۵۶۳	۵۶۳	۴۱۳
		۵۶۴	۵۶۴	۴۱۴
		۵۶۵	۵۶۵	۴۱۵
		۵۶۶	۵۶۶	۴۱۶
		۵۶۷	۵۶۷	۴۱۷
		۵۶۸	۵۶۸	۴۱۸
		۵۶۹	۵۶۹	۴۱۹
		۵۷۰	۵۷۰	۴۲۰
		۵۷۱	۵۷۱	۴۲۱
		۵۷۲	۵۷۲	۴۲۲
		۵۷۳	۵۷۳	۴۲۳
		۵۷۴	۵۷۴	۴۲۴
		۵۷۵	۵۷۵	۴۲۵
		۵۷۶	۵۷۶	۴۲۶
		۵۷۷	۵۷۷	۴۲۷
		۵۷۸	۵۷۸	۴۲۸
		۵۷۹	۵۷۹	۴۲۹
		۵۸۰	۵۸۰	۴۳۰
		۵۸۱	۵۸۱	۴۳۱
		۵۸۲	۵۸۲	۴۳۲
		۵۸۳	۵۸۳	۴۳۳
		۵۸۴	۵۸۴	۴۳۴
		۵۸۵	۵۸۵	۴۳۵
		۵۸۶	۵۸۶	۴۳۶
		۵۸۷	۵۸۷	۴۳۷
		۵۸۸	۵۸۸	۴۳۸
		۵۸۹	۵۸۹	۴۳۹
		۵۹۰	۵۹۰	۴۴۰
		۵۹۱	۵۹۱	۴۴۱
		۵۹۲	۵۹۲	۴۴۲
		۵۹۳	۵۹۳	۴۴۳
		۵۹۴	۵۹۴	۴۴۴
		۵۹۵	۵۹۵	۴۴۵
		۵۹۶	۵۹۶	۴۴۶
		۵۹۷	۵۹۷	۴۴۷
		۵۹۸	۵۹۸	۴۴۸
		۵۹۹	۵۹۹	۴۴۹
		۶۰۰	۶۰۰	۴۵۰



نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۰۱	باب ۳۳: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد جس نے ہم کو دھوکا دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے۔	۴۱۲	۵۴۱	اس باب کا حدیث سے استنباط شد مسائل	۵۷۵
۴۰۲	باب ۳۴: منہ پر تھپڑ مارنے اگر بیان چاک کرنے اور مراد جاہلیت کی پیروی و پکار کا بیان۔	۴۱۵	۵۴۱	باب ۳۸: خودکشی کے کفر ہونے کی دلیل۔	۵۷۶
۴۰۳	باب ۳۵: چنن صوری کی سخت ممانعت۔	۴۱۶	۵۴۱	اس باب کی حدیث سے استنباط شد مسائل	۵۷۷
۴۰۴	چنن کی تعریف۔	۴۱۷	۵۴۱	باب ۳۹: قرب قیامت میں ہوا کا ان لوگوں کو اٹھ لینا جن کے دلوں میں غموض اسکا بھی ایمان ہو۔	۵۷۸
۴۰۵	چنن سنے دانے پر چھ انور لازم ہیں۔	۴۱۸	۵۴۱	باب ۵۰: فتنوں کے ظہور سے پہلے اعمال صالحہ کی ترغیب۔	۵۷۹
۴۰۶	رفع فساد کے لیے کچھ بات پیناٹے کا جواز	۴۱۹	۵۴۱	باب ۵۱: مومن کا اعمال ضائع ہو جانے سے ڈرنا۔	۵۸۰
۴۰۷	باب ۳۶: لباس شکنوں سے نیچے لشکافے والوں احسان جتانے والوں اور جمہوری قسم کھا کر سودا بیچنے والوں سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کا بیان۔	۴۲۰	۵۴۱	حدیث الباب کی تشریح۔	۵۸۱
۴۰۸	شکنوں سے نیچے کثیر لشکافے کے مکروہ ہونے کی وجہ۔	۴۲۱	۵۴۱	باب ۵۲: کیا اعمال جاہلیت پر موانعہ ہوا گا؟	۵۸۲
۴۰۹	بڑے سے بڑا بھروسہ حاکم اور متکبر فخر کے زیادہ مغموض ہونے کی وجہ۔	۴۲۲	۵۴۱	اسلام لانے کے بعد زمانہ جاہلیت کی بد اعمالیوں پر موانعہ کا جواب۔	۵۸۳
۴۱۰	باب ۳۷: خودکشی کرنے کی شدید ممانعت اور اس کا عذاب۔	۴۲۳	۵۴۱	باب ۵۳: اسلام آج اور ہجرت پہلے کھانوں کو مٹا دیتے ہیں۔	۵۸۴
۴۱۱	خودکشی پر فرائض عذاب کی وعید کو توجہ۔	۴۲۴	۵۴۱	دفن کے بعد کچھ دیر قبر پر بیٹھنے کا بیان۔	۵۸۵
۴۱۲	غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کی تفصیل۔	۴۲۵	۵۴۱	باب ۵۴: اسلام لانے کے بعد کافر کے اعمال سابقہ کا حکم۔	۵۸۶
۴۱۳	باب ۳۸: مال غیرت میں نیابت کرنے کی ممانعت اور اس کا بیان کہ جنت میں صرف مومن داخل ہوں گے۔	۴۲۶	۵۴۱	کافر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے۔	۵۸۷
		۴۲۷	۵۴۱	باب ۵۵: ایمان میں صدق اور اخلاص۔	۵۸۸



صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۲۲۸	حدیث الباب کی تشریح ۔	۵۸۷	احکام ۔
۲۲۹	باب: ۵۷	۲۲۱	فقہاء احناف کے نزدیک شہید کے احکام
۲۳۰	حدیث نفس اور خواطر سے درگزر کرنے اور	۲۲۲	باب: ۵۸
۲۳۱	نیکی اور بدی کے جہم کے حکم کا بیان ۔	۵۸۷	رعایا کے ساتھ خیانت کرنے والے حاکم
۲۳۲	جہم اور عزم کی تعریفیں اور ان کا شرعی حکم ۔	۵۹۳	کے لیے دوزخ کی وعید ۔
۲۳۳	دن سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی	۲۲۳	صحت کے ایام میں حضرت معقل نے حدیث
۲۳۴	زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق ۔	۵۹۵	کیوں نہیں بیان کی ؟
۲۳۵	باب: ۵۸		باب: ۵۹
۲۳۶	ایمان میں دوسو گنا کا بیان اور دوسو گنا کے وقت	۲۲۴	بعض دلوں سے ایمان اور امانت کا اٹھ
۲۳۷	کیا کہنا چاہیے ۔	۵۹۷	جانا اور دلوں پر فتنوں کا طاری ہونا ۔
۲۳۸	شیطان دوسو گنا کی دقتیں ۔	۲۲۵	عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان ۔
۲۳۹	اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل اور شیطان	۲۲۶	حضرت عبداللہ کی حدیث کے بھارت نہ
۲۴۰	کے شبہ کا ابطال ۔	۶۰۰	ہونے کا بیان ۔
۲۴۱	باب: ۵۹		باب: ۶۰
۲۴۲	جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارنے پر	۲۲۷	اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور انتہا میں بھی
۲۴۳	دوزخ کی وعید ۔	۶۰۱	اجنبی ہو جانے کا اور وہ مسجدوں میں گس جانے کا
۲۴۴	باطن میں انتشار ناقہ نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ	۲۲۸	اولیٰ آخر میں اسلام کے اجنبی ہونے سے کیا مراد ہے
۲۴۵	کا حدیث الباب سے استدلال ۔	۶۰۵	باب: ۶۱
۲۴۶	ائمہ ثلاثہ کے استدلال کا جواب اور امام اعظم	۲۲۹	اخیر زمانہ میں ایمان کا رخصت ہو جانا ۔
۲۴۷	کی دلیل ۔	۶۰۶	باب: ۶۲
۲۴۸	باب: ۶۰		خوف زدہ شخص کے لیے ایمان غنمی رکھنے
۲۴۹	غیر کامل ناحق پھینٹے والے کا ثواب مباح ہے	۲۳۰	کا جواز ۔
۲۵۰	اور اگر وہ اس لڑائی کے دوران قتل ہو جائے	۲۳۱	تقصیر کی تحقیق ۔
۲۵۱	تو دوزخی ہے اور اگر صاحب حق قتل ہو جائے	۲۳۲	تقصیر کی تعریف ایسی کی اقسام اور اس کے
۲۵۲	تو وہ شہید ہے ۔	۶۰۶	شرعی احکام ۔
۲۵۳	شہید کی وجہ تسمیہ ۔	۲۳۳	مدارات کی تحقیق ۔
۲۵۴	فقہاء شافعیہ کے نزدیک شہید کی اقسام اور	۶۰۷	تقصیر کے متعلق عوارج کا نظریہ ۔

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۶۲۰	اکا سفر اختیار کرنا۔	۶۲۲	تقیہ کے متعلق شیعہ کا نظریہ۔
۶۲۰	اہل کتاب کو روکنا اجر ملنے کی تحقیق۔	۶۲۲	تقیہ کے بطلان پر نقلی اور عقلی دلائل۔
۶۲۲	خواتین کو تعلیم دینا۔	۶۲۴	تقیہ کے مستثنیٰ ائمہ شیعہ کی روایات۔
	<b>باب: ۶۸</b>	۶۲۵	تقیہ کے متعلق شیعہ مفسرین کی عبارات۔
	حضرت عیسیٰ بن مریم کے مائل ہونے اور	۶۲۶	کتب شیعہ سے تقیہ کا بطلان۔
	شریعت محمدی کے مطابق احکام جاری کرتے		<b>باب: ۶۵</b>
۶۲۲	کا بیان۔		جن شخص کے ایمان کے ضعف کا خطرہ ہو اس
۶۲۴	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر دلیل۔	۶۲۴	کی تالیف قلب اور بغیر دلیل کے کسی کو نقلی
	<b>باب: ۶۹</b>	۶۳۰	مومن کہنے کی ممانعت۔
	اس زمانہ کا بیان ہمیں ایمان نہیں قبول کیا	۶۳۲	حدیث الباب کی تشریح۔
۶۲۵	جانتے گا۔		<b>باب: ۶۶</b>
۶۲۶	رجال کا بیان۔	۶۳۳	دلائل کی زیادتی سے ایمان کا قوی ہونا۔
۶۲۸	وابستہ الارض کا بیان۔	۶۳۵	مردوں کو زندہ کر کے دکھانے کے لیے
	سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں	۶۳۳	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی توجیہ۔
۶۲۸	پڑھنے رہنے کی توجیہ۔		حضرت لوط علیہ السلام کے مضبوط ستون کی
	<b>باب: ۷۰</b>	۶۳۵	پناہ چاہنے کی توجیہ۔
	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طوط وحی	۶۳۶	قیہ خانہ سے رہنے کا موقع ہونے کے باوجود حضرت
۶۲۹	کی ابتداء کرنے کا بیان۔	۶۳۵	یوسف علیہ السلام کے نہ جانے کی توجیہ۔
۶۳۳	وحی کا لغوی معنی۔	۶۳۸	<b>باب: ۶۷</b>
۶۳۴	وحی کا شرعی معنی۔	۶۳۹	جہاں سے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت
۶۳۵	الہام اور فراست کی تعریفیں۔	۶۴۰	کے شوم پر ایمان لانے کا وجوب اور آپ
۶۳۶	نزول وحی کی صورتیں اور اقسام۔	۶۴۱	کی امت سے تمام ملتوں کے منسوخ ہونے
۶۳۶	خواب کی تعریف اور اقسام	۶۴۲	کا بیان۔
۶۳۷	ابتداء نبوت میں قارحہ جانے کی حکمتیں۔	۶۴۳	معجزہ کی تعریف اور خرق عادت کے اقسام۔
۶۳۷	بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کی تحقیق۔	۶۴۴	ایک حدیث کے معنی کی تحویٰ ترکیب کے اعتبار
	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرشتہ کو پہچاننے کی	۶۴۵	سے وضاحت۔
۶۳۸	تحقیق۔	۶۴۶	علم حدیث کے حصول کے لیے دور دراز



صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
۴۸۷	حضرت جبرائیل کا مدد مرتبہ حضور کو اپنی اصلی صورت دکھانا شب معراج میں دیدار الہی کے خلاف نہیں ہے۔	۴۵۹	۵۰۶
۴۸۸	پہل و وحی نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف اور گھبراہٹ کی توجیہ۔	۴۶۰	۵۰۷
۴۸۹	حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز کلمات کی تشریح۔	۴۶۳	۵۰۸
۴۹۰	درقہ بن نوفل کے پاس جانے کی توجیہ۔	۴۶۳	۵۰۹
۴۹۱	آیا وحی ٹوک جانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا تھا	۴۶۴	۵۱۰
۴۹۲	نقطہ طاع وحی کی مدت کا بیان۔	۴۶۴	۵۱۱
۴۹۳	علائقہ نبوت سے پہلے آپ کے نبوت سے متصف ہونے کی تحقیق۔	۴۶۶	۵۱۲
۴۹۴	باب اول	۴۶۶	۵۱۳
۴۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اور فائدہ کی فرضیت کا بیان۔	۴۶۷	۵۱۴
۴۹۶	معراج کا لغوی معنی۔	۴۶۷	۵۱۵
۴۹۷	معراج کا اصطلاحی معنی۔	۴۶۷	۵۱۶
۴۹۸	شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علم الوصی کا بیان۔	۴۶۷	۵۱۷
۴۹۹	سورہ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات۔	۴۶۷	۵۱۸
۵۰۰	لفظ سبحان کے اسرار۔	۴۶۷	۵۱۹
۵۰۱	لفظ عبودہ کے اسرار۔	۴۶۷	۵۲۰
۵۰۲	لفظ اسرعی کے اسرار۔	۴۶۷	۵۲۱
۵۰۳	معراج کے متعلق سورہ البقرہ کی آیات۔	۴۶۷	۵۲۲
۵۰۴	الانجم اذا هوى کے اسرار۔	۴۶۷	۵۲۳
۵۰۵	قسم و فی فتوحی کے اسرار۔	۴۶۷	۵۲۴
۵۰۶	فکاک قباب قوسین کے اسرار۔	۴۶۷	۵۲۵
۴۸۷	حضرت جبرائیل کا مدد مرتبہ حضور کو اپنی اصلی صورت دکھانا شب معراج میں دیدار الہی کے خلاف نہیں ہے۔	۴۵۹	۵۰۶
۴۸۸	پہل و وحی نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف اور گھبراہٹ کی توجیہ۔	۴۶۰	۵۰۷
۴۸۹	حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز کلمات کی تشریح۔	۴۶۳	۵۰۸
۴۹۰	درقہ بن نوفل کے پاس جانے کی توجیہ۔	۴۶۳	۵۰۹
۴۹۱	آیا وحی ٹوک جانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا تھا	۴۶۴	۵۱۰
۴۹۲	نقطہ طاع وحی کی مدت کا بیان۔	۴۶۴	۵۱۱
۴۹۳	علائقہ نبوت سے پہلے آپ کے نبوت سے متصف ہونے کی تحقیق۔	۴۶۶	۵۱۲
۴۹۴	باب اول	۴۶۶	۵۱۳
۴۹۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اور فائدہ کی فرضیت کا بیان۔	۴۶۷	۵۱۴
۴۹۶	معراج کا لغوی معنی۔	۴۶۷	۵۱۵
۴۹۷	معراج کا اصطلاحی معنی۔	۴۶۷	۵۱۶
۴۹۸	شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علم الوصی کا بیان۔	۴۶۷	۵۱۷
۴۹۹	سورہ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات۔	۴۶۷	۵۱۸
۵۰۰	لفظ سبحان کے اسرار۔	۴۶۷	۵۱۹
۵۰۱	لفظ عبودہ کے اسرار۔	۴۶۷	۵۲۰
۵۰۲	لفظ اسرعی کے اسرار۔	۴۶۷	۵۲۱
۵۰۳	معراج کے متعلق سورہ البقرہ کی آیات۔	۴۶۷	۵۲۲
۵۰۴	الانجم اذا هوى کے اسرار۔	۴۶۷	۵۲۳
۵۰۵	قسم و فی فتوحی کے اسرار۔	۴۶۷	۵۲۴
۵۰۶	فکاک قباب قوسین کے اسرار۔	۴۶۷	۵۲۵

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر
۴۵۹	انبیاء اور اولیاء کا آن واحد میں متحد جگہ موجود ہونا۔	۵۳۶	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اسرار۔	۵۲۰
۴۶۲	شب معراج عالم بذریعہ کے واقعات دکھائے جانے کے اسرار۔	۵۳۷	شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق۔	۵۲۱
۴۶۲	مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی انامت کراٹے کے اسرار۔	۵۳۸	تین بار شق صدر کرنے کے اسرار۔	۵۲۲
۴۶۵	آسمانوں پر جانے کے اسرار۔	۵۳۹	”ہذا خطی من الشیطان“ کے اسرار۔	۵۲۳
۴۶۵	سیدۃ المنتہی سے آگے گزرنے کے اسرار۔	۵۴۰	قلب اللہ کو سونے کے لشت میں رکھنے کے اسرار۔	۵۲۴
۴۶۵	شق صدر کے اسرار کا تتمہ۔	۵۴۱	شق صدر کے اسرار کا تتمہ۔	۵۲۵
۴۶۶	قف یا محمد فان ربک یصلیٰ کے اسرار۔	۵۴۲	براقی پر مولیٰ کے اسرار۔	۵۲۶
۴۶۶	حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نمازوں میں کمی کے اسرار۔	۵۴۳	قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار۔	۵۲۷
۴۶۶	الصلوٰۃ مع ابراہیم الخوین کے اسرار۔	۵۴۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق۔	۵۲۸
۴۶۸	کفار قریش کو دیے ہوئے جوابات کے اسرار۔	۵۴۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا۔	۵۲۹
۴۶۹	شب معراج دیدار الہی کے اسرار۔	۵۴۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود شریف پیش کیا جانا۔	۵۳۰
۴۷۰	باب ۶۲	۵۴۷	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا۔	۵۳۱
۴۷۰	آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تھا یا نہیں؟	۵۴۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا۔	۵۳۲
۴۷۰	قرآن مجید کا کئی اور پیشی سے محفوظ ہونا۔	۵۴۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کامات کو لحاظ فرمانا۔	۵۳۳
۴۷۰	حضرت زینب بنت جحش سے حضور کے نکاح کا بیان۔	۵۵۰	ساکین امت کا میند اللہ بیلاری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا۔	۵۳۴
۴۷۰	نورانی اسرار کی تحقیق۔	۵۵۱	اجسام مثالیہ کا تہود۔	۵۳۵
۴۷۱	باب ۶۳	۵۵۲		
۴۷۱	آنحضرت میں مومنین کے لیے اللہ بھانہ کے دیدار کا اثبات۔	۵۵۳		



نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۵۲	اللہ تعالیٰ کی رحمت میں اہل قبلہ کے مذاہب	۷۹۳	۸۳۶	باب: ۷۸	
۵۵۳	اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان۔	۷۹۴	۸۳۷	کفار کے اعمال ان کو فائدہ نہیں پہنچاتے	
			۸۳۸	اعمال کفار کے نفع بخش نہ ہونے پر دلائل	
۵۵۴	باب: ۷۹		۸۳۹	مسلمانوں سے دو تہا رکھنا اور غیر مسلموں سے قطع تعلق کرنا۔	
	شفاعت کا اثبات اور موحّدین کو دوزخ سے نکلانے کا بیان۔	۷۹۵	۸۴۰	غیر مسلموں سے ترک محبت اور قطع تعلق پر دلائل۔	
۵۵۵	باب: ۸۰		۸۴۱	مسلمانوں کے بعض گروہوں کا بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں داخل۔	
	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت کے لیے دعا کرنا، رونا اور شفقت فرمانا۔	۸۲۵	۸۴۲	شفاعت طلب کرنے پر دلیل۔	
۵۵۶	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت اور دیگر فوائد حدیث۔	۸۲۵	۸۴۳	دم کرنا اور داغ لگانا اور علاج کرنا توکل کے منافی نہیں ہے۔	
	باب: ۸۱		۸۴۴	نصف اہل جنت اس امت کے لوگوں کے	
۵۵۷	جو شخص کھڑے ہو اور دوزخ میں رہے گا اس کو مقربین کی شفاعت اور قربت فائدہ نہیں دے گی۔	۸۲۷	۸۴۵	کتاب الطہارۃ	
۵۵۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا نظریہ۔	۸۳۰	۸۴۶	طہارت کے لغوی معنی کا بیان۔	
۵۵۹	اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان۔	۸۳۱	۸۴۷	طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات۔	
۵۶۰	گستاخان رسول پر شدت کا بیان۔	۸۳۲	۸۴۸	طہارت کے متعلق احادیث اور آثار۔	
	باب: ۸۲		۸۴۹	طہارت کے مراتب اور وجوہات۔	
۵۶۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ابو طالب کے لیے شفاعت اور آپ کے سبب سے اس کے مذاب کی تحقیق۔	۸۳۳	۸۵۰	وضو کی فضیلت۔	
۵۶۲	ابو طالب کے مذاب میں تحقیق کی توجیہ۔	۸۳۵	۸۵۱	وضو اور غسل کے لغوی معنی کی تحقیق۔	
۵۶۳	والدین کریمین کے ایمان پر دلیل۔	۸۳۶	۸۵۲	طہارت کے نصف ایمان ہونے کی تشریح۔	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۵۷۹	سبر کا معنی۔	۸۶۱	۵۹۶	منفرت کے متعدد اسباب اور ان کے نفرت	۸۷۸
۵۸۰	نazar کے لیے طہارت کا وجوب۔	۸۶۳	۵۹۷	باب: ۸۶	۸۷۹
۵۸۱	موجب طہارت کا تحقیق۔	۸۶۴	۵۹۸	وضو کے بعد مستحب ذکر کا بیان۔	۸۸۰
۵۸۲	فاقد الطہورین پر ناز کے وجوب میں	۸۶۵	۵۹۹	باب: ۸۷	۸۸۱
۵۸۳	فقہاء شافعیہ کے اقوال۔	۸۶۶	۶۰۰	وضو کے طریقہ کی تفصیل۔	۸۸۲
۵۸۴	فاقد الطہورین پر ناز کے وجوب	۸۶۷	۶۰۱	ایک چلو یا متعدد چلوں سے کلی کرنے	۸۸۳
۵۸۵	میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۸۶۸	۶۰۲	اور تاک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب	۸۸۴
۵۸۶	بلا طہارت ناز پڑھنے والے کو کافر قرار	۸۶۹	۶۰۳	فقہاء۔	۸۸۵
۵۸۷	دینے کی تحقیق۔	۸۷۰	۶۰۴	باب: ۸۸	۸۸۶
۵۸۸	فاسقوں کے لیے زجود عطاء کی جگہ۔	۸۷۱	۶۰۵	ناک میں طاق مرتبہ پانی ڈالنا اور طاق مرتبہ	۸۸۷
۵۸۹	مال حرام سے استبراء کا طریقہ۔	۸۷۲	۶۰۶	استبراء کرنا۔	۸۸۸
۵۹۰	باب: ۸۹	۸۷۳	۶۰۷	باب: ۸۹	۸۸۹
۵۹۱	کامل وضو کرنے کا طریقہ۔	۸۷۴	۶۰۸	وضو میں مکمل پیروں کے دھونے کا وجوب	۸۹۰
۵۹۲	سر کے مسح میں تبحر کے مسئلہ ہونے پر	۸۷۵	۶۰۹	وضو میں پیروں کے دھونے کے	۸۹۱
۵۹۳	امام شافعی کے دلائل۔	۸۷۶	۶۱۰	متعلق اہل قبلہ کے مذاہب۔	۸۹۲
۵۹۴	سر کے مسح میں تبحر کے مسئلہ نہ ہونے پر	۸۷۷	۶۱۱	وضو میں پیروں پر مسح کرنے کے متعلق علما	۸۹۳
۵۹۵	اثر ثلاثہ کے دلائل۔	۸۷۸	۶۱۲	شعبہ کے دلائل۔	۸۹۴
۵۹۶	سر پر مسح کی مقدار کی فرضیت میں مذاہب	۸۷۹	۶۱۳	آیت وضو میں قرأت جوہر سے علماء شعبہ کے	۸۹۵
۵۹۷	فقہاء۔	۸۸۰	۶۱۴	استدلال کے جوابات۔	۸۹۶
۵۹۸	چوتھائی سر پر مسح کرنے کی فرضیت پر فقہاء	۸۸۱	۶۱۵	علماء شعبہ کی پیش کردہ روایات کے جوابات	۸۹۷
۵۹۹	احناف کے دلائل۔	۸۸۲	۶۱۶	پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث	۸۹۸
۶۰۰	چوتھائی سر پر مسح کے متعلق احادیث۔	۸۸۳	۶۱۷	اور آثار کا بیان۔	۸۹۹
۶۰۱	ناز میں ممنوعہ خطرات اور وسوس کا بیان۔	۸۸۴	۶۱۸	علماء شعبہ کی عقلی دلیل کا جواب۔	۹۰۰
۶۰۲	وضو اور ناز کے بعد منفرت کا بیان۔	۸۸۵	۶۱۹	باب: ۹۰	۹۰۱
۶۰۳	باب: ۹۱	۸۸۶	۶۲۰	تمام اعضاء وضو کو مکمل طور پر دھونے کا	۹۰۲
۶۰۴	وضو کرنے کے بعد ناز پڑھنے کی تفصیل	۸۸۷	۶۲۱	استحباب۔	۹۰۳
۶۰۵		۸۸۸	۶۲۲	وضو اور تیمم میں اعضاء طہارت کے کسی جز	۹۰۴



نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۱۱	مسواک کے متعلق احکام شرعیہ۔ منجن اور ٹھنڈے پانی وغیرہ سے طہارت	۸۹۴	۹۱۱	کی طہارت کے ترک ہو جانے کا حکم۔ باب: ۹۱	۸۹۴
۹۱۳	صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے۔ احکام شرعیہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف	۸۹۵	۹۱۰	وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کا جھڑنا۔ باب: ۹۲	۸۹۵
۹۱۴	مفروض ہونا۔ باب: ۹۵	۸۹۶	۹۱۱	اعضاء وضو کو چمکانے کیلئے مقررہ حصے زیادہ وضو کرنے کا استحباب۔	۸۹۶
۹۱۵	بعض سنتوں کا بیان۔ دس چیزوں کے قطرات ہونے سے رات	۹۰۰	۹۱۲	غرة اور تخیل کے طول میں فقہاء متضامین کا نظریہ۔	۹۰۰
۹۱۶	ان کا سنت ہونا ہے۔ ۴۷۔ ختمہ کے متعلق فقہاء مذاہب کے	۹۰۰	۹۱۳	غرة اور تخیل کے طول میں فقہاء متضامین کا نظریہ۔	۹۰۰
۹۱۷	نظریات۔ ۴۸۔ زیر نواف بال مویشی اور نفل	۹۰۱	۹۱۴	غرة اور تخیل کے طول میں فقہاء متضامین کا نظریہ۔	۹۰۱
۹۱۸	کے بالوں کے اکھاڑنے کا حکم۔ ۴۹۔ موچیں کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء	۹۰۲	۹۱۵	بعض مرتدین کو وضو پر اصرار کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم	۹۰۲
۹۱۹	ڈاڑھی کا لغوی معنی۔ ۵۰۔ ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ	۹۰۳	۹۱۶	پر اعتراض کے جوابات۔ مستقبل کے یقینی امور کے متعلق اشارہ	۹۰۳
۹۲۰	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ۔ ۵۱۔ ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ	۹۰۴	۹۱۷	کہنے کا بیان۔ بعد میں آنے والے ائمہ کو رسول اللہ صلی	۹۰۴
۹۲۱	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ۔ ۵۲۔ ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ	۹۰۵	۹۱۸	علیہ وسلم کے دیکھنے کی تکفیف۔ عوام کے سامنے شرعی نصیحتوں پر عمل کرنے	۹۰۵
۹۲۲	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ۔ ۵۳۔ ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ	۹۰۶	۹۱۹	سے پرہیز کیا جائے۔ باب: ۹۳	۹۰۶
۹۲۳	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ۔ ۵۴۔ ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ	۹۰۷	۹۲۰	تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنے کی نصیحت باب: ۹۴	۹۰۷
۹۲۴	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ۔ ۵۵۔ ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ	۹۰۸	۹۲۱	مسواک کا بیان۔ مسواک کا لغوی اور شرعی معنی۔	۹۰۸
۹۲۵	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ۔ ۵۶۔ ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ	۹۰۹	۹۲۲	مسواک کا بیان۔ مسواک کا لغوی اور شرعی معنی۔	۹۰۹
۹۲۶	ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ۔ ۵۷۔ ڈاڑھی کے متعلق فقہاء متضامین کا نظریہ	۹۱۰	۹۲۳	مسواک کا بیان۔ مسواک کا لغوی اور شرعی معنی۔	۹۱۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۴۲۳	استنجا۔	۹۳۲	باب: ۹۶	کے دلائل۔	۹۵۳
۴۲۴	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیچھ کر نے میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۹۳۸	باب: ۱۰۰	تین بار ہاتھ دھوئے سے پہلے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے کی کراہت۔	۹۵۴
۴۲۵	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیچھ کر نے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۹۴۰	باب: ۱۰۱	باب مذکور سے استنباط شدہ مسائل۔	۹۵۶
۴۲۶	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیچھ کر نے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۹۴۰	کھتے کے جھوٹے کا حکم۔	۹۵۶	
۴۲۷	قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیچھ کر نے میں فقہاء احناف کا نظریہ۔	۹۴۱	کھتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کا نظریہ۔	۹۵۷	
۴۲۸	موزوں پر مسح۔	۹۴۳	کھتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق امام ابو حنیبلہ کا نظریہ۔	۹۵۹	
۴۲۹	موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب۔	۹۴۸	باب: ۱۰۲	مٹھے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی ممانعت۔	۹۵۹
۴۳۰	عمارہ پر مسح کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب۔	۹۵۰	کثیر پانی کے حیار میں مذاہب فقہاء۔	۹۶۰	
۴۳۱	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبدالرحمان بن عوف کی اقتداء میں نماز پڑھنا۔	۹۵۰	باب: ۱۰۳	جمع شدہ پانی کے اندر غسل کرنے کی ممانعت۔	۹۶۱
۴۳۲	موزوں پر مسح کی مدت۔	۹۵۱	باب: ۱۰۴	جب مسجد پیشاب یا دیگر نجاستوں سے متروک ہو جائے تو اس کے دھونے کا وجوب اور طہارت کے لیے پانی سے دھونے کا کافی ہونا۔	۹۶۲
۴۳۳	موزوں پر مسح کرنے کی مدت کا بیان۔	۹۵۲	زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے سے اس کے پاک ہونے کا بیان۔	۹۶۳	
۴۳۴	موزے پہننے کے وقت طہارت کا ملکی شرط میں فقہاء کا اختلاف۔	۹۵۲	مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم۔	۹۶۳	
۴۳۵	موزوں پر مسح کرنے کی شرائط۔	۹۶۳	حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط شدہ مسائل۔	۹۶۴	
۴۳۶	ایک وضو سے متعدد نمازوں کا جواز۔	۹۵۳			
۴۳۷	ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے	۹۵۳			



نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۹۸۹	وسلم کا بیک وقت رابطہ۔			باب ۱۰۵:	
۹۹۰	کتاب الحیض		۹۲۵	شیر خوار بچے کے پیشاب آورد کپڑے کو دھونے کا حکم۔	۶۷۰
۹۹۰	حیض اور استحاضہ کا تقویٰ منی۔	۶۸۴		شیر خوار بچے کے پیشاب آوردہ کپڑے کو دھونے کے حکم میں مذاہب فقہاء اور دیگر مسائل۔	۶۷۱
۹۹۰	حیض اور استحاضہ کے شرعی مسائل میں مذاہب فقہاء۔	۶۸۵	۹۲۷	منی کا حکم۔	۶۷۲
۹۹۱	حیض اور طہر کی مدت میں مذاہب فقہاء۔	۶۸۶		منی کی طہارت یا عدم طہارت میں مذاہب فقہاء۔	۶۷۳
۹۹۲	حیض کے مسائل۔	۶۸۷	۹۲۸	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی طہارت کا بیان۔	۶۷۴
۹۹۲	باب ۱۰۹:		۹۲۹	طہارت فرج کی طہارت یا عدم طہارت کی تحقیق۔	۶۷۵
۹۹۲	ملیوسس مائتہ کے ساتھ یشنہ۔	۶۸۸	۹۳۰	باب ۱۰۷:	
۹۹۳	مائتہ عمدت کے ساتھ مباشرت کی اقسام اور ان کے احکام۔	۶۸۹	۹۳۱	عون کی نجاست اور اس کو دھونے کا طریقہ۔	۶۷۶
۹۹۵	حکمرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب۔	۶۹۰	۹۳۲	نجاست کو دائل کرنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء۔	۶۷۷
۹۹۵	باب ۱۱۰:		۹۳۳	باب ۱۰۸:	
۹۹۶	مائتہ کے ساتھ ایک چادر میں یشنہ۔	۶۹۱	۹۳۴	پیشاب کی نجاست پر دلیل اور اس سے احتراز کا حرب۔	۶۷۸
۹۹۶	باب ۱۱۱:		۹۳۵	گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق۔	۶۷۹
۹۹۶	مائتہ عمدت کے لیے اپنے غاوند کا سر دھونے باؤں میں لگائی گدے کا جواز اس کے جوڑے کا پاک ہونا اس کی گرد میں مٹر رکھنے اور اس کی گرد میں قرآن پڑھنے کا جواز۔	۶۹۲	۹۳۶	قبر پر سبز شاخ اور پھول رکھنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے نظریات اور بحث و نظر فقہاء۔	۶۸۰
۹۹۶	بیوی کی رضا مندی سے اس سے خدمت لینے کا جواز۔	۶۹۳	۹۳۷	ایسا سال ثواب میں مذاہب فقہاء اور بحث و نظر۔	۶۸۱
۱۰۰۰	باب ۱۱۲:		۹۳۸	باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل۔	۶۸۲
۱۰۰۰	غری کا حکم۔	۶۹۴	۹۳۹	برزخ اور ذیل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیدار ہو کر اترتے ہوئے دھونا۔	۶۸۳
۱۰۰۰	باب مذکور کی حدیث کے مسائل۔	۶۹۵			
۱۰۰۲	باب ۱۱۳:		۹۳۹		

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۶۹۷	باب ۱۱۲: جنبی کے لیے سونے کا جواز اور اس کے لیے کھانے پینے کے وقت یا جماع سے پہلے استنجاء اور وضو کرنے کا استحباب۔	۱۰۰۲	۷۰۹	باب ۱۱۹: غسل میں سر وغیرہ پر تین مرتبہ پانی ڈالنا۔	۱۰۲۱
۶۹۸	مجاہدیت کے بعد دوبارہ مجاہدیت کرنے یا سونے سے پہلے وضو کرنے کا استحباب۔	۱۰۰۳	۷۱۰	باب ۱۲۰: غسل میں مینہ عیوں کا حکم۔	۱۰۲۳
۶۹۹	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی انفاج کی تعداد کی تفصیل اور تحقیق۔	۱۰۰۵	۷۱۱	باب ۱۲۱: حائضہ کا غسل کے بعد خون کی جگہ غرضوں گانے کا استحباب۔	۱۰۲۴
۸۰۰	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدد انفاج کے اعتراضات کے جوابات۔	۱۰۰۸	۷۱۲	باب ۱۲۲: مستحاضہ کے غسل اور اس کی غائے کے احکام۔	۱۰۲۶
۷۰۱	باب ۱۱۵: احکام کے بعد عورت پر غسل کرنے کا وجہ۔	۱۰۰۹	۷۱۳	باب ۱۲۳: حائضہ پر نماز کی قضاء نہیں صرف روڑہ کی قضا۔	۱۰۲۸
۷۰۲	باب ۱۱۶: مرد اور عورت کی منی کی خصوصیات اور یہ کہ بچہ ان کے پانی سے پیدا ہوتا ہے۔	۱۰۱۱	۷۱۴	باب ۱۲۴: پردہ کی ادھ میں غسل کرنا۔	۱۰۲۹
۷۰۳	باب ۱۱۷: غسل جنابت کا طریقہ۔	۱۰۱۳	۷۱۵	باب ۱۲۵: پردہ کی شرکاء دیکھنے کی حرمت۔	۱۰۳۰
۷۰۴	وضو کے مسائل۔	۱۰۱۵	۷۱۶	معاذیم اور اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کی شرم گاہ اور باقی بدن کو دیکھنے کے شرعی احکام۔	۱۰۳۱
۷۰۵	باب ۱۱۸: غسل بناہت کے لیے پانی کی مستحب مقدار۔	۱۰۱۵	۷۱۷	باب ۱۲۶: تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز۔	۱۰۳۱
۷۰۶	شہر اور روضہ کا ایک برہن سے پانی سے کر غسل کرنا۔	۱۰۱۵	۷۱۸	تنہائی میں پردہ کے ساتھ غسل کرنے کی تفصیل۔	۱۰۳۲
۷۰۷	باب ۱۱۹: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ازدواج مطہرات کے ساتھ غسل کرنے کی وضاحت۔	۱۰۱۹	۷۱۹	باب ۱۲۷: شرم گاہ چھپانے کی کو شمش کرنا۔	۱۰۳۳
۷۰۸	حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غسل کر کے دکھانا اور اس پر اعتراض کا جواب۔	۱۰۱۹	۷۲۰	باب ۱۲۸: قضا حاجت کے وقت پردہ کو نا۔	۱۰۳۴
۷۰۹	عورتوں کے سر کے بال کٹوانے کی تحقیق۔	۱۰۲۰	۷۲۱	.....	.....



نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۶۱	باب: ۱۲۹ غسل جماع کے احکام۔	۱۰۳۵	۱۰۵۴	باب: ۱۲۵ مسلمان کے نجس نہ ہونے پر دلیل۔	۷۳۵
۷۶۲	غسل جنابت کا سبب۔	۱۰۳۸	۱۰۵۵	آدمی کے جسم کی طہارت کا بیان۔	۷۳۶
۷۶۳	باب: ۱۳۰ آگ سے بجی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضو کا وجوب۔	۱۰۳۹	۱۰۵۸	باب: ۱۳۶ جنابت ہو یا غیر جنابت ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر۔	۷۳۸
۷۶۴	باب: ۱۳۱ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم۔	۱۰۴۲	۱۰۵۸	جنسی اور جانفشان کے لیے قرآن مجید کا تلاوت ممنوع۔	۷۳۸
۷۶۵	باب: ۱۳۲ جس شخص کو وضو کا یقین ہو پھر وضو ٹوٹنے کا شک ہو جائے تو وہ اس وضو سے نزار پڑھ سکتا ہے۔	۱۰۴۳	۱۰۵۸	باب: ۱۳۵ بے وضو کے کھانے کا جواز اور علی الغرض وضو کا واجب نہ ہونا۔	۷۳۹
۷۶۶	باب: ۱۳۳ شک سے یقین نازل نہیں ہوتا۔	۱۰۴۳	۱۰۵۹	باب: ۱۳۸ بیت السکرات ہائے کے وقت کی دعا۔	۷۴۰
۷۶۷	باب: ۱۳۴ مرد اور عورتوں کی کھال کا رنگنے سے پاک ہونا۔	۱۰۴۳	۱۰۶۱	باب: ۱۳۹ بیٹھے کی حالت میں نیند سے وضو نہیں ہوتا۔	۷۴۱
۷۶۸	دعائے سے کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء۔	۱۰۴۳	۱۰۶۱	یعد سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء۔	۷۴۱
۷۶۹	باب: ۱۳۵ دہانت شدہ کھال کے شرعی احکام۔	۱۰۴۶	۱۰۶۳	کتاب الصلوٰۃ	۷۴۳
۷۷۰	باب: ۱۳۶ تیمم۔	۱۰۴۶	۱۰۶۰	اذان کے مباحث۔	۷۴۴
۷۷۱	تیمم کی شرائط اور شرعی احکام میں فقہاء کے تفاسیر۔	۱۰۴۶	۱۰۶۰	اذان کی ابتداء کا بیان۔	۷۴۵
۷۷۲	باب: ۱۳۷ تیمم کی شرط اور شرعی احکام میں فقہاء کے تفاسیر۔	۱۰۴۶	۱۰۶۱	قبر پر اذان دینے کی تحقیق۔	۷۴۶
۷۷۳	باب: ۱۳۸ تیمم کی شرط اور شرعی احکام میں فقہاء کے تفاسیر۔	۱۰۴۶	۱۰۶۱	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کی تحقیق۔	۷۴۶
۷۷۴	باب: ۱۳۹ تیمم کی شرط اور شرعی احکام میں فقہاء کے تفاسیر۔	۱۰۴۶	۱۰۶۱	وقت سے پہلے اذان دینے کی تحقیق۔	۷۴۶
۷۷۵	باب: ۱۴۰ تیمم کی شرط اور شرعی احکام میں فقہاء کے تفاسیر۔	۱۰۴۶	۱۰۶۱	باب: ۱۴۰ اذان کی ابتداء۔	۷۴۶
۷۷۶	باب: ۱۴۱ تیمم کی شرط اور شرعی احکام میں فقہاء کے تفاسیر۔	۱۰۴۶	۱۰۶۱	اذان کی مشروریت کا بیان۔	۷۴۶
۷۷۷	باب: ۱۴۲ تیمم کی شرط اور شرعی احکام میں فقہاء کے تفاسیر۔	۱۰۴۶	۱۰۶۱	.....	۷۴۶

تہ شمار	مضمون	صفحہ نمبر	تہ شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۰۹۱	اذان سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا۔	۷۶۴	۱۰۹۲	اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کے معمول کا شرعی حکم۔	۷۶۵
۱۰۹۲	اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کی ابتداء کب سے ہوتی؟	۷۶۶	۱۰۹۳	اذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنے کی بحث میں حرفت آخر۔	۷۶۷
۱۰۹۳	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہونے کی ترجیح۔	۷۶۸	۱۰۹۴	باب: ۱۲۷	۷۶۹
۱۰۹۴	اذان کی فضیلت اور اذان سن کر شیطان کا بھاگنا۔	۷۷۰	۱۰۹۵	قیامت کے دن مؤذنین کی لمبی گزریں ہونے کی تشبیہ۔	۷۷۱
۱۰۹۵	اقامت کے دوران امام اور نازیوں کے حسی علی الفلاح پر کھڑے ہونے کی تحقیق۔	۷۷۲	۱۰۹۶	باب: ۱۲۸	۷۷۳
۱۰۹۶	تجکیر احرام کے ساتھ رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کندھوں تک رفع یدین کرنے کا استحباب۔	۷۷۴	۱۰۹۷	رفع یدین کی حکمتیں۔	۷۷۵
۱۰۹۷	رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء۔	۷۷۶	۱۰۹۸	سکائوں تک لمبائی اٹھانے کے متعلق احادیث اور آثار۔	۷۷۷
۱۰۹۸	باب: ۱۲۹	۷۷۸	۱۰۹۹	باب: ۱۳۰	۷۷۹
۱۰۹۹	باب: ۱۳۱	۷۸۰	۱۱۰۰	باب: ۱۳۱	۷۸۱
۱۱۰۰	اذان کے کلمات کو دو مرتبہ اور ایک کلمہ کے سوا اقامت کے کلمات کو ایک ایک مرتبہ کہنے کا حکم۔	۷۸۲	۱۱۰۱	کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب فقہاء۔	۷۸۳
۱۱۰۱	کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابوحنیفہ کے مذہب پر وائے۔	۷۸۴	۱۱۰۲	باب: ۱۳۲	۷۸۵
۱۱۰۲	اذان کا طریقہ۔	۷۸۶	۱۱۰۳	حضرت ابو محذورہ کو اذان کی تعلیم دینے کا واقعہ۔	۷۸۷
۱۱۰۳	اذان میں ترجیع کرے کی تحقیق۔	۷۸۸	۱۱۰۴	باب: ۱۳۳	۷۸۹
۱۱۰۴	ایک مسجد میں دو مؤذن رکھنے کا استحباب۔	۷۹۰	۱۱۰۵	نابینا کے اذان دینے کا جواز۔	۷۹۱
۱۱۰۵	حضرت ابن ام مکتوم کی سوانح۔	۷۹۲	۱۱۰۶	باب: ۱۳۴	۷۹۳
۱۱۰۶	باب: ۱۳۵	۷۹۴	۱۱۰۷	جب نابینا کے ساتھ بیٹا ہو تو اس کی اذان کا جواز۔	۷۹۵
۱۱۰۷	باب: ۱۳۶	۷۹۶	۱۱۰۸	باب: ۱۳۷	۷۹۷
۱۱۰۸	باب: ۱۳۷	۷۹۸	۱۱۰۹	باب: ۱۳۸	۷۹۹
۱۱۰۹	باب: ۱۳۹	۸۰۰	۱۱۱۰	باب: ۱۳۹	۸۰۱
۱۱۱۰	باب: ۱۴۰	۸۰۲	۱۱۱۱	باب: ۱۴۰	۸۰۳
۱۱۱۱	باب: ۱۴۱	۸۰۴	۱۱۱۲	باب: ۱۴۱	۸۰۵
۱۱۱۲	باب: ۱۴۲	۸۰۶	۱۱۱۳	باب: ۱۴۲	۸۰۷
۱۱۱۳	باب: ۱۴۳	۸۰۸	۱۱۱۴	باب: ۱۴۳	۸۰۹
۱۱۱۴	باب: ۱۴۴	۸۱۰	۱۱۱۵	باب: ۱۴۴	۸۱۱
۱۱۱۵	باب: ۱۴۵	۸۱۲	۱۱۱۶	باب: ۱۴۵	۸۱۳
۱۱۱۶	باب: ۱۴۶	۸۱۴	۱۱۱۷	باب: ۱۴۶	۸۱۵
۱۱۱۷	باب: ۱۴۷	۸۱۶	۱۱۱۸	باب: ۱۴۷	۸۱۷
۱۱۱۸	باب: ۱۴۸	۸۱۸	۱۱۱۹	باب: ۱۴۸	۸۱۹
۱۱۱۹	باب: ۱۴۹	۸۲۰	۱۱۲۰	باب: ۱۴۹	۸۲۱
۱۱۲۰	باب: ۱۵۰	۸۲۲	۱۱۲۱	باب: ۱۵۰	۸۲۳
۱۱۲۱	باب: ۱۵۱	۸۲۴	۱۱۲۲	باب: ۱۵۱	۸۲۵
۱۱۲۲	باب: ۱۵۲	۸۲۶	۱۱۲۳	باب: ۱۵۲	۸۲۷
۱۱۲۳	باب: ۱۵۳	۸۲۸	۱۱۲۴	باب: ۱۵۳	۸۲۹
۱۱۲۴	باب: ۱۵۴	۸۳۰	۱۱۲۵	باب: ۱۵۴	۸۳۱
۱۱۲۵	باب: ۱۵۵	۸۳۲	۱۱۲۶	باب: ۱۵۵	۸۳۳
۱۱۲۶	باب: ۱۵۶	۸۳۴	۱۱۲۷	باب: ۱۵۶	۸۳۵
۱۱۲۷	باب: ۱۵۷	۸۳۶	۱۱۲۸	باب: ۱۵۷	۸۳۷
۱۱۲۸	باب: ۱۵۸	۸۳۸	۱۱۲۹	باب: ۱۵۸	۸۳۹
۱۱۲۹	باب: ۱۵۹	۸۴۰	۱۱۳۰	باب: ۱۵۹	۸۴۱
۱۱۳۰	باب: ۱۶۰	۸۴۲	۱۱۳۱	باب: ۱۶۰	۸۴۳
۱۱۳۱	باب: ۱۶۱	۸۴۴	۱۱۳۲	باب: ۱۶۱	۸۴۵
۱۱۳۲	باب: ۱۶۲	۸۴۶	۱۱۳۳	باب: ۱۶۲	۸۴۷
۱۱۳۳	باب: ۱۶۳	۸۴۸	۱۱۳۴	باب: ۱۶۳	۸۴۹
۱۱۳۴	باب: ۱۶۴	۸۵۰	۱۱۳۵	باب: ۱۶۴	۸۵۱
۱۱۳۵	باب: ۱۶۵	۸۵۲	۱۱۳۶	باب: ۱۶۵	۸۵۳
۱۱۳۶	باب: ۱۶۶	۸۵۴	۱۱۳۷	باب: ۱۶۶	۸۵۵



نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۷۷۴	رفع یدین کا تعداد میں مذاہب فقہاء -	۱۱۰۸	۷۹۰	نماز کی تکبیرات میں مذاہب فقہاء -	۱۱۲۵
۷۷۷	رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے مشورے جو مرنے پر فقہاء احناف کے دلائل -	۱۱۱۰	۷۹۱	باب: ۱۵۰ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا وجوب اور جو شخص سورۃ فاتحہ نہ پڑھ سکے اس کو قرآن مجید کی جو آیات یاد ہوں۔ ان کو پڑھنے سے	۱۱۲۵
۷۷۸	تکبیر تحریم کے علاوہ رفع یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار -	۱۱۱۱	۷۹۲	قرأت خلف الامام میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ -	۱۱۲۹
۷۷۹	ثبوت رفع یدین اور اس کے ترکہ میں مذاہب فقہاء کا خلاصہ -	۱۱۱۵	۷۹۳	قرأت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ -	۱۱۳۰
۷۸۰	حضرت بارک کی حدیث میں بزیغ کے فقرہ اور ضعف کا جواب -	۱۱۱۶	۷۹۴	قرأت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ -	۱۱۳۲
۷۸۱	ثبوت رفع یدین کی احادیث و آثار اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں -	۱۱۱۷	۷۹۵	قرأت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ -	۱۱۳۲
۷۸۲	حضرت ابو حمید ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب -	۱۱۱۷	۷۹۶	سورۃ فاتحہ کا عدم فرضیت پر قرآن مجید احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال -	۱۱۳۷
۷۸۳	حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب -	۱۱۱۷	۷۹۷	امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث و نظر -	۱۱۳۹
۷۸۴	حضرت داؤد بن جمر کی روایت سے استدلال کا جواب -	۱۱۱۷	۷۹۸	قرأت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات -	۱۱۴۷
۷۸۵	حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب -	۱۱۱۸	۸۰۰	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہراً پڑھنے پر فقہاء شافعیہ کے دلائل -	۱۱۴۹
۷۸۶	نماز میں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار -	۱۱۱۹	۸۰۱	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھنے پر فقہاء حنبلیہ کے دلائل -	۱۱۵۰
۷۸۸	سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث اور بحث و نظر -	۱۱۲۰	۸۰۲	فسر فی نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ پڑھنے پر فقہاء مالکیہ کے دلائل -	۱۱۵۱
۷۸۹	رکوع سے اٹھنے کے علاوہ ہر وقت اور وقت اور چھلکتے وقت تکبیر کا ثبوت -	۱۱۲۲	۸۰۳	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ستر پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل -	۱۱۵۲
				سورۃ فاتحہ میں یا کسی اور سورت کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اس کا جز نہیں ہے -	۱۱۵۴

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۰۴	باب ۱۵۱: امام کے پیچھے بلند آواز سے قرأت کرنے کی ممانعت۔	۱۱۵۵	۸۱۵	تشہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تعبد سلام عرض کرنے کی تحقیق۔	۱۱۶۷
۸۰۵	قرأت خلف الامام سے ممانعت کی علت	۱۱۵۶	۸۱۶	تشہد کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا بیان۔	۱۱۷۵
۸۰۶	باب ۱۵۲: بسم اللہ کو سر پڑھنے والوں کے دلائل۔	۱۱۵۷	۸۱۷	ائمہ مذاہب کی آراء۔	۱۱۷۶
۸۰۷	نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ کا خلاصہ۔	۱۱۵۸	۸۱۸	نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی دعا کو حضرت ابراہیم کے درود کے ساتھ تشبیہ دینے کی ترجیحات۔	۱۱۷۹
۸۰۸	باب ۱۵۳: جن لوگوں کے نزدیک سورت توبہ کے بعد بسم اللہ ہر سورت کا جز ہے ان کے دلائل۔	۱۱۵۹	۸۱۹	درود شریف میں سیدنا محمد کے کا بیان جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔	۱۱۸۱
۸۰۹	ہر سورت کے اوّل میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے جز نہ ہونے کے دلائل۔	۱۱۶۰	۸۲۰	جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مکروہ ہے۔	۱۱۸۲
۸۱۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا بیان۔	۱۱۶۱	۸۲۱	درود شریف کے قطعی طور پر مقبول ہونے کی ترجیح۔	۱۱۸۳
۸۱۱	باب ۱۵۴: سینہ کے نیچے اور ناک کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا اور زمین پر دونوں ہاتھوں کو کندھے کے بالمقابل رکھنا۔	۱۱۶۲	۸۲۲	درود شریف پڑھنے کا فائدہ آیا صرف پڑھنے والے کو پہنچتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی؟	۱۱۸۴
۸۱۲	نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کا خلاصہ۔	۱۱۶۳	۸۲۳	غیر انبیاء علیہم السلام پر استقلالاً صلوات پڑھنے کی تحقیق۔	۱۱۸۵
۸۱۳	باب ۱۵۵: نماز میں تشہد کا بیان۔	۱۱۶۴	۸۲۴	غیر انبیاء علیہم السلام کو علیہ السلام کہنے کی تحقیق۔	۱۱۸۶
۸۱۴	تشہد میں مذاہب ائمہ۔	۱۱۶۵	۸۲۵	باب ۱۵۶: سمع اللہ لمن حمد، ربنا انک الحمد اور آمین کا بیان۔	۱۱۸۷
			۸۲۶	آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ۔	۱۱۸۸



نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار	مضمون	نمبر شمار
۸۲۸	آمین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ۔	۱۱۸۹	۸۴۲	حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ۔
۸۲۹	آمین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ۔	۱۱۸۹	۸۴۳	باب: ۱۶۰
۸۳۰	آمین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ۔	۱۱۹۰	۸۴۳	جب امام کے آنے میں دیر ہو تو کسی اور شخص کو امام بنانے کا حکم۔
۸۳۱	آمین بالسرور ملائی۔	۱۱۹۱	۸۴۴	باب مذکور کی احادیث کے مسائل۔
۸۳۲	باب: ۱۵۸	۱۱۹۲	۸۴۵	باب: ۱۶۱
۸۳۳	امام کی اقتداء کرنے کا بیان۔	۱۱۹۳	۸۴۶	امام کو متنبہ کرنے کے لیے مرد بھان اللہ کہیں اور عورتیں اچھے پر ملتا ہوں۔
۸۳۴	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی کے گرنے کی حکمتیں۔	۱۱۹۴	۸۴۷	باب: ۱۶۲
۸۳۵	امام کے لیے رتہ و رتہ الحمد کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ۔	۱۱۹۵	۸۴۸	باب: ۱۶۳
۸۳۶	جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ۔	۱۱۹۶	۸۴۹	باب: ۱۶۴
۸۳۷	باب: ۱۵۹	۱۱۹۷	۸۵۰	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بشارت کے دائمی ہونے کا بیان۔
۸۳۸	مرضی یا سفر کے عذر کی وجہ سے امام کا نماز میں کسی کو خلیفہ بنانا اور جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے بیٹھ کر نماز پڑھنے کے حکم کا منسوخ ہونا۔	۱۱۹۸	۸۵۱	باب: ۱۶۵
۸۳۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں ہے۔	۱۱۹۹	۸۵۲	سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم، سلام کے وقت ملتا تھا نے اور اٹھنے سے اشارہ کرنے کی ممانعت اور پہلی صفت کو تکلیف کرنے اور مل کر کھڑے ہونے کا حکم۔
۸۴۰	حضرت ابو بکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا بیان۔	۱۲۰۰	۸۵۳	رفیع یدین کا منسوخ ہونا۔
۸۴۱	حضرت ابو بکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث۔	۱۲۰۱	۸۵۴	.....

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۸۵۳	باب: ۱۸۶ نماز کی صفوں کو درست کرنے اور بالترتیب اگلی صفوں کی انضباط کا بیان۔	۱۲۳۰	۱۲۳۶	بلاقات کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق اور جنات کے مکلف ہونے کا بیان۔	۱۲۳۶
۸۵۴	باب: ۱۸۷ ارباب نفیلت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان۔	۱۲۳۳	۱۲۳۷	باب: ۱۸۷ ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرأت۔	۱۲۳۷
۸۵۵	عشاء کی نماز کو غنہ کہنے کی توجیہ۔	۱۲۳۳	۱۲۳۸	باب: ۱۸۸ صبح کی نماز میں قرأت۔	۱۲۳۸
۸۵۶	باب: ۱۸۸ مردوں کے پیچھے نماز پڑھنے والی عورتیں مردوں سے پہلے سجدہ سے سر نہ اٹھائیں۔	۱۲۳۴	۱۲۳۹	باب: ۱۸۹ عشاء کی نماز میں قرأت۔	۱۲۳۹
۸۵۷	باب: ۱۸۹ جب قنہ کا خوف نہ ہو تو پورا قرآن کے مسابد میں جانے کا جواز بشرطیکہ وہ خوشبودار کافین مسابد میں عورتوں کے جانے کی مانعت کے وفاق۔	۱۲۳۴	۱۲۴۰	عشاء کی نماز میں قرأت۔	۱۲۴۰
۸۵۸	باب: ۱۹۰ چہری نمازوں میں متوسط آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنا۔	۱۲۳۵	۱۲۴۱	باب: ۱۹۰ نماز کے ارکان میں اعتدالی کردار اور نماز کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا۔	۱۲۴۱
۸۵۹	باب: ۱۹۱ قرآن مجید سننے کا حکم۔	۱۲۴۰	۱۲۴۲	باب: ۱۹۱ نماز کے ارکان میں اعتدالی کردار اور نماز کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا۔	۱۲۴۲
۸۶۰	باب: ۱۹۲ قرآن مجید سننے کا شرعی حکم۔	۱۲۴۱	۱۲۴۳	باب: ۱۹۲ نماز کے ارکان میں اعتدالی کردار اور نماز کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا۔	۱۲۴۳
۸۶۱	باب: ۱۹۳ باسر کے لاؤڈ اسپیکر پر قرآن اور متبعینوں کا شرعی حکم۔	۱۲۴۲	۱۲۴۴	باب: ۱۹۳ نماز کے ارکان میں اعتدالی کردار اور نماز کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا۔	۱۲۴۴
۸۶۲	باب: ۱۹۴ صبح کی نماز میں چہرہ قرأت کرنا اور چہرہ قرآن مجید پڑھنا۔	۱۲۴۳	۱۲۴۵	باب: ۱۹۴ نماز کے ارکان میں اعتدالی کردار اور نماز کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا۔	۱۲۴۵
۸۶۳	باب: ۱۹۵ جنات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے	۱۲۴۴	۱۲۴۶	باب: ۱۹۵ نماز کے ارکان میں اعتدالی کردار اور نماز کو مکمل کرنے میں تخفیف کرنا۔	۱۲۴۶



صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون
۱۳۰۲	۸۹۷	سفر کرنے کا شرعی حکم۔ باب: ۱۸۳	۱۲۷۱	۸۹۸	باب: ۱۷۹ رکوع اور سجود میں قرآن مجید پڑھنے کی ممانعت۔ رکوع اور سجود کی تسبیحات پڑھنے میں مذاہب فقہاء
۱۳۰۳	۸۹۸	اعتدال سے سجود کرنا، سجود میں زمین پر پھیلیاں رکھنا، کہنیں کو پہلوؤں سے اوپر رکھنا اور پیٹ کو زانو سے اوپر رکھنا۔	۱۲۷۲	۸۹۹	باب: ۱۸۰ رکوع اور سجود میں کیا کہے۔
		باب: ۱۸۴	۱۲۷۳	۸۹۹	کیا غزل قیام میں زیادہ فضیلت ہے یا کثرت
		نماز کی جامع صفت نماز کا افتتاح اور نماز کا اختتام، رکوع اور سجود کا طریقہ مع اقل	۱۲۷۴	۸۹۹	سجود میں ۴
		چار رکعت کی نماز میں ہر دو رکعت کے بعد تشہد دو سجودوں کے درمیان اور تشہد اول میں بیٹھنے کے طریقہ کا بیان۔	۱۲۷۵	۸۹۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے استغفار کرنے کے حال۔
۱۳۰۵	۸۹۹	بسم اللہ الرحمن الرحیم کے سورۃ فاتحہ کے جزو نہ ہونے پر دلائل۔	۱۲۷۶	۸۹۹	عمودت کے لمس سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء۔
۱۳۰۶	۸۹۹	تشہد کے مطلق اللہ مذاہب کی آراء۔	۱۲۷۷	۸۹۹	جس طرح اللہ تعالیٰ خود اپنی حمد و ثناء فرماتا ہے کوئی اور نہیں کر سکتا۔
۱۳۰۸	۸۹۹	تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ میں ائمہ مذاہب کی آراء۔	۱۲۷۸	۸۹۹	باب: ۱۸۱ سجود کی فضیلت اور اس کی ترفیہ۔
۱۳۱۰	۸۹۹	نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنے میں ائمہ مذاہب کی آراء۔	۱۲۷۹	۸۹۹	کثرت سجود اور طول قیام کے ثواب میں موازنہ
۱۳۱۱	۸۹۹	خروج بصلوٰۃ کی تحقیق۔	۱۲۸۰	۸۹۹	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور آپ کی غلامی و محبت۔
۱۳۱۲	۸۹۹	سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ	۱۲۸۱	۸۹۹	باب: ۱۸۲ اعضا پر سجود کا بیان اور سر پر جھٹکا باندھنے اور نماز میں کپڑے موڑنے کی ممانعت۔
		باب: ۱۸۵	۱۲۸۲	۸۹۹	اعضا پر سجود کے بیان میں مذاہب ائمہ۔
		نماز کے مترہ اور مترہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا استقباب، نماز کی سلاٹ سے گزرنے کی ممانعت اور گزرنے والے کا حکم، اور گزرنے والے کو روکنا، نماز کے سلاٹ سے لپٹنا، سوزی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا، مترہ کے قریب ہونے	۱۲۸۳	۸۹۹	سجود میں پیر زمین پر رکھنے کی فرضیت کی تحقیق۔
			۱۲۸۴	۸۹۹	سجود میں کسی ایک انگلی کے ساتھ رکھنے کے فرض نہ ہونے کی تحقیق۔
			۱۲۸۵	۸۹۹	نماز میں پیرا موڑنے یا اٹھنے اور بال

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر	نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۳۳۳	مراط مستقیم کی قوانین آمیز عبارت -	۹۰۴	۱۳۱۳	کا امر اور سترہ اور اس کے متعلق امور کا بیان -	۹۰۱
۱۳۳۴	باب : ۱۸۶	۹۰۵	۱۳۱۴	سترہ کی تعریف اور اس کا حکم -	۹۰۲
۱۳۳۵	ایک کپڑا پہن کر ناز پر ہنسنے اور آپ کے لباس کی صفت کا بیان -	۹۰۶	۱۳۱۵	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خصال سے تبرک حاصل کرنے اور آپ کے فضائل کی علمائے امت کا بیان -	۹۰۳
۱۳۳۶	عمامہ یا قوچی کے ساتھ ناز پر ہنسنے کے استحباب پر دلائل -	۹۰۷	۱۳۱۶	ملہ کا معنی اور صرخ رنگ کے لباس کا حرام ہونا -	۹۰۴
۱۳۳۷	حسرت آخر -	۹۰۸			
۱۳۳۸	ماخذ و مراجع	۹۰۹			



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله حمد الشاكرين والصلوة والسلام على  
خاتم النبيين سيد الانبياء والمرسلين اكرم الاولين و  
الاخرين حامل لواء الحمد يوم الدين اول الشافعين  
والمشفعين صاحب المقام المحمود بين المحشورين  
الذي نطقه وحى رب العالمين والذي خلقه معيار  
للحسن في الاولين والاخرين رحمة للعالمين حبيب  
رب العالمين سيدنا محمد وعلى اليه الطيبين الطاهرين  
 واصحابه الراشدين البهدين وازواجه الطاهرات  
المطهرات اقبهات المؤمنين واولياء ائمه الواصلين  
الكاملين وعلماء ائمه الراشدين من المفسرين  
والمحدثين والائمة المجتهدين اجمعين ○



## تقدیم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

۱۹۸۰ء میں شرح صحیح مسلم لکھنے کا آغاز ہوا، اس وقت کہ بلیغ عمر سید حامد صاحب کے بے حد وباؤ کی وجہ سے میں نے جلد اول بہت مختصر لکھی، پھر میں بیمار پڑ گیا اور چار سال تک یہ کام التوا میں پڑا، ۱۶ جولائی ۱۹۸۵ء کو میں لاہور سے کراچی آ گیا اور یہاں آ کر اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری صحت بہتر ہو گئی، مارچ ۱۹۸۶ء میں فرید بک شال کے مالک سید محمد اعجاز صاحب کراچی آئے اور مجھ سے دوبارہ شرح صحیح مسلم لکھنے کا وعدہ لے لیا، اور یوں شرح صحیح مسلم کی نشاۃ ثانیہ برپا ہوئی، میں نے سید اعجاز صاحب سے کہا میں تفصیل سے لکھوں گا، اور پھر میں نے بہت شرح و بسط کے ساتھ لکھنا شروع کر دیا اور جلد ۱۹۹۳ء میں اس کی سات جلدیں مکمل ہو گئیں، چونکہ پہلی جلد باقی چھ جلدوں کی بہ نسبت بہت مختصر تھی اس لیے سید اعجاز صاحب اور بیت سے اہل علم حضرات کا اتفاق ہوا کہ اس کو بھی باقی جلدوں کے نہایت پر از سر نو تفصیل سے لکھیں تاکہ ساتوں جلدیں ایک منہاج پر ہوں سو میں نے ساتوں جلد کی تکمیل کے بعد باقی جلدوں کی طرز پر پہلی جلد کو لکھنا شروع کر دیا اور الحمد للہ فروری ۱۹۹۴ء کو ساتوں جلدیں مکمل ہو گئیں، میں نے جب شرح صحیح مسلم کو بہت تفصیل کیساتھ لکھنا شروع کیا تھا تو بعض دوستوں نے کہا آپ مختصر لکھتے تو یہ مکمل ہوجاتا تھا نہیں عمر وفا کے یاد کر کے اس کی تکمیل ہونے کے یا نہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا ہے یا ان احسان ہے کہ شرح صحیح مسلم نہایت زیادہ کی میں مکمل ہوجاتی ہوگی اور اس کے کئی ایڈیشن نکلیں گے اور پھر پاکستان کے علاوہ یورپ امریکا اور افریقہ کے وعدہ دار علماء توں تک یہ کتاب پہنچے گی اور اس کتاب کو پڑھا گیا اور ہر طبقہ میں اس کی پوری جہت متقدمین سے اختلاف رائے کی تحقیق

جس میں یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ تمام ائمہ شریعت اور علماء طریقت اور مرجع انام اساتذہ اور علماء اپنے تمام اعزاز و اکرام کے باوجود بندے اور بشر ہیں، مہی نہیں ہیں اور نہ معصوم ہیں، ان کی رائے میں خطا واقع ہو سکتی ہے اور کوئی غیر نبی انسان اس سے مستثنیٰ نہیں ہے، خواہ وہ کتابی بڑا عالم اور فضیلہ اور عابد و زاہد کیوں نہ ہو اور کیسا ہی مشہور و عاشق رسول کیوں نہ ہو کسی عالم یا فقیہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ اس کی تحریر معصوم ہے اور اس میں خطا واقع نہیں ہو سکتی، شرک فی الرسالت کے مرتکب ہے اور اس شخص کو امتی کے مقام سے اٹھا کر نبی کے مقام پر کھڑا کرنے کے قائل مقام ہے، ایسا ذی اللہ ہے۔

علامہ شامی نے لکھا ہے کہ فرعون کا کفر کا معنی ہے کہ ایمان بن کر اس میں اختلاف ہے، لہذا بن حجر نے رد المحتار میں لکھا ہے کہ ہر جہد کہ جس میں ان کی جہالت علم کا اعتراف ہے اس کے باوجود ان کا یہ قول مردود ہے کیونکہ عصمت مرتبہ علیہم السلام کے لیے ہے، رد المحتار ج ۲ ص ۲۰۰، پہلا جلد ۲۰۰

علامہ ملاؤ الدین صیقلی لکھتے ہیں:

و یابی اللہ العصمة لکتاب غیر  
 اللہ تعالیٰ اپنی کتاب (قرآن مجید) کے سوا ہر کتاب کی عصمت کا انکار فرماتا ہے۔

و یابی اللہ العصمة لکتاب غیر  
 کتابہ۔



علامہ شامی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب عزیز کے سوا کسی کتاب کے لیے عصمت کو مقرر نہیں کیا یا کسی اور کتاب کی عصمت پر راضی نہیں ہے  
یہ صرف اسی کتاب کی شان ہے جس کے حق میں فرمایا:

لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ

اس کتاب میں باطل ماننے سے آسکتا ہے دیکھو

خلفہ - (ختم السجدة ۴۲۱)

موقر آن مجید کے علاوہ دوسری کتابوں میں خطائیں اور لغزشیں واقع ہوتی ہیں، کیونکہ وہ انبیاء کی تفصیلات ہیں۔  
خطا اور لغزش انسان کی سرشت ہے۔

علامہ عبدالعزیز بخاری نے اصول بدوئی کی شرح میں لکھا ہے کہ بڑی بیانیہ امام شافعی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا  
ہے کہ امام شافعی نے کہا میں نے اس کتاب کو تصدیق کیا ہے، میں نے اس میں صحت اور صواب کو ترک نہیں کیا لیکن میں  
ضرور کوئی نہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہوگی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
ہے:

وَلَوْ كُنَّا مِنْ عِنْدَ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدْنَا فِيهِ

اور اگر قرآن اللہ کے غیر کی جانب سے ہوتا تو

اختلافاً كثيراً (النساء ۸۲)

لہذا تم کو اس کتاب میں جرات کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ملے اس کو چھوڑ دو  
کیونکہ میں کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف رجوع کرنے والا ہوں، مرنی بیان کرتے ہیں کہ میں  
نے امام شافعی کی کتاب الرسالۃ ان کے سامنے اسی مرتبہ پڑھی، اور ہر مرتبہ امام شافعی اس میں کسی خطا پر مطلع ہوتے،  
بالآخر امام شافعی نے فرمایا: اب چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ اس بات سے انکار فرماتا ہے کہ اس کی کتاب کے سوا اور کوئی کتاب  
صحیح ہو۔

(رد المحتار ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ المنبر، ۱۳۲۰ھ)

اس کتاب میں میں نے بعض مقامات پر چند اکابر علماء کی تحقیق سے دلائل کے ساتھ اختلافات کیا ہے، اس پر بعض  
جمہور پسند لوگوں نے برا متایا اور یہ کہا گیا کہ کیا یہ ان سے بڑے عالم ہیں، کیا ان اکابر کو ان دلائل کا علم نہیں تھا، علم اور  
تحقیق کی روشنی میں یہ بہت کمزوریات ہے آخر ان اکابر نے بھی تو اپنے متقدمین اور ان اکابرین سے اختلاف کیا ہے  
جن کا علم و فضل سب کے نزدیک مسلم اور ان سے زیادہ تھا، ان میں ائمہ مجتہدین، تابعین اور صحابہ کرام سب ہی شامل ہیں۔  
تو کیا ان اکابر علماء کا علم ائمہ مجتہدین اور صحابہ کرام سے زیادہ تھا یا اللہ مجتہدین اور صحابہ کرام کو ان کے دلائل کا علم نہیں تھا!

پھر یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ہر وقت میں تحقیق کرنے والے علماء کو جمہور پسندوں سے واسطہ پڑا ہے اور وہ ان کے  
اعتراضات کا نشانہ بنے ہیں، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بعض مقامات پر علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی تحقیقات سے اختلاف  
کیا تو ان کو بھی ایسے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑا، امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن ابی مہک سے روایت کیا  
کہ جب حضرت عمرؓ عمرؓ ہوئے (اور قریب الوفات تھے) تو حضرت مصعبؓ روئے ہوئے آئے اور کہا: واخا ہوا  
صاحباً، حضرت عمرؓ نے فرمایا اسے مصعب تم مجھ پر در ہے، ہوا! حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے



میت کے بعض گھروالوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے، حضرت ابن عباس فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمر فوت ہو گئے تو میں نے حضرت عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا حضرت عائشہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ عمر پر رحم کرے ابہ خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ میت کے بعض گھروالوں کے رونے سے میت کو عذاب دیا جاتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کافر کے گھروالوں کے رونے سے اس کے عذاب کو زیادہ کرتا ہے اور مہلتا ہے لیے قرآن مجید کا یہ آیت کافی ہے:

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ  
(ذہر: ۷)

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۴۲ صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۲ مطبوعہ کراچی)

حضرت علم کاظم وفضل اور مرتبہ صحابیت حضرت عائشہ سے بہت زیادہ تھا، اس کے باوجود حضرت عائشہ نے دلیل کے ساتھ حضرت عمر سے اختلاف کیا اس حدیث کی تشریح میں علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مجتہد دلیل کے تابع ہے اور اس کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ دوسرے مجتہد کی رائے کو غلط قرار دے اور اس کے غلط ہونے پر قسم کھائے خواہ وہ دوسرا مجتہد اس سے زیادہ مرتبہ کا ہو اور اس سے زیادہ علم والا ہو، کیونکہ حضرت عمر کا مرتبہ اور علم حضرت عائشہ سے بڑا اور زیادہ تھا۔

علامہ ابن حجر کی اس عبارت کو نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں:

علامہ ابن حجر کی اس عبارت میں ہمارے زمانے کے بعض ثاقبی علماء کے خلاف صحیح نقل اور صریح دلیل ہے، یہ تقلید کی پستی سے نہیں نکلے اور تقلید کی قید سے آزاد نہیں ہوتے اور میدان تحقیق میں وار و نہیں ہوتے کیونکہ ہم جہاں علامہ ابن حجر کی کسی غلط بات کا رو کرتے ہیں تو یہ ہم پر اعتراض کہتے ہیں کہ ”اتھالا جیسا شخص شیخ الاسلام مفتی الانام ابن حجر پر اعتراض کہہ رہا ہے جو امام اعلام کے نزدیک علم کے پیاڑوں میں سے ایک بہت بڑا پہاڑ ہے“ بالاعلام علامہ ابن حجر خود علامہ ہی تائید میں یہ کہہ رہے ہیں کہ دلائل کے ساتھ اکابر سے اختلاف کرنا اور ان کی رائے کو غلط قرار دینا جائز ہے۔

(مرقاۃ شرح مشکوٰۃ ج ۴ ص ۱۱۱-۱۱۰ مطبوعہ مکتبہ المدینہ عمان)

مصنف کے رجوع کردہ مسائل کا بیان

میں نے چند مسکوں میں اپنے سابقہ نظریہ سے رجوع کر لیا ہے، میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث طبع اول میں لکھا تھا کہ روزہ واد اگر انجیکشن لگواتے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن جب میں نے اس پر مزید غور و فکر کیا تو مجھ پر شکفت ہوا کہ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے چنانچہ شرح صحیح مسلم جلد ثالث طبع ثانی میں، میں نے لکھا ہے کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور جلد ثالث کے آخر میں اس سے متعلق ایک حکم لکھا ہے، اور اس جلد اول میں بھی اس کی وضاحت کی ہے، شرح صحیح مسلم جلد رابع طبع اول میں لکھا تھا کہ اگر رحم کے وقت چند تھرمز مار کر گرلی مار دی جائے تو رحم کا تھا تھا پورا ہو جائے گا، بعد ازاں طبع ثانی میں یہ حکم دیا ہے کہ گرلی مارنے کو رحم کا حصہ بنایا جائے، اگر کسی نے اتفاقاً گرلی مار دی تو رحم کا تھا تھا پورا ہو جائے گا، شرح صحیح مسلم جلد اول میں ڈاکٹر میمن قبیلہ کو واجب لکھا تھا، طبع چہارم میں حکم دیا ہے کہ تفسیر مذمت ہے اس کی پوری تفصیل اور تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ہے، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کو میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث طبع اول میں اثنیہ لکھ دیا تھا اور طبع ثانی میں تفصیل سے لکھ دیا ہے کہ وہ اثنیہ نہیں ہیں ان کا تعلق عوا سہ بن خنیزہ سے ہے، اسی طرح لیفقر لک، اللہ ما تقدم من ذہب کے



ترجمہ میں نہیں نے اپنے حوالہ نظر سے رجوع کر دیا ہے اس کی تفصیل جلد ثالث، ساکس اور صابغ میں ہے یہ وہ کلی مسائل ہیں جن میں میں نے رجوع کیا ہے، اس کے علاوہ کچھ کتابت کی اقلاد سامنے آتی رہتی ہیں جن کی ہر ایک میں اصلاح کر دی جاتی ہے اور غور و فکر اور اصلاح کا یہ عمل ان شاء اللہ میری زندگی تک جاری رہے گا۔

**کتاب وسنت اور اجماع کے خلاف مصنف کی رائے حجت نہیں** | میں نے جن عصری مسائل میں کرنی

قرآن مجید، مستند احادیث اور اجماع سے اور بعض جگہ قرآن سے بھی استدلال کیا ہے تاہم اگر کسی مسئلہ میں میری رائے کتاب وسنت یا اجماع کے خلاف ہو تو اصل حجت کتاب وسنت اور اجماع ہے میری رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور جن مواضع میں میں نے امام اعظم کے قول یا دوسرے علماء احناف سے اختلاف کیا ہے اس کی وجہ نظریہ ضرورت ہے اور ہمارے فقہاء احناف نے ضرورت کی بناء پر دوسرے ائمہ کے قول پر فتویٰ دیے کہ جائز قرار دیا ہے، یا اس کی وجہ اتباع حدیث ہے مثلاً عید کے بعد چھ روز سے رکھنے کو امام اعظم نے مکروہ کہا ہے اور حدیث میں اس کی فضیلت ہے اس جگہ ہمارے فقہاء نے حدیث کو مقدم رکھا ہے، علامہ امجدی نے بھی یہاں حدیث کے مطابق لکھا ہے، اسی طرح جن بعض تراجم اور مسائل میں میں نے دوسرے علماء سے اختلاف کیا ہے ان کی بنیاد قوی دلائل ہیں تاہم اگر کوئی شخصی میرے فکر کردہ دلائل سے مطمئن نہیں ہے تو جس قول کی دلیل سے وہ مطمئن ہو اس پر عمل کرے۔

**شرح صحیح مسلم پر معاندین کے اعتراضات کی بحث** | فارسی کا ایک مکتوب ہے کہ کہ دن یک عیب و کمزور ہر عیب

کام میں سو عیب نکال لیے جاتے ہیں یقیناً عصر حاضر میں ایسے اجداد اور اکابر علماء اہل سنت موجود ہیں جن کا علمی مرتبہ مجھ سے بہت بڑا ہے اور مختلف مسائل میں ان کے تفروقات ہیں لیکن چونکہ وہ اپنے مخصوص مسائل کی وجہ سے وہ اپنے انفرادی نظریات کو ضبط تحریر میں نہیں لاسکے، یا اگر ان کے نظریات کی اشاعت ہوئی بھی تو وہ اس قدر کم تھی کہ عام لوگ اس پر مطلع نہ ہونگے یا ان کی بزرگی اور شہرت کی وجہ سے ان سے صرف نظر کر لیا گیا ہو، یا ان کا مشہور مکتوب ہے من صنف فقد استندت (جس نے کوئی کتاب تصنیف کی وہ اعتراضات کا نشانہ بن گیا) اور شرح صحیح مسلم، کچھ نہ لیکتیم کتاب ہے اور اس میں صنف امہات الکتاب کے حوالہ جات ہیں اور اللہ رب العزت کے خصوصی فیضانِ کرم سے اسے قبولیت نامہ نصیب ہوئی اور تکمیل سے پہلے ہی اس کے چار ایڈیشن باغیوں ہاتھ لگ چکے۔ میں بارگاہ الوہیت میں سراپا تفکر و امتثال ہوں کہ تمہیں جیل لھو الرحمن و ذی " کے مصداق اس نے اس کتاب کو اپنے محبوب بندوں کے دلوں میں جگہ دی۔ اگرچہ اس کتاب کی کسین کرنے والوں کی تعداد اس سے عمارت کھنے والوں سے بہت زیادہ ہے تاہم اس کے بعض مقامات یا مسائل سے اختلاف کا اظہار اس بات کی دلیل ہے کہ اس کو نہایت توجہ، شرف، جہی اور ناقلاً نظر سے پڑھا گیا ہے، اور یہ امر بجائے خود مصنف اور کتاب کے لیے وجہ افتخار ہے، اور یہ سب انعامات الہیہ اس حقیقت کے باوجود ہیں کہ ابلاغ و تشہیر کے اس دور میں نہ تو اس کتاب کی تقریب تعارف یا ردغائی منتقل ہوئی اور نہ جدید تقسیم ہی مداخلے استعمال کئے گئے، میں نے اس سے پہلے بھی مختلف جلدوں کے پیش کرتے لفظ میں لکھا ہے اور اب ایک بار پھر اس کا اعادہ کرتا ہوں کہ دلائل حقہ اور اخصاں پر مبنی نامہ مشہور ہوں کہ جن قبول کر دیا گیا اور خالص علمی اختلاف کا غیر مقدم کردہ گا اور میں عجب نفس اور انانیت اور معاندین کے شخصی اور گروہی بغض اعاد اور



تعبات کے شر سے اللہ کی پناہ میں آنا ہوں۔

امام سے مقلد کے اختلاف کرنے کی تحقیق ایک بحث یہ اٹھائی جاتی ہے کہ اگر مقلد کو اپنے امام کے قول کے خلاف کوئی حدیث مل جائے تو کیا وہ اپنے امام سے اختلاف کر کے اس حدیث پر عمل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں بھی ہم سب سے پہلے حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عكرمة ان اهل المدينة سألوا ابن عباس عن امرأة طأقت شر حاصنت قال لهم تنفرو قالوا لا نأخذ بقولك وندع قول مزيد قال اذا قدمتم المدينة فاسئلوا فقد سوا المدينة فكان في من سألوا امر سليم فذكرت حديث صفية -

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ سوال کیا کہ جس عورت نے طواف ریائی کر لیا جو پھر اس کو حیض آجائے (تو کیا وہ طواف و راع کے بغیر واپس جا سکتی ہے؟) حضرت ابن عباس نے فرمایا: جا سکتی ہے، اہل مدینہ نے کہا: ہم آپ کے قول کی وجہ سے حضرت زید بن ثابت کے قول کو ترک نہیں کریں گے، حضرت زید کہتے تھے کہ وہ طواف و راع کیے بغیر نہیں جا سکتی، حضرت ابن عباس نے فرمایا جب تم مدینہ جاؤ تو اس مسئلہ کی تحقیق کر لیا، جب وہ مدینہ گئے تو انہوں نے اس کی تحقیق کی، اور حضرت ام سلمہ سے بھی پوچھا انہوں نے حضرت صفیہ کی (یہ) حدیث بیان کی، اگر ایسی صورت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صفیہ کو طواف و راع کیے بغیر جانے کی اجازت دی تھی۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۳۷ مطبوعہ کراچی)

جب اہل مدینہ کو حدیث صفیہ کی حدیث مل گئی تو انہوں نے حضرت ابن عباس کے پاس جا کر حق کا اعتراف کر لیا: حالہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

فرجعوا الى ابن عباس فقالوا وجدنا الحديث كما حدثتنا -

پھر اہل مدینہ حضرت ابن عباس کے پاس گئے اور کہا میں طرح آپ نے ہمیں حدیث سنائی تھی ہمیں اسی طرح حدیث مل گئی۔

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸، طبع لاہور)

اور حضرت زید بن ثابت کو جب یہ حدیث مل گئی تو انہوں نے بھی رجوع فرمایا۔

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ پھر حضرت زید بن ثابت نے رجوع کر لیا اور حضرت ابن عباس سے فرمایا مجھے یہ یقین ہے کہ آپ نے سچ کے سوا اور کچھ نہیں کہا، یہ صحیح مسلم کی

قال فرجع اليه فقال ما اذالك الا قد صدقت لفظ مسلم وللنساء كنت عند ابن عباس فقال له مزيد بن ثابت انت الذي تفق



وقال فيه فسألها ثم رجع وهو  
يضحك فقال ، الحديث كما  
حدثتني .

(فتح الباری ج ۳ ص ۵۸۸ طبع لاہور)

مبارت ہے اور سنن نسائی میں یہ عبارت ہے: مکرر  
کہتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھا تھا، ان  
سے حضرت زید بن ثابت نے پوچھا آپ یہ فتویٰ دیتے  
ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا اس انصاری عاتق سے  
اس کے مطلق حدیث معلوم کر لو، حضرت زید نے ان سے  
حدیث پوچھی اور کہتے ہوئے (اپنے قول سے) رجوع  
کر لیا اور کہا جس طرح آپ نے بیان کیا تھا، اسی طرح حدیث

ہے۔

اس حدیث میں تقلید شخصی کا بھی ثبوت ہے کہ اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت کے فتویٰ کی تقلید کرتے تھے اور یہ بھی  
دلیل ہے کہ اگر امام کے قول کے خلاف دلیل مل جائے تو حدیث پر عمل کرنا تقلید شخصی کے خلاف نہیں ہے۔  
نیز ہم پہلے کچھ چکے ہیں کہ شوال کے چھ روزوں کو امام اعظم نے مکروہ کہا ہے، لیکن چونکہ حدیث صحیح میں ان کی تفصیلات  
کا بیان ہے کہ ان میں سے ہمارے فقہاء نے یہاں اپنے امام کے قول کو ترک کر کے حدیث پر عمل کیا ہے حتیٰ کہ علامہ امجدی  
رحمہ اللہ نے بھی شوال کے چھ روزوں کو مستحب سمجھا ہے، اور امام اعظم کے قول کی یہ توجیہ ہے کہ ان کو یہ حدیث نہیں  
پہنچی۔ اسی طرح اور بہت سے مسائل میں ہمارے فقہاء نے امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے سے اختلاف کیا ہے،  
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا ہلے سلم عالم ابن انھوں نے کئی مسائل میں امام اعظم کے قول کے برخلاف کہا ہے، مثلاً احادیث  
اور آثار میں بیع لینہ کی سخت مذمت ہے، اسی بناء پر امام مالک، امام احمد اور امام اعظم ابوحنیفہ نے بیع لینہ کو حلال قرار دیا  
ہے اور اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ بیع لینہ جائز ہے اور کار ثواب ہے (فتاویٰ رضویہ ج ۷ ص ۱۱۶۲ مطبوعہ حدیث  
پبلشنگ کمپنی لاہور) اس کے جواب میں معتز حنین کہتے ہیں کہ جن مسائل میں اصحاب ترجیح نے امام اعظم کے قول کے خلاف  
امام ابواریف یا امام محمد کے قول پر فتویٰ دیا ہے وہاں اعلیٰ حضرت نے ایسا کیا ہے، اس کے در جواب ہیں اقول یہ کہ  
تذوری اور صاحب ہدایہ اصحاب ترجیح ہیں اور انھوں نے امام اعظم اور امام محمد کے قول کے مطابق بیع لینہ کو حلال لکھا ہے  
روایہ اخیر میں ص ۵۸، ۵۹، ۶۰ مطبوعہ مکتب عثمانیہ اصحاب ترجیح ہیں تو امام اعظم کے مقلد ہیں، ان کے بے اسے امام سے اختلاف  
کرنا کس طرح جائز ہو گیا، معتز حنین جواب میں کہتے ہیں کہ انھوں نے وہاں کے ساتھ امام اعظم سے اختلاف کیا ہے، ہم کہتے  
ہیں کہ پھر آپ نے ہماری بات مان لی کہ اعتبار دلائی کہ بے شخصیت کا نہیں ہے، معتز حنین کہتے ہیں کہ ہمارے علم اور  
اصحاب ترجیح کے علم میں بہت فرق ہے، ان کا علم اسی پایہ کا تھا کہ وہ امام اعظم اور صاحبین کے اقوال میں محاکمہ کر کے  
ان میں سے کسی کے قول کو ترجیح دے سکتے تھے، ہم کہتے ہیں کہ اصحاب ترجیح کا علم امام اعظم اور صاحبین کے علم کے مقابلہ  
میں بہت کم ہے، پھر ان کے لیے کیسے جائز ہو گیا کہ وہ امام اعظم اور صاحبین کے اقوال میں محاکمہ کریں؟ نیز جن علماء نے  
تذوری اور صاحب ہدایہ کو اصحاب ترجیح قرار دیا ہے وہ بھی تو بعد کے علماء ہیں ان کے لیے یہ کیسے جائز ہو گیا کہ وہ  
ان متاخرین کو اصحاب ترجیح قرار دیں، نیز علامہ شامی اور اعلیٰ حضرت اصحاب ترجیح نہیں ہیں اور انھوں نے کئی مسائل میں  
اصحاب ترجیح کی ترجیح کے خلاف قول کو اختیار کیا ہے، کتب فقہ میں ایسی بہت مثالیں ہیں، علامہ امجدی رحمہ اللہ نے

بھی ہمارے ائمہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد سے اختلاف کیا ہے۔ اس کی ایک مثال یہ ہے: احادیث صحیحہ میں عقیقہ کی فضیلت اور استحباب کو بیان کیا گیا ہے لیکن غالباً یہ احادیث امام ابو حنیفہ اور صاحبین کو نہیں پہنچیں، کیونکہ انہوں نے عقیقہ کرنے سے منع کیا ہے اور ہمارے فقہاء نے امام محمد کا ایک قول اباحت کا بھی نقل کیا ہے، علامہ امجدی رحمہ اللہ نے ان اقوال سے عدول اور اختلاف کر کے عقیقہ کو منکح کہا ہے، گو کہ اپنے اختلاف کی صراحت نہیں کی، ہم پہلے عقیقہ کی فضیلت کے متعلق احادیث کا ذکر کریں گے، پھر ظاہر الروایۃ اور دیگر کتب فقہ سے مذہب احناف نقل کریں گے اور اس کے بعد علامہ امجدی رحمہ اللہ کی عبارت نقل کریں گے، فنقول وبیانہ التوفیق وبہ الاستعانة یلین۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن سلمان بن عامر الضبی قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مع الغلام عقیقة فأهريقوا عنه دماً وأمیطوا عنه الاذی۔  
(صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۲)

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ام كثر انها سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم عن العقیقة فقال عن الغلام شاتان وعن البجارية واحدة لا یضرب کفر ذکراً کان ام انا قال هذا حدیث صحیح۔

عن سمرۃ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الغلام مرتین بعقیقته یذبح عنه یوم السایع ولینمی ویخلق وانسه، هذا حدیث حسن صحیح۔  
(جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۸۳، کتب نماز رشیدیہ دہلی)

احادیث کے بعد ائمہ احناف اور فقہاء احناف کی عبارات ملاحظہ فرمائیں۔  
امام محمد کہتے ہیں:

محمد عن یعقوب عن ابی حنیفة (رضی اللہ عنہم) قال۔۔۔۔۔ (الی قولہ) ولا یعق عن الغلام ولا عن البجارية۔

(المحاضر الصغیر ص ۵۳۲، مجلس دار الفکر کراچی)

حضرت سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے، اس سے خون بہاؤ اور اس کی گندگی دور کرو۔

حضرت ام کثر رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقہ کے متعلق سوال کیا آپ نے فرمایا لڑکے کی طرف سے دو بجزایاں اور لڑکی کی طرف سے ایک بجزی (ڈبچہ کرو) اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ لڑکیوں یا مادیہ۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

حضرت حمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لڑکا اپنے عقیقہ کے بدلہ میں گروی ہے، ولادت کے ساتویں دن اس کی طرف سے ڈبچہ کیا جائے اس کا نام رکھا جائے اور اس کے بال مونڈے جائیں یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

امام محمد از امام ابو یوسف از امام ابو حنیفہ روایت کرتے ہیں کہ لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا۔



امام محمد کہتے ہیں:

قال محمد اما العقيقة فبلغنا انها كانت في الجاهلية وقد فعلت في اول الاسلام ثم نسخ الاضحية كل ذبح كان قبله ونسخ صوم شهر رمضان كل صوم كان قبله ونسخ غسل الجنابة كل غسل كان قبله ونسخت الزكوة كل صدقة كان قبلها كذلك بلغنا۔

امام محمد فرماتے ہیں میں یہ حدیث پہنچی ہے کہ عقیقہ زمانہ جاہلیت میں تھا اور ابتداء اسلام میں بھی عقیقہ کیا گیا، پھر قرآنی نے ہر اس ذبیحہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا، اور رمضان کے صوم کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا، اور غسل جنابت نے ہر اس غسل کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا، اور زکوٰۃ نے ہر اس صدقہ کو منسوخ کر دیا جو اس سے پہلے تھا۔ ہم کو اسی طرح حدیث پہنچی ہے۔

(امام محمد ص ۸۶-۸۷ مطبوعہ دارالحدیث کراچی)

علامہ کا ساقی منقحی کہتے ہیں:

عقیدہ وہ ذبیحہ جو بچہ کی پیدائش کے ساتویں دن کیا جاتا ہے، ہم نے عقیقہ اور عتیرہ کا منسوخ ہونا اس روایت سے پہچانا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا رمضان کے سنت سے ہر پہلے روزے کو منسوخ کر دیا اور قرآنی نے اس سے پہلے کے ہر ذبیحہ کو منسوخ کر دیا، اور غسل جنابت نے اس سے پہلے کے ہر غسل کو منسوخ کر دیا اور ظاہر یہ ہے کہ حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو سنا تھا کیونکہ اجتہاد سے کسی چیز کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا رالی قولہ۔ امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے، لڑکے کا عقیقہ کیا جائے نہ لڑکی کا، اس عبارت میں عقیقہ کے مکروہ ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ عقیقہ کرنے میں فضیلت تھی اور جب فضیلت منسوخ ہو گئی تو اس کا مکروہ ہونا باقی رہ گیا۔

(بدائع الصنائع ج ۵ ص ۶۹ مطبوعہ دارالحدیث کراچی)

اور قاضی عالمگیری میں لکھا ہے:

العقيقة عن الغلام وعن الجارية وهي ذبيحة شاة في سابع الولادة وضيافتها للناس وحلق شعرة السنة ولا دابة كذا في الوجيز للكردي - وذكر محمد رحمه الله تعالى في العقيقة فمن شاء فعل ومن شاء لم يفعل وهذا يشير الى الاباحة فيمنع كونها سنة وذكر في الجامع الصغير ولا يعق عن الغلام ولا عن الجارية وانه اشارة الى الكراهية كذا في البدائع في كتاب الاضحية۔

ولاوت کے ساتویں دن لڑکے یا لڑکی کی طرف سے بچہ کی ذبیحہ کرنا اور لڑکی کو دعوت کرنا اور بچہ کے بال مونڈنا عقیقہ ہے، یہ نہ سنت ہے اور نہ واجب ہے، اسی طرح کروری کی ذبیحہ میں ہے، امام محمد نے عقیقہ کے متعلق ذکر کیا ہے، جو چاہے کرے اور جو چاہے نہ کرے، اس کا اشارہ اباحت کی طرف ہے، اس لیے اس کا سنت ہونا منسوخ ہے، اور امام محمد نے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے لڑکے اور لڑکی کی طرف سے عقیقہ نہ کیا جائے اور یہ کراہت کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح بدائع کتاب الاضحية میں ہے۔

(عالمگیری ج ۵ ص ۳۶۲ مطبوعہ ملاق مصر)



خلاصہ یہ ہے کہ امام محمد نے جامع صغیر میں امام اعظم اور امام ابو یوسف سے نقل کیا ہے کہ عقیقہ مذکور کیا جائے جس کا مفاد یہ ہے کہ عقیقہ کرنا مکروہ ہے اور موطا امام محمد میں لکھا ہے کہ عقیقہ منسوخ ہو گیا، اگر اس نسخہ کو عقیقہ کے استحباب پر محمول کیا جائے تو عقیقہ مباح ہے یا پھر مکروہ ہے جیسا کہ ملازکاسانی نے لکھا ہے تو پھر احناف کے نزدیک عقیقہ مکروہ ہے یا مباح ہے بہر حال سنت یا کار ثواب نہیں ہے۔

اور علامہ امجد علی رحمہ اللہ اس مسئلہ کے متعلق لکھتے ہیں:

حنفیہ کے نزدیک عقیقہ مباح و مستحب ہے، یہ جو بعض کتب میں لکھا ہے کہ عقیقہ سنت نہیں ہے اس سے مراد یہ ہے کہ سنت مؤکدہ نہیں ورنہ جب خود حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فعل سے اس کا ثبوت موجود ہے تو مطلقاً اس کی سنت سے انکار صحیح نہیں۔

(بہار شریعت جلد ۱۵ ص ۱۵۰، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی)

علامہ امجد علی رحمہ اللہ کی اس عبارت پر حسب ذیل اعتراضات ہیں:

- ۱۔ ایک فعل کو مباح اور مستحب دونوں قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ مباح پر ثواب نہیں ہوتا اور مستحب پر ثواب ہوتا ہے۔
- ۲۔ ہم نے امام ابو یوسف اور امام ابو حنیفہ سے امام محمد کی یہ روایت نقل کی ہے کہ لٹکے اور لٹکی کی طرف سے عقیقہ مذکور کیا جلتے جن کا مفاد یہ ہے کہ عقیقہ کرنا مکروہ ہے جیسا کہ عالمگیری میں لکھا ہے، اس لیے علامہ امجد علی کا یہ کہنا درست نہیں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ یہ سنت مؤکدہ نہیں ہے یعنی غیر مؤکدہ سنت ہے اور مطلقاً سنت کی نفی نہیں ہے یہ تو جیسے الکلام بالادب یعنی بڑا لٹکا ہے۔

- ۳۔ امام محمد کی دوسری عبارت یہ ہے کہ جو چاہے عقیقہ کرے اور جو چاہے نہ کرے یہ اباحت کی تصریح ہے اس سے عقیقہ کے سنت ہونے کا مطلب نکالنا صحیح نہیں ہے۔

اگر کوئی شخص تقلید حنفی کی پستی سے نہیں نکلا تو اس کو عقیقہ کرنے سے منع کرنا چاہیے یا کم از کم یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ مباح ہے اور کار ثواب نہیں ہے اور اس کو یہ نہیں چاہیے کہ امام اعظم کے قول کو اپنی مرضی کے مطابق ٹھکان کر دے کہ امام اعظم کے نزدیک عقیقہ سنت ہے لیکن سنت مؤکدہ یا سنت ثابتہ نہیں ہے۔ اور اگر وہ میدان حقیقی میں وارد ہے تو اس کو یہ کہنا چاہیے کہ عقیقہ سنت اور مستحب ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں اس کا ثبوت ہے اور تمام امت نے ان احادیث کو قبول کیا ہے اور امام اعظم کو یہ احادیث نہیں پہنچیں ورنہ وہ عقیقہ کو مکروہ نہ کہتے کیونکہ اس زمانہ میں نشر و اشاعت کے ذرائع اور وسائل اتنے وسیع نہیں تھے جتنے اب ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا جب حدیث صحیحہ لیا جائے تو وہی میرا مذہب ہے، اور علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر کوئی حدیث صحیحہ امام کے قول کے خلاف ہو تو حدیث صحیحہ پر عمل کیا جائے گا۔ رد المحتار ج ۱ ص ۶۲۳ مطبوعہ المستشرقین اس لیے یہاں امام کے قول کے خلاف حدیث پر عمل کرنا تقلید کے خلاف نہیں ہے۔

مولا نا عبدالحی جو موطا امام محمد کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

امام محمد کی اس عبارت کا ماحول یہ ہے کہ قربانی کے بعد عقیقہ مشروع نہیں رہا اور یہ قول تسلیم نہیں ہے کیونکہ احادیث معتبرہ میں عقیقہ کی مشروعیت اور استحباب کی بہت زیادہ صراحت ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث و روایات کے اقوال پر مقدم ہیں خواہ وہ کوئی شخص ہو اگر عقیقہ منسوخ ہو چکا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کا



عقیدہ فرماتے اور صحابہ علیہ السلام کے وصال کے بعد صحابہ کرام نے عقیدہ کیا ہے، کیونکہ مولانا امام انکس میں ہے کہ عروہ بن زبیر نے اپنے بیٹوں کا عقیدہ کیا، اس باب میں بہ کثرت احادیث صحیحہ مرفوعہ اور موقوفہ ہیں اور ایک قول کی وجہ سے ان تمام احادیث کو ترک کرنا صحیح نہیں ہے، نیز اگر ہم مان لیں کہ قربانی نے ہر ذبیحہ سابقہ کو منسوخ کر دیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے وجوب کو منسوخ کر دیا نہ یہ کہ وہ اصلاً منسوخ نہیں رہا۔ (حاشیہ بر موطا امام محمد ص ۲۸۸، مطبوعہ محمد کراچی)

ہاں ہم علامہ امجد علی رحمہ اللہ کی اس بات سے متفق ہیں کہ عقیدہ کا فعل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس لیے صاف صاف یہ کہنا چاہیے کہ عقیدہ سنت اور مستحب ہے کیونکہ مستند احادیث سے اس کا ثبوت ہے اور ہم چند کہ امام ابن حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد سے اس کی گواہی اور اباحت منقول ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ان ائمہ کے اقوال پر مقدم ہیں کیونکہ ہم پہلے محمد ہی ہیں پھر حنفی یا شافعی ہیں۔ اور یقیناً علامہ امجد علی نے بھی اس مسئلہ میں ائمہ احناف کے اقوال صریحہ سے عدول اور اختلاف کیا ہے اور اس اختلاف سے یہ برگز لازم نہیں آتا کہ علامہ امجد علی خود کو ائمہ احناف سے بڑا سمجھتے ہوں۔

جن بعض مسائل میں ہم نے ائمہ احناف کے قول کو اختیار نہیں کیا ان میں ہمارا حسن ظن یہی ہے کہ ان ائمہ کرام کو وہ احادیث نہیں پیشیں مثلاً اگر ہمارے ائمہ کو عقیدہ کے متعلق احادیث مل گئی ہوتیں تو وہ کبھی یہ نہ کہتے کہ عقیدہ کیا جائے، اور ظاہر ہے کہ ابتدائی دور میں احادیث کی نشر و اشاعت کے اتنے ذرائع نہیں تھے جتنے بعد میں ہوتا ہو گئے۔ بہر حال جب علامہ امجد علی اور اعلیٰ حضرت رحمہما اللہ، امام اعظم اور صاحبین سے اختلاف کر سکتے ہیں، اصحاب ترجیح ان ائمہ کرام میں محاکم کر سکتے ہیں اور ان سے بھی بعد کے علماء قدوری اور صاحب ہدایہ کو اصحاب ترجیح تسلیم کر سکتے ہیں اور ان میں سے کسی کے پاس بھی اس منصب کی کوئی آسمانی سند نہیں ہے تو پھر ہم دلائل توبہ کے ساتھ متقدمین سے کسی مسئلہ میں اختلاف کیوں نہیں کر سکتے!

مذکورہ الصدر تفصیل اور بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ اصل اقتدار دلیل کا ہوتا ہے اور یہ کہنا غلط ہے کہ متاخرین کا لازم عقیدہ ہے کہ پائے کا نہیں ہے اس لیے وہ ان سے اختلاف نہیں کر سکتے، اور جو متقدمین یہ کہتے ہیں کہ تمہارا علم فلاں، فلاں کے علم سے کم ہے اس لیے تم ان سے اختلاف نہیں کر سکتے اور فلاں، فلاں کا علم چونکہ زیادہ تھا اس لیے وہ صحابہ اور مجتہدین سے اختلاف کر سکتے ہیں ان کے گذر شمس یہ ہے کہ آپ نے ہمارے اور فلاں، فلاں کے علم میں جو محاکمہ کیا ہے اور فلاں، فلاں کے علم اور مجتہدین کے علم کا جو تجزیہ کیا ہے تو کیا آپ کا علم اتنا وسیع اور حکم ہے کہ آپ ہمارے اور فلاں، فلاں کے علم میں محاکمہ ائمہ تجزیہ کر سکیں اور آپ کو اس تجزیہ اور محاکمہ کی کس نے سند دی ہے یا آپ کے زعم میں آپ پر وحی نازل ہوئی ہے؟

شرح صحیح مسلم میں اعادہ کیے ہوئے مسائل کی تفصیل | بعض مسائل کا میں نے اعادہ کیا ہے لیکن وہ اعادہ سے خالی نہیں ہے، ہدایہ کی ایک عبارت سے امام

ابو حنیفہ کے مذہب پر یہ اعتراض ہے کہ انھوں نے خمر کے علاوہ باقی نشر و اشاعت کو مطلق کر دیا ہے، اس کا جواب میں نے جو بھی جلد میں درج کیا ہے، علامہ ابن ہمام کی ایک عبارت سے یہ وہم ہوتا ہے کہ سفر میں قصر کی قلت مشقت سے صاف نہیں ہے جس کی بناء پر بعض علماء نے یہ کہا کہ بنوائی جہاز کے سفر سے قصر لازم نہیں ہے اور



جلد میں نیز محرم کے ہوائی جہاز سے حج اور عمرہ کے لیے جاسکتی ہیں۔ (تواہل سنت ص ۱۹۲، مطبوعہ کراچی) میں نے اس سلسلہ میں اپنی تحقیق شرح صحیح مسلم کی دوسری جلد میں ذکر کی ہے اور تیسری جلد میں پھر اس کا ذکر کیا ہے اور اس میں زیادہ تفصیل ہے۔ اہل کتاب کے مسلمانوں کی مساجد میں وغیرہ کے متعلق، احناف کے مذہب کی تحقیق میں نے تیسری جلد میں کی ہے اور سنیوں کی جلد میں زیادہ تفصیل ہے، عصمت نبیہ کی بحث دوسری جلد میں کی ہے اور ساتویں جلد میں زیادہ تفصیل ہے، تلک الغرائق اصلی کی بحث دوسری جلد میں ہے اور ساتویں جلد میں زیادہ تحقیق ہے، غیر کفر میں نکاح کے جواز کی بحث تیسری جلد میں ہے اور چھٹی جلد میں زیادہ تفصیل ہے، ۱۱ بیگنشن سے روڑہ ٹوٹنے کی بحث تیسری جلد کے خیمے میں ہے، اور اس پہلی جلد میں اس کی زیادہ تحقیق ہے، اولیٰ یامحمد کی بحث ساتویں جلد میں دو جگہ پر ہے، اور اس پہلی جلد میں اس کی زیادہ تفصیل ہے، "لیغض لک اللہ ما تقدّم من ذنبک وما آخراً" میں مغفرت و غفر کی بحث میں نے تیسری جلد میں کی ہے، پھر چھٹی جلد میں زیادہ تفصیل کی پھر ساتویں جلد میں مزید تفسیر کی، ڈاؤنچی میں قبضہ کی مقدار کا استحباب اور مسنون ہونا، ہم نے پہلی جلد میں بیان کیا ہے اور چھٹی جلد میں اس کی زیادہ تحقیق ہے۔

## شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں دارالعلوم نعیمیہ کا حصہ اور دیگر معاونین کے تعاون کا بیان (شرح صحیح مسلم کی سات

جلدوں میں ہے یہاں دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں لکھی ہیں، مارچ ۱۹۸۸ء میں یہ کام شروع کیا اور ستمبر ۱۹۹۳ء میں یہ کام ختم ہو گیا، شرح صحیح مسلم کے اس عظیم کام میں دارالعلوم نعیمیہ اور اس کے رشید کا بہت بڑا حصہ ہے، اور حدیث شریف میں ہے:

عن ابی سعید، قال قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم من لم یشکروا الناس لم یشکر اللہ۔  
حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے  
لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا شکریہ ادا نہیں کیا۔

(جامع ترمذی ص ۲۸۹، مسند احمد ج ۲ ص ۲۵۸ - ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴



نیمہ ان کی غنایات کا بھی نمونہ ہوں۔ میرے ایک اور محترم دوست استاذ العلماء مولانا حافظہ الحاج غلام محمد سیالوی مستم حسن العلوم سید جہم ہیں، ان کی لائبریری کی کتابوں سے میں نے بہت فائدہ اٹھایا ہے، اور میرے محترم دوست مولانا محمد اکرم حسین سیالوی کریم جہم ہیں، ان کا تعاون بھی اس کتاب میں شامل ہے اور حضرت ڈاکٹر جسٹس مفتی سید شہادت علی قادری رحمہ اللہ کے احسانات ہیں ان کا تفصیلی نوک میں نے ساتویں جلد کے ابتداء میں کیا ہے۔ حضرت مولانا حافظہ محمد ابراہیم فیضی صاحب کاسپاس گندڑیوں جھنڈوں نے انتہائی لگن اور جانفشانی سے اس کتاب کی تصحیح کی، دارالکتب حضرت کیلیب نوالہ کے کتابوں کا شکریہ گزاروں جنھوں نے بہت خوبصورت اور دل آویز کتابت کی، اور اخیر میں سید محمد اعجاز مالک فریدیکہ سہال کے بے شمار ہوں جنھوں نے انتہائی سرعت اور برق رفتاری کے ساتھ اس کتاب کو بہت حسین اور جاذب نظر طباعت سے مزین کر کے انتہائی ارزاں قیمت پر جیتا کیا۔

**تبیان القرآن حکم کا عزم** شرح صحیح مسلم کا کام اب ختم ہو گیا ہے لیکن ابھی زندگی باقی ہے اور میری خواہش ہے کہ جب تک مجھ میں قوت کار باقی ہے دین کا کام کرتا رہوں، بہت سے دوستوں اور خاص طور پر سید محمد اعجاز صاحب کی فرمائش ہے کہ قرآن مجید کی عام فہم تفسیر لکھوں، اس لیے میں نے تبیان القرآن کے نام سے تفسیر لکھنے کا ارادہ کر لیا ہے اور ان شاء اللہ ربہ رمضان ۱۴۱۲ھ کے کسی مبارک دن میں تفسیر کے کام کا آغاز کر دوں گا، اور جب تک صحت قائم رہی اور عمر نے وفا کی ان شاء اللہ اس کو مکنتا رہوں گا، اور یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور اس کی مشیت میں ہے کہ یہ کام کہاں تک پہنچ سکے گا۔ قارئین سے درخواست ہے کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے حق کا اظہار عطا فرمائے اور باطل سے اعتنا نہ فرمائے وصافا ملک علی اللہ بعزیز۔

اخیر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اسے بارگاہ مصنف اور اس کام میں اس کے معاونین اس کتاب کے کاتب، مصحح اور ناشر اور اس کتاب کے قارئین اور مصنف کے والدین اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما، ان کو اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت سے بہرہ مند فرما، ان کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور ہر عذاب سے محفوظ رکھ اور ان کو طریق کی ہر نعمت اور ہر راحت عطا فرما! آمین یا رب العالمین بیجاہ حبیبک سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلیٰ آلہ الطیبین واجحابہ الکاملین وازواجہ الطہرات المؤمنین وعلیٰ سائر اولیاء امتہ وعلیٰ ملتہ اجمعین۔

غلام رسول سعیدی عقیل

خادم الحدیث وارا معلوم نصیب

بلاک نمبر ۱۱۵، قیڈرل، بی، میرپور، کراچی۔ ۳۸

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ / ۲۷ فروری ۱۹۹۳ء

۱۰ رمضان المبارک ۱۴۱۲ھ کو تفسیر "تبیان القرآن" کا آغاز کر دیا ہے۔

## امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ

تیسری صدی کے جن محدثین اور علماء راہنہ نے علم حدیث کی تحقیق اور ترویج کے لیے مستند فہم ایجا کیے اور اس علم کی ترویج اور اشاعت میں گراں قدر خدمات انجام دیں ان میں امام مسلم بن حجاج القشیری کا نام نمایاں طور پر سامنے آتا ہے۔

امام مسلم بن حدیث کے اکابر ائمہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ ابوہریرہ رازی اور ابوہاشم رازی نے ان کی امامت حدیث پر شہادت دی۔ امام ترمذی اور ابو یوسف جیسے مشاہیر نے ان سے روایت حدیث کو باعث شرف سمجھا اور ابو تریش نے کہا کہ دنیا میں صرف چار حفاظ ہیں اور امام مسلم ان میں سے ایک ہیں۔

عساکر الملت والدین ابوالحسن امام مسلم بن حجاج بن مسلم بن ورد بن کرشاد القشیری ولد ولادت اور سلسلہ نسب خراسان کے ایک وسیع اور غریب و دور شہر نیشاپور میں جو قشیر کے خاندان میں پیدا ہوئے۔ امام مسلم کی ولادت کے سال میں مؤرخین کا اختلاف ہے۔ شاہ عبد العزیز نے ان کا سال ولادت ۲۰۲ھ لکھا ہے، امام ذہبی نے ۲۰۴ھ بیان کیا ہے اور ابن اثیر نے ۲۰۶ھ کو اختیار کیا ہے۔

تحصیل علم حدیث | ابتدائی تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد اٹھارہ سال کی عمر میں امام مسلم نے علم حدیث کی تعلیم شروع کی، فہم حدیث کو انھوں نے انتہائی لگن اور محنت سے حاصل کیا۔ اور بہت جلد نیشاپور کے اعظم محدثین میں ان کا شمار ہونے لگا۔

شخصیت | امام مسلم سچ و سفید رنگ، بلند قامت اور وجہ شخصیت کے مالک تھے۔ سر پر عامہ باندھتے تھے اور شلہ کدھوں کے درمیان لٹکایا کرتے تھے۔ انھوں نے علم کو ذریعہ معاش نہیں بنایا۔ کپڑوں کی تجارت کر کے اپنی نجی ضروریات پوری کیا کرتے تھے۔ شاہ عبد العزیز لکھتے ہیں کہ امام مسلم کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ انھوں نے عمر بھر کسی کی غیبت کی نہ کسی کو مارا اور نہ کسی کے ساتھ درشت کلامی کی۔

اساتذہ اور شاگرد | علم حدیث کی طلب میں امام مسلم نے متعدد شہروں کا سفر اختیار کیا۔ نیشاپور کے اساتذہ سے کتنا اساتذہ اور شاگرد | فیصلہ کے بعد وہ حجاز، شام، عراق اور مصر گئے اور ان گنت بار بغداد کا سفر کیا، انھوں نے ان تمام شہروں کے مشاہیر اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، حافظ ابن حجر عسقلانی اور دیگر مؤرخین نے ان کے اساتذہ







**امام بخاری سے تعلق خاطر** | جس طرح امام بخاری ایمان کے مرکب ہونے کے مسئلہ میں متشدد تھے اور اس شخص سے روایت نہیں لیتے تھے جو باطلت ایمان کا قائل ہو، اسی طرح امام محمد بن یحییٰ ذہبی قرآن کے مسئلہ میں متشدد تھے اور اس شخص سے سخت بیزار تھے جو الفاظ قرآن کے مخلوق مانتا ہو۔ جب امام بخاری اور امام محمد بن یحییٰ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوا تو ان میں اور امام بخاری میں سخت منافست پیدا ہو گئی۔ حتیٰ کہ ایک دن محمد بن یحییٰ نے اپنی مجلس میں اعلان کر دیا کہ جو شخص الفاظ قرآن کے مخلوق ہونے کا قائل ہو وہ ہمارے مجلس سے چلا جائے۔ یہ سن کر امام مسلم نے اپنا علم منہجاً لا اور امام ذہبی کی مجلس سے اٹھ کر چلے گئے اور امام ذہبی سے انھوں نے جس قدر احادیث ضبط کی تھیں وہ سب انھیں واپس بھجوا دیں۔

**تصانیف** | امام مسلم کی عمر کا اکثر حصہ روایت حدیث کے حصول کے لیے مختلف شہروں میں سفر کرتے ہوئے گزرا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ درس و تدریس میں بھما بے حد مشغول رہے۔ اس کے باوجود ان سے مندرجہ ذیل تصانیف یادگار ہیں۔

- ۱۔ الجامع الصغیر - ۲۔ المسند الکبیر - ۳۔ کتاب الاسماء والکنی - ۴۔ کتاب الجامع علی الباب - ۵۔ کتاب العلل
- ۶۔ کتاب الوجہان - ۷۔ کتاب الافراد - ۸۔ کتاب سوالات احمد بن حنبل - ۹۔ کتاب حدیث عمرو بن شعیب - ۱۰۔ کتاب الانتفاع بابہب السباع - ۱۱۔ کتاب مشائخ مالک - ۱۲۔ کتاب مشائخ ثوری - ۱۳۔ کتاب مشائخ شعبہ - ۱۴۔ کتاب من لم یسئل الا لادواء - ۱۵۔ کتاب المختصرین - ۱۶۔ کتاب اولاد الصحابة - ۱۷۔ کتاب اولم التمدین - ۱۸۔ کتاب الطبقات - ۱۹۔ کتاب افراد الشامیین - ۲۰۔ مسند امام مالک - ۲۱۔ مسند الصحابة۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ امام مسلم نے مسند الصحابة پر تفصیل سے لکھنی شروع کی تھی مگر وہ مکمل نہ ہو سکی اور امام مسلم وفات پا گئے اور اگر وہ اس کو پورا کر لیتے تو وہ ایک ضخیم تصنیف ہوتی۔

**وصال** | امام مسلم کے وصال کا سبب بھی نہایت عجیب و غریب بیان کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ ایک دن مجلس مذاکرہ میں امام مسلم سے ایک حدیث کے بارے میں استفسار کیا گیا اس وقت آپ اس حدیث کے بارے میں کچھ نہ بتا سکے۔ گھر آکر اپنی کتابوں میں اس حدیث کی تلاش شروع کر دی۔ قریب ہی کچھ دنوں کا ایک ٹوکرا بھی دکھا ہوا تھا۔ امام مسلم کے استغراق اور انہماک کا یہ عالم تھا کہ کچھ دنوں کی مقدار کی طرف آپ کی توجہ نہ ہو سکی اور حدیث ملنے تک کچھ دنوں کا سارا ٹوکرا خالی ہو گیا اور غیر الودعی طور پر کچھ دنوں کا زیادہ کھا لینا ہی ان کی موت کا سبب بن گیا۔ اور اس طرح ۲۴ رجب ۲۶۱ھ اواخر کے دن شام کے وقت عظیم حدیث کا یہ درخشندہ آفتاب غروب ہو گیا اور اگلے روز پیر کے دن خراسان کے اس عظیم محدث کو سپرد خاک کر دیا گیا۔

**حسن عاقبت** | امام مسلم سادہ دل و خوش تھے اور علم و دل کی بہترین عویوں کے جامع تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کی خدمات کا بہترین صلہ عطا فرمایا۔ ابو حاتم مدنی بیان کرتے ہیں میں نے امام مسلم کو خواب میں دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا تو انھوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے اپنی جنت کو میرے لیے مباح کر دیا ہے، اور میں اس میں جہاں چاہتا ہوں رہتا ہوں۔

۱۔ امام عبد اللہ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، تذکرۃ الحفاظ جلد ۲ ص ۵۹، مطبوعہ ادارہ احیاء التراث العربی بیروت  
۲۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۶۹ھ، داستان المحدثین ص ۲۸۱، مطبوعہ سعید ایڈٹنگ پریس کراچی



# شرح صحیح مسلم

از محمد امجدی سید محمد اشرف جیلانی، کراچی

حضرت استاد محترم استاذ العلماء علامہ غلام رسول سعیدی و اہانت برکاتہم العالیہ کا شمار ان جید علماء میں ہوتا ہے جو اپنے علم و فضل اور تحقیق و تدقیق کے لحاظ سے دنیا سے اسلام میں بہت بلند مقام رکھتے ہیں، آپ بیک وقت ایک مستند عالم دین، ماہر فلسفہ عظیم محدث، بے بدل فقیہ، جلیل القدر خطیب اور صاحب طرز مصنف ہیں۔

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی ۱۴ نومبر ۱۹۳۷ء میں دہلی کے متحول ہونے سے قبل آپ کے والد محترم کا نام مولانا محمد سعید تھا، جو آپ کے بعد طوفانیت میں وفات پا گئے تھے، آپ نے نادرہ سوانح مجید چھ سال کی عمر میں اپنی والدہ محترمہ سے پڑھ کر ختم کیا، دس سال کی عمر میں پنجابی اسلامیہ طائی سکول دہلی سے پرائمری پاس کر کے مکمل کلاس میں داخلہ لیا تو مصنف کی تقسیم ہو گئی، ۱۹۴۷ء میں آپ اپنے گھر والوں کے ساتھ ہجرت کر کے پاکستان آ گئے اور یہاں کراچی میں تعلیم ہوئی، یہاں انگریزوں کی دہکار کی وجہ سے تعلیم ہار دی، درگاہ کے اور کچھ رنگ کا کام سیکھا اور آٹھ سال تک کراچی کے مختلف پرائمری اسکولوں میں بطور کچھ روزہ کام کرتے رہے، لیکن قدرت کو آپ کے ذریعہ دین اسلام کی خدمت اور مسلمان حق اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت مقصود تھی، اس لیے ایک مرتبہ پھر آپ کا رحمان حصول تعلیم کی طرف ہوجایا۔

۱۹۵۸ء میں علماء دین کی متفاد تقریریں اور تیراں مجید کے مختلف تراجم سے آپ کے ذہن میں یہ الجھن پیدا ہوئی کہ کون سا نظریہ صحیح ہے! اور کون سا ترجمہ بہ حق ہے؟ اسی الجھن کے عالم میں آپ نے علم دین حاصل کرنے کا فیصلہ کیا، پہلے آپ جامعہ محمدیہ رحیم یار خان گئے وہاں مولانا محمد نواز اویسی مدظلہ نے آپ کو گریڈ فارسی اور قرآن مجید کا ترجمہ شروع کرایا، اس کے بعد آپ کو حضرت مولانا عبد المجید اویسی و اہانت برکاتہم کے سپرد کر دیا جن سے آپ نے فارسی کی بقیہ کتابیں اور صرف شعر پڑھی، مولانا عبد المجید اویسی کے پاس آپ ڈیڑھ سال رہے، اور ان کے ہمراہ سکندریہ آباد اور سراج العلوم خانیہ گئے، خانپور سے جامعہ نعیمیہ لاہور چلے گئے، وہاں مولانا عبدالغفور مدظلہ سے کافیہ، شرح تہذیب، اہول الشاشی اور نورانہ پڑھیں، اور مفتی محمد حسین نعیمی مدظلہ سے شرح حامی، قطبی، جلالین اور ہدایہ الحکیم پڑھیں، مفتی عزیز احمد رحمہ اللہ سے تلخیص کے چند اہل حق پڑھے، بعد ازاں ہندوستان چلے گئے، وہاں حضرت رئیس الامام مولانا عطاء محمد جندیلوی و اہانت فیوضہم سے عینی، صفا، شمس باظم، مختصر معانی، مطول، ملا حسن، نوابہ ثلث، قاضی مبارک، حمد اللہ، ہدایہ مغربین، شرح شجرۃ النکاح اور جامع ترمذی پڑھیں، اخیر میں جامعہ قادریہ فیصل آباد آ گئے، وہاں حضرت مولانا ولی النبی رحمہ اللہ سے اقلیدس اور تصدیق پڑھی، اور حضرت مولانا مختار حق مدظلہ سے مزاجی پڑھی۔

۱۹۵۸ء میں حبیب حضرت استاذ محترم رحیم یار خان میں تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ آپ کے استاذ گرامی حضرت مولانا عبد المجید



اور سیدی نے آپ کو غزالی زمان رازی دوران حضرت علامہ سید احمد سیدی کاظمی رحمہ اللہ کے دست حق پرست پر بیعت کرایا، انہی کے نام کی نسبت سے استاذ محترم خود کو سیدی سمجھتے ہیں اور حضرت قبلہ غزالی زمان سے بیعت کو اپنے لیے باعث صداقت قرار دے رہے ہیں۔

نومبر ۱۹۹۵ء میں حضرت استاذ محترم نے جامعہ نعیمیہ لاہور میں پڑھانا شروع کیا۔ پہلے چار سال مفقودہ، جلالین اور دیگر علوم وفنون کی کن کن ہیں پڑھائیں اور ۱۹۷۷ء سے باقاعدہ مکمل دورہ حدیث پڑھانا شروع کرایا، اور یہ سلسلہ تا دمِ تحریر جاری ہے۔ ۱۹۹۶ء میں آپ نے حافظ عبدالقادر دہلوی سے حاصل میلاد کے جواز پر مناظرہ کیا اور جبری محفل میں حافظ مذکور کو جواب کر دیا اور انھوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ اگر تعین شریعی نہ ہو تو بارہ ربیع الاول کو اس سے پہلے اور اس کے بعد کے ایام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل اور آپ کی سیرت طیبہ کو بیان کرنا جائز ہے، جس کو عرف میں میلاد النبی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور یہ تحریر آپ کو لکھ کر دے دی، اس مناظرہ میں شرف المقت حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری نقشبندی بھی تشریف فرما تھے، ان کے علاوہ اور بہت سے علماء اہل سنت تھے، ۱۹۹۹ء میں حافظ مذکور سے علم غیب پر مناظرہ ہوا، اس مناظرہ میں جب استاذ محترم نے نواب مدنی حسن خاں بھوپالی کی فتح البیان سے علم ماکان و مایکون کے ثبوت میں ابن کيسان کا قول پیش کیا تو حافظ مذکور بدحواس ہو گئے، اور انھوں نے مناظرہ کرنے سے انکار کر دیا، یہ دونوں مناظرے مصر کے بعد سے غنا کے بعد تک جاری رہے تھے اور اس میں طسٹین کے بہ کثرت علماء شریک تھے، دوران مناظرے طبع ہو چکے ہیں۔

۱۹۹۶ء سے ۱۹۷۷ء کے وسط تک آپ جامعہ نعیمیہ لاہور میں پڑھاتے رہے، ۱۹۷۷ء کے وسط میں آپ حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کی دعوت پر کراچی آئے اور ایک سال تک دارالعلوم نعیمیہ کراچی میں درجہ حدیث کے اسباق پڑھاتے رہے، بعد ازاں حضرت علامہ مفتی محمد حسین نعیمی کی خواہش پر دوبارہ لاہور چلے گئے اور جولائی ۱۹۸۵ء تک پھر وہاں پڑھاتے رہے۔ ۱۹۸۳ء میں آپ کو کمر کا درد لاحق ہوا، بعد ازاں شوگر ہو گئی، اور اس کے بعد بلڈ پریشر کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ چونکہ لاہور میں آپ کافی بیمار تھے، اور حضرت مفتی سید شجاعت علی قادری رحمہ اللہ کا شدید اصرار تھا کہ آپ کراچی آجائیں، آپ کا علاج ہو جائے گا، سو آپ ۶ جولائی ۱۹۸۵ء کو بالآخر دوبارہ کراچی آ گئے اور تا دمِ تحریر یہیں اقامت پذیر ہیں۔

آپ کی بہ کثرت تصانیف ہیں جو متعدد بار طبع ہو کر قارئین سے خارج حسین وصول کر چکی ہیں۔ ۱۹۹۰ء میں دغاتی شری ولایت لاہور میں سودے متعلق ایک رٹ کی سماعت کر رہی تھی، اس وقت یہ سوال درپیش تھا کہ اگر قرض پر سودہ لیا جائے اور قرض خواہ کو چند سال بعد اس کی صورت اصل رقم واپس ملے تو افراط زر کی وجہ سے چند سال بعد وہ رقم جو قرض مالیت کی یا اس کے بھی کم رہ جائے گی، اسلام میں اس کا کیا حکم ہے؟ ایک وکیل نے حضرت استاذ محترم کی مقالات سبیلگی سے اس مسئلہ کا حل پیش کیا، اس وقت دغاتی شری عدالت کے چیف جسٹس مولانا تنزیل الرحمان تھے، وہ اس حل سے بہت متاثر ہوئے اور انھوں نے متعدد عدالتوں سے ایک سال تک مسلسل کو شش کی کہ حضرت استاذ محترم دغاتی شری عدالت میں جسٹس کا عہدہ قبول کر لیں، لیکن حضرت استاذ محترم نے اس پیش کش کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ میں عدالت کی ذمہ داریاں

۵۔ جسٹس تنزیل الرحمان نے سود کی ممانعت پر جو تاریخ ساذ فیصلہ لکھا ہے اس میں بھی مقالات سبیلگی کے ایک اقتباس کا حوالہ دیا ہے، یہ فیصلہ مفتی رفیعہ سندگی ۱۰ جنوری ۱۹۹۲ء کے شمارے میں شائع ہو چکا ہے۔



قبولی کرنے کے بعد شرح صحیح مسلم کو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچا سکوں گا۔

آپ کی تصانیف اور تلامذہ کا حلقہ برصغیر یورپ اور افریقہ کے دور دراز علاقوں تک پھیلا ہوا ہے، برطانیہ میں بھی آپ کے تلامذہ اور مستقرین کی کافی تعداد ہے۔ ۱۹۹۰ء میں آپ حضرت صاحبزادہ محمد حبیب الرحمن مجہول نریب ہمارے ڈھاکہ شریف تہم برطانیہ کی وزارت پر برطانیہ گئے اور نہین ماہ تک برطانیہ کے متعدد شہروں میں دینی جلسوں سے خطاب کیا اور واپسی میں عربی طبعین کی زیارت اور عمرہ کی سعادت سے سرفراز ہو کر وطن واپس ہوئے، اہل برطانیہ کی خواہش اور حضرت صاحبزادہ صاحب کی وصیت پر ۱۹۹۳ء میں آپ دوبارہ برطانیہ تشریف لے گئے اور متعدد دینی اجتماعات سے خطاب کیا۔

حضرت استاذ محترم نے شرح صحیح مسلم مکمل فرمائی ہے اور اب "تبیان القرآن" کے نام سے قرآن مجید کی تفسیر لکھنا چاہتے ہیں اور وہ ان شاء اللہ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ کے کسی مبارک دن میں اس کی تصنیف کا آغاز کریں گے، شرح صحیح مسلم کی شہرت اور مقبولیت دیکھ کر بہت سے اشاعتی اداروں نے حضرت سے درخواست کی کہ ان کے اداروں کی تفسیر شائع کرنے کا موقع دیں، لیکن حضرت استاذ محترم نے فریاد بک مثال لاہور سے ایمان وفاق کو برقرار رکھا اور بہت سی پرکشش پیش کشوں سے مندرت کر لی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حضرت کو "تبیان القرآن" مکمل کرنے کی سعادت عطا فرمائے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو حدیث پاک کی خدمت سے مسود کیا ہے اسی طرح آپ کی قرآن مجید کی خدمت سے بھی مشکور فرمائے اور "تبیان القرآن" کو اسم با اسم کرے اور ان دونوں کتابوں کو قبولی و دوام عطا فرمائے۔

سید محمد اشرف جمیل فی



WWW.HAFSEISLAM.COM

# صحیح مسلم

صحیح مسلم کتب صحاح ستہ میں صحیح بخاری کے بعد شمار کی جاتی ہے۔ امام مسلم بن حجاج نے اس کی احادیث کو انتہائی محنت اور کاوش سے ترتیب دیا ہے۔ حسن ترتیب اور تدوین کی مددگی کے لحاظ سے یہ صحیح بخاری پر بھی فوقیت رکھتی ہے اور نہ مانہ تصنیف سے لے کر آج تک اس کو قبولیت عامہ کا شرف حاصل رہا ہے۔

مستقدمین میں سے بعض مناصر اور محققین نے صحیح مسلم کو بے حد پسند کیا ہے اور اس کو صحیح بخاری پر بھی ترجیح دی ہے۔ چنانچہ ابوہریرہ مالک نیشاپوری اور حافظ ابوبکر اسماعیلی صاحب مدخل کا یہی قول ہے اور امام عبدالرحمان نسائی نے کہا کہ امام مسلم کی صحیح، امام بخاری کی صحیح سے عمدہ ہے اور مسلم بن قاسم قرطبی ماسر وارقطبی نے کہا کہ امام مسلم کی صحیح کی مثل کوئی شخص نہیں پیش کر سکتا۔ ابن حزم بھی صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دیتے تھے۔ اور خود امام مسلم نے اپنی کتاب کے بارے میں فرمایا تھا کہ اگر مائین دوسو سال بھی احادیث لکھتے ہیں پھر بھی ان کا مدد اسی کتاب پر ہوگا۔ سنہ اور اب تو دوسو برس چھوڑ کر گیاں سو برس ہونے کو آئے لیکن اس مرد خدا کے قول کی صداقت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اور شاہ عبدالعزیز بیان کرتے ہیں کہ ابوہریرہ سفرائی کو کسی شخص نے وفات کے بعد خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ تمہاری بخشش کس سبب سے ہوئی تو انہوں نے صحیح مسلم کے چند اجزاء کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ان اجزاء کے سبب اللہ تعالیٰ نے مجھے بخشش دی۔ اس خواب سے معلوم ہوا کہ صحیح مسلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرف قبولیت حاصل کر چکی ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح کی تالیف کا سبب خود بیان فرمایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ مجھ سے میرے بعض سبب تالیف اور مدت | تمام نے درخواست کی کہ میں احادیث صحیحہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار کروں جس میں بلا تکرار احادیث کو جمع کیا جائے۔ چنانچہ ان کی درخواست پر میں نے اپنی صحیح کی تالیف کی۔ امام مسلم نے یہاں لاکھ احادیث میں سے اپنی جامع صحیح کا انتخاب فرمایا اور جن مشائخ کی احادیث کو انہوں نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے ان سبب سے انہوں نے بالمشافہ اور براہ راست سماع کیا ہے اور اس تصنیف میں انہوں نے صرف اپنی ذاتی تحقیق پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ مزید احتیاط

۱۔ شیخ محمد الدین ابوداؤد کراچی بن شرف النووی المتوفی ۵۷۲ھ، مقدمہ شرح مسلم ص ۱۳، مطبوعہ دار محمد الفاضل کراچی ۱۳۷۵ھ

۲۔ حافظ شاہ الدین ابن حجر عسقلانی المتوفی ۸۵۲ھ، تہذیب الساری جلد ۱ ص ۲۴، مطبوعہ مصر۔

۳۔ شیخ محمد الدین ابوداؤد کراچی بن شرف النووی متوفی ۵۷۲ھ، مقدمہ شرح مسلم ص ۱۳، مطبوعہ دار محمد الفاضل کراچی ۱۳۷۵ھ

۴۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۲۹ھ،ستان المحدثین ص ۲۸۱، مطبوعہ سید ایشہ کمپنی کراچی



کے پیش نظر اس مجموعہ میں صرف ان احادیث کو لانے ہیں جن کی خدمت پر اس وقت کے اکابرین کا اتفاق تھا اور پھر اسی پر عمل نہیں کیا بلکہ تحقیق مزید کے لیے کتاب کی تکمیل کے بعد اسے حافظ عصر ابو زہرہ کی خدمت میں پیش کیا جو اس زمانہ میں اعلیٰ حدیث اور جمع و تبدیل کے فن میں امام گردانے جاتے تھے اور جن روایت کے بارے میں انھوں نے کسی علت کی نشاندہی کی، امام مسلم نے اس کو کتاب سے خارج کر دیا، اس طرح پندرہ سال کی لگاتار جدوجہد اور شدید مشقت کے بعد صحیح مسلم کی صورت میں یہ مجموعہ احادیث تیار ہو گیا۔

**تیسری** حاجی علیفہ اور دیگر مورخین نے صحیح مسلم کا نام اچھا سمجھا ہے، بیان کیا ہے مگر اس نام پر بعض حضرات نے یہ اعتراض کیا ہے کہ جامع حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں تفسیر بھی ہو اور صحیح مسلم میں تفسیر سے متعلق احادیث بہت کم ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جامع کے تحقیق کے لیے کتاب میں نفس تفسیر کا لانا شرط ہے قلت یا کثرت ملحوظ نہیں ہے۔

چنانچہ متقدمین میں سے سفیان ثوری اور سفیان بن عیینہ کی جو تصانیف جامع کے نام سے مشہور ہیں ان میں بھی تفسیر بہت کم ہے صحیح مسلم میں تفسیر اس قدر کم لانے کا سبب یہ ہے کہ تفسیر سے متعلق اکثر روایات امام مسلم کتاب کے شروع میں سے آئے ہیں اور چونکہ اس کتاب میں انھوں نے حتی الامکان تکرار سے گریز کیا ہے اس لیے کتاب التفسیر میں ان روایات کو دوبارہ نہیں لائے۔

**اسلوب** امام مسلم نے اپنی صحیح کی تالیف اور ترتیب میں انتہائی سہم و احتیاط اور کامل درج اور تقویٰ سے کام لیا ہے۔ امام ابن شہاب و ہریری، امام مالک اور امام بخاری حدیث اور اخبار کے درمیان فرق نہیں کرتے، اور ابن جریر، ابو داؤد، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن یحییٰ، عبد اللہ بن مبارک اور دیگر تمام محدثین حدیث اور اخبار میں فرق کرتے ہیں۔ حدیث کا احتمال اس وقت کرتے ہیں جب اسناد حدیث کی قرأت کرے اور شاگرد دیکھ رہے ہوں اور اخبار کا احتمال اس وقت کرتے ہیں جب شاگرد پیش سے اور استاد سن رہا ہو۔ چونکہ اکثر محدثین اخبار اور حدیث میں ایک کا احتمال دوسرے کی جگہ بات نہیں رکھتے، اس لیے احتیاط کے پیش نظر امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہی طریقہ اختیار کیا ہے اور حدیث اور اخبار کے فرق کو قائم رکھا ہے۔

امام مسلم نے سند حدیث میں راویوں کے اسماء کے ضبط کا بھی بڑا خیال رکھا ہے جس راوی کا اصل سند میں صرف نام ذکر کیا گیا ہو اور نسب کا ذکر نہ ہو جس کے سبب ابہام پیدا ہو تو وہ اس کی وضاحت کرتے ہیں مگر اس احتیاط کے ساتھ کہ استاد کے بیان کیے ہوئے الفاظ میں غلط نہ آتے۔ مثلاً انور نے ایک سند ذکر کی۔ حدیثنا سلیمان بن یحییٰ ابن بلال بن یحییٰ و ہریر بن سید، اس مقام پر استاد نے سلیمان بن بلال کا نام صرف سلیمان اور یحییٰ بن سید کا نام صرف یحییٰ ذکر کیا تھا اور ان کے نسب کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ امام مسلم چاہتے تو اس کو سلیمان بن بلال اور یحییٰ بن سید کے نام سے ذکر کر سکتے تھے، لیکن اس صورت میں یہ وہم ہوتا کہ شاید استاد نے اپنی سند میں ان کا ذکر اسی طرح کیا ہے اس لیے احتیاط امام مسلم نے ایک نام کے ساتھ یعنی ابن بلال اور دوسرے نام کے ساتھ و ہریر بن سید لکھا۔

اسی طرح راوی کے اسم، صفت، کنیت یا نسب میں اختلاف ہو تو امام مسلم اس کا بھی بیان کر دیتے ہیں۔ نیز جس اسناد میں کوئی علت غایی ہو اس کو بھی ظاہر کر دیتے ہیں۔ سند میں اگر اتصال یا ارسال اور متن میں زیادتی یا کمی کا اختلاف ہو تو اس کو واضح کر دیتے ہیں الفاظ حدیث کے اختلاف کو داللفظ لغات کے ساتھ اسی جگہ بیان کر دیتے ہیں۔ صحیح مسلم ان خبریوں میں مندرجہ



ہے۔ امام بخاری کی صحیح میں یہ غریباں نہیں ہیں۔

ایک متن حدیث جب اسانید متذکرہ سے مروی ہو تو امام مسلم ان تمام اسانید کو ان کی احادیث کے ساتھ ایک جگہ ذکر کر دیتے ہیں وہ ان احادیث کو متعدد ابواب میں متفرق کرتے ہیں نہ ایک حدیث کی مختلف ابواب میں تقطیع کرتے ہیں۔ حدیث کو اس کے اصل الفاظ کے ساتھ وارد کرتے ہیں نہ رعایت بالمعنی کرتے ہیں اور نہ حدیث کا اختصار کرتے ہیں نیز باب کے تحت صرف احادیث لاتے ہیں۔ آثار صحابہ اور اقوال تابعین کے ساتھ احادیث کو محقق نہیں کرتے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں احادیث کو ترتیب وار ابواب کے لحاظ سے وارد کیا ہے لیکن تراجم اور عنوانات مقرر نہیں کیے۔ امام نووی فرماتے ہیں اس کا سبب یا تو اختصار تھا یا کوئی اور امر جس کو امام مسلم ہی بہتر طور پر جانتے تھے۔ بہر حال بعد کے لوگوں نے ان ابواب کے تراجم مقرر کر دیے ہیں جن کو صحیح مسلم کے حاشیائی ذکر کر دیا گیا ہے۔ ان تراجم میں بعض بہت عمدہ ہیں اور بعض میں رکاکت اور تفصیر ہے۔

**شرائط** امام مسلم نے اپنی جامع صحیح میں احادیث وارد کرنے کی یہ شرط مقرر کی ہے کہ حدیث کو نقل کرنے والے تمام راوی مسلم، عادل، ثقہ، متصل غیر فشا اور غیر متصل ہوں۔ ثقہ کا معیار امام مسلم کے نزدیک یہ ہے کہ وہ راوی طبقہ اولیٰ اور ثانیہ سے ہوں۔ یعنی کامل الضبط والاقتان اور کثیر الملازمات مع الشیخ ہوں یہ طبقہ اولیٰ ہے یا کامل الضبط اور قلیل الملازمات میں۔ یہ طبقہ ثانیہ ہے یا طبقہ ثالثہ یعنی ناقص الضبط اور کثیر الملازمات تو ان کی رعایت سے امام مسلم انتخاب کرتے ہیں اور استنباط فقہ پہلے دو طبقوں سے کرتے ہیں اور اتصال کا معیار ان کے نزدیک یہ ہے کہ راوی اور مروی عہد کے درمیان مسامحت کا ثبوت ہو جائے۔

امام مسلم نے روایۃ حدیث کے تین طبقات مقرر کیے ہیں اول وہ ضبط اور اقتان میں اعلیٰ درجہ پر ہیں ثانی متوسطین اور ثالث متروکین جو مستہم یا کذب ہوں اور امام مسلم نے اس کتاب میں حدیث لانے کی شرط یہ قائم کی ہے کہ وہ راوی پہلے دو طبقوں میں سے ہوں اور ان دونوں میں پہلے طبقہ کی روایات مقدم ہوں گی اور تیسرے طبقہ کے بارے میں انھوں نے تصریح کر دی ہے کہ وہ اس طبقہ کی احادیث کی تخریج نہیں کریں گے۔ اس کے باوجود صحیح مسلم میں تیسرے طبقہ کی روایات بھی موجود ہیں۔ اس کی توجیہ میں یہ کہا گیا ہے کہ امام مسلم نے اس طبقہ کی روایات اصالتہ وار نہیں کیں بلکہ ان کو بالاتباع تائید کے مرتبہ میں لائے ہیں یا اس طبقہ کی روایات کو اس وقت لائے ہیں جب وہ کسی ثقہ بخاری مثلاً علو اسناد پر مشتمل تھیں۔ نیز یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس ضعف کی وجہ سے ان راویوں کو طبقہ ثالثہ میں شمار کیا گیا ہے۔ ان میں وہ ضعف مثلاً نسیان یا اتصال وغیرہ صحیح مسلم میں ان کی احادیث کے اندراج کے بعد لاحق ہوا ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں احادیث وارد کرنے کے لیے ایک شرط یہ بھی عائد کی ہے کہ اس حدیث کی نصحت پر اجماع ہو چکا ہو کیونکہ جب ان سے حدیث ابھرے وہ فاضلہ فاضلہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ آپ نے اس کو اپنی صحیح میں درج کیوں نہیں کیا تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے ہر اس حدیث کو کتاب میں درج نہیں کیا جو صرف میرے نزدیک صحیح تھی۔

۱۔ طاہر بن صلاح الجوزی دمشقی ترمیمہ النظر ص ۸۷، مطبوعہ مصر۔

۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، مقدمہ صحیح مسلم ص ۲ تا ۵، مطبوعہ دار محمد الفکر المطابع کراچی ۱۳۵۵ھ



بلکہ اس حدیث کو درج کیا ہے جس کی صحت پر اتفاق ہو چکا ہو۔  
 امام مسلم کی اس شرط پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ صحیح مسلم میں بہت سی ایسی احادیث ہیں جن کی صحت پر سب کا اتفاق نہیں ہے۔ امام نووی نے شرح مسلم میں اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جن احادیث کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے ان کے خیال میں ان کی صحت پر سب کا اتفاق ہو چکا تھا خواہ فی الواقع ایسا نہ ہوا ہو۔ اور حافظ ابن الصلاح نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ جو احادیث صحیح علیہ نہیں ہیں لیکن ہے ان کو وارد کرتے وقت امام مسلم کو یہ شرط یاد نہ رہی ہو اور علامہ سیوطی نے اس کے جواب میں فرمایا ہے کہ اس اجماع سے اجماع اتفاقی مراد ہے یعنی امام احمد بن حنبل، یحییٰ بن یحییٰ، عثمان بن ابی شیبہ اور سید بن نصر کا اجماع۔ اور امام مسلم کی لائی ہوئی احادیث اس قسم کے اجماع سے بہر حال خالی نہیں ہیں۔  
 امام بخاری اور مسلم بن الحجاج انصال کے لیے صرف راوی اور مروی عنہ کی مصاحف کو کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ ان میں باہم ملائی کی بھی شرط لگاتے تھے اس لیے امام مسلم نے مقدمہ صحیح میں ان لوگوں پر انتہائی شدید اور تندی فرمادیا ہے جس کا ذکر امام مسلم کے ذکر کردہ مقدمہ میں آ رہا ہے۔

امام بخاری کی طرح امام مسلم نے اپنی صحیح میں تقلیدات کی کثرت نہیں کی تاہم ابن الصلاح نے صحیح مسلم کے صرف چودہ تقلیدات مقامات گنوائے ہیں جہاں مسلم نے سند مسلکی کے ساتھ احادیث وارد کی ہیں تفصیل یہ ہے:

- ۱۔ حدیث ابی جہم باب تیمم۔
- ۲۔ حدیث ابی العلاء باب صلوة النبی۔
- ۳۔ حدیث یحییٰ بن عسان باب سکوت میں اہل کبیر والقرۃ۔
- ۴۔ حدیث عائشہ کتاب الجنائز۔
- ۵۔ حدیث عائشہ باب الجراح۔
- ۶۔ حدیث جعفر بن زبیم باب الجراح۔
- ۷۔ حدیث کعب بن مالک فی تقاضی ابن خدر۔
- ۸۔ حدیث عمر باب احکام راطعام۔
- ۹۔ حدیث ابی اسامہ باب فتنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
- ۱۰۔ حدیث ابن عمر آخر باب الفتناء۔
- ۱۱۔ حدیث ابی سعید خدری آخر کتاب الفتناء۔
- ۱۲۔ حدیث براء بن عازب فی الصلوة الوسطی۔
- ۱۳۔ حدیث ابو ہریرہ باب الرجیم۔
- ۱۴۔ حدیث عوف بن مالک کتاب الامارۃ۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں کہ یہ چودہ احادیث اگرچہ سند منقطع سے وارد ہیں لیکن یہ احادیث دوسرے طرق سے جہات

صحیحہ سے سند متصل کے ساتھ بھی مروی ہیں اس لیے یہ روایات بھی حکماً صحیح ہیں بلکہ

**عدد روایات** صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ ابو الفضل احمد بن سلمہ نے بیان کیا ہے کہ صحیح مسلم کی کل احادیث بارہ ہزار ہیں اور ابو حفص نے بیان کیا ہے کہ آٹھ ہزار ہیں۔ ابوزناری نے اسی کی تصحیح کی ہے اور حدیث کرات کے بعد صحیح مسلم میں بالا تفاق چار ہزار احادیث ہیں بلکہ

حافظ ابن صلاح کہتے ہیں کہ حافظ ابو قریش بیان کرتے ہیں کہ ہم شیخ ابو زرعہ کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ امام مسلم آئے اور سلام کر کے مجلس میں بیٹھ گئے۔ پھر اپنی صحیح کو پیش کر کے کہا یہ چار ہزار احادیث صحیحہ کا مجموعہ ہے۔ شیخ ابو زرعہ نے سن کر کہا باقی احادیث کس کے لیے چھوڑ دیں۔ حافظ ابن صلاح کہتے ہیں کہ چار ہزار احادیث سے امام مسلم کی مراد وہ احادیث تھیں جو غیر کورس ہیں۔

**مستخرجات** اصطلاح حدیث میں مستخرج حدیث کی اس کتاب کو کہتے ہیں جس میں کسی کتاب کی احادیث کو دیگر اسانید کے ساتھ اس کے مصنف کی شرائط پر جمع کیا جائے۔ صحیح مسلم کی احادیث کی تحریک میں بہت سی کتب تصنیف کی گئی ہیں چند ازاں یہ ہیں:

(۱) **المسند ایچ علی مسلم** یہ حافظ ابو بکر محمد بن محمد النیشاپوری الاسفرائینی المتوفی ۲۸۷ھ کی تصنیف ہے۔ حافظ اسفرائینی اکثر شیوخ میں امام مسلم کے شریک ہیں۔

(۲) **التخریج علی صحیح مسلم** یہ ابو جعفر احمد بن حمدان علی النیشاپوری المتوفی ۳۱۱ھ کی تالیف ہے۔

(۳) **مختصر المسند ایچ علی مسلم** یہ حافظ ابو عمران یعقوب بن اسحاق الاسفرائینی المتوفی ۳۱۷ھ کی تصنیف ہے۔ اعمش نے یونس بن عبد الاعلیٰ اور دوسرے شیوخ مسلم سے روایت کی ہے۔

(۴) **التخریج علی مسلم** یہ ابو زعفر محمد بن محمد الطوسی الشافعی المتوفی ۳۴۴ھ کی تالیف ہے۔

(۵) **التخریج علی مسلم** یہ ابو حامد احمد بن محمد الشافعی الشافعی الہروی المتوفی ۳۵۵ھ کی تالیف ہے۔

(۶) **المسند ایچ علی مسلم** یہ ابو بکر محمد بن عبد اللہ البخاری النیشاپوری المتوفی ۳۸۸ھ کی تالیف ہے۔

(۷) **المسند المستخرج علی مسلم** یہ حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ الاصفہانی المتوفی ۴۲۳ھ کی تالیف ہے۔

(۸) **المخرج علی صحیح مسلم** یہ ابو الولید حسان بن محمد القرشی المتوفی ۴۳۹ھ کی تصنیف ہے۔

۱۔ شیخ محمد الدین یحییٰ بن شرف نور کا متوفی ۶۷۷ھ مقتدر شرح مسلم جلد ۱ ص ۱۲، مطبوعہ دارالحدیث المطابع کراچی ۱۳۴۲ھ

۲۔ شیخ طاہر بن صلاح ابوزناری توجیہ النظر ص ۹۳، مطبوعہ مصر



# شروعات صحیح مسلم

صحیح مسلم پر متعدد حواشی لکھے گئے اور بہت سی شروعات تصنیف کی گئی ہیں اور تقریباً ہر لکھنؤ میں علماء و اساتذہ اور جلیل القدر محدثین صحیح مسلم کی احادیث کے اسرار و رموز اور حقائق و دقائق بیان کرتے رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں چند شروعات کے احوال ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱)۔ المفہم فی شرح غریب مسلم | یہ امام عبد القادر بن اسماعیل الفارسی المتوفی ۵۲۹ھ کی تالیف ہے۔

(۲)۔ شرح مسلم | یہ امام ابو القاسم اسماعیل بن محمد مصعبانی متوفی ۵۳۵ھ کی تالیف ہے۔

(۳)۔ المعلم بقواعد کتاب مسلم | یہ ابو عبد اللہ محمد بن علی المازری المتوفی ۵۳۷ھ کی تالیف ہے۔

(۴)۔ الاکمال فی شرح مسلم | یہ تاجی عیاض بن موسی المالکی المتوفی ۵۴۲ھ کی تالیف ہے۔

(۵)۔ شرح مسلم | یہ عماد الدین عبد الرحمان بن عبد الحلیم المصری المتوفی ۶۴۲ھ کی تصنیف ہے۔

(۶)۔ المفہم لما أشکل من تلخیص کتاب مسلم | یہ شرح ابوالباس احمد بن محمد بن ابراہیم القرطبی المتوفی ۶۵۶ھ کی تالیف ہے۔ اس شرح میں میں الفاظ غریبہ کے معانی، احادیث اور احادیث سے مستنبط دیگر نکات کو بیان کیا گیا ہے۔

(۷)۔ المنہاج فی شرح مسلم بن الحجاج | یہ شرح حافظ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی الشافعی المتوفی ۶۷۲ھ کی تالیف ہے۔ امام نووی نے فرمایا کہ اگر مجھے لوگوں کی پرستش، محبت اور قلت رغبت کا خیال نہ ہوتا تو میں سو جلدوں میں اس کی شرح کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس شرح کو بے حد مقبولیت عطا فرمائی، عام طور پر برصغیر کے علماء کے پاس یہی شرح ہے جسے صحیح مسلم کے ساتھ چھاپ دیا گیا ہے۔ حافظ شمس الدین القزوی المتوفی ۷۸۸ھ نے اس شرح کا اختصار بھی کیا ہے۔

(۸)۔ شرح مسلم | یہ شرح ابو الطرح بیسی بن مسعود الزہادی المتوفی ۷۴۲ھ کی تالیف ہے۔ پانچ جلدوں پر مشتمل یہ ایک ضخیم شرح ہے۔

- (۹)۔ شرح زوائد مسلم علی البخاری | یہ شرح سراج الدین عمر بن علی المتوفی ۸۴۴ھ کی تالیف ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل ہے۔
- (۱۰)۔ اکمال اکمال المعلم | یہ شرح امام عبداللہ محمد بن خلیفہ المائکی المتوفی ۸۲۷ھ کی تالیف ہے۔ چار جلدوں پر مشتمل ایک ضخیم شرح ہے۔
- (۱۱)۔ شرح مسلم | یہ شرح طبعی اکتی الدین ابوبکر بن محمد الدمشقی المتوفی ۸۲۹ھ کی تالیف ہے۔
- (۱۲)۔ الدیباج علی صحیح مسلم بن الحجاج | یہ حافظ جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر السیوطی المتوفی ۹۱۱ھ کی تالیف ہے۔
- (۱۳)۔ شرح مسلم | یہ شرح قاضی زین الدین زکریا بن محمد الانصاری المتوفی ۹۲۹ھ کی تالیف ہے۔
- (۱۴)۔ منہاج الایتنہاج بشرح مسلم بن الحجاج | یہ شرح شیخ شہاب الدین احمد بن محمد القسطلانی المتوفی ۹۲۳ھ کی تالیف ہے۔ آٹھ جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ تقریباً نصف کتاب کی شرح ہے۔
- (۱۵)۔ شرح مسلم | یہ شرح علاء الدین قاری المتوفی ۱۰۱۲ھ کی تالیف ہے۔ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے۔
- (۱۶)۔ فتح المہم | شیخ شہیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۷۹ھ کی تالیف ہے، زمین جلدوں میں اخیر کتاب النکاح تک لکھی ہے، جسٹس محمد تقی عثمان نے کتاب الرضاع سے اخیر کتاب تک چار جلدوں میں اس کا تكمید کیا ہے۔
- (۱۷)۔ شرح صحیح مسلم | (۱)۔ اعلام افکار مولیٰ مولانا اس شرح میں پہلے احادیث کا اردو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ پھر ان احادیث کی سندیں شرح کی ہے۔ ۱۴۰۰ھ میں اس شرح کو شائع کیا گیا۔ اور ۱۴۱۲ھ میں اس کا اختتام ہوا درمیان میں چھ سال بیماری کی وجہ سے سلسلہ تصنیف منقطع رہا۔

## مختصرات صحیح مسلم اور ان کی شرح

صحیح مسلم کا خلاصہ کر کے مختصرات کی بھی تالیف کی گئی ہے اور بعض لوگوں نے ان کی شرح بھی لکھی ہیں۔

- (۱)۔ مختصر صحیح مسلم | یہ شرح ابراہیم بن عبداللہ المرسی المتوفی ۶۵۵ھ کی تالیف ہے۔

۲۔ ان تمام شروح کا ذکر حاجی خلیفہ المتوفی ۱۰۷۷ھ نے کشف الظنون ج ۱ ص ۵۵۸-۵۵۷ میں کیا ہے۔



(۲) - مختصر صحیح مسلم | حافظ ذکی الدین عبدالعظیم المتوفی ۷۵۶ھ کی تالیف ہے۔

(۳) - شرح مختصر صحیح مسلم | یحییٰ بن عبدالملک مکرزی المتوفی ۸۴۵ھ کی تالیف ہے۔

(۴) - شرح مختصر صحیح مسلم | یحییٰ بن احمد الاسدی المتوفی ۸۶۳ھ کی تالیف ہے۔

شرح، محققات اور مستحبات کے ملاوے مسلم کے اسرار رجال پر مبنی کتابیں کھچی گئی ہیں جن میں ابو بکر احمد بن علی الاصغہانی المتوفی ۲۷۹ھ کی تالیف مشہور ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۵۔ ان تمام شروح کی تفصیل حاجی خلیفہ المتوفی ۱۰۶۷ھ نے کشف الظنون جلد ۱ ص ۵۵۰ - ۵۵۱ سے لی گئی ہے۔

## شرح صحیح مسلم

از قلم: قاری عبدالمجید شریقی برٹش برطانیہ

۱۹۷۶ء میں پہلی بار میں نے علامہ غلام رسول سعیدی کو دیکھا، کچھ عماران کے متعلق گفتگو کر رہے تھے کہ یہ واحد عالم دین ہیں جو اس کم لمبی میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں، کچھ عرصہ بعد میں نے حضرت علامہ کی ایک کتاب عنیاء کنز الایمان پر بھی اور پھر یہ نام میرے ذہن سے غور ہو گیا، ۱۹۸۲ء میں، میں پاکستان سے برطانیہ آگیا، مولانا احمد نثار بیگ نے مانچسٹر میں ایک ماحنامہ نکالا جس میں انھوں نے وجود باری پر حضرت علامہ سعیدی کا ایک مضمون شائع کیا، یہ مضمون پڑھ کر مجھے حضرت علامہ کے علم و فضل کا اندازہ ہوا، اس کے بعد پھر یہ نام ذہن سے غائب ہو گیا۔

۱۹۹۰ء میں میں نے پاکستان سے بعض دینی کتابیں منگوائیں جن میں سے ایک کتاب کا نام ”شرح صحیح مسلم“ تھا، اور مصنف کا نام تھا علامہ غلام رسول سعیدی، میں نے اس کتاب کا مطالعہ شروع کر دیا، اس کے پڑھنے میں اتنا لطف آیا کہ جب تک چاروں جلدیں ختم نہیں کر لیں، چین نہیں آیا، اس کی وجہ یہ تھی کہ برطانیہ میں ہر روز نئے مسائل کا سامنا ہوتا ہے، کبھی عقائد پر کبھی عبادات پر اور کبھی مسائل پر غیر مسلموں کے اعتراضات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، جب ”شرح صحیح مسلم“ کا مطالعہ کیا تو خدا کے فضل سے ان کے بہت سے اعتراضات کے جوابات مل گئے، پھر پانچویں جلد آ گئی اس میں اور دوسرے بہت سے مسائل کی تحقیق تھی، اب جب سے میرے پاس ”شرح صحیح مسلم“ ہے، مجھے کسی اور کتاب کو دیکھنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

ایک دن کا واقعہ ہے میرے ایک نو مسلم دوست محمد خلیل نے مجھے فون کیا کہ میں نے ایک یہودی پروفیسر کو بتایا کہ جو شخص حوض کوثر سے پانی پیئے گا اس کو دوبارہ پیاس نہیں لگے گی، اس یہودی پروفیسر نے اعتراض کیا تو پھر جنت میں نہریں کس لیے بنائی ہیں؟ میں نے اپنے نو مسلم دوست سے کہا ایک گھنٹہ بعد فون کرنا، پھر میں نے ”شرح صحیح مسلم“ کی پانچویں جلدوں کی فہرست دیکھ ڈال مگر وہ مسئلہ نہ ملا، میں سخت پریشان ہو رہا تھا کہ دروازہ پر دستک ہوئی، میں نے دروازہ کھولا تو ڈاکیہ تھا، اس نے کہا تمہارا پاکستان سے پارسل ہے۔ میں نے پارسل کھولا تو وہ ”شرح صحیح مسلم“ کی جلد سادس تھی، میں نے جلد از جلد فہرست دیکھی تو اس میں حوض کوثر کی بحث مل گئی، اور اس بحث میں اس سوال کا جواب بھی لکھا ہوا تھا کہ حوض کوثر کا پانی پینے کے بعد پیاس تو کبھی نہیں لگے گی اور جنت کی نہروں کا پانی پیاس بجھانے کے لیے نہیں حصول لذت کے لیے پیا جاتے گا۔ اس سال جب علامہ صاحب برطانیہ آئے تھے تو میں نے ان سے چند مسائل کا ذکر کیا جو یہاں کے مسلمانوں کو درپیش ہیں، آپ نے فرمایا میں نے ”شرح صحیح مسلم“ کی ساتویں جلد میں ان مسائل پر بڑی تفصیل سے لکھا ہے، ان شاء اللہ ”شرح صحیح مسلم“ کی تکمیل کے بعد کوئی ایسا مسئلہ نہیں رہے گا جس کا حل ”شرح صحیح مسلم“ میں نہ ہو۔



حضرت علامہ کا مخرج صحیح مسلم میں اسلوب یہ ہے کہ آپ جن مسئلہ پر بحث کرتے ہیں تو پہلے قرآن مجید کی آیات سے استدلال کرتے ہیں، پھر احادیث صحیحہ سے استنباط کرتے ہیں، پھر ائمہ اربعہ کے اقوال ان کے اصل مآخذ سے پیش کرتے ہیں اس کے بعد اس پر لکھتے دسے جدید و قدیم اعتراضات کے جوابات دیتے ہیں، اس کتاب کو پڑھنے سے قاری کو اعلازہ ہوتا ہے کہ آپ نے اس کو کھتے وقت صد ہا کتابوں کا طبعی مطالعہ کیا ہے، پھر آپ اپنے معاصر علماء سے مذاکرہ کرتے ہیں، تب کہیں جا کر اس مسئلہ کے منتقل اپنی رائے قائم کرتے ہیں اور عصری مسائل میں سے جس تنازعہ مسئلہ پر آپ اپنی رائے پیش کرتے ہیں اس کے آخر میں لکھ دیتے ہیں اگر یہ رائے حق اور صواب ہے تو یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے القاب و تائید میری فکر کی کوتاہی اور مطالعہ کی کمی ہے اللہ تعالیٰ اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں۔

عام طور پر لکھنے والوں کا طریقہ یہ ہے کہ کسی مشہور مصنف کی کتاب سے اس کی تحقیق نقل کر دیتے ہیں اور اگر اس مصنف کو کسی حوالے میں کوئی سہولت ہو گیا تو یہ بھی اسی طرح لکھی پر لکھی مار دیتے ہیں، زمانہ قریب کے اور معاصر مصنفین تو الگ رہے۔ حضرت علامہ سعیدی نے شرح صحیح مسلم میں متنبہ کیا ہے کہ علامہ نووی، علامہ ابن حجر عسقلانی اور علامہ ابن تیمیہ وغیرہم کو بھی بعض مقامات پر حنفی مذہب کو نقل کرنے میں مہور ہوا ہے، اس کے برعکس حضرت علامہ جب کسی امام کا مذہب نقل کرتے ہیں تو کسی دوسرے مذہب کی کتاب پر اقتداء نہیں کرتے ہیں بلکہ اس مذہب کے غریبین سے حوالہ جات نقل کرتے ہیں۔

حضرت علامہ جب کسی مسئلہ میں دوسروں سے اختلاف کرتے ہیں تو اپنے موقف پر بکثرت نقل اور نقلی دلائل پیش کرتے ہیں اور جس کا تعاقب کرتے ہیں اس کا بری عزت اور احترام سے ذکر کرتے ہیں، شمس الائمہ علامہ عسقلانی کا نظریہ یہ ہے کہ اگر فقہ کا خوف نہ ہو تو عورت کے چہرے اور ہاتھوں کی طرف دیکھنا جائز ہے اور حضرت علامہ کے نزدیک مواضع ضرورت کے علاوہ عورت کا چہرہ اور ہاتھ بھی واجب الستر ہے۔ اس مقام پر علامہ عسقلانی سے اختلاف کرتے ہوئے علامہ سعیدی لکھتے ہیں ہم علامہ عسقلانی کی گردنیں کو بھی نہیں سمجھتے، فقہ حنفی کی قدرت کے علامہ عسقلانی نے جو ملت اسلامیہ پر عظیم احسان کیا ہے اس کے بوجھ سے ہم کبھی سر نہیں اٹھا سکتے، لیکن علامہ عسقلانی کے تمام علم و فضل کے باوجود ہم یہ کہنے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان کے چہرے اور ہاتھوں کو ستر سے سنبھلی کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکمل عورت کو بغیر کسی استثناء کے واجب الستر قرار دیا ہے، امام ترمذی روایت کرتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عورت (ستر تاپا) واجب الستر ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۵ ص ۶۵۰-۶۴۹)

اس سے پہلے صحیح مسلم کی جس قدر شرح لکھی گئی ہیں، ان میں سب سے زیادہ مفصل اور مشہور شرح علامہ نووی کی ہے، لیکن اس شرح میں آپ دیکھیں گے کہ علامہ نووی ہر جگہ مذہب شافعی کی برتری بیان فرماتے ہیں، اور اکثر مقامات پر مذہب اخلاف کا رد کرتے ہیں اور ان پر بہت قوی اور علمی اعتراضات کرتے ہیں، لہذا فقہاء اخلاف پر یہ قرض تھا کہ علماء احناف میں سے کوئی ایسا مرد میدان پیدا ہو جو اس قرض کو اتار دے اور صحیح مسلم کی ایسی شرح لکھے جس میں علامہ نووی کے تمام اعتراضات کے جوابات ہوں اور تمام مذاہب پر مذہب حنفی کی برتری کا بیان ہو، قسام ازل نے یہ سعادت حضرت علامہ سعیدی کے نصیب میں لکھ دی تھی۔ علامہ ابن خلدون نے لکھا ہے کہ صحیح بخاری کے ابواب کے تراجم کی احادیث کے ساتھ مطابقت بیان کرنا یہ امام بخاری کا امت مسلمہ پر قرض ہے، اور علامہ نے لکھا ہے کہ علامہ ابن حجر عسقلانی



رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری لکھ کر اس فرض کو اتار دیا ہے، سو جس طرح علامہ بیہقی نے صحیح بخاری کی شرح لکھ کر امام بخاری کا فرض اتارا ہے، علامہ سیدی نے صحیح مسلم کی شرح لکھ کر علامہ نووی کا فرض اتارا ہے اور ان دونوں شرحوں کی وجہ سے الحمد للہ ہم کم از کم شیعین کے فرض سے کبریٰ ہو گئے، بلکہ میں کہتا ہوں کہ شرح صحیح مسلم صرف صحیح مسلم ہی کی شرح نہیں ہے بلکہ یہ پوری صحاح ستہ کی احادیث کی شرح ہے، کیونکہ صحاح ستہ کی احادیث کم و بیش مشترک ہیں صرف اسانید اور ابواب کی ترتیب کے لحاظ سے فرق ہے۔

اب میں چند مسائل کا بطور تحریر ذکر کر رہا ہوں مثلاً فاسنی کی امامت ایک ایسا عنوان ہے جس پر اس سے پہلے آج تک اتنی تفصیل سے نہیں لکھا گیا، اسی طرح مسافت قصر کی جن طرح حضرت نے تحقیق کی ہے وہ پندرہ حصے تعلق رکھتی ہے، اس مسئلہ پر انھوں نے اپنے مباحثہ علماء سے مذکورہ بھی کیا اور ہر ممکن طریقہ سے اس مسئلہ کو منقح فرمایا، عصری مسائل میں سے ایروپ تک ورائٹ سے علاج، انتقال عین، پوسٹ مارٹم اور اعضا کی، جو مذکاری پر بہت مبسوط بحث کی ہے، خلاقیات میں سے علم غیب، نور و بشیر، بدعت اور میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت حروفی تجزیہ کیا ہے، راقم انحرف برٹنل میں رہتا ہے، اس شہر کی یونیورسٹی بہت مشہور ہے، اس لیے سو دی عرب، کوریت، بحرین، ابو ظہبی وغیرہ کے طلباء اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے یہاں سکالرشپ پر آتے ہیں، اور وہ اپنے دینی اجتماعات میں معروف علماء کو دعوت دیتے ہیں، اس طرح مجھے اکثر و بیشتر ریاض، جدہ، طائف اور حرمین طیبین کے علماء سے ملاقات کا موقع میسر آتا ہے، میں نے ان کے سلسلے شرح صحیح مسلم سے یہ چاروں مسائل بیان کیے تو انھوں نے کہا اگر واقعی علماء اہلسنت کے یہی نظریات ہیں تو پھر ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں ہے، اس لیے اس امر کی شدید ضرورت ہے کہ کوئی صاحب غزیت شرح صحیح مسلم کو عربی میں منتقل کر دے تاکہ دنیا بھر میں ہمارے مسلک کی صحیح ترجمانی ہو سکے، اور وہ لوگ جو ہمیں دشمنی اور قبوری (بیت پرست، قبر پرست) کے القاب سے ملوث کرتے ہیں اور بریلویوں کو مزاحیوں کی طرح کوئی گمراہ فرتہ قرار دیتے ہیں اس کا قرار واقعی سد باب ہو سکے، میں نے ایک غیر مقلد عالم کو شرح صحیح مسلم کے چند اقتباسات منائے تو اس نے بے ساختہ کہا میرا دل چاہتا ہے کہ اچھی جا کر اس شخص کے ہاتھ پر ہیبت کر لوں۔

ضبط ولادت پر سید مودودی کی کتاب موجود ہے مگر اس میں انھوں نے فقہ ظاہری کی تمام روایات جمع کی ہیں علامہ سیدی نے اس مسئلہ پر ائمہ اربعہ کے اقوال بیان کیے اور ظاہر کے تمام اعتراضات کے جوابات دیے ہیں، اس سے پہلے اس موضوع پر کراچی کے ایک عالم نے بھی کتاب لکھی تھی مگر اس میں زیادہ تر حوالے سید مودودی کی کتاب سے لیے گئے ہیں، شرح صحیح مسلم میں علامہ سیدی کی تحقیق سب سے زیادہ جامع ہے۔

Test and the body پر بھی حضرت علامہ نے بہت مبسوط بحث کی ہے، میں نے جب اس کا مطالعہ کیا تو بہت محظوظ ہوا، چند دنوں کے بعد میں ایک میٹنگ میں شریک ہوا، جس میں ایک دین کے قریب انگریز سکالر بھی تھے، اس مجلس میں میں نے اسلام کی حقانیت پر چند باتیں پیش کیں، میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ماضی اور مستقبل کی خبریں دینا تو آگے رہا ہے تو ان کے ایک غلام کی کرامت بیان کرتا ہوں، علامہ شمس الدین نرسی نے لکھا ہے کہ: جس شخص کا آہستہ آہستہ اس کا ہوا ہوا جوع نہیں کر سکتا، ایسے شہر کا نقطہ اگر بغیر جماع کے کسی اور ذریعہ سے



عورت کی اطلاع نہانی میں پہنچے گا اور بچہ پیدا ہو جائے گا تو اس کا نسب اسی عورت کے شہر سے ثابت ہوگا، اور چونکہ وہ شخص جماع نہیں کر سکتا اس لیے فقہار نے عورت کو علیحدگی کے مطالبہ کی اجازت دی ہے۔ (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۳۸) میں نے کہا میڈیکل سائنس کو آج معلوم ہوا ہے کہ بغیر جماع کے بچہ پیدا ہو سکتا ہے اور ہمارے فقہانے ایک ہزار سال پہلے یہ مسئلہ بتا دیا تھا۔ جب انھوں نے یہ تقریر سنی تو ان میں سے دو انگریزوں نے اسلام قبول کر لیا، جن نے ایک کا نام محمد سلیم اور دوسرے کا نام محمد عابد رکھا اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہ دونوں نماز وغیرہ سیکھ رہے ہیں۔

علامہ سرخسی کی جس عبارت کا حوالہ سن کر دو انگریزوں کا اسلام ہو گئے وہ تقریباً ایک ہزار سال سے مبسوط میں چھپ رہی ہے، لیکن اس عبارت کو منظرِ عالم پر لانے اور اس کو ٹیسٹ ٹیوب بے بی پر منطبق کرنے اور اسلامی فقہ کی ہمہ گیری اور اُفاقیت کو اُجاگر کرنے کا سہرا شرح صحیح مسلم کے سر ہے۔ تین ملاؤں کے مسئلہ پر ایک مصری عالم کی تحقیق پڑھ کر ہمارے ایک حنفی عالم دین نے لندن میں کہہ دیا کہ اس مسئلہ میں فقہاء احناف کا مسلک درست نہیں ہے لیکن جب انھوں نے شرح صحیح مسلم میں تمام اعتراضات کے جوابات پڑھے تو اب انھوں نے پھر رجوع کر لیا ہے اور اب وہ کہتے ہیں کہ فقہاء احناف کا موقف ہی برحق ہے۔

علامہ سعیدی وہ واحد عالم دین ہیں جنھوں نے غزوہ بدر میں فرشتوں کے نزول کی ایسی تحقیق کی ہے جس سے ممکنین ملائکہ کے تمام اعتراضات اٹھ جاتے ہیں، اس پر گفتگو تو بہت سے علماء نے کی ہے مگر تسلی بخش جواب صرف حضرت علامہ سعیدی نے لکھا ہے کیونکہ ممکنین ملائکہ غزوہ بدر میں نزول ملائکہ کے واقعہ سے ملائکہ کے وجود کی نفی کرتے ہیں، خود انہی محرفوں سے کہنا بار افکارِ مرتد کے متبعین نے اس مسئلہ پر بحث کی مگر میں ان کو کوئی تسلی بخش جواب دینے سے قاصر پاتا تھا، لیکن جب سے میں نے شرح صحیح مسلم میں اس بحث کو پڑھا ہے ممکنین ملائکہ کو مسکت جواب دیتا ہوں۔

ایک اور اہم موضوع ہے اسلامی سیاست، پاکستان میں کتنے سیاسی رہنما ہیں جو عالم دین بھی ہیں اور وہ یہ بیان کرتے ہیں اسلام اور جمہوریت ایک ہی چیز ہے، خلیفہ کا قریشی ہونا شرط نہیں ایک حبشی بھی خلیفہ ہو سکتا ہے، بادشاہ کا اسلام میں وجود نہیں، وغیرہ وغیرہ۔ علامہ سعیدی نے اس موضوع کو نکھا کر بہت تفصیل سے پیش کیا ہے، میں سیاسی رہنماؤں کو یہ مشورہ دوں گا کہ وہ شرح صحیح مسلم میں اس بحث کو ضرور پڑھ لیں۔

فقہ کی ایک کتاب میں لکھا ہے کہ علاج کی غرض سے خون یا پیشاب کے ساتھ سورہ فاتحہ کو لکھنا جائز ہے، راقمِ حروف نے اکثر علماء سے اس کے متعلق پوچھا مگر چونکہ یہ بات بڑے بڑے فقہاء نے لکھی تھی، اس لیے سب نے اس مسئلہ پر سکوت اختیار کیا، علامہ سعیدی نے پہلی بار اس جوہر کو روشن کر رکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ خون یا پیشاب کے ساتھ سورہ فاتحہ لکھنے والے کا ایمان خطرہ میں ہے اگر کسی آدمی کو روزِ روشن سے زیادہ یقین ہو کہ اس عمل سے اس کو شفاء ہو جائے گی تب بھی اس کا مرجانا اس سے بہتر ہے کہ وہ خون یا پیشاب کے ساتھ سورہ فاتحہ لکھنے کی جرات کرے، اللہ تعالیٰ ان فقہاء کو جان کر سے بال کی کال نکالنے اور حیرتِ مستبط کر لے کی عادت کی وجہ سے ان سے یہ قول شنیع سرزد ہو گیا، درود ان کے دلوں میں قرآن مجید کی عزت و حرمت بہت زیادہ تھی۔

(شرح صحیح مسلم ج ۴ ص ۵۵۷)



آپ نے دیکھا حضرت علامہ سیدی نے فقہاء کے اعزاز و اکرام کو بھی برقرار رکھا اور اصل مسئلہ بھی حکیمانہ طریقہ سے بیان کر دیا!

یہ سید کی ہمت، کوشش و سرایہ داری، انامی یا نڈت، رحیم، غور کی شہادت، انشورس اور کتاب الحمد للہ کے متعلق تبصرہ کو نامچا ہوتا تھا، مگر طوالت کی وجہ سے میں نے ارادہ ترک کر دیا، میری دلتے میں شرح صحیح مسلم، مشرق اور مغرب کے لوگوں کے لیے یکساں مفید ہے اور علامہ غلام رسول سیدی کا نام ان شاء اللہ تاریخ میں اسی طرح زندہ رہے گا جس طرح علامہ نووی علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ بدر الدین عینی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ علی قاری اور دیگر اکابر علامہ کا نام زندہ ہے۔

بلاشبک و شبہ شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سیدی کی محنت اور کاوش کا شاہکار ہے لیکن اس عظیم کام کی تکمیل میں دارالعلوم نعیمیہ اور اس کے قریبیوں کا بھی بہت بڑا حصہ ہے جنہوں نے علامہ سیدی کو اس قدر ہولتیں فراہم کی ہیں کہ وہ آسانی کے ساتھ شرح صحیح مسلم کی تصنیف میں مصروف ہیں۔ خود حضرت علامہ سیدی نے مجھے بتایا تھا کہ حضرت جسٹس علامہ مفتی سید شجاع علی قادری نے ان کو صرف دو پیر پڑھانے کا مکلف کیا ہے، وہ حدیث شریف کے دو سبق پڑھاتے ہیں اور باقی تمام اوقات شرح صحیح مسلم کے لیے وقت ہیں، اس کے علاوہ انہوں نے اپنی دارالعلوم کی تمام کتابوں کی چابیاں حضرت علامہ کے حوالے کر دی ہیں تاکہ ان کو تحقیق و تدقیق کے دوران کوئی رکاوٹ نہ ہو، اللہ تعالیٰ حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو جنت ہی اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ان کی تمام حسنات کو مقبول فرمائے اور ان کی دینی خدمات کو ان کے لیے صدقہ جاریہ کر دے۔

اس سلسلہ میں دوسرا نام حضرت پروفیسر مفتی منیب الرحمان محترم دارالعلوم نعیمیہ کا ہے، جن کے متعلق حضرت علامہ سیدی نے مجھے بتایا کہ دارالعلوم نعیمیہ میں وہ ان کے سب سے بڑے حلیف اور پیروار ہیں، اور محض ستر سال کے ہیں لیکن ان سے ولی ہمت رکھتے ہیں اور ان کی ہر خواہش کا احترام کرتے ہیں، شرح صحیح مسلم کے کام میں وہ بعد اقل سے ان کے معاون ہیں، فریڈیک سالی سے تمام مسائل انہی کی وساطت سے طے پاتے ہیں، اور شرح صحیح مسلم کے بعض مباحث میں حضرت علامہ ان سے مشورہ بھی کرتے رہے ہیں اس سلسلہ میں تیسرا نام سید محمد اعجاز ملک فرید بک مثال کلبہ جنہوں نے اپنی بیماری کے باوجود انتہائی سرعت اور برقی رفتار سے ساتھ شرح صحیح مسلم کی طباعت کا فنڈ، طباعت اور جلد بندی میں مثالی حسن کو قائم رکھا اور اس کی مقناطی قیبت رکھی، اس وقت مارکیٹ میں اسے صفات کی جس قدر کتابیں ہیں شرح صحیح مسلم کی قیمت ان سب سے کم ہے، اور علامہ طباعت اور جلد کا میار ان سب سے بہتر ہے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ علامہ غلام رسول سیدی اور ان کے معاونین کی اس محنت اور کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور ان کو اپنے فضل سے اجر جزیل عطا فرمائے۔ آمین!

عبد المجید شتر قوری برٹش برطانیہ

26 Britannia Rd. Easton

Bristol B 956DA England

Tel: 0272 - 351318



# شرح صحیح مسلم

از قلم حضرت مولانا مفتی محمد گل رحمان ری برکھم برطانیہ

شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی کے شرح صدر الکرامت کا مظہر ہے، اہل سنت کے نئی کارناموں میں عظیم الشان کاوش شدہ ستارہ ہے، ہم میں بکھنے والوں کے لیے تشریح و تحقیق کی مشعل راہ ہے، اور حضرت علامہ کی سخاوت و سخاوت کے لیے پُر امید وسیلہ جہیلہ ہے۔

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی نے اہم مسائل فقہیہ کو متعدد دلائل کے ساتھ واضح کیا ہے، جس کا اندازہ آپ کی محدثانہ اور نقیبانہ تحقیقات سے ظاہر ہوتا ہے، شرح صحیح مسلم دراصل عرف احادیث کے فضاء اور اس کے مطالب و مقاصد کے بیان تک محدود نہیں ہے، بلکہ اس میں احادیث سے عصری مسائل کو مستنبط کیا گیا ہے، اور قدیم مسائل میں اولہ کے زور سے ترجیح کا مقام حاصل کیا گیا ہے۔ ترجیح مسائل میں آپ نے علامہ متقدمین اور معاصرین کے احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے دلائل کی روشنی میں اپنے علم و فکر کا آزادانہ اظہار فرمایا ہے، اور حضرت علامہ کے علم و فضل و وسعت مطالعہ اور حدیث فکر کے پیش نظر یہ ان کا علمی حق ہے۔

اسلام کے مسئلہ اصولوں کے تحت غیر منصوص مسائل کا کتاب و سنت سے حکم معلوم کرنا اہل تحقیق علماء کا منصب ہے، بلاشبہ کئی فروعی مسائل میں حضرت علامہ نے ترجیح اور تفسیر تک رسائی حاصل کی ہے، یہ ان کی خدا داد صلاحیت اور مسلسل محنت اور کاوش کا ثمر ہے۔

حضرت علامہ نے شرح صحیح مسلم میں امت مسلمہ کی سہولت کے پیش نظر مسرور یا وہ اختیار کیا ہے تاہم بعض مسائل میں انہوں نے مسرور راستہ اختیار کیا ہے، مثلاً حالات حاضرہ میں فروعی اطلاق کی ٹیکنالوجی، ٹی۔وی، ویڈیو وغیرہ کو اسلام کی شرعیات کے لیے استعمال میں لانا جائز قرار دیا جاسکتا ہے، اور امت مسلمہ کا اس پر عمل ہے، دور حاضر کی معاشی ضروریات کے پیش نظر غریبین اسلام کے لیے تعلیم کا حصول اور شرعی حدود کے تحت ملازمت کو اختیار کرنا وقت کا تقاضا اور قانون ضرورت کے تحت آگے، ورنہ مسلم آبادی کے نصف حصہ کے معاشی اور معاشرتی حقوق کا میسر نہ ہونا فتنہ کا باعث ہوگا، وہ حاضر کی اس قسم کی مشکلات کے لیے مزید غور و فکر اور اجتہاد کی ضرورت ہے۔

جدید مسائل کو حل کرنے میں حضرت علامہ نے انتہائی سعی جہل سے کام لیا ہے، حضرت علامہ سعیدی نے شرح صحیح مسلم کو اردو زبان میں لکھ کر، مسخین، علماء اور اہل تحقیق و مصنفین کو جدید امتحان میں فکر و اجتہاد کے ساتھ اسلامی علوم کی تشریح و توضیح اور استنباط مسائل کا راستہ دکھایا ہے، عام مسلمانوں، اساتذہ حدیث اور طلبہ حدیث کو شرح صحیح مسلم

کا بالا دستیاب مطالعہ کر کے فائدہ اٹھانا چاہیے کیونکہ اس شرح کی بہت بڑی ضرورت اور اہمیت ہے، اخیر میں تو دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ سعیدی کو مساوات دارین اور نجات اخروی سے ہمارے اور ان کے علوم و افتاد سے امت مسلمہ کو مزید فیضان بخشے۔ آمین ثم آمین۔

خادم علماء اہل سنت  
محمد علی رحمان قادری غفرلہ

۱۴-۱-۹۶

12, Palmerston Road, Sparkbrook Birmingham B11  
(U.K.) England.



مصنف نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں خواتین کے لیے حوصلہ تعلیم کو جائز رکھا ہے خواہ وہ تعلیم ہو یا جدیدہ عائسی تعلیم اور دلائل شرعیہ کی روشنی میں اس پر مفصل بحث کی ہے، اسی طرح عائسی اور غیر عائسی ضرورت کے پیش نظر باعزت طریقہ سے پردہ کی حدود و قیود کے ساتھ خواتین کی ملازمت کو بھی جائز رکھا ہے، رپارٹیڈ اور ٹی۔ وی کی نشریات سننے اور دیکھنے کا مسئلہ تو اس کو مصنف نے علی الاطلاق ممنوع نہیں رکھا مصنف کی عبارت یہ ہے:

تجربہ اور مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ جس گھر میں ریڈیو اور ٹی۔ وی اور وڈیو ہو گا، وہاں صرف ان جائز پروگراموں کو دیکھنے اور سننے تک معاملہ محدود نہیں رہے گا بلکہ گھر کے تمام یا بعض افراد ان پروگراموں کو بھی یقیناً دیکھیں گے اور سنیں گے جن کا دیکھنا اور سنا ناجائز نہیں ہے اور یہ بات عادتاً محال ہے کہ جس گھر میں ریڈیو یا ٹی۔ وی یا ری۔ سی آر ہو اور اس گھر کا کوئی فرد موسیقی پر مستحق ہو یا گھر میں کوئی پروگرام دیکھنے والے ہو یا کسی طرح دیگر محرمات اخلاق پر پروگراموں سے اجتناب بھی عادتاً محال ہے۔ (الآفتاب شامیہ)

(شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۵۵)

نیز لکھا ہے:

ہم اسے نزدیک ریڈیو اور ٹی۔ وی کا گھروں میں بجانا شرعاً جائز نہیں سمجھتے لیکن جب تک اس کے کسی متبادل کے رواج نہیں ہوتا اور جب تک یہ آلات ملک میں موجود ہیں اور ان سے یہ خبریں نشر ہوتی ہیں اور اعلانات وغیرہ ہوتے ہیں اس وقت تک ان کے ذریعہ جن احکام شرعیہ کے اعلانات ہوتے رہیں گے ان پر عمل کرنا صحیح ہو گا، اور علیٰ ہذا القیاس رویت اہل کے اعلانات پر بھی عمل کرنا صحیح ہو گا، بشرطیکہ وہ اعلانات دلائل شرعیہ کے مطابق ہوں، جب تک کوئی متبادل آگاہ نہیں بنایا جاتا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اجتماعی طور پر کوشش کریں کہ ریڈیو اور ٹی۔ وی سے رنگ و رنگ موسیقی اور دیگر غیر شرعی اور محرمات اخلاق پر پروگرام تک سخت ختم کرائیں تاکہ ذرائع ابلاغ سے صرف دینی اور فلاحی پروگرام نشر کیے جائیں۔ (شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۵۵)



ہمارے ملک پاکستان میں ریڈیو اڈائی۔ وی کی جو نشریات ہر قیہ ان میں صرف برائے نام زیادہ سے زیادہ ایک فیصد  
وی اور اسلامی پروگرام ہوتے ہیں باقی نیناؤسے فی صد پروگرام، موسیقی، رنگ و رنگ اور محض اخلاق عناصر پر مشتمل ہوتے ہیں،  
لہذا جو شخص ریڈیو اڈائی۔ وی کی نشریات سنے گا اور دیکھے گا اس پر اس ایک فی صد کا کوئی اثر نہیں ہوگا، اس کے برعکس وہ نیناؤ  
فی صد میں ڈوب جائے گا، ریڈیو اڈائی۔ وی کی نشریات کے شرعی حکم کو اس آیت سے مستنبط کیا جاسکتا ہے،  
یَسْئَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْمِرِ قُلْ فِيهِمَا  
اَثَرٌ كَبِيرٌ وَمَنَاذِرٌ لِلنَّاسِ وَاِنَّهُمَا اَكْبَرُ مِنْ  
نَفْعِهِمَا۔ (بقرہ ۲۱۹)

بہت بڑا ہے۔  
شرعی احکام میں میرا مزاج یسٹر ہی ہے بشرطیکہ وہاں شرعی گنجائش ہو اور میں چیز میں شر بہت زیادہ غالب ہو اور  
غیر بہت مغلوب ہو وہاں ضرورت اسلام کا یہی مزاج ہے کہ وہ نشر کثیر کی بنا پر غیر قلیل کو ترک کر دیتی ہے۔  
آج کل دنیا میں بہت سے پرائیویٹ ٹیلی ویژن عالمی سطح پر اپنے پروگرام نشر کر رہے ہیں اور ان کی نشریات  
سٹلاٹ کے ذریعہ تقریباً دنیا بھر میں دیکھی جا رہی ہیں مثلاً سی این این ٹیلی ویژن، بی بی سی ٹیلی ویژن اور شارٹ ٹیلی ویژن  
وغیرہ، اگر بعض ممالک مسلمان عالمی سطح پر ایسا پرائیویٹ ٹی۔ وی چینل قائم کریں جس کی نشریات سٹلاٹ کے ذریعہ عالمی سطح  
پر دیکھی جاسکیں اور ان نشریات سے صرف اور صرف اسلامی تعلیمات نشر کی جائیں جن میں قرآن مجید کی تلاوت ہو، تفسیر  
ہو، احادیث پر مبنی جائیں، ان کا درس ہو اور خالص اسلامی اور فقہی معلومات مہیا کی جائیں اور خواتین کی نمائش اور موسیقی  
سے کئی اجتناب کیا جائے اور مؤثر پیرائے میں اسلام کو پیش کیا جائے تو اس کا دیکھنا اور سننا جائز ہوگا۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

## مقدمہ از شارح صحیح مسلم

مسلمانوں کے دین کا سرمایہ اور ان کی شریعت کی منابع کل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مورثہ حیات ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و احوال اور آپ کے شب و روز کے معمولات ہی ان کے لیے سب سے بڑی ہدایت ہیں۔ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کتاب زندگی کے ایک ایک ورق کو حفظ کیا، غفلت و غفلت، سفر و حضر اور کئی حالات سے لے کر عام سیاسی مملکت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی واقعہ نہیں ہے مگر اس کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محفوظ کر لیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا تذکرہ کرتے اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک انہیں محفوظ رکھتے۔ ان کے بعد تابعین اور تبع تابعین نے حفظ اور کتابت کے اس عمل کو جاری رکھا یہاں تک کہ دوسری صدی ہجری کے بعد حدیث کی باقاعدہ تدوین شروع ہوئی، اور ابواب و کتب کی ترتیب سے حدیث کی کتابیں تدوین ہوئیں، یوں ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جامع سیرت اور دین کی مکمل تصویر پہنچ سکی۔

اکابر علماء ملت اور ماہرین شریعت نے علم حدیث کی تحصیل کے لیے اپنی زندگیاں وقف کر دی تھیں، انھوں نے ہر ایک حدیث کی خاطر سینکڑوں میل کا سفر کیا، طلب حدیث میں کوئی چیز ان کی لاد میں رکاوٹ نہیں بنتی تھی، وہ اپنے شاگردوں سے اپنی احادیث روایت کر لیتے تھے۔ انھوں نے احادیث کو اپنے سینوں میں اور پھر نوشتوں میں محفوظ کیا، ناقصین حدیث کو پرکھنے کے لیے علم رجال ایجاد کیا اور اس میدان میں حیرت انگیز کارنامے سر انجام دیے مگر حدیث کے ان عظیم کارناموں کی صحیح قدر قیمت کا اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم کو یہ معلوم ہو کہ علم حدیث کی دین میں کیا اہمیت ہے اور اہمیت کے پاس آج احادیث کا یہ سرمایہ نہ ہوتا تو دین کی کیا شکل و صورت ہوتی۔

صحیح مسلم کی شرح شروع کرتے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علم حدیث کے اہم موضوعات پر اجمالاً گفت کر لی جائے تاکہ قارئین کو حدیث شریف کی علمی وجہ البصیرت معرفت حاصل ہو سکے، اس سلسلہ میں ہم حدیث کی ضرورت، حقیقت اور تدوین پر مختصر گفتگو کریں گے اور اس کے بعد حدیث کی تعریف، اقسام اور کتب حدیث کی افلاط اور مطلق دیگر اصطلاحات کا مختصر بیان کریں گے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے انسانی معیشت کے اصول اور مبادی اجمالاً بیان فرمائے ہیں، جن کی تعبیر ضرورت حدیث | و تشریح بغیر احادیث نبویہ کے ممکن نہیں ہے، نیز احکام کی عملی ضرورت بیان کرنے کے لیے اسوۂ رسول کی ضرورت ہے۔ احادیث رسول ہمیں قرآنی احکام کی عملی تصویر پیش کرتی ہے۔ علاوہ انہیں مثلاً صلوٰۃ، زکوٰۃ، حج،



حج اور غزوہ یحییٰ القاضی بنی نعلی میں ان الفاظ کے وہ معانی نہیں بتاتی جو شرع میں مطلوب ہیں، پس اگر اہل حدیث رسول موجد نہ ہوں تو ہمارے پاس قرآن کریم کے معانی شرعیہ متعین کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں رہا ہے گا۔

**حجرت حدیث** ارشاد فرماتا ہے: اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کی پیروی کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ

۱۔ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول۔ اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت

کرو۔

(آل عمران: ۳۲)

اور رسول تم کو جو احکام دیں وہ سب لو اور جس چیز سے روکیں اس سے ٹک جاؤ۔

۲۔ وما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا۔ (حشر: ۵)

آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔

۳۔ قل ان كنتم تحبون الله فاتبعوني۔ (آل عمران: ۳۱)

تم اپنے اعمال کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔

۴۔ لقد كان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ (احزاب: ۲۱)

ان آیات مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع قیام تک کے مسلمانوں پر واجب ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ بعد کے لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام اور آپ کے افعال کا کس ذریعہ سے علم ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو ہمارے لیے نمونہ بنایا ہے۔ پس جب تک حضور کی زندگی ہمارے سامنے نہ ہو ہم اپنی زندگی کو حضور کے اسوہ میں کیسے خیال نہیں کریں گے۔ اور جب کہ میں اسوۃ رسول پر اطلاع صرف احادیث سے ہی ممکن ہے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس طرح صحابہ کے لیے یہ نفس نفیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہدایت تھی۔ اسی طرح ہمارے لیے حضور کی احادیث ہدایت ہیں اور اگر احادیث رسول کو حضور کی وحی ہوتی ہدایت اور آپ کے نمونہ کے لیے معتبر مانا جائے تو اللہ تعالیٰ کی حجت بندوں پر ناقص رہے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے رشد و ہدایت کے لیے صرف قرآن کو کافی قرار نہیں دیا بلکہ قرآن کے احکام کے ساتھ ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی اطاعت اور اس کے افعال کی اتباع کو بھی لازم قرار دیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور افعال کو جاننے کے لیے احادیث کے سوا اور کوئی ذریعہ نہیں ہے۔

احادیث شریفہ کو اگر معتبر نہ مانا جائے تو نہ صرف یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی ہوتی ہدایت سے محروم ہوں گے بلکہ قرآن کریم کی وحی ہوتی ہدایت سے بھی ہم مکمل طور پر مستفید نہیں ہو سکیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے لیے قرآن نازل فرمایا لیکن اس کے معانی کا بیان اور اس کے احکام کی تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

واذلنا الیك الذکر لتبین لنا من ما نزل الیہ۔

ہم نے آپ کی طرف ذکر (قرآن کریم) نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو بیان کریں کہ ان کی طرف کیا احکام نازل کئے گئے ہیں۔

(فحل: ۴۴)



ويعلمهم الكتاب والحكمة - (بقرہ ۱۲۹) اور رسول مسلمانوں کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں ممکن ہے کوئی شخص یہ کہہ دے کہ آیات کے معانی کا بیان اور کتاب و حکمت کی تعلیم صرف صحابہ کے لیے ملتی تھی تو ان یہ کہوں گا کہ اسلام صرف صحابہ کا نہیں بلکہ قیامت تک کے مسلمانوں کا دین ہے اس لیے جس ہدایت کی انھیں ضرورت تھی ہمیں بھی ضرورت ہے۔

مثلاً صحابہ کرام جب اپنے بلند مقام اور جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب کے باوجود قرآن مجید کے احکام کو سمجھنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان اور آپ کی تعلیم کے محتاج تھے تو بعد کے لوگ تو بعد چھ ادنیٰ اس بیان اور تعلیم کی طرف محتاج ہوں گے۔  
 اِنَّا لَنَّا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هو الذي بعث في الامميين رسولاً منهم يتلو عليهم اياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب والحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين ۝ واخريهم منهم لما يلحقوا بهم - (جمعة: ۳-۲)

وہ ذات جس نے ان پر جو لوگوں میں انہی میں سے ایک بہت بڑا رسول بھیجا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انھیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے جب کہ وہ لوگ اس سے پہلے گمراہی میں تھے اور بعد کے لوگوں کو جو انھیں پہلوں کے ساتھ لاحق نہیں ہوں گے۔

قرآن کریم کی اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کی جو تعلیم دی ہے وہ صحابہ کے لیے بھی ہے اور بعد کے لوگوں کے لیے بھی، ایسے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن کریم کی تعلیم دینا اور آیات کے معانی کا بیان کرنا جس طرح صحابہ کے لیے تھا۔ اسی طرح قیامت تک مسلمانوں کے لیے بھی ہے اور اگر احادیث کو مستبرہ مانا جائے تو بعد کے لوگوں کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم اور تزکیہ کا کس طرح ثبوت ہوگا اور اس آیت کا حقیقی کیسے ظاہر ہوگا۔

آپ ہی سوچیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تیار تھے تو ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ لفظ صلوة سے قیام، رکوع اور سجود کی یہ ہیئت مخصوصہ ہر ایک مؤذن کی افواہ سے لے کر امام کے سلام پھیرنے تک نماز اور جماعت کی تفصیل ہمیں کیوں کر معلوم ہوتی اسی طرح حج اور عمرہ کا بیان احکام کہاں سے اور کس دن بالذمنا ہے وقوف عرفہ، طواف زیارت، اطراف و دارع اور ان تمام احکام کی تفصیل اور تفسیر قرآن میں نہیں ملتی، حدیث ہے کہ قرآن میں یہ بھی مذکور نہیں کہ حج کس دن ادا کیا جائے، زکوٰۃ کا صرف لفظ قرآن میں مذکور ہے لیکن عشر اور زکوٰۃ کی کسی تفصیل کا قرآن میں بیان نہیں پھر ان کی شرعی ہیئت کدائی جس سے فرائض، واجبات اور آداب کی تمیز، موقرآن میں کہیں نہیں ملتی۔

قرآن کریم کے بیان کردہ ان تمام احکام کی تفصیل اور تعبیر صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان سے ملتی ہے، بعد رسالت میں صحابہ کو یہ بیان زبان رسالت سے حاصل ہوا اور بعد کے لوگوں کو یہی بیان احادیث نبویہ سے حاصل ہوگا اور جو شخص ان احادیث کو مستبرہ نہیں مانتا، اس کے پاس قرآن کریم کے مجمل اور مبہم احکام کی تفصیل اور تعبیر جاننے کے لیے کوئی قرینہ نہیں ہوگا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح معانی قرآن کے متنبین اور مسلم میں اسی طرح آپ جنس ایمان کے شارح بھی ہیں



قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ آپ کی اس حیثیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

يَحِلُّ لَهَا الطِّيبَاتُ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهَا  
الْغَبَائِثُ - (اعراف: ۱۵۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن چیزوں کو حلال اور حرام کیا قرآن میں کہیں ان کا ذکر نہیں ہے، ان کا ذکر صرف احادیث رسول سے ہی ممکن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکار کرنے والے دوزخوں اور پندہوں کو حرام کیا، دوزخ گوشت اور وحشرات الارض کو حرام کیا اور ہمارے لیے ان احکام کا علم صرف احادیث رسول سے ہی ممکن ہے اور اگر احادیث رسول کو حجت نہ مانا جائے تو علت و حرمت کے تمام احکام کے لیے شریعت اسلامیہ کھنسل نہیں ہوگی۔

قرآن کریم کے نفس مضمون کو سمجھنے کے لیے بھی، ہمیں احادیث کی ضرورت پڑتی ہے، کیونکہ قرآن مجید کے بعض آیات کا نزول کسی خاص واقعہ سے متعلق ہوتا ہے بعض دفعہ کسی خاص سوال کے سبب سے کوئی آیت نازل ہوتی ہے اور بعض مرتبہ مشرکین یا منافقین کی کسی بات کے رد میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے کبھی کسی آیت میں عہد و رسالت میں ہونے والے کسی واقعہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور کبھی صحابہ کے کسی عمل پر تنبیہ یا اس کی تائید میں کوئی آیت نازل ہوتی ہے لہذا جب تک اس قسم کی تمام آیات کے پس منظر اور اسباب نزول کا علم نہ ہو ان کا کوئی واضح معنی سمجھ میں نہیں آتا اور اگر ہم قرآن کے لیے احادیث نمبریکر ایک معتبر ماخذ اور حجت نہ مانا جائے تو قرآن مجید کی بعض آیات ایک چیتان اور بے حد کھائی جائیں گی۔

عام طور پر مسکدین حدیث یہ کہتے ہیں کہ احادیث کی تدوین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دھائی سو سال بعد کی گئی ہے اس لیے کتب احادیث قابل اعتبار نہیں ہیں لیکن ان کا یہ قول سخت مغالطہ آفرینی پر مبنی ہے کیونکہ احادیث رسول کی حفاظت اور کتابت کے سلسلہ میں عہد رسالت سے لے کر اتباع میں تا بین تک پورے تسلسل اور تواتر سے کام ہوتا رہا ہے اور دھائی سو سال کے اس طویل عرصہ کے کسی وقفہ میں بھی اس کام کا انقطاع نہیں ہوا۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک زمانہ میں متعدد صحابہ کرام نے احادیث کو رقم بند کرنا شروع کر دیا تھا، امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طویل خطبہ دیا۔ یمن کے ایک شخص (ابوشامہ) نے آکر عرض کیا۔

اكتب لي يا رسول الله - میرے لیے یہ خطبہ لکھ دیجئے۔

آپ نے حکم دیا:

اكتبوا لابي خلاص - اس شخص کے لیے خطبہ لکھ دو۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص کو احادیث کھنسنے کی عام اجازت تھی۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:



عن عبد اللہ بن عمر و قال کنت  
اكتب کل شیء اسمعه من رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم اريد حفظہ فتہتت و قالوا  
اكتب کل شیء اسمعه و رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم بشر یتکلم فی الغضب و الرضا  
فامسکت عن الکتابۃ فذکرت ذلک الی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامباصبہ  
الی فیہ فقال اكتب فوالذی نفسی بیدہ  
ما ینخرج منه الا حق - لہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ  
میں یاد کرنے کے خیال سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے سب کچھ بات کھینچتا تھا بعض لوگوں نے مجھے منع کیا اور  
کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سب کچھ بات کھینچ لیتے  
ہو حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک بشر ہیں آپ  
کبھی خوش ہوتے ہیں اور کبھی ناراض رہیں گے میں نے کھینچنا  
چھوڑ دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے اس  
واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ  
کر کے فرمایا کھانکرو، تم سب اس ذات کی جس کے قبضہ میں  
میری جان ہے اس منہ سے حق کے سوا اور کچھ نہیں نکلا۔  
حضرت البرہہ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے احادیث کھینچنے کا تذکرہ کیا  
ہے فرماتے ہیں:

ما من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
احد اکثر حدیثاً عنہ منی الا ما کان من عبد  
اللہ بن عمر و فانه کان یکتب ولا یتکلم

صحابہ میں مجھ سے زیادہ کسی کے پاس رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث محفوظ نہ تھیں سوا عبد اللہ  
بن عمر رضی اللہ عنہ کے کیونکہ وہ احادیث کھینچتے تھے اور میں  
نہیں کھینچتا تھا۔

امام ابو داؤد اور امام بخاری کی ان روایتوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر و احادیث قلمبند کیا کرتے تھے۔  
رہے حضرت البرہہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے ان کا حلقہ بہت تنگ ہو گیا تھا اس وجہ سے  
وہ احادیث نہیں کھینچتے تھے تاہم ان کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کتب اور صحائف کی شکل میں بھی محفوظ تھیں۔  
چنانچہ عمر بن امیر بیان کرتے ہیں:

تحدث عند الجاہلیۃ بعدایت فاخذ بیدی  
الی بیتہ فارانا کتباً من حدیث النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم و قال ہذا هو مکتوب عندی - لہ

حضرت البرہہ رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک حدیث پر گفتگو  
ہوئی تو وہ میرا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے گئے اور میں احادیث  
کی کتابیں دکھائیں اور کہا دیکھو وہ حدیث میرے پاس بھی ہوئی ہے  
اس سے معلوم ہوا کہ حضرت البرہہ رضی اللہ عنہ کے پاس انکا تمام سرویات بھی ہوئی محفوظ تھیں، حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے  
ہیں کہ حضرت البرہہ اجداد زمانہ رسالت میں احادیث نہیں کھینچتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد انھوں نے احادیث

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابی داؤد ۵۱۴-۵۱۳، مطبوعہ مطبعہ ولی محمد امینہ سترگراچی

۲۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری المتوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ نور محمد اشع المطابع کراچی، ۱۴۸۱ھ

۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، مقدمہ فتح الباری ج ۱ ص ۶۱۷، مطبوعہ مصر



کو کچھ لیا اسی زمانہ میں وہ کسی اور شخص سے ان احادیث کو کھنڈتے رہے ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص اور حضرت ابوہریرہ کے بارے میں آپ کی نظر سے مستحکم حوالے گزرنے چکے ہیں کہ یہ حضرات عہد رسالت میں احادیث صحافت میں لکھ کر محفوظ کر لیا کرتے تھے اب ہم آپ کے مطالعہ میں ایک ایسا حال پیش کرتے ہیں جس سے ظاہر ہوگا کہ سرکار کے زمانہ آنکس میں بالعموم صحابہ کرام احادیث کو محفوظ کر لیا کرتے تھے چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں:

کان عند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناس من اصحابہ وانا اصغر القوم فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من کذب علی متعمدا فلیتبعوا مقعدا من النار فلما خرج القوم قلت کیف تجد ثوب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد سمعتم ما قال و انتم تشتملون فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضرحکوا وقالوا یا ابن اخینا ان کل صا سمعنا منه عندنا فی کتاب یلہ

ان احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ احادیث کو کھنڈنے اور محفوظ کر کے کام عہد رسالت میں شروع ہو چکا تھا اور صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور آپ کے افعال اور احوال کو لکھ کر قلمبند کر لیا کرتے تھے اور اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بعض احادیث میں کھنڈنے کی جرمانہ آئی ہے وہ بعض مواقع کے ساتھ مخصوص ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صورتوں میں کھنڈنے سے منع فرمایا تھا جن میں قرآن اور حدیث کے اشتباہ کا احتمال تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد دور صحابہ میں تابعین نے صحابہ کی مرویات کو لکھ کر محفوظ کرنا شروع کیا۔ حضرت ابوہریرہ جن سے پانچ ہزار روایات مسوود ہیں ۳۷۲ احادیث مروی ہیں انہوں نے بے شمار شاگرد پیدا کیے اور ان لوگوں نے ان احادیث کو لکھ کر محفوظ کیا اور یہ سب روایت آگے بڑھا دیں۔ چنانچہ مسند طبری میں ہے کہ آپ کے شاگردوں میں سے بشیر بن بہیک نے آپ کی روایات کو لکھ کر محفوظ کر لیا تھا حضرت عبداللہ بن عباس سے وہ ہزار چھ سو ساٹھ (۲۶۶) احادیث مروی ہیں، ان کی روایات کو دوسرے شاگردوں کے علاوہ کثیر نے محفوظ کر لیا تھا۔ ثناء اور حضرت انس جو کہ دو ہزار دو سو چھیالیس (۲۲۸۴) احادیث کے راوی ہیں ان کے بارے میں مسند طبری میں ہے کہ ان کی مرویات کو آپ نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جو دو ہزار دو سو (۲۲۰۰) احادیث کی روایت کرتی ہیں ان کی احادیث کو عروہ بن الزبیر نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن عمر جو ایک ہزار چھ سو تیس (۱۶۳۰) احادیث کی

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۵۲-۱۵۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

۲۔ حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۷۳ھ، الکفایہ فی علم الروایۃ ص ۲۰۵، مطبوعہ مکتبہ علیہ صریح بیروت

۳۔ محمد بن سعد کا تب واقدی متوفی ۲۳۰ھ، طبقات ابن سعد جلد ۲ ص ۷۶، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ



روایت کرتے ہیں۔ طبقات ابن سعد اور دارمی میں ہے کہ ان کی روایات کو نافع نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا اور حضرت جابر جو ایک ہزار پانچ سو چالیس (۱۵۴۰) احادیث کے راوی ہیں ان کی مرویات کو قتادہ بن دعامہ سرسوی نے لکھ کر محفوظ کر لیا تھا۔

مذکورہ الصدوق مدظلہ میں ہم نے چند شاہیں پیش کی ہیں وہ صحابہ کرام سے احادیث کا سماع اور روایت کرنے والے تمام حضرات احادیث کو ضبط تحریر میں لے آتے تھے، پہلی صدی ہجری کے اخیر تک اسی طرح متفرق طور پر کثرت کے ساتھ مدوین احادیث کا کام آگے بڑھتا رہا۔ احادیث کے یہ معائنات اور نوشتے کسی نقطہ پر مشترک اور کسی جہت سے مختلف نہ تھے، بغیر کسی ترتیب کے تابعین کلام نے اپنی اپنی مرویات کو اپنے سینوں اور صحیفوں میں محفوظ کر رکھا تھا یہاں تک کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کا زمانہ خلافت آیا اور انھوں نے احادیث کو یکجا کرنے کا ارادہ کیا۔ چنانچہ اس کام کے لیے انھوں نے معتد اور مستند علماء کی ایک کمیٹی مقرر کی جن میں ابو یوسف بن محمد بن عمر بن حزم، قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن شہاب زہری کے اسماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

عمر بن عبد العزیز نے مختلف علاقوں سے احادیث کا لکھا ہوا ذخیرہ جمع کیا اور ابن شہاب زہری نے ان احادیث کو ترتیب دی اور تہذیب کا منظم اور منضبط کیا۔ احادیث کو جمع اور منظم کرنے کے ساتھ ساتھ حدیث کو سند کے ساتھ بیان کرنے کی ابتداء بھی ابن شہاب زہری نے ہی کی ہے اسی وجہ سے ان کو علم اسناد کا داعی کہا جاتا ہے۔

احادیث کی ترتیب اور تہذیب کا جو کام ابن شہاب زہری نے شروع کیا تھا اس کام کو ان کے باپ تلامذہ برابر آگے بڑھاتے رہے، یہاں تک کہ دوسری صدی کے اخیر میں ان کے ایک نامور شاگرد امام مالک بن انس آنتھی نے احادیث کو باب وار ترتیب دے کر پہلا مجموعہ حدیث، موطا کے نام سے پیش کیا۔

موطا امام مالک کے علاوہ امام اعظم نے اپنی مرویات کو کتاب الآثار کے نام سے پیش کیا جس کو ان کے لائق اور شاگرد غیر تلامذہ نے الگ الگ روایت کیا ہے، ان حضرات کے علاوہ دوسری صدی کے جن دوسرے متقدم بزرگ مصنفین نے فن حدیث میں کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے بعض کی کتابیں یہ ہیں: سنن ابوالولید (۱۵۱ھ) جامع سفیان ثوری (۱۷۱ھ) مصنف ابی سلمہ (۱۷۶ھ) مصنف ابی سفیان (۱۹۰ھ) جامع سفیان بن عیینہ (۱۹۸ھ) اور تیسری صدی کے جن مصنفین نے حدیث کی کتابیں تصنیف کی ہیں ان میں سے بعض حضرات کی کتابیں یہ ہیں: کتاب الکمل لمشافی (۲۰۴ھ) مسند احمد بن حنبل (۲۴۱ھ) الجامع الصحیح للبخاری (۲۵۶ھ) الجامع الصحیح لیسلم (۲۶۱ھ) سنن ابی داؤد (۲۷۵ھ) الجامع المترمذی (۲۶۹ھ) سنن ابن ماجہ (۲۷۳ھ) مضبوط اور مستحکم حوالہ جات کی روشنی میں ہم نے آپ کے سامنے عہد رسالت سے لے کر محتاج مشہ کے مصنفین تک تدوین حدیث کا ایک مربوط جائزہ پیش کر دیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زمانہ رسالت سے لے کر اتباع تبع تابعین تک ہر وقت میں احادیث کو قلمبند کیا جاتا رہا اور سینوں سے لے کر صحیفوں تک ہر طرح سے حدیث کی حفاظت کی جاتی رہی، نیز ہر دور میں لوگوں نے اپنے زمانہ کے مخصوص تقاضوں اور تصنیفات و تالیفات کے رجحانات کو سامنے رکھ کر احادیث کی تدوین کی، یہاں تک کہ تیسری صدی میں مصنفین محتاج سند سے پہلے لوگوں کی غریبوں کو سامنے افاضوں کے ساتھ حجم کے ایک



جامع اسلوب کے ساتھ اپنی تفانیّت کو پیش کیا۔

کتب احادیث کے ان اوراق کو پیش کرنے کے بعد مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند مشہور کتب احادیث کا اجمالی تعارف ذکر کر دیا جائے۔

حافظ ابن صلاح کہتے ہیں:

### صحیح بخاری کی احادیث کا بیان

امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے سب سے پہلے احادیث صحیحہ کا مجموعہ تصنیف کیا اور ان کے بعد امام ابوالحسن مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوری متوفی ۲۶۱ھ نے احادیث صحیحہ کا مجموعہ پیش کیا، صحیح بخاری اور صحیح مسلم، کتاب اللہ کے بعد کتابوں میں سب سے زیادہ صحیح ہیں اور ان دونوں میں صحیح بخاری زیادہ صحیح ہے، حافظ نیشاپوری اور بعض منابر رطلاء اندلس نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے، اس کا ملل یہ ہے کہ صحیح مسلم میں صرف احادیث صحیحہ ہیں جب کہ صحیح بخاری کے تراجم میں بعض غیر صحیح احادیث بھی موجود ہیں لیکن صحت اور قوت کے لحاظ سے صحیح بخاری کی احادیث صحیح مسلم پر ترجیح ہیں۔

امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی کتابوں میں تمام احادیث صحیحہ کو سمجھ کر نہ صرف لکھا بلکہ ان کے التزام نہیں کیا، امام بخاری نے خود کہا ہے میں نے اپنی کتاب جامع میں صرف احادیث صحیحہ کو درج کیا ہے اور طاعت کی وجہ سے میں نے اکثر احادیث صحیحہ کو ترک کر دیا اور امام مسلم نے کہا ہے کہ میں نے اپنی صحیح میں صرف ان احادیث کو درج کیا ہے جن کی صحت پر اجماع ہے۔

حافظ ابو عبد اللہ بن ادریس نے کہا کہ امام بخاری اور امام مسلم سے جو احادیث روایت کی ہیں ان کی تعداد بیست کم ہے، لیکن یہ قول صحیح نہیں، یہ ستر کہ احادیث کم نہیں ہیں کیونکہ امام حاکم ابو عبد اللہ نیشاپوری کی مستدرک علی الصحیحین بہت بڑی کتاب ہے یہ جہازی سائیکہ چار ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور اس میں ان احادیث صحیحہ کی بہت بڑی تعداد ہے، جو امام بخاری اور امام مسلم کی مشرطوں کے موافق ہونے کے باوجود ان کی کتابوں میں نہیں ہے، اور خود امام بخاری نے کہا ہے کہ مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ ہیں، جب کہ ان کی کتاب صحیح بخاری میں صرف کل احادیث صحیحہ کی تعداد سات ہزار دو سو پچھتر ہے اور ان میں سے احادیث صحیحہ کی تعداد کم ہے کہ بدکل احادیث کی تعداد چار ہزار ہے۔ ہاں اگر آثار صحابہ اور تابعین کو بھی شمار کیا جائے تو یہ تعداد اس سے زیادہ ہے اور محدثین کی اصطلاح میں جو حدیث واحد و مسندوں سے روایت کی گئی ہو اس کو بھی دو حدیثیں قرار دیا جاتا ہے (حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس طرح کل احادیث کی تعداد نو ہزار بیاسی بتائی ہے اور حدیث مکررات کے بدکل احادیث مرفوعہ کی تعداد دو ہزار چھ سو تیس بتائی ہے)۔

علامہ سخاوی کہتے ہیں:

### صحیح مسلم کی احادیث اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں تقابل کا بیان

بعض اہل مغرب نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے حافظ ابوالحسن بن علی نیشاپوری نے کہا ہے کہ اسلمان کے نیچے امام مسلم کی کتاب سے زیادہ کوئی کتاب صحیح نہیں ہے، علامہ نووی نے کہا ہے کہ امام بخاری کی کتاب کے فوائد زیادہ ہیں اور اس کے معارف و تحقیق ہیں جن کو نووی سے روایت کرنے میں امام بخاری منقرض ہیں ان کی تعداد چار سو پینتیس ہے اور ان میں سے جن کو تصنیف کو کہا گیا ہے ان کی

۱۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن ابی بکر شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۱۲۱، ملخصاً مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۱ھ



تعداد اسٹیج ہے اور جن سے روایت کرنے میں امام مسلم منفرد ہیں ان کی تعداد چھ سو بیس (۶۲۰) ہے، ان میں سے ایک سو ساڑھے راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے، نیز جن راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے امام بخاری نے ان سے بہت کہ روایت کی ہے اس کے برعکس امام مسلم نے ان سے زیادہ روایت کی ہے، اور جہاں تک اتصال کا تعلق ہے تو امام مسلم کے نزدیک اتصال کا معیار یہ ہے کہ راوی اور مروی عین کا زمانہ ایک ہو اور امام بخاری کے نزدیک یہ کافی نہیں بلکہ یہ ضروری ہے کہ ان کی ملاقات بھی ہوئی ہو، خواہ ایک مرتبہ۔ امام مسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ حدیث کے تمام طرق اور ان کی اسانید کو ایک جگہ جمع کر دیتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ یہ دونوں کتابیں صحیح کتب الحدیث ہیں اس کے باوجود یہ تمام احادیث صحیحہ کو محیط نہیں ہیں بلکہ ان کی اپنی شرائط کے مطابق جو حدیثیں ہیں وہ بھی ان میں تمام درج نہیں ہیں۔ لہٰذا حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

علامہ فروی نے کہا ہے کہ حدیث مکہ رات کے بعد صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد چار ہزار ہے اور ابو الفضل احمد نے بیان کیا ہے کہ بشمول مکملات صحیح مسلم کی کل احادیث کی تعداد بارہ ہزار ہے۔ لہٰذا

**صحیحین کے علاوہ باقی کتب حدیث کی احادیث صحیحہ کا بیان**  
حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

جن میں جید اسانید کے ساتھ احادیث کا اضافہ کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابو داؤد، صحیح ابویکر اسحاق علی اور برقیانی اور ابونعیم اسماعیلی کی اور دوسری کتابیں جن میں صحت کا التزام کیا گیا ہے مثلاً صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن حبان، اسی طرح مسند احمد میں بہ کثرت ایسی احادیث ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہم پلہ ہیں اور صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نہیں ہیں اور نہ ہی ابو داؤد، نسائی اور ابن ماجہ میں ہیں۔ اسی طرح طبرانی کی معجم کبیر، معجم اوسط اور معجم صغیر میں اور مسند ابویعلیٰ اور مسند زیار میں اور دیگر مسانید، مساجم، فوائد اور اجزاء میں بکثرت ایسی حدیثیں ہیں جن کے رجال کی تحقیق کے بعد ان پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے، خواہ اس سے پہلے کسی حافظ نے ان کی صحت کی تصریح نہ کی ہو، جیسا کہ علامہ فروی کی تحقیق ہے اور حافظ ابن الصلاح کا اس میں اختلاف ہے اس بحث کا ذکر ان شاد اللہ آگے آئے گا۔ لہٰذا

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر اثر حدیث کی مصنفات میں بھی احادیث صحیحہ ہیں۔ مثلاً ابو داؤد سجستانی، امام ابوعبسی ترمذی، امام ابوعبدالرحمان نسائی، امام ابویکر بن خزیمہ، امام ابوالحسن دارقطنی وغیرہم، اور کسی حدیث کی صحت کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ وہ امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی یا دوسرے کسی امام کی ایسی کتاب میں موجود ہو جس میں صحیح وغیرہ صحیح ہر قسم کی حدیثیں درج ہوں، ان حدیث کے صحیح ہونے کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ حدیث ایسی کتاب میں موجود ہو جس میں حدیث کو درج کرنے کے لیے صحت کی شرط لگائی گئی ہے جیسے صحیح ابن خزیمہ اور جن کتابوں میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی تخریج

۱۔ علامہ ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمان سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، مجمع المفید بشرح الفیض للحدیث ج ۱ ص ۲۵۰-۲۵۱ مختصر مطبوعہ دار الفکر، دمشق  
۲۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التعلیق علی الاصل میں، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ دینہ سورہ۔  
۳۔ حافظ ابوالدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۱-۲۳، مطبوعہ دار التراث القاهرة، ۱۳۹۹ھ







امام ترمذی سے پہلے ائمہ حدیث کے نزدیک حدیث کی صرف دو قسمیں معروف تھیں، صحیح اور ضعیف، اور ضعیف ان کے نزدیک وہ بھی جو صحیح کے درجہ سے کم ہو، پھر اگر ضعیف کا راوی متہم بالکذب یا کثیر الغلط ہو تو وہ ان کے نزدیک مسترک ہو جاتا تھا اور اگر اس کا راوی متہم بالکذب نہ ہو تو وہ ان کے نزدیک حسن ہوتی تھی اور امام احمد نے جو یہ کہا ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا قیاس سے اعلیٰ ہے اس سے ان کی یہی مراد ہے۔

امام ترمذی کے نزدیک مسترک کی حدیث بھی حسن ہے جس راوی سے ایک سے زیادہ لوگوں نے روایت کی ہو اور اس کی توثیق نہ کی ہو وہ مسترک ہے، اور جو راوی حافظہ کی خرابی کی وجہ سے ضعیف ہو اور جو حدیث میں غلطی اور غلطاء کرنے کی وجہ سے ضعیف ہو اور اختلاف کے بعد مختلف کی حدیث اور غلط کرنے والا حدیث اور جس کی سند میں انقطاع ضعیف ہو، ان تمام راویوں کی حدیثیں امام ترمذی کے نزدیک حسن ہیں، بشرطیکہ ان میں کوئی راوی متہم بالکذب نہ ہو (۲) اس حدیث کا اسناد شافعیہ ہو (۳) وہ حدیث مثلاً یا بخوہ کسی اور سند سے یا کئی اور اسانید سے بھی مروی ہو۔ اور یہ تمام حدیثیں ایک مرتبہ کی نہیں ہیں بلکہ بعض بعض سے قوی ہوتی ہیں، امام ترمذی نے انصال سند کو اصل اور میابہ نہیں قرار دیا اس وجہ سے وہ بہت سی احادیث منقطعہ کو بھی حدیث حسن کہتے ہیں۔ ۱۰

علامہ بخاری دیکھتے ہیں:

حافظ ابو طاهر سلطی نے جو یہ کہا ہے کہ مشرق اور مغرب کے علماء کا کتب خمسہ کی احادیث کی صحت پر اتفاق ہے اس کی توجیہ میں ابن سید الناس نے یہ لکھا ہے کہ اس سے مراد بقیہ تین کتابوں (ابوداؤد، ترمذی اور نسائی) کی وہ احادیث ہیں جن کے متعلق ان کے مصنفین نے ضعف کی تصریح نہیں کی اور ان پر سکوت کیا ایسی تمام احادیث صحیح ہیں، لیکن مطلقاً یہ قول درست نہیں ہے کیونکہ ان کتابوں میں ایسی احادیث بھی ہیں جن پر امام ترمذی اور امام ابوداؤد نے کلام نہیں کیا اور نہ کسی اور نے کلام کیا ہے اس کے باوجود وہ احادیث ضعیف ہیں۔ البتہ علامہ ترمذی کی توجیہ مستحسن ہے انھوں نے کہا ہے کہ بقیہ تین کتابوں کی اکثر احادیث لائق استدلال ہیں اور یہ توجیہ بھی ہو سکتی ہے کہ صحیح اور حسن کی بر نسبت ان کتابوں میں ضعیف احادیث پر کچھ بہت کم ہیں اس لیے حافظ سلطی نے ان کا اقتباس نہیں کیا۔

حافظ ابواسمائل بیرونی یہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک امام ترمذی کی کتاب امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں سے زیادہ نفع رساں ہے، کیونکہ ان کی کتابوں سے متبعہ عالم کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور جامع ترمذی سے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ ۱۱

جامع ترمذی کی کل احادیث مقصودہ کی تعداد ۳۸۵۵ ہے اور توابع اور شواہد کو ملا کر یہ تعداد ۳۹۵۶ ہے۔

حافظ ابن الصلاح دیکھتے ہیں:

سنن ابوداؤد کی فنی حیثیت کا بیان امام ابوداؤد سجستانی کی سنن بھی حسن کے قبیل سے ہے، ہم نے امام ابوداؤد سے روایت کی ہے انھوں نے کہا میں نے اس کتاب میں صحیح اس کے مشابہ اور اس کے مقارب احادیث کو جمع کیا

۱۰۔ حافظ ابن فضال احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، التلک علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱



ہے اور ان سے یہ بھی روایت ہے کہ وہ ہر باب میں اس باب کی صحیح ترین حدیث کو ذکر کر رہے تھے، اور امام ابو داؤد نے کہا میری کتاب کی جس حدیث میں شدید ضعف ہو میں اس کو بیان کر دیتا ہوں اور جس حدیث کے متعلق میں کچھ ذکر نہ کروں وہ استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور بعض حدیثیں بعض سے زیادہ صحیح ہیں۔

(حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:) میں کہتا ہوں ہم نے یہ دیکھا کہ جس حدیث پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا اور وہ حدیث بخاری اور مسلم میں نہیں ہے اور وہ کسی ماہر تقاضے نے اس کی صحت کی تصریح کی ہے تو ہم نے اس حدیث کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ امام ابو داؤد کے نزدیک حسن ہے، اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ وہ حدیث کسی اور امام کے نزدیک حسن نہیں ہوتی، اور وہ ہمارے بیان کردہ حسن کی تعریف کے مطابق ہوتی ہے اور یہ تحریر مقدمہ میں حسن لذاتہ کی تعریف میں ہے۔

پر ملاحظہ فرمائیں — سیدی غفرلہ، حافظ ابو عبد اللہ بن مند نے محمد بن سعد باوردی سے روایت کیا ہے کہ امام ابو عبد الرحمن نسائی کا مذہب یہ تھا کہ ہر وہ راوی جس کے ترک پر اجماع نہ ہو وہ اس کی حدیث روایت کر لیتے ہیں، امام ابن مند نے کہا اسی طرح امام ابو داؤد بخاری کو جب کسی باب میں ضعیف راوی کے سوا اور کسی کی حدیث نہ ملے تو وہ سند ضعیف سے حدیث روایت کر لیتے ہیں کیونکہ امام ابو داؤد کے نزدیک حدیث ضعیف بھی لوگوں کی رائے سے قوی ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ امام ابو داؤد سے یہ روایت ہے کہ جس حدیث پر انھوں نے سکوت کیا ہو وہ حسن ہے۔ لہٰذا حافظ ترین الدین عراقی لکھتے ہیں:

امام ابو عبد اللہ محمد بن عمر نے حافظ ابن الصلاح پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جس حدیث کے متعلق امام ابو داؤد نے صحت کی تصریح کی ہے نہ ضعف کی اس کو امام ابو داؤد کے نزدیک مطلقاً حسن قرار دینا صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابو داؤد نے اس حدیث کے متعلق یہ کہا ہے کہ وہ احتجاج اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہے اور لائق استدلال حدیث صحیح بھی ہو سکتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر امام ابو داؤد صحیح اور ضعیف کے درمیان حسن کے مرتبہ کے قابل تھے تو احتیاط اس میں ہے کہ اس کو حسن قرار دیا جائے اور اگر وہ متقدمین کی طرح حدیث کی صرف دو قسمیں صحیح اور ضعیف قرار دیتے تھے تو پھر بھی اس کو صحیح کہنے کی بجائے لائق استدلال کہنے میں احتیاط ہے۔

حافظ ابو الفتح عیسیٰ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ امام ابو داؤد نے حسن کی تعریف بالکل نہیں کی، بلکہ ان کا قول امام مسلم کے قول کی طرح ہے، امام ابو داؤد نے یہ کہا کہ انھوں نے احادیث صحیحہ اور ان کے مشابہ اور مقارب دونوں کا ذکر کیا ہے اور امام مسلم نے کہا ہے کہ احادیث صحیحہ صرف وہی نہیں ہیں جو مالک، شعبہ اور سفیان کے پاس ہیں (یہ طبقہ ادنیٰ کے راوی ہیں) یعنی کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمة مع الشیخ) اس لیے ان سے کم وجہ کے لوگوں کی حدیث کی بھی ضرورت ہے، مثلاً لیث بن ابی سلیم، عطاف بن السائب اور زید بن ابی دیار یہ طبقہ ثانیہ کے راوی ہیں

۱۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۴۸۶ھ، علوم الحدیث ۲/۳۴۲، مطبوعہ مکتبۃ الاسلامیہ، بیروت ۱۳۸۹ھ  
 ۲۔ حافظ حماد الدین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۵ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۳۴، مطبوعہ دار الفکر، القاہرہ ۱۳۹۹ھ



یعنی ناقص الضبط والاعتقان اور کثیر الملازمة مع الشيخ کیونکہ یہ بھی عادل اور صادق ہیں اگرچہ حفظ اور اعتقان میں ان کا درجہ کم ہے اور ان دونوں کے طریقہ میں کوئی فرق نہیں ہے البتہ امام مسلم نے صحیح کی شرط لگائی ہے اس لیے وہ طبقہ ثالثہ کی حدیثوں سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ابو داؤد نے صحیح کی شرط نہیں لگائی اس لیے جس راوی میں شدید ضعف ہو وہ اس کی روایت بھی نے لیتے ہیں اور اس کے ضعف کا بیان کر دیتے ہیں، اور امام ابو داؤد نے جو کہا ہے کہ بعض حدیثیں بعض سے زیادہ صحیح ہیں اس کا تقاضا یہ ہے کہ انھوں نے احادیث صحیحہ روایت کی ہیں، اگرچہ وہ صحت میں مختلف درجات کی ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ امام مسلم اور امام ابو داؤد میں فرق یہ ہے کہ امام مسلم نے حدیث صحیح کی شرط لگائی ہے بلکہ اس صحیح کی جس کی صحت پر محدثین کا اجماع ہو اس لیے امام مسلم کی حدیث کو حسن نہیں کہا جاسکتا کیونکہ حسن وہ ہوتی ہے جو صحیح سے کم درجہ کی ہو۔ اور امام ابو داؤد نے یہ کہا ہے کہ جس حدیث سے میں نے سکوت کیا ہے وہ صراحہ احتجاج (لائق استدلال) ہے اور صراحہ صحیح بھی ہو سکتی ہے اور حسن بھی۔ لہذا حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

امام ابو داؤد نے یہ کہا ہے کہ جس حدیث میں شدید ضعف ہو اس کا میں بیان کر دیتا ہوں اس کا مفہوم یہ ہے کہ جس میں ضعف غیر شدید ہو اس کو وہ بیان نہیں کرتے اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ جن احادیث پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے وہ تمام کی تمام حدیثیں اصطلاحاً حسن نہیں ہیں بلکہ ان کی کئی اقسام ہیں: (۱) وہ بخاری اور مسلم کی حدیثیں ہیں یا صحت کی شرط پر ہیں (۲) وہ حسن لذاتہ ہیں (۳) اگر ان احادیث کی دیگر اسانید سے تقویت ہو جائے تو وہ حسن کے قبیل سے ہیں، مگر خرا کہ وہ نہیں ان کی کتاب میں بہ کثرت ہیں (۴) وہ حدیثیں ضعیف ہیں لیکن وہ ایسے راویوں کی حدیثیں ہیں جن کے ترک پر اجماع نہیں ہے اور یہ تمام اقسام احتجاج اور استدلال کی صلاحیت رکھتی ہیں جیسا کہ حافظ ابن مندہ نے امام ابو داؤد سے نقل کیا ہے کہ امام ابو داؤد حدیث ضعیف کو اس وقت روایت کرتے ہیں جب اس باب میں اس کے سوا اور کوئی روایت نہ ہو کیونکہ ان کے نزدیک حدیث ضعیف لوگوں (مجتہدین) کی رائے سے زیادہ قوی ہے، حافظ ابن عبد البر نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ لہذا حافظ ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

امام ابو داؤد ضعیفہ کی ایک جماعت سے استدلال کرتے ہیں اور ان پر سکوت کرتے ہیں مثلاً ابن حبیب، صالح مولیٰ التوام، عبد اللہ بن محمد بن عقیل، موسیٰ بن مروان، مسلم بن الفضل، وولہم بن صالح وغیرہم، اس لیے جن احادیث پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے ان میں امام ابو داؤد کی تقلید کر کے ان سے استدلال نہیں کرنا چاہیے بلکہ یہ دیکھنا چاہیے کہ اس حدیث کا کوئی متابع ہے جس سے اس کی تقریر ہو جائے یا وہ حدیث غریب ہے اور اس میں توقف کیا جائے، خصوصاً اس وقت جب اس حدیث میں کسی زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کی گئی ہو کیونکہ اس صورت میں وہ از قبیل مشکوہ ہو جائے گی کیونکہ امام ابو داؤد نے ان سے بھی زیادہ ضعیف راویوں سے حدیث روایت کی ہے، مثلاً حارث بن وحید، صدیقہ، وقتی، عثمان بن واقد، عمر بن محمد بن عبد الرحمن بن یحییٰ، ابو جناب، یحییٰ، سلیمان بن ارقم، اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروہ اور ان کی مثل متروک راوی

۱۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبیان والایضاح ص ۵۴-۵۳، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

۲۔ حافظ البر الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، التلک علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۳۳۶-۳۳۵، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی مدینہ منورہ، ۱۳۹۳ھ



اسی طرح جن پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے ان میں اسانید منقطعہ ہیں اور ہشتمین کی متعدد کے ساتھ روایات ہیں اور بہت سے راویوں کے نام مبہم ہیں۔ اس لیے ایسی احادیث کو اس وجہ سے حسن قرار دینا کہ ان پر امام ابو داؤد نے سکوت کیا ہے صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابو داؤد کبھی اس وجہ سے سکوت کرتے ہیں کہ وہ پہلے کسی باب میں اس راوی پر کلام کر چکے ہوتے ہیں، اور کبھی وہ اس کے ضعف کا ذکر کرنا جھول جاتے ہیں اور کبھی اس وجہ سے کہ اس راوی کا ضعف بہت شدید اور واضح ہوتا ہے اور اس کی روایت کو ترک کرنے پر ائمہ کا اتفاق ہوتا ہے جیسے ابو الحیرث آجینی بن اعملا وغیرہما، اور کبھی سکوت کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ سنن ابو داؤد کے علاوہ کسی اور کتاب میں امام ابو داؤد اس راوی کا ضعف بیان کر چکے ہوتے ہیں، جیسے محمد بن ثابت العبدی، سنن ابو داؤد میں انھوں نے اس پر سکوت کیا ہے اور کتاب المفرد میں امام احمد سے نقل کیا ہے یہ منکر الحدیث ہے، اس لیے صحیح یہ ہے کہ امام ابو داؤد کے فقط سکوت پر اعتماد نہ کیا جائے کیونکہ ہم بیان کر چکے ہیں کہ امام ابو داؤد احادیث ضعیفہ سے بھی استدلال کرتے ہیں اور ان کو رائے پر مقدم رکھتے ہیں، علامہ نووی نے کہا ہے "سنن ابو داؤد میں ایسی احادیث ہیں جن کا ضعف ظاہر ہے اور اس کو امام ابو داؤد نے بیان نہیں کیا حالانکہ ان کا ضعف متفق علیہ ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ جن احادیث کا ضعف امام ابو داؤد نے بیان نہیں کیا اور کسی معتقد نے اس کا صحیح یا حسن ہونا بیان نہیں کیا تو وہ حسن ہے اور اگر کسی معتقد نے اس کے ضعف کی تصریح کی ہے یا کسی عالم نے دیکھا کہ اس کی سند میں کوئی ضعف کا مقتضی ہے اور اس کی تلافی کرنے والا کوئی نہیں ہے تو اس حدیث پر ضعف کا حکم لگایا جائے گا اور امام ابو داؤد کے سکوت کی طرف التفات نہیں کیا جائے گا" علامہ نووی نے یہ جو کچھ لکھا ہے تحقیقی یہی ہے ہر چند کہ شرح المہذب میں نے انھوں نے مجرد امام ابو داؤد کے سکوت سے بھی کسی حدیث کے حسن ہونے پر استدلال کیا ہے لیکن اس سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے۔

علامہ بخاری لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ علم میں سنن ابو داؤد کی مثل کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی اس میں صحیح بخاری

اصح مسلم سے زیادہ اور احسن فقہی احکام ہیں۔

سنن ابو داؤد کی کل احادیث کی تعداد ۴۸۰۰ ہے اور اس کی تفسیر ۶۰۰ ہے۔

سنن نسائی کی قتی حیثیت کا بیان

حافظ ابو علی بن السکن اور خطیب بن داؤد نے یہ کہا ہے کہ امام نسائی کی کتاب سنن

صحیح ہے اور اس پر اعتراض ہے، امام نسائی نے رجال کے لیے جو شرائط مانگی ہیں وہ امام مسلم کی شرائط سے زیادہ سخت ہیں، لیکن سنن نسائی میں مجہول اور مجروح راوی ہیں اور اس میں احادیث ضعیفہ، منکرہ اور مغلطہ ہیں۔

۱۔ حافظ ابو افضل احمد بن علی بن حجر سفطانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت فی کتاب ابن الصلاح، ج ۱ ص ۴۴۵ - ۴۴۸، المختار مطبوعہ دار الفکر اسلامی  
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن بخاری متوفی ۲۵۶ھ، فتح المغنی بشرح الفیہ الحدیث ج ۱ ص ۱۱، مطبوعہ دار الفکر اسلامی  
 ۳۔ حافظ عابد بن اسماعیل بن عمر المروزی بائن کثیر متوفی ۵۷۷ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۵، مطبوعہ دار الفکر اسلامی، ۱۳۹۹ھ



غالباً حافظ ابن کثیر کی اس جگہ سنن سے مراد سنن کبریٰ للنسائی ہے، نہ کہ سنن مجتبیٰ اور ہمارے ان عام متداول کتاب سنن مجتبیٰ ہے جو سنن نسائی کے نام سے مشہور ہے۔

حافظ ابن الصلاح نے بھی لکھا ہے کہ خطیب نے سنن نسائی پر صحیح کا اطلاق کیا ہے۔ لے  
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ابو علی نیشاپوری، ابوالاحمد بن عادی، ابوالحسن دارقطنی، ابن مندہ، عبدالحق بن سعید اور ابوعلیٰ اخینسی وغیرہ نے بھی سنن نسائی پر صحیح کا اطلاق کیا ہے، اور حاکم نیشاپوری نے نسائی، ابوداؤد اور ترمذی تینوں پر صحیح کا اطلاق کیا ہے۔

ابو عبد اللہ ابن مندہ نے کہا ہے جن ائمہ نے حدیث صحیح کو روایت کیا ہے وہ چار ہیں: بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی، ابوعلیٰ ابن اسکن نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور حافظ ابن الصلاح نے جو بارہوی سے نقل کیا ہے کہ امام نسائی ان سے روایت کرتے ہیں جن کے ترک پر اجماع نہ ہو، اس سے ان کی مراد خاص اجماع ہے۔

یہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رجال کے متعلق امام نسائی کا مذہب بہت وسیع ہے، لیکن فی الواقع اس طرح نہیں ہے، کیونکہ کتنے راوی ایسے ہیں جن سے امام ابوداؤد اور امام ترمذی روایت کرتے ہیں اور امام نسائی ان سے اجتناب کرتے ہیں بلکہ امام نسائی صحیحین کے بھی متعدد رجال سے اجتناب کرتے ہیں۔ ابوالفضل ابن طاہر کہتے ہیں میں نے سعد بن علی زنجانی سے ایک شخص کے متعلق سوال کیا انھوں نے کہا وہ ثقہ ہے میں نے کہا امام نسائی ان سے استدلال نہیں کرتے انھوں نے کہا اے بیٹے رجال میں امام نسائی کی شرط امام بخاری اور امام مسلم کی شرط سے زیادہ سخت ہے۔

حافظ ابوبکر برقانی نے اپنے ایک رسالہ میں ان راویوں کے نام لکھے ہیں جن سے امام بخاری اور امام مسلم نے احادیث روایت کی ہیں اور امام نسائی نے ان پر تنقید کی ہے، احمد بن محبوب رملی نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام نسائی سے سنا ہے کہ جب میں نے سنن کو جمع کرنے کا ارادہ کیا تو جن شیوخ کے متعلق میرے دل میں تردد تھا ان کے بارے میں میں نے استخارہ کیا اور استخارے کے بعد میرے دل میں یہ بات آئی کہ میں ان کو ترک کر دوں۔

محمد بن سوادہ احمد نے بیان کیا کہ امام نسائی کی کتاب السنن مکمل صحیح ہے، اور اس کی بعض احادیث معلول ہیں، مگر انھوں نے اس کی علت بیان نہیں کی، اور انھوں نے اس کا انتخاب کر کے جس مجموعہ کا نام مجتبیٰ رکھا ہے اس کی کلی احادیث صحیح ہیں۔ امام نسائی کی کتاب السنن، اب سنن کبریٰ کے نام سے چھ جلدوں میں چھپ گئی ہے، دارالکتب العلمیہ بیروت نے اس کو مخطوطہ سے منتقل کر کے طبع کیا ہے۔ اس کی پہلی اشاعت ۱۴۱۱ھ میں ہوئی اور الحمد للہ یہ کتاب ہمارے پاس موجود ہے۔  
سعیدی (مفرداً)

علامہ ابن رشد نے کہا کہ امام نسائی کی کتاب سنن میں تصنیف کے لحاظ سے زیادہ بدیع اور زیادہ حسین ہے اور ان کی کتاب امام بخاری اور امام مسلم کی کتابوں سے زیادہ جامع ہے اور اس میں بیان غلطی کا اضافہ ہے۔  
خلاصہ یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بعد جس کتاب میں ضیف اور مجروح راوی سب سے کم ہیں وہ امام نسائی



کی کتاب ہے اور امام ابو داؤد اور امام ترمذی کی کتابیں اس کے قریب ہیں۔ سنن نسائی کی کل احادیث کی تعداد ۵۶۱۰ ہے۔

**سنن ابن ماجہ کی فنی حیثیت کا بیان** | حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: سنن ابن ماجہ صحت اور ثقافت کے اعتبار سے کتب خمسہ کے ہر ایک سے اچھے اور قویٰ اور تفسیر میں جیسے حبیب بن ابی حبیب، مالک، علامہ ابن زبید، واہد بن محمد، عبد الوہاب بن فضال، اسماعیل بن زیاد، سکونی اور عبد السلام بن ابی کعب، وغیرہم، امام ابن ماجہ ان سے احادیث روایت کرنے میں متقدم ہیں، ابن طاہر نے یہ حکایت کی ہے کہ امام ابو زہرہ نے سنن ابن ماجہ کو دیکھا اور یہ کہا اس میں تیس حدیثیں بھی ضعیف نہیں ہیں، یہ حکایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی سند منقطع ہے، اور اگر یہ حکایت صحیح ہو تو اس کا تحمل یہ ہے کہ جو فائیت درجہ کی احادیث سابقہ ہیں وہ ہمیں سے کم ہیں، یا انھوں نے پرری سنن ماجہ کا مطالعہ نہیں کیا بلکہ اس کے ایک حصہ کا مطالعہ کر کے یہ نتیجہ کیا ہے۔

امام ابن زہرہ نے سنن ابن ماجہ کی بکثرت احادیث پر باطلہ یا ساقطہ یا منکرہ کا حکم لگایا ہے، اس کے ذکر ابن ابی حاتم کی کتاب العلل میں ہے، اور حافظ صلاح الدین عسقلانی یہ کہتے تھے کہ ان پانچ کتابوں کے بعد چھٹی کتاب سنن ابن ماجہ کی بجائے سنن دارمی کو ہونا چاہیے، کیونکہ اس میں ضعیف رجال کم ہیں اور احادیث منکرہ اور شاؤہ نادر ہیں اور ہر چند کہ اس میں احادیث مرسلہ اور موقوفہ بھی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ابن ماجہ کی کتاب سے بہتر ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بعض اہل علم مثلاً رزین قسطلی اور محمد بن الاثیر نے چھٹی کتاب مؤطا امام مالک ہی کو قرار دیا ہے جیسا کہ جامع الاصول میں ہے۔ ابن عساکر نے بیان کیا ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے سنن ابن ماجہ کو کتب اصول میں شامل کیا وہ ابو الفضل ابن طاہر صاحب مشرط الائمہ السنۃ متوفی ۵۰۰ھ ہیں، پھر حافظ عبد الغنی صاحب الکمال فی اسرار الرجال نے اس پر عمل کیا۔ ابن طاہر اور ان کے متبعین نے مؤطا امام مالک کی بجائے سنن ابن ماجہ کو کتب اصول میں اس لیے شامل کیا کہ مؤطا امام مالک میں ایسی احادیث مرفوعہ بہت کم ہیں جو کتب خمسہ پر زائد ہیں، اس کے برعکس سنن ابن ماجہ میں مرفوعہ کی نسبت کئی گنا زیادہ احادیث مرفوعہ ہیں جو کتب خمسہ پر زائد ہیں تو انھوں نے احادیث مرفوعہ کی کثرت کے حصول کے لیے سنن ابن ماجہ کو کتب اصول میں شامل کیا۔

ان ۱۰ بحث سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جن حضرات نے ان کتابوں کی اسانید حذف کر کے احکام سے متعلق احادیث جمع کی ہیں ان کا طریقہ ضعیف ہے مثلاً ابوالبرکات عبد السلام ابن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ ان کی کتاب ہے المستقی من احادیث الاحکام (نیل الادوار کا متن) یہ لوگ ان کتابوں سے حدیث کی صحت یا ضعف بیان کیے بغیر احادیث کو نقل کرتے ہیں اور ان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ عجیب بات یہ ہے کہ مثلاً ایک حدیث کو امام ترمذی روایت کرتے ہیں اور اس حدیث کی علت بھی بیان کرتے ہیں اور یہ لوگ اس علت سے اعراض کر کے صرف اس حدیث کو نقل کر کے لکھ دیتے ہیں اس کو امام ترمذی نے روایت کیا ہے، چنانچہ حافظ عبدالحق متوفی ۵۸۱ھ نے ایک کتاب کھن الا حکام الکبریٰ اس میں ایسا ہی کیا اور ابو الحسن ابن الفظان متوفی ۶۲۸ھ

۱۳۰۴ھ۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ النکت علی کتاب ابن الصلاح، ج ۱ ص ۳۸۳-۳۸۴ مطبوعہ احیاء التراث الاسلامی بیروت



نے تتبع کئے ان احادیث کی نفل بیان کیں اور اس کتاب کا نام رکھا بیان الوهم ولا یبہام الذی وجہ علی الاحکام انکی۔ علامہ بخاری نے بھی سنن ابن ماجہ کے متعلق بعینہ یہی تصریح کیا ہے۔ ۱۷  
سنن ابن ماجہ کی کل احادیث کی تعداد چار ہزار (۴۰۰۰) ہے۔

**موطا امام مالک کی فنی حیثیت کا بیان** | حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

امام محمد بن ادریس شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ میرے عظمیٰ امام مالک کی کتاب سے زیادہ صحیح اور کوئی کتاب نہیں ہے، امام شافعی نے یہ بات اس وقت کہی تھی جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم منصفہ شہور پر نہیں آئی تھیں، اس وقت کتب سنن بکثرت تصنیف کی جا چکی تھیں، مثلاً کتاب ابن جریر، کتاب ابن اسحاق، کتاب ابی قرۃ، موسیٰ بن طارق، زبیری، اور مصنف عبدالرزاق بن ہمام وغیرہ۔

امام مالک کی کتاب موطا کا حجم ان سب سے زیادہ تھا اور اس میں ان سب سے زیادہ احادیث تھیں (بظاہر یہ صحیح نہیں ہے، سید غفرلہ)۔ خلیفہ منصور نے امام مالک سے کہا کہ وہ تمام لوگوں کو اس کتاب پر جمع کریں تو امام مالک نے اس سے انکار کیا، اس سے ان کے عظمیٰ کی وسعت اور ان کے انصاف کا کمال ظاہر ہوتا ہے، اور کہا لوگ جمع ہوئے اور ان چیزوں پر مطلع ہوئے جن پر ہم مطلع نہیں ہیں۔

علامہ نے موطا پر کتابیں لکھیں اور تعلیقات تصنیف کیں، ان میں سب سے عمدہ کتاب حافظ ابن عبدالبر اسی قرطبی کی تصنیف تہذیب اور استذکار ہے، موطا میں احادیث متعلقہ صحیحہ بھی ہیں اور مرسلہ منقطعہ بھی ہیں اور اسی بلاغات بھی ہیں جن کا سندہ جوناہیت نا در ہے۔ ۱۸  
موطا امام مالک کی کل احادیث کی تعداد ۱۷۲۰ ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

**کتب خمسہ کے ساتھ غیر الحاقی کتب احادیث کا بیان** | جو کتب حدیث استدلال میں کتب خمسہ (صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، سنن نسائی اور جامع ترمذی) کے قائم مقام ہیں، مثلاً مسند ابوداؤد، دیلمی، مسند عبید اللہ بن موسیٰ، مسند احمد بن حنبل، مسند اسحاق بن راہویہ، مسند عبد بن حمید، مسند دارمی، مسند ابویعلیٰ، مسند حاکم، مسند الحسن بن سفیان، مسند البراء اور ان کی مثال، ان کی عادت یہ ہے کہ وہ ہر حوالی کی مسند میں اس کی حدیث کو بطریق کرتے ہیں اور یہ متعین نہیں کرتے کہ آیا یہ حدیث لائق استدلال ہے یا نہیں، اس وجہ سے ان کا مرتبہ متاخر ہے، اگرچہ ان کے مؤلفین کا مرتبہ کتب خمسہ کے مؤلفین سے بہت بڑا ہے۔ ۱۹

**سنن دارمی کی فنی حیثیت کا بیان** | حافظ ابن الدین عراقی لکھتے ہیں:

۱۷۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، انکس علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۴۸۸۔ ۴۸۵ مطبوعہ مایا، التراث الاسلامی مدینہ منورہ ۱۴۰۴ھ

۱۸۔ علامہ ابوعبد اللہ محمد بن عبدالرحمان بخاری متوفی ۲۵۶ھ، فتح البیروت بشرح الفیہ الحدیث ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

۱۹۔ حافظ عبداللہ اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۲ھ، اختصار علوم الحدیث ص ۲۵، ۲۴، مطبوعہ دار التراث القاہرہ ۱۳۹۹ھ

۲۰۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبدالرحمن شہر زوری المعروف بابن اسحاق متوفی ۲۴۲ھ، علوم الحدیث ص ۳۵، ۳۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۷ھ



حافظ ابن الصلاح کا داری کی کتاب کو مستد کہنا ان کا وہم ہے، یہ کتاب مستد نہیں ہے جس میں صحابی کی مرویات کو الگ الگ روایت کیا جاتا ہے بلکہ یہ کتاب فقہی ابواب پر مرتب کی گئی ہے اور یہ اصطلاح محدثین میں سنن ہے، لیکن اس کتاب کا نام مستد داری مشہور ہو گیا، جیسے امام بخاری کی کتاب کا نام المستد الجامع الصبیح مشہور ہو گیا اگرچہ وہ بھی ابواب پر مرتب ہے، کیونکہ امام بخاری کی احادیث مستد ہیں (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی مستند متصل ہے) اس کے برعکس مستد داری میں بکثرت احادیث مرسلہ، منقطعه، معطلہ اور مقلوبہ ہیں۔ ۱۵

**مسند احمد کی فتنی حیثیت کا بیان** حافظ ابن کثیر کہتے ہیں: حافظ ابو محمد محمد بن ابی بکر مدینی نے کہا ہے کہ مسند امام احمد صحیح ہے، یہ ضعیف قول ہے، کیونکہ اس میں احادیث ضعیفہ ہیں، بلکہ احادیث موضوعہ بھی ہیں جیسے مرواؤں عثمان کی فضیلت میں احادیث ہیں اور جنس کے نزدیک برص امیر کی فضیلت میں حدیث ہے اور ان کے علاوہ بھی موضوع احادیث ہیں جیسا کہ حفاظ میں ایک جماعت نے اس کی تصریح کی ہے، مسانید میں سے اور کوئی مسند اس کے پاسے کی نہیں ہے اس کے باوجود امام احمد سے بکثرت احادیث روایت گئی ہیں، بلکہ اس میں تقریباً ان دو سو صحابہ کی روایات نہیں ہیں جن کی روایات صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہیں بلکہ حافظ زین الدین عراقی کہتے ہیں:

حافظ ابن الصلاح نے مسند احمد کا شمار صحیح میں کیا ہے، اور حافظ مدینی نے کہا امام احمد کی یہ شرط تھی کہ وہ اپنی مسند میں صرف حدیث صحیح کو درج کریں گے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ امام احمد نے اپنی کتاب میں سختی کی شرط رکھی تھی، حافظ مدینی سے کسی حدیث کے متعلق سوال کیا گیا انھوں نے کہا بخیر یہ مسند احمد میں ہے یا نہیں، اگر مسند احمد میں ہے تو یہ حجت ہے ورنہ نہیں، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مسند احمد کی تمام احادیث حجت ہیں، اور مسند احمد کے سوا کوئی حدیث حجت نہیں ہے کیونکہ کتنی احادیث صحیحہ کتب صحیحہ میں ہیں اور وہ مسند احمد میں نہیں ہیں۔

مسند احمد میں حدیث ضعیف کا وجود محقق ہے بلکہ اس میں احادیث موضوعہ بھی ہیں جن نے ان کو ایک رسالہ میں جمع کیا ہے امام احمد نے خود بعض احادیث کو ضعیف قرار دیا ہے ان میں سے ایک یہ حدیث ہے: حضرت عائشہ سے مرفوعاً روایت ہے کہ میں نے عبدالرحمن بن عوف کو جنت میں سرین کے بن گھسٹے ہوئے دیکھا، اور اس میں عمارہ بن زاذان کی سند ہے جس کی حدیث کے متعلق امام احمد نے کہا یہ کذب منکر ہے اور کہا عمارہ احادیث مناکیر کی روایت کرتا ہے اور ابن جزئی نے اس حدیث کو موضوعات میں درج کیا اور ابن ابی حریز نے حضرت عمر کی اس حدیث کو بھی موضوعات میں درج کیا ہے "اس امت میں ولید نام کا ایک شخص ہو گا، اور حضرت انس کی اس حدیث کو "جو شخص اسلام میں چالیس سال کی عمر تک گزارتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے کئی قسم کی بلاؤں، جنون، جذام اور برص کو دور کر دیتا ہے" اور حضرت انس کی اس حدیث کو "مسفلان احمد المعروفین ہے اس میں سے قیامت کے دن ستر ہزار کو بیعت کیا جائے گا جن پر کوئی حساب نہیں ہو گا" یہ تمام موضوع احادیث مسند احمد میں ہیں، اور اس میں احادیث منکرہ بھی ہیں مثلاً حضرت بریدہ کی یہ حدیث: تم خراسان کی جماعت میں رہو پھر مرد کے شہر جاؤ

۱۵۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبیان فی بیضاح من ۵۶، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۹ھ  
۱۶۔ حافظ قنادین اسماعیل بن عمر المعروف بابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، اختصار علوم الحدیث من ۳۹-۴۵، مطبوعہ دار التراث القاهرة



کیونکہ اس کو وہاں تقریباً ۱۰۰۰ روایات کی ہیں ان میں ضعیف اور موضوع احادیث ہیں اور موضوع احادیث یہ ہے: حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابن عمر سے روایت ہے حضرت علی کے دروازے کے مناسب دروازے پر کہ وہ ابن جوزی نے اس کو موضوعات میں درج کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو راویوں نے وضع کیا ہے۔ علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

مسند احمد تمام مسانید میں سیاق و سباق کے لحاظ سے تمام مسانید میں اکبر اور احسن ہے اس جوہر کو انھوں نے ساتھی سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے اور امام احمد سے منقول ہے کہ جس حدیث میں مسلمانوں کا اختلاف ہو اس کو مسند احمد میں نکالیں گے و اگر اس میں مل جائے تو قبلاً و بعداً وہ حجت نہیں ہے، اور بعض نے مبالغہ کر کے اس کو صحیح قرار دیا اور تحقیق یہ ہے کہ اس میں بہ کثرت احادیث ضعیفہ ہیں، اور بعض کا ضعف بعض سے زیادہ شدید ہے، سنی کہ ابن جوزی نے اس کی بہت سی احادیث کا موضوعات میں شمار کیا ہے لیکن حافظ عراقی نے بعض احادیث کو موضوع قرار دینے میں ابن جوزی سے اختلاف کیا ہے اور ابن جوزی کا رد کیا ہے، اور حق یہ ہے کہ جن کتابوں میں مسند کا التزام نہیں کیا گیا ان میں مسند احمد صلب سے عمدہ کتاب ہے۔ علامہ احمد محمد شاہ لکھتے ہیں:

ما فیہ ابن حجر عسقلانی نے ایک رسالہ لکھا ہے "القول السدید فی الذب عن مسند الامام احمد" اس میں ان لوگوں کا رد کیا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ مسند احمد میں موضوعات ہیں، اور شیخ ابن تیمیہ نے التوسل والوسیلہ میں لکھا ہے: اگر موضوع سے یہ مراد ہے جس کی سند میں کذاب ہوں تو مسند احمد میں ایسا کوئی راوی نہیں ہے، اور اگر اس سے مراد ایسی حدیث ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نہیں ہے خواہ وہ راوی کی غلطی کی وجہ سے ہو یا اس کے حافظ کی خرابی کی وجہ سے تو مسند اور سنن میں ایسی بہ کثرت حدیثیں ہیں۔

حافظ عراقی نے کہا ہے کہ اس میں تقریباً ۱۰۰۰ روایات نہیں ہیں جو صحیحین میں ہیں، یہ انتہائی غلو ہے، بلکہ بہت کم صحیحین کی حدیثیں اس میں شامل ہونے سے رہ گئیں اور جو کسی مسین صحابی کی حدیث اس میں رہ گئی ہے تو اس کی ہم سنی حدیث کسی اور صحابی کی روایت سے اس میں مذکور ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مسند میں تمام سنت کو جمع کر لیا گیا ہے تو یہ حجت سے بعید نہیں ہے، امام احمد نے اپنے بیٹے عبد اللہ بن احمد (جو مسند کے راوی ہیں) سے کہا: اس مسند کو حفظ کر لو، کیونکہ منقریب یہ لوگوں کی پیشوا ہوگی، اور انھوں نے کہا اس کتاب میں میں نے ساتھی سات لاکھ احادیث سے انتخاب کر کے حدیثیں جمع کی ہیں، سوجب مسلمانوں کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث کے متعلق اختلاف ہو تو اس کو مسند میں تلاش کرو اگر وہ حدیث اس کتاب میں مل گئی تو قبلاً و بعداً وہ حدیث حجت نہیں ہے، حافظ ذہبی نے کہا اکثر اصحاب غلوں میں ایسا ہی ہے ورنہ صحیحین، سنن اور اجزاء میں ایسی تو ہی احادیث ہیں جو مسند میں نہیں ہیں۔

۱۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسن عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقیید والایضاح ص ۵۸-۵۹، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۹ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المصنف بشرح الطیبة اکبریٹ ج ۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

۳۔ علامہ احمد محمد شاہ، الباعث المحشیت ص ۲۲، مطبوعہ دار التراث القاہرہ ۱۳۹۹ھ



میز علامہ احمد محمد شاہ لکھتے ہیں:

۱۳۱۳ھ سند احمد مصر میں جو ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی، پھر مطبوعہ مصر سے شائع ہوئی جس میں ہر حدیث کی تخریج کی گئی اور اس کی صحت اور ضعف کا بیان کیا گیا، اس تحقیق کے ساتھ ہی ایک نو جلدوں میں سند احمد شائع ہوئی ہے جو چھ جلدوں والی سند ایک جلد اور دوسری کا ایک ٹکڑا ہے اور یہ ان شہادت تیس جلدوں میں مکمل ہوئی، ان نو جلدوں میں کل ۶۵۱۱ حدیثیں ہیں جن میں سے ۵۷۳۳ صحیح حدیثیں ہیں اور ۷۷۸ ضعیف حدیثیں ہیں اس طرح سند احمد میں ضعیف احادیث کی تعداد بارہ فی صد سے بھی کم ہے اور یہ حافظ ابن کثیر کے اس قول پر شہاد عادل ہے کہ: سند احمد میں سند اور متن کے لحاظ سے بہ کثرت ایسی حدیثیں ہیں جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے ہم پلہ ہیں بلکہ اس میں ایسی احادیث بھی ہیں جو محتاج متہ میں نہیں ہیں ذرا مختصر طور پر اکھبریت ص ۲۲) اور بے شک حافظ ابن کثیر دوسرے لوگوں کی بہ نسبت سند احمد کے بہت زیادہ عالم تھے۔ لہ

**سند بزار کی فنی حیثیت کا بیان** حافظ ابن الدین عراقی لکھتے ہیں: سند بزار میں احادیث صحیحہ اور ضعیفہ کا جملہ ذکر ہے، البتہ کہیں کہیں مصنف نے تفصیل کی ہے، اور جو راوی کسی حدیث میں متفرد ہو اس کا ذکر کرتے ہیں اور اگر اس کا کوئی متابع ہو تو اس کو بھی بیان کر دیتے ہیں۔ اور سند بخاری میں بہ کثرت ضعیف اور مرسل روایات ہیں لہ

**مسند رک الاحکام کی فنی حیثیت کا بیان** جو حدیثیں، امام بخاری اور امام مسلم سے رہ گئی ہیں ان پر استدراک (اضافہ) کرنے کے لیے امام ابو عبد اللہ عاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ نے مسند رک بھی جو چار کتب اور ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے، امام عاکم نے امام بخاری اور امام مسلم کے راویوں سے حدیثیں روایت کیں یا ان دونوں کی یا ان میں سے کسی ایک کا شرط پر حدیثیں روایت کیں، اور جو حدیثیں ان کے اجتہاد کے مطابق صحیح تھیں خواہ وہ ان میں سے کسی ایک کی شرط کے مطابق نہ ہوں، حدیث کو صحیح قرار دینے میں وہ ضعیف المشرب تھے اور صحت کا فیصلہ کرنے میں متساہل تھے، اس لیے اولیٰ ہی سے کہ ہم متوسط قول اختیار کریں اور وہ یہ ہے کہ جس حدیث کو امام عاکم صحیح کہیں اور کسی اور امام نے اس حدیث کو صحیح نہ کہا ہو تو اگر وہ صحیح نہیں ہے تو کم از کم حسن ہے اس سے استدلال کیا جائے گا اور اس پر عمل کیا جائے گا بہ شرطیکہ اس میں کوئی علت نہ ہو جو اس کے ضعیف کا موجب ہو۔ لہ

حافظ ابن الدین عراقی لکھتے ہیں:

قاضی القضاۃ بدر الدین بن حماد نے اس سے اختلاف کیا ہے کہ جب عاکم کسی حدیث کی تصحیح میں متفرد ہو تو اس کو حسن قرار دیا جائے گا وہ کہتے ہیں بلکہ تحقیق کی جائے گی اور اس حدیث کو صحیح حکم معلوم کیا جائے گا آیا وہ صحیح ہے، حسن ہے یا ضعیف ہے اور اس کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا۔ لہ

۱۔ علامہ احمد محمد شاہ، الباعث الحثیث ص ۲۲، مطبوعہ دار التراث القاہرہ ۱۳۴۹ھ

۲۔ حافظ ابن الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقدید والایضاح ص ۵۸، مطبوعہ مکتبہ سلطیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۹ھ

۳۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۱۱۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۲ھ

۴۔ حافظ ابن عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التقدید والایضاح ص ۳۰، مطبوعہ مکتبہ سلطیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۹ھ



مافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں :

مستدرک میں امام حاکم کی اضافہ کی ہوئی احادیث کی حسب ذیل تین قسمیں ہیں :

۱۔ جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کو انھوں نے متعین یا ان میں سے کسی ایک کے راویوں سے روایت اجتماع پر روایت کیا ہے جس سے امام بخاری اور مسلم دونوں یا کسی ایک نے استدلال کیا ہو اور وہ علل سے محفوظ ہے۔ اس قسم کی حدیث مستدرک میں بہت نادر ہے۔

۲۔ جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کی اسناد سے امام بخاری اور امام مسلم نے بطور استدلال حدیث روایت نہیں کی بلکہ شواہد، متابعات، تعالیق وغیرہ میں اس سند کا ذکر کیا ہو، اس قسم کی احادیث، حدیث صحیح کے درجہ سے کم ہیں، بلکہ ان میں شاذ اور ضعیف بھی ہیں لیکن ایسی احادیث کی اکثریت حسن سے کم نہیں ہے اور ہر چند کہ امام حاکم متقدمین کی اتباع میں صحیح اور حسن میں فرق نہیں کرتے بلکہ امام ابن خزمیہ اور امام ابن حبان ایسے اپنے مشائخ کی اتباع میں ان کو احادیث صحیحہ قرار دیتے ہیں لیکن یہ چیز ان کے اس دعویٰ کے خلاف ہے کہ مستدرک میں شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر احادیث ہیں۔

۳۔ جس حدیث کو امام حاکم نے روایت کیا ہے اس کی اسناد سے امام بخاری اور امام مسلم نے بطور استدلال حدیث روایت کی ہو نہ یہ طور متابعات، اس قسم کی احادیث مستدرک میں بہ کثرت ہیں، امام حاکم ایسے بہت لوگوں سے حدیث روایت کرتے ہیں جو صحیحین میں نہیں ہیں لیکن وہ بدو دعویٰ نہیں کرتے کہ یہ ان میں سے کسی ایک کی شرط پر ہیں، اور بعض اوقات وہم کے سبب سے ایسا دعویٰ کرتے ہیں، اور اس قسم میں مشکل سے کوئی ایسی حدیث ہوگی جو حدیث صحیح کے درجہ کو پہنچے، شیخین کی شرط پر جو تا تو بہت وعدہ کیا ہے۔  
ہم اسے بیان کر وہ معیار کے اعتبار سے مستدرک میں جو احادیث شیخین یا ان میں سے کسی ایک شرط پر ہیں ان کی تعداد ایک ہزار سے بھی کم ہے۔  
علامہ سیوطی لکھتے ہیں :

امام حاکم تصحیح حدیث میں متساہل ہیں، علامہ ترمذی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ حاکم کے شاگرد بیعتی ان سے زیادہ سختی کرتے ہیں، حافظ ترمذی نے مستدرک کا خلاصہ کیا ہے اور مستدرک کی بہ کثرت احادیث کو ضعیف اور منکر قرار دیا ہے اور ایک رسالہ میں مستدرک کی تقریباً ایک سو سو موضوع احادیث صحیح کی ہیں۔

ابو سعید مالکی نے کہا میں نے مستدرک کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا اس میں ایک حدیث بھی صحیحین کی شرط پر نہیں ہے، حافظ ذہبی نے کہا یہ انتہائی غلو ہے، اور اس میں شیخین کی شرط پر یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر بہ کثرت احادیث ہیں اور شاید اس کا مجموعہ نصف کتاب کے برابر ہو اور چوتھائی مستدرک میں دیگر تصحیح السند احادیث ہیں اور ان میں سے بعض میں منعت یا علت ہے اور باقی چوتھائی میں ضعیف اور منکر روایات ہیں اور بعض موضوعات بھی ہیں۔



شیخ الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے کہا کہ امام مالک کے تساہل کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے کتاب کا مسودہ تیار کیا اور اس پر نظر ثانی کرنے سے پہلے ان کو موت نے آیا، اراذل قولہ علامہ نووی نے کہا ہے مستدرک کی جس حدیث کو متقدمین نے صحیح قرار دیا ہو نہ ضعیف، اگر اس میں صنعت کی کوئی وجہ نہ ہو تو ہم اس کو حسن قرار دیں گے علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

امام مالک متسائل ہیں اور انھوں نے ضعیف احادیث تو الگ رہیں کئی موضوع احادیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے اس کی وجہ یا تو تعصب ہے کیونکہ ان پر تشیع کی تہمت تھی، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ انھوں نے اپنی عمر کے آخر میں مستدرک کو تصنیف کیا، اس وقت ان کے حافظہ میں تغیر ہو چکا تھا اور ان پر غفلت طاری تھی ان کو اس پر نظر ثانی کرنے کا موقع نہ مل سکا، (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے لکھا ہے کہ بعض راویوں کا مالک نے کتاب الضعفاء میں ذکر کیا ہے اور ان سے روایت کرنے کو منع کیا ہے، پھر خود ان کی روایات کو مستدرک میں صحیح لکھا ہے، ان راویوں میں سے ایک راوی عبد الرحمن بن زبید بن اسلم ہے۔ (سان المیزان ج ۵ ص ۲۲۳) اس کا دلیل یہ ہے کہ مستدرک کے پہلے پانچویں حصہ میں باقی کتاب کی نسبت تساہل بہت کم ہے۔ ۵

شرح صحیح مسلم جلد ثالث کے ضمیمہ اور جلد سادس میں ہم نے امام مالک کے تساہل کے متعلق بہ کثرت علماء کی آراء ذکر کی ہیں۔ مشہور کتب حدیث کے تفاریق کے بعد ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ حدیث صحیح اور صحاح ستہ کے راویوں کی شرائط بیان کر دی جائیں۔

### حدیث صحیح کے راوی کی شرائط کا بیان

حافظ ابوبکر السخاوی لکھتے ہیں:

حدیث صحیح کے لیے چند شرائط ہیں:

- ۱۔ پہلی شرط اسلام ہے، کیونکہ مشرکین کی روایت کتاب، سنت اور اجماع سے مردود ہے، البتہ اگر کسی شخص نے حالت فحک میں کوئی روایت سنی پھر اس کو اسلام قبول کرنے کے بعد روایت کیا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
- ۲۔ دوسری شرط عقل ہے، کیونکہ بچہ اور شیون کی روایت مقبول ہوتی ہے نہ شہادت، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین شخص مرفوع القلم ہیں، سوسے والا سچا کہ بیدار ہو جائے، بچہ فحک کہ بالغ ہو جائے اور مجنون حقا کہ اس کی عقل صحیح ہو جائے۔
- ۳۔ تیسری شرط صدق ہے کیونکہ جھوٹا شخص یا تو حدیث میں جھوٹ بولے گا تو اس کی حدیث مردود ہے خواہ وہ توبہ کر لے، اور یا وہ شخص لوگوں سے جھوٹ بولے گا اس کی حدیث بھی مردود ہے، اس طرح جو شخص ثلقتین کو قبول کرنے میں مشہور ہوا اور جس شخص کا روایت کرنے میں تساہل مشہور ہو اس کی حدیث بھی مردود ہے۔
- ۴۔ اس حدیث کا راوی مدلس نہیں ہو نا چاہیے۔

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۰۷-۱۰۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ-۱۴۱۲ھ  
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۱۲ھ، نسخ المینت بشرح النبیۃ احمدیہ ج ۱ ص ۴۱-۴۰، مطبوعہ دارالامان مطبری،



۵۔ اس حدیث کا ردی عادل ہونا چاہیے، عدالت سے یہ مراد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتا ہو اور منوعات سے اجتناب کرتا ہو اور صرف یہ کافی نہیں ہے کہ وہ کبائر سے مجتنب ہو بلکہ منکرات پر اصرار کرنے سے بھی مجتنب ہو۔ اور ثبوت عدالت کے بعد اس میں کوئی ایسی چیز نہ پائی جائے جو عدالت کے منافی ہو۔ ان شرائط کے پائے جانے کے بعد اس میں حسب ذیل شرائط کا مزید پایا جانا ضروری ہے:-

- ۱۔ اہل علم میں اس شخص کی یہ شہرت ہو کہ وہ حدیث کا طالب ہے اور حدیث کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔
- ۲۔ اس شخص نے علماء حدیث سے سن کر احادیث روایت کی ہوں کتابوں سے ویکھ کر نہیں۔
- ۳۔ سماع حدیث کے وقت سے اس کو وہ حدیث منضبط ہو اور اپنے شیخ سے اس روایت کی اس کو تحقیق ہو اور حدیثیں نہ ہو۔

۴۔ وہ شخص حاضر و باغ اور بیدار مغرور ہو اور اس پر غفلت طاری نہ ہوتی ہو۔

- ۵۔ اس شخص کو غلطی اور وہم بہت کم عارض ہوتا ہو، کیونکہ جو شخص کثیر الغلط اور سہمی ہو گا اس کی حدیث مردود ہوگی۔
  - ۶۔ وہ شخص سنجیدہ اور باوقار ہو۔
  - ۷۔ وہ شخص خود اپنے ذہن اور بدعت سے مجتنب ہو، کیونکہ بدعتی کی وہ روایت مقبول نہیں ہوتی جو اس کی بدعت کی موید ہو۔
- حدیث صحیح کے راوی کے یہ جاس اور صفات ہیں اور ان کے قوال اور لاحق ہیں جن کا پورا علم ہمارے ہاں تمام کے بعد ہی ممکن ہے۔

**ائمہ صحاح ستہ کی شرائط کا بیان** | ائمہ خمسہ کا مختار صحیح حدیث کے استنباط کی کیفیت میں الگ الگ مذہب ہے جو امام حدیث صحیح کو سند کے ساتھ روایت کرتا ہے وہ راوی کے مشائخ میں بدل کا اعتبار کرتا ہے اور جن ثقہ راویوں سے وہ مشائخ روایت کرتے ہیں ان میں سے اگر بعض راوی صحیح ہوں اور بعض میں ایسی صلاحیت نہ ہو تو ان کی حدیث کو صرف شواہد اور مشاہدات کے طور پر ذکر کیا جاسکتا ہے، اس کو ہم ایک مثال کے ساتھ واضح کرتے ہیں، مثلاً ہمیں معلوم ہے کہ اصحاب زہری کے پانچ طبقات ہیں اور ہر طبقہ کو اپنے بعد واسطے طبقہ پر ایک فرقیہ حاصل ہے، پس جو طبقہ اولیٰ کے راوی ہیں وہ غایت صحت میں ہیں اور وہ امام بخاری کا غایت مقصود ہیں، اور طبقہ ثانیہ کے راوی عدالت میں تو طبقہ اولیٰ کے مساوی ہیں لیکن طبقہ اولیٰ کے راوی کامل الضبط والا تقان اور زہری کے ساتھ طویل المذاکرہ ہیں حتیٰ کہ وہ سفر اور حضر میں زہری کے ساتھ رہے اور طبقہ ثانیہ کے راوی زہری کے ساتھ تھوڑا عرصہ ملازم رہے اس لیے ان کو زہری کی تصدیق کا اتنا تجربہ نہیں ہے اور وہ ضبط اور اتفاق میں بھی پہلے مرتبہ سے کم ہیں اور یہ راوی امام مسلم کی مشروط ہیں۔ اور طبقہ ثانیہ میں وہ راوی ہیں جو زہری کے ساتھ کثیر المذاکرہ ہیں لیکن وہ شدید جرح سے محفوظ نہیں ہیں اس لیے وہ رد اور قبول کے درمیان ہیں، اور یہ امام ابو داؤد اور نسائی کی مشروط ہیں، اور طبقہ رابع جو جرح اور تعدیل میں طبقہ ثانیہ کے مساوی ہیں لیکن یہ زہری کے ساتھ بہت کم عرصہ رہے اس لیے ان کو زہری کی حدیث کا بہت کم تجربہ ہے اور یہ امام ترمذی کی مشروط ہے، مدحیقت امام ترمذی کی مشروط امام ابو داؤد کی مشروط سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ جب حدیث ضعیف ہو یا اس کا مخرج طبقہ رابع ہو تو امام ترمذی اس حدیث کا ضعف بیان کرتے ہیں اور جب ضعیف پر متنبہ کرتے ہیں اور ان کی حدیث شواہد اور متابعت کے باب سے ہوتی ہے اور طبقہ خامسہ، ضعیف اور مجہولین کی جہالت



ہے ان احادیث کو ترجمۃ الباب کے اثبات کے لیے روایت کرنا جائز نہیں ہے البتہ امام ابو داؤد ان کی احادیث کو بطور اعتبار وارد استنباط روایت کرتے ہیں اور امام بخاری اور مسلم ان سے بالکل روایت نہیں کرتے۔ (امام ابن ماجہ اس طبقہ کی روایات کا استیعاب کرتے ہیں۔  
**اصحاب زہری کے طبقات خمسہ کا بیان** | طبقہ اولیٰ: مثلاً، مالک، ابن عیینہ، عبید اللہ بن عمر، یونس و عقیل، شعیب بن ابی حمزہ وغیرہم۔

طبقہ ثانیہ: مثلاً عبد الرحمن بن عمر ازاعی، لیث بن سعد، ثمان بن راشد، عبد الرحمن بن خالد بن مسافر وغیرہم۔  
 طبقہ ثالثہ: سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید، جعفر بن برقان، عبد اللہ بن عمر بن حفص العمری، زید بن حجاج المکی وغیرہم۔  
 طبقہ رابعہ: اسحاق بن یحییٰ کلبی، معاویہ بن یحییٰ الصدقی، اسحاق بن عبد اللہ بن ابی فروہ مدنی، ابراہیم بن یزید کلبی، مفتی بن الصباح وغیرہم۔

طبقہ خامسہ: بحر بن کنیز السقا، حکم بن عبد اللہ الرالی، عبد القدوس بن حبیب الدمشقی، محمد بن سید مصلوب وغیرہم۔  
 امام بخاری طبقہ اولیٰ سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ ثانیہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام مسلم طبقہ اولیٰ اور طبقہ ثانیہ سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ ثالثہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ابو داؤد اور امام نسائی پہلے ہیں طبقہ سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ رابعہ سے انتخاب کرتے ہیں اور امام ترمذی پہلے چار طبقوں سے استیعاب کرتے ہیں اور طبقہ خامسہ سے انتخاب کرتے ہیں۔ (اور امام ابن ماجہ پانچوں طبقہ سے بھی استیعاب کرتے ہیں۔)

**مناشیہ کے لیے سند حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کرنے کی تحقیق** | حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

جب ہم مختلف رسالوں میں ایسی صحیح الاسناد مدعوں کو دیکھتے ہیں جو ہمیں میں صحت نہیں ہیں اور نہ دیگر مستندہ حدیث نے ان احادیث کے متعلق اپنی تصنیفات میں صحت کی تصریح کی ہے تو ہم ان احادیث پر وثوق کے ساتھ صحت کا حکم کرنے کی جرات نہیں کرتے، کیونکہ اسی زیادہ کے لوگوں کو بعض اسانید کے اعتبار سے حدیث کی صحت کا ادراک نہیں ہے کیونکہ ہر سند میں ایسے رجال مل جاتے ہیں جن کی روایت پر کچھ لوگوں نے اعتماد کیا ہوتا ہے حالانکہ وہ حفظ، ضبط اور اتفاق سے عاری ہوتے ہیں جو کہ حدیث صحیح کے لیے شرط ہے، اسی لیے بالآخر حدیث صحیح اور حسن کی معرفت کا امر اللہ حدیث کی طرف رجوع کرے گا جنہوں نے اپنی مستند سند اور مشہور تصانیف میں احادیث کے صحیح یا حسن ہونے کی تصریح کی ہے۔  
 علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس شخص کی معرفت قوی ہو اور نہ کسی حدیث کو صحیح یا حسن قرار دینے پر قادر ہو میرے نزدیک زیادہ ظاہر ہے کہ اس کے لیے یہ امر جائز ہے۔

۱۔ حافظ ابو بکر محمد بن موسیٰ حازمی متوفی ۵۸۲ھ، شروط الاوثان الختمہ ص ۱۲۰

۲۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن شہرذری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۱۱۳، مطبوعہ مکتبہ المدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النوادی مع التذیج ص ۱۲۳، مطبوعہ مکتبہ المدینہ منورہ ۱۴۰۲ھ







حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا کہ حافظ ابن الصلاح کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ متقدمین کی تصحیح مقبول ہے اور متاخرین کی تصحیح مردود ہے اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ صحیح حدیث مردود ہو جائے اور غیر صحیح حدیث مقبول ہو جائے، کیونکہ کئی ایسی احادیث ہیں جن پر امام متقدم نے صحت کا حکم لگایا اور متاخر اس کی کسی ایسی علت قاعدہ پر مطلق جواب جو صحت کے حکم سے مانع تھی، خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ وہ متقدم ان ائمہ میں سے ہو جو صحیح اور حسن میں فرق نہیں کرتے جیسے امام ابن کثیر، اور امام ابن حبان وغیرہ اس لیے وہ حدیث مردود ہوگی اور حافظ ابن الصلاح کے ذکر کردہ اعتبار سے اس کا مقبول ہونا لازم آئے گا۔

حافظ عسقلانی نے کہا تعجب ہے کہ ابن الصلاح تمام اسانید متاخرہ میں مام ضلل کا دعویٰ کرتے ہیں اور متقدمین کی تصحیح کو قبول کرتے ہیں اور متقدمین کی تصحیح بھی متاخرین کے لیے اسی اسناد کے ساتھ متصل ہے جس میں وہ ضلل کا دعویٰ کرتے ہیں و اگر یہ ضلل صحت اسناد کا حکم لگانے سے مانع ہے تو وہ اسی تصحیح کو قبول کرنے کے حکم سے بھی مانع ہوگا۔

علامہ سخاوی کہتے ہیں :

حافظ ابن الصلاح کے معاصرین کی ایک جماعت نے متاخرین کے لیے حدیث کی تصحیح تحسین اور تضعیف کو جائز قرار دیا ہے، ان میں حافظ ابوالحسن قطان، حافظ ضیاء الدین مقدسی، حافظ ذک الدین منذری اور حافظ دیلمی ہیں پھر اس کے بعد طبعہ یہ طبقہ حنفی کہ ہمارے شیخ تک تمام علماء حدیث، حدیث کی تصحیح، تحسین اور تضعیف کرتے رہے ہیں اور یہ زودی نے یہ تصریح کی ہے کہ جو شخص اس پر قادر ہو اور اس کی قوی معرفت ہو اس کے لیے یہ امر جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ علامہ زودی شافعی متوفی ۷۶۶ھ نے شرح مسلم اور شرح المہذب میں، اور علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۷۲۰ھ نے منہج میں، امام ابن ابی حزمی حنبلی متوفی ۵۹۰ھ نے کتاب الموضوعات اور الفصل الثناویہ میں، حافظ ذہبی متوفی ۵۴۵ھ نے میزان الاطلاق میں، حافظ زلیخی حنفی متوفی ۷۲۲ھ نے نصب الرایہ میں، حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۷۵۲ھ نے فتح الباری، درلایہ اور مطالب عالیہ میں، حافظ البیہقی متوفی ۸۰۰ھ نے مجمع الزوائد، کشف الاستار اور رد وائد ابن حبان میں، حافظ بدر الدین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ نے عمدۃ القاری میں، علامہ سخاوی متوفی ۹۰۲ھ نے المقاصد الحسنہ میں، علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے الایام المستوفیہ میں اور طائیف قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ نے موضوعات کبیرہ میں، بہ کثرت احادیث کی تخریج اور تحقیق کیا ہے اور کئی احادیث کی تصحیح، حسن، تضعیف اور موضوع قرار دیا ہے اور اسانید کی تحقیق کا عمل مسلسل جاری ہے اور ضعف نے بھی شرح صحیح مسلم میں بہت سی احادیث کی تخریج اور تحقیق کی ہے اور ان کی اسناد کا تصحیح، حسن، تضعیف یا موضوع ہونا بیان کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تخریج اور تحقیق کا یہ عمل کبھی باطل نہیں ہوا بلکہ مسلسل جاری و ساری ہے۔

حدیث کی چند کتابوں کا تعارف کرانے کے بعد ہم علم حدیث کی چند اہم اور چند ضروری اصطلاحات کا بیان

الاستعانة بلیق۔

حدیث کا لغوی معنی قدیم کی ضد ہے اور اصطلاحی تعریف یہ ہے :

حدیث

۱۔ علامہ ابوالدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۴۷-۱۴۸، مطبوعہ مکتبہ ملیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ ص ۱۴۳۔  
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المسنیث بشرح الفیتہ الکبریٰ ج ۱ ص ۵۱۔ مطبوعہ دارالامام الطبری،



نقل ما اضيف الى النبي صلى الله عليه و سلم من قول او فعل او تقرير او وصف .  
 نہیں صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف جس قول فعل، تقریر یا وصف کی نسبت کی گئی ہے اس کے بیان کو حدیث کہتے ہیں۔

نقل ما صدر و ظهر عن النبي صلى الله عليه و سلم قولاً و فعلاً او تقريراً او وصفاً خلقياً او نعتاً خلقياً .  
 نہیں صلے اللہ علیہ وسلم سے جو قول فعل یا تقریر صادر ہو یا جو آپ کا خلقی وصف ظاہر ہو یا آپ کی خلقی نعت ظاہر ہو اس کے بیان کو حدیث کہتے ہیں۔

سنت میں سنت کا معنی ہے طریقہ اور سیرت، بعض علماء نے کہا سنت حدیث کے مترادف ہے اور علماء ابن اثیر نے سنت کی یہ تعریف کی ہے:

ما امر به النبي صلى الله عليه و سلم و نهى عنه و ندب اليه قولاً او فعلاً مما لم ينطق به الكتاب العزيز .  
 جس چیز کا نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور جس چیز سے منع فرمایا اور جس چیز کو قول اور فعل سے پسندیدہ قرار دیا، بشرطیکہ ان امور کا قرآن مجید میں ذکر نہ ہوا وہ امور سنت ہیں۔

خبر اور حدیث مترادف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم صحابی اور تابعی کی طرف جو قول منسوب ہو وہ حدیث ہے اور خبر عام ہے خواہ وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہو یا کسی اور کی طرف، اسی وجہ سے جو حدیث میں مشغول ہو اس کو محدث اور جو تابعی میں مشغول ہو اس کو اعتباری کہتے ہیں۔  
 یہ حدیث کا مترادف ہے اور ایک قول یہ ہے کہ صحابہ اور تابعین کے اقوال اور افعال کو اشر کہتے ہیں۔

اسناد اسناد رجال (راویوں) کا وہ سلسلہ جو متن حدیث تک پہنچائے۔

متن جس کلام تک پہنچ کر منقطع ہو جائے، یعنی حدیث کی عبارت۔

## کتاب احادیث کے اسماء

۱۔ وہ کتاب جس میں ہر صحابی کی مرویات الگ الگ جمع ہوں (۱۲) وہ حدیث مرفوعہ جس کی سند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تک متصل ہو۔

۲۔ جس کتاب کے مصنف نے صرف احادیث صحیحہ کا التزام کیا ہو جیسے صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہ۔

۳۔ جس کتاب میں آئمہ عنوانوں کے تحت احادیث لائی جائیں اور وہ یہ ہیں۔ سیر، آداب، تفسیر، عقائد، فتن، احکام، اشراف، مناقب، جیسے صحیح بخاری اور جامع ترمذی وغیرہ۔

۴۔ علامہ محمد الدین محمد جزیری المعروف بابن الاثیر متوفی ۷۰۶ھ الشہادتہ ج ۱ ص ۹۴ مطبوعہ مکتبۃ اسلامیہ کوفہ ۱۳۹۴ھ ۱۳۷۶ھ  
 ۵۔ علامہ محمد الدین محمد جزیری المعروف بابن الاثیر متوفی ۷۰۶ھ الشہادتہ ج ۱ ص ۹۴ مطبوعہ مکتبۃ اسلامیہ کوفہ ۱۳۹۴ھ ۱۳۷۶ھ



**سنن** | جس کتاب میں فقط احکام سے متعلق احادیث ہوں جیسے سنن ابی داؤد، نسائی

**معجم** | جس کتاب میں ترتیب شیوخ سے احادیث لائی جائیں جیسے معجم طبرانی۔

**مستخرج** | جس کتاب میں کسی اور کتاب کی احادیث کو ثبات کرنے کے لیے ان احادیث کو مصنف کتاب کے شیخ یا شیخ الشیخ کی دیگر اسناد سے وارد کیا جائے۔ جیسے مستخرج لابی نعیم علی البخاری۔

**مسند** | جس کتاب میں مختلف ابواب کے تحت ان احادیث کو لایا جائے جو ان ابواب میں کسی اور مصنف سے رہ گئی ہوں جیسے حاکم کی مسند علی بن عیینہ۔

**رسالہ** | جس کتاب میں جامع کے اچھے عنوانوں میں سے کسی ایک عنوان کے تحت احادیث ہوں جیسے امام احمد کی کتاب الزہد۔

**جزء** | جس کتاب میں صرف ایک موضوع پر احادیث ہوں جیسے امام بخاری کی جزء القراءة خلف الامام۔

**اربعین** | جس کتاب میں چالیس احادیث ہوں جیسے اربعین ترمذی۔

**امالی** | جس کتاب میں شیخ کے املا کر کے ہوئے فوائد حدیث ہوں جیسے امالی امام محمد۔

**اطراف** | جس کتاب میں حدیث کا صرف وہ حصہ ذکر کیا جائے جو بقیدہ پر دلالت کرے اور پھر اس حدیث کے تمام طرق اور اسانید بیان کر دیے جائیں یا بعض کتب مخصوصہ کی اسانید بیان کی جائیں۔ جیسے اطراف المکتب الخمر لابی العباس اور اطراف المزنی۔

**مصنف** | جس کتاب کی ترتیب فقہی ابواب پر ہو اور اس میں آثار صحابہ اور اقوال تابعین و تابعین تابعین بہ کثرت ہوں۔

**تعداد احادیث کا بیان** | حافظ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

امام ابو جعفر محمد بن حسین بغدادی نے کتاب التعمیر میں لکھا ہے کہ ترمذی، شعبہ، یحییٰ بن سعید القطان، ابن ہدی اور امام احمد بن حنبل سے مروی ہے کہ بلا تکرار احادیث صحیحہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مستدریج ہیں ان کی کل تعداد چار ہزار چار سو ہے، یہ وہ احادیث ہیں جو بالخصوص احکام سے متعلق ہیں۔

امام اسحاق بن راہویہ سے روایت ہے کہ ان کی تعداد سات ہزار سے زیادہ ہے۔ امام احمد بن حنبل نے کہا میں نے ابن مہدی سے سنا کہ حلال اور حرام سے متعلق آٹھ سو احادیث ہیں۔ امام اسحاق بن راہویہ نے بھی یحییٰ بن سعید سے اسی طرح نقل کیا ہے۔

قاضی ابوبکر ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ صحیحین میں احکام سے متعلق تقریباً دو ہزار حدیثیں ہیں۔ امام ابوداؤد نے امام ابن المبارک سے نقل کیا ہے کہ حلال اور حرام سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کل اقوال صریحہ کی تعداد نو سو ہے۔ ان مختلف اقوال کی توجیہ یہ ہے کہ ہر ایک نے ان احادیث کا شمار کیا ہے جو اس تک پہنچی ہیں



اس وجہ سے ان کی تعداد میں اختلاف ہے۔ لے

امام حاکم نیشاپوری لکھتے ہیں

یہ قول کس طرح صحیح ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا عدد دس ہزار تک بھی نہیں پہنچتا جبکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے چار ہزار مردوں اور عورتوں نے احادیث کو روایت کیا ہے جو بیس سال سے زیادہ مکہ اور مدینہ میں آپ کی صحبت میں رہے اور انہوں نے آپ کے اقوال اور افعال کو محفوظ رکھا، اور آپ کی نیند اور آپ کی بیداری، آپ کی حرکات اور سکناات، آپ کے قیام اور قعود، عبادت میں آپ کا مجاہدہ، آپ کی سیرت، آپ کے سزا پا اور معافی، آپ کا مزاج اور آپ کا جھڑکنا، آپ کا خطبہ اور آپ کا کھانا پینا، آپ کا چلنا اور آپ کا خاموش رہنا، آپ کی گھر والوں کے ساتھ خوش طبعی اور آپ کا گھر سے کوسرہ جانا، مشرکین اور مسلمین کو خط و طے لکھنا اور آپ کے عہد اور مراثیق، غرضیکہ صحابہ کرام نے ہر لحظہ اور ہر منٹ کے احوال کو یاد رکھا۔ اور یہ تمام امور عبادات اور حلال اور حرام سے متعلق ان اس کام شریعت کے علاوہ ہیں جن کو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا اور یاد رکھا اور ان تمام قضایا اور فیصلوں کے ماسوا ہیں جن کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بحیثیت امیر اور حاکم کے فیصلہ سنایا کیا ان حالات میں درادیر کے لیے بھی یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ وہ ہزاروں صحابہ جو میدان جہاد میں در صف نظر آتے ہیں وہ کوئی حدیث بیان کیے بغیر اللہ تعالیٰ کے گھر مدھا رہ گئے، فتح مکہ کے سال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ پہنچے تو آپ کے ساتھ پندرہ ہزار صحابہ تھے۔

امام احمد بن حنبل نے کہا احادیث صحیحہ کی تعداد سات لاکھ ہے، امام اسحق بن راہویہ اپنے حافظ سے ستر ہزار احادیث کھوا دیتے تھے، حافظ ابی کریب نے کوفہ میں تین لاکھ احادیث بیان کیں، محدث ابی بکر بن ابی دارم کہتے ہیں کہ میں نے اپنی انگلیوں سے شمار کر کے ابی جعفر حضرمی سے ایک لاکھ حدیثیں سنی ہیں، محمد بن مسیب کا بیان ہے کہ جب میں مصر میں سفر کر رہا تھا تو میرے پاس ایک ہزار جزدو تھے اور ہر جزدو میں ایک ہزار حدیثیں تھیں (گرگیا کل دس لاکھ حدیثیں تھیں)۔ لے

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے کہا ہے کہ کتب خمس یعنی صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، سنن ترمذی اور سنن نسائی میں تقریباً کل احادیث موجود ہیں اور ان کے علاوہ بہت کم حدیثیں رہ جاتی ہیں، حافظ عراقی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ امام بخاری نے کہا مجھے ایک لاکھ صحیح اور دو لاکھ غیر صحیح احادیث یاد ہیں، اور ہو سکتا ہے کہ امام بخاری کی یہ مراد ہو کہ وہ احادیث مکررۃ الا سانید ہیں اور ان میں حروفات (تأدیلی صحابہ) بھی ہیں۔ کیونکہ اگر ایک حدیث دو سندوں سے مروی ہو تو وہ محدثین کے نزدیک دو حدیثیں ہیں، اور ابن جابر نے الشہل المدعی میں یہ لکھا ہے یا امام بخاری کی مراد کثرت میں مبالغہ ہے لیکن پہلی ترجیح زیادہ قوی ہے۔ اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ اگر تمام مسانید، جواس، سنن اور اجزاء وغیرہ کا تتبع کیا جائے تو بلا تکرار احادیث صحیحہ اور غیر صحیحہ کی کل تعداد ایک لاکھ کو بھی نہیں پہنچتی، بلکہ پچاس ہزار کو بھی نہیں پہنچتی، اور یہ بات بہت بعید ہے

لے۔ حافظ ابی القاسم احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الکلیت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۲۹۹-۳۰۰، مطبوعہ احیاء التراث الاسلامیہ ۱۳۰۴ھ  
لے۔ امام حاکم ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک فی اصول الحدیث ص ۱۱-۹، مطبوعہ رحیم آباد می کراچی، ۱۳۱۱ھ



کہ ایک شخص کو اتنی حدیثیں یاد ہوں جو پوری امت میں سے کسی کو بھی یاد نہ ہوں، اس کو صرف اتنی ہی حدیثیں یاد ہوں گی جو اس نے اپنے وقت کے مشائخ سے روایت کی ہوں گی۔

امام ابن جریر نے کہا ہے کہ تمام احادیث کو حصر کرنے کا امکان بہت بعید ہے البتہ ایک جماعت نے ان کے حصر اور تفسیر میں مبالغہ کیا ہے۔ امام احمد نے کائنات لاکھ سے زیادہ صحیح احادیث ہیں اور میں نے مسند میں سات لاکھ پچاس ہزار حدیثوں سے منتخب کر کے حدیثیں لکھی ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص پہلے ان حدیثوں کا شمار کرے جو اس کو مل گئیں ہیں پھر ان حدیثوں کا شمار کرے جو اس سے رہ گئی ہیں تو احادیث کا شمار اس میں کہتا ہوں کہ متاخرین نے اس پر کام کیا ہے کیونکہ حافظ ابن حجر عسقلانی کے بعد معاصرین نے ان احادیث کو جمع کیا جو کتب خمسہ پر نہ ملتی ہیں، اور حافظ ابوالحسن عینی نے مسند احمد کی ان حدیثوں کو دو جلدوں میں جمع کیا جو محتاج مستدر پر نہ ملتی ہیں اور مسند بزار کی زوائد حدیثوں کو ایک جلد میں جمع کیا، اور طبرانی کی معجم کبیر کی زوائد حدیثوں کو تین جلدوں میں جمع کیا اور معجم اوسط اور معجم صغیر کی زوائد حدیثوں کو دو جلدوں میں جمع کیا، اور ابویعلیٰ کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور ان تمام زوائد کو اسانید حذف کر کے ایک کتاب میں جمع کیا اور اس کا نام مجمع الزوائد رکھا اور احادیث کی فتح حیثیت پر کلام کیا اور اس میں بہ کثرت صحیح حدیثیں ہیں، اور ابونعیم کی علیہ کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، اور ابن عساکر کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور اس کا نام موارد النفلان رکھا، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اسحاق، ابن ابی عمر، مسدد، ابن ابی شیبہ، حیدری، عبد بن حمید، احمد بن حنبل، اور طحاہی کی زوائد کو دو جلدوں میں جمع کیا اور مسند الفردوس کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، اور ہمامی سے صاحب شیخ زین الدین قاسم بن قطلوبغا حنفی نے سنن دارقطنی کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا اور میں نے امام بیہقی کی شعب الایمان کی زوائد کو ایک جلد میں جمع کیا، ان کے علاوہ اور بھی بہ کثرت کتب حدیث موجود ہیں اور ان میں بہ کثرت زوائد ہیں، اس لیے ان سب کے مجموعہ کا عدد اگر اس عدد (سات لاکھ) کو پہنچ جائے تو کچھ بعید نہیں ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ان اقوال کا حاصل یہ ہے کہ حلال اور حلالہ احکام شرعیہ سے متعلق کل احادیث کی تعداد سات ہزار ہے، جیسا کہ امام اتحق بن راہویہ نے بیان کیا اور یہ احادیث مکررۃ الاسانید ہیں، اور ان کی تعداد بلا تکرار نو سو ہے جیسا کہ امام ابن کثیر نے بیان کیا ہے، اور کل احادیث صحیحہ و غیر صحیحہ کی مجموعی تعداد سات لاکھ پچاس ہزار ہے جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے بیان کیا، اور یہ احادیث مکررۃ الاسانید ہیں اور بلا تکرار کل احادیث کی تعداد تقریباً پچاس ہزار ہے جیسا کہ ابن جریر نے بیان کیا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:  
علامہ ابن الاکفانی نے کہا ہے کہ علم حدیث کی دو قسمیں

**علم الحدیث روایتی اور علم الحدیث درایتی کی تعریفات**

ہیں ان میں علم الحدیث روایتی اور علم الحدیث درایتی ہے۔

علم الحدیث روایتی کی تعریف یہ ہے:

یہ وہ علم ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال افعال

ہو علم یشتمل علی اقوال النبی صلی اللہ



ان اقوال اور افعال کی روایت، ان کے ضبط اور ان کے الفاظ کی تحریر پر مشتمل ہو۔

عليه وسلم و أفعاله و روايتها ضبطها و  
تحريرها لفظها۔

اور علم الحدیث روایت کی تعریف یہ ہے:

هو علم يعرف منه حقيقة الرواية و  
شرائطها و أنواعها و أحكامها و حال  
الرواة و شروطها و أصناف المرويات  
وما يتعلق بها۔

یہ وہ علم ہے جس سے روایت کی حقیقت، اس کی شرائط، اس کی اقسام، اس کے احکام، راویوں کے احوال اور ان کی شرائط، مرویات کی اقسام اور ان کے متعلقات کی معرفت ہو۔

روایت کا معنی یہ ہے کہ سنت یا اثر کو نقل کیا جائے اور حدیث یا اخبار کا معنی ان کی نسبت ان کے بیان کرنے والے کی طرف کی جائے، اس کی شرائط میں سے بعض یہ ہیں کہ اس روایت کے راوی نے اس روایت کو اپنے شیخ سے سنا ہو یا اس کو وہ روایت سنا ہو، یا شیخ نے اپنی روایات کا مجموعہ اس کو دے کر اسے نقل کرنے کی اجازت دی ہو، روایت کی بعض اقسام یہ ہیں: مثلاً روایت کا متصل الاسناد ہو تا یا منقطع ہو، اور اس کے احکام یہ ہیں، قبول کرنا، یا مسترد کرنا، اور راویوں کے احوال یہ ہیں: عدالت اور جرح، اور روایت کو سننے اور اس کو بیان کرنے کی شرائط کا ذکر آئندہ آئے گا اور مرویات کی اقسام سے مراد کتب اعمادیث کی اقسام ہیں مثلاً مسند، معجم اور جند وغیرہ، اور متعلقات سے مراد حدیث کی دیگر اصطلاحات ہیں۔

اور شیخ عز الدین بن حامد نے یہ تعریف کی ہے:

علم الحديث علم بقوانين يعرف بها  
أحوال السند والعتق وموضوعه السند  
والعتق وغايته معرفة الصحيح من  
غيره۔

علم الحدیث ان قوانین کی معرفت کو کہتے ہیں جن سے سند اور متن کے احوال کا علم ہوتا ہے، اور اس کا موضوع سند اور متن ہے اور اس کی غرض حدیث صحیح اور غیر صحیح کی معرفت ہے۔

اور شیخ الاسلام ابراہیم بن حجر عسقلانی نے یہ تعریف کی ہے:

معرفة قواعد المعرفة بحال الراوى و  
المروى۔

علامہ کرمانی نے کہا ہے کہ علم الحدیث روایت کا موضوع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے، بحیثیت رسول اللہ اور اس کی تعریف یہ ہے:

علم يعرف به أقوال رسول الله صلى  
الله عليه وسلم وأفعاله و أحواله۔

علم الحدیث وہ علم ہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال، افعال اور احوال کی معرفت حاصل ہو۔



**حدیث، متن اور سند کا معنی** | متن کے طریق کی حکایت کو سند کہتے ہیں اور متن حدیث کے ان الفاظ کو کہتے ہیں جن کے ساتھ معانی قائم ہوں، حدیث کا معنی قدیم کے ضد ہے یعنی حادثہ اور علامہ ابن حجر نے بیان کیا ہے کہ حدیث کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

ما ینتفعنا من النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
جس چیز کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کی جائے وہ حدیث ہے۔

گویا کہ یہ قرآن مجید کے مقابلہ میں ہے، کیونکہ کلام اللہ قدیم ہے اور کلام رسول حدیث (حادثہ) ہے علامہ طیبی نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابی اور تابعی کے قول، فعل اور تقریر پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے، اور کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو حدیث اور صحابی کے قول کو اثر کہتے ہیں اور کبھی اول الذکر کو حدیث مرفوعہ اور ثانی الذکر کو حدیث موقوفہ کہتے ہیں۔

**حدیث اور حافظ کی تعریف** | شیخ فتح الدین نے یہ کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں محدث وہ شخص ہے جو علم الحدیث روایت و تدوین کا ماہر ہو اور بہ کثرت راویوں اور مرویات پر مطلع ہو۔

حافظ الحدیث کو کس قدر احادیث یاد ہونی چاہئیں؟ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے کہا میں نے مسند کو ساڑھے سات لاکھ احادیث میں سے منتخب کیا ہے، اور امام ابو زرہ نے کہا امام احمد کو سات لاکھ احادیث حفظ تھیں، اور یحییٰ بن مسین نے کہا میں نے دس لاکھ احادیث اپنے لہجہ سے لکھی ہیں، امام بخاری نے کہا مجھے ایک لاکھ احادیث صحیحہ اور دو لاکھ احادیث غیر صحیحہ حفظ تھیں، امام مسلم نے کہا میں نے اپنی مسند صحیحہ کو ان تین لاکھ احادیث سے منتخب کیا ہے جو میں نے خود سنی تھیں، حاکم نے مدخل میں لکھا ہے کہ کسی ایک حافظ حدیث کو پانچ لاکھ احادیث حفظ ہوتی تھیں، اور امام احمد کہتے تھے کہ سات لاکھ احادیث صحیح ہیں، اور ابو زرہ کو سات لاکھ احادیث حفظ تھیں، ان میں اشارہ صحابہ اور اقوال تابعین بھی شامل ہیں۔

ان اہم اصطلاحات کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اقسام حدیث کو بیان کرتے ہیں:

**تعدد اور تفرد کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم** | ہم تک حدیث پہنچنے کے اعتبار سے حدیث کی دو قسمیں ہیں، خبر متواترہ اور خبر واحدہ۔

**خبر متواتر کی تعریف اور شرائط** | تواتر کا لغوی معنی ہے کسی چیز کا یکے بعد دیگرے اور لگاتار آنا، گناہ کا تواتر یا خبر تواتر کہتے ہیں تواتر المطلقہ اور اصطلاحی معنی ہے:

ما رواہ عدد کثیر تحیل العادۃ  
تواطؤ شہد علی الکتاب۔

کسی چیز کو اس قدر زیادہ لوگ بیان کرے کہ اسے ہوں کہ منقل کے نزدیک ان کا جھوٹ پر مستفیق ہونا محال ہو۔





اس حدیث کو صحابہ کرام کے ایک جم غفیر نے روایت کیا ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے، حافظ ابو بکر بزار نے اپنی مسند میں لکھا ہے کہ اس حدیث کو چالیس صحابہ نے روایت کیا ہے، اور بعض حفاظ نے لکھا ہے اس کو ستر سے زیادہ صحابہ نے روایت کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں اور اس حدیث کے علاوہ دنیا میں اور کوئی حدیث نہیں ہے جس کو تمام عشرہ مبشرہ نے روایت کیا ہو، اور اس ایک حدیث کے علاوہ کوئی اور حدیث ایسی نہیں ہے جس کو ساتھ صحابہ سے زیادہ نے روایت کیا ہو (حافظ ابن صلاح لکھتے ہیں) جس کا کہنا ہو کہ بعض محدثین نے اس کا عدد اس سے بھی زیادہ بیان کیا ہے اور دن بدن اس کے راوی بڑھ رہے ہیں۔ لے

خبر متواتر کی دوسری قسم قرآن معنوی ہے اس کے متعلق علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

معنی متواتر امارت کہ کثرت میں ان میں سے بعض کے متعلق حدیث ہے جو بچاس سے زیادہ صحابہ سے مروی ہے موزوں پر کہ حدیث ستر صحابہ سے مروی ہے، انار میں رفع یدین کرنے کی حدیث بچاس صحابہ سے مروی ہے نصرت اللہ امرا بمعہ مقالہ "اللہ اس کو تواتر تازہ رکھے جس نے میری حدیث سنی" یہ تقریباً تیس صحابہ سے مروی ہے اور قرآن مجید سات حرفوں پر نازل ہوا "یہ حدیث ستائیس صحابہ سے مروی ہے، جن نے اللہ کے لیے مسجد بنائی، اللہ اس کے لیے جنت میں گھر بنائے گا، یہ حدیث بیس صحابہ سے مروی ہے، اسی طرح "ہر نشہ آور چیز حرام ہے" اسلام ابتداء میں اجنبی تھا" منکر و بیکر کا سوال" اور بہت سی امارت معنی متواتر ہیں۔ لے

خبر الامداد کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور اس کی اقسام | امداد احد معنی واحد کی جمع ہے، از روئے لغت خبر واحد وہ حدیث ہے جس کو ایک شخص روایت کرے خبر واحد کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

هو ما لم يجمع شروط المتواتر۔ جس حدیث میں خبر متواتر کی کوئی ایک شرط نہ ہو

وہ خبر واحد ہے۔

خبر واحد کی تین قسمیں ہیں مشہور، عزیز اور غریب۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حدیث مشہور کی تعریف

المشہور هو المستفيض على رأي ومنهم من غاي بين المستفيض والمشهور بيان المستفيض يكون في ابتدائه وانتهائه سواء والمشهور اعم من ذلك۔ لے

حدیث مشہور ایک راوی کے مطابق حدیث مستفیض ہے اور بعض ائمہ نے فرقی کیا ہے کہ مستفیض وہ حدیث ہے جس کی ابتداء اور استہاد میں کثرت طرق برابر ہوں اور حدیث مشہور اس سے عام ہے۔

لے۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوی المذہب ابن الصلاح متوفی ۷۴۲ھ، علوم الحدیث ص ۲۲۰-۲۲۱، مطبوعہ مکتبہ علیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۹ھ

لے۔ علامہ علاء الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۸۰-۱۰۹، مطبوعہ مکتبہ علیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

لے۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ المنکر ص ۱۳، مطبوعہ رحیم الہدیٰ کراچی





ہیں، اصل سند سے مراد یہ ہے کہ سند کے اوّل میں تفرد ہو، مثلاً صحابی سے صرف ایک تابعی روایت کرے، اس کی مثال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ولادہ کی بیع اور حبس سے منع فرمایا ہے، اس کو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا ہے اور ان سے اس کی روایت میں عبداللہ بن وینار متفرد ہے، اور کبھی اس متفرد سے پھر ایک راوی متفرد ہوتا ہے مثلاً حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ایمان کے ستر سے زیادہ حقے ہیں اور افضل حصہ لا الہ الا اللہ کہنا ہے، اس حدیث اس میں حضرت ابو ہریرہ سے ابو صالح تابعی متفرد ہے اور ابو صالح سے عبداللہ بن وینار متفرد ہے اور کبھی یہ تفرد تمام راویوں میں مستمر و متتابع ہے، سند بزار اور طبرانی کے مجموعہ وسط میں اس کی بہت مثالیں ہیں۔

غریب کی دوسری قسم فرد نسبتی ہے، اس میں استاد سند میں تفرد ہوتا ہے، اس کو غریب نسبتی اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں شخص واحد کے اعتبار سے تفرد ہوتا ہے اگرچہ وہ حدیث فی نفسہ مشہور ہوتی ہے مثلاً امام مالک از فاضل از ابن عمر ایک حدیث روایت کرتے ہیں، پھر کوئی راوی امام مالک سے اس حدیث کو روایت کرتا ہے اور امام مالک سے روایت واسے راوی کی کوئی اور راوی کی متابعت نہیں کرتا اور نافع سے راویوں کی ایک جماعت روایت کرتی ہے تو یہ حدیث امام مالک سے روایت کے اعتبار سے فرد ہے اگرچہ فی نفسہ مشہور ہے۔

فرد کا اکثر اطلاق فرد مطلق پر ہوتا ہے اور غریب کا اکثر اطلاق فرد نسبتی پر ہوتا ہے۔  
**قوت اور ضعف کے اعتبار سے حدیث کی تقسیم** | خبر الامام یعنی مشہور، عزیز اور غریب کی قوت اور ضعف کے اعتبار سے دو قسمیں ہیں:

۱۱۔ مقبول یہ وہ قسم ہے جس میں خبر کا صدق راجح ہوتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا جائز ہے، اور اس کے مقتضی پر عمل کرنا واجب ہے۔

دب۔ مردود یہ وہ قسم ہے جن میں خبر کا صدق راجح نہیں ہوتا، اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے مقتضی پر عمل کرنا واجب ہے مقبول اور مردود میں سے ہر ایک کی متعدد اقسام ہیں جن کا ذکر اب آ رہا ہے۔

حدیث مقبول کی حسب ذیل اقسام ہیں:

**حدیث مقبول کا بیان**

۱۱۔ صحیح لذاتہ (۲) صحیح لغیرہ (۳) حسن لذاتہ (۴) حسن لغیرہ۔

غنت میں صحیح سند درست یعنی بخار کی حد کو کہتے ہیں اور اس کا اصطلاحی معنی حسب ذیل ہے۔

**حدیث صحیح کی تعریف**

علامہ نووی نے حدیث صحیح لذاتہ کی یہ تعریف کی ہے:-

هو ما اتصل بسندہ بالعدول الضابطین جن حدیث کی سند متصل ہو اور اس کے راوی عادل

من غیر شذوذ ولا علة۔ اور تمام الضبط ہوں وہ حدیث غیر شاذ اور غیر معلل ہو۔

صحیح حدیث کی تعریف میں معدرجہ ذیل امور کا اعتبار ہے:

۱۔ علام بن سہطان محدث قاری متوفی ۱۰۱۲ھ، شرح شرح منجیۃ الفکر ص ۵۰-۴۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۳۹۷ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۹ھ، تقریب النواوی مع التصحیح ج ۱ ص ۶۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ



اتصال مستند۔ اس کا معنی یہ ہے کہ سند حدیث کے ہر راوی نے اس حدیث کو اپنے شیخ سے بلا واسطہ حاصل کیا ہو اور ابتداء سے انتہاء تک درمیان میں کوئی راوی چھوٹا ہوا نہ ہو۔

عدالت روایت :- یعنی سند حدیث کا ہر راوی مسلم بالغ عاقل، صادق صالح غیر مبتدع اور غیر غاسق ہو۔ ضبط روایت :- یعنی سند حدیث کے ہر راوی کو کامل ضبط صدر یا کامل ضبط کتاب حاصل ہو، جس وقت وہ حدیث کو سنے یا حدیث کو بیان کرے تو اس میں تساہل اور غفلت نہ کرے۔

عدم تشذوذ :- یعنی اس کی روایت شاذ نہ ہو، اور تشذوذ یہ ہے کہ ثقہ راوی اپنے سے زیادہ ثقہ راوی کی مخالفت کرے، مثلاً ثقہ کی حدیث میں اوٹن کی حدیث سے کوئی لفظ زیادہ ہو تو اس زیادتی کو شاذ کہیں گے اور اس کی روایت بھی شاذ کہلائے گی۔

عدم علت :- یعنی اس حدیث میں علت خفیہ قاضی نہ ہو مثلاً ثور بن یزید کے تمام شاگردوں نے کاتب منیر بن شبہ سے اس حدیث کو مرسل بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے اوپر اور نیچے دونوں حصوں پر مسح کیا اور ولید بن مسلم نے اس کو ثور بن یزید سے مستلاً بیان کیا۔ (جامع ترمذی ص ۲۰) اس لیے یہ حدیث دراصل مرسل ہے متصل نہیں ہے لیکن اس غلطی کو وہی شخص پکڑ سکتا ہے جس کو ثور بن یزید سے اس حدیث کے روایت کرنے والے تمام راویوں کی روایت پر اطلاع ہو، اس لیے اس کو علت خفیہ کہتے ہیں۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

### حدیث صحیح کے مراتب

(۱) جس حدیث پر صحیح بخاری و صحیح مسلم متفق ہوں (یہ اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیث ہے) جس کو صرف امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہو اس سے تعلیقات خارج ہیں کیونکہ ان کا امام بخاری ذکر کرتے ہیں اسناد کے ساتھ روایت نہیں کرتے۔

(۲) جس حدیث کو صرف امام مسلم نے روایت کیا ہو۔

(۳) جو حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر ہو لیکن انہوں نے اس کو روایت نہ کیا ہو۔

(۴) جو حدیث صرف امام بخاری کی شرط پر ہو اور انہوں نے اس کا استخراج نہ کیا ہو۔

(۵) جو حدیث صرف امام مسلم کی شرط پر ہو اور انہوں نے اس کا استخراج نہ کیا ہو۔

(۶) جو حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط پر تو صحیح نہ ہو لیکن دوسرے ائمہ حدیث مثلاً امام ابن حبان اور امام ابن خضیرہ کے نزدیک صحیح ہو۔

حدیث صحیح لغیرہ کی تعریف :- اگر حدیث صحیح لذاتہ کی صفات میں سے ضبط روایت میں کچھ کمی ہو لیکن اس کمی کی تلافی تعدد اسانید سے ہو جائے تو پھر اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں۔

اس کی مثال یہ ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ از ابی ہریرہ روایت کرتے

عن محمد بن عمرو عن ابی سلمہ عن

۱۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح سنن ۲۲۳ ھ علوم الحدیث ص ۲۲-۲۳، مطبوعہ مکتبہ علیہ بیہ منیرہ ۱۳۸۲ ھ



ابن ہریرہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
لو لا اشفی علی امتی لا موتہم بالاسواء  
عند کل صلوة۔<sup>۱</sup>  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے ایک  
امت پر یہ دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر غانہ کے دوسرے کے  
وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

جب حدیث کا راوی اہل حفظ اور اتقان کے درجہ سے متاثر ہو لیکن وہ صدق اور ستر (عدالت) میں مشہور  
ہو اور اس کے باوجود اس کی حدیث متقدمہ و اسانید سے مروی ہو تو اس کو دو وجوہوں سے تعزیت حاصل ہو جاتی ہے اور  
وہ حسن کے درجہ سے ترقی کر کے صحیح کے ساتھ لاحق ہو جاتی ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ محمد بن عمرو نے ابی سلمہ  
سے اور انھوں نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر میرے نزدیک امت پر یہ دشوار  
نہ ہوتا تو میں انھیں ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا، اس کی سندیں محمد بن عمرو بن علقمہ صدق اور عدالت میں مشہور ہے  
لیکن یہ اہل ضبط و اتقان میں سے نہیں ہے حتیٰ کہ بعض نے اس کو اس کے بعد علقمہ کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے اور بعض  
انہ نے اس کے صدق اور اس کی بلاغت کی وجہ سے اس کی توثیق کی ہے، پس اس وجہ سے اس کی حدیث حسن ہے  
اور جب اس کے ساتھ یہ وجہ بھی لاحق ہو گئی کہ یہ حدیث ایک اور سند سے بھی مروی ہے تو اس کے بعد علقمہ کے  
کی وجہ سے ہم کو اس حدیث کی صحت پر جو حدیث تمامہ زائل ہو گیا اور اس نقصان کی تلافی ہو گئی اور یہ سند صحیح ہو گئی اور  
صحیح کے ساتھ لاحق ہو گئی۔<sup>۲</sup>

اس حدیث کی دوسری سندوں کے متعلق امام ترمذی لکھتے ہیں:

یہ حدیث از محمد بن اسحاق از محمد بن ابی نعیم از ابی سلمہ از زید بن خالد از جی سلمہ اللہ علیہ وسلم بھی روایت کی گئی ہے اور  
ابو سلمہ نے حضرت ابو ہریرہ اور حضرت زید بن خالد دونوں سے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور میرے نزدیک یہ دونوں  
حدیثیں صحیح ہیں کیونکہ یہ دونوں حدیثیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متقدمہ و اسانید کے ساتھ روایت کی گئی ہیں اب  
امام بخاری نے از ابی سلمہ از زید بن خالد روایت کو زیادہ صحیح قرار دے کر اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔<sup>۳</sup>  
امام بخاری نے از محمد بن عمرو از ابی سلمہ از ابو ہریرہ کی روایت کو اپنی صحیح میں اس لیے درج نہیں کیا کہ محمد  
بن عمرو کمال الضبط والا اتقان نہیں ہے اور وہ کمال الضبط والا اتقان کی روایت کو درج کرتے ہیں۔ درج منقرب  
ان شاء اللہ صراحۃ مستہ کی شرائط کو دوبارہ تفصیل سے بیان کر دیں گے۔  
حدیث صحیح کی دونوں قسموں سے استدلال کرنا جائز ہے۔

حسن کا لغوی معنی ہے جمال، اور اس کی اصطلاحی تعریف میں مقدمہ و اقوال ہیں:

حدیث حسن لذاتہ کی تعریف

۱۔ امام ابویعلیٰ محمد بن یسعی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۰-۲۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی  
۲۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن المعروف بابن الصلاح شہر زوری متوفی ۷۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۳۲-۳۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ،  
۳۔ امام ابویعلیٰ محمد بن یسعی ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی



الحديث الذي لا يخلو رجال استأذنه  
من مستور لم تتحقق اهليته غير انه ليس  
مغفلا كثيرا الخطأ فيما يرويه ولا هو متهم  
بالكذب في الحديث اي لم يظهروا له  
الكذب في الحديث ولا سبب اخر مفسق  
ويكون متن الحديث مع ذلك قد عرف  
بان روى مثله او نحوه من وجه اخر او  
اكثر حتى اعتضد بمنا بعة من تابعه روي  
على مثله او بماله من شاهد وهو روى حديث اخر نحوه  
فيخرج بذلك عن ان يكون شاذ او منكواً

امام ترمذی کہتے ہیں:

كل حديث يروي لا يكون في استأذنه من  
يتهم بالكذب ولا يكون الحديث شاذاً ويروي من  
غير وجه ونحو ذلك فهو عندنا حديث حسن

علامہ ترمذی کہتے ہیں:

الحسن: قال الخطابي هو ما عرف بخروجه  
واشتهر رجاله

علامہ سیوطی کہتے ہیں:

وقال الطبري لو قيل الحسن مستند عن  
قرب درجة الثقة او مرسل ثقة او روى  
كلاهما من غير وجه وسلم من شذوذ وعلة  
لكان اجمع الحداد

وقال شيخنا الامام تقي الدين الشافعي

حسن حديث كاسند من راوي مستور من ان كالبیت  
متحقق نہ ہو، البتہ وہ اپنی روایت میں مغفل اور کثیر الخطا نہ  
ہو، یعنی حدیث میں اس کا عمدہ جھوٹ ہونا ظاہر نہ ہو، اور  
نہ کسی وجہ اس میں فسق ہو، اس کے باوجود اس حدیث کا متن  
معروف ہو، بایں طور کہ وہ حدیث اپنی الفاظ کے ساتھ یا  
اس کے ہم معنی دوسرے الفاظ کے ساتھ کسی اور سند  
یا اسانید کے ساتھ بھی مروی ہو، حتیٰ کہ اس حدیث کی اس  
کے تابع یا اس کے شاہد کے ساتھ اس کی تصدیق ہو،  
حتیٰ کہ وہ حدیث شاذ یا منکوحہ ہونے سے خارج ہو جائے۔

ہر وہ حدیث جس کی سند میں ایسا راوی نہ ہو جو متهم  
بالکذب ہو اور نہ وہ حدیث شاذ ہو، اور نہ حدیث مستور  
اسانید سے مروی ہو تو وہ حدیث ایمان سے نزدیک حسن

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ حدیث حسن وہ ہے  
جس کا خرچ معروف ہو اور جس کی سند مشہور ہو۔

علامہ طبری نے کہا کہ جس راوی کا درجہ ثقہ کے قریب  
ہو اس کی متقل حدیث میں یا ثقہ راوی کی مرسل حدیث ہو  
اور یہ دونوں مستند اسانید سے مروی ہوں اور غیر شاذ اور غیر  
مسئل ہوں تو یہ حدیث حسن ہے، البتہ جامع اور مضبوط  
تعمیر یافتہ ہے۔

امام شافعی نے کہا ہے کہ حسن

۱۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن ثمری روى المتن في باب الصلح متوفى ۴۴۳ھ علوم الحديث ص ۵۶۵ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۸۶ھ

۲۔ امام البرقی نے محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۶۵ مطبوعہ فور محمد کارخانہ تجارت کتب گواچی

۳۔ علامہ یحییٰ بن مشرف ترمذی متوفی ۴۶۴ھ، تقریب التواوی مع التدریب ج ۱ ص ۱۵۳ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۵۹ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۴ھ



الحسن بخیر متصل قل ضبط راویہ العدل  
وارتفع عن حال من يعد تفرده منکرا و  
لیس بشاذ ولا معلل لہ

قال البلقینی الحسن لما توسط بین  
الصحيح والضعیف - ۱۰  
ما نظر ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

فان خف الضبط والمراعاة مع بقیة  
الشروط المتقدمة في حد الصحيح فهو الحسن  
لذا لا لشيء خارج ۱۱

**حدیث حسن وغیرہ کی تعریف**

مروئی ہو۔

ما نظر ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں:

وهو الذي يكون حسنه بسبب  
الاعتناء بنحو حدیث المستور اذا  
تعددت طرقه ۱۲

اس کی مثال یہ ہے: امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عاصم بن عبد الله قال سمعت  
عبد الله بن عامر بن ديبعة عن ابيه ان  
امراة من بنی فزارة تزوجت علي بنعلين  
فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ارضيت  
من نفسك ومالك بنعلين قالت نعم  
قال فاجازة وفي الباب عن عمر وابی هريرة  
وسهل بن سعد وابی سعيد والنس وعائشة  
وجابر وابی حمزة الاسلمي حدیث عامر بن

وه حدیث متصل ہے جس کے عادل راوی کا ضبط کم ہو  
اور وہ منکر الحدیث ہو جس سے بری ہو اور اس کی حدیث  
شاذ اور مطلق نہ ہو۔

بلقینی نے کہا حسن وہ حدیث ہے جو صحیح اور  
ضعیف کے درمیان متوسط ہو۔

اگر حدیث صحیح کی تمام شرائط پائی جائیں صرف راوی کے  
ضبط میں کمی ہو تو وہ حدیث حسن کہلاتی ہے کیونکہ اس کا حسن  
کسی خارجی امر یعنی تفسد طرق روایت کا وجہ سے نہیں ہے۔  
حدیث حسن نیز دراصل حدیث ضعیف ہے جب وہ حدیث متعدد سندوں کے

حدیث حسن وغیرہ وہ حدیث ہے جس کا حسن  
تقریرت کا وجہ سے ہو مثلاً مستور اس حال کی حدیث جب  
اس کی متعدد و اسانید ہوں۔

ماحم بن عبد الله بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبد الله  
بن عامر بن ديبعة سے سنا وہ اپنے والد عامر بن ربيعة  
سے روایت کرتے ہیں کہ بنو فزارہ کی ایک عورت نے  
دو جوڑوں کے عرض نکاح کر لیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے اس عورت سے پوچھا کیا تم اپنے نفس اور مال  
کے بدلہ میں دو جوڑوں کے معاوضہ پر راضی ہو؟ اس  
نے کہا ہاں! تو آپ نے اس نکاح کی اجازت دے دی  
اس باب میں حضرت عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت سہل بن سعد

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی مترقی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۴-۱۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدنیہ مصر ۱۳۹۲ھ

۲۔ تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۶۰

۳۔ ما نظر ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی مترقی ۸۵۲ھ، شرح منہجہ الفکر ص ۳۳، مطبوعہ رحیم اکیڈمی کراچی

۴۔ ما نظر ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی مترقی ۸۵۲ھ، شرح منہجہ الفکر ص ۳۴

ربیعہ حدیث حسن صحیح ہے۔

حضرت ابو سعید، حضرت انس، حضرت عائشہ، حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ راہلہ سے بھی حدیث مروی ہے۔ اور عامر بن ربیعہ کا حدیث حسن صحیح ہے۔

یہ حدیث چونکہ متعدد صحابہ کلم سے مروی ہے اس لیے حسن لغیرہ ہے۔

امام ترمذی جب کسی حدیث کو حسن صحیح کہتے ہیں تو اس کی متعدد ترجیحات ہیں۔

(۱) یہ حدیث حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ ہے۔

(۲) یہ حدیث بعض سندوں کے اعتبار سے حسن اور بعض سندوں کے اعتبار سے صحیح ہے۔

(۳) مصنف کو اس کے صحیح یا حسن ہونے میں تردد ہے۔

اس کی مزید ترجیحات ہم نے تذکرۃ الحدیث میں بیان کی ہیں، اس مقدمہ میں جامع ترمذی کی فنی حقیقت میں ان کا ذکر کیا ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حدیث حسن جو اسناد لال میں بمنزلہ صحیح ہے، اگرچہ یہ قوت میں اس سے کم ہے، اسی وجہ سے ایک جماعت نے اس کو صحیح کی قسم میں درج کیا ہے، اور جب محدثین یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن الاسناد ہے یا صحیح الاسناد ہے تو ان کا یہ قول اس قول سے کم مرتبہ کا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا حسن ہے، کیونکہ کبھی سند صحیح یا حسن ہوتا ہے اور متن اس طرح نہیں ہوتا کیونکہ اس میں کوئی شذوذ یا غلطی ہوتی ہے، اور جب کوئی مستند حافظ اس پر اکتفا کرے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ متن کی تصحیح یا تحسین کر رہا ہے۔ اور امام ترمذی جو یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے تو اس کا مطلب ہے اس کی دو سندیں ہیں ایک کا تقاضا صحت ہے اور دوسری کا حسن۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جب امام ترمذی یہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اس وقت یہ اشکال ہوتا ہے کہ حدیث حسن وہ ہوتی ہے جو کئی سندوں سے مروی ہو اور غریب کی صفت ایک سند ہوتی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کے نزدیک حدیث حسن کئی سندوں سے مروی ہوتی ہے اور جہور کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے اور جب امام ترمذی کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے تو یہاں ان کا حسن کہنا جہور کی اصطلاح پر ہے۔

ملاحظہ یہ ہے کہ اگر حدیث صحیح کی صفات میں سے صحت راوی کے ضبط میں کمی ہو اور اس کمی کی تلافی متعدد طرق رت سے ہو جائے تو وہ حدیث صحیح لغیرہ ہے اور اگر متعدد طرق روایت سے اس کمی کی تلافی نہ ہو تو وہ حدیث حسن لذاتہ ہے اور اگر راوی میں ضبط کے علاوہ عدالت میں کمی ہو اور اس کی تلافی قدر اسانید سے ہو جائے تو یہ حدیث حسن لغیرہ

۱۔ امام ابو نعیم محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۵۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۹ھ، تقریب النواوی سنۃ التدریس ج ۱ ص ۱۶۱-۱۶۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۳۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نہجۃ النکح ص ۳۷-۳۸، مطبوعہ رحیم آباد کراچی



ہے اور اگر یہ کمی تعدد و اسناد سے دور نہ ہو تو پھر یہ حدیث ضعیف ہے۔  
عافظ ابن حجر عسقلانی کے کلام سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ حدیث حسن لذاتہ میں تعدد طرق روایت کی قید نہیں ہے  
لیکن عافظ ابن الصلاح اور امام ترمذی وغیرہ سے جو حدیث حسن کی تصریح منقول ہے اس میں یہ قید ہے۔  
علامہ ترمذی شرح نخبہ الفکر کی شرح میں لکھتے ہیں:

فکل عن الحسن لا لذاتہ والصحیح  
لا لذاتہ انما یحصل بکثرة الطرق الا ان  
الراوی الصحیح ظاہر العدالة وراوی الحسن  
مستور العدالة بلہ

حدیث حسن لغیرہ اور حدیث صحیح لغیرہ دونوں کا کافی  
کثرة طرق اور اسامیہ سے ہوتا ہے، مگر صحیح لغیرہ کے  
راوی کی عدالت ظاہر ہوتی ہے اور حدیث حسن لغیرہ کی  
عدالت مستور ہوتی ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ حدیث حسن لذاتہ کی عدالت ظاہر ہوتی ہے اس کے صرف ضبط میں کمی ہوتی ہے  
اور تعدد طرق سے اس کی تکلفی نہیں ہوتی، عافظ ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب میں اسی کی تصریح کی ہے، اور حدیث  
حسن لغیرہ میں ضبط میں کمی اور عدالت مستور ہوتی ہے اور اس کی تکلفی تعدد طرق سے ہوتی ہے۔

حدیث مردود کا بیان | ایک یا ایک سے زائد شرائط کا فقدان ہے۔ علماء اصول حدیث کے خبر مردود کی پالیسی  
سے زیادہ اقسام بیان کی ہیں اور ان میں سے اکثر کا مستقل نام رکھا ہے، اور بعض اقسام کا کوئی مستقل نام نہیں  
ہے ان کو وہ صرف ایک عام نام "ضعیف" کے ساتھ موسوم کرتے ہیں۔

حدیث کے مردود ہونے کے اسباب تو بہت ہیں لیکن عام سبب دو ہیں (۱) سند سے کسی راوی کا سقوط۔  
(۲) راوی میں طعن، اور ان دو سببوں کے تحت متعدد اقسام ہیں، ہم ان شاء اللہ عنقریب ان پر تفصیلی بحث کریں گے  
اور سب سے پہلے ہم حدیث ضعیف سے ابداء کرتے ہیں، فنقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانة بیدق۔  
لغت کے اعتبار سے ضعیف قوی کی ضد ہے، اور ضعف جی بھی ہوتا ہے  
حدیث ضعیف کی تعریف | اور معنی بھی ہوتا ہے اور یہاں ضعف سے مراد معنوی ہے۔ اور حدیث

ضعیف کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:  
عافظ ابن الصلاح کہتے ہیں:

ہر وہ حدیث جس میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کی ایک یا ایک سے زائد صفات نہ ہوں وہ حدیث ضعیف  
ہے، علامہ ابو حاتم بن حبان رستی نے اس کی انچاس اقسام بیان کی ہیں۔ (۱) قولی حدیث ضعیف کی اقسام میں سے  
چھ مشہور ہیں اور ان کا معروف نام ہے وہ یہ ہیں: موضوع، مقلوب، شاذ، معلل، مضطرب، مرسل، منقطع اور مستعمل۔  
حدیث ضعیف کی مثال یہ حدیث ہے:

۱۔ علامہ ابن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ شرح نخبہ الفکر ص ۱، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ۔  
۲۔ عافظ ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن شہر حروری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۳۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ۔

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ و  
سلمہ قال من اتق حائلنا و امرأۃ فی دبرھا و  
کاھنا فذلک کفر بما انزل علی محمد یلہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
سے روایت کرتے ہیں، جس شخص نے حائلہ سے  
وطح کی، یا کسی عورت کی دہریں وطی کی یا جو شخص کسی کاہن کے  
پاس گیا اس نے (سیدنا) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
پر نازل شدہ روئے کا انکار کیا۔

امام ترمذی اس حدیث کے مستحق سمجھتے ہیں:

امام بخاری نے سند کے اعتبار سے اس حدیث

وضعت محمد هذا الحدیث من قبل

استناداً۔

کو ضعیف قرار دیا ہے۔

پہلے ہم حدیث ضعیف کی وہ اقسام بیان کریں گے جو سند میں راوی کے سقوط کے اعتبار سے ہیں، پھر وہ اقسام  
بیان کریں گے جو راوی میں ظن کے اعتبار سے ہیں۔

**سقوط راوی کے اعتبار سے حدیث ضعیف کی اقسام** | اس سے مراد یہ ہے کہ راوی نے سلسلہ سند میں  
غیر عمد ساقط کر دیا ہو، سند کے اول سے آخر سے یا اثناء سند سے خواہ یہ سقوط ظاہر ہو یا خفی۔ ظہور او خفاء  
کے اعتبار سے سلسلہ سند سے راویوں کے سقوط کی دو قسمیں ہیں:

(ا)۔ سقوط ظاہر: سقوط ظاہر اس قسم کی معرفت میں ائمہ حدیث اور فہام علماء حدیث دونوں مشترک ہیں، یہ سقوط راوی  
اور اس کے شیخ کے درمیان ملاقات نہ ہونے سے پہچانا جاتا ہے، اس کا ایک سبب یہ ہے کہ راوی نے  
اپنے شیخ کا زمانہ نہیں پایا، دوسرا سبب یہ ہے کہ راوی نے اپنے شیخ کا زمانہ تو پایا لیکن اس سے ملاقات  
نہیں کی (راوی راوی کو شیخ سے اجازت حاصل ہے، بائیں طوے کہ شیخ نے کہا ہو کہ میں نے اپنی روایات کی اپنے  
زمانہ والوں کو روایت کرنے کی اجازت دی، اور نہ اس کو شیخ سے رجوع حاصل ہو یا بیں طوے کہ راوی اپنے  
شیخ کے عطف کو پہچانتا ہو اور اسے اس خط میں شیخ کی سرریات مل گئی ہوں، اس کو جاننے کے لیے راوی کی تائید  
جاننے کی ضرورت پیشی آئے گی، جس سے اس کے پیدا ہونے، فوت ہونے، طلب علم کے اوقات اور  
سفر طلب علم کے اوقات کا پتا چلے گا۔

علماء حدیث نے سقوط ظاہر کے اعتبار سے حدیث کی چار قسمیں کی ہیں، (۱) معلق (۲) مرسل (۳) معضل (۴) منقطع۔  
(ب) سقوط خفی: یہ وہ قسم ہے کہ سواد ان ماہر ائمہ کے جو طرق حدیث اور علل حدیث پر مطلع ہوتے ہیں اور کوئی  
ان کی معرفت حال نہیں کر سکتا، اس کی دو قسمیں ہیں مدلس اور مرسل خفی۔

**حدیث معلق کی تعریف اور اس کا حکم** | تعلیق کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو کسی چیز کے ساتھ لٹکانا اور حدیث معلق  
چونکہ عالی جہت سے متصل اور سافل جہت سے منقطع ہوتی ہے تو یہ اس



چیز کی طرح ہو گئی جو حجت سے لٹکی ہوئی ہو، اس کی اصطلاحی قرینیت یہ ہے:  
ما نط ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

إذا كان السقط من مبادئ السند من تصرف المصنف فهو المعلق.  
جب مصنف کے تصرف سے سند کے اوّل سے راوی کو ساقط کر دیا جائے تو وہ حدیث معلق ہے۔

حدیث معلق کی ایک صورت یہ ہے کہ پوری سند کو ساقط کر دیا جائے مثلاً کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا صحابی کے سوا تمام سند کو حذف کر دیا جائے مثلاً حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا تابعی اور صحابی کے سوا تمام سند کو حذف کر دیا جائے مثلاً تابع حضرت ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اس کی مثال یہ ہے: امام بخاری فرماتے ہیں:

قال النبي صلى الله عليه وسلم أحب الدين إلى الله الحنيفّة السمحة.  
بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ دین وہ ہے جس میں شرک سے اعراض ہوں اور سہل ہو۔

قال انس حسم النبي صلى الله عليه وسلم عن فخذ ك.  
حضرت انس نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ران سے کپڑا ہٹایا۔

ديروى عن ابن عباس وجوهه ومحمد بن جعش عن النبي صلى الله عليه وسلم الفخذ عور ك.  
حضرت ابن عباس، حضرت جبرہ اور حضرت محمد بن جعش رضی اللہ عنہم بھی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ ران عور گت (واخشب البستر) ہے۔

ما نط ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حدیث معلق کو مردود کی اقسام میں اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ جس راوی کو حذف کیا گیا ہے اس کا حال معلوم نہیں ہے اور اگر اس راوی کا کسی اور سند میں ذکر ہو یا معلوم ہو جائے (اور وہ قطعاً ہو) تو اس حدیث پر صحت کا حکم لگایا جاتا ہے اور اگر مصنف یہ کہے کہ میں نے جن تمام راویوں کو حذف کیا ہے وہ سب قطعاً ہیں تو یہ تبدیل علی الاہتمام ہے۔ اور جہود کے نزدیک یہ حدیث اس وقت تک مقبول نہیں ہے جب تک کہ اس راوی کا ذکر نہ کیا جائے۔ لیکن ما نط ابن الصلاح نے یہ کہا ہے کہ اگر وہ کسی ایسی کتاب کی حدیث کی سند میں مذکور ہو جس کے مصنف نے صحت کا التزام کر لیا ہو، جیسے امام بخاری اور امام مسلم تو اس حدیث کو مصنف جب جزم کے ساتھ ذکر کرے گا (مثلاً ذکر ابن عباس، یا رووی فلان، یا قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

۱۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نہجۃ المفکر ص ۵۰-۴۹، مطبوعہ ریحم اکیڈمی کراچی

۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱، مطبوعہ نور محمد مدینہ منجی المطالبین کراچی، ۱۳۸۱ھ

۳۔ " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۳

۴۔ " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۳





متصل ہو یا مرسل۔ اور امام ابو بکر طحاوی حنفی اور امام ابو الولید باجی مالکی یہ کہتے ہیں کہ اگر راوی ثقہ وغیر ثقہ دونوں کو چھوڑنا بد تو اس کی حدیث اتفاقاً مقبول نہیں ہے۔ لے

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

### حدیث مرسل کی فضیلت

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ جو حدیث تسوین ثلاثہ کی مرسل ہو وہ فقہاء اہل خانہ کے نزدیک مقبول ہے ورنہ نہیں، کیونکہ حدیث میں ہے ”پھر کذب عام ہو جائے گا“ اس حدیث کو امام لسان نے صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام ابن جریر نے یہ کہا ہے کہ تمام تابعین کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث مرسل مقبول ہوتی ہے اور ان میں سے کسی کا اس سے انکار منقول نہیں ہے، اور ان کے بعد دو سو سال تک ائمہ میں سے کسی کا انکار منقول نہیں ہے، حافظ ابن عبد البر نے یہ کہا کہ امام شافعی پہلے وہ شخص ہیں جنہوں نے حدیث مرسل کو مسترد کیا ہے، اور بعض ائمہ نے تو حدیث مرسل کو مسترد منقول پر بھی ترجیح دی ہے انہوں نے کہا جب کوئی راوی پوری حدیث بیان کر دیتا ہے تو وہ اس کی تحقیق کو تم پر چھوڑ دیتا ہے اور جب وہ حدیث کے کسی راوی کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اس کی صحت اور ثقافت کا ضامن ہو جاتا ہے (یعنی اس کی تحقیق کی ضرورت نہیں ہے اس کا میں ضامن ہوں اور سند میں باقی جو راوی ہیں نے ذکر کیے ہیں ان کی چھان بین تم خود کر لو)۔ لے

نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام مالک نے علوم الحدیث میں لکھا ہے کہ اہل مدینہ سعید بن مسیب سے مراسیل کی روایت کرتے ہیں اور اہل مکتہ عطاء بن ابی رباح سے مراسیل کی روایت کرتے ہیں اور اہل بصرہ حسن بصری سے اور اہل کوفہ ابراہیم بن زید نخعی سے اور اہل مصر سعید بن ابی ہلال سے اور اہل شام مکحول سے، ان میں سے زیادہ صحیح مراسیل ابن المسیب کی ہیں، ابن معین نے بھی یہی کہا ہے کیونکہ وہ اولاد صحابہ میں سے ہیں اور انہوں نے عشرہ مبشرہ کو پایا ہے اور وہ اہل حجاز کے فقیہ اور مفتی تھے، اور وہ ان سات فقہاء میں سب سے پہلے ہیں جن کے اجماع کو امام مالک نے تمام لوگوں کا اجماع قرار دیا ہے، ائمہ متقدمین نے سعید بن مسیب کی مراسیل کی چھان بین کی، ان سب کی سند صحیح تھی اور وہ صرف ان کی مراسیل میں یہ شرائط نہیں پائی جاتیں، کتاب اور سنت میں حدیث مرسل کی عدم جمہیت پر دلیل نہیں ہے۔

امام مالک نے صرف ابن مسیب کی مراسلات سے کچھ لے لی ہیں، ہم باقی مراسلات پر بھی گفتگو کرتے ہیں، عطاء بن ابی رباح کی مراسلات کے متعلق ابن مدینی نے کہا ہے کہ عطاء ہر قسم کی روایات لے لیتے ہیں اور مجاہد کی مراسلات میرے نزدیک ان سے کئی درجہ بہتر ہیں، امام احمد بن حنبل نے کہا کہ سعید بن مسیب کی مراسلات سب سے بہتر ہیں، اور اہل ہیم نخعی کی مراسلات میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح کی مراسلات سب سے زیادہ ضعیف ہیں کیونکہ وہ ہر ایک سے روایات لے لیتے ہیں اور ابن مدینی نے کہا ہے کہ حسن بصری کی مراسلات جو ثقافت سے مروی ہیں وہ صحیح ہیں، ان میں سے بہت کم کوئی روایت ساقط کی گئی ہے، امام ابو ذر نے کہا ہر جس روایت میں حسن بصری نے کہا رسول اللہ صلی اللہ

۱۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حبیہ عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نہجۃ الکملہ ص ۵۲، مطبوعہ درجیم اکیڈمی طائف

۲۔ علامہ ہلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ طبعہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ



علیہ وسلم نے فرمایا ہے، مجھے اس کی کچھ نہ کسی اصل کا ثبوت مل گیا، اسوا چار روایتوں کے، اور یحییٰ بن سعید قطان نے کہا ایک دو حدیثوں کے سوا جس حدیث میں حسن بصری نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی مجھے اصل مل گئی۔

شیخ الاسلام نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جن حدیث کے متعلق حسن نے صیغہ جزم استعمال کیا، وہ ایک شخص نے حسن سے کہا: آپ ہم سے حدیث بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، کاشش آپ میں صیغہ کے راوی بیان کر کے حدیث کو متصل بیان کر دیا کریں؟ حسن نے کہا، ہم جھوٹ بولتے ہیں اور نہ ہم سے کوئی جھوٹ بولتا ہے، ہم نے خراسان میں جہاد کیا اور ہمارے ساتھ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تین سو اصحاب تھے، اور یونس بن عبید نے حسن سے کہا آپ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حالانکہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا، حسن نے کہا اے بھتیجے، تم کو معلوم ہے کہ یہ کون سا زمانہ ہے؟ یہ حجاج کا زمانہ تھا، ہر وہ حدیث جس میں تم نے مجھ سے سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ حدیث دراصل حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، لیکن میں اس دور میں ہوں جس میں حضرت علی کا نام لینے کی ہمت نہیں کرتا، اور محمد بن سعید نے کہا حسن کی ہر سند جس میں راوی سے سماع کی تصریح ہو، حجت ہے، اور مرسل حدیث حجت نہیں ہے۔

ابراہیم نخعی کی مرسل کے متعلق ابن مہیین نے کہا ان کی مرسل مجھے شبہ سے زیادہ پسند ہیں، اور ابن مہیین نے یہ بھی کہا کہ ابراہیم کی مرسل مجھے سالم بن عبد اللہ، قاسم اور سعید بن مسیب سے زیادہ پسند ہیں، امام احمد نے کہا ان میں کوئی حرج نہیں، ائش نے کہا میں نے ابراہیم سے کہا مجھے حضرت ابن مسعود سے روایت کی سند بیان کریں تو انھوں نے کہا جب میں تم سے یہ کہوں کہ فلاں شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتا ہے تو وہ صرف میں نے ان سے خود سنی ہوئی ہے، اور جب میں تم سے کہوں حضرت عبد اللہ نے فرمایا ہے تو اس کا مطلب ہے اس حدیث کو بہت سے لوگوں نے حضرت عبد اللہ سے روایت کیا ہے۔

نیز علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

یہ تمام بحث مرسل صحابی کے غیر میں ہے، لیکن جو حدیث مرسل صحابی سے شفاء صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی ایسے قول یا فعل کی خبر دی ہے جس کے بارے میں یہ تحقیق ہو چکا ہے کہ وہ صحابی اپنے صغیر سن یا تاخر اسلام کی وجہ سے اس وقت حاضر نہیں تھا تب بھی مذہب صحیح کی بناء پر اس حدیث کی صحت کا حکم لگایا جائے گا اس پر تمام ائمہ اور محدثین کا قطعی اتفاق ہے، خصوصاً ان کا بھی جو حدیث مرسل کو قبول نہیں کرتے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایسی بہ کثرت احادیث ہیں، کیونکہ وہ صحابہ دوسرے صحابہ سے روایت کرتے ہیں اور تمام صحابہ عادل ہیں، اور ایسا بہت کم ہے کہ انھوں نے غیر صحابی سے روایت کی ہو، اور جب وہ غیر صحابہ سے روایت کرتے ہیں تو اس کا بیان کر دیتے ہیں، اور صحابہ نے جو تابعین سے احادیث روایت کی ہیں تو وہ ان کا بیان کر دیتے ہیں اور وہ احادیث مرفوعہ نہیں ہیں بلکہ اسرائیلیات یا حکایات ہیں یا موقوفات ہیں۔



حدیث مرسل کے مقبول ہونے پر فقہاء راحات کے دلائل | ملا علی قاری جنتی لکھتے ہیں :  
مرسل کے قبول کرنے پر تمام تابعین کا اجماع ہے اور کسی تابعی سے اس کا انکار منقول نہیں ہے، اور وہ اس کے بعد فقہ  
سود سال تک ائمہ میں سے کسی نے اس کا انکار کیا اور یہی وہی قسرون فاضلہ میں جن کے خیر بربر قرار دے دینے کی  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہادت دی ہے، اور بعض علماء نے تو حدیث مرسل کو حدیث مسند (جس کی پوری سند  
مذکورہ ہو) پر ترجیح دی ہے اور اس کی یہ دلیل دی ہے کہ جس شخص نے پوری سند ذکر کر دی اس نے اس کی تحقیق کیا ہے  
حوالے کر دی اور جس نے حدیث مرسل ذکر کی وہ اس پر چھوڑے ہوئے راوی کی تحقیق کا خود ضامن ہو گیا۔ لہ  
علماء سند ہی لکھتے ہیں :

شرح نخبة الفکر میں علامہ عسقلانی کی عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک، فقہاء راحات اور امام احمد کے ایک قول  
کے مطابق حدیث مرسل مقبول ہے اور یہ تابعی کی مرسل ہے، اور اسی واقعہ راحات کے نزدیک اس طرح نہیں ہے، کیونکہ توضیح  
میں لکھا ہے کہ صحابہ کی مرسل حدیث بالاجماع مقبول ہے اور اس کو سماع پر محمول کیا جائے گا، اور قرن ثانی اور قرن ثالث کے لوگوں  
کو امام شافعی رحمہ اللہ قبول نہیں کرتے، لہذا یہ کہ کسی دوسری سند سے اس کا اتصال ثابت ہو جائے، جیسے سعید بن مسیب  
کی مرسل ہیں، امام شافعی نے کہا میں نے ان مرسل کی ایسی مکمل اسناد دیکھی ہیں جن میں راوی کی صفات مجہول تھیں، اور اس  
سبب سے ان کی سہایت صحیح ہے، اور ہمارے اور امام مالک کے نزدیک حدیث مرسل مقبول ہے اور وہ سند پر مقدم ہے  
کیونکہ راوی نے صحابہ کو چھوڑا ہے اور محدث یہ ہے کہ جب محدث کے نزدیک معاملہ واضح ہوتا ہے تو وہ سند کو حذف کر  
دیتا ہے اور جب اس کے نزدیک معاملہ واضح نہیں ہوتا تو وہ اس کو دوسروں کے اور پر چھوڑ دیتا ہے، اور راوی کے مجہول ہونے  
میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کیونکہ جب مرسل ثقہ سے تروہ اس سے سکوت کرنے والے کی غفلت سے متہم نہیں ہوگا کیا  
تم نہیں دیکھتے کہ اگر محدث یہ کہے کہ مجھے ثقہ نے حدیث بیان کی ہے تو اس کی حدیث قبول کے باوجود مقبول ہوتی ہے  
تو اگر محدث کسی راوی کو ترک کر دے تو اس کی حدیث کیوں قبول نہیں ہوگی! لہ

حدیث مرسل کی حجیت پر سران مجید سے استدلال | اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :

فَلَوْلَا نِعْمَ مِنَ بَلِّ ضَرْفَةٌ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ  
لَيَنْتَفِعَنَّ فِي الدِّينِ وَلَيُنَظَّرُوا حَتَّىٰ مَسْجِدٍ  
اِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ .  
(توبہ : ۱۲۲)

اس آیت سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دینی طائفہ پر یہ واجب کر دیا ہے کہ جب وہ اپنی قوم

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری مترقی ۱۰۱۳ھ شرح شرح نخبة الفکر ص ۱۱۴، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ۱۳۴۰ھ  
۲۔ تاجی محمد اکرم سندھی من الامم القرن السعدي عشر، امان النظر ص ۱۰۲، ۱۰۳، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ



کی طرف واپس جائیں تو ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام پہنچائیں اور عمل نہ کرنے پر مذاب آفرت کی وعیدوں سے ڈرائیں اور اس آیت میں یہ فرق نہیں کیا گیا کہ وہ حدیث مسند سے ڈرائیں اور حدیث مرسل سے نہ ڈرائیں اور نہ اس میں یہ فرق کیا گیا ہے کہ صحابہ تو حدیث مرسل پہنچائیں اور تابعین اور بعد کے لوگ حدیث مرسل نہ پہنچائیں، اسی لیے اس آیت کے عموم کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح حدیث مسند کو پہنچانا ضروری ہے اسی طرح حدیث مرسل کو بھی پہنچانا ضروری ہے اس دلیل پر مخالفین نے یہ اعتراض کیا ہے کہ اس آیت میں حدیث موضوع، متروک، مجہول اور ضعیف کی دیکھ اقسام کی بھی تخصیص نہیں کی گئی تو کیا اس آیت کے عموم کے لحاظ سے ان احادیث کی تبلیغ بھی واجب ہوگی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَأٍ فَتَبَيَّنُوا (حجرات: ۶۱)

اے ایمان والو! اگر فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لاتے تو اس کی تحقیق کرو۔

حدیث مرود کی تمام اقسام فاسق کی خبر ہیں اور ان کے متعلق قرآن مجید نے حکم دیا ہے کہ بلا تحقیق ان کی خبر کو قبول نہ کیا جائے اس کے برعکس ہمارا کلام ثقات کی مرسل میں ہے اور اس آیت کا مفہوم مخالفت یہ ہے کہ جب ثقہ مسلمان کوئی خبر دے تو اس کو بلا تحقیق و تحسس قبول کرنا واجب ہے۔ قرآن و دونوں آیتوں سے ثابت ہوا کہ ثقہ اور ان کی مرسل حدیث کو قبول کرنا واجب ہے۔ علاوہ ازیں مجہول کی حدیث سے معارضہ کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ اس کے قبول نہ کرنے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، جب کہ فریق مخالفت کے نزدیک یہ ستم ہے کہ جب ثقہ راوی کسی مجہول سے روایت کرے تو وہ حدیث مقبول ہے تو پھر ثقہ کی مرسل کیوں مقبول نہیں ہوگی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

ان الذين يكتُمون ما انزلنا من البینت والهدی من بعد ما بینا للناس فی الکتاب اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللعنون۔

وہ شک جو لوگ ہماری اتاری ہوئی روشن لیلوں اور ہدایت کو چھپاتے ہیں بعد اس کے کہ ہم نے اسے لوگوں کے لیے کتاب میں بیان فرمادیا یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ لعنت فرماتا ہے اور سب لعنت کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

(بقرہ: ۱۵۹)

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسند اور مرسل کا فرق کیا ہے بغیر مرسل کو کتمانِ علم سے منع فرمایا ہے اور علم اور ہدایت کا پہنچانا واجب قرار دیا ہے اور اس کا تقاضا ہے کہ ثقہ کی مرسل واجب القبول ہو۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدیث مرسل کی حجیت پر احادیث سے استدلال

عن عبد اللہ بن عمر وان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بلغوا عنی ولو آتتہ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ سے روایت کر کے پہنچاؤ۔ خواہ ایک آیت ہو۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹۱، مطبوعہ دار المسند للدراسۃ المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ



قاضی بیضاوی نے کہا آپ نے قرآن مجید کی آیت کو پہنچانے کا حکم دیا ہے، حدیث کا نہیں فرمایا، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ ضامن ہے۔ تو جب اس کے باوجود آپ نے قرآن مجید کی آیت پہنچانے کا حکم دیا ہے تو حدیث کا پہنچانا یہ طریق اولیٰ واجب ہے۔  
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بکر ؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ لیبلغ الشاہد الغائب علیہ  
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، شاہد غائب کو حدیث پہنچا دے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن زید بن ثابت قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر اللہ امرأ سمع منا حديثاً فحفظه حتى يبلغه غيره فرب حامل فقه الى من هو افقه منه  
حضرت زید بن ثابت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ (خوش و خرم) رکھے جس نے ہم سے ایک حدیث کرنا اس کو یاد کیا اور اس کو دوسرے شخص تک پہنچا دیا، بسا اوقات ایک فقیہ کا حامل اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچاتا ہے۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر اللہ امرأ سمع منا شيئاً فبلغه كما سمعه فرب مبلغ أوعى من سامع  
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور اس کو جس طرح سنا تھا اسی طرح اس کو پہنچا دیا، کیونکہ بعض لوگ جن کو حدیث پہنچا دی جاتی ہے سنے والے سے زیادہ یاد رکھنے والے ہوتے ہیں۔

ان احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسند اور مسل کا فرق کیے بغیر احادیث کے پہنچانے کا حکم دیا ہے اس لیے یہ احادیث بھی اپنے عموم کے اعتبار سے فقہات کی مراسیل پر حجت ہیں۔

حدیث مسل کی حجیت پر عقلی دلائل (۱) سبب راوی کسی حدیث کو مرسل روایت کرتا ہے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خبر پر قطعی شہادت دیتا ہے اور بعد میں آنے والوں کو راوی کے متعلق بحث اور تفتیش

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۰، مطبوعہ ترغیب محمد کارخانہ شہادت کتب کراچی

۳۔ جامع ترمذی ص ۱۳۸۱

سے مستغنی کر دیتا ہے اور جب وہ کسی حدیث کی پوری سند بیان کرتا ہے تو وہ بعد والوں کو اس واسطے کہ حوالے کر دیتا ہے اور خود برمی القدر ہو جاتا ہے، تو جب راوی حدیث کو مرسل بیان کر کے اس پر اعتماد اور وثوق کرے تو یہ حدیث کو مستند بیان کرنے سے اولیٰ ہے اور اس سے زیادہ قوی ہے اور وہ اس کے مساوی ہونے سے ہر حال کم نہیں ہے اور اگر بالفرض کم بھی ہو تو لائق استدلال ہونے سے ہر طور کم نہیں ہے۔

(۲) مرسل کے راوی کا عادل، امین اور ثقہ ہونا اس بات کے معافی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث کی شہادت دے اور اس کا راوی ثقہ اور محبت نہ ہو، اس لیے وہ حدیث پر اسی وقت اعتماد اور وثوق کرے گا جب اس کے نزدیک وہ حدیث صحیح ہوگی، اور جس راوی کو اس نے چھوڑ دیا ہے وہ قاضی اور مردود الروایت نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حدیث کو وثوق کے ساتھ روایت کر رہا ہے، اور نہ یہ ممکن ہے کہ اس کو اس راوی کی عدالت کے متعلق غلبہ ظن ہو، اور مرسل کی روایت کو رد کرنے سے اس راوی پر ظن لازم آتا ہے اور یہ باطل ہے، کیونکہ اگر ارسال ہر مرسل میں ظن کا موجب ہوتا تو ائمہ حدیث مرسل کی کسی سند روایت کو ہرگز قبول نہ کرتے کیونکہ وہ مرسل کو روایت کرتا ہے، خصوصاً وہ مرسل جس کی بہ کثرت مرسل روایات ہوں، حالانکہ بہت سے ایسے راوی ہیں جن کی روایات قبول کرنے پر تمام امت کا اجماع ہے اور ان راویوں نے بہ کثرت مرسل روایات بیان کی ہیں اور یہ امر ان کی مرسل روایات کے قبول کرنے کو بھی مستلزم ہے۔ حافظ ابن عبد البر کہتے ہیں:

ثقة راوی کسی حدیث کو اسی وقت مرسل روایت کرتا ہے جب اس کے نزدیک اس حدیث کی صحت ثابت ہوتی ہے، کیونکہ الشیخ بیان کرتے ہیں میں نے ابراہیم نخعی سے کہا جب آپ مجھے حدیث بیان کریں تو اس کی سند ذکر کریں، تو ابراہیم نخعی نے کہا جب میں تم سے کہتا ہوں عبد اللہ نے کہا تو مجھے ایک جماعت نے ان سے حدیث بیان کی ہوئی ہوتی ہے، اور جب میں کہتا ہوں مجھے فلاں نے عبد اللہ سے حدیث بیان کی ہے تو مجھے صورت اسی نے وہ حدیث بیان کی ہوئی ہے،

ابراہیم نخعی کے اس قول سے یہ واضح ہو گیا کہ جب بہ کثرت لوگ کسی شخص سے روایت کریں اور راوی کو ان کی کثرت کی وجہ سے اس روایت کی صحت کا یقین ہو جائے تو وہ ان کو ترک کر دیتا ہے اور جب صورت ایک شخص اس حدیث کو بیان کرے اور راوی کو اس پر اطمینان نہ ہو تو وہ اس کا ذکر کر کے اس حدیث کو مستند روایت کرتا ہے۔ حافظ صلاح الدین علالی کہتے ہیں:

حسن بصری نے کہا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چار صحابہ کسی حدیث کو روایت کریں تو میں ان صحابہ کو ترک کر کے اس کا اسناد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیتا ہوں، یہ تر حسن بصری کی مرسل ہیں جو طریق حفاظت کے نزدیک ضعیف ترین مرسل ہیں، تو پھر کیا رہتا یحییٰ بن عقیل بن عقیل کی مرسل کی کیا شان ہوگی! عروہ بن زبیر نے عمر بن عبد العزیز کے سلسلے ایک حدیث مرسل بیان کی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے خنجر زہین کو آباد کیا وہ اس کا مالک ہو



جائے گا، اور اس حدیث کو بطور مستند ذکر نہیں کیا، عمر بن عبدالعزیز نے عروہ سے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی شہادت دیتے ہو، عروہ نے کہا: ہاں مجھے ایک عادل اور امین شخص نے اس حدیث کی خبر دی ہے جس کا میں نے نام نہیں لیا، عمر بن عبدالعزیز اس کو کافی سمجھا اور اس حدیث کو قبول کر لیا، اس قسم کے بہت شواہد ہیں۔

(۳) حدیث مرسل کے — جس راوی کا ذکر نہیں وہ بھی صلی اللہ علیہ وسلم اور تابعی کے درمیان واسطہ ہے وہ راوی یا تو صحابی ہو گا یا ثقہ تابعی ہو گا یا مجروح مستہم ہو گا یا مجہول الحال ہو گا، مرسل کے نزدیک وہ راوی ان چاروں میں سے کوئی نہ کوئی ایک ہو گا، اول الذکر دو صورتوں میں اس کی روایت کا قبول کرنا واجب ہے، اور ثانی الذکر دو صورتوں میں اس کی روایت قبول نہیں ہو گی، لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ ثانی الذکر صورتوں کا تابعین میں تحقیق بہت زیادہ بعید ہے، کیونکہ اس صورت میں وہ واسطہ کذب کے ساتھ مستہم ہو گا، حالانکہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اصحاب و بارگ و سلم نے تابعین کے عصر کی تعریف فرمائی ہے، اور آپ نے قرن صحابہ کے بعد قرن تابعین کو خیر قرن قرار دیا ہے، اس لیے تابعین کے قرن میں کسی شخص کا مجروح اور مستہم بالکذب ہونا بہت نادر ہے، اس کے برعکس جو کہ قرآن کا یہ درجہ نہیں ہے، اسی طرح یہ بھی بہت بعید ہے کہ وہ راوی مجہول الحال ہو اور اس سے روایت کرنے والے تابعی پر اس کا حال خفی ہو اور وہ قطعی طور پر اس کی روایت کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسناد کرے جسے جب کہ وہ اس کی ثقاہت اور عدالت پر مطلع نہ ہو اور جب یہ واضح ہو گیا کہ ثانی الذکر دونوں احتمال اول الذکر احتمالوں کی نسبت مجروح ہیں تو اول الذکر صورتوں کا تحقیق متنبین ہو گیا کیونکہ وہی اغلب الظن ہیں پس ہر طور مرسل کو حجت ماننا ہو گا۔

(۴) اگر حدیث مرسل کو حجت نہ مانا جائے تو پھر حدیث متنبین کو بھی حجت نہیں ماننا چاہیے کیونکہ اس میں بھی غلطی کی وجہ سے متنبین کسی راوی کو چھوڑ دیتا ہے اور اپنے سے اوپر والے راوی سے سماع کی تصریح نہیں کرتا، اور جو احتمال تم خبر مرسل میں نکالتے ہو وہ بعید خبر متنبین میں بھی قائم ہے، اور یہ احتمال پیش کرنا کہ متنبین نے اپنے شیخ سے ملاقات کی ہو گی اور اس سے سماع کیا ہو گا، اس احتمال سے کم نہیں ہے کہ مرسل نے جس واسطہ کو ترک کر دیا ہے وہ اس کے نزدیک ثقہ اور عادل ہے۔

(۵) جب مستفتی پر واجب ہے کہ مفتی اس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جو روایت بیان کرتا ہے وہ اس کے ظاہر ظہور اور عدالت کی بناء پر اس کو قبول کرے، اسی طرح عالم پر واجب ہے کہ جب مرسل اس کے سامنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت بیان کرے تو وہ اس کے ظاہر ظہور اور عدالت کی بناء پر اس کو قبول کرے۔

(۶) حاکم جب دو عادل گواہوں کی بناء پر فیئید کرے اور چہر لکھائے اور گواہوں کا نام نہ لے تو کسی کو اس کے فیصلہ پر یہ اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے کہ اس نے گواہوں کا نام نہیں لیا، اسی طرح یہاں بھی مرسل پر کوئی اعتراض نہیں ہے کہ اس نے اپنے شیخ کا نام کیوں نہیں لیا۔

(۷) حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمام مسلمان عادل ہیں ماسوا ان کے جن پر حد جاری ہوئی یا جن کے



منفعلی یہ معلوم ہو گیا کہ وہ جھوٹی گواہی دیتے ہیں، اس سے ظاہر ہو گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صرف ظاہر اسلام کا اعتبار کیا تھا انا یہ کہ جس کے منفعلی عدالت کے خلاف کوئی بات ثابت ہو گئی ہو اور اس نے جس راوی کو ترک کر دیا ہے وہ بھی اس کی عدالت ظاہر کی بنا پر ترک کیا ہے ورنہ وہ اس کو ترک کر دیتا، اور جو شخص بہ ظاہر عادل ہو تو اصل یہ ہے کہ اس کی حدیث قبول کی جائے انا یہ کہ اس کے رد کا کوئی مستثنیٰ پایا جائے، اور یہ چیز تابعین کے زمانہ میں نمایاں یعنی یوزنکو وہ عصر صحابہ کے بعد خیر القرون تھا اور ان میں کوئی شخص جھوٹا مشہور نہیں تھا، ہاں یہ الگ بات ہے کہ کوئی شخص اس قدر جھوٹا مشہور ہو کہ اس کا جھوٹا ہونا بحث سے مستثنیٰ ہو، اور یہ واضح بات ہے کہ ائمہ تابعین اس سے روایت کرنے والے نہ تھے اور اس طرح کے مشہور کذاب شیعہ میں تھے۔

جامع التحصیل کے باب اول میں احکام المرسلین میں لکھا ہے کہ امام کاظم نے کہا ہے کہ تابعین اور اتباع تابعین کی تمام مراسلات کو اہل کو قبول کرتے ہیں اور ان سے استدلال کرتے ہیں، نیز جامع التحصیل کی فصل ثانی میں لکھا ہے کہ عیسیٰ بن ابان اور ابو بکر رازی کا مختاریہ ہے کہ قرن ثانی، قرن ثالث اور بعد کے قرن کی مراسلات مقبول ہیں بشرطیکہ وہ اس نقل کی سہل ہو علامہ نووی نے شرح المہذب میں لکھا ہے کہ بہ کثرت علماء حدیث مرسل پر عمل کرتے ہیں اور امام غزالی نے اس کو جہور سے نقل کیا ہے، اور امام ابو داؤد نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ امامی میں اکثر علماء مثلاً سفیان ثوری، مالک اور اوزاعی مرسل سے استدلال کرتے تھے، حتیٰ کہ امام شافعی کا زمانہ آیا اور انہوں نے اس پر اعتراض کیا۔ حافظ سیوطی نے غلیم الدرر میں لکھا ہے کہ محمد بن جریر طبری نے کہا ہے کہ تمام تابعین کا حدیث مرسل کے قبول پر اجماع ہے اور ان کے بعد دو سو سال تک اس میں سے کسی نے حدیث مرسل کا انکار نہیں کیا۔

**حدیث معضل کی تشریف اور اس کا حکم** | علت میں سخت مشکل اور تھکادینے والے کام کو معضل کہتے ہیں، حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے کہ اس کی اصطلاحی معنی کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔

اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

ما سقط من اسنادہ اشنان فاكثر  
عن التوالی -  
حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

اس کی مثال یہ ہے کہ تبع تابعی یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا یا اس سے بھی نچلے درجے کا تابعی یہ کہے کہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا از حضرت ابو بکر از حضرت عمر۔  
الم ملکم نے اس کی یہ مثال دی ہے:

عن مالك انه بلغه ان ابا هريرة قال  
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم للمملوك  
امام مالک سے روایت ہے کہ ان کو حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

لے۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری السروقی بابن الصلاح متوفی ۶۷۳ھ علوم اکبریہ ص ۴۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۴۲۸ھ



طعامہ و کسوتہ بالمعروف ولا یكلف من العمل الا ما یطیق قال الحاکم لهذا معضل عن مالک اعضله فی الموطأ - (معرفة علوم الحديث ص ۴۲) جاسے یہ حدیث امام مالک نے معضل روایت کی ہے۔ یہ حدیث اس لیے معضل ہے کہ امام مالک اور حضرت ابوہریرہ کے درمیان دو متواتر راوی مشترک ہیں محمد بن عجلان اور معضل حدیث ضعیف ہے اور مرسل اور منقطع سے کم درجہ کی ہے کیونکہ اس میں بہ کثرت راوی مذکور ہوئے ہیں، اس حکم پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔

**حدیث معضل اور حدیث معلق کے مابین عموم و خصوص من وجہ کی نسبت کا بیان** | حدیث معضل اور حدیث معلق کے

درمیان عموم و خصوص من وجہ کی نسبت ہے، ان دونوں کی ایک اجتماعی اور دو انفرادی صورتیں ہیں۔  
(ا) جب حدیث کی سند کی ابتداء سے دو متواتر راوی محذوف ہوں تو یہ اجتماعی مادہ ہے اور یہ حدیث بہ یک وقت معضل بھی ہے اور معلق بھی۔  
(ب) جب سند کے وسط سے دو متواتر راوی محذوف ہوں تو یہ معضل ہے اور معلق نہیں ہے۔  
(ج) جب ابتداء سند سے صرف ایک راوی محذوف ہو تو معلق ہے اور معضل نہیں ہے۔  
منقطع، انقطاع سے مانور ہے اور انقطاع اتصال کی ضد ہے۔  
**حدیث منقطع کی تعریف اور اس کا حکم** | اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے۔

علامہ نووی کہتے ہیں

ان المنقطع ما لم یصل اسنادہ علی اى وجه کان انقطاعہ واكثر ما یستعمل فی رواية من دون التابعی عن الصحابی کمالک عن ابن عمر یلم

منقطع وہ حدیث ہے جس میں کسی وجہ سے جس دم اتصال ہوا اور اس کا اکثر اطلاق اس حدیث پر ہوتا ہے جس میں تابعی سے نیچے درجہ کا کوئی شخص صحابی سے روایت کرے مثلاً امام مالک کی حضرت ابن عمر سے روایت ہو۔

یعنی سند میں کسی وجہ سے بھی انقطاع ہو خواہ اقل میں، وسط میں یا آخر میں۔ اس اعتبار سے مرسل، معلق اور معضل بھی اس کی تعریف میں شامل ہیں لیکن اس کی خصوص اور منفرد صورت وہ ہے جس میں تابعی سے نیچے درجے کا راوی صحابی روایت کرے جیسے امام مالک حضرت ابن عمر سے روایت کریں۔ خطیب بغدادی، ابن عبد البر، اور دیگر فقہاء اور محدثین کے نزدیک یہی صحیح ہے۔  
حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں:

۱۔ علامہ بیہقی بن شرت نووی ص ۶۶، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۸۰-۲۸۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ دینیہ مصر ۱۳۹۲ھ

امام حاکم نے مندرجہ انواع علوم الحدیث میں لکھا ہے کہ منقطع کی دو قسمیں ہیں:

(۱)۔ تابعی سے منقطع راوی نے اپنے اوپر کے راوی سے سماع نہ کیا ہو اور جو راوی ساقط کیلئے اس کا ذکر نہ کیا ہو مینانہ بیہما۔

اس کی مثال یہ ہے امام عبد الرزاق نے از سفیان ثوری، از ابواسحاق، از زید بن شیبہ از حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم ابو بکر کو خلیفہ بناؤ گے تو وہ قوی اور امین ہے اس حدیث، اس حدیث میں دو وجہ سے انقطاع ہے، امام عبد الرزاق کا ثوری سے سماع نہیں ہے انھوں نے اس حدیث کو ثمان بن ابی شیبہ بخاری سے اور انھوں نے اس کو ثوری سے سنا، اور ثوری نے بھی اس کو یہ راہ راست ابواسحاق سے نہیں سنا۔ ثوری نے اس حدیث کو شریک سے سنا ہے اور انھوں نے اس کو ابواسحاق سے سنا ہے۔

(ب) جس سند میں بعض راویوں کا منقطع مہم کے ساتھ ذکر کیا جائے مثلاً ایک آدمی سے روایت ہے، ایک شیخ سے روایت ہے۔

اس کی مثال یہ ہے، حاکم علامہ بن عبد اللہ بن شعیبہ سے، ابوداؤد میں سے، شداد بن اوس سے اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے نماز میں دعا کی: اللہم انی استلک الثبات فی الامور۔ اے اللہ! میں تجھ سے معاملات میں ثابت قدمی کی دعا کرتا ہوں۔<sup>۱</sup> حدیث منقطع کا حکم یہ ہے کہ علماء کے نزدیک یہ حدیث بالاتفاق ضعیف ہے کیونکہ جس راوی کو منقطع کیا گیا ہے اس کا حال مجہول ہے۔

حدیث تدلیس کی تعریف اور اس کا حکم | تدلیس تدلیس کا اسم مفعول ہے اور تدلیس کا تقویٰ معنی ہے گاہک سے سوسے کے عیب کو چھپانا، یہ نظر اصل میں دلیس سے ماخوذ ہے اس کا معنی ہے اندھیرے کا اجالے سے غلط اور مشتبہ ہونا، اور مدرفس حدیث کی واقفیت حاصل کرنے والے پر پردہ ڈال دیتا ہے اس لیے اس کی روایت تدلیس کہلاتی ہے۔ اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

اختفاء عیب فی الاسناد و تحسین لفظا ہرہ۔  
تعمیل کسی عیب کو چھپانا اور اس کے ظاہر کی تحسین کرنا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

التدلیس هو قسمان الاول تدلیس الاسناد بان یروی عن عاصم ما لم یسمعه منه موھما سماعه قائل قال فلان او عن فلان ونحوه ودیما لم یسقط

تدلیس کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم تدلیس الاسناد ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ راوی اپنے سامع سے ایسی حدیث کو روایت کرے جس کو اس سے سنا نہ ہو، اور اس سے سماع کا وہم ڈالے اور یہ کہے کہ فلان نے کہا یا فلان نے

۱۔ حافظ ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علامہ اسعدیث بس ۵۴۔ انطبوعہ مکتبۃ علمیہ دینہ شریف



شیخہ او اسقط غیرہ ضعیفًا وصغیرًا  
تحصینًا للحديث الثاني تدلیس  
الشیوخ بأن یسمی شیخہ او یکنیہ  
او ینسبہ او یصفہ بما لا یعرف اما  
الاول فمکروه جدا واما الثاني  
فکراہتہ اخف لہ

روایت ہے اور بعض اوقات وہ تحسین حدیث کے  
لیے اپنے شیخ کو سا قلم نہیں کرتا بلکہ شیخ الشیخ یا اس سے  
ادھر کے شیخ کو سا قلم کرتا ہے کیونکہ وہ شیخ الشیخ ضعیف  
یا کم عمر ہوتا ہے اور تدلیس کی دوسری قسم تدلیس الشیوخ  
ہے اور اس کی تعریف یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کا ایسا نام  
یا صفت یا کنیت یا نسبت بیان کرے جو غیر معروف  
ہے۔ تدلیس کی پہلی قسم بہت زیادہ مکروہ ہے اور دوسری  
اس سے کم درجہ کی مکروہ ہے۔

حافظ صلاح الدین علائی لکھتے ہیں:

تدلیس الامناء کو تدلیس السماع بھی کہتے ہیں مثلاً ایک راوی اپنے شیخ سے ایسی حدیث کو روایت کرے جس کو اس  
سے سنا نہ ہو اور یوں کہے اس نے کہا ہے ہاں اس سے روایت ہے جس سے اتصال کا وہم ہو اور عدشنا، خبرنا یا  
سمعت کی تصریح نہ کرے، اس کی مثال یہ ہے: ابن خشرم سے روایت ہے کہ ہم سفیان بن عیینہ کے پاس بیٹھے ہوئے  
تھے تو زہری نے کہا: ۱۰۰۰ اس سے پوچھا گیا کیا تم کو زہری نے خود یہ حدیث بیان کی تھی؟ اس نے کہا میں نے اس  
کو زہری سے نہیں سنا، اور نہ اس سے سنا ہے جس نے زہری سے سنا تھا مجھے عبداللہ بن ابی اسود نے زہری سے روایت کیا ہے۔

تدلیس کی قسم ثانی تدلیس الشیوخ کے متعلق علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

تدلیس الشیوخ کا سبب اس شیخ کی معرفت کو مشکل بنانا ہے، جیسے ابو بکر بن مجاہد نے کہا: ہم سے عبداللہ بن ابی  
عبید اللہ نے حدیث بیان کی، اس سے ان کی مراد ابو بکر بن ابی داؤد وجمہ تثنائی ہے اور ابو بکر بن مجاہد نے ان کا غیر  
معروف نام ذکر کیا، اس کی کراہت راوی کی اغراض کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہے، اگر وہ شیخ کے ضعیف ہونے کی وجہ  
سے اس کا نام بدلنا ہے تو یہ بدترین قسم ہے، ابن الصباغ نے کہا جس راوی نے یہ اس لیے کیا کہ اس کا شیخ لوگوں کے نزدیک  
غیر ثقہ تھا اور اس نے اس کا نام بدلنا تاکہ اس کی حدیث قبول کر لی جائے تو اس کی حدیث کو قبول نہ کرنا واجب ہے خواہ  
راوی اس شیخ کو ثقہ اعتقاد کرتا ہو کیونکہ یہ ہو سکتا ہے کہ دوسروں کو اس کے متعلق ایسی جرح کا علم ہو جس کا اس سے علم  
ہو آمدی نے کہا اگر راوی نے یہ فعل اپنے شیخ کے ضعف کی وجہ سے کیا ہے تو وہ حدیث مجروح ہے یا اس وجہ سے  
کہ اس کی نسبت ضعیف ہے یا اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے تو پھر اس کی حدیث مجروح نہیں ہے ابن معانی  
نے کہا اگر وہ راوی ایسا ہے کہ اس سے اس کے شیخ کے متعلق سوال کیا جائے اور وہ پھر بھی اس کا اصل نام بیان نہ کرے  
تو اس کی روایت مجروح ہے ورنہ نہیں، امام بیہقی نے محمد بن راشد سے نقل کیا ہے کہ جب کوئی شخص نام سے حدیث

۱۔ علامہ بیہقی بن مشرف قزوینی متوفی ۶۵۶ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۳۳-۲۳۴، مطبوعہ مکتبۃ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ حافظ صلاح الدین ابوسعید بن علیل علائی متوفی ۷۱۱ھ، جامع التعلیل فی احکام المرسلین ص ۹۸-۹۹، مطبوعہ عالم الکتب بیروت





علامہ مزنی نے تحفۃ الاشراف میں لکھا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز کی حقیت سے ملاقات نہیں ہوئی۔  
رسول خفی کا نام تین باتوں میں سے کسی ایک سے ہو جاتا ہے:

۱۔ بعض ائمہ سے تصریح منقول ہوتا ہے فلاں راوی کی اپنے مروی حدیث سے ملاقات نہیں ہے یا اس نے اس مروی حدیث سے مطلقاً سماع نہیں کیا۔

۲۔ وہ راوی خود یہ بیان کر دیتا ہے کہ جس سے وہ حدیث روایت کر رہا ہے اس سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی یا اس نے اس سے سماع نہیں کیا۔

۳۔ کسی اور سند سے وہ حدیث مروی ہوتا ہے جس میں اسی راوی اور مروی حدیث کے درمیان کوئی اور شخص رابطہ ہوتا ہے۔  
اسی حدیث کا حکم یہ ہے کہ یہ ضعیف ہے کیونکہ یہ منقطع کی قسم ہے۔

حدیث معنعن اور مؤثق | معنعن، معنعن سے مشتق ہے، اور اصطلاح میں وہ حدیث ہے جس میں راوی عن فلاں عن  
فلاں کہے۔

اس کی مثال یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا عثمان بن ابی شیبہ ثنا معاویہ بن ہشام ثنا سفیان بن اسماء بن زید  
عن عثمان بن عروہ عن عروہ عن عائشہ  
قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ  
وملائکتہ یصلون علی من ینصوف۔  
از عثمان بن عروہ از عروہ از حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ  
تعالیٰ اور اس کے فرشتے دائیں و بائیں صفوں پر رحمت بھیجتے ہیں۔

حدیث معنعن کے متعلق علماء کے دو قول ہیں (۱) ایک یہ ہے کہ جب تک اس حدیث کا اتصال ظاہر نہ ہو یہ منقطع ہے  
دوسرا قول صحیح ہے جس پر تمام محدثین اور فقہاء متفق ہیں کہ یہ حدیث چند خصال کے ساتھ متصل ہے۔

(۱)۔ معنعن مدرس نہ ہو بلکہ راوی کی مروی حدیث سے ملاقات ممکن ہو، یعنی دونوں ایک زمانہ میں مجتمع ہوں، ان دو شرطوں  
پر چہرہ در محدثین متفق ہیں، اور امام مسلم کا بھی یہی مذہب ہے، بعض ائمہ محدثین نے مزید شرائط عالمک ہیں:

(۲)۔ امام بخاری اور ابی بن مدینی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کی مروی حدیث سے ملاقات ثابت ہو۔

(۳)۔ ابوالظفر سمائی کا مذہب یہ ہے کہ ان کے درمیان طول صحبت ثابت ہو۔

(۴)۔ ابوعمر والدانی کا مذہب یہ ہے کہ راوی کو مروی حدیث سے روایت کی معرفت ہو۔

مؤثر وہ حدیث ہے جس میں راوی کہے حد ثنا فلاں ان فلانا قال... امام احمد اور ایک جماعت کے  
نزدیک یہ حدیث منقطع ہے جب تک کہ اس کا اتصال ظاہر نہ ہو، اور چہرہ در کے نزدیک یہ حدیث متصل ہے اور سماع پر  
قول بشرطیکہ بشرط سابقہ پائی جائیں۔

۱۲۸۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ سنن ابن ماجہ ص ۷۱۔ ۷۲، مطبوعہ دار کتب و نشر اسلام آباد کتب کوثر

**راوی میں طعن کے اعتبار سے حدیث مرودہ کا بیان** | راوی میں طعن کا مطلب یہ ہے کہ راوی پر زبان سے جرح کی جائے اور اس کی عدالت اور دین داری اور اس کے ضبط و حفظ اور بیدار مغزی سے بحث کی جائے۔ راوی میں طعن کے دس اسباب ہیں، پانچ کا تعلق عدالت سے ہے اور پانچ کا تعلق ضبط سے ہے۔ عدالت کے اعتبار سے طعن کی یہ درجات ہیں: (۱) کذب (۲) کذب کی اہمیت (۳) فسی (۴) بدعت (۵) جہالت اور ضبط کے اعتبار سے طعن کی یہ پانچ قسمیں ہیں: (۱) نقش غلطی کرنا۔ (۲) بدعا نقل کرنا (۳) غفلت۔ (۴) کسرت اور اطم۔ (۵) مخالفت ثقات۔

**حدیث موضوع کی تحقیق** | جب راوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ یا نہرہنے کا طعن ہو تو اس کی حدیث موضوع کہلاتی ہے، لغت میں وضع کا معنی ہے کسی چیز کو پست کرنا، اس کا مرتبہ کم کرنا اور چونکہ اس حدیث کا مرتبہ کم ہوتا ہے اس لیے اس کو موضوع کہتے ہیں، اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے: **لا اعلیٰ قاری سمعته** ہیں:

الموضوع هو الحديث الذي فيه الطعن بكنز الراوى۔ موضوع وہ حدیث ہے جس میں کذب راوی کی وجہ سے طعن ہو۔  
حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں: **الموضوع المختلف المصنوع۔** جھوٹی بات گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی گئی ہو اس کو حدیث موضوع کہتے ہیں۔

**حدیث موضوع کے محقق پر دلائل** | حافظ ابن عساکر نے لکھتے ہیں: کسی حدیث کے موضوع ہونے کا حکم ظن غالب سے لگایا جاتا ہے اور قطعیت کے ساتھ کسی حدیث کو موضوع نہیں کہا جاتا، کیونکہ کبھی جھوٹا آدمی بھی سچی بات کہتا ہے لیکن علماء حدیث کو ایسا قوی حکم حاصل ہوتا ہے جس سے وہ حدیث موضوع کو غیر موضوع سے متمیز کر لیتے ہیں اور یہ لکھنا اسی شخص کو حاصل ہوتا ہے جس کو علم حدیث کی کامل اطلاع ہو اور اس کا ذہن روشن ہو اور اس کی فہم قوی ہو اور وہ حدیث موضوع کے قرائن سے اس کی معرفت حاصل کرے، اور کبھی حدیث کے موضوع ہونے کا اس کے واضح کے اقرار سے علم ہو جاتا ہے، ابن قریب العید نے کہا لیکن یہ بات قطعی نہیں ہے، کیونکہ یہ بھی احتمال ہے کہ وہ اپنے اقرار میں بھی جھوٹا ہو، اس قول سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ واضح کے اقرار پر بالکل عمل نہیں کیا جائے گا، حالانکہ ابن قریب العید کی یہ مراد نہیں ہے انہوں نے صرف قطعیت کی نفی کی ہے، اور کسی حدیث پر قطعیت کے ساتھ موضوع ہونے کا حکم نہ لگانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس پر ظن غالب سے بھی موضوع ہونے کا حکم نہ لگایا جائے، اور یہاں معاملہ اسی طرح ہے اور اگر یہ جائز نہ ہوتا تو قائل کے اقرار سے اس کو قتل کرنا اور زندہ کے مترادف کرنا بھی جائز نہ ہوتا، کیونکہ یہاں بھی یہ احتمال ہے کہ وہ دونوں اپنے اعتراف میں جھوٹے ہوں۔ **حدیث موضوع کی معرفت کے قرائن اور اس کا حکم** | جن قرائن سے حدیث کے موضوع ہونے کا علم ہوتا ہے ان میں سے ایک قرینہ راوی کا حال ہے، ایک مرتبہ

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ شرح شریح النجیۃ البکرہ من ۱۲۳۳ھ مطبوعہ رجم اکیڈمی کراچی  
۲۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر دہلی المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الحدیث ص ۸۹ مطبوعہ مکتبہ علمینہ متروکہ ۱۳۸۷ھ



ماہون بن احمد کے سامنے یہ ذکر ہوا کہ آیا حسن بصری کا حضرت ابوہریرہ سے سماع ہے یا نہیں، تو ایک شخص نے اسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک سند بنا کر ایک حدیث سنادی اور اس نے کہا حسن نے حضرت ابوہریرہ سے یہ حدیث سنا ہے۔ اسی طرح غیاث بن ابراہیم مہدی کے پاس گیا تو وہ کبوتروں سے کھیل رہا تھا اس نے اسی وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک ایک سند بنا کر کہا تیرا عمار کی شتر سوار سی، گھوڑے سوار سی اور پرندوں کے سوا اور کسی چیز میں مقابلہ کرنا جائز نہیں ہے، اس نے پرندوں کا لفظ اپنی طرف سے بڑھا دیا علیہ مہدی تاڑ گیا کہ اس نے اس کا قرب حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولا ہے، اس نے اسی وقت اس کبوتر کو روک کر دیکھنے کا حکم دیا۔ دوسرا قرینہ یہ ہے کہ وہ حدیث نص قرآن مجید یا سنت متواترہ یا اجماع قطعی یا عقلی صریح کے خلاف ہو اور اس میں کسی طرح کی تاویل نہ ہو سکے، واضح بھی تو حدیث کو خرد نہاتا ہے اور کبھی کسی اور کے کلام کو بطور حدیث پیش کرتا ہے، مثلاً بعض سلف صالحین، یا قدامہ حاکم کے کلام کو یا اسرائیلیات کو یا کسی ضعیف حدیث کی ایک صحیح سند بنالیتا ہے تاکہ اس حدیث کی شہرت ہو، حدیث گھڑنے کا محرک اور باعث یا تو بے دینی ہے جیسے زندیق لوگ، یا فلاح جہل، جیسے جاہل صوفیاء یا فراطمبیہ جیسے بعض متقدمین، یا بعض رئیسوں کی خواہش پوری کرنے کے لیے یا کوئی انوکھی بات بیان کرنے کے شوق میں یا شہرت حاصل کرنے کے لیے، اور یہ تمام امور بالا جماع حرام ہیں اور اس پر اتفاق ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر عہد آجھوٹ ہونا گناہ کبیرہ ہے اور ابوہریرہ جو نبی نے کہا وہ شخص کافر ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آئمہ و منابر و سلم پر عہد آجھوٹ باندھے، اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ موضوع روایت کو بیان کرنا حرام ہے، ہاں یہ کہہ کر بیان کر سکتا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کیونکہ امام مسلم نے روایت کیا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے میری حدیث بیان کی حالانکہ اس کو علم تھا کہ یہ جھوٹ ہے وہ بھی جھوٹوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

وَضَائِعُ اُولَئِكَ اَنْ يَبْنُوْا جَوَائِزَ حَدِيْثُوْهُ كَالْبَيَانِ  
فضائل میں از فکر و از ابن عباس کی حدیثیں بیان کی ہیں، تم نے فکر سے سماع کیے کیا؟ اس نے کہا میں نے دیکھا کہ لوگ قسراں کو چھوڑ کر ابو حنیفہ کی فہرہ اور محمد بن اسماعیل کی منازمی میں مشغول ہو گئے ہیں تو میں نے ان احادیث کو وضع کیا، اسی طرح حضرت ابی بن کعب کی روایت سے قرآن مجید کی ہر سورت کی فضیلت میں ایک حدیث بیان کی جاتی ہے اس کے متعلق بھی تحقیق سے معلوم ہوا کہ ایک جماعت نے ان حدیثوں کو وضع کیا تھا۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

امام ابن حبان نے کتاب الضعفاء میں ابن مہدی سے روایت کیا ہے کہ میں نے میسرہ بن عبد ربیع سے پوچھا تم نے یہ احادیث کہاں سے روایت کی ہیں کہ جس شخص نے فلاں سورت کو پڑھا تو اس کو اتنا ثواب ملے گا اس نے کہا میں نے لوگوں کو راجع کرنے کے لیے یہ احادیث گھڑ لی ہیں، یہ ایک ناہر نوجوان تھا اس نے دنیاوی

۱۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن محمد عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر، ص ۴۰۔ ۵۰، مطبوعہ رحیم آباد علی گڑھ، کراچی ۱۳۸۷ھ  
۲۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن ابراہیم شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۷۴۳ھ، علوم الحدیث، ص ۹۱۔ ۹۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ،



لہذا توں کو ترک کر دیا تھا، جس دن یہ فوت ہوا اس دن ہذا کے بازار بند ہو گئے تھے، حالانکہ یہ امارت گھڑتا تھا، اس سے موت کے وقت پوچھا گیا نہیں اپنے متعلق حسن ظن ہے؟ اس نے کہا کیے نہیں ہو گا میں نے حضرت علی کی غیبت کے متعلق متر حدیثیں گھڑ دی ہیں۔

ابو داؤد وحشی صائم النہار اور قاسم ایل تھے اس کے باوجود وہ حدیثیں گھڑتے تھے اور ابو بشر احمد بن محمد دققیہ مروزی سنت کے زبردست حامی اور بدعت کے سخت مخالف تھے اور حدیثیں گھڑتے تھے، ابن عدی نے کہا کہ وہب بن حفص صاحبین میں سے تھے انھوں نے بیس سال تک کسی سے کلام نہیں کیا اور غش جھوٹ بولتے تھے بلکہ ملا علی قاری کہتے ہیں:

عقیدے نے بیان کیا ہے کہ رضاعین نے چودہ ہزار امارت گھڑ دی ہیں، مہدی نے کہا میرے سامنے ایک زہدین نے اقرار کیا کہ اس نے سو حدیثیں گھڑ دی ہیں، ابن عدی نے کہا جب عبدالکریم بن عروبا کو کچھ کر لایا گیا اس کی گردن اڑانے کا حکم دیا گیا تو اس نے کہا میں نے تم میں چار ہزار حدیثیں گھڑ کر چھپا دی ہیں، جن میں، میں نے حرام کو حلال، اور حلال کو حرام کر دیا ہے، اسی رضاعین میں سے عمارت کتاب تھا جس نے جوت کا دعویٰ کیا تھا اور ہزاروں حدیثیں گھڑ لی تھیں، جب ابن مبارک سے ان امارت موضوع کے متعلق تشریف لیا تو انھوں نے کہا ان کے لیے ناقذین اور ماہرین حدیث موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَنَا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اَنَّا لَاحْفَظُوْنَہٗ

ہم نے ہی اس قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

ان کی مراد یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید کے الفاظ اور معانی دونوں کا محافظ ہے اور امارت نبویہ قرآن کے معانی ہیں جن سے قرآن مجید کے الفاظ کی وضاحت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَتَبَيِّنَ لِّلنَّاسِ مَا نَزَّلَ الْيُسُفَرِ

تاکہ آپ لوگوں کو بیان کریں کہ ان کی طرف کیا نازل کیا گیا ہے۔ (نحل: ۱۰۴)

اس لیے حقیقت کتاب اور سنت کا اللہ تعالیٰ ہی محافظ ہے اور وہ اپنے بندوں میں سے ہر قرن بلکہ ہر زمانہ میں ایسے عالم کو پیدا کرتا ہے جو دین کے امور کی تجدید کرتا ہے، حدیث موضوع کی پھر کو ادب پہچان کے متعلق امام ابن عدی نے کتاب الضعفاء لکھی، خود میں نے لکھی، اور امام ابن جوزی نے موضوعات لکھی، لیکن اس پر علامہ آلہ اعراضا کیجیے ہیں کیونکہ ان میں غیر موضوع امارت کو بھی درج کر دیا ہے، علامہ سیوطی نے اس موضوع پر الاالیٰ المصنوعہ لکھی ہے۔ نیز ملا علی قاری کہتے ہیں:

شخصی بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا، اور میرے پاس ایک لمبی ڈاڑھی والا شخص بیٹھا غلط کر رہا تھا اور اس کے گرد لوگوں کا ایک بڑا حلقہ تھا، اس نے بیان کیا کہ فلاں نے فلاں سے اور فلاں نے فلاں

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدویر الہادی ج ۱ ص ۲۸۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ  
۲۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح شرح نخبة الفكر ص ۱۲۷-۱۲۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۰ھ



سے اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی کہ اللہ تعالیٰ نے دو صورت بنائے ہیں اور ہر صورت سے دو مرتبہ صورت پھر نکال جائے گا ایک بار پھر نکلنے سے لوگ بے ہوش ہوں گے اور دوسری بار قیامت کے لیے پھونکا جائے گا۔ شبی کہتے ہیں میں اپنے نفس کو ضبط نہ کر سکا میں جلدی سے نماز ختم کر کے ان کی طرف مڑا اور ان سے کہا اے شیخ! خدا سے ڈرنا اور غلط نہ بیان کرنا، اللہ تعالیٰ نے صرف ایک صورت پیدا کیا ہے اور اسی کو دوبارہ پھونکا جائے گا، اس شیخ نے کہا اے فاجر! مجھ سے فلاں فلاں کہے یہ حدیث بیان کی ہے اور تو مجھ پر رو کر تا ہے پھر اس نے اپنی جوتی اٹھا کر مجھے پشیمان شروع کر دیا اور اس کی پیروی میں اس کے تمام مریدوں نے مجھے اپنے جوتوں سے مارنا شروع کر دیا اور یہ خدا ان لوگوں نے مجھ کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک کہ انھوں نے مجھ سے یہ نہیں کہہ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تین صورت پیدا کیے ہیں: ۱۔

ماظنا بن عمار کہ بیان کرتے ہیں کہ رشید کے پاس ایک زندیق کو لایا گیا، خلیفہ نے اس کو قتل کر کے کا حکم دیا اس زندیق نے کہا تم مجھ کو قتل کر دو گے لیکن چار ہزار حدیثوں کا کیا کر دے گا جن کو وضع کر کے میں نے لوگوں میں پھیلا دیا ہے اور ان میں حدال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا ہے اور ان میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمایا ہوا ایک حرف بھی نہیں ہے رشید نے کہا اے زندیق! تو عبد اللہ بن مبارک اور ابن اسحاق غورانی کو کیا سمجھتا ہے۔ ان کی تنقید کی چھلنی سے تیری وضع کی ہوئی حدیثوں کا ایک ایک حرف نکل جائے گا۔ ۲۔

حدیث موضوع کی معرفت کے قواعد اور ضوابط | ملا علی قاری ابن قیم جندیہ سے نقل کر کے لکھتے ہیں رحم نے ان قواعد اور احادیث کا ذکر نہیں کیا جس سے

ملا علی قاری نے اختلاف کیا ہے۔ سعید بن جبیر (۱) ہم ایسے چند قواعد کلیہ بیان کرتے ہیں جن سے کسی حدیث کا موضوع ہونا معلوم ہو سکے گا۔ ۱۔ کسی حدیث میں ایسی بے فہمی اور بے اصول باتیں ہوں جن کا کہنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے متصور نہیں ہے اور اس کی حدیث موضوع میں بہت مثالیں ہیں، ایک مثال یہ ہے: جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا اللہ تعالیٰ اس کو کلمہ سے ایک پرندہ پیدا کرے گا جس کی ستر ہزار زبانیں ہوں گی اور ہر زبان کی ستر ہزار نجات ہوں گی اور وہ پرندہ اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کریں گے اور جس شخص نے فلاں فلاں کام کیا اس کو جنت میں ستر ہزار شہر ملیں گے اور ہر شہر میں ستر ہزار محل ہوں گے اور ہر محل میں ستر ہزار حدیثیں ہوں گی، اور اس جیسی حدیثیں ان کو بنا نے والا انتہائی جاہل اور احمق تھا اور یا وہ زندیق شخص تھا وہ اس قسم کی احادیث گھڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص کننا چاہتا تھا۔ ۲۔ ایسی حدیث جس کی جس اور مشاہدہ ممکن نہ ہو جیسے یہ حدیث کہ: جیگن کھانا ہر بیماری سے شفا دے، اسی طرح یہ حدیث کہ اگر کسی حدیث کو بیان کرتے وقت اس کو چھٹیک اٹھتے تو وہ اس کی صداقت کی دلیل ہے، حالانکہ کئی مرتبہ جھوٹ بولتے وقت لوگوں کو چھٹیک آجاتی ہے، اور کئی شخص حدیث بیان کرے اور اس کو ایک

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، موضوعات کبیر ص ۱۲، مطبوعہ مطبعہ مجتبائی دہلی

۲۔ حافظ ابو القاسم علی بن الحسن البیہقی بیان عمار متوفی ۱۰۵۵ھ، مختصر تاریخ دمشق ج ۴ ص ۵۱۱، مطبوعہ دار الفکر دمشق، ۱۴۰۴ھ



لاکھ مرتبہ بھی چھینکیں، انہیں تو اس سے اس حدیث کی صحت کا حکم نہیں لگایا جائے گا۔  
(۳) وہ حدیث جو کسی مفکدہ خیر بات پر مشتمل ہو مثلاً یہ حدیث کہ اگر چادر آدمی، ہوتا تو علیم الطبع ہوتا جو ہر شخص چادر لکھتا ہے وہ سیر ہو جاتا ہے۔ یہ بات کسی عام فاضل شخص سے بھی متقص نہیں ہے چہ جائیکہ سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے۔ اسی طرح یہ حدیث کہ آخر وقت کھانا بزدلی کی وجہ سے اور جب یہ پیٹ میں جاتا ہے تو شفا بن جاتا ہے۔

(۴) وہ حدیث جو کسی صریح سنت کے خلاف ہو اور اس میں واضح تضاد ہو سو ہر وہ حدیث جو کسی فساد، ظلم، جمعیت، باطل کی مدح یا حق کی مذمت پر مشتمل ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں، ایسی ہی یہ حدیث ہے جس کا نام محمد یا احمد ہوا جو کسی شخص کا نام محمد یا احمد رکھے جہنم میں داخل نہیں ہوگا، کیونکہ ہم کو دین سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص محض اسماء اور القاب کی بنا پر دوزخ سے نجات نہیں پائے گا نجات تو صرف ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے ہوگی۔

(۵) جس حدیث میں یہ دعویٰ کیا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کے سامنے علی الاعلان کوئی کام کیا اور وہ سب صحابہ اس کے چھپانے پر متفق ہو گئے اور کسی نے اس کو ظاہر نہیں کیا جیسا کہ بعض کذابین نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجت الوداع سے واپسی پر تمام صحابہ کے سامنے حضرت علی کا دم پکڑ کر فرمایا اور سب صحابہ نے اس کو پہچان لیا، کہ یہ میرا دم ہے اور میرا بھائی اور میرے بدخلیق ہے، اس کے احکام سننا اور اس کی اطاعت کرنا، پھر صحابہ اس کو چھپانے اور اس کو متفق کرنے پر متفق ہو گئے۔

(۶) ایسی حدیث جو فی لفظ باطل ہو اور اس کا نفس مضمون اس پر دلالت کرتا ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہیں ہو سکتا جیسے یہ احادیث ہیں (ا) جب رب غضب میں ہوتا ہے تو فارسی میں کلام کرتا ہے اور جب راضی ہوتا ہے تو عربی میں کلام کرتا ہے۔ (ب) چھ چیزیں بیان کو پیدا کرتی ہیں، چوہے کا جھوٹا، جوں کو آگ میں ڈالنا، شہرے ہونے پانی میں پیشاب کرنا، خدا سے چہانا، کھڑے سید کھانا، گدی کی رگ میں نقد لگاتے ہوئے باتیں کرنا۔ (ج) اسے حمیرا دھوپ میں گرم پانی سے غسل نہ کرنا اس سے برص پیدا ہوتا ہے (د) جس شخص کے پاس صدقہ کے لیے مال نہ ہو وہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے، کیونکہ لعنت کبھی بھی صدقہ کا بدل نہیں ہے۔ (ه) میں نے قسم کھائی ہے کہ میں کا نام محمد یا احمد ہوگا اس کو دوزخ میں داخل نہیں کروں گا۔

(۷) جو حدیث کلام انبیاء کے مشابہ نہ ہو جیسے یہ حدیث: (ا) تم بیچ چہرے اور سیاہ آنکھوں کو دیکھا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کسی بیچ کو دوزخ میں ڈالنے سے حیا فرماتا ہے (ب) جو لوگ سر منڈاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے اور حضرت علی ان کے پیشوا ہیں۔

(۸) ہر وہ حدیث جس میں حسین چہرے والوں کی مدح و ثناء ہو اور انھیں دیکھنے اور ان سے اپنی حاجتیں طلب کرنے کا حکم ہو اور یہ کہ آگ ان کو نہیں چھوئے گی یہ سب جھوٹی اور من گھڑت حدیثیں ہیں، البتہ یہ حدیث کہ حسین چہرے والوں سے غیر طلب کرو، اس کو امام ہمام نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے، اور امام طبرانی، امام ابو یوسف، امام بیہقی، امام ابن مسعود وغیرہ نے مختلف الفاظ سے روایت کیا ہے، یہ موضوع نہیں ہے حسن یا ضعیف ہے۔



(مستحق کہتا ہے کہ ہمیں کتابوں میں اس کو بہ طور حدیث رکھا۔  
اذا تحیدتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور۔  
جب تم معاملات میں حیران ہو تو قبر والوں سے مدد  
طلب کرو۔

مقامی تارسی نے اس کو لائقین سے تعبیر کیا ہے یعنی یہ ایک قول ہے۔ شرح مستدابی ضعیف ص ۲۲۷، مطبوعہ  
دارالاباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ، اور علامہ اسماعیل بن محمد عجلی نے سنہ ۱۱۷۲ھ نے لکھا ہے: یہ ابن کمال پاشا کی  
اربعین میں مذکور ہے۔ کشف الخفاء و مزیل الاباس ج ۱ ص ۸۸، مطبوعہ مکتبہ غزالی دمشق)  
(۹) جس حدیث میں تاریخ میں بیان کی ہو کہ جب فلاں میں یا فلاں مہینہ ہو گا تو فلاں واقعہ ہو گا، جیسا کہ اس حدیث  
میں ہے: جب محرم میں چاند گرہن ہو گا تو ہنگامی ہو گی، جنگ ہو گی اور سدا میں مشغول ہو گا اور جب محرم میں چاند  
گرہن ہو گا تو اس طرح ہو گا، اس طرح بارہ مہینوں کے متعلق حدیثیں ہیں اور یہ سب بناوٹی اور جھوٹی حدیثیں ہیں۔  
(۱۰) جس حدیث میں طلب کے اوصاف بیان کئے گئے ہوں مثلاً یہ حدیثیں: "وہ ہر ایسے کلمہ مضبوط کرتا ہے جسے پھیلنے کے  
سے ذلت چلی جاتی ہے (رج) ایک شخص نے آپ سے قلت اولاد کی شکایت کی تو آپ نے اس کو بیان اور  
انڈے کھانے کا حکم دیا۔

(۱۱) وہ احادیث جس میں ایسی چیزیں بیان کی گئی ہوں جن کے بطلان پر شواہد صحیحہ قائم ہوں، جیسے عروج بن عنق کی طوالت  
کی حدیث ہے، اس حدیث میں ہے کہ عروج بن عنق کا قد تین ہزار تین سو تینتیس اقد لیا تھا، طرفان نوح صرت  
اس کے ٹخنوں تک پہنچ سکا وہ مندر سے پھیلی نکاتا اور سورج سے لگا کر سمجھ لیتا، یہ حدیث اپنی تمام  
تفصیلات کے ساتھ مصنوع اور جھوٹی ہے۔

(۱۲) جو حدیث صریح قرآن کے مخالف ہے، جیسا کہ ایک حدیث میں ہے دنیا کی مقدار سات ہزار سال ہے اور ہم ساتویں  
ہزار میں ہیں۔ اس حدیث کا جھوٹا ہونا بالکل ظاہر ہے، کیونکہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو ہر شخص کو علم ہو جاتا کہ اقامت  
کے آنے میں کتنا وقت باقی رہ گیا ہے۔ تکرار میں ہے:  
لَا تَأْتِيَكُمُ الْبَغْتَةُ (اعراف: ۱۸۷)  
قیامت تم پر اچانک ہی آئے گی۔

(۱۳) اسی طرح مخصوص دنوں اور راتوں کی غاروں کے متعلق احادیث ہیں جیسے آواز کی ناز اور پیر کی ناز حتیٰ کہ ہفت کے  
ہر دن کے متعلق ناز ہے۔ اور یہ حدیث ہے: جس نے رجب کی پہلی تاریخ کو مغرب کے بعد بیس رکعت ناز پڑھی  
وہ پل صراط سے بغیر حساب کے گذر جائے گا، اور یہ حدیث ہے: جس نے رجب میں کسی دن رملہ رکھا اور  
اس طرح دو رکعت ناز پڑھی کہ ہر رکعت میں سو بار آیت الکرسی پڑھی اور دوسری رکعت میں سو بار سورۃ اخلاص  
پڑھی وہ جنت میں اپنا ٹھکانا دیکھنے سے پہلے نہیں مرے گا، یہ سب موضوع حدیثیں ہیں۔

(۱۴) شعبان کا پندرہویں شب کے متعلق بھی موضوع حدیثیں ہیں: (۱) اسے ملی جس شخص نے شعبان کا پندرہویں شب کو  
اس طرح سو رکعت ناز پڑھی کہ ہر رکعت میں ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا تو وہ اس رات اللہ تعالیٰ سے جس حاجت  
کو طلب کرے گا اللہ اس کی اس حاجت کو پورا کر دے گا اور اس کو ستر ہزار عوریں دے گا، ہر خود کے ستر ہزار  
غلام ہوں گے اور ستر ہزار بچے ہوں گے اور اس کے آخر میں ہے اس کے ماں باپ میں سے ہر ایک ستر ہزار کی



شفاعت کرے گا جس شخص کو سنت کا ذرا سا بھی علم ہو گا وہ اس قسم کی حدیثوں سے دھوکا نہیں کھائے گا۔ اسی طرح ایک حدیث میں ہے جس شخص نے اس رات میں ایک ہزار مرتبہ قل ھو اللہ احد پڑھا اللہ تعالیٰ اس کے پاس بشارت دینے کے لیے ایک لاکھ فرشتے بھیجے گا۔

(۵۵)۔ جس حدیث کے الفاظ ایسے رکبک ہوں جن سے سماعت اور طبع متغیر ہو، جیسے یہ حدیث ہے:

ان لکھ مدکا من حجارة یقال لہ عمارة  
یتزل علی حمار من حجارة کل یوم  
فیسعر۔  
اللہ کے لیے پتھر کا ایک فرشتہ ہے جس کو عمارہ  
کہتے ہیں وہ ہر روز پتھر کے گدے پر نازل ہوتا ہے  
اور اس کو جلاتا ہے۔

(۵۶)۔ جراحادیت کا لول اور سیاہ ناموں کی مذمت میں ہیں جیسے یہ حدیث ہے: حبشی کا جب پیٹ بھر جاتا ہے  
تو وہ زنا کرتا ہے اور جب بھوکا ہوتا ہے تو چوری کرتا ہے اسی طرح جلاہوں کی مذمت میں بھی احادیث  
وضع کی گئی ہیں۔

(۵۷)۔ ترک خصیوں اور فلانوں کی مذمت میں احادیث وضع کی گئی ہیں اور فلانوں کی مذمت میں بھی احادیث ہیں، مثلاً یہ حدیث  
ہے اگر اللہ کے علم میں مصیبتوں میں کوئی غیر موتی قومہ ان پشت سے ایسی اولاد نکالتا جو اللہ کی عبادت گذارہ موتی۔

(۵۸)۔ جس حدیث کے موضوع ہوئے پر اسی حدیث میں قرائن قائم ہوں، مثلاً ایک حدیث میں ہے کہ اہل خیبر سے جنسہ  
صاف کر دیا گیا، یہ حدیث ان وجہ سے موضوع ہے۔ (۵۹) اس حدیث میں حضرت سعد بن معاذ کی شہادت کا ذکر  
ہے اور وہ غزوہ خندق سے پہلے فوت ہو گئے تھے۔ (۶۰) اس حدیث میں ذکر ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان  
نے اس طرح لکھا تھا اور حضرت معاویہ نسخہ مکہ کے زمانہ میں اسلام لائے تھے، (۶۱) اس وقت تک جزیرہ کے احکام  
نازل نہیں ہوئے تھے اور نہ پہلے صحابہ اور عرب میں یہ طریقہ معروف تھا، جزیرہ کے احکام غزوہ تبوک کے سال نازل  
ہوئے ہیں، اس وقت بھی صلے اللہ علیہ وسلم نے بخوان کے عیسائیوں اور سین کے یہودیوں پر جزیرہ مقرر کیا اور مدینہ  
کے یہودیوں سے جزیرہ نہیں لیا، کیونکہ ان سے پہلے معاہدہ ہو چکا تھا، پھر جب انھوں نے عہد شکنی کی تو ان میں سے  
بعض کو قتل کر دیا اور بعض کو جلا وطن کر دیا اور آپ نے اہل خیبر سے فرمنیت جزیرہ سے پہلے صلح کر لی تھی (۶۲) نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر لازماً جزیرہ مقرر نہیں کیا تھا بلکہ فرمایا تھا ہم جب تک جاہیں گے تم کو مدینہ میں رکھیں گے  
(۶۳) اس قسم کا واقعہ اگر جوتا تھا اس کی بہ کثرت روایات ہوتیں، (۶۴) اہل خیبر نے پہلے ایسا کوئی احسان نہیں کیا تھا کہ ان  
سے جزیرہ صاف کر دیا جاتا انھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی، اور کئی صحابہ کو شہید  
اور زخمی کیا، ان کے علاوہ اللہ بہت دلائل ہیں۔

(۶۵)۔ اولاد کی مذمت میں تمام احادیث موضوع ہیں، مثلاً یہ حدیث موضوع ہے: اگر تم میں سے کوئی شخص ایک سو ساڑھے گنتے  
کے پلے بالے تو وہ ایک بچہ کو پالنے سے بہتر ہے۔

(۶۶)۔ مستقبل کی تاریخوں کے متعلق احادیث موضوع ہیں مثلاً جب ۳۵ سال گزر جائیں گے تو حضرت سلیمان نے جن قیدیوں  
کو قید کیا تھا وہ سب نکل آئیں گے، اور فلان سن میں یہ ہو گا اور فلان سن میں یہ ہو گا۔

(۶۷)۔ قرآن مجید کی سورتوں اور ان کے پڑھنے کے ثواب کے متعلق احادیث موضوع ہیں کہ جس نے فلان سورت پڑھی تو



اس کو فلاں اجر ہو گا، ایسی اور واحد ہی نے ہر حدیث کے شروع میں اس قسم کی احادیث ذکر کی ہیں اور میضائی اور زبیری نے ہر حدیث کے آخر میں ذکر کی ہیں، اور مفتی ابوالسعود نے بھی ان کی اتباع کی ہے اور محدثوں نے ان حدیثوں کے وضع کرنے کا اعتراف کیا ہے۔ (اس کے حوالے گذر چکے ہیں)۔

(۲۲) حضرت ابوبکر صدیق کی فضیلت میں یہ احادیث موضوع ہیں، اقامت کے دن اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے عام تجلی فرمائے گا اور ابوبکر کے لیے خاص تجلی فرمائے گا۔ (جب جو کچھ اللہ نے میرے سینہ میں ڈالا وہ میں نے ابوبکر کے سینہ میں ڈال دیا۔ (رج) حبیب اللہ تعالیٰ نے روجوں کو پسند کیا تو ابوبکر کی روج کو پسند کیا۔

(۲۳) حضرت علی کی فضیلت میں احادیث موضوع ہیں؛ حاکم ابویہ نے کہا کہ ان فقیہوں نے حضرت علی اور اہل بیت کی فضیلت میں تین لاکھ سے زیادہ احادیث وضع کی ہیں۔

(۲۴) امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے ناموں کے ساتھ ان کی فضیلت میں حدیثیں وضع کی گئی ہیں۔

(۲۵) حضرت امیر معاویہ، حضرت عمرو بن العاص اور جرمیہ کی مذمت میں احادیث گھڑی گئی ہیں۔

(۲۶) منصور اور سفاح کی مدح میں حدیثیں بنائی گئی ہیں۔

(۲۷) یزید، ولید اور مروان بن الحکم کی مذمت میں حدیثیں وضع کی گئی ہیں۔

(۲۸) بلدا، بصرہ، کوفہ، مرو، ترمذ، ہمسقلان اور اسکندریہ کی مذمت میں احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۲۹) اولاد عباس پر موضوع حدیثیں ہونے اور اولاد عباس کے لیے خلافت کے متعلق احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۳۰) حضرت ابو موسیٰ کی مذمت میں جعلی احادیث بنائی گئی ہیں۔

(۳۱) جس حدیث میں ہے کہ فلاں شہر جنت کے شہروں میں سے ہے اور فلاں شہر دوزخ کے شہروں میں سے ہے

(۳۲) ایمان میں کمی بیشی کی نفی اور اثبات میں احادیث وضع کی گئی ہیں۔

(۳۳) پھولوں کی فضیلت میں احادیث وضع کی گئی ہیں مثلاً دُرُوس اور گلاب کے پائے میں اور یہ سب جھوٹ ہیں۔

(۳۴) ایک حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سماں کی محفل میں آئے اور آپ نے رقص کیا حتیٰ کہ آپ کی قمیص پھٹ گئی، اللہ تعالیٰ اس کے راضی پر رست کرے، اس نے کیسی جرأت کی ہے، مابہل صوفیاء کی اس طرح

کی بنائی ہوئی احادیث موضوع ہیں۔

(۳۵) جس شخص نے کسی بختے ہوئے آدمی کے ساتھ کھانا کھایا وہ بھی بخشا جائے گا، اس طرح کی احادیث موضوع ہیں

(۳۶) جب تم میں سے کسی کو ماں ناز میں بلائے تو اس کے بلائے پر جائے اور جب باپ بلائے تو نہ جائے، اس کو

عبدالعزیز بن ابان قرظی اسوی نے روایت کیا ہے، یہ شخص کذاب تھا اور احادیث گھڑتا تھا، یہ نقل ناز میں مسئلہ

اسی طرح ہے، البتہ فرض ناز میں ماں کے بلائے پر بھی نہ جائے۔ شرح صحیح مسلم مجدد صالح میں اس کی تفصیل ہے

حاکم ابن الدین عراقی لکھتے ہیں:

کبھی کوئی حدیث مخالفہ کی وجہ سے بھی موضوع ہو جاتی ہے، اس کی مثال یہ حدیث ہے:



امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن اسمعيل بن محمد الطليحي عن ثابت بن موسى الزاهد عن شريك عن الاعمش عن ابي سفيان عن جابر مرفوعاً من كثرة صلاته بالليل حسن وجهه بالتهامه۔

اسماعیل بن محمد از ثابت بن موسی زہاد عن شریک عن الاعمش عن ابی سفیان از جابر روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص رات کو بہ کثرت نماز پڑھے صبح اس کا چہرہ حسین ہوتا ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۹۹، طبرہ زہر محمد کا رخاۂ تجارت کتب کراچی)

اس حدیث میں منافط کا حکم نے ذکر کیا ہے کہ ثابت بن موسیٰ از اعمش شریک بن عبد اللہ کے پاس گئے اور حدیث کہتے والوں کے اور شریک کے درمیان بیٹھا تھا شریک نے اس کو دکھانے کے لئے کہا از اعمش از ابو سفیان از جابر روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اجمی حدیث کا متن نہیں سمجھو یا تھا کہ اچانک ان کی ثابت بن موسیٰ کی طرف نظر پڑی تو کہنے لگے: جو شخص رات کو بہ کثرت نماز پڑھے صبح اس کا چہرہ حسین ہوتا ہے، اور ان کی اس سے مراد ثابت تھے، کیونکہ وہ بہت زلفہ اور متقی تھے، اور ثابت نے یہ گمان کیا کہ اعمش نے اسی سند کے ساتھ یہ حدیث مرفوعاً روایت کی ہے، قرابت اس حدیث کو شریک سے روایت کرنے لگے۔

ما نظر عراقی نے اس کا ذکر شرح الفیہ میں بھی کیا ہے۔  
ما نظر زکریا انصاری نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔  
ما نظر ابن حجر مستوفی کہتے ہیں:

ومن جملة القوائن الدالة على الوضع الاقواط بالوعيد الشديد على الامواليسير او بالوعد العظیم على الفعل اليسير وهذا كثير موجود في حديث القصاص والطريقة۔  
اس کی مثال یہ ہے، مثلاً علی قاری لکھتے ہیں:

امام احمد اور یحییٰ بن سعید نے مسجد رضا میں نماز پڑھی ان کے سامنے ایک فقہر گو کھڑا ہوا اور اس نے حدیث بیان کی از احمد بن حنبل و یحییٰ بن سعید از عبداللہ راقی از سمرقند از انس روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے لا الہ الا اللہ کہا، اللہ تعالیٰ اس کے ہر لمحہ سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے جس کی چونچ سونے کی ہوتی ہے۔

۱۔ حافظ زین الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۷ھ، التبیہ والایضاح شرح مقدمہ ابن الصلاح ص ۱۳۲، مطبوعہ مکتبہ سلطانیہ مصر۔  
۲۔ التبیہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۱ ص ۲۷۸، مطبوعہ دار الباز للنشر والترقیہ مکہ۔  
۳۔ حافظ زکریا بن محمد انصاری شافعی متوفی ۹۳۶ھ، فتح الباقی علی الفیہ العراقی ج ۱ ص ۲۷۸، مطبوعہ دار الباز للنشر والترقیہ مکہ۔  
۴۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن عبد مستوفی متوفی ۸۵۲ھ، التلک علی کتاب ابن الصلاح ج ۲ ص ۸۵۲-۸۵۳، مطبوعہ دار الباز للنشر والترقیہ مکہ۔



پھر مر جان گئے، اور اس نے میں وحق کا ایک طویل قصہ بیان کیا، امام احمد بن حنبل حیرت سے یحییٰ بن معین کی طرف دیکھ رہے تھے اور یحییٰ، امام احمد کی طرف دیکھ رہے تھے اور ایک دوسرے سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث بیان کی ہے؟ ایک نے کہا ہرگز نہیں، جب وہ فقرہ فارغ ہو گیا تو انھوں نے اسی کو بتایا اور اس سے پوچھا تم نے یہ حدیث کس سے روایت کی ہے؟ اس نے کہا احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین سے، یحییٰ بن معین نے کہا میں یحییٰ بن معین ہوں اور یہ احمد بن حنبل ہیں، ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث ہرگز نہیں سنی، تم کیوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جوڑ بانہہ دیتے ہو؟ اس نے کہا میں ایک عرصہ سے سن رہا تھا کہ یحییٰ بن معین احمق آدمی ہے، آج مجھے اس کی تصدیق ہو گئی، یحییٰ نے پوچھا کیسے؟ اس نے کہا تم یہ کہتے ہو کہ دنیا میں صرف اسی یحییٰ بن معین اور احمد بن حنبل محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرتا ہوں جن کا نام احمد بن حنبل اور یحییٰ بن معین ہے اور ان کا مذاق اڑا کر چل دیا۔

هو الحدیث الذی فی استادہ س او متعمد  
بالکتاب ۱۰

کذب کی تہمت دو درجوں سے ہوتی ہے (۱) وہ حدیث صرف اسی راوی سے مروی ہو اور وہ قاعدہ معلومہ کے خلاف ہو۔ (۲) اس شخص کا عادتاً جھوٹ بولنا مشہور ہو لیکن حدیث نبوی میں اس کا جھوٹ بولنا ظاہر ہو اور علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

جس حدیث میں کسی ثقہ راوی کی مخالفت نہ ہو اور اس کا راوی کذب کے ساتھ متهم ہو اور وہ حدیث صرف اسی شخص سے مروی ہو اور وہ قواعد معلومہ کے خلاف ہو یا وہ راوی حدیث نبوی کے ماسوا میں جموع برسنے میں مشہور ہو یا وہ بہت غلطیاں کرتا ہو یا فاسق ہو یا غافل ہو تو اس کی حدیث مسترد ہے اور یہ ایک مستقل قسم ہے جس کا علامہ ابن حبان نے ذکر کیا ہے جیسے الزفر نذر امرہ از ابی بکر آٹھ کے صدقہ کی حدیث ہے، اور از عمر بن شحران ما برد المجعفی از عمارش از علی ایک حدیث مروی ہے۔ گ

عن عمرو بن قنبر عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم يقنت في الفجر ويكبر يوم عرفة من صلاة الغداة ويقطع صلاة العصر آخر أيام

مؤخر الذكر سنة من عمره من وجوبه اس کا مافظ وہی نے ذکر کیا ہے ۔  
عن عمرو بن قنبر عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم يقنت في الفجر ويكبر يوم عرفة من صلاة الغداة ويقطع صلاة العصر آخر أيام  
حضرت مبارک یہ دونوں بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز میں تقویت کرتے تھے اور ایام صرف کو صبح کی نماز سے تکبیرات تشریق شروع کرتے اور آخر

نصہ۔ ملا علی بن سلطان محمد انکار سی ستر فی ۱۱۱۴ھ، مجموعہات کبیر ص ۱۲، مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ دہلی ہند۔

۳۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۰ھ، شرح منجیۃ الفکر ص ۶۰، مطبوعہ رحیم آباد کراچی

مجلسه: ملا محمد علی الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ هـ، تفسیر تبیین الراوی ج ۱ ص ۲۶۲، مطبوعه مکتبه علمیه مدرسه مشرق، ۱۳۹۲ هـ.

ایام تشریق میں عصر کی نماز میں کجائز ختم کرتے، امام نسائی اور دارقطنی وغیرہ نے کہا کہ علم میں شمر متروک الحدیث ہے۔

التشریق (الحولہ) وقال النسائی والد دارقطنی و غیرہما عمرو بن شمر متروک الحدیث ۱۰  
حدیث متروک کی ایک اور مثال یہ ہے:  
امام ابن جوزی روایت کرتے ہیں:

حدثنا عبد الله بن محمد بن يحيى بن عروة عن هشام بن عروة عن أبي صالح السمان عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال سيليككم بعدى ولالة فيليكم البربره والعاجر بفيجور، فاسمعولهم واطيعوا فيما وافق الحق وصلوا ورائهم فان احسنوا فلكم ولهم وان اساءوا فلكم وعليهم ۱۱

عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن عروہ از ہشام بن عروہ الصالح السمان از حضرت ابی ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد عالم ہوں گے، ان میں نیکی کرنے والے ایک عالم ہوں گے، اور برائی کرنے والے بڑے بھی ہوں گے، تم ان کے احکام سننا، اور جو احکام حق ہوں ان میں ان کی اطاعت کرنا اور ان کے پیچھے نماز پڑھنا، اگر انھوں نے اچھے حکم دیے تو ان کے لیے اور تباہی کے لیے اجر ہے اور اگر انھوں نے بُرے حکم دیے تو تم کو اجر ملے گا، اور ان پر وبال ہوگا۔

امام ابن جوزی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

اما حدیث ابی ہریرۃ ففی طریقہ الاول عبد الله بن محمد بن يحيى قال ابو حاتم الرازی متروک الحدیث ۱۲

یہی حضرت البربرہ سے روایت تو اس کی پہلی سند میں عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ ہے، ابو حاتم نے کہا کہ متروک الحدیث ہے۔

حدیث منکر کا بیان | منکر افکار کا اسم مفعول ہے اور افکار، اقارک مندرجہ، وجوب راوی میں فحش غلطی یا کثرت غفلت یا کثرت کلمن ہو تو اس کی حدیث کو منکر کہتے ہیں:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

فمن فحش غلطه او کثرت غفلته او ظہر فسقه فحدیثہ منکر ۱۳  
علامہ نووی لکھتے ہیں:

جو روایت میں سنگین غلطی کرتا ہو، یا بہت غفلت کرتا ہو یا اس کا فحش ظاہر ہو اس کی حدیث منکر ہے۔

۱۰۔ حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۵۴۸ھ، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۶۲، مطبوعہ مطبع محمدی کھنڑ

۱۱۔ امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی البخاری متوفی ۵۵۹ھ، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۵۲۴، مطبوعہ مطبعہ اثریہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ

۱۲۔ " " " " " " العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۲۴، " " " " " "

۱۳۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح منکرات النکیر ص ۵۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ کراچی



قال الحافظ البردیهی هو الغری والذی  
لا یعرف متنہ عن غیر راویہ وکذا اطلقہ  
کثیرون والصواب فیہ التخصیل الذی فی  
الشاذلہ

حافظ بردیہی نے کہا کہ منکر اس فرد حدیث کو کہتے  
ہیں جس کا متن اس راوی کے علاوہ اور کسی راوی سے معروف  
نہ ہو اور اکثر علماء نے منکر کو اس طرح مطلقاً بیان کیا ہے اللہ  
صحیح یہ ہے کہ اس میں بھی شاذ والی تفصیل ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث منکر کی دو تفریقیں ہیں ایک وہ توہیف ہے جو حافظ بردیہی سے منقول ہے اور دوسری توہیف یہ ہے  
کہ وہ فرد حدیث ہے جس کے راویوں میں کوئی ثقہ اور صاحب اتقان راوی نہ ہو جو اس فرد کو حامل ہو بلکہ اول الذکر توہیف  
کے اعتبار سے اس کا مثال یہ حدیث ہے:

امام البراد اور روایت کرتے ہیں:

عن ہمام عن ابن جریج عن الزہری  
عن انس قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
اذا دخل الخلا وضع خاتمہ قال ابو داؤد  
هذا حدیث منکر واما یعرف عن ابن  
جریر عن زیاد بن سعد عن الزہری عن  
انس قال ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
اتخذ خاتمہ من ورق ثمر القاء والوہم  
فیہ من ہمام ولہ یروہ الہمام

از ہمام از ابن جریج از زہری از حضرت انس رضی  
اللہ عنہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل  
ہوتے تو اپنی انگلی انگلی اتار دیتے، امام البراد نے کہا  
یہ حدیث منکر ہے اس کے مقابلہ میں معروف حدیث یہ  
ہے از ابن جریج از زیاد بن سعد از زہری از حضرت انس  
روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پاندی کی ایک  
انگلی بنائی پھر اس کو پینک دیا اس دن منکر حدیث میں  
ہمام کو وہم ہوا ہے، اور ہمام کے سوا کسی نے اس حدیث  
کو روایت نہیں کیا۔

ثانی الذکر توہیف (جس کا راوی غیر ثقہ اور اس متن کے ساتھ متفق دوسرے کے اعتبار سے منکر کی مثال یہ حدیث ہے)  
امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن یحییٰ بن محمد بن قیس المدنی  
عن ہشام بن عروہ عن ایبہ عن عائشہ قالت  
قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلوا البیلع  
بالتمر کلوا الخلق بالجدید فان  
الشیطان یغضب ویقول یقی ابن آدم

از یحییٰ بن محمد بن قیس مدنی از ہشام بن عروہ  
از حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا روایت ہے کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچی کجور کو چھوڑے  
کے ساتھ ملا کر کھاؤ اور پرانی کجور کو نئی کجور کے ساتھ ملا  
کر کھاؤ کیونکہ شیطان غضب ناک ہوتا ہے اور کہتا ہے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۷ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۱ ص ۲۳۹-۲۴۰ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ علامہ جلال سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۳۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۳۔ امام البراد و سلیمان بن اشعث متوفی ۲۰۰ھ سن ابی داؤد ج ۱ ص ۴ مطبوعہ مطبعہ مجتہبی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ









شاہد اور منکر میں عموم و خصوص من و بید کی نسبت ہے کیونکہ ان دونوں روایتوں میں کسی کی مخالفت ہوتی ہے یہ مادہ اجتماعی ہے لیکن شاؤ ثقہ اور صدوق کی روایت ہوتی ہے اور منکر ضعیف کی روایت ہوتی ہے اور جس شخص نے ان دونوں کو برابر قرار دیا وہ غافل ہے۔

حدیث معطل کا بیان | حافظ ابن حجر مستقلانی لکھتے ہیں:

ان اطلع على الوهم بالقرائن الدالة على وهم راويه من وصل مرسل او منقطع او ادخال حديث في حديث او نحو ذلك من الاشياء القاذرة ويحصل معرفة ذلك بكثرة التتبع وجمع الطرق فهذا هو المعطل.

اگر ترائیں سے راوی کے اس وہم پر اطلاع ہو جائے کہ وہ مرسل یا منقطع کو موصول قرار دیتا ہے یا ایک حدیث کو دوسری حدیث میں داخل کر دیتا ہے یا اور اسی قسم کے اور کام (مثلاً موصول کو مرسل قرار دینا یا مرفوع کو مرفوع قرار دینا یا بالعکس) یا ضعیف راوی کو ثقہ سے بدل دینا یا بالعکس۔ جو حدیث میں غلطی کا موجب ہیں اور اس کی مصدقیت تب ہوتی ہے جب اس حدیث کی تمام سندوں پر مورد حاصل کر لیا جائے تو یہ حدیث معطل ہے۔

حدیث معطل کی معرفت علم حدیث میں انتہائی فائز اور دقیق ہے، جب تک کسی شخص کو علم حدیث میں قوی ملے گا تو اس کو حدیث معطل کی پہچان نہیں ہو سکتی، اسی وجہ سے بہت کم ائمہ نے حدیث معطل کی تحقیق کی ہے، مثلاً امام علی بن مدینی، امام احمد بن حنبل، امام بخاری، امام بیہقی، ابن ابی شیبہ، امام ابو یوسف، امام ابو زید، امام دارقطنی۔

کبھی علت صرف سند میں ہوتی ہے اور کبھی حدیث معطل اور صحیح ہوتا ہے، مثلاً یہ حدیث:

عن يعلى بن عبيد عن سفیان الثوري عن عمرو بن دينار عن ابن عمر انهما سمعا النبي صلى الله عليه وسلم قال البيعات بالانقياد۔

اس سند میں یعلیٰ بن عبید نے یہ غلطی کی کہ عمرو بن دينار کہتا تھا سفیان ثوری عمرو بن دينار سے نہیں روایت کرتے ہیں، سفیان کے باقی تمام شاگرد، مثلاً ابو نعیم، حنبل بن دین، محمد بن یوسف، فریابی اور محمد بن یزید وغیرہم سب سفیان کی روایت عبد اللہ بن دینار سے کرتے ہیں۔

۱۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر مستقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح منیۃ الفکر ص ۲۷-۲۸، مطبوعہ رحیم آباد علی گڑھ کراچی

۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۵۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۴۹۲ھ



علامہ بخاری نے کہا کبھی علت ضعیف راوی کو ثقہ کے ساتھ بدل دینے سے ہوتی ہے جیسے ابن مردودہ کی یہ حدیث ہے:

موسیٰ بن عقبہ عن عبد اللہ بن دینار عن ابن عمر عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذہب عنکم عنیۃ الجاہلیۃ۔  
 موسیٰ بن عقبہ از عبد اللہ بن دینار از ابن عمر از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی برائیوں کو دور کر دیا۔

اس حدیث میں ابن مردودہ کی نقلی یہ ہے کہ اس نے موسیٰ بن عقبہ کہا حالانکہ یہ موسیٰ بن عبید ہے اور یہ ثقہ راوی ہے اور ابن عقبہ ضعیف ہے۔  
 حدیث مرسل کو موطا روایت کرنے کی وجہ سے علت کی مثال یہ حدیث ہے:  
 امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حدیثنا ولید بن مسلم اخبرنی ثور بن یزید عن رجاء بن حیوة عن کاتب المغیرۃ عن المغیرۃ بن شعبہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مسرعا علی الخف واسفله۔  
 ولید بن مسلم از ثور بن یزید از رجاء بن حیوة از کاتب المغیرہ از المغیرہ بن شعبہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سڑے پر اوپر اور نیچے مسج کیا۔  
 امام ترمذی اس حدیث کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ حدیث موطا ہے، ثور بن یزید کے شاگردوں میں سے ولید بن مسلم کے سوا کسی نے اس کو موطا روایت نہیں کیا، میں نے امام الزہری اور امام بخاری سے اس حدیث کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے کہا یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیونکہ امام ابن المبارک نے اس کو از ثور از رجاء روایت کیا ہے، مجھے از کاتب مغیرہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حدیث مرسل بیان کی گئی ہے اور اس میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں ہے۔  
 علامہ نووی لکھتے ہیں:

حدیث معلل کا اطلاق کبھی اس قرینہ ذکر کے غیر پر بھی کیا جاتا ہے، مثلاً راوی کے کذب، اس کی غفلت، اس کے بدعاطفہ وغیرہ پر جو ضعف حدیث کے اسباب ہیں، اور امام ترمذی نے نسخ کو بھی علت لکھا ہے اور بعض ائمہ نے ایسی محالقت پر بھی علت کا اطلاق کیا ہے جو وجہ طعن نہیں ہے، مثلاً ثقہ اور ضابطہ راوی جس حدیث کو موطا بیان کرے اس کو مرسل بیان کرنا صحیح ہے، بعض نے کہا بعض صحیح حدیث معلل ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے بعض صحیح حدیث مرسل ہیں۔

ہم نے اس سے پہلے حدیث معلل کی جو مثالیں ذکر کی ہیں ان میں سند میں علت خفیہ تھی بعض اوقات متن میں بھی

۱۔ ترمذی بن سلطان محمد القادی متوفی ۱۰۴ھ شرح نہجۃ الفکر ص ۱۳۱، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ  
 ۲۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ جامع ترمذی ص ۳۱-۳۲، مطبوعہ فورم محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی  
 ۳۔ علامہ بخاری بن شریف نووی متوفی ۴۵۴ھ ترمذی المروئی ج ۱ ص ۲۵۹-۲۶۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ



بھی علت ثقیبہ ہوتی ہے۔ اس کی مثال دیتے ہوئے ملا علی قاری لکھتے ہیں:

امام مسلم اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

عن الولید بن مسعود ثنا الاوزاعی عن قتادة  
انہ کتب الیہ ینحیرہ عن انس بن مالک انہ حدثہ  
قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی  
بکر وعمر و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم وکانوا  
یستقبحون بالحمد لله رب العالمین لایذکون  
بسم الله الرحمن الرحیم فی اول قراءۃ ولا فی آخرھا۔  
ولید بن مسلم از اوزاعی از قتادہ روایت کرتے ہیں  
کہ حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ میں نے  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر،  
حضرت عثمان کی اقتدار میں نماز پڑھی وہ سب الحمد للہ رب  
العالمین سے نماز شروع کرتے تھے، بسم اللہ الرحمن  
الرحیم کا قرائت کے شروع میں ذکر کرتے نہ آخر میں  
اس حدیث کو حمید نے حضرت انس سے روایت کیا ہے اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ حضرت انس نے  
یہ کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی  
بلکہ صرف یہ ہے کہ میں نے حضرت ابوبکر حضرت عمر اور حضرت عثمان کے پیچھے نماز پڑھی، اور ولید بن مسلم نے  
جو روایت میں یہ ذکر کیا ہے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی، امام ابن عبد البر نے کہا یہ ان  
کے عرویک خطا ہے، امام بیہقی نے کتاب الآثار میں ذکر کیا ہے کہ امام شافعی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ  
کی حدیث کو منسوخ قرار دیا ہے۔ لے

حدیث مدرج کا بیان | مدرج، ادراج کا اسم مفعول ہے کسی چیز کو کسی چیز میں داخل کرنا یا کسی چیز کو کسی چیز کے  
ضمن میں کرنا یہ ادراج کا لغوی معنی ہے۔

مدرج کی دو قسمیں ہیں، مدرج الاسناد اور مدرج المتن، مدرج الاسناد کی تعریف یہ ہے :-  
حافظ ابن حجر مستدرک لکھتے ہیں:

ما یقع فیہ المخالفة للثقات بسبب تغیر مسیاق  
الاسناد فهو مدرج الاسناد۔  
جس حدیث کی سند میں تغیر کی وجہ سے ثقات کی  
خالفت ہو وہ مدرج الاسناد ہے۔

مدرج الاسناد کی حسب ذیل اقسام ہیں:

- ۱۔ ایک جماعت ایک حدیث کو مختلف سندوں کے ساتھ بیان کرے اور کوئی راوی ان تمام مختلف سندوں کو ایک  
سند بنا کر حدیث روایت کرے اور ان کا اختلاف نہ بیان کرے۔
- ۲۔ ایک راوی ایک متن کو ایک سند کے ساتھ روایت کرتا ہو اور اس متن کے بعض حصہ کو دوسری سند سے روایت  
کرتا ہو اور یہ مخالفت کر کے پورے متن کو پہلی سند کے ساتھ بیان کر دے۔
- ۳۔ ایک راوی ایک حدیث کو ایک شیخ سے سنتا ہے اور اس کے بعض حصے کو اس شیخ کے شیخ سے کسی واسطہ سے  
سنتا ہے اور یہ شخص اس پوری روایت کو شیخ انشیخ سے روایت کرے اور اس واسطے کو حذف کر دے۔



۳۔ ایک راوی دو مختلف حدیثوں کو دو مختلف سندوں کے ساتھ بیان کرتا ہو اور یہ مخالفت ان دو نقلی حدیثوں کو ملا کر کسی ایک سند کے ساتھ روایت کرے یا ایک حدیث کو اس کی سند کے ساتھ بیان کرے لیکن اس میں دوسری حدیث کے الفاظ شامل نہ ہو، جو اس میں نہیں ہیں۔

۴۔ شیخ کوئی سند یا حدیث بیان کرے، پھر کسی عارضہ کی بناء پر وہ خود کوئی بات کہے اور سننے والا یہ گمان کرے کہ یہ بات اس سند سے مروی ہے اور اس کی اسی طرح روایت کر دے۔

یہ مدرج الامتداد کی اقسام تھیں، اور مدرج المتن وہ حدیث ہے کہ متن حدیث میں ایسا کلام داخل کیا جائے جو حدیث کا حصہ نہ ہو، کبھی یہ مدرج حدیث کے اول میں ہوتا ہے، کبھی وسط میں اور کبھی آخر میں اسے یہ اکثر ہوتا ہے یا یہ مخالفت اس طرح ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام میں صحابہ یا بعد کے لوگوں کا کلام داخل کر دیا جاتا ہے، اور یہ حدیث مدرج المتن ہوتی ہے۔

اور اس اور ج کا انداز دوسری مفصل روایت کے دار و مروی سے ہوتا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ حدیث میں اتنا حصہ مدرج ہے یا راوی خود اس کی تصریح کرتا ہے کہ اصل حدیث میں اتنا حصہ مدرج ہے، یا بعض ائمہ جو اس اور ج پر مطلع ہوتے ہیں وہ اس کی تصریح کر دیتے ہیں یا وہ الفاظ لے جاتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا صدور محال ہوتا ہے۔ لہٰذا علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث کے اول میں اور ج کا مثال یہ ہے: خطیب نے ابوقطن اور شبابہ سے روایت کیا ہے:

عن شعبۃ عن محمد بن زریا عن ابی ہریرۃ  
قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسبغوا  
الوضوء ..... ویل للعقاب من النار۔

از شعبہ از محمد بن زیاد از ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وضو مکمل کیا کرو، کیونکہ خشک اثریوں کے لیے وضو کا عذاب ہے۔

اس حدیث میں اسبغوا الوضوء کا جملہ حضرت ابو ہریرہ کا قول ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن آدم عن شعبۃ عن محمد بن زریا عن ابی ہریرۃ  
زیاد قال سمعت ابی ہریرۃ وکان یمربنا و  
الناس یتوضؤون من المظھرۃ فقال اسبغوا  
الوضوء فان ابی القاسم صلی اللہ علیہ وسلم  
قال ویل للعقاب من النار۔

آدم از شعبہ از محمد بن زیاد بیان کرتے ہیں کہ لوگ پانی کے برتن سے وضو کرتے تھے، حضرت ابو ہریرہ ہماری پاس سے گزرے تو مجھے نے سنا کہ کہہ رہے تھے وضو پورا کرو، کیونکہ میں نے ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا خشک اثریوں کے لیے لوگ کا عذاب ہے۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸)







کرتا ہے۔

حدیث میں تخریج کا معنی زہری نے اپنی طرف سے درج کیا ہے اور اس کی احادیث میں بہت مثالیں ہیں؛  
مقلوب، قلب کا اسم مفعول ہے، اور قلب کا معنی ہے کسی شے کو اٹا کر الٹ  
پلٹ کر نہا، اور اصطلاح میں حدیث مقلوب اس حدیث کو کہتے ہیں جس کی سند  
یا متن میں کسی لفظ کو بدل دیا جائے یا مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کر دیا جائے۔ اس کی دو قسمیں ہیں مقلوب المتن  
اور مقلوب المتن۔

مقلوب المتن وہ حدیث ہے جس کی سند میں تبدیلی واقع ہو اور اس کی موصودتیں ہیں؛  
(۱)۔ کسی راوی کے نسب میں تقدیم تاخیر کر دی جائے مثلاً حدیث کعب بن مرہ سے مروی ہے اور راوی اس  
کو مرہ بن کعب بیان کرے۔  
(۲)۔ راوی کا نام بدل دیا جائے، مثلاً کوئی حدیث سالم سے مروی ہو اور سالم کی جگہ نافع کا ذکر کیا جائے۔  
علامہ سیوطی سمجھتے ہیں؛

حاذی بن عمرو النضیبی، ابو اسماعیل ابراہیم بن ابی یزید السیسی اور ہلال بن عبید کندی سند میں راویوں کے نام بدل دیا کرتے  
تھے، ابن وقیف العید نے کہا ہے کہ اس قسم کے راویوں کے متعلق کہا جاتا ہے کہ یہ سارق الحدیث ہیں، عراقی نے اس کی  
یہ مثال بیان کی ہے؛

عمر بن خالد الحزازی عن حماد النضیبی عن  
الاعمش عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ مرفوعاً  
از ابو ہریرہ روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا: جب تم مشرکین سے راستہ میں ملاقات کرو تو ان  
کو سلام میں پہل نہ کرو۔  
بالسلام الحدیث۔

یہ حدیث مقلوب ہے، حماد نے اس کو مقلوب کر دیا اور اس کو اعمش سے روایت کیا حالانکہ یہ حدیث از سہیل  
بن ابی صالح از ابی صالح مرفوع ہے، امام مسلم نے اس حدیث کو مشبہ، ثوری، جریر بن عبد الحمید اور عبد الحزیز و راویوں  
سے روایت کیا ہے، اور یہ سب سہیل سے روایت کرتے ہیں۔  
علامہ بیہقی نے کہا ہے کہ حدیث مقلوب المتن کی مثال یہ ہے کہ عبید بن عبد الرحمن نے اپنی چورچی ایسے سے  
مرفوعاً روایت کیا ہے؛

اذا اذن ابن ام مکتوم فکلوا واشربوا و  
اذا اذن بلال فلاقا کلوا ولا تشربوا الحدیث۔  
جب ابن ام مکتوم اذان دے تو کھاؤ اور پیو،  
اور جب بلال اذان کہے تو نہ کھاؤ اور نہ پیو۔  
اس حدیث کو امام احمد، امام ابن خزیمہ اور امام ابن حبان نے روایت کیا ہے، اور حضرت ابن عمر اور حضرت عائشہ  
سے مشہور روایت یہ ہے؛

ان بلا لا یؤذن بلیل فکلوا واشربوا حتی  
یؤذن ابن ام مکتوم  
بے شک بلال رات کو اذان دیتے ہیں تم کھاؤ  
پیتے رہو حتیٰ کہ ابن ام مکتوم اذان دیکر۔

علامہ بلقیانی نے کہا جو روایت اس کے خلاف ہے وہ منقلب ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی نے مغرب السنن کی مثال میں یہ حدیث ذکر کی ہے، امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ السبعۃ الذین یظلمہم اللہ فی ظلمہ ففیہ رجل تصدق بصدقۃ اخفاها حق لا تعلم یعینہ ما تنفق شمالہ۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سات آدمی اللہ تعالیٰ کے سامنے میں ہوں گے اور اس میں سے کہ جس آدمی نے چھپا کر صدقہ دیا حتیٰ کہ دائیں ہاتھ کو علم نہیں ہوا کہ بائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔

اس میں ایک راوی نے متن منقلب کر دیا ہے اصل میں ہے حتیٰ کہ بائیں ہاتھ کو پتا نہ چلے کہ بائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا ہے، بخاری اور مسلم میں ایک اندجگہ اسی طرح ہے۔

اسی طرح امام طبرانی نے ایک منقلب حدیث روایت کی ہے:

عن ابی ہریرۃ اذا امر تکھم بشئ فاقوہ واذا نہیتک عن شئ فاجتنبوہ ما استطعتم۔  
حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو کرو اور جب تم کو کسی چیز سے روک دوں تو اس سے روکو۔

اصل میں یہ حدیث اس طرح ہے:

ما نہیتک عنہ فاجتنبوہ وما امرک بہ فافعلوا منہ ما استطعتم۔  
جب میں تم کو کسی چیز سے منع کروں تو اس سے اجتناب کرو اور جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو بہ قدر استطاعت کرو۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں یہ حدیث اسی طرح ہے:

ما فاعلوا منہ ما استطعتم۔

حدیث المزید فی متصل الاسانید کا بیان

یہ وہ حدیث ہے جس میں راوی اشاعرہ میں زیادہ ثقہ راویوں کی مخالفت کرے یاں طور کہ وہ وہم اور غلطی سے اتفاقاً سند میں ایک یا ایک سے زیادہ آدمیوں کا ان ثقہ کی بہ نسبت زیادہ ذکر کرے، اور اس کی شرط یہ ہے کہ روایت کی جگہ پر ان ثقہات نے اپنے سماع کی تصریح کی، موزرہ اگر ان کی حدیث مضمن ہوئی تو پھر اس کی زیادتی کو ترجیح ہوگا کیونکہ ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے۔ لہذا علی قاری کہتے ہیں:

عن ابن المبارک قال حدثنا سفیان عن عبد الرحمن بن یزید جسر بن عبد اللہ قال سمعت ابا ادریس قال  
از ابن المبارک از سفیان، از عبد الرحمن بن یزید، از جسر بن عبد اللہ از ابی ادریس

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تہذیب الراوی ج ۱ ص ۲۹۳-۲۹۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۲۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الکفر ص ۶۵، مطبوعہ رحیم آباد، لاہور



سمعت واثلة يقول سمعت ابا هرثمة يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا تقبلوا من القوم ولا تقبلوا اليهم۔ قبروں پر بیٹھو نہ ان کی طرف نہ ان پر۔

اس حدیث میں دو جگہ زیادتی کی گئی ہے پہلی جگہ میں لفظ سفیان ہے اور دوسری جگہ میں لفظ ابواوریس ہے اور زیادتی کا سبب راوی کا وہم ہے لفظ سفیان کو زیادہ ذکر کرنے کی وجہ ابن مبارک سے سننے والے کا وہم ہے کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو ابن المبارک سے از عبد الرحمن بن یزید روایت کیا ہے اور بعض نے یہ تصریح بھی کی ہے کہ ابن المبارک نے عبد الرحمن بن یزید سے سنا ہے، لہذا مستثنی ہو گیا کہ درمیان میں سفیان کا لفظ زائد ہے۔ اور لفظ ابواوریس کی زیادتی یہ ابن المبارک کا وہم ہے کیونکہ ثقہ راویوں کی ایک جماعت نے اس حدیث کو عبد الرحمن بن یزید سے روایت کیا ہے اور ابواوریس کا ذکر نہیں کیا اور بعض ثقہ راویوں نے یہ تصریح کی ہے کہ بسر بن عبید اللہ نے واثمہ سے سماع کیا ہے، پس ظاہر ہو گیا کہ درمیان میں ابواوریس کا ذکر زائد ہے۔

اس کا منشاء وہم یہ ہے کہ ابو حاتم مندی نے بیان کیا ہے کہ اکثر بسر بن عبد اللہ، ابواوریس سے روایت کرتے ہیں، اس لیے ابن المبارک کا وہم ہوا اور انھوں نے یہ گمان کیا کہ بسر نے اس کو بھی ابواوریس سے روایت کیا ہے حالانکہ یہاں بسر نے واثمہ سے سماع کیا تھا۔ ۱۵

**حدیث مضطرب کا بیان** لغت میں اضطراب کا معنی ہے کسی نظام کا فساد اور کسی امر کا اختلال، جب ہندو کی روایت یہ ہے:

ما نط ابن الصلاح کہتے ہیں:

مضطرب وہ حدیث ہے جو مختلف سندوں سے مروی ہو یا ان کی روایت مختلف ہو اور وہ سندیں ہادی قوت کی ہوں اگر وہ سندیں مادی نہ ہوں مثلاً کسی سند کے راوی کا حافظ زیادہ قوی ہو یا وہ اپنے شیخ کے ساتھ زیادہ عرصہ رہا ہو یا کوئی اور وجہ ترجیح ہو، تو راجح اور مرجوح میں سے کوئی بھی مضطرب نہیں ہوگا، راجح حدیث کو صحیح قرار دیا جائے گا اور مرجوح شاذ یا منکر تسلط پائے گا۔

پھر اضطراب کبھی متن حدیث میں ہوتا ہے اور کبھی اسناد میں، اور اضطراب کبھی ایک راوی سے ہوتا ہے اور کبھی کئی راویوں سے، اور اضطراب حدیث میں ضعف کا موجب ہے کیونکہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ راوی نے حدیث کو ضبط نہیں کیا۔ ۱۶

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

حدیث مضطرب السند کی مثال یہ حدیث ہے:

عن ابی بکر انہ قال، یا رسول اللہ! اراءک حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے

۱۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح تخریج الفقہ ص ۱۲۹، مرقا، مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۵ھ

۱۶۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ علوم الکیث ص ۸۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۸۱ھ

شیت شیبستی ہود و اخواتہا۔

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپ میں بڑھاپے کے آثار دیکھ رہا ہوں، آپ نے فرمایا مجھے سورہ ہود اور اس جیسی سورہوں نے بولنا کھ دیا۔

(جامع ترمذی ص ۲۷۳)

امام دارقطنی نے کہا یہ حدیث مضطرب ہے، کیونکہ یہ صنف البراءت کی سند سے مروی ہے، اور البراءت سے اس حدیث کو دس مختلف سندوں کے ساتھ روایت کیا گیا ہے، بعض نے اس کو مرسل روایت کیا، بعض نے اس کو حضرت البراء سے منقول روایت کیا، بعض نے اس کو حضرت سعد سے منقول روایت کیا، بعض نے اس کو حضرت عائشہ سے منقول روایت کیا، اس کے علاوہ اور بھی سندیں ہیں، اور سب کے راوی ثقہ ہیں، اور ان میں سے بعض کو ترجیح دینا ممکن نہیں ہے اور ان میں تطبیق مشکل ہے۔

اس حدیث مضطرب التعلیل کی مثال میں عراقی نے یہ حدیث ذکر کی ہے:

عن فاطمة بنت قيس قالت سئل النبي صلى الله عليه وسلم عن الزكوة فقال ان في المال لحقاً سوى الزكوة۔  
حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زکوٰۃ کے متعلق سوال کیا گیا، آپ نے فرمایا مال میں زکوٰۃ کے علاوہ اللہ بھی حق ہے۔

(جامع ترمذی ص ۱۱۹)

امام ترمذی نے اس حدیث کو اس سند سے روایت کیا ہے از شریک از ابی حمزہ از شعبی از فاطمہ امہ امام ابن ماجہ نے بھی اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے، اور اس میں یہ الفاظ ہیں: ليس في المال حق سوى الزكوة۔  
مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی حق نہیں ہے۔

(سنن ابن ماجہ ص ۱۲۸)

اور یہ ایسا اضطراب ہے جو کسی تاویل کی گنجائش نہیں رکھتا۔  
مصنف، تصنیف سے مشتق ہے، اس کا معنی ہے صحیفہ کو پٹ جانے میں غلطی کرنا،  
**حدیث مصحف کا بیان** اس کا اصطلاحی معنی یہ ہے:

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

ما يكون مخالفة الثقات فيه بتغيير حروف او حروف مع بقاء صوره الخط في السياق فان كان ذلك بالنسبة الى النقط فالصحف وان كان بالنسبة الى الشكل فالمحرف فيه  
جس حدیث میں ثقہ راویوں کی مخالفت کسی حرف یا حروف کے تغیر سے کی گئی اور لکھنے کی صورت باقی ہو، اگر صرف نقطوں میں مخالفت کی ہو تو اس کو مصحف کہتے ہیں اگر شکل میں مخالفت ہو تو اس کو محرف کہتے ہیں۔

۱۔ علامہ عبداللہ الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۶۶۔ ۲۔ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۳۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ج ۱ ص ۶۶۔ ۴۔ مطبوعہ مکتبہ اکیڈمی کراچی



علامی قاری اس کی مثالوں کے بیان میں لکھتے ہیں: تصنیف کبھی سند میں ہوتی ہے اور کبھی متن میں، اور کبھی اس کا سبب طبع سے لفظ کو سننے میں غلط ہوتا ہے اور کبھی صحیفہ سے حدیث کو پڑھنے میں غلط کرنا، اس کا سبب ہوتا ہے، جیسا کہ حسب ذیل مثالوں سے ظاہر ہے۔

تصحیف فی الاسناد: شعبہ کی حدیث ہے عن العوام بن مراحہ اس میں ابن معین نے تصحیف کی اور کہا عن العوام بن مراحہ۔

تصحیف فی المتن: حضرت زید بن ثابت روایت کرتے ہیں:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجج فی المسجد۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں حجہ بنایا۔ ابن الجبیر نے اس میں یوں تصحیف کی:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم احتجج فی المسجد۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں فحہ لگائی۔ سماع کے سبب سے تصحیف: ایک حدیث عامر احول سے مروی ہے، سننے والے نے اس کو غلطی سے واصل احول بنا۔

بصرد کے سبب سے تصحیف: اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ لکھنے والا بدخط ہوتا ہے اور کچھ کا کچھ پڑھا جاتا ہے یا لکھنے والا نقطہ نہیں لگاتا، مثلاً حدیث میں ہے: من صام رمضان واتبعہ شیئاً من شوال۔ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے متصل شوال کے چار روزے رکھے۔

پڑھنے والے نے اس کو یوں پڑھا:

من صام رمضان واتبعہ شیئاً من شوال۔ جس نے رمضان کے روزے رکھے اور اس کے متصل شوال کے چار روزے رکھے۔

تصحیف فی المعنی: حدیث صحیح میں ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلی الی عنترۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میزہ نصب کر کے اس کی طرف نماز پڑھی۔

اس میں ابو موسیٰ عنقری نے یوں تصحیف کر دی کہ ہم کہ یہ شرت حاصل ہے کہ ہم قید عنترہ سے ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عنترہ کی طرف نماز پڑھی ہے، حالانکہ حدیث میں عنترہ سے مراد نصب شدہ میزہ ہے قید عنترہ نہیں ہے۔

مجہول راوی کی حدیث کا بیان: مجہول اس راوی کو کہتے ہیں جس کی ذات اور شخصیت کا پتا نہ ملے یا ذات اور شخصیت کا پتا ہو لیکن اس کی صفت کا پتا نہ ہو آیا وہ عادل ہے یا غیر عادل۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جس شخص کی شخصیت معلوم ہو لیکن اس کی عدالت ظاہر اور باطناً مجہول ہو اس کی روایت قبول نہیں کی جاتی اور جس شخص کی شخصیت معلوم ہو اور اس کی عدالت مستور ہو یعنی وہ بی ظاہر عادل ہو اور اس کے باطن کا پتہ نہ ہو اس کی تصدیق قبول کی جاتی ہے، حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے اکثر کتب حدیث میں اسی پر عمل کیا جاتا ہے، اس کو مجہول بھی کہتے ہیں، مجہول کی تیسری قسم مجہول البین ہے، اس کی روایت قبول کرنے میں اختلاف ہے، پھر اگر اس سے دور عادل راوی روایت کر لیں تو اس کی جہالت باقی رہتی ہے، محدثین کے نزدیک مجہول البین وہ شخص ہے جس کو علامہ پہچانتے ہوں اور وہ خود طلب علم میں مشہور ہو اور اس کی حدیث صرف ایک راوی کی جہت سے معروف ہو حافظ ابن الصلاح نے لکھا ہے جس شخص سے صرف ایک آدمی روایت کرے وہ مجہول ہے یہ قاعدہ صحابہ کے ماسوا میں ہے، کیونکہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں حضرت مرثد بن مالک اسلمی سے روایت کی ہے اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت رمیہ بن کعب اسلمی سے روایت کی ہے اور اول الذکر سے صرف قیس بن ابی حازم نے روایت کی ہے اور ثانی الذکر سے صرف ابو سلمہ بن عبدالرحمان نے روایت کی ہے، کیونکہ یہ دونوں مشہور صحابی ہیں اور تمام صحابہ روایت کرنے میں عادل ہیں۔

مجهول کی روایت کا کوئی مستقل نام نہیں ہے اور اس کی روایت کو حدیث ضعیف کی اقسام میں شمار کیا جاتا ہے۔  
**مہم راوی کی حدیث کا بیان** مہم راوی کا روایت کوئی مجہول کی اقسام میں شمار کیا جاسکتا ہے یہ بھی حدیث ضعیف کی قسم ہے اور اس کا کوئی مستقل نام نہیں ہے۔

اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

هو من لم يصرح بأمنه في الحديث.

جس حدیث کے راوی کے نام کی تصریح نہ کی جائے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

جو ظلام یا عورت معروف ہو اس کی تبدیلی قبول کی جاتی ہے، اور جس شخص کی شخصیت اور عدالت معروف ہو اور اس کا نام مجہول ہو اس کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے۔ جب راوی یہ کہے کہ مجھے فلاں یا فلاں نے خبر دی اور وہ عادل ہیں تو اس روایت سے استدلال کیا جائے گا، اگر وہ اس کی عدالت سے لاعلم ہو یا کہے کہ فلاں نے کہا ہے یا اس کے غیر نے تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔  
 علامہ سیوطی لکھتے ہیں صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایسی بہت حدیثیں ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ثمامہ بن حزن تشریف لے گئے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ہیند کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے ایک جھوٹی بات کہی کہ متعلق فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خادمہ ہے اس سے پوچھو۔ اور دوسری صورت کی مثال یہ ہے:

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تقریب الراوی ج ۱ ص ۳۱۸-۳۱۶، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدنیہ منورہ، ۱۳۹۲ھ

۲۔ علامہ سیوطی بن مشرف نووی متوفی ۷۶۶ھ، تقریب الراوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۲۲-۳۲۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدنیہ منورہ، ۱۳۹۲ھ



عن شعبۃ عن سلمۃ بن کھیل عن ابی الزعراء او عن مزید بن وہب ان سوید بن غفلة دخل علی بن ابی طالب فقال یا امیر المؤمنین انی صدمت بقوم ینکرون اہل بکر وعمر الحدیث۔

از شعبہ از سلمہ بن کھیل از ابی الزعراء یا از مزید بن وہب روایت ہے کہ سوید بن غفلة حضرت علی بن ابی طالب کے پاس گئے، اور کہا اسے امیر المؤمنین میں ایسے لوگوں کے پاس سے گئے، جو حضرت ابوبکر اور عمر کا رولہ کے ساتھ لوگوں کو سب سے تھے۔ (الحديث)

صحیح مسلم میں ایسی احادیث ہیں جن کے بعض رجال مبہم ہیں؛ مثلاً کتاب الصلوة میں ایک حدیث کی سند اس طرح ذکر کی ہے،

حدثنا صاحب لنا عن اسماعیل بن ذکویا عن الاعمش۔

ہم سے ایک صاحب نے اسماعیل بن ذکویا سے روایت کی۔

اور کتاب البجائز میں ایک سند ذکر کی ہے:

حدثنی من سمع حجاجا الاوربا بعدیث خروجه صلی اللہ علیہ وسلم الی البقیع۔

جس شخص نے کانے حجاج سے حدیث سنی ہے اس نے مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیع کی طرف جانے کی حدیث بیان کی۔

اور باب الاحکام میں ایک حدیث کی یہ سند ہے:

حدثنی بعض اصحابنا عمرا وبن عون ثنا خالد بن عبید اللہ۔

ہم سے بعض اصحاب نے مجھ سے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہم کو عمر و بن عون نے حدیث بیان کی انھوں نے کہا ہم کو خالد بن عبید اللہ نے حدیث بیان کی۔

اور کتاب البجائز میں دوسری سے روایت کیا ہے:

حدثنی رجال عن ابی ہریرۃ بمثل حدیث من شہد الجنائزۃ۔

مجھے کئی آدمیوں نے حضرت ابی ہریرہ کی حدیث بیان کی ہے جو اس حدیث کی مثل ہے کہ جو جنازہ میں حاضر ہوا۔

بدیہی راوی کی حدیث کا بیان

بدیہی کی روایت کردہ حدیث کا کوئی مستقل نام نہیں ہے تاہم اس کو حدیث امروہ کی اقسام میں شمار کیا جاتا ہے۔

رافضی ابن حجب مستقلانہ کہتے ہیں:

بدعت کی دو قسمیں ہیں، ایک بدعت مکفرہ ہے اور ایک دوسری بدعت مضطرہ ہے بدعت مکفرہ کے مرتکب کی حدیث کو جہر و مخبرین قبول نہیں کرتے، اور ایک قول یہ ہے کہ اس روایت مطلقاً مقبول

ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر وہ اپنے مذہب کی تائید کے لیے کذب کو جائز نہیں اعتقاد کرتا تو اس کی روایت مقبول ہے ورنہ نہیں اور تحقیق یہ ہے کہ ہر بدعت مکفر کے مرتکب کی حدیث مردود نہیں ہوتی، کیونکہ ہر گروہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کا مخالف بدعتی ہے اور کبھی مبالغہ کر کے اپنے مخالف کی تکفیر کرتا ہے، اگر اس قول کا مطلقاً اعتبار کر لیا جائے تو تمام فرقوں کی تکفیر لازم آئے گی، اس لیے معتد بات یہ ہے کہ جو شخص کسی ایسے امر متواتر کا انکار کرے جس کا دین سے کوئی نا بداعت معلوم ہو اور جیسے پانچ نمازیں اور ماہ رمضان کے روزے، اس کی روایت مردود ہوگی، اسی طرح اس کی روایت مردود ہوگی، جو کسی ایسے امر کا اعتقاد رکھے جس کے متعلق بداعت معلوم ہو کہ یہ دین کے مخالف ہے، (جیسے نبوت پرستی) اور جو اس طرح نہ ہو اور اس کا حفظ اور ضبط عام ہو اور اس کے ساتھ ساتھ وہ متفق اور پرہیزگار بھی ہو اس کی حدیث قبول کرنے سے کوئی مانع نہیں ہے۔

بدعت مفستقہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر مطلقاً تکفیر نہیں کی جاتی، اس کے رد اور قبول میں بھی اختلاف ہے، ایک قول یہ ہے کہ اس کی روایت مطلقاً مردود ہے اور یہ بہت بعید ہے، اس پر یہ دلیل دی جاتی ہے کہ اس کی تردید کو قبول کرنے سے اس کے طریقہ کی تردید ہوگی اور اس کی تعظیم ہوگی، اس دلیل پر یہ اعتراض ہے کہ پھر بدعتی کی اس روایت کو بھی نہیں تبدیل کرنا چاہیے جس کو روایت کرنے میں کوئی غیر بدعتی بھی شریک ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر کذب کے حلال ہو گئے کا اعتقاد نہیں رکھتا تو اس کی روایت مطلقاً قبول ہے اور ایک قول یہ ہے کہ اگر اس کی روایت اس کی بدعت کی تائید نہیں کرتی تو اس کی روایت مقبول ہوگی، کیونکہ اپنی بدعت کو مزین کرنے کے لیے ہو سکتا ہے وہ روایات میں تحریر کرے۔ اور یہی زیادہ صحیح قول ہے اور اکثر ائمہ کا یہی قول ہے اور جو روایات اس کے مذہب کو تقریر پہنچاتی ہو اس کو مذہب مختار پر مسترد کر دیا جائے گا۔ امام ابو داؤد کے شیخ حافظ ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب جز جانی اور امام نسائی نے اس کی تصریح کی ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

**بدعت مکفرہ کا بیان** | علامہ ترمذی نے شرح المہذب میں لکھا ہے، اللہ تعالیٰ کو مجسم ماننا، یا اللہ تعالیٰ کے علم العجزیات کا انکار کرنا یا قرآن مجید کو مخلوق ماننا کفر ہے۔ ۱۔ میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کو محفوف ماننا، حضرت عائشہ پر قذف لگانا، حضرت ابراہیم کی صحابیت کا انکار کرنا، چار کے سوا باقی تمام صحابہ کو مرتد ماننا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی غلی یا استیغی کی پشت کا قائل ہونا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت کرنا اور شریعت اسلامیہ کا مذاق اڑانا مثلاً اسلامی حدود پر پھینکیاں کرنا بھی مرتکب اور غیر مؤثر کفر ہے۔

**روافض کی روایت کا بیان** | صحیح یہ ہے کہ رافضیوں اور شکت پر سب و شتم کرنے والوں کی روایت مقبول نہیں ہے، کیونکہ مسلمان کو سب و شتم کرنا فسق ہے تو صحابہ کو سب و شتم کرنا بدعتی اور فاسق ہے، علامہ ذہبی نے میزان میں لکھا ہے بدعت کی قسم میں ہیں، بدعت صغریٰ مثلاً تشیع بدعتیہ اور

۱۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حمزہ عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ شرح منجیہ اللک، ص ۶۲-۶۳، مطبوعہ رحیم آباد علی گڑھ

۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تہذیب الراوی ج ۱ ص ۳۲۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۳۹۲ھ



یا غلو کے ساتھ ہو، مثلاً جو شخص حضرت علی کے خلاف جنگ کرنے والوں کے حق میں کلام کرے، اور یہ تفسیر باوجود تقویٰ اور پرہیزگاری کے بہ کثرت تابعین اور تبع تابعین میں تھا، اور اس میں غلو کرنا اور حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کا مرتبہ کم کرنا اور اس کی طرف دعوت دینا سوائے لوگوں کی روایت قبول نہیں ہے، اس قسم کے لوگوں میں کوئی صادق اور امین نہیں ہے بلکہ ان کا شمار کذب اور تہقیر ہے اور ان کی ملاامت نفاق ہے، اور ایک دوسرے مقام پر علامہ ذہبی نے لکھا ہے روافض کی روایت کے متعلق تین قول ہیں (۱) مطلقاً منع ہے (۲) کذاب اور وضاع کے علاوہ مطلقاً نہیست ہے (۳) جو حدیث کی معرفت رکھتا ہو اس کے لیے جائز ہے۔ امام مالک نے کہا روافض سے کلام کرنا ان کی روایت قبول کرنا، امام شافعی نے کہا میں نے روافض سے زیادہ کسی کو جھوٹ کی گواہی دیتے ہوئے نہیں دیکھا، یزید بن ہرون نے کہا روافضیوں کے سوا ہر عسائی کی روایت لکھی جاتے۔ لے

**فمن سئل عن تأیید کی روایت کا بیان** | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں وضاع کے علاوہ ہر شخص سے توبہ کرنے والے کی روایت مقبول ہے، امام احمد بن حنبل، امام حمیدی اور شیخ بخاری کا یہی قول ہے صیرفی نے کہا جس شخص کی حدیث کو کذب کی وجہ سے ساقط کر دیں ہم اس کی توبہ قبول نہیں کرتے اور جس کو ہم ضعیف قرار دے دیں اس کی اس سے پہلے کی تمام روایات کو ساقط کرنا واجب ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ قول ہمارے اور دیگر ائمہ مذاہب کے قاعدہ کے خلاف ہے۔ لے

**روایت اور شہادت کا فرق** | علامہ سیوطی نے روایت اور شہادت میں حسب ذیل وجہ سے فرق بیان کیے ہیں:

- ۱۔ روایت میں عدد کی شرط نہیں ہے، اور شہادت میں عدد کی شرط ہے۔
- ۲۔ روایت میں مطلقاً مرد ہونے کی شرط نہیں ہے، اور بعض جگہ شہادت میں مرد ہونے کی شرط ہے (مثلاً مدد میں)۔
- ۳۔ روایت میں آزاد ہونے کی شرط نہیں ہے اور شہادت میں مطلقاً یہ شرط ہے۔
- ۴۔ روایت میں بوجہ کی شرط نہیں ہے اور شہادت میں یہ شرط ہے۔
- ۵۔ جو حدیث کا واسطی ہو اس کی شہادت مقبول ہے روایت مقبول نہیں ہے۔
- ۶۔ وضع سے تأیید کی شہادت مقبول ہے روایت مقبول نہیں ہے۔
- ۷۔ جو ایک حدیث میں جھوٹ ہو اس کی پہلی تمام روایات مردود ہو جاتی ہیں، اور جب ایک مرتبہ جھوٹی گواہی دے اس کی پچھلی تمام گواہیاں مرد نہیں ہوتیں۔

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تہذیب الراوی ج ۱ ص ۳۲۷-۳۲۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شریک متوفی ۹۷۶ھ، تہذیب الراوی ج ۱ ص ۳۲۸-۳۲۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ



- ۸۔ جو اپنے نفع کے لیے یا اپنے ضرر کو روکنے کے لیے شہادت دے اس کی شہادت مقبول نہیں ہے اس کے برخلاف ایسی روایت مقبول ہے۔
- ۹۔ اصل، فسرع اور غلام کی شہادت مقبول نہیں ہوتی اور ان کی روایت مقبول ہوتی ہے۔
- ۱۰۔ روایت میں ایک آدمی کی جرح اور تبدیل بھی صحیح ہے اور شہادت میں صحیح نہیں ہے۔
- ۱۱۔ روایت کی اجرت لینا جائز ہے اور شہادت کی اجرت لینا جائز نہیں ہے، (البتہ مولیٰ کی اجرت لے سکتا ہے)۔

۱۲۔ جب تک اصل شہادت ممکن ہو شہادت علی الشہادت جائز نہیں ہے اور روایت میں یہ جائز ہے یہ حدیث پر اجرت لینے والے کی روایت کا بیان علامہ نووی لکھتے ہیں:

امام احمد، اسحاق، اور ابو حاتم کے نزدیک حدیث بیان کرنے کی اجرت لینے والے کی روایت مقبول نہیں ہے، اور امام ابو نعیم، علی بن عبد العزیز اور دیگر ائمہ کے نزدیک اس کی روایت مقبول ہے، اور شیخ ابواسحاق شیرازی کا فتویٰ یہ ہے کہ جو شخص حدیث میں شغلیت کی وجہ سے اپنے خیال کے لیے کسب نہ کر سکے اس کے لیے حدیث کی اجرت لینا جائز ہے۔ علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

ظاہر قرآن میں اس کی شہادت ہے کیونکہ وہی کو جب حاجت ہو یا یتیم کے مال کی حفاظت کی وجہ سے وہ کسب نہ کر سکے تو وہ یتیم کے مال سے اجرت لے سکتا ہے۔ علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

**بدھانظ کی روایت کا بیان** بدھانظ سے مراد وہ شخص ہے جس کی صحت، خطرہ پر راسخ ہو، ایک وہ ہے کہ اس کا بدھانظ ہو مآتمام حالات میں اس کو لازم ہو اس کی حدیث شاذ ہوتی ہے، دوسری قسم یہ ہے کہ حافظ کی خبر ابی اس کو بدھانظ عارض ہو، اس کے بدھانظ سے مراد ہے کہ بدھانظ اس کی بینائی چلی جائے کہ بدھانظ اس کی کتابیں جل جائے کہ بدھانظ وہ ان کتابوں پر اعتماد کرتا تھا اور پھر اپنے حافظہ پر اعتماد کرنے لگا، اس راوی کو محتبط کہتے ہیں، اس کا حکم یہ ہے کہ اگر یہ تفسیر ہو جائے کہ فلاں روایت اس کے احتیاط سے پہلے کی ہے تو وہ مقبول ہوگی اور اگر تفسیر نہ کر سکے تو اس کی روایت موقوف ہوگی، اسی طرح جس کا معاملہ مشتبہ ہو اس کی روایت بھی موقوف ہوگی، جب بدھانظ، محتبط غیر تمیز، مستور اور بدھانظ کی روایت کا کوئی معتبر متابع مل جائے تو متابع اور متابع کے مجموعے سے وہ حدیث حسن لغیرہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ بدھانظ اور محتبط وغیرہ میں سے ہر ایک کی روایت صواب اور غیر صواب کا احتمال رکھتی ہے اور جب معتبرین میں سے کوئی روایت ان کے موافق مل جائے تو اس کے صواب کی جانب کو ترجیح ہو جاتی ہے اور یہ اس پر دلیل ہے کہ وہ

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۳۲-۳۳۳، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ۔

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب الراوی مع التدریب ج ۱ ص ۳۳۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ۔

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۳۳۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ۔







سے پہلے رکھنا چاہیے اور سند کے اعتبار سے حدیث ضعیف کی اقسام کی ترتیب اس طرح ہے، بدھین ضعیف معضل ہے، پھر منقطع ہے پھر مدلس ہے، پھر مرسل ہے اور یہ بالکل واضح ہے۔

حدیث ضعیف پر عمل کر لے کی تحقیق علامہ خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

بے شمار علماء و سلف سے مروی ہے کہ جو احادیث حلال اور حرام کرنے سے متعلق ہوں ان میں صرف ان لوگوں کی روایت جائز ہے جو جمعہ سے بری ہوں اور بدگمانی سے دور رہوں اور جو احادیث ترغیب اور مواظب سے متعلق ہوں ان کو تمام مشائخ سے لکھنا جائز ہے، سفیان ثوری کہتے تھے کہ حلال اور حرام میں اس علم کو صرف ان لوگوں سے حاصل کرو جو اس فن کے رئیس ہیں اور علم میں مشہور ہیں جو کبھی اور زیادتی کی معرفت نہ رکھتے ہیں اور اس کے ماسوا میں باقی مشائخ سے روایت کر لے میں کوئی حرج نہیں ہے ایام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ جب ہم حلال و حرام، سنن و احکام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرتے ہیں تو اسانید میں سخت قیور دیکھتے ہیں اور جب ہم فضائل اعمال میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی احادیث روایت کرتے ہیں جن سے کوئی حکم لا کر ہو تا ہے نہ ماحظ ہو تا ہے تو پھر ہم اسانید میں تساہل کرتے ہیں۔ ابو ذر یا غنیری نے کہا جب کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے یا اور کسی حکم کے متعلق حدیث وارد نہ ہو اور ترغیب یا ترہیب یا تشدید یا ترخیص ہو تو اس سے اغراض کرنا اور اس کے راویوں کے احوال سے تساہل کرنا واجب ہے (یا جائز ہے؟) سیہدی غفرلہ

حافظ ابو عمرو بن صلاح لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم (یعنی فقہاء) کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ احادیث ضعیفہ کو بغیر بیان صحت کے روایت کرنا جائز ہے، بشرطیکہ وہ احادیث اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام اور دیگر احکام شریعت سے متعلق نہ ہوں مثلاً مواظب، قصص، فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب کے دیگر فروع سے متعلق ہوں، جن کا احکام اور عقائد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، اور جن ائمہ نے اس میں تساہل کی تصریح کی ہے ان میں عبد الرحمن بن مہدی اور امام احمد بن حنبل شامل ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

محدثین وغیرہم کے نزدیک موضوع حدیث کے علاوہ حدیث ضعیف کی سند میں روایت کے وقت تساہل کرنا جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے بشرطیکہ اس حدیث کا تعلق اللہ تعالیٰ کی صفات اور احکام شریعہ مثلاً حلال اور حرام سے نہ ہو اور اس حدیث کا عقائد اور احکام سے کوئی تعلق نہ ہو۔

- ۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۵۵ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ
- ۲۔ حافظ ابو بکر احمد بن علی بن ثابت خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ، الکفاۃ فی علم الروایۃ ص ۱۳۲-۱۳۳ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ
- ۳۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المعروف بابن الصلاح متوفی ۷۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۹۲، ۹۳ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ
- ۴۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۴۶ھ، تقریب الراوی مع تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۸ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ



علامہ سیوطی اس عبارت کی شرح میں لکھتے ہیں:  
 صحیح الاسلام (حافظ ابن حجر عسقلانی) نے فضائل اعمال وغیرہ سے متعلق ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی تین شرائط ذکر کی ہیں:

(۱)۔ اس حدیث میں شدید ضعف نہ ہو، جو جس حدیث کی روایت میں کوئی کاذب راوی یا مستہم یا کذاب راوی منفرد ہو وہ اس قاعدہ سے خارج ہے، اس طرح جو راوی بخش غلطی کرتا ہو، اس کی روایت بھی خارج ہے، علامہ عسقلانی نے اس شرط پر اتفاق نقل کیا ہے۔

(۲)۔ وہ حدیث کسی معمول بہ قاعدہ کے تحت مندرج ہو۔

(۳)۔ اس حدیث پر عمل کرتے وقت اس حدیث کے ثبوت کا اعتقاد نہ کرے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھے بلکہ ڈاکٹر محمد سلطان نے بھی ان تین شرائط کو حافظ ابن حجر عسقلانی کے حوالہ سے بیان کیا ہے۔  
 صحیح مسلم کے مقدمہ کی شرح میں علامہ نووی نے اس مسئلہ پر محققانہ گفتگو کی ہے کہ حلال اور حرام ایسے احکام شرعیہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرنا مطلقاً جائز نہیں ہے، لکھتے ہیں:

بسا اوقات محدثین ضعیف راویوں سے ترقیب، ترہیب، فضائل اعمال اور قصص کی احادیث اور تہذیب اور احکام اخلاق وغیرہ کی احادیث روایت کرتے ہیں جن کا حلال اور حرام اور دیگر احکام شرعیہ سے کوئی تعلق نہیں جتنا، اس قسم کی احادیث میں محدثین وغیرہم کے نزدیک تساہل جائز ہے اور غیر موضوع کی روایت بھی جائز ہے اور اس پر عمل کرنا بھی جائز ہے، کیونکہ اس کے قواعد صحیح شریعت میں مقرر اور علماء کے نزدیک معروف ہیں، بہر حال جب ضعیف راوی احکام سے متعلق حدیث کی روایت میں متفرق ہوں تو اس حدیث سے استدلال نہیں کرتے کیونکہ یہ ایسا فعل ہے جس کو ائمہ حدیث میں سے کسی امام نے اور محققین علماء میں سے کسی عالم نے نہیں کیا، اور اکثر فقہاء نے جو ضعیف راویوں پر اکتفا کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے بلکہ بہت قبیح ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر اس راوی کا ضعف معلوم ہے تو ان کے لیے اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ضعیف حدیث سے احکام میں استدلال نہیں کیا جاتا اور اگر اس کا ضعف معلوم نہیں ہے تب بھی بحث اور تفتیش یا اہل علم سے سوال کیے بغیر اس حدیث سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔

موضوع کے نامہ احادیث کو ترہیب، تہذیب، قصص، مواعظ اور ایسے دیگر امور میں بیان کرنا جائز ہے البتہ اللہ تعالیٰ کی صفات اور حلال اور حرام میں ان کو بیان کرنا جائز نہیں ہے، ابن ہندی اور امام احمد بن حنبل نے حدیث ضعیف اسناد کو روایت کرنے کی اجازت دی ہے، اور جب تم بغیر سند کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کسی حدیث

شفہ۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۹۹-۲۹۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۵۲۔ ڈاکٹر محمد سلطان، تبیین مصطلح الحدیث ۲۵-۲۴، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۵۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نور بن متوفی متوفی ۷۲۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۱، مطبوعہ نور محمد راجع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ



کو منسوب کر دے کہ یہ کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرف فرمایا ہے یا اسی طرح کے دیگر الفاظ جازمہ استعمال نہ کر دے بلکہ ترمذی کے حدیث کو استعمال کر دے، (مثلاً روایت ہے) اسی طرح جس حدیث کی صحت میں شک ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔ ۱۷

حافظ زین الدین عراقی لکھتے ہیں:

حدیث ضعیف کو بغیر بیان کے ذکر کرنا جائز ہے جب کہ اس سے احکام اور عقائد کو ثابت نہ کیا جائے بلکہ مواضع اور قصص میں ترمذی اور ترمذی کے لیے اور فضائل اعمال وغیرہ میں اس کا بیان کرنا جائز ہے اور حلال اور حرام سے متعلق احکام شرعیہ میں، اور اللہ تعالیٰ کی صفات اور دیگر عقائد کے اثبات میں حدیث ضعیف کو ذکر کرنا جائز نہیں ہے، امام عبد الرحمن بن مہدی، امام احمد بن حنبل اور امام عبد اللہ بن المبارک نے اس کی تصریح کی ہے۔ ۱۸

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

حافظ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے اور علامہ نووی نے کہا ہے کہ احتیاط کے مواضع میں بھی حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، مثلاً بیع یا نکاح سے متعلق کسی معاملہ میں حدیث ضعیف السند سے کلامت ثابت ہو تو اس سے بچنا مستحب ہے لیکن واجب نہیں ہے، اور قاضی ابوبکر ابن العربی مالکی نے کہا ہے کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحکم ممنوع ہے، لیکن علامہ نووی نے اپنی کئی کتابوں میں لکھا ہے کہ محدثین کا اجماع ہے کہ فضائل وغیرہ میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز ہے، اور اس کی حسب ذیل شرائط ہیں:

(۱)۔ اس حدیث کی سند میں منقطع شدید نہ ہو۔

(۲)۔ وہ حدیث کسی ایسے عام قاعدہ کے تحت مسج ہو جس سے کسی کا استثناء نہ کیا گیا ہو۔

(۳)۔ اس پر عمل کے وقت اس کے ثبوت کا اعتقاد نہ رکھا جائے بلکہ احتیاط کا اعتقاد رکھا جائے۔ ۱۹

احمد محمد شاہ نے بھی ان شرائط کا ذکر کیا ہے۔ ۲۰

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

تقدیر اسانید سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق ہو سکتا ہے کوئی شخص یہ کہے کہ بہت سی

احادیث کو ضعیف قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ وہ متعدد اسانید سے مروی ہوتی ہیں مثلاً الاذنان من السورس و دونوں کان سر سے ملحق ہیں، جب یہ حدیث متعدد اسانید سے مروی ہے تو اس کو حسن کیوں نہیں قرار دیا گیا؟

۱۷۔ حافظ حماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی ۷۴۴ھ، اختصار علوم الحديث ص ۷۶۔ ۷۷، مطبوعہ دار احیاء التراث الفارسیہ ۱۳۹۹ھ

۱۸۔ حافظ زین الدین عبد الریحم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۶ھ، التبصرۃ والتذکرہ ج ۱ ص ۲۶۱، مطبوعہ دار الباز للٹنشر والتوزیع، کراچی

۱۹۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث ج ۱ ص ۳۳۲-۳۳۳، مطبوعہ دارالام الطبری ۱۴۱۲ھ

۲۰۔ احمد محمد شاہ، الباعث الحثیث ص ۷۶، مطبوعہ دار التراث الفارسیہ، ۱۳۹۹ھ



اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ تعدد اسانید سے کسی حدیث کا ضعف جاتا رہتا ہے بلکہ اس حکم میں تفصیل ہے، اگر کسی راوی کے حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے حدیث کو ضعیف قرار دیا گیا ہو اور وہ راوی صادق اور عادل ہو، پھر وہ حدیث کسی اور سند سے بھی مروی ہو تو ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ حدیث محفوظ ہے اور اس کے ضبط میں غلطی نہیں ہے، اسی طرح کسی حدیث میں ضعف ارسال کی وجہ سے جو واحد ارسال کرنے والا امام حافظ ہو تو اس میں ضعف قلیل ہے اور جب وہ حدیث کسی اور سند سے مروی ہو تو اس کا ضعف ذلیل ہو جائے گا، اور ایک ضعف وہ ہے جو بہت شدید ہوتا ہے اور یہ ضعف تعدد اسانید سے زائل نہیں ہوتا، اس ضعف کا سبب راوی کا متہم بالکذب ہونا یا اس حدیث کا حذف ہونا ہے۔  
حافظ عراقی نے بھی حافظ ابن الصلاح کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔  
علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

اگر کسی حدیث ضعیف میں راوی کے حافظہ میں غلطی یا کسی راوی کے ارسال کی وجہ سے ضعف ہو اور اس حدیث کا کوئی راوی کذب سے متہم نہ ہو اور نہ وہ حدیث شاذ ہو تو پھر تعدد طرق سے وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے، لیکن اگر اس میں اتہام کذب یا شذوذ کی وجہ سے ضعف ہو تو پھر وہ کثرت طرق کے باوجود حسن نہیں ہوتی، مثلاً یہ حدیث:

من حفظ علی امتی أربعین حدیثاً۔ جس نے میری امت کے لیے چالیس حدیثیں حفظ کیں۔

علامہ نووی نے نقل کیا ہے کہ تمام حفاظ کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حدیث کثرت اسانید کے باوجود ضعیف ہے لیکن ایسی حدیث جس کا ضعف کثرت اسانید سے زائل نہ ہو اس حدیث مرسلہ منکر سے بہر حال اعلیٰ ہوتی ہے جس کے تقاضے پر عمل کرنا کسی حال میں جائز نہیں ہے اور ایسی حدیث سے فضائل میں عمل کیا جا سکتا ہے۔  
حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حافظ ابوالحسن ابن القطان مغربی نے تفریح کی ہے کہ حدیث حسن لغیرہ سے ہر جگہ استدلال نہیں ہوتا بلکہ اس پر صرف فضائل اعمال میں عمل کیا جاتا ہے اور فرض، وجوب اور حرمت کے احکام میں اس پر عمل نہیں کیا جاتا، اہل اگر اس کی اسانید متعدد ہوں، یا اتصال عمل کے ساتھ اس کی تقویت ہو یا کوئی شاہد صحیح اس کے موافق ہو یا ظاہر قرآن میں اس کی تائید ہو تو پھر ہو سکتا ہے۔

یہ قول انصاف کے مطابق ہے، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ترمذی جس حدیث کو حسن کہیں ان کے نزدیک اس سے استدلال لازم نہیں ہے، کیونکہ انہوں نے ایک حدیث از خیمہ بصری از عمران بن حصین رضی اللہ عنہ روایت

۱۱۳۸۷

۱۔ حافظ ابوالعمر عثمان بن عبدالرحمان شہر زوری المعروف ابن الصلاح متوفی ۷۴۳ھ علوم الحدیث ۳۱۔ مطبوعہ مکتبہ دارالعلوم دیوبند، ۱۳۸۷ھ

۲۔ حافظ ابن الدین عبدالرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۸۶ھ المتبصرہ والتذکرہ شرح الفیہ ج ۱ ص ۹۲۔ ۹۱۔ مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع

۳۔ علامہ ابو سعید احمد بن عبدالرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، نتج المغیث ج ۱ ص ۸۳۔ ۸۲۔ مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۳۱۲ھ



اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور اس کا اسناد اس پلئے کا نہیں، اور کتاب العلم میں فضیلت علم میں ایک حدیث روایت کی اور کہا یہ حدیث حسن ہے اور ہم نے اس کو صحیح اس لیے نہیں کہا کہ اس میں اعلیٰ نے تدلیس کی ہے۔ ۱۔  
علامہ ابن حبانم بھی لکھتے ہیں:

جس ضعیف حدیث میں راوی کے منق کی وجہ سے ضعف ہو وہ تعدد اسانید کی وجہ سے لائق استدلال نہیں بنتی اور اگر راوی میں منق نہ ہو بلکہ وہ صادق اور عادل ہو لیکن اس کے حفظ میں خرابی ہو تو اس کی حدیث تعدد اسانید کی بناء پر لائق استدلال ہو جاتی ہے۔ ۲۔  
نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

قال العلماء من المحدثين والفقهاء وغيرهم يجوز وليست بحسب العمل في الفضائل والترغيب والترهيب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعا وما لا احکام كالاحلال والحرام والبیع والشکاح والطلاق وغیر ذلك فلا یعمل فیہا الا بالحدیث الصحیح اذ الحسن الا ان یكون فی احتیاط فی شیء کما اذا ورد حدیث ضعیف بکراهة بعض الیسوع والاکثوب۔ ۳۔  
علامہ ابن حجر ہیتمی لکھتے ہیں:

الذی اطبق علیه الثمتنا الفقهاء والاصولون والحفاظ ان الحدیث الضعیف حجة فی المناقب کما انہ تم باجماع من یعتقد به حجة فی فضائل الاعمال۔ ۴۔

مذکورہ صدر خواجہات سے معلوم ہو گیا کہ وجوب اور حرمت کے اثبات میں احادیث ضعیف کا اعتبار نہیں ہوتا، لیکن فضائل اعمال اور مناقب میں حدیث ضعیف کا اعتبار کیا جاتا ہے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں پر ان بعض مسوئین کا ذکر کر دیا جائے جن کی بناء پر حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے، اور اس کا ضعف جاتا رہتا ہے، پہلی صورت یہ ہے کہ جب حدیث ضعیف متعدد اسانید سے مروی ہو تو وہ حسن وغیرہ ہو جاتی ہے چنانچہ تمام مستند اصول حدیث کی کتابوں میں یہ مسئلہ مرقوم ہے۔

مدیر مؤلفہ ۱۳۰۴ھ

- ۱۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، النکت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۳۰۳۔ ۳۰۴ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۲۔ علامہ کمال الدین ابن حبان متوفی ۸۵۱ھ، التخریج مع التقریر والتجیر ج ۲ ص ۲۵۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۳۔ ابو زکریا یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۱ھ، کتاب الادکار ص ۸۔ ۷ مطبوعہ دار الفکر بیروت
- ۴۔ علامہ احمد بن حجر ہیتمی متوفی ۹۷۲ھ، تطہیر الجنان واللسان ص ۱۳ مطبوعہ مکتبۃ الفاروق ۱۳۸۵ھ



مجتہد کے استدلال سے حدیث ضعیف کی تقویت کی جاسکتی ہے: علامہ ابن ماجہ بن سحاق لکھتے ہیں:

ان المجتهد اذا استدول بحدیث كان تصحیح حاله كما في التحوير وغيره

مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے جس طرح تحریر میں امام ابن ہمام نے تحقیق فرمائی ہے۔

علامہ ابن ہمام کی تحقیق کا ہم عنقریب ذکر کر رہے ہیں: امام عبد الوہاب شرابی شافعی لکھتے ہیں:

ان قيل بضعف شيء من ادلة مذهبه فذلك الضعف انما هو بالنظر للرواية الناظرين عن منده بعد موته (القول) وكفتان صحة الحديث استدلال مجتهد به

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام ابو حنیفہ کے دلائل میں سے کوئی حدیث ضعیف ہے تو یہ ضعف امام اعظم کی سند میں ان نیچے کے راویوں کی وجہ سے تجویز ہے امام اعظم کی موت کے بعد اس حدیث کو روایت کیا ہے اور ہمیں اس حدیث کی صحت کے لیے یہ کافی ہے کہ ایک امام مجتہد نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

وثبت التعديل بحكم القاضى العدل وعمل المجتهد المشرطين لان لم يعلم سوى كونه على وفقه

شاہد کی عدالت، اس قاضی عادل کے فیصلہ اور راوی کی عدالت، اس مجتہد کے عمل سے ثابت ہو جائیگی جو شاہد اور راوی میں عدالت کی شرط لگاتے ہوں، اور اگر اس کے سوا اور کوئی چیز معلوم نہ ہو کہ وہ روایت اس مجتہد کے موافق ہے تو پھر عدالت ثابت نہیں ہوگی۔

علامہ ابن امیر السجاج اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

جو حاکم شاہد میں عدالت کی شرط لگاتا ہو اور وہ غیر عادل کی شہادت پر فیصلہ کر دے تو وہ حاکم فاسق ہو جائیگا اسی طرح جو مجتہد راوی میں عدالت کی شرط لگاتا ہو اور وہ غیر عادل کی روایت سے اجتہاد کرے تو وہ مجتہد بھی فاسق ہو جائے گا۔ اور مفروض یہ ہے کہ حاکم اور مجتہد عادل ہیں اس لیے ان کا کسی شاہد اور راوی کی شہادت اور روایت پر عمل کرنا اس راوی کی تبدیلی کے قائم مقام ہے، پھر اس راوی کی روایت پر عمل کرنا وہ شرطوں کے ساتھ مشروط ہے، پہلی شرط یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اس روایت کے سوا مجتہد کے پاس اور کوئی دلیل نہیں ہے، دوسری شرط یہ ہے کہ یہ معلوم ہو کہ اس مجتہد کا اس وقت

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن ماجہ بن شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۱، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۰ھ

۲۔ علامہ عبد الوہاب شرابی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعہ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مطبعہ ازہریہ مصر، ۱۳۵۱ھ

۳۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، التقریر فی التقریر و التخصیر ج ۱ ص ۲۴۹-۲۵۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ بیروت

پر عمل کرنا امتیاط فی الدین پر مبنی نہیں ہے، آخری قید سے علامہ ابن ہمام نے ان دو شرطوں کی طرف اشارہ کیا ہے۔  
 دوسری بحث یہ ہے کہ اگر کوئی عادل راوی کسی (ضعیف) راوی کی حدیث کو روایت کرے تو وہ اس کی تبدیل ہے یا نہیں، ایک  
 قول یہ ہے کہ یہ مطلقاً تبدیل ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ یہ مطلقاً تبدیل نہیں ہے، اور یہ قول حافظ ابن الصلاح نے  
 اکثر ائمہ حدیث کی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے کہ یہی صحیح ہے اور آدمی اور ابن حاجب کے نزدیک بھی یہی مختار  
 ہے اور اس قول کی تفصیل یہ ہے کہ اگر یہ معلوم ہو کہ وہ راوی صرف عادل سے روایت کرتا ہے تو اس کا کسی راوی  
 سے روایت کرنا اس کی تبدیل ہے کیونکہ اصل یہ ہے کہ انسان اپنی عادت کے مطابق عمل کرتا ہے، اور اگر یہ امر معلوم  
 نہ ہو تو پھر اس کا کسی سے روایت کرنا اس کی تبدیل نہیں ہے۔ لہ

اہل علم کے عمل کی وجہ سے حدیث ضعیف کی تقویت کی تحقیق بعض اوقات علماء اور صلحاء کے عمل کی  
 وجہ سے بھی حدیث کی صحت پر استدلال کیا جاتا ہے۔

امام حاکم نیشاپوری صلوٰۃ التبیح کی صحت پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:  
 وعمّا یستدل بہ علی صحۃ هذا الحدیث  
 استعمال الاثمة من اتباع التابعین الی  
 عصرنا هذا ایاہ وصوابہم علیہ وتعلیمہن  
 الناس منہم عبد اللہ بن المبارک رحمۃ اللہ  
 علیہ۔  
 مولانا عبدالحی مکنوی متوفی ۱۳۰۴ھ نے لکھا ہے کہ امام بیہقی نے بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مبارک صلوٰۃ  
 التبیح پڑھتے تھے اور بعد کے تمام علماء اس کو ایک دوسرے سے نقل کر کے پڑھتے رہے اور اس عمل میں  
 اس حدیث مرفوعہ کی تقویت ہے۔ (الاشار المرفوعہ ص ۲۳)

لیکن میں نے امام بیہقی کی سنن کبریٰ مصنفہ السنن والاشعار اور شعب الایمان میں دیکھا ان کتابوں میں یہ عبارت  
 نہیں ہے، واللہ اعلم۔  
 علامہ علی قاری لکھتے ہیں:

امام ترمذی نے یہ حدیث روایت کی:  
 عن علی ومعاذ بن جبل رضی اللہ عنہما  
 قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا  
 اتی احدکم الصلوٰۃ والامام علی حال فلیصنم  
 حضرت علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما بیان  
 کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
 جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے آئے تو امام

لہ۔ امام ابن امیر اسحاق متوفی ۸۷۹ھ، التقریر والتجیر ج ۲ ص ۲۴۹، مطبوعہ مکتبہ علیہ بیروت  
 ت۔ امام ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۱ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار ابدان للنشر والتوزیع





به وقد صرح بذلك جماعة من أئمة الأصول  
ومن أمثلته قول الشافعي رضي الله عنه وما قلت  
من أنه إذا غيّر طعام النساء وسأله ولونه  
يروى عن النبي صلى الله عليه وسلم من  
وجه لا يثبت أهل الحديث مثله ولكنه  
قول العامة لا أعلم بينهم فيه خلافاً و  
قال في حديث لأوصية لو أرت لا يثبت  
أهل العلم بالحديث ولكن العامة تلتفت  
بالقبول وعملوا به حتى جعلوا ناسخاً  
للأية الوصية للوارث - ۱۷۶

کے مدلول پر عمل متعلق ہوں وہ حدیث مقبول ہوتی ہے  
اور اس کے تقاضے پر عمل کرنا واجب ہے، ائمہ  
اصول کی ایک جماعت نے اس کی تفسیر کی ہے،  
اور اس کی مثالیں ہیں سے امام شافعی رضی اللہ عنہ کی یہ  
عبارت ہے: اور میں نے جو یہ کہا ہے کہ جب پانی  
کا فائزہ، بڑا اور اس کا رنگ تبدیل ہو جائے ....  
اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ایسی سند  
کے ساتھ مروی ہے جو محدثین کے نزدیک ثابت نہیں  
ہے، لیکن امام علامہ کا یہی قول ہے اور میرے علم کے  
مطابق اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور ایک  
حدیث ہے "وارث کے لیے وصیت نہیں ہے" اس  
کے متعلق امام شافعی نے کہا اہل علم کے نزدیک یہ حدیث  
ثابت نہیں ہے، لیکن عام علماء نے اس حدیث کو قبول  
کیا ہے اور اس کے تقاضے پر عمل کیا ہے حتیٰ کہ جن  
آیت میں وارث کے لیے وصیت کا ذکر ہے اس  
حدیث کو اس آیت کے لیے ناسخ قرار دیا ہے۔

امت کی تلقی بالقبول سے حدیث ضعیف کی تقریر کی تحقیق |  
بوروہ بن جہت ہے، لہذا اس کی سند

ضعیف ہے۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

جہم نے اپنے شیخ علامہ ابن تیمیہ کی ایک عبارت دیکھی جس کا مضمون یہ ہے: جو حدیث جماعات ائمہ سے منقول ہو  
اور امت نے اسے قبول کر لیا ہو، وہ حدیث بھی قوی ہے، ان ائمہ میں سے قاضی عبدالوہاب مالکی، شیخ ابو  
حامد اسفرائینی، قاضی ابوالطیب الطبري، شیخ ابواسحاق شیرازی شافعی، ابن حامد، ابویعلیٰ بن قزّاء، ابوالخطّاب،  
ابن الزعفرانی، اور ان کی امثال منابہ میں سے اور شمس الائمہ غریبی حنفی ہیں، علامہ ابن تیمیہ نے کہا امام اشعری، ابواسحاق  
اسفرائینی اور ابن فورک وغیرہ اکثر اہل کلام کا یہی قول ہے اور یہی تمام محدثین کا مذہب ہے اور عام سلف کا بھی  
یہی مذہب ہے اور حافظ ابن الصلاح کے بھی استنباط کر کے یہی لکھا ہے۔ ۱۷۷

الاسلامی مدینہ منورہ ۱۴۲۴ھ

۱۷۷۔ حافظ ابوالفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، التلکات الملکی بن بابین الصلاح ج ۱ ص ۲۹۵-۲۹۴، مطبوعہ احیاء التراث  
۱۷۸۔ حافظ علامہ الدین اسماعیل بن عمر المیزان بن کثیر متوفی ۷۵۲ھ، انصاف اللامع حدیث مع ابیہم التلکات ص ۲۹۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۹ھ



حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

شیخ تقی الدین ابن تیمیہ مترقی ۷۲۸ھ کی اس عبارت پر بعض علماء نے یہ اعتراض کیا ہے کہ صرف خبر واحد علم قطعی کا نام نہ نہیں دیتی اور جب امت اس خبر پر عمل کرے گی تو وہ ظن کی بناء پر ہوگا اور اس سے اس خبر کے صدق پر امت کی قطعیت ممکن نہیں کیونکہ یہ جزم بلا علم ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امت باطن میں خطا سے معصوم ہے اور کسی خبر کی تصدیق پر ان کا اجماع اس طرح ہے جیسے کسی عمل کے وجوب پر ان کا اجماع ہو اور ہر چند کہ انفرادی طور پر ان میں سے کسی کا کاذب ہو یا غلط ہو یا ممکن ہے لیکن امت کا مجموعہ کذب اور غلطی سے معصوم ہے، جیسے اہل التواتر میں سے کسی ایک کا کذب یا غلط ممکن ہے لیکن تمام اہل تواتر سے کذب اور خطا مستحقی ہے۔ ۱۔ علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

وَكَذَا إِذَا تَلَقَّتْ الْأُمَّةُ الضَّعِيفَ بِالْقَبُولِ  
يَعْمَلُ بِهِ عَلَى الصَّحِيحِ حَتَّى أَنْ يَنْزِلَ مَنْزِلَةُ  
الْمُتَوَاتِرِ فِي أَنْ يَنْسَخَ الْمُقْطُوعَ بِهِ وَلِهَذَا  
قَالَ الشَّافِعِيُّ رَحِمَهُ اللَّهُ فِي حَدِيثِ الْأَوْصِيَةِ  
لِوَارِثِ أَنْ لَا يَثْبُتَ أَهْلُ الْحَدِيثِ وَلَكِنْ  
الْعَامَّةُ تَلَقَّتْهُ بِالْقَبُولِ وَعَمَلُوا بِهِ حَتَّى جَعَلُوهُ  
لَا سَمْعًا لَا يَدَّ الْأَوْصِيَةِ ۱۔

جب امت کسی حدیث ضعیف کو قبول کرے تو صحیح مذہب کے مطابق اس پر عمل کیا جائے گا اور وہ حدیث بمنزلہ حدیث متواتر ہوگی، اور اس سے کسی قطعی حکم کو منسوخ کر دیا جائے گا جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ جس حدیث میں ہے وارث کے لیے وصیت نہیں ہے یہ حدیث ائمہ حدیث کے نزدیک ثابت نہیں ہے، لیکن اس حدیث پر سب نے عمل کیا ہے حتیٰ کہ اس حدیث سے آیت وصیت کو منسوخ قرار دیا ہے۔

علامہ سخاوی نے امام شافعی کی جس عبارت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:-  
امام شافعی لکھتے ہیں:

قَالَ وَهَذَا بَعْضُ الشَّامِيِّينَ حَدِيثًا  
لَيْسَ مِمَّا يَثْبُتُ أَهْلُ الْحَدِيثِ فِيهِ: أَنَّ  
بَعْضَ رِجَالِهِ مَجْهُولُونَ فَرَوَيْنَا عَنْ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْقُوعًا وَأَنَّهُ قَبِلْنَا  
بِهَا وَصَفَتْ مِنْ نَفْلِ أَهْلِ الْمَغَازِي وَاجْتِمَاعِ  
الْعَامَّةِ عَلَيْهِ وَأَنَّ كُنَّا قَدْ ذَكَرْنَا الْحَدِيثَ  
فِيهِ وَاعْتَمَدْنَا عَلَى حَدِيثِ أَهْلِ الْمَغَازِي

بعض شامیوں نے ایک ایسی حدیث روایت کی ہے جو ائمہ حدیث کے نزدیک ثابت نہیں ہے اس کی سند میں بعض راوی مجہول ہیں، ہم نے اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقطعاً روایت کیا ہے (یعنی حجازیوں نے اس کو منقطعاً روایت کیا ہے مگر اس کی سند میں مجہول راوی ہیں) ہم نے اس صفت کے ساتھ اس حدیث کو قبول کر

۱۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی مترقی ۷۲۸ھ والکنت علی کتاب ابن الصلاح ج ۱ ص ۴۰۴، ۴۰۵ مطبوعہ دار التراث اسلامیہ ۱۳۰۴ھ

۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی مترقی ۹۰۲ھ فتح المغنیۃ بشرح الفیہ الحدیث ج ۱ ص ۳۳۳ مطبوعہ دار الامام الطبری ۱۴۱۲ھ

عَامًا وَاجْمَاعَ النَّاسِ اخْبِرْنَا سَفِيَانُ عَنْ  
سَلِيمَانَ الْاَحْوَلِ عَنْ مَجَاهِدٍ اَنْ رَسُولَ  
اللّٰهِ قَالَ: لَا وَصِيَّةَ لَوَارِثٍ فَاَبْسَدَ لِلنَّاسِ  
بِمَا وَصَفَتْ، مِنْ نَقْلِ عَامَّةِ اَهْلِ الْمَغَازِي  
عَنِ النَّبِيِّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) اَنْ لَا وَصِيَّةَ  
لَوَارِثٍ: عَلَيَّ اَنْ الْعَوَارِثُ تَأْسُخُ  
لِلْوَصِيَّةِ لِلْوَالِدَيْنِ وَالزَّوْجَةِ مَعَ الْخَبَرِ  
الْمُنْقَطِعِ عَنِ النَّبِيِّ وَاجْمَاعِ الْعَامَّةِ  
عَلَى الْقَوْلِ بِهِ ۝

یہ ہے کیونکہ اس کو اہل مغازی نے نقل کیا ہے اور  
اس پر عام علماء کا اجماع ہے، بے شک ہم نے اس  
حدیث کی صفت (اللفظ اور جہل) کو بیان کر دیا ہے  
اور ہم نے عام اہل مغازی اور لوگوں کے اجماع پر اعتقاد  
کیا ہے: سفیان از سلیمان احول از مجاہد روایت ہے:  
بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وارث  
کے لیے وصیت کرنا جائز نہیں ہے، اجماع نے عام  
مغازی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ وارث  
کے لیے وصیت جائز نہیں ہے، علاوہ انہی روایت  
کی آیات بھی والدین اور زوجہ کے لیے وصیت کی ناسخ  
ہیں اور یہ حدیث منقطع بھی وصیت کے لیے ناسخ ہے  
اور عام علماء کا اس قول پر اجماع ہے۔

جب کسی مسئلہ پر صرف حدیث ضعیف یا تیسرے ہو تو اس سے استدلال کی تحقیق  
ہیں: علامہ سخاوی لکھتے

جب کسی باب میں حدیث ضعیف کے علاوہ اند کوئی حدیث نہ ہو تو امام اسحاق رحمہ اللہ نے حدیث ضعیف سے  
استدلال کیا ہے، امام ابو داؤد نے بھی اسی کی اتباع کی ہے اور ان دونوں نے اس کو طے اور قیاس پر مقدم رکھا  
ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح منقول ہے، اور امام شافعی کو جب کسی مسئلہ میں حدیث مرسل کے علاوہ  
اور کوئی حدیث نہ ملے تو وہ حدیث مرسل سے استدلال کرتے ہیں۔  
میں کہتا ہوں کہ صرف امام اسحاق اور امام ابو داؤد کی بات نہیں ہے بلکہ جب کسی مسئلہ پر حدیث صحیح نہ ملے تو امام  
بخاری اور امام ترمذی بھی حدیث ضعیف سے استدلال کرتے ہیں:

امام بخاری روایت کرتے ہیں:  
وَيَذْكُرُ اَنَّ النَّبِيَّ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)  
قَضَى بِاللَّذِينَ قَبْلَ الْوَصِيَّةِ ۝  
حافظ ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اور مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وصیت  
سے پہلے قرض ادا کرنے کا فیصلہ کیا۔

یہ اس پوری حدیث کا ایک جملہ ہے جس کو امام

ہذا طرف من حدیث انخرجه احمد و

۱۔ امام محمد بن ادریس شافعی ترمذی ۲۰۲ھ، الرسالة ص ۱۲۲-۱۲۹، مطبوعہ مکتبہ دار التراث قاہرہ، الطبعة الثانیہ ۱۳۹۹ھ،  
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المعتمد بشرح الفیہ السکریۃ ج ۱ ص ۳۳۳، مطبوعہ دار الامام الطبری،  
۳۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ص ۵۱۵، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ



الترمذی وغیرہما من طریق الحارث و  
هو الاغور عن علی بن ابی طالب قال قطنی  
لحمی صلی اللہ علیہ وسلم ان الدین قبل  
الوصیۃ وانتم تقرؤن الوصیۃ قبل  
الدین لفظ احمد وهو اسناد ضعیف  
لکن قال الترمذی ان العمل علیہ عند  
اهل العلم وكان البخاری اعتمد علیہ  
لاعتضاده بالاتفاق علی مقتضاہ  
والاقلہ تجردا دتہ ان یوراد الضعیف  
فی مقام الاحتجاج بہ علیہ

امام ترمذی روایت کرتے ہیں،

عن الحارث عن علی ان النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم قطنی بالدین قبل الوصیۃ وانتم  
تقرؤن الوصیۃ قبل الدین والعمل علی  
هذا عند عامة اهل العلم انه یبدء الدین  
قبل الوصیۃ

اس حدیث کو امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

اسی طرح امام بخاری نے یہ حدیث بیان کی ہے:  
ویدکر عن ابی ہریرۃ رفعہ لا یتطوع  
الامام فی مکاتہ ولو یصح

احمد اور امام ترمذی نے از عارث از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت کیا ہے، امام احمد کے الفاظ یہ ہیں (سیدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا کہ قرض وصیت سے پہلے ادا کیا جائے اور تم قرآن مجید میں "وصیت کو قرض سے پہلے پڑھتے ہو، اس حدیث کی سند ضعیف ہے، لیکن امام ترمذی نے کہا اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے، اور امام بخاری نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے کیونکہ اس حدیث کو اس امر سے تقویت ہے کہ اس کے مقتضی پر سب کا اتفاق ہے، درجہ امام بخاری کی یہ عادت نہیں ہے کہ وہ مقام استدلال میں کسی ضعیف حدیث کو وارد کریں۔

از عارث از حضرت علی رضی اللہ عنہ روایت ہے:  
بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ قرض وصیت پر  
مقدم ہے اور تم قرآن مجید میں وصیت کو قرض پر مقدم  
پڑھتے ہو، اور امام اہل علم کا اس حدیث پر عمل ہے کہ  
قرض کو وصیت پر مقدم کیا جائے گا۔

اور مذکور ہے از حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
روایت ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
امام اپنی جگہ نعل (سنت وغیرہ) پڑھے اور حدیث  
صحیح کہیں ہے۔

حافظ ابن عساکر مستقلانی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

- ۱۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن محمد مستوفی متوفی ۵۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۱۳۷ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۳۸۱ھ
- ۲۔ امام ابو یوسف محمد بن یوسف ترمذی متوفی ۲۴۵ھ، جامع ترمذی ص ۳۹، مطبوعہ نور محمد کارخانہ نثارت کتب کراچی
- ۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۹۵، " " "
- ۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۱، ۱۳۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت ۱۳۹۵ھ
- ۵۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی، ۱۴۰۵ھ



وذلك لضعف اسنادہ واضطرابہ  
تقریبہ لیث بن ابی سلیم و هو ضعيف،  
واختلف علیہ فیہ، وقد ذکر البخاری  
الاختلاف فیہ فی تاریخہ و قال لیرینب  
هذا الحديث - (إلى قوله) ویؤخذ  
من مجموع الأدلة ان الامام احوالاً  
لان الصلوة اما ان تكون مما يتطوع  
بعدها ولا يتطوع الاول اختلف فیہ  
هل يتشأغل قبل التطوع بالذکر  
المأثور ثم يتطوع؟ وهذا الذي عليه  
عمل اکثر وعند الحنفیة یبدأ بالتطوع  
وجبة الجمهور، حدیث معاویة ویمكن  
ان يقال لا یتعین الفصل بین الفریضة  
والتأخلة بالذکر بل اذا تضحی من مکان  
کفی به و یتوجه تقدیم الذکر المأثور  
بتقیدہ فی الاخبار الصحیحة بدو  
الصلوة واما الصلوة التي لا يتطوع  
بعدها فیتشأغل الامام ومن معه  
بالذکر المأثور ولا یتعین له مکان  
بل ان شاء وانصرفوا و ذکروا و  
ان شاء و انكشوا و ذکروا - له

عدم محنت کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی سند  
ضعیف ہے اور یہ حدیث مضطرب ہے اس کی روایت  
میں لیث بن ابی سلیم متروک ہے اور وہ ضعیف ہے،  
اس میں اختلاف ہے، امام بخاری نے اپنی تاریخ میں  
اس اختلاف کو بیان کیا ہے اور کہا ہے یہ حدیث  
ثابت نہیں ہے، اس مسئلہ میں جو دلائل ہیں ان کا  
مآصل یہ ہے کہ امام کی کئی حالتیں ہوتی ہیں کیونکہ کبھی نماز  
کے بعد سنتیں پڑھی جاتی ہیں اور کبھی نہیں، پہلی صورت  
میں یہ اختلاف ہے کہ آیا سنتیں پڑھنے سے پہلے مائثر  
ذکر کرے اور بعد میں سنتیں پڑھے یا پہلے سنتیں  
پڑھے، چہرے کے نزدیک ذکر کے بعد سنتیں پڑھے  
اور احادیث کے نزدیک پہلے سنتیں پڑھے چہرے کی  
ذیل حضرت معاویہ کی حدیث ہے (امام مسلم نے حضرت  
معاویہ سے مروی روایت کیا، جب تم بعد پڑھو تو کوئی  
بات کرنے یا دناں سے لکھنے سے پہلے نماز پڑھو)  
اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ فرض اور نفل میں فصل کرنا  
ذکر کرنے میں مختصر نہیں ہے، بلکہ جگہ بدلنے سے  
بھی فصل ہو جاتا ہے، البتہ چونکہ احادیث صحیحہ میں  
فرض نماز کے بعد ذکر کرنے کا بیان ہے اس لیے  
ذکر کے ذریعہ فصل کرنے کو ترجیح ہے اور جس نماز  
کے بعد سنتیں نہیں پڑھی جاتیں (مثلاً فجر اور عصر) ان  
میں امام اور مقتدی مائثر ذکر کے ساتھ مشغول ہوں،  
اور یہ ضروری نہیں ہے کہ اسی جگہ بیٹھے رہیں، خواہ اسی  
جگہ بیٹھیں یا جگہ تبدیل کر لیں۔

میر حافظ ابن عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت علی سے  
روایت کیا ہے۔

سنت یہ ہے کہ امام جب تک جگہ تبدیل نہ کر لے

من السنة ان لا يتطوع الامام حتى



یتحول من مکانه۔

سفینت نہ پڑے۔

امام احمد نے کہا حضرت علی کے علاوہ اور کسی سے میں اس حدیث کو نہیں پہچانتا گریبان کے نزدیک حضرت ابو ہریرہ کی مذکورہ روایت ثابت نہیں ہے۔ ۱۷

غرض یہ کہ امام بخاری نے حضرت ابو ہریرہ کی اس ضعیف حدیث کو اپنی کتاب میں اس لیے درج کیا کہ ان کو اس مسئلہ میں صحیح حدیث نہیں ملی، ہر چند کہ اس باب میں حدیث حسن بھی موجود تھی ہو سکتا ہے امام بخاری کے نزدیک امام ابن ابی شیبہ کی روایت حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے فردر ہوا

حافظ ترین الدین عراقی لکھتے ہیں:

حدیث ضعیف کہنے کی بجائے سند ضعیف کہنے کا بیان | جب انہیں کوئی حدیث سند ضعیف کے

ساتھ ملے تو انہیں یہ کہنا چاہیے کہ یہ حدیث ضعیف الامتار ہے اور اس کو مطلقاً ضعیف نہیں کہنا چاہیے بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ وہ حدیث اس سند سے ضعیف ہے، کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کی کوئی اور سند ملے گی اور اس سند سے وہ حدیث ثابت ہو، بلکہ جب تک امامہ حدیث میں سے کسی امام کی یہ صراحت نہ ملے کہ اس حدیث کی کوئی ایسی سند نہیں ہے جس سے وہ حدیث ثابت ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اس امام نے اس کی وجہ ضعف بھی تفصیلاً بیان کی ہو تو اس پر ضعیف کا اطلاق کرنے سے ترقف کرنا چاہیے۔ اور جب تم کسی حدیث ضعیف کو نقل کرنے کا ارادہ کرو، یا جس کی محنت اور مصمت میں ضرور ہو، بلکہ بیعتہ تم بعض (مثلاً روایت ہے درو ہے، حدیث میں آیا ہے، ہمیں یہ بات پہنچی ہے) کے ساتھ ذکر کرو، اور موضوع حدیث کا ذکر اس وقت تک جائز نہیں، جب تک کہ اس کے موضوع کرنے کا بیان نہ کیا جاتے۔ ۱۸

امام اعظم کے دلائل کے بالعموم احادیث ضعیفہ پر مبنی ہونے کی تحقیق | علامہ عبد الوہاب شرمائی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم یہ کہتے ہو کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے مذہب کے دلائل میں کوئی حدیث ضعیف نہیں ہے کیونکہ امام اعظم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو راوی ہیں وہ صحابہ اور تابعین ہیں اور وہ جرح سے محفوظ ہیں، تو پھر کیا وجہ ہے کہ بعض حفاظ نے امام اعظم کے بعض دلائل کو ضعیف احادیث پر مبنی قرار دیا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جن راویوں کو ضعیف کہا گیا ہے وہ امام اعظم کی وفات کے بعد ان کی سند کے نچلے درجہ کے راوی ہیں، اور انہوں نے اس حدیث کو امام اعظم کی سند کے علاوہ کسی اور سند سے روایت کیا ہے، کیونکہ امام اعظم کی مسانید ثلاثہ میں جس قدر احادیث ہیں وہ سب صحیح ہیں، کیونکہ اگر وہ حدیث صحیح نہ ہوتی تو امام اعظم اس سے کہیں استدلال نہ کرتے، اور امام اعظم کی سند کے نچلے راویوں میں سے کوئی راوی کذاب یا متہم

۱۷۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن محمد مستطانی متوفی ۵۸۵ھ فتح ہجری ج ۲ ص ۳۳۵، مطبوعہ دار النہضۃ لکتاب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۰ھ

۱۸۔ حافظ ابن الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۷۷۶ھ، التبیانہ والتمذکرہ ج ۱ ص ۲۹۱-۲۸۹، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع لاہور



بالکذب ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس حدیث کی صحت کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اس حدیث سے مجتہد نے استدلال کیا ہے، اس لیے ہم پر واجب ہے کہ ہم اس حدیث پر عمل کریں خواہ اس کو کسی اور نے روایت نہ کیا ہو، اور جب تک امام اعظم کی مسانید ثلاثہ میں ان کے مذہب کی دلیل کو کچھ نہ لیا جائے اور یہ یقین نہ ہو جائے کہ اس کی دلیل ان مسانید میں موجود نہیں ہے، اس وقت ان کے مذہب کی کسی دلیل کو ضعیف نہ کہا جائے اور یہ ہو سکتا ہے کہ بعد کے علماء احناف نظام اعظم کے مذہب پر جو دلائل قائم کیے ہیں ان میں سے کوئی دلیل کسی ضعیف حدیث پر مبنی ہو مگر مین امام اعظم کا دامن اس سے بری ہے۔ لہٰذا

میں کہتا ہوں کہ یہ بات دلائل سے بیان کی جا چکی ہے کہ مطلقاً کسی حدیث کا ضعف مضر نہیں ہے جب کہ بہت سے مسائل میں احادیث ضعیفہ کا اعتبار کیا جاتا ہے اور ہم متعدد حوالوں سے یہ بیان کر چکے ہیں کہ اثبات مقام اور فرہیت اور حرمت کے بیان میں ضعاف کا اعتبار نہیں کیا جاتا اور نقضی و مناقب تزیب و ترہیب اور استحباب اور کراہت کے بیان میں احادیث ضعیفہ کا بالاتفاق اعتبار کیا جاتا ہے اور بعد کے علماء احناف کی اگر کوئی دلیل کسی حدیث ضعیف پر مبنی ہے تو وہ اسی قبیل سے ہے، حیرت یہ ہے کہ امام بخاری، امام ابوداؤد، امام ترمذی اور امام شافعی کسی مسئلہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کریں تو ان کی صحت اور ثقاہت میں کوئی فرق نہیں پڑتا اور اگر کوئی حنفی فقیہ کسی مسئلہ میں حدیث ضعیف سے استدلال کرے تو اس کو اعتراضات کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔

روایت قبول کرنے کے لیے راوی کی شرائط | علامہ نووی لکھتے ہیں:

ذیل شروط ہیں:

- (۱) - جمہور ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ کا اس پر اجماع ہے کہ راوی عادل اور ضابط ہو نا چاہیے یعنی مسلمان بالغ، عاقل ہو اور وہ اسباب فسق اور ناپسندیدہ عادتوں سے محفوظ ہو اور بیدار مغز ہو، اگر وہ اپنے حافظہ سے حدیث بیان کرتا ہو تو ان کا حافظہ قوی ہو، اور اگر وہ اپنی اہل سے حدیث بیان کرتا ہو تو اس کے پاس حدیث بھی ہوئی منضبط ہو، اور اگر وہ روایت بالسمعی کرتا ہو تو حدیث کا ماہر عالم ہو۔
- (۲) اس کی عدالت و عاقل شخصوں کی تصریح سے ثابت ہوگی یا اہل علم کے درمیان اس کی عدالت مشہور ہو اور ان کا اس کی تعریف کرنا کافی ہے، جیسے امام مالک، سفیان ثوری، اوزاعی، امام شافعی، امام احمد، لیث، شعبہ ابن المبارک، ویحییٰ، ابن مہین، ابن مدینی اور اہل قسم کے کئی ائمہ میں سے اگر کوئی اس راوی کی تعریف میں کوئی کلمہ کہے تو یہ کافی ہے۔

(۳) - ثقات متقین کی بہ کثرت موافقت کی وجہ سے اس راوی کا ضبط معروض ہو اور اگر وہ نادرا ان کی مخالفت کرتا ہو تو یہ مضر نہیں ہے اور اگر وہ ان کی زیادہ مخالفت کرے تو اس کی روایت سے استدلال نہیں کیا جائے گا۔

۱۔ علامہ عبد اللہ شرنبلالی متوفی ۹۷۳ھ، میزان الشریعۃ الکبریٰ ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مطبعہ احقرہ مصر ۱۳۵۱ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۶۷ھ، تقریب الروای مع التدریب ج ۱ ص ۳۰۴ - ۳۰۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۴۰۲ھ



**ائمہ صحاح ستہ کی شرائط** ائمہ ستہ حدیث صحیح کو روایت کرتے ہیں یعنی جس کی سند متصل ہو اس کا راوی مسلم بالغ مطلق ہو اور وہ اسباب فسق اور ناپسندیدہ عادتوں سے محفوظ ہو، اس کا حافظہ صحیح ہو، اس کے پاس وہ حدیث لکھی ہوئی محفوظ ہو اور وہ حدیث غیر شاذ اور غیر منسلک ہو، باقی ضبط اور اتصال میں ان ائمہ کے مختلف معیار ہیں۔

علامہ بخاری لکھتے ہیں:

علامہ مازسی نے شروط الائمہ میں لکھا ہے کہ امام بخاری کی شرط یہ ہے کہ وہ اس حدیث کی روایت کرتے ہیں جس کی سند متصل ہو، اس کے تمام راوی ثقات اور کامل الضبط والاتقان ہوں، سفر اور حضر میں طویل الملازمہ مع الشیخ ہوں اور کبھی وہ اس طبقہ سے کم درجہ کے راوی سے بھی روایت قبول کر لیتے ہیں جو قلیل الملازمہ مع الشیخ ہوتے ہیں۔ اور امام مسلم ان دونوں طبقوں کے علاوہ کبھی ان کی حدیث بھی قبول کر لیتے ہیں جو جرح سے محفوظ نہ ہوں بشرطیکہ وہ طویل الملازمہ مع الشیخ ہوں جیسے حماد بن سلمہ، ثابت البتانی اور ایوب وغیرہ۔

ائمہ ستہ کی شرائط کا خلاصہ یہ ہے:

(۱) - امام بخاری کامل الضبط والاتقان اور کثیر الملازمہ مع الشیخ کی روایات کا استیعاب کرتے ہیں اور کامل الضبط والاتقان اور قلیل الملازمہ مع الشیخ کی روایات سے انتخاب کرتے ہیں۔

(۲) - امام مسلم کامل الضبط اور کثیر الملازمہ اور کامل الضبط اور قلیل الملازمہ سے استیعاب کرتے ہیں اور ناقص الضبط اور کثیر الملازمہ سے انتخاب کرتے ہیں۔

(۳) - امام ابو داؤد کامل الضبط اور کثیر الملازمہ، کامل الضبط اور قلیل الملازمہ، ناقص الضبط اور کثیر الملازمہ، ان تین طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور ناقص الضبط اور قلیل الملازمہ اس چوتھے طبقہ کی روایات سے انتخاب کرتے ہیں۔

(۴) - امام ترمذی ان چاروں طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور پانچواں طبقہ یعنی ناقص الضبط و قلیل الملازمہ مع غوائل الجرح سے انتخاب کرتے ہیں۔

(۵) - امام نسائی بھی پہلے تین طبقوں کی روایات سے استیعاب کرتے ہیں اور چوتھے طبقہ سے انتخاب کرتے ہیں اور پانچویں طبقہ سے اصلاً روایت نہیں کرتے، ان کی شرائط امام ابو داؤد کی طرح ہیں۔

(۶) - امام ابن ماجہ ان پانچوں طبقوں سے استیعاب کر لیتے ہیں۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

**انتہاء اسناد کے اعتبار سے حدیث کی اقسام** اسناد یا قریبی علیہ السلام پر صراحۃً یا حکماً ختم ہو گیا یا صحابی پر یا تابعی پر، اول الذکر حدیث مرفوعہ ہے اور ثانی الذکر حدیث موقوف ہے اور ثالث الذکر حدیث مقطوع ہے۔ پھر اس سند کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بیان کیا جائے گا یا آپ کا فعل بیان کیا جائے گا یا آپ کی تصریح۔



بیان کی جائے گی، تقریر سے مراد یہ ہے کہ آپ کے سامنے کوئی کام کیا گیا اور آپ نے اس کو مقرر رکھا اور اس کو نقد نہیں فرمایا۔ حدیث مؤلف اور مقطوع کی بھی اسی طرح تین قسمیں ہیں۔

حدیث مرفوع قولاً، فعلاً، تقریراً، صراحۃً اور عکلاً کا بیان | یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا۔

حدیث مرفوع فعلی صراحۃً کی مثال یہ ہے کہ صحابی یہ کہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا۔

حدیث مرفوع تقریری صراحۃً کی مثال یہ ہے کہ صحابی یہ کہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ کام کیا اور اس پر آپ کا الکار نقل نہ کرے۔ یہ تینوں اقسام مرفوع صریح کی ہیں اور مرفوع قولی عکلاً کی مثال یہ ہے:

جو صحابی اسرائیلیات کو نقل نہیں کرتا وہ ایسی حدیث بیان کرے جس میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو اور نہ اس کا بیان لغت سے نقل رکھتا ہو مثلاً وہ بدلتی سے متعلق گذشتہ امور کی خبریں بیان کرے، اور انبیاء علیہم السلام کے واقعات بیان کرے یا مستقبل کے واقعات مثلاً قرب قیامت کے نکتے اور احوال قیامت بیان کرے، یا کسی کام کے مخصوص ثواب یا عوصی عذاب کی بیان کرے تو یہ حدیث عکلاً مرفوع ہے، کیونکہ جن چیزوں میں اجتہاد کی گنجائش نہ ہو ان کا ہاتھ صرف تاریخ کے ذریعہ ہو سکتا ہے اور صحابہ کرام کامرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سننا متصور ہے، کیونکہ یہ ذوق کیا گیا ہے کہ وہ صحابی اسرائیلیات کو نقل نہیں کرتا، اس لیے یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے خواہ اس صحابی نے حضور سے براہ راست سنا ہو یا بالواسطہ۔

مرفوع فعلی عکلاً کی مثال یہ ہے کہ صحابی ایسا کام کرے جس میں اجتہاد کا دخل نہ ہو تو وہ اس پر حمل کیا جائے گا کہ صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے جیسے امام شافعی نے کہا ہے کہ حضرت علی غازی کسوف کی ہر رکعت میں دو سے زیادہ رکوع کرتے تھے۔

مرفوع تقریری عکلاً کی مثال یہ ہے کہ صحابہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کام کرتے تھے، اور یہ اس سے جھٹ ہے کہ ان کے کام پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مطلق ہوتے تھے، کیونکہ کسی کام کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کے لیے ان کے پاس متعدد مواقع تھے اور وہ زیادہ نزول وحی کا زمانہ تھا، اس لیے صحابہ کسی ایسے فعل کو دائم نہیں کر سکتے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کیا ہو اور حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم نے جواز عزل پر اس لیے استدلال کیا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کرتے تھے ورنہ عاکیکہ قرآن فائز ہوتا تھا، اگر یہ ممنوع ہوتا تو اس سے قرآن مجید منسوخ فرما دیتا۔

مرفوع قولی عکلاً میں وہ حدیث بھی داخل ہے جو مریخ صیفہ کی بجائے صیفہ کنابہ سے مروی ہو، مثلاً تابعی کہے فلاں صحابی اس حدیث کو مرفوعاً بیان کرتے ہیں یا اس حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں، یا آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں یا آپ کی طرف پہنچاتے ہیں اور کبھی صرف قول پر اقتضار کرتے ہیں اور قائل کو مذمت کر



دیتے ہیں، مثلاً ابن سیرین، حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرتے انھوں نے کہا آپ نے فرمایا تم ایک قوم سے نکال کر کچھ  
 السخیرت، خطاب نے کہا ہے کہ یہ اہل بصرہ کی خاص اصطلاح ہے، انھی صیغوں میں سے صحابی کا یہ قول ہے من السنۃ کذا۔  
 اور اکثر کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ بھی مرفوع ہے۔ ابن عبد البر نے یہ کہا ہے کہ سب غیر صحابی یہ کہے پھر بھی حدیث مرفوعہ ہے  
 الا یہ کہ وہ کسی کی سنت کی طرف اضافت کرے، مثلاً یہ سنت السمرین ہے، غلام یہ ہے کہ جب مطلقاً سنت کا لفظ بولا  
 جائے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مراد ہوتی ہے، اسی قبیل سے صحابی کا یہ قول ہے امرنا  
 بكذا ونهینا بكذا، ہم کو اس چیز کا حکم دیا گیا، ہم کو اس چیز سے روکا گیا، کیونکہ مطلق امر اور نہی نبی صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی طرف راجع ہے اور انھی صیغوں میں سے یہ مینہ ہے کذا نفعل کذا، ہم اس طرح کرتے تھے، اور اسی قبیل سے  
 کسی فعل پر صحابی کا حکم لگانا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے یا یہ اللہ اور اس کے رسول کی وصیت  
 ہے، مثلاً حضرت عمار نے یہ کہا جس نے یوم شک کو روزہ رکھا اس نے ابراہیم علیہ السلام صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی،  
 یہ حدیث بھی حکماً مرفوعہ ہے، کیونکہ ظاہر ہے کہ حضرت عمار نے اس حکم کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا۔  
 صحابی کی تعریف کی تحقیق | حافظ ابن حجر عسقلانی صحابی کی تعریف میں لکھتے ہیں:

هو من لقي النبي صلى الله عليه وسلم  
 موثقاً به ومات على الاسلام ولو  
 تخللت ما دة في الاصح  
 ملاقات سے مراد عام ہے خواہ وہ شخص آپ کے ساتھ بیٹھا ہو، آپ کے ساتھ چلا ہو، یا آپ تک پہنچا ہو، خواہ آپ کے  
 ساتھ کلام دیکھا ہو، اور اس میں آپ کو دیکھنا بھی داخل ہے، خواہ قصداً آپ کو دیکھا ہو یا تبعاً۔ بعض لوگوں نے صحابی کی تعریف  
 میں کہا جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو، لیکن اس تعریف پر یہ اعتراض ہے کہ اس تعریف سے نابینا صحابہ  
 صحابہ بیت سے خارج ہو جائیں گے، حالانکہ وہ بلا تردید صحابہ ہیں، اس لیے تعریف میں ملاقات کا لفظ اولیٰ ہے۔ اس  
 تعریف میں ایمان کی قید سے وہ لوگ نکل گئے جنھوں نے حالت کفر میں آپ سے ملاقات کی اور چونکہ آپ پر ایمان لانے کی قید  
 لگائی ہے اس لیے وہ لوگ نکل گئے جو مرتد انبیاء سابقین پر ایمان لائے تھے، لیکن جن لوگوں نے آپ سے  
 ملاقات کی وہ آپ کا ایمان تھا کہ آپ کی بشارت ہوگی لیکن انھوں نے بشارت کا زمانہ نہیں پایا، آیا وہ صحابی ہیں یا نہیں،  
 یہ بحث غور طلب ہے۔ اس تعریف میں یہ قید ہے کہ ان کی موت اسلام پر ہوئی ہو، اس لیے وہ لوگ صحابی کی تعریف  
 سے نکل گئے جنھوں نے ایمان کی حالت میں آپ سے ملاقات کی اور بعد میں (العیاذ باللہ) مرتد ہو کر مرے، مثلاً حبیب اللہ  
 بن جحش اور ابن خطیل، اور تعریف میں یہ قید بھی ہے کہ خواہ وہ میان عمرہ میں وہ مرتد ہو چکے ہوں۔ یعنی پہلے ایمان کی  
 حالت میں آپ سے ملاقات کی پھر مرتد ہو گئے، پھر دوبارہ اسلام لائے اور اسلام پر نہ خاتمہ ہوا، تو وہ بھی صحابی ہیں، خواہ  
 انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں اسلام قبول کیا ہو یا آپ کی وفات کے بعد، اور خواہ انھوں نے دوبارہ  
 آپ سے ملاقات کی ہو یا نہ کی ہو۔ اور تعریف میں آخری قید ہے کہ پہلی زیادہ صحیح ہے، اس میں اشارہ ہے کہ اس مسئلہ  
 میں اختلاف ہے اور طرح بھی ہے اور وجہ ترجیح یہ ہے کہ اشدت بن نفیس مرتد ہو گئے تھے، پھر ان کو قید کر کے



حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس لایا گیا، انھوں نے پھر اسلام قبول کر لیا، حضرت ابو بکر نے ان کا اسلام قبول کر لیا اور اپنی بہن سے ان کا نکاح کر دیا اور ان کا شمار صحابہ میں ہوتا ہے اور اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اسی طرح ان کی روایات کو سانیہ میں ذکر کرنے میں بھی کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ لہٰذا  
اس مسئلہ میں فقہاء احناف اور فقہاء مالکیہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آنے گی۔  
علامہ نووی لکھتے ہیں:

صحابی کی تعریف میں اختلاف ہے، محدثین کے نزدیک معروف تعریف یہ ہے: ہر وہ مسلمان جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ صحابی ہے، اور اصحاب الاہول کے نزدیک یہ تعریف ہے: جس نے بطریق متابعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طریقی مجلس حاصل کی، اور سید بن صیب سے یہ تعریف منقول ہے کہ صحابی صرف وہ مسلمان ہے جو آپ کے ساتھ ایک یا دو سال رہا ہو یا جس نے آپ کے ساتھ ایک یا دو غزوہ میں شرکت کی، یہ تعریف ضعیف ہے کیونکہ اس کے اعتبار سے حضرت جریر بن عبد اللہ بجلي اور حضرت وائل بن حذافہ رضی اللہ عنہما صحابی نہیں ہیں اور ان کے صحابی ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ لہٰذا  
علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی، حافظ ابن السلاخ اور امام بخاری نے صحابی کی یہ تعریف کی ہے: ہر وہ مسلمان جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور اس تعریف پر یہ اعتراض ہے کہ حضرت عبد اللہ بن ام مکتوم نابینا تھے، انھوں نے آپ کو نہیں دیکھا حالانکہ وہ بالاتفاق صحابی ہیں، اور جس شخص نے آپ کو کفر کی حالت میں دیکھا اور وہ آپ کی وفات کے بعد اسلام لایا جیسے قیس کا اچھا اس تعریف کے مطابق وہ صحابی ہے حالانکہ وہ صحابی نہیں ہے اور جس شخص نے آپ کو وفات کے بعد دفن سے پہلے دیکھا جیسے ابو ذؤبہ بن خالد ہذلی، اس پر بھی یہ تعریف صادق آتی ہے، حالانکہ وہ صحابی نہیں ہے، اور اگر یہ تعریف کی جائے کہ جس مسلمان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا وہ صحابی ہے تو اس تعریف میں تمام امت داخل ہو جائے گی، کیونکہ شبہ ہراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امت کو دیکھا تھا، نیز یہ تعریف اس پر بھی صادق آئے گی جو آپ کی صحبت میں رہا پھر مرتد ہو گیا، مثلاً ابن شطل وغیرہ، اس لیے اس تعریف پر ہے: جس شخص نے ایمان کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور اسلام پر فورت ہوا، یہ تعریف اس شخص پر بھی صادق آئے گی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرتد ہو گیا پھر مسلمان ہوا اور اسلام پر مبرا اہل اقیانوس کہا اس پر صحابی کی تعریف صادق آئے گی، پراقتراض ہے، کیونکہ امام شافعی اور امام ابو حنیفہ نے یہ تصریح کی ہے کہ مرتد ہونے سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں اور علامہ بریہ سے کہ ارتداد سے اس کی صحابیت بھی باطل ہو گئی، جیسے قرقہ بن میسرہ اور اشعث بن قیس، اور جن لوگوں نے مرتد ہونے کے بعد آپ کی حیات میں اسلام کی طوع رجوع کر لیا جیسے عبد اللہ بن ابی مرجم قرآن پر صحابی کی تعریف صادق آنے سے کوئی مانع نہیں ہے، اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے وثوق سے کہا ہے کہ یہ اور اس سے پہلی قسم، دونوں صحابی ہیں۔ لہٰذا

۱۔ حافظ ابراہیم فیض احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح تہذیب المفکر ص ۸۲-۸۳، مطبوعہ مکتبہ المدینہ کراچی۔

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۴۷ھ، تہذیب النواوی مع التہذیب ج ۲ ص ۴۱۲-۴۱۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تہذیب النواوی ج ۲ ص ۴۰۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۵۲ھ



جو مسلمان آپ سے ملاقات کے بعد مرتد ہو گیا، پھر آپ کی وفات کے بعد مسلمان  
ہوا، اس کے صحابی ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب ائمہ

علامہ محمد اکرم سندھی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور ان کے متبعین کے مذاہب کا اتفاق یہ ہے کہ ارتداد سے تمام اعمال کا ثواب باطل ہو جاتا ہے، اور اگر وہ پھر اسلام قبول کرے تو اس پر حج کا اعادہ کرنا واجب ہو گا کیونکہ یہ عمر میں فرض ہوتا ہے، اس لیے جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایمان کی حالت میں دیکھا اور پھر مرتد ہو گیا تو اس کی صحابیت باطل ہو گی، اب اگر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد پھر اسلام لایا تو وہ صحابی نہیں، ہو گا ان جو آپ کی حیات مبارکہ میں دوبارہ اسلام لے آیا تو وہ صحابی ہو گا، امام مالک کا بھی یہی مذاہب ہے۔

حافظ عسقلانی نے اپنے مختار پر یہ دلیل دی تھی کہ اشعث بن قیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرتد ہو گئے تھے، اور انھوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد میں اسلام قبول کیا اور ان کا سب نے صحابہ میں شمار کیا ہے اور ان کی احادیث کو مستند کہا ہے۔

علامہ سندھی اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

حنن لوگوں نے اشعث بن قیس کا ذکر صحابہ میں کیا ہے انھوں نے فعلت سے اس کا شمار صحابہ میں کیا، یا اس کا صحابہ میں شمار اس وجہ سے کیا کہ وہ صحابہ کے عہد میں تھا، اور حن لوگوں نے اس کی احادیث کو مستند کہا ہے، انھوں نے راوی کے حال سے جہالت کی وجہ سے ایسا کیا، یا اس نے دوسرے صحابہ سے جو حدیث روایت کی تھی اس کو مستند کہا یا یہ تحریک اس قول پر ہے کہ کفر کی حالت میں حدیث سنتا اور اس کو اسلام میں ادا کرنا جائز ہے وہ فقہاء احناف کی کتاب دلائل الجہاد کی کتاب الشہادت میں لکھا ہے کہ مرتد نے جو حدیث روایت کی وہ باطل ہے اور مرتد ہونے کے بعد اس کی احادیث کو سننے والے کے لیے روایت کرنا جائز نہیں ہے۔

علامہ علی نے قاضی عیاض کی شفاء کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ ائمہ ستہ اور امام احمد نے اپنی مسند میں اشعث کی روایت ذکر کی ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ وہ صحابی ہے اور اس کا صحابی ہونا اسی قول پر متصور ہے کہ جب ارتداد پر موت ہو تب عمل باطل ہوتا ہے، جیسا کہ امام شافعی کا قول ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ نفس ارتداد سے عمل باطل ہو جاتا ہے خواہ وہ موت سے پہلے اسلام قبول کرے، جیسا کہ امام ابو یوسف اور امام مالک کا مذاہب ہے تو پھر اشعث کا صحابہ میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔

علامہ محمد اکرم سندھی من ملأ قرن السامی عشر ائمان النظر من ۲۰۴ مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدر آباد سندھ

لائسنس انظر من ۲۰۴

امام ابو حنیفہ قرآن مجید کی اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

ومن يكفر بالله لايمان فقد حبط عمله۔ اور جس نے ایمان لانے کے بعد کفر کیا تو اس کا عمل ضائع ہو گیا۔ (مآخذہ: ۵)

اور امام شافعی قرآن مجید اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:

ومن يرقد منك عن دينه فيمت وهو كافرا ولئنك حبطت اعمالهم في الدنيا والاخره واولئك اصحاب النار هم فيها خالدون۔ (بقیۃ: ۲۱۷)

اور تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہو جائے پھر وہ کافر ہوئے کی حالت میں مرے، تو ان لوگوں کے (نیک) عمل دنیا اور آخرت میں ضائع ہو گئے اور وہ دوزخی ہیں جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔

امام شافعی کہتے ہیں کہ اس آیت میں اعمال کا ضائع ہونا موت ہی انکھڑ پر معلق کیا گیا ہے، امدام ابو حنیفہ یہ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں دو جرم اور ان کی دو سزائیں بیان کی گئی ہیں، پہلا جرم ہے مرتد ہونا اور دوسرا جرم ہے اس کو کو قیام رکھنا حتیٰ کہ کفر پر مرنے والا ہو اور پہلی سزا ہے دنیا اور آخرت میں اعمال کا ضائع ہونا اور دوسری سزا ہے ہمیشہ دوزخ میں ہونا اور پہلی سزا پہلے جرم سے متعلق ہے اور دوسری سزا دوسرے جرم سے متعلق ہے۔ یہی صرف مرتد ہونے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، اور اگر اس نے اس کفر کو قائم رکھا حتیٰ کہ کفر پر مرنے والا ہو تو آخرت میں ہمیشہ کے لیے دوزخی ہو گا۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور اس نے آپ سے ملاقات کی پھر مرتد ہو گیا اور آپ کی وفات کے بعد مسلمان ہوا، اس کی صحابیت قائل ہو گئی، اب وہ تابعی ہے صحابی نہیں ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

**صحابی کی معرفت کے شرائط** صحابی کی معرفت کے حسب ذیل طرق اور درجات ہیں:

- ۱۔ تواتر: جیسے حضرت ابو بکر اور عمر اور باقی عشرہ مبشرہ کے متعلق تواتر سے معلوم ہے کہ وہ صحابی ہیں۔
- ۲۔ مشہوریت: تواتر سے کم درجہ کی شہرت سے معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں صحابی ہے، جیسے حضرت شہام بن ثعلبہ اور حضرت ملک اشتر۔
- ۳۔ قول صحابی: کوئی صحابی یہ شہادت دے کہ فلاں شخص صحابی ہے، جیسے حضرت حمزہ بن ابی حمزہ دوسی، امضہان میں پیٹ کی بیماری میں فوت ہوئے، تو حضرت ابو موسیٰ اشعری نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا یہ تمہید ہوں گے۔
- ۴۔ کوئی تابعی یہ کہے کہ فلاں شخص صحابی ہے۔
- ۵۔ کوئی عادل شخص خود یہ دعویٰ کرے کہ میں صحابی ہوں، یہ شرطیکہ اس کا ثبوت ممکن ہو۔ کیونکہ یہی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے ایک سو سال بعد کسی کی صحابیت کا دعویٰ مقبول نہیں ہے خواہ وہ اس سے پہلے عادل ہو، کیونکہ صحیح بخاری میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے بتاؤ یہ کون سی رات ہے؟ کیونکہ اس کے ایک سو سال بعد روئے زمین پر کوئی شخص زندہ نہیں رہے گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد آپ کی وفات کے سال تھا۔







روایت ہے کہ تمام صحابہ کا علم چھ افراد پر منتہی ہوتا ہے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت ابی بن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہم، پھر ان چھ کا علم حضرت علی اور حضرت ابن مسعود پر ختم ہوتا ہے، اور صحابہ میں سے عبادلہ ہیں (یعنی عبد اللہ نام کے) وہ ابن عمر، ابن عباس، ابن الزبیر اور ابن عمرو بن العاص ہیں، ابن مسعود ان میں نہیں ہیں (علامہ سیوطی نے کہا ہے یہ امام احمد کا قول ہے، امام بیہقی نے کہا حضرت ابن مسعود کی پہلے وفات ہو گئی تھی، اور یہ لوگ بعد تک زندہ رہے اور ان کے علم کی ضرورت پیش آئی اور جب یہ چاروں کسی بات پر متفق ہو جائیں تو کہا جاتا ہے یہ عبادلہ کا قول ہے، بعض نے کہا عبادلہ تین ہیں اور ان میں سے حضرت ابن الزبیر کو ساقط کر دیا، جو ہماری نے صحاح میں اسی پر اقتصار کیا ہے۔ علامہ نووی نے تہذیب الصحاح میں اور علامہ رافعی نے دیات میں لکھا ہے کہ عبادلہ چارہ ہیں اور ان میں حضرت ابن عمرو بن العاص کی جگہ حضرت ابن مسعود کا ذکر کیا ہے اور زحشری نے مفصل میں لکھا ہے عبادلہ حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عمر، اور حضرت ابن عباس ہیں۔ یہ ان کا دہم ہے اور اصطلاح میں غلطی ہے) اور ایک سو بیس صحابہ کا نام عبد اللہ ہے۔

میں کہتا ہوں صحیح اصطلاح وہی ہے جس کو علامہ زحشری نے بیان کیا ہے، عبد اللہ نام کے تمام صحابہ میں علم اور تفقہ کے اعتبار سے کوئی صحابی حضرت ابن مسعود کے پائے کا نہیں ہے۔

حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں:

ہم نے علی بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ان تین کے پاس سے کوئی نہیں تھا، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت زید بن ثابت اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم، ان میں سے ہر ایک کے بہت شاگرد تھے جو ان کے قول پر لوگوں کو فتوے دیتے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے سرسوی کی مذکورہ تصدیقات بیان کی ہے، پھر شبلی سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے چھ سے علم حاصل کیا جاتا تھا، حضرت عمر، حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت زید بن ثابت، اور ان کا علم ایک دوسرے کے مشابہ تھا، اور حضرت علی، حضرت اشعثی، حضرت ابی ان کا علم آپس میں مشابہ تھا، اور امام شافعی نے کہا یہ علم، اجتہاد، تقویٰ اور عقل میں ہم سے بہت بلند تھے۔

حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں:

**احادیث روایت کرنے والے صحابہ کی تعداد** امام ابوہریرہ رازی سے سوال کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے کتنے صحابہ ہیں؟ انہوں نے کہا ان کو کون ضبط کر سکتا ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اچھے انواع میں چالیس ہزار صحابہ تھے، اور غزوہ تبوک میں آپ کے ساتھ ستر ہزار صحابہ تھے، امام ابوہریرہ سے کہا گیا، کیا یہ نہیں کہا جاتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کل چار ہزار احادیث ہیں، انہوں نے کہا یہ کس کا قول ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا کون شمار کر سکتا ہے؟ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ تھے، جن سے حدیثیں روایت کی جاتی تھیں اور ان سے سنی جاتی تھیں، ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی حدیثیں روایت کی جاتی تھیں؟ ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی حدیثیں روایت کی جاتی تھیں؟ ان سے پوچھا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی حدیثیں روایت کی جاتی تھیں؟

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۹ھ، تقریب النواوی مع التدریب ج ۲ ص ۲۲۰-۲۲۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۴۹۲ھ  
 ۲۔ حافظ ابوہریرہ عثمان بن عبد الرحمن شہر نووی المعروف بابن الصلاح متوفی ۷۴۳ھ، علوم اکابر ص ۲۶۷-۲۶۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۴۸۸ھ



تھے اذ انھوں نے کہا صلح کیا! انھوں نے کہا یہ لوگ اہل مکہ اور اہل مدینہ تھے اور ان کے درمیان رہتے رہتے تھے اور اعراب (وہ بھاتی) تھے اور جو صحابہ آپ کے ساتھ حجۃ الوداع میں تھے۔ سب نے آپ کو میدان عرفات میں دیکھا اور آپ سے سلام کیا۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

**طبقات صحابہ کا بیان** طبقات صحابہ میں اختلاف ہے، امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری نے صحابہ کے بارہ طبقات بتقریب کیے ہیں:

- ۱۔ جو صحابہ مکہ میں اسلام لائے مثلاً خلفاء الراشدین۔ ۲۔ اصحاب دارالندوہ۔ ۳۔ مہاجرین حبشہ۔ ۴۔ اصحاب عقبہ اولیٰ۔ ۵۔ اصحاب عقبہ ثانیہ (یہ اکثر انصار ہیں)۔ ۶۔ مہاجرین اولین جو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے قبا میں پہنچے۔ ۷۔ اہل بدر۔ ۸۔ بدر اور حدیبیہ کے درمیانی عرصہ میں ہجرت کرنے والے صحابہ۔ ۹۔ اہل بیت رضوان۔ ۱۰۔ حدیبیہ اور فتح مکہ کے درمیانی عرصہ میں ہجرت کرنے والے صحابہ، مثلاً حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمر بن العاص۔ ۱۱۔ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہونے والے صحابہ۔ ۱۲۔ وہ بچے جنہوں نے فتح مکہ اور حجۃ الوداع کے موقع پر آپ کو دیکھا۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

صحابہ میں افضل علی الاطلاق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، اس پر اہل سنت کا اجماع ہے، پھر حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما ہیں، یہ جمہور اہل سنت کا قول ہے، علامہ خطابی نے کہا حضرت علی حضرت عثمان سے افضل ہیں ابو بکر بن خزیمہ کا بھی یہی قول ہے، امام مالک، قاضی عیاض، علامہ قرطبی اور امام الحرمین نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔ تدریب النوادی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ خلفاء اربعہ سب سے افضل ہیں، پھر عشرہ مبشرہ ہیں، پھر اہل اُحد ہیں، پھر اصحاب بیعت رضوان ہیں، پھر انصار میں سابقین اولین ہیں یہ وہ ہیں جنہوں نے قبلتین کی طرف نانہ پڑھی، سب سے پہلے حضرت ابو بکر اسلام لائے اور سب سے آخر میں حضرت ابوالطفیل عامر بن رباح لیثی سلمہ میں فوت ہوئے، ایک قول سلمہ کا اور ایک قول شامی کا ہے، اور ان سے پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ سلمہ میں فوت ہوئے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

**تابعین کا بیان** جس نے صحابی سے ملاقات کی وہ تابعی ہے، حاکم نے کہا ان کے پندرہ طبقات ہیں، پہلا طبقہ وہ ہے جس نے عشرہ مبشرہ کو پایا، ان میں تیس بن ابی حازم اور ابن السیب وغیرہ ہیں اور اس پہلے طبقہ کے قریب وہ ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں اولاد صحابہ سے پیدا ہوئے، جیسے عبد اللہ بن ابی طلحہ،

ابی امام، سعد بن مہل بن حنیف، ابی اور سبیس خولانی وغیرہ۔

۱۔ حاکم ابو عمر عثمان بن عبد الرحمن شہر نووی المعروف بابن الصلاح متوفی ۶۴۲ھ، علوم الحدیث ص ۲۶۸۔ ۲۶۹ مطبوعہ مکتبۃ المدینہ منورہ، ۱۱۲۰ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۹ھ، القریب النوادی مع التدریب ج ۲ ص ۲۲۹۔ ۲۳۲، ملخصاً مطبوعہ مکتبۃ علمیہ مدینہ منورہ، ۱۴۱۲ھ

۳۔ القریب النوادی مع التدریب ج ۲ ص ۲۳۴۔ ۲۳۵



علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

### مختصر میں کا بیان

اُس کو نہیں دیکھا، اور عدان کو صحبت حاصل ہوئی، یہ علامہ حدیث کی اصطلاح ہے، امام مسلم نے بشیر بن عمر کو مختصر میں ذکر کیا ہے اور وہ تہجرت کے بعد پیدا ہوئے تھے۔ اہل نکتہ کی اصطلاح میں مختصر میں ان لوگوں کو کہتے ہیں، جن کی آدمی عمر جاہلیت میں اور آدمی عمر اسلام میں گزری خواہ انھوں نے صحابہ کو پایا ہو یا نہیں، ان دونوں اصطلاحوں کے درمیان عدم خصوص من وجہ ہے، لہذا حکیم بن خزام نفی اعتبار سے مختصر میں ہیں، امام مسلم نے بیس مختصر میں کا بیان کیا ہے اور ان کی تعداد اس سے بھی زیادہ ہے۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

### اکابر اور افاضل تابعین کا بیان

اکابر تابعین میں اہل مدینہ میں سے سات فقہاریں: (۱) سعید بن المسیب (۲) قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق (۳) عمرو بن زبیر (۴) خارجہ بن زید بن ثابت (۵) ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوف (۶) عبید اللہ بن عبد الرحمن بن عوف بن مسعود، سلیمان بن یسار، اھلالی، ابویوب، ابن المبارک نے ابوسلمہ کے جگہ سالم بن عبد اللہ بن عمر اور ابو الزناد نے ان کی جگہ ابو بکر بن عبدالرحمن کا شمار کیا ہے۔

امام ابن المدینی نے بارہ فقہار تابعین کا ذکر کیا ہے: (۱) ابن المسیب (۲) ابوسلمہ (۳) قاسم (۴) خارجہ (۵) اس کا بھائی اسماعیل (۶) سالم (۷) حمزہ (۸) زید (۹) عبید اللہ (۱۰) بلال، مؤخر الذکر پانچوں حضرات ابن عمر کے بیٹے ہیں، ابان بن عثمان (۱۱) قیس بن ذریب۔

امام احمد نے کہا افضل التابعین سعید بن مسیب ہیں، ان سے کہا گیا اور علقمہ اور اسود تو انھوں نے کہا وہ بھی ہیں، ان سے ایک روایت یہ ہے کہ ابو عثمان نہدی اور قیس بن ابی حازم سے افضل کوئی نہیں ہے اور علقمہ اور مسروق بھی بلند درجہ تابعی ہیں۔

ابو عبد اللہ بن خلیفہ نے کہا اہل مدینہ سعید بن مسیب کو افضل التابعین کہتے ہیں، اہل کوفہ اویس قرنی کو اور اہل بصرہ حسن بصری کو افضل التابعین کہتے ہیں، امام احمد نے کہا عطاء مکہ کے مفتی تھے اور حسن بصری بصرہ کے مفتی تھے۔ بلقیانی نے کہا تابعین میں سے سب سے پہلے ابو زید عمر بن زید کی وفات ہوئی، یہ ۳۳ھ میں خراسان یا آذربائیجان میں قتل کر دیے گئے تھے، اور سب سے آخر میں علف بن علیہ کی وفات ہوئی یہ ۱۸۰ھ میں فوت ہوئے۔

مسند، اسناد کا اسم مفعول ہے جس کا معنی ہے اخافت کرنا اور نسبت کرنا۔

### حدیث مسند کی تعریف

اور اس کی اصطلاحی تعریف یہ ہے:

ما اتصل بسند لا مرفوعاً الى النبی صلی اللہ علیہ وسلم جس حدیث مرفوع کی بھی صلی اللہ علیہ وسلم تک

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۳۹-۲۳۸، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۲۳۳-۲۳۰، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ



علیہ وسلم۔

سند متصل ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

هو موضوع صحابی بسند ظاہرۃ

الاتصال۔

یہ صحابی کی روایت کہ وہ حدیث ہے جس کی سند ظاہر

متصل ہو۔

صحابی کی قید سے تابعی کی روایت نکل گئی کیونکہ وہ مرسل سے اسی طرح تبع تابعی یا اس سے نیچے درجہ کی روایت نکل گئی کیونکہ وہ متصل یا مطلق ہے، اور یہ ظاہر اتصال کی قید سے وہ حدیث نکل گئی جو بہ ظاہر منقطع ہے، اور جو حدیث حقیقتہً متصل ہو وہ اس میں بطریق اولیٰ داخل ہوگی، اور یہ ظاہر کی قید کا یہ فائدہ ہے کہ انقطاع حقیقی، مثلاً بدقتیں کی مسنن حدیث یا جن مسانیر کی مروی حدیث سے طوائف ثبات نہیں وہ بھی سند کی تعریف میں داخل ہوگئی کیونکہ اندہ کا اس کے سند ہونے پر اتفاق ہے۔ اس کی مثال یہ حدیث ہے، الامم بخاری روایت کرتے ہیں:

محمد بن المنثري، عبد الوهاب الثقفي، ايوب الزبلي قلابه،

حدثنا محمد بن المنثري قال ثنا عبد الوهاب

ابو حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

ثقفی قال ثنا ايوب عن ابي قلابه عن انس

عليه السلام نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن

قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا

نہیں جو گا، جب تک اس کے نزدیک میں اس کے والد

يؤمن احداكم حتى اكون احب اليه من والده

اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

ولد، والناس اجمعين۔

الزمر سے نکتہ اتصال، انقطاع کی غلطی اور اس کی اصلاحی تعریف کے متعلق علامہ نووی

الزمر سے نکتہ اتصال، انقطاع کی غلطی اور اس کی اصلاحی تعریف کے متعلق علامہ نووی

حدیث متصل کی تعریف لکھتے ہیں:

جس حدیث کی سند متصل ہو خواہ وہ مرفوع ہو یا کسی

هو ما اتصل اسناداً مرفوعاً كان او

پر مشابہ موقوف ہو، اس کو موصول بھی کہتے ہیں

موقوفاً على من كان ويسمى الموصول۔

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے جو یہ لکھا ہے کہ خواہ کسی پر موقوف ہو، اس کے اعتبار سے یہ تعریف اقوال تابعین کو بھی شامل ہے، اور حافظ ابن الصلاح نے اس کو صرف مرفوع اور موقوف میں منحصر رکھا ہے۔ موقوف کی مثال ہے جیسے مالک از نايف از ابن عمر از عمر رضی اللہ عنہ عراقی نے یہ کہا ہے کہ جب اقوال تابعین کی اسناد متصل ہوں قرآن کو مطلقاً متصل نہیں کہتے، البتہ تفسیر کے ساتھ قرآن کو متصل کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ ان کے کلام میں واقع ہے جیسے کہتے ہیں یہ سعید بن مسیب تک متصل ہے یا زہری تک متصل ہے یا مالک تک متصل ہے اور اس میں شک نہ ہے کہ اقوال تابعین کو حدیث موقوف کہتے ہیں۔ اب اگر اس کو متصل بھی کہیں قرآنیک چیز کا وہ متفاد موقوفوں سے اتصال لازم آئے گا۔

۱۔ حافظ ابن المنفلوطی احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح مختصرہ مشکوٰۃ ص ۵۵۔ ۵۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۳۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۴۶ھ، التقریب التواضی مع التدریج ج ۱ ص ۱۸۲، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریج التدریج ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ







خلاصہ یہ ہے کہ جس حدیث میں ہے کوئی مریض متعدی نہیں ہوتا اس کا محمل یہ ہے کہ مریض خود بخود متعدی نہیں ہوتا، اور جس حدیث میں ہے جذام کے مریض سے بھاگو، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مریض متعدی ہوتا ہے اس کا محمل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مریض کے ساتھ اختلاط کو مریض کے متعدی ہونے کا سبب بنا دیا ہے جیسے اور اسباب بنائے ہیں لیکن کبھی اس میں مختلف بھی ہو جاتا ہے اور اختلاط کے باوجود مریض متعدی نہیں ہوتا۔

**حدیث ناسخ اور منسوخ کا بیان** | حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: اگر دو حدیثیں متعارض ہوں اور یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں حدیث مؤخر ہے اور فلاں مقدم ہے تو مؤخر کو ناسخ اور مقدم کو منسوخ کہتے ہیں، نسخ کا علم کئی ذرائع سے ہوتا ہے اور سب سے مزید یہ ہے کہ خود حدیث میں یہ تصریح ہو جیسے امام مسلم نے حضرت برید سے روایت کیا ہے: **كنت نهيتكم عن زيارة القبور** تم قبروں کی زیارت نہ کرو۔

دوسری قسم یہ ہے کہ کسی صحابی نے تصریح کی ہو کہ یہ حدیث متاخر ہے، جیسا کہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

كان اخرا لامر من رسول الله صلى الله عليه وسلم ترك الوضوء مما مسته الماء - لے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری فعل یہ تھا کہ آپ نے آگ پر کچی ہوئی چیز کے اچھرنے سے وضو کرنے کو ترک فرما دیا تھا۔

تیسری صورت یہ ہے کہ مؤخر اور ناسخ حدیث کی معرفت تاریخ سے حاصل ہو، علامہ سیوطی لکھتے ہیں: امام ابو داؤد اور نسائی نے حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: **افطر الحاجو والمحجوم** - کاروانہ ٹوٹ گیا۔

امام شافعی نے فرمایا یہ حدیث امام مسلم کی اس روایت سے منسوخ ہے۔ **عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم احتجج وهو محرم صاعد**۔  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے میں فصہ نکلانی دیاں حالیکہ آپ محرم تھے۔

چونکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ساتھ ساتھ کرجیۃ الوداع کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محرم تھے اور حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ نے ساتھ ساتھ کرجیۃ کے زمانہ میں روایت کی تھی۔ اور چوتھی صورت یہ ہے کہ اجماع کی ولایت سے کسی حدیث کو منسوخ قرار دیا جائے، مثلاً امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت معاویہ سے روایت کیا ہے جو شخص چوتھی بار شراب پیئے اس کو قتل کر دو، اور اس پر اجماع ہے کہ شرابی کو قتل نہیں کیا جاتا، اجماع حدیث کا ناسخ نہیں ہے، لیکن وہ نسخ پر ولایت کرتا ہے اور مزید بحث صورت



میں اس کی تائید سنت میں بھی موجود ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جس نے چوتھی بار شراب پی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھڑے لگائے اور قتل نہیں کیا، اسی طرح زہری نے قیس بن ذریب سے روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ابن حجر عسقلانی دیکھتے ہیں:

جو صحابی بعد میں اسلام لایا ہو اگر اس کی روایت اس صحابی کے معارض ہو جس سے پہلے اسلام لایا تھا تو متاخر کی روایت کو نسخ نہیں قرار دیا جائے گا، کیونکہ ہو سکتا ہے متاخر نے اس حدیث کو اس مقدم سے پہلے یا اس کے ساتھ اسلام لانے والے صحابی سے سنا جو اس کو مرفوع روایت کر دیا ہو یا اگر وہ متاخر الاسلام صحابی یہ تصریح کرے کہ اس نے اس حدیث کو خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو اس کی حدیث کو نسخ قرار دیا جائے گا۔ علامہ سندھی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کہا ہے کہ طلق بن علی کی حسب ذیل روایت حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے منسوخ ہے:

عن طلق بن علی انه قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن مس الرجل ذكوره بعد ما يتوضأ قال هل هو الا بضعه منك -

علق بن علی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کسی شخص نے وضو کے بعد ذکر کو مس کیا تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا وہ تمہارا جسم کا ایک عضو ہی تو ہے!

اور اس کی نسخ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے جس کو امام دارقطنی نے روایت کیا ہے:

عن ابي هريرة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا افطنى احدكم ببذرة الى ذكره ليس بينه وبينها شيء فليتوضأ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بلا حجاب اپنے نوکر کو پکڑے تو وہ وضو کرے۔

امام بخاری نے کہا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، طلق بن علی کے لئے کے بعد اسلام لائے تھے، اس لیے حضرت ابو ہریرہ کی روایت متاخر ہے اور طلق بن علی کی روایت کے لیے ناسخ ہے۔ لیکن حافظ ابن حجر عسقلانی نے جو قاعدہ بیان کیا ہے اس کے مطابق حضرت ابو ہریرہ کی روایت کو نسخ قرار دینا صحیح نہیں ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ نے اپنے غزوہ شے کی تصریح نہیں کی، علاوہ ازیں حضرت ابو ہریرہ کی روایت میں ضعف ہے کیونکہ اس کی سند میں یزید بن عبد الملک، ضعیف راوی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس کی نظیر حضرت جریر کی حدیث ہے، کیونکہ ہر چند کہ وضو پہلے سے فرض تھا لیکن اس کی

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۲ ص ۱۹۲-۱۹۱، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ حافظ ابراہیم الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح نخبۃ الفکر ص ۴۸، مطبوعہ رحیم اکیڈمی ملتان

۳۔ علامہ محمد اکرم سندھی من علامہ قرن السعوی عشر، اعلان النظر ص ۹۳-۹۴، مطبوعہ شاہ ولی اللہ اکیڈمی حیدرآباد سندھ



فرصیت کا بیان سورہ مائدہ کی آیت وضو میں نازل ہوا، اور حضرت جریر سورہ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے اور انھوں نے موزوں پر مسج کر کے کی حدیث بیان کی، اس لئے معلوم ہوا کہ جب موز سے پہنے ہوئے ہوں تو پیر وھونے کی فرصیت منسوخ ہو گئی اور اس کی ناسخ حضرت جریر کی حدیث ہے جس سورہ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے ہیں۔ امام ترمذی ربط کرتے ہیں:

عن همام بن الحارث قال قال جرير بن عبد الله ثم توفى ومسح على خفيه قبل له ان يفعل هذا قال وما يمنعني وقد رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل وكان يعجبهم حديث جرير لان اسلامه كان بعد نزول المائدة - له

ہمام بن حارث روایت کرتے ہیں کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور موزوں پر مسج کیا، ان سے کہا گیا آپ اس طرح کر سبے ہیں؟ انھوں نے کہا مجھ کو اس چیز سے کیا مانع ہے، جب کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور ان کو حضرت جریر کی حدیث پسند تھی کیونکہ وہ سورہ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے۔

نیز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن شهر بن حوشب قال رايت جرير بن عبد الله توفى ومسح على خفيه فقلت له في ذلك فقال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم توفى ومسح على خفيه فقلت له اقبل المائدة او بعد المائدة فقال ما اسلمت الا بعد المائدة - له

شہر بن حوشب بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت جریر بن عبد اللہ نے وضو کیا اور موزوں پر مسج کیا میں نے ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انھوں نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور موزوں پر مسج کیا، میں نے پوچھا سورہ مائدہ کے نزول سے پہلے یا بعد؟ انھوں نے کہا میں سورہ مائدہ کے نزول کے بعد ہی تو مسلمان ہوا ہوں۔

لہذا حضرت جریر کے اسلام لانے کا تاریخ سے موزوں کے مسج کی مشروطیت پر استدلال کیا گیا ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

اگر دو حدیثیں متعارض ہوں اور تاریخ کا پتہ نہ مل سکے، اور سند یا متن کے لحاظ سے ایک حدیث کو کسی وجہ سے دوسری حدیث پر ترجیح دینا ممکن ہو تو ایک حدیث کو رائج اور دوسری کو مرجوح قرار دیا جائے گا اور دونوں احادیث میں سے کسی ایک پر بھی عمل نہیں ہو سکے گا اور ان پر توقف کیا جائے گا۔

۱۔ امام ابو یوسف بن محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۲۔ جامع ترمذی ص ۴۰،

۳۔ حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، شرح منہج الفکر ص ۴۹-۴۸، مطبوعہ رحیم آباد کراچی

**اعتبار، متابع اور شاہد کا بیان** | اگر سند حدیث میں کوئی راوی ایسے شیخ سے اس حدیث کی روایت میں متفق ہو اور اس سے یہ معلوم ہو کہ جس راوی کو اس کے شیخ سے روایت کرنے میں متفق و مجہول تھا اس کی متابعت ایک اور راوی بھی کر رہا ہے تو وہ حدیث غرائب سے نکل جاتی ہے اور اس متفق راوی کو متابع اور اس کی متابعت کرنے والے راوی کو متا پیاء اس کے شیخ کو متابع علیہ کہتے ہیں اور اس عمل کو اعتبار اور متابعت کہتے ہیں، نیز اگر دوسرا راوی متفق کے شیخ سے روایت کرے تو اس کو متابعت تامہ کہتے ہیں اور اگر دوسرا راوی متفق کے شیخ الشیخ سے اس حدیث کو روایت کرے تو اس کو متابعت قاصرہ کہتے ہیں نیز اگر وہ دوسرا راوی اسی حدیث کو بلفظ روایت کرے تو اس حدیث کو متا پیاء کہتے ہیں اور اس کے لیے مثلاً کا لفظ ذکر کرتے ہیں اور اگر وہ دوسرا راوی اس حدیث کے ہم معنی حدیث روایت کرے تو اس حدیث کو شاہد کہتے ہیں اور اس کے لیے نحوہ کا لفظ لاتے ہیں، حافظ ابن حجر نے یہ لکھا ہے کہ متابعت میں اسی صحابی سے روایت ہوئی ہے اور شاہد میں کسی اور صحابی سے وہ حدیث مروی ہوئی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے شرح منجۃ اللکرمین ان تمام امور کی مثالیں دی ہیں، جن کو ہم ان کے حوالے سے ذکر کر رہے ہیں:

متابع تام کی مثال: امام شافعی نے کتاب الام میں یہ حدیث روایت کی ہے:

عن مالك عن عبد الله بن دينار عن عبد الله بن عمر رضي الله عنهما ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تصوموا حتى ترووا الهلال ولا تفطروا حتى تروا فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين.	از مالک از عبد اللہ بن دینار از عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عیدینہ انیس دن کا (بھی) ہوتا ہے تم جب تک چاند نہ دیکھو روزے نہ رکھو اور جب تک چاند نہ دیکھو عید نہ کرو اگر تم پر چاند مخفی رہے تو تیس دنوں کی گنتی پوری کرو۔
---	---

لوگوں نے یہ گمان کیا کہ ان الفاظ کے ساتھ امام مالک سے روایت کرنے میں امام شافعی متفق ہیں اور ان کی اس حدیث کو غریب قرار دیا، کیونکہ امام مالک کے دوسرے اصحاب (شاگردوں) نے اسی سند سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کی ہے:

فان غم عليكم فاقدروا له۔ اگر چاند تم پر مخفی رہے تو اس کا اہلازہ کرو۔

لیکن ہم کو امام شافعی کی روایت کا ایک متابع مل گیا کیونکہ عبد اللہ بن مسلمہ القعنبي نے بھی اس حدیث کو امام مالک سے اسی الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے اور یہ متابعت تامہ ہے: اس حدیث کو امام بخاری نے روایت کیا ہے:

حدثنا عبد الله بن مسلمة ثنا مالك عن عبد الله بن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: لا تصوموا حتى ترووا الهلال ولا تفطروا حتى ترووا فان غم عليكم فاكملوا العدة ثلاثين.

اس سند میں امام شافعی متابع ہیں، عبد اللہ بن مسلمہ متابع ہیں، اور امام مالک متابع علیہ ہیں اور یہ متابعت تامہ ہے۔



امام شافعی کا ایک متابع قاصر بھی ہے کیونکہ عاصم بن محمد نے اس حدیث کو امام شافعی کے شیخ شیخ الشیخ یحییٰ بن حضرت ابن عمر سے اکلوا ثلاثین کے الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے، اس حدیث کو امام ابن خزیہ نے روایت کیا ہے اور اس کی سند یہ ہے:

عن عاصم بن محمد عن ابیہ عن محمد بن زید عن جده عبد اللہ بن عمر -  
 (صحیح ابن خزیہ اب حبيب گئی ہے اور اس میں حضرت ابن عمر کی یہ روایت ہے فان غم علیکم فاکملوا ثلاثین  
 مگر حدیث کا ابتدائی متن اور اس کی سند حافظ ابن حجر کے بیان کردہ سند اور متن سے مختلف ہے۔ صحیح ابن خزیہ ج ۲  
 ص ۲۰۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۵ھ، سعیدی غفرلہ)

اور صحیح مسلم میں یہ حدیث اس طرح ہے:

عبد اللہ عن نافع عن ابن عمر .... فان اغمی علیکم فاکملوا ثلاثین یوماً صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ مجمع المطابع کراچی)

یہ حدیث اسی صحابی سے مروی ہے اور یہ لفظاً متابعت نہیں ہے معنی ہے کیونکہ اس میں اکلوا کا لفظ نہیں ہے۔  
 اور اگر اس حدیث کا متن کسی اور صحابی سے مروی ہو اور اس کے لفظاً اور معنی مشابہ ہو تو اس کو شاہد کہتے ہیں اور اس کی مثال یہ ہے:

امام شافعی روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن دینار عن محمد بن جہین عن ابن عباس - فان غم علیکم فاکملوا العدة ثلاثین (نسائی ج ۱ ص ۲۱۵، مطبوعہ کراچی)  
 اور شاہد کہ کسی کی مثال یہ ہے: امام بخاری روایت کرتے ہیں:

محمد بن زیاد عن ابی ہریرۃ .... فان اغمی علیکم فاکملوا عدة شعبان ثلاثین (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵۶)  
 بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ متابعت وہ ہے جو لفظاً مشابہ ہو، عام ازیں کہ اسی صحابی سے روایت ہو یا کسی اور سے  
 اور شاہد وہ ہے جو معنی مشابہ ہو، عام ازیں کہ اسی صحابی سے ہو یا کسی اور سے، اور کبھی متابع اور شاہد کا ایک دوسرے پر  
 الطلاق جزماتا ہے۔ لہ

علامہ نووی کہتے ہیں:

**زیادات ثقات کا بیان** | ثقہ راویوں کا حدیث میں کسی لفظ کو زیادہ روایت کرنا، یہ بھی ایک لطیف فی ہے جبکہ  
 فقہاء اور محدثین کا مذہب یہ ہے کہ ثقہ راویوں کی زیادتی کو مطلقاً قبول کیا جاتا ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ زیادات ثقات  
 مطلقاً نامقبول ہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ جس نے اس حدیث کو ناقص روایت کیا ہے اگر اس کے غیر نے اس کو زیادہ  
 روایت کیا ہے تو مقبول ہے اور اگر ناقص روایت کر لے والے نے ہی دوبارہ زیادہ الفاظ روایت کیے ہوں تو پھر وہ  
 مقبول نہیں ہے، اور شیخ راہب (الاصلاح) نے زیادتی کی کئی قسمیں بیان کی ہیں:  
 ۱۔ وہ زیادتی جس میں ثقہ راویوں کی مخالفت ہو وہ مردود ہے۔

- ۲۔ جس زیادتی میں کسی ثقہ راوی کی مخالفت نہ ہو مثلاً کوئی ثقہ راوی حدیث کے کسی جملہ کے ساتھ متفق ہو تو وہ مقبول ہے۔  
 عطیب نے کہا اس پر تمام علماء کا اتفاق ہے۔
- ۳۔ حدیث میں کسی ایسے لفظ کی زیادتی جس کو باقی تمام راوی ذکر نہ کرتے ہوں، جیسے حدیث میں ہے: جعلت لی الارض مسجد او طہوراً۔ "تمام زمین میرے لیے مسجد اور تحیم (کا آلہ) بنا دی گئی ہے" اور مالک اشجعی اس حدیث میں اس لفظ کی زیادتی کے ساتھ متفق ہے: و تو بتھا طہوراً۔ "اور اس کی مٹی پاک کرنے والی ہے" شیخ بن السراج نے کہا ہے کہ یہ قسم پہلی قسم کے مشابہ ہے یعنی ثقہ راویوں کی مخالفت کی وجہ سے مردود ہے، اور دوسری قسم کے مشابہ ہے کیونکہ یہ زیادتی ثقہ راویوں کی روایت کے منافی نہیں ہے، اس لیے مقبول ہے، اور صحیح قول دوسرا قول ہے، یعنی یہ زیادتی مقبول ہے۔ لہٰذا علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

زیادات الشکات کی حسب ذیل مثالیں ہیں:

- ۱۔ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے:  
 عن ابن مسعود قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم: أي العمل أفضل؟ قال: الصدقة لو قتها۔
- حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کون سا عمل افضل ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا۔

- حسن بن کرم اور بخاری نے اپنی روایتوں میں یہ زیادتی کی فی اول وقتھا "یعنی نماز کو اس کے اول وقت میں پڑھنا" حاکم اور ابن حبان نے اس زیادتی کو صحیح قرار دیا۔
- ۲۔ امام بخاری اور امام مسلم روایت کرتے ہیں:  
 عن النضر بن بشار قال: سألت رسول الله صلى الله عليه وسلم: أي العمل أفضل؟ قال: الصدقة لو قتها۔
- حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان کے کلمات دو بار اور اقامت کے کلمات ایک ایک بار پڑھیں۔

- سنا کہ بن عطیہ نے اس میں زیادتی کی الا اقامۃ۔ "حاکم اور ابن حبان نے کہا یہ زیادتی صحیح ہے۔"
- ۳۔ عن علي بن السنه وكاء العين۔
- سمر بن کا حلقہ: آنکھ کا سر بند ہے، یہ مضموع المعنی ہے، یعنی آنکھ سمر بن کا سر بند ہے، کیونکہ جب تک آدمی جاگ رہتا ہے سمر بن کو بھینچ کر رکھتا ہے اور جب بخار خارج ہونے نہیں دیتا اور جب آدمی سو جاتا ہے تو سمر بن کا حلقہ کھل جاتا ہے اور بخار خارج ہو جاتی ہے۔



ابراہیم بن موسیٰ نے اس میں یہ زیادت کی ہے ضمن نام خلیفہ صلی اللہ علیہ وسلم پس جو آدمی سوچا ہے وہ وضو کرے یا نہ  
 اساتذہ سے تحمل اور اخذ حدیث کے آٹھ طریقے ہیں: سماع، قرآن، اجازت، مناظرہ  
 مکاتیب، اعلام، وصیت اور وجاہت۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

**سماع:** محدثین کے نزدیک سماع سے مراد ہے کہ شاگرد اساتذہ کے الفاظ سننے، عوام اساتذہ کسی کتاب سے  
 یہ الفاظ پڑھ کر سنا رہا ہو یا اپنے حافظہ سے عوام وہ اپنے شاگرد کو کہتا ہے یا نہیں۔ حدیث کا لڑوی حبیب مدنی اخبارنا  
 انباء، ذکر لیا قال لک کہتا ہے قرآن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرے اساتذہ نے مجھے یہ حدیث سنائی، امام احمد  
 نے فرمایا حدیثنا اور اخبارنا میں کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ بعض متاخرین نے یہ کہا جب اساتذہ خود بیان کرے تو  
 شاگرد حدیث کہے اور جب شاگرد نے خود حدیث پڑھی تو قرأت کہے اور جب شاگرد کسی اور ساتھی نے اساتذہ  
 کو حدیث پڑھ کر سنائی ہو تو قرئی علیہ وانا اسمع کہے اور یہ بھی اصطلاح ہے کہ جب ایک اساتذہ کو پڑھ کر سنا ہے تو  
 اخصیفی کہے اور کسی ساتھی نے پڑھ کر سنائی ہو تو اخبارنا کہے۔ سنہ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

**قرأت:** سے مراد ہے شیخ کے سامنے پڑھنا، اکثر محدثین اس کو عربی بھی کہتے ہیں، عوام تم نے خود  
 پڑھا ہو یا تمہارے غیر نے پڑھا ہو، اور تم کسی کتاب سے یا اپنے حافظہ سے سن رہے ہو، جب کہ شیخ نے  
 اپنی اصل کے سامنے رکھا ہو یا اس کے کسی مسموع نے عوام شیخ کو وہ روایت محفوظ ہو یا نہ ہو، امام مالک اور ان کے  
 اصحاب اور اشیاع کے نزدیک قرأت، سماع کے مساوی ہے، اور جہور اہل مشرق کے نزدیک سماع، قرأت پر ترجیح  
 ہے اور امام ابوحنیفہ اور ابن ابی ذئب وغیرہ اور ایک روایت کے مطابق امام مالک کے نزدیک قرأت، سماع پر ترجیح  
 ہے، اس میں غلط طریقہ یہ ہے کہ لڑوی یوں کہے قرأت علی فلان یا قرئی علیہ وانا اسمع فاقرب۔ سنہ

علامہ نووی لکھتے ہیں:

**اجازت:** اجازت کی سات اقسام ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) ایک معین اساتذہ (مثلاً امام بخاری) معین شاگرد (مثلاً امام مسلم) کو اجازت دے اور کہے میں تم کو صحیح بخاری کی یا اپنی  
 ان روایات کو روایت کرنے کی اجازت دیتا ہوں۔ جہور کے نزدیک اس طریقہ سے حدیث کو روایت کرنا جائز  
 ہے، بعض ظاہریہ نے اس کو ناجائز کہا ہے لیکن ان کا قول باطل ہے۔

(۲) ایک شخص کسی غیر معین چیز کی اپنے غیر کو اجازت دے مثلاً کہے میں اپنی تمام مسومات کی اجازت دیتا ہوں، اس میں  
 بھی اختلاف ہے، لیکن جہور نے اس کو جائز کہا ہے۔

۱۔ علامہ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، تدریب الراوی ج ۱ ص ۲۴۸-۲۴۹، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ

۲۔ حافظ ابوبکر احمد بن علی المعروف بالخطیب البغدادی متوفی ۴۵۳ھ، الکفای فی علم الروایۃ ص ۲۹۶-۲۹۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۴۹ھ، تقریب الراوی مع التدریب ج ۲ ص ۱۶-۱۷، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۳۹۲ھ



(د)۔ کسی غیر مبین کو عام وصف کے ساتھ اجازت دے مثلاً کہے میں نے مسلمانوں کو اجازت دی یا ہر ایک کو اجازت دی یا اپنے زمانہ والوں کو اجازت دی، اس میں متاخرین کا اختلاف ہے قاضی ابوالطیب اور خطیب وغیرہ نے اس کو جائز کہا ہے۔

(ه)۔ کسی مجہول چیز کی اجازت دے، یا مثلاً وہ سنن کی کئی کتابوں کی روایت کرتا ہوا کہے میں نے تم کو سنن کی اجازت دی، یا کہے میں نے محمد بن خالد و شقی کو اجازت دی اور وہاں اس نام کے کئی آدمی ہوں، اس کے جواز میں بھی اختلاف ہے۔

(و)۔ کسی مدغم شخص کو اجازت دے، مثلاً نلاں کے ہاں جو بیٹا پیدا ہوگا اس کو اجازت دی، اس کے جواز میں بھی اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ یہ باطل ہے۔

(ز)۔ مجیز نے کسی حدیث کو حاصل کیا ہوا وہ یہ اجازت دے کہ جب وہ اس کو حاصل کر لے تو مجاز اس کی روایت کرے۔ اس میں بھی اختلاف ہے۔

(ح)۔ ایک شخص کو جن روایات کی اجازت ملی ہو اس کی اجازت دے، مثلاً کہے میں تم کو اپنی محاذات کی اجازت دیتا ہوں، بعض لوگوں نے کہا یہ ناجائز ہے، اور جمہور کے نزدیک یہ جائز ہے، امام دارقطنی، امام ابن عساکر، امام ابونعیم، امام ابوالفتح نصر المقدسی وغیرہم نے اس پر اتفاق کیا ہے۔

علامہ نووی کہتے ہیں:

**مناولہ** مناولہ کی دو قسمیں ہیں، مناولہ مجرودہ اور مناولہ مضمونہ بالاجازۃ۔ مناولہ مضمونہ، انواع اجازت کی سب سے اعلیٰ قسم ہے، اس کی متعدد صورتیں ہیں:

(۱)۔ شیخ، طالب کو اپنے سماع کی اصل یا نقل دے اور کہے میں نے فلاں شخص سے ان احادیث کو روایت کیا ہے اب تم ان کو روایت کرو، یا کہے میں نے تم کو اپنی طرف سے ان کو روایت کرنے کی اجازت دی، پھر اس تحریر کو اس کی ملک کر دے تاکہ وہ اس کو لکھ لے۔

(ب)۔ طالب نے شیخ سے سن کر جو احادیث لکھی ہیں وہ اپنی مصروفیات شیخ کو دے، شیخ ان کا مطالعہ کرے وہاں مالیک وہ حاضر و ناغ ہو، پھر وہ اس کو واپس کر کے یہ میری حدیثیں یا میری روایات ہیں ان کو مجھ سے روایت کرو، یا کہے میں نے تمہیں ان کو روایت کرنے کی اجازت دی، بہ کثرت اللہ حدیث نے ان کا نام عرض رکھا ہے اور چونکہ قرأت کو بھی عرض کہتے ہیں، اس لیے اس کو عرض المناولہ کہنا چاہیے اور اس کو عرض القرۃ۔ زہری، ربیعہ، یحییٰ بن سعید انصاری، عبادہ شیبی، علقمہ، ابراہیم، ابوالعالیہ، ابوالزہیر، ابوالمنکر، مالک، ابن وہب، ابن القاسم اور دیگران کے نزدیک یہ مناولہ بمنزلہ سماع ہے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ یہ سماع اور قرأت سے کم درجہ کا ہے۔ ثوری، اوذاعی، ابن المبارک، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، بریطی، مزنی، امام احمد اسحاق، یحییٰ بن یحییٰ اور دیگران کا یہی قول ہے۔

(ج)۔ شیخ، طالب کو اپنی مصروفیات دے اور ان کو روایت کرنے کی اجازت دے، پھر شیخ اس کو ان کا مالک بنانے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، تقریب النوازی مع التدریب ج ۲ ص ۳۰-۲۹، منشأ مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدینہ منورہ ۱۴۰۲ھ







میں اس کے ہاتھ سے لکھا ہوا تھا حدیثا للاں، پھر پوری سند اور متن بیان کرے، یا یہ کہے کہ میں نے فلاں شخص کی فلاں سے روایت پڑھی۔ اس پر شروع سے لے کر اب تک عمل ہو رہا ہے، بعض لوگوں نے بے نیکی پن سے اس میں حدیثا و اخیر ناجی کہا اصرار پر اکر کیا گیا۔ لے

**اسناد عالی اور اسناد نازل اور ان کی اقسام کا بیان** | اسناد عالی و اسناد نازل: ایک حدیث دو سندوں سے مروی ہو ایک سند میں رجال کم، مومن اور دوسری میں زیادہ ہوں تو جس سند میں کم رجال ہوں اس کو اسناد عالی اور جس سند میں زیادہ رجال ہوں اس کو اسناد نازل کہتے ہیں۔

اسناد عالی کی پانچ قسمیں ہیں، ایک قسم علم مطلق ہے باقی علویہ ہیں:

- (۱) - سند صحیح تطبیق کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب، یہ علم مطلق ہے۔
  - (۲) - ائمہ حدیث میں سے کسی امام کا قرب خواہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک رجال زیادہ ہوں مثلاً سند صحیح کے ساتھ ائمہ، ابن جریر یا مالک کا قرب۔
  - (۳) - صحاح ستہ یا دیگر کتب معتبرہ کے رجال میں سے کسی راوی کے ساتھ سند صحیح سے قرب۔
  - (۴) - راوی کی وفات مقدم ہونے کی وجہ سے علو، از بیعتی، از مالک یہ سند اس سند سے عالی ہے، از ابی بکر بن خلف از مالک، کیونکہ بیعتی کی وفات ابوبکر بن خلف سے پہلے ہے، اس صورت میں ہر چند کہ عدد برابر ہیں کیونکہ دونوں میں دو راوی ہیں لیکن علو تقدم وفات کی وجہ سے ہے۔
  - (۵) - تقدم سماع کی وجہ سے علو مثلاً ایک شیخ سے دو راویوں نے سماع کیا ایک نے اس وقت سماع کیا جب شیخ کی عمر چالیس سال تھی اور دوسرے نے اس وقت سماع کیا جب شیخ کی عمر ساٹھ سال تھی تو خواہ سند میں رجال کے عدد برابر ہوں لیکن جس نے شیخ سے پہلے سماع کیا ہے اس کی سند عالی ہے اور یہ علو اس وقت اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے جب آخر عمر میں شیخ کا ماقضہ کمزور یا مشغل ہو گیا ہو۔
- دوسری قسم ائمہ حدیث میں سے کسی کا قرب ہونا ہے اس کی چار قسمیں ہیں موافقت، بدل، مساوات، مصافحہ۔

موافقت: موافقت کا مطلب یہ ہے کہ حدیث کی کسی کتاب کے مؤلف کے شیخ تک کسی دوسری سند سے پہنچ جائیں جس میں اس سے کم رجال ہوں مثلاً امام بخاری ایک حدیث از قتیبہ از مالک روایت کرتے ہیں، اب کوئی دوسرا شیخ کسی اور سند سے یہی روایت قتیبہ سے روایت کرے اور اس سند میں امام بخاری کی بہ نسبت کم رجال ہوں۔

بدل: اگر کوئی شخص مؤلف کتاب کے شیخ یا شیخ تک کسی اور سند سے پہنچ جائے اور اس کی سند میں رجال کم ہوں تو اس کو بدل کہتے ہیں مثلاً مذکورہ الفدر سند میں کوئی شخص قتیبہ از مالک روایت کرے تو اس صورت میں قضی







القائم صلی اللہ علیہ وسلم وقال خلق الله الارض يوم السبت الحديث فقد تسلسل لنا تشبيك كل واحد من رواة يمد من رواه عنه - ۱۰

کہ ابراہیم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ہاتھ میں ڈالا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہفتے کے دن زمین کو پیدا کیا الحديث، پھر جریر بن عبد اللہ نے اپنے راوی کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر یہ حدیث روایت کی۔

علامہ بخاری کہتے ہیں:

قول کے تسلسل کی دیگر مثالیں یہ ہیں، سر پر ہاتھ رکھنا، طالب کا ہاتھ پکڑنا، درود شریف پڑھتے وقت ہاتھ کی پانچ انگلیوں سے گنتا، مصافحہ کرنا، نماز میں رفع یدین کرنا، ٹیک لگا کر بیٹھنا، کھانا پلانا، بھجرا دھپانی سے دھونے کا قول اور اہل مدین کے تسلسل کے متعلق مانتہ عراقی نے یہ مثال دی ہے:

حدثنا محمد بن اسماعيل بن ابراهيم انصاري قال انا والدي ويحيى بن علي بن محمد الفلاني قال انا علي بن محمد بن الحسن قال ثنا يحيى بن محمود الثقفي ثنا اسماعيل بن محمد بن الفضل ثنا احمد بن علي بن خلف ثنا محمد بن عبد الله الحارثي ثنا الزبير بن عبد الواحد ثنا يوسف بن عبد الاحد الشافعي ثنا سليمان بن شعيب الكسافي ثنا سعيد الادمي ثنا شهاب بن خراش قال سمعت يزيد الواقفي يحدث عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يجد العبد حلاوة الايمان حتى يؤمنن بالقدر خيرة وشره جلوه ومرة قال وقبض رسول الله صلى الله عليه وسلم على لحيته وقال امنت بالقدر خيرة وشره جلوه ومرة -

محمد بن اسماعیل بن ابراہیم انصاری، اپنے والد اور یحییٰ بن علی بن محمد الفلانی، علی بن محمد بن الحسن، یحییٰ بن محمود ثقفی، اسماعیل بن محمد بن الفضل، احمد بن علی بن خلف، محمد بن عبد اللہ الحارثی، زبیر بن عبد الواحد، یوسف بن عبد الاحد، شافعی، سلیمان بن شعیب کسافی، سعید الادمی، شہاب بن خراش، یزید بن رقاشی، وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس وقت تک بندہ ایمان کی مصافحہ نہیں پاسکتا جب تک کہ اچھی اور بُری، میٹھی اور کڑھی تقدیر پر ایمان نہ لائے، حضرت انس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ڈاڑھی کو میٹھی میں پکڑا اور فرمایا میں اچھی اور بُری، میٹھی اور کڑھی تقدیر پر ایمان لایا۔

پھر حضرت انس نے اپنی ڈاڑھی کو کڑھی میں پکڑ کر کہا میں اچھی اور بُری، میٹھی اور کڑھی تقدیر پر ایمان لایا، پھر زبیر نے اپنی ڈاڑھی کو کڑھی میں پکڑ کر کہا میں اچھی اور بُری، میٹھی اور کڑھی تقدیر پر ایمان لایا، اور شہاب نے اپنی ڈاڑھی کو کڑھی میں پکڑ کر کہا میں اچھی اور بُری، میٹھی اور کڑھی تقدیر پر ایمان لایا، پھر سعید نے، پھر یوسف نے، پھر زبیر نے پھر حاکم نے پھر ابن خلف نے اور اسماعیل نے اور یحییٰ ثقفی نے اور علی بن محمد نے اور یحییٰ بن علی فلانی اور حاکم

۱۰۔ حافض ابن الدین عبد الرحیم بن حسین عراقی متوفی ۸۰۷ھ، التبصرة والذکر شرح الفیہ ج ۲ ص ۲۵۵، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، ۱۴۱۲ھ۔ علامہ ابوالعباس محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المصنف بشرح الفیہ الحدیث ج ۴ ص ۳۸، مطبوعہ دار الامام المطبری، ۱۴۱۲ھ۔











حافظ ابن الصلاح کہتے ہیں :

**اختصار حدیث کے جواز میں مذاہب علماء**

روایت کرنا اور بعض کو روایت نہ کرنا جائز ہے یا نہیں ؟ اس میں اہل علم کا اختلاف ہے۔ بعض علماء نے اس کو مطلقاً ناجائز کہا، ان کا یہ قول روایت بالمعنی کے عدم جواز پر مبنی ہے، بعض علماء روایت بالمعنی کو جائز کہتے ہیں، انہوں نے ایک خاص صورت میں اختصار حدیث سے منع کیا ہے، جب راوی نے دوسری مرتبہ بھی مکمل حدیث بیان نہ کی ہو اور اس کو یہ علم نہ ہو کہ کسی اور نے مکمل حدیث کو بیان کر دیا ہے، پھر اس کا اختصار کرنا جائز نہیں ہے، بعض علماء نے اختصار حدیث کو مطلقاً جائز کہا ہے اور اس کی کوئی تفصیل نہیں کی، ہم نے مجاہد سے روایت کیا ہے کہ حدیث کا جو حصہ چارہم مکمل بیان کرو البتہ اس میں زیادتی نہ کرو۔

صحیح یہ ہے کہ اس میں تفصیل ہے اور وہ یہ ہے کہ عالم اور عارف کے لیے اختصار حدیث کرنا جائز ہے بشرطیکہ اس نے حدیث کا جو حصہ ترک کیا ہے وہ اس کے ذکر کیے ہوئے حصے سے متمیز اور غیر متعلق ہو، اس حیثیت سے کہ اس ترک کیے ہوئے حصے کی وجہ سے اس کے بیان میں خلل نہ ہو جس کو اس نے ذکر کیا ہے اور نہ اس کی دلالت مختلف ہو، اس صورت میں اختصار جائز ہونا چاہیے کیونکہ اس حالت میں ——— اس کا ذکر کیا ہوا حصہ اور ترک کیا ہوا حصہ دو الگ الگ اور مستقل حدیثیں ہیں اور ایک حصہ کا دوسرے کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے، اور وہ شخص بلند مرتبہ والا ہونا چاہیے، جس پر تہمت کی کوئی سبیل نہ ہو اور جو شخص اس پائے کا نہ ہو اور جب اس نے ایک مرتبہ پوری حدیث روایت کی اور جب وہ دوسری بار اس کا بعض حصہ روایت کرے تو اس کو یہ خوف ہو کہ اس پر یہ تہمت لگا ل جائے گی کہ اس نے پہلی بار حدیث میں اس حصہ کا اضافہ کیا تھا جس کو اس نے اپنے شیخ سے نہیں سنا تھا یا اس پر یہ تہمت لگے گی کہ دوسری بار وہ ایک حصہ کو روایت کرنا بھول گیا اور اس میں ضبط کی قوت ہے اور وہ بہت غلطی کرتا ہے تو ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ اپنے نفس سے اس تہمت کو دور کرے اور امام ابو الطلیح لازمی نے کہا ہے کہ جس شخص نے پہلے ایک حدیث کے ایک حصہ کو روایت کیا اور بعد میں یہ ارادہ کیا کہ وہ اس کو مکمل روایت کرے اور اس کو یہ خوف ہو کہ اگر اس نے مکمل حدیث روایت کی تو اس پر حدیث میں زیادتی کرنے کی تہمت لگے تو اس کے لیے جائز ہے کہ وہ زیادتی کو ترک کرے اور اس میں کہتا ہوں کہ ایسے شخص کو ابتداءً مکمل حدیث بیان کرنی چاہیے۔

علامہ سخاوی کہتے ہیں :

جبہود کا مذہب یہ ہے کہ جو علماء روایت بالمعنی کو جائز کہتے ہیں ان کو اختصار حدیث سے اختلاف نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جس نے حدیث کے بعض حصہ کو نقل کیا اور بعض کو حذف کر دیا اور ان کا ایک دوسرے سے رابطہ نہ ہو تو وہ دو متفصل خبروں کے قائم مقام ہیں کسی ایک کا دوسرے سے تعلق نہیں ہے۔

علامہ سخاوی اختصار حدیث پر استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں :

۱۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہر زوری المصنف ابن الصلاح متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۱۹۳-۱۹۲، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ منورہ ۱۴۲۸ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المصنفات بشرح الفیہ الحدیث ج ۳ ص ۱۵۳، مطبوعہ دار الامام الطبری ۱۴۱۳ھ



امام ابو داؤد کو نے (باب رفع الصوت بالقراءة فی صلاة الليل میں) روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! میں نے سنا کہ تم کچھ حصہ اس سورت سے پڑھتے تھے اور کچھ حصہ اس سورت کا پڑھتے تھے تو حضرت بلال نے کہا یہ کام طیب ہے اللہ تعالیٰ بعض کو بعض کے ساتھ جمع کر دیتا ہے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کی تصویر کی۔ نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو ترمنازہ اور خوشن و محرم رکھے جس نے میرے کلام کو سنا اور اس میں زیادتی نہیں کی۔ اگر آپ کے کلام میں کمی کرنا بھی ناجائز ہوتا تو آپ اس کا بھی ذکر فرمادیتے اور جو شخص حدیث کا جتنا حصہ بھی روایت کر رہا ہے وہ اس میں صادق ہے تو ممانعت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ ۱۵

حافظ ابن الصلاح لکھتے ہیں:

**حدیث کی تقطیع میں مذاہب ائمہ** | مصنف کا حدیث واحد کے متن کی تقطیع (پارہ پارہ) کرنا اور

حدیث کے ان ٹکڑوں کو مختلف ابواب میں تقسیم کرنا جواز کے قریب ہے اور عدم جواز سے بعید ہے امام مالک، امام بخاری اور مشہور ائمہ حدیث نے حدیث کی تقطیع کی ہے اور یہ کراہت سے خالی نہیں ہے۔ ۱۶ علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

رشید عطار نے تصریح کی ہے کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، یہ ظاہر امام مسلم کے نزدیک یہ منسحب کیونکہ انھوں نے امام بخاری کی طرح مسائل اور احکام کے استنباط کا قصد نہیں کیا اس لیے وہ اختصار اور تقطیع کے بغیر مکمل حدیث کو وارد کرتے ہیں، امام مالک، امام احمد، امام بخاری، امام ابو داؤد اور امام شافعی نے تقطیع کی ہے غلطی نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ تقطیع نہیں کرنی چاہیے، حافظ ابن الصلاح کا بھی یہی مختار ہے، لیکن علامہ نووی نے ان کی موافقت نہیں کی، اور حافظ عبد اللہ بن سعید نے تقطیع حدیث کو مستحب نہ کہا ہے، ابن رقیق العید نے شرح الامام میں لکھا ہے کہ اگر حدیث کے ایک حصہ کو حذف کرنے سے باقی حصہ میں خلل نہیں ہوتا تو پھر کوئی کراہت نہیں ہے اور اگر حدیث کے کسی حصہ کو حذف کرنے سے باقی میں خلل واقع ہوتا ہے تو پھر تقطیع مکروہ ہے اور خلل جتنا زیادہ ہوگا کراہت اتنی زیادہ ہوگی۔ ۱۷

**حرف آخر** | اس بحث پر مبنی اصول حدیث سے متعلق اصطلاحات کے مسائل اور مباحث کو ختم کرتا ہوں، مجھ سے بعض اصحاب نے فرمائش کی تھی کہ میں شرح صحیح مسلم کی پہلی جلد میں اصول حدیث کے مباحث پر مشتمل ایک مبسوط مقدمہ لکھ دوں، سو میں نے اس فرمائش کو پورا کرنے کے لیے یہ مقدمہ لکھا یہ بھی خواہش تھی کہ امام مسلم کے مقدمہ کی شرح لکھوں، لیکن یہ جلد بہت تنجیم ہو گئی ہے اور اس میں اس کی شرح کی گنجائش نہیں ہے، لہذا میرے اس مقدمہ کو امام مسلم کے مقدمہ کی شرح کے قائم مقام سمجھ لیا جائے۔

۱۵۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیہ الحدیث ج ۳ ص ۱۵۶، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ

۱۶۔ حافظ ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن متوفی ۶۴۳ھ، علوم الحدیث ص ۱۹۴، مطبوعہ مکتبہ علمیہ مدنیہ منورہ، ۱۳۸۷ھ

۱۷۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، فتح المغیث بشرح الفیہ الحدیث ج ۲ ص ۱۵۸-۱۵۹، مطبوعہ دارالامام الطبری، ۱۴۱۲ھ



کئی چیزوں کی تفصیل اور تحقیق کرنے کا ارادہ تھا، لیکن طوالت کے باعث میں نہیں کر سکا، میں نے اس مقدمہ کو بہت آسان سمجھنے کی کوشش کی تاکہ حدیث سے دل چسپی رکھنے والے تمام تاریخین اس سے استفادہ کر سکیں، تاہم بعض علمی اصطلاحات کو سہل نویسی کی سہی بسیار کے باوجود من و عن نکھنا پڑا ہے۔

اعلیٰ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس مقدمہ کو احادیث کی فہم کے لیے نافع بنائے، اور نیات کے دن اللہ تعالیٰ میرا حشر خدائین حدیث کی جماعت میں کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور آپ کا قرب نصیب فرماتے اور اس کتاب کو میرے لیے وسیلہ نجات اور مددگار یہ کر دے۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین  
افضل الانبیاء والموسلین قائد الغر المحجلین وعلیٰ آلہ الطیبین الطاہرین وعلیٰ اصحابہ  
الکاملین الراشدین وازواج الطاہرات امہات المؤمنین وعلیٰ اولیاء امتہ وعلماہ  
ملتہ اجمعین الی یوم الدین۔



مکتبہ اسلامیہ

WWW.HARSEELISLAM.COM

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

# مقدمہ صحیح مسلم

از امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری

تمام قرعین اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو تمام  
جہانوں کا پالنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنی محصور  
رحمتیں سیدنا محمد پر نازل فرمائے جو تمام انبیاء  
ہیں اور تمام انبیاء پر بھی رحمتیں نازل فرمائے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَصَلَّى اللَّهُ  
عَلَى مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَعَلَى أَهْلِ  
الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ۔

امام مسلم اپنے شاگرد ابواسحاق کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حمد و خلوة کے بعد اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے کہ تم  
نے اپنے رب کی توفیق سے یہ ذکر کیا کہ اصول دین اور  
احکام شریعت سے متعلق جو احادیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
سے مروی ہیں ان کو تلاش کر کے جمع کرنا چاہیے، اسی  
طرح قراب اور غلاب اور زغبہ اور عروت اور ان جیسے  
موضوعات سے متعلق احادیث کو ایسی اسانید کے ساتھ  
جمع کرنا چاہیے جو اہل علم کے نزدیک مقبول ہوں، اللہ  
تعالیٰ تم کو ہدایت دے کہ تم نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اس قسم  
کی تمام احادیث کا ایک مجموعہ تیار کیا جائے۔

تمہاری خواہش یہ بھی تھی کہ میں بغیر کثرت تکرار کے  
احادیث جمع کروں کیونکہ کثرت تکرار کا وجہ سے احادیث  
میں تکرار اور ان سے مسائل کے استخراج میں دشواری ہوگی

أَمَّا بَعْدُ فَإِنَّكَ يَرْحَمُكَ اللَّهُ بِتَوْبَتِي  
فَمَا لَكَ ذَكَرْتَ أَتَى كَهَمَّتْ بِالْفَخْرِ  
عَنْ تَعْرِفِ جُمْلَةِ الْأَخْبَارِ الْمَأْكُورَةِ عَنْ  
تَسْوِيلِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سُنَنِ  
الْبُخَارِيِّ وَأَحْكَامِهِ وَمَا كَانَ مِنْهَا فِي الْخَوَابِ  
وَالْعُقَابِ وَالْعَرِيبِ وَالْكَرْهِيِّ وَالْعَبْدِ  
ذَلِكَ مِنْ صُنُوفِ الْأَنْبِيَاءِ بِالْإِسْرَافِ الْبُخَارِيِّ  
بِمَا كُنْتُ وَتَدَا وَلَهَا أَهْلُ الْعِلْمِ فِيهَا  
بَيْنَهُمْ فَارَ دُكَّ أَمَّ شَدَّ لَكَ اللَّهُ أَنْ  
تَوَقَّفَ عَلَى جُمْلَتِهَا مَوْ لَفَنَ مَحْصَاةً  
وَمَا لَتَنِي أَنْ أَلْخَصَّهَا لَكَ فِي الْمَالِيفِ  
بَلَا تَكْرًا بِرِيكَ مُرَفَاتٍ ذَلِكَ تَرَعَمْتُ



مَسَا يُشْغِلُكَ عَمَّا إِلَهُ فَصَدَقَتْ مِنَ الْعَقْلِ  
فِيهَا وَالْإِسْتِغْنَاءِ وَمِنْهَا لَذَائِ سَأَلَتْكَ أَلَمْ تَكُنْ اللَّهُ  
حِينَ رَجَعْتَ إِلَى تَدْبِيرِهِ وَمَا كَوْنُ ذَلِكَ  
الْحَالِ إِنْ شَاءَ اللَّهُ عَاقِبَةُ الْمُتَحَمُّدِ وَ  
صَلَاةُ مُوجُودَةٍ

وَلَقَدْ سَأَلْتُ حِينَ سَأَلْتُ تَبَيَّنَ ذَلِكَ  
أَنْ لَوْ عَزِمَ لِي عَلَيْكَ وَقَضَى لِي شَعَامَهُ كَانَ  
أَوَّلُ مَنْ يُصِيبُهُ فَقَدْ ذَلِكَ إِيَّايَ خَاصَّةً  
قَبْلَ غَيْرِي مِنَ النَّاسِ لِأَسْبَابٍ كَثِيرَةٍ  
يَطُولُ بِذِكْرِهَا الْوَصْفُ

إِلَّا أَنْ جُمِلَتْ ذَلِكَ أَنْ ضَبَطَ الْعَلِيلُ  
مِنْ هَذَا الشَّانِ وَانْتَقَاةُ الْبَسْرِ عَلَى الْمَرْءِ  
مِنْ مَعَالِجَةِ الْكَثِيرِ مِنْهُ وَلَا مَسِيئَةً عِنْدَ  
مَنْ لَا تَمَيِّزَ عِنْدَهُ لَا مِنَ الْعَوَامِ إِلَّا بِأَنْ  
يُؤَيِّقَهُ عَلَى التَّمْيِيزِ خَيْرُهُ فَإِذَا كَانَ الْأَمْرُ  
فِي هَذَا أَكْبَرَ فَصَفْنَا قَدْ لَقِيتُ إِلَى الصَّحِيحِ  
الْقَلِيلِ أَوَّلِي بِهِ مِنْ إِنْ يَأْتِي السَّقِيئُ

وَأَمَّا يُرْجَى بَعْضُ النُّفَعَةِ فِي الْأَمْرِ  
مِنْ هَذَا الشَّانِ وَجَمْعُ الْمَكْرَمَاتِ وَتَرْكُ الْقِيَمَةِ  
مِنَ النَّاسِ مَعَهُ دُونَ فِيهِ بَعْضُ التَّحْقِيقِ وَ  
الْمَعْرِفَةِ بِأَسْبَابِهِ وَعَلَيْهِ قَدْ لَكَ انْتِقَاءُ  
اللَّهُ يَهْدِيكُمْ بِمَا أَوْفَى مِنْ ذَلِكَ عَلَى  
الْعَنَاءِ فِي الْإِسْتِكْفَارِ مِنْ جَمِيعِ قَامَتِ  
عَوَالِمُ النَّاسِ الَّذِينَ هُمْ بِخِلَافِ مَعَانِي النَّاسِ  
مِنْ أَهْلِ التَّحْقِيقِ وَالْمَعْرِفَةِ قَدْ مَعْنَى لَهُمْ  
فِي طَلَبِ الْحَدِيثِ الْكَثِيرِ وَكَهْ عَجَزُوا عَنْ مَعْرِفَةِ الْقَلِيلِ

نَعْلَمَا إِنْ سَاءَ اللَّهُ مُبْتَدِئُونَ فِي تَغْرِيبِهِ  
مَا سَأَلْتَ وَتَأْلِيهِ عَلَى قِيَمَتِهِ سَوْفَ أَذْكُرْهَا لَكَ  
وَهَوَانًا تَعْمِدُ إِلَى جُمْلَةٍ مَا أُمْنِيَدَ مِنْ

اللہ تعالیٰ تمہیں سرور فرمائے میں نے جس وقت تمہاری  
ان معروضات اور ان کے نتائج پر غور کیا تو میں نے یہ سمجھا  
کہ اس کام کو کرنے سے ان شاء اللہ مجھے حسن عاقبت  
اور اجر عظیم حاصل ہو گا۔

اور اسے عزیز! جس وقت تم نے مجھ سے اس  
تالیف کے بارگاہ کو اٹھانے کا سوال کیا تو میں نے جواب  
دیا کہ اگر میری قسمت سے یہ کام پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو اور  
لوگوں کی نسبت اس کا فائدہ سب سے پہلے مجھ ہی کو  
پہنچے گا۔

اس تالیف کے جمیع مقاصد اور مصالح کو طوالت  
کی وجہ سے بیان نہیں کیا جاسکتا البتہ بعض ازاں یہ ہیں:  
کہ بحوث اہل حدیث کو جمع کرنے سے بہتر ہے کہ کم تعداد  
میں احادیث جمع کیا جائیں کیونکہ علوم کے لیے کم تعداد میں  
احادیث کا محفوظ کرنا آسان ہوتا ہے خاص طور پر وہ لوگ  
جدید حدیث سمجھنے اور غیر صحیح کے فرق کو نہیں سمجھتے۔ اس لیے  
ضعیف روایات کی بھر مار کرنے سے احادیث صحیحہ پر  
اختصار کرنا بہتر ہے خواہ وہ تعداد میں کم ہی کیوں نہ ہوں۔  
البتہ جو لوگ فن حدیث کے ماہر ہیں اور اسانید  
کے اسباب و سبل کی معرفت رکھتے ہیں ان کے لیے کثرت  
روایات اور احادیث کمرہ کو جمع کرنے میں کوئی مضائقہ  
نہیں ہے، لیکن عوام ان سب احادیث کی اسانید میں  
خاص کی طرح غم کی نظر نہیں رکھتے ان کے لیے کثیر روایات کا  
تیار رکھنا بے سود ہے خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ  
یہ لوگ چند احادیث میں بھی پوری چھان چٹک نہیں کر سکتے۔

اب ہم تمہاری خواہش کے مطابق مکمل شد کے  
ساتھ احادیث بیان کریں گے ان احادیث کو جمع کرنے  
کے لیے ہم نے چند شرائط مقرر کی ہیں ان میں سے بعض



یہ ہیں کہ جو احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مستعمل  
مردی ہیں ان کو ہم راویوں کے عین طبقوں میں تقسیم کرتے  
ہیں۔ ان احادیث کو ہم نے حتی الامکان بلا تکرار ذکر کیا ہے  
سوائے صورتوں کے جہاں تکرار ناگزیر تھا۔ مثلاً ایک حدیث  
دوسری سند کے ساتھ کسی لفظ کی زیادتی، کمی یا اظہار تفسیر پر  
مشتمل ہے یا وہی حدیث کسی اور سند کے ساتھ مروی ہے  
جس سند میں کوئی زائد غریبی ہے۔

جب ایک متن حدیث مثلاً دو سندوں کے ساتھ مروی  
ہو اور دوسری سند کے ساتھ متن حدیث میں کوئی زائد معنی  
ہو تو یہ حدیث ایک مستقل حدیث کے تمام مقام ہوتی ہے  
لہذا ہم اس حدیث کو اس کا دوسری سند کے ساتھ دوبارہ  
ذکر کرنے پر مجبور ہیں۔ ایسی صورت میں ہم با اوقات  
اختصار سے کام لیتے ہیں کہ وہ تکرار دیتے ہیں کہ اس سند  
کے ساتھ اس حدیث میں کمی، زیادتی یا تفسیر ہے لیکن جب  
کوئی مقام یا مصلحت اس قسم کے اختصار کا تحمل نہ ہو تو  
ہماری لیے پوری حدیث کا اعادہ کیے بغیر کوئی چارہ کار  
نہیں رہتا تاہم اگر تکرار سے بچنے کی کوئی صورت نکل  
سکے تو ہم ہرگز تکرار نہیں کرتے۔

قسم اول میں ہم پہلے ان احادیث کو بیان کریں گے  
جن کی اسانید بہ نسبت دوسری اسانید کے صوب اور  
نقص سے محض ہیں جن کے راوی معتبر ثقہ اور قوی  
حاکم، مالک ہیں اور ان کی روایات میں شدید اختلافات  
اور کثیر اختلاف نہیں ہوتا اور یہ بات ان کی روایت کو دہرے  
سے پایہ ثبوت تک پہنچ گئی ہے اس قسم کے لوگوں کی  
روایات بیان کرنے کے بعد ہم ان روایات کا ذکر کریں گے  
جن کی سند میں بعض ایسے راوی بھی ہوں گے جو ثقہ بہت اور  
توت حفظ میں قسم اول کے پایہ کے نہیں ہوں گے اگرچہ  
تقویٰ اور پرہیزگاری اور صداقت اور امانت میں ان کا مرتبہ  
کم نہیں ہوگا۔ مثلاً ابوی بن سائب، یزید بن ابی زیاد، لیث

الْأَخْبَار عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَتَقَسَّمَهَا عَلَى ثَلَاثِ أَقْسَامٍ وَكُلِّثَ طَبَقَاتُ  
مِنَ الثَّامِنِ عَلَى غَيْرِ تَكَرُّارٍ إِلَّا أَنْ يَأْتِيَ مَوْضِعٌ  
لَا يُسْتَعْمَلُ فِيهِ عَنْ تَوَدُّادِ حَدِيثٍ فِيهِ زِيَادَةٌ  
مَعْنَى أَوْ اسْتِثْنَاءٌ يَقَعُ إِلَى جَنْبِ اسْتِثْنَاءٍ لِيَكُنَّ  
تَكُونُ هُنَاكَ۔

لَا أَنَّ الْمَعْنَى الرَّائِدَ فِي الْحَدِيثِ الْحَتَّاءِ لِيَكُنَّ  
يَقُومُ مَقَامَ حَدِيثٍ نَاقِمٍ فَلَا بُدَّ مِنْ إِعَادَةِ  
الْحَدِيثِ الَّذِي فِيهِ مَا وَصَفْنَا مِنَ الزِّيَادَةِ  
أَوْ أَنْ يُفْصَلَ ذَلِكَ الْمَعْنَى مِنْ مُجْمَلِ الْحَدِيثِ  
عَلَى إِحْتِصَارٍ إِذَا أَمَكُنْ وَلَكِنْ كُفْصِلُهُ رُجْعًا  
عَسَرٍ مِنْ جُعَلْتُمْ فَإِعَادَتُهُ يَهَيِّئْتُمْ إِذَا ضَاقَ  
ذَلِكَ أَسْلَمَ فَأَمَّا مَا وَجَدْنَا مِنْ إِعَادَتِهِ  
بِجُعَلْتُمْ عَنْ غَيْرِ حَاجَةٍ مِمَّا إِلَيْهِ فَلَا تَسْوِي  
فَعَلَهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى۔

فَأَمَّا الْقِسْمُ الْأَوَّلُ فَإِنَّا نَتَوَخَّى أَنْ نُقَدِّمَ الْأَخْبَارَ  
الَّتِي هِيَ أَسْلَمُ مِنَ الْعُيُوبِ مِنْ غَيْرِهَا وَالتَّحِيُّزِ  
أَنْ يَكُونُوا نَاقِلُوهَا أَهْلَ اسْتِغْنَاءٍ فِي الْحَدِيثِ  
وَأَتَعَانِ لِمَا تَعْلُوهُ لَمْ يَوْجَدْ فِيهِ دَائِيَةٌ  
اِسْتِثْنَاءٌ لَمْ يَدْوَ لَا تَخْلِيْطٌ فَأَحْصَى كَمَا قَدْ  
عُثِرَ فِيهِ عَلَى كَثِيرٍ مِنَ الْمُحَدِّثِينَ وَبَانَ  
ذَلِكَ فِي حَدِيثِهِمْ فَإِذَا أَحْصَى كَفَضَيْنَا أَخْبَارَ  
هَذَا الصَّنِيفِ مِنَ الثَّامِنِ اتَّبَعْنَا هَآؤُلَاءِ أَخْبَارَ أَيْعَمُ  
فِي أَسَانِيدِهَا بَعْضُ مَنْ لَيْسَ بِالْمَوْصُوفِ  
بِالْحِفْظِ وَالْإِتْقَانِ كَالصَّنِيفِ الْمَقْدَمِ قَبْلَهُمْ  
عَلَى أَكْثَرِهِ وَإِنْ كَانُوا فِيهِمَا وَصَفْنَا وَنَحْنُ



فَاتَّسَمَّ الشَّيْخُ وَالصِّدِّيقُ وَتَعَارَفَا عَلَى الْعِلْمِ  
يَتَشَمَّلُهُمْ كَعَطَاءُ وَابْنُ الْمَقَرَّبِ وَبِزْرُ بْنُ  
أَكْبَاذٍ يَأْتِي وَكَانَتْ بَيْنَ آفِي مُكَلِّمٍ وَأَصْرًا يَوْمَهُ  
مِنْ حُكْمِ الْأَكْبَادِ وَتَعَالَى الْأَحْبَارُ فَهُمْ وَإِنْ  
كَانُوا بِمَا وَصَفْنَا مِنَ الْعِلْمِ وَالشَّيْخِ عِنْدَ  
أَهْلِ الْعِلْمِ مَعْرُوفِينَ تَغَيَّرَهُمْ مِنْ  
أَصْرَارِهِمْ وَتَحَنُّنِ عِنْدَهُ هُمْ مَا ذَكَرْنَا مِنْ  
الْوَقَائِنِ وَالْإِسْتِقَامَةِ فِي الرِّوَايَةِ  
يَفْضَلُوهُمْ فِي الْحَالِ وَالْمَرْقَبَةِ لِأَنَّ هَذَا  
عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ دَرَجَةٌ رَفِيعَةٌ وَخَصْلَةٌ  
سَنِيَّةٌ لَا تَرَى أَتَكَ إِذَا أَرَدْتَ هُوَ لَا الْعُلَمَاءُ  
الَّذِينَ سَمِعْنَاهُمْ عَطَاءً وَبِزْرُ بْنُ  
بِزْرٍ الْمُعْتَمَرُ وَكُلُّ مَنْ الْأَعْمَشُ وَالْمُعْتَمِلُ بْنُ آفِي  
تَحَالِي فِي اتِّعَانِ الْحَدِيثِ وَالْإِسْتِقَامَةِ فِيهِ  
وَجَدْتُهُمْ مُبَاشِرِينَ لَهُمْ لَا يَدْرَأُونَ لَهُمْ لَا تَكَلَّفَ عِنْدَ  
أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ فِي ذَلِكَ الْإِسْتِقَامَةِ  
عِنْدَهُمْ مِنْ صِحَّةٍ حَقِيقَةٍ مُنْصَوِّبٍ وَالْأَعْمَشُ وَالْمُعْتَمِلُ  
وَالْتَقَاتَهُمْ لِحَدِيثِهِمْ وَإِنَّهُمْ لَمْ يَتَغَيَّرُوا مِنْ  
ذَلِكَ مِنْ عَطَاءٍ وَبِزْرٍ وَكَانَتْ فِي مَعْلُومِ ذَلِكَ  
مَعْلُومٍ هُوَ لَا يَدْرَأُ إِذَا أَرَدْتَ بَيْنَ الْوَقَائِنِ  
كَابْنِ عَرَبٍ وَالْأَثَرِ السَّخِيحِ فِي مَعْلُومِ بِنِ آفِي  
جَبِيلَةٍ وَأَشْعَثُ الْحُسَيْنِ وَهُمَا صَاحِبَا الْعَسَنِ  
وَابْنِ سِيرِينَ كَمَا أَنَّ ابْنَ عَرَبٍ وَالْأَثَرِ  
صَاحِبَاهُمَا إِلَّا أَنَّ الْبُيُوتَ بَيْنَهُمَا وَبَيْنَ هَذَيْنِ  
بَعِيدٌ فِي كَسَالِ الْفَضْلِ وَصِحَّةِ النُّقْلِ وَإِنْ كَانَ  
عَرَفَ وَأَشْعَثُ غَيْرَ مَذْهَبَيْنِ عَنْ صِدْقٍ  
وَأَمَانَةٍ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَلَكِنْ الْحَالُ مَا وَصَفْنَا  
مِنَ الْمَوَدَّةِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ وَإِنَّمَا مَثَلُنَا  
هُوَ لَا يَرَى فِي التَّسْمِيَةِ لِيَكُونَ تَمَثُّلُهُمْ مِثْلَهُ

بن ابی سلیم و بیرونی اگرچہ علم و فضل اور تقویٰ و پرہیزگاری میں  
تو اہل علم کے نزدیک معروف اور مشہور ہیں لیکن ان کے معاصر  
دوسرے راوی مافظ اور ثقاہت میں ان پر فوقیت رکھتے  
ہیں۔ اور جب ہم ان مذکورہ حضرات یعنی عطاء، بن زید اور لیث  
کا مقابلہ منصور بن معتمر، سلیمان اعشى اور اسمعیل بن ابی خالد  
سے کر کے تو ہم پر صاف ظاہر ہو جائے گا کہ قوت مافظہ  
اور ثقاہت میں ان کے درمیان نمایاں فرق ہے اور  
علم و حدیث کے نزدیک اسی بات میں کوئی شک نہیں ہے  
کہ حدیث اور ثقاہت میں عطاء، بن زید اور لیث کی روایات  
کسی حال میں بھی منصور، اعشى اور اسماعیل کے ہم پایہ نہیں ہیں  
اسی طرح اگر ایک عسکر کے راویوں میں مقابلہ کیا جائے  
تو بارہورد معاصرانہ ہم زمانہ ہونے کے ان میں نمایاں فرق  
ہو گا مثلاً اگر ابن طولی اور ابوب سخیانی کا مقابلہ عوف بن جمیلہ  
اور اشعث عمرانی سے کیا جائے حالانکہ یہ پابند حسن  
بصری اور ابن سیرین کے شاگرد ہیں قرآن میں واضح فرق  
نظر آئے گا کیونکہ نقل حدیث میں جو مہارت اور تسلط  
ابن عرب اور ابوب کو حاصل ہے وہ عوف اور اشعث کو  
حاصل نہیں ہوئی، اگرچہ تقویٰ اور پرہیزگاری میں عوف اور  
اشعث اہل علم کے نزدیک ان سے کم نہیں ہیں اس کے  
باوجود روایت حدیث میں اہل علم نے ان کو ابن طولی اور ابوب  
کا مقام نہیں دیا۔ ہم نے نام لے کر ان راویوں کی صراحتہ  
مثالیں ملے ہیں کہ جو لوگ محدثین کے اصول اور  
تتبع کے طریق کار کو نہیں جانتے وہ آسانی کے ساتھ  
راویوں کے مرتبہ کو پہچان سکیں تاکہ بلند مرتبہ شخص کو اس  
کی حیثیت سے کم اور کم مرتبہ شخص کو اس کی حیثیت سے  
زیادہ مقام نہ دیا جائے۔ شخص کی روایت کو اس کی حیثیت کے  
مطابق مقام دیا جائے۔ کوئی حق دار اپنے حق سے محروم  
نہ ہو اور ہر شخص کو اس کے منصب کے مطابق مقام ملے  
کیونکہ اہل المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان



يَصْدُرُ عَنْ قَهْمِهَا مَنْ عَنِ عَلَيْهِ طَرِيقُ أَهْلِ  
الْعِلْمِ فِي تَرْتِيبِ أَهْلِهِ فِيهِ فَلَا يُقْصَرُ  
بِالْوَجَلِ الْعَالِي الْقَدْرَ عَنْ دَرَجَتِهِ وَلَا يُزْفَمُ  
مُسْتَعْنِمُ الْقَدْرَ فِي الْعِلْمِ قَوْلاً مَتَزَلِّجَةً وَيُعْطَى  
كُلُّ ذِي حَقٍّ فِيهِ حَقُّهُ وَيُنْزَلُ فِيهِ مَنْزِلُهُ  
وَقَدْ ذَكَرَ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا  
أَنَّهَا قَالَتْ أَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نُنْزِلَ النَّاسَ مَنَازِلَهُمْ مَعَ  
مَا نَتَلَوْنَ مِنَ الْقُرْآنِ مِنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى  
ذُكْرًا وَفَتْوَى كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلَيْهِ.

فَعَلَى نَحْوِ مَا ذَكَرْنَا مِنَ الْوُجُوهِ يُؤْتَى  
فَمَا سَأَلْتُ مِنَ الْأَخْبَارِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا كَانَ مِنْهَا عَنْ قَدِيمٍ هُمْ عَنْهُ  
أَهْلُ الْحَدِيثِ مُتَّفَعُونَ أَوْ عِنْدَ الْأَكْثَرِ مِنْهُمْ فَلَسْنَا  
نَتَشَاغَلُ بِتَحْوِيلِ حَدِيثِهِمْ كَعَبِيدِ اللَّهِ بْنِ مَسْرُورٍ  
أَبْنِ جَعْفَرِ الْمَدَائِنِيِّ وَعَمْرِو بْنِ خَالِدٍ وَعَبْدُ الْقُدُّوسِ  
الشَّامِيِّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَعِيدٍ الْمَطْلُوبِيِّ وَعِيَّاتُ بْنُ  
إِبْرَاهِيمَ وَسُلَيْمَنُ بْنُ سَعْدٍ وَرَافِيُّ دَاوُدَ الْقَتَيْبِيِّ وَ  
أَلْبَتَّابُ هَرَمِ مَتِّينِ الْقَهْمِ بِوَضْعِ الْحَدِيثِ وَتَوَلَّى  
الْأَخْبَارَ وَكَذَلِكَ مِنَ الْعَالِبِ عَلَى حَدِيثِهِ الْمُتَكَوَّنُ  
أَوْ الْفَلِظُ أَوْ مُسَكِّنًا أَيْضًا عَنْ حَدِيثِهِ.

وَعَلَامَةُ الْمُتَكَوَّنِ فِي حَدِيثِ الْحَدِيثِ إِذَا مَا حُرِّثَ  
رِوَايَتُهُ بِالْحَدِيثِ عَلَى رِوَايَةِ غَيْرِهِ مِنْ أَهْلِ  
الْحَفِظِ وَالِزْطِ خَالَفَتْ رِوَايَتَهُ رِوَايَتَهُمْ أَوْ لَمْ  
تَكُنْ تَوَافِقُهَا فَإِذَا كَانَ الْأَغْلَبُ مِنْ حَدِيثِهِ  
كَذَلِكَ كَانَ مَهْجُورًا الْحَدِيثُ غَيْرَ مَقْبُولٍ  
وَلَا مُسْتَعْمَلٍ فَمِنْ هَذَا الضَّرْبِ مِنَ الْمُتَكَوَّنِينَ  
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَحْمُودٍ وَبَيْهَقِيُّ بْنُ أَبِي أَيْسَةَ  
وَالْجَرَّاحُ بْنُ الْمَهَالِ أَبُو الْعَطُوفِ وَعَبْدُ بْنُ

کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں سے  
ان کے مرتبہ اور منصب کے مطابق سلوک کیا جائے اور  
قرآن کریم سے جو اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا  
ارشاد ہے کہ فوق کل ذی علم علیم و ہر عالم سے بڑھ کر  
کوئی عالم ہوتا ہے۔

اس قاعدہ مذکورہ کے مطابق راے شاگرد و غریب  
جم تہاری خواہش کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی احادیث جمع کریں گے۔ رہے وہ لوگ جو تمام علماء حدیث  
یا اکثر کے نزدیک مطلوب ہیں جیسے عبد اللہ بن مسعود، ابو جعفر  
مدائنی، عمرو بن خالد، عبد القدوس شامی، محمد بن سعید مصلوب  
عیات بن ابراہیم، سلیمان بن عمرو ابی داؤد نخعی اور ان جیسے  
دوسرے لوگ جن پر موضوع (من گھڑت) حدیث بیان کرنے  
کی تہمت ہے اور وہ از خود احادیث وضع کرنے اور  
بنانے میں بدنام ہیں اسی طرح وہ لوگ بھی جن کی غالب  
روایات منکر ہوتی ہیں یا جن کی روایات میں بہ کثرت اغلاط  
ہیں تو ایسے تمام لوگوں کی روایات کو ہم اپنی کتاب میں جمع نہیں  
کریں گے۔

محدثین کی اصطلاح میں منکر اس شخص کی حدیث کو کہتے  
ہیں جو ثقہ اور معتبر راویوں کی حدیث کے مخالفت ہو اور ان  
مختلف حدیثوں میں کسی طرح موافقت اور مطابقت نہ ہو  
کے۔ پس جس شخص کی اکثر روایات اس قسم کی ہوں تو اس کی  
روایت کردہ احادیث کو ترک کر دیا جاتا ہے اور محدثین کے  
نزدیک وہ قابل قبول نہیں ہوتے اور نہ وہ قابل عمل ہوتی ہیں  
محدثین کے نزدیک ان لوگوں میں عبد اللہ بن محرز، یحییٰ بن  
ابی ایسہ، جراح بن منہال، ابو العطف، عباد بن کثیر، حسین  
بن عبد اللہ بن ضمیرہ، عمر بن مہبان کا شمار ہوتا ہے اسی  
طرح جو راوی ان کے اسلوب کے مطابق روایت کرتے  
ہیں۔ ان کی روایات کو بھی اپنی کتاب میں جمع نہیں کریں گے۔



احادیث جمع کرنے میں ہم نے اس مسلک کو اس لیے اختیار کیا ہے کہ جو راوی اپنی روایت میں متفق ہو اس کے ہائے میں علامہ حدیث کا موقف یہ ہے کہ اس شخص کی بعض احادیث کو دوسرے ثقہ اور عفاظ راویوں نے بھی روایت کیا ہو انہوں نے کسی حدیث میں اس کی تردید نہ کی ہو اس شرط کے پائے جانے کے بعد اگر وہ متفقہ راوی اپنی حدیث میں بعض الفاظ کو لیا وہ روایت کرتا ہے جن کو اس کے دوسرے معاصرین روایت نہیں کرتے تو اس کی اس زیادتی کو قبول کیا جائے گا۔ اس کی مثال یہ ہے کہ مثلاً امام زہری سے روایت کرنے والے کثیر التعداد عفاظ ہیں اسی طرح ہشام بن عروہ سے روایت کرنے والوں کی بھی ایک بہت بڑی تعداد ہے، ان دونوں اماموں کی احادیث بہت مشہور ہیں اور ان کے شاگردوں نے ان کی اکثر روایات کو بالاتفاق روایت کیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص ابن شہاب زہری اور ہشام بن عروہ دونوں یا ان میں سے کسی ایک سے کوئی ایسی حدیث روایت کرے جس کو ان کے شاگردوں میں سے کوئی اور شخص بیان نہیں کرتا اور یہ شخص ان راویوں میں سے بھی نہیں ہے جو صحیح روایات میں ان کے شاگردوں کا شریک رہا ہو تو ایسی حدیث میں اس شخص کی روایت کو قبول کرنا جائز نہیں ہے۔

یہاں تک کہ ہم نے روایت حدیث کے سلسلہ میں محدثین کے مسلک اور موقف کو بیان کر دیا ہے تاکہ جو لوگ اصول روایت سے ناواقف ہیں ان کو انہی نصیب ہو اور ان شاء اللہ ہم اس کی مزید وضاحت ان مقامات پر کریں گے جہاں احادیث شریفہ کا تذکرہ ہو گا۔

اسے شاگرد عزیز! اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے

كَثِيرٌ وَحُسَيْنٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَبِيحَةَ وَصَمْرَةَ  
بْنُ صُهْبَانَ وَمَنْ نَحْوَهُمْ فِي رِوَايَتِهِ  
الْمُنْكَرُ مِنَ الْحَدِيثِ فَلَسْنَا نَعْتَرُ بِهِ عَلَى حَدِيثِهِمْ  
وَلَا نَكْتَشَا عَلَيْهِمْ لِأَنَّهُمْ أَهْلُ الْعِلْمِ وَالَّذِي  
يَعْرِفُ مِنْ مَذْهَبِهِمْ فِي قَبُولِ مَا يَنْفَرُ  
بِهِ الْمَحَدَّثُ مِنَ الْحَدِيثِ أَنْ يَكُونَ قَدْ  
شَارَكَ الْبَقَايَا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَالْحَفِظِ  
فِي بَعْضِ مَا وَفَّرَ وَأَمْعَنَ فِي ذَلِكَ عَلَى  
الْمَوَاقِفَةِ لَهُمْ مِمَّا دَاوُدُ ذَلِكَ شَعْرَةً أَوْ  
بَعْدَ ذَلِكَ قَبِيلاً لَيْسَ عِنْدَ أَصْحَابِهِ قَبْلَتْ رِيَاضَةً فَأَقَامُوا  
مَنْ تَرَاهُ يَتَعَدُّ كَيْسَلُ الزُّهْرِيُّ فِي جَدِّكَ وَكَثَرُوا أَصْحَابَهُ  
الْحَفَظُ الْمُتَقِينُ لِحَدِيثِهِمْ وَحَدِيثِ غَيْرِهِمْ أَوْ  
لِيَحْمِلَ حَدِيثُ هَاشِمٍ بَيْنَ عَمْرٍو وَحَدِيثُهُمَا  
عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مَبْسُوطٌ مُشْتَرَكٌ قَدْ نَقَلَ  
أَصْحَابُهُمَا عَنْهُمَا حَدِيثُهُمَا عَلَى الْإِتِّفَاقِ مِنْهُمْ  
فِي أَكْثَرِهِمْ فَتَرَوْنِي عَنْهُمَا أَوْ عَنْ أَحَدِهِمَا  
الْعَدَدَ مِنَ الْحَدِيثِ مِمَّا لَا يَعْرِفُهُ أَحَدٌ مِنْ  
أَصْحَابِهِمَا وَلَيْسَ يَقْنَنُ قَدْ شَارَكَهُ فِي الْقَضِيَّةِ  
مِمَّا عِنْدَهُمْ فَغَيْرُ جَائِزٍ قَبُولُ حَدِيثِ هَذَا  
الطَّرَبِ مِنَ النَّاسِ وَاللَّهُ أَعْلَمُ

وَقَدْ شَرَحْنَا مِنْ مَذْهَبِ الْحَدِيثِ وَ  
أَهْلِهِ بَعْضَ مَا يَتَوَجَّهُ بِهِ مَنْ أَرَادَ سَبِيلَ  
الْقَوَامِ وَوَقَّعَ لَهَا وَسَيَرَّيْدُ أَنْ يَسَاءَ اللَّهُ  
شَوْحًا وَإِضْاحًا فِي مَوَاضِعَ مِنَ الْكِتَابِ عِنْدَ  
ذِكْرِ الْأَخْبَارِ الْمُحْكَمَةِ إِذَا أَتَيْنَا عَلَيْهَا فِي الْأَمَاكِينِ  
الَّتِي يَلْبِقُ بِهَا الشُّرُوحَ وَالْإِضْاحَ أَنْ شَاءَ اللَّهُ تَعَالَى  
وَبَعْدُ يَرْحَمُكَ اللَّهُ فَلَؤَلَا الشَّيْءُ دَأَيْنَا



مِنْ سُوءِ صَنِيعٍ كَثِيرٍ مِمَّنْ نَفَسَ تَفْسَهُ  
مُحَدَّثًا فِيمَا يَذْكُرُهُ مِنْ طَرَجِ الْأَحَادِيثِ  
الصَّحِيحَةِ وَالْوَدَايَاتِ الْمُنْكَرَةِ وَتَرْكِهِمْ  
الْإِقْتِصَارَ عَلَى الْأَخْبَارِ الصَّحِيحَةِ الْمَشْهُورَةِ  
وَمَا نَقَلَهُ الْبِقَاتُ الْمَعْرُوفُونَ بِالصِّدْقِ وَ  
الْإِمَانَةِ بَعْدَ مَعْرِفَتِهِمْ وَإِقْتَارِهِمْ بِالِسْتِغْنَاءِ  
أَنْ كَثُرُوا أَمَّا يَقُولُونَ بِهِيَ إِلَى الْأَيْدِي  
مِنَ النَّاسِ هُوَ مُسْتَكْبَرٌ وَمَنْقُولٌ عَنْ قَوْمٍ  
غَيْرِ مَرْضِيٍّ وَمِمَّنْ ذَكَرَ الرَّوَايَةَ عَنْهُمْ أَيْمَةُ  
الْحَدِيثِ مِثْلُ مَا لَيْكَ بِنِ الْأَنْسِ وَشُعْبَةَ بْنِ  
الْحَجَّاجِ وَسُقَيْلِ بْنِ سَعِيدٍ وَبِخَيْ بْنِ سَعِيدٍ  
الْقَطَّانِ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ وَغَيْرِهِمْ  
مِنَ الْأَيْمَةِ لَمَّا سَأَلْنَا إِذْ نَصَابُ رَسَا  
سَأَلْنَا مِنَ التَّمْيِيزِ وَالتَّخْصِيلِ وَلَكِنْ مِنْ  
أَجْلِ مَا عَلَّمْنَاكَ مِنْ تَشْرِيعِ الْقَوْمِ الْأَخْبَارِ  
الْمُنْكَرَةِ بِأَلْسَانِهِ الصَّعَافِ الْمَجْهُولَةِ وَ  
قَدْ قَرِهْمُ بِهَا إِلَى الْقَوَامِ الَّذِينَ لَا يَعْرِفُونَ  
غُيُوبَهَا حَتَّى عَلَى كُنُوزِنَا إِيَّاكَ إِلَى مَا سَأَلْتَ  
وَأَعْلَمُ وَتَقَلَّكَ اللَّهُ أَنَّ الْوَأَجِبَ عَلَى كُلِّ  
أَحَدٍ عَرَفَ التَّمْيِيزَ بَيْنَ صَحِيحِ الرَّوَايَاتِ وَسَقِيهِهَا  
وَنَحَاتِ النَّاقِلِينَ لَهَا مِنَ الْمُتَمَيِّزِينَ أَنْ لَا يَرَوُكَا  
مِنْهَا إِلَّا مَا عَرَفَتْ صِحَّةُ تَحَارِيحِهِمُ وَالتَّسَارُّعُ فِي نَاقِلِهِ  
وَأَنْ يَتَّبِعَ مِنْهَا مَا كَانَ مِنْهَا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَ  
الْمُعَانِدِينَ مِنْ أَهْلِ الْبَيْدِ وَالْذَّلِيلِ عَلَى أَنَّ  
الَّذِي قُلْنَا مِنْ هَذَا هُوَ الَّذِي زَمُّدُونَ مَا خَالَفَهُ  
قَوْلُ اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى ذِكْرُهُ .  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ جَاءَكُمْ فَاسِقٌ  
مِنَ الْبَنَاتِ أَوْ بَنَاتٍ قَوْمًا يَجْعَلُ لَكُمْ تَفْهِيمًا  
فِي مَا قَعَلْتُمْ تَأْذِينًا .

تہا ہی اس فرمائش کو پورا کرنے کا سبب یہ بھی تھا کہ ہم  
نے بعض ایسے محدثین کو دیکھا جو احادیث صحیحہ مشہورہ پر  
اکتفاء نہیں کرتے جنہیں ان لوگوں نے روایت کیا ہے  
جو اپنی ثقاہت، صدق اور دیانت میں مشہور ہیں خصوصاً  
اس صورت میں جب کہ یہ محدثین خود اپنی زبان سے اس  
بات کا اقرار کرتے ہیں کہ ان کی زبان صرف اکثر روایات  
جو نامعلوم افراد کی طرف منسوب ہیں منکر اور غیر مقبول ہیں  
اور ایسے افراد سے روایت حدیث کرنے کی فتنہ حدیث  
کے جلیل القدر اللہ مثلاً امام مالک بن انس، شعبہ بن حجاج،  
سفیان بن عیینہ، یحییٰ بن سعید القطان اور عبد الرحمن بن  
مہدی وغیرہم نے سخت مذمت کی ہے۔ لہذا جب  
ہم نے یہ دیکھا کہ بعض محدثین احادیث منکرہ کو ضعیف  
اور بول سندر کے ساتھ بیان کر رہے ہیں اور عام  
لوگوں میں یہ اہلیت نہیں ہے کہ وہ صحیح اور ضعیف احادیث  
کو الگ الگ کر کے چھانٹ سکیں تو ہم نے سوچا کہ تہا  
فرمائش پوری کر کے احادیث صحیحہ کا ایک مجموعہ پیش  
کر دیں۔

یاد رکھو جو محدث احادیث صحیحہ اور غیر صحیحہ میں امتیاز  
کر سکتا ہو اور ثقہ اور غیر ثقہ راویوں کی پہچان کر سکتا ہو  
اس کو صرف ایسی احادیث ذکر کرنی چاہئیں جو اسناد صحیحہ  
سے مروی ہوں اور ان کے راویوں میں سے کوئی شخص  
بھی جھوٹ کے ساتھ متہم، بدعتی اور مخالف سنت نہ ہو  
اور جس سند کا کوئی راوی اس قسم کا ہو اس کی کوئی حدیث  
ہرگز قبول نہ کرے ہمارے اس قول کی تائید قرآن کریم  
کی ان آیات سے ہوتی ہے۔ (تذہبہ)

”اے مومنو! جب فاسق تہا سے پاس کوئی خبر  
لے کر آئے تو پہلے اس خبر کی تحقیق کر لیا کرو کہ کہیں لاعلمی  
میں تم کسی شخص کے پاس سے کوئی ایسی بات کہہ دو جس  
پر بعد میں پچھتا نا پڑے۔“ نیز ارشاد باری ہے ”جو



تہا سے پسندیدہ گواہ ہوں۔

نیز ارشاد ہے "ان لوگوں کو گواہ بناؤ جو تم میں سے سچے اور پرہیزگار ہوں۔" قرآن کریم کی یہ آیات اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ فاسق شخص کی خبر غیر مقبول اور بدین شخص کی گواہی مردود ہوتی ہے۔ ہر چند کہ روایت اور شہادت میں کافی فرق ہے تاہم بعض صفات میں وہ مشترک ہیں کیونکہ فاسق کی روایت اہل علم کے نزدیک اسی طرح مردود ہے جیسے عام لوگوں کے نزدیک اس کی شہادت مردود ہے اور احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ منکر احادیث غیر مقبول ہیں۔

جس طرح قرآن کریم سے فاسق کی خبر کا غیر معتبر ہونا ثابت ہے اس طرح حدیث شریف سے بھی فاسق کی خبر کا مردود ہونا ثابت ہے اور اس بارہ میں حضرت علیؓ اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث مشہور ہے کہ جس شخص نے علم کے باوجود جھوٹی حدیث کو میری طرف منسوب کیا وہ بھی جھوٹی ہے اس سے ایک جھوٹا ثابت ہے اس حدیث کو امام مسلم نے اپنی روایت کے ساتھ حضرت منیر بن شعبہ سے روایت کیا ہے۔

وَقَالَ جَلَّ ثَنَاؤُكَ مِمَّنْ كُذِّبَتْ عَنْهُ  
الشَّهَادَةُ وَقَالَ وَاشْهَدُوا ذَا وَحَىٰ عَبْدِي مَعَكُمْ  
فَدَلَّ بِمَا ذُكِّرْنَا مِنْ هَذِهِ الْأَيِّ أَنَّ تَحْبِثَ الْفَاسِقِ  
سَاقِطٌ عَلَيْهِ مَقْبُولٌ وَأَنَّ شَهَادَةَ غَيْرِ الْعَدْلِ  
مَرْدُودَةٌ وَالْخَبَرُ وَإِنْ قَارَىٰ مَعَكُمْ مَعَى  
الشَّهَادَةِ فِي بَعْضِ الْوُجُوهِ فَقَدْ يَجْتَمِعَانِ فِي الْعَظِيمِ  
مَعْلُومَتَانِ إِذْ كَانَ تَحْبِثُ الْفَاسِقِ غَيْرَ مَقْبُولٍ وَعَدَّةُ  
أَهْلِ الْعِلْمِ كَمَا أَنَّ شَهَادَةَ مَرْدُودَةٌ وَعَدَّةُ  
جَمِيعِهِمْ وَكَذَلِكَ التَّسَنُّ عَلَى رِوَايَةِ الْمُنْكَرِ  
مِنَ الْأَخْبَارِ۔

کتنی خیر دلالت کرتی ہے قرآن علی نفی تحبث الفاسق  
وهو الذکر المشهور عن رسول الله صلى الله  
عليه وسلم من حديث عتي بن حذيث يروي أنه  
كذب فهو أحد الكاذبين حذيث ثناء أبو بكر بن  
أبي شيبة قال نا وكيع عن شعبة عن الحكم  
عن عبد الرحمن بن أبي ليلى عن سمرة بن  
جندب حر وحده ثنا أبو بكر بن أبي شيبة أيضا  
قال نا وكيع عن شعبة وسفيان عن حبيب عن  
ميمون بن أبي حبيب عن الميموني بن شعبة  
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ذللك



## باب

بَابُ تَغْلِيظِ الْكَذِبِ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث گھڑنے کی ممانعت

ربیع بن حراش کہتے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میری طرف جھوٹ منسوب نہ کر دو کیونکہ جو شخص میری طرف جھوٹ منسوب کرے گا وہ جہنم میں داخل ہوگا۔

۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَنْ شُعْبَةَ (ح) وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ شُعْبَةَ عَنْ مَعْمُورٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ أَنَّ اللَّهَ سَمِعَ عَلِيًّا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَخْطُبُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ يَكْذِبْ عَلَيَّ يَدْخُلِ النَّارَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے تم سے بہ کثرت احادیث بیان کرنے سے صحت یہ چیز روکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص تصدق میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے اس کو اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

۲۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ إِنَّهُ لَيَمْنَعُنِي أَنْ أَحَدًا ذَكَرَهُ حَدِيثًا كَثِيرًا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَمَّدَ عَلَيَّ كَيْفَ بَأْ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرے اسے اپنا ٹھکانا دوزخ میں بنا لینا چاہیے۔

۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْغَنِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بَعْرَةَ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مَتَّعِمًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری طرف جھوٹی بات کی نسبت کرنا کوئی معمولی بات نہیں ہے جو شخص مجھ پر تصدق افترا کرے اسے اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لینا چاہیے۔

۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بَعْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مَتَّعِمًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔



كَذِبَ عَلَى أَحَدٍ مِّنْ كَذِبٍ عَلَى مُتَعَمِّدٍ أَفَلَيْتَوُا  
مَقْعَدًا مِنَ النَّارِ وَحَدَّثَنِي عَنْ أَبِي بَرْزَةَ السَّعْدِيِّ  
قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ قَالَ النَّبِيُّ ﷺ  
عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ عَنِ الْمُهَذَّبِ عَنْ  
شُعْبَةَ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ  
يَذْكُرُ أَنَّ كَذِبًا عَلَى لَيْسَ كَذِبٌ عَلَى أَحَدٍ -

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے اسی کی مثل  
روایت ہے اس میں یہ مذکور نہیں ہے کہ مجھ پر جھوٹ  
باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی مثل نہیں ہے۔  
سو جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا جھوٹ باندھنا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ  
میں بنائے۔

## بَابُ

بَابُ التَّحْقِيقِ مَدِیْتِ بَيَانِ كَرْنِ سَ عَمَانِ

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الْحَدِيثِ بِكُلِّ مَا سَمِعَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی شخص کے جھوٹے ہونے  
کے لیے یہ بات کافی ہے کہ وہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان  
کر دے۔

۵ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ قَالَ  
أَبِي حَزْمٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ  
بُنْ مَهْدِيٍّ قَالَ سَمِعْتُ شُعْبَةَ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ ﷺ كُفِيَ بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ  
بِكُلِّ مَا سَمِعَ -

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ  
سے اسی روایت کے ہم سنی حدیث بیان کی ہے۔

۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ عَلِيُّ  
بْنُ حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ ﷺ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَبْدِ  
الرَّحْمَنِ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ عَامِرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ  
النَّبِيِّ ﷺ كُفِيَ بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُحَدِّثَ  
بِكُلِّ مَا سَمِعَ -

حضرت عمر بن الخطاب بیان فرماتے ہیں کہ کسی  
شخص کے جھوٹے ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے  
کہ وہ ہر سنی ہوئی بات بیان کر دے۔

۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ عَمْرٍو عَنْ  
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ  
قَالَ قَالَ لِي مَالِكٌ إِعْلَمُوا أَنَّهُ لَيْسَ بِسَلَامٍ رَجُلٌ  
حَدَّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ وَلَا يَكُونُ إِمَامًا أَبَدًا وَ  
هُوَ يُحَدِّثُ بِكُلِّ مَا سَمِعَ -

حضرت امام مالک نے فرمایا ہر سنی ہوئی بات  
کو بیان کر دینے والا غلطی سے محفوظ نہیں رہ سکتا  
اور نہ ہی ایسا شخص کبھی قرین حدیث میں امام ہو سکتا ہے۔



۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَأْيِدُ الرَّحْمَنِ  
كَأَنَّكَ تَسْفِيَانُ عَنْ أَفْأِ اسْحَقِ عَنْ أَبِي الْأَحْوَصِ  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ يَحْسِبُ الْمَرْءُ مِنَ الْكُذِبِ  
أَنْ يُحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ۔

۱۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ سَمِعْتُ  
عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ يَقُولُ لَا يَكُونُ الرَّجُلُ  
إِلَّا مَا يُفْتَدَى بِهِ حَتَّى يُمَسِكَ عَنْ بَعْضِ  
مَا سَمِعَ۔

۱۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عَمْرُ بْنُ  
عَلِيٍّ بْنِ مُعَدِّمٍ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ  
مَا لَيْتِي إِيَّاسُ بْنُ مُعَاوِيَةَ فَقَالَ إِيَّاكَ  
قَدْ كَلِفْتُ بِعِلْمِ الْقُرْآنِ فَأَقْرَأْ عَلَيَّ سُورَةً وَ  
تَسِيرَ حَتَّى أَنْظُرَ فِيْمَا عَلِمْتَ قَالَ فَفَعَلْتُ  
فَقَالَ لِي إِحْفَظْ عَلَيَّ مَا أَقْرَأُ لَكَ إِيَّاكَ وَالشَّاعَةَ  
فِي الْحَدِيثِ فَإِنَّهُ قَدْ مَا حَمَلَهَا أَحَدٌ إِلَّا كَانَ لَهَا  
نَفْسٌ وَكُذِبَ فِي حَدِيثِهِ۔

۱۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الظَّاهِرِ وَحَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى  
قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ أَبِي  
شَهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ  
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مَسْعُودٍ قَالَ مَا أَمْتُ بِمَعْدِيثٍ قَوْمًا  
حَدِيثًا لَا يُلَاحِظُهُ عَقْلُ نَحْمَدُ إِلَّا كَانَ لِبَعْضِهِمْ فَتْنَةٌ۔

## باب

ضعیف راویوں کی روایت کرنے کی نفی

بَابُ النَّهْيِ عَنِ الزَّوَايَةِ عَنِ الضُّعْفَاءِ  
وَالْإِحْتِيَاظِ فِي تَحْمِيلِهَا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے اخیر زمانہ میں  
لوگ ایسی احادیث بیان کریں گے جن کو پہلے دُغم نے سنا

۱۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ  
وَرُحَيْمِيُّ بْنُ حَرْبٍ قَالَا لَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ  
قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنَا



ہوگا اور نہ مٹھائے باپ دادا نے لہذا ان سے جس قدر ممکن ہو دُور رہنا۔

أَبُو هَارٍ عَنْ أَبِي عُمَرَ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ يَسَارِ بْنِ  
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنَّهُ قَالَ سَيَكُونُ فِي آخِرِ أُمَّتِي أُنَاسٌ يُحَدِّثُونَكُمْ  
بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنَّهُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قِيَامًا كَذِبًا  
وَلَا يَأْتَهُمْ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اخیر زمانہ میں جو شخصے و حال لوگوں کا ظہور ہوگا اور وہ تم کو ایسی احادیث سنائیں گے جن کو تم نے سنا ہوگا نہ مٹھائے باپ دادا نے جس قدر ممکن ہو تم ان سے دُور رہنا کہیں وہ تمہیں گمراہی اور فتنہ میں نہ مبتلا کر دیں۔

۱۳۔ وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
بْنِ حَزْمَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْقَيْسِ قَالَ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ  
قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو شَرِيحَةَ أَنَّهُ سَمِعَ شَرِيحَةَ  
بْنِ يَزِيدٍ يَقُولُ أَخْبَرَنِي مُسْلِمُ بْنُ كَيْسَارٍ أَنَّهُ  
سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دُجَالُونَ  
كَذَّابُونَ يَأْتُونَكُمْ مِنَ الْأَكَادِمِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا  
أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قِيَامًا كَذِبًا هُمْ لَا يُصَلُّونَكُمْ  
وَلَا يَقْبَلُونَ مِنْكُمْ۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان انسانی شکل میں آکر لوگوں کے سامنے کوئی جھوٹی بات کہہ دیتا ہے پھر لوگ منتشر ہو جاتے ہیں اور کوئی شخص کہتا ہے میں ایک شخص کی شکل پہناتا ہوں لیکن اس کا نام نہیں جانتا وہ یہ بات بیان کر رہا تھا۔

۱۵۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو سَعِيدٍ الْأَدَشِيُّ قَالَ نَاوُكِيَّةٌ  
قَالَتْ نَاوُكِيَّةُ عَنْ أَنَسِ بْنِ دَاوُدَ عَنْ  
عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ابْنُ  
الْشَّيْطَانِ لِيَتَمَثَّلُ فِي صُورَةِ الرَّجُلِ قِيَامًا فِي الْقَوْمِ  
فَيُحَدِّثُهُمْ بِالْحَدِيثِ مِنَ الْكُذِبِ فَيَتَفَرَّقُونَ  
فَيَقُولُ الرَّجُلُ مِنْهُمْ سَمِعْتُ رَجُلًا أَعْرِفُ  
وَجْهَهُ وَلَا أَدْرِي مَا اللَّهُ يُحَدِّثُ۔

حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ سمندر میں بہت سے شیطان مقبذ ہیں جن کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے مقبذ کیا ہے قریب ہے کہ ان میں سے کوئی شیطان نکل کر لوگوں کے سامنے قرآن پڑھنا شروع کر دے۔

۱۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ وَاقِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ  
قَالَ أَنَا مَعْمُرُ بْنُ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
بْنِ عَمْرِو بْنِ النَّاصِ قَالَ لَانَ فِي الْبَحْرِ شَيَاطِينُ  
مُسْجُونَةٌ أَوْ كَقَهَا سَلْبَعُونَ يُوْشِكُ أَنْ تَخْرُجَ  
فَتَقْرَأَ عَلَى النَّاسِ قُرْآنًا۔

طاؤس بیان کرتے ہیں کہ بشیر بن کعب حضرت عبد اللہ بن عباس کے پاس گئے اور جا کر کچھ حدیثیں بیان کیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا فلاں فلاں حدیث کو پھر

۱۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَسَعِيدُ  
ابْنُ عَمْرِو بْنِ الْأَشْعَثِ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ  
قَالَ سَعِيدُ أَنَا سُلَيْمَانُ عَنْ هِشَامِ بْنِ



مَجْبُورٌ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ جَاءَ هَذَا إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ يَعْزِي بِشَيْزٍ بَنٍ كَغَيْبٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُ فَقَالَ لَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ عُدَّ لِحَدِيثٍ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ لَهُ شَكَّ حَقَّهُ فَقَالَ لَهُ عُدَّ لِحَدِيثٍ كَذَا وَكَذَا فَقَالَ لَهُ فَقَالَ لَهُ مَا أَذِيكَ أَعُوذُ بِحَدِيثِي كُلِّهِ وَأَنْكَرْتُ هَذَا أَمْ أَنْكَرْتُ حَدِيثِي كُلَّهُ وَعَرَفْتُ هَذَا فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّا نَحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَمْ يَكُنْ يُكَذِّبُ عَلَيْكَ فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ الْقَعْبَ وَالذَّلُولَ تَرَكْنَا الْحَدِيثَ عَنْكَ

دہراؤ، بشیر نے وہ حدیثیں دہرا کر پھر کچھ اور حدیثیں بیان کیں حضرت ابن عباس نے فرمایا فلاں فلاں حدیث کو پھر بیان کرو، بشیر نے وہ حدیثیں پھر دوبارہ بیان کیں اس کے بعد بشیر نے عرض کیا میں نہیں سمجھ سکا کہ آپ نے میری بیان کردہ تمام احادیث کی تصدیق کی ہے یا سب کی تکذیب کی ہے یا ان میں سے صرف انکی تکذیب کی ہے جیسا کہ وہ فرمایا جو حضرت ابن عباس نے فرمایا ہم اس زمانہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کیا کرتے تھے جب آپ کی طرف جھوٹی بات کی نسبت نہیں کی جاتی تھی لیکن جب سب سے لوگوں نے سچی اور جھوٹی ہر قسم کی احادیث روایت کرنا شروع کیں تو ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کو بیان کرنا چھوڑ دیا

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ ہم خود احادیث یاد رکھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث یاد کی جاتی تھیں لیکن جب سب سے لوگوں نے ہر قسم کی روایات بیان کرنا شروع کر دیں تو ہم نے اس فن کو چھوڑ دیا۔

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ بشیر بن کعب مدنی حضرت ابن عباس کے پاس آکر حدیث بیان کرنے لگے اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.... لیکن حضرت ابن عباس نے نہ تو ان کی بیان کردہ حدیث غور سے سنی اور نہ ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا بشیر کہنے لگے اے ابن عباس میں آپ کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث بیان کر رہا ہوں اور آپ ترجیح بھی نہیں کرتے حضرت ابن عباس نے فرمایا ایک وقت وہ تھا کہ جب کوئی شخص یہ کہتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا.... تو بے ساختہ ہمارے نگاہیں اس کی طرف اٹھتیں اور ہم فوراً اس کی حدیث سنتے لیکن جب سب سے لوگوں نے ضعیف اور مروج ہر قسم کی روایات بیان کرنی شروع کر دیں تو ہم صرف ان

۱۸- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ سَأَلَ عَبْدَ الدُّرِّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمُرُ بْنُ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِذَا شَأْنُكُمْ نَحْفَظُ الْحَدِيثَ وَالْحَدِيثُ يُحْفَظُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا إِذَا رَكِبْتُمْ كُلَّ قَعْبٍ وَذُلُولٍ فَهَنَاهُ

۱۹- وَحَدَّثَنِي أَبُو أَيُّوبَ سُلَيْمَانُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْفَيْلَقِيُّ قَالَ سَأَلَ أَبُو عَامِرٍ يَعْزِي الْعَقَدِيَّ قَالَ تَارَ بَأْسًا عَنْ قَيْسِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ جَاءَ بِشِيرُ بْنُ كَعْبٍ الْعَدَوِيُّ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَجَعَلَ يُحَدِّثُهُ وَيَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَجَعَلَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا يَأْذَنُ لِحَدِيثِهِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِ فَقَالَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ مَا لِي لَا أَرَاكَ تَسْمَعُ لِحَدِيثِي أَحَدٌ ثَلَاثَ عَشْرَ مَرَّةً عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَسْمَعُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِنَّمَا لَمَّا مَرَرْنَا إِذَا سَمِعْنَا رَجُلًا يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ رَشِدٌ أَبْصَارُنَا وَاصْقَيْنَا إِلَيْهِ يَا ذَانَا فَلَمَّا رَكِبَ النَّاسُ



الطَّبْعَةُ وَالَّذِي لَوْلَا لَمْ نَأْخُذْ مِنَ النَّاسِ إِلَّا مَا صُرِفَ  
 ۲۰ - وَحَدَّثَنَا مَا زِدْبُنْ عَمْرٍو وَطَبِيعِي  
 قَالَ نَأْفِعُ بْنُ عُمَرَ عَنِ ابْنِ أَبِي مُثَيْبٍ  
 قَالَ كَتَبْتُ إِلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَسْأَلُهُ أَنْ يَكْتُبَ  
 لِي كِتَابًا وَيُخْبِرَ عَنِّي كَقَالَ وَلَدُنَا صِعْمُ أُنَا  
 اخْتَارَ لَهُ الْأُمُورَ اخْتِيَارًا مَا أَخْبَرَنِي عَنْهُ قَالَ  
 قَدْ عَابَقْنَا وَعَلَيْهِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فَبَعَثَ يَكْتُبُ  
 مِنْهُ أَشْيَاءَ وَيَسْأَلُ بِهَا الشَّيْءَ فَيَقُولُ وَاللَّهِ  
 مَا قَضَى بِهَذَا عَلَيَّ إِلَّا أَنْ يَكُونَ قَتْلًا -

احادیث کو سنتے ہیں جن کا ہمیں پہلے سے علم ہے۔  
 ابن ابی ملیکہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابی  
 کی طرف لکھا کہ میرے پاس کچھ احادیث لکھو کہ پرشیدہ طریقہ  
 سے مجرا دیجئے۔ حضرت ابن عباس نے سوچا کہ یہ شخص ایک  
 فطرت ہے میں احادیث کے لکھے ہوئے انبیاء سے  
 صحیح احادیث منتخب کر کے اس کو روانہ کرنے دوں گا اس کے  
 بعد حضرت ابن عباس نے حضرت علی کے لکھے ہوئے فیصلے  
 منکھڑے امدان میں سے بعض آثار لکھنے شروع کیے اور  
 ان آثار کا مطالعہ کرتے ہوئے حضرت ابن عباس فرماتے  
 ہیں تم مجھ اگر حضرت علی نے یہ فیصلہ کیا ہوتا تو وہ گمراہ ہو  
 جاتے (یعنی لوگوں نے آثار علی میں بھی اپنی طرف سے باتیں  
 ملا دی تھیں۔ سعیدی)

۲۱ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ الْقَافِدِ قَالَ نَأْسَفِيَانُ بْنُ  
 عُيَيْنَةَ عَنْ هُشَيْمِ بْنِ حَجَّابٍ عَنْ طَاوُسٍ قَالَ  
 أَبِي ابْنِ عَبَّاسٍ بِكِتَابٍ فِيهِ قَضَاءُ مِثْلِي فَوَحَاةُ  
 الرَّقْدِ رَكَشًا سُلَيْمِ بْنِ عُيَيْنَةَ يَدِ دَاعِمٍ -

طاووس بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس کے پاس  
 ایک کتاب لائی گئی تھی میں حضرت علی کے فتاویٰ تھے۔ حضرت  
 ابن عباس نے چند سطروں کے سوا سب کو مٹا دیا۔ راوی  
 نے اپنے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کر کے بتایا۔

۲۲ - حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْحُلَوَانِي قَالَ نَأْ  
 يَعْلَى ابْنِ أَدَمَ قَالَ نَأْ ابْنِ إِدْرِيسَ عَنِ الْأَعْمَشِ  
 عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ لَمَّا أَحَدُ شُؤْكَ الْأَشْيَاءَ  
 بَعْدَ عَلِيٍّ قَالَ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ عَلِيٍّ قَاتِلَهُ  
 اللَّهُ أَتَى عَلَيْهِمْ أَفْسَدًا -

ابو اسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کے وصال  
 کے بعد جب بعض لوگوں نے آپ کے اقوال میں اپنی طرف  
 سے نئی نئی باتیں ملا دیں تو حضرت علی کے ایک ساتھی نے  
 کہا خدا ان لوگوں کو غارت کرے انھوں نے کس قدر عظیم  
 ظلم کو مرتکب کر دیا۔

۲۳ - حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُشْرَمٍ قَالَ أَنَا أَبُو  
 بَكْرٍ يَفْعَى ابْنِ عِيَّاشٍ قَالَ سَمِعْتُ الْمَغِيرَةَ يَقُولُ  
 لَمْ يَكُنْ يَصْدُقْ عَلِيٌّ فِي الْحَدِيثِ عَنْهُ إِلَّا  
 مِنْ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ مَسْعُودٍ -

حضرت مغیرہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی کے اقوال  
 کو حضرت عبداللہ بن مسعود کے ساتھیوں کے علاوہ اور کسی  
 شخص نے صحیح طور پر بیان نہیں کیا۔



## باب

بَابُ بَيَانِ أَنَّ الْإِسْنَادَ مِنَ الدِّينِ وَ  
أَنَّ الرِّوَايَةَ لَا تَكُونُ إِلَّا عَنِ التَّقَاتِ وَلَا  
جَوْحَ الرِّوَايَةِ بِهَا هُوَ قِيَمُهُمْ جَائِزٌ بِلِ وَاجِبٌ  
وَأَنَّهُ لَيْسَ مِنَ الْغَيْبَةِ الْمُحَرَّمَةِ

اسناد حدیث اور راویوں پر تنقید کی اہمیت

محمد بن سیرین نے کہا کہ علم حدیث دین کا ایک حصہ  
ہے لہذا تم کو دیکھنا چاہیے کہ تم کس شخص سے اپنا دین  
حاصل کر رہے ہو۔

محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ پہلے لوگ سند  
حدیث کی تحقیق نہیں کرتے تھے لیکن جب دین میں بدکار  
سینہ اور فتنہ داخل ہو گئے تو لوگ سند حدیث کی تحقیق کرنے  
لگے اور جس حدیث کی سند میں اہل سنت راوی ہوتے اس  
کو قبول کرتے اور جس کی سند میں اہل بدعت ہوتے  
اس کو چھوڑ دیتے۔

سیلمان بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے طاہس  
سے ایک ملاقات میں کہا کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس  
طرح حدیث بیان کی ہے انہوں نے کہا اگر وہ شخص ثقہ  
اور دین دار ہے تو اس کی حدیث قبول کر لو۔

سیلمان بن موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے طاہس  
سے کہا کہ فلاں شخص نے مجھ سے اس طرح حدیث بیان  
کی ہے انہوں نے کہا اگر وہ شخص ثقہ ہے تو اس کی  
حدیث قبول کر لو۔

۲۴۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ قَالَ تَأَخَّرَ أَبُو  
ثَرِيذٍ عَنْ أَثُوبٍ وَهَشَامٍ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ وَ  
حَدَّثَنَا قُضَيْلٌ عَنْ هَشَامٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ  
حُسَيْنٍ عَنْ هَشَامٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ إِنَّ  
هَذَا الْعِلْمَ دِينٌ فَانْظُرُوا عَنْ مَنْ تَأْخُذُونَ بِهِمْ  
۲۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ  
قَالَ تَنَا سَمِعِلُ بْنُ زَكْرِيَّا عَنْ عَمْرِو بْنِ الْأَحْوَلِ  
عَنِ ابْنِ سِيرِينَ قَالَ لَوْ يَكُونُ كَرَاهِيَتُكَ لَكَ  
الْإِسْنَادُ فَلَقَا وَقَعَتِ الْفِتْنَةُ قَالُوا اسْمُوا النَّاسَ  
بِجَاهِكُمْ فَيَنْظُرُوا إِلَى أَهْلِ الشُّكِّ فَيُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ وَيَنْظُرُ  
إِلَى أَهْلِ الْيَكْدِ فَلَا يُؤْخَذُ حَدِيثُهُمْ۔

۲۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ  
أَنَا عِيْسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ قَالَ تَنَا الْأَوَّلُ أَعْبَى  
عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى قَالَ لَقِيتُ طَاهِرًا فَقُلْتُ  
حَدَّثَنِي فُلَانٌ كَيْتٌ وَكَيْتٌ قَالَ إِنْ كَانَ صَاحِبُكَ  
مَلِيًّا فَخُذْ عَنْهُ۔

۲۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ التَّيْمِيُّ  
قَالَ أَنَا مَرْوَانُ يَعْنِي ابْنَ مُحَمَّدٍ الدِّمَشْقِيُّ قَالَ تَنَا  
سَعِيدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مُوسَى قَالَ  
قُلْتُ لَطَائِمُ إِنْ قُلْنَا حَدَّثَنِي يَكْدًا وَكَدًا أَقَالَ إِنْ  
كَانَ صَاحِبُكَ مَلِيًّا فَخُذْ عَنْهُ۔



ابن ابی الزناد اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ  
میں نے عیینہ بن سواکمی ایسے دیکھے جو ایک سیرت تھے  
مگر انھیں روایت حدیث کا اہل نہیں سمجھا جاتا تھا۔

مسعر بیان کرتے ہیں کہ میں نے سعد بن ابراہیم سے  
سنا وہ فرماتا ہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی  
امادیت ثقہ حضرات کے علاوہ اور کسی سے روایت نہ کرے۔

عبدان بن عثمان کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مبارک  
فرماتے تھے کہ حدیث کی سند امروہ بن ابی اسود  
اور اگر حدیث کے ثبوت کے لیے سند ضروری نہ ہوتی تو ہر  
شخص اپنی مرضی سے وہیں میں اپنی من مانی باتیں کہنے لگتا۔  
اور عباس بن رزمہ نے بیان کیا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک  
نے کہا ہمارے اور لوگوں کے درمیان سند حدیث کے  
ستون عامل ہیں اور ابواسحاق ابراہیم بن عیسیٰ الطائفانی کہتے  
ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے کہا اے ابو عبداللہ!  
اس حدیث کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟ اپنی نافرمانی  
کے ساتھ اپنے نال باپ کے لیے تادمہ پڑھنا اور اپنے  
روزوں کے ساتھ اپنے مال باپ کے لیے روزے  
رکھنا تنگی ہے؟ یہ سن کر ابن مبارک نے مجھ سے پوچھا  
اے ابواسحاق! اس حدیث کو کس نے روایت کیا ہے؟  
میں نے کہا شہاب بن خراش نے ابن مبارک نے کہا  
کہ وہ ثقہ راوی ہے اچھا! اس نے کس شخص سے روایت  
کیا ہے؟ میں نے کہا حجاج بن دینار سے فرمایا حجاج  
بھی ثقہ ہے لیکن اس نے کس سے روایت کیا ہے؟  
میں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت  
عبداللہ بن مبارک نے فرمایا اے ابواسحاق! حجاج بن دینار  
اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تو بہت طویل زمانہ ہے

۲۸۔ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهْظِيُّ قَالَ كُنَّا  
الْأَصْبَحِيَّ عَنِ ابْنِ الزِّنَادِ وَعَنْ أَبِيهِ قَالَ أَدْرَكْتُ  
بِالْمَوْنِيَّةِ مِائَةً كُلُّهُمْ مَا مَوْنٌ مَا يُؤْخَذُ عَنْهُمْ  
الْحَدِيثُ يُقَالُ كَيْسٌ مِنْ أَهْلِهِ۔

۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ الْمَكِّيُّ قَالَ كُنَّا  
سُقَيَّانَ ۖ وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ وَالْفُطَيْهِ  
قَالَ سَمِعْتُ سُقَيَّانَ ابْنَ عَيْسَةَ عَنْ مِسْعَرٍ قَالَ سَمِعْتُ  
سَعْدَ بْنَ أَبِي هَيْمٍ يَقُولُ لَا يَحْدِثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَّا الشَّقَاتُ۔

۳۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَهْرَادٍ  
مِنْ أَهْلِ مَكَّةَ وَكَانَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُثْمَانَ  
يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الْمُبَارَكِ يَقُولُ الْأَشْنَاءُ  
مِنَ الْوَلَدِ وَلَوْلَا الْأَشْنَاءُ لَكَانَ مِنْ شَاءٍ قَالَ وَكَانَ  
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي الْعَبَّاسُ  
بْنُ رِزْمَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ يَقُولُ بَيْنَنَا وَ  
بَيْنَ الْقَوْمِ الْفَرَاتِ عَيْسَى بْنُ سَعَادٍ وَقَالَ مُحَمَّدُ  
سَمِعْتُ أَبَا اسْحَقَ ابْنَ أَبِي هَيْمٍ عَنْ عَيْسَى الطَّائِفِيِّ قَالَ  
قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
الْحَدِيثُ الَّذِي جَاءَ عَمْرَانَ مِنَ الْبَيْتِ بَعْدَ الْبَيْتِ  
أَنْ تُصَلِّيَ رَدَّ بَوَيْتِكَ مَعَ صَدَائِكَ وَتَصُومَ لَهْمَا  
مَعَ صَوْمِكَ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَا أَبَا اسْحَقَ عَنْ  
مَنْ هَذَا قَالَ قُلْتُ لَهَذَا مِنْ حَدِيثِ شَرِّ قَابِ  
بْنِ خَرَّاشٍ فَقَالَ ثِقَةُ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ عَنْ  
الْحَبَّاجِ بْنِ دِينَارٍ قَالَ ثِقَةُ عَمْرٍو قَالَ قُلْتُ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا  
أَبَا اسْحَقَ إِنَّ بَيْنَ الْحَبَّاجِ بْنِ دِينَارٍ وَبَيْنَ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقَادِيرٌ تَنْقُطِعُ  
فِيهَا أَعْتَانُ الْمَطْعِ وَلَكِنْ كَيْسٌ فِي الطَّنْقَةِ  
إِخْتِلَافٌ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سَمْعَانَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ



شَرِيفٌ يَقُولُ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ الْمُبَارِزِ  
يَقُولُ عَلَى رُؤُوسِ النَّاسِ دَعَا أَحَدًا يَمُوتُ  
عَمْرًا وَبَنَ كَابِتٍ فَإِنَّهُ كَانَ كَيْسَبُ السَّلَفِ -

ریشی یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ حجاج بن دینار حین تابعین  
میں سے ہیں۔ سعید بن مسعود صحیح ہے کہ (نقل)  
نماز اور روزوں کا ثواب والدین کو پہنچایا جاسکتا ہے اور  
علی بن شقیق کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے  
برسر عام سنا وہ فرماتے تھے کہ عمر بن ثابت کی روایات  
کو ترک کر دو۔ کیونکہ یہ شخص سلف صالحین کو گالیاں دیتا ہے

۳۱ - حَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّضْرِ بْنِ أَبِي النَّضْرِ  
قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو النَّضْرِ مَا شَمُّهُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ  
كُنَّا أَبُو عَقِيلٍ صَاحِبَ بُهَيْتَةٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ  
الْقَاسِمِ بْنِ سَعِيدٍ اللَّهِ وَبَحِيٍّ بْنِ سَعِيدٍ فَقَالَ يَغِي  
لِلْقَاسِمِ يَا أَبَا مُحَمَّدٍ أَتَى فَبَيَّحَ عَلَيَّ مِثْلَكَ عَظِيمٌ أَنْ  
تُسْأَلَ عَنْ شَيْءٍ مِنْ أَمْرِ هَذَا إِلَيَّ مِنْ ذَلِكَ يُوجَدُ  
عِنْدَكَ مِنْهُ عِلْمٌ وَلَا فَرْجَ أَوْ عِلْمٌ لَا مَخْرَجَ فَقَالَ  
لَهُ الْقَاسِمُ وَعَمَّ ذَاكَ قَالَ يَا تَلَا ابْنُ إِمَامِي  
هَذَا ابْنُ أَبِي بَكْرٍ وَعَمَّ قَالَ يَقُولُ لَهُ الْقَاسِمُ  
أَقْبِرْ مِنْ ذَلِكَ عِنْدَ مَنْ عَقَلَ عَنِ اللَّهِ أَنْ  
أَقُولَ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَوْ أَخَذَ عَنْ غَيْرِ ثِقَةٍ قَالَ  
فَسَكَتَ قَتْمًا أَجَابَةً -

ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ میں قاسم بن سعید الشذوذ  
بجی بن سعید کے پاس بیٹھا تھا تو بجی نے قاسم سے  
کہا اسے ابو محمد آپ جیسے عظیم الشان عالم دین کے لیے یہ  
بات باعث عار ہے کہ آپ سے دین کے متعلق کوئی سوال  
کیا جائے اور آپ کے پاس اس مسئلہ کا حل اور اس کے  
بارے میں کوئی دینی معلومات نہ ہوں، قاسم نے پوچھا کیوں  
باعث عار ہے۔ بجی نے کہا اس لیے کہ آپ حضرت ابو بکر  
مدین اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما جیسے جلیل القدر  
اماموں کی اولاد میں سے ہیں۔ اس کے جواب میں قاسم نے  
کہا جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہو اس کے نزدیک  
سب سے زیادہ غلط اور باعث ننگ و عار بات یہ ہے  
کہ وہ بغیر علم کے کوئی بات کہے یا کسی سوال کے جواب میں  
کسی غیر متبر شخص کی روایت بیان کر دے، پھر بجی خاموش  
ہو گیا اور کوئی جواب نہ دیا۔

۳۲ - حَدَّثَنِي بِشْرُ بْنُ الْحَكِيمِ الْعَبْدِيُّ قَالَ  
سَمِعْتُ سُفْلِينَ يَقُولُ أَخْبَرَنِي عَنْ أَبِي عَقِيلٍ  
صَاحِبِ بُهَيْتَةٍ أَنَّ ابْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ سَأَلُوهُ  
عَنْ شَيْءٍ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ فَبَيَّحَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ  
يَغِي بْنُ سَعِيدٍ وَاللَّهِ إِنْ لَمْ يَعْلَمْ أَنْ يَكُونَ  
مِثْلَكَ وَأَنْتَ ابْنُ إِمَامِي هَذَا يَغِي عَمَّ وَابْنُ  
عَمَّ تَسْأَلُ عَنْ أَمْرِ لَيْسَ عِنْدَكَ فَبَيَّحَ عَلَيْهِ فَقَالَ  
أَعْظَمُ مِنْ ذَلِكَ وَاللَّهِ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ مَنْ عَقَلَ

حضرت ابو عقیل بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر  
کے صاحبزادے سے لوگوں نے کسی چیز کے متعلق دریافت  
کیا جس کا انھیں علم نہیں تھا یہ دیکھ کر بجی بن سعید ان سے کہنے  
لگے قسم بہ خدا یہ بات مجھے باعث عار معلوم ہوتی ہے کہ آپ  
جیسے شخص سے جو جلیل القدر اماموں حضرت عمر اور حضرت عبداللہ  
بن عمر کا صاحبزادہ ہو کوئی بات پوچھی جائے اور وہ نہ جانتے وہ فرمائے کہ خدا کی  
قسم جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے عقل دی ہو اس کے نزدیک اس  
سے زیادہ باعث ننگ و عار یہ ہے کہ وہ بغیر علم کے



عَنِ اللَّهِ أَنْ أَقُولَ بِغَيْرِ عِلْمٍ أَوْ أَخْبِرَ عَنْ غَيْرِ قَدَرٍ قَالَ وَشَرِّهُمَا هُمَا أَبُو عَقِيلٍ وَيَحْيَى بْنُ الْمُخَرَّمِ جِئَنِي قَالَ ذَلِكَ

۳۳ - وَحَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ بْنِ عَلِيٍّ أَبُو حَفْصٍ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ قَالَ سَأَلْتُ سَمْعَانَ الشَّوْزِيَّ وَشُعْبَةَ وَهَالِكًا وَابْنَ عُيَيْنَةَ عَنِ الرَّجُلِ لَا يَكُونُ قَبْضًا فِي الْحَدِيثِ قَبْضًا تَنَبَّيَ الرَّجُلُ مَيْسًا لِكَيْ عَمَّهُ قَالَ لَا أَخْبِرُ عَنْهُ أَنَّهُ كَيْسٌ بِذَمِّهِ

۳۴ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ ابْنَ عَزْرٍ مَوْلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ وَهُوَ قَائِمٌ عَلَى الْمُسْكَةِ الْبَابِ فَقَالَ إِنَّ شَهْرًا كَرَكُوهُ إِنَّ شَهْرًا كَرَكُوهُ قَالَ أَبُو الْحَسَنِ مُسْلِمٌ بْنُ الْحَجَّاجِ يَقُولُ أَخْبَرْتُ أَلَيْسَةَ الْكَاسِ تَكْتُمُوا فِيهِ

۳۵ - حَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ ثَنَا شَيْبَانَةُ قَالَ كَانَ شُعْبَةُ وَقَدْ لَقِيتُ شَهْرًا فَكَلَّمْتُ أَخْتَهُ

۳۶ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَهْزَادَ مِنْ أَهْلِ مَرْوٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ كَلَّمْتُ لِسْفِيَانَ الشَّوْزِيَّ أَنَّ عَمِّي دُونُ كَثِيرٍ مِنْ تَعْرِفِ حَالِهِ وَإِذَا حَدَّثَ جَاءَ بِأَمْرٍ عَظِيمٍ فَتَحْزَى أَنْ أَقُولَ لِلدَّكَاسِ لَا تَأْخُذْ أَعَنَّهُ قَالَ سَمِعْتُ بَلِيَّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَكَلَّمْتُ إِذَا كُنْتُ فِي مَجْلِسٍ دُكِرَ فِيهِ عَمِّي أَوْ لَقِيتُ عَلَيْهِ فِي وَبَيْنِهِ وَأَقُولُ لَا تَأْخُذْ أَعَنَّهُ

۳۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَدَّادٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ قَالَ أَبِي قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْمُبَارَكِ إِنَّهُ لَيُتَمَتِّعُ فِي شُعْبَةَ فَقَالَ هَذَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ كَثِيرٍ فَكَلَّمْتُ مَرْوَةَ

کوئی بات تہا جسے یا کسی سوال کے جواب میں غیر معتبر شخص کی روایت بیان کر دے۔

یحییٰ بن سعید بیان کرتے ہیں کہ میں نے سفیان ثوری، شعبہ، مالک اور ابن عیینہ سے پرچھا کہ بعض لوگ مجھ سے ایسے راوی کے ہاں سے پرچھتے ہیں جو ناقابل اعتبار ہوتا ہے میں ان سے کیا کہوں ان سب نے کہا ان لوگوں سے کہہ دو کہ وہ راوی ناقابل اعتبار ہے۔

نضر کہتے ہیں کہ ابن عون اپنے دروازہ کی چوکھٹ پر کھڑے ہوئے تھے۔ ان سے کسی شخص نے شہری حشب کی اماریت کے ہاں سے پرچھا انہوں نے جواب دیا اس کو نیزوں سے نڈھی کیا گیا ہے اس کو نیزوں سے زخمی کیا گیا ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں یہی لوگوں نے اس کی تضعیف کر کے اس کو جمع اور طعن و تشنیع کے نیزوں سے گھال دیا ہے۔

شعبہ بیان کرتے ہیں کہ میری شہر سے ملاقات ہوئی لیکن میں نے اس کی اماریت کو قابل روایت نہیں سمجھا۔

علی بن حسین بن واقد بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن مبارک نے سفیان ثوری سے کہا کہ عباد بن کثیر کی عادات اور خصائل سے آپ واقف ہیں وہ باوجود عابد و زاہد ہونے کے بڑی عجیب و غریب اماریت بیان کرتے ہیں آپ کی کیا رائے ہے میں لوگوں کو ان کی اماریت بیان کرنے سے روک دوں۔ سفیان ثوری نے کہا کیوں نہیں! حضرت عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں جب کسی مجلس میں عباد کا ذکر ہوتا تو میں اس کی عبادت و ریاضت کا ذکر کرتا لیکن اس کی اماریت قبول کرنے سے لوگوں کو روک دیتا۔

عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں شعبہ کے پاس گیا تو انہوں نے کہا یہ شخص عباد بن کثیر ہے ان کی بیان کردہ اماریت سے احتراز کیا کرو۔



۳۸۔ وَحَدَّثَنِي الْقَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ سَأَلْتُ  
مُعَلَّى الرَّازِيَّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَعِيدٍ الَّذِي رَوَى  
عَنْ عَمَادِ بْنِ كَثِيرٍ رَجُلٍ خَبَرَ فِي عَقْرِ عَيْسَى ابْنِ  
يُؤُسَ قَالَ كُنْتُ عَلَى بَابِهِ وَشَفِيعَانُ عِنْدَهُ  
فَلَمَّا خَرَجَ سَأَلْتُهُ عَنْهُ فَاخْبَرَ فِي آتِهِ  
كَذَا أَيْ.

۳۹۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَتَّابٍ قَالَ  
أَخْبَرَنِي عَفَّانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ  
الْقَطَّانِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا كَرَّ الصَّاحِبِيُّ فِي  
شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُ فِي الْحَدِيثِ قَالَ ابْنُ أَبِي  
عَتَّابٍ فَلَقِيتُ أَنَا مُحَمَّدَ بْنَ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ  
الْقَطَّانَ فَسَأَلْتُهُ عَنْهُ فَقَالَ عَنْ أَبِيهِ لَمَّا كَرَّ  
أَهْلُ الْغَيْدِ فِي شَيْءٍ أَكْذَبَ مِنْهُمْ فِي الْحَدِيثِ  
قَالَ مُسْلِمٌ يَكُونُ يَجْرِي الْأَكْذَابُ عَلَى لِسَانِهِمْ  
وَلَا يَتَعَتَّدُونَ الْكَذِبَ.

۴۰۔ حَدَّثَنِي الْقَضْلُ بْنُ سَهْلٍ قَالَ كُنَّا بِزَيْدِ  
بْنِ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَ فِي تَحْلِيلَةِ بَنِي مُوسَى  
قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَالِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ فَجَعَلْتُ  
يُنْزِلُ عَلَيَّ حَدَّثَنِي مَكْحُولٌ فَأَخَذَ كَالْبَسُولِ  
كَعَامٍ فَتَنَظَّرْتُ فِي الْكُتُبِ أَسَرَّ كَذَا فِيهَا حَدَّثَنِي  
أَبَانٌ عَنْ أَنَسٍ وَأَبَانٌ عَنْ مُلَانٍ فَتَرَكْتُ  
وَقُمْتُ وَسَمِعْتُ الْحَسَنَ بْنَ عَلِيٍّ أَلْعَلَّوْا فِي يَقُولُ  
رَأَيْتُ فِي كِتَابِ عَفَّانَ حَدِيثَ هِشَامِ أَبِي الْقَعْدَامِ  
حَدِيثُ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ قَالَ هِشَامُ حَدَّثَنِي  
رَجُلٌ يَقَالُ لَهُ يَحْيَى بْنُ قَزَّانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ  
كَعْبٍ قُلْتُ لِعَفَّانَ إِنَّهُمْ يَقُولُونَ هِشَامُ  
سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدِ بْنِ كَعْبٍ

نقل بن سہل بیان کرتے ہیں کہ میں نے معالی راوی  
سے محمد بن سعید کے متعلق سوال کیا جس سے عباد بن کثیر  
نے روایت کی ہے تو انہوں نے کہا کہ مجھے عیسیٰ بن یونس نے  
بتایا کہ میں ایک دن اس کے دروازہ پر کھڑا تھا اور اس کے  
پاس سفیان تھے جب سفیان باہر نکلے تو میں نے ان سے  
اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے مجھے بتلایا کہ یہ بہت  
جھوٹا شخص ہے۔

سعید قطان بیان کرتے ہیں کہ ہم نے بہت سے  
نیک لوگوں کو حدیث میں جھوٹ بتاتے ہوئے دیکھا ان  
کی کتاب کہتے ہیں کہ میری ملاقات سعید قطان کے منبرا  
سے مولیٰ انہوں نے بیان کیا کہ میرے والد کہتے ہیں کہ  
انہوں نے صاحبین کو حدیث کے سوا اور کسی بات میں جھوٹ  
بولتے ہوئے نہیں دیکھا۔ امام مسلم اس کی ترمیم میں فرماتے  
ہیں کہ یہ لوگ حدیث شریف میں جھوٹ باتوں کا اضافہ نہیں  
کرتے تھے البتہ اتفاقاً حدیث کے معاملہ میں ان کی زبان  
سے جھوٹ نکل جاتا تھا۔

خلیفہ بن یونس بیان کرتے ہیں کہ میں غالب بن عبد  
کے پاس گیا تو وہ مجھے مکحول کی روایت کردہ حدیث سنانے  
لگا اسی دوران ان کو پیشاب آگیا میں نے اس وقت میں  
ان کی اصل کتاب کو دیکھا تو اس میں وہ روایت اس طرح تھی کہ  
ابان نے انس سے روایت کی اور ابان نے فلاں شخص سے  
”میں اسی وقت وہاں سے چلا گیا اور میں نے حسن بن علی  
احولانی سے یہ سنا کہ میں نے عفان کی ”اصل کتاب“ میں عمرو  
بن عبد العزیز کی حدیث ہشام ابی مقدام کی سند سے دیکھی،  
ہشام نے کہا مجھ سے ایک شخص نے یہ حدیث بیان کی  
جس کو یحییٰ بن فلاں کہا جاتا ہے اور وہ محمد بن کعب سے  
روایت کرتا ہے علوی کہتے ہیں کہ میں نے عفان سے  
پوچھا کہ لوگ کہتے ہیں کہ ہشام نے اس حدیث کو محمد بن  
سے سنا ہے عفان نے کہا اسی وجہ سے تو ہشام کو نہیں



فَقَالَ إِنَّمَا أَبْرَأُ مِنْ قَبْلِ هَذِهِ الْوَعْدِ لَيْتَ كَانَ يَقُولُ حَدَّثَنِي يَحْيَى عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي بَعْدَ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ مُحَمَّدٍ -

کہا جاتا ہے۔ پہلے ہشام کہتا تھا کہ میں یحییٰ سے روایت کرتا ہوں اور اب وہ محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں بعد میں وہ اس واسطے کہ حذف کر کے کہنے لگائیں براہ راست محمد بن کعب سے روایت کرتا ہوں۔

۴۱ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَهْزَادٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُثْمَانَ ابْنَ جَبَلَةَ يَقُولُ قُلْتُ لِعَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ مَنْ هَذَا الرَّجُلُ الَّذِي رَوَيْتَ عَنْهُ حَدِيثَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو يَوْمَ الْفِطْرِ يَوْمَ الْجَوَارِزِ قَالَ مُسْلِمُ بْنُ الْحَصَّاحِ الْأَنْزَلِيُّ مَا وَصَلْتُ فِي يَدَيْهِ وَمَنْ قَالَ ابْنُ قَهْزَادٍ سَمِعْتُ وَهْبَ بْنَ زُحْرَةَ يَدُورُ عَنْ سُفْيَانَ بْنِ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَعْنِي ابْنَ الْمُبَارَكِ لَكَ زَائِدٌ وَزَوْجُ ابْنِ عُطَيْفٍ صَاحِبُ الدَّامِ قَدْ رَأَيْتُ رُحْمَةً وَجَعَلْتُ الْيَمْرَ مَجْلِسًا فَجَعَلْتُ اسْتَحْيِي مِنْ أَصْحَابِي أَنْ يَرَوْني جَالِسًا مَعَهُ كَرِهَ حَدِيثَهُ -

عبداللہ بن عثمان بن جبلة بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک سے پرچھا وہ کون شخص ہے جس سے آپ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث روایت کرتے ہیں کہ "عیو الفطر تحفه" متعلق کا من ہے یہ ابن مبارک نے جواب دیا سلیمان بن حجاج سے اور فرمایا میں نے جو تم کو سلیمان بن حجاج کی اماریت بیان کی ہیں تم ان میں ضرور لکھ کر لینا اور عبداللہ بن مبارک نے کہا میں نے حدیث دوم سے کم عمر کی نجاست معلوم ہے یہ کہے راوی رافع بن عطیف کو روگول ہیں بیٹھے دیکھا لیکن چونکہ اس کی حدیث ناقابل قبول سمجھی جاتی تھی لہذا اس کی روایت کے مکروہ ہونے کی وجہ سے مجھے شرم آیا تھی کہ کہیں میرے اصحاب مجھے اس کے ساتھ دیکھ نہ لیں۔

۴۲ - وَحَدَّثَنِي ابْنُ قَهْزَادٍ قَالَ سَمِعْتُ وَهْبًا يَقُولُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْمُبَارَكِ قَالَ بَقِيَّةٌ مَدُّ وَقِ الْلِّسَانِ وَلَكِنَّهُ يَأْخُذُ عَنْ مَنْ أَقْبَلَ وَأَذْبَرَ -

حضرت عبداللہ بن مبارک بیان فرماتے ہیں کہ بقیہ بجا آدھی ہے لیکن وہ ہر آنے، جانتے والے شخص سے حدیث روایت کرتا ہے۔

۴۳ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاجِيْرٌ عَنْ مَعِيذَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ الْحَارِثِ الْأَشْجَرِيَّ يَقُولُ قَالَ كَانَ كَذَّابًا -

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حارث اشجری نے مجھے ایک حدیث بیان کی مگر وہ جھوٹا شخص تھا۔

۴۴ - حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَسْرَةَ الْأَشْجَرِيُّ قَالَ نَاجِيْرٌ أَبُو أَسَامَةَ عَنْ مُفَضَّلٍ عَنْ مَعِيذَةَ قَالَ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يَقُولُ حَدَّثَنِي الْحَارِثُ الْأَشْجَرِيُّ وَهُوَ يَشْهَدُ أَنَّ أَحَدًا لَمْ يَذِ بَيْنَ -

شعبی بیان کرتے ہیں کہ حارث اشجری نے مجھے ایک حدیث بیان کی اور شعبی اس بات کی گواہی دیتے تھے کہ وہ جھوٹا شخص ہے۔

۴۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاجِيْرٌ عَنْ مَعِيذَةَ عَنْ ابْنِ أَبِي هَيْمٍ قَالَ قَالَ عَلْقَمَةُ قَوَاتِ

علقمہ نے کہا میں نے قسوان کریم دو سال میں یاد کر لیا حارث نے جواب میں کہا کہ قرآن کریم کو حاصل کرنا



آسان ہے اور احادیث کو حاصل کرنا بہت مشکل ہے۔

حادث نے کہا کہ میں نے تیسراں کریم کو تین سال میں  
اور حدیث شریف کو دویاتین سال میں حاصل کیا ہے۔

ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ حادث در کذب یا رقص  
کے ساتھ متہم تھا۔

حمزہ زیات بیان کرتے ہیں کہ مروہ جلالی نے حادث  
سے کوئی (چھوٹی) حدیث سنی، انھوں نے حادث سے  
کہا دروازہ پر بیٹھ جاؤ اور وہ بیٹھ کر تمہارا حال اسے احادیث  
کو بہن خطرہ کا احساس ہو گیا اور وہ فوراً بھاگ گیا۔

ابن عون بیان کرتے ہیں کہ ہم سے ابراہیم نے کہا  
منیر بن سعید اور ابو عبد الرحیم سے روایت کرنے میں  
احتراز کرنا کیونکہ یہ دونوں جھوٹے شخص ہیں۔

عاصم بیان کرتے ہیں کہ نجم جوزانی میں ابو عبد الرحمن  
مسلم کے پاس جایا کرتے تھے انھوں نے ہمیں نصیحت  
کی کہ ابوالاحوص کے سوا اور کسی شخص سے حدیث نہ سناؤ  
خاص طور پر شقیق سے احتراز کرنا۔ یہ شخص خارجی تھا۔  
(رب غلاف ثقیفی ابوالاعلیٰ کے کیونکہ وہ ثقہ راوی ہیں، سعیدی)

جزیرہ بیان کرتے ہیں کہ میری جابر بن یزید جعفی سے  
علامات مولیٰ لیکن میں نے اس کی روایت کو نہیں لکھا  
کیونکہ وہ رجعت کا عقیدہ باطل رکھتا تھا۔

الْقُرْآنَ فِي سِتِّينَ فَقَالَ الْخُرْتُ الْقُرْآنَ هَيِّنٌ  
وَالْوَحْيُ أَشَدُّ.

۴۶۔ وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا  
أَحْمَدُ يَعْنِي ابْنَ يُونُسَ قَالَ نَا زَايِدٌ عَنْ  
الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ الْخُرْتَ قَالَ تَعَلَّمْتُ  
الْقُرْآنَ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ وَالْوَحْيُ فِي سِتِّينَ أَوْ  
قَالَ الْوَحْيُ فِي ثَلَاثِ سِنِينَ وَالْقُرْآنَ فِي سِتِّينَ.  
۴۷۔ وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ حَدَّثَنِي  
أَحْمَدُ وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ قَالَ نَا زَايِدٌ عَنْ مُنَوَّرٍ  
وَمُغِيرَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ أَنَّ الْخُرْتَ أَكْتَمَهُ.

۴۸۔ وَحَدَّثَنَا كَثِيبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ تَأْجِرِي  
عَنْ حَمْرَةَ الزُّبَايَاتِ قَالَ سَمِعْتُ مُرَّةَ الْعَمْدِ ابْنِ  
مِنْ الْخَارِثِ شَيْئًا فَقَالَ لَهُ أَفَعَدَّ بِالْبَابِ  
قَالَ فَدَخَلَ مُرَّةٌ وَأَخَذَ سَيْفَهُ وَقَالَ وَأَخْشَى  
الْخُرْتَ بِالْشَيْءِ فَدَخَلَ.

۴۹۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ  
حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ يَعْنِي ابْنَ تَهْمِيٍّ وَقَالَ  
نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ ابْنِ عَوْنٍ قَالَ قَالَ لَنَا إِبْرَاهِيمُ  
إِيَّاكُمْ وَالْمُغِيرَةَ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
فَاتَّهَمْنَا كَذِبًا بَانَ.

۵۰۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ نَا  
حَمَّادُ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ قَالَ نَا عَاصِمٌ قَالَ لَنَا نَافِعُ ابْنُ  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ الشَّكْبِيُّ وَدَخَنَ عَلَيْهِ أَيْقَاعٌ فَكَانَ  
يَقُولُ لَنَا لَا تَجَالِسُوا الْقُصَّاصَ غَيْرَ أَبِي الْأَحْوَصِ  
وَإِيَّاكُمْ وَشَقِيقًا قَالَ وَكَانَ شَقِيقٌ هَذَا ابْنُ  
رَأَى الْخَوَارِجَ وَكَانَ بِأَيْمٍ وَأَيْلٍ.

۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَمَّارٍ مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ الزَّوَارِ  
قَالَ سَمِعْتُ جَرِيرًا يَقُولُ لَقِيتُ جَابِرَ بْنَ يَزِيدَ  
الْبُخَيْرِيَّ فَلَمْ أَكُتُبْ عَنْهُ كَانَ يُؤْمِنُ بِالرُّجْعَةِ.







سَأَلَ جَابِرًا عَنْ قَوْلِهِ تَعَالَى فَلَئِنْ أَتَوْهُم بِبُرْهَانٍ كَافٍ  
 حَتَّى يَأْتِيَ زَنْ لِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي وَهُوَ خَيْرُ  
 الْحَاكِمِينَ. قَالَ فَقَالَ جَابِرٌ كَعَرِيضِي بَعْدَ قَوْلِهِ  
 هَذِهِ. قَالَ سَفِيَّانٌ وَكَذَبَ فَقُلْنَا وَمَا  
 أَذَادَ بِهَذَا فَقَالَ إِنَّ الرَّاغِبَةَ تَقُولُ إِنَّ  
 عَلِيًّا فِي السَّحَابِ فَلَا تَخْرُجُ مَعَهُ مَنْ يَخْرُجُ  
 مِنْ وَلَدِهِ حَتَّى يَتَأَذَّى مِنْهَا دَمِينُ السَّحَابِ  
 يُؤَيِّدُكَ عَلَيْهَا أَنْ تَكُنْ تَأَذَّى أَخْرَجُوا مَعَهُ فُلَانٌ  
 يَقُولُ جَابِرٌ قَدْ أَتَى بِلَهُ هَذِهِ وَكَذَبَ  
 كَانَتْ فِي إِخْوَةِ يُوسُفَ.

الارض حتى ياتن لي ابي او يحكم الله و هو خير الحاكمين۔  
 رقد حمیدہ، یوسف علیہ السلام کے بھائیوں میں سے  
 سب سے بڑے بھائی نے مصر میں بیابان پر چوری کا  
 الزام لگنے کے بعد کہا، "میں یہاں سے اس وقت تک  
 نہیں ہاؤں گا یہاں تک کہ میرے والد اجازت دیں یا اللہ  
 قتلے حکم فرمائے اور وہ سب سے بہتر حاکم ہے۔"  
 (۸:۱۱۲)۔ جابر نے کہا اس آیت کی تفسیر ابھی ظاہر نہیں ہوئی۔  
 سفیان نے کہا اس نے جھوٹ بولا لوگوں نے سفیان سے  
 پر چھپا جابر کا کیا مراد تھی سفیان نے کہا شیعہ یہ کہتے ہیں کہ حضرت  
 علی باوریں میں ہیں اور ان کی اولاد میں سے امام برحق اس  
 وقت کسی امام وقت کے خلاف جنگ کے لیے نہیں نکلے گا  
 جب تک حضرت علی باوریں سے نہیں پکاریں گے کہ جاؤ  
 اس کی حمایت میں جھگ کرو۔ سفیان نے کہا جابر مجھ سے  
 یہ آیت حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں سے متعلق

سفیان بیان کرتے ہیں کہ میں نے جابر سے یہیں  
 ہزار ایسی احادیث سنی ہیں جن میں سے میں کسی کا ذکر باوریں نہیں  
 سمجھتا خواہ اس کے عوض مجھے کتنا ہی مال دیا جائے۔  
 محمد بن عمر و رازی بیان کرتے ہیں کہ میں نے جبریر بن عبد الحمید  
 سے پرچھا کیا آپ عازت بن حمیرہ سے ملے ہیں انھوں  
 نے کہا ہاں وہ ایک بڑا شخص ہے زیادہ تر عاموش رہتا  
 ہے لیکن بڑھیا سے بڑی فاحش بات پر فٹ جاتا ہے۔

حماد بن زید بیان کرتے ہیں کہ ایوب نے ایک  
 شخص کے بارے میں کہا کہ وہ سچا نہیں ہے اور دوسرے  
 کے بارے میں کہا کہ وہ تحریر میں زیادتی کرتا ہے۔

ایوب نے ذکر کیا کہ میرا ایک مسایہ ہے اور وہ

۵۸۔ وَحَدَّثَنَا سَكْمَةُ قَالَ نَا الْحَمِيدِيُّ  
 قَالَ نَا سَفِيَّانُ قَالَ مِمَّنْ جَابِرٌ أَيْ حَدَّثَنَا  
 يَنْخُورُ مِنْ قَدَرَيْنِ أَلْفَ حَدِيثٍ مَا اسْتَجَلَّ  
 أَنْ أَذْكَرَ مِنْهَا شَيْئًا وَإِنْ لِي كَذَا وَكَذَا أَوْ  
 سَمِعْتُ أَبَا عَسَانَ مُحَقِّقًا بَيْنَ عَمْرِو الرَّاغِبِ  
 قَالَ سَأَلْتُ جَبْرِ بْنَ عَبْدِ الْحَمِيدِ فَقُلْتُ  
 الْخَبْرُ بْنُ حَمِيرَةَ يَقِينُكَ قَالَ لَعَنَ بَشِيرٌ طَوْلًا  
 الشُّكُوتِ بِصِرِّ عَلَى أَمْرِ عَظِيمٍ۔

۵۹۔ حَدَّثَنَا ثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّوْرَقِيُّ  
 قَالَ حَدَّثَنَا عَمْرُو الرَّحْمَنِ بْنِ قَهْمٍ عَنْ كَثِيرِ  
 بْنِ مَرْثَدٍ قَالَ وَذَكَرَ أَيُّوبُ رَجُلًا يُؤْمَرُ فَقَالَ لَمْ  
 يَكُنْ بِمُسْتَقِيمٍ اللَّسَانِ وَذَكَرَ آخَرَ فَقَالَ هُوَ  
 يَزِيدُ فِي الرَّفْعِ۔

۶۰۔ حَدَّثَنَا ثَنِي حَمَّادُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا



بڑی خوبیوں والا ہے تاہم اگر وہ دیکھو روں کے بارے میں بھی شہادت دے تو میں اس کی شہادت کو مانر نہیں سمجھوں گا۔

مسم کہتے ہیں کہ میں نے عبدالکریم کے علاوہ الیرب کو اور کسی شخص کا عیب بیان کرتے ہوئے نہیں دیکھا اس کے بارے میں انہوں نے کہا وہ غیر ثقہ ہے اس نے مجھ سے حضرت لکرمہ کی ایک حدیث سنی اور یہ کہتا پھر تائب کہ میں نے براہ راست یہ حدیث لکرمہ سے سنی ہے۔

مسم بیان کرتے ہیں کہ ابو داؤد نام کا ایک نابینا شخص ہم سے کہنے لگا کہ اس نے براہین عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہما سے احادیث سنی ہیں۔ ہم نے حضرت قتادہ سے اس کی تحقیق کی قتادہ نے کہا کہ یہ جھوٹا ہے یہ شخص طاعون عارض کے زمانہ میں لوگوں سے بھیک مانگتا پھرتا تھا اور اس نے ان سے سماع حدیث نہیں کیا۔

نوٹ: امام نووی فرماتے ہیں طاعون عارض سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس سے دور رہیں۔

تمام بیان کرتے ہیں کہ نابینا ابو داؤد حضرت قتادہ کے پاس گیا جب وہ پہلا گیا تو لوگوں نے حضرت قتادہ سے کہا اس شخص کا دعویٰ ہے کہ وہ اصحابہ بدری صحابہ سے بلا ہے، قتادہ نے کہا یہ شخص طاعون عارض سے بچنے بھیک مانگتا تھا اس کو من حدیث سے کوئی لگاؤ تھا اس لیے اس میں گفتگو کرتا تھا۔ یہ کہی قسم حدیث کا کہ علاوہ جن بصری اور سید بن مسیب جیسے لوگوں نے بھی کسی بدری صحابی سے براہ راست روایت نہیں کی۔

رتبہ بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر طوسی، حنفی اور کثرت آئینہ کلام کو حدیث بنا ڈالتے تھے اور کہہ دیتے تھے کہ یہ حضور کی احادیث ہیں حالانکہ فی الواقع وہ باتیں حضور کی آثار نہ ہوتی تھیں۔

سُكَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ تَأَخَّرْنَا عَنْ زَيْدٍ قَالَ قَالَ أَيُّوبُ بْنُ أَبِي جَادٍ أَتُحَدِّثُكُمْ مِنْ قَضَائِهِ وَكَوْثَرِهِ عَلَى تَمَرَاتَيْنِ مَا رَأَيْتُ شَهَادَةً جَائِزَةً وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَحَبَّابُ بْنُ الْفَاسِحِ قَالَ لَمَّا عَدِمَهُ الرَّبَّاقِيُّ قَالَ قَالَ مَعْمَرُ بْنُ مَالِكٍ أَتُحَدِّثُكُمْ أَحَدًا أَقْبَرُ الْأَعْيُنِ الْكِرَامِ يَعْنِي أَبَا أُمَيَّةَ فَإِنَّهُ ذَكَرَ فَقَالَ رَحِمَهُ اللَّهُ كَانَ عَدُوًّا لِقَدِّ سَائِلِي عَنْ حَدِيثٍ يَكُونُ ثُمَّ قَالَ سَمِعْتُ عَنْكَ مَعْمَرُ

۶۲۔ حَدَّثَنِي الْعَصْلِيُّ بْنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنِي عَمْرَانُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَأْتِيَهُمْ قَتَالُ قَدِمَ عَلَيْنَا أَبُو دَاوُدَ الْأَعْلَى فَجَعَلَ يَقُولُ نَمَّا الْقَبْرَاءُ وَنَمَّا زَيْدُ بْنُ أَرْقَمٍ فَذَكَرْنَا ذَلِكَ لِقَتَادَةَ فَقَالَ كَذَبَ مَا سَمِعَ مِنْهُمْ إِنْ شَاءَ كَانَ ذَلِكَ سَائِلًا يَتَكَلَّفُ النَّاسَ مِنْ طَاعُونِ الْجَارِفِ

۶۳۔ وَحَدَّثَنِي حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْعُلُوِّيُّ قَالَ تَأَخَّرْنَا عَنْ قَتَادَةَ قَالَ أَنَا هَهُنَا قَتَالُ وَجَعَلَ أَبُو دَاوُدَ الْأَعْلَى عَلَى قَتَادَةَ فَذَكَرْنَا قَتَالُ قَالَ إِنَّا هَذَا يَزْعُمُ أَنَّهُ كَفَى ثَمَانِيَةَ عَشَرَ نَرِيًا فَقَالَ قَتَادَةُ هَذَا كَلَامٌ سَائِلًا قَبْلَ الْجَارِفِ لَا يُعْرِضُ لِشَيْءٍ مِنْ هَذَا وَلَا يَتَكَلَّمُ فِيهِ قَتَادَةُ اللَّهُ مَا حَدَّثَنَا الْحَسَنُ عَنْ زَيْدِ بْنِ مَعْقِلَةَ وَلَا حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ زَيْدِ بْنِ مَسْقِلَةَ إِلَّا عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَالِكٍ

۶۴۔ حَدَّثَنَا عُمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَأْتِيهِ عَنْ رَقَبَةَ أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ الطَّائِسِيَّ الْمَدَنِيَّ كَانَ يَصْنَعُ أَحَادِيثَ كَلَامَ حَقٍّ وَكَانَتْ مِنْ أَحَادِيثِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَانَ يَذُرُ فِيهَا عَيْنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ







نہیں لگائے جائیں گے۔ ایوب نے کہا جھوٹ کہتا ہے  
میں نے محمد حسن بصری سے سنا ہے کہ جو شخص عیسیٰ بنی کریدوش  
ہو جائے اسے کوڑے لگائیں جائیں گے۔

سلام بن ابی مطیع کہتے ہیں کہ ایوب کو یہ خبر پہنچی کہ بن عمرو  
کے پاس روایت حدیث کے لیے ملنا ہوں ایک دن وہ  
جھوٹے اور کہنے لگے کہ یہ بتلاؤ تمہیں جس شخص کے  
دین کا استہزاء نہیں ہے اس کی روایت پر اعتماد کیسے کر  
سکتے ہو۔

ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عمر بن عبید سے  
اس وقت احادیث کا سماع کیا تھا جب اس نے مدینہ  
میں داخل ہوئے (کوفی) کرنی شروع نہیں کیں تھیں۔

سماذ عمر ہی بیان کرتے ہیں کہ میں نے شعبہ کو کھاکر  
ابو شیبہ قاضی واسطہ کے پاس سے میں آپ کی کیا رائے ہے  
شعبہ نے مجھے جواب میں کھاکر ابو شیبہ کی کوئی روایت نہ  
لکھنا اور میرے اس خط کو پھاڑ دینا۔

عفان بیان کرتے ہیں کہ میں نے حماد بن سلمہ کے  
سامنے وہ حدیث سنا لی جس کو صالح مرقی نے ثابت سے  
روایت کیا ہے حماد نے کہا صالح مرقی جھوٹا ہے اور  
میں نے ہمام کے سامنے صالح مرقی کی حدیث بیان کی تو  
ہمام نے بھی کہا کہ صالح مرقی جھوٹا ہے۔

ابو داؤد کہتے ہیں کہ مجھ سے شعبہ نے کہا کہ جابر بن  
حازم سے جا کر کہو کہ حسن بن حماد کی کوئی روایت بیان  
کرنا جائز نہیں ہے اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتا ہے ابو داؤد  
کہتے ہیں کہ میں نے شعبہ سے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے شعبہ  
نے کہا حسن نے حکم کی روایت سے ہمیں ایسی احادیث  
بیان کی ہیں جن کی کوئی اصل نہیں ہے میں نے شعبہ سے  
پوچھا ایسی کون سی روایت ہے انہوں نے کہا میں نے  
حکم سے پوچھا تھا کیا شہداء اُحد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے  
نار پڑھی تھی اس نے جواب دیا نہیں پڑھی تھی لیکن حسن بن حماد

الْحَسَنُ قَالَ لَا يُجْلَدُ الشَّكْرَانُ مِنَ النَّبِيِّ  
فَقَالَ كَذَبَ لَانْتِمَا سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ يُجْلَدُ  
الشَّكْرَانُ مِنَ النَّبِيِّ۔

۶۹۔ وَحَدَّثَنِي حَجَّاجٌ قَالَ نَأْسِكُنُ مِنْ  
خَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ سَلَامَ بْنَ أَبِي مُطَيْعٍ يَقُولُ بَكَرَ  
أَيُّوبُ أَبِي إِرْقٍ عَمْرُوًا قَبْلَ عَلِيٍّ يَوْمَ مَا قَالَتْ  
أَرَأَيْتَ رَجُلًا لَا تَأْمَنُهُ عَلَى دِينِهِ كَيْفَ تَأْمَنُهُ  
عَلَى الْحَدِيثِ۔

۷۰۔ وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَيْبٍ قَالَ سَأَلْتُ  
الْمُصَنِّدِيَّ قَالَ نَأْسِكُنُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا مَوْسَى  
يَقُولُ نَأْمَنُ مِنْ عَيْنِهِ قَبْلَ أَنْ يُحَدِّثَ۔

۷۱۔ حَدَّثَنِي عُثَيْبُ بْنُ مَعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ  
قَالَ نَأْمَنُ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى شُعْبَةَ أَسْأَلُكَ عَنْ أَبِي  
شُعْبَةَ قَنَاضِيٍّ وَاسِطٍ لَكَ كَتَبْتُ إِلَيْكَ لَا تَكْتُبْ عَنْهُ  
شَيْئًا وَمَنْ يَزِي كِتَابِي۔

۷۲۔ وَحَدَّثَنَا الْحُمَاوِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَفَانَ  
قَالَ حَدَّثْتُ حَمَادَ بْنَ سَلَمَةَ عَنْ صَالِحِ الْمُرِّي  
يَحْدِثُ عَنْ قَائِمٍ فَقَالَ كَذَبٌ وَحَدَّثْتُ هَاشِمًا  
عَنْ صَالِحِ الْمُرِّي يَحْدِثُ فَقَالَ كَذَبٌ۔

۷۳۔ وَحَدَّثَنَا مَعْمُودُ بْنُ عَمِلَانَ قَالَ نَأْمَنُ  
أَبُو دَاؤُدَ قَالَ قَالَ لِي شُعْبَةُ إِنِّي جَرِيْرٌ  
حَالِيْمٌ فَقُلْتُ لَهُ لَا يَجِلُّ لَكَ فَنَ تَزُوِي عَنْ  
الْحَسَنِ بْنِ عُمَارَةَ فَإِنَّهُ يَكُوبُ قَالَ أَبُو دَاؤُدَ  
قُلْتُ لِشُعْبَةَ وَكَيْفَ ذَاكَ فَقَالَ نَأْمَنُ الْحَكَمُ  
بِأَشْيَاءَ لَمْ أَجِدْ لَهَا أَصْلًا قَالَ قُلْتُ لَهُ يَا جِيْرُ  
شَيْءٌ قَالَ قُلْتُ لِيَحْكُمُوا صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى أَكْثَلِ أَحِبِّهِ فَقَالَ لَهُ يَقْبَلُ  
عَلَيْهِمْ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عُمَارَةَ عَنْ الْحَكَمِ



نے حکم سے روایت کیا اور مقسم از ابن عباس کی سند سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہداء احمد کی ناز پر بھی اور پھر ان کو روئی کر دیا، اس کے علاوہ میں نے حکم سے ولید الزنا کی ناز جنازہ پڑھنے کے بارے میں پوچھا حکم نے کہا ہاں ایسے لوگوں کی ناز جنازہ پڑھی جائے گی میں نے پوچھا آپ یہ حدیث کس سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا حسن بصری سے لیکن حسن بن عمار نے یہ حدیث حکم سے بھیجی بن جزار از حضرت علی روایت کی، یعنی پہلی حدیث کی اصل عبارت میں اور دوسری کی سند میں غلطی کی ہے۔

یضید بن ابروین نے زیاد بن میمون کے ہاتھ سے میں کہا کہ میں قسم کھا چکا ہوں کہ اس سے کوئی حدیث روایت کرے گا اور خالد بن محمد سے کیونکہ ایک بار میں نے زیاد بن میمون سے ایک حدیث پوچھی تو زیاد نے کج مزنی کی روایت سے وہ حدیث بیان کی، دوبارہ ملاقات پر اس سے وہی بات پوچھی تو اس نے توفیق کی روایت سے بیان کی، سہ بار ملاقات پر اس سے وہی حدیث پوچھی تو وہی حدیث سن کی روایت سے بیان کی، ابن ابروین، زیاد اور خالد دونوں کو جھوٹا کہتے تھے۔ علوانی کہتے ہیں کہ عبد اللہ کے ہاتھ سے زیاد بن میمون کا ذکر ہوا تو انھوں نے بھی اسے جھوٹا قرار دیا۔

محمود بن غیلان روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابو داؤد و طحاہی سے پوچھا کہ آپ حیا بن منصور کی روایت کج مزنی بیان کیا کرتے تھے کیا آپ نے ان سے غلط فہمیش عورت کی وہ حدیث نہیں سنی جو نصر بن شہیل نے ہم سے بیان کی تھی، ابو داؤد نے جواب دیا خاموش رہو ایک دفعہ میں اور عبد الرحمن بن مہدی، زیاد بن میمون سے ملے تھے اور ان سے پوچھا حضرت انس رضی اللہ عنہ سے جو تم احادیث روایت کرتے ہو وہ کہاں تک

عَنْ مِقْسَمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى عَلَيْهِمْ وَدَفَنَهُمْ قُلْتُ لِيَحْكُمَ مَا تَقُولُ فِي آوَادِ الزَّيْنِ قَالَ يُصَلِّي عَلَيْهِمْ قُلْتُ مِنْ حَدِيثٍ مَنْ يُرْوَى قَالَ يُرْوَى عَنِ الْحَسَنِ الْبَصْرِيِّ فَقَالَ الْحَسَنُ بْنُ عَمَارَةَ ثَنَا الْحَكَمُ عَنْ يَحْيَى بْنِ الْجَزَارِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى عَنَّهُ -

۴۴۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْخَلَّالِيُّ قَالَ سَمِعْتُ يَزِيدَ بْنَ هَادُونَ وَكَرِيمَ بْنَ مَيْمُونٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَنَّ زَاوِيَّ عَنْهُ شَيْئًا وَلَا عَنْ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ وَجَدْنَا لِقَيْدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ مَيْمُونٍ فَسَأَلْتُهُ عَنْ حَدِيثٍ قَدَحَةٍ ثَنِي بِهَا عَنْ بَكْرِ الْمَذَنِي ثُمَّ عُدْتُ إِلَيْهِ قَدَحَةً ثَنِي بِهَا عَنْ مُوَرِّقٍ ثُمَّ عُدْتُ إِلَيْهِ قَدَحَةً ثَنِي بِهَا عَنْ الْحَسَنِ وَكَانَ يَنْسِبُهُمَا إِلَى الْكُذِبِ قَالَ الْخَلَّالِيُّ سَمِعْتُ عَبْدَ الصَّمَدِ وَكَرِيمَ بْنَ مَيْمُونٍ يَنْسِبَانِ إِلَى الْكُذِبِ -

۴۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ غَيْلَانَ قَالَ قُلْتُ لِيَزِيدَ دَاوُدَ الطَّيَالِسِيِّ قَدْ أَكْثَرْتَ عَنْ عَبَّادِ بْنِ مَنْصُورٍ فَمَا لَكَ لَمْ تَسْمَعْ مِنْهُ حَدِيثًا الْقَطَارَةَ الْقَدِي رَوَى لَنَا النَّضَرِيُّ شَمِيلٌ فَقَالَ لِي أَسْكَتُ قَدْ نَالَ لِقَيْدِ بْنِ زِيَادٍ عَنْ مَيْمُونٍ وَعَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْدِيٍّ فَسَأَلْتَاهُ فَقُلْنَا لِمَ هَذِهِ الْحَادِيثُ الَّتِي تَرْوِيهَا عَنْ أَنَسٍ فَقَالَ أَرَأَيْتُمَا رَجُلًا يُدَانِي قَيْتُوبَ أَبِي نَسْرٍ يَحُوبُ إِلَيْهِ قَالَ



قُلْنَا نَعَمْ قَالَ مَا سَمِعْتُ مِنْ أَنَسٍ مِنْ ذَا  
قَلِيلٍ وَلَا كَثِيرٍ إِنْ كَانَ لَا يَعْلَمُ النَّاسُ  
فَمَا نُسَمَّا لَا تَعْلَمَانِ إِنِّي لَمَّا لَقِيتُهَا قَالَ أَبُو  
دَاوُدَ فَبَلَّغْنَا بَعْدَ أَنَّهُ يَزِيدُ قُلْنَا تَيْنَا هَ أَتَا  
وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ فَقَالَ أَكْثُوبٌ ثُمَّ كَانَ بَعْدَ يَحْيَى  
فَقَتَرْنَا ۝

صحیح ہیں زیادہ نے جواب دیا اگر کوئی شخص گناہ کرے اور  
پھر اس پر توبہ کرے تو کیا تم دونوں کے خیال میں اللہ تعالیٰ  
اس کی توبہ نہیں قبول کرے گا ہم نے کہا کیوں نہیں زیادہ  
نے کہا میں نے حضرت انس سے کسی قسم کی کوئی حدیث روایت  
نہیں کی ہر چند کہ عام لوگوں کو اس بات کا پتا نہیں تاہم تم  
دونوں فرماتے ہو کہ میں نے نہ تو حضرت انس رضی اللہ عنہ  
سے ملاقات کی ہے اور نہ ان کا زمانہ پایا ہے۔ ابو داؤد  
نے کہا کچھ عرصہ کے بعد بھی پھر معلوم ہوا کہ زیادہ نے پھر  
حضرت انس کی روایات بیان کرنی شروع کر دی ہیں،  
ابن ابی نعیم اور عبد الرحمن دوبارہ اس کے پاس گئے، اس نے  
پھر توبہ کر لی لیکن پھر توبہ توڑ دی اور حضرت انس کی روایات  
بیان کرنے لگا۔ بالآخر ہم نے اسے چھوڑ دیا۔

عبد اللہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ریح کو "عرض" بنانے سے منع فرمایا ہے  
ان سے اس حدیث کا مطلب پوچھا گیا تو انہوں نے کہا  
جو وارد اعلیٰ ہونے کے لیے دیوار میں کوئی روشن دان نہ بنایا  
جائے ورنہ اسے یہ حدیث صحیح بیان نہیں کی اصل لفظ غرض  
ہے جس کا معنی ہے نشانہ اور حدیث کا مطلب یہ ہے  
کہ نشانہ کی مشق کرنے کے لیے کسی جاندار کو غصہ مشق نہ  
بنایا جائے۔ سیاحین، امام مسلم فرماتے ہیں کہ عبید اللہ بن  
عمر قراریری کہتے تھے کہ حماد بن زید نے مہدی بن ہلال کے  
پاس بیٹھے ہوئے ایک شخص کی طرف اشارہ کر کے کہا یہ  
تمہیں چشمہ تنہا ہی طرف سے نکلا ہے انہوں نے  
اخبارات میں کہا کہ ان سے ابواسحاق۔

ابو عروہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے جس سے  
بھی حسن کی روایت سنی میں اس کو لے کر فوراً ابان بن ابی  
عباس کے پاس گیا اور ابان نے اسی وقت وہ حدیث  
پر جھک مجھے سنا دی۔

ابن مسعود بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو حمزہ ثمالی

۴۶۔ حَدَّثَنَا أَحْسَنُ الْخُلَاطِیِّ قَالَ سَمِعْتُ  
كُثَيْبًا قَالَ كَانَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ قُبَيْصٍ يُحَدِّثُنَا يَقُولُ  
سُوَيْدُ بْنُ غَفْلَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ  
اللَّهِ بْنِ قُبَيْصٍ يَقُولُ رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ أَنَّ تَشَحُّدَ الرَّؤُوحِ عَوَضًا قَالَ فَقِيلَ لَهُ  
أَيُّ شَيْءٍ هَذَا قَالَ يَعْنِي يَتَخَذُ كُوفًا فِي حَاطِطٍ  
لَيْدًا حُلَّ عَلَيْهِمُ الرُّؤُوسُ وَتَمِيعَةٌ عُثْبِيَّةٌ لِلَّهِ بْنِ  
عُمَرَ الْقَعَارِيِّ يَقُولُ سَمِعْتُ حَمَّادَ بْنَ زَيْدٍ  
يَقُولُ لِرَجُلٍ بَعْدَ مَا جَلَسَ فَيَقُولُ بَنِي هَذَا  
يَا بَنِي مَا هَذِهِ الْعِلْمُ الْمَالِحَةُ الَّتِي تَبْعَثُ  
فَبَلَّغْنَا قَالَ نَعَمْ يَا أَبَا إِسْمَاعِيلَ ۝

۴۷۔ وَحَدَّثَنَا أَحْسَنُ الْخُلَاطِیِّ قَالَ سَمِعْتُ  
عُقْبَانَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَوَانَةَ قَالَ مَا بَلَغَنِي عَنْ  
الْحَسَنِ حَدِيثٌ إِلَّا أَنَّهُ يَهَابُ ابْنَ أَبِي عَتِيكَ بِشِ  
فَقَرَأَ عَلَيْنَا ۝

۴۸۔ وَحَدَّثَنَا سُورِيُّ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَحْنُ



نے ابان بن ابی عیاش سے تقریباً ایک ہزار احادیث کا سماع کیا پھر جب میری حمزہ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابان سے سنی ہوئی احادیث سنا ہیں جن میں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف پانچ چھ حدیثوں کی تصدیق کی۔

کریم بن عدی بیان کرتے ہیں کہ ابو اسحاق قزازی نے مجھ سے کہا "بقیہ" اگر غیر معروف حضرات کی روایات میں بیان کریں تو وہ بھی کھ لینا اور اسماعیل بن عیاش کی بیان کردہ کسی روایت کو نہ کھنا خواہ معروف حضرات سے بیان کرے یا غیر معروف حضرات سے۔

ابن مبارک نے کہا "بقیہ" مختبر شخص سے کاش وہ راویوں کے ناموں کو ان کی کثیبتوں کے ساتھ اور ان کی کثیبتوں کو ان کے ناموں سے نہ تبدیل کر دیتا۔ ایک عرصہ تک وہ ہم کو ابو سعید و عاصی کی روایت بیان کرتا رہا بعد میں چھان بین سے معلوم ہوا کہ وہ عبد القدوس ہے۔ عبد البرزاق کہتے ہیں کہ میں نے ابن مبارک کو عبد القدوس کے سوا کسی شخص کو جھوٹا کہتے ہوئے نہیں سنا۔

عبد الشریف عبد الرحمان دلمی بیان کرتے ہیں کہ ابو نعیم نے کہا کہ ان کے سامنے مسلم بن عرفان نے کہا کہ ابو اسحاق نے بیان کیا کہ ہم سے سامع عبد الشریف بن سعد بن جک صفیان کے میدان سے آئے تھے۔ ابو نعیم نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا تمہارے خیال میں وہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہو گئے تھے۔

عمران بن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ہم اسماعیل بن علیہ کی مجلس میں تھے کہ ایک شخص نے دوسرے شخص سے روایت بیان کی میں نے کہا وہ غیر معتبر شخص ہے وہ شخص کہتے دیکھا کرتے اس کی غیبت کی ہے یہ سن کر اسماعیل نے

عَلَيْ بْنِ مُسْهِرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَنَا وَحَمْرَةَ التَّمِيمِيَّةَ مِنَ ابْنِ أَبِي عِيَّاشٍ قَالَا قَالَا مِنْ أَلْفِ حَدِيثٍ قَالَ عَلِيُّ فَلَقِيْتُ حَمْرَةَ فَخَبَّرَنِي أَنَّهَا سَمِعَتْ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَنَامِ فَحَدَّثَ عَلِيٌّ مَا سَمِعَ مِنْ ابْنِ أَبِي عِيَّاشٍ وَمِنْهَا الْأَشْيَاءُ لَا يَسِيرُ أَحَدٌ أَوْ سَقَطَ.

۷۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا ذَكَرْتُ ابْنَ عَدِيَّ قَالَ قَالَ لِي أَبُو اسْحَقَ الْقَزَازِيُّ أَكْتُبُ عَنْ بَقِيَّةٍ مَا رَوَى عَنْ غَيْرِ الْمَعْرُوفِينَ وَكَأَنَّكَ تَكْتُبُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عِيَّاشٍ مَا رَوَى عَنْ الْمَعْرُوفِينَ وَكَأَنَّكَ تَكْتُبُ عَنْ غَيْرِهِمْ.

۱۰۔ وَحَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ النَّعْطَلِيُّ قَالَ سَمِعْتُ بَعْضَ أَصْحَابِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ ابْنُ الْأَمْبَارِ لِي لَيْسَ بِالرَّجُلِ بَقِيَّةٌ كَوَيْلُ اللَّهِ يَكْنِي الْأَسَافَةَ وَكَسْبُ الْكُنَى كَالْكَافِ أَفَحَدَّثْنَا عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْوُثَّاقِيِّ فَتَنَّا فَإِذَا هُوَ حَبِيبُ الْقُدُوسِ.

۸۱۔ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْأَزْدِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الرَّحْمَنِ يَقُولُ مَا رَأَيْتُ ابْنَ الْأَمْبَارِ يُفَصِّرُ بِقَوْلِهِ كَذَا ابْنُ الْأَمْبَارِ الْقُدُوسِ فَإِنِّي سَمِعْتُهُ يَقُولُ لَهُ كَذَا ابْنُ.

۸۲۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نُعَيْمٍ وَذَكَرَ الْمَعْنَى بَيْنَ عَمْرٍو قَالَا قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو وَائِلٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَسْعُودٍ بِصَحِيحَيْنِ فَقَالَ أَبُو نُعَيْمٍ أَتَرَاهُ بَعَثَ بَعْدَ الْمَوْتِ.

۸۳۔ وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ وَحَسَنُ الْعُلَدَانِيُّ يَكُلَاهُمَا عَنْ عَمْرِو بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَلِيٍّ وَحَدَّثَنَا دَجُلٌ عَنْ دَجُلٍ فَقَالَ إِنَّ هَذِهِ الْيَمِينُ يَنْتَبِئُ



قَالَ فَقَالَ الرَّجُلُ اُعْتَبَرْتَهُ قَالَ اِسْمَاعِيلُ مَا اُعْتَبَرْتَهُ وَلَكِنَّهُ حَكَمَ اَنَّهُ لَيْسَ بِثَقِيْبٍ -  
 ۸۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ جَعْفَرٍ الدَّارِمِيُّ قَالَ سَمِعْتُ اَبِي بَشْرٍ بَنَ شُعْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الَّذِي يَدْرِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ فَقَالَ لَيْسَ بِثَقِيْبٍ وَسَأَلْتُ مَالِكَ بْنَ اَنَسٍ عَنْ اَبِي الْحُوَيْرِثِ فَقَالَ لَيْسَ بِثَقِيْبٍ وَسَأَلْتُ عَنْ ثَعْبَةَ الَّذِي يَدْرِي عَنْهُ اَبِي ذَرٍّ فَقَالَ لَيْسَ بِثَقِيْبٍ وَسَأَلْتُ عَنْ صَالِحِ مَوْلَى الثَّوَالِغِ فَقَالَ لَيْسَ بِثَقِيْبٍ وَسَأَلْتُ عَنْ حَرَامِ بْنِ عُمَانَ فَقَالَ لَيْسَ بِثَقِيْبٍ وَسَأَلْتُ مَالِكًا عَنْ هُوَذَا ابْنِ الْخُمَيْسَةِ فَقَالَ لَيْسُوا بِثَقِيْبٍ فِي حَدِيثِهِمْ وَسَأَلْتُ عَنْ رَجُلٍ اَخْرَجْتُهُ اسْمُهُ فَقَالَ هُوَ رَأَيْتُهُ فِي كِتَابِي قُلْتُ لَا قَالَ لَوْ كَانَ ثَقِيْبًا لَرَأَيْتُهُ فِي كِتَابِي -

میری تائید میں کہا انہوں نے فیثت نہیں بلکہ فی روایت میں اس کا مقام متعین کیا ہے۔

بشر بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں نے امام مالک بن انس سے محمد بن عبد الرحمن کے بارے میں پوچھا جو سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں فرمایا وہ غیر ثقہ ہے پھر میں نے ان سے ابوالحویث کے بارے میں پوچھا فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے، پھر شعبہ کے بارے میں پوچھا جس سے ابن ابی ذر تب روایت کرتا ہے فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے پھر میں نے قوام کے آزاد کردہ غلام حاکم کے متعلق پوچھا فرمایا وہ بھی غیر ثقہ ہے۔

پھر میں نے حرام بن عثمان کے بارے میں پوچھا فرمایا غیر ثقہ ہے، ان پانچوں کے بارے میں امام مالک نے عدم ثقاہت کی تصریح کر دی پھر میں نے ایک شخص کے بارے میں پوچھا جس کا نام مجھے بھول گیا آپ نے فرمایا کیا تم نے اس کا نام میری کتابوں میں دیکھا ہے میں نے کہا نہیں، فرمایا اگر وہ ثقہ راوی ہوتا تو تم اس کا نام میری کتابوں میں ضرور دیکھتے۔

علاج بیان کرتے ہیں کہ ابن ابی ذر تب نے ہم سے شریک بن سعد روایت بیان کی مگر شریک جلیل متہم نام کی حدیث تھے۔

ابراہیم طالقانی نے کہا کہ عبد اللہ بن مبارک فرمایا تھے اگر مجھے اختیار دیا جاتا کہ پہلے بنی جنت میں داخل ہوں یا پہلے عبد اللہ بن عمر سے ملاقات کر لوں تو میں اس سے ملاقات کرنے کو پسند کرتا اور جنت میں اس کے بعد جانا لیکن جب میں نے اس کی تحقیق کی تو وہ مجھے اذیت کی سیلگی سے بھی بدتر معلوم ہوا۔

نرید بن ابی انیسہ کہا کرتے تھے کہ میرے بھائی سے احادیث روایت نہ کیا کرو۔ (یعنی یحییٰ بن انیسہ)۔

۸۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ الْفَضْلِ بَنُ سَهْلٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ قَالَ تَابَ حُجَّابٌ قَالَ نَا اَبِي اَبِي ذَرٍّ عَنْ شُرَيْبِ بْنِ سَعْدٍ وَكَانَ مُشْتَمًا -  
 ۸۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ مُحَمَّدٍ بَنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَهْرَازٍ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا اَلْمُنْجَنِ الطَّالِقَانِي يَقُولُ سَمِعْتُ اَبِي الْعَبَّاسِ يَقُولُ لَوْ خَيْرَتُ بَيْنَ اَنْ ادْخُلَ الْجَنَّةَ وَ اَنْ اَنْ اَلْفِي عَبْدَ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ لَا دَخَلْتُ اَنْ اَلْفَاكُلُ اَمْ اَدْخُلَ الْجَنَّةَ فَكُلَّمَا دَايَسْتُ كَاذَتْ بَعْرَةً اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْهُ -

۸۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ الْفَضْلِ بَنُ سَهْلٍ قَالَ تَابَ وَابْنُ دُرَيْدٍ بَنُ صَالِحٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو قَالَ تَابَ يَحْيَى ابْنُ اَبِي اَنَسَةَ لَوْ تَاخَذُوا اَعْنَ اَنْجَى -



۸۸۔ حَدَّثَنَا ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ النَّاقِطِيُّ  
قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ الدَّائِمِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْخِي  
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ جَعْفَرٍ الرَّقِيقِيُّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو  
قَالَ كَانَ يَخْبِي بَنِي أَبِي أَيْكَةَ كَذَلِكَ  
۸۹۔ حَدَّثَنَا ثَنَا أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا  
سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ وَقَالَ  
ذَكَرَ قُرَّةُ عِنْدَ أَبِي ثَوْبٍ فَقَالَ إِنَّ قُرَّةَ أَيْكَةَ  
صَاحِبِ حَدِيثٍ -

۹۰۔ وَحَدَّثَنَا ثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ بَشِيرٍ الْعَبْدِيُّ  
قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ وَذَكَرَ عِنْدَهُ  
مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو اللَّيْثِيُّ فَصَقَّهُ جَدًّا  
فَقِيلَ لِيَحْيَى أَمُصَّ مِنْ يَغْفَرُ بْنُ عَطَاءٍ قَالَ  
لَعَنَهُمُ قَالَ مَا كُنْتُ أَرَى أَنَّ أَحَدًا يَزِيدُ عَنِّي  
مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدٍ بْنُ عَمْرٍو -

۹۱۔ حَدَّثَنَا ثَنَا يَحْيَى بْنُ الْحَكِيمِ قَالَ سَمِعْتُ  
يَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ فَصَقَّ حَكِيمُ بْنُ جَبْرِ  
وَعَبْدُ اللَّهِ عَلَى وَصَفَتْ يَحْيَى بْنُ مُوسَى بْنِ دِينَارٍ قَالَ  
حَدَّثَنَا رِيحٌ وَصَفَتْ مُوسَى بْنُ دَهْقَانَ وَغُلَيْسِي  
بْنِ أَبِي غُلَيْسِي الْمَدَنِيَّ وَصَفَتْ الْحَسَنَ بْنَ غُلَيْسِي  
يَقُولُ قَالَ لِي ابْنُ التَّمَّارِ لِمَا دَاخِلًا مَاتَ عَلَى جَوْدٍ  
كَأَنَّكَ عِلْمُهُ كَلَّمَ الْأَحْوَالُ لَمْ يَكُنْ لَكَ كُتُبٌ عِنْدَهُ  
حَدَّثَنَا عُثَيْبُ بْنُ مَعْقِلٍ وَالشَّرِيفُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ  
مُحَمَّدُ بْنُ سَالِحٍ -

قَالَ مُسْلِمٌ وَأَشْبَاهُ مَا ذَكَرْنَا مِنْ كَلَامِ  
أَهْلِ الْعِلْمِ فِي مَحَبَّتِهِ رَوَاهُ الْحَدِيثُ وَأَخْبَارُهُمْ  
عَنْ مَعَاذِهِمْ كَثِيرٌ يُطَوَّلُ أَنْ تَكْتُبَ بِذَلِكَ عَلَى  
إِسْتِغْنَائِهِمْ فِي مَا ذَكَرْنَا كِتَابَهُ لِيَمُنَّ تَقْلِيدُهُ وَحَقْلُ  
مَذْهَبِ الْقَوْمِ فِيمَا قَالُوا مِنْ ذَلِكَ وَبَلَّغُوا وَإِنَّمَا  
الزُّمُورُ أَنْفُسُهُمْ الْكُشْفُ عَنْ مَعَارِبِ رَوَاهُ الْحَدِيثُ

عبد اللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ یحییٰ بن ابراہیم نے  
نقا۔

حماد بن زید کہتے ہیں کہ ابوبکر کے سامنے فرقت کا  
ذکر کیا گیا تو انہوں نے بتایا کہ فرقت روایت حدیث کا اہل  
نہیں ہے۔

یحییٰ بن سید القطان کے سامنے محمد بن عبد اللہ بن  
عمریشی کا ذکر کیا گیا تو انہوں نے محمد بن عبد اللہ کو ضعیف  
قرار دیا۔ یحییٰ سے کسی نے پرچھا کیا محمد بن عبد اللہ کا مقرب  
بن مطلق ہے یہ زیادہ ضعیف ہے۔ انہوں نے کہا  
ہاں، پھر کہا میرے خیال میں تو کوئی شخص بھی محمد بن عبد اللہ  
کی روایات بیان نہیں کرے گا۔

بشر بن حکم کہتے ہیں کہ یحییٰ بن سید قطان نے حکیم  
بن جبیر اور عبد اللہ کو ضعیف قرار دیا اور یحییٰ بن موسیٰ کو  
بھی ضعیف قرار دیا بلکہ اس کے بارے میں تردید بھی فرمایا  
کہ اس کی روایات ہوا کی مثل ہیں اور موسیٰ بن دھقان اور  
غلیسی بن ابو غلیسی مدنی کو بھی ضعیف کہا حسن بن علی کہتے  
ہیں کہ مجھ سے ابن مبارک نے فرمایا تھا کہ میں وقت تم  
حجریہ کے پاس جاؤ تو ان کا تمام علم بکھلے گا مگر تین شخصوں  
کی بیان کردہ روایات نہ بکھنڈا، عبیدہ بن معتب، اسیری بن  
اسامیل اور محمد بن سالم -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ہم نے گذشتہ صفحات میں  
ضعیف راویوں کی جو تفصیل ذکر کی ہے اس کی بیان  
کردہ احادیث کے جو عجیب اور نقائص ذکر کیے ہیں وہ  
صاحب فرست شخص کے لیے کافی ہیں اگر ہم اس سلسلہ  
میں تمام تفصیل ذکر کرتے اور ماہرین اسرار رجال اور  
ناقدین میں حدیث نے جو ضعیف، مجروح، مظلون اور



غیر ثقہ راویوں کے احوال بیان کیے ہیں ان تمام کا ذکر کر چیتے  
تو گفتگو بہت طویل ہو جاتی۔

باقی رہا یہ امر کہ راویوں کے محبوب بیان کرنا کیا نیت  
اور مسلمان کی پردہ دہی ہے جب اس سلسلہ میں علماء محدث  
سے فترتی طلب کیا گیا تو انھوں نے کہا کہ راویوں کے احوال  
بیان کرنا ضروری ہیں کیونکہ دین کے اکثر مسائل جو حلال و  
حرام، امر و نہی اور نہت اور عورت سے متعلق ہیں وہ سب  
احادیث پر موقوف ہیں۔ اب اگر کسی حدیث کا کوئی راوی نہ ہو  
صاف امانت دار نہ ہو اور وہ حدیث کو روایت کئے  
اور بعد اسے اس راوی کی عدم ثقاہت کے باوجود اس کی  
روایت کو بیان کر دیں اور اصل راوی کے احوال پر کوئی  
تنقید اور تبصرہ نہ کریں تو یہ ظالم مسلمین کے ساتھ خیانت  
ہے کیونکہ ان احادیث میں سے بہت سی احادیث موضوع  
اور من گھڑت ہوں گی اور عوام کی اکثریت راویوں کے احوال  
سے ناواقفیت کی بناء پر ان احادیث کے مطابق عمل  
کرے گی اور اس کا گناہ اس شخص پر ہوگا جس نے حدیث  
بیان کر دی اور اس کے راوی کے احوال پر کوئی تبصرہ نہیں  
کیا۔ جب کہ احادیث صحیحہ جن کو معتبر اور ثقہ راویوں نے  
بیان کیا ہے اس قدر کثرت سے موجود ہیں کہ ان ہاں  
روایات کی مطلقاً ضرورت نہیں ہے اس تحقیق کے بعد  
ہمارا خیال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنی کتاب میں مجہول غیر ثقہ،  
غیر معتبر راویوں کی احادیث بیان نہیں کرے گا خصوصاً جب  
کہ وہ سند حدیث کی کیفیت پر مطلع ہو ہو اس شخص کے  
جو لوگوں کے دماغوں میں یہ بات بٹھانا چاہتا ہو کہ وہ  
احادیث کا ایک بہت بڑا ذخیرہ پیش کر سکتا ہے اور اس  
مقصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ باطل اور موضوع —  
اسانید کے ساتھ بھی احادیث پیش کر دے گا تاکہ جب  
لوگوں کے سامنے احادیث کا ایک ضخیم مجموعہ پیش ہو تو لوگ  
اس کی وسعت علما و اشراف و عوام پر راویوں کی جو شخص

وَقَالَ قُلُوبُ الْأَخْبَارِ وَأَفْتَدُوا بِذَلِكَ جِئْنَا سَلُولًا  
لَعَا فَيَدْرُ مِنْ عَظِيمِ الْخَطَرِ إِذَا الْأَخْبَارُ فِي أَمْرِ  
الْيَدَيْنِ إِلَيْهَا قَاتِلِي بِتَحْدِيدِ أَوْ تَحْرِيمِ أَوْ أَمْرِ  
أَوْ تَهْيِ أَوْ تَرْغِيبِ أَوْ تَرْهِيْبِ فَيَا أَكْثَرَ  
الْوَادِي تَهَا لَيْسَ بِمَعْدِنٍ لِلصِّدْقِ وَالْأَمَانَةِ  
تُمْرُ أَقْدَرُ عَلَى الْوَايَةِ عَنْهُ مَنْ قَدْ عَرَفَهُ  
وَلَمْ يُبَيِّنْ مَا فِيهِ يَغْيِرُ قَمَتُنْ جِهْلٌ مَعْرِفَتُهُ  
كَانَ أَشْمًا بِفَعْلِهِ ذَلِكَ عَاشَ الْعَوَامُ الْمُسْلِمِينَ  
إِذَا لَا يُغْنِي عَنْهُ بَعْضُ مَنْ مِمَّةٍ ذَلِكَ الْأَخْبَارُ  
أَنْ يَسْتَعْمِلَهَا أَوْ يَسْتَحِيلَ بِفَضْلِهَا وَلَعَلَّهَا  
أَوْ أَكْثَرَهَا أَكَادِيْبٌ رَوَاهُ لَهَا مَعَ آتِ  
الْأَخْبَارِ الصَّحَاحِ مِنْ رَوَايَةِ الْفَقَاحِ وَ  
أَهْلِ الْقَنَاعَةِ أَكْثَرُ مِنْ أَنْ يَضْطَرُّ إِلَى  
تَعْمَلِ مَنْ لَيْسَ بِثِقَةٍ وَلَا مُقْنَةٍ وَلَا أَحْسِبُ  
كَثِيرًا أَمْنَةً يُعَيِّرُ مِنْ النَّاسِ عَلَى مَا  
وَصَفْتَا مِنْ هَذِهِ الْأَحَادِيثِ الضَّعَافِ  
وَالْأَسَانِيدِ السَّجْوَوِيَّةِ وَتَفْتَهُ بِرَوَايَتِهَا  
بَعْدَ مَعْرِفَتِهِ بِمَا فِيهَا مِنَ الْكُفُوفِ وَالضَّعْفِ  
إِلَّا أَنْ الْإِذْنَ يَحْمِلُهُ عَلَى رَوَايَتِهَا وَالْإِعْتِدَادُ  
بِهَا إِنْ أَدَّى الْكُثْرُ بِذَلِكَ عِدَّةَ الْعَوَامِ وَلِأَنَّ  
يُقَالُ مَا أَكْثَرُ مَا جَمَعَ فَلَا يَمْنُ الْخَدِيثُ وَ  
أَلْفَ مِنَ الْعَدَدِ وَمَنْ وَهَبَ فِي الْعِلْمِ هَلَا  
الْعَدُّ هَبَ وَسَدَّ هَذَا الطَّرِيقَ فَلَا يُصِيبُ  
لَهُ فِيهِ وَكَانَ يَأْنٍ لِيَسْتَحْيَ بِنَا هَذَا أَدْلَى مِنْ أَنْ  
يُنْسَبَ إِلَى الْعِلْمِ



ایسے طریقہ کو اختیار کرے گا اہل علم کے نزدیک اس کی کوئی وقعت نہیں ہوگی اور وہ شخص عالم کہلانے کے بجائے بالکل کہلانے کا زیادہ مستحق ہوگا۔

## باب

بَابُ حَذْرِ الْإِجْتِهَادِ بِالْحَدِيثِ الْمَعْنُوعِ  
إِذَا أُمِّنَ لِقَاءِ الْمَعْنُوعِينَ وَلَمْ يَكُنْ  
رَفِہْمُ مَدْلِسٌ

حدیث معنوں کی حجیت پر دلائل

نوٹ: ۱ حدیث معنوں اس حدیث کہ کہتے ہیں جب کہندہ میں من کا لفظ آئے جیسے من علقہ من عبد اللہ بن مسعود عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیث معنوں کے بارے میں علی بن مدینی اور امام بخاری کا کہنا یہ ہے کہ یہ حدیث اس وقت مقبول ہوگی جب راوی کی مروی حدیث سے ملاقات ثابت ہو جیسے علقہ کی حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت ہے اس کے برخلاف امام مسلم اور دوسرے محدثین یہ کہتے ہیں کہ اگر راوی مروی حدیث کا محضر ہو پھر بھی اس کی روایت مقبول ہوگی خواہ ان کی آپس میں ملاقات ثابت ہو یا نہ ہو نہ کہ یہ قول باب میں امام مسلم نے اپنے اس مسلک کی حجیت پر دلائل قائم کیے ہیں

ہمارے بعض معاصر محدثین نے سند حدیث کی محنت اور فائدہ کے بارے میں ایک ایسی غلط شرط مائدہ کی ہے جس کا اگر ہم کو ذکر نہ کرتے تو یہی زیادہ مناسب تھا کیونکہ جو قول باطل اور مردود ہو اس کا ذکر نہ کرنا ہی زیادہ بہتر ہے تاہم ہم نے خیال کیا کہ اگر اس فاسد قول کو ذکر کر کے اس کا رد کیا جائے تو ممکن ہے کہ کوئی ناواقف شخص اس باطل قول کو صحیح سمجھ لے کیونکہ ناواقف لوگ نئی نئی باتوں کے ترانہ دلدادہ اور عجیب و غریب شرائط کے زیادہ شیلہ ہوتے ہیں لہذا اب ہم ان معاصرین کی اس باطل شرط کو ذکر کر کے اس کا فساد، بطلان اور غلطیاں ذکر کریں گے تاکہ عام لوگ غلط فہمی سے محفوظ رہیں۔

ان بعض معاصرین کا خیال ہے کہ جس حدیث کی سند فلاں عن فلاں (فلاں فلاں سے روایت کرتا ہے) ہو اور ہم کو یہ بھی معلوم ہو کہ چونکہ یہ دونوں محضر ہیں اس

وَقَدْ تَكَلَّمَ بَعْضُ مُتَحَدِّثِي الْحَدِيثِ مِنْ أَهْلِ عَصْرِنَا فِي تَضْيِيقِ الْمَسَائِدِ وَتَقْيِيسِهَا بِقَوْلِ كَوْصَرٍ بِنَا عَنْ جِهَاتٍ وَذِكْرِ فَسَادِهَا مَقَامًا لَكَانَ رَأْيًا مَبْنِيًّا وَمَذْهَبًا صَحِيحًا إِذَا لَمْ يَخْلُصْ عَنْ الْقَوْلِ الْمُطَّرَّحِ أَخْرَى لَا مَانِعَ وَلَا إِحْصَالٍ فِي كَوْنِ كَاتِبِهِ وَأَجَدُّ أَنْ لَا يَكُونَ ذَلِكَ تَمَيُّزًا لِمَا لَمْ يَكُنْ تَلَكُّهُ غَيْرَ أَنَّ لَنَا تَخَوُّنًا مِنْ تَضَرُّرِهَا الْعَوَاقِبِ وَالْغُرُورِ الْجَهْلِيَّةِ بِمُخَرَّجَاتِ الْأُمُورِ وَاسْتِدْرَاجِهِمْ إِلَى اعْتِنَادِ خَطَايَا الْمُخْطِئِينَ وَالْأَقْرَابِ الشَّاقِطَةِ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ دَائِمًا الْكَشَفَ عَنْ فَسَادِ قَوْلِهِ وَرَدَ مَقَالَتِهِ بِقَدَرِ مَا يَلِيْقُ بِهَا مِنَ الرَّوِّ أَحَدٌ رَعَى الْأَدْنَى وَآخِرُهَا لِلْعَاقِبَةِ إِنَّ مَسَاءَ الْفَلَكِ وَرَعَا الْعَقَائِلُ الْكِنَى اسْتَحْضَا الْكَلَامَ عَلَى الْحِكَايَةِ عَنْ قَوْلِهِ



لیے ممکن ہے کہ راوی نے مروی حدیث سے ملاقات کی ہو اور  
اس سے اس حدیث کا سماع کیا ہو البتہ ہمارے پاس کوئی  
دلیل یا روایت نہ ہو جس سے قطعی طور پر یہ ثابت ہو کہ ان  
دونوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کی ہے اور ایک  
نے دوسرے سے بالمشافہ حدیث سنی ہے تو  
ایسی حدیث ان لوگوں کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے  
ان کے نزدیک اس قسم کی جو بھی حدیث ہوگی وہ اس وقت  
تک قابل اعتبار نہیں ہوگی جب تک انہیں اس بات کا  
یقین نہ ہو جائے کہ وہ زندگی میں کم از کم ایک بار آپس میں  
ملے ہیں یا ان میں سے ایک شخص نے دوسرے سے بالمشافہ  
حدیث سنی ہے یا کوئی ایسی روایت ہو جس سے یہ ثابت  
ہو کہ یہ دونوں زندگی میں کم از کم ایک بار ملے ہیں اور اگر  
ان کو نہ کسی دلیل سے ان کی ملاقات کا یقین ہو نہ کسی روایت  
سے ان کی ملاقات اور سماع ثابت ہو تو ان کے نزدیک  
اس روایت کا قبول کرنا اس وقت تک موقوف رہے گا  
جب تک کہ کسی روایت سے ان کی ملاقات اور سماع ثابت  
نہ ہو جائے خواہ ایسی روایات قلیل ہوں یا کثیر۔

ان مباحث میں کی یہ شرط بالکل نئی اور اختراعی ہے  
بیشروطلاب حدیث میں سے کسی شخص نے یہ شرط عائد نہیں  
کی اور نہ موجودہ اہل علم میں سے کسی شخص نے اس شرط کی  
موافقت کی ہے۔ کیونکہ موجودہ اور سابقین تمام علما حدیث کا  
اسباب فن اور اہل علم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جب  
ایک ثقہ اور عادل شخص اپنے ایسے معاصر ثقہ اور عادل  
شخص سے کوئی حدیث روایت کرے جس سے اس کی  
ملاقات اور سماع ممکن ہو تو اس کی یہ روایت قابل قبول  
اور محبت ہے خواہ ہمارے پاس ان کی باہمی ملاقات  
اور بالمشافہ حدیث سننے پر نہ کوئی دلیل ہو اور نہ کسی اور  
روایت سے یہ چیز ثابت ہو البتہ اگر کسی دلیل یا روایت  
سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہو جائے کہ ان دونوں کی

وَالْإِخْبَارُ عَنْ مُسْنَدٍ رَوَيْتِهِ أَنَّ كُلَّ إِسْنَادٍ  
يَحْدِثُ فِيهِ فُلَانٌ عَنْ فُلَانٍ وَقَدْ أَحَاطَ  
الْعِلْمُ بِأَتَمِّهَا قَدْ كَانَا فِي عَصْرِ وَاحِدٍ وَجَازٍ  
أَنْ يَكُونَ الْحَدِيثُ الَّذِي رَوَى الثَّوَالِي عَنِ  
عَمْرِو بْنِ رَوَى عَنْهُ قَدْ سَمِعَهُ مِنْهُ وَشَافَهُ  
بِهِ غَيْرَ أَنَّهُ لَا تَعْلَمُ لَهُ مِنْهُ سَمَاعًا وَكُلُّ فَجَدٍ  
فِي شَيْءٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ أَتَمُّهُمَا الْحَقِيقَا قَطُّ أَذْ  
تَشَافَهُمَا بِحَدِيثٍ أَنَّ الْحُجَّةَ لَا تَقُومُ عِنْدَهُ بِكُلِّ  
تَحْبِيرٍ جَاءَ هَذَا الْمُجِبِّ حَتَّى يَكُونَ عِنْدَهُ الْعِلْمُ  
بِأَتَمِّمَا قَدْ اجْتَمَعَا مِنْ دَهْرٍ هِمَا مَرَّةً فَصَاعِدًا  
أَوْ تَشَافَهُمَا بِالْحَدِيثِ بَيْنَهُمَا أَوْ تَرَدَّ عَيْنُهُمَا بِيَانٍ  
اجْتِمَاعِيًّا أَوْ تَلَدَّ قَبْلَهُمَا مَرَّةً مِنْ دَهْرٍ هِمَا قَمَا  
تَوَقُّفًا فَإِنْ لَمْ يَكُنْ عِنْدَهُ عِلْمٌ ذَلِكَ وَلَمْ تَأْتِ  
رِوَايَةٌ تُخْبِرُ أَنَّ هَذَا الثَّوَالِي عَنْ صَاحِبِهِ قَدْ  
لَقِيَاهُ مَرَّةً وَسَمِعَهُ مِنْهُ شَيْئًا لَمْ يَكُنْ فِي تَقْلِيلِهِ  
الْتَحَبُّرُ عَمَّنْ رَوَى عَنْهُ عِلْمٌ ذَلِكَ وَالْأَمْرُ  
كَمَا وَصَفْنَا لِحُجَّةٍ وَكَانَ الْخَبِيرُ عِنْدَهُ مَوْكِرًا حَتَّى  
يُودِعَ عَلَيْهِ سَمَاعَهُ مِنْهُ يَفْقَهُ مِنْ الْحَدِيثِ قَلَّ أَوْ  
كَثُرَ فِي رِوَايَةٍ مِثْلُ مَا وَصَفْنَا هَذَا الْقَوْلُ  
يَرْحِمُكَ اللَّهُ فِي الْقَطْعِ فِي الْأَسَانِيدِ قَوْلُ  
مُحَمَّدٍ مَسْنَدُكَ عَنْكَ مَسْنَدُكَ عَنْكَ مَسْنَدُكَ  
وَلَا مَسَاعِدَ لَهُ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ عَلَيْهِ وَذَلِكَ  
أَنَّ الْقَوْلَ الشَّائِعَ الْمُسْتَقَرَّ عَلَيْهِ بَيْنَ أَهْلِ الْعِلْمِ  
بِالْإِخْبَارِ وَالرِّوَايَاتِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا أَنَّ كُلَّ رَجُلٍ  
يُتَقَرَّرُ رَوَى عَنْ مُثْلِهِ حَدِيثًا وَجَازًا مُعِينًا لَهُ  
لِقَاؤُهُ وَالسَّمَاعُ مِنْهُ لَكُمْ فِيهِمَا جَمِيعًا كَانَا فِي  
عَصْرِ وَاحِدٍ قَوْلُ لَمْ يَأْتِ فِي تَحْبِيرٍ قَطُّ أَتَمُّهُمَا  
اجْتِمَاعًا وَلَا تَشَافَهُمَا بِكَلَامٍ قَالُوا يَتَبَيَّنُ ثَابِتًا  
وَالْحُجَّةُ بَيْنَهُمَا لَمْ يَأْتِ أَنَّ تَكُونُ هُنَاكَ وَلَا لَمْ



انہیں میں ملاقات نہیں ہوئی ہے یا ملاقات تو ہوئی ہے لیکن انہوں نے ایک دوسرے سے گفتگو نہیں کی تھی ایسی شکل میں یقیناً یہ روایت غیر معتبر ہوگی اور جب تک یہ ثابت نہ ہو اور صرف ابہام ہو تو یہ روایت یقیناً مقبول ہوگی۔

ہم ان لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ یہ تو تم بھی تسلیم کرتے ہو کہ ایک ثقہ راوی کی دوسرے ثقہ راوی سے روایت جنت ہوتی ہے اور اس کے مقتضی پر عمل لازم ہوتا ہے اب تم نے اس میں ایک مزید شرط کا اضافہ کر دیا کہ ان دونوں کی ملاقات بھی ضروری ہے اب یہ بتاؤ کہ یہ نئی شرط فتنہ حدیث کے علماء سابقین اور اصناف نے بھی عامہ کی تھی یا صرف تم نے کسی دلیل کی بناء پر یہ نئی اختراعی اور من گھڑت شرط عامہ کی ہے، پہلی صورت تو یقیناً باطل ہے کیونکہ اصناف سے ایسی کوئی شرط منقول نہیں ہے اور دوسری صورت بھی باطل ہے کیونکہ اس شرط کے اضافہ پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر یہ لوگ اپنی اختراعی شرط کے ثبوت میں یہ کہیں کہ ہم نے زمانہ حال اور ماضی میں حدیث سے ایسے راویان حدیث دیکھے ہیں جو ایک دوسرے سے روایت کرتے ہیں حالانکہ ان راویوں نے نہ ایک دوسرے کو دیکھا ہوتا ہے اور نہ کوئی حدیث سنی ہوتی ہے اس قسم کی حدیث مرسل کہلاتی ہے اور جمہور اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل مقبول نہیں ہوتی۔ اس لیے ہم نے سند حدیث میں راوی کے سماع کی شرط عامہ کر دی ہے اب اگر ہمیں کسی قرینہ یا دلیل یا کسی عہد اور روایت سے یہ معلوم ہو جائے کہ راوی نے مروی حدیث سے حدیث سنی ہے تو اس کی کل روایات مقبول ہوں گی اور اگر ہم کو کسی قرینہ یا روایت سے سماع کا ثبوت نہ مل سکا تو ہمارے نزدیک یہ حدیث موقوف ہوگی کیونکہ اس حدیث کے نقل کرنے کا احتمال موجود ہے۔

يُتَيَسَّرُ إِنَّ هَذَا الرَّاَوِي لَمْ يَلْقَ مَنْ رَوَى عَنْهُ أَوْ لَمْ يَسْمَعْ مِنْهُ شَيْئًا قَامًا وَلَا مَرُومًا مَبْهَرًا عَلَى الْإِمْكَانِ الَّذِي قَسَرْنَا قَالُوا رَوَايَةُ عَلَى السَّمَاعِ أَبَدًا حَتَّى يَكُونَ الدَّلِيلُ الَّذِي يَتَيَسَّرُ قِيْقَالُ لِيُخْتَرِعَ هَذَا الْقَوْلُ الَّذِي كَصَفْنَا مَقَالَتَهُ وَلِلدَّاءِ عَنْهُ قَدْ أُعْطِيَ فِي جُمْلَةٍ قَوْلِكَ أَنَّ خَبَرَ الْوَاحِدِ الْفَقِيهِ عَنِ الْوَاحِدِ الْفَقِيهِ حُجَّةٌ يَلْزَمُ بِهِ الْقَعْلُ ثُمَّ دَخَلْتَ فِيهِ الْمَشْرُطَ بَعْدَ فَقُلْتَ حَتَّى يَلْقَاهُ أَوْ يَسْمَعَ مِنْهُ قَامًا أَوْ مَرُومًا فَصَاعِدًا أَوْ سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا فَهَلْ تَجِدُ هَذَا الْمَشْرُطَ الَّذِي اشْتَرَطْتَهُ عَنْ أَحَدٍ يَلْزَمُ قَوْلُهُ وَلَا فَهَلْ دَلِيلًا عَلَى مَا زَعَمْتَ فَإِنِ ادَّعَى قَوْلُ أَحَدٍ مِنْ عَدَمِ السَّمْعِ بِمَا زَعَمَ مِنْ إِدْخَالِ الشَّرْطِ فِي تَشْيِيتِ الْعَبْدِ طَوْلَيْبٍ بِهِ وَلَوْ تَجِدُ هُوَ وَلَا عَكْسُهُ إِلَى الْبُجَادِ سَبِيلًا فَإِنْ هُوَ ادَّعَى فِيمَا زَعَمَ دَلِيلًا يَحْتَجُّ بِهِ قِيلَ لَهُ وَمَا ذَلِكَ الدَّلِيلُ حَتَّى قَالَ قُلْتُمْ لَا تَقِي وَجَدْتُمْ دَوَاةَ الْأَنْجَبَارِ قَدِيمًا وَحَدِيثًا يَزُوِي أَحَدُهُ هُوَ عَنِ الْآخَرِ الْوَدِيقُ وَلَوْ لِعَابِيْنَهُ وَلَا سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا قَطُّ فَلَمَّا دَرَأْتَهُمْ اسْتَجَادُوا رَوَايَةَ الْحَدِيثِ بَيْنَهُمْ هَكَذَا أَعْلَى الْإِرْسَالِ مِنْ غَيْرِ سَمَاعٍ وَالْمُرْسَلُ مِنَ الرِّوَايَةِ فِي أَصْلِ قَوْلِنَا وَقَوْلِ أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْإِسْمَاعِ وَكَيْفَ يَحْبِثُ رَحِمَتُ لَيْمًا وَصَفَتْ مِنَ الْعِلْمَةِ إِلَى الْبَحْثِ عَنْ سَمَاعِ الرَّاوِي كُلِّ عَابِدٍ عَنْ رَوَايَةِ قَادًا كَمَا هَجَمَتْ عَلَى سَمَاعِهِ مِنْهُ لَا ذِي شَيْءٍ كَلِمَتِ عِنْدِي بِذَلِكَ جَمِيعٌ مَا يَزُوِي عَنْهُ بَعْدُ فَإِنْ عَرَبَ عَرَبِيٍّ مَعْرِفَتَهُ ذَلِكَ أَوْ قَعَتْ الْخَبَرُ كَمْ يَكُنْ عِنْدِي مَوْجِبٌ لِحُجَّةٍ لَا مُمْكَانَ الْإِرْسَالِ فِيهِ فَيُقَالُ لَهُ فَإِنْ كَانَتْ الْعِلْمَةُ فِي تَضْيِيقِ الْخَبَرِ



وَتَرَكْتُ الْاِحْتِجَاجَ بِهِ اِنْ كَانَ الْاَدَسَالِ فِيهِ  
 لَيْزَمَكَ اَنْ لَا تُثَبِّتَ اِسْتِثْنَاءً مُتَعَدِّعًا حَتَّى تَرَى  
 فِيهِ التَّمَامَ مِنْ اَوَّلِهِ اِلَى اٰخِرِهِ وَذَلِكَ اَنَّ  
 الْحَدِيثَ الْوَارِدَ عَلَيْنَا بِاِسْنَادِهِ شَامِلٌ لِمَنْ عَرَفَهُ  
 عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فَيَقِينُ نَعْلَمُ اَنَّ هِشَامًا  
 قَدْ سَمِعَ مِنْ اَبِيهِ وَانَّ اَبَاهُ قَدْ سَمِعَ مِنْ عَائِشَةَ  
 كَمَا نَعْلَمُ اَنَّ عَائِشَةَ كَدْ سَمِعَتْ مِنَ النَّبِيِّ  
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكَذَلِكَ يُجَوِّزُ اَنَّ الْعَرِيقَ  
 هِشَامٌ قَدْ رَوَى عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِيهِ سَمِعَتْ وَ  
 اَخْبَرَنِي اَنْ يَكُونَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَبِيهِ فِي ذَلِكَ  
 الْوَسِيلَةِ اِنْسَانٌ اَوْ اَحَدٌ اَوْ بَعْضُهُ عَنْ اَبِيهِ وَكُلُّ  
 يَسْمَعُهَا هَرَمٌ مِنْ اَبِيهِ لَمَّا اَحَبَّ اَنْ يَرُدَّ بِهَا  
 مَرَّةً سَلَا وَلَا يَسْتَدْهَا اِلَى مَنْ سَمِعَهُ مِنْهُ وَكَمَا  
 يُمْكِنُ ذَلِكَ فِي هِشَامٍ عَنْ اَبِيهِ فَهَؤُلَاءِ اَيْضًا  
 مُمَكِّنٌ فِي اَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ وَكَذَلِكَ كُلُّ رِوَايَةٍ  
 بِحَدِيثٍ لَيْسَ فِيهِ زُكْرُ سَمَاعٍ بَعْضُهُمْ مِنْ  
 بَعْضٍ وَاِنْ كَانَ قَدْ عَرِفَتْ فِي الْجُمْلَةِ اِنَّ كُلَّ  
 وَاحِدٍ مِنْهُمْ قَدْ سَمِعَ مِنْ سَامِعٍ بِسَمَاعٍ  
 كَثِيرٍ وَجَاوِزٍ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمْ اَنْ يَكُوْنَ  
 فِي بَعْضِ الْوَسَائِلِ فَتَسْمَعُ مِنْ عَائِشَةَ عَنْ  
 بَعْضِ اَحَادِثِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ لَا  
 يَسْمَعُ مِنْ سَمِعٍ مِنْهُ وَتَنْشُطُ اَحْيَاؤُا لَيْسَتْ فِي  
 الرَّجُلِ الَّذِي حَمَلَ عَنْهُ الْحَدِيثَ وَكَذَلِكَ  
 الْاَدَسَالِ وَمَا قُلْنَا مِنْ هَذَا اَمْرُ جَوْدٍ  
 فِي الْحَدِيثِ مُسْتَفِيدٌ مِنْ فِعْلِ ثَبَاتِ  
 الْمُحَدِّثِينَ وَاسْتِثْنَاءُ اَهْلِ الْاِدْعَاءِ وَتَدْوِيهِ  
 مِنْ رَوَايَاتِهِمْ عَلَى اِلْجِهَةِ اَلَّتِي ذَكَرْنَاهَا  
 عَدَدًا اَيْسَدًا لِيَعْلَمَ اَنَّ اَكْثَرَ مِثْلِهَا اَنَّ  
 شَاءَ اللهُ تَعَالَى فَيَنْ ذَلِكَ اَنَّ اَبِيهِ

ان لوگوں کی یہ دلیل اس لیے غلط ہے کہ ان کے ہاتھ  
 جوئے قاعدہ کی بناء پر یہ لازم آتا ہے کہ حدیث مسند بنی  
 جن حدیث کی سند ہوں ہو کہ فلاں شخص نے فلاں سے  
 روایت کیا اس وقت تک مقبول نہ ہو جب تک کہ یہ ثابت  
 نہ ہو جائے کہ سند میں مذکور ہر راوی نے اپنے مروی حدیث  
 سے سماع بھی کیا ہے قرین کر و ایک حدیث اس سند سے  
 مروی جوتی ہے از ہشام بن عروہ از والد عروہ (یعنی عروہ)  
 از عائشہ اور ہم کو یقیناً معلوم ہے کہ ہشام نے اپنے والد  
 سے اور ان کے والد یعنی عروہ نے حضرت عائشہ سے سماع کیا ہے جیسا  
 کہ ہم کو یہ بھی قطعی طور پر معلوم ہے کہ حضرت عائشہ نے حضور صلی اللہ علیہ  
 وسلم سے سماع کیا ہے اور سند بالاتفاق مقبول ہے مگر تواسے تادمہ کی بناء  
 پر لازم آئے گا کہ یہ غیر مقبول ہو کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ہشام  
 جس شخص کو یہ حدیث بیان کریں اس شخص سے یہ نہ کہیں کہ  
 یہ حدیث میں نے اپنے والد عروہ سے سنی ہے (یعنی  
 سمعت یا اخبرنی کا معنی استعمال نہ کریں) اور یہ بھی ممکن ہے  
 کہ وہ حدیث ہشام سے براہ راست اپنے والد سے نہ سنی  
 ہو بلکہ ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا شخص واسطہ ہو جس  
 کا ذکر ہشام نے نہ کیا ہو اور براہ راست اپنے والد سے  
 حدیث روایت کر دی ہو اس طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ہشام  
 کے والد عروہ نے براہ راست حضرت عائشہ سے حدیث  
 نہ سنی ہو اور ان دونوں کے درمیان کوئی تیسرا شخص ہو جس  
 کا ذکر عروہ نے نہ کیا ہو اور براہ راست حضرت عائشہ سے  
 روایت کر دی ہو خلاصہ یہ ہے کہ ہر وہ حدیث جس کا راوی  
 مروی حدیث سے حدیث سننے کی تصریح نہ کرے اس میں  
 یہ ممکن ہے کہ راوی نے مروی حدیث سے براہ راست  
 حدیث نہ سنی ہو اور درمیان میں شخص کا ذکر نہ کر کے براہ راست  
 مروی حدیث سے روایت کر دی ہو۔

ہر چند کہ ہمیں یہ معلوم ہو کہ فلاں راوی کا فلاں ہر  
 حدیث میں سماع ثابت ہے لیکن جب تک اس



السَّخَّيْبِيُّ فِي ذَا ابْنِ الْمُبَارَكِ وَكَيِّعًا وَابْنَ قُمَيْرٍ  
وَجَمَاعَةً غَيْرَهُمْ رَوَوْا عَنْ هِشَامِ  
بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ كُنْتُ  
أَطِيبَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لِحَبْلِهِ وَلِحُزْمِهِ يَا طَبِيبُ مَا أَجَدَ فَرَوَى  
هَذَا فِي الرِّوَايَةِ بِعَيْنِهَا اللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ  
وَدَاوُدُ الْقَطَّارُ وَحُمَيْدُ بْنُ الْأَسْوَدِ  
وَهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ وَأَبُو سَامَةَ عَنْ هِشَامٍ  
قَالَ أَخْبَرَ فِي عُمَيْمَانَ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ  
عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

خاص حدیث میں جس کو وہ بیان کر رہا ہے اپنے مروی سند سے  
سماخ کی تصریح و ذکر سے اس حدیث میں مرسل ہونے کا احتمال  
موجود ہے۔ لہذا انتہائے قاعدہ کے مطابق یہ تمام احادیث  
غیر مقبول ہونی چاہئیں۔

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص نے اپنے  
شیخ سے متعدد احادیث سنی ہوئی ہیں لیکن کبھی تو وہ سند میں  
اپنے شیخ سے روایت کا ذکر کرتا ہے اور کبھی شیخ  
سے روایت کا ذکر کرتا ہے اور شیخ کا درمیان میں ذکر  
نہیں کرتا۔ ہم نے جو سند بیان کرنے کا یہ طریقہ ذکر کیا ہے  
یہ فقہ اہل علم اور ائمہ محدثین کے نزدیک مشہور معروف ہے  
مثلاً ابوب سختیانی ابن مبارک، وکیع، ابن نمیر اور ان کے  
ملاوہ محدثین کی ایک کثیر جماعت نے سند مذکور ذیل  
کے ساتھ ایک حدیث روایت کی ہے: از ہشام بن عروہ  
از والدہ خود (یعنی عروہ) از عائشہ فرمائی ہیں کہ میں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے اور کھولنے دونوں  
مواقع پر حضور کو وہ خوشبو لگایا کرتی تھیں جو میرے پاس  
بہتر سے بہتر موجود ہوتی۔ لیکن اسی حدیث کو عیث بن سعد  
داؤد، عطاء، حمید بن اسود، و ہییب بن خالد اور ابواسامہ  
نے ہشام سے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ہشام  
بیان کرتے ہیں کہ مجھے عثمان بن عروہ نے حدیث بیان کی  
ہے از عروہ از عائشہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

نوٹ: اہم مسلم یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ دراصل ہشام نے یہ حدیث اپنے بھائی عثمان سے سنی تھی لیکن پہلی بیان کردہ  
سند میں اس کا ذکر نہیں اور دوسری میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔

رَوَى هِشَامُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ  
عَائِشَةَ كَانَتْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَفَتْ يَدَيَّ إِلَى مَاسِئَةٍ  
فَأَتَرَجِلَهُ وَأَنَا حَاتِضٌ فَتَرَوَاهَا  
بِعَيْنِهَا مَا لَكَ بِنِ الْفَسِّ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ  
عُرْوَةَ عَنْ عُمَرَ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ

دوسری مثال یہ ہے کہ از ہشام از والدہ خود از عائشہ  
وہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت اعتکاف میں اپنا  
سر میرے قریب کر دیتے اور میں آپ کے سر پر ہاتھ  
میں لگتی کرتی حالانکہ میں اس وقت حالت حیض (ایام باہلری)  
میں ہوتی تھی۔ اور بعینہ اسی روایت کو مالک بن انس نے  
اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ از زہری از عروہ



صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

الزمره از عائشہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نوٹ: امام مسلم کا مقصد یہ ہے کہ یہ حدیث عروہ نے باہر راست حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہیں سنی بلکہ عروہ کے واسطے سے سنی تھی لیکن پہلی سند میں عروہ کے واسطے کا ذکر نہیں کیا اور دوسری میں اس کا ذکر کر دیا ہے۔

وَرَوَى الزُّهْرِيُّ وَصَالِحُ بْنُ أَبِي حَسَّانٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَائِشَةَ كَانَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقِيلُ فَمَوْصَلًا فَقَالَ يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ فِي هَذَا الْخَبَرِ فِي الْقُبْلَةِ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَخْبَرَنَا أَنَّ عُمَرَ قَالَ إِنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُقِيلُهَا وَهُوَ صَائِمٌ

میں بھی مثال یہ ہے کہ زہری اور صالح بن ابی حسان ابو سلمہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم روزے کی حالت میں انہیں بوسہ دیتے تھے اور یحییٰ بن ابی کثیر نے اس حدیث کو اس سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ ابو سلمہ نے ان کو یہ حدیث بیان کر کے کہا کہ مجھے یہ حدیث عمر بن عبد العزیز نے بیان کی ان کو عروہ نے بیان کی اور ان سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں روزے کی حالت میں بوسہ دیا کرتے تھے۔

نوٹ: امام مسلم کا مطلب یہ ہے کہ یہ حدیث اصل ابو سلمہ نے عمر بن عبد العزیز اور عروہ کے واسطے سے سنی تھی لیکن جب زہری اور صالح بن ابی حسان کو یہ حدیث بیان کی تو ان واسطوں کا ذکر نہیں کیا۔

وَمَا رَوَى ابْنُ عُيَيْنَةَ وَغَيْرُهُ عَنْ زَيْنَادِ بْنِ جَابِرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَحُومَ الْخَيْلِ وَكُنْهَانَا عَنْ لَحُومِ الْخَمْرِ الْأَهْلِيَّةِ قَرَوَاءُ حَتَّى دُبْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمِّي وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ جَابِرٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

چوتھی مثال یہ ہے کہ عمر دین وینار حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں گھوڑوں کا گوشت کھلایا اور پالتو گدھوں کے گوشت کھانے سے منع کر دیا اور اسی حدیث کو حاد بن زید نے عروہ سے انھوں نے محمد بن علی سے انھوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے اور انھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

نوٹ: امام مسلم کا مقصد یہ ہے کہ عمر دین وینار کی سند میں محمد بن علی بھی ہیں۔ لیکن پہلی سند میں انھوں نے اس کا ذکر نہیں کیا۔

وَهَذَا اللَّحْمُ فِي الرِّوَايَاتِ كَثِيرٌ يَكْتُمُ لَعْنَةً أَوْ فَيْيَمَا ذَكُونًا مِنْهَا كَفَايَةً بِرَوَى الْعَقَدِيُّ قَدْ كَانَتْ الْبَعْلَةُ عِنْدَ مَنْ وَصَلْنَا قَوْلَهُ مِنْ قَبْلِ ابْنِ هَسَادٍ الْحَدِيثِ وَكُتِبَ إِلَيْنَا إِذَا لَمْ يَكُنْ الْوَأْوِي قَدْ سَمِعَ وَصَحَّ رَوَى عَنْهُ كُنْهَانَا لَمْ يَكُنْ الْإِدْمَالِ فِيمَا لَوْ مَنَّا قَوْلَهُ الْإِدْمَالُ فِي قِيَادِ قَوْلِهِ بِرَوَايَةٍ

اس قسم کی روایات کی تعداد بہت زیادہ ہے لیکن منقول شخص کے لیے اس مسئلہ کو سمجھنے کے لیے یہ چند شاہیں ہیں کہ جن لوگوں کے نزدیک حدیث کے غیر معتبر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ کسی حدیث کی سند میں مذکور راویوں میں سے کسی ایک کا دوسرے سے سماع معلوم نہ ہو کہ یہ ممکن ہے کہ وہ حدیث سرسلی ہو ان لوگوں پر لازم



مَنْ يَعْلَمُ أَنَّهُ قَدْ سَمِعَهُ مِنْ رَاوِيٍّ عَنِ الرَّاهِ  
نَفْسِ الْخَبَرِ الَّذِي فِيهِ ذِكْرُ السَّمَاعِ بِمَا  
بَيَّنَّا مِنْ قَبْلُ عَنِ الْأُمَمِ الَّذِينَ تَعَلَّمُوا  
الْأَسْبَارَ أَنَّهُ كَانَتْ لَهُمْ قَارِئَاتٌ يُرْسِلُونَ  
فِيهَا الْحَدِيثَ أَرْسَالًا وَلَا يَدْكُرُونَ مَنْ  
سَمِعَهُ مِنْهُ وَتَارَاتٌ يَنْشَطُونَ فِيهَا وَ  
يُسْتَدُونَ الْعَبْرَ عَلَى هِدْيَةٍ مَا سَمِعُوا  
فِي حَيْرُونَ بِالنَّزُولِ فِيهِ إِنْ تَوَلَّوْا وَ  
بِالنَّصْرِ فِيهِ إِنْ صَبَّحُوا كَمَا مَشَرَّ حَتَّى  
ذَلِكَ عَنْهُمْ.

میں نے لگا کہ وہ ایسی تمام روایات کو رد کر دیں جن میں راوی  
کی مروی حدیث سے سماع کی تصریح نہ ہو۔ حالانکہ جیسا کہ ہم بھی  
ان مشائخ سے واضح کر چکے ہیں کہ کبھی تو اس حدیث کی  
سند میں سے بعض راویوں کے ذکر کو چھوڑ دیتے ہیں اور  
حدیث کو یہ طور پر نقل کر دیتے ہیں اور کبھی ان کا دل چاہتا  
ہے تو حدیث کی نقل سدا سی طرح بیان کر دیتے ہیں جس  
طرح انہوں نے اپنے شیخ سے سنی ہوتی ہے۔ اور اگر  
کسی سند نے انہوں نے کم واسطوں سے کوئی شیخ کی  
موجودگی میں شیخ اشباح سے روایت حدیث کی ہو یا زیادہ  
واسطوں سے روایت کی ہو یا اس طور کہ شیخ اشباح سے  
روایت کی ہو تو اس تمام تفصیل کا ذکر کر دیتے ہیں۔ یہی  
صورت اصطلاح حدیث میں صغیر اور دروس ہی نزول کہلاتی  
ہے۔ سیدی (جیسا کہ ہم ابھی مشائخوں سے واضح کر چکے  
ہیں۔

وَمَا عَلِمْنَا أَحَدًا مِنْ أُمَّةٍ تَشْكُ  
مَنْ لَيْسَتْ تَعْمَلُ الْأَخْبَارَ وَتَتَقَدُّ صَحَّةُ  
الْأَسَانِيدِ وَتَقْتَضِي مَثَلُ أَيُّوبَ السَّخِيانِي وَ  
ابْنِ عَوْنٍ وَمَالِكِ بْنِ أَنَسٍ وَشُعْبَةَ بْنِ الْحَجَّاجِ  
وَيَحْيَى بْنَ سَعِيدٍ الْقَطَّانَ وَثَبَّانَ الرَّحْمَنِي  
مَهْدِيٍّ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْ أَهْلِ الْحَدِيثِ  
فَلَمْ يَشْرَوْا عَنْ مَوْعِظَةِ التَّيَمَّامِ فِي الْأَسَانِيدِ  
كَمَا أَذَعَاكَ الَّذِي وَصَفْنَا حَوْلَهُ مِنْ قَبْلُ  
وَأَيْضًا كَانَ تَقْتَضِي مَنْ تَقْتَضِي مِنْهُمْ سَمَاعًا  
وَرَأَى الْحَدِيثَ مِنْ رَاوِيٍّ عَنِ الرَّاهِ إِذَا كَانَ

منقول ہیں میں سے اس حدیث مثلاً ایوب سختیانی  
ابن عون، مالک بن انس، شعب بن حجاج، یحییٰ بن سعید قطانی  
عبد الرحمن بن مہدی اور بعد کے تمام محدثین کا طریقہ یہ تھا  
کہ وہ جو حدیث بیان کرتے اس کی سند کی خوب پھان بین  
کرتے لیکن ہمارے علم میں ان میں سے کسی حدیث نے جو  
حدیث کے قبول کرنے کے لیے راوی کے مروی حدیث  
سے سماع کی نید نہیں لگائی جس طرح ان لوگوں نے یہ باطل  
شرط عائد کی ہے۔ البتہ جو راوی تدریس کرنے میں مشہور  
ہو اس کے بارے میں محدثین یہ تحقیق فرمادے گئے ہیں کہ  
وہ جو شیخ کی طرف روایت کی نسبت کر رہے ہیں واقع اس

سلسلہ۔ سیدی کا معنی ہے شبہ پیدا کرنا من حدیث کی اصطلاح میں مذکور اس فعل کو کہتے ہیں کہ راوی نے اپنے جس شیخ سے حدیث سنی ہو وہ ابھی  
شہرت نہ رکھتا ہو مثلاً متہم بالکذب ہو اس لیے وہ اپنی روایت کو مقبول بنانے کے لیے اپنے شیخ کے شیخ کی طرف حدیث کی نسبت کر دیتا ہے جس کی  
ابھی شہرت ہوئی ہے تاکہ لوگوں کو اس سے شبہ ہو کہ راوی نے اس شیخ سے براہ راست حدیث سنی ہے۔ حالانکہ اس نے اس سے وہ  
حدیث نہیں سنی ہوتی ایسے راویوں کو سیدی اور اس کی حدیث کو سیدی کہتے ہیں۔ سیدی



الرَّوِیُّ مِمَّنْ حُوفَ بِاللَّذِّ لَيْسَ فِي الْحَدِيثِ  
وَشَرِّهِمْ قَبِيحٌ يَنْحَقُونَ عَنْ سَمَاعِهِ  
فِي رِوَايَتِهِمْ وَيَتَقَعَّدُونَ ذَلِكَ وَمَنْ كَفَّ  
يَغْزَحَ عَنْهُمْ عَلَيْهِ الشَّدِيدُ لَيْسَ قَمًا ابْتَعَى  
ذَلِكَ مِنْ غَيْرِ مَدَّ لَيْسَ عَلَى الْوَجْهِ الَّذِي  
زَعَمَ مَنْ حَكَيْتَا قَوْلَهُ قَمًا سَمِعْنَا ذَلِكَ  
عَنْ أَحَدٍ مِمَّنْ سَمِعْنَا وَكَفَّ لَسَقَرٍ مِنَ الْأُمَمِ

شخص سے اس نے حدیث سنی ہے یا اس کی طرف تدریساً  
نسبت کر دی ہے اور اصل میں کسی اور شخص سے حدیث  
سنی ہے۔ تاکہ حدیث کی مکمل تحقیق ہو جائے اور اگر فلاں  
راوی نے سند میں تدریس کی ہو تو اس سند کا عیب ظاہر ہو  
جائے لیکن جس شخص پر تدریس کی نسبت نہ ہو اس کی سند اور  
روایت کے بارے میں اس قسم کی تحقیق نہیں کیا کرتے کہ  
راوی نے مروی سند سے سماع کیا ہے یا نہیں۔ حدیث  
کو قبول کرنے کے لیے ان لوگوں نے جویہ باطل شرط  
عائد کی ہے اس کا ذکر ہم نے فی حدیث کے کسی امام سے  
نہیں سنا خواہ وہ ائمہ حدیث ہوں جن کا ذکر ہم پہلے کر  
چکے ہیں یا ان کے علاوہ۔

اس کی ایک مثال یہ ہے کہ عبد اللہ بن یزید انصاری  
کم سن صحابی ہیں وہ حضرت حذیفہ اور ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہما  
سے حدیث روایت کرتے ہیں اس کے باوجود وہ  
اپنی کسی روایت میں ان سے سماع کا ذکر نہیں کرتے اور  
نہ ہی کسی روایت سے یہ ثابت ہے کہ حضرت عبد اللہ بن  
یزید نے ان دونوں صحابیوں سے ملاقات کی ہو اور انہیں علم  
میں سے کسی شخص نے بھی عبد اللہ بن یزید کی روایت پر اس  
وجہ سے اعتراض نہیں کیا کہ ان کی حذیفہ اور ابو مسعود  
سے ملاقات اور سماع ثابت نہیں ہے اس وجہ سے ان  
کی روایات ضعیف اور غیر مستبر ہیں اس کے برخلاف ہمارے  
علم میں جن قدر اہل علم ہیں وہ سب ان کی سند کو قوی نہیں  
اسانید میں سے شمار کرتے ہیں ان کی روایات کے مستند  
کرتے ہیں اور ان کے مقتضی پر عمل کرتے ہیں۔ حالانکہ  
ان لوگوں (امام بخاری اور علی بن مری) کے مختصر تمامہ  
کے مطابق یہ تمام روایات ضعیف اور غیر مستبر ہیں۔ اگر ہم  
ان تمام امارت کا شمار کرنا شروع کر دیں جن کو تمام اہل علم  
نے صحیح قرار دیا ہے اور وہ ان لوگوں کی ازعم شرط پر قوی  
نہیں آتیں تو اس کے لیے ایک منہج کتاب دعا ہوگی۔

فَمِنْ ذَلِكَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ الْأَنْصَارِيَّ وَقَدْ  
رَأَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرَّرَ دَوِي  
عَنْ حَدِيثِهِ وَعَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ وَ  
عَنْ كُلِّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا حَدِيثًا يُسَيِّدُ الْآلِي الشَّيْخِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَيْسَ فِي رِوَايَتِهِ عَنْهُمَا ذِكْرُ  
السَّمَاعِ مِنْهُمَا وَلَا حِفْظًا فِي شَيْءٍ مِنَ الرِّوَايَاتِ  
أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ كَمَا قَدْ حَدَّثَ يَزِيدُ وَأَبَا مَسْعُودٍ  
بِحَدِيثٍ قَطْرًا وَلَا يَزِيدُ وَلَا ذَكَرُوا رِوَايَتَهُمَا فِي  
رِوَايَةٍ يَحْكِيهَا وَلَمْ تَسْمَعْ عَنْ أَحَدٍ مِنْ أَهْلِ  
الْعِلْمِ مِمَّنْ قَطْرًا وَلَا مِمَّنْ أَذَرْنَا أَنَّ قُلُوبَ  
فِي هَذِهِ الْخَبَرَيْنِ الَّذِينَ رَوَاهُمَا عَبْدُ اللَّهِ  
ابْنُ يَزِيدَ عَنْ حَدِيثِهِ وَأَبَا مَسْعُودٍ بِضَعِيفٍ  
فِيهِمَا بَلْ هُمَا وَمَا أَشْبَهُهُمَا عِنْدَ مَنْ رَوَيْنَا مِنْ  
أَهْلِ الْعِلْمِ بِالْحَدِيثِ مِنَ صَحَابَةِ الْأَسَافِيدِ وَقَوِيهَا  
يَرْوُونَ اسْتَعْمَالًا مَا يُقَالُ بِهَا وَالْأَخْبَارُ بِمَا أَتَتْ  
مِنْ سُنَنِ وَأَخْبَارٍ رَوَى فِي زَعَمَ مَنْ حَكَيْتَا قَوْلَهُ  
مِنْ قَبْلِ وَاهِيَةٍ مُمْمَكَةٍ حَتَّى يُصِيبَ سَمَاعُ  
الرَّوِیُّ عَنْ دَوِي وَكَوْذُ هَبْنَا كَمَيِّ وَالْأَخْبَارُ



الْبَرَاءَةِ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مِمَّنْ يَنْهَن بِزَعْمِهِ  
هَذَا الْقَائِلُ وَنُحْصِيهَا لَعَجْزَنَا عَنْ تَقْصِي  
ذِكْرِهَا وَأَخْصَايَهَا كُلُّهَا وَلَكِنَّا أَحْبَبْنَا أَنْ نَنْصِبَ  
مِنْهَا عَدَدًا يَكُونُ سِمَةً لِمَا سَكَنَّا عَنْهُ مِنْهَا -

وَهَذَا أَبُو عُمَيَّانُ التَّهْدِي قُ وَأَبُو ذَرٍّ فِيهِ  
الْقَائِلُ وَهَذَا مِمَّنْ أَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَصَحَابَةَ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْبَدْرِيِّينَ هَلَمْ  
جَزًا وَقَلَّا عَنْهُمْ أَلَا خَبَارَ حَتَّى تَرَلَّا إِلَى مَحَلِّ أَبِي  
هُرَيْرَةَ وَأَبْنِ عُمَرَ وَذَوَيْهِمَا قَدْ اسْتَدَّ كُلُّ وَاحِدٍ  
مِنْهُمَا عَنْ أَبِي بَنْ كَعْبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ حَدِيثًا وَلَمْ نَسْمَعْ فِي رَوَايَةٍ يَفِينِيهَا أَنَّهُمَا  
عَامِنَا بَيِّنًا أَوْ سَمِعَ مِنْهُ شَيْئًا -

وَاسْتَدَّ أَبُو عُمَيَّانُ وَالشَّيْبَانِيُّ وَهُوَ مِمَّنْ  
أَدْرَكَ الْجَاهِلِيَّةَ وَكَانَ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا وَأَبُو مَعْبُدٍ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَخْبَرَةَ  
كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَبَرَيْنِ -

وَاسْتَدَّ عُثَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ عَنْ أُمِّ سَكَمَةَ  
ذَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدِيثًا  
وَعُثَيْدُ بْنُ عُمَيْرٍ وَلَدٌ فِي زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

وَاسْتَدَّ قَيْسُ بْنُ أَبِي حَازِمٍ وَقَدْ أَدْرَكَ  
زَمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي  
مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ ثَلَاثَةً أَحْبَابًا -

وَاسْتَدَّ عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي كَيْلَانَ وَقَدْ  
حَفِظَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ وَصَيْبِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ  
أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

جس کا یہ قدر متحمل نہیں ہے اس کے بار جو وہ ہم یہ چاہتے  
ہیں کہ بطور نمونہ کے ایسی مستحق علیہ احادیث کی چند مثالیں  
پیش کریں جو تمام اہل علم کے نزدیک صحیح ہیں لیکن ان لوگوں  
کی شرط کے مطابق وہ ضعیف اور غیر مستبر قرار پاتی ہیں۔

ابو عثمان نہدی اور ابو ذر صلیح ہیں انھوں  
نے جاہلیت کا زمانہ پایا اور صحابہ کرام میں سے بہت سے  
بدری صحابہ کی مجلس میں رہے اور ان سے احادیث  
روایت کیں حتیٰ کہ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ بن  
عمر سے بھی احادیث روایت کیں اور انھوں نے حضرت  
ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم سے بھی احادیث روایت کی ہیں حالانکہ کسی روایت  
کے ہمیں اس بات کا ثبوت نہیں مل سکا کہ انھوں نے  
ابی بن کعب سے سنا کیا ہر یا ان سے ملاقات کی ہو۔

دوسری مثال ابو عمرو شیبانی کی ہے۔ انھوں نے  
جاہلیت اور اسلام دونوں زمانے پائے اور ابو ہریرہ  
بن سحبرہ ان دونوں میں سے ہر شخص نے حضرت ابو مسعود  
انصاری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم سے دو حدیثیں روایت کی ہیں۔

تیسری مثال یہ ہے کہ عبید بن عمیر نے جو زمانہ  
رسالت میں پیدا ہوئے تھے ام المؤمنین حضرت ام سلمہ  
رضی اللہ عنہا کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے  
ایک حدیث روایت کی ہے۔

چوتھی مثال یہ ہے کہ قیس بن ابی حازم نے جنھوں  
نے زمانہ رسالت پایا، ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے  
واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تین حدیثیں نقل  
کی ہیں۔

پانچویں مثال یہ ہے کہ عبد الرحمن بن ابی بکر انھوں  
نے عمر بن الخطاب اور حضرت علی کا زمانہ پایا۔ حضرت انس  
بن مالک کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک



حَدَّثَنَا

وَأَسَدُ بْنُ عُمَرَ بْنُ حُذَافٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ  
بْنِ حُصَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي بَكْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا وَقَدْ سَمِعَ رَجُلًا مِنْ عِلْمِ  
بْنِ أَبِي طَالِبٍ وَرَوَى عَنْهُ

حدیث روایت کی ہے۔

چھٹی مثال یہ ہے کہ ربیع بن خاضع نے عمران بن حصین  
رضی اللہ عنہ کے واسطے سے دو حدیثیں روایت کی ہیں اور ابو بکر  
رضی اللہ عنہ کے واسطے سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے  
ایک حدیث روایت کی ہے اور ربیع نے حضرت علی رضی  
اللہ عنہ سے سماع بھی کیا ہے اور ان سے احادیث روایت  
کی ہیں۔

وَأَسَدُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِي  
ثَمَرَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
حَدَّثَنَا

ساتویں مثال یہ ہے کہ نافع بن جابر بن عوف نے ابو بکر  
خضاعی کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک  
حدیث روایت کی ہے۔

وَأَسَدُ بْنُ كَعْبَةَ بْنِ أَبِي عَاصِمٍ عَنْ أَبِي  
سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ ثَلَاثَةَ أَحَادِيثَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

آٹھویں مثال یہ ہے کہ عثمان بن ابی عیاض نے  
ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم سے تین احادیث روایت کی ہیں۔

وَأَسَدُ بْنُ عَطَا عَنْ بَنِي بَزِيدٍ الْكَلْبِيِّ عَنْ تَعِيمِ  
الدَّارِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا

نہیں مثال یہ ہے کہ عطاء بن یزید الکلبی نے حضرت  
تیم دارمی رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

وَأَسَدُ بْنُ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَّادٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ  
خَدِيجٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
حَدَّثَنَا

دسویں مثال یہ ہے کہ سلیمان بن یسار نے حضرت  
رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کے واسطے سے حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

وَأَسَدُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحُمَيْرِيِّ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحَادِيثَ

گیارہویں مثال یہ ہے کہ حمید بن عبدالرحمان حمیری  
نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے واسطے سے کئی  
احادیث روایت کی ہیں۔

فَكَلُّهُ هُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الَّذِي تَصِفُ  
رَوَايَتُهُ عَنِ الصَّحَابَةِ الَّذِينَ سَمِعُوا هُوَ لَمْ يَحْفَظْ  
عَنْهُمْ سَمَاعٌ عَلَيْهِمْ هُوَ مِنْهُمْ فِي رَوَايَتِهِ يَعْنِيهِ

مذکورہ ائمہ بطور میں ہم نے جس قدر تابعین کی  
صحابہ کرام سے روایات کا ذکر کیا ہے اور ان کے نام بھی  
بتلائے ہیں ان میں سے کسی تابعی کے بارے میں ہمیں

امام نووی فرماتے ہیں کہ ربیع بن خاضع متوفی ۱۱۱ھ اور ان کے بھائی مدق بن عوف تابعی تھے ماضیوں نے ساری عمر چھوڑ دی تھی اور تم کھائی  
کہ ہم اس وقت تک نہیں نہیں گئے کہ جب تک ہمیں اپنی لافیت کا علم نہ ہو جائے موت کے بعد جیسے ہی ان کو خبر دیئے گئے یہ لایا گیا انھوں  
نے مسلمان شروع کر دیا اور ان کے بھائی مسعود نے موت کے بعد لوگوں سے گفتگو کی۔ (شرح مسلم للحدادی ص ۱۱۱)



وَلَا أَنفَعُ لِقَوْمِهِمْ فِي تَقْصِيرِ عَمَلِهِمْ وَهِيَ أَسَانِيدُ  
عَنْكَ دَرِي الْمَعْرِفَةِ بِالْأَخْبَارِ وَالْإِسْبَاتِ مِنْ  
صَحَابِ الْأَسْلَمِ لَا تَعْلَمُهُمْ وَهَلْ أَمْتِنَ شَيْئًا  
قَدْ وَلَا تَمَسُّوا فَيْسًا يَمَاءَ بَعْضِهِمْ مِنْ بَعْضٍ  
إِذَا السَّمَاعُ يَكْفُؤُ وَاحِدٌ مِنْهُمْ مَكِينٌ مِّنْ صَاحِبِهِ  
غَيْرُ مُسْتَنَكِرٍ لِّكُونِهِمْ جَمِيعًا كَانَتْ فِي الْعَصْرِ  
الَّذِي اتَّفَقُوا فِيهِ وَكَانَ هَذَا الْقَوْلُ الشَّرِيفُ  
أَخَذَ ثَمَّ النَّاسُ الَّذِي حَكَمْنَا فِي تَوْهَبِ بْنِ  
الْحَدَّادِ بِالْعِلَّةِ الَّتِي وَصَفَ أَقْلٌ مِنْ أَنْ  
يُعْزَجَ عَلَيْهِ وَيُثَارَ ذِكْرُهُ إِنْ كَانَ فَكُلَا  
مُحَدَّثًا وَكُلَا مَا خَلَقَ الْعَرِيقُ أَحَدًا مِّنْ  
أَهْلِ الْعِلْمِ سَلَفَ وَيَسْتَنْكِدُ مِنْ بَعْدِهِمْ  
خَلَقَ فَلَا حَاجَةَ يَسًا فِي رَوْهٍ بِأَنْ تَرَوْهُمَا كَمُحَدَّثًا  
إِنْ كَانَ قَدَارُ الْعَقَالَةِ وَفَالَيْهَا الْقَدَارُ الَّذِي  
وَصَفَّاءُ اللَّهُ الْمُسْتَقَانُ عَلَى دَفْعِ مَا خَالَفَ  
مَدَّ هَبَ الْعُلَمَاءُ وَعَلَيْهِ التَّكْلَانُ -

یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ انھوں نے ان صحابہ کرام سے سماع کیا  
ہے جن کی روایات بیان کی ہیں اور نہ ہی کسی روایت سے  
یہ ثابت ہو سکا کہ ان تابعین کی ان صحابہ کرام سے ملاقات  
ہوئی ہے۔ اور یہ اسانید جن کا ہم نے بطور بالا میں ذکر کیا  
ہے وہ اسانید ہیں جن کو صحیح اسانید قرار دیا گیا ہے اور  
ہمارے علم میں ایسا کس شخص نہیں ہے جس نے ان اسانید  
کو ضعیف قرار دیا ہو اور وہی ہمارے علم میں کوئی ایسا  
شخص ہے جس نے اسانید میں اس بات کی چھان بھٹک  
کرنے کی کوشش کی ہو کہ آیا جو تابعین جن صحابہ کرام سے  
روایت کر رہے ہیں انھوں نے ان صحابہ سے ملاقات  
سماعی تھیں یا نہیں کیونکہ تابعین میں سے ہر تابعی کا  
صحابہ کرام سے حدیث سنا ممکن تھا یہ لوگ ایک دوسرے  
کے معاصرین اور ہم زمانہ تھے اور جن لوگوں نے اپنی  
اختراعی اور باطل شرط کے پیش نظر احادیث صحیحہ کو  
ضعیف قرار دیا ہے ان کی شرط اس قابل نہیں ہے  
کہ اس کی طرف زیادہ انتہات کیا جائے، کیونکہ یہ بعد  
کے لوگوں کا نیا قول اور باطل شرط ہے۔ متقدمین اہل  
علم اور اسلاف میں سے کسی محدث نے یہ بات نہیں کہی  
اور بدولے لوگوں نے بھی اس شرط کو رد کر دیا ہے  
اور جب اہل علم میں سے اسلاف اور معاصرین نے اس  
شرط کو رد کر دیا تو اس سے بڑھ کر اس باطل شرط کو  
رد کرنے کے لیے اور کیا دلیل پیش کی جاسکتی ہے۔  
کیونکہ اب اس شرط اور شرط عائشہ کرنے والے دونوں  
کی قدروں منزلت سب پر واضح ہو گئی۔ جو لوگ اہل علم کے  
خلاف کسی مسلک کو اختراع کرتے ہیں ان کا رد کرنے کے  
لیے ہم اللہ تعالیٰ سے ہی مدد کے طالب ہیں اور اس کی مدد  
پر بھروسہ کرتے ہیں۔

تو الحمد للہ اللہ تعالیٰ ہی مستحق ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظیم رحمتیں سیدنا  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اور صحابہ و بارک وسلم ہی کے نمایاں نشان ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَحْدًا وَصَلَّى اللَّهُ عَلَى سَيِّدِنَا  
مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ -



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ  
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّي وَنُسَلِّمُ عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

# کتاب الایمان

علامہ راجب اصغہانی لکھتے ہیں:

ایمان کے لغوی معنی کی تفصیل اور تحقیق

ایمان اُمن سے ماخوذ ہے اور اُمن کا معنی ہے نفس کا مطمئن ہونا،

اور خوف کا نازل ہونا، اُمن، امانت اور امان اصل میں مصادر ہیں، امان انسان کی حالت امن کو کہتے ہیں، انسان کے پاس جو چیز حفاظت کے لیے رکھی جائے اس کو امانت کہتے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَ  
الرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنَكُمْ (انفال: ۲۴)

اے ایمان والو! اللہ اور رسول سے خیانت نہ کرو  
اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ  
وَالْجِبَالِ (احزاب: ۷۲)

بے شک ہم نے آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر  
اپنی امانت پیش کی۔

اور قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا (آل عمران: ۹۷)

اور جو حرم میں داخل ہوا وہ بے خوف ہو گیا۔

یعنی وہ دھوکے سے بے خوف ہو گیا، یا وہ دنیا کی مصیبتوں سے بے خوف ہو گیا، اس کا معنی ہے کہ حرم میں اس سے  
تفصیل لیا جائے گا نہ اس کو قتل کیا جائے گا۔

ایمان کا استعمال بھی اس شریعت کو ماننے کے لیے کیا جاتا ہے جس کو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم  
وہ اللہ کے پاس سے لے کر آئے، اس استعمال کے مطابق قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

إِن الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَى  
وَالصَّابِئِينَ (بقرہ: ۱۲۰)

یہودی، عیسائی اور ستارہ پرست۔

ایمان کے ساتھ ہر اس شخص کو متصف کیا جاتا ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت میں داخل ہو ورنہ حاکم  
وہ اللہ تعالیٰ کا اللہ آپ کی نبوت کا اقرار کرتا ہو۔

اور کبھی ایمان کا استعمال برسیل مدح کیا جاتا ہے اور اس سے مراد نبی کا بہ طور تصدیق حق کو ماننا اور قبول کرنا ہے اور



اس کا تحقیق دل کے ماننے، زبان سے اقرار کرنے اور اعضاء کے عمل کرنے سے ہوتا ہے، اس اعتبار سے ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا وَرَسُولِ آلِ مُحَمَّدٍ  
هُمُ الصَّادِقُونَ وَالشَّاهِدُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ لَهُمْ أَجْرُهُمْ  
وَلَهُمْ وَهْنٌ (حدید: ۱۹)

اور جو لوگ اللہ اور اس کے رسولوں پر (کامل) ایمان لائے وہی اپنے رب کی بارگاہ میں صدیق اور شہید ہیں ان کے لیے ان کا اجر اور وہن ہے۔

تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان میں سے ہر ایک پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ تصدیق بالقلب پر ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَالَّذِينَ كُتِبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانُ (مجادلہ: ۲۲)

وہ لوگ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت فرمادیا۔

دل میں صرف تصدیق ہوتی ہے اس لیے اس آیت میں ایمان سے مراد صرف تصدیق ہے۔ قرآن مجید کی اس آیت میں بھی ایمان کا اطلاق تصدیق پر کیا گیا ہے:

وَمَا آتَتْ بِمِثْرٍ مِّنَّا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ (یوسف: ۱۷)

اور آپ ہماری بات کی تصدیق کرنے والے نہیں ہیں خواہ ہم سچے ہوں۔

اور اعمال ماسکھ پر ایمان کا اطلاق قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّعَ إِيمَانُكُمْ (بقرہ: ۱۴۳)

اور اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں ہے کہ وہ (تحويل قبلہ سے پہلے تمہاری پڑھی ہوئی) نمازوں کو ضائع کر دے۔

جب جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کے فرشتوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں، قیامت اور ہر اچھی اور بری چیز کو تقدیر کے ساتھ دالبتہ ماتنا ایمان ہے، اس حدیث میں چھ چیزوں کے ماننے پر ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے، یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم اور حدیث کی دوسری مشہور کتابوں میں ہے۔

علامہ ترمذی کہتے ہیں:

ایمان تصدیق ہے، علامہ رحمہ اللہ نے اس میں اسی پر اعتماد کیا ہے، اور اہل علم میں سے اہل لغت وغیرہ کا اسی پر اتفاق ہے، علامہ سعد الدین قنبرا زالی نے کہا ہے کہ ایمان کا حقیقی معنی تصدیق ہے، اور کلمات میں لکھا ہے کہ کسی شخص پر ایمان لانے کا معنی یہ ہے کہ اس کو تکذیب سے مامون اور محفوظ رکھا جائے، بعض محققین نے کہا ہے کہ ایمان کا معنی تصدیق ہو تو یہ بظہر من الشمس ہے، اور جب اس کا معنی اذعان (ماتنا اور قبول کرنا) ہو تو لام کے ساتھ متندی ہوتا ہے اور جب اس کا معنی اعتراف ہو تو بھن لام کے ساتھ متندی ہوتا ہے، ازہری نے کہا ہے اللہ تعالیٰ نے بندے کو جس امانت پر ایمان بنایا ہے اس میں صدق کے ساتھ داخل ہونا ایمان ہے، اگر بندہ جس طرح زبان سے تصدیق کرتا ہے اسی طرح دل



سے بھی تصدیق کرے تو وہ مومن ہے اور جو صرف زبانی اقرار کرے اور دل سے تصدیق نہ کرے وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت کو ادا نہیں کر رہا وہ منافق ہے اور جس کا یہ زعم ہے کہ تصدیق بالقلب کے بغیر صرف زبانی سے اظہار کرنا ایمان ہے وہ یا منافق ہو گا یا جاہل (ملازمہ بیدی کہتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ کبھی صرف زبانی اقرار پر بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:

ذلك بأنهم آمنوا ثم كفروا فإطبع على

قلوبهم -

(مناقشون: ۳)

یہ اسی وجہ سے ہے کہ وہ (زبان سے) ایمان لائے پھر انھوں نے (دل کا) کفر و ظہر کیا تو ان کے دلوں پر مہر کر دیا گئی۔

اور اس آیت میں بھی ترہائی انطاقت پر ایمان کا اطلاق ہے۔

ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا  
کفروا ثم ازدادوا کفراً  
(نساء ۱۳۷)

بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر کفر  
کے کافر ہوئے، پھر ایمان لائے، پھر کفر  
کے کافر ہوئے اور کفر میں اضافہ کیا۔

بے شک جو لوگ وہاں سے ایمان لائے پھر لو  
سے کافر ہوئے، پھر زبان سے ایمان لائے، پھر کافر  
ہوئے پھر وہ کفر میں اور مرتد گئے۔

رجحان نے کہا ہے کہ میں ایمان کا اطلاق اظہارِ خشوع پر کیا جاتا ہے اور کبھی شریعت کے قبول کرنے پر اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو دین لے کر آئے ہیں اس پر اتفاق رکھنے اور دل سے اس کی تصدیق کرنے پر ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے امام باقر نے کہا ہے کہ ایمان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کا نام ہے اور کبھی بہ طور مدح حق کی تصدیق کرنے اور ماننے کو ایمان کہتے ہیں، ایمان تصدیق، اقرار اور عمل سے متحقق ہوتا ہے اور ان میں سے ہر ایک پر الگ الگ بھی ایمان کا اطلاق کیا جاتا ہے، مومن اللہ تعالیٰ کی صفات سے، جس کا معنی ہے مخلوق کو ظلم سے امن دینے والا، یا اپنے اولیاء کو عذاب سے امن میں رکھنے والا، منذر ہی نے ابوالعباس سے روایت کیا ہے کہ جب قیامت کے دن اللہ تعالیٰ امتوں سے اپنے رسولوں کی تبلیغ کے متعلق سوال کرے گا اور وہ امتیں انبیاء کی تکذیب کریں گی اور اللہ تعالیٰ کے مسلمان بندے سے انبیاء کی تصدیق کریں گے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو لایا جائے گا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی تصدیق کریں گے اور اس وقت اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت کی تصدیق کرے گا اور اسی تصدیق کی وجہ سے اللہ کا نام مومن ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کرتا ہے اور وہ اس اعتبار سے مومن ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اپنے بندوں کو عذاب سے امان میں رکھے گا اس وجہ سے وہ مومن ہے، یہ غلام ابن ابیہر کا قول ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ایمان کے شرعی معنی کی تفصیل اور تحقیق | علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: ایمان کے شرعی معنی میں اہل قبلہ کے چار قول ہیں، ایک قول یہ ہے کہ ایمان قلب کا فعل ہے اور اس میں پھر دو نظریے ہیں، محققین، امام اشعری، قاضی عبدالکبیر، استاد ابوالحسنی اسفہانی، حسین بن فضل اور دیگر مجتہد کا یہ مسلک ہے کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے، یعنی ہر وہ چیز جس کے متعلق بدعتہ علم



ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اللہ کے پاس سے لئے ہیں اس کی تصدیق کرنا ایمان ہے۔ دوسرا نظریہ جہم بن صفوان کا ہے کہ ایمان فقط دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا نام ہے اور زبان سے اقرار کرنا اس کے لیے شرط یا لگ نہیں ہے حتیٰ کہ جس شخص کو دل سے اللہ تعالیٰ کی معرفت جو محو وہ زبان سے افسار نہ کرے اور اسی حال پر مر جائے وہ بھی مومن کامل ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے، اس میں بھی دو نظریے ہیں، عیسیٰ بن مسلم و مشعلی اور نفلس رنقاشی کا یہ نظریہ ہے کہ ایمان زبان سے اقرار کا نام ہے لیکن اس کی شرط معرفت بالقلب ہے، اور کلامیہ کا قول یہ ہے کہ فقط زبان سے اقرار کرنا ایمان ہے، ان کا زعم یہ ہے کہ منافق یہ ظاہر مومن ہے اور یہ باطن کا مومن ہے، دنیا میں منافق مومنوں کے حکم میں ہے اور آخرت میں کا قریں کے حکم میں ہے۔

تیسرا قول یہ ہے کہ ایمان اقرار باللسان اور معرفت بالقلب کا مجموعہ ہے اس قول میں بھی متعدد نظریات ہیں:  
(۱)۔ امام ابو حنیفہ، عاتقہ الفقہاء اور بعض متکلمین کے نزدیک ایمان اقرار باللسان اور معرفت بالقلب کا مجموعہ ہے۔

(۲)۔ بشر المریسی اور ابوالحسن اشعری کا نظریہ ہے کہ ایمان زبان اور دل دونوں سے تصدیق کرنے کا نام ہے۔  
(۳)۔ زبان سے اقرار اور دل کے اخلاص کا نام ایمان ہے۔

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کے قول پر معرفت بالقلب کا کیا معنی ہے؟ اس کی دو تفسیریں ہیں:  
(۱)۔ معرفت بالقلب سے مراد اعتقاد مجازم ہے عام اذی کہ وہ اعتقاد تقلید سے حاصل ہو یا استدلال سے، اکثر علماء نے اسی تفسیر کو اختیار کیا ہے، اور یہی زیادہ صحیح ہے، اسی لیے وہ کہتے ہیں کہ مقلد کا ایمان صحیح ہے۔  
(۲)۔ معرفت بالقلب سے مراد وہ اعتقاد ہے جو دل سے حاصل ہو، اس تفسیر کے مطابق مقلد کا ایمان صحیح نہیں ہے اس قول کے قائلین میں یہ اختلاف بھی ہے کہ اقرار باللسان ایمان کا جز ہے یا ایمان کی شرط ہے، امام ابو حنیفہ، امام ابو منصور ماتریدی کا مذہب اور امام ابوالحسن اشعری کا ایک قول یہ ہے کہ اقرار باللسان ایمان کی شرط ہے حتیٰ کہ جس شخص نے حول اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی تمام چیزوں کی تصدیق کی وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن ہو گا، خواہ اس نے زبان سے اقرار نہ کیا ہو، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ اقرار ایمان کی جز ہے مگر یہ اصلی جہ نہیں ہے، زائد جز ہے حتیٰ کہ حالت اکلاء میں اقرار ماقول ہو جاتا ہے۔

چوتھا قول یہ ہے کہ ایمان تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ہے، یہ امام مالک، امام شافعی، امام احمد امام اوزاعی اور محدثین کا قول ہے، معتزلہ، خوارج اور زید یہ کا بھی یہی قول ہے، محدثین کے اس قول میں تین نظریات ہیں:  
(۱)۔ عبد اللہ بن سعید کا قول یہ ہے کہ معرفت ایمان کا ل ہے اور یہ اصل ہے، پھر جبر طاعت الگ الگ ایمان ہے اور محمود اور دل سے انکار نہ کرنا کفر ہے، پھر اس کی ہر مصیبت الگ الگ کفر ہے اور ہر معرفت کے کوئی طاعت ایمان نہیں ہے اور بغیر انکار کے کوئی مصیبت کفر نہیں ہے۔

(۲)۔ فرائض اور لوافل تمام عبادات کے مجموعہ کا نام ایمان ہے جس نے کسی ایک فرض کو ترک کیا اس کا ایمان ناقص ہو گیا اور جس نے فحل کو ترک کیا اس کے ایمان میں کمی نہیں ہوئی۔

(۳)۔ ایمان فرائض کے مجموعہ کا نام ہے نہ کہ فوافل کا۔



معتزلہ کے بھی اس قول میں متعدد نظریات ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱)۔ واصل بن عطاء، ابو الہذیل اور قاضی عبد الجبار کا مسلک یہ ہے کہ ایمان تمام عبادات کے مجموعہ کا نام ہے خواہ وہ واجب ہوں یا مستحب۔

(۲)۔ ابوالی جیانی اور ابوالشام کا یہ مسلک ہے کہ ایمان فقط عبادات واجبہ کا نام ہے نہ کہ مستحبہ کا۔

(۳)۔ نظام معتزلی کا مذہب یہ ہے کہ ہر وہ کام جس پر وعید ہے اس کے ترک کا نام ایمان ہے۔

خوارج کا اس پر اتفاق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت، اس کے تمام احکام کی اطاعت اور تمام مباحی سے اجتناب خواہ ضامن ہوں یا کبائر، اس کے مجموعہ کا نام ایمان ہے، ان کا مذہب معتزلہ اور سلف صالحین کے قریب ہے، مگر ان مذاہب میں یہ فرق ہے کہ مصیبت کبیرہ کے ارتکاب سے معتزلہ کے نزدیک انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا، اور خوارج کے نزدیک ارتکاب مصیبت سے انسان کفر میں داخل ہو جاتا ہے، اور سلف کے نزدیک ارتکاب مصیبت سے انسان فاسق ہو جاتا ہے ایمان سے خارج نہیں ہوتا۔

علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

**نفس ایمان اور ایمان کامل کا بیان**

امام شافعی سے منقول ہے کہ ایمان تصدیق، اقرار اور عمل کا نام ہے جس کی تصدیق میں عمل، مورد منافق ہے جس کے اقرار میں ضل، کافر ہے اور جس کے عمل میں غفل، مورد فاسق ہے۔ وہ دوزخ کے دائمی عذاب سے نجات پالے گا، اور جنت میں داخل ہو جائے گا، امام لازمی نے کہا اس مسلک پر یہ قوی اشکال ہے کہ جب افعال ایمان کا جز ہیں اور جن کی نفی سے کل کی نفی ہو جاتی ہے تو بے عمل شخص مومن کیسے ہو گا؟ اور وہ کیسے دوزخ سے خارج اور جنت میں داخل ہو گا؟ اس اشکال کا یہ جواب ہے کہ شارح کے کلام میں ایمان کبھی اصل ایمان کے معنی میں ہوتا ہے اور اصل ایمان میں افعال کا اعتبار نہیں ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

الایمان ان تؤمن بالله وملئکتہ و

بلفائہ ورسلہ وتؤمن بالبعث والاسلامان

تعبد اللہ ولا تشرك به وتقیم الصلوٰۃ و

تؤتی الزکوٰۃ المفروضہ وتصوم رمضان۔

(صحیح مسلم)

اور کبھی شارح کے کلام میں ایمان، ایمان کامل کے معنی میں ہوتا ہے جس میں افعال داخل ہوتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفد عبد القیس سے فرمایا:

اتکدون ما الایمان بالله وحده قالوا

اللہ ورسولہ اعلو قال شہادۃ ان لا الہ الا اللہ

کیا تم جانتے ہو کہ اللہ وحدہ پر ایمان لانا کیا ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے آپ



وان حمدا رسول الله واقام الصلوة وايتاء  
الزکوۃ وصيام رمضان وان تعطوا من المعتم  
الخمیس۔ (صحیح مسلم)

نے فرمایا: اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت  
کا مستحق نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوۃ  
ادا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا اور مال فقیرت سے  
فقیس ادا کرنا۔

پہلی حدیث میں ایمان اصل ایمان یا نفس ایمان کے معنی میں ہے اور اس دوسری حدیث میں ایمان، ایمان کامل کے معنی  
میں ہے، اور جن احادیث میں اعمال کی نفی سے ایمان کی نفی کی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد ایمان کامل ہے اور جن احادیث  
میں عمل کی نفی کے باوجود ایمان کا اطلاق کیا گیا ہے اور جنت کی بشارت دی گئی ہے ان میں ایمان سے مراد نفس ایمان ہے۔  
اس کی مثال یہ ہے:

لا یزنی الزانی حین یزنی وهو مؤمن۔  
(صحیح مسلم)

جس وقت زانی زنا کرتا ہے اس وقت وہ مومن  
نہیں ہوتا۔

اس حدیث میں ایمان کامل کی نفی ہے۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا:  
ما من عبد قال لا اله الا الله ثم مات  
على ذلك الا دخل الجنة قلت ان زنی وان  
سرق قال وان زنی وان سرق۔  
(صحیح مسلم)

سبب نقص نے بھی لا اله الا الله کہا پھر اسی پر مرگیا وہ  
جنت میں داخل ہو جائے گا، میں نے کہا غواہ اس نے  
زنا کیا ہو اور چوری کی ہو آپ نے فرمایا غواہ اس نے  
زنا کیا ہو اور چوری کی ہو۔

اس حدیث میں نفس ایمان مراد ہے۔  
خلاصہ یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اختلافات عقلی ہے کیونکہ اس کا رجوع ایمان کی تفسیر کی طرف ہے اور ایمان کا کون  
سامعین متقول شرعی ہے اور کون سامعین مجاز ہے اس میں اختلاف ہے، اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس ایمان  
کی وجہ سے دوزخ میں داخل سے نجات ملتی ہے وہ ایمان کامل ہے اس پر تمام مسلمان کا اتفاق ہے اور جس ایمان کی وجہ سے دوزخ کے غلہ  
سے نجات ملتی ہے وہ نفس ایمان ہے، اس میں اہل سنت کا اتفاق ہے اور خلافت اور معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے۔  
حاصل بحث یہ ہے کہ مفسر اور امام شافعی نے جو اعمال کو ایمان کی جز کہا ہے اس ایمان سے ان کی مراد ایمان  
کامل ہے نہ کہ نفس ایمان یا اصل ایمان مراد ہے اور جب وہ کسی نے عمل یا بدعمل شخص پر مومن کا اطلاق کرتے ہیں تو اس  
سے ان کی مراد نفس ایمان ہوتی ہے نہ کہ ایمان کامل، وہ کہتے ہیں کہ اس شخص میں ہر چند کہ ایمان کامل نہیں ہے لیکن وہ  
نفس ایمان کی وجہ سے نجات پا جائے گا۔

مومن ہونے کے لیے فقط جاننا کافی نہیں ہے بلکہ ماننا ضروری ہے | علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:  
ایمان کی تعریف میں جو تصدیق



بالقلب مستتر ہے اس سے مراد علم اسرفیت اور جاننا نہیں ہے بلکہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کو تسلیم کرنا اور  
نہجہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق کرنا اور آپ کو خیر صادق ماننا ہے، کیونکہ بعض کفار بھی حضرت محمد صلی  
اللہ علیہ وسلم کی رسالت کو مانتے تھے لیکن وہ مومن نہیں تھے، قسم آن مجید میں ہے:

الذین اتینہم الکتاب یعرفونہ کما  
یعرفون ابتداء ہد۔

(بقرہ: ۱۴۶)

ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے حکایت کی ہے، انھوں نے فرعون سے فرمایا:  
قال لقد علمت ما انزل هؤلاء الا رب  
السموات والارض بصائر وانی لا ظنک یا فرعون  
مثنوہ ۱۔

(یوسف: ۱۰۶)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا کفار اور فرعون کو علم  
نہ تھا، اس کے باوجود وہ کافر تھے اور وہ مومن نہیں تھے، نیز اس سے واضح ہوا کہ ایمان کے تحقق کے لیے موت جاتا  
کافی نہیں ہے ماننا ضروری ہے، یعنی اپنے تعدد اور اختیار سے خبر کی طرف صدق کو مٹو کر اسے ادا کرے اس  
کی وہی ہوائی خبروں میں صادق قسم دے۔

ایمان کی حقیقت میں فقط تصدیق کے معتبر ہونے پر اُن مجید سے استشہاد

نہ کیا تھا کہ محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان کی حقیقت فقط تصدیق بالقلب ہے اس پر محققین نے حسب ذیل دلائل  
پیش کیے ہیں: قرآن مجید میں ہے:

او نزلت کتب فی قلوبہم الایمان۔

(مجادلہ: ۲۲)

فرمایا: انھوں نے اپنے منہ سے کہا ہم ایمان لائے  
قالوا امنا یا ہوا ہبیر ولہ قلوبہم۔

(مائدہ: ۴۱)

ہیں، حالانکہ ان کے دل مومن نہیں۔  
قالت الاعراب امنا قل لہ قلوبہم  
ولکن قولوا اسلمنا ولما یدخل الایمان  
فی قلوبہم۔

(حجرات: ۱۳)

ہوا۔



ان آیات میں ایمان کا محل قلب کو قرار دیا ہے اور قلب میں تصدیق ہوتی ہے، اقرار کا محل زبان اور اعمال کا تعلق باقی اعضاء سے ہوتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان صرف تصدیق بالقلب کا نام ہے۔

ایمان کی حقیقت میں فقط اقرار کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد | صرف اقرار باللسان کے ایمان نہ ہونے پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

ومن الناس من يقول انا با الله وباليوم الآخر وما هم بمؤمنين۔ (بقرہ: ۸۰) بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان سے آئے، حالانکہ وہ مؤمن نہیں ہیں۔

نہ ان سے اقرار کے باوجود ان لوگوں کو اس لیے مرگنہ ہے۔ یہاں سے اقرار کیا کہ انھوں نے یہی صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی تصدیق نہیں کی تھی، نیز قرآن مجید میں ہے:

اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله والله يعلم انك لرسوله والله يشهد ان المنافقين لكذابون۔ (منافقون: ۱) جب منافق آپ کے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ یقیناً ضرور آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ بے شک منافق ضرور جھوٹے ہیں۔

ایمان کی حقیقت میں اعمال کے غیر معتبر ہونے پر قرآن مجید سے استشہاد | اعمال ایمان میں داخل ہونے کی وجہ سے یہ آیت دلیل ہے:

ان الذين آمنوا وعملوا الصالحات كانت لهم جنات الفردوس نزلاً۔ (سجدة: ۱۷) اس آیت میں اعمال کا ایمان پر عطف کیا گیا ہے اور عطف میں اصل تناب ہے اس سے معلوم ہوا کہ اعمال ایمان کا غیر ہیں اور ایمان میں داخل نہیں ہیں، اور قرآن مجید میں ایسی بہت آیات ہیں۔ جس نے نیک عمل کیے خواہ مرد ہو یا عورت بہر طریقہ وہ زمین ہو تو ہم اس کو ضرور پاکیزہ زندگی کے ساتھ زندہ رکھیں گے۔ (نحل: ۹۷)

اس آیت میں اعمال کو مشروط اور ایمان کو مشروط قرار دیا ہے اور مشروط شرط سے خارج ہوتا ہے اس سے واضح ہو گیا کہ اعمال ایمان سے خارج ہیں، اور اسی نسخ پر یہ آیات ہیں:

ومن يعمل من الصالحات من ذكرا وانثى وهو مؤمن ذالذک یدخلون الجنة مرفاء۔ (نساء: ۱۲) اور جس نے نیک کام کیے خواہ مرد ہو یا عورت بہر طریقہ وہ مؤمن ہو تو وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور جس نے نیک کام کیے بہر طریقہ وہ مؤمن ہو ومن يعمل من الصالحات وهو مؤمن فلا یخف۔



ظُلُمًا وَلَا هُمْسًا - (طہ: ۱۱۲)

وَأَصْلَحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ

أَنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ - (انفال: ۱۰)

تو اس کو ظلم کا خوف ہو گا نہ کسی نقصان کا۔  
 اصل اپنے باہمی معاملات درست رکھو اور اللہ  
 اور اس کے رسول کا حکم مانو، یہ بشرطیکہ تم مومن ہو۔  
 قرآن مجید میں مرکب کبیر پر بھی مومن کا اطلاق کیا گیا ہے اگر تک اعمال ایمان کی جتنی ہوتے تو مصیبت کبیرہ کرنے  
 دے پر مومن کا اطلاق نہ کیا جاتا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ

فِي الْقَتْلِ - (بقرہ: ۱۷۸)

اے ایمان والو! تم پر ان کا بدلہ لیا گیا ہے  
 جن کو ناحق قتل کیا گیا ہے۔

قِصَاصُ قَاتِلٍ بِقَتْلِهِ کیا جاتا ہے اور اس آیت میں قاتل پر مومن کا اطلاق کیا گیا ہے، اور قاتل کو ناگوار کبیرہ ہے۔

وَأَنْ طَائِفَتَانِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اقْتَتَلُوا

فَأَصْلَحُوا جِثْمَهُمَا - (حجرات: ۹)

اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں قتال کریں  
 تو ان میں صلح کر دو۔

جب دو جماعتیں قتال کریں گی تو ان میں سے ایک حق پر اور دوسری باطل پر ہوگی اور اس آیت میں دونوں جماعتوں  
 پر مومن کا اطلاق کیا گیا ہے۔

وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا إِلَيْهِ الْمُؤْمِنُونَ - (نور: ۳۱)

اے مومن! تم سب اللہ کی طرف توبہ کر دو۔

توبہ مصیبت پر واجب ہوتی ہے۔ اس آیت میں مومن کو توبہ کا حکم دیا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مصیبت ایمان  
 کے منافی نہیں ہے اور اسی نسخ پر یہ آیت ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تُوبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا - (نور: ۸۰)

اے ایمان والو! اللہ کی طرف خالص توبہ کر دو۔

اگر ثلاثہ اور محدثین اور دیگر مسلمان  
 جو یہ کہتے ہیں کہ اعمال ایمان میں

**ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر قرآن مجید سے استنباط**

داعل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے وہ قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں:

اور جب ان پر اللہ کی آیات پڑھی جائیں تو وہ ان  
 کے ایمان کو اور زیادہ کریں۔

وَإِذَا ثَلَيْتَ عَلَيْهِمْ آيَاتَهُ زَادَتْهُ إِيمَانًا -

(انفال: ۲)

وَإِذَا مَا أَنْزَلْنَا سُورَةً فَفَتَمَهُمْ مِنْ يَقُولِ

أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيمَانًا فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا

فَزَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَهُمْ لَا يَسْتَبْشِرُونَ -

(توبہ: ۱۲۳)

اور جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو ان میں  
 سے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے

کس کے ایمان کو زیادہ کر دیا سو جو ایمان داسے میں تو  
 اس سورت نے ان کے ایمان کو زیادہ کر دیا ہے اور وہ

خوش ہو رہے ہیں۔

لوگوں نے ان سے کہا بے شک لوگوں نے  
 (تم سے مقابلہ کے لیے بڑے لشکر) جمع کر لیے ہیں سو

تم ان سے ڈرو، تو ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا۔

الَّذِينَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ إِنَّ النَّاسَ قَدْ

جَمَعُوا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ إِيمَانًا -

(ال عمران: ۱۶۰)



ولمّا د المؤمنون الأحزاب قالوا هذا ما  
وعدها الله ورسوله وصدق الله ورسوله وما  
زادهم الا ایماناً وتسلیمًا -  
(احزاب: ۲۲)

والذین اٰهتدوا زادهم هدی -  
(محمد: ۱۷)

انهم فتنیة امنوا بهم وزدنهم هدی  
(کہف: ۱۳)

ويزید الله الذین اٰهتدوا هدی -  
(مریم: ۷۶)

وما جعلنا عدتهم الا فتنة للذین  
كفروا لیستیقن الذین اوتوا الكتاب ویزداد  
الذین امنوا ایمانًا -  
(مدثر: ۳۱)

هو الذی اقرن السکينة فی قلوب المؤمنین  
لیزدادوا ایمانًا مع ایمانهم -  
(فتح: ۴)

اور جب مسلمانوں نے (کافروں کے) شک و کھچے  
رتن کہنے لگے یہ وہ ہے جس کا اللہ اور اس کے رسول  
نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا اور اللہ اور اس کے رسول نے  
سچ فرمایا تھا، اور اس سے ان کا ایمان اور اسلام اور  
زیادہ ہی ہوا۔

اور جن لوگوں نے ہدایت کو قبول کیا اللہ نے ان  
کی ہدایت کو اور زیادہ کر دیا۔

بے شک کچھ جو ان اپنے رب پر ایمان لائے  
اور ہم نے ان کی ہدایت کو زیادہ کر دیا۔

اور جن لوگوں نے ہدایت پائی، اللہ ان کی ہدایت  
کو زیادہ کر دیتا ہے۔

اور ہم نے (مذبح کے) فرشتوں کی تعداد صرف  
اس لیے مقرر کی ہے کہ کافروں کی آزمائش ہو، اہل کتاب  
یقین کر لیں اور ایمان والوں کا ایمان اور زیادہ ہو  
جائے۔

وہی ذات ہے جس نے ایمان والوں کے دلوں  
میں سکون نازل فرمایا تاکہ ان کے ایمان میں اور ایمان  
کی زیادتی ہو۔

ایمان میں کمی اور زیادتی کے ثبوت پر احادیث سے استشہاد  
داخل ہیں اور ایمان میں کمی اور زیادتی ہوتی ہے، انہوں نے کثرت احادیث سے استدلال کیا ہے، جن میں سے  
بعض احادیث یہ ہیں:  
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کے ساتھ اور  
کچھ حصے ہیں، اور احیاء بھی ایمان کا ایک حصہ ہے۔  
حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

عن ابن ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ و  
سلم قال الایمان بضع وستون شعبۃ والحیاء  
شعبۃ من الایمان -  
عن عبد اللہ بن عمر وعن النبی صلی اللہ



علیہ وسلم قال المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده والمهاجر من هجر  
ما نهى الله عنه ر

عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه  
وسلم قال امرت ان اقاتل الناس حتى  
يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمدا رسول  
الله ويقيموا الصلوة ويؤتوا الزكاة فاذا  
فعلوا ذلك عصموا مني دماءهم واموالهم  
الا بحق الاسلام وحساب جهده على الله ر

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال  
قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان روت  
ما الايمان بالله وحده قالوا الله ورسوله  
اعلم قال شهدا ثم ان لا اله الا الله وان  
محمد رسول الله واقام الصلوة وايتاء  
الزكاة وصيام رمضان وان تعطوا من  
الغنم الخمس ر

اے محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان وہ ہے جس  
کا زبان اور ہاتھ (کے شر) سے دوسرے مسلمان محفوظ  
ریہیں اور مہاجر وہ ہے جو اللہ کے منہ کیے ہوئے کاموں کو ترک کرے  
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے لوگوں سے قتال کرنے  
کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ شہادت دیں کہ اللہ کے سوا کوئی  
عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں اور نماز کو  
تاکم کوئی اور زکوٰۃ کو ادا کریں اور جب وہ یہ کریں گے  
تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے ماسوا اس  
کے جو اسلام کا حق ہو اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم اللہ وعدہ  
پزیر ایمان لائے گا معنی جانتے ہو یہ صحابہ نے کہا اللہ اور  
اس کا رسول زیادہ حائث ہے آپ نے فرمایا یہ شہادت  
دینا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور نماز تاکم کرنا  
اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور مال  
نیمت میں سے خمس ادا کرنا۔

ان احادیث میں ایمان کے متعدد اجزاء بیان کیے گئے ہیں اور جو شخص ان میں سے کسی چیز پر عمل ترک کرے گا اس کا  
ایمان اس شخص سے کم ہوگا جو ان تمام اجزاء پر عمل کرے گا۔

### ایمان میں کمی اور زیادتی کے دلائل کا جواب

مذکورہ آیات اور احادیث سے اللہ تبارک و تعالیٰ نے  
اس پرستہ مال کی ہے کہ اعمال ایمان کا جز ہیں اور ایمان میں کمی  
اور زیادتی ہوتی ہے اگر اعمال کم ہوں گے تو ایمان کم ہوگا اگر اعمال زیادہ ہوں گے تو ایمان زیادہ ہوگا ان تمام آیات اور احادیث  
کا جواب یہ ہے کہ یہ بیان کامل پر محمول ہیں اور ایمان کامل میں اعمال داخل ہیں اور نفس یا ان میں نہیں ہیں اور یہاں بالاتفاق مراد نہیں ہے  
امام رازی نے کہا یہ بحث فغلی ہے کیونکہ اگر ایمان سے مراد نفس تصدیق ہو تو وہ کمی اور زیادتی کو قبول کرتا اور  
اگر اس سے مراد عبادات ہوں تو وہ کمی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے، پھر امام نے کہا عبادات تصدیق کی تکمیل کرتی ہیں  
اور جن دلائل کا یہ تقاضا ہے کہ ایمان کی کمی اور زیادتی کو قبول نہیں کرتا ان سے مراد اصل ایمان اور نفس ایمان ہے اور جن

لفظ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۶ مطبوعہ دار المسعودی المطابع کلاچہ ۱۳۸۱ھ

لفظ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸  
لفظ صحیح بخاری ج ۱ ص ۸



دلائل کا یہ تقاضا ہے کہ ایمان کی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے۔ ان سے مراد ایمان کامل ہے جس میں اعمال داخل ہیں۔ بعض متاخرین نے یہ کہا ہے کہ حق یہ ہے کہ ایمان کی اور زیادتی کو قبول کرتا ہے، خواہ ایمان تصدیق اور اعمال کا مجموعہ ہو یا فقط تصدیق کا نام ہو کیونکہ تصدیق بالقلب وہ اعتقاد جازم ہے جو قوت اور ضعف کو قبول کرتا ہے، کیونکہ میں شخص کو ہم قریب سے دیکھتے ہیں اس کی ہمیں اس سے زیادہ تصدیق ہوتی ہے جس کو ہم دُور سے دیکھتے ہیں۔

بعض محققین نے یہ کہا کہ حق یہ ہے کہ تصدیق دو وجہوں سے کی اور زیادتی کو قبول کرتی ہے، پہلی وجہ تریہ ہے کہ تصدیق کیفیت نفسانیہ ہے، جیسے خوشی، غم اور غصہ وغیرہ کیفیات نفسانیہ ہیں اور ان میں قوت، ضعف اور کمی اور زیادتی ہوتی ہے، اسی طرح تصدیق میں بھی کمی اور زیادتی ہوتی ہے، اور اگر ایسا نہ ہو تو لازم آئے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام افراد امت کا ایمان برابر ہو اور یہ اجماعاً باطل ہے اور دوسری وجہ ہے تصدیق تفصیلی، کیونکہ انسان کو جس جس چیز کے متعلق علم ہوتا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کو کئے کر گئے ہیں، اس کا ایمان اس کے ساتھ متعلق ہوتا جائیگا اور ایمان زیادہ ہوتا جائے گا۔

بعض علماء نے اس کی تفصیل میں یہ کہا ہے کہ پہلے انسان اجمالی طور پر تمام شریعت پر ایمان لاتا ہے، پھر جیسے جیسے اس کو احکام شریعی کی تفصیل کا علم ہوتا جاتا ہے وہ ان سب پر ایمان لاتا جاتا ہے اور یوں اس کا ایمان زیادہ ہوتا ہے، اور بعض محققین نے یہ کہا ہے کہ زیادہ غور و فکر کرنے اور کثرت دلائل سے ایمان زیادہ ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ صدیقین اور علماء راسخین کا ایمان دوسروں کی بہ نسبت زیادہ قوی ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ تفکیک اور مغالطہ آفرینی سے ان کا ایمان مستزئل نہیں ہوتا۔

**ایمان کی تعریف میں معتزلہ کے دلائل کے جوابات** | معتزلہ کا یہ مذہب ہے کہ مصیبت کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے لیکن کفر میں

داخل نہیں ہوتا اور ان کے نزدیک اس کو دائماً دوزخ میں عذاب ہوتا ہے۔ وہ قرآن مجید کی ان آیات سے استدلال کرتے ہیں:

وَمَنْ يَقْتُلْ مَوْمِنًا مُّتَعَمِدًا فُجْرًا ۖ  
جہنم خالدا فیہا وغضب اللہ علیہ ولعنه  
واعدا لہ عذابا عظیما۔  
جو شخص کسی مومن کو عمدتاً قتل کرے تو وہ دوزخ میں  
ہمیشہ رہنے کا مستحق ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر غضب ناک  
ہوگا اور اس کو اپنی رحمت سے دور کر دے گا، اور اللہ  
تعالیٰ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔ (نساء: ۹۳)

معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے قتل کے ارتکاب پر دوزخ کے دائمی عذاب کی وعید سنائی ہے، اس سے معلوم ہوا کہ گناہ کبیرہ کے ارتکاب سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے، اس دلیل کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ آیت ایک شخص مقیس بن ضبابہ کنانی کے متعلق نازل ہوئی ہے جو اسلام کے بد مرتد ہو گیا اور اس نے جو فہر کے



ایک مسلمان شخص کو قتل کر دیا تھا۔ (روح المعانی ج ۵ ص ۱۱۵)

(۲)۔ یہ آیت عام مخصوص عنہ (یعنی) ہے، یعنی اگر کسی کافر نے مسلمان کو قتل کر دیا تو اس کی سزا عذاب میں دائمی عذاب، اللہ کا غضب، اس کی لعنت اور عذاب عظیم ہے۔

(۳)۔ جب مشتق پر حکم لگایا جاتے تو اس کا مبداء اشتقاق اس حکم کی علت ہوتا ہے، یعنی جس نے کسی مومن کو قتل کیا اور قتل کی علت مومن کا ایمان تھی، اور اس نے اس کے مسلمان اور مومن ہونے کے سبب سے اس کو قتل کیا اور جو اس وجہ سے کسی مومن کو قتل کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا اور اس کی سزا دائمی عذاب ہی ہے۔

(۴)۔ اگر کسی مسلمان نے مومن کو قتل کیا ہے تو وہ بھی دائمی عذاب کا مستحق ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرما کر اس کی سزا کم کر دے گا یا بالکل ساقط کر دے گا۔

(۵)۔ مستحکم کا معنی ہے مستحکم یعنی جس شخص نے حلال سچ کر کسی مسلمان کو قتل کیا، اس کی سزا دائمی عذاب ہے کیونکہ حرام کو حلال سمجھنے سے وہ کافر ہو جائے گا۔

(۶)۔ حدود سے زیادہ کثرت طویل ہے، یعنی وہ زیادہ عرصہ تک جہنم میں رہے گا۔

(۷)۔ یہ آیت انشاء کثیر پر محمول ہے، یعنی زجر و قریح اور ڈرانے کے لیے اس طرح فرمایا ہے۔

(۸)۔ اس آیت کے بعد ایک قید مذکور ہے، یعنی اگر مومن اس قاتل کو معاف نہ کرے تو اس کو دائمی عذاب دیا جائے گا اسی کو خلق و پیدا کے جواز سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

شرح صحیح مسلم جلد سابع کے آخر میں ہم نے اس آیت کی زیادہ تفصیل اور تحقیق کی ہے۔

مستزاد کی دوسری دلیل یہ آیت ہے:

ومن یصلی اللہ ورسولہ یتعد حدودہ یدخلہ ناراً خالداً فیہا ولہ عذاب مہین۔ (نساء ۱۳۱)

جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی (تمام) حدود سے تجاوز کرے، اللہ تعالیٰ اس کو بھی داخل کرے گا جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔

اس آیت سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں اس شخص کو دائمی عذاب کی وجہ سنائی گئی ہے جو جمیع حدود سے تجاوز کرے اور جمیع حدود میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور رسالت بھی داخل ہے اور جو اس حد سے تجاوز کرے گا، وہ کافر ہو جائے گا۔ اور دائمی عذاب کا مستحق ہوگا۔ پہلی آیت سے استدلال کے جواب میں جو جوابات دیے گئے ہیں وہ بھی اس آیت کے جواب میں جاری ہو جائیں گے۔ مستزاد کی تیسری دلیل یہ آیت ہے:

بلی من کسب سیئۃ واحاطت بہ عقیثۃ فاولئک اصحاب النار ہو فیہا خالدون۔ (بقرہ ۸۱)

کیوں نہیں، میں نے بڑائی کی، اور اس کو اس کے گناہوں نے گیر لیا تو وہی لوگ دوزخی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

اس آیت سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:



(۱)۔ یہ آیت یہودیوں کے رد میں نازل ہوئی ہے جریہ کہتے تھے کہ ہم کو صرف چند روز دوزخ کا عذاب ہو گا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق فرمایا وہ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

(۲)۔ اس آیت میں اعاطہ سے یہ مراد ہے کہ بُرائی اس کے ظاہر اور باطن کا مکمل احاطہ کر لے، حتیٰ کہ اس کے دل میں تصدیق رہے نہ زبان پر اقرار رہے، تو ایسا شخص کافر ہو جائے گا اور اس کو جہنم میں دائمی عذاب ہو گا۔ اس آیت سے استدلال کے جواب میں پہلی آیت کے جوابات بھی جاری ہوں گے۔

ان تینوں آیات سے استدلال کے جواب میں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہ آیات، ان آیات سے معارض ہیں جن میں مومنین کو جنت میں دائمی ثواب کی بشارت دی گئی ہے اور رفع تعارض کے لیے یہ کہا جائے گا کہ آیات وحید میں خلود بمعنی مکث طویل ہے۔ دائمی ثواب کی بشارت کی بھینچ آیت یہ ہیں:

وعد اللہ المؤمنین والمؤمنات جنت  
تجری من تحتها الأنهار خالدين فیها و  
مسكن طيبة فی جنت عدن۔

(توبہ ۶۲)  
ان الذین آمنوا وعملوا الصالحات  
كانت لهم جنت الفردوس نزلا خالدين  
فیها لا یبغون عنها حولا۔  
(کہف: ۱۰۸-۱۰۷)

اس طرح کی اور بہت سی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو جنت میں دوام کی بشارت دی ہے اور اگر صاحب کبیرہ مومن کو دائمی عذاب دیا جائے تو ان آیات میں تعارض لازم آئے گا اس لیے تعارض دور کرنے کے لیے یہ کہا جائے گا کہ جن آیات میں صاحب کبیرہ کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے وہ انشاء تخلیف پر محمول ہیں، تاکہ ان آیات میں تطبیق ہو، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تعارض دور کرنے کی یہ صحت بھی ہو سکتی ہے کہ جن آیات میں مومنین کو دائمی ثواب کی بشارت دی گئی ہے ان کو انشاء ترخیص پر محمول کر دیا جائے اور جن آیات میں صاحب کبیرہ کو دائمی عذاب کی وعید سنائی گئی ہے ان کو اپنے ظاہر پر برقرار رکھا جائے اس طرح تطبیق بھی ہو جائے گی اور معتزلہ کا مذہب بھی ثابت رہے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کریم ہے اور کریم جب انعام کا وعدہ کرے تو اس کے خلاف نہیں کرتا اور عیب سزا کی وعید سنائے تو معاف کر دیتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی شان کے لائق یہی ہے کہ وعدہ کی آیات کو پورا کرے اور گنہ گاروں کو سزا کے وعید کی آیات کا بدلہ ظاہر خلاف کرے۔ ہماری تقریر کی تائید ان احادیث سے ہوتی ہے:

انام مسلم بحدیث کرتے ہیں:

عن عثمان قال قال رسول الله صلى الله  
عليه وسلم من مات وهو يعلم انه لا اله الا الله  
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس حال میں مرا کہ







سے خارج ہو جاتا ہے اور وہ ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

**ایمان کی تعریف میں خوارج کے دلائل کے جوابات** | خوارج کا مذہب یہ ہے کہ جس شخص نے گناہ کا ارتکاب کیا وہ کافر ہے خواہ وہ گناہ صغیرہ

ہو یا کبیرہ، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک  
ھو الکافرون۔ (مائده: ۴۴)

اس دلیل کے جوابات حسب ذیل ہیں:

(۱)۔ اس آیت میں حکم دکنے سے مراد تصدیق نہ کرنا ہے، یعنی جو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کی تصدیق دکر ہے وہ کافر ہے۔

(۲)۔ جبرہ طور استہانت اور توہین اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق حکم نہ کرے وہ کافر ہے۔

(۳)۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے کسی حکم پر عمل نہ کرے، حتیٰ کہ اس پر ایمان بھی نہ لائے وہ بلاشبہ کافر ہے۔

(۴)۔ یہ آیت یہود کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ہا انزل اللہ سے مراد توہیات ہے، اور سیاق کا تقاضا یہ ہے کہ جس شخص نے توہیات کے حکم کے مطابق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق نہیں کی اور ان کی کوریج کرنے سے انکار کیا وہ کافر ہے۔

خوارج نے حسب ذیل امارت سے بھی استدلال کیا ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر رضی اللہ عنہ اذہ سمع رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لیس من  
رجل ادعی لغير ابيه وهو یعلمہ الا کفر  
ومن ادعی ما لیس له فلیس منا دلیتہوا  
مقعدہ من النار ومن دعا رجلا بالکفر  
او قال عدا واللہ ولیس کذلک الاحار  
علیہ۔

عن جابر بن عبد اللہ یقول سمعت رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم یقول بین الرجل و بین الشریک  
والکفر تولد الصلوۃ۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں  
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا،  
جس شخص نے علم کے باوجود کسی غیر کی طرف اپنا نسب منسوب  
کیا وہ کافر ہو جائے گا، اور جس شخص نے غیر کے مال کا ڈکائی  
کیا وہ جہنم میں سے نہیں ہے، اور وہ دونوں میں اپنا ٹھکانا  
بنائے اور جس شخص نے کسی دوسرے شخص کو کافر یا دشمن  
خدا کہا جب کہ وہ ایسا نہ ہو تو وہ کفر اس کی طرف لوٹ آئیگا۔  
حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انسان اور شریک  
اور کفر کے درمیان نماز کے ترک کا فرق ہے۔



(۱) ان احادیث میں معصیت کے ارتکاب پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے، اور ان کے چند جملہات ہیں:

(۲) جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرتے ہوئے نماز کو ترک کرے، یا اپنا نسب غیر کی طرف مبالغہ کر منسوب کرے وہ کافر ہے۔

(۳) جو شخص بطور استہانت معصیت کا ارتکاب کرے۔

(۴) ان احادیث میں کفر سے مراد کفران نعمت ہے، وہ کفر نہیں ہے جو ایمان کے مقابلہ میں ہے۔

(۵) مرتکب معصیت کو بطور تقلید اور تہدید کافر کہا گیا ہے۔

(۶) ایسا شخص کفر کے قریب ہے۔

علماء اہل سنت جو یہ کہتے ہیں کہ مومن کی معصیت مغیرہ یا کبیرہ معصیت کی وجہ سے ایمان سے خارج ہوتا ہے، نہ کفر میں داخل ہوتا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے شرک کے سوا ہر معصیت لائق معافی ہے۔

ان الله لا يعقربا ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء۔  
بے شک اللہ تعالیٰ اس کو معاف نہیں فرماتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے، اور جو اس سے کم ہو اس کو معاف کر دیتا ہے جس کے لیے چاہے۔  
(نساء ۱۱۶)

اس آیت کی تائید اس حدیث میں ہے، امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك ان نبي الله صلى الله عليه وسلم ومعاذ بن جبل رديغه على الرجل فقال يا معاذ قال لبيك يا رسول الله وسعديك قال يا معاذ قال لبيك يا رسول الله وسعديك قال يا معاذ قال لبيك يا رسول الله وسعديك قال ما من عبد يشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله الا حرم الله على النار قال يا رسول الله افلا اخبر بها فيستبشروا قال اذن يتكلموا فاخبر بها معاذ عند موته تائيدا له

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک کجاوے میں تشریف فرما تھے اور حضرت معاذ بن جبل ان کے پیچھے بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے فرمایا اے معاذ! انھوں نے کہا لبيك يا رسول الله! میں حاضر ہوں، آپ نے فرمایا: اے معاذ! انھوں نے کہا لبيك يا رسول الله! میں حاضر ہوں! آپ نے فرمایا: اے معاذ! انھوں نے کہا لبيك يا رسول الله! میں حاضر ہوں۔ آپ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر گواہی دے گا کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ حرام کر دے گا، انھوں نے کہا یا رسول اللہ! کیا میں لوگوں کو اس کی خبر دوں جس سے وہ خوش ہوں؟ آپ نے فرمایا پھر لوگ اسی پر اکتفا کر لیں گے! پھر حضرت معاذ نے دہلیم کو چھپانے کے (گناہ سے بچنے کے لیے موت سے



پہلے اس کی خبر دے دی۔

**ایمان کی تعریف میں مرجئہ کے دلائل کے جوابات** | مرجئہ کا یہ نظریہ ہے کہ ایمان لانے کے بعد مصیبت سے کوئی ضرر نہیں ہوتا اور ہر مومن بغیر عذاب کے جنت میں جائے گا، خواہ اس نے کتنے ہی گناہ کیے ہوں، ان کی دلیل یہ ہے کہ دوزخ میں دخول ذلت کا موجب ہے، اور مومن کو اللہ تعالیٰ ذیل نہیں کرے گا، اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومن کو دوزخ میں داخل نہیں کرے گا، دوزخ میں دخول ذلت کا موجب ہے، اس پر دلیل یہ آیت ہے:

مَبْنَاؤُكَ مِنْ قَدْ خَلَّ النَّارَ فَقَدْ اخْزَيْتَهُ۔  
(آل عمران: ۱۹۲)

اے ہمارے رب! تو نے میں کو دوزخ میں ڈال دیا تو تو نے اس کو ضرور رسوا کر دیا۔

اور مومن کو اللہ تعالیٰ رسوا نہیں کرے گا، اس پر دلیل یہ آیت ہے:

يَوْمَ لَا يَخْزِي اللَّهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا

جس دن اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو رسوا کرے گا وہ ان لوگوں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے۔

(تحریم: ۸)

اس استدلال کا جواب یہ ہے کہ مطلقاً دوزخ میں داخل ہونا ذلت اور رسوائی کا سبب نہیں ہے، بلکہ طہمتی دخول ذلت کا سبب ہے اور گناہ گار مومنوں کا دوزخ میں داخل ہونا بھی طہمیر کے لیے ہوگا تاکہ وہ جنت میں جانے کے اہل ہو جائیں، ان کے لیے دوزخ میں دخول ذلت اس وقت ہوتا جب ان کو معاف نہ کیا جاتا اور دوزخ سے نکال دیا جاتا اور جس آیت میں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو رسوا نہیں کرے گا، وہاں یہ قید ہے کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ ایمان لانے والوں کو رسوا نہیں کرے گا، مطلقاً مومنوں کے لیے یہ نہیں فرمایا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایمان لانے والے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں تو دوزخ کے عذاب سے بالکل محفوظ رہنے کی نوبت حضرات صحابہ کرام کے لیے ہے عام مسلمانوں کے لیے نہیں ہے۔

عام مسلمانوں کو مصیبت سے ضرر ہوگا، اس پر دلیل قرآن مجید کی یہ آیات ہیں:

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۚ قَالُوا لَوْلَا نُنَّاكَ مِنَ الْمُصَلِّينَ ۚ وَلَوْلَا نُنَّاكَ نَطَعُوا الْمُسْكِينِ ۚ  
(مائدہ: ۴۳-۴۴)

ایتنی کون سی چیز دوزخ میں لے گئی؟، وہ کہیں ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہ تھے اور مسکین کو کھانا کھلاتے تھے۔

ہر طعنہ دینے والے اور غیبت کرنے والے کے لیے قیاحی ہے، جس نے مال جمع کیا اور اس کو گن گن کر رکھا، وہ گمان کرتا ہے کہ اس کا مال (دنیا میں) اسے ہمیشہ (زندہ) رکھے گا، مگر نہیں! وہ ضرور چورا چورا کر دینے والی میں پھینک دیا جائے گا! اور آپ کیا سمجھے، چورا چورا کر دینے والی کیا چیز ہے؟ یہ اللہ کی آگ ہے، بھڑکائی ہوئی جودلوں پر چڑھ جائے گی

وَيَلَّ لِكُلِّ هَمَزَةٍ لُّزُومٌ ۚ الَّذِي جُمِعَ مَا لَا وَعَدَةٌ ۚ يَحْسِبُ أَنَّ مَالَهُ أَخْلَدَةٌ ۚ كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ۚ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ۚ نَارُ اللَّهِ الْمَوْقُودَةُ ۚ الَّتِي تَطْلُعُ عَلَىٰ لَا فَيْدَةٍ ۚ أَفَنُحَا عَلَيْهِمْ مَوْصِدَةٌ ۚ فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ ۚ

(سورۃ الفہرۃ)



بے شک وہ ان پر (ہر طرف سے) بند کر دی ہوگی  
(بجھ کر کتے ہوئے شعلوں کے) لیے لیے ستوروں میں۔

نیز حضرت عمرو بن عبد ربیع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا خواب بیان فرمایا:  
ایک رات حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آئے گئے اور ہر ایک میں مختلف لوگوں پر  
عذاب ہوتا ہوا دکھایا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قَالَ لَنْ نَعْمَ اَمَّا الَّذِي رَاَيْتَهُ يَشْتَقِ شِدْقَهُ  
فَكُذَّابٌ يَحْدُثُ بِالْكَذِبَةِ فَتَحْصِلُ عَنْهُ حَتَّى  
قَبْلَهُ الْاَفَاقُ فَيَصْنَعُ بِهِ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ  
وَالَّذِي رَاَيْتَهُ يَشْتَقِ رِجْلَهُ فَوَجَلُ عِلْمِهِ  
الْقُرْآنُ فَنَامَ عَنْهُ بِاللَّيْلِ وَلَمْ يَعْمَلْ فِيهِ  
بِالنَّهَارِ فَيَفْعَلُ بِهِ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ وَالَّذِي  
رَاَيْتَهُ فِي النَّقَبِ فَهَذَا الزَّانِي وَالَّذِي رَاَيْتَهُ  
فِي التَّهْمِ آكَلُوا الرِّبَا سَلَمَةً

حضرت جبرائیل اور حضرت میکائیل نے کہا: آپ  
نے جس شخص کے جبریلوں کو چیرا جاتے ہوئے دیکھا یہ  
جھوٹا شخص تھا یہ جھوٹ بولتا اور اس کا جھوٹ ساری  
دنیا میں پھیل جاتا، اس کو قیامت تک یونہی عذاب  
دیا جاتا رہے گا، اور آپ نے جس شخص کے سر کو  
پتھر سے کٹا جاتے ہوئے دیکھا یہ وہ شخص تھا جس  
کو قرآن کا علم دیا گیا یہ رات کو اس سے اوراقی کر کے  
سو جاتا تھا اور دن کو اس پر عمل نہیں کرتا تھا، اس کے  
ساتھ قیامت تک یونہی ہوتا رہے گا، اور آپ نے  
آگ کے تنور میں جن لوگوں کو جلتے ہوئے دیکھا یہ زنا کار  
تھے اور آپ نے عون کے دریا میں جن لوگوں کو دیکھا  
یہ مود خور تھے۔

قرآن مجید کی آیات اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ بعض گنہگار مسلمانوں کو قبر میں اور آخرت میں عذاب  
ہوگا، اس لیے مرجعہ کا یہ قول صحیح نہیں ہے کہ ایمان لانے کے بعد اعمال کی کوئی ضرورت نہیں اور کسی مسلمان کو کسی قسم  
کا عذاب نہیں ہوگا غدا وہ عمل کرے یا نہ کرے۔

ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب کا خلاصہ | ایمان کی تعریف میں اہل قبلہ کے مذاہب کا خلاصہ

یہ ہے:  
(۱)۔ جمہور متکلمین اور محققین کے نزدیک معرفت تصدیق بالقلب کا نام ایمان ہے۔  
(۲)۔ امام ابوالمصنف ماتریدی کا مذہب ہے کہ ایمان تصدیق بالقلب کا نام ہے اور اقرار ابراہیم سلمین کے لیے  
شرط ہے۔



(۳)۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ایمان کے دو جز ہیں، اقرار اور تصدیق، لیکن اگر اہل کفر کے وقت اقرار ساقط ہو سکتا ہے۔

(۴)۔ اثر غلامہ اور محدثین کے نزدیک ایمان کے تین جز ہیں، تصدیق، اقرار اور اعمال صالحہ، لیکن اعمال کے ترک کرنے سے انسان ایمان سے خارج ہو جاتا ہے اور کفر میں داخل ہو جاتا ہے، بلکہ فاسق ہو جاتا ہے۔

(۵)۔ معتزلہ میں سے واصل بن عطاء، ابو الہذیل اور قاضی عبد الجبار کا یہ نظریہ ہے کہ تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور اعمال میں واجب اور مستحب سب داخل ہیں اور عمل کے ترک کرنے سے انسان ایمان سے نکل جاتا ہے لیکن کفر میں داخل نہیں ہوتا۔ عمل کی نفی سے وہ ایمان سے خارج ہو گیا اور کفر میں داخل ہو گیا۔

(۶)۔ ابو علی جہانی معتزلی اور ابو ہاشم معتزلی کا یہ مسلک ہے کہ فقط اعمال واجبہ کا نام ایمان ہے، باقی تفصیل حسب سائل ہے۔

(۷)۔ نظام معتزلی کا مذہب ہے جس کام پر وعید ہے اس کے ترک کرنے کا نام ایمان ہے۔

(۸)۔ خوارج کا مذہب ہے تصدیق، اقرار اور اعمال کے مجموعہ کا نام ایمان ہے اور انسان مصیبت کے ارتکاب سے سزا فرما جاتا ہے عوامہ مصیبت صغیرہ جو یا کبیرہ۔

(۹)۔ کلامیہ کا یہ قول ہے کہ فقط ایمان سے اقرار کرنا ایمان ہے۔

(۱۰)۔ عیلام بن مسلم دمشقی اور فضل رقاشی کا یہ نظریہ ہے کہ اقرار بہ شرط معرفت کا نام ایمان ہے۔

(۱۱)۔ جہم بن صفوان کا یہ نظریہ ہے کہ فقط معرفت بالقلب کا نام ایمان ہے۔

(۱۲)۔ مرجئہ کے نزدیک ایمان صرف تصدیق کا نام ہے اور اعمال کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ بدر الدین لکھتے ہیں:

**ایمان اسلام اور ایمان مستقیم ہیں یا متحد** ایک بحث یہ ہے کہ آیا اسلام اور ایمان مستقیم ہیں یا متحد ہیں

ہم کہتے ہیں کہ لغت میں اسلام کا معنی ہے انقیاد و اطاعت اور اقراران زمانہ اور تسلیم کرنا، اور اسلام کا شرعی معنی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مان کر اللہ کی اطاعت کرنا، کلمہ شہادت پڑھنا، واجبات پر عمل کرنا اور مہنوعات کو ترک کرنا کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ مفروضہ ادا کرو، اور رمضان کے روزے رکھو، اور اسلام کا اطلاق دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی کیا جاتا ہے جیسے کہتے ہیں دین ہیرویت، دین نصرانیت، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ان الدین عند اللہ الاسلام (ال عمران، ۱۹)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ذاق طعم الاسلام من رضى بالله رباً و  
بالاسلام ديناً۔  
جس شخص نے اللہ کو رب مان لیا اور اسلام کو دین  
مان لیا، اس نے اسلام کا ذائقہ چکھ لیا۔



پھر اس میں مدار کا اختلاف ہے، محققین کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام متاثر نہیں اور یہی صحیح ہے اور بعض محدثین، مثلاً ابن کثیر، معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام شرعاً متاثر ہوتے ہیں، علامہ خطابی نے کہا ایمان اور اسلام مطلقاً متاثر یا متاثر نہیں ہیں، کیونکہ مسلم بعض اوقات مسلم ہوتا ہے اور بعض اوقات مسلم نہیں ہوتا، یعنی بعض اوقات اسلام کے احکام کی پیروی کرتا ہے اور بعض اوقات نہیں کرتا اور مومن ہر وقت مومن ہوتا ہے، (یعنی ہر وقت انقیاد باطن کرتا ہے) لہذا ہر مسلم مومن ہوتا ہے اور ہر مومن مسلم نہیں ہوتا۔

ایمان کی اصل تصدیق ہے اور اسلام کی اصل استسلام اور انقیاد (اطاعت) ہے۔ بسا اوقات انسان ظاہر میں اطاعت گزار ہوتا ہے اور باطن میں اطاعت گزار نہیں ہوتا اور کبھی باطن میں عاصی ہوتا ہے اور ظاہر میں اطاعت گزار نہیں ہوتا، میں کہتا ہوں کہ اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام اور ایمان میں عموم، خصوص مطلق کی نسبت ہے، جیسا کہ بعض فضلاء نے اس کی تصریح کی ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ ان میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، کیونکہ کبھی ایمان بغیر اسلام کے ہوتا ہے، مثلاً کوئی شخص کسی پیار کی چوٹی پر اپنی عقل سے اللہ کی معرفت حاصل کرے اور کسی نبی کی دعوت پہنچنے سے پہلے اللہ کی وجہ، اس کی وعدت اور اس کی تمام صفات کی تصدیق کرے اسی طرح کوئی شخص تمام ہروریات دین پر ایمان لے آئے اور اقرار اور عمل کرنے سے پہلے اپنا تک مرجع تھے تو یہ مومن ہے اور مسلم نہیں ہے، کیونکہ اس نے باطنی اطاعت کی اور ظاہری اطاعت نہیں کی، اور منافقین ظاہری اطاعت کرتے تھے اور باطنی اطاعت نہیں کرتے تھے تو وہ مسلم تھے مومن نہیں تھے اور صحابہ کرام، تابعین اور بعد کے مسلمان مومن بھی ہیں اور مسلم بھی ہیں، لہذا ایمان اور اسلام میں ایک مادہ اجتماعی اور دو مادے افتراقی ہیں۔  
علامہ عینی کا ایمان اور اسلام کو متاثر قرار دینا صحیح نہیں ہے تحقیق یہ ہے کہ ایمان اور اسلام مفہوماً متاثر اور مصداقاً متحد ہیں۔

علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

ایمان اور اسلام واحد ہیں، کیونکہ اسلام مخصوص اور انقیاد ہے، یعنی احکام کو قبول کرنا اور ماننا، اور یہی ایمان کی حقیقت ہے، اور اس کی تائید قرآن مجید کی اس آیت سے ہوتی ہے:

فَاَخْرِجْنَا مِنْ كَافٍ فِيهَا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ - (ذاریات: ۳۶ - ۳۵)

اس بستی میں جو مومنین تھے ہم نے ان سب کو نکال دیا تو ہم نے اس میں مسلمین کے ایک گھر کے سوا اور کوئی گھر نہ پایا۔

اگر اسلام ایمان کا غیر ہو تو اس آیت میں مومنین سے مسلمین کا استثناء صحیح نہیں ہو گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ کثرت میں یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ فلاں شخص مومن ہے اور مسلم نہیں ہے یا مسلم ہے اور مومن نہیں ہے، ایمان اور اسلام کے اتحاد سے ہماری یہی مراد ہے (یعنی ان دونوں کا مصداق واحد ہے عوامہ مفہوم متاثر ہوا) اور مشائخ کے کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ایمان اور اسلام کو مصداق کے لحاظ سے واحد اور مفہوم کے لحاظ سے



سے منکر مانتے ہیں، جیسا کہ کفار میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی ہوتی خبروں اس کے ادا اور نواہی کی تصدیق کرنے کا نام ایمان ہے اور انقیاد اور حضور (اطاعت) کا نام اسلام ہے، اور جب تک انسان اللہ تعالیٰ کے ادا اور نواہی کی تصدیق نہیں کرے گا، انقیاد مستحق نہیں ہوگا، اس لیے ایمان اسلام سے مصداق کے لحاظ سے الگ نہیں ہوتا۔  
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا قُلْ لَوْ تَوٰثَقْتُمْ بِالْحَبِ لَرٰسَتْ اَعْرَابُكُمْ ذٰلِكُمْ وَكَنتُمْ لَا تَعْلَمُونَ

قولوا اسلمنا۔ (حجرات ۱۴)۔  
اس آیت میں ایمان کے بغیر اسلام کے تحقق کی تصریح ہے، ہم اس کے جواب میں یہ کہیں گے کہ شریعت میں جو اسلام مستتر ہے وہ ایمان کے بغیر تحقق نہیں ہوتا، اور اس آیت میں اسلام کا شرعی معنی مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنی مراد ہے یعنی تم ظاہری اطاعت کر رہے ہو باطنی اطاعت نہیں کر رہے، جیسے کوئی شخص بغیر تصدیق کے کلمہ شہادت پڑھ لے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

الاسلام ان تشہدان لا الہ الا اللہ وان  
محمد رسول اللہ و تقیم الصلوٰۃ و تؤتی  
الزکوٰۃ و تصوم رمضان و تحج البیت  
ان استطعت الیہ سبیلاً۔  
(بخاری و مسلم)  
اسلام یہ ہے کہ تم یہ گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی  
عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرو اور  
زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اور اگر تم کو  
استطاعت ہو تو بیت اللہ کا حج کرو۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اسلام اعمال کا نام ہے نہ کہ تصدیق قلبی کا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث  
میں اسلام سے مراد اسلام کے ثمرات اور اس کی علامات ہیں، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قید عبد القیس  
کے وقت فرمایا:

اتدرون ما الایمان باللہ وحدہ قالوا  
اللہ ورسولہ اعلم قال شہادۃ ان لا الہ  
الا اللہ وان محمد رسول اللہ و اقام  
الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و صیام رمضان  
وان تعطوا من المغنم الخمس۔  
(بخاری)  
کیا تم جانتے ہو کہ فقط اللہ پر ایمان لانے کا  
کیا معنی ہے؟ انھوں نے کہا اللہ اور اس کے رسول  
کو زیادہ علم ہے، آپ نے فرمایا: یہ گواہی دینا کہ اللہ  
کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور (حضرت) محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا  
اور زکوٰۃ ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا اور  
مال غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔

اس حدیث میں بھی ایمان سے مراد ایمان کی علامات اور اس کے ثمرات ہیں اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا:



الایمان بضم دسبعون شعبۃ اعلیٰ قتل  
لا الہ الا اللہ وادناہا اطاعت الاذی عن  
الطریق - (بخاری و مسلم)

ایمان کے ستر اور کچھ سے ہیں، سب سے اعلیٰ  
وہ ہے لا الہ الا اللہ کہنا ہے۔ اور ادنیٰ درجہ راستہ سے  
تکلیف وہ چیز کہ ہٹانا ہے۔

اس حدیث میں بھی ایمان سے مراد ایمان کی علامات اور اس کے ثمرات ہیں۔  
نیز علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

خشو یہ اور بعض معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ ایمان اور اسلام میں تقابیر ہے کیونکہ ایمان کا معنی ہے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا اور اسلام کا معنی ہے تسلیم کرنا اور اطاعت کرنا۔ اور تصدیق کا معنی ہے  
خبر دینا اور اسلام کا معنی ہے امان اور فرائض کو تسلیم کرنا ان کی ایک دلیل تو حدیث حرث کی آیت نمبر ۱۲ ہے جس کا جواب  
ہم ذکر کر چکے ہیں اور دوسری دلیل یہ ہے:

ان المسلمین والمسلمت والمؤمنین و  
المؤمنات - (احزاب ۳۵)

اس آیت میں ایمان کا اسلام پر عطف کیا گیا ہے اور عطف تقابیر کو چاہتا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ  
عطف کے لیے تقابیر بالمفہوم کافی ہے اور ہم بھی کہتے ہیں کہ ایمان اور اسلام مفہوماً متقارن اور مصداقاً متحد  
ہیں۔ اور تحقیق یہ ہے کہ اسلام اور ایمان دونوں کا مرجع اذعان اور قبول ہے اور تصدیق کا تعلق جس طرح خبر  
دینے سے ہے اسی طرح اس کا تعلق امان اور فرائض سے بھی ہے بایں طور کہ تمام امان اور فرائض ہی حق ہیں۔  
علامہ تفتازانی نے ایمان اور اسلام کے اتحاد پر اس سے استدلال کیا ہے کہ قرآن مجید میں ایمان کی جگہ  
اسلام اور اسلام کی جگہ ایمان کا استعمال کیا ہے:

یہ لوگ آپ پر اپنے اسلام لانے کا احسان جتاتے  
ہیں، آپ فرمائیں مجھ پر اپنے اسلام کا احسان نہ رکھو بلکہ  
یہ اللہ تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تم کو ایمان  
کا ہدایت دی۔

یہنوں علیک ان اسلموا قل لا تمینوا  
علی اسلامکم بل اللہ یعلم علیکم ان ہد اکھ  
للایمان - (حجرات ۱۷)

سیاق کلام میں اسلام کا ذکر تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے آخر میں اسلام کی جگہ ایمان کا ذکر کیا اس سے معلوم  
ہوا کہ اسلام اور ایمان واحد ہیں۔

آپ صرف ان ہی کو سناتے ہیں جو ہماری آیات  
پر ایمان لائے ہیں تو وہی مسلمان ہیں۔

ان تسمع الا من یؤمن بایتنا فہم  
مسلمون - (نمل ۸۱)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جس طرح  
اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تم کو صرف حالت

یا یہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاۃ  
ولا تموتن الا و انتہ مسلمون - (بقرہ ۱۰۳)

۱۔ علامہ سعد الدین مسعود بن تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد مسیحی ص ۶۶-۶۴، مطبوعہ دار الفکر، بیروت



اسلام میں ہی موت آئے۔

ان آیات میں اسلام کی جگہ ایمان کا اور ایمان کی جگہ اسلام کا اطلاق کیا گیا ہے، جس سے واضح ہوتا ہے کہ ایمان اور اسلام واحد ہیں ان آیات کے علاوہ اور بھی بہت آیات ہیں: ۱۔  
علامہ ابن ہمام کہتے ہیں:

قد اتفق أهل الحق وهم فريقا الأشاعرة  
والحنفية على أنه لا إيمان بلا إسلام وعكسه ۲۔  
اس عبارت کی شرح میں علامہ کمال بن ابی شریف کہتے ہیں:  
ای لا اسلام یعتبر بدو ن ایمان فلا  
ینفک احدہما عن الآخر ۳۔  
علامہ میر سید شریف کہتے ہیں:

وأما أن الإسلام هو الإيمان فلا ن الإیمان  
لو كان غیر الإسلام لما قبل من یتغیہ لقوله تعلی  
ومن یتغ غیر الإسلام دینا فلن یقبل  
منہ ۴۔  
علامہ شکیلین کے ان دلائل اور تصریحات سے واضح ہو گیا کہ ایمان اور اسلام واحد ہیں یہ مفہوم متضاد نہیں اور مصلحتاً  
مختد ہیں، اور جنہوں نے ان میں تضاد کا قول کیا ہے، ان کا قول صحیح نہیں ہے۔  
علامہ تفتازانی کہتے ہیں:

### مومن اور مسلمان کی تعریف

الإیمان فی الشرع هو التصدیق بما جاء به من  
عند الله تعالی ای تصدیق النبی بالقلب فی جمیع  
ما علم بالضرورة صحیثہ به من عند الله تعالی  
اجمالاً فانه كاف فی الخروج عن عهد  
الایمان ۵۔  
شرعیہ میں ایمان کا معنی یہ ہے کہ نبی صلی  
الله علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ (احکام اور خبریں)  
لے کر آئے ہیں ان سب کی تصدیق کی جائے، ایسی ہی  
چیزوں کے متعلق ہر امت کے ساتھ یہ اجمالاً معلوم ہو کہ  
آپ ان کو اللہ کے پاس سے لے کر آئے ہیں ان کو

- ۱۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح مقاصد ج ۲ ص ۲۶۱۔ ۲۶۰، مطبوعہ دارالمعارف النعمانیہ ۱۴۰۱ھ  
۲۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مسامرہ مع المسامرہ ج ۲ ص ۳۱۰، مطبوعہ دارالمعارف الاسلامیہ ککدان بلوچستان  
۳۔ علامہ کمال بن ابی شریف متوفی ۹۰۵ھ، مسامرہ ج ۲ ص ۳۱۱۔ ۳۱۰  
۴۔ میر سید شریف الدین محمد جرجانی متوفی ۸۱۶ھ، شرح مواقف ص ۴۰، مطبوعہ مطبعہ منشی نواکشور لکھنؤ  
۵۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح مقاصد ص ۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی



دل سے مان لینا مومن ہونے کے لیے کافی ہے۔  
 مسلمان ہونے کے لیے ضروری ہے کہ انسان پہلے اویان باطلہ سے برأت کا اظہار کرے، پھر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت  
 اس کی ذات اور تمام صفات پر ایمان لائے۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی اور آخری رسول ہونے پر ایمان لائے  
 قرآن مجید پر اور تمام سابقہ آسمانی کتابوں پر ایمان لائے، تمام نبیوں پر، تمام فرشتوں پر، تقدیر پر، قیامت پر مومن  
 کے بعد اٹھنے پر اور جہاد اور سزا پر ایمان لائے، دن اور رات میں پانچ رکعت کی نماز میں پڑھنے، رمضان کے روزے  
 رکھنے، نصاب کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے اور بشرط استطاعت حج کرنے کا اقرار کرے، جھوٹ، قتل، زنا، پاکدامن  
 کو تہمت لگانے، شراب نوشی، چوری، ڈاکہ اور دیگر تمام محرمات سے مجتنب رہنے کا اقرار کرے۔ اور اجمالاً یہ  
 باتیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو خبریں لے کر آئے ہیں وہ سب سچ ہیں اور آپ جو احکام لے کر آئے  
 ہیں وہ سب برحق ہیں، جن کاموں کا آپ نے حکم دیا ہے ان پر وہ عمل کرے گا اور جن کاموں سے آپ نے منع  
 فرمایا ہے ان سے اجتناب کرے گا، اس مہد کو ماننے اور اس کی تصدیق کرنے سے انسان مسلمان ہو جاتا ہے۔  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پاس سے جو کچھ لے کر آئے اس کی تفصیل قرآن مجید اور آپ کی احادیث میں ہے ہم  
 آپ کی احادیث کے ایک مجموعہ صحیح مسلم کی شرح لکھ رہے ہیں اور اگر اللہ تعالیٰ نے توفیق اور استطاعت دی تو ان شاء اللہ  
 قرآن مجید کی تفسیر بھی لکھیں گے تاکہ اسلام کو ہم تفصیلی طور پر خود جانیں اور سمجھیں اور جو کچھ ہم نے سمجھا ہے وہ لوگوں کو  
 بھی سمجھا سکیں، الہ العالمین ہمیں اس شرح میں صراطِ مستقیم پر قائم رکھو اور غلطی اور غلطی سے محفوظ رکھو، نفس کے شر  
 سے بچا اور حق و صواب رکھنے اور بیان کرنے کی توفیق عطا فرما! اذنعول وبانذله التوفیق وبہ الاستعانة  
 یلینق۔





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## ایمان کا بیان

امام ابو الحسین مسلم بن الحجاج رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مدد سے اجتہاد کرتے ہیں اور اسی کو کافی سمجھتے ہیں اور ہمارے نزدیک صرف اللہ عزوجل کی مدد سے ہے۔ امام مسلم اپنی پہلی سند کے ساتھ یحییٰ بن یحیر سے روایت کرتے ہیں کہ یحییٰ نے بیان کیا کہ جس شخص نے سب سے پہلے تقدیر کا انکار کیا وہ سب جہنمی نام کا ایک شخص تھا جو بعصرہ میں رہتا تھا۔ یحییٰ بن یحیر کہتے ہیں کہ میں اور حمید بن عبد الرحمن حمیری ج یا عمرہ کی غرض سے گئے اور ہم نے آپس میں کہا کاش ہمارے ملاقات خضر علی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی صحابی سے ہو جائے اور ہم ان سے تقدیر کے بارے میں مطرات حاصل کریں۔ اتفاقاً ہمارے ملاقات حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اس وقت ہوئی، جس وقت وہ مسجد کے اندر موجود تھے، میں اور میرے ساتھی ہم دونوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو اپنے ملحقہ میں سے کیا، ایک نے دائیں جانب سے اور دوسرے نے بائیں جانب سے۔ میرا خیال تھا کہ میرا ساتھی مجھے بات کرنے کا موقع دے گا، لہذا میں نے کہا اے ابو عبد اللہ! ہم سے مل کر کچھ ایسے لوگ ظاہر ہوئے ہیں جو قرآن پڑھتے ہیں اور طہنہ کشیں کرتے ہیں (راوی نے ان کی طہنہ کشی کی)۔ بیان کیا اور ان کا اعتقاد یہ ہے کہ تقدیر کوئی چیز نہیں ہے اور جب کچھ بھی دنیا میں وقوع پذیر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ

قَالَ أَبُو الْحُسَيْنِ مُسْلِمُ بْنُ الْحَجَّاجِ الْقُشَيْرِيُّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ اللَّهُ يُتَدَرَّى وَرَأْيَا كَسْتَكْفِي وَ مَا كُوفِيَقْتَالَا بِاللَّهِ جَلَّ جَلَالُهُ۔  
۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ رُحَيْمُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ كُفَيْسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ بُرَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَحْيَى وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ وَهَذَا حَدِيثُهُ حَدَّثَنَا أَبُو حَدَّثَنَا كُفَيْسٌ عَنْ ابْنِ بُرَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَحْيَى قَالَ كَانَ أَوَّلَ مَنْ قَالَ فِي الْقَدْرِ يَا لُبَصْرَةَ مَعْبِدُ الْبُحْثِيِّ مَا تَطْلُقْتُ أَنَا وَحَمِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَمِيرِيُّ حَاجِبِينَ أَوْ مُعْتَمِرِينَ فَقُلْنَا كَوَا لَيْحِنَا أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَا عَنْمَا يَقُولُ هَؤُلَاءِ فِي الْقَدْرِ فَتَوَقَّحَ لَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ بْنُ الْخَطَّابِ دَاخِلَ الْمَسْجِدِ فَكَتَبْتُ قَتَّةً أَنَا وَصَاحِبِي أَحَدُنَا عَنْ يَمِينِهِ وَالْآخَرُ عَنْ شِمَالِهِ فَقُلْتُ أَنْ صَاحِبِي سَيَكِلُ الْكَلَامَ إِلَيَّ فَقُلْتُ يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ إِنَّهُ قَدْ كَلَّمَ قَبْلَنَا نَاسٌ يَقْرَعُونَ الْقُرْآنَ وَ يَتَقَرَّرُونَ الْعِلْمَ وَ ذَكَرَ مِنْ شَأْنِهِمْ وَ إِنْهُمْ يَزْعُمُونَ أَنَّ كَذَا وَ قَدْ رَأَى الْأَمْرَ



أَلَمْ تَقَالَ إِذَا لَقِيتَ أَوْلِيكَ فَاخْبِرْهُمْ هَآؤُنِي  
بِرَبِّي فَأَمَنَهُمْ دَأَسَهُمْ بَرَّةَ آمُرٍ مِّنِّي وَالَّذِي  
يَخْلِفُ بِهِ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ كَذَّابٌ لَا حَيْدَ هُوَ  
مِثْلُ أَحَدٍ ذَهَبًا فَانْفَقَهُ مَا قِيلَ اللَّهُ  
مِنْهُ حَتَّى يُثْبِتَ مِنَ الْقَدْرِ ثُمَّ قَالَ حَدَّثَنِي  
أَبِي عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ  
عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
ذَاتَ يَوْمٍ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ  
بَيَاضِ الشَّيَاطِ شَدِيدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا  
يُرَى عَلَيْهِ أَشْرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا  
أَحَدٌ حَتَّى جَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَاسْتَدْرَكَ بَيْنَهُ إِلَى رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ  
عَلَى فَخْذَيْهِ وَقَالَ يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِي  
عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ  
أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ  
اللَّهِ وَتَقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ  
تَصُومَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ  
اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلٌ قَالَ صَدَقْتَ  
قَالَ فَعَجَبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ  
قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ قَالَ أَنْ  
تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ  
وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ  
خَيْرِهِ وَشَرِّهِ قَالَ صَدَقْتَ قَالَ فَأَخْبِرْنِي  
عَنِ الْإِحْسَانِ قَالَ أَنْ تُعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ  
تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ  
قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنِ الْمُسَاوَاةِ قَالَ  
مَا أَلْمَسْتُ لَوْ أَنَّهَا بَأْسُكَ مِنَ السَّاقِلِ  
قَالَ فَأَخْبِرْنِي عَنْ أَمَّا تَرَاهَا قَالَ

کے علم سابق کے بغیر ابتداء ظہور میں آتا ہے حضرت علیؓ  
بن عمرؓ نے فرمایا جب تم ان لوگوں سے ملو  
تو ان سے کہنا کہ میں ان سے لائق ہوں اور وہ مجھ  
سے اور عبد اللہ بن عمرؓ علیہ السلام کہتا ہے کہ اگر ان لوگوں میں  
سے کوئی شخص اللہ سے پیار مینا سونا بھی خیرات کر دے  
تو اللہ تعالیٰ اس کے اس میں کراں وقت تک قبول نہیں کریگا  
جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے پھر حضرت  
عبد اللہ بن عمرؓ نے کہا میرے والد حضرت عمرؓ کا خطاب  
نے فرمایا ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں بیٹھے ہوئے تھے، اچانک ایک شخص آیا جس کا ہاتھ  
اتھالی سفید اور بال گہرے سیاہ تھے۔ اس شخص کی حالت  
سے آثار سفر ظاہر نہیں ہوتے تھے، اللہ ہم میں سے  
ہر شخص کے لیے وہ اجنبی تھا وہ اگر حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم کے سامنے دوڑا تو مٹ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنوں  
کو حضور کے گھٹنوں کے ساتھ دایا اور اپنی ہتھیلیاں اپنی  
زانوں پر رکھ لیں یعنی حضور کے سامنے اس طرح بیٹھا  
جیسے شاگرد اپنے استاد کے سامنے باادب بیٹھتا ہے  
اور کہنے لگا یا محمد (اسے مجھ کو اسلام کے بارے  
میں بتلائیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ تم  
اللہ کی توحید اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے  
کی گواہی دو، نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان شریف  
کے روزے رکھو اور اگر توفیق ہو تو حج کرو، اس اجنبی  
نے کہا آپ نے سچ فرمایا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں  
تعجب ہوں کہ یہ شخص پوچھتا بھی ہے اور بعد میں اس کی  
تصدیق بھی کرتا ہے، اس شخص نے حضور سے کہا مجھے  
ایمان کے بارے میں بتلائیے، حضور نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ  
اس کے مشقوں، اس کے صحیفوں، اس کے رسولوں،  
تیا منت اور ہر خیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ  
مانو اس شخص نے کہا آپ نے سچ فرمایا ہے، اب مجھ (میں)



أَنْ تَلِدَ الْأَمَةَ مِنْ بَيْتِهَا وَأَنْ تَرَى الْعُقَاةَ  
الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ النِّسَاءِ يَتَطَاوَنُونَ  
فِي الْمُبْنِيَانِ قَالَتْ ثُمَّ انْطَلِقْ فَلَيْسَتْ  
مَلِيًّا ثُمَّ قَالَتْ لِي يَا عُمَرُ أَتَدْرِي  
مَنْ السَّائِلُ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ  
أَعَلَيْكُمْ قَالَتْ فَكَانَتْ جِيرَتُ أَتَاكُمْ  
يَعْلَمُكُمْ وَيُنْكُمُ .

احسان کے بارے میں بتلائیے۔ حضور نے فرمایا تم اللہ  
تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو گریا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ  
رہے ہو اور اگر تم اس حال کو نہ پا سکو تو اللہ تعالیٰ تو تم کو  
یقیناً دیکھ رہا ہے، اس نے کہا مجھے قیامت کے بارے  
میں بتائیے، آپ نے فرمایا اس کے بارے میں جواب جیسے  
والا سوال کرنے والے سے زیادہ جاننے والا نہیں ہے۔  
اس شخص نے کہا پھر مجھے قیامت کی علامتیں بتلائیے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب باندیوں سے ان  
کے آقا علیہ السلام اور حبیب تم دیکھو کہ بہ ہنسہ تن رہے منہ پر  
ننگ دست چرواہے بڑی بڑی سار تیں بنانے لگیں۔  
حضرت عمرؓ نے کہا پھر وہ شخص چلا گیا، حضرت عمرؓ کہتے ہیں میں  
مقتدری دیر تک بیٹھا رہا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا اسے عمرؓ کیا تم جانتے ہو یہ شخص کون تھا میں نے  
عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبرائیل تھا جو تمہیں یہ سکھانے  
کے لیے تمہارے پاس آیا تھا۔

یہ بھی ابن یعمر کہتے ہیں کہ جب معبد نے تقدیر کا انکار کیا تو تم کو اس مسئلہ میں تردد ہوا۔ اتفاق سے میں اور حمید بن عبد الرحمن حمیری حج کے لیے گئے، امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد یحییٰ بن یعمر نے بعض عقلی فرقہ کے ساتھ وہی حدیث بیان کی ہے جگہ پر چکی ہے اور اس میں کچھ زیادتی اور کمی ہے۔

یہ یحییٰ بن یعرب اور حمید بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ ہماری ملاقات حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی۔ ہم نے ان سے متکبرین تقدیر کیا سارا ماجرا ذکر کیا اس کے بعد انہوں نے وہی تمام قصہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی مگر اس روایت کے بعض

٢ - حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ وَأَبُو  
كَامِلُ الْجَحْدَرِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ رَأَيْتُنَا  
حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مَطَرِ السَّوَمِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
يُزَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْقَبٍ قَالَ لَمَّا تَكَلَّمَ  
مَعْبُدٌ بِمَا تَكَلَّمُ بِهِ فِي شَأْنِ الْقَدَمِ أَنْكَرْنَا  
ذَلِكَ فَقَالَ فَحَبَبْتُ أَنَا وَحَمِيدُ بْنُ عَبْدِ  
الرَّحْمَنِ الْحَمِيرِيُّ حُجَّةً وَسَأَلُوا الْحَدِيثَ بِهَقْوٍ

حَدِيثُ كَهْمِيسَ رِاسْتَادَه وَفِيهِ بَعْضُ زِيَادَةٍ وَتَقْصَانِ آخَرِي

٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى  
بْنُ الْقَطَّانِ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ عَمِيَّةٍ حَدَّثَنَا  
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ بَرْزَيْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَحْيَى وَحُمَيْدِ  
بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ لَقِيتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ  
كَذَلِكَ الْقَدْرَ وَمَا تَقُولُونَ فِيهِ قَاتِلُ مَنَاصِ



الفاظ میں کمی بیشی ہے۔

یحییٰ بن یحییٰ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کو بیان کرنے میں جو تفصیل سے گذر چکی ہے۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجلس صحابہ میں بیٹھے ہوئے تھے ناگوار ایک شخص آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ایمان کی کیا قرین ہے آپ نے فرمایا یہ کہ تم اللہ تعالیٰ اس کے تمام فرشتوں اس کی تمام کتابوں اس سے ملاقات کرنے اس کے تمام سطوح اور رقبے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے کو مان لو اس نے کہا یا رسول اللہ! اسلام کی کیا قرین ہے؟ آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ فرض نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو اس نے کہا یا رسول اللہ! احسان کی قرین کیجئے؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی اس حال میں عبادت کرو کہ گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر اس کیفیت کو نہ پاسکو تو وہ تو تم کو ہر حال دیکھ رہا ہے اس نے کہا یا رسول اللہ! قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا اس بات سے میں جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ جانتے والا نہیں ہے لیکن میں تم کو قیامت کی نشانیاں بتانا ہوں جب برہمن تھے، برہمنہ پارہ لوگوں کے سردار بن جائیں تو یہ قیامت کی علامت ہے، اور جب چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنانے لگیں تو یہ قیامت کی علامت ہے، اور یہ علم ان پانچ چیزوں میں سے ہے، ان کو اللہ تعالیٰ کے سوا ربانیت غور کر لی نہیں جاتا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الْحَدِيثُ كَمَا أَخْبَرَنَا عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفِيهِ شَيْءٌ مِنْ بَيَانِهِ وَقَدْ لَقِصَ مِنْهُ شَيْئًا.

۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبَّابٍ بْنُ الْخَازِمِ حَدَّثَنَا أَبُو بَرٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَخْوَفِ حَدِيثِهِمْ.

۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ أَبِیْهِ عَنْ أَبِي حَفْصَانَ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ عُمَرَ وَبْنِ جَرِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا بِأَيِّ الْكَلَامِ فَأَتَاهُ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِيمَانُ فَسَأَلَ أَنْ تُكُونُ مِنْ يَدِ اللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَتُكُونُ مِنْ يَدِ اللَّهِ وَالْأَخِيرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِسْلَامُ فَقَالَ الْإِسْلَامُ أَنْ تُعْبُدَ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمَ الصَّلَاةَ وَتُعْطِيَ الزَّكَاةَ وَتُؤَدَّى إِلَيْهِ زَكَاةَ الْمَعْرُوفَةِ وَتَصُومَ رَمَضَانَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِحْسَانُ قَالَ أَنْ تُعْبُدَ اللَّهَ كَمَا تَكُنْ تَرَاهُ كَمَا تَكُنْ أَنْ لَا تَرَاهُ فَتَأْتِيَهُ بِكَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْمَشْهُورُ عَلَيْهَا يَا عَلِيُّ مِنَ السَّائِلِ وَلَكِنْ سَأَلْتُكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا إِذَا وَلَدَتْ الْأُمَّةُ رَبَّهَا فَذَلِكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كَانَتِ الْعُرَاةُ الْخُفَاةُ وَهُنَّ وَنَسَّ النَّاسُ فَذَلِكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا كُنَّ أَوَّلُ رِجَالٍ الْبُتْهِجِ فِي الْبُنْيَانِ فَذَلِكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا فِي حَمْسٍ لَا يَعْلَمُونَ إِلَّا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ كُنِيَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عَلِيمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ  
الْعَنَقَاتِ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ وَمَا تَدْرِي  
نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ عِنْدَ وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ  
يَأْتِي أَرْضِي تَمُوتُ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ قَالَ  
شَقَّ أَذْبَرَ الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرُّ دُؤَالٍ عَلَى الرَّجُلِ كَأَخْذِ  
لِيَرْدُ دُؤَالٍ فَلَمْ يَزِدْ شَيْئًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا إِجْبُرِيْلُ جَاءَ  
لِيُعَلِّمَ النَّاسَ دِينَهُمْ -

۶۔ حَلَّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ حَدَّثَنَا  
مُحَمَّدُ بْنُ يَشْرَحَةَ ثَنَا أَبُو حَيَّانَ التَّيْمِيُّ بِهَذَا  
الْإِسْنَادِ وَمَعْلَهُ قَعْدَانٌ فِي رِوَايَتِهِ إِذَا وَلَدَتِ الْأُمُّ  
بَعْلَهَا يَحْيَى السَّرَامِيُّ -

۷۔ حَلَّ ثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ  
عَنْ عَمَّارَةَ وَهَرَابِ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَوْنِي  
فَهَابُوهَ أَنْ يَسْأَلُوهُ قَالَ فَجَاءَ رَجُلٌ كَجَلَسَ  
عِنْدَ رَبِّكَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِسْلَامُ  
قَالَ لَا تَشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا وَتَقِيمُ الصَّلَاةَ  
وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ قَالَ  
صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِيمَانُ قَالَ أَنْ تُؤْمِنَ  
بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَتُؤْمِنَ  
بِالْبَعْثِ وَتُؤْمِنَ بِالْقَدَرِ كُلِّهِ قَالَ  
صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا الْإِحْسَانُ  
قَالَ أَنْ تَخْشَى اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنَّكَ  
إِنْ لَا تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ قَالَ  
صَدَقْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَنِ الْمُؤْمِنُ  
السَّاعَةِ قَالَ مَا الْمُسْلِمُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ

نے اس آیت کو تلاوت فرمایا: (ترجمہ) قیامت کا علم اللہ تعالیٰ  
ہی کے پاس ہے وہی بارش برساتا ہے وہی جانتا ہے  
کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ  
وہ کل کیا کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں  
فوت ہوگا بے شک اللہ تعالیٰ جانتے والا خبر دینے والا ہے۔

پھر وہ شخص واپس چلا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا اس کو واپس بلاؤ صحابہ بلائے گئے تو انھیں کچھ  
نظر آیا، تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا یہ جبریل  
تھے جو لوگوں کو ان کے دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک فرق کے  
ساتھ یہ روایت منقول ہے، فرق یہ ہے کہ اس میں  
باندی سے اس کا مالک پیدا ہوگا کی جگہ یہ ہے کہ حب  
باندی سے اس کا شوہر پیدا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے فرمایا: مجھ سے سوائے  
کیا کرو لیکن صحابہ سوال کرنے سے جھکتے تھے، حضرت ابو ہریرہ  
کہتے ہیں، پھر ایک دن ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی خدمت میں دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا یا  
رسول اللہ! اسلام کی تعریف کیجئے، آپ نے فرمایا اللہ  
تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، نماز پڑھو، زکوٰۃ ادا  
کرو، رمضان کے روزے رکھو، اس شخص نے کہا آپ  
نے سچ فرمایا پھر کہا یا رسول اللہ! ایمان کی تعریف کیجئے آپ  
نے فرمایا اللہ تعالیٰ، اس کے تمام فرشتوں، اس کی تمام  
کتبوں، اس سے ملاقات، اس کے تمام رسولوں میں سے  
کے بعد دوبارہ اٹھنے اور تمام اُمم کے تقدیر سے  
والستہ ہونے پر ایمان لاؤ، اس نے کہا آپ نے سچ  
فرمایا پھر کہا یا رسول اللہ! احسان کی تعریف کیجئے، فرمایا تم  
اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو جیسے اس کو دیکھ رہے ہو  
اور اگر یہ نہ کر سکو تو وہ ہر حال میں تم کو دیکھ رہا ہے اس



مِنَ السَّائِلِ وَمَا حَذَّكَ عَنْ أَشْرَاطِهَا  
إِذَا مَرَّ آيَتُ السَّمَرَةِ تَنَادَتْ بَيْنَهُمَا هَذَاكَ  
مِنَ أَشْرَاطِهَا وَهَذَا مَرَّ آيَتُ الْحُفَاةِ  
الْحَرَاةُ الصُّمَّةُ الْبُكْمُ مَلُوكُ الْأَرْضِ هَذَا  
مِنَ أَشْرَاطِهَا وَإِذَا دَايَلَتْ رِجَاءُ الْبُفْهِمِ  
يَتَنَطَّوْنَ فِي الْبُنْيَانِ هَذَاكَ مِنْ أَشْرَاطِهَا  
فِي خَمْسٍ مِنَ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهُنَّ إِلَّا اللَّهُ  
شَقَّ قَرَّةَ الْأَيْتَرِ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ  
وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَحْكُمُ مَا فِي الْأَرْضِ حَامٍ  
وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا  
وَمَا تَدْرِي نَفْسٌ بِمَا تَأْتِي أَرْضٍ تَمُوتُ  
إِلَىٰ أَحْيَا السُّورَةِ فَسَالَتْ هُمْ قَامَ الرَّجُلُ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
رُدُّوهُ عَلَيَّ فَنَالَتْهُمُ فَلَمْ يَجِدُوهُ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سَلَّمْ هَذَا أَجْبِرْ يُلْهِمُ عَلَيْكَ السَّلَامَ أَمَّا  
أَنْ تَعْلَمُوا إِذَا السَّمَاءُ تَنَالَتْ

شخص نے کہا آپ نے یہ فرمایا پھر کہا یا رسول اللہ ا  
قیامت کب واقع ہوگی؟ آپ نے فرمایا اس بارے  
میں جراب دینے والا سوال کرنے والے سے زیادہ  
نہیں جانتا۔ لیکن میں تم کو قیامت کی علامات بتاتا ہوں،  
جب تم دیکھو کہ باندیوں سے ان کے آقا پیدا ہوں تو  
یہ قیامت کی علامت ہے جب تم دیکھو کہ برہمنوں،  
برہمنہ پارہہ کے گائے کے علاقوں کے سردار بن جائیں تو  
یہ قیامت کی علامت ہے اور جب تم دیکھو کہ چرواہے  
عظیم الشان عمارت بنانے لگے ہیں تو یہ قیامت کی  
علامت ہے اور وقوع قیامت کا علم اس غیب سے  
مستحق ہے جس کو اللہ تعالیٰ سے خواہشات خود کو ملنا  
جانتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت  
فرمائی: (ترجمہ) قیامت کا علم اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے  
وہی بارشیں برساتا ہے، وہی جانتا ہے کہ ماں کے  
پیش میں کیا ہے، اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کیا  
کرے گا اور نہ کوئی شخص یہ جانتا ہے کہ وہ کہاں فوت  
ہوگا۔ (سورۃ کے آخر تک)۔

پھر وہ شخص چلا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا اس کو بلاؤ، اس کو ڈھونڈا گیا، صحابہ کرام نے نہ پایا  
اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ جبریل  
تھے انہوں نے یہ چاہا کہ تم یہ باتیں جان کر یزید تم سے ان  
کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا۔



## بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## تمام علماء اور صاحبین کے لیے رضی اللہ عنہ کہنے اور لکھنے کا جواز

اس کتاب کے مرتب نے لکھا: امام البراہین مسلم بن الحجاج القشیری رضی اللہ عنہ نے کہا: امام مسلم کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھنے سے یہ معلوم ہوا کہ یہ دعائیہ جملہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ تمام علماء ربانین اور صلحاء اور متقین کے نام کے ساتھ یہ دعائیہ جملہ استعمال کیا جاسکتا ہے، البتہ ہر آدمی اور ہر قوم کے لیے ان تعظیہی کلمات کو استعمال نہیں کرنا چاہیے، اس کی دلیل قرآن مجید کی ان آیات میں ہے: رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ ذلک لمن خشی ربہ - (البینہ: ۸) اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے اور یہ رضامندی ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔

نیز قرآن کریم میں ہے:

وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ  
وَالْأَنْصَارُ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ  
اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ - (توبہ: ۱۰)

پہلی آیت میں رضی اللہ عنہ کی بشارت، اللہ سے ہر ڈرنے والے مسلمان کے لیے ہے جس کو عرف میں متقی کہا جاتا ہے اور دوسری آیت میں یہ بشارت مہاجرین اور انصار صحابہ کی اتباع بالاحسان کرنے والوں کے لیے ہے، قیامت تک جو مسلمان صحابہ کرام کی حسن و خوبی کے ساتھ اتباع اور پیروی کریں گے اور ان کا حسن و خوبی کے ساتھ ذکر کریں گے ان کو رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کی بشارت شامل ہوگی۔ علامہ نورانی فرماتے ہیں:

يَرْضَى وَيَرْضَى عَلَى سَائِرِ الْعُلَمَاءِ  
الْأَخْيَارِ وَيَكْتَبُ كُلُّ هَذَا -  
تمام علماء دین اور صاحبین کے لیے رضی اللہ عنہ اور  
رضوا اللہ عنہما اور لکھنا چاہیے۔







وفي بعض الكتب اذا كتب اسم الله تعالى اتبع بالتعظيم بنحو عز وجل و كذا يحافظ على كتب الصلوة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم ولا يسأم من تكراره وان لم يكن في الاصل ويصلى بلسانه ايضا وكذا الرضى والرحم على الصحابة والعلماء ويكره الاقتصاد على الصلوة دون السلام وبالعكس وفي حاشية مسكين عدم كراهة الافراد قول لعل المنفية التحريجة والمثبتة التزمينية فيحصل التوفيق ويكره الرمز بالصلوة والترضى بالكتابة بل يكتب ذلك كله بكماله وفي بعض المواضع عن التثنية كراهية من كتب عليه السلام بالهمنة والميم يكفر لانه تخفيف وتخفيف الابدياء كفر بلا شك ولعله ان صح النقل فهو مقيد بقصد كراهة الافاظاها انه ليس بكفر وكون لانه امر الكفر كفر ابعد تسليم كونه مذهباً مختصراً محله اذا كان اللزوم بيننا نعم الاحتياط في الاحتراز والشبهة

بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ جب اللہ کا نام لکھا جائے تو تعظیم سے عزوجل لکھنا جائز اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ علیہ الصلوٰۃ والسلام لکھا جائے اور بار بار لکھنے سے اکثر بحث نہ کی جائے، خواہ اہل کتاب میں صلوٰۃ و سلام نہ لکھا جو، اور زبان سے بھی صلوٰۃ و سلام کہے، اسی طرح صحابہ کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ لکھے اور علماء کے نام کے ساتھ رحمہ اللہ لکھے، صلوٰۃ و سلام میں سے کسی ایک پر اقتضار کر کے دوسرے کو نہ لکھنا مکروہ ہے، ماسکین نے اپنے حاشیہ میں لکھا ہے کہ یہ اقتضار مکروہ نہیں ہے لیکن ان کی مراد یہ ہے کہ مکروہ تحریمی نہیں ہے، اور جنہوں نے مکروہ کہا ہے ان کی مراد یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے اور علیہ السلام اور رضی اللہ عنہ کو تخفیف کر کے لکھنا مکروہ تحریمی ہے، بلکہ ان کو پورا پورا اور مکمل لکھنا چاہیے، ثانیاً تا تاہر غانیہ کے بعض مقامات میں لکھا ہے کہ جس نے علیہ السلام کو تخفیف کر کے نام لکھا وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخفیف بظاہر کفر ہے، اور اگر یہ نقل صحیح ہو تو اس میں یہ قید ہے کہ جو شخص انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تخفیف کے قصد سے علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تخفیف کر کے نام لکھے تو وہ کافر ہو جائے گا، ورنہ بظاہر یہ کفر نہیں ہے اور لازم کفر کا کفر ہونا اگر تسلیم کر لیا جائے تو وہ لازم مین پر محمول ہے، ان کفر کے شبہ سے احتراز کرنا، اور احتیاط کرنا لازم ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم گرامی یا آپ کی صفت کے ساتھ پورا صلوٰۃ و سلام لکھنا واجب ہے، اور یا صلعم لکھنا مکروہ تحریمی ہے، بلکہ بعض فقہاء نے اس کو کفر کہا ہے، اس لیے اس سے اجتناب لازم ہے، ہم نے اس پر زیادہ تفصیلی گفتگو اس لیے کی کہ اس دور میں عام اردو میں لکھنے والے معصنین اس آفت میں مبتلا رہے۔



ہیں۔ واللہ الموفق!

**قضاء و قدر کے لغوی معنی کی تحقیق** | حدیث نمبر ایک میں مذکور ہے: جس شخص نے سب سے پہلے تقدیر کا انکار کیا وہ سید جہنمی نام کا ایک شخص تھا جو بصرو میں رہتا تھا۔

تقضاء کے معنی ہیں حکم، اللہ تعالیٰ کی قضاء یعنی اللہ تعالیٰ کا حکم، اور قدر کے معنی ہیں اندازہ، اللہ تعالیٰ کی قدر یعنی کسی چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا پیشگی اندازہ جو اللہ تعالیٰ کے علم ازل سے عبارت ہے اور اس کے اندازے میں کسب و کسب اور تبدل محال ہے۔ علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

القدر القضاء الموفق يقال قدر الله  
كذا اتقن يرا، واذا وافق الشيء الشيء  
قلت جاء قدره ابن سيدة القدر والقدر  
القضاء والحكم وهو ما يقدر الله عز وجل  
من القضاء ويحكم به من الامور

نیز علامہ ابن منظور لکھتے ہیں:

والتقدير على وجوه من المعاني: احدهما  
التروية والتفكير في تسوية امر وتهيئة والثاني  
تقديره بعلامات يقطع عليها، والثالث ان تنوي  
امرا بقلبك تقول اقدرت امر كذا وكذا اي نويت  
وعقدت عليه ويقال قدرت لامر كذا اقدر له  
واقدر قدر اذا نظرت فيه ودبرته وقالسته  
ومنه قول عائشة رضوان الله عليها فاقدروا اقدار  
الجارية العديثة السنن اي قدروا وقاييسوا  
وانظروا وافكروا فيه، شمر يقال قدسات  
اي هيأت وقدرت اي اطلقت وقدرت اي  
ملكتم وقدرت اي وقت قال ابو عبيد  
اقدار بذا معرك بيننا اي ابصر واعرف قدرك  
(الى قوله) وقدره اي ضيقه، قال الفراء في قوله

قدر کا معنی ہے جس قضاء کی توفیق دی گئی، کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ نے فلاں چیز کو مقدر کر دیا، اور جب ایک چیز کسی چیز کے موافق ہو تو ہم کہتے ہیں اس کی تقدیر ہو گئی، ابن سیدہ نے کہا قدر اول قدر کا معنی ہے: قضاء اور حکم، یہ وہ چیز ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور ان کا اندازہ کیا ہے۔

تقدیر کے کئی معانی ہیں۔ (۱) کسی چیز کو بنانے میں غور و فکر کرنا، (۲) ایک چیز کو نشانہ بنانے سے دوسری چیز کے مطابق کرنا، (۳) کسی چیز کی نیت کرنا، (۴) کسی چیز کا عزم یا مجزم کرنا، (۵) کسی چیز کے متعلق غور و فکر کرنا، (۶) قیاس اور اندازہ کرنا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا ایک کم سن لڑکی کے متعلق قدر (اندازہ) کر دو، عمر نے کہا تقدیر کے معنی ہیں بتانا، طاقت رکھنا۔ مالک بن انس کہتے ہیں تقدیر کا وقت مقرر کرنا، ابو عبیدہ نے کہا اس کا معنی ہے کسی چیز کا مرتبہ۔ نیز تقدیر کا معنی ہے نیک کرنا، قرآن مجید میں ہے، حضرت یونس علیہ السلام جب لاپی قدم سے ناراض ہو کر اللہ تعالیٰ سے اجازت لینے بغیر چلے گئے ترائفوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر تنگی نہیں کریں گے، اس آیت میں تقدیر تنگی کے معنی میں ہے اور



عز وجل وذا النون اذ ذهب مغاضباً فظن ان لن نقدر عليه من العقوبة ما قد دنا فاما  
من اعتقد ان يونس عليه السلام ظن ان لن  
يقدر الله عليه فهو كافران من ظن ذلك  
غير مؤمن ويونس عليه السلام رسول لا يجوز  
ذلك الظن عليه (الى قوله) فاما يكون قوله ان  
لن نقدر عليه من القدرة فلا يجوز لان  
من ظن هذا كفر <sup>علامہ زبیدی کہتے ہیں:</sup>

جس نے اس کو قدرت کے معنی میں یا یٰٰن حضرت یونس  
علیہ السلام نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر قدرت نہیں پائیں گے  
وہ کافر ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق قادر نہ ہونے کا  
گمان کرنا کفر ہے، اور حضرت یونس علیہ السلام اللہ کے  
رسول ہیں اور ان کا اللہ تعالیٰ کے متعلق یہ گمان کرنا ممکن  
نہیں ہے، لہٰذا اس آیت میں قدرت کے لفظ کو قدرت  
کے معنی میں لینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق  
قادر نہ ہونے کا گمان کرنا کفر ہے۔

علامہ ابن عربی نے لیث سے نقل کیا ہے کہ اقدر کا معنی ہے، القضاء اور الحکم، اس کا معنی ہے، اللہ تعالیٰ جو  
قضاء مقدر کرتا ہے اور جن چیزوں کا حکم دیتا ہے، نیز قدر کا معنی ہے کسی چیز کا مبلغ اور پہنچنا مثلاً مقدرات اور قدر  
کا معنی ہے، طاقت اور ممکنہ تقدیر کو قدر یہ کہتے ہیں، ان سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ازل میں علم تھا کہ انسانوں  
میں سے کون ایمان لائے گا اور کون کفر کرے گا، اللہ تعالیٰ نے اپنے اس علم سابق کو ثبت کر دیا اور رکھ دیا، اسی کو تقدیر  
کہتے ہیں، قدر کا معنی تنگی بھی ہے، حضرت یونس علیہ السلام کے متعلق جو قرآن مجید میں فظن ان لن نقدر عليه  
(انبیاء: ۸۷) اس کا معنی ہے انہوں نے یہ گمان کیا کہ ہم ان پر ہرگز تنگی نہیں کریں گے، اس آیت میں قدر کو  
قدرت سے تعبیر کرنا کفر ہے۔ <sup>علامہ زبیدی کہتے ہیں:</sup>

قضاء و قدر کے اصطلاحی معنی کی تحقیق | علامہ تفت ازانی قضاء کا معنی کہتے ہیں:

هو عبادة عن الفعل مع زيادة الاحكام <sup>علامہ خیالی کہتے ہیں:</sup>

قضاء مضبوط کام کو کہتے ہیں:

قضاء کی فعل کے ساتھ تعبیر کرنے کی تائید اس  
آیت میں ہے: (ترجمہ) تراخین مکمل سات آسمان  
بنا دیا رحمہ السجدة: ۱۲) لہٰذا قضاء صفات فعلیہ میں  
سے ہے، اور شرح المواقف میں ہے کہ ازل میں  
اللہ تعالیٰ نے اشیاء کا جیسی وہ ہیں، ارادہ کیا تھا اس

یٰٰزیدہ قوله تعالى فقضاءهن سبع سموات  
فهو من الصفات الفعلية وفي شرح المواقف  
ان قضاء الله تعالى هو امر ادب  
الامر لية بلا مشيئة على ما هي  
عليه فيبدأ لا يزال فهو من الصفات

- ۱۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور ازرقی متوفی ۷۱۷ھ، لسان العرب ج ۵ ص ۷۷-۷۸، مطبوعہ نشر ادب الحوقلة قم، ایران ۱۳۷۵ھ
- ۲۔ علامہ سید محمد رفیع حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۳ ص ۷۸۲-۷۸۱، مطبوعہ المطبعة الخيرية مصر، ۱۳۰۱ھ
- ۳۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عرفت اٹلی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسخ ص ۷۲، مطبوعہ مطبع مجتہد دہلی ۱۳۲۷ھ



الذاتية - ۱۷

ارادہ کا نام قضاء ہے، اس اعتبار سے قضا و صفات ذاتیہ میں سے ہے۔

ناضل عبد الحکیم سیالکوٹی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

علامہ تفتازانی نے تلویح میں لکھا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ قضا کا معنی حکم اور فعل ہے، حکم کے معنی میں یہ آیت ہے: اور آپ کے رب نے حکم فرمایا کہ اس (اللہ تعالیٰ) کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو (اسراء ۲۳) اور فعل کے معنی میں یہ آیت ہے: تو انہیں مکمل سات آسمان بنا دیا (الحکم السجدہ: ۱۲)

قال الشارح في التلويح التحقيق ان القضاء تمام الشيء اما قولاً كما في قوله تعالى وقضى ربك الا تعبدوا الا الله اى حكمه او فعلاً كما في قوله تعالى قضاها من سبع سموات - ۱۷

نیز ناضل سیالکوٹی لکھتے ہیں:

قضا کے تین معنی ہیں، ایک لغوی معنی ہے یعنی حکم اور فعل، دوسرا معنی اشارہ کی اصطلاح ہے یعنی اشیاء میں نفس الامریہ واقع میں ہیں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جبر ارادہ ازل میں متعلق تھا، اس کا خلاصہ ہے ارادہ ازلیہ اور تمیزاً معنی فلاسفہ کی اصطلاح ہے یعنی موجودات جس طرح احسن نظام اور اکل انتظام پر ہیں ان کا ازل میں اللہ تعالیٰ کو جو علم تھا وہ قضا ہے اور یہی علم تمام موجودات کے لیے مبداء فیضان ہے، اس علم کو حکماء تمام اشیاء کے وجود اجمالی، وجود ظلی، روح محفوظ اور جسم عقل سے بھی تعبیر کرتے ہیں، محقق طوسی نے اشارات میں لکھا ہے عالم عقلی میں تمام موجودات کا یہ طور تحقیق مجتہد ہونا قضا ہے اور تمام موجودات کا خارج میں اپنے اپنے مواقع تفصیل ایک کے بعد دوسرے کا واقع ہونا تقدیر ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے:

وان من شيء الا عندنا خزائنه وما ننزله الا بقدر معلوم۔

اور ہر چیز ہمارے خزانوں میں ہے (یعنی اس کا علم ہے) اور ہم ہر چیز کو ایک معلوم اور معین انداز سے کسے مطابق نازل کرتے ہیں (یعنی اپنے علم اجمالی کے مطابق ہر چیز کو اپنے وقت پر تفصیلی وجود میں لاتے ہیں۔)

(حجرات ۲۱)

علامہ تفتازانی نے بھی تلویح میں لکھا ہے کہ حکماء و وجود مخلوقات کو قضا سے تعبیر کرتے ہیں۔ کہ نوط: اللہ تعالیٰ کو ازل میں تمام ممکنات کا جو علم تھا اس کو علم اجمالی — اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ ذات واحد تمام ممکنات کے لیے مبداء ممکنات ہے، علم اجمالی سے یہ وہم نہ کیا جائے کہ البتہ اس کا کشف ناقص ہے،

۱۷۔ علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ، حاشیہ خیالی ص ۱۰۲، مطبوعہ مطبعہ توسعی کھنور

۱۸۔ علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۷۷ھ، حاشیہ عبد الحکیم علی خیالی مع الحواشی البہیہ ص ۲۸۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کراچی ۱۳۹۷ھ

۱۹۔ علامہ عبد الحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۷۷ھ، حاشیہ عبد الحکیم علی خیالی مع الحواشی البہیہ ص ۲۸۸، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کراچی ۱۳۹۷ھ







معتزلہ اور جبر یہ کے نظریہ کا بطلان اور افعال کے خلق اور کسب کا بیان علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

اپنے افعال کا خود خالق ہے، اور اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ انسان کے افعال کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ (الانشعاب: ۹۶)

معتزلہ کی دلیل یہ ہے کہ ہم از خود چلتے دھبے اور ریشہ دہے کی حرکت میں بدادہتہ فرق دیکھتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیاری اور دوسری اضطراری ہے، نیز اگر انسان کے افعال کا اللہ تعالیٰ خالق ہو تو انسان کو مکلف کرنا اس کے اپنے کاموں پر مباح اور ثواب اور عسے کاموں کی مذمت اور ان پر عذاب دینا باطل ہو جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ الزام جبر کی طرف متوجہ ہو گا جو انسان کے کسب اور اختیار کی بالکلیہ نفی کرتے ہیں، اور ہم ہر حال کسب اور اختیار کے خالق ہیں، جیسا کہ ہم معتزلیہ اس کی تحقیق کریں گے۔

انسان کے افعال اختیار ہی ہوتے ہیں وہ اگر نیک کام کرے تو اس کو ثواب ملتا ہے اور اگر بُرے کام کرے تو اس کو عذاب ہوتا ہے، اس کے بدعادات جبر یہ، یہ کہتے ہیں کہ بندہ کا بالکل اختیار نہیں ہوتا اور اس کی حرکات و سکنات کی حرکت کی طرح ہیں اسے ان پر بالکل قدرت نہیں ہوتی، اور وہ اس کا کوئی قصد اور اختیار ہوتا ہے، اور یہ باطل ہے کیونکہ ہم کسی چیز کو قوت کے ساتھ پکڑنے اور ریشہ کی حرکت میں بدادہتہ فرق کرتے ہیں کہ پہلی حرکت اختیاری ہے اور دوسری اضطراری ہے، اور اگر بندے کا بالکل کوئی فضل نہ ہوتا تو اس کو مکلف کرنا صحیح نہیں ہوتا اور نہ اس کے افعال پر ثواب اور عذاب کا استحقاق مرتب ہوتا اور انسان کی طرف اس کے افعال کی نسبت صحیح نہ ہوتی، حالانکہ قرآن مجید کی اسی قطعیت اس کی نفی کرتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سجدة: ۱۷)

أَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَأْوٰی نُزُلًا بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (سجدة: ۱۹)

تو کسی کو (وہ) آنکھوں کی ٹھنڈک معلوم نہیں، جو ان کے لیے پوشیدہ رکھی گئی ہے (یہ) انعام ہے ان (نیک) کاموں کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے۔ ہر حال جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کیے ان کے لیے رہنے کے باغات ہیں، یہ مہمانی ہے ان (نیک) کاموں کے بدلہ میں جو وہ کرتے تھے۔

انھیں وہی بدلہ ملے گا جو رکھیں وہ مل کر تھے

هٰذَا يَجْزَوْنَ الْاَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ

(اعراف: ۱۴)

انھم رجس و ما دھم جہنم جزاء بما

بے شک وہ (مناقی) ناپاک ہیں، اللہ ان ٹھکانا



کاٹوا ایکسیون ۔ (توبہ : ۹۵)

بہنم ہے یہ اس کسب کی سزا ہے جو وہ کرتے تھے۔  
اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ بندہ کے داخل بالاختیار ہونے کا صرف یہ معنی ہے کہ وہ قصد اور ارادہ کے ساتھ اپنے افعال کا موجب ہو، اور تم پہلے یہ کہہ چکے ہو کہ بندہ کے افعال کا اللہ تعالیٰ موجب ہے اور مقدر واحد و مستقل قدرتوں کے تحت داخل نہیں ہو سکتا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات دلیل سے ثابت ہو چکی ہے کہ خالق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور یہ بھی بلا حجت سے معلوم ہے کہ بعض افعال میں بندہ کا دخل ہوتا ہے اور بعض میں نہیں ہوتا مثلاً کسی چیز کو قوت سے پکڑنے میں اس کا دخل ہے اور عرش کی حرکت میں اس کا دخل نہیں ہے اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور بندہ کا سبب ہے اور اس کی تحقیق یہ ہے کہ بندہ کا اپنی قدرت اور ارادہ کو صرف کرنا کسب ہے اور بندہ کے ارادہ کے بعد اس پر دخل پیدا کرنا خلق ہے، اور دخل کے ساتھ بندہ کی قدرت بہ حیثیت کسب متعلق ہے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت بہ حیثیت خلق متعلق ہے۔

علامہ ترمذی لکھتے ہیں:

### تقدیر کے متعلق اہل سنت اور اہل بدعت کے نظریات

ثابت ہے اور تقدیر کا معنی یہ ہے کہ اول میں اللہ سبحانہ نے اشیاء کو مقدر کیا (ان کا اندازہ کیا) اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ جان لیا کہ یہ اشیاء ان اوقات میں اس طرح واقع ہوں گی جن کا اللہ سبحانہ کو علم ہے تو یہ اشیاء ان اوقات میں ان صفات کے مطابق واقع ہوتی ہیں جن کا اللہ سبحانہ کو ازل میں علم تھا، تقدیر (مشکری تقدیر) نے ان کا انکار کیا اور ان کا یہ زعم تھا کہ اللہ سبحانہ نے ان اشیاء کو پہلے مقدر نہیں کیا، اور نہ پہلے اللہ تعالیٰ کو ان کا علم تھا، ان اشیاء کے واقع ہونے کے بعد اللہ سبحانہ کو ان کا علم ہوتا ہے، اس فرقہ کو تقدیر اس لیے کہتے ہیں کہ یہ فرقہ تقدیر کا انکار کرتا ہے، مشکلیں نے کہا کہ یہ فرقہ اب ختم ہو چکا ہے اور اب اہل قبلہ میں سے کسی کا یہ مذہب نہیں ہے، البتہ بعد میں تقدیر ان لوگوں کو کہا جاتا ہے جو تقدیر کے معتقد ہیں لیکن وہ کہتے ہیں کہ خیر اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور شر اس کے غیر کی جانب سے ہے، اہل حق تمام امور کو اللہ تعالیٰ کی طرف مفعول کرتے ہیں اور تقدیر اور تمام افعال کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور تقدیر افعال کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں، امام احمہ میں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تقدیر اس امت کے محسوس ہیں! اب نے یہ تشبیہ اس لیے دی ہے کہ محسوس وہ خطا مانتے ہیں یردان خالق خیر اور اہل شر اسی طرح تقدیر یہ بھی خیر کا خالق اللہ تعالیٰ کو اور شر کا خالق اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں، یہ امام احمہ میں اور امام ابن قیمہ کا کلام ہے۔ امام احمہ میں نے جس حدیث کا حوالہ دیا ہے اس کو امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ بہت لوگوں کا یہ گمان ہے کہ قضا اور تقدیر کا یہ معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو اپنے علم اور اپنے حکم کے مطابق عمل کرنے پر مجبور کر دیا ہے حالانکہ اس طرح معاملہ نہیں ہے، تقدیر کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم ازل سے پہلے ہی یہ خبر دے دی ہے کہ بندہ اپنے اختیار اور ارادہ سے کیا



کام کرے گا اور کیا کام نہیں کرے گا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے غیر اور شریعی سے کیا کیا پیدا کیا ہے۔  
قرآن مجید میں ہے:

وکل شیء فعلوہ فی الذبہ وکل صغیر  
وکیدر مستطرد۔ (قصہ: ۵۳-۵۲)

اور انھوں نے جو کچھ کیا وہ سب رشتوں میں موجود ہے اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لکھا ہوا ہے۔  
اس آیت میں یہ نہیں فرمایا کہ جو کچھ رشتوں میں موجود تھا انھوں نے وہی کیا بلکہ جو کچھ انھوں نے کیا ہے وہ پہلے سے موجود تھا اور ہر چھوٹا اور بڑا کام لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، یعنی علم معلوم کے تابع ہے، معلوم علم کے تابع نہیں ہے۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

یعنی ان سے پہلے امتوں نے جو کچھ اچھے اور برے کام کیے تھے وہ سب لکھے ہوئے تھے، اس آیت میں قرآن مجید کی اس آیت کا بیان ہے:

انا کل شیء خلقناہ بقدرہ۔  
بے شک ہم نے ہر چیز (ایک خاص) انداز سے بنائی ہے۔ (قصہ: ۲۹)

اور زبور سے مراد لوح محفوظ ہے، یعنی انسانوں نے جو کچھ اپنے قصد اور اختیار سے کیا ہے وہ سب پہلے سے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے، ایک قول یہ ہے کہ کائنات میں نے ان کے کاموں کو اعمال نامے میں لکھ کر محفوظ کیا ہوا ہے اور انسان کا ہر گناہ چھوٹا ہو یا بڑا وہ اس کے کرنے سے پہلے لوح محفوظ میں لکھا ہوا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا علم سابق اور علم ازل ہے اور اسی کو تقدیر کہتے ہیں۔ علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ سبحانہ نے اشیاء کو مقرر کیا، یعنی چیزوں کو پیدا کرنے سے پہلے وہ ان کی مقادیر، ان کے احوال اور ان کے زبائل کو جانتا تھا، پھر اس نے ان چیزوں کو اپنے علم سابق کے مطابق پیدا کیا، لہذا عالم عقلی، موری یا علوی اس میں جو چیز بھی صادر ہوتی ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے علم، اس کی قدرت اور اس کے ارادے سے صادر ہوتی ہے اس میں غلوئی کا کوئی دخل نہیں ہوتا، البتہ مخلوق کا ایک قسم کا کسب ہوتا ہے اور ان کی طرف افعال کی نسبت اور اعانت ہوتی ہے اور یہ کسب اللہ تعالیٰ کی وہی ہوتی قدرت اس کی تیسیر، اس کی توفیق اور اس کے الہام سے ہوتا ہے اور خالق عن اللہ سبحانہ ہے، اس کے برعکس تقدیر نے یہ کہا کہ اعمال ہم پیدا کرتے ہیں اور ان کی مدت اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نجران کا وفد آیا اور اس نے کہا اعلیٰ ہمارے قبضہ میں ہے اور اعلیٰ ہمارے غیر کے قبضہ میں ہے تو یہ آیت نازل ہوئی انا کل شیء خلقناہ بقدرہ۔  
بے شک ہم نے ہر چیز (ایک خاص) انداز سے بنائی ہے۔ (قصہ: ۲۹)

انھوں نے کہا: یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، ہمارے لیے گناہ لکھ دیا جاتا ہے، پھر ہمیں اس پر عذاب دیا جاتا ہے۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ دار محمد الصحیح السلطانیہ کراچی، ۱۳۷۵ھ  
۲۔ مدار البرجید اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۷۸ھ، الکامع لا حکام القرآن ج ۱ ص ۱۴۹، مطبوعہ انتشارات حضرت وارثان، ۱۳۸۷ھ



ہے، آپ نے فرمایا تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے جھگڑو گے!

امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ ابوالزیر سے روایت کیا ہے کہ حضرت حابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی تقدیر کا انکار کرنے والے اس امت کے عجوس ہیں۔  
 وہ اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو، وہ اگر مر جائیں تو ان کے جنازے سے پر نہ جاؤ، اور اگر ان سے ملاقات ہو تو ان کو سلام نہ کرو، نیز امام ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس اور حضرت مبارک بن عبد اللہ مہتمم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں دو گروہ ایسے ہیں جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے؛ مرنے والا نہ ہو اور نہ اس نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا کہ تقدیر یہ کہتے ہیں کہ نیک اور شر ہمارے قبضہ میں ہے، ان کے لیے میری شفاعت سے کوئی حصہ نہیں ہے، میں ان سے ہوں نہ وہ مجھ سے ہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر پر ایمان لانا حکم اور نعم کو رد کر دینا ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے تم کھا کر فرمایا: اگر کوئی شخص احد یا ث کے برابر سونا خدا کی راہ میں خیرات کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو اس وقت تک قبول نہیں فرمائے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے، نیز حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا منکرین تقدیر سے کہہ دو کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں۔ لہ

اللہ تعالیٰ کو اس کائنات کے پیدا کرنے سے پہلے اس کا علم تھا اللہ تعالیٰ کے اسی علم سابق کو تقدیر کہتے ہیں، بلا تشبیہ و تمثیل جس طرح ایک انجینئر ڈیم بنانے سے پہلے اس کی تمام تفصیلات پر غور کرتا ہے اس میں استعمال ہونے والے میٹریل اور اس کی صلاحیت کا جائزہ لیتا ہے اور ڈیم بنانے سے پہلے اس کا ایک تفصیلی نقشہ تیار کرتا ہے پھر اس کو بنانے سے پہلے اس کے میٹریل کی استعداد اور اس کی کارکردگی کی عمر کا اندازہ کر کے پیش گوئی کر دیتا ہے کہ مثلاً یہ ڈیم سو سال تک کارآمد ہو سکتا ہے۔ لیکن انجینئر کا علم چونکہ ناقص ہوتا ہے اس لیے اس کا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے برخلاف اللہ تعالیٰ کا علم کامل اور صحیح ہے اس لیے اس کے اندازہ میں کسی غلطی کا کوئی امکان نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو پیدا کیا اور اسے اس کائنات کی تمام حقیقتوں کا پیدا کرنے سے پہلے علم تھا کہ بعد میں پیدا ہونے والی یہ تمام مخلوق کس رنج پر کام کرے گی، کتنا عرصہ کام کرے گی اور اس کے لیے جو کچھ کاموں میں سے کتنے کام قابل ستائش ہوں گے اور کتنے لائق مذمت! اللہ تعالیٰ کے اسی اعلیٰ علم کا نام تقدیر ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

**تفسیر کے متعلق قرآن مجید کی آیات**

ان الله بالغ امره فقد جعل الله لكل شئ قدرا۔  
 بے شک اللہ تعالیٰ اپنا کام چورا کرنے والا ہے، تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے لیے ایک



(طلاق: ۳۱)

نحن قدرنا بدينكم الموت (الواقع: ۶۰)  
وما تحمل من انثى ولا تضع  
بعلمه وما يعبر من معبر ولا ينقص من  
عمره الا في كتاب - (فاطر: ۱۱)  
ما اصاب من مصيبة في الارض  
ولا في انفسكم الا في كتب من قبل ان  
نبراها ان ذلك على الله يسير لكيلا  
تاسوا على ما فاتكم ولا تفرحوا بما  
اتاكم والله لا يحب كل مختال فخور

(حدید: ۲۳-۲۲)

قل لن يصيبنا الا ما كتب الله لنا  
هو مولنا وعلى الله فليترك كل المؤمنون -  
(قوبه: ۵۱)

يقولون لو كان لنا من الامر شيء ما  
قتلنا ههنا قل لو كنتم في بيوتكم  
لبrenz الذين كتب عليهم القتل الى  
مضاجعهم (ال عمران: ۱۵۴)  
ولكل امه اجله فاذا جاء اجلهم  
لا يستأخرون ساعة ولا يستقدمون

(اعراف: ۳۳)

ايمن ما تكونوا يدر ككم الموت ولو  
كنتم في بروج مشيدها وان تصيبهم  
حسنة يقولوا هذه من عند الله و  
ان تصيبهم سيئة يقولوا هذه من عندك  
قل كل من عند الله فبما هو لاء القوم

امرازہ مقرر کیا ہے۔

ہم نے ہی کتاب سے درمیان موت کو مقرر فرمایا۔  
اللہ کے علم سے ہی ہر بارہ خاطر ہوتی ہے اور  
وضع حل کرتی ہے، اور جس قدر شخص کو عمر دی جاتی ہے  
یا اس کی عمر کم کی جاتی ہے، وہ سب لوح محفوظ ہے۔  
زمین میں یا تھاں سے نفسوں میں تم کو جو بھی مصیبت  
پہنچتی ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا  
کریں وہ ایک کتاب میں لکھی ہوئی ہے، بے شک یہ  
الٹر پر بہت ہی آسان ہے، یہ اس لیے ہے کہ اگر  
کوئی چیز تھاں سے الٹر سے جاتی رہے تو ہم اس پر  
افسوس نہ کرو، اور جو کچھ الٹر نے نہیں دیا ہے اس  
پر اثرایا نہ کرو، اور الٹر کسی آنے والے منکر کو  
پسند نہیں کرتا۔

آپ فرمادیکھئے، ہمیں وہی (مصیبت) پہنچی ہے  
جو الٹر نے ہمارے لیے لکھ دی ہے، وہی ہمارا مالک  
ہے اور ایمان والوں کو الٹر تعالیٰ پر ہی بھروسہ کرنا  
چاہیے۔

منا فی کہتے ہیں اگر ہماری بات مان لی جاتی تو  
ہم یہاں قتل نہ کیے جاتے، آپ کہیے اگر تم اپنے گھروں  
میں بھی ہوتے تو جن کے لیے یہاں مرنا مقدر ہو چکا تھا وہ  
از خود مل کر اپنے مقتل میں چلے آتے۔

اور ہر قوم کی ایک میعاد ہے، اور جب ان کی میعاد  
آجائے گی تو وہ ایک پل (ساعت) مؤخر ہو سکیں گے  
نہ مقدم۔

تم جہاں کہیں بھی ہو گے تم کو موت آپکڑے گی  
خواہ تم مضبوط تھکوں میں ہو اور اگر انہیں کچھ بھلائی  
پہنچتی ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے  
اور اگر انہیں کچھ برائی پہنچتی ہے تو کہتے ہیں (اسے  
رسول) یہ آپ کی طرف سے ہے، آپ فرمادیکھئے!



لا یحکمون یفقهون حدیثاً۔

(نساء: ۵۸)

کہ سب اللہ کی طرف سے ہے اس قوم کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ کئی بات کو سمجھنے کے قریب بھی نہیں آتے۔

مسئلہ تقدیر میں ایک قوم نے فکر کیا اور یہ کہا کہ انسان مجبور محض ہے، اس کو کبھی

### انسان کے لیے آزاد مٹی عمل اور کسب اور اختیار کا بیان

پھر کا اختیار نہیں ہے، یہ نظریہ بھی باطل ہے، یہ درست ہے کہ انسان کے عمل اور ارادہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انسان کو ایک نوع کا اختیار دیا ہے خلق اللہ کی جانب سے ہے اور کسب بندہ کی جانب سے ہے اگر انسان کا سب اور محتار نہ ہوتا، تو انبیاء علیہم السلام کو نبی کی تبلیغ کے لیے مبعوث فرمانا، انسان کو احکام کا مکلف کرنا، اور اس کو اس کے اعمال پر جزا اور سزا دینا بے معنی اور عبث ہوتا، اور اللہ تعالیٰ کا کوئی کام عبث نہیں ہے، اللہ تعالیٰ نے محیر اور شرمندوں کو پیدا کیا ہے، شر کی طرف ترغیب کے لیے شیطان کو پیدا کیا اور خیر کی طرف رہنمائی کے لیے انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرمایا اور انسان کو عقل و شعور دے کر یہ اختیار دیا کہ وہ ان میں جس راستے کو چاہے اختیار کرے، پھر وہ جس کام کو اختیار کرنا ہے اللہ تعالیٰ اس کی قوت اس میں پیدا کر دیتا ہے اور وہ کام اس کے لیے آسان کر دیتا ہے، خواہ یہی ہو یا بدی اور اسی اختیار کے اعتبار سے دو جہاد اور سزا کا مستحق قرار پاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

### انسان کے کسب اور اختیار کے متعلق قرآن مجید کی آیات

الم نَجْعَلْ لَهُ عَيْنَيْنِ ۝ وَلِسَانًا ۝

شَفَتَيْنِ ۝ وَهَدَيْنَاهُ النَّجْدَيْنِ ۝ فَلَا اقْتَحَمَ الْعَقَبَةَ ۝

(بلد: ۱۱-۸)

ان سَعِيَكُمْ لَشَتَى ۝ فَاَمَّا مَنْ اَعْطَى

وَاتَّقَى ۝ وَصَدَّقَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِيسِرُهُ

لِلْيُسْرَى ۝ وَاَمَّا مَنْ بَخِلَ وَاسْتَغْنَى ۝

وَكَذَّبَ بِالْحُسْنَى ۝ فَسَنِيسِرُهُ لِلْعُسْرَى ۝

(اللیل: ۱۰-۳)

وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ

سَبِيلَنَا ۝ (عنکبوت: ۶۹)

وَاَنْ لِّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعَى ۝ وَاَنْ

سَعِيْهِ سَوْفَ یُرَی ۝ ثُمَّ یُجْزَی الْجُزَا

الْاُولٰٓئِی ۝ (نجم: ۳۹-۴۱)

کیا ہم نے انسان کی دو آنکھیں نہیں بنائیں، اور اس کی زبان اور دو ہونٹ (نہیں بنائے)، اور ہم نے اسے (نیکی اور بدی کے) دونوں واضح راستے دکھادیے تو وہ (عمل کی) دشواری گھٹائی میں سے کیوں نہیں گذرا!۔ بلاشبہ تمہاری کوششیں مختلف نوع کی ہیں، تو جس نے (راہ حق میں) دیا اور اللہ سے ڈرا، اور اچھی بات کو سچ مانا، تو عنقریب ہم اس کے لیے سہولت کا راستہ آسان کر دیں گے، اور جس نے (راہ حق میں) بخل کیا اور بے پروا رہا، اور نیک بات کو جھٹلایا تو ہم بہت جلد اس کے لیے دشواری کا راستہ مہیا کر دیں گے۔

اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں کوشش کی ہم ان کو ضرور اپنی راہیں دکھائیں گے۔

انسان کو وہی اجر ملے گا جس کی وہ سعی کرتا ہے، اور عنقریب اس کی سعی دیکھی جائے گی، پھر اس کو پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔



فمن يعمل مثقال ذرة خيرا يره • ومن  
يعمل مثقال ذرة شرا يره • (زلزال: ۷-۸)

ترجمہ جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کی جزا دیکھے گا  
اور جس نے ذرہ برابر برائی کی وہ اس کی سزا دیکھے گا۔

انسان کا امور سماویہ میں مجبور اور احکام شرعیہ میں مختار ہونا

یا امور تکوینیہ میں مجبور ہے اور احکام شرعیہ میں مختار ہے، مثلاً موت اور حیات، بھت اور حق، عادت اور معائنہ، رفق کی  
سجائی اور دیگر سماوی اور تکوینی امور میں انسان مجبور ہے، اور ایمان اور کفر، نیک عمل اور بد عمل کرنے میں انسان مختار ہے اور ان  
کے اعتبار سے انسان جزا اور سزا کا مستحق ہوتا ہے، ہم نے تقدیر کے ثبوت میں جو قرآن مجید سے آیات پیش کی ہیں،  
ان کا تعلق آسمانی اور تکوینی امور سے تھا جن میں انسان مجبور ہے اور احکام شرعیہ میں انسان مختار ہے، اس کے ثبوت میں قرآن  
مجید کی یہ آیات ہیں:

فمن شاء فليؤمن ومن شاء فليكفر

ترجمہ چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کفر کرے۔

(کہف: ۲۹)

من عمل صالحا فلنفسه ومن اساء فعليه

جس نے نیک کام کیا تو اپنے نفع کے لیے اور

جس نے برا کام کیا تو اپنے ضرر کے لیے اور آپ کا رب

بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

وماربك بظلام للعبيد

(الحج: ۲۲)

لها ما كسبت وعليها ما اكتسبت

نفس سے جو نیک کام کیا تو اس کا ثواب اسی کے

لیے ہے، اور اس نے جو برا کام کیا تو اس کا مضرہ اسی کے

اسی کے اوپر ہے

(بقرہ: ۲۸۶)

بعض کفار کے دلوں پر مہر لگا دینا ان کے اختیار کے منافی نہیں ہے

مہر لگا دینا ہے، پھر اگر وہ ایمان نہ لائیں تو اس میں ان کا کیا تصور ہے؟ کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

ختم الله على قلوبهم وعلى سمعهم

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر ثبت

کر دی۔

(بقرہ: ۷)

اس کا جواب یہ ہے کہ ان کافروں نے اپنے قصد اور اختیار سے بہت سخت جرم کیے اور اللہ تعالیٰ کے نبی کی  
ایسی شدید گستاخی کی جو نہ قابلِ معافی تھی نہ اللہ تعالیٰ نے ہر طور سزا ان کے دلوں پر مہر لگا دی کہ اب ان کے لیے ایمان لانا  
نہیں ہی نہیں رہا، قرآن مجید میں ہے:

فما نقصهم ميتاتهم وكفرهم

پھر ان کی موت شکنی کے باعث، اور اس وجہ سے

کہ انھوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کیا اور انبیاء کو ناحق

قتل کیا اور انھوں نے کہا کہ ہم سے دلوں پر خلافت اسی

(خلافت نہیں ہیں) بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر کی وجہ سے

بایات الله وقتلهم الانبياء بغير حق و

قولهم قلوبنا غلفت بل هم الله عليها

بکفرهم فلا يؤمنون الا قليلا



(نساء: ۱۵۵)

ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے تو وہ ایمان نہیں لائیں گے  
مگر تھوڑے۔

اتخذوا ایماناً فہم جنۃ فصدوا عن  
سبیل اللہ انتہہ ساء ما کانوا یعملون  
ذٰلک بانہم امنوا ثم کفروا فطبع علی  
قلوبہم فہم لا یفقیہون

(منافقون: ۲-۳)

اذا قتلی علیہ ایتنا قال اساطیر الاولین  
کلابہ لان علی قلوبہم ما کانوا یکسبون

(تطہیف: ۱۳-۱۴)

منافقوں نے اپنی قسموں کو دھال بنا لیا، پھر لوگوں  
کو (اللہ کی راہ سے روکا، بے شک وہ بہت ہی بُرے  
کام کر رہے ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ (وہاں سے)  
ایمان لائے پھر انہوں نے (دول کا) کفر ظاہر کیا، ان لوگوں  
کے دلوں پر مہر لگا دی گئی سو وہ (کچھ) نہیں سمجھتے۔

جب اس پر ہماری آیات تلاوت کی جاتی ہیں،  
کہتا ہے (یہ) پہلے لوگوں کی جھوٹی کہانیاں ہیں! ہرگز  
نہیں! بلکہ ان کے کاموں نے ان کے دلوں پر رنگ چڑھا دیا ہے۔

تقدیر مبرم اور تقدیر مطلق کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث

مطلق بدلتی رہتی ہے اور تقدیر مبرم اٹل اور محکم ہے اس میں تبدیلی محال ہے کیونکہ تقدیر مبرم اللہ تعالیٰ کے علم ازل  
سے عبارت ہے اور اللہ تعالیٰ عظم میں تبدیلی جہل کو مستلزم ہے نہ اس کا علم بدل سکتا ہے نہ تقدیر مبرم بدل سکتی ہے، تقدیر مطلق  
یہ ہے کہ مثلاً روح محفوظ میں رکھا ہوا ہے کہ فلاں شخص شقی ہے یا سبیب ہے یا فلاں کی عمر اتنی ہے پھر اگر وہ کوئی نیک کام  
کرے یا کوئی نیک شخص اس کے حق میں دعا کرے تو اس کی ثقافت، سعادت سے بدل جاتی ہے یا اس کی عمر بڑھ  
جاتی ہے اور اگر وہ نیک کام نہ کرے یا کوئی نیک شخص اس کے حق میں دعا نہ کرے تو وہ بدستور شقی رہتا ہے اور اس  
کی عمر اتنی ہی رہتی ہے اس کو عمر اور اثبات سے تعبیر کرتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ کے علم ازل میں یہ مقرر ہوتا ہے کہ وہ  
بالآخر شقی ہوگا یا نہیں ہوگا اور اس کی عمر بڑھے گی یا نہیں اور یہی تقدیر مبرم ہے اس کو ام الکتاب سے بھی تعبیر کرتے ہیں  
مفسرین نے اس آیت سے تقدیر مطلق اور تقدیر مبرم کا استنباط کیا ہے:

یَمَحُو اللہ مَا یَشَاءُ وَیُثَبِتُ وَهُوَ عِنْدَ  
اِمِ الْکِتَابِ۔

(روعد: ۳۹)

اس آیت میں محو اور اثبات سے مراد قضاء و مطلق ہے اور ام الکتاب سے مراد قضاء مبرم ہے۔

قضاء مطلق کا ذکر ان احادیث میں ہے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تقدیر کو صرف دعا ٹال سکتی  
ہے اور عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتی ہے نہ حدیث حسن

عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم لا یزید فی القضاء الا الدعاء ولا  
یزید فی العمر الا البر لهذا حدیث حسن



غریب۔ لے

غریب ہے۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ثوبان قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يزيد في العمر الا البر ولا يرد القدر الا الداء وان الرجل ليحدم الرزق بخطيئة - لے  
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمر صرف نیکی سے زیادہ ہوتا ہے اور تقدیر صرف دعا سے ملتی ہے اور انسان اپنے گناہ کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

عن انس بن مالك سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من سر الا ان يبسط له رزقه او ينسأ في اخره فليصل رحمه - لے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس کو رزق کی کشادگی یا عمر میں زیادتی سے خوشی ہو وہ رشتہ داروں سے تعلق جوڑے۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ لے  
اور تفسار مہرم کے متعلق یہ امارت ہیں:  
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابو هريرة قال قال النبي صلى الله عليه وسلم جف القلم بما امت لاق - لے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اس سے ساتھ جو کچھ جوڑنے والا ہے اس کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے۔  
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے ارشاد فرمایا اور آپ بہت پختے ہیں یہ علامت میں سے کوئی شخص جو دنیا کے عمل کرتا رہتا ہے تھا کہ اس کے اور دوزخ کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر تقدیر غالب آتی ہے اور وہ جہنم کے عمل کرتا ہے اور حسرت

عن عبد الله بن مسعود رضي الله عنه حدثنا رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو الصادق المصدوق قال ان احداكم لم يعمل بحمل اهل النار حتى ما يكون بينه وبينها غير ذراع فيسبى عليه الكتاب فيعمل بعمل اهل الجنة فيدخلها وان الرجل يعمل بعمل اهل

لے۔ امام ابوالحسن محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۱۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

لے۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۶۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۰

لے۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۷۷، مطبوعہ نور محمد جامع المطابع کراچی

لے۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۱۵، مطبوعہ نور محمد جامع المطابع کراچی

لے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۷۷، مطبوعہ نور محمد جامع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ



الجنة حتى ما يكون بينه وبينها غير ذراع  
فيسبق عليه الكتاب فيعمل بعمل أهل  
الغار فيدخلها. ۱۵

میں داخل ہو جاتا ہے، اور کوئی شخص جنتوں کے سے  
عمل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس کے اور جنت کے درمیان  
صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر اس پر تقدیر غالب  
آتی ہے اور وہ روز عیوں کے عمل کرتا ہے اور وہ جنت  
میں داخل ہو جاتا ہے۔

**تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق مفسرین کی آراء** | قضاء مطلق اور قضاء مبرم کے متعلق مفسرین کی تصریحات  
حسب ذیل ہیں:

امام ابنی یسبحوا اللہ ما یشاء و یشیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:  
اگر یہ امر اعمیٰ کیا جائے کہ اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اس کے متعلق قلم خشک ہو چکا ہے تو پھر  
موج میں کسی چیز کے مٹانے اور اس کو ثابت رکھنے کا کیا مطلب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس محو اور اثبات  
کے متعلق بھی قلم خشک ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ کے علم ازل اور اس کی قضاء میں یہ پہلے سے تھا کہ کس چیز کو مٹائے  
اور کس چیز کو باقی رکھنا ہے، اور اس آیت میں ام الکتاب سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ ۱۶  
علامہ قرطبی لکھتے ہیں:

عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قضاء میں کوئی تبدیلی نہیں ہے اور یہ محو اور اثبات قضاء میں پہلے سے تھا،  
اور جو کچھ قضاء میں مقرر ہو چکا ہے وہ حتمی طور پر واقع ہوتا ہے، حضرت ابن عباس سے ام الکتاب کے متعلق سوال  
کیا گیا تو انہوں نے کہا اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ ۱۷  
علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

بعض افاضل نے تقدیر کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے کہ ہر چیز میں تقدیر اور تبدل ممکن ہے حتیٰ کہ قضاء ازل میں بھی  
تغیر اور تبدل ممکن ہے، ان کے بعض دلائل یہ ہیں:

حدیث صحیح میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قنوت میں دعا کی:  
و قتی شرما قضیت۔  
تو نے جو قضا کی ہے اس کے شر سے مجھے

محفوظ رکھ۔

اس دعا میں قضاء ازل کے شر سے محفوظ رہنے کی طلب ہے اور اگر قضاء ازل میں تغیر ممکن نہ ہوتا تو اس سے  
محفوظ رہنے کی طلب صحیح نہیں تھی، نیز جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تراویح کے لیے نہ آنے کا نذر بیان کیا تو فرمایا:  
مجھے یہ غم نہ ہے کہ تراویح تم پر فرض کر دی جائیگی  
خشیت ان تفرض علیکم فتعجزوا

۱۵۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۷۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۱۶۔ امام غزالی محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۵۰۵ھ، تفسیر کبیر ج ۵ ص ۲۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

۱۷۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد البیہقی قرطبی متوفی ۴۶۸ھ، اسحاق لائحہ الام القرآن ج ۹ ص ۳۳۳-۳۳۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو دہلی، ۱۳۸۷ھ



عنہما۔

اور تم اس کے پڑھنے سے عاجز ہو جاؤ گے!

کیونکہ اگر نقصان ماری میں اس کا فرض ہونا خاتوہ ہر حال میں فرض ہوتی اور اگر نقصان سابق میں اس کی فرضیت نہیں تھی تو اگر آپ تراویح پڑھاتے رہتے تب بھی اس کا فرض ہونا محال تھا، اس لیے آپ کو تراویح کی فرضیت کا جو غرض تھا وہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب نقصان سابق میں تغیر ممکن ہو یا نیز شب معراج آپ کو صلیم ہو چکا تھا کہ صرف پانچ نمازیں فرض ہونگی اور ان کے علاوہ نماز فرض نہیں ہوگی، اس کے باوجود آپ کو یہ غرض تھا کہ تراویح فرض نہ ہو جائے اور یہ غرض جمعی صحیح ہو سکتا ہے جب نقصان سابق میں تغیر ممکن ہو یا نیز شب معراج آتی تو آپ کو یہ خوف ہوتا کہ کہیں قیامت نہ آگئی ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خبر دی تھی کہ قیامت آنے سے پہلے مہدی کا ظہور ہوگا، یا جو حج کا جو حج اور واپہ الارض کا جو حج ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا، اور سورج مغرب سے طلوع ہوگا، اور ان علامتوں کے ظہور سے پہلے آپ کو قیامت کے آنے کا خوف دامن گیر ہونا اسی وقت درست ہو سکتا ہے جب آپ کے نزدیک نقصان سابق میں تغیر ممکن ہو، اسی طرح جن صحابہ کو آپ نے جنت کی بشارت دے دی تھی، وہ بھی دونوں سے بہت فائدہ تھے، حتیٰ کہ بعض یہ کہتے تھے کہ "کاش میری ماں نے مجھ کو جہنم ہوتا" حضرت عمر یہ فرماتے تھے کہ اگر یہ اعلان کر دیا جائے کہ ایک شخص کے سوا سب جنت میں چلے جائیں گے تو مجھے یہ گمان ہوگا کہ وہ ایک ہیں ہوں" اور جب خیر صادق ان کے جنتی ہونے کی خبر دے چکے ہیں تو ان کے گمان کی صرف یہ وجہ ہے کہ نقصان میں تغیر ممکن ہے، نیز اگر نقصان میں تغیر ممکن نہ ہو تو پھر دعا کتنا نفور اور عبث ہوگا کیونکہ اگر وہ کام ہو نہ اسے تو وہاں کرے یا نہ کرے وہ کام ہو جائے گا اور اگر نہیں ہو نہ تو وہاں بے سود ہے اور اس کام کو طلب کرنا محال کو طلب کرنا ہے، حالانکہ دعا کرنے کا حکم ہے اور اس کا یہ جواب صحیح نہیں ہے کہ محض جنت کے اظہار اور اللہ کی طرف احتیاج کو بیان کرنے کے لیے دعا کی جاتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ادعوا فی استیجاب لکم۔  
تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

میرا امام حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

لا ینفع الحدیث من القدر ولكن الله  
تعالیٰ یمحو بالذیاء ما یشاء من القدر۔  
تقدیر سے ڈرنے سے فائدہ نہیں ہوگا لیکن  
اللہ تعالیٰ دعاء کے سبب جو چاہتا ہے تقدیر سے  
مٹا دیتا ہے۔

امام ابن مردودہ اور امام ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت اریعوا اللہ ما یشاء کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا قوت عینک بتفسیرها ولا قوت  
عین امتی بعدی بتفسیرها الصدقة علی  
وجہها وبراوالدین واصطناع المعروف  
محول الشقاء سعادة ویزید فی العمر ویقی  
مصارع السوء۔

میں اس آیت کی تفسیر کر کے تمہاری آنکھیں ٹھنڈی  
کروں گا اور میرے بعد میری امت کی آنکھیں تم ٹھنڈی  
کرنا، صحیح طریقہ سے حدیث کرنا، ماں باپ سے حسن  
سلوک کرنا اور نیکی کے کام کرنا، شقاوت کو سعادت  
سے بدل دیتا ہے، عمر زیادہ کرتا ہے اور ناگہانی آفتوں  
سے محفوظ رکھتا ہے۔



اس حدیث کا معنی اسی وقت درست ہوگا جب قضاء میں تغیر ممکن ہو، اور تقدیر میں تغیر اور تبدل کے متعلق اس قدر زیادہ احادیث اور آثار ہیں جو شمار سے باہر ہیں، لیکن اس کے جواب میں یہ کہا جائے گا کہ قضاء میں تغیر اور تبدل کے متعلق جس قدر احادیث اور آثار ہیں ان سب کا رجوع قضاء و مطلق کی طرف ہے اور قضاء میں تغیر اور تبدل کے بعد جو کچھ ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو پہلے سے معلوم ہے اور وہی تقدیر مبرم ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کا علم ہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں تغیر اور تبدل ممکن نہیں ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ کا جہل لازم آئے گا تعالیٰ اللہ عن ذلک علواً کبیراً۔ لہذا تقدیر مبرم اور تقدیر مطلق کے متعلق محدثین کی آراء

ذیل ہیں:

علامہ نووی لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں جو بیک اعمال کی وجہ سے رزق اور عمر میں زیادتی کا ذکر ہے، یہ فرشتوں اور روح محفوظ کے اعتبار سے ہے، مثلاً فرشتوں کے لیے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ فلاں شخص کی عمر ساٹھ سال ہے، البتہ اگر اس نے صلہ رحمی کی تو اس کی عمر چالیس سال زیادہ کر دی جائے گی، اور اللہ سبحانہ کو علم ہوتا ہے کہ واقعہ میں اس کی عمر کتنی ہوگی، اور قرآن مجید کی آیت یدعوا اللہ ہایشاء و یخیت سے بھی مراد ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کے علم ازل اور تقدیر مبرم کے اعتبار سے اس کی عمر میں کوئی زیادتی نہیں ہے بلکہ زیادتی محال ہے اور مخلوق پر جو روح محفوظ سے ظاہر کیا جاتا ہے اس کے اعتبار سے زیادتی ہے اور یہی حدیث میں مراد ہے۔ لہذا حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

جو چیز اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں ہے اس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا، اور جو چیز مخلوق کے علم میں ہے اس کے اعتبار سے تغیر اور تبدل جائز ہے، اس علم کا تعلق کمالات کا تعین اور دیگران فرشتوں سے ہوتا ہے جو انسانوں کے ساتھ موکل ہوتے ہیں، اور اسی علم میں محو اور اثبات واقع ہوتا ہے، مثلاً علم کا زیادہ اور کم ہونا اور جو چیز اللہ کے علم میں ہے اس میں کوئی محو اور اثبات نہیں ہے اور حقیقی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ لہذا حافظ بدرالدین عینی حنفی اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

حافظ ابو موسیٰ مدینی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبدالرحمن بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے آج رات ایک عجیب خواب دیکھا میری امت میں سے ایک شخص کے پاس ملک الموت علیہ السلام روح قبض کرنے کے لیے آیا تو اس کے پاس اس کے باپ کی بیٹی آئی اور اس نے ملک الموت کو واپس کر دیا۔ انھوں نے کہا یہ حدیث بہت حسن ہے۔ نیز انھوں نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے ابن آدم! اپنے رب سے

۱۔ علامہ ابوالفضل سید محمد آلوسی متوفی ۱۳۷۰ھ، روح المعانی ج ۱۳، ص ۱۷۱-۱۷۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ علامہ عینی بن شرف نووی متوفی ۶۷۹ھ، شرح مسلم ج ۲، ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد، مطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حمزہ عسقلانی متوفی ۸۵۳ھ، فتح الباری ج ۱۱، ص ۳۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۳۷۱ھ



ڈر اور اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے اور اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرے، اس سے تیری عمر میں اضافہ ہوگا، تیری آسانیاں (مزید) آسان ہوں گی، تیری مشکلات دور ہوں گی اور تیرا رزق آسان ہوگا، اور انھوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلہ رحمی عمر کو زیادہ کرتی ہے، اور حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر میں زیادتی صرف ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنے سے ہوتی ہے اور رزق میں زیادتی صرف صلہ رحمی سے ہوتی ہے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق پوچھا:

يُصَحِّحُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ وَيُثَبِّتُ - اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے

ثابت رکھتا ہے۔

آپ نے فرمایا: صحیح طریقہ سے مدد دینا، ماں باپ سے حسن سلوک کرنا، نیک کام کرنا، اور صلہ رحمی کرنا، بری تقدیر کو اچھی تقدیر سے بدل دیتا ہے عمر زیادہ کرتا ہے اور ناگہانی آفات سے محفوظ رکھتا ہے۔ بعض روایات میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جس شخص نے ان میں سے ایک نیکی بھی کر لی، اللہ تعالیٰ اس کو تینوں دسبے عطا کرتا ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمر بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک انسان صلہ رحمی کرتا رہتا ہے اور اس کی (مقرر کردہ) عمر میں سے صرف تین دن باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں تیس سال زیادہ کر دیتا ہے، اور ایک آدمی قطع رحمی (رشتہ داروں سے تعلق منقطع) کرتا رہتا ہے اور ابھی اس کی (مقرر کردہ) عمر میں تیس سال باقی ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی عمر کم کر دیتا ہے حتیٰ کہ اس کی عمر میں صرف تین دن باقی رہ جاتے ہیں پھر کہایہ حدیث حسن غریب ہے اور انھوں نے ماذہب میں سے روایت کیا کہ قورات میں لکھا ہے کہ صلہ رحمی حسن اخلاق اور رشتہ داروں سے نیکی کرنا گھروں کو آباد رکھتا ہے، مال میں اضافہ کرتا ہے اور عمر زیادہ کرتا ہے، خواہ لوگ کافر ہوں، پھر کہایہ حدیث حسن غریب ہے اور حضرت ابوسعید خدری نے اس حدیث کو قورات سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ (یہ تمام احادیث حافظ ابوالکلام مدینی نے التریخ والترمذی میں اپنی اسانید کے ساتھ روایت کی ہیں۔)

اگر یہ احقر اعم کیا جائے کہ رزق اور عمر تقدیر میں مقدار و مقدار ہو چکا ہے پھر اس میں یہ کمی اور زیادتی کس طرح متصور ہوگی؟ علامہ ابو الفرج نے اس کے پانچ جواب دیے ہیں جو حسب ذیل ہیں:-  
۱۔ رزق میں زیادتی سے مراد رزق کی وسعت اور عمر میں زیادتی سے مراد محنت بدن ہے کیونکہ غنی کو حیات اور فقر کو موت کہا جاتا ہے۔

۲۔ انسان کی زندگی سو سال کبھی گنتی، اور اس کی نیکی کی زندگی کے اسی سال لکھے گئے اور جب اس نے صلہ رحمی کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی میں بیس سال بڑھا دیے۔ یہ دونوں جواب علامہ ابن قتیبہ نے دیے ہیں۔  
۳۔ عمر میں یہ زیادتی بھی انزل میں مقرر تھی، لیکن اس اضافہ کو بہ طور انعام کے صلہ رحمی پر موقوف کیا گیا تھا گویا، برون لکھا گیا تھا کہ ملاں شخص پچاس سال زندہ رہے گا اور اگر اس نے صلہ رحمی کی تو ساٹھ سال زندہ رہے گا۔  
۴۔ یہ زیادتی اصل محفوظ میں سمجھی گئی ہے یعنی لوح میں پچاس سال مٹا کر ساٹھ سال لکھ دیا گیا اور اللہ تعالیٰ کا علم لوح محفوظ کے مناسبت سے، سو اللہ تعالیٰ کو جو انسان کی عمر کی انتہا معلوم ہے، اس میں کوئی تغیر نہیں ہے اور



روح محفوظ رہی ہوئی عمر کو کبھی شاکہ بڑھا دیا جاتا ہے اور کبھی اس کو برقرار رکھا جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کو انجام کار اس کی عمر کا جو علم ہے وہ قطعی اور قطعی ہے، اس میں کوئی کمی بیشی اور تغیر اور تبدل نہیں ہے، اگر یہ اشکال ہو کہ جب انسان کی حقیقی عمر میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوتی تو روح محفوظ رہی ہوئی عمر میں کمی اور بیشی کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ معاملات ظاہر پر جتنی ہیں اور معلوم باطن (اللہ تعالیٰ کا انہی علم) ممکن ہے اس پر کوئی حکم مطلق نہیں ہے پس یہ جائز ہے کہ روح محفوظ رکھے گئے میں زیادتی اور کمی اور محو اور اثبات ہوتا کہ یہ کمی بیشی شارع علیہ السلام کی ترجمانی سے انسانوں تک پہنچے اور اس سے ماں باپ کے ساتھ نیکی کی فضیلت اور سعادت اور ماں باپ کی نافرمانی کی مذمت اور نخوست کا علم ہوا اور یہ بھی ہائز ہے کہ اس زیادتی اور کمی کا ملائکہ علیہم السلام کے ساتھ تعلق ہو اور انہیں انسان کی عمر کو برقرار رکھنے اور اس میں تبدیلی کرنے کا حکم دیا جائے اور حتمی اور قطعی حکم پر ملائکہ علیہم السلام کو اطلاع نہ ہو۔

(۵)۔ عمر میں زیادتی سے مراد عمر میں برکت، نیک کاموں کی توفیق دینا اور کم عمر میں اپنی ان مہمات اور مقاصد کو انجام تک پہنچانا ہے جن کو دوسرے زیادہ عمر میں بہ مشکل پہنچا سکتے ہیں، اور قاضی عیاض نے یہ کہا اس سے مراد یہ ہے کہ انسان کی موت کے بعد اس کا ذکر خیر لوگوں کی زبانوں پر جاری رہے گا مگر یا کہ وہ مرا نہیں زندہ ہے اور حکیم ترمذی نے کہا اس سے مراد برکت میں کم عرصہ کا قیام ہے۔

**تقدیر مبرم اور تقدیر معلق کے متعلق متکلمین کی آراء** جن احادیث میں نیکی سے عمر میں اضافہ کا ذکر ہے، ان کے متعلق علامہ تفت زانی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اگر انسان نے مثلاً یہ نیکی نہیں کی تو اس کی عمر چالیس سال ہوگی، لیکن اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ انسان وہ نیکی کرے گا اور اس کی عمر ستر سال ہو جائے گی تو اللہ تعالیٰ کے علم کی بناء پر اس اضافہ کی نسبت اس نیکی کی طرف کر دی گئی۔

علامہ شمس الدین خیالی لکھتے ہیں:

بلکہ صحیح جواب یہ ہے کہ یہ تمام احادیث اخبار اُحادیہ ہیں اور جن آیات قطعیہ سے تقدیر مبرم ثابت ہے یہ ان سے معارضہ کی صلاحیت نہیں رکھتیں یا پھر عمر میں اضافہ سے مراد خیر اور برکت میں اضافہ ہے۔

علامہ عبدالعزیز برہمروی اس بحث میں لکھتے ہیں:

بعض احادیث میں مذکور ہے کہ عیادت سے عمر زیادہ ہو جاتی ہے اور دعا تقدیر کو بدل دیتی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جس طرح سبب مقدر ہے اسی طرح سبب بھی مقدر ہے اور یہ جواب مشکوٰۃ نبوت سے مستفاد ہے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا دم اور دعا تقدیر کو بدل دیتی ہیں، تو آپ نے فرمایا دم اور دعا کو بھی اللہ نے مقدر کیا ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے:

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد علی متوفی ۸۵۵ھ، حمدۃ القاری ج ۱۱ ص ۱۸۲-۱۸۱، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۲۸ھ

۲۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفت زانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد ملتفی ص ۷۳، مطبوعہ مطبع مجتبیٰ دہلی

۳۔ علامہ شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی متوفی ۸۷۰ھ، حاشیۃ النجیالی ص ۱۱۳، مطبوعہ مطبع یوسفی کھٹو



یَمْدَحُوا اللَّهَ مَا يَشَاءُ وَيَنْتَبِذُوا عَمَّا هُمْ فِيهِ  
 (رعد: ۳۹) شائبہ رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔  
 اور بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس دو کتابیں ہیں، ایک کتاب الحو والاثبات ہے، جس میں تغیر اور تبدل ہوتا ہے اور ایک اسم الکتاب ہے جس میں کوئی تغیر اور تبدل نہیں ہوتا۔  
 نیز علامہ پرہاروی لکھتے ہیں:

مسئلہ تقدیر میں لوگوں کی بعض خرافات ہیں، ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ قضاء کی قسمیں ہیں ایک مبرم ہے جس میں تغیر نہیں ہوتا اور ایک قضاء مطلق ہے جس میں وعاد اور دوا سے تغیر ہوتا ہے اور تحقیق یہ ہے کہ کل قضاء مبرم ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کا علم جہل سے منقلب ہو جائے گا۔ تعالیٰ اللہ عن ذلک۔

اپنی خرافات میں سے بعض شارحین بیضاوی کا یہ قول ہے کہ قضاء مبرم میں بھی تغیر ہوتا ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے کہ ایک بچہ کے قرآن مجید پڑھنے سے حتیٰ مذاب اٹھ جاتا ہے اور تم کو معلوم ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے، اسی طرح بعض صرفیا کا یہ قول ہے کہ قضاء مبرم میں صرف شیخ عبدالقادر حیدر نے قدس سرہ العزیزہ تصریح کرتے ہیں، اور انہی خرافات میں سے یہ قول ہے کہ بعض مشائخ سے دعا کا سوال کیا گیا، انہوں نے کہا قضاء الہی میں اس کے غلات مقرر ہو چکا ہے، پھر انہوں نے دعا کی اور ان کی دعا قبول ہو گئی، اس قسم کے تمام اقوال باطل ہیں۔  
 میں کہتا ہوں کہ جن مشائخ اور اکابر صوفیہ کی عبارات میں یہ مذکور ہے کہ ان کی دعا سے قضاء مبرم ٹل جاتی ہے اس کی یہ تاویل ہو سکتی ہے کہ اس سے مراد مبرم اضافی ہے، حقیقی مبرم نہیں ہے، مبرم اضافی سے یہ مراد ہے کہ حقیقت میں قضاء مطلق ہے لیکن ان سے کم درجہ کے مشائخ کی دعا سے وہ قضاء نہیں ٹل سکتی تھی، اس لیے ان کے اعتبار سے وہ مبرم تھی، اور جو قضاء حقیقیہ مبرم ہو وہ اصل ہے اس کو کوئی نہیں ٹال سکتا، اور وہی اللہ تعالیٰ کا علم ازیل ہے، باقی علامہ پرہاروی کا قضاء مطلق کو خرافات میں شمار کرنا صحیح نہیں ہے۔

تقدیر کا موضوع بہت وسعت کو چاہتا ہے، ہم نے یہاں مختصر گفتگو کی ہے، تقدیر کے بعض پہلوؤں پر ہم نے ایک مفصل مقالہ لکھا ہے، جو مقالات سعیدی میں شامل ہے، اور اس کے بعض دوسرے پہلوؤں پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بحث کی ہے، جو حضرات اس موضوع کو تفصیل سے پڑھنا چاہیں وہ ان مقامات کا بھی مطالعہ فرمائیں۔

**کفار اور بدعتیہ لوگوں سے تعلقات رکھنے کی تحقیق** | اس حدیث میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا: جب تم ان لوگوں (منکرین تقدیر) سے ملو تو ان سے کہنا کہ میں ان سے لا تعلقی ہوں، اور وہ مجھ سے اور عبداللہ بن عمر حلیہ کہتا ہے کہ اگر ان لوگوں میں سے کوئی شخص اُحد پہاڑ جتنا سونا بھی خیرات کر دے، تو اللہ تعالیٰ اس کے اس عمل کو اس قیمت تک قبول نہیں کرے گا جب تک کہ وہ تقدیر پر ایمان نہ لے آئے۔



اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کفار اور بدعتیہ لوگوں میں میل جول اور دوستی رکھنا حرام ہے، البتہ محبت اور دلی تعلق کے بغیر ان سے حسن معاملہ اور کاروبار کرنا جائز ہے، کفار اور بدعتیہ لوگوں سے محبت اور دوستی کی ممانعت قرآن مجید کا حسب ذیل آیات سے ثابت ہے۔

کفار اور بدعتیہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمُدَّةِ وَقَد كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ

(ممتحنہ: ۱)

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَكْفُرُوا بِالْأَخْوَةِ كَمَا يَكْفُرُوا بِالْكَفَّارِ مِنْ أَصْحَابِ الْقُبُورِ

(ممتحنہ: ۱۳)

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ

(مجادلہ: ۲۲)

لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ إِلَّا أَنْ تَتَّقُوا مِنْهُمْ تُقَاتُ وَيَحْذَرُكَ اللَّهُ تَقْسَهُ وَالْإِلَهِ الْمُنْصِرِ

(آل عمران: ۲۸۰)

وَلَا تَرْكَبُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ

(ہود: ۱۱۳)

بِغَيْرِ حِسَابٍ

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ، تم ان کو دوستی کا پیغام بھیجے جو حالانکہ انھوں نے اس حق کا انکار کیا ہے جو تمہارے پاس آیا ہے۔

اے ایمان والو! ایسے لوگوں سے دوستی نہ کرو جن پر اللہ نے غضب فرمایا ہے، شک و آخرت سے مایوس ہو چکے، جیسے کفار قبر والوں سے مایوس ہو چکے ہیں۔

اسے محبوب! جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں، آپ انھیں اس حال پر نہ پائیں گے کہ وہ ان لوگوں سے محبت کریں جو اللہ اور اس کے رسول سے عداوت رکھتے ہوں، خواہ وہ ان کے باپ ہوں، یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے قریبی رشتہ دار!

ایمان والے مومنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں، اور جو ایسا کرے، اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، البتہ اگر تم ان سے جان بچانا چاہو، تو دوستی کے اظہار میں حرج نہیں، اور اللہ تمہیں اپنے (غضب) سے ڈراتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

اور جن لوگوں نے ظلم کیا ہے ان کی طرف مائل نہ ہو، ورنہ تمہیں دردِ رخ کی آگ پہنچے گی۔



يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِنْ دُونِكُمْ لَا يَأْمُرُكُمْ بِإِيمَانٍ (ال عمران ۱۱۸)  
 وَاذْأُرِيتِ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آبَاءِ تَنَزَّاهُمْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثِ غِيَرَةٍ  
 وَأَمَا يُبْصِرُكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدَ بَعْدَ الذِّكْرِى  
 مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ .

(انعام ۹۸۱)

اِذَا سَمِعْتُمْ اٰیَاتِ اللّٰهِ یُکْفِرُ بِهَا وَیَسْتَهْزِءُ  
 بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى یَخُوضُوا فِی حَدِیثِ  
 غَیْرِهِ رِیَءَ اَنْکُمْ اِذَا مَثَلُهُمْ .

(نساء ۱۳۷)

اسے ایمان والو! غیروں کو اپنا راز دار نہ بناؤ  
 وہ تمہاری تمباہی میں کمی نہیں کریں گے۔  
 اور اسے مخاطب) جب قرآن لوگوں کو دیکھے  
 جو ہماری آیتوں میں کج بحثی کرتے ہیں قرآن سے منہ پھیر  
 لے، حتیٰ کہ وہ کسی اور بات میں بحث کرنے لگیں، اور  
 اگر تجھے شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد ظلم کرنے  
 والی قوم کے ساتھ نہ بیٹھ۔

جب تم سُنو کہ اللہ کی آیات کا انکار کیا جا رہا ہے  
 اور ان کا استہزاء کیا جا رہا ہے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو  
 حتیٰ کہ وہ کسی دوسری بات میں مشغول ہو جائیں (دور)  
 بلاشبہ اس وقت تم (بھی) انہی کی مثل ہو جاؤ گے۔

آخر الذکر وہ آیتوں سے معلوم ہوا کہ کفار اور بدعتیہ لوگوں کے پاس اس وقت بیٹھنا منع ہے جب وہ دین  
 اسلام کے خلاف باتیں کر رہے ہوں، ان کی تبصیر میں مطلقاً بیٹھنا منع نہیں ہے، البتہ کفار اور بدعتیہ لوگوں  
 سے محبت اور دوستی رکھنا مطلقاً حرام اور منوع ہے، جیسا کہ باقی ذکر کردہ آیات سے واضح ہو گیا۔

کفار اور بدعتیہ لوگوں سے محبت رکھنے اور دوستی کرنے کی ممانعت کے متعلق احادیث اور اُشار

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عَنْ ابْنِ مَرْيَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ سَتَكُونُ فِيْ أَخْرَافٍ أَتَى س  
 يَحْدُثُونَكَ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ  
 فَايَأْكُمْ وَيَأْهْلُكُمْ .

حضرت البرہ ربہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے  
 آخر میں کچھ لوگ ظاہر رسول کے جو تمہارے سامنے ایسی  
 حدیثیں بیان کریں گے جن کو تم نے سنا ہو گا نہ تمہارا  
 باپ دادا نے، تم ان سے دور رہنا وہ تم سے دور  
 رہیں۔

عَنْ ابْنِ مَرْيَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُونُ فِيْ أَخْرَافٍ دَجَالُونَ  
 كَذَّابُونَ يَأْتُونَكَ مِنْ الْاَحَادِيثِ بِمَا لَمْ تَسْمَعُوا  
 أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ فَايَأْكُمْ وَيَأْهْلُكُمْ لَا يَضِلُّوْكُمْ

حضرت البرہ ربہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آخر زمانہ میں  
 دجال اور کذاب ہوں گے جو تمہارے پاس ایسی حدیثیں  
 لائیں گے جن کو تم نے سنا ہو گا نہ تمہارے باپ دادا



ولا یفتنونکمْ ؕ

نہ، تم ان سے دھرم نہادہ تم سے دور رہیں کہیں وہ تم کو گمراہ نہ کریں، اہم کو فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم فاذا ما ابتكم الذين يبتغون ما تشابه منه فاولئك الذين سمي الله فاجدا وهو ربه

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو آیات متشابہات کی تاویل کرتے ہیں، تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان کے دلوں میں کجی ہے، ان سے اجتناب کرو۔

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال القدرية مجوس هذه الامة ان مرضوا فلا تعود وهو وان ماتوا فلا تشهد وهو ربه

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس امت کے مجوس ہیں، وہ اگر بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو، اور اگر وہ مر جائیں تو ان کے جنازے سے پرہیز جاؤ۔

عن حذيفة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لكل امة مجوس ومجوس هذه الامة الذين يقولون لا قدر من مات منهم فلا تشهدوا جنازته ومن مرض منهم فلا تعود وهو ربه

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر امت کے مجوس ہیں، اور اس امت کے مجوس وہ لوگ ہیں جو منکر تقدیر ہیں، وہ اگر مر جائیں تو ان کے جنازے سے پرہیز جاؤ اور اگر وہ بیمار ہوں تو ان کی عیادت نہ کرو۔

عن عمر بن الخطاب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تعجالوا اهل القدر ولا تقا تحرهم

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: منکرین تقدیر کے ساتھ نہ بیٹھو اور نہ ان سے بحث کرو۔

ما نطق الہیثم ذکر کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لعائشة يا عائشة ان

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے

- ۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متولی ۲۷۱ھ، مقدمہ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ  
 ۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۴۶-۲۴۵، مطبوعہ مطبعہ مجتہبی پاکستان لاہور  
 ۳۔ " " " " سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۸۸  
 ۴۔ " " " " سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۸۸  
 ۵۔ " " " " سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۹۳



الذین فرقوا دینہم وکانوا شیعا ھما أصحاب البدع  
وأصحاب الأهواء ليس لھما توبة انا منھم  
بري وھم مني براء رواه الطبرانی فی الصغیر  
وفیه بقیة ومجالد بن سعید وکلاھما ضعیف ۛ

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

والعقيلي في الضعفاء عن النس أن الله  
اختار في واختار لي أصحابا واصحابا وسيقا  
قوم يسبونهم وينقصونهم فلا تجالسوهم  
ولا تشاءربوهم ولا توادلوهم ولا تنالوهم ۛ

فرمایا: "جن لوگوں نے دین میں تفریق کی وہ ایک گروہ تھا۔  
اس سے مراد بدعتی اور گمراہ لوگ ہیں، ان کی قرب نہیں ہے  
میں ان سے بری ہوں اور یہ مجھ سے بری ہیں، اس حدیث  
کو امام طبرانی نے بحوالہ حنفیہ میں روایت کیا ہے اور اس میں  
بقیہ اور مجالد بن سعید دو ضعیف راوی ہیں۔

امام عقیل نے کتاب الضعفاء میں حضرت انس رضی  
اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے  
یہ اصحاب اور سسرال کو منتخب فرمایا، عنقریب لیے  
لوگ آئیں گے جو میرے اصحاب اور سسرال والوں کو بڑا  
کہیں گے اور ان کے عیب نکالیں گے، تم ان کے  
ساتھ مت بیٹھنا، ان کے ساتھ بیٹھنا نہ کھانا، اور نہ ان  
کے ساتھ نکاح کرنا۔

امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن ايوب: قال ابو قلابة لا تجالسوا  
اهل الأهواء ولا تجادلوهم فاني لا آمن ان  
يفعسوك في ضلالتهم او يلبسوا عليكم ما كنت  
تعرفون۔ ۛ

ایوب بیان کرتے ہیں کہ ابو قلادہ نے کہا گمراہ  
فروں کے پاس نہ بیٹھو، نہ ان سے بحث کرو، کیونکہ  
مجھے یہ خدشہ ہے کہ وہ اپنی گمراہی میں تم کو بھلا کر  
دین گے، یا تمہارے عقائد کو تم پر مشتبہ کر دیں گے۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے ۛ

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابي جعفر قال: لا تجالسوا اهل الأهواء  
فانهم الذين يخوضون في آيات الله۔ ۛ

ابو جعفر کہتے ہیں کہ گمراہ فروں کے ساتھ نہ بیٹھو،  
کیونکہ یہی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں کجی

۱۔ حافظ زکریا الدین علی بن ابی حجر البیہقی متوفی ۸۰۰ھ، جامع الزوائد ج ۱ ص ۱۸۸، مطبوعہ دارالکتب العربیہ ۱۴۰۲ھ

۲۔ علامہ احمد بن حنبلہ کی شاخ متوفی ۲۴۱ھ، الصواعق المحرقة ص ۴، مطبوعہ مکتبۃ القاہرہ ۱۳۸۵ھ

۳۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۹۰، مطبوعہ نشر السنۃ لبنان

۴۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۱ ص ۶۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

۵۔ شعب الایمان ج ۱ ص ۶۰



کرتے ہیں۔

رضین بن عطار بیان کرتے ہیں کہ امیر عزوجل نے حضرت یرشع بن نون کی طرف وحی کی کہ میں تمہاری قوم میں سے ایک لاکھ چالیس ہزار نیکیوں کا رسول کر اور ساٹھ ہزار بدکاروں کو ہلاک کرنے والا ہوں! حضرت یرشع نے عرض کیا اے میرے رب! تو بدکاروں کو تو ہلاک فرماتے گا، نیکیوں کو کیوں ہلاک فرمائے گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ بدکاروں کے پاس جاتے تھے، ان کے ساتھ کھاتے اور پیتے تھے، اور اللہ تعالیٰ کے غضب کی وجہ سے ان پر غضب ناک نہیں ہوتے تھے۔

عن الوضی بن عطاء قال اوحی اللہ عزوجل الی یوشع بن نون انی مہلک من قومک مائۃ الف واربعمین الفا من خیارہم وستمین الفا من شرارہم فان یرب تہلک شرارہم فہا بال خیارہم؟ قال انہم یدخلون علی الاشرار فیؤاکلوہم ویشاربوہم ولا یغضبون غضبی۔

کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر قرآن مجید سے استدلال

کفار، مشرکین اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ دوستی اور محبت رکھنا تو مطلقاً حرام اور ممنوع ہے، البتہ غیر حربی کافروں اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنا اور معاشرتی معاملات قائم رکھنا جائز ہے اور مریدین کے ساتھ ہر قسم کا معاملہ کرنا، ناجائز اور حرام ہے۔ غیر حربی کافروں اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی، صلہ رحمی اور معاشرتی معاملات کے جواز پر قرآن مجید کی یہ آیت دلیل ہے:

اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا، جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، اے شک اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔

لاینبہکم اللہ عن الذین لویقاً تلو کفر فی الدین ولہ ینخرجوکم من دیارکم ان تبرہوہم وتقتطعوا الیہم ان اللہ یحب المتسلطین۔ (ممتحنہ: ۸۰)

کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ معاشرتی معاملات اور نیکی کرنے پر احادیث سے استدلال



امام بخاری روایت کرتے ہیں:

قال ابو هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم  
هاجرا براهيم سارة فدخل قرية فيها ملك او  
جبار فقال اعطوها اجر واهديت للنبي صلى  
الله عليه وسلم ثقاتا فيها سم وقال ابو حميد  
واهدى ملك ايلة للنبي صلى الله عليه وسلم  
بغلة بيضاء فكساها بردا وكتب له  
ببر حرره - له

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے  
حضرت سارہ کے ساتھ ہجرت کیا وہ ایک بستی میں گئے جس میں  
ایک ظالم بادشاہ تھا، اس ظالم بادشاہ نے ہا حضرت  
سارہ کو اجڑہ ہدیہ میں سے دوہ اور نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم کو ایک یہودی عورت کی طرف سے ایک زہر آلود  
بکری دی گئی، اور ایلہ کے بادشاہ نے نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم کو ایک سفید فخر ہدیہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اس کو بادشاہ کو ایک چادر پہنائی اور اس کے لیے اس  
ملاقات کی حکومت لکھو دی۔

عن انس ان اكيدر دومة اهدى الى  
النبي صلى الله عليه وسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اکیدہ  
دومہ (تھوک کے قریب ایک بستی کا عیسائی سردار)  
نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ بھیجا۔

صحیح مسلم میں ہے اس نے آپ کو ایک ریشمی کپڑا ہدیہ کیا تھا۔  
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الرحمن بن ابی بکر قال كنا مع  
النبي صلى الله عليه وسلم ثلثين ومائة  
فقال النبي صلى الله عليه وسلم هل مع احد  
منكم طعام فاذا مع الرجل صاع من طعام  
او نحوه فجعنا ثم جاء رجل مشرك فمشعان  
طويل بغنم يسوقها فقال النبي صلى الله عليه  
وسلم بيعا امر عطية او قال امر هبة قال لا بل  
بيع فاشترى منه مائة - له

حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بیان  
کرتے ہیں ہم ایک سو تیس تیس نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
کے ساتھ تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا  
تم میں سے کسی ایک شخص کے پاس طعام ہے؟ اس  
وقت کسی ایک شخص کے پاس ایک صاع یا اس کے  
قریب طعام تھا اس کو گوندھا گیا، پھر ایک دراز قد مشرک  
آدمی آیا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے وہ بکریاں  
ہٹکاتا ہوا لا رہا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ  
بکریاں بیچو گے یا میرے دو گے؟ اس نے کہا نہیں بلکہ

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۶، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۲۔ " " " " صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۶

۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۲، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۴۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۶، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ







اسی بیٹی اسماء بنت ابی بکر کے پاس گھر آکر جس پر ایک قسم کی سبزی اور گھی کا ہدیہ لے کر آئی حضرت اسماء نے اس کا ہدیہ لینے سے انکار کیا اور اس کو اپنے گھر آنے سے بھی منع کر دیا حضرت عائشہ نے اس کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) "اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ بدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی" آپ نے اس کا ہدیہ قبول کرنے اور اس کو گھر میں آنے کی اجازت دینے کا حکم دیا یہ اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت کیا ہے اور اس کی سند کو عمدہ قرار دیا ہے، اس کی سند میں مصعب بن ثابت ہے۔ امام احمد نے اس کو ضعیف کہا ہے اور امام ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا ہے۔

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مقوقس قبلی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو کنیزیں پیش کیں، ان میں سے ایک ابراہیم بن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ تھیں حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا اور دوسری کنیز آپ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ہبہ کر دی، اس نے آپ کو ایک خچر بھی ہبہ کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول کر لیا تھا۔ اس حدیث کو امام بزار نے اور امام طبرانی نے معجم اوسط میں روایت کیا ہے، امام بزار کی سند صحیح ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک شامی لکڑی کی سرمہ دان، ایک آئینہ اور ایک کنگھا ہدیہ کیا، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں

اسماء بنت ابی بکر بعدایا ضربا ب وثر من و  
من فابت اسماء ان تقبل هدیتهما وتدخلها  
بیتها فسألت عائشة النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
فأمره أن لا یمنها کہ اللہ عن الذین  
لو یقتلوا کہ فی الدین) الی آخر الآية فأمرها  
ان تقبل هدیتهما وتدخلها بیتها۔ رواہ  
احمد والطبرانی فی الکبیر و جودہ۔  
وفیہ مصعب بن ثابت ضوفہ احمد و  
غیرہ و وثقہ ابن حبان علیہ

عن بریدة قال اهدى المقوقس القبطی  
لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جاريتين  
احداهما ام ابراهيم بن رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم والاخری وھما رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم لحسان بن ثابت و  
اھدی لہ بخلۃ فقبل رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم ذلک۔ (ترمذی و الا البزار والطبرانی  
فی الاوسط و رجال البزار رجال الصغیر علیہ

عن عائشة قالت اھدی المقوقس  
صاحب الاسکندریۃ الی رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم مکحلة عینہ ان شامیۃ و  
مراۃ و مشطاً رواہ الطبرانی فی الاوسط



ووجاہ ثقافت

روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء شافعیہ کا منظر یہ

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

نیر بحث آیت کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو مشرکین کے ساتھ نیکی کرنے سے منع نہیں کرتا، البتہ تم کو ان لوگوں کے ساتھ دوستی رکھنے سے منع فرماتا ہے، اور یہ مشرکین کی شدت عداوت کے باوجود ان پر رحمت ہے۔ اہل تائیل نے کہا یہ آیت مشرکین اور مومنین کے درمیان نیکی کے جواز پر دلالت کرتی ہے، اگرچہ مشرکین کے ساتھ دوستی اور محال منقطع ہے، حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے ساتھ صلہ رحمی کرنے اور نیکی کرنے کو پسندیدہ قرار دیا ہے، مقاتل نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ ان کے ساتھ کیے ہوئے عہد پورے کرو اور عدل و انصاف کرو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

المعمر بن عقیقہ نے مغازی میں عبدالرحمن بن کعب بن مالک سے روایت کیا ہے کہ عامر بن مالک مشرک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک ہدیہ دیا تو آپ نے فرمایا میں مشرکین کا ہدیہ قبول نہیں کرتا، اور امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ عیاض بن حماد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک اونٹنی دے دی، آپ نے اس سے پوچھا تم مسلمان ہو چکے ہو، اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا مجھے مشرکین کا ہدیہ قبول کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ امام بخاری نے مشرکین سے ہدیہ قبول کرنے کے باب میں متعدد احادیث روایت کی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ آپ نے مشرکین سے ہدیہ قبول کیا ہے، اور اس سے امام بخاری کا ارادہ یہ ہے کہ مشرک کا ہدیہ مسترد کرنے کے سلسلہ میں جو احادیث مروی ہیں وہ سب ضعیف ہیں۔

علامہ طبرہری نے ان احادیث میں تطبیق دی ہے کہ جس نے خصوصیت سے آپ کو ہدیہ دیا وہ آپ نے مسترد کر دیا اور جس نے عام مسلمانوں کے لیے ہدیہ دیا اس کو آپ نے قبول فرمایا، یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ صحیح بخاری میں ایسی احادیث بھی ہیں جن میں یہ تصریح ہے کہ خصوصیت کے ساتھ آپ کو ہدیہ دیا گیا، اور آپ نے اس کو قبول فرمایا، بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ جس نے محبت اور دوستی کے اظہار کے لیے ہدیہ دیا اس کو آپ نے مسترد کر دیا، اور جس کے اسلام کی آپ کو توقع تھی اس کو آپ نے قبول کر لیا، یہ پہلے جواب سے قوی ہے، ایک قول یہ ہے کہ اہل کتاب کے ہدیے آپ نے قبول کر لیے، اور بت پرستوں کے ہدیے رد کر دیے، ایک قول یہ ہے کہ مشرکین سے ہدیہ قبول کرنا آپ کی خصوصیت ہے اور امراؤں کے لیے منع ہے، بعض نے کہا مخالفت کی احادیث قبول کرنے کی احادیث سے منسوخ ہیں، بعض نے اس کے برعکس کہا، یہ دونوں جواب ضعیف ہیں کیونکہ نسخ احتمال سے ثابت

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۵۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

۲۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۸ ص ۱۳۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۹ھ



بمقتضیٰ سے رہے۔

مشرکین کو یہ دینے کے متعلق جہاد بخاری نے احادیث ذکر کی ہیں ان کی تشریح میں علامہ ابن عساکر نے لکھا ہے: علامہ خطابی نے کہا ہے کہ جس طرح مسلمان ان کے ساتھ مال سے صلہ رحمی کی جاتی ہے اسی طرح مشرکوں سے بھی مال کے ساتھ صلہ رحمی کی جائے گی۔ اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر اولاد مسلمان ہو اور ماں باپ مشرک ہوں تو اولاد پر ان کا نفقہ واجب ہے نیز ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عربی مشرکوں سے کیا ہوا عہد پر پورا کیا جائے گا اور اس کے زمانہ میں ان معاملات کو نہ جاننا ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا قرآن مجید کی یہ آیت "اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی" (ممتحنہ: ۸) سورہ قمرہ کی اس آیت سے منسوخ ہو گئی اور تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو، یہ قول صحیح نہیں ہے کیونکہ سورہ قمرہ کی یہ آیت عربی کافروں سے متعلق ہے اور یہ حکم ذمیوں کو نکالتا نہیں ہے اور سورہ ممتحنہ میں جو مشرکین کے ساتھ نیکی کا حکم دیا ہے یہ ذمی کافروں کے ساتھ مخصوص ہے۔

**کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء ماکلیہ کا نظریہ** | علامہ قرطبی مالکی

اکثر علماء تاویل نے یہ کہا ہے کہ یہ آیت محکمہ ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ ان کی مشرک ماں جب ان کے پاس آئیں تو آیا وہ ان کے ساتھ صلہ رحمی کریں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اور اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: "اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی" (ممتحنہ: ۸) ایک قول یہ ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے زمانہ جاہلیت میں اپنی بیوی قتیلہ (قبیلہ) کو طلاق دے دی تھی، وہ صلح کے ایام میں اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے لیے ۷۰۰ درہم سے کر آئی، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر اس سے ملنے اور دہیے لینے سے انکار کر دیا جب آپ سے پوچھا تو یہ آیت نازل ہوئی۔

**کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظریہ** | حافظ ابن کثیر حنبلی

ہیں: اللہ تعالیٰ ان کافروں کے ساتھ احسان کرنے سے منع نہیں فرماتا جو مسلمانوں سے دین میں جنگ نہیں کرتے، پھر حافظ ابن کثیر نے امام احمد اور امام ابن جریر کے حوالوں سے اول الذکر دونوں حدیثیں بیان کی ہیں۔

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حبیب عسکری متوفی ۵۵۲ھ، فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۱۔ ۲۔ مطبوعہ دار الفکر لکھنؤ الاسلامیہ لاہور ۱۳۸۱ھ۔

۳۔ فتح الباری ج ۵ ص ۲۳۲۔

۴۔ علامہ ابوالعباس محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۶۸۸ھ، المجامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۵۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۸۶ھ۔

۵۔ حافظ ابوالعزاد عماد الدین ابن کثیر حنبلی متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۶ ص ۶۲۸، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۴۸۵ھ۔



کفار اور بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی اور صلہ رحمی کرنے کے متعلق علماء احناف کا نظریہ:

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں: اکثر مفسرین کا یہ منہا ہے کہ یہ آیت ان کافروں کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو صلہ رحمی کے مستحق ہیں اور اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ ذمہ داری پر حد تک کرنا جائز ہے اور اگر کسی باپ ذمی ہو تو اس کا نفقہ واجب ہے، اور اگر اس کا باپ حربی ہو تو پھر اس کا نفقہ دینا واجب نہیں ہے، کیونکہ اس کو قتل کرنا واجب ہے، علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فتاویٰ کبریٰ کے باب البسر میں لکھا ہے کہ کافر کے لیے قیام نہ کیا جائے، کیونکہ ہم کو ان کی امانت کا حکم دیا گیا ہے ہاں اگر کافر سے کسی بڑے نقصان کا اندیشہ ہو تو پھر اس کے لیے قیام جائز ہے۔  
علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

مسلمان کا کافر کے لیے وصیت کرنا جائز ہے اور کافر کا مسلمان کے لیے وصیت کرنا جائز ہے، اول الذکر کے جواز کی یہ دلیل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اللہ تعالیٰ منتہیں ان لوگوں کے ساتھ عدل اور نیکی کرنے سے نہیں روکتا جنہوں نے دین میں تم سے جنگ نہیں کی، اور ثانی الذکر کے جواز کی دلیل یہ ہے کہ جب کافروں سے ذمہ داری کا معاہدہ ہو گیا تو وہ معاملات میں مسلمانوں کے مساوی ہونگے، اس لیے دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ نیکی اور احسان کرنا جائز ہے اور جب زندگی میں جائز ہے تو موت کے بعد بھی جائز ہے، جامع صغیر میں ہے کہ حربی کافروں کے لیے وصیت کرنا باطل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے منع کرتا ہے جو دین میں تم سے جنگ کرتے ہیں۔

ويعجز ان يوصي المسلم للكافر والكافر للمسلم فالاول لقوله تعالى لا ينهاكم الله عن الذين لم يقاتلوكم في الدين الاية والثاني لانهم بعهد الذمة مساووا المسلمين في المعاملات ولهذا جاز التبوع من الجانبين في الحيوة فكذا بعد الممات وفي الجامع الصغير الوصية لاهل الحرب باطلا لقوله تعالى انما ينهاكم الله عن الذين قاتلوكم في الدين۔

پاکستان کی اسلامی حکومت نے اپنے آئین کے ذریعہ تمام شہریوں کی جان اور مال کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے، اس لیے پاکستان میں رہنے والے تمام کافر غیر حربی ہیں اور قوموں کے حکم میں ہیں، اسی لیے پاکستان میں رہنے والے تمام کافر یا بدعتیہ لوگوں کے ساتھ نیکی کرنا اور دیگر معاشرتی معاملات استوار کرنا جائز ہے، البتہ ان کے ساتھ محبت اور دوستی

۱۔ علامہ شہاب الدین سیاحی رحمہ اللہ سنہ ۱۲۷۰ھ رجب المعانی ج ۲۸ ص ۵۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی سنہ ۵۹۳ھ، ہایہ اخیرین ص ۶۵، مطبوعہ مکتبہ مشرکت علمیہ لبنان



کے تعلقات قائم کرنا جائز نہیں ہے، اور مرتدین کے ساتھ کسی قسم کا کوئی معاملہ کرنا جائز نہیں ہے، اور یہ واضح رہے کہ مرتدین کی اولاد کا فرہوقی ہے مرتد نہیں ہوتی، مثلاً غلام احمد قادیانی کی ولادت پر جنھوں نے المیافالند اسلام کو ترک کر کے قادیانیت کو اختیار کیا وہ مرتد ہی، لیکن ان کی اولاد جو جلد قادیانیت پر ہے وہ مرتد نہیں کا نسب ورنہ دنیا میں کوئی کافر نہیں، مگر کا سب مرتد مرن گئے، کیونکہ جس قدر کفار ہیں وہ کسی نہ کسی مرتد کی اولاد ہیں۔

**نداء یا محمد کا جواز اور بحث و نظر** | اس حدیث میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب نے بیان کیا کہ ایک دن ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے رہے تھے۔

اچانک ایک ایسا شخص آیا جس کا لباس انتہائی سفید اور بال گہرے سیاہ تھے۔ یہ آنے والے شخص حضرت جبرائیل تھے جو پیکر انسانی میں آئے تھے، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ فرشتے جس شکل میں چاہیں متشکل ہو سکتے ہیں، فرشتوں کی حقیقت اور انسان اور فرشتہ میں باعتبار حقیقت کون افضل ہے، ان تمام امور پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں مفصل بحث کی ہے۔

اس آنے والے نے کہا یا محمد محمد کو اسلام کے تعلق بتلائے۔

اس حدیث میں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کیا ہے بعض علما یہ کہتے ہیں کہ فرشتوں کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا جائز ہے اور آپ کی امت کے لیے ناجائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام لے کر آپ کو بلانا امت پر حرام کر دیا ہے، اس لیے یا محمد کہنا ناجائز ہے، البتہ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ کہنا چاہیے، ان کا استدلال قرآن مجید کی اس آیت سے ہے:

لَا تَجْعَلُوا دُعَاءَ آلِ وَلِیِّنِکُمْ دُعَاءً

بعضکم بعضاً۔ (نور: ۶۳)

مفسرین کا استدلال اس وقت صحیح ہوگا جب دعا کا معنی بلانا اور پکارنا ہو اور دعا کی طرف اضافت اضافت الی المفعول ہو، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح نہ بلاؤ، جیسے ایک دوسرے کو بلائے ہو، اور اس آیت میں زیادہ ظاہر اور ظہور قرآن مجید کے قریب — یہ ترکیب ہے کہ یہ اضافت الی الفاعل ہے، یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلائے کہ ایسا قرار دو، جیسے تم ایک دوسرے کو بلائے ہو یا دعا کا معنی اللہ سے دعا کرنا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لازم و کرم، اور اپنے خلاف آپ کو دعا کو اپنی دعاؤں کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کی دعا حقاً قبول ہوتی ہے۔

المم رازمی لکھتے ہیں:

اس آیت میں کئی ترکیبیں ہیں:

(۱) مبرر اور تفاعل نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تم کو جو حکم دیتے ہیں اور تم کو بلائے ہیں اس سے تم آپس میں بلائے کی طرح نہ قرار دو، کیونکہ آپ کا حکم و مقررہ اور لازم ہے، اور اس پر دلیل یہ ہے کہ اس آیت کے بعد یہ ارشاد ہے:

جو لوگ رسول کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں وہ

فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ ان







لا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

او قصد به المعنی الوصفی دون المعنی

العلمی۔ ۱۵

جب حضرت جبرائیل نے آپ کو یا محمد کہا تو اس سے  
لفظ محمد کے وصفی معنی کا ارادہ کیا اور علمی (نام کے) معنی  
کا ارادہ نہیں کیا۔

شیخ مشیر احمد عثمانی نے بھی لا علی قاری کے حوالے سے اس جواب کا ذکر کیا ہے۔ ۱۶

(ج) لفظ محمد سے آپ کا علم اور نام ہی مقصود ہے، لیکن آپ کو بلانا مقصود نہ ہو صرف اظہار محبت اور فائق و  
شرقی سے محض آپ کے نام کا نمونہ لگانا مقصود ہو، جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

امام مسلم حضرت ہار بن عازب رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

رحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف  
لائے تھے مروارید تھیں گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئے  
اور بچے اور خدام راستوں میں پھیل گئے اور وہ  
خبر سے لگا رہے تھے یا محمد، یا رسول اللہ یا محمد  
یا رسول اللہ۔

فصعد الرجال والنساء فوق البيوت

وتفرق العلماء والخدام في الطريق

ينادون يا محمد يا رسول الله يا محمدا

رسول الله۔ ۱۷

حافظ ابن کثیر، حضرت البرکہ صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت کے احوال میں لکھتے ہیں:  
وكان شعارهم يومئذ يا محمدا لا۔ ۱۸  
اس زمانہ میں مسلمانوں کا شعار یا محمد کہنا  
تھا۔

حافظ ابن اثیر نے بھی اسی طرح لکھا ہے۔ ۱۹

(د) لفظ یا محمد کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا اور آپ کو یاد کرنا مقصود ہو پھر بھی یا محمد کہنا جائز  
ہے۔ نام بکائی روایت کرتے ہیں:

عبد الرحمن بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن  
عمر کا پیر میں ہو گیا، ایک شخص نے کہا اسی کو یاد کرو، جو  
تم کو سب سے زیادہ محبوب ہو حضرت ابن عمر نے کہا  
یا محمد۔

عن عبد الرحمن بن سعد قال:

خدرت رجل ابن عمر فقال له رجل:

اذكر احب الناس إليك فقال يا

محمدا۔ ۲۰

۱۵۔ لا علی بن سلطان محمد انقاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقاۃ ح اص ۵۱، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ بیتان، ۱۳۹۰ھ

۱۶۔ شیخ مشیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج اص ۲۱۲، مطبوعہ مدینہ پریس بھٹورہ

۱۷۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ دار محمد الصغی المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۸۔ حافظ عبد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۳۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

۱۹۔ علامہ البرکات حسن علی بن ابی النکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۷۲۳ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۲۴۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۳۸۰ھ

۲۰۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، الادب المفرد ص ۲۵، مطبوعہ المطبعۃ الاثریہ لاہور



یا محمد کہنے کے جواز پر سب سے واضح اور صریح دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نابینا کو دعا تعلیم فرمائی اس میں یہ الفاظ ہیں:

اللھم افرغ کفہ و افرغ قلبہ  
یا محمد نبی الرحمة یا محمد افرغ قلبہ  
بلک الی رابی فی حاجتی ہذا لعلتقتی اللھم  
فشفعہ فی۔ لہ

اے اللہ! میں تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیری  
طرف محمد نبی رحمت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وسیلے سے  
متوجہ ہوتا ہوں، یا محمد! میں آپ کے وسیلے سے اپنی  
اس حاجت میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ  
یہ حاجت پوری ہو! اے اللہ! حضور کی شفاعت کو میرے  
حق میں قبول فرما!۔

حافظ ابن تیمیہ نے اس حدیث کو جامع ترمذی، سنن نسائی اور مستدرک حبیث کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور  
اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔ لہ

غیر مقلدین کے مشہور عالم شیخ عبدالرحمن مبارک پوری نے اس حدیث کو امام ابن ماجہ، امام ابن خضیرہ، امام مالک  
اور امام طبرانی کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور اس میں یا محمد کے الفاظ ہیں۔ لہ  
امام ابو یعلیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم یقول والذی نفس ابی  
القاسم بیدۃ لیزلن عیسیٰ بن مریم اما ما  
مقسطاً و حکماً عدلاً فلیکسر الصلیب  
ولیقتلن الخنزیر، ولیصلحن ذات  
البین و لیذہبن الشحنا و لیعرضن  
علیہ المال فلا یقبلہ ثم لئن قام علی  
قبری فقتال یا محمد لا جبت۔ لہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے  
سنا ہے: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں ابوالقاسم کی  
جان ہے عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے، وہ نصف  
امام اور باطلی حاکم ہوں گے، وہ صلیب کو توڑ دیں گے  
خنزیر ایک قتل کریں گے، لوگوں کی صلیب کرائیں گے، بعض کو  
دور کریں گے، ان پر مال پیش کیا جائے گا وہ اس کو  
قبول نہیں کریں گے، پھر یہ خدا اگر وہ میری قبر پر کھڑے  
ہوں گے یا محمد! نہیں تو ان کو ضرور جواب دوں گا۔

اس حدیث کا حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے، اور اس حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر  
میں حیات پر استدلال کیا ہے۔ لہ

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت کتب کراچی

۲۔ شیخ تقی الدین ابوالکاس احمد بن تیمیہ متوفی ۷۲۸ھ، مجموعہ الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۶۷، مطبوعہ سعودی عرب

۳۔ شیخ عبدالرحمن مبارک پوری متوفی ۱۳۲۵ھ، تحقیق الاحادیث ج ۲ ص ۸۲، مطبوعہ دار السنۃ عمان

۴۔ حافظ احمد بن علی مثنیٰ مثنیٰ متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ ج ۶ ص ۱۰۱، مطبوعہ دار الامون تراش بیروت، ۱۴۰۲ھ

۵۔ حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ ج ۲ ص ۳۲۹، ۲۳۰، مطبوعہ مکرّمہ



اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا اور خطاب کرنا

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا  
فاضل بریلوی مدس

سورہ العزیز تفسیر فرماتے ہیں:

یہی، امام علقمہ و امام اسود اور ابن نعیم، امام حسن بصری و امام سعید بن جبیر سے تفسیر کریمہ مذکورہ میں راوی  
لافتقر لدا یا محمد و لکن قولہ یا رسول اللہ یا نبی اللہ "یہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یا محمد کہو یا نبی اللہ،  
یا رسول اللہ کہو" اسی طرح امام قنوطہ و تلمیذ انس بن مالک سے روایت کی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجماع و لہذا علماء  
تفسیر فرماتے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے کرنا مکرمہ و حرام ہے اور واقعی محل انصاف ہے  
جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام سے کرنا مکرمہ و حرام ہے علامہ کی کیا مجال کہ راہ ادب سے تجاوز کرے۔ لہ  
ہو سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ نے جل مجدہ نے قرآن مجید میں سیدنا محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم کو نام سے کرنا نہیں پکارا، مگر نہ امارت بقدر یہی رضی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بحضرت یا محمد کے ساتھ خطاب کیا ہے  
اور لہذا مکرمہ ہے۔ اور ہمارے نزدیک احادیث بھی حجت ہیں۔

امام بخاری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے معراج کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس میں

ہے:

فقال الجبار یا محمد قال لبیک و  
سعدیک قال ان لا یبدل القول لای کما  
فرضت علیک فی ام الکتاب فکی حسرت  
بعضر امثالها ففی خمسون فی ام الکتاب و  
فی خمس علیک لہ  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد آپ نے کہا میں  
حاضر ہوں! اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے قول میں تبدیلی  
نہیں ہوتی، میں نے جس طرح آپ پر ام الکتاب میں  
(خاموشی) فرض کی ہے، تو ہر ایک اس گئی ہے، لہذا ام الکتاب  
میں پچاس خاموشی ہیں اور آپ پر پانچ خاموشی روزی ہیں  
امام مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث معراج روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

فلما رجع بین راف و دین موسیٰ علیہ  
السلام حتی قال یا محمد ائین خمس صلوات  
کل یوم و لیلة لہ  
اللہ تعالیٰ نے اپنے رب اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے  
درمیان مسلسل آتما جانا سنا حتی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:  
یا محمد! ہر روز اور رات میں پانچ نمازیں (قرآن) ہیں۔  
امام ترمذی حضرت معاویہ بن جبل رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث روایت کرتے ہیں اس میں ہے:  
فانذرت ربی تبارک و تعالیٰ فی احسن صورۃ  
فقال یا محمد قلت ربی لبیک قال فیم یختصم  
اپنا مک میں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو  
بہترین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! میں

۱۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ، تنحلی ایضاً ص ۶۶، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور، ۱۴۰۱ھ

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۳۔ امام مسلم بن حجاج تفسیر متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ







یا محمد! فیما یختصم الملا الاعلیٰ؟  
(الی ان قال) یا محمد! اذا صلیت فقل  
اللهم انی استلک الطیبات وتوکل المنکرات  
وحب العساکیین وان تتوب علی و اذا  
اردت فتنه فی العاص فتوفنی غیر  
مفتون . ۱۰

یا محمد! ملا اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟  
اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یا محمد! جب آپ  
ناز طہیں تو یہ دعا کریں: اے اللہ! میں تجھ سے  
اچھی چیزوں کے حصول اور بُری چیزوں کے ترک کا  
سوال کرتا ہوں، اور سکینوں سے محبت کا اور میری  
توبہ کی قبولیت کا اور جب تو لوگوں کو فتنہ میں مبتلا  
کرنے کا ارادہ کرے تو مجھے بغیر فتنہ کے اٹھا لینا۔

امام ابن جوزی، حضرت مخاذبن جبل رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں، اس میں ہے:  
فان انا بوجہ من وجہ فی احسن صورة  
فقال یا محمد ائداری فیما یختصم الملا  
الاعلیٰ ۱۱

امام ابن جوزی نے درمکارانہ سے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے ۱۲  
علامہ زبیدی نے اس حدیث کو امام ترمذی، امام طبرانی اور امام مالک کے حوالوں سے بیان کیا ہے۔ ۱۳  
امام بخاری، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے شفاعت کی ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اس  
میں ہے:

فیقال یا محمد ارفع راسک وقل  
یسع لک و سل تعطہ واشفعہ تشفع . ۱۴  
پھر کہا جائے گا یا محمد! اپنا سر اٹھائیے، کہیے  
آپ کی بات سنی جائے گی اور مانگیے آپ کو دیا جائے گا  
اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔  
اس حدیث کو امام مسلم اور امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔  
نیز امام بخاری، حضرت انس سے حدیث شفاعت روایت کرتے ہیں اس میں ہے:

- ۱۰۔ امام ابو الفرج عبد الرحمن بن علی الجوزی متوفی ۵۹۷ھ، العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۱۹-۱۸، مطبوعہ مکتبۃ الشریعہ فیصل آباد، ۱۴۰۱ھ  
۱۱۔ " " " " العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۱۹  
۱۲۔ " " " " العلل المتناہیہ ج ۱ ص ۲۱-۲۰  
۱۳۔ علامہ سید محمد بن محمد رتقی حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اشفاۃ السادة المتفقین ج ۵ ص ۷۸-۷۷، مطبوعہ مطبعہ مبینہ مصر ۱۳۱۱ھ  
۱۴۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار المعرفۃ کراچی ۱۳۸۱ھ  
۱۵۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۹  
۱۶۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت کراچی  
۱۷۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۹۸، مطبوعہ مکتبۃ اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ



فَاذْاِ اِیْتَهْ وَقَعْتَ سَاجِدًا فِیْ دَعْوٰی  
مَا شَاءَ اللّٰهُ اِنْ یَدْعُنِیْ لَمْ یَقُوْلْ اِرْفَعْ مُحَمَّدٌ  
وَقُلْ تَسْمَعُ وَاسْتَسْمِعُ تَشْفَعُ وَیَسْلُ تَعْطٰی  
پھر میں دیکھوں گا کہ میں سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر  
جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے دینا،  
پھر فرمائے گا یا محمد! کیسے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت  
کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور مانگیے آپ  
کو دیا جائے گا۔

اس حدیث میں نخری قواعد کے مطابق یا محدزون ہے۔  
امام ابو عوانہ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اس میں ہے:  
فِیَقُوْلُ اللّٰهُ یَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَاسُکَ  
وَقُلْ تَسْمَعُ وَاسْتَسْمِعُ تَشْفَعُ رَاسُکَ  
اللہ تعالیٰ فرمائے گا یا محمد! اپنا سر اٹھا لے،  
کیسے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے آپ  
کی شفاعت قبول کی جائے گی۔

امام ابو یعلیٰ حضرت انس بن مالک سے اس حدیث کو روایت کرتے ہیں اس میں ہے:  
فِیْدَعْوٰی مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ قَالَ لِیْ  
اِرْفَعْ رَاسُکَ یَا مُحَمَّدُ قُلْ تَسْمَعُ وَاسْتَسْمِعُ  
تَشْفَعُ وَیَسْلُ تَعْطٰی  
پھر اللہ تعالیٰ جب تک چاہے گا مجھے سجدہ میں رہنے  
دے گا، پھر مجھ سے فرمائے گا: یا محمد! اپنا سر اٹھا لے  
کیسے آپ کی بات سنی جائے گی اور شفاعت کیجئے،  
آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی اور مانگیے آپ کو  
دیا جائے گا۔

امام ابو یعلیٰ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عَنْ اَنَسٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَی اللّٰهُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم  
قَالَ: مَا مَنَلْتُ اِسْتَسْمِعُ اِلٰی رَبِّیْ وَلِیَشْفَعُنِیْ  
حَتّٰی اَقُوْلَ: رَبِّ اَسْتَسْمِعُ فِیْمَنْ قَالَ لَا  
اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ، قَالَ فِیَقُوْلُ: لَیْسَتْ هٰذِهِ  
لَکَ یَا مُحَمَّدُ اِنَّمَا هِیْ لِیْ اَمَّا وَاَعَزُّ لِیْ  
وَحَلَمِیْ وَرَحْمَتِیْ لَا اَدْعُ فِی النَّارِ اَحَدًا  
اَوْ قَالَ عِبْدًا قَالَ: لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ  
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
میں نے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا میں اپنے رب کی  
طرف سے شفاعت کرتا رہوں گا اور میری شفاعت  
قبول کی جاتی رہے گی، حتیٰ کہ میں کہوں گا اے میرے  
رب مجھوں نے لا الہ الا اللہ کہا ہے ان کے لیے  
میری شفاعت قبول فرما، اللہ تعالیٰ فرمائے گا: یا محمد! ان  
کی مغفرت کرنا تمہارا منصب نہیں ہے، ان کی ربراہ  
راست (مغفرت کرنا صرف میری خصوصیت ہے،

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۰۸، مطبوعہ دار محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ
- ۲۔ امام ابو عوانہ بن یقوب بن اسحاق اسفرائینی متوفی ۳۱۶ھ، مسند ابو عوانہ ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ
- ۳۔ حافظ احمد بن علی المشنی القیسینی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ الموصلی ج ۳ ص ۲۶۹، مطبوعہ دار المأمون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ
- ۴۔ حافظ احمد بن علی المشنی القیسینی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یعلیٰ الموصلی ج ۳ ص ۲۸۸، مطبوعہ دار المأمون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ



مجھے اپنی عزت اپنے علم اور اپنی رحمت کی قسم میں دینے  
میں کسی ایسے شخص کو نہیں رہنے دوں گا جس نے  
لا الہ الا اللہ کہا ہو۔

امام عبد الرزاق روایت کرتے ہیں:

عن الحسن ان النبي صلى الله عليه وسلم  
اتخذ عسيباً يسكن به الناس فادعى الله  
اليه يا محمد لا تكسر قرودن امثلك فمادى  
العسيب معه بعد رله

حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ایک شاخ رکھی جس سے لوگوں کو خاموش  
کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف وحی کی: یا محمد!  
اپنی امت کے سروں کو نہ توڑیں، اس کے بعد آپ  
کے پاس وہ شاخ کہیں دکھی گئی۔

علامہ علی نقی ہندی ترمذی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

عن علي عن النبي صلى الله عليه وسلم  
عن الروح الامين جبرائيل عن الله عز وجل  
قال يا محمد اكثر من صنايع المعروف  
فانها لتقي مصارع السوء الحديث رله

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا کہ جبرائیل علیہ السلام بیان  
کرتے ہیں کہ اللہ عز وجل نے فرمایا: یا محمد! بہ کثرت  
نیک کام کیا کریں، کیونکہ میکاں ناگہانی آفات سے  
بچاتی ہیں۔

امام بخاری نے کہا اس حدیث کی سند میں ایک راوی نصر بن باب ہے جس پر لوگ جھوٹ کی تہمت لگاتے  
ہیں، یعنی یہ حدیث ضعیف ہے، لیکن فضائل اعمال میں حدیث ضعیف مستعمل ہوتی ہے۔  
امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عياض بن حماد المعاشعي ان  
نبي الله صلى الله عليه وسلم قال ذات يوم  
في خطبته الا ان ربي اوان ما في امري ان  
اعلمكم ما جعلتم علمي يوم هذا  
فمن كره الحديث قال فقال يا محمد  
انما بعثتك لا بتليك وابتلي بك و  
اتولت عليك كتاباً لا يغسله الماء

عیاض بن حمار مجاشعی بیان کرتے ہیں کہ نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن دوران خطبہ فرمایا:  
مذہب میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ جو چیز میں  
تم کو نہیں معلوم وہ تم کو بتلاؤں جن کا اللہ تعالیٰ نے مجھے  
آج علم دیا ہے، پھر فرمایا یا محمد! میں نے تم کو امتحان  
میں ڈالنے کے لیے بھیج دیا ہے اور میں تمہاری  
وجہ سے (بھی) امتحان لوں گا، اور میں نے تم پر

۱۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۴ ص ۱۸۵، مطبوعہ مطبعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ  
۲۔ علامہ علی نقی بن حزام الدین ہندی بریلوی متوفی ۷۷۵ھ، کنز العمال ج ۶ ص ۵۹، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ







یہ ہیں امارت قدسیہ میں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ نذر اور خطاب کیا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ نذر اور خطاب کرنا امام بخاری

معرج میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت مرثی علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: یا محمد واللہ قدر اودت بنی اسرائیل اس سے کم نازوں میں تجربہ کیا ہے، وہ کفر و بدگئی اور اعدائے ان نمازوں کو ترک کر دیا۔

علامہ علی متقی، امام ابوشیم اور امام ابن النجار کے حوالوں سے حدیث معراج میں بیان کرتے ہیں: فقال ابراهيم يا محمد مر امتك فليكنوا من غراس الجنة فان ارضها واسعة وتربة طيبة فقال محمد لا ابراهيم وما غراس الجنة فقال ابراهيم: لا حول ولا قوة الا باللہ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا یا محمد! یہ خدا میں نے اپنی قوم بنو اسرائیل کا اس کی زمین میں سے ہے اور اس کی مٹی پاکیزہ ہے، حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام فرمایا اجرت کے درخت کیا چیز ہیں؟ حضرت ابراہیم نے فرمایا: لا حول ولا قوة الا باللہ۔

حافظ بن حجر عسقلانی، امام ابویسٰی کے حوالے سے حضرت ابو ہریرہ کی روایت ذکر کرتے ہیں: ولئن قام علي قبري فقال: يا محمد لا جيبته۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام میری قبر پر کھڑے ہو کر ندا کریں یا محمد! تو میں اس کا جواب دوں گا۔

امام ابویسٰی کی وہ روایت یہ ہے:

عن ابی ہریرۃ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول والذی نفس ابی القاسم بید لا یترک عیسیٰ ابن مریم اماماً مقسطاً وحکماً عدلاً فلیکسرن الصلیب ویقتلن الخنزیر ویصلحن ذات البین حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس قلت کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں ابو القاسم کی جان ہے حضرت عیسیٰ ابن مریم ضرور نازل ہوں گے وہ انصاف کرنے والے امام اور عدل کرنے والے حاکم ہوں گے وہ ضرور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور بے رحمیت کو ختم کریں گے۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ  
۲۔ علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی بریلوی پوری متوفی ۹۰۵ھ، کنز العمال ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ  
۳۔ حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، المطالب العالیہ ج ۴ ص ۳۴۹، ۳۵۰، مطبوعہ مکتبہ



وليد هب الشحنة وليعرضن عليه المال  
فلا يقبله ثلثن قام على قبري فقال  
يا محمد لا جنة له

کریں گے اور لڑنے والوں میں صلح کر لیں گے اور بغض کو دور کر دیں گے  
ان پر مال ضرور پیش کیا جائے گا اور وہ اس کو قبول نہیں  
کریں گے، پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر کہیں "یا محمد  
تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا۔"

ہم نے ہمیں مستند احادیث بیان کی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا  
کی ہے، اور پانچ احادیث بیان کی ہیں جن میں انبیاء علیہم السلام نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے اور صحابہ کرام  
اور عام مسلمانوں کے یا محمد کے ساتھ ندا کے حوالے ہم اے پہلے بیان کر چکے ہیں۔ اب ہم خود اعلیٰ حضرت احمد رضا  
رحمہ اللہ کی کتاب مذکور کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے  
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی تحریر فرماتے ہیں:

ابن مردويه اپنی تفسیر میں حضرت البرہہ بن مرہ عنہ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
فرماتے ہیں:

ما حلف الله بحيوة احد قط الا بحيوة  
محمد صلى الله تعالى عليه وسلم قال تعالى لعنك  
انهم لفي سكرتهم يعمهون وحياتك يا محمد

اللہ تعالیٰ نے کبھی کسی کی زندگی کی قسم یاد نہ فرمائی،  
سوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہ آیہ لعنک میں فرمایا مجھے  
تیری جان کی قسم اے محمد۔

اس کتاب کے صفحہ ۲۶ پر اعلیٰ حضرت نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ ندا کرنا  
حرام ہے جسے اس کا مالک و مولیٰ تبارک و تعالیٰ نام لے کر نہ پکارتے غلام کی کیا مجال کہ راہ ادب سے استجاوز کرے  
اور صفحہ ۲۸ پر یہ روایت استدلال میں پیش کی ہے جس میں مذکور ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے۔  
ہم اس تنازع اور تسامح سے مرٹ نظر کرتے ہوئے صرف یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ احادیث اور آثار کی روشنی میں رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو "یا محمد" کے ساتھ ندا کرنا جائز ہے، اور یہ تمام ادب اور احترام کے خلاف نہیں ہے، اگر نداد  
کرنا ادب اور احترام کے خلاف ہو تا تو یا اللہ کہنا بھی حرام ہوتا، نداد کا معنی ہے منادی کو اپنی طرف متوجہ کرنا، ہم یا محمد کہہ کر  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں، ادب کے خلاف یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نام سے  
پکار کر بلا یا جائے جیسے زید، عمرو کو نام لے کر بلاتے ہیں اور ایک تفسیر کے مطابق اس کی قرآن مجید میں ممانعت ہے  
نیز "محمد" آپ کا نام بھی ہے اور آپ کی صفات بھی سو اگر اس لفظ سے آپ کی صفات کا قصد کر کے نداد کی جائے تو کوئی  
اشکال ہی نہیں ہے اور کبھی نداد کسی کو یا کر لے کے لیے بھی کی جاتی ہے لہذا یا محمد اگر بہ طہ نہ کر کہا جائے یا اظہار  
مسترت کے لیے غور لگاتے ہوئے یا محمد کہا جائے تو یہ بھی جائز ہے اور صحابہ کرام نے جو یا محمد کے ساتھ ندا کی ہے  
وہ اسی معنی پر محمول ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ صحابہ کرام نے جو یا محمد کہا تھا وہ سورہ فور کی آیت لا تجعلوا دعاء الرسول الغم  
(۶۳) سے منسوخ ہو گیا یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یا محمد کہنے میں بے ادبی تھی تو کیا اس آیت کے نازل ہونے سے

۱۔ حافظ اصحاب علی المشی المتنبی متوفی ۳۰۰ھ، مسند البریلوی المصنف ج ۶ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار المأمون تراث بیروت ۱۴۰۲ھ

۲۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۳۰ھ، تحقیق الیقین ص ۲۸، مطبوعہ حامد اینڈ کمپنی لاہور



پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بنے ادنیٰ ایماؤں کا تذکرہ ہے جب کہ اس آیت کے بحوالہ کے بعد بکرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں کے بعد بھی صحابہ کرام اور تابعین عظام یا محمد کے ساتھ مذاکرے سے ہیں، اس مسئلہ پر مزید وضاحت اس سیر حاصل بحث عم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع کے فروع اور آخر میں کی ہے اس بحث کو وہاں بھی دیکھ لیا جائے۔ میں نے اس مسئلہ میں زیادہ تفصیل اور تحقیق اس لیے کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا محمد کے ساتھ مذاکرے کو مسلمان عوام سمجھنے سے باز رہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، جوابدہی، تابعیت عظام، سلف صالحین اور اختیار امت کی اتباع کے واسطے کو اتار دے۔ چھوڑیں۔ وَاُخْرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةَ وَالسَّلَامَ۔  
— علی سیدنا محمد خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ وازواجه اجمعین

ارکان اسلام میں جہاد کو ذکر کرنے کی وجہ | اس ریث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارکان اسلام میں توحید و رسالت کی گواہی، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کا ذکر فرمایا، اس پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے ارکان اسلام میں جہاد کا ذکر نہیں فرمایا، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے ان ارکان کا بیان فرمایا ہے جو ہر حال میں فرض میں ہیں اور جہاد بعض احوال میں فرض میں ہے اور بعض احوال میں فرض کفایہ ہے، تبلیغ اسلام کے لیے جہاد کو فرض کفایہ ہے اور جب تک کہ کسی مسلمان ملک کی سرحدوں پر حملہ نہ ہو تو اس ملک کی سرحدوں کی حفاظت کے لیے ہر اس مسلمان پر جہاد کو فرض میں ہے جس کو مسلمانوں کا امیر جہاد کے لیے بلائے۔

اس کے بعد حضرت جبرائیل نے ایمان کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتوں، اس کے پیغمبروں، اس کے رسولوں، قیامت اور غیر و شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے وابستہ مانو۔ اسلام اور ایمان کا لغوی اور اصطلاحی معنی اور ان کے باہمی مفہوموں میں فرق کی تفصیل اور تحقیق ہم کتاب الایمان کے شروع میں بیان کر چکے ہیں۔  
اس حدیث میں ہے: حضرت جبرائیل نے کہا مجھے (مرتبہ) احسان کے متعلق بتائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو گویا کہ تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم اس حال کو نہ پاسکو تو اللہ تعالیٰ تو تم کو دیکھ رہا ہے۔

مرتبہ احسان کی تفصیل اور تحقیق | علامہ نووی نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو احسان کے دو مرتبے بیان کیے ہیں ان دونوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر بالفرض کوئی شخص اس بات پر قادر ہو کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اس کو دیکھو اور وہ عبادت کو پورے کمال کے ساتھ انجام دے گا اور اس کے ظاہری ارکان و آداب اور باطنی خصوصیات و شریعت میں سے کسی چیز میں کمی نہیں کرے گا، اور انتہائی احسن اور اکمل طریقہ سے عبادت کو انجام دے گا۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ ہے کہ ہر حال میں عبادت اس طرح کرو کہ گویا کہ تم خدا کے سامنے کھڑے ہو یا خدا تم کو دیکھ رہا ہے۔  
حافظ ابن حجر عسقلانی نے بیان فرمایا ہے کہ احسان کے پہلے مرتبہ کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان کے دل پر معرفت الہیہ کا اس قدر غلبہ ہو کہ وہ مشاہدہ حق میں اس طرح گم ہو جائے گویا کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ وہ معرفت الہیہ کے اس مقام پر نہ آئے اگرچہ نہ ہو لیکن اس کے ذہن میں ہر وقت یہ بات حاضر ہے کہ اللہ تعالیٰ



اس کو دیکھ رہا ہے، اعلیٰ قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ احسان کا پہلا مرتبہ عارف کے احوال اور اس کی واردات قلبیہ کی طرف اشارہ ہے یعنی سالک پر ایسا حال طاری ہو جائے کہ گویا وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور احسان کے دوسرے مرتبہ میں عابد کے علم کی طرف اشارہ ہے یعنی جس وقت کوئی مسلمان عبادت کرے تو اس علم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہا ہے اور جب کسی مزدور کو یہ علم ہو کہ مالک اس کو کام کرنے سے دیکھ رہا ہے تو وہ کام میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرتا۔ پس عابد بھی علم کی اسی کیفیت سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے۔

احسان کا پہلا مرتبہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس محل میں کرے کہ گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے۔ یہ کاملین کا حصہ ہے، کیونکہ ان لوگوں کی شان یہ ہوتی ہے کہ نعمت ملنے کے وقت ان کی منظر نسبت پر نہیں منعم کی طرف ہوتی ہے، اس طرح معصیت کے حال میں ان کی توجہ معصیت پر نہیں ہوتی اور نہ اس کے اثرات یعنی رنج و ملال ان کی طبیعت پر مرتب ہوتے ہیں بلکہ ان کی منظر معصیت ڈالنے والے کی طرف ہوتی ہے اور جن لوگوں کا یہ حال ہو وہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی معرفت میں مستغرق رہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ایک مرتبہ امام اعظم ابو حنیفہ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اچانک چھت سے ساپ گر پڑا تمام لوگ مسجد سے نازیں توڑ کر بھاگ گئے لیکن امام اعظم کو چٹا بھی نہ ہلا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

اسی طرح عروہ بن مسعود کے جسم کے کسی عضو میں زخم تھا تو گ اس عضو کو کاٹنا چاہتے تھے۔ نماز کی حالت میں ان کا عضو کاٹ ڈالا گیا۔ اور ان کو اس کا مطلق احساس نہیں ہوا۔ (تفسیر کبیر ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت)

ایک مرتبہ امام بخاری نماز پڑھ رہے تھے، نماز کے بعد انھوں نے قبیلے کا دامن اٹھایا اور ایک شاگرد سے کہا ذرا دیکھنا میری قمیص کے نیچے کیا ہے شاگرد نے دیکھا قمیص کے نیچے زہرور (بھڑ) تھی جس نے ان کے بدن پر سولہ ٹمک لگائے تھے جس کی وجہ سے ان کا جسم جگہ جگہ سے سوج گیا تھا، شاگرد نے پوچھا جب زہرور نے پہلی مرتبہ کاٹا تو آپ نے اس وقت نماز کیوں نہیں توڑ دی، فرمایا میں قرآن کریم کی جس آیت کی تلاوت کر رہا تھا اس کے ذوق میں اتنا مدہوش تھا کہ اس تکلیف کی طرف متوجہ ہی نہ ہو سکا۔ (لہدی الساری ج ۲ ص ۲۵۳، مطبوعہ مصر)

بہر حال یہ نفوس قدسیہ مشاہدہ جمال ذات اور معرفت میں اس قدر منہمک اور مستغرق ہوتے ہیں کہ نماز کی حالت میں دنیا کی کسی بات یا جسمانی تکلیف کی طرف ان کی توجہ نہیں ہوتی، بھلا جب مخلوق کے حسن و جمال میں محویت کا یہ عالم تھا کہ مصر کی عورتوں نے عبودہ یوسف دیکھنے کے بعد لیموں کی جگہ اپنی انگلیاں کاٹ ڈالیں تو جن نفوس قدسیہ کے سامنے تجلیات خالق بے حجاب ہوتی ہوں انھیں اپنا یا اپنے گرد و پیش کا کب احساس ہو سکتا ہے۔

اور احسان کا دوسرا مرتبہ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عبادت کرنے والا یہ یقین رکھے کہ خدا اس کو دیکھ رہا ہے یہ متوسطین حضرات کا مرتبہ ہے جن کی صفت یہ ہے کہ اگر مشاہدہ ذات اور معرفت حق کے اس مرتبہ کو نہیں پاسکے تو کم از کم خفوض و خشوع اور اخلاص اور لہجیت کا یہ مرتبہ تو اتنے سے نہیں جانے دیتے کہ عین عبادت کے عالم میں یہ ذہن میں رکھیں کہ خود مہبود ہماری طرف دیکھ رہا ہے۔

اعلیٰ قاری فرماتے ہیں کہ عابدین کے یہ اعتبار ایان کے تین مراتب ہیں، ایک وہ شخص ہے جو عذاب کے خوف اور ثواب کی طلب سے اطاعت کرتا ہے اس کا ایان علم الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو



عبادت کہتے ہیں دوسرا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اطاعت کے شوق سے کرتا ہے اس کا ایمان عین الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو عبودیت کہتے ہیں تیسرا وہ شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت محض اس نیت سے کرتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور بندہ کا یہی کام ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کی اطاعت کرے اس شخص کا ایمان حق الیقین کے مرتبہ میں ہے اور اس کی اطاعت کو عبودہ کہتے ہیں اور احسان کے پہلے مرتبہ سے مراد اصحاب حق الیقین ہیں اور احسان کے دوسرے مرتبہ سے مراد اصحاب عین الیقین ہیں اور یہ ہم لوگ تو وہ ایمان کے تیسرے درجہ میں آتے ہیں جن کا ایمان علم الیقین کے درجہ کا ہے اور جن کی اطاعت عبادت سے آگے نہیں بڑھتی، ہم وہ لوگ ہیں جو مرتبہ احسان کی دونوں قسموں سے غاری ہیں، اللہ تعالیٰ ہماری اصلاح فرمائے اور ہمیں مرتبہ احسان سے حظ وافر عطا فرمائے (آمین)

### رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم خمسہ حاصل ہونے کے متعلق علماء اسلام کی تصریحات اس

میں ہے سائل نے کہا مجھے قیامت کے متعلق بتائیے! آپ نے فرمایا: اس کے متعلق جواب دینے والا سوال کرنے والے سے زبان جاننے والا نہیں ہے۔

قیامت کب واقع ہوگی، بارش کب ہوگی، ماں کے پیٹ میں کیا ہے، انسان کل کیا کرے گا اور کون شخص کس جگہ مرے گا، یہ وہ امور خمسہ ہیں جن کا واقعی علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے، بحث اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی مخلوق کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا ہے یا نہیں، بعض علماء مہنف نے نیک نیتی کے ساتھ یہ کہا یہ علم اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور اس نے مخلوق میں سے کسی کو ان پانچ چیزوں پر مطلع نہیں فرمایا، اور اکثر اہل اسلام نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو عموماً اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصاً ان پانچ چیزوں کے علوم میں سے بھی حظ وافر عطا فرمایا ہے۔ اب ہم ذیل میں ان علماء اسلام کی عبارات پیش کر رہے ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان علوم کے مطالعے کے لئے کی تصریح کی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

قال القرطبي فمن ادعى علمه شيء منها غدير  
مسند الى رسول الله صلى الله عليه وسلم  
كان كاذبا في دعواه له

علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ احمد قسطلانی، ملا علی قاری اور شیخ عثمانی نے بھی اپنی شروح میں علامہ قرطبی

- ۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۲۹، مطبوعہ دارالافتاء الطہریہ مصر ۱۳۴۸ھ
- ۲۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۱۲۴، مطبوعہ دار النشر للکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ
- ۳۔ علامہ احمد قسطلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۱ ص ۱۳۸، مطبوعہ مطبعہ مبینہ مصر ۱۳۰۶ھ
- ۴۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری حنفی متوفی ۱۰۴۱ھ، ہرقات ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱۳۹۰ھ
- ۵۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۶ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۱۷۳، مطبوعہ مکتبۃ السجاز کراچی



کی اس عبارت کو نقل کیا ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال بعضهم ليس في الآية دليل على ان الله لم يطلع نبية على حقيقة الروح بل يحتمل ان يكون اطلعه ولم يأمره ان يطلعهم وقد قالوا في علم الساعة زحوا هذا والله اعلم به

بعض علماء نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا، بلکہ خدا کی آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا، بلکہ خدا کی آیت میں یہ دلیل نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو روح کی حقیقت پر مطلع کیا، اور آپ کو اس کی اطلاع دینے کا حکم نہ دیا، اور قیامت کے علم کے شائق بھی علمائے اسی طرح کہا ہے۔ واللہ اعلم۔

علامہ احمد عسقلانی نے بھی یہ عبارت نقل کی ہے۔

علامہ درقانی الموابیب کی شرح میں لکھتے ہیں:

(وقد قالوا في علم الساعة) وباقى الخمس المذكورة في آية ان الله عند علم الساعة (زحوا هذا) يعني انه علمها ثم امر بكتُمها

علم قیامت اور باقی ان پانچ چیزوں کے متعلق جن کا سورہ لقمان کی آخری آیت میں ذکر ہے علماء نے یہی کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان پانچ چیزوں کا علم عطا فرمایا اور آپ کو انہیں مخفی رکھنے کا حکم دیا۔

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

ذهب بعضهم الى انه صلى الله عليه وسلم اوتي علم الخمس ايضا وعلم وقت الساعة والروح وانه امر بكتُم ذلك

اور بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امور خمسہ کا بھی علم دیا گیا ہے اور وقوع قیامت کا اور روح کا بھی علم دیا گیا ہے اور آپ کو ان کے مخفی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

علامہ صاوی مالکی لکھتے ہیں:

قال العلماء الحق انه لو يخرج نبينا من

علماء کرام نے فرمایا کہ حق بات یہ ہے کہ رسول

۱۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۸ ص ۴۰۳، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ

۲۔ علامہ احمد عسقلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، ارشاد الساری ج ۴ ص ۴۰۳، مطبوعہ مطبعہ مبینہ مصر ۱۳۰۶ھ

۳۔ علامہ احمد عسقلانی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، الموابیب اللدنیہ مع الزرقانی ج ۱ ص ۱۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۲ھ

۴۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح الموابیب اللدنیہ ج ۱ ص ۲۷۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۲ھ

۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، المختصر فی الکبریٰ ج ۲ ص ۱۹۵، مطبوعہ مکتبہ فوریہ رضویہ فیصل آباد

۶۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، شرح الصدور ص ۱۳۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ مصر



الدنيا حتى اطلع الله على تلك الخمس ولكنه امره بكتبتها اليه

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا سے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو الیٰ پانچ چیزوں کے علوم پر مطلع نہیں فرمایا لیکن آپ کو ان علوم کے مخفی رکھنے کا حکم فرمایا۔

اور علامہ آکوسی فرماتے ہیں:

لما يقبض رسول الله صلى الله عليه و  
سلم حتى علم كل شيء ما يمكن العلم به ربه

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تک وفات نہیں پائی جب تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہر اس چیز کا علم نہیں دے دیا جس کا علم دینا ممکن تھا۔

نیز علامہ آلوسی کہتے ہیں:

ويجوز ان يكون الله تعالى قد اطلع  
حييه عليه الصلوة والسلام على وقت قيامها  
على وجه كامل لكن لا على وجه يحاكي  
علمه تعالى به الا انه سبحانه او جب  
عليه صلى الله تعالى عليه وسلم كتمه  
لحكمة ويكون ذلك من خواصه عليه  
الصلوة والسلام وليس عندي ما يفيد الجزم  
بذلك

امام راڑی لکھتے ہیں:

عالم الغيب فلا يظهر على غيبه مخصوص  
وهو قيام القيامة احدا ثم قال بعده لكن  
من ارتضى من رسول - لله

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے وہ اپنے مختصر میں غیب  
یعنی قیامت قائم ہونے کے وقت پر کسی کو مطلع نہیں  
فرماتا البتہ ان کو مطلع فرماتا ہے جن سے وہ راہنی ہوتا  
ہے اور وہ اللہ کے رسول ہیں۔

۱۰ علامہ احمد صاوی ماسکی، تفسیر صاوی ج ۳ ص ۲۵۵، مطبوعہ دار احیاء الکتب العربیہ مصر

٢٤ علامہ سید محمود الہوسی حنفی ۱۲۷۰ھ روج الحالی ج ۱۵ ص ۱۵۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

٢٣ - علامہ ابراہیم نقشبند سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۱ ص ۲۱۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۵. امام فخرالدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۲ هـ، تفسیر کبیر ج ۸، ص ۲۲۳، مطبوعه دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ هـ



علامہ علاؤ الدین خازن نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔ ۱۷  
علامہ تفت زانی لکھتے ہیں:

والجواب ان الغیب لہذا لیس للحدوم  
بل مطلقا ومعین ہو وقت وقوع القیمة  
بقریۃ السیاق ولا یبعد ان یطلع علیہ  
بعض الرسل من العلاء کما والیدشر۔ ۱۸

اور جواب یہ ہے کہ یہاں غیب عموم کے لیے  
نہیں ہے بلکہ مطلق ہے یا اس سے غیب خاص مراد  
ہے یعنی وقت وقوع قیامت اور آیات کے سلسلہ  
رابطہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے اور یہ بات مستبعد نہیں  
ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض رسولوں کو وقت وقوع قیامت پر  
مطلع فرمائے خواہ وہ نسل ملائکہ ہوں یا رسل بشر۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وحق أنست کہ ور آیت ویلے نیست بر آنکہ حق تعالیٰ  
مطلع نگر وایندہ است حبیب محمد وصالے اللہ علیہ وسلم برکات  
روح بلکہ احوال دارد کہ مطلع گر وایندہ باشد و امر نگر دارد کہ  
مطلع گر و امر این قوم را و بعضی از علماء در علم ساعت نیز  
ہیں معنی گفتہ اندالی ان قال وے گوید بندہ مسکین محمد صلی اللہ  
خیرا وسلم والیقین و پکارہ جزات کند مومن عارف کہ نفی مسلم  
بر حقیقت روح میدمرسلین و امام العارفین صلی اللہ علیہ وسلم  
کند و دادہ است اور حق بجانہ علم ذات و صفات خود  
فتح کردہ بروے فتح مبین از علوم اولین و آخرین روح  
انسانی چہ باشد کہ در جنب حقیقت جامعہ مدنی قطرہ البیت  
از دریائے از بیضائے قائم و باللہ التوفیق۔ ۱۹

حق یہ ہے کہ کائنات کی آیت میں اس بات پر کوئی  
دلیل نہیں ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ  
وسلم کو روح کی حقیقت پر مطلع نہیں کیا بلکہ باوجود اس کے مطلع  
کیا ہوا اور لوگوں کو بتلانے کا حکم آپ کو عطا دیا ہوا۔ اور بعض  
علمائے علم قیامت کے پاس ہیں بھی یہی قول کیا ہے  
اور بندہ مسکین را انداز اس کو نور علم اور یقین کے ساتھ فاضل  
فرمائے یہ کہتا ہے کہ کوئی مومن عارف حضور صلی اللہ  
علیہ وسلم سے روح کے علم کی ایک نفی کر سکتا ہے۔  
وہ جو سید مرسلین اور امام العارفین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے  
اپنی ذات اور صفات کا احکام عطا فرمایا ہے اور تمام اولین  
اور آخرین کے علوم آپ کو عطا کیے ہیں ان کے سامنے  
روح کے علم کی کیا حیثیت ہے۔ آپ کے علم کے سمندر  
کے سامنے روح کے علم کی ایک قطرہ سے زیادہ کیا  
حقیقت ہے۔

سید عبد الغزیز دہلوی عارف کامل فرماتے ہیں:

وکیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان پانچ چیزوں

۱۷۔ علامہ علی بن محمد خازن شافعی متوفی ۴۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۴ ص ۳۱۹، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت

۱۸۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفت زانی متوفی ۶۹۱ھ، شرح المقامہ ج ۲ ص ۲۰۵، مطبوعہ دار المعارف الشامیہ ۱۴۰۱ھ

۱۹۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مدارج النبوت ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبہ ندویہ رضویہ سکھر



علیہ وسلم والواحد من اهل التصرف من امۃ الشریفة لا یمکنہ التصرف الا بمعرفۃ هذه الخمس۔ ۱۔  
 کا علم کیسے محقق ہو گا، حالانکہ آپ کی امت خلیفہ میں سے کوئی شخص اس وقت تک صاحب تصرف نہیں ہو سکتا جب کہ اس کو ان پانچ چیزوں کی معرفت نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات میں علوم خمسہ کے انحصار کی خصوصیت کا سبب | سورہ لقمان کی اس آخری آیت میں یہ فرمایا گیا ہے:

ان الله عنده علم الساعة وينزل الغيث ويعلم ما في الارحام وما تدرى نفس ما اذا تكسب غداً وما تدرى نفس ارباب ارض تموت ان الله علیم خبیر۔  
 بے شک اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم، اور وہی بارش نازل کرتا ہے، اور وہی جانتا ہے جو رگوں میں ہے، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کسے گا، اور کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں مرے گا، بے شک اللہ ہی جانتے والا، ارجے چاہے، خبر دینے والا ہے۔ (لقمان: ۳۴)

اس آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ان پانچ چیزوں کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، اس پر یہ اشکال نہوتا ہے کہ ہر چیز کا ذاتی علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، پھر ان پانچ چیزوں کی تخصیص کیا جاتا ہے، اس کے دو جواب ہیں، ایک یہ کہ مشرکین ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے اس لیے بتایا گیا کہ ان چیزوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ مشرکین کا اعتقاد یہ تھا کہ ان کے کاہنوں اور نجومیوں کو ان کا علم ہے اس لیے بتایا گیا کہ ان کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔

علامہ اسماعیل حنفی لکھتے ہیں:

اس آیت میں ان پانچ چیزوں کا شمار کیا گیا ہے، حالانکہ تمام مغیبات کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کے متعلق سوال کرتے تھے رسالت ہے کہ دیہاتیوں میں سے عمار بن عمر بنی مملی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے قیامت کے وقت کے متعلق سوال کیا، اور یہ کہ ہماری زمین خشک ہے میں نے اس میں بیج ڈالتے ہیں، بارش کب ہوگی؟ اور میری عورت حاملہ ہے، اس کے پیٹ میں مذکر ہے یا مؤنث؟ اور مجھے گذشتہ کل کا تو علم ہے لیکن آئندہ کل میں کیا کروں گا؟ اور مجھے یہ علم ہے کہ میں کس جگہ پیدا ہوا، لیکن میں کہاں مروں گا؟ اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی۔

نیز اہل جاہلیت نجومیوں کے پاس جا کر سوال کرتے تھے اور ان کا یہ زعم تھا کہ نجومیوں کو ان چیزوں کا علم ہوتا ہے اور اگر کاہن غیب کی کوئی خبر دے اور کوئی شخص اس کی تصدیق کرے تو یہ کفر ہے، یہی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کاہن کے پاس گیا اور اس کے قول کی تصدیق کی تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ دین کا کفر کیا۔



اور یہ جو بعض روایت میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام غیب کی خبریں دیتے ہیں تو ان کا یہ خبر دینا، وحی، الہام اور کشف کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم دینے سے ہوتا ہے، لہذا ان پانچ چیزوں کے علم کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہونا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ ان غیب پر اعیان، اولیاء اور ملائکہ کے سوا اور کوئی مطلع نہیں ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

عَالَمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا  
إِلَّا مَن ارْتَضَىٰ مِن رَّسُولٍ  
(جن ۲۴: ۶۴)

(اللہ) غیب جاننے والا ہے تو اپنے غیب پر کسی کو (کامل) اطلاع نہیں دیتا مگر جن کو اس نے پسند فرمایا جو اس کے (رسول) رسول ہیں۔

اور بعض غیب وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی فرات کے ساتھ خاص کر دیا، جن کی اطلاع کسی مقرب فرشتے کو ہے اور کسی نبی مرسل کو جیسا کہ اس آیت میں اشارہ ہے:

عِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يُعْلِمُهَا إِلَّا هُوَ  
(انعام ۵۹)

اور اسی کے پاس غیب کی چابیاں ہیں، اس کے سوا (بذات خود) انھیں کوئی نہیں جانتا۔

قیامت کا علم بھی انہی امور میں سے ہے، اللہ تعالیٰ نے وقوع قیامت کے علم کو مخفی رکھا، لیکن صاحب شرع کی زبان سے اس کی علامتوں کو ظاہر فرمادیا، مثلاً خروج و جال، نزول عیسیٰ اور سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، اسی طرح بعض اولیاء نے الہام صحیح سے بارش ہونے کی خبر دی اور یہ بھی بتایا کہ مال کے پیٹ میں کیا ہے، اسی طرح ابوالعزم اصفہانی شیراز میں بیمار ہو گئے انھوں نے کہا میں نے اللہ تعالیٰ سے طرطوس میں موت کی دعا کی ہے اگر بالفرض میں شیراز میں مر گیا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دینا، (یعنی ان کو یقین تھا کہ ان کی موت طرطوس میں آئے گی) وہ چند روز بعد میں طرطوس میں ان کی وفات ہوئی، اور میرے شیخ نے بیس سال پہلے اپنی موت کا وقت بتا دیا تھا، اور وہ اپنے بتائے ہوئے وقت پر ہی فوت ہوئے۔ لے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیامت کی علامات کو بیان فرمانے اور کن بیان نہ فرمانے کا سبب

اس حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی علامتیں بتلائی، جب باندیوں نے ان کے آقا پیدا ہوں، اور جب تم دیکھو کہ برہنہ تن، برہنہ پا، تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتیں بنا لگیں۔  
چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وقت وقوع قیامت کا علم تھا لیکن اس علم کو عام لوگوں سے مخفی رکھا



مقصود تھا، اس لیے سائل نے جب وقت وقوع قیامت کے بارے میں استفسار کیا تو حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ میں وقت قیامت کو نہیں جانتا بلکہ یہ فرما کر بات ٹال دی کہ اس بات کے بارے میں میں سائل سے زیادہ نہیں جانتا۔

باندیوں سے آقا پیدل حملے کے شارحین نے بہت سے مطالب بیان کیے ہیں لیکن زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ قرب قیامت میں اولاد اپنی ماں کی نافرمانی کرے گی، اس سے قرین آمیز سلوک کرے گی اور ماں پر اپنا حکم چلائے گی اور اولاد کے سامنے مائیں یوں معلوم ہوں گی جیسے آقاؤں کے سامنے ان کی باندیاں ہوں۔

قیامت کی علامتوں میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں صرف دو علامتیں بیان فرمائی ہیں۔ ایک باندیوں سے آقا کا پیدل ہونا، دوسری چرواہوں کا امیر و کبیر ہو جانا، دیگر احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور بھی متعدد علامتیں بیان فرمائی ہیں مثلاً "یا جوج ماجوج اور دابة الارض کا خروج اور حضرت عیسیٰ اور مہدی کا ظہور، غوث قریں کا عیاں لباس پہنتا، نازل لوگوں کا منصب امارت پر فائز ہونا ان کے علاوہ حضور نے ہمیشہ اور تاریخ بھی بتلائی مگر محرم کا ہمیشہ اور دس تا بیس ہنگاموں بھی بتلایا کہ جمعہ کا دن ہر گز صرف سن نہیں بتلایا، کیونکہ اگر سن بھی بتلا دیتے تو آج ایک سچہ بھی حساب لگا کر جان لیتا کہ قیامت آنے میں کتنے سال رہ گئے ہیں حالانکہ قرآن کریم میں ہے:

لَا تَأْتِيكُمُ الْبَغْتَةُ (اعراف: ۱۸۷) تم پر قیامت اچانک ہی آئے گی۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقوع قیامت کا سن بھی بتلا دیتے تو قیامت کا آنا اچانک نہ رہتا اور قرآن مجید ہوتا۔ حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے کذب نہیں صدق بن کر آئے ہیں، پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کی تصدیق کے لیے سن نہیں بتلایا اور اپنا علم ظاہر کرنے کے لیے آپ نے عام ملامتوں سے بے کردان اور تاریخ تک سب کچھ بتلا دیا۔

جامع ترمذی اور سنن ابوداؤد کی روایت میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو تین دن بعد بتلایا کہ وہ اجنبی شخص حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے اور حضرت ابوہریرہ کی روایت میں جس کا ذکر امام مسلم اسی باب کی پانچویں اور چھٹی حدیث میں کریں گے، مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اجنبی شخص کے ہاتھ ہی فرمایا اس کو واپس بلاؤ، صحابہ کرام فوراً مجلس سے اٹھ کر گئے لیکن انہیں وہاں کچھ نظر نہ آیا۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بتلایا کہ وہ آنے والا شخص جبرائیل تھا، علامہ نووی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر کو جو تین دن بعد معلوم ہوا، اس کی وجہ یہ ہو گی کہ وہ مجلس سے اٹھ کر چلے گئے ہوں گے اور پھر تین دن بعد ان کو حضور سے پوچھنے پر معلوم ہوا ہو گا کہ وہ شخص جبرائیل تھے۔ لے

❦



## نمازوں کا بیان جو ارکان اسلام میں سے ایک رکن میں

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اہل نجد سے ایک شخص حاضر ہوا جس کے بال بکھرے ہوئے تھے ہم اس آواز کی گنگناہٹ سن سبے تھے اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے حتیٰ کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تب معلوم ہوا کہ وہ پوچھ رہا ہے کہ اسلام کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دن اور رات میں پانچ نمازیں پڑھنا اس شخص نے پوچھا کیا ان کے علاوہ اور کوئی نادر بھی فرض ہے، آپ نے فرمایا نہیں البتہ نفل نمازیں پڑھ سکتے ہو اور ماہ رمضان کے روزے، اس شخص نے پوچھا کیا اللہ کے علاوہ اور روزے بھی فرض ہیں آپ نے فرمایا نہیں البتہ نفل روزے رکھ سکتے ہو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا ذکر کیا، اس نے پوچھا کیا اس کے علاوہ اور کوئی صدقہ بھی فرض ہے آپ نے فرمایا نہیں البتہ تم نفل صدقہ کر سکتے ہو حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ وہ شخص واپس چلا گیا اور جلتے ہوئے کہہ رہا تھا بعد ازاں میں ان احکام میں تبادلی کر دیں گا اور مدد کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ اسکا حدیث کو حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ اخیر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے باپ کی قسم اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا یا فرمایا اس کے باپ کی قسم اگر یہ شخص سچا ہے تو جنت میں داخل ہو گیا۔

## بَابُ بَيَانِ الصَّلَاةِ الَّتِي هِيَ أَحَدُ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ

۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ جَبْرِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ التَّقِيفِيِّ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ فِيهِمَا قُرِئَ عَلَيْهِ عَنْ أَبِي سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ تَأْثِيرُ الرَّأْسِ كَسَمْعٍ دَوِيٍّ صَوْتِهِ وَلَا تَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَفَأَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَاذَاهُ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُمُسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعٌ وَصِيَامٌ شَهْرٍ مَقْدَانٍ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعٌ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِ هَذَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعٌ قَالَ فَادَّبَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللَّهِ لَا أَرِيدُ عَلَى هَذَا أَنْ أَفْقُسَ مِنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ

۹ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَيْدٍ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ جَمِيعًا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ أَهْلِ نَجْدٍ تَأْثِيرُ الرَّأْسِ كَسَمْعٍ دَوِيٍّ صَوْتِهِ وَلَا تَفْقَهُ مَا يَقُولُ حَتَّى دَفَأَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَاذَاهُ يَسْأَلُ عَنِ الْإِسْلَامِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُمُسُ صَلَوَاتٍ فِي الْيَوْمِ وَاللَّيْلَةِ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعٌ وَصِيَامٌ شَهْرٍ مَقْدَانٍ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِ هَذَا فَقَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعٌ وَذَكَرَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الزَّكَاةَ فَقَالَ هَلْ عَلَى غَيْرِ هَذَا قَالَ لَا إِلَّا أَنْ تَطُوعٌ قَالَ فَادَّبَ الرَّجُلُ وَهُوَ يَقُولُ وَاللَّهِ لَا أَرِيدُ عَلَى هَذَا أَنْ أَفْقُسَ مِنْهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْلَحَ إِنْ صَدَقَ



**نفل عبادات کو پورا کرنے کے وجوب پر فقہاء احناف کے دلائل** | حدیث نمبر ۸ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دن اور رات میں پانچ نمازیں (فرض) ہیں، اس شخص نے پوچھا کیا ان کے علاوہ اور کوئی نماز بھی فرض ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں مگر یہ کہ تم نفل نمازیں پڑھو۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

ہم اسے اصحاب شافعیہ نے یہ کہا ہے کہ یہ جملہ استغناء منقطع ہے، اور اس کا معنی یہ ہے لیکن فقہاء نے نفل پڑھنا مستحب ہے، بعض علماء نے اس کو استیذان متصل قرار دیا اور اس سے یہ استدلال کیا کہ جس آدمی نے نفل روزہ یا نفل نماز شروع کی، اس پر اس کو پورا کرنا واجب ہے، اور ہمارے مذہب یہ ہے کہ نفل شروع کرنے کے بعد اس کو پورا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔ لہٰذا فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ نفل عبادات مثلاً نماز یا روزے کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا واجب ہے، اور ان کی دلیل یہ ہے کہ اگر کسی نے نفل شروع کر کے اس کو توڑ دیا اور بعد میں اس کو قضاء نہیں کیا تو اس کا وہ عمل باطل ہو جائے گا، اور قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَبْطُلُوا أَعْمَالَكُمْ (محمد: ۳۳)

اور اپنے اعمال کو باطل نہ کرو۔ اس لیے نفل نماز اور نفل روزے کو توڑنے کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نفل روزہ توڑنے پر اس کی قضاء کرنے کا حکم دیا ہے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشة قالت كنت انا وحفصة

صائمتين فعرض لنا طعام اشتهيته فاكلنا

منه قال اقضيا يومنا آخره مكانه۔ لہٰذا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں

اور حضرت حفصہ (نفلی) روزے سے تھیں، ہمارے

پاس ایسا کھانا آیا جسے کھانے کو ہمارا دل چاہتا

تھا، ہم نے اس سے کچھ کھایا، آپ نے فرمایا:

اس کے بدلے دوسرا روزہ قضاء کرنا۔

اس حدیث کو امام مالک رحمہ اللہ اور امام احمد رحمہ اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔ قرآن مجید کی آیت کریمہ اور ان مستند احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نفل نماز اور روزے کو توڑنے کے بعد اس کی قضاء کرنا واجب ہے اور اس معاملہ میں فقہاء احناف کثر ہم اللہ کا مذہب بھی قرآن اور حدیث

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ بشرح مسلم ج ۱ ص ۳۰ مطبوعہ نور محمد امج المطابع کراچی، ۱۴۰۵ھ

۲۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ جامع ترمذی ص ۱۳۹ مطبوعہ نور محمد کراچی سجاد کتب کراچی

۳۔ امام مالک بن انس متوفی ۲۴۱ھ مؤطا امام مالک ص ۲۴۸ مطبوعہ مطبع مجتبیٰ پاکستان لاہور

۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ مسند احمد ج ۲ ص ۲۶۳، ۲۶۵ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ



درجہ اولیٰ

اس حدیث میں ہے وہ شخص واپس چلا گیا اور جاتے ہوئے یہ  
نے کی توجیہ کہہ رہا تھا یہ خدا میں ان احکام میں زیادتی کروں گا نہ کی، رسول  
رہا، اگر یہ شخص سچا ہے تو کامیاب ہو گیا۔

حاضر تھے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کامیابی کی جو بشارت دی ہے وہ اس شخص کے اس قول کی  
وجہ سے ہے۔ میں ان احکام میں کوئی زیادتی کروں گا اور نہ کی، اگر اس پر یہ اشکال ہو کہ اگر کسی شخص نے نفل  
عبادات زیادہ کیں تو کیا وہ کامیاب نہیں ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ جب صرف فرض اور واجب کی ادائیگی سے  
فلاح حاصل ہو جائے گی تو ان کے ساتھ مستحبات ادا کرنے سے بہ طریقہ اولیٰ فلاح حاصل ہوگی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ اس شخص نے یہ کیوں کہا کہ میں ان عبادات پر کوئی اضافہ نہیں کروں گا، حالانکہ اس حدیث  
میں تمام واجبات کا ذکر ہے نہ تمام منہیات کا اور مستحبات کا، اس کا جواب یہ ہے کہ صحیح بخاری کی روایت  
میں زیادہ وضاحت ہے، اس میں مذکور ہے اس شخص نے کہا: یا خدا، اللہ تعالیٰ نے مجھ پر جو کچھ فرض کیا ہے  
اس میں میں کوئی اضافہ کروں گا نہ کی، باقی رہے نوافل تو اس حدیث نوافل کی مشروعیت سے پہلے  
کی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فرض میں اضافہ کرنے سے اس کی مراد یہ ہو کہ مثلاً وہ ظہر کے فرض چار رکعت  
ہی پڑھے گا، پانچ رکعت نہیں پڑھے گا یا اس کی مراد یہ ہو کہ وہ دن رات میں پانچ فرض نمازیں پڑھے گا، چھ  
فرض نہیں پڑھے گا، اس پر بھی کہا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی شخص صرف فرائض اور واجبات ادا کرے اور سنن اور  
نوافل اور مستحبات کو ترک کر دے، تب بھی اس کو نفع فلاح اور نجات حاصل ہو جائے گی، اگرچہ فلاح کامل کے  
لیے سنن اور نوافل کو ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ بعض روایات میں حج کا ذکر نہیں ہے، بعض میں روزے کا اور  
بعض میں صلہ رحمی کا، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ بعض راویوں سے بعض چیزوں کا ذکر چھوٹ گیا، دوسرے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام فرائض اور واجبات بیان فرما دیے تھے۔

**غیر اللہ کی قسم کھانے کا شرعی حکم** | حدیث نمبر ۹ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علامہ نووی لکھتے ہیں: اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے قسم  
کھانی ہے وہ صرف اللہ کی قسم کھائے اور اللہ تعالیٰ نے تم کو تمہارے باپ دادا کی قسم کھانے سے منع فرمایا ہے،  
اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا "اس کے باپ کی قسم" یہ اہل عرب کے کلام اور ان کے  
عرف اور عادت کے مطابق ہے کہ وہ قسم کا ارادہ کیسے بنے اس قسم کے کلمات کہتے تھے اور آپ کا منع فرمانا قصد  
اور ارادہ سے غیر اللہ کی قسم کھانے پر محمول ہے یا جب کوئی شخص کسی آدمی کی تعظیم کو اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے ساتھ متشابہ کر



کے اس کی قسم کھائے، یا آپ کا یہ قسم کھانا پہلے کا واقعہ اور خیر اللہ کی قسم کھانے کی ممانعت اس سے ہے۔ (سید علی نقی)۔

**تہجد کی فرضیت کے منسوخ ہونے کا بیان** | اس حدیث سے جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں ان میں سے ایک مسئلہ یہ ہے کہ ناسا اسلام کا رکن

ہے اور جیسا کہ دیگر احادیث میں بیان کیا گیا ہے، دن اور رات میں ہر مکلف پر پانچ نمازیں فرض کی گئی ہیں ہر مکلف کی قید اس لیے ہے کہ حیض اور نفاس والی صورت حیض اور نفاس کی مدت میں نماز کی مکلف نہیں ہے اور باقی احکام شرعیہ کی مکلف ہے، نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ امت کے حق میں تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو چکی ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تہجد کی نماز کی فرضیت کے منسوخ ہونے میں اختلاف ہے، امام شافعی کا بھی قول یہ ہے کہ آپ کے حق میں بھی تہجد کی نماز کی فرضیت منسوخ ہو گئی۔

**وتر کی نماز کے وجوب میں اختلاف فقہاء اور فقہاء احناف کے موقف پر دلیل** | علامہ نوری لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ وتر کی نماز واجب نہیں ہے اور عید کی نماز بھی واجب نہیں ہے اور یہی جہور علماء کا مذہب ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور بعض فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ وتر کی نماز واجب ہے اور علامہ ابو سعید اصطخری شافعی کا مذہب یہ ہے کہ عید کی نماز فرض کفایہ ہے۔

علامہ نوری کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ اس حدیث سے وتر کے وجوب کی نفی ہوتی ہے، اس حدیث میں فرض نماز کا ذکر ہے اور اس شخص نے یہ کہا کہ میں فرض نمازوں پر زیادتی یا کمی نہیں کروں گا، سو اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وتر کی نماز فرض نہیں ہے، اس سے وتر کے وجوب کی نفی نہیں ہوتی، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وتر کی نماز فرض نہیں واجب ہے اور وتر کے وجوب کی یہ دلیل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وتر فرض ہو جانے کی صورت میں اس کی تنہا کرنے کا حکم دیا ہے اور تنہا واجب کی ہوتی ہے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من نام عن الوتر أو نسیہ فلیصل إذا ذکر وإذا استیقظ۔  
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وتر کی نماز پڑھے بغیر سو گیا یا اس کو بھول گیا تو اس کو وتر کی نماز حجب یاد آئے یا بیدار ہو تو وہ اس کو پڑھے۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوری شافعی متوفی ۷۸۰ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰، مطبوعہ دار الفکر للطباعة و النشر، ۱۳۵۵ھ

۲۔ " " " " شرح مسلم ج ۱ ص ۳۰ " " " "

۳۔ امام ابو علی محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۹۲ " " " "



میز امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله ابن يزيد ان النبي صلى الله عليه وسلم قال من نام عن وقوة فليصل اذا اصبغ - له

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص روزہ کی ناکہ پڑھے بغیر سوجھئے تو جب صبح ہو روزہ پڑھ لے۔

رمضان کے روزوں اور زکوٰۃ کے علاوہ دیگر روزوں اور صدقات کے فرض نہ ہونے کی تحقیق

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عاشوراء کا روزہ واجب نہیں ہے، نہ رمضان کے علاوہ اور کوئی روزہ واجب ہے، اور یہ اجماعی امر ہے، اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے عاشوراء کا روزہ واجب تھا یا فرض، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، اظہر قول یہ ہے کہ عاشوراء کا روزہ واجب نہیں تھا، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک واجب تھا، اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو مسلمان صاحب نصاب ہو اس کے مال میں زکوٰۃ کے سوا اور کوئی حق واجب نہیں ہے۔

تفصلاً رمضان، کفارہ ظہار، کفارہ قتل اور کفارہ قسم کے روزے بھی فرض ہیں، تصدقاً رمضان کا روزہ توڑنے سے کفارے کے روزے بھی فرض ہیں، احرام میں منوعہ کام کرنے سے بھی روزے فرض ہیں، اور نذر کے روزے واجب ہیں، مالی صدقات میں روزہ کا نذیر واجب ہے اور صاحب نصاب پر قربانی کرنا واجب ہے، اور اگر کسی صدقہ کی ہمدردمانی تو اس کو پورا کرنا واجب ہے، اس لیے علامہ نووی کا علی الاطلاق یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ رمضان کے روزوں کے علاوہ اور کوئی روزہ واجب ہے نہ زکوٰۃ کے سوا اور کوئی مالی صدقہ واجب ہے۔

ارکان اسلام سے متعلق سوال

بَابُ السُّؤَالِ عَنْ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا، اس لیے ہماری خواہش ہوتی کہ کوئی مجبوراً وہ بات اُسے اور حضور سے سوالات کرے اور ہم حضور

۱۰۔ حَدَّثَنَا عَنْ عَبْدِ رَافِعِ بْنِ جَعْفَرٍ الْبَغْدَادِيِّ حَدَّثَنَا هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ أَبُو النَّضْرِ حَدَّثَنَا سَكِينُ بْنُ الْمَعِينِ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قُبِينَا أَنْ نَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

۱۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد، مجمع المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ  
۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۲۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳، مطبوعہ نور محمد، مجمع المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ



وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ مِّمَّا كَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يُجِئَنِي الرَّجُلُ  
مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ فَيَسْأَلُنِي وَنَحْنُ نَسْمَعُ  
وَنَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ  
أَتَأْتَانَا رَسُولَكَ فَتَرْعَى كُنَّا أَقْلًا تَرْعَى أَنَّ  
اللَّهُ أَرْسَلَكَ قَالَ صَدَقَ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ  
السَّمَاءَ قَالَ اللَّهُ قَالَ فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ  
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى قَالَ فَمَنْ نَصَبَ هَذِهِ الْجِبَالَ  
وَجَعَلَ فِيهَا مَا جَعَلَ قَالَ اللَّهُ قَالَ فَيَا لَذِي  
خَلَقَ السَّمَاءَ وَخَلَقَ الْأَرْضَ وَنَصَبَ هَذِهِ  
الْجِبَالَ اللَّهُ أَرْسَلَكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَتَرْعَى  
رَسُولُكَ أَنْ عَلَيْكَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِي يَوْمِنَا  
وَلَيْكِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَيَا لَذِي أَرْسَلَكَ اللَّهُ  
أَمْرًا بِهَذَا أَقَالَ نَعَمْ قَالَ وَتَرْعَى رَسُولُكَ  
أَنْ عَلَيْكَ زَكَاةٌ فِي أَمْطَلِنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ  
فَيَا لَذِي أَرْسَلَكَ اللَّهُ أَمْرًا بِهَذَا أَقَالَ نَعَمْ  
قَالَ وَتَرْعَى رَسُولُكَ أَنْ عَلَيْكَ صَوْمٌ شَهْرٍ  
رَمَضَانَ فِي سَعَيْنَا قَالَ صَدَقَ قَالَ فَيَا لَذِي  
أَرْسَلَكَ اللَّهُ أَمْرًا بِهَذَا أَقَالَ نَعَمْ قَالَ وَ  
رَعَى رَسُولُكَ أَنْ عَلَيْكَ حَجٌّ الْبَيْتِ مَنِ  
اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا قَالَ صَدَقَ قَالَ ثُمَّ وَلِي  
قَالَ وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ لَا يَدُ عَلَيْهِنَّ  
وَلَا أَنْفُسٌ مِنْهُنَّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ لَيْسَ صَدَقَ لَيْدُ خَلْقِ الْجَنَّةِ

کے جوابات سنیں ایک دن ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا  
کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا قاصد کتاب  
پاس آیا ہے اور کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول  
بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے،  
اس نے پوچھا آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ آپ نے فرمایا  
اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے پوچھا زمین کو کس نے پیدا  
کیا؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے پوچھا  
زمین پر پہاڑوں کو کس نے نصب کیا اور باقی چیزیں زمین  
میں کس نے پیدا کیں؟ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔  
اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آسمان  
کو پیدا کیا، جس نے زمین کو پیدا کیا اور پہاڑوں کو اس  
میں نصب کیا، اللہ تعالیٰ نے ہی آپ کو رسول بنایا  
ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا آپ کا قاصد  
کہتا ہے کہ ہم پر دن اور رات میں پانچ غازیں فرض  
ہیں، آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا ہے اس نے  
کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو رسول بنایا  
ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان نمازوں کا حکم دیا  
ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں، اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا  
ہے کہ ہم پر ہمارے اموال میں زکوٰۃ بھی فرض ہے آپ  
نے فرمایا اس نے سچ کہا اس نے پوچھا قسم ہے اس  
ذات کی جس نے آپ کو رسول بنایا کیا اللہ تعالیٰ نے  
آپ کو اس بات کا حکم دیا ہے؟ آپ نے فرمایا ہاں،  
اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے ہم پر سال میں ایک  
بار ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں آپ نے فرمایا  
اس نے سچ کہا اس نے کہا میں آپ کو اس ذات کی  
قسم دیتا ہوں جس نے آپ کو رسول بنایا ہے کیا آپ کو  
اللہ تعالیٰ نے اس بات کا حکم دیا ہے آپ نے فرمایا  
ہاں اس نے کہا آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم میں سے  
جو شخص حج کرنے کی طاقت رکھتا ہو اس پر حج فرض ہے



آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا، حضرت انس کہتے ہیں کہ وہ دیہاتی چلا گیا اور جاتے وقت کہہ رہا تھا کہ تم سے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے نہ میں ان احکام میں اپنی طرف سے کچھ زیادتی کروں گا اور نہ کسی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر یہ سچا ہے تو عمر ورجل جنت میں داخل ہوگا۔

امام مسلم ایک اسناد کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قرآن کریم میں ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے سے روک دیا گیا تھا اور باقی حدیث حسب سابق بیان کی۔

۱۱۔ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بَهْزُ بْنُ شَاكِبٍ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ أَنَسٌ كُنَّا يَهْتَفُونَ فِي الْقُرْآنِ أَنْ نَسْأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ وَنَسَاقَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِهِ۔

اس باب کی حدیث فقیر! میں ہے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کو منع کرنے کی وجوہات

سے سوال کرنے سے روک دیا گیا تھا۔

قرآن مجید کی اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے سے روک دیا گیا ہے:  
يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنِ الشَّيْءِ  
ان تبدلوا تسئروا۔ (مائدہ ۱۰۱)  
ما فظ ابن کثیر اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو بارگاہ نبوت کے آداب بتائے ہیں کہ آپ سے غیر متعلق اور بے فائدہ چیزوں کے متعلق سوالات مت کرنا، اور ان کی تحقیق کے واسطے نہ ہو، کیونکہ اگر تم پر وہ امور ظاہر کر دیے گئے تو بعض اوقات وہ تم پر گراں گزریں گے، امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن آپ سے بجز سوالات کے آپ کے منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا ”تم آج مجھ سے جس چیز کے متعلق بھی سوال کر دو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا یہ سن کر صحابہ خوف زدہ ہو گئے اور ہر شخص اپنے کپڑے میں منہ چھپا کر رونے لگا، پھر ایک شخص اٹھا جس کے نسب میں طعن کیا جاتا تھا، اس نے پوچھا، اے اللہ کے نبی! میرا باپ کون ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارا باپ حذافہ ہے! پھر حضرت عمر کھڑے ہو کر عرض کرتے گئے: ہم اللہ کو رب مان کر لاہی ہیں، اور دین اسلام پر راضی ہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہیں۔ نیز امام ابن جریر نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے مہلک حالیکہ آپ کا چہرہ غصہ سے سرخ تھا، جب آپ منبر پر بیٹھ گئے تو ایک شخص نے سوال کیا میرا باپ کہاں ہے؟ آپ نے فرمایا وہ منہ میں! اس



کے بعد حسب سابق حدیث ہے۔

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استہزاء سوال کرتے تھے کوئی کہتا تھا میرا باپ کون ہے؟ کوئی کہتا تھا میری ارٹھی کہاں گئی؟ میری ہے تو یہ آیت نازل ہوئی۔ اور امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مِنْ اسْتَطَاعَ  
الیہ مبیلہ۔ (آل عمران: ۹۷)

تو صحابہ کرام نے کہا: یا رسول اللہ کیا ہر سال میں حج ہے؟ آپ خاموش رہے، انھوں نے پھر کہا: کیا ہر سال میں حج ہے؟ آپ پھر خاموش رہے، انھوں نے پھر کہا: کیا ہر سال میں حج ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں! اور اگر میں ان کہہ دیتا تو ہر سال حج فرض ہو جاتا اور اگر یہ ہر سال فرض ہو جاتا تو تم اس کو ادا کرنے کی طاقت نہ رکھتے، اس وقت پر یہ آیت نازل ہوئی: اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے متعلق سوال مت کرو جو اگر تم کو بتا دی جائیں تو تم کو ناکوار ہو جائے۔ اس حدیث میں ہے: آپ کا قاصد کہتا ہے کہ ہم انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کی تحقیق پر ہر سال میں ایک بار ماہ رمضان کے روزے

فرض ہیں آپ نے فرمایا اس نے سچ کہا۔

اس حدیث میں روزوں کا ذکر کیا گیا ہے، ہمارے زمانہ میں انجیکشن ایک نازہ ایجاد ہے، انجیکشن دوا کا بھی لگایا جاتا ہے اور گلوکوز کی صورت میں غذا کا بھی انجیکشن لگایا جاتا ہے، اکثر علما کی رائے یہ ہے کہ خواہ کسی قسم کا انجیکشن لگایا جائے، وہ دوا کا انجیکشن ہو، جسمانی طاقت کا، یا جنسی طاقت کا، یا گلوکوز کی ڈرپ لگائی جائے یا کسی دوا کی ڈرپ لگائی جائے، کسی طریقہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا، کیونکہ ان کے نزدیک جب تک دوا یا غذا جوف یا جوف و ماغ میں نہ پہنچے ان کا کہنا ہے کہ دماغ اور معدہ کے درمیان ایک منفذ (نالی) ہے جس کے ذریعہ دماغ سے معدہ میں غذا یا دوا منتقل ہوتی ہے (روزہ نہیں ٹوٹتا)۔

اس مسئلہ میں ہماری رائے یہ ہے کہ دوا یا گلوکوز کا انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ غذا ہضم کے مراحل طے کرنے کے بعد گلوکوز بن جاتی ہے، اور اسی سے ہمارے جسم کو توانائی حاصل ہوتی ہے لہذا اگر جب منہ کے ذریعہ غذا گلوکوز بن کر ہمارے جسم میں پہنچ جائے اور اس سے روزہ ٹوٹ جائے تو اگر براہ راست گلوکوز انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ ہمارے جسم میں پہنچا دیا جائے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائیگا اسی طرح جب منہ سے دوا کھائی جائے تو وہ ہضم کے بعد ہمارے خون میں شامل ہو جاتی ہے اور اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے تو اگر انجیکشن کے ذریعہ وہ دوا براہ راست خون میں پہنچا دی جائے تو اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ انجیکشن کے ذریعہ دوا خون میں پہنچانے سے بھی وہی فائدہ زیادہ سرعت اور زیادہ اثرانگیزی سے



حاصل ہوتا ہے، لہذا انجیکشن سے یہ طریق اولیٰ روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر کوئی روزہ دار شخص روزے کی حالت میں کسی اچانک تکلیف یا بیماری کا شکار ہو جائے تو اس کے لیے اسلام میں روزہ توڑنے کی نصیحت ہے بلکہ اس حالت میں اس پر روزہ توڑنا واجب ہے، کیونکہ اس کے پاس یہ جسم اللہ تعالیٰ کی امانت ہے اور وہ اس جسم کو کسی طور سے بھی نقصان پہنچانے کا مجاز نہیں ہے، لہذا ڈاکٹر اس کے لیے انجیکشن لگانا بخیر و کرہ یا منہ سے کھانے کی دوا اس پر لازم ہے کہ وہ ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق علاج کرے اور اس صورت میں تندرست ہونے کے بعد اس پر اس روزے کی صحت قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، ان تمام امور پر ہم آگے چل کر تفصیل سے شرعی دلائل بیان کریں گے۔

اس سلسلہ میں ہم پہلے روزے کا لغوی اور شرعی معنی بیان کریں گے، پھر روزے کے مفہومات بیان کریں گے اور امور جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، پھر عقل، مشاہدہ اور تجربہ کی روش سے یہ استدلال کریں گے کہ انجیکشن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، پھر امادین صحیحہ سے استشہاد کریں گے اور اس کے بعد فقہاء کے ذکر کردہ جزئیوں سے اس پر استدلال کریں گے، پھر جو منہ اور دماغ کی قید اور منافذ اصلیہ کی مشروط پر گفتگو کریں گے، پھر انجیکشن لگوانے سے روزہ نہ ٹوٹنے کی دلیل کا تجزیہ کریں گے، اور اخیر میں یہ بیان کریں گے کہ اگر کسی روزہ دار کو روزے کی حالت میں اچانک کوئی تکلیف یا بیماری لاحق ہو جائے تو اس پر اس کا علاج کھانے کے لیے روزہ توڑ دینا واجب ہے، خواہ اس علاج میں منہ سے کھانے والی دوا کھانی پڑے یا انجیکشن لگواتا پڑے اور اس کا روزہ نہ توڑنا کوئی تقویٰ یا پرہیزگاری نہیں ہے بلکہ شدید گناہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ مبارک اور آپ کے احکام کی سخت خلاف ورزی ہے، اور اس غدر کی بناء پر روزہ توڑنے سے اس پر کفارہ لازم نہیں ہوگا بلکہ تندرست ہونے کے بعد صحت قضاء لازم ہوگی۔

روزیہ کے لغوی اور شرعی معنی | علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

کھانے پینے، جماع اور کلام کے ترک کرنے کا نام روزہ ہے۔

الصوم ترك الطعام والشرب والنكاح والكلام۔  
والگیری میں ہے:

روزہ کا شرعی معنی یہ ہے کہ جو شخص روزہ رکھنے کا اہل ہو وہ طلوع فجر سے لے کر غروب آفتاب تک عبادت کی نیت سے کھانے پینے اور جماع کو ترک کر دے۔

اما تفصیلاً فهو عبارة عن ترك الاكل والشرب والجماع من الصبح الى غروب الشمس بدنية التقرب من الاله كذا في الكافي۔

۱۔ علامہ جمال الدین محمد بن محمد ابن منظور افریقی متوفی ۱۱، د، سان العرب ج ۱۲ ص ۳۵۰، مطبوعہ نشر ادب الحوزہ قم ایران ۱۳۰۵ھ  
۲۔ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱، د، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۹۷، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ



علامہ حاکمی حنفی نے لکھا ہے کہ روزہ کی اہلیت کے لیے مسلمان اور شیخ و نفاہ سے پاک ہونا ضروری ہے عقل و بلوغ اور صحت روزے کی اہلیت کے لیے شرط نہیں ہیں، کیونکہ بچہ، مجنون اور بیمار کا روزہ بھی صحیح ہے۔ بعض چیزوں سے روزہ توڑنے پر صرف قضاء لازم ہے اور بعض چیزوں سے روزہ توڑنے پر نفاہ اور کفارہ دونوں لازم ہیں، اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ جو چیز صرۃ اور معنی دونوں طرح مفسد ہو مثلاً منہ کے لیے لیسہ جسم میں دیا یا غذا پہنچانا یا کسی عورت سے جماع کرنا اس سے قضا اور کفارہ دونوں لازم ہیں، اور جو چیز صرف صرۃ مفسد ہو مثلاً کاغذ، مٹی، کنک، روپے کا ٹکڑا یا پلاسٹک کا ٹین کھالینا اس سے صرف قضا ہے کفارہ نہیں ہے، اور جو چیز صرف معنی مفسد ہو صرۃ مفسد نہ ہو مثلاً کان میں تیل یا دوا ڈالنا کیونکہ اس سے لیسہ بدن حاصل ہوتی ہے یا استمناء یا مسکرانا کیونکہ اس سے معنی شہوت پروری ہو جاتی ہے، اس سے بھی صرف نفاہ کی قضا لازم ہے کفارہ لازم نہیں ہے۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

روزہ توڑنے کے ساتھ دو حکم متعلق ہوتے ہیں، ایک قضا کا وجوب اور دوسرا کفارہ کا وجوب۔ روزہ توڑنے سے قضا تو مطلقاً واجب ہے، خواہ صرۃ اور معنی روزہ توڑے، یا صرف صرۃ یا صرف معنی، عام ازیں کہ عید اور روزہ توڑے یا خطا، عذر کی وجہ سے اور روزہ توڑے یا بغیر عذر کے، کیونکہ قضا کسی نیت شدہ چیز کی تکالیف کے لیے واجب ہوتی ہے، اس وجہ سے قضا کے لیے صرف روزہ کا فوت ہونا کافی ہے، اور روزہ کا فوت ہونا اس کو مطلقاً توڑنے سے حاصل ہو جائے گا، اور کفارہ کا وجوب روزے کے مخصوص طریقہ سے توڑنے پر ہو گا اور وہ افطار کامل سے ہو گا، یعنی کھانا یا پینا یا جماع کرنا صرۃ اور معنی دونوں طرح سے ہو اور عذر اور بلا عذر، ہوا اس میں روزہ توڑنے کی رخصت کا کوئی عذر (سفر یا مرض) ہونا اس کا شہد ہو، صرۃ اور معنی مفسد ہونے سے ہماری امر اور یہ ہے کہ منہ کے

فاما صوم رمضان فيتعلق بفساد هكائ  
اعد هما وجوب القضاء والتأني وجوب الكفارة  
اما وجوب القضاء فانه يثبت بطلان الافساد  
سواء كان صرۃ ومعنى او صرۃ لا معنى او معنى  
لا صرۃ وسواء كان عمدا او خطا وسواء  
كان بعد او غير عذر لان القضاء يجب جبر  
للفائت فيستدعى خوات الصوم لا غير القوات  
يحصل بطلان الافساد فتفتر الحاحية الى  
الجبر بالقضاء ليقوم مقام الفائت فيجب  
القوات معنى واما وجوب الكفارة فيتعلق  
بافساد منصوص وهو الافطار الكامل  
بوجود الاكل او الشرب او الجماع صرۃ  
ومعنى متعمدا من غير عذر مبيح ولا مخصص  
ولا شبهة الاباحة ونعني بصورۃ الاكل و  
الشرب ومعناهما اتصال ما يقصد به التثدي  
او التداوى الى جوفه من الفتلان به يحصل



قضاء شهوة البطن على سبيل الكمال ونفى  
بصورة الجماع ومعنا ايلاج الفرج في القبل  
لان كمال قضاء شهوة الفرج لا يحصل الا به  
ولا خلاف في وجوب الكفارة على الرجل  
بالجماع ۛ

راستے پیٹ میں اس چیز کو پہنچانا جس سے دوا یا  
نذا کا قصد کیا جاتا ہو، کیونکہ اس سے مکمل طور پر پیٹ  
کی خواہش پوری ہو جاتی ہے اور صورت اور معنی جماع  
سے مراد یہ ہے کہ مرد اپنے آکر کورت کے اندام  
نہائی میں داخل کرے، کیونکہ اسی سے فرج کی شہوت  
کا تقاضا مکمل طور پر پورا ہوتا ہے اور اس پر کفارہ  
کے واجب ہونے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے (مرد  
اور عورت دونوں پر کفارہ واجب ہے)

علامہ مرغینانی حنفی کہتے ہیں:

ولو اقطر في اذنيه الماء او دخلهما  
لا يفسد صومه لان عدم المعنى والصوم  
يتخلو ما اذا ادخله الدهن ۛ

اگر روزہ دار نے اپنے کان میں پانی ٹپکایا یا پانی  
خود چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں فاسد ہوگا، کیونکہ یہ  
صورت مفسد نہیں ہے کیونکہ منہ سے نہیں پایا اور  
یہ معنی مفسد ہے کیونکہ پانی کے چند قطرہوں سے  
اصلاح بدن نہیں ہوتی (اس کے برخلاف کان میں  
تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتے گا۔)

علامہ بدرالدین حنفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:  
يعني افطر اذا ادخل في اذنيه الدهن  
لوجود صلاح البدن ۛ

یعنی روزہ دار اگر کان میں تیل ڈالے تو اس  
سے روزہ ٹوٹ جاتے گا کیونکہ اس سے صلاح  
(منفعت) بدن حاصل ہوتی ہے۔

نیز علامہ مرغینانی حنفی کہتے ہیں:

ومن ابتلع الحصاة او الحديد افطر  
لوجود صوم الفطر ولا كفارة عليه  
لعدم المعنى ۛ

جس شخص نے سوے یا کنکھ کا ٹکڑا نگل لیا تو  
کا روزہ ٹوٹ جاتے گا کیونکہ یہ عمل صورت مفسد ہے  
اور اس پر کفارہ نہیں ہے، کیونکہ یہ عمل معنی مفسد نہیں  
ہے، (کیونکہ یہ چیزیں دوا یا غذا نہیں ہیں)

- ۱۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کا ساتھی حنفی متوفی ۵۸ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۸-۹۹، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید، ایف۔ کینی، ۱۴۰۰ھ  
۲۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی  
۳۔ علامہ بدرالدین محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۲ ص ۱۳۳۹، مطبوعہ ملک سنز فیصل آباد  
۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۹۹، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی



علامہ کا سانی لکھتے ہیں:

ولو انزل فیما دون القرب فعلیہ القضاء  
ولا کفارة علیہ لقصور فی الجماع لوجودہ  
معنی دلا صوماۃ لہ  
اگر کسی شخص نے عورت کے اندام نہانی کے بغیر  
اپنی منی خارج کی، تو اس پر روزے کی قضاء ہے اور کفارہ نہیں  
ہے، کیونکہ یہ ناکس جماع ہے، منی جماع ہے اور  
صوماۃ نہیں ہے

انجیکشن سے روزہ ٹوٹنے پر عقل اور مشاہدہ سے استدلال

مشتمل جو غذا کھاتے ہیں اس میں مختلف حیاتین (VITAMINS) اور معدنی نمکیات (MINERALS) ہوتے  
ہیں۔ وٹامنز کے ذریعہ غذا مکمل طور پر مضہم ہوتی ہے اور جزو بدن بنتی ہے اس لیے انسان کی نشو و نما اور  
جسمانی ساخت کا خوب صورتی اور بقاد کے لیے وٹامنز ایک اہم رول ادا کرتے ہیں، اسی طرح معدنی نمکیات  
بھی انسان کی صحت اور بقاد کے لیے بہت ضروری ہیں، خون کی کمی دور کرنے کے لیے فرلا (IRON) کی ضرورت  
ہوتی ہے، ہڈیوں اور اعصاب کی کمزوری دور کرنے کے لیے اور فلاوگوکیم میں جذب کرنے کے لیے  
کیلشیم کی ضرورت ہوتی ہے اور بلڈ پریشر کو متوازن رکھنے کے لیے سوڈیم کی ایک خاص مقدار کی ضرورت  
ہوتی ہے۔

پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی (Paul Jay Friedman - M.D) لکھتے ہیں:

(۱)۔ وٹامن۔ اے (V.A) قوت بینائی میں مدد دیتا ہے اور جلد کی خوب صورتی برقرار رکھتا ہے۔  
(۲)۔ وٹامن۔ بی۔ کمپلکس (V.B. Complex) جسم کی نشو و نما کے لیے بے حد ضروری ہے، اس کی کمی  
سے اعصابی، جلدی اور ہاضمہ کا نظام صحیح طور پر کام نہیں کر پاتا، نیز اس کی کمی سے خون کی کمی (ANEMIA)  
ہو جاتی ہے۔

(۳)۔ وٹامن۔ سی۔ (ASCORBIC ACID) جسم میں فرلا کو جذب کرنے میں معاون ہے، اس کی کمی سے  
سورٹ خون کی بیماری ہو جاتی ہے۔

(۴)۔ وٹامن۔ ڈی۔ (V.D) جسم میں کیلشیم کو جذب کرنے میں معاون ہے۔

۱۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کا سانی حنفی متونی ۵۸۷ھ، برائے الصنائع ج ۲ ص ۱۰۰، مطبوعہ راجہ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی، ۱۴۰۰ھ

۲۔ پال۔ جے۔ فرائیڈمین۔ ایم۔ ڈی۔ بائیو کیمسٹری ص ۵۶، مطبوعہ میرزائی لینڈ، بار سوم

۳۔ " " " " بائیو کیمسٹری ص ۵۲-۴۷

۴۔ " " " " بائیو کیمسٹری ص ۵۵

۵۔ " " " " بائیو کیمسٹری ص ۵۸-۵۷







مصلحت یہ ہے کہ انجیکشن کے ذریعہ جسم میں دوا یا غذا رکھ کر، داخل کی جاتی ہے خواہ وہ انجیکشن رگ میں لگایا جائے یا مسند میں لگایا جائے اور اس سے انسان کے بدن کو صلاح اور منفعت حاصل ہوتی ہے اور ہر وہ چیز جس کے دخول سے انسان کے بدن کو صلاح یا منفعت حاصل ہو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ البتہ انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ دوا یا غذا رکھ کر کے دخول سے روزہ دار پر صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، قدیم فقہاء کے زمانہ میں میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی اور ان کے زمانہ میں انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ انسان کے جسم میں دوا یا غذا رکھ کر پہنچانے کا کوئی تصور نہیں تھا، ان کے زمانہ میں صرف سہ یا ناک کے ذریعہ جسم میں دوا یا غذا پہنچانی جاسکتی تھی، اس لیے انھوں نے صرف اسی معروف طریقہ سے جسم میں دوا یا غذا پہنچانے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار دیا ہے، اور دوا یا غذا کے جوفِ معدہ میں پہنچنے کی قید انھوں نے اپنے اجتہاد سے اس لیے لگائی تھی کہ جب تک غذا یا دوا معدہ کے عملِ مضغ سے گذر کر خون میں نہ پہنچ جائے اس وقت تک اس سے منفعت اور صلاح حاصل نہیں ہوتی، اور جب یہ دوا یا غذا رکھ کر (معدہ کی وساطت کے بغیر) انجیکشن کے ذریعہ بہ راہِ راست خون میں پہنچ جائے تو پھر بہ طریقِ اولیٰ روزہ ٹوٹ جائے گا۔

**روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے پر احادیث اور آثار سے استدلال** یہ بات بھی ملحوظ

رہتی چاہیے کہ غذا یا دوا کے لیے جوفِ معدہ یا جوفِ داغ میں پہنچنے کی قید فقہاء نے اپنے اجتہاد سے لگائی ہے احادیث اور آثار میں نیز کسی قید کے مطلقاً یہ حکم ہے کہ الفطر مما دخل "کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے" نام ازیں کہ وہ چیز جسم کے کسی حصہ میں بھی داخل ہو ماسوا جسم کے ان حصوں کے جن کا شائع علیہ السلام نے خود استثناء کر دیا ہے مثلاً آنکھ میں سرمہ ڈالنے کی اجازت دی ہے

یا مسواک کرنے، کلی کرنے، ناک میں پانی ڈالنے کی اجازت ہے، ان حصوں اور ان چیزوں کے سوا جسم کے جس حصہ میں کسی طریقہ سے بھی دوا یا غذا پہنچانی گئی تھان احادیث اور آثار کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا وہ احادیث اور آثار یہ ہیں:

ما تظاہر الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن عائشة قالت دخل رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال يا عائشة هل من كسرة فاتتہ بقصر فوضه على فيه وقال يا عائشة هل دخل بطني منه شيء كذا لك قبله الصائم إنما الاطعام مما دخل وليس مما خرج رواه ابو يعلى

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ! کیا روٹی کا کوئی ٹکڑا ہے؟ میں آپ کے پاس روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر آئی، آپ نے اسے منہ پر رکھ کر فرمایا: اے عائشہ! بتاؤ اس سے کوئی چیز برے بیٹھ میں گئی؟ یہی معاملہ روزہ دار کے بوسہ دینے کا ہے، روزہ صرف کسی چیز کے داخل ہونے سے

حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۶۷ مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۳ھ



(۵۱)۔ وٹامن۔ ای (V.E) جسم میں چربی کے انضمام میں معاون ہے، اس کی کمی سے خون میں سرخ جلیے ٹوٹنے لگتے ہیں، انصابی کمزوری ہوتی ہے اور مادہ تولید میں کمی ہوتی ہے۔ لہ

(۵۲)۔ وٹامن۔ کے (V.K) اس کی کمی سے خون میں چنے کی صلاحیت کم ہو جاتی ہے۔ لہ

یہ تمام وٹامنز اور معدنی نمکیات مختلف مینریوں، پھلوں، چکنائی اور کھجیات میں ہوتے ہیں، بعض اوقات غذا مکمل طور پر ختم نہیں ہوتی جس کی وجہ سے یہ وٹامنز جسم میں بالکل تیار ہی نہیں ہوتے یا پھر بہت کم مقدار میں ہوتے ہیں، اور ان کی کمی کی وجہ سے انسان مختلف بیماریوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، قدیم زمانہ میں اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا، لیکن اب کیمیائی طریقہ سے ان تمام وٹامنز اور معدنی نمکیات کو تیار کر دیا گیا ہے اور جس شخص کو ان وٹامنز یا معدنی نمکیات کی ضرورت ہو اس کی ضرورت کی غذا میں یہ کیمیائی وٹامنز اور معدنی نمکیات اضافی طور پر شامل کیے جاتے ہیں اور اگر اس کے معدہ کی کارکردگی بہت کم ہو یا اس کے جسم کو ان کی فوری ضرورت ہو تو یہ وٹامنز اور معدنی نمکیات انجیکشن اور ڈرپ کے ذریعہ اس کے خون میں داخل کر دیے جاتے ہیں۔

بہی حال منہ سے کھانے والی دواؤں کا ہے، جب کسی مرض کے تقاضے سے دوا کا فوری اثر مطلوب ہو اور انسان کا معدہ بہت کم ضرور ہو اور نظام ہضم بہت خراب ہو اور منہ کے ذریعہ دوا کھا کر اور معدہ کے عمل ہضم سے گزرنے کے بعد اس دوا کے خون میں شامل ہونے اور بیماری کے خلاف مؤثر ہونے تک یا تو مرض خطرناک حد تک بڑھ جاتا ہے یا مریض مر جاتا ہے، انجیکشن کی ایجاد سے پہلے اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں تھا، لیکن اب مرض کی شدت اور فوری علاج کے حصول کے لیے منہ سے کھانے والی دوا کے طریقہ کار کو ترک کر کے انجیکشن کے ذریعہ وہ دوا براہ راست خون میں پہنچا دی جاتی ہے۔

بہی حال غذا کا ہے ہم جو کچھ بھی غذا کھاتے ہیں وہ ہضم کے مراحل سے گزرنے کے بعد مال کار گلوکوز بن جاتی ہے تو اگر انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ خود گلوکوز کو براہ راست جسم میں پہنچا دیا جائے تو گلوکوز کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے، یہ درست ہے کہ گلوکوز عام معتاد اور معروف غذا نہیں ہے، لیکن یہ کسی نہ کسی درجہ میں غذا کا متبادل ضرور ہے، جب کسی انسان کے پتہ کا آپریشن کرنا ہو یا کوئی اور پیٹ کا بڑا آپریشن کرنا ہو تو اس کے معدہ کو خالی کر لیا جاتا ہے، اور بعض اوقات دس پندرہ دن تک اس کا آپریشن نہیں ہوتا، اس عرصہ میں اس کا معدہ غذا سے خالی رکھا جاتا ہے اور صرف گلوکوز کی ڈرپ کے ذریعہ اس کو غذا ملتی ہے۔

ڈاکٹر رچرڈ۔ اے۔ ہاروی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی (RICHARD A. HARVEY, PH.D) کہتے ہیں:  
This is equivalent to 3.74 kcal/g (۳.۷۴ کیلوریز (حرارتی) ایک گرام گلوکوز سے حاصل ہوتی ہیں۔  
of glucose. ۳

لہ۔ پال۔ جے۔ فرامیڈین۔ ایم۔ ڈی۔ بائیو کیمسٹری ص ۵۸، مطبوعہ یونیورسٹی لینڈ بار سوم

۳۰۹۰ - بائیو کیمسٹری ص ۲۵۹۰

۳ RICHARD A. HARVEY, PH.D. LIPPINCOTT'S PAGE 96 - London / New York







علیٰ ہذا القیاس جب انجیکشن یا ڈرپ کے ذریعہ کسی روزہ دار کے جسم میں دوا یا گلوکوز پہنچایا جائے گا تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اس پر اس روزہ کی صرف قضاء لازم ہوگی۔

اور علماء منہ بھر کر تے کرنے کے متعلق علامہ المرغینانی لکھتے ہیں: فان استنقأ عمداً اطلاقاً فیہ فعلیہ القضاء لعمادینا والقیاس متروک بہ ولا کفارة لعدم الصورۃ۔  
اگر کسی شخص نے عمداً منہ بھر کر تے کی تو اس پر قضاء ہے، اس کی وجہ حدیث ہے جس کو ہم روایت کر چکے ہیں اور اس حدیث کی وجہ سے قیاس کو ترک کر دیا جائیگا اور چونکہ یہ عمل ضرورتاً مغفرت نہیں ہے اس لیے اس پر کفارہ نہیں ہے۔

علامہ یہ ہے کہ متعدد اسانید صحیحہ سے یہ حدیث وارد ہے کہ کسی چیز کے داخل ہونے سے روزہ ٹوٹ جائے گا اور جوف مسدود یا جوف دماغ تک پہنچنے کی قید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں لگائی، یہ قید فقہاء نے اپنے اجتہاد سے لگائی تھی کیونکہ دوا یا گلوکوز کے خون میں شامل ہونے کا انحصار صرف جوف کے عمل بھرم پر تھا، اور اب چونکہ انجیکشن اور ڈرپ کے ذریعہ دوا اور گلوکوز مسدود کے عمل کی وساطت کے بغیر بہ رگ رگست خون میں داخل کیا جاسکتا ہے اس لیے اس سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا، القیاس سے صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا۔

جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ انجیکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، ان کے نزدیک کسی بھی انجیکشن سے روزہ نہیں ٹوٹتا، خواہ جسمانی طاقت کا انجیکشن، جس جنسی طاقت کا انجیکشن ہو، دوا کا انجیکشن ہو، گلوکوز کی ڈرپ ہو یا دوا کی، کسی چیز سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اب دیکھیے اللہ تعالیٰ نے تو روزے میں کھانا پینا بند کر کے انسان کو بھوک اور پیاس میں مبتلا کر دیا ہے اور اس کی حیوانی طاقت کو کم کیا ہے، اب ایک شخص روزہ رکھ کر گلوکوز کی ڈرپ لگا کر تروتازگی اور توانائی کو روزے میں بحال رکھ رہا ہے تو کیا یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نہانے ہوئے شرعی نظام کو ناکام کرنے کی سعی نہیں کر رہا۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ فقال عبد اللہ کتا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم شباباً لا یجد شیباً فقال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا معشر الشباب من استطاع متکراً الیاءة فلیتزوج فانہ اغض للبصر واحسن للفرج ومن لم یستطع فلیصوم  
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جوانی میں تھے، اور ہم سے پاس بالکل مال نہیں تھا، ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے جو انواتم میں سے جو شخص شادی کرنے کی وسعت رکھتا ہو وہ شادی کرے، کیونکہ اس سے نظر بھیچ رہتی ہے



فانہ لہ وجاء۔ لے

اور آدمی پاک دامن رہتا ہے اور جو شادی کرنے کی  
وسعت نہ رکھتا ہر وہ روزے رکھے، کیونکہ روزہ اس  
کی جنسی طاقت کم کرے گا۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ روزوں سے جنسی طاقت کم ہوتی ہے اب فرض کیجئے ایک شخص روزہ رکھتا  
ہے اور روزوں میں جنسی طاقت کے انجیکشن لگاتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائش ہوئی بات  
فقط ہوگئی، یہی نہ روزے رکھے اور میری جنسی طاقت میں کمی نہیں ہوتی۔ یہ نہایت قوی اشکال ہے اور اس کا صحیح  
جواب اسی وقت ہو سکتا ہے کہ جب یہ ان لیا جائے کہ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس شخص سے  
کہا جائے کہ تم نے روزے رکھے ہی نہیں، کیونکہ انجیکشن لگوانے سے تمہارا روزہ جاتا رہا۔ اس لیے اگر زبانِ ست  
کی تصدیق کرنی ہے تو یہ ماننا ہوگا کہ انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹے پر فقہی جزئیات سے استدلال | اہمارے تعلیم فقہاء  
اور ائمہ مجتہدین

نے اگر انجیکشن لگوانے کو روزہ ٹوٹنے کا سبب قرار نہیں دیا تو وہ اس میں معذرت دیتے، کیونکہ ان کے زمانہ میں انجیکشن ایجاد  
نہیں ہوا تھا تاہم ان کے بیان کردہ بعض اصولوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ  
ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ ہمارے فقہاء نے یہ تصریح کی ہے کہ کھانا پینا صورت ہو یا معنی اس سے روزہ ٹوٹ جاتا  
ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ انجیکشن کے ذریعہ معنی دیا یا نکل کر حاصل ہوتا ہے۔  
کلی العلماء علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

لان انتأخذ الشيء عند خوات ركنه امر  
ضروري، وذلك بالاكل والشرب والجماع سواء  
كان صورة او معنى لا صورة او معنى  
لا صورة الخ۔ لے

کسی چیز کے رکن کے وقت ہو جانے سے اس  
چیز کا ٹوٹ جانا بھی امر ہے اور یہ (یعنی روزہ ٹوٹنا)  
کھانے اور پینے اور جماع سے ہوتا ہے، خواہ یہ  
صورت اور معنی ہو یا صرف صورت ہو معنی نہ ہو یا صرف معنی  
ہو صورت نہ ہو۔

میر فقہار کے نزدیک یہ ثابت ہے کہ جب منہ کے علاوہ کسی اور راستہ سے کوئی چیز جسم میں داخل ہو تو اس  
سے روزہ اس وقت ٹوٹے گا جب اس سے اصلاح بدن ہو، کیونکہ فقہاء کے نزدیک کان میں پانی پانے  
سے روزہ نہیں ٹوٹتا اصل ٹوٹنے سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ پانی سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی اور  
نیل سے حاصل ہوتی ہے۔  
علامہ الرغیبانی لکھتے ہیں:

لے۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۵۸، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی ۱۴۸۱ھ  
لے۔ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۵۸۴ھ، دلائل الصنائع ج ۳ ص ۹، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۰ھ



ولو اقطر فی اذنیہ الماء ودخلہما کا  
یفسد صومہ لانہذا ام المعنی والصورة بخلاف  
ما اذا دخلہ الدہن ۱۰

اگر روزہ دار نے اپنے کانوں میں پانی ٹپکایا یا  
خود پانی چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ صوفہ  
مفسد ہے (منہ سے کھانا پینا) اور نہ سنٹی (صلاح بدن)  
اس کے برضات کان میں تیل ڈالنے سے روزہ ٹوٹ  
جائے گا۔

علامہ بدر الدین یعنی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:  
یعنی افطر اذا دخل فی اذنیہ الدہن  
لوجود صلاح البدن ۱۰

یعنی روزہ دار اگر کان میں تیل ڈالے تو اس کے  
روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ اس سے صلاح بدن حاصل  
ہو جاتا ہے۔

حدید طبعی تحقیق سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کان کے پردہ میں کوئی صلاح نہیں ہے اور کان کا مدہ یا داغ  
کی طرف کوئی منفذ نہیں ہے اور جب کان میں تیل یا دوا ڈالی جائے تو وہ مدہ یا داغ کی طرف نہیں پہنچتی، اس کے باوجود  
تمام فقہاء اس پر متفق ہیں کہ کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور یہ جزئیۃ بعینہ انجکشن سے  
روزہ ٹوٹنے پر دلیل ہے کہ جب انجکشن کے ذریعہ ہم میں دوا یا گلوکوز پہنچا دیا جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ  
جائے گا، خواہ وہ دوا مدہ یا داغ تک نہ پہنچے۔

نیز ہم سے فقہاء نے یہ بیان کیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے پیٹ پر آد تنا ملے رگڑے اور اس کو انزال  
ہو جائے یا اس کو برہ دے یا اس کو اغوش میں لے اور اس کو انزال ہو جائے تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن  
اس پر کفارہ نہیں ہے صرف قضاء ہے، کیونکہ اس کا یہ فعل مستی جماع ہے، اس لیے کہ اس فعل سے نفسا شہوت  
ہو جاتی ہے (اگرچہ یہ فعل صورتہ جماع نہیں ہے) اسی اصول کے مطابق ہم کہتے  
ہیں کہ انجکشن لگوانے سے خون میں دوا یا غذا پہنچ جاتی ہے اور منہ کے ذریعہ مدہ میں دوا یا غذا پہنچانے سے بھی یہی  
مقصد ہوتا ہے کہ خون میں دوا یا گلوکوز پہنچے اس لیے دوا یا غذا کھانے کا مقصد انجکشن لگوانے سے بدرجہ اتم پیدا  
ہو جاتا ہے اس لیے انجکشن لگوانے سے بھی روزہ ٹوٹ جائے گا لیکن چونکہ یہ صرف مستی مفسدہ ہے صوفہ مفسد  
نہیں ہے اس لیے اس میں بھی صرف قضاء ہے کفارہ نہیں ہے، اہم نے فقہاء کے بیان کردہ جس مسئلہ پر  
قیاس کیا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

علامہ کا سانی لکھتے ہیں:

ولو جامع امراۃ فیما دون الفرج فأنزل  
ادبا شرھا او قبلھا ۱۱ ولمسھا بشهوة فأنزل

۱۰۔ علامہ علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۵۹ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی  
۱۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۷۸۸ھ، بنایہ ج ۲ ص ۱۳۳۹، مطبوعہ ملک اردن متر فیصل آباد



یفسد ضروره و علیہ القضاء ولا کفارة  
 علیہ وکذا اذا فعل ذلك فانزلت الملائكة  
 لوجود الجماع من حیث المعنی وهو  
 قضاء الشهوة بفعله وهو المس - له

کو برسرہ دیا یا اس کو شہوت سے چھوڑا اور اس کو انزال ہو  
 گیا تو اس پر قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے، اسی طرح  
 اس صورت میں اگر طہارت کو انزال ہو گیا تو اس پر بھی  
 قضاء ہے اور کفارہ نہیں ہے کیونکہ یہ من حیث المعنی  
 جماع سے کیونکہ اس کے چھوڑنے سے اس کی شہوت  
 پر رتی ہو گئی اور یہی جماع کا مقصد ہے۔

### مناقذ اصلیه کے اشکال کا جواب

باقی رہا یہ اشکال کہ ہمارے فقہاء نے معنی کھانا پینا اس کو قرار دیا  
 ہے کہ انسان کے جسم میں منافذ اصلیه مثلاً منہ، ناک، اُکان اور  
 دُبر سے کوئی چیز اس کے جوف معدہ یا جوف دماغ میں پہنچ جاتے اور اگر کسی مصنوعی سوراخ سے کوئی دوا یا غذا  
 معدہ اور دماغ کے سوا جسم کے کسی حصہ میں پہنچ جائے تو یہ ان کے نزدیک معنی کھانا پینا نہیں ہے اور نہ اس  
 سے ان کے نزدیک روزہ ٹوٹتا ہے۔

اس کا اولاً جواب تو یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک اگر کسی مصنوعی سوراخ سے بھی جوف معدہ یا جوف  
 دماغ میں دوا پہنچ جائے تو روزہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لیے یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ جسم میں دوا یا غذا پہنچنے کے لیے  
 منافذ اصلیه ضروری اور شرط ہے۔  
 علامہ کا ساقی لکھتے ہیں:

واما ما وصل الى الجوف والى الدماغ  
 عن غير المخارق الاصلية بان دأوى الجائفة  
 والامة فان داواها بدوا عيا بس لا يفسد  
 لانه لم يصل الى الجوف ولا الى الدماغ ولو  
 علم انه وصل يفسد في قول ابي حنيفة وان  
 داواها بدوا عرطب يفسد عند ابي حنيفة  
 وعند هما لا يفسد هما اعتبر المخارق  
 الاصلية لان الوصول الى الجوف من المخارق  
 الاصلية متيقن به ومن غيرها مشكوك  
 فيه فلا تحكم بالفساد مع الشك ولا بى حنيفة  
 ان الدواء اذا كان رطباً فالظاهر هو الوصول  
 لوجود المنفذ الى الجوف فيبطل الحكم

جو چیز پیٹ یا دماغ میں منافذ اصلیه کے بغیر  
 (مصنوعی سوراخ کرتے سے) پہنچے یا اس طرح کہ پیٹ  
 یا دماغ کے زخم پر دوائی لگائی جائے، تو اگر خشک دوا  
 لگائی گئی ہے تو روزہ فاسد نہیں ہوگا، کیونکہ وہ پیٹ  
 تک پہنچی ہے نہ دماغ تک، اور اگر یہ یقین ہو جائے  
 کہ وہ دوا پیٹ یا دماغ تک پہنچ گئی ہے تو امام ابو حنیفہ  
 کے قول کے مطابق روزہ ٹوٹ جائے گا اور اگر  
 نہ دوا لگائی ہے تو امام ابو حنیفہ کے نزدیک بہر حال  
 روزہ ٹوٹ جائے گا اور صاحبین کے نزدیک روزہ  
 نہیں ٹوٹے گا، صاحبین منافذ اصلیه کا اعتبار کرتے  
 ہیں کیونکہ منافذ اصلیه سے پیٹ تک پہنچنا یقینی ہے  
 اور غیر منافذ اصلیه سے پیٹ تک پہنچنا مشکوک ہے،



علی الظاہر یہ

اس لیے شک کے ساتھ روزے کے فساد کا حکم نہیں لگایا جائے گا، اور امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ جو دانت ہے اس کا پیٹ تک پہنچنا ظاہر ہے کیونکہ زخم کی وجہ سے پیٹ تک منفذ ہے اس لیے ظاہر حال کے اعتبار سے حکم لگایا جائے گا۔

علامہ کاسانی کی اس عبارت سے ظاہر ہو گیا کہ روزہ ٹوٹنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ دوا یا گلوکز کو منفذ اصلی سے جسم میں پہنچایا جائے بلکہ اگر کسی معطلی سوراخ کے ذریعہ بھی دوا یا گلوکز جسم میں پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، اور اگر یہ اعتراف کیا جائے کہ فقہاء کے نزدیک دوا یا غذا کا مطلقاً جسم میں پہنچنا مقصد صوم نہیں ہے بلکہ روزہ ٹوٹنے کے لیے دوا یا غذا کا جو معدہ یا جوف و ماغ میں پہنچنا ضروری ہے، تو اس کے متعدد جواب ہیں، (۱)۔ کان میں تیل یا دوا ڈالنے سے فقہاء کے نزدیک روزہ ٹوٹ جاتا ہے، حالانکہ اب یہ بات تحقیق سے ثابت ہو چکی ہے کہ کان کے پردہ میں کوئی ایسا سوراخ یا منفذ نہیں ہے جس سے تیل یا دوا معدہ یا ماغ تک پہنچ جائے۔ اول الذکر فقہی جزئیہ سے معلوم ہوا کہ فساد صوم میں دوا یا غذا کا جسم میں پہنچانے کے لیے منفذ اصلی ضروری نہیں ہے اور ثانی الذکر فقہی جزئیہ سے معلوم ہوا کہ فساد صوم کے لیے دوا یا غذا کا معدہ یا ماغ تک پہنچنا ضروری نہیں ہے، صرف اصلاح بدن ضروری ہے اور ان دونوں جزئیوں سے یہ معلوم ہوا کہ انجیکشن کے ذریعہ دوا یا گلوکز جسم میں پہنچا دیا جائے خواہ وہ معدہ یا ماغ تک پہنچے تب بھی اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔

(ب)۔ فقہاء نے دوا یا غذا کے معدہ میں پہنچنے کی شرط اس لیے لگائی تھی کہ جب تک معدہ کے عمل مضاعف کام چل رہے ہوں اس وقت تک غذا گلوکز بن کر خون میں شامل نہیں ہوتی، معدہ ہی دوا خون میں شامل ہوتی ہے اسی چیز کو فقہاء وصول کامل سے تعبیر کرتے ہیں، اور اس زمانہ میں میڈیکل سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی تھی، اور انجیکشن کا طریقہ دریافت نہیں ہوا تھا جس سے معدہ کی وساطت کے بغیر دوا یا گلوکز کو براہ راست خون میں پہنچا دیا جائے، اگر قدیم فقہاء کے زمانہ میں انجیکشن کے ذریعہ دوا یا گلوکز کو خون میں پہنچانے کا طریقہ دریافت ہو گیا ہوتا تو وہ یقیناً اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم لگا دیتے۔

(ج)۔ انسانی جسم اور اس کے تمام اعضاء انسان کی ساخت اور ان کے باہمی ارتباط کے بارے میں قدیم زمانہ میں اتنی معلومات نہیں ہو سکی تھیں، اب تو پوسٹ مارٹم کے ذریعہ انسانی جسم کے ایک ایک عضو اور ایک ایک رگ و ریشہ کے متعلق صحیح معلومات مہیا ہو گئی ہیں جو مشاہدہ اور مطالعہ پر مبنی ہیں اور انسانی جسم کی ساخت کے متعلق قدیم فقہاء کے بعض نظریات کا فطرتاً ہی غلط ہونا واضح ہو گیا ہے اس لیے روزے کے جو احکام انسان کے بدن کی تشریک سے متعلق ہیں ان کو اب بھی قدیم فقہاء کی آراء کے مطابق قرار دینا صحیح نہیں ہے۔



اس کی تفصیل ہم بیان کر رہے ہیں:

انسانی بدن کی تشریح کے مطابق قدیم فقہاء کی بعض آراء کا غلط ہونا | قدیم زمانہ میں فقہاء نے جو کچھ  
 کہاد وہ ان کے ظن اور تحقیق پر مبنی تھا وہ ان کے محض قیاس اور انداز سے تھے (اور وہ اس میں معذور تھے) اور موجودہ علم اور تحقیق سے  
 ان کی کئی باتیں غلط ثابت ہو گئی ہیں، اس لیے اب علم اور تحقیق سے حقائق سامنے آنے کے باوجود اسی پر لانی بکیر  
 کر پیٹے جانا کوئی دانش مندی کی بات نہیں ہے، مثلاً قدیم فقہاء نے کہا کہ دماغ اور معدہ کے درمیان ایک منفذ  
 ہے اور دماغ سے چیز معدہ میں پہنچ جاتی ہے۔  
 علامہ کاسانی لکھتے ہیں:

اما اذا وصل الى الجوف فلا شك فيه  
 لوجود الاكل من حيث الصورة وكذا  
 اذا وصل الى الدماغ لانه له منفذ الى  
 الجوف فكان بمنزلة زاوية من زوايا  
 الجوف -  
 جب دماغ یا غذا پیٹ میں پہنچ جائے تو ضاد  
 صوم میں کوئی شک نہیں کیونکہ صورتہ انظار پایا گیا،  
 اسی طرح جب کوئی چیز دماغ میں پہنچ جائے (تو مدہ  
 فاسد ہو گا) کیونکہ دماغ کا پیٹ کی طرف منفذ ہے  
 اور دماغ پیٹ کے زوایوں (گوشوں) میں سے  
 ایک زاویہ (گوشہ) گونہ ہے۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وفي التحقيق ان بين الجوفين منفذا  
 اصلياً هما وصل الى جوف الواس يصل  
 الى جوف البطن كذا في النهاية والبدائع  
 تحقیق یہ ہے کہ جوف دماغ اور جوف معدہ کے  
 درمیان منفذ اصلی (ثانی) ہے تو جو چیز جوف دماغ  
 میں پہنچتی ہے وہ پیٹ کے جوف میں پہنچ جاتی ہے  
 اسی طرح نہایت اور بدائع میں لکھا ہے۔

یہ بات تازہ ترین علم اور تحقیق کے خلاف ہے دماغ اور پیٹ کے درمیان کوئی منفذ نہیں ہے اور نہ دماغ  
 پیٹ کا زاویہ ہے۔  
 اسی طرح قدیم فقہاء نے یہ کہا ہے کہ کان اور پیٹ کے درمیان منفذ ہے اور کان سے کوئی چیز ڈالی  
 جائے تو وہ پیٹ میں پہنچ جاتی ہے، اسی طرح کان اور دماغ میں منفذ ہے اور کان میں پانی ڈالنے سے دماغ میں  
 چلا جاتا ہے۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

اذا خاض الماء فدخل اذنه لا يقصد  
 جب کسی شخص نے پانی میں غوطہ کھایا اور پانی اس

۱۔ علامہ ابن حجر بن سمود کاسانی حنفی متوفی ۵۸۷ھ، بدائع الصنائع ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سعید اینڈ کمپنی کراچی ۱۳۰۰ھ  
 ۲۔ علامہ زین الدین ابن تیمیہ حنفی متوفی ۷۲۸ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ مطبعہ مطبعہ مصر ۱۳۱۱ھ



صومہ وان صب الماء فیہا اختلفوا فیہ و  
الصحیح هو الفساد لانه موصل الى الجوف  
بفعله۔ لے

کے کان میں داخل ہو گیا تو اس کا روزہ فاسد نہیں ہوگا اور اگر  
اس نے غرر کان میں پانی ڈالا تو اس میں اختلاف ہے  
اور صحیح یہ ہے کہ روزہ فاسد ہو جائے گا، کیونکہ وہ اپنے  
فعل سے پانی کو پیٹ تک پہنچا رہا ہے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

فلو دخل الماء فی الفسل انفہ او اذنه ووصل  
الدماغ لاشیء علیہ۔ لے

اگر غسل کرتے وقت پانی ہاں یا کان میں چلا  
گیا اور دماغ میں پہنچ گیا تو کوئی حرج نہیں ہے۔  
اور یہ بات بھی تازہ ترین علم اور تحقیق کے خلاف ہے، کان میں ایک پردہ ہے اور اس میں کوئی سوراخ نہیں  
ہے، نہ کوئی منفذ ہے، جو چیز کان میں ڈالی جائے وہ کان ہی میں رہتی ہے، کان سے پیٹ میں جاتی ہے،  
نہ دماغ میں پہنچتی ہے۔

اسی طرح امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف میں یہ اختلاف ہے کہ پیشاب کی نالی اور پیٹ کے درمیان کوئی  
منفذ ہے یا نہیں؟۔

علامہ المرینی لکھتے ہیں:

وقع عند ابی یوسف ان یسئد و بین  
الجوف منفذا ولہذا ینخرج منه البول و  
وقع عند ابی حنیفہ رحمہ اللہ ان المثانة  
بینہما حائل و البول یتوضح منہ۔ لے

امام ابو یوسف کے نزدیک مثانہ اور پیٹ کے  
درمیان ایک منفذ (نالی) ہے، اسی لیے مثانہ سے  
پیشاب خارج ہوتا ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ  
کے نزدیک پیشاب کی نالی اور پیٹ کے درمیان مثانہ  
حائل ہے جس سے پیشاب مترشح ہو کر پیشاب کی نالی  
سے خارج ہوتا ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے اس اختلاف سے یہ معلوم ہو گیا کہ تشریع الابدان کے متعلق فقہاء کا  
علم من ظن، تخمین، قیاس اور انداز سے پر مبنی تھا انھوں نے اعضا بدن کا مشاہدہ نہیں کیا تھا، اس لیے ان  
امور میں صحیح فیصلہ صحیح مسلمات کی بنیاد پر ہی کیا جاسکتا ہے۔

علامہ خوارزمی لکھتے ہیں:

وهذا ليس من باب الفقه ای فقه الشریعة  
بل یرجع الی معرفة فقه الطب۔ لے

اس چیز کا تعلق شریعت کی فقہ سے نہیں ہے،  
بلکہ طب کی فقہ سے ہے۔

- ۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۷۱ھ، فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھڑک
- ۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مطہری حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۷۹، مطبوعہ مطبوعہ علیہ مصر، ۱۳۱۱ھ
- ۳۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرینی متوفی ۵۹۳ھ، ہایہ اولین ص ۱۲۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی
- ۴۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علی الہدایہ مع فتح القدیر ج ۲ ص ۲۶۷، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھڑک



کیونکہ پیٹ سے مشاذ کی طرف پیشاب کا منتقل ہونا کسی نفیہ کے اجتہاد پر موقوف نہیں ہے اور یہ واقعہ میں ایک طریقہ ہے، اور اس کی معرفت، علم طب کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ روزہ ٹوٹنے کے لیے دوا یا غذا کے جوت ممدہ یا جوت دماغ میں پہنچنے کی شرط، قرآن مجید اور حدیث شریف میں مذکور نہیں ہے، یہ شرط قدیم فقہاء نے صرف اپنے اجتہاد سے لگائی ہے، اور اس شرط کا تعلق انسان کے اعضاء اور تشریحات بدن سے ہے، اور تشریحات بدن کے متعلق صحیح علم حاصل کرنے کے فرائض اس قدر میں پتہ نہیں تھے، اس لیے اس سلسلہ میں ان کا اس وقت کا اجتہاد غیر معتبر اور غیر مستند ہے، نیز ہمارے نزدیک اس کی توجیہ یہ ہے کہ چونکہ ممدہ کے عمل مہم کے بعد ہی دوا خون میں شامل ہوتی ہے اور ممدہ میں ہضم ہونے کے بعد ہی غذا گلوکز بن کر خون میں داخل ہوتی ہے، اس لیے قدیم فقہاء نے ممدہ میں پہنچنے کی قید لگائی اور اب جب کہ دوا یا گلوکز کو ممدہ کی وساطت کے بغیر انجیکشن کے ذریعہ براہ راست خون میں پہنچایا جاتا ہے تو اس سے بہ طریق اولیٰ روزہ ٹوٹ جائے گا اور اس سے اس روزہ کی صرف قضا لازم ہوگی اور اگر قدیم فقہاء کے زمانہ میں انجیکشن ایجاد ہو گیا ہوتا تو وہ بھی یہی حکم دیتے، کیونکہ شریعت کی منشاء اور اس کا صحیح انداز اور معرفت خدا ہمارے بہ نسبت ان میں بہت زیادہ تھا۔

**انجیکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے کی دلیل کا تجزیہ** | انجیکشن سے روزہ نہ ٹوٹنے پر بعض علماء نے یہ دلیل قائم کی ہے کہ پھر شہد کی مکھی، یا بھرٹے کے

ڈنک مارنے یا کسی بھی زہریلے کیرے کے کاٹنے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا، حالانکہ ان تمام جانوروں کے کاٹنے سے جسم کے اندر زہریلا مادہ اس انداز سے داخل ہوتا ہے جس انداز سے انجیکشن لگانے سے داخل ہوتا ہے۔ اس پر یہ بھی تیسری کیا جاسکتا ہے کہ انجیکشن بھی مفید محرم نہیں ہے۔

یہ دلیل حسب ذیل وجوہ سے صحیح نہیں ہے :-

(۱)۔ شہد کی مکھی، بھرٹے یا کسی بھی زہریلے جانور کے ڈنک سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنا اور اس سے احتراز کرنا انسان کے لیے ممکن نہیں ہے اور جس سے احتراز کرنا ممکن نہ ہو اس کو عدم بلوی سے تعبیر کیا جاتا ہے، اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

علامہ کاسانی لکھتے ہیں :

ولو دخل الذباب حلقہ لم یفطر لا لانه لا یمكنه الاحتراز عنه۔  
اگر روزہ دار کے حلق میں مکھی چلی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا، کیونکہ اس سے احتراز کرنا ممکن نہیں ہے۔

عالم گیری میں ہے :

وما یس بمقصود بالاکل ولا یسکن  
جس کا کھانا مقصود نہ ہو اور جس سے احتراز



الاحتراز عنه كالذباب اذا وصل الى جوف الصائم لم يفطره ۛ  
 (ب)۔ جس چیز کا دخول انسان کے علم اور قصد کے بغیر بے خبری سے ہو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا مثلاً مکھی روزہ دار کے پیٹ میں چلی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔  
 (ج)۔ جس چیز کا دخول انسان کے علم اور قصد کے بغیر تک یا حلق میں چلا جائے تو روزہ نہیں ٹوٹے گا اور اگر سگریٹ کا دھواں خود کشید کرے گا تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔  
 عالم گیری میں ہے:

ولو دخل حلقه غبار الطاحونة او طعام الادوية او الدخان واشبهه ذلك لم يفطره ۛ  
 اگر روزہ دار کے حلق میں چکی کے آٹے کا غبار، دواؤں کا ذائقہ یا دھواں یا اسی جیسی چیزیں (مثلاً مٹی کا غبار) چلی جائیں تو روزہ نہیں ٹوٹے گا۔  
 (ج)۔ جب منہ کے علاوہ کسی اور راستہ سے کوئی چیز جسم میں داخل ہو تو روزہ اس وقت ٹوٹے گا جب اس سے اصلاح بدن حاصل ہو، کیونکہ فقہاء کے نزدیک کان میں پانی پھیلے جانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور نزل ٹالنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ پانی سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی اور تیل سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

يعني اقطر اذا دخل في اذنيه الدهن لوجود صلاح البدن ۛ  
 یعنی روزہ دار اگر کان میں تیل ڈالے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا، کیونکہ اس سے اصلاح بدن حاصل ہوتی ہے۔

علامہ المرفیانی لکھتے ہیں:

ولو اقطر في اذنيه الماء ودخلهما لا يفسد صومه لانعدام المعنى والصورة ۛ  
 اگر روزہ دار نے اپنے کانوں میں پانی ڈھیر کیا یا از خود پانی چلا گیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ یہ صورت مفطر ہے (منہ سے کھانا پینا) اور نہ معنی مفطر ہے، کیونکہ اس سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی۔

۱۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۳، مطبوعہ مطبعہ امیر یہ کبریٰ بولاق مصر، ۱۳۱۰ھ

۲۔ فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۲۰۳، ”

۳۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۲ ص ۱۳۳۹، مطبوعہ ملک اینڈ سنز فیصل آباد

۴۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرفیانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۲۰۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی



اس کے برخلاف بھڑ یا کسی بھی نہ ہر بیلے کیڑے کے کاٹنے سے یہ طور انجیکشن جو نہ ہر علامہ جسم میں داخل ہوتا ہے اس سے اصلاح بدن حاصل نہیں ہوتی بلکہ اضرار بدن ہوتا ہے۔  
 خلاصہ یہ ہے کہ بھڑ وغیرہ کے ڈمک لگانے اور دوا یا طاقت کے انجیکشن لگانے میں تین وجوہ سے فرق ہے، بھڑ وغیرہ کا کاٹنا علم اور ارادہ کے بغیر ہوتا ہے، اس سے اعتزاز ممکن نہیں اور اس میں اضرار بدن ہے، اور دوا یا طاقت کے انجیکشن علم اور ارادہ سے لگائے جاتے ہیں، ان سے اعتزاز ممکن ہے اور اس میں بدن کی اصلاح اور تقویت ہے، اس لیے بھڑ وغیرہ کے ڈمک لگانے پر انجیکشن کو کیا سہ کرنا درست نہیں ہے۔

**آیا روزہ وار مریض انجیکشن لگوائے یا نہیں؟** | اس چیز کی وضاحت کے بعد کہ انجیکشن یا ڈمک لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے، ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ اگر کسی روزہ وار مریض کو ایسا ایک روزے میں کوئی تکلیف لاحق ہو جائے اور ڈاکٹر اس کے لیے منہ سے کھانے کی دوا یا انجیکشن تجویز کرے تو اس کو ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق فوری علاج کرنا چاہیے، اور علاج نہ کرے گا کہ بیماری کو برقرار رکھنا یا بیماری بڑھانا کوئی تقویٰ اور پرہیز گاری نہیں ہے بلکہ گناہ ہے کیونکہ ہم جسم کے ناکہ نہیں ہیں اور اس کو خلع کرنے کا ہمیں اختیار ہے نہ اجازت، اس لیے روزہ میں لاحق ہونے والے مرض کا علاج کرنا لازم ہے اور اس بدنہ سے کی صرف قضاء لازم ہوگی، کفارہ نہیں ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے اصل حکم عزیمت بھی مشروع فرمایا ہے، اور عذر کے وقت رخصت بھی مشروع فرمائی ہے کیونکہ اسلام دین فطرت اور دین سیر ہے، اور جس طرح بلا عذر اصل حکم پر عمل نہ کرنا گناہ ہے، اسی طرح عذر کے وقت رخصت پر عمل نہ کرنا بھی گناہ ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ لیے اللہ کی ان دسی ہوئی رخصتوں پر عمل کرنا واجب ہے جو اس نے تم کو دی ہیں۔

عن جابر بن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عیدیکم برخصة اللہ الذی رخص لکم۔

امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے

عن عبد اللہ بن عمر قال قال رسول اللہ



ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اللہ کی دی ہوئی رخصت کو قبول نہیں کیا اس کو عرفات کے پہاڑوں جتنا گناہ ہوگا۔

صلی اللہ علیہ وسلم من لم یقبل رخصة الله كان عليه من الاثم مثل جبال عرفة -

نیز امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنی دی ہوئی رخصتوں پر عمل کو اسی طرح پسند کرتا ہے جس طرح اپنی نافرمانی کو ناپسند کرتا ہے۔

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله يحب ان تؤتى رخصته كما يكره ان تؤتى معصيته -

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال وصال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ روئے ہوئے، آپ نے روزہ رکھ لیا جب آپ کو اس آئینہ پر پہنچے تو آپ نے پانی کا پیالہ منگوا کر اسے اوپر اٹھایا سوئی کہ لوگوں نے اسے دیکھ لیا پھر آپ نے وہ پانی پی لیا، آپ کو بتایا گیا کہ بعض لوگ اپنے منہ سے پر برد قرار ہیں، آپ نے فرمایا وہ نافرمان ہیں اور نافرمان ہیں!!

عن جابر بن عبد الله ان رسول الله صلى الله عليه وسلم خرج عام الفتح الى مكة في رمضان فصام حتى بلغ كراع الغميم فصام الناس ثم دعوا بقدر من ماء فرفع حتى نظر الناس اليه ثم شرب ف قيل له بعد ذلك ان بعض الناس قد صام فقال اولئك العصاة اولئك العصاة -

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مسافر میں روزہ رکھنا اس وقت گناہ ہے جب مسافر میں روزہ رکھنے سے ضرر ہو۔

هذا محمول على من تضرر بالصوم -

علامہ مرغینانی لکھتے ہیں:

جو شخص رمضان میں بیمار ہو، اور روزہ پر برقرار

ومن كان مريضاً في رمضان فخاف

۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مستدرج ج ۲ ص ۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مستدرج ج ۲ ص ۱۰۸، " " " "

۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی

۴۔ علامہ تکیلی بن شرف نووی متوفی ۷۴۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۵۶، " " " "



ان صام اذا داه صرضه افطر وقضى (الی قولہ)  
لان زیادة المروض وامتدادہ قد تغفی  
الی الهلاک فیجب الاحتراز عنہ۔

رہنما مرضی میں اضافہ کا سبب ہو تو روزہ افطار کر لے  
اور اس روزے کی قضاء کرے، کیونکہ مرض کا برہنہ ہونے  
اوقات ہلاکت کا سبب ہوتا ہے، اس لیے اس  
سے احتراز کرنا واجب ہے۔

ان احادیث اور عبارات فقہار سے یہ معلوم ہوا کہ جب مریض کے لیے روزہ پر بقرار رہنا مرضی میں اضافہ اور  
در اور تکلیف میں شدت کا سبب ہو تو اب روزہ کو ترک کرنا واجب ہے اور روزے کو برقرار رکھنا گناہ ہے،  
اس لیے ایک معقول اور مخلص مریض کو یہ بتائے کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ متقی نہیں ہو  
آپ نے سفر میں ضرر کی وجہ سے روزہ افطار کر لیا تھا۔ اس لیے تم بھی افطار کرو، اللہ کی وحی ہوئی رحمت  
پر عمل کرو، اور یہ کہ رحمت پر عمل کرنا کار ثواب ہے اور عمل نہ کرنا گناہ ہے، اسلام وین فطرت اور دین یسر  
ہے اس نے ہر مشکل کا حل رکھا ہے اور انسان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں کیا، اس لیے ضرورت مند  
مریض روزے میں انجیکشن ضرور لگائے، بلکہ کھانے کی دعا بھی کھائے اور اس ایک روزہ کی قضا کرے۔ اور  
یہ اس سے کہیں آسان ہے کہ انجیکشن لگوا کر بدن کی اصلاح بھی حاصل کر لے، اور اپنے نفس کو یہ فریب دے کہ  
وہ بدستور روزہ دار ہے اور روزے کی قضا سے جان چھڑاتا ہے۔

انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے اور نہ ٹوٹنے کا ثمرہ اختلاف اب بکریل تنزل اللہ جوعلاء اس بات  
کے قائل ہیں کہ

انجیکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا البتہ کے اور ہمارے اختلاف کا ثمرہ یہ ہے کہ اگر کسی بیمار آدمی نے روزے  
میں انجیکشن لگوا لیا تو ان کے نزدیک اس روزے کی قضا لازم نہیں ہے اور ہمارے نزدیک اس روزے کی قضا لازم  
ہے، اب دیکھیے شرعی تقاضے کو پورا کرنے، خوف خدا اور احتیاط کے اعتبار سے کون سا نظریہ زیادہ صحیح ہے  
آیا اس روزہ کی قضا کرنا یا قضا نہ کرنا باگہ بالقرین دوسروں کی رائے درست ہوئی اور پھر بھی اس روزے کی قضا کر  
لی گئی تو آخرت میں اس شخص کو ایک زائد روزہ رکھنے کا ثواب مل جائے گا اور اگر واقع میں ہماری رائے درست  
ہوئی اور روزہ دار نے روزے میں انجیکشن لگوا کر اس روزہ کی قضا نہ کی تو اس سے اس روزے کا مواخذہ ہوگا  
اور اگر اس نے اس روزہ کی قضا کر لی تو وہ بار عبادت سے بری الذمہ ہوگا، اس لیے ہر فقیر پساخودی نواح ہمارے  
ہی نظریہ کے مطابق عمل کرنے پر موقوف ہے اور انجیکشن لگوا کر روزہ کی قضا نہ کرنے والا خود ہی مواخذہ کے  
خطرہ سے بہر حال دوچار رہے گا۔

الفتاویٰ الاسلامیہ (ج ۱)  
ص ۸۹ ج ۵ ص ۸۵۴

روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹنے کے سلسلہ میں حرف آخر

مطبوعہ مصر یسٹونک فی الدین والحیاء (ج ۱ ص ۱۲۴، مطبوعہ بیروت)۔ الفکر الاسلامی وادلتہ (ج ۲ ص ۶۵۸،



مطبوعہ بیروت) اور فتاویٰ نواریہ (ج ۲ ص ۱۲۳-۱۰۷ مطبوعہ لاہور) میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ روزے میں انجیکشن لگوانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور دلیل یہ قائم کی ہے کہ ہمارے فقہاء کے نزدیک منافذ اعلیٰہ کے علاوہ کسی اور مصلحت سے مصلحت اور مصلحت کے علاوہ جسم کے کسی حصہ میں دوا یا غذا پہنچ جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا، لیکن جیسا کہ ہم نے پہلے ذکر کیا قدیم فقہاء کے زمانہ میں گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور مصلحتات یا دوا کے خون میں شامل ہونے کا مہر و ن اور عام طریقہ صرف مصلحت کا مثل ہضم تھا اس لیے انہوں نے غذا یا دوا کے لیے مصلحت میں پہنچنے کی تیدر لگائی اگر ان کے زمانہ میں کیسائی طریقوں سے مصلحت کی وساطت کے بغیر براہ راست گلوکوز کے خون میں شامل ہونے یا حیاتین اور ادویات کے براہ راست خون میں شامل ہونے کا مہر و ن اور عام طریقہ ہوتا تو وہ اس سے روزہ ٹوٹنے کا حکم بطریق اولیٰ لگاتے، اس کی نظر یہ ہے کہ پہلے صرف ہڈی کی وساطت سے سامع تک آواز پہنچانے کا ذریعہ تھا، اور جب لاؤڈ اسپیکر ایجاد ہوا تو بجلی کی وساطت سے دھڑ تک آواز پہنچانے کا ذریعہ بن گیا، اب اس لیے متقدمین فقہاء کی تصانیف میں لاؤڈ اسپیکر پر نماز پڑھانے اور پڑھنے کا ذکر نہیں ہے، لیکن مؤخرین نے اس کو اشتراک علت کی وجہ سے جائز قرار دیا، اسی طرح پہلے نظر کی عینک لگا کر قرآن مجید پڑھنے کا تصور نہیں تھا، ورنہ بین سے چاند دیکھنے کا تصور نہیں تھا، لیکن جب یہ آلات ایجاد ہو گئے تو اشتراک علت کی بناء پر احکام شرعیہ میں ان سے استفادہ کیا جائے گا، قدیم فقہاء کے زمانہ میں اونٹوں اور بیل گاڑیوں پر سفر کیا جاتا تھا، اور اسی کے لحاظ سے مسافت قصر کے شرعی احکام مرتب ہوتے تھے، اب ریل اور ٹرک جہاں سے مسافت قصر کے احکام مرتب ہوتے ہیں، کیونکہ مسافت قصر کی علت ان تمام سواروں میں مشترک ہے اسی طرح مصلحت میں غذا یا دوا جانے کے بعد کھانے پینے کا مقصد تب پورا ہوتا ہے جب گلوکوز اور دوا خون میں شامل ہو جائے اور یہ مقصد انجیکشن کے ذریعہ بدستور قائم ہو رہا ہوتا ہے اور جب مقصد دونوں میں مشترک ہے تو دونوں سے روزہ ٹوٹ جائے گا البتہ روزے میں انجیکشن لگوانے سے صرف روزہ کی قضاء لازم ہوگی، کفارہ لازم نہیں ہوگا، میں نے کافی غور و فکر کرنے کے بعد یہ مسئلہ اسی طرح سمجھا ہے، اگر یہ حق و جواب ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی جانب سے ہے ورنہ میری فکر کی غلطی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول علیہ السلام سے بری ہیں، وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ رَبِّ الْغَلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ قَاذِرِ الْمُرْسَلِیْنَ اَكْرَمِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ وَ عَلٰی اٰلِهِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاهِرِیْنَ وَ اَصْحَابِهِ الْكَامِلِیْنَ وَ اَرْوَاحِ الْمَوْمِنِیْنَ وَ اَوْلِیَا وَاَمَّةٍ وَعِلْمَاءِ مِلَّتِهِ وَ اَمَّةٍ اَجْمَعِیْنَ۔

بَابُ بَيَانِ الْاِيْمَانِ الَّذِي يَدْخُلُ  
بِهِ الْجَنَّةَ وَاَنَّ مَنْ تَمَسَّكَ بِمَا اَمُرُ  
بِهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

ایمان کے جس وجہ کی وجہ سے جنت کے  
دخول کا استحقاق ہے اور جس نے احکام  
پر عمل کیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۱۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ



ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تشریف لے جا رہے تھے، اچانک ایک دیہاتی آیا اور آپ کی اونٹنی کی ٹیکل پکڑ کر کہنے لگا یا رسول اللہ! یہ چیز تمہارے جو مجھ کو جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ بات سن کر رک گئے اور اپنے اصحاب کی طرف دیکھ کر فرمایا اس شخص کو اس سال کی من عاف اللہ توفیق ملی ہے، اس کے بعد آپ نے اس شخص کی طرف منوجہ ہو کر فرمایا تم نے کیا کہا تھا، اس شخص نے اپنا سوال دہرایا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اور صلہ رحم کرو۔ (ابن ابی شیبہ کی روایت)۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ذکر فرمائی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھ کو جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، اپنے رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو۔ جب وہ شخص چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس شخص نے ان باتوں پر عمل کیا تو جنت میں جائے گا۔

حَدَّثَنَا ابْنُ حُدَّادٌ عَنْ عَبْدِ بْنِ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أَيُّوبَ أَنَّ أَمْرًا بَيْنَا عَزَّ وَجَلَّ يَرْسُولُ إِلَيْهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ فِي سَفَرٍ فَأَخَذَ بِحُطَامٍ نَاقَتِهِ أَوْ يَدِهَا وَهِيَ تُقَالُ يَارَسُولَ اللَّهِ أَوْ يَا مُحَمَّدًا أَخْبِرْنِي بِمَا يُقَرِّبُنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَمَا يُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ فَكُفَّ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ نَظَرَ فِي أَصْحَابِهِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ وَفَّقْتُ أَوْلَئِكَ هُدًى قَالَ كَيْفَ قُلْتَ قَالَ فَاَعَادَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتَقِيُمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتُحِلُّ الرِّجْمَ دِمَاقًا.

۱۳۔ حَدَّثَنَا ابْنُ حُدَّادٌ عَنْ عَبْدِ بْنِ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ طَلْحَةَ أَنَّ أَمْرًا سَمِعَ مُوسَى بْنَ طَلْحَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ هَذَا الْحَدِيثِ.

۱۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ أَخْبَرَنَا أَبُو الْأَحْوِسِ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوِسِ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ أَعْمَلُهُ يُدْنِيَنِي مِنَ الْجَنَّةِ وَيُبَاعِدُنِي مِنَ النَّارِ قَالَ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتَقِيُمُ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ وَتُحِلُّ ذَرْعِيكَ فَلَمَّا أَوْبَرَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ تَمَسَّكَ بِمَا أَمَرْتُمْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ إِنْ تَمَسَّكَ بِهِ.



۱۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَقَ حَدَّثَنَا عَفَّانُ حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ حَكَّانٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ أَهْلَ بَيْتِ جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفَتَنَ بَنَاتُ رَسُولِ اللَّهِ وَنَحْنُ عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ قَالَ تَعْبُدُ اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتَقْرَأُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَقْرُوضَةَ وَتَصُومُ مَصَّانَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا آتِيَنَّكَ عَلَى هَذَا شَيْئًا أَبَدًا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک دیہاتی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ مجھے ایسا مل جائے جس کو اختیار کرنے سے میں جنت میں چلا جاؤں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ، فرض نماز ادا کرو، فرض زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، دیہاتی نے کہا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں ان احکام میں نہ کچھ زیادتی کروں گا اور نہ کمی، جب وہ شخص چلا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جنتی کے دیکھنے سے خوش ہوتا ہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

۱۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآبُو كَرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي كَرَيْبٍ قَالَ رَوَاهُ ثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التُّعْمَانُ بْنُ قَوْثَلٍ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتُ الْمَكْتُوبَةَ وَحَرَمْتُ الْحَرَامَ فَادْخَلْتُ الْجَنَّةَ أَدْخَلَ الْجَنَّةَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ثمان بن قوثل آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ مجھے یہ بتائیے کہ اگر میں فرض نمازیں پڑھتا رہوں، حرام سے بچتا رہوں اور حلال کام کرتا رہوں تو کیا میں جنت میں چلا جاؤں گا۔ آپ نے فرمایا ہاں۔

۱۷۔ وَحَدَّثَنَا جَابِرُ بْنُ الشَّاعِرِ وَالْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَاءَ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَوْسَى عَنْ سُفْيَانَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ وَابْنِ سُفْيَانَ عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ التُّعْمَانُ بْنُ قَوْثَلٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ بِمِثْلِهِ وَزَادَ فِيهِ وَلَمْ أَرِدْ عَلَى ذَلِكَ شَيْئًا۔

امام مسلم ایک اور سند سے سنا ہے حضرت جابر کی یہی روایت ذکر کرتے ہیں اس میں یہ اضافہ ہے کہ ثمان بن قوثل نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ان احکام پر کچھ زیادتی نہ کروں گا۔

۱۸۔ وَحَدَّثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَبِيبٍ حَدَّثَنَا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ



ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا مجھے یہ بتلائیے کہ اگر میں زمین و آسمان پر چھڑا ہوں ، رمضان کے روزے رکھوں ، حلال کام کروں کھولم سے بچوں اور ان کاموں پر کوئی اضافہ نہ کروں تو کیا میں جنت میں چلا جاؤں گا؟ آپ نے فرمایا ہاں اس شخص نے کہا یہ خدا! میں ان احکام پر کوئی اضافہ نہ کروں گا۔

الْحَسَنُ بْنُ أَغْمِيْن حَدَّثَنَا مَعْقِلٌ وَهُوَ بَشْرُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا صَلَّيْتَ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ بَاتَ وَصُمْتَ لِمَقْصَدَانِ وَاحِدٍ لَدُنَّ الْحَلَالِ وَحَرَّمَكَ الْحَرَامَ وَلَعَلَّ آيَةً عَلَى ذَلِكَ تَشِيئًا أَدْخَلَ الْجَنَّةَ قَالَ نَعَمْ قَالَ وَاللَّهِ لَا آيَةَ يَدَّ عَلَى ذَلِكَ تَشِيئًا -

**توفیق کا معنی اور شرک کی تعریف** | حدیث نمبر ۱۲ میں مذکور ہے : اس شخص کو من جانب اللہ توفیق ملی ہے۔ علامہ نووی لکھتے ہیں توفیق کا معنی ہے اطاعت کی قدرت کو پیدا کرنا اور خدا ان کا معنی ہے معصیت کی قدرت کو پیدا کرنا۔ اسی حدیث میں ہے اللہ کے ساتھ کسی کو شرک نہ بناؤ۔ اللہ کے شرک بنانے کا یہ معنی ہے کسی کو اللہ کے سادھی ماننا، یعنی کسی شخص کو واجب الوجود اس کی صفات مستقل اور تدلیم اور اس کو عبادت کا مستحق ماننا۔ علامہ تفت زلانی لکھتے ہیں :

الاشراك هو اثبات الشريك في الالهية بمعنى وجوب الوجود كما للمعجوس او بمعنى استحقاق العبادۃ كما لعبدة الاصنام يله

شرک کرنا یہ ہے کہ کسی شرک کو واجب الوجود اور الہ مانا جائے جیسے مجوس کہتے ہیں یا کسی کو عبادت کا مستحق مانا جائے جیسے بت پرست کہتے ہیں۔

حدیث نمبر ۱۵ میں ہے : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص کسی جنتی کو دیکھ کر خوش ہوتا ہو وہ اس شخص کو بچھڑے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں :  
ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا کہ یہ شخص ان احکام پر عمل کرے گا، اور ان کو ہمیشہ کریگا اور جنت میں داخل ہوگا۔

**بَابُ بَيَانِ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ وَدَعَائِهِ الْعِظَامِ** اسلام کے ارکان اور عظیم ستونوں کا بیان

۱۔ علامہ سعد الدین سمعون بن عمر تفت زلانی متوفی ۷۹۱ھ شرح عقائد المستفیض ص ۶۱، مطبوعہ مطبعہ مجتہدانی دہلی  
۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۶۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۱، مطبوعہ نور محمد راج المطابع کراچی



۱۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شُمَيْرٍ  
أَنَّهُمْ إِذَا حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدٍ يَغْنِي سَكِينَتَانِ  
عَقِيَانِ الْأَحْمَرِ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ  
سَعْدِ بْنِ عُبَيْدَةَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَنِي الْإِسْلَامِ عَلَى خَمْسَةٍ  
عَلَى أَنْ يُؤَحِّدَ اللَّهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ  
الزَّكَاةِ وَصِيَامِ رَمَضَانَ وَالْحَجِّ فَقَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَكُمْ صِيَامُ رَمَضَانَ  
وَالْحَجِّ هَكَذَا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی  
بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا  
نماز پڑھنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے روزے  
رکھنا اور حج کرنا، ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر  
سے کہا حج اور رمضان کے روزے ۹ فرمایا انہیں  
رمضان کے روزے اور حج میں نے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم سے یہی سنا ہے۔

۲۰۔ حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عَثْمَانَ النَّصَرِيُّ  
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زَكْرِيَّا حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ  
عُبَيْدَةَ الشُّكَيْمِيُّ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ بَنِي الْإِسْلَامِ  
عَلَى خَمْسٍ عَلَى أَنْ يُعْبَدَ اللَّهُ وَيُكْفَرُ بَعْدَهُ  
ذُو نُهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَ  
حَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام  
کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ تعالیٰ کی عبادت  
کرنا اور اس کے سوا سب کی عبادت کا انکار کرنا نماز  
قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان  
کے روزے رکھنا۔

۲۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعَدَةَ حَدَّثَنَا  
أَبُو حَازِمَةَ عَصِمٌ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ زَيْدٍ  
بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَنِي الْإِسْلَامِ  
عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ  
مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ  
وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام  
کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: اللہ تعالیٰ کے ایک  
ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے بند  
اور اس کے رسول ہونے کی گواہی دینا، نماز قائم کرنا،  
زکوٰۃ ادا کرنا، بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے  
روزے رکھنا۔

۲۲۔ وَحَدَّثَنِي ابْنُ شُمَيْرٍ حَدَّثَنَا أَبِي  
حَدَّثَنَا حُظَيْفَةُ قَالَ سَمِعْتُ عِكْرِمَةَ بْنَ خَالِدٍ  
يُحَدِّثُ طَاوُسًا أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللَّهِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک شخص  
نے سوال کیا آپ جہاد کیوں نہیں کرتے؟ آپ نے کہا  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے،



ابْنُ حُزَافَةَ قَالَ رَأَيْتُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ الْإِسْلَامَ بُنِيَ عَلَى خَمْسَةِ شَهَادَاتٍ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَصِيَّامَ رَمَضَانَ وَحَجَّ الْبَيْتِ -

آپ فرماتے تھے اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اللہ تعالیٰ کی توحید، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج کرنا۔

**الفاظ حدیث میں رد و بدل کرنے کی ممانعت**

رمضان کے روزے سے کوفرن ہوئے ہوں اور حج سے کوفرن ہوا۔

حدیث نمبر ۱۹ میں ہے: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اسلام کی پانچ بنیادیں بیان کرتے ہوئے رمضان کے روزے اور حج کا ذکر کیا اور جب ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر سے کہا حج اور رمضان کے روزے ہ تو فرمایا نہیں رمضان کے روزے اور حج ایسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مناسبت ہے اور حدیث نمبر ۲۱ میں حضرت عبداللہ بن عمر نے عہد ان پانچ چیزوں کے بیان میں پہلے حج اور پھر رمضان کے روزوں کا ذکر کیا۔

علامہ نووی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

علامہ کا اس کی توجیہ میں اختلاف ہے کہ حضرت ابن عمر نے حج کو رمضان سے مقدم کرنے پر کیوں انکار کیا جب کہ حضرت ابن عمر سے بھی اسی ترتیب سے روایت ہے، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ حضرت ابن عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو مرتبہ یہ حدیث سنی، ایک بار آپ نے رمضان کو حج پر مقدم فرمایا اور دوسری بار حج کو رمضان پر، اور اسی طرح حضرت ابن عمر نے ان دو حدیثوں کو دو مختلف وقتوں میں روایت کیا، اور جب اس شخص نے اس حدیث کو دہرایا اور حج کا ذکر مقدم کیا تو حضرت ابن عمر نے فرمایا تم بغیر علم کے اس روایت کی ترتیب نہ بدلو اور اس پر اعتراض نہ کرو، کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح مناسبت ہے، اور اس میں دوسری ثقافت کی نفی نہیں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت حضرت ابن عمر کو دوسری روایت یا دوسری ہی حدیث ملے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جو اس شخص کو ثواب کا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس طرح حدیث سنی ہو اسی طرح روایت کرنا چاہیے۔ اس میں تو شبہ نہ ہو کہنا اور حدیث کے الفاظ کی ترتیب بدلنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ الْأَمْرِ بِالْإِيمَانِ بِاللَّهِ تَعَالَى وَرَسُولِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَشَرِّعِ الدِّينَ وَالْأَعْيَادَ إِلَيْهِ وَالسُّؤَالَ عَنْهُ وَحِفْظَهُ وَتَبْلِيغَهُ مَنْ لَمْ يَبْلُغْهُ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے اور احکام شریعت پر عمل کرنے ان کو یاد رکھنے اور ان کی دعوت دینے اور تبلیغ کرنے کا حکم

۲۳ - حَدَّثَنَا نَعْتَقْتُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے

لے۔ علامہ بخاری بن مشرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۲، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ کراچی، ۱۴۰۵ھ



یہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبد القیس کا وفد حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے کفار شامل ہیں اور ہم صرف حضرت سے ملنے پہنچوں میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو سکتے ہیں لہذا آپ ہمیں کسی ایسی چیز کا حکم دیجئے جس پر ہم خود بھی عمل کریں اور اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بھی اس پر عمل کرنے کی دعوت دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا ہوں، اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، اللہ پر ایمان لانا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر کی اور فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، مال بخلت میں سے پانچواں حصہ ادا کرنا، اور میں تم کو شش گندہ کے برتن، سبز گھڑے، لکڑی کے برتن اور اس برتن کے استعمال سے منع کرتا ہوں جن پر روغن قار (دال) ملا ہوا ہو، خلف بن ہشام نے اپنی روایت میں یہ اضافہ بھی کیا کہ جب آپ نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا ذکر فرمایا تو اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا۔

ابرجو بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے لوگوں کے درمیان ترجمان کیا کرتا تھا، ایک دفعہ ایک عورت آئی اور اس نے حضرت ابن عباس سے گھر سے میں بنائے ہوئے تہیز کے بارے میں سوال کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عبد القیس کا وفد حاضر ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کون لوگ ہیں ان لوگوں نے کہا رجبہ آپ نے فرمایا ان لوگوں کو خوش آمدید ہو یہ لوگ یہاں شرمندہ اور نادوم نہیں ہوں گے، ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ آپ کی خدمت میں بہت دور سے آئے ہیں، حضور ہمارے اور آپ کے درمیان قبیلہ

کریہ عن ابی جہمۃ قال سمعت ابی عباس ح وحدثنا یحییٰ بن یحییٰ واللفظ لہما اخیرتا عیاد بن زید عن ابی جہمۃ عن ابن عباس قال قدام وحدثنا عبد القیس علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالوا یا رسول اللہ انا ہذہ النجیۃ من ربیعۃ وقد حالت بیننا و بینک کفار مضر ولا تخلص الیک الا فی شہر الحرام فحدثنا یا مہر عمل یم وقد عوا الیہ من و ما عا قال امرکم یا مہر و انہا کفر عن ادبہم الیہما ان یم اللہ ثم فسرہا لہم فقال شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و ان محمدہ رسول اللہ و اقام الصلوٰۃ و ایتاء الزکوٰۃ و ان تؤدوا خمس ما غنمتم و انہا کفر عن الثباۃ و الحثیم و النقیۃ و التعلیۃ و ما اختلف فی ما قالہ شہادۃ ان لا الہ الا اللہ و عقد واحدہ

۲۴۔ حدثنا ابو بکر بن ابی شیبہ و محمد بن المنشی و محمد بن بشار و الفاطمہ ثقافۃ قال ابو بکر حدثنا عنہما عن شعبۃ قال الاخران حدثنا محمد بن جعفر حدثنا شعبۃ عن ابی جہمۃ قال کنت اترجمہ یلین ید ابی ابن عباس و بین الناس فاکتتہ امراۃ تسالہ عن تہیز الجہر فقال لا وحدثنا عبد القیس اتوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من الوعدہ او من القوم قالوا ربیعۃ فقال مریۃ یا قوم اذ یا لوفد غیر یحزب یا و لا اللہ الی کنا



مضر کے کفار مائل ہیں اس لیے ہم حیرت دلا رہے ہیں ان کے  
 غلام اور کسی مہینہ میں آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہو  
 سکتے لہذا آپ ہمیں کوئی فیصلہ کن بات بتا دیجئے جس کی  
 تبلیغ ہم اپنے قبیلہ کے لوگوں کو بھی کریں اور ہم جنت  
 میں داخل ہو جائیں، حضرت ابن عباسؓ نے کہا رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چار باتوں کا حکم دیا اور  
 چار سے روکا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو  
 حد تک دھمکا دیا کہ انہیں لاسنے کا حکم دیا اور فرمایا کیا تمہیں  
 خدا سے واحد پر ایمان لانے کا مطلب معلوم ہے؟  
 انہوں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے  
 دانتے ہیں، آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ  
 تعالیٰ کے سوا اور کوئی عبارت کا مستحق نہیں اور یہ کہ محمد اللہ  
 کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوٰۃ ادا کرنا، رمضان کے  
 روزے رکھنا اور مال غنیمت سے پانچواں حصہ  
 ادا کرنا اور ان کو شک کندہ سے بنائے ہوئے  
 برتن، سبز گھڑیے اور روغن قارطی ہونے برتن  
 کے استعمال سے روکا، شیعہ نے لکڑی کے برتن کا  
 بھی ذکر کیا، حضور نے فرمایا ان باتوں کو خود بھی یاد رکھو  
 اور اپنے قبیلہ کے لوگوں تک پہنچا دو، ابو بکر بن ابی  
 شیبہ نے اپنی روایت میں لکڑی کے برتن کا ذکر نہیں  
 کیا۔

اہم مسلم اسی حدیث کو ایک اور سند کے ساتھ  
 بیان کر کے یہ اعجاز ذکر کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا میں تم کو اس نبی سے منع کرتا ہوں  
 جو کدو، اور لکڑی کے برتن میں اور سبز گھڑی سے اور  
 روغن قارطی ہونے برتن میں بنایا جاتا ہے، اور معاذ  
 نے اپنی روایت میں یہ الفاظ زیادہ کیے ہیں کہ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زید عبدالقیس کے سردار  
 سے کہا تم میں دو شخص ہیں ایسی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ پسند

فَعَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ اَنَا نَأْتِيكَ مِنْ شَقَمٍ بَعِيدَةٍ  
 وَ اَنْ يَمِيْنَنَا وَ يَمِيْنَكَ هَذَا الْحَقُّ مِنْ كُفَرٍ  
 مُضْمَرٍ وَ اَنَا لَا نَسْتَطِيعُ اَنْ نَأْتِيَكَ اِلَّا فِي شَهْرِ  
 الْحَرَامِ فَخَرْنَا بِأَمْرِ فَصِّلْ تَخِيْرِيْهِ مِنْ  
 وَرَاءَنَا وَ تَدْخُلُ بِدِ الْجَنَّةِ قَالَ فَامْرَهُوْهُ  
 عَنْ اَرْبَعٍ وَ نَهَا هَهُ عَنْ اَرْبَعٍ قَالَ وَ اَمْرُهُمْ  
 بِالْاِيْمَانِ بِاللّٰهِ وَ حُدُّهُ وَ قَالَ هَلْ تَدْرُوْنَ  
 مَا الْاِيْمَانُ بِاللّٰهِ وَ حُدُّهُ فَخَالُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهُ  
 اَعْلَمُوْهُ قَالَ شَهَادَةٌ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنْ  
 مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ اَقَامُ الصَّلَاةَ وَ اِيْتَاةُ  
 الزَّكَاةَ وَ صَوْمُ رَمَضَانَ وَ اَنْ تُؤَدَّ اَخْمُسًا  
 مِّنَ الْمَخْطُوْمِ وَ نَهَا هَهُ عَنِ الدُّبَاةِ وَ الْحَنْتَمِ  
 وَ الْمَرْفُوتِ قَالَ شُعْبَةُ وَ رُبَّمَا قَالَ الْمُتَفَيِّرِ  
 قَالَ وَ رُبَّمَا قَالَ الْمُتَفَيِّرِ قَالَ اَحْفَظُوْهُ وَ  
 اَحْيُوْهُمَا مِنْ وَرَاءِ كُمْ وَ قَالَ اَبُو بَكْرٍ بَنُ  
 اَبِي شَيْبَةَ فِيْ رِوَايَتِهِمْ مَنْ وَرَاءَهُ كُمْ وَ كَيْسٍ  
 فِيْ رِوَايَةِ الْمُتَفَيِّرِ

۲۵۔ وَ حَدَّثَنِيْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَعَاذٍ وَ قَالَ  
 اَبُو جَرٍّ وَ حَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَهَنَمِيُّ قَالَ  
 اَنَا اَبُو جَرٍّ جَمِيعًا حَدَّثَنَا فَصِّلْهُ بَنُ خَالِدٍ عَنْ  
 اَبِي جَمْرَةَ عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
 اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيْثِ تَخِيْرُ حَدِيْثِ  
 شُعْبَةَ وَ قَالَ اَنْتُمْ كُمْ عَسَا يَكْبَدُ فِي الدُّبَاةِ  
 وَ الدُّبَاةِ وَ الْحَنْتَمِ وَ الْمَرْفُوتِ وَ اَدْبَانُ مَعَاذٍ  
 فِيْ حَدِيْثِهِ عَنْ اَبِيهِ قَالَ وَ قَالَ رَسُوْلُ



فرماتا ہے: سمجھو اور پروردگار ہی۔

اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِلَّهِ شَيْخُ الْمَسْجِدِ  
عَبْدُ الْقَيْسِ إِنَّ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ لِحَبِيبِهِمَا  
اللَّهُ الْجَلِيلُ وَالْإِنْفَانَةُ -

۲۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي الْيُؤُبَ حَدَّثَنَا ابْنُ  
عَبْدِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ عَنْ  
قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ لُغَيْزٍ الرَّحْمَنِيُّ  
كَانَ مُؤَلَّعًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَالَ سَعِيدٌ وَذَكَرَ قَتَادَةُ أَبَا  
لَصْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ أَخَذَ بِي فِي حَدِيثِهِ  
هَذَا أَنَا أَمَّا مِنْ عَبْدِ الْقَيْسِ قَدْ مَوَّاهِلِي  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَغَاوِيَا  
رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا حَتَّى مِنْ تَرْيِيعَةٍ وَبَيْعَتَا  
بَيْعَتِكَ كَفَّارًا مُضَرَّ وَلَا تَقْدِرُ عَلَيْكَ إِلَّا فِي  
أَشْهُمِ الْكُفْرِ فَهَرْنَا بِأَمْرِنَا مُرِيهَ مِنْ قَدَانَا  
وَدَدْ خُلُوبِ الْجَنَّةِ إِذَا رَحْنُ أَحَدُنَا بِهَ فَقَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْرُكُمْ  
يَأْتِي بَعْرٌ وَأَنْتُمْ كُمْ عَنْ أَمْرٍ بِعْرٌ أُعْبِدُوا اللَّهَ  
وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ هَيْئًا وَأَقِفُوا الصَّلَاةَ وَأَتُوا الزَّكَاةَ  
وَصُومُوا رَمَضَانَ وَأَعْطُوا الْخُمُسَ مِنْ  
الْعَنَائِيهِ وَأَنْتُمْ كُمْ عَنْ أَمْرٍ بِعْرٌ عَنِ الدُّبَاءِ  
وَالْحَنْتَمِ وَالْمَرْقَاتِ وَالْقَفِيرِ قَالُوا يَا كَلْبُ  
اللَّهُ مَا عَلَيْكَ يَا لِقَيْلٍ قَالُوا بَلَى جَذَعٌ  
تَنْقَرُونَ فَتَقْدِرُونَ فِيهِ مِنَ الْفُطَيْعَاءِ  
قَالَ سَعِيدٌ أَوْ قَالَ مِنَ الشَّعْرِ ثُمَّ تَصْرَبُونَ  
فِيهِ مِنَ الْمَاءِ حَتَّى إِذَا سَكَنَ غَلِيًّا لَهُ شَرِبْتُمُوهُ  
حَتَّى إِنْ أَحَدَكُمْ أَذْلَانُ أَحَدٌ هُوَ لَيْضَرِي  
ابْنُ عَيْمٍ يَالْتَقِيفُ قَالَ فِي الْقَوْمِ رَجُلٌ  
أَصَابَتْهُ بَحْرَا حَةٍ كَذَلِكَ قَالَ وَكَانَتْ أَخْيَاهَا  
حَبَاءٌ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

تلاوہ کہتے ہیں میں نے اس شخص سے حدیث  
سنی ہے جس نے اس وقت سے ملاقات کی تھی جو رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ سعید  
بن ابی عروبہ کہتے ہیں کہ تلاوہ نے بیان کیا کہ انھوں نے  
ابو نصرہ کے واسطے سے حضرت ابو سعید خدری سے  
روایت بیان کی کہ عبد القیس کے کچھ لوگ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض  
کیا کہ یا رسول اللہ! ہم قبیلہ رعیہ سے ہیں اور ہمارے  
اور آپ کے درمیان قبیلہ مضر کے سفارہ عامل ہیں اس لیے  
خدمت دہانے میںوں کے علاوہ اور کسی مہینہ میں ہمارے  
ہمارے لیے ممکن نہیں ہے لہذا آپ ہم کو ایسا حکم  
دیکھئے جو ہم اپنے قبیلہ تک پہنچائیں اور ہم خود بھی اس  
پر عمل کر کے جنت میں داخل ہوں رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں تم کو چار چیزوں کا حکم دیتا  
ہوں، اور چار چیزوں سے روکتا ہوں، اللہ تعالیٰ  
کی عبادت کرو اور کسی کس اس کا شریک مت بناؤ نماز  
قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو  
مال غنیمت سے پانچواں حصہ ادا کرو اور چار چیزوں  
سے تم کو روکتا ہوں، ان کا استعمال مت کرو اور خشک  
کھجوروں سے بنائے ہوئے برتن، سبز گھٹنے کٹری  
کے برتن اور برتن قارسلے ہوئے برتن۔ ان لوگوں  
نے عرض کیا حضور آپ کو معلوم ہے کٹری کا برتن کیسا  
ہوتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیوں  
نہیں! تم کٹری کو کھوکھلا کر کے اس میں کھجوریں جگڑا دیتے  
ہو، (راوی کو شک ہے کھجوریں فرمایا یا جھوڑا ہے)  
اور جب اس کا کچا پانی جو شش کھا کر فہر جانے سے قوی



قُلْتُ فَعَيْتُهُ كَشْرَبُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَتْ فِي  
 أُسْقِيَةِ الْأَدَمِ الَّتِي يَلَدَتْ عَلَى أَفْوَاهِهَا قُلْتُ  
 يَا نَبِيَّ اللَّهِ إِنْ أَرْضَنَا كَثِيرَةٌ الْجُرْدَانُ وَكَأَنَّ  
 كُنْهِيَ بِهَا أُسْقِيَةِ الْأَدَمِ فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِنْ أَكَلْتُمُهَا الْجُرْدَانُ وَإِنْ  
 أَكَلْتُمُهَا الْجُرْدَانُ قَدْ أَكَلْتُمُهَا الْجُرْدَانُ قَالَ  
 فَقَالَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَشْجُرُ  
 عَبْدُ الْقَيْسِ إِنْ فِيكَ لَخَصْلَتَيْنِ يُحِبُّهُمَا اللَّهُ  
 الْحِلْمُ وَالْإِنْسَانَةُ -

تم اس کو پہنچتے ہو جس کے شجر کا یہ اثر ہوتا ہے یہاں تک کہ تم  
 میں سے ایک شخص اس پٹے چھا راؤ کہ تلوار سے قتل کر  
 ڈالنا ہے۔ دند میں سے ایک شخص تھا جس کو اسی وجہ  
 سے رقم لگا تھا اور اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم سے شرم کی وجہ سے اپنا زخم چھپا رکھا تھا اس  
 نے کہا میں نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر تم کس قسم کے  
 برتنوں میں پیا کریں، آپ نے فرمایا چھڑے کی ان شکنوں  
 میں بیوہ جن کے منہ بندھے ہوئے ہوں۔ اہل ہند  
 نے عرض کیا یا نبی اللہ! ہم اسے علاقہ میں چوبے بھرتے  
 ہیں وہاں چھڑے کے ٹھیکڑہ وغیرہ اس سے لے سکتے ہیں  
 سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان ہی  
 برتنوں میں پیا اگرچہ چوبے کاٹ ڈالیں، اگرچہ چوبے  
 کاٹ ڈالیں، اگرچہ چوبے کاٹ ڈالیں، پھر رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس کے سر وار سے  
 فرمایا تمہارے اندر وہ ایسی خصلتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ  
 پسند فرماتا ہے: سمجھو اور بردہ داری۔

المسلم نے قنادہ کی اسی حدیث کو ایک اور سند  
 کے ساتھ بیان کیا جس میں کچھ لفظی تغیر ہے کجوروں  
 کو پانی میں ڈالنے کے لیے نقد فون کی جگہ نقد لطفین  
 کا لفظ ہے اور اس میں بلوی سید کا یہ قول بھی نہیں کہ  
 "اس کو شک ہے کہ حضور نے کجوروں کا ذکر کیا تھا  
 یا چھوڑ دیں گا!"

۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ  
 قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ  
 قَتَادَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عَزِيدُ بْنُ قَاهِلَةَ لَقِيَ ذَلِكَ الْوَلَدَ  
 وَكَرَّابَا نَصْرَةً عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدَمِيِّ أَنَّ  
 وَفَدَ عَبْدُ الْقَيْسِ لَنَا قَدِمُوا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهْدِلُ حَدِيثُ ابْنِ عُلَيْكَةَ  
 عَمْرٍاءَ فِيهِ وَقَدْ يَقُولُ فِيهِ مِنَ الْقَطِيعَةِ  
 وَالشَّيْرُ وَالنَّمَاءُ وَنَمْ يَقُولُ قَالَ سَعِيدُ بْنُ  
 قَتَادَةَ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
 ہیں کہ جب وفد عبد القیس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ  
 ہمیں آپ پر خدا کے کس قسم کے برتنوں میں پینا

۲۸ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ وَحْدَةَ بِنْتِ  
 مُحَمَّدِ بْنِ تَرْوِاجٍ وَابْنِ عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ وَحْدَةَ بِنْتِ  
 مُحَمَّدِ بْنِ تَرْوِاجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ



أَنَّ أَبَا نَضْرَةَ أَخْبَرَهُ وَحَسَنًا أَخْبَرَهُمَا أَنَّ أَبَا  
سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ وَفْدًا عَبْدَ الْقَيْسِ  
لَمَّا آتَوْا نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالُوا يَا  
نَبِيَّ اللَّهِ جَعَلْنَا اللَّهَ فِدَاكَ مَاذَا يَصْلُحُ لَنَا  
مِنَ الْأَشْيَاءِ فَقَالَ لَا تَشْرَبُوا فِي النَّبِيِّ  
قَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ جَعَلْنَا اللَّهَ فِدَاكَ أَوْ تَذَرِي  
مَّا التَّيْبَعُ قَالَ نَعَمْ لِحَدِّثِمْ مَعَهُ وَسُطَّةٌ وَلَا فِي  
الدُّبَاءِ وَلَا فِي الْحَنَمَةِ وَعَلَيْكُمْ بِالْمُؤَاكَاةِ

ہمارے لیے جائز ہے، آپ نے فرمایا گڑھی کے برتنوں میں  
مست پیا کرو۔ اہل وفد نے عرض کیا یا نبی اللہ! اللہ تعالیٰ ہمیں  
آپ پر خدا کرے آپ کو معلوم ہے گڑھی کا برتن کیسا ہوتا  
ہے؟ آپ نے فرمایا ان گڑھی کو اندر سے کھود دیتے ہیں  
پھر فرمایا کہ وہ کے برتن کو استعمال کرو وہ سبز گھڑے کو ان کی  
بجائے چڑے کی ان محکوں سے بھرا کر دین کا منہ بندھا  
درا۔

**حرمت والے مہینوں میں جہاد کرنے کی تحقیق** | حدیث نمبر ۲۳ میں ہے: وفد عبد القیس نے کہا ہم صرف  
حرمت والے مہینوں میں آپ کی خدمت میں آسکتے ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شریف لردی شافعی لکھتے ہیں:

حرمت والے مہینے چار ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں اس کی تصریح ہے، اور وہ یہ ہیں ذوالقعدہ، ذوالحجہ،  
محرم اور رجب تمام علماء کا اس پر اجماع ہے کہ یہ حرمت والے مہینے ہیں۔  
علامہ آنوسی حنفی لکھتے ہیں:

اہل عرب میں حضرت ابراہیم کے وقت سے یہ قاعدہ چلا آ رہا تھا کہ انھوں نے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم کے مہینے  
حج کے لیے خاص کر لیے تھے اور رجب کا مہینہ عمر کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔ ان چار مہینوں میں جنگ، قتل اور سفارت  
گرہی ممنوع تھی تاکہ لاؤٹین گبرامن وامن سے بیت اللہ تک جائیں اور حج یا عمرہ کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس آسکیں،  
اس بنا پر ان مہینوں کو حرمت والے مہینوں کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔  
وفد عبد القیس کا مطلب بھی یہ تھا کہ چونکہ ان کی سفر کے کاروں سے آویزش رہتی ہے اس لیے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلامتی کے ساتھ حاضر ہونے کے لیے حرمت والے مہینوں کا وقت ہی مناسب تھا جب  
کافر بھی جنگ سے اپنے ہاتھ روک لیتے تھے۔  
ان حرمت والے مہینوں میں مسلمانوں کو کفار سے ابتداء جنگ کرنے سے روک دیا گیا تھا جیسا کہ اس آیت  
سے ظاہر ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحِلُّوا شَعَائِرَ اللَّهِ  
وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامِ - (مائیدہ: ۲۰)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کی بے حرمتی  
نہ کرو اور نہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کرو۔

اب یہ سوال رہ جاتا ہے کہ کیا ان مہینوں میں اب بھی کفار سے جہاد کرنا جائز ہے؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف  
ہے تاہم میں عطا کا مسلک یہ ہے کہ یہ حکم ابھی باقی ہے اور مسلمان ان مہینوں میں کفار پر حملہ آور نہیں ہو سکتے الا یہ کہ ان



مہینوں میں کفار مسلمانوں پر حملہ کریں اور ان سے بدافعت میں جنگ کی جائے۔ اور تابعین میں سے دوسرے جنگ حضرت سید بن مسیب فرماتے ہیں کہ یہ حکم اب باقی نہیں ہے، کیونکہ اسلام کی سرحدیں اب سرزمین عرب تک محدود نہیں رہیں بلکہ مشرق و مغرب میں پھیل چکی ہیں اور سرزمین عرب کے علاوہ دوسرے علاقوں میں جہاد کرنے کے لیے ان مہینوں کی حرمت مانع نہیں ہے کیونکہ جس وجہ سے ان مہینوں میں جنگ و جدال سے منع کیا تھا وہ دوسرے عرب علاقوں میں نہیں پائی جاتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبیدہ بن حسیں قرظی کو حرم ۹۰ میں بتوہم پر حملہ کے لیے بھیجا اور صحیح سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس عزم کو طائف کا معاہدہ کیا۔ اور عزم حرمت والے مہینوں میں سے ہے نیز علامہ سبکی نے بیان کیا ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کے جواز پر اطلاع ہو چکا ہے عثمان باب کی مطابقت حدیث شریف کے اسی جملہ سے ہے جس میں وفد عبدالقیس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور ان کو احکام بیان فرمائیں تاکہ وہ ان احکام کی اپنے قبیلہ میں تبلیغ کریں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زائد رسالت میں احادیث کو یاد کرنے اور انہیں دوسروں تک پہنچانے کا رواج تھا اور یہ حجت حدیث کی دلیل ہے نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ خبر واحد حجت نہ ہوتی ہے۔

ایک اشکال کا جواب پانچ چیزیں فرمائی ہیں (۱) ایمان (۲) توحید (۳) کلمہ (۴) نماز (۵) زکوٰۃ (۶) مال نفیت کا پانچواں حصہ اور اگر نماز اس سوال کے کئی جواب دیے گئے ہیں جن میں سے زیادہ مقبول جواب یہ ہے کہ مال نفیت کا پانچواں حصہ ادا کرنا کوئی علیحدہ حکم نہیں ہے بلکہ زکوٰۃ ہی کا ایک حصہ ہے۔

چار قسم کے برتنوں کے استعمال کی ممانعت کی وضاحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چار قسم کے برتنوں میں نمینہ بنا کر پیئنے سے اس لیے منع فرمایا تھا کہ پہلے ان برتنوں میں شراب بنائی جاتی تھی اس میں اختلاف ہے کہ یہ حکم اب بھی باقی ہے یا منسوخ ہو گیا، جسور کہ لائے یہ ہے کہ یہ حکم اب منسوخ ہو چکا ہے کیونکہ امام مسلم نے اپنی تصحیح میں حضرت بکر بن عبد ربیع سے روایت کیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے تم کو مشکیزوں میں نمینہ بنانے سے منع کیا تھا اب ہر برتن میں نمینہ بنا سکتے ہو لیکن اس کو نشہ آور نہ کر کے نہ پینا۔ اس کے برخلاف صحابہ میں حضرت عمر اور حضرت ابن عباس اور انہوں میں سے امام مالک اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک حرمت کا یہ حکم اب بھی باقی ہے۔

نمینہ کا معنی کو پانی میں ڈال کر معمولی جوش دیاجائے تا اس سے نمینہ بن جاتا ہے اس کا پینا جائز ہے صحابہ کرام بالعموم نمینہ پیتے تھے لیکن اگر ان چیزوں کو پانی میں زیادہ دیر رکھا جائے گا کہ پانی کاڑھا ہو کہ جھاگ چھوڑنے لگے تو پھر یہ نشہ آور ہو جاتا ہے اور یہ خراب خالص ہے اس کا پینا حرام ہے اور یہ ناپاک ہے خمر اور دیگر نشہ آور شرابوں کی ک تقریف اور ان کے احکام شرح صحیح مسلم جلد رابع اور جلد ساکس میں ملاحظہ فرمائیں۔



فت : حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ وفد عبدالقیس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رجب سہمہ میں حاضر ہوا تھا۔

توحید و رسالت کی گواہی اور احکام شرعیہ کی دعوت دینا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کا حکم بنا کر بھیجا اور فرمایا تم بعض اہل کتاب کے پاس جا رہے ہو تو پہلے ان کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور میری رسالت کی شہادت دینے کی دعوت دینا جب وہ اس کو مان لیں تو انہیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب وہ ان کو تسلیم کر لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ بھی فرض کی ہے جو ان کے دولت مند لوگوں سے لے کر ان کے فقراؤں میں تقسیم کی جائے گی جب وہ اس کو قبول کر لیں تو تم زکوٰۃ میں ان کا بہترین مال ہرگز دینا اور مظلوم کو بددعا سے بچنا کیونکہ مظلوم کا بددعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔

اہم مسلم ایک اور سند سے ساتھ حضرت ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل کو عین کا حکم بنا کر بھیجا اور فرمایا ہدایات بیان کریں جو پہلی حدیث میں گذر چکی ہیں۔

بَابُ الدُّعَاءِ إِلَى الشَّهَادَتَيْنِ وَ تَشْرِائِعِ الْإِسْلَامِ

۲۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ أَبُو كُرَيْبٌ وَ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكْرِيَّا بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِي عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ وَ كُنْتُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ مُعَاذًا قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اقْدُلْ سَنَاءِي قَوْمًا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَأَذْعُفْهُمْ إِلَى شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ أَقِي رَسُولُ اللَّهِ كَانَ لَهُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمَهُمْ أَنَّ اللَّهَ أَفْكَرُ مِنْ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَاتٍ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْسَ لَهُمْ قَاتٌ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَعْلِمَهُمْ أَنَّ اللَّهَ أَفْكَرُ مِنْ عَلَيْهِمْ صَدَقَةً تُؤْتَاهُ مِنْ غَنَائِهِمْ فَتُرَدُّ فِي فُقَرَائِهِمْ فَإِنْ هُمْ أَطَاعُوا لِذَلِكَ فَأَيَّاكَ وَ كَرَأَيْتُمْ أَمْوَالَهُمْ فَاقْبَلُوا دَعْوَةَ الْمُظْلَمِ فَإِنَّهُ لَيْسَ بَيْنَهُمَا وَ بَيْنَ اللَّهِ حِجَابٌ

۳۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ زَكْرِيَّا بْنِ إِسْحَاقَ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ صَيْفِي عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ فَقَالَ إِنَّكَ سَنَاءِي قَوْمًا بِمِثْلِ حَدِيثِ وَكِيعٍ

۱۔ حافظ ابو الفداء عماد الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۵ ص ۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت



۳۱۔ حَدَّثَنَا أُمِّيَّةُ بْنُ يَسْطَامٍ الْغَلَشِيُّ حَدَّثَنَا  
يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا رَوْحٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ  
عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
بْنِ صَبِيحٍ عَنْ أَبِي مَعْبُدٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَ  
مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ إِنَّكَ تَقْدُمُ عَلَى قَوْمٍ أَهْلُ  
كِتَابٍ فَلْيَكُنْ أَوَّلَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْكَ عِبَادَةُ  
اللَّهِ فَإِذَا عَرَفُوا اللَّهَ فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّ اللَّهَ قَدْ  
فَرَضَ عَلَيْهِمْ خُمُسَ مَلَائِكَةٍ فِي يَوْمِهِمْ وَ  
كَيْلَتَهُمْ نَارًا فَاذْكُوا فَاذْكُوا هَذَا اللَّهُ عَزَّ  
وَجَلَّ قَدْ فَرَضَ عَلَيْهِمْ ذِكْرَهُ لَتُؤْتُوا مِنْ  
أَمْوَالِهِمْ قَنْطَرَةً عَلَى قَنْطَرَةٍ فَإِذَا أَهْلُوا  
بِهَا فَخُذُوا مِنْهُمُ ذِكْرًا لِيُؤْتُوا أَمْوَالَهُمْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ  
جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل  
کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجا تو فرمایا تم اہل کتاب کے پاس جاؤ گے  
سب سے پہلے انھیں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی دعوت دینا،  
جب وہ اس کو قبول کر لیں تو ان کو بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے  
ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں جب وہ  
اس حکم کی تعمیل کر لیں تو انھیں بتانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر  
زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے اموال سے لے کر انھیں کے  
نقدراہی تقسیم کر دی جائے گی، جب وہ اس کو مان لیں  
تو ان سے زکوٰۃ لینا لیکن ان کے بہترین مال سے صرف نصف  
کرنا۔

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:  
۱۔ خبر واحد کو قبول کرنا صحیح ہے اور اس کے مقتضی پر

باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

- (۱)۔ عمل کرنا واجب ہے۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وتر واجب نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے  
حضرت معاذ کو اپنی وفات سے بہت کم عرصہ پہلے یمن بھیجا تھا اور اس حدیث میں صرف دن اور رات میں پانچ نمازوں  
کی ارضیت کا ذکر ہے، علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، کیونکہ وتر فرض نہیں ہے واجب ہے اور  
اس کے وجوب پر دلیل ہم باب ۱۱ میں بیان کر چکے ہیں۔
- (۲)۔ سنت یہ ہے کہ کفار سے جہاد کرنے سے پہلے انھیں اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے کی دعوت دی  
جانی چاہیے۔
- (۳)۔ جب تک کوئی شخص کلمہ شہادت نہ پڑھے اس پر اسلام کے احکام جاری نہیں ہوں گے۔
- (۴)۔ دن اور رات میں پانچ نمازوں کا پڑھنا فرض ہے۔
- (۵)۔ ظلم بہت شدید حرام ہے اور امام پر لازم ہے کہ وہ اپنے حکام کو نصیحت کرے، ان کو اللہ سے ڈرائے اور  
شہادت کے سامنے ظلم کرنے سے روکے اور ظلم پر آخرت کے عذاب کو بیان کرے۔
- (۶)۔ زکوٰۃ وصول کرنے والے عاملین پر زکوٰۃ دینے والوں کے بہترین مال کو لینا حرام ہے، اسی طرح زکوٰۃ دینے  
والے پر خراب مال دینا حرام ہے بلکہ متوسط مال دینا اور لینا چاہیے۔
- (۷)۔ کافر کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے اسی طرح غنی (مالک نصاب) کو زکوٰۃ دینا بھی جائز نہیں ہے۔



(۹)۔ علامہ خطابی ماسکی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایک شہر کی زکوٰۃ کو دوسرے شہر والوں پر خرچ کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کے اغنیاء سے مال لے کر ان کے فقراء میں تقسیم کر دیا جائے۔ لیکن یہ استدلال ضعیف ہے، کیونکہ ان کے فقراء کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے فقراء میں مال تقسیم کر دیا جائے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اس شہر کے فقراء میں مال تقسیم کر دیا جائے، اور جب دونوں احتمال ہیں تو استدلال صحیح نہیں ہے۔

(۱۰)۔ بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ کفار نماز، روزہ اور زکوٰۃ کی فرضیت اور قتل اور زنا کی حرمت ایسے احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پہلے ان کو اللہ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دینے کی دعوت دینا سواگتہ وہ اس کو مان لیں تو ان کو بتلانا کہ اللہ نے ان پر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں، اس سے معلوم ہوا کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائیں تو ان پر پانچ نمازیں پڑھنا واجب نہیں ہے، یہ استدلال ضعیف ہے کیونکہ اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ ان کو یہ بتلایا جائے کہ دنیا میں ان سے نماز پڑھنے اور دیگر احکام شرعیہ پر عمل کرنے کا مطالبہ ہے، اور دنیا میں یہ مطالبہ اسلام قبول کرنے کے بعد ہی ہوگا، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ احکام شرعیہ کے مخاطب نہ ہوں تاکہ ان احکام پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے آخرت میں ان پر عذاب نہ کیا جائے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت دینے میں اہمیت کے اعتبار سے ہدایت کو اختیار فرمایا، کیا تم نہیں دیکھتے کہ آپ نے فرمایا پہلے ان کو نماز کی دعوت دو جب اس کو مان لیں تو ان کو یہ بتاؤ کہ ان پر زکوٰۃ بھی فرض ہے اور اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے کہ انسان صرف فرضیت نماز کا مخاطب ہے اور زکوٰۃ کا مخاطب نہیں ہے۔

**آیا کفار احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں؟** علامہ ندوی نے کہا ہے کہ محققین اور اکثرین کا قول یہ ہے کہ کفار تمام احکام شرعیہ فرعیہ کے مخاطب ہیں، عام ازیں کہ وہ احکام مامورات ہوں یا منہیات، اور ایک قول یہ ہے کہ وہ احکام فرعیہ کے مطلقاً مخاطب نہیں ہیں اور ایک قول یہ ہے کہ مامورات کے مخاطب ہیں اور منہیات کے مخاطب نہیں ہیں۔ ملے

قرآن مجید میں ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ  
اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا اس امید سے کہ تم کو تقویٰ ملے (بقیہ ۲۱۰)

تافضی بیضاوی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت میں اگرچہ کفار کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے لیکن حکم کفار کے ساتھ خاص نہیں ہے کیونکہ عبادت کرنے کا حکم، عبادت کی ابتداء کرنے اور عبادت میں تہیاتی اور دوام کرنے میں مشترک ہے، پس کفار سے مطلوب یہ ہے



کہ وہ اللہ پر ایمان لاکر عبادت کو شروع کریں کیونکہ عبادت کی صحت ایمان لانے پر موقوف ہے اور جب کسی چیز کو واجب کیا جائے تو اس کا مقدمہ اور موقوف علیہ بھی واجب ہوتا ہے اور جس طرح کسی شخص کا بنے وغیرہ ہونا اس پر غارت کے وجوب کے معافی نہیں، اسی طرح کسی شخص کا کفر اس پر عبادت کے وجوب پر معافی نہیں ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ ایمان لاکر عبادت کو شروع کرے، اور زمین کے مطلوب یہ ہے کہ وہ عبادت کرنے پر ثابت قدم رہیں اور اس عبادت میں اور کیا دینی کریں۔

علامہ حمی الدین قزوینی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

یا ایہا الناس میں تین فرقوں سے خطاب کر کے ان کو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ (۱) مومن مخلص (۲) کافر ظالم (۳) منافق مداحین، کافر ظالم کو جو عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اس سے مطلوب یہ ہے کہ پہلے تہذیبی بالقلب اور کسر باللسان کریں اور پھر عبادت کریں کیونکہ عبادت کی شرط ایمان ہے اور کسی کام کا حکم اس کام کی شرط کے حکم کو بھی مستلزم ہوتا ہے جیسے بے وضع مسلمان کو نماز کا حکم نماز سے پہلے وضع کے حکم کو مستلزم ہوتا ہے اور مسلمان کو عبادت کے حکم سے مطلوب یہ ہے کہ وہ عبادت پر برقرار رہے اور زیادہ عبادت کرے اور منافق کو عبادت کے حکم سے مطلوب یہ ہے کہ وہ دُوری ایمان میں اخلاص سے کام لے۔ لفظ عبادت ان تینوں معانی میں مشترک ہے اگرچہ لغتاً اس سے کہ اللہ حنفیہ کے نزدیک لفظ مشترک سے ایک وقتاً متعدد معانی کا ارادہ کرنا جائز نہیں ہے مگر تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر حنفیہ کے نزدیک بھی اشتراک معنوی جائز ہے یعنی لفظ مشترک سے ایک عام معنی مراد لیا جائے اور تمام مختلف معانی اس کے افراد بن جائیں، سو یہاں مراد ہے عبادت کہ وہ عام الہی کہ شرائط عبادت کے بعد اجتہاد عبادت کر دیا عبادت میں برقرار رہے، یا عبادت میں اخلاص لاؤ۔

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

یہ اس بحث کی طرف اشارہ ہے جس کی تفصیل اصول فقہ میں بیان کی گئی ہے کہ آیا کفار احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں یا نہیں، علامہ ابن ہمام نے "تحریر" میں لکھا ہے کہ محل نزاع یہ ہے کہ جن احکام کے لیے ایمان شرط ہے آیا غیر ایمان کے ان احکام کا مکلف کرنا صحیح ہے یا نہیں، مشائخ سمرقند نے یہ کہا ہے کہ جن احکام کے لیے ایمان شرط ہے بغیر ایمان کے ان کا مکلف کرنا صحیح نہیں ہے، ایمان تمام عبادات میں اعظم اور تمام طاعات میں اصل ہے، لہذا اس سے کم وجہ کی طاعات میں ایمان کو شرط اور باتین قرار دے کر اس کا مکلف نہیں کیا جائے گا اور مشائخ سمرقند کے علاوہ باقی تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں کہ احکام فرعیہ کا مکلف کرنا صحیح ہے اور ان کا اختلاف اس میں ہے کہ حق اعتقاد اور حق اودادوں اعتبار سے ایمان کا مکلف کرنا صحیح ہے یا احکام فرعیہ کا صرف اعتقاد کے اعتبار سے مکلف کیا جائے گا۔ فقہاء احناف میں سے اہل عراق کا اور فقہاء شافعیہ کا یہ نظر یہ ہے کہ کفار کو احکام فرعیہ کے اعتقاد اور ان کے ادا کرنے دونوں کا مکلف کیا جائے گا، ان کے نزدیک کفار کو احکام فرعیہ پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے بھی گناہ ہوگا اور فقہاء بخارا کا نظریہ یہ ہے کہ انھیں صرف احکام فرعیہ پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے گناہ ہوگا، امام

۱۔ فاضل ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج ۲ ص ۸۰، ۸۱، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۵ھ

۲۔ علامہ حمی الدین محمد بن مصطفیٰ قزوینی، ۹۵۱ھ، حاشیہ شیخ زاد علی البیضاوی ص ۱۰۹-۱۰۸، مطبوعہ مکتبۃ الرضویہ دہلی



البرصیفة اور ان کے اصحاب نے ان میں سے کسی چیز کی تصریح نہیں کی ہے، البتہ امام محمد کے قول میں نقصان مشافہہ کے آثار پر دلالت ہے اور سداً مجید کی اس آیت سے بھی یہ ظاہر اسی کی تائید ہے :-

وَدِيلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۝ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ  
وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَاذِبُونَ (حج السجدة ۷۱-۷۰)

وہیت اور وہی آخرت کے منکر ہیں۔

البتہ اس پر اتفاق ہے کہ کفار عذاب اور معاملات کے مخاطب ہیں۔

علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں :-

کفار بھی عبادت کرنے کے حکم میں داخل ہیں اور ان کو جس طرح احکام فرعیہ پر اعتقاد رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اسی طرح ان کو ادا کرنے کا بھی حکم دیا گیا ہے، اور کسی چیز کا حکم اس کے مقدمہ اور موقوف علیہ کا بھی حکم ہوتا ہے، اور یہ کہنا باطل ہے کہ ایمان عبادت کی اصل ہے، اگر احکام فرعیہ کے سبب سے ایمان واجب ہو تو جو اصل تھا وہ بالیقین مروجہ ہے گا، کیونکہ یہ تب ہوتا جب ایمان اصلاً اور استقلالاً واجب نہ ہوتا، اور تعجب ہے کہ مشائخ سمرقند پر یہ نکتہ کیسے مخفی رہا، فقہاء عراق اور فقہاء شافعیہ کے مذہب پر یہ آیات دلیل ہیں،

وَدِيلٌ لِّلْمُشْرِكِينَ ۝ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ

(حج السجدة ۷۱-۷۰)

وہیت۔

مَا سَلَكَكُمْ فِي سَقَرٍ ۝ قَالُوا لَوْلَا نَفْكَ مِنْ  
الْمُصَلِّينَ ۝ وَلَوْلَا نَفْعُ الْمُسْكِينِ ۝  
(مدثر ۴۳-۴۲)

فقہاء بخارا کا مذہب یہ ہے کہ کفار احکام فرعیہ پر صرف اعتقاد رکھنے کے مکلف ہیں، اور امام البرصیفة رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ میں کسی جانب تصریح نہیں کی، لیکن امام محمد کے کلام میں اس پر دلالت ہے، امام اعظم نے اس لیے تصریح نہیں کی کہ دنیا میں اس اختلاف کا کوئی ثمرہ نہیں، کیونکہ جب وہ کافر ہیں تو ان کا احکام فرعیہ پر عمل کرنا محال ہے اور ایمان لانے کے بعد ان سے ان احکام کی قضا کا مطالبہ نہیں ہو گا، اس اختلاف کا ثمرہ صرف آخرت میں ہو گا، جن کے نزدیک وہ احکام فرعیہ کے مخاطب ہیں ان کے نزدیک آخرت میں کفار کو ان احکام پر اعتقاد نہ رکھنے اور عمل نہ کرنے دونوں وجہوں سے عذاب ہو گا، اور جن کے نزدیک وہ احکام فرعیہ کے مخاطب نہیں ہیں، صرف ان پر اعتقاد رکھنے کے مخاطب ہیں ان کے نزدیک کفار کو آخرت میں احکام فرعیہ پر صرف اعتقاد نہ رکھنے کی وجہ سے عذاب ہو گا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ وَجَاهِدُوا  
أَعْدَاءَكُمْ وَأُولَىٰ أَعْدَاءِكُمْ وَذَرُوا الْبَيْتَ  
وَالْمَنَازِلَ وَأُولَىٰ الْأَعْرَابِ لِيُغْلِبُوا عَلَيْكُمْ  
فَالْغُلَامُ يَفْعَلُ مَا يُؤْمَرُ

۱۔ علامہ احمد شہاب الدین حفا جی حنفی، متوفی ۱۰۹۹ھ، عنایت القاضی ج ۲ ص ۷، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۴۸۳ھ

۲۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، شرح المعانی ج ۱ ص ۱۸۴، مطبوعہ دار اعیان التراث العربی بیروت



۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَقِيلِ بْنِ الرَّهَرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفتْ أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ بَعْدَهُ وَكَفَرَ مِنْ كُفْرٍ بِالْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِيُؤَيِّدَ بَكْرًا كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَقَدْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَدْ عَصِمَ مِنْ مَالِهِ وَنَفْسِهِ وَنَحْوِهِ وَحَسَابَتِهِ عَلَى اللَّهِ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَاللَّهِ لَا فَنَاتِلُكَ مَنْ قَرَّرَ بَيْنَ الصَّلَاةِ وَالزَّكَاةِ فَإِنَّ الزَّكَاةَ حَقُّ السَّالِ وَاللَّهُ لَوْ مَعَهُدٌ عَقَالًا كَانُوا يُؤَدُّونَ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَا تَلْتَهُمْ عَلَى مَنَعِهِ قَتَالُ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَوْلَ اللَّهِ مَا هُوَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُ اللَّهُ فَكُنْ شَوْحَ صَدْرِي بِكَرٍّ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ أَنَّهُ الْحَقُّ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ہو گیا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے اور عرب کے بعض قبائل مزید ہو گئے اور حضرت ابو بکر نے مائین زکوٰۃ کے خلاف جنگ کا ارادہ کیا تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر سے عرض کیا آپ ان لوگوں سے کس طرح جنگ کر سکتے ہیں جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے جسے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ لیں اور لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد میری طرف سے ان کی جان و مال محفوظ ہے البتہ جس شخص نے احکام اسلامیہ کی خلاف ورزی کی اس سے مواخذہ ہوگا۔ اور اس کے باطن کا حال اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے حضرت ابو بکر نے اس کے جواب میں فرمایا یہ خدا میں اس شخص سے ضرور جنگ کروں گا جو نادر اور زکوٰۃ کی ادائیگی میں فرق کرے گا، کیونکہ مال زکوٰۃ میں اللہ کا حق ہے۔ یہ خدا اگر یہ لوگ رسی کے اس ٹکڑے کو دیشے سے بھی انکار کریں جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں کہ یہ خدا میں نے سمجھ لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں حضرت ابو بکر کا سینہ کھول دیا ہے اور مجھے بھی یقین ہو گیا کہ صحیح بات یہی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا ہے جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ لیں اور لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد میری طرف سے ان کی جان اور مال محفوظ ہے اور اس کے باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے، البتہ اگر کسی شخص نے اسلامی احکام کی خلاف ورزی کی تو اس سے مواخذہ ہوگا۔

۳۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الْقَاسِمِ وَحَرَمَلَةُ ابْنُ يَحْيَى وَأَحْمَدُ بْنُ عَدْنَانَ قَالَ أَحْمَدُ حَدَّثَنَا وَقَالَ الْأَخْزَانِ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَاهُ هُرَيْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ



لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمَ مِنِّي مَالُهُ وَنَفْسُهُ إِلَّا بِحَقِّهِ  
وَحِسَابِهِ عَلَى اللَّهِ -

۳۴ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْقُشَيْرِيُّ أَخْبَرَنَا  
عَبْدُ الْعَزِيزِ يُعْنِي النَّارُ وَرَدِي عَنِ الْعَلَاءِ وَحَدَّثَنَا  
حَدَّثَنَا أُمَيَّةُ بْنُ سُلَيْمٍ وَالْفُطَيْلَةُ حَدَّثَنَا يَزِيدُ  
بْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا دُرُومٌ عَنِ الْعَلَاءِ وَبْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
ابْنِ يَعْقُوبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ  
النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَبِئْسَ مَا  
فِي دِينِهِمَا جُنَّتْ بِهِمْ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي  
وَمَا تَتَّبَعُوا وَأَمْوَالُهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ -

۳۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو تَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا  
حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي سُلَيْمَانَ  
عَنْ جَابِرٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ  
أَنْ أَقَاتِلَ النَّاسَ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ -

۳۶ - حَدَّثَنَا أَبُو تَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا  
وَكَيْعٌ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا  
عَبْدُ الرَّحْمَنِ يُعْنِي ابْنُ مُهْلِبٍ قَالَ أَجْمَعًا حَدَّثَنَا  
سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أُمِرْتُ أَنْ أَقَاتِلَ  
النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَإِذَا فَعَلُوا  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ عَصَمُوا مِنِّي وَمَا تَتَّبَعُوا وَأَمْوَالُهُمْ  
إِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللَّهِ ثُمَّ قَدْ أَرَسْنَا  
أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيِّطٍ -

۳۷ - حَدَّثَنَا أَبُو غَسَّانَ الْمُسَمِّيُّ مَالِكُ بْنُ  
عَبْدِ الْوَاحِدِ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ الْهَيْثَمِ عَنْ  
شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ زَيْدٍ بَيْنَ عَبْدِ اللَّهِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں  
سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الہ  
الا اللہ کی گواہی نہ دیں اور میری رسالت کا اقرار نہ کریں اس کے بعد میری  
طرف سے ان کی جان اور مال محفوظ ہے اور ان کے  
باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے، البتہ اسلامی احکام کا خلاف  
دنئی پران سے مواخذہ ہو گا۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے حضرت ابو ہریرہ  
کی یہی روایت بیان کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک  
لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک  
وہ لا الہ الا اللہ نہ کہہ لیں اور لا الہ الا اللہ کہنے کے بعد میری طرف سے  
ان کی جان اور مال محفوظ ہے، البتہ اسلامی احکام  
کی خلاف ورزی پر ان سے مواخذہ ہو گا اور ان کے  
باطن کا حال اللہ کے سپرد ہے پھر آپ نے ایک  
آیت تلاوت فرمائی (جس کا ترجمہ یہ ہے) آپ محض لوگوں  
کو نصیحت کرنے والے ہیں ان پر جبر کرنے والے  
نہیں ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس  
وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے



جب تک کہ وہ اللہ تعالیٰ کی توحید اور محمد رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی نہ دیں اور نماز اور  
زکوٰۃ کو ادا نہ کریں اس کے بعد میری طرف سے ان کی جائیداد  
اور اموال غرضاً ہیں البتہ اسلامی احکام کی خلاف ورزی پر  
ان سے مواخذہ ہوگا اور ان کے باطن کا حال اللہ تعالیٰ  
کے سپرد ہے۔

ابو ہاشم کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے  
کلمہ پڑھا اور تمام باطل خداؤں کا انکار کیا اس کی جان  
اور مال محترم اور محفوظ ہے اور اس کے باطن کا حال اللہ  
تعالیٰ کے سپرد ہے۔

ابن مالک کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے  
اللہ تعالیٰ کو ایک مانا۔۔۔ اس کے بعد مذکور بالا حدیث  
بیان کی۔

ابن عمر عن أبيه عن عبيد الله بن عمر قال قال  
رسول الله صلى الله عليه وسلم أُمِرْتُ أَنْ  
أَقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَشْهَدُوا أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَ  
يُؤْتُوا الزَّكَاةَ فَإِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ عَصَمُوا مِنِّي دَعَائِهِمْ  
وَأَمْوَالَهُمْ إِلَّا بِحَقِّهَا وَحَسَابُهُ عَلَى اللَّهِ -  
٣٨ - وَحَدَّثَنَا سُرَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ أَبِي عَمْرٍ  
قَالَا حَدَّثَنَا مَرْوَانُ يُعِينِيَانِ الْقَزَائِرِيُّ عَنْ أَبِي  
مَالِكٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
وَكُفِّرَ مَا يُعْبَدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ حُرِّمَ مَالُهُ وَدَمُهُ  
وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ -

٣٩. وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا  
أَبُو عَلِيٍّ الْأَحْمَرُ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا  
حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ سَمِعْتُ أَيْمَنَ بْنَ  
عُقَيْبٍ أَيْمَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ مَنْ وَحَدَّ اللَّهُ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ

حدیث نمبر ۳۲ میں ہے: جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا اور حضرت ابراہیم

حضرت ابو بکر کے عہد میں مرتدین اور مانعین زکوٰۃ کا بیان

رضی اللہ عنہ خلیفہ ہو گئے اور عرب کے بعض قبائل کا فر ہو گئے۔  
علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ مرتدینِ عرب کی دو قسمیں تھیں، ایک وہ لوگ تھے جو دینِ اسلام سے بالکل مبرا ہو کر اپنے پہلے گھر کی طرف لوٹ گئے تھے، انہی کے متعلق حضرت ابوہریرہؓ نے یہ کہا ہے کہ عرب کے بعض قبائل کا یہ ہونے لگے تھے، ان لوگوں میں دو گروہ تھے، ایک جو خنضیرہ میں سے سیلہ کتاب کے پیروکار تھے جنہوں نے اس کے دلوہی نبوت کی تصدیق کی، اسی طرح یمن کے لوگ اسودعی کے ساتھ اور اس کے پیروکار تھے، یہ لوگ ہم سے نہیں سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مطلقاً منکر تھے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ان سب سے قتال کیا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے سیلہ کو پیام میں ہلاک کر دیا اور عسّی کو صفاء میں ہلاک کر دیا، ان کی جمعیت ٹوٹ گئی اور اکثر لوگ مارے گئے، دوسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جنہوں نے شریعت کا مطلقاً انکار کیا، نفاق، زکوٰۃ



اور دیگر احکام شریعیہ کو ترک کر دیا اور زمانہ جاہلیت کے پچھلے طریقہ کی طرف لوٹ گئے، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر صرف تین مسجدوں میں اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا جا رہا تھا، مسجد حرام، مسجد نبوی اور مسجد عبد النقیس جو بحرین میں قریہ جراثیم تھی۔ مرتدین عرب کی دوسری قسم وہ تھی جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا تھا، انہوں نے نماز کی فریضیت کا اقرار کیا اور زکوٰۃ کی فریضیت اور امام کو زکوٰۃ ادا کرنے کے وجوب کا انکار کیا، یہ لوگ درحقیقت باغی تھے، اس زمانہ میں ان لوگوں کو باغی نہیں کہا گیا تھا اور ان کو مرتدین کی سلک میں منسلک کر دیا گیا تھا کیونکہ باغیوں کی اصطلاح حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے دور میں شروع ہوئی تھی، ان میں سے بعض لوگ زکوٰۃ دینا چاہتے تھے، مگر ان کے سروراء نے انہیں روک دیا، یہ بنو ربیع کے لوگ تھے، انہوں نے اپنے صدقات جمع کر کے حضرت ابوبکر کو دینا چاہا، لیکن مالک بن نویر نے ان کو منع کر دیا اور ان کے صدقات کو انہی میں تقسیم کر دیا، انہی لوگوں کے معاملہ میں حضرت عمر کو شبہ لاحق ہوا تھا اور حضرت عمر اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما میں اختلاف ہوا اور بحث ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے استدلال کیا: مجھے اس وقت تک لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ لا الہ الا اللہ کہہ لیں اور جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا اس نے اپنی جان اور مال کو محفوظ کر لیا، حضرت عمر نے اس حدیث کی ظاہری عبارت سے استدلال کیا تھا اور اس کے معانی اور شرائط پر غور نہیں کیا تھا، حضرت ابوبکر نے فرمایا زکوٰۃ مال کا حق ہے اور کلمہ پڑھنے والے کی جان اور مال اس وقت محفوظ رہے گی جب وہ ان کے تقاضوں کو پورا کرے گا اور تمام احکام شریعیہ کو تسلیم کرے گا، کیا جس شخص نے نماز کا انکار کیا اس سے قتال واجب نہیں؟ اس طرح زکوٰۃ کا انکار کرنے والے سے بھی قتال واجب ہے، حضرت عمر نے حدیث کی ظاہر عبارت سے استدلال کیا تھا اور حضرت ابوبکر نے قیاس سے استدلال کیا تھا، انہوں نے زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کیا تھا۔

مابین زکوٰۃ میں سے بعض مرتدین تھے جنہوں نے زکوٰۃ کی فریضیت کا انکار کر دیا تھا مابین زکوٰۃ کا مشبہ اور بعض اصل دین پر قائم تھے، زکوٰۃ کی فریضیت ملتے تھے، لیکن امام کو زکوٰۃ دینے سے انکار کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ زکوٰۃ وصول کرنا صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی ان کا استدلال اس آیت کریمہ سے تھا:

خذ من اموالہم صدقۃ تطلہم ہدً و نذیرہم  
بہا وصل علیہم ط ان صلواتک سکین لہم۔  
(توبہ: ۱۰۳)

ان کے مالوں سے زکوٰۃ لیجیے جس کے وسیعہ آپ انہیں پاک اور بابرکت کر دیں اور ان کے لیے دعا کیجئے، بے شک آپ کی دعا ان کے لیے باعث سکین ہے۔

یہ لوگ دراصل باغی تھے، مابین زکوٰۃ کو مرتدین میں شمار کرنے کی توجیہ اور ان کے مشبہ کا جواب لیکن ان کو بھی اس قدر میں مرتد کہا گیا، اس کی وجہ یا تو یہ تھی کہ دین کے بعض احکام پر عمل نہ کرنے اور اس پر اصرار کرنے میں یہ مرتدین کے ساتھ تھے یا ان پر مرتد کا اطلاق لغوی معنی کے اعتبار سے کیا گیا، کیونکہ یہ ادا کی گئی زکوٰۃ کے طریقہ سابقہ سے چھوٹے تھے، اور اس اعتبار سے یہ بھی مرتد تھے، باقی رطل ان کا یہ کہنا کہ زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم ہی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا،



یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ قرآن مجید کے خطابات کئی قسم کے ہیں، (۱) خطاب عام (۲) وہ خطاب جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور دوسرا اس میں شریک نہ ہو، (۳) وہ آیت جس میں خطاب آپ کو ہے اور امت بھی اس میں آپ کے ساتھ شریک ہے، (۴) وہ آیت جس میں خطاب آپ کو ہے اور مراد آپ کا غیر ہے، ان کی مثالیں حسب ذیل ہیں:

**قرآن مجید کے خطاب کرنے کی اقسام** [خطاب عام کی مثال یہ ہے:

یا ایہا الذین آمنوا کتب علیکم الصیام (بقرہ: ۱۸۳)

اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں۔

یا ایہا الذین آمنوا اذا تداینتم بدین الی اجل مسمی فاکتبوا۔ (بقرہ: ۲۸۲)

اے ایمان والو! جب تم ایک مدت مقررہ تک قرص کا معاملہ کرو تو اس کو لکھ لو۔

اور جو خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص ہو اور اس خطاب میں آپ کی امت شریک نہ ہو، اس کی یہ مثال ہے:

ومن اللیل فتعجد بہ نافلة لك۔ (بنو اسرائیل: ۷۹)

رات کے کچھ حصے میں تہجد کی ناز پڑھیں جو خاص آپ کے لیے زیادہ ہے۔

وامرأة مؤمنة ان وھیت نفسها للنبی ان اراد النبی ان یستکحھا خالصة لك من دون المؤمنین۔ (احزاب: ۵۰)

اور مسلمان عورت اگر بلا ہر اپنے آپ کو نبی کے لیے ہر یہ کر دے سوا اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہیں (تہرہ جائز ہے) یہ حکم آپ کے ساتھ مخصوص ہے بغیر دوسرے مسلمانوں کے۔

جو خطاب آپ کے ساتھ مخصوص ہو اس میں اس قسم کی خصوصیت کی علامات ضروری ہیں جیسی مذکورہ بالا آیات میں ہیں اور جس آیت میں خطاب آپ کو ہو اور آپ کی امت بھی اس حکم میں شریک ہو اس کی مثال یہ ہے:

اقم الصلوة لدلوك الشمس الی غسق اللیل۔ (بنو اسرائیل: ۷۸)

آپ نماز قائم کریں سورج ڈھلنے کے وقت (ظہر) رات کی تاریکی تک (مغرب اور عشاء)

فإذا قرأت القرآن فاستعذ بالله من الشیطن الرجیم۔ (بقرہ: ۱۰۶)

جب آپ قرآن مجید پڑھنے لگیں تو شیطان مروود سے اللہ کی پناہ طلب کریں۔

ہر چند کہ ان آیات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے، لیکن اس کا حکم آپ، اور آپ کی امت دونوں کو شامل ہے، اسی طرح خذ من اموالہم صدقات میں بھی خطاب اگرچہ آپ کو ہے لیکن اس کے حکم میں آپ اور آپ کی امت دونوں شامل ہیں، کیونکہ اس آیت میں آپ کے ساتھ اس حکم کی خصوصیت کی کوئی علامت نہیں ہے، اور جب یہ حکم دونوں کو شامل ہے تو آپ کو خطاب کرنے کی کیا حکمت ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ آپ احکام شریعہ کے داعی ہیں اور آیات قرآن کے مافا اور مراد بیان کرنے والے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بعض مواقع پر صرف آپ کو خطاب کیا اور بعض مواقع پر پہلے آپ کو خطاب کیا اور پھر آپ کی امت کو خطاب کیا، تاکہ اس حکم پر عمل کرنے میں امت آپ کے عمل سے راہنمائی حاصل کرے، اس نکتے پر سون مجید کی یہ آیت ہے:



یا ایہا النبی اذا طلقتم النساء فطلقوهن  
اسے بھی اجب تم لوگ اپنی عورتوں کو طلاق دو تو  
ان کی مدت کے وقت (سے پہلے طہر میں) انہیں طلاق  
لعدتھن۔

(طلاق: ۱)

اور کبھی آیت میں خطاب ہی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوتا ہے اور اس سے مراد آپ کا غیر ہوتا ہے، اس کی مثال  
یہ ہے:

فان كنت في شك مما انزلنا اليك  
تو رہا الغرض، اگر آپ کو اس کلام میں شک ہو جو ہم  
فاسئل الذين يقرءون الكتاب من قبلك.  
نے آپ پر نازل کیا ہے، تو آپ ان لوگوں سے پوچھ لیں،  
جو آپ سے پہلے کتاب پڑھتے ہیں۔  
(یونس: ۹۴)

یہ ممکن نہیں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کے اللہ کے کلام ہونے میں شک ہو، اس لیے لامحالہ  
اس خطاب میں آپ سے مراد آپ کا غیر ہے۔

لین اشركت لیحبطن عملك ولتكون  
اگر رہا الغرض، آپ نے شرک کیا تو آپ کے سب  
عمل منسوخ ہو جائیں گے اور صرف آپ نقصان اٹھانے  
من الخاسرین۔ (زمر: ۶۵)  
والوں میں سے ہوں گے۔

ولین اتبعوا هواهم وبعثوا  
اور اگر رہا الغرض، علم آنے کے بعد آپ نے  
جاءك من العلو انك اذا امن الظالمین۔  
ان (کافروں) کی پیروی کی تو بے شک اس وقت منسوخ  
آپ ظلم کرنے والوں میں سے ہوں گے۔  
(بقرہ: ۱۴۵)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرک کرنا اور کافروں کی اتباع کرنا دونوں امر محال ہیں اس لیے لامحالہ ان  
آیات میں اگرچہ خطاب آپ کو ہے لیکن مراد آپ کے غیر ہیں۔

اس تفصیل سے یہ واضح ہو گیا کہ کسی آیت میں آپ کو خطاب ہونے (مثلاً خذ من اموالہم صدقات)  
سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ حکم آپ کے ساتھ مخصوص ہو، بلکہ یہ بھی لازم نہیں ہے کہ اس خطاب سے آپ ہی کی ذات  
مقدسہ مراد ہو کیونکہ بعض اوقات اس خطاب سے آپ کا غیر مراد ہوتا ہے، اور بعض اوقات اس خطاب میں امت  
بھی شریک ہوتی ہے وہ حکم آپ کے ساتھ اس وقت مخصوص ہوتا ہے جب کہ اس کی خصوصیت پر قرآن اور  
علامات ہوں جیسے ہم اس کی مثال بیان کر چکے ہیں، اس لیے مسلمانوں کے اموال سے زکوٰۃ وصول کرنے کا حکم  
قیامت تک کے تمام ائمہ مسلمین کو ہے اور اللہ اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھیں کہ وہ ان کی دعا قبول فرمائے گا۔

ضروریات دین کا انکار کھڑا ہے اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جن لوگوں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ  
کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا ان کو تم نے باغی قرار دیا ہے تو

اگر آپ کوئی گروہ زکوٰۃ کی فرضیت اور امام کو امانیگی کا انکار کر دے تو آیا اس کو باغی قرار دیا جائے گا یا سترہ اس  
کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے اب زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا وہ اجماع مسلمین سے کافر ہے، اس زمانہ کے



لوگوں میں اذہاب کے لوگوں میں فرق ہے، وہ لوگ نزولِ شریعت کے زمانہ کے قریب تھے جب احکام مفعول ہوتے رہتے تھے، نیز وہ لوگ نبی نے اسلام میں داخل ہونے سے پہلے، ان کو احکام اسلام کا پورا پورا علم نہیں تھا اس لیے وہ لوگ ان شبہات کی وجہ سے معذور تھے، لیکن اب دین اسلام کی مکمل اشاعت ہو چکی ہے، اور ہر خاص و عام کو زکوٰۃ کی فرضیت قطعیہ کا علم ہو چکا ہے، اس میں عالم اور جاہل کا کوئی فرق نہیں ہے، اس لیے اب جس شخص نے زکوٰۃ کی فرضیت کا انکار کیا اس نے ایسے کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے اور اس کو لافغا کا فرق قرار دیا جائے گا، اسی طرح پانچ نمازیں، رمضان کے روزے، حج، غسل، جہالت کی فرضیت، زنا، شراب، قتل اور محارم سے نکاح کی حرمت وغیرہ، یہ امور ضروریات دین میں سے ہیں اور ان کے دین ہونے پر تمام امت کا اجماع ہے اور ان کا علم شائع ہو چکا ہے، لہذا جس شخص نے ان میں سے کسی کا بھی انکار کیا وہ کافر جماعت ہے۔

**حدیث مذکور کی تفصیل میں دیگر احادیث** | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث کو جس طرح نقل کیا ہے اس میں کافی عبارات اور حدیث کے الفاظ ملاحظہ

ہیں اور ان الفاظ کے ذکر نہ کرنے کی وجہ سے حضرت عمر کو یہ شبہ لاحق ہوا، ورنہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں تمام الفاظ حدیث موجود ہیں جس کی وجہ سے کوئی شبہ نہیں ہوتا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے لوگوں سے قتال کرنے کا حکم دیا گیا ہے، حتیٰ کہ وہ یہ شبہات دس دس دین کہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اور نماز پڑھیں اور زکوٰۃ ادا کریں، اور جب وہ یہ کہیں گے، تو وہ اپنی جانوں اور مالوں کو مجھ سے محفوظ کر لیں گے، البتہ جو اسلام کا حق ہو گا وہ دیا جائے گا اور ان کا حساب اللہ کے ہاں ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، مجھے لوگوں سے قتال کا حکم دیا گیا ہے، حتیٰ کہ وہ یہ شبہات دس دس دین کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور محمد اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور وہ ہمارے قبلہ کی طرف منہ کریں اور ہمارا مذہب کھائیں اور ہماری نماز پڑھیں، جب وہ ایسا کہیں گے تو ان کا خون امدان کا مال ہم پر حرام ہے، ان جان اور مال کا حق ان سے وصول کیا جائے گا اور ان کے لیے وہی حقوق اور فرائض ہوں گے جو مسلمان کے حقوق اور فرائض ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کی پوری روایت مستحضر نہیں تھی اور یہ حضرت عمر کے اس اشکال کا جواب اسی حدیث میں صراحتاً موجود ہے، اور حضرت ابوبکر کو بھی تیاس سے استدلال کرنے کی ضرورت نہ پڑتی کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے جو زکوٰۃ نہیں دے گا اس سے جنگ کی جائے گی۔

**باب مذکور کی حدیث سے استنباط شدہ دیگر مسائل** | اس حدیث سے حسب ذیل مسائل استنبط ہوتے ہیں:

- (۱)۔ اس حدیث میں جن سے قتال کا حکم ہے وہ کفار اور مشرکین ہیں۔
- (۲)۔ "جان اور مال کا حق وصول کیا جائے گا" اس سے مراد یہ ہے کہ اگر اس نے اسلام لانے کے بعد کسی کا ظلم لاحقہ کاٹا تو اس کے بدلہ میں لائق کاٹ دیا جائے گا، اگر کسی کو قتل کیا تو بدلہ میں قتل کر دیا جائے گا اور مال کے بدلہ میں مال وصول کیا جائے گا۔



(۳)۔ "ان کا حساب اللہ پر ہے" اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے اگر کسی کا حق لایا اور اس کا پتا نہیں چلا تو اس کا حساب اللہ پر ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص نے اسلام کو ظاہر کیا اور دل میں کفر رکھا تو اس کا اسلام قبول کیا جائے گا اور اس کا حساب اللہ پر ہے، اکثر علماء کا بھی قول ہے اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ زکوة کی توبہ قبول نہیں ہوتی، امام احمد کا بھی ایک قول یہی ہے، صحیح یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول ہوگی۔

(۴)۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا "اگر کسی شخص نے وہ عقول نہیں دی جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں دیتا تھا تو میں اس سے قتال کروں گا" اس حدیث میں مقال کا کیا معنی ہے؟ بعض علماء نے کہا مقال سے مراد سالانہ زکوة ہے، بعض علماء نے کہا اوقٹ کے لگے کی رسی مراد ہے یعنی اگر زکوة میں ایک اونٹ دینا ہے تو اس کے لگے کی رسی بھی دینی ہوگی، بعض علماء نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص رسیوں کی تجارت کرتا ہو تو زکوة کے حساب سے جو رسی نکلے وہ دینی ہوگی، بعض علماء نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ اگر ایک رسی کے ٹکڑے کے برابر بھی زکوة نکلتی ہو تو دینا ہوگی۔

(۵)۔ حضرت عمر نے عکث کے بعد حضرت ابو بکر کے قول کی طرف رجوع کر لیا یہ ان کی اہمیت کی علامت ہے۔

(۶)۔ اس حدیث میں ہے کہ جس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا اس سے قتال نہیں کیا جائے گا، اس سے معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص دین اسلام پر ایمان لے آئے اور کلمہ پڑھ لے تو یہ اس کے مسلمان ہونے کے لیے کافی ہے اور اس پر مشکلیں کے دلائل کو جاننا ضروری نہیں ہے۔

(۷)۔ اس حدیث میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شجاعت پر دلیل ہے کیونکہ وہ کفار اور مرتدین کے خلاف جنگ کرنے میں ثابت قدم رہے، انھوں نے مدینہ منورہ سے باہر دشمنان اسلام سے بھی جنگ کی اور مدینہ منورہ کے اندر جو داخلی فتنے اٹھے ان کا بھی جرأت سے مقابلہ کیا، اس حدیث میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علم پر بھی دلیل ہے انھوں نے وقت نظر اور صحیح فکر و فراست سے وہ مسائل مستنبط کیے جن میں کما کو ان پر بحث نہیں ہے اسی وجہ سے اہل حق کا اجماع ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت ہیں سب سے افضل ہیں۔

(۸)۔ اس حدیث میں اہل علم کے مباحثہ اور حق کی طرف رجوع کرنے کا بیان ہے۔

(۹)۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ احکام اسلام جاری کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ زبان سے کلمہ پڑھا جائے۔

(۱۰)۔ اس حدیث میں جہاد کے وجوب کا بیان ہے۔

(۱۱)۔ جو شخص کلمہ پڑھے اس کی جان اور مال محفوظ ہے۔

(۱۲)۔ احکام شرعیہ انسان کے ظاہر حال کے مطابق جاری ہوتے ہیں اور دل کے حال کا اللہ مالک ہے۔

(۱۳)۔ اس حدیث میں تیاکس سے استدلال کرنے اور اس پر عمل کرنے کا بیان ہے۔

(۱۴)۔ نماز، زکوة اور دیگر احکام شرعیہ میں سے اگر کوئی شخص کسی حکم پر حقوقاً سائل کرنے سے بھی انکار کرے تو اس سے جہاد کرنا واجب ہے، کیونکہ حضرت ابو بکر نے فرمایا اگر یہ زکوة میں سے ایک بکری کا بچہ یا رسی کا ٹکڑا بھی نہ دیں تو میں ان سے جہاد کروں گا۔



۱۵۔ اس حدیث میں معلوم سے استدلال کرنے کا بیان ہے، کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا زکوٰۃ مال کا حق ہے۔

۱۶۔ باغیوں سے قتال کرنا واجب ہے۔

۱۷۔ چیمش آمدہ مسائل میں علماء کو فہم و فکر کرنا اور بحث و مباحثہ کرنا چاہیے اور حق واضح ہونے کے بعد اپنے ساتھی کی بات مان لینا چاہیے۔

۱۸۔ مسائل فرعیہ میں جب مجتہدین کا اختلاف ہو تو ایک دوسرے کو قلعہ نہیں کہنا چاہیے، کیونکہ حضرت ابوبکرؓ نے حضرت عمرؓ سے یہ نہیں کہا تم قلعہ کہتے ہو۔

۱۹۔ اگر مجتہدین میں سے ایک کا بھی اختلاف ہو تو اجماع منعقد نہیں ہوگا۔

۲۰۔ اس حدیث میں لا الہ الا اللہ پڑھنے پر ترک قتال کا بیان ہے، اس سے مراد لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھا کہہ ہے اور یہاں جز کا اطلاق کل پر کیا گیا ہے، یا اس لیے کہ لا الہ الا اللہ پورے کلمہ طیبہ کا حکم دہاں ہے، جیسے کہتے ہیں الحمد للہ پڑھو، یعنی سورہ فاتحہ پڑھو، یہ واضح رہے کہ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت انسؓ رضی اللہ عنہم کی مفصل روایات میں پورے کلمہ طیبہ کا ذکر ہے اور اختلاف صرف حضرت ابو ہریرہؓ نے کیا ہے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى صَحَّةِ إِسْلَامٍ مَنِ حَصَرَ  
الْمَوْتُ مَا لَمْ يَشْرَعْ فِي الذَّرْعِ وَهُوَ الْغَرَعَةُ  
وَلَسِيَ جَوَازُ الْإِسْتِغْفَارِ لِلْمُشْرِكِينَ وَالذَّلِيلِ  
عَلَى أَنْ مَن مَاتَ عَلَى الشِّرْكِ فَهُوَ مِنْ  
أَصْحَابِ الْجَحِيمِ وَلَا يُنْقِذُهُ مِنْ ذَلِكَ شَيْءٌ  
مِّنَ الْوَسَائِلِ .

سید بن مسیبؓ کے والد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب ابوطالبؓ کی وفات کا وقت قریب آچینچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت ابوطالبؓ کے پاس ابو جہلؓ اور عبدالمطلبؓ ابی امیہؓ بھی موجود تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا ایک بار لا الہ الا اللہ کہو تو میں تمہارے حق میں اسلام کی گواہی دوں گا۔ ابو جہلؓ اور

۴۰۔ حَدَّثَنِي حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى التَّيْمِيُّ  
أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ  
بْنُ أَبِي شَاهِيٍّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ  
عَنْ أَبِيهِ قَالَ لَمَّا حَصَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاتُ  
جَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ  
عِنْدَهُ أَبَا جَهْلٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ ابْنِ  
الْعَفْيَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۱۔ علامہ سبکی بن شرفؒ نووی متوفی ۷۰۶ھ شرح مسلم ج ۳۔ ۳۸۔ ۳۹، ملخصاً و مرصعاً، مطبوعہ دار محمد اصبغ المطابع کراچی ۱۴۲۵ھ



يَا عَزَّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا  
عِنْدَ اللَّهِ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي  
أُمَيَّةٍ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتُرْعِبُ عَنْ قَوْلِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ  
فَكَرَّ يَكْرًا وَسُئِلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيُعِينُهُ لَذَلِكَ الْمَقَالَةِ حَتَّى قَالَ  
أَبُو طَالِبٍ أَخِي مَا كَلِمَتُهُ هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ  
الْمُطَّلِبِ وَابْنُ أَبِي أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَالَ  
سُئِلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ اللَّهُ  
لَا تُسْتَعْفَرُ لَكَ مَا لَمْ أَنْتَ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ  
عَزَّ وَجَلَّ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ  
يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَى  
مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهَا أَصْحَابُ الْبُحْبُوحِ  
وَأَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي أَبِي طَالِبٍ فَقَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ  
أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ أَعْلَمُ  
بِالْمُهْتَدِينَ -

۴۱- وَحَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
حُمَيْدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرُ  
مَرْوَانُ حَسَنُ الْعُلُوْائِي وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ  
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي سَعْدٍ  
قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ مَالِكٍ وَلَا هُمَا عَنِ الرَّهْزِيِّ  
بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَمِثْلُهُ غَيْرُ آتٍ حَدِيثُكَ مَالِكٍ  
إِنْ تَهَيَّ عَنْكَ قَوْلُهُ فَأَنْزَلَ اللَّهُ فِيهِ وَلَكِنْ  
يَذْكُرُ الْأَيْتِينَ وَقَالَ فِي حَدِيثِهِمْ وَيَعْقُودَانِ  
بِذَلِكَ الْمَقَالَةِ وَفِي حَدِيثٍ مَعْنَى مَكَانَ هَذِهِ  
الْمَقَالَةِ الْهَدْيَةُ فَلَمْ يَذْكُرْ إِلَّا هَذِهِ -

۴۲- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرٍاءَ وَابْنُ أَبِي عَمْرٍاءَ  
قَالَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ عَنْ يَزِيدَ وَهُوَ ابْنُ  
كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَارِثٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ

عبد اللہ بن ابی امیہ کہنے لگے اسے ابو طالب کیا تم اپنے باپ  
عبد المطلب کی ملت کو چھوڑ رہے ہو رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم مسلسل ابو طالب کو کلمہ پڑھنے کی تلقین کرتے  
رہے ہر حال ابو طالب نے جو آخری الفاظ کہے وہ یہ تھے  
میں اپنے باپ عبد المطلب کی ملت پر ہوں اور لا الہ الا اللہ  
کہنے سے انکار کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
برجہا میں اس وقت تک تمہارا سے یہ معجزات کی دعا کرتا  
رہوں گا جب تک اللہ تعالیٰ اس سے روک نہ دے  
اس لیے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) نبی  
اور مسلمانوں کے لیے مشرکین کی معجزات کی دعا کرنا جائز نہیں  
نحوہ وہ ان کے رشتہ دار کیوں نہ ہوں جب کہ ان کا بھی  
ہونا معلوم ہو چکا ہو۔ اور ابو طالب کے بارے میں یہ  
آیت بھی نازل فرمائی (ترجمہ) ہر وہ شخص جس کو آپ چاہیں آپ  
اس میں ہدایت عاری نہیں کر سکتے۔ البتہ اللہ تعالیٰ جس  
کے حق میں چاہتا ہے ہدایت پیدا فرما دیتا ہے اور وہ  
ہدایت ہائے والوں سے بخوبی واقف ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہی حدیث روایت  
کی مگر اس میں ان دو آیتوں کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر پر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابو طالب) کی موت  
کے وقت فرمایا آپ لا الہ الا اللہ پڑھو میں قیامت کے



رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَيْتِمٍ عِنْدَ  
الْمَوْتِ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَالَتْ قَالَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ لَا  
تَهْدِي مَنْ أَخْبَيْتَ الْآيَةَ -

۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ مَيْمُونٍ  
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ  
كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ الْأَشَجِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لِعَيْتِمٍ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَالَ كَلِمَةً أَنْ تَعْبُدَنِي قُرَيْشٌ يَقُولُونَ  
إِنَّمَا حَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ الْبُحْرَاءُ أَنْ فَارَتْ بِهَا  
عَيْنُكَ فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى إِلَيْكَ لَا تَهْدِي مَنْ  
أَخْبَيْتَ وَلَكِنْ اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ -

دن آپ کے اسلام کی گواہی دوں گا لیکن ابوطالب  
نے انکار کر دیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی اَنَّا  
لَا تَهْدِي مَنْ اخْبَيْتَ -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابوطالب سے  
فرمایا آپ کلمہ پڑھ لیجیے میں قیامت کے دن آپ کے اسلام  
کی گواہی دوں گا، ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کی ان  
باتوں سے فارغ ہوتا کہ ابوطالب موت سے ڈر کر مسلمان  
ہو گیا، قریش کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھیں بند کر دیتا اس  
وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اَنَّا لَا تَهْدِي  
مَنْ اخْبَيْتَ وَلَكِنْ اللَّهُ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ -

غمرہ موت کے وقت ایمان نامقبول ہونے پر دلیل اور ابوطالب کے ایمان نہ لانے کی بحث

حدیث نمبر ۴۳ میں ہے جب ابوطالب کی وفات کا وقت قریب آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس  
تشریف لے گئے اور اس کو دعوت اسلام دی۔

غمرہ موت اس وقت کہتے ہیں جب انسان کے بدن سے روح نکالی جاتی ہے، جب انسان آخری معائنہ  
کو دیکھ لیتا ہے، اس وقت ایمان لانا مقبول نہیں ہوتا، قرآن مجید میں ہے:

وَلَيْسَ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّى  
أُذْخِرُوا أَحَدُهُمُ الْمَوْتَ قَالَ أَفِي تَبَتِ الْآنَ وَلَا  
الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كَافِرُونَ -

(نساء: ۱۸) ان لوگوں کی توبہ (مقبول) نہیں جو (مفسد)  
گناہ کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ جب ان میں سے  
کسی کو موت آئے تو کہے میں نے اب توبہ کی، اور نہ  
ان کی (توبہ مقبول ہے) جو کفر پر مرتے ہیں۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو دعوت اسلام دی تھی تو اس پر یہ وقت ابھی نہیں آیا تھا کیونکہ ابوطالب  
نے اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش سے کافی باتیں کی تھیں۔  
ابوطالب کی وفات ہجرت کے تین سال پہلے مکہ میں ہوئی، ابن فارس نے کہا ہے کہ جس وقت ابوطالب  
کی وفات ہوئی اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۴۹ سال آٹھ ماہ گیارہ دن تھی، ابوطالب کی وفات  
کے تین دن بعد حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہو گئی۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شریف نووی متوفی ۷۶۷ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۴۰ مطبوعہ دار محمد امجد الطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ



علامہ دشتستانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

جب ابوطالب پر موت کی علامات ظاہر ہونے لگیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس گئے اور ابوطالب کو اسلام کی دعوت دی، علامہ خطابی نے کہا، ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محل میں تھے کہ آپ کے والد فوت ہو گئے پھر آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ کی کفالت کی، اور جب وہ فوت ہو گئے تو آپ کے چچا ابوطالب نے آپ کی کفالت کی، ابوطالب آپ سے محبت کرتے تھے اور آپ کی حفاظت کرتے تھے اور قریش میں سے جو لوگ آپ کو ایذا پہنچانے کی کوشش کرتے ان سے مداخلت کرتے تھے، قریش نے یہ مطالبہ کیا کہ وہ آپ کو ان کے حوالے کر دیں، مگر ابوطالب نے انکار کر دیا، پھر قریش اور کفار مکہ نے یہ قسم کھائی کہ وہ نبی شمع کا ہائیکٹ کریں گے، ان سے طریقہ و فروخت کا کوئی معاملہ کریں گے نہ نکاح کریں گے پھر شوبہ ابی طالب میں ابوطالب اور نبی شمع تین سال تک محنت تلخی میں محصور رہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے اس اعلان کے صحیفہ کو ختم کر دیا۔

اس باب کی احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ابوطالب کا عاتقہ شرک پر ہوا، سہیل نے کہا ہے کہ میں نے مسعودی کی بعض کتابوں میں دیکھا ہے کہ ابوطالب کی موت ایمان پر ہوئی لیکن یہ قرآن مجید کی آیات اور احادیث کی وجہ سے صحیح نہیں ہے، جس باب میں مذکور ہیں، اور بعض سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ عباس نے کہا میرے بھائی نے وہ کلمہ پڑھ لیا جس کا آپ نے حکم دیا، اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا، اور عباس اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اس لیے ان کی شہادت معتبر نہیں ہے، (یہ شیعہ کی روایت ہے، امام بیہقی نے کہا اس کی سند منقطع ہے، نیز صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ اسلام اپنے کے بعد حضرت عباس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ بخون سبک آگ میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا (رواۃ الترمذی ج ۲ ص ۳۴۶)۔ سیدی غفرانی اگر یہ کہا جائے کہ ابوطالب دل سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق تھا تو کیا اس وجہ سے اس کو مؤمن کہا جائے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے ایمان کو یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ وہ عبدالمطلب کی ملت پر ہے۔

ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور ان کی تفسیر میں مذاہب اربعہ

### کے مفسرین کی تصریحات

حدیث نمبر ۴۰ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موت سے کچھ وقت پہلے ابوطالب کو اسلام قبول کرنے کی تلقین کی لیکن ابوطالب نے لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ خدا میں تمہارے لیے اس وقت تک معفرت کرتا رہوں گا جب تک مجھے اللہ تعالیٰ اس سے مدد نہ دے، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا

بیروت

علامہ ابو عبد اللہ محمد بن مسلمہ دشتستانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ ھ اکمال اکمال ۱۱۱۰ ھ، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ



للمشركين ولو كانوا اولي قربى من بعد ما  
تبين لهم انه اصحاب الجحيم -  
(توبہ، ۱۱۳)

علامہ انور کاشغری اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

صحیح یہ ہے کہ یہ آیت ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی ہے ، کیونکہ امام احمد ، امام ابن ابی شیبہ ، امام بخاری ،  
امام مسلم ، امام نسائی ، امام ابن جریر ، امام ابن منذر اور امام بیہقی نے سبب بن حزن سے روایت کیا ہے کہ جب ابو طالب  
کی وفات کا وقت آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے ، اس وقت اس کے پاس ، ابو جہل اور  
عبداللہ بن ابی امیہ بیٹھے ہوئے تھے ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا : اے چچا ! لا الہ الا اللہ کہو ، میں اللہ  
کے نزدیک اس کلمہ سے حجت پکڑوں گا ، ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا ، اسے ابو طالب ! کیا تم عبدالطلب  
کی ملت سے اعتراف کر رہے ہو ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر لا الہ الا اللہ پیش کرتے رہے ، اور ابو جہل  
اور عبداللہ اس کو اس کلمہ کے خلاف بھڑکاتے رہے ، آخر میں ابو طالب نے کہا کہ وہ عبدالطلب کی ملت پر ہے  
اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا ، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، میں تمہارے لیے اس وقت تک  
مغفرت کی دعا کرتا رہوں گا جب تک مجھے اس سے منع نہ کیا جائے ، اس لیے یہ آیت نازل ہوئی ۔

حسین بن فضل نے یہ کہا ہے کہ ابو طالب کی موت ہجرت سے تین سال پہلے ہوئی ہے ، اور یہ حدیث مدینہ  
میں آخر میں نازل ہوئی ہے ، اس لیے اس حدیث کو اس آیت کا شان نزول قرار دینا مستبعد ہے ، علامہ ابن کثیر  
نے کہا یہ استنباط خود مستبعد ہے ، یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کی موت کے بعد اس کے  
یہ سلسل استغفار کرتے رہے ہوں ، حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں یہ آیت نازل ہو گئی کیونکہ کفار کے ساتھ سختی کرنے  
کی آیات مدینہ منورہ میں ہی نازل ہوئی ہیں ، اس تناویل کی بناء پر حدیث کا معنی یہ ہو گا ، اس لیے اللہ نے یہ آیت نازل  
کی ، یہ معنی نہیں ہو گا ، اس کے بعد یہ آیت نازل کی اور فاشنزل میں فاشیبت کے لیے ہو گی ، ذکر تعقیب کے  
لیے ، اکثر علماء نے اس توجیہ کو پسند کیا ہے اور یہ ہے بھی مدد توجیہ ۔ لیکن اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ  
امام ابن سعد اور امام ابن عساکر نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ ابو طالب کی موت کے بعد کئی دن تک نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم اس کے لیے استغفار کرتے رہے ، حتیٰ کہ جبرائیل اس آیت کو لے کر نازل ہوئے ، اس کا جواب  
یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے ، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ہو سکتا ہے کہ سورہ توبہ کی یہ آیت مکہ میں پہلے نازل  
ہوئی ہو اور باقی آیات بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی ہوں اور اس حدیث کو بہ اعتبار غالب کے مدنی کہا جاتا ہو ، مثال  
یہ آیت اس پر دلیل ہے کہ ابو طالب کھر پر مرزا اور یہی اہل سنت و جماعت کا معروف مذہب ہے ۔

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک طویل حدیث روایت کی ہے  
جس میں یہ ہے کہ ابو طالب کے مرض الموت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کہا کہ اے چچا آپ لا الہ الا اللہ  
کہیں تاکہ قیامت کے دن آپ کے لیے میری شفاعت جائز ہو ، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہ اصرار ترمیم  
دی ، ابو طالب نے کہا ہ ہا ! اے نبی ! اگر تجھے یہ حدیث نہ ہوتا کہ میرے بعد قریش تم پر اور تمہارے باپ کی اولاد پر



ملاعت کریں گے اور قریش یہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا تو میں یہ کلمہ پڑھ لیتا اور میں موت نہ پاؤں  
خوشی کے لیے یہ کلمہ پڑھتا، جب ابوطالب پر موت کا وقت قریب آیا تو عباس نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے  
مومنٹ بل رہے تھے، انھوں نے کان لگا کر سنا اور حضور سے کہا اسے بھیجتے اقم نے اسے جس کلمہ کو  
پڑھنے کے لیے کہا تھا اس نے وہ کلمہ پڑھ لیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے نہیں سنا  
در سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۲۴، البدایہ والنہایہ ج ۳ ص ۱۲۳ اس روایت سے اور ابوطالب کے جو اشراف حضور کی طرح  
میں شہید ہیں، ان سے علماء شیعہ نے یہ استدلال کیا ہے کہ ابوطالب مومن تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ ان اشعار  
کی سند منقطع ہے، علاوہ انہی ان اشعار میں ابوطالب کے ایمان لانے کی تصریح نہیں ہے، اس ہی یہ روایت تو  
یہ شیعہ کی روایت ہے اس سے استدلال صحیح نہیں ہے علاوہ انہی اس روایت میں بھی یہ ہے کہ آپ نے  
فرمایا "میں نے نہیں سنا" باقی ابوطالب نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد اور نصرت کی تو وہ دین اسلام  
کی محبت میں نہیں کی بلکہ نسب اور قرابت کی محبت کی وجہ سے کی، اور اعتبار دینی محبت کا ہے کسی محبت کا نہیں ہے،  
علاوہ انہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شدید اصرار کے بعد بھی ابوطالب نے ایمان نہ لاکر آپ کو سخت اذیت  
بھی تو پہنچائی ہے، تاہم ابوطالب کے کفر کے باوجود اس کی اس طرح خدمت مذہبی کے جس طرح ابو جہل اور دیگر  
کفار کی خدمت کی جاتی ہے۔

امام رازی شافعی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے لیے استغفار کی مانگت  
ہی، نازل ہوئی ہے، کیونکہ وہ مشرک تھا۔  
حافظ ابن کثیر مبنی نے اس آیت کی تفسیر میں احادیث کے حوالے سے ابوطالب کے ایمان نہ لانے کو بیان  
کیا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی نے بھی اس آیت کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔

۱۔ علامہ سید محمود اکرمی حنفی متوفی ۱۴۲۵ھ، روح المعانی ج ۱۱ ص ۳۳-۳۲، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت  
۲۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۹ ص ۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ  
۳۔ حافظ الباقی علامہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۷۱۱ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۸۵ھ  
۴۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی مالکی متوفی ۶۶۸ھ، الجامع الاحکام القرآن ج ۸ ص ۲۴۳-۲۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۸۴ھ  
۵۔ امام بیہقی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ اس کی سند منقطع ہے، اور حضرت عباسؓ جو اس  
حدیث کے راوی ہیں اس وقت مسلمان نہیں ہوئے تھے، اور مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے خود رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم سے ابوطالب کی عاقبت کے متعلق سوال کیا کہ آپ نے ابوطالب کو کیا نفع پہنچایا! وہ آپ کی ملاعت کرتا تھا!  
آپ نے فرمایا ہاں! وہ مخمزل کھانگے میں ہے اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ دوزخ کے آخری طبقہ میں ہوتا، اس حدیث  
کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے، اور وہ حقیقت روایت اس صحیح حدیث سے تصادم کی قوت نہیں رکھتی۔  
(رد لائل البیروت ج ۲ ص ۲۶۲)



نیز قرآن مجید میں ہے:

انک لا تھدی من احببت ولكن الله

یھدی من یشاء

(قصص ۵۶)

بے شک آپ جسے چاہیں اس کو ہدایت یافتہ نہیں کرتے، لیکن اللہ جسے چاہے اس کو ہدایت یافتہ کرتا ہے۔ (آپ بظاہر ہدایت دیتے ہیں، حقیقتہً ہدایت نہیں دیتے، حقیقتہً ہدایت اللہ تعالیٰ دیتا ہے، یعنی ہدایت کو پیدا کرتا ہے۔)

حافظ ابن کثیر منیل نے بھی اس آیت کی تفسیر میں بکھرے احادیث کے حوالوں سے ابوطالب کا ایمان نہ لانا بیان

کیا ہے۔ ۱۔

علامہ قرطبی مالکی نے بھی یہی لکھا ہے۔ ۲۔

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

بظاہر اس آیت کی ابوطالب کے کفر پر دلالت نہیں ہے۔ نہ جارج نے کہا مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ ابوطالب نے اپنی موت کے وقت کہا: اے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو، اور ان کی تصدیق کرو، تم ہدایت اور فلاح پاؤ گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے چچا آپ ان کو تو نصیحت کر رہے ہیں خود اس نصیحت پر عمل کیوں نہیں کرتے، ابوطالب نے کہا تم کیا چاہتے ہو؟ آپ نے فرمایا آج آپ کا دنیا میں آخری دن ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ لا الہ الا اللہ کہیں تاکہ میں اللہ کے سامنے آپ کے ایمان کی گواہی دوں! ابوطالب نے کہا اے بھتیجے میں جانتا ہوں کہ تم صادق ہو لیکن میں اس بات کو ماننے کو تیار نہیں ہوں کہ یہ کہا جاتا ہے کہ ابوطالب موت سے ڈر گیا، اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں یہ کلمہ پڑھ کر تمہاری آنکھوں کو شفا کرتا، کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ تم بہت نصیحت کرتے ہو، اور بہت غم کھاتے ہو، لیکن میں معتزب عبدالمطلب، ہاشم اور عبدمناف کی قوت پر جان دوں گا۔ ۳۔

علامہ آئوسی حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

امام عبد بن حمید، امام مسلم، امام ترمذی، امام ابن ابی حاتم، امام ابن مردودہ، اور امام بیہقی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ عجبا ابوطالب پر موت آنے لگی، تو اس کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور فرمایا: اے چچا! لا الہ الا اللہ کہیے، میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے آپ کے حق میں گواہی دوں گا، ابوطالب نے کہا اگر مجھے قریش کی لامنت کا حد شہ نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ اس نے موت کے ڈر سے کلمہ پڑھا ہے تو میں تمہاری آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

۱۔ حافظ ابو عبد اللہ محمد بن عبد الدین ابن کثیر منیل متوفی ۷۴۱ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۵ ص ۲۹۲-۲۹۰، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی متوفی ۴۶۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۱۳ ص ۲۹۹، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو دہلی ۱۳۸۵ھ

۳۔ امام غزالی محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۰۶ھ، تفسیر کبیر ج ۶ ص ۲۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ



انک لا تقہدی من اجبت ولكن الله  
یہدی من یشاء۔  
بے شک آپ جسے چاہیں اس کو ہدایت یافتہ نہیں کر سکتے  
لیکن اللہ جسے چاہے اس کو ہدایت یافتہ کرتا ہے۔

امام بخاری، امام مسلم، امام احمد، امام نسائی، اور دیگر ائمہ حدیث نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ یہ  
آیت البوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے البوطالب سے اسلام لانے کے لیے شہید  
اہل کیا، امام ابن مردودہ نے بھی اس روایت کو حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے و علامہ نووی شافعی نے لکھا  
ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت البوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ (شرح مسلم ج ۱ ص ۴۱)۔

البوطالب کے اسلام کا مسئلہ مختلف قیہ ہے، اور یہ کہنا کہ تمام مسلمانوں کا، یا تمام مفسرین کا اس پر اجماع  
ہے کہ یہ آیت البوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، صحیح نہیں ہے، کیونکہ علامہ شیعہ اور ان کے اکثر مفسرین کا یہ نظریہ  
ہے کہ البوطالب اسلام نے آئے تھے، اور ان کا دعویٰ ہے کہ ائمہ اہل بیت کا بھی اس پر اجماع ہے، اور البوطالب  
کے اکثر نقضائے اس پر شاہد ہیں، اور جن کا یہ دعویٰ ہے کہ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت البوطالب کے متعلق  
نازل ہوئی ہے، وہ علامہ شیعہ کے اختلاف اور ان کی روایات کا اعتبار نہیں کرتے، ہمارے البوطالب کے اسلام نہ  
لانے کے قول کے باوجود البوطالب کو برا نہیں کہنا چاہیے اور نہ اس کے حق میں یا وہ گمراہی کرنی چاہیے، کیونکہ اس  
سے علویین کو ایذا پہنچتی ہے اور یہ بعید نہیں ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ایذا پہنچے۔ لہ  
قرآن مجید میں ہے:

وہم ینہون عنہ وینشون عنہ۔  
اور وہ لوگوں کو (انہیں ایذا پہنچانے سے)

روکتے ہیں اور خود (ان سے) دور رہتے ہیں۔

(انعام ۲۶۱)

علامہ قرطبی مابکی نے اس آیت سے البوطالب کا ایمان نہ لانا ثابت کیا ہے اور قرآن اور حدیث سے  
بکثرت دلائل پیش کیے ہیں۔ لہ

حافظ ابن کثیر علیہ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں البوطالب کا ایمان نہ لانا بیان کیا ہے۔ لہ

اور امام رازی شافعی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اس آیت کی تفسیر میں دو قول ہیں: بعض علماء نے کہا کہ کفار و گمراہوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنے  
اور آپ کی رسالت کا اقرار کرنے سے روکتے ہیں اور خود بھی آپ سے دور رہتے ہیں اور عطا اور عقاب نے  
یہ کہا کہ یہ آیت البوطالب کے متعلق نازل ہوئی ہے، کیونکہ البوطالب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے  
سے قریش کو منع کرتا تھا اور خود بھی آپ سے دور رہتا تھا، اور آپ کے دین کی اتباع نہیں کرتا تھا لیکن قول  
اقل حق کے زیادہ مشابہ ہے۔ لہ

۱۔ علامہ سیوطی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۰، ص ۱۰۱، ۱۹۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۳۸۷ھ  
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد انصاری قرطبی متوفی ۶۷۸ھ، الجامع لاحکام القرآن ج ۶ ص ۴۸، ۴۹، ۵۰، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، بیروت  
۳۔ حافظ حماد الدین ابن کثیر علیہ متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۰۵ھ  
۴۔ امام محمد الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۶۷۶ھ، تفسیر کبیر ج ۲ ص ۲۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۹۸ھ



علامہ سید اوسى حنفى لکھتے ہیں:

امام ابن ابی شیبہ، امام ابن حمید، امام ابن جریر اور امام ابن المنذر وغیرہم نے مجاہد سے اس آیت کی تفسیر نقل کی ہے کہ کفار و کفران سے روکتے ہیں اور خود بھی قرآن سے دور بھاگتے ہیں، اور امام ابن جریر، امام ابن منذر، امام ابی حاتم، امام ابن مردودہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ تفسیر نقل کی ہے کہ کفار و کفران کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے سے روکتے ہیں اور خود بھی آپ سے دور رہتے ہیں، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت ابو طالب اور ان کے اتباع کے متعلق نازل ہوئی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے سے روکوں کو روکتے ہیں، اور اس کے باوجود خود آپ سے دور رہتے ہیں اور آپ پر ایمان نہیں لاتے۔

اس روایت کی بناء پر بعض علماء نے اس آیت سے ابو طالب کے ایمان نہ لانے پر استدلال کیا ہے لیکن امام ہنذلی نے اس تفسیر کو رد کر دیا ہے کیونکہ تمام آیات متقدمہ مشرکین کی مذمت میں ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا رسانے سے روکنا مذموم نہیں ہے۔

امام ہنذلی کے اعتراض کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ مذمت آپ کو ایذا رسانے سے منع کرنے کی نہیں ہے بلکہ مذمت اس بات کی ہے کہ خود ایمان نہیں لاتے اور ایمان لانے سے دور بھاگتے ہیں، جیسے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی جو رسول کریمؐ کا حکم دیتے ہیں اور خود نیکی نہیں کرتے۔

اتأمرون الناس بالبر وتنهون أنفسكم  
وانتم تقولون الكتاب افلا تعقلون  
آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو، اور اپنے کیا تم عقل نہیں رکھتے؟ (ہنذلی: ۳۳۰)

اس آیت میں بھی نیکی کا حکم دینے کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ نیکی کا حکم دینے کے باوجود نیکی پر عمل نہ کرنے کی مذمت کی گئی ہے، اسی طرح زیر بحث آیت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کی ممانعت کی مذمت نہیں کی گئی بلکہ مذمت اس بات کی ہے کہ آپ کو ایذا رسانے سے منع کرنے کے باوجود یہ لوگ آپ پر ایمان نہیں لاتے اور آپ سے دور بھاگتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ سورہ توبہ، سورہ قصص اور سورہ انفام کی ان تین آیتوں میں ابو طالب کے ایمان نہ لانے کو بیان کیا گیا ہے اور یہی اہل سنت و جماعت کا مسلک ہے، البتہ جب کوئی مسئلہ پوچھے تو صرف اتنا کہنا چاہیے کہ ابو طالب کا ایمان قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے، اور یہی اہل سنت و جماعت کا مختار ہے، بلا ضرورت اور بلا وجہ ابو طالب کو کافر کہنے کی رٹ لگانا چاہیے اور نہ دیگر کفار و کفران کی طرح ابو طالب کو برا کہنا چاہیے کیوں کہ بہر حال ابو طالب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش آپ کی حفاظت اور آپ کی ممانعت کی ہے اور نبی قرابت اور ابو طالب کی خدمات کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب سے بہت محبت تھی، آپ آخر وقت تک ابو طالب کو مسلمان کرنے کی کوشش فرماتے رہے لیکن تقدیر کا کھلا پورا ہو کر رہتا ہے، اب ہم ابو طالب کے



ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث بیان کر رہے ہیں:

**ابوطالب کے ایمان نہ لانے کے متعلق احادیث** | امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ناسحید بن المسیب عن ابيه انه انجبر  
انه لما حضرت ابا طالب الوفا جاءه رسول  
الله صلى الله عليه وسلم فوجداه ابا جهل  
بن هشام وعبد الله بن ابي امية بن المغيرة  
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم  
لا ابي طالب اي عم قل لا اله الا الله كلمة  
انتهد لك بها عند الله فقال ابو جهل و  
عبد الله بن ابي امية يا ابا طالب اترغب  
عن ملة عبد المطلب فله يزل رسول  
الله صلى الله عليه وسلم يعرضها عليه  
ويعود ان بتلك المقالة حتى قال ابو طالب  
اخروا كلهم به هو على ملة عبد المطلب  
واي ان يقول لا اله الا الله فقال رسول الله  
صلى الله عليه وسلم اما والله لا استغفرن  
لك ما لم اقم عنه فانزل الله فيه ما كان  
للنبي الاية - ۱۰

سید بن مسیب اپنے والد رضی اللہ عنہ سے  
روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالب کو موت آنے  
لگی تو اس کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف  
لے گئے آپ نے وہاں ابوہریرہ بن ہشام اور عبد اللہ بن ابی  
امیہ کو بیٹھے ہوئے دیکھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے ابوطالب سے کہا: اے چچا! کہہ لا الہ الا اللہ شریعت  
میں قیامت کے دن اس کو کہی آپ کے لیے شہادتوں کا، ابوہریرہ  
اور عبد اللہ بن ابی امیہ نے کہا: اے ابوطالب کیا تم عبد المطلب  
کی ملت سے انرا من کر رہے ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم مسلسل ابوطالب پر کلمہ پیش کرتے رہے  
احمدہ ووللہ اپنی بات دہراتے رہے حتیٰ کہ ابوطالب  
نے آخر میں یہ کہا کہ وہ عبد المطلب کی ملت پر ہے،  
اور لا الہ الا اللہ کہنے سے انکار کر دیا، رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ خدا! میں آپ کے لیے اس  
وقت تک استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے  
اس سے روک نہ دیا جائے اس وجہ سے اللہ  
تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی: وہی اور مومنین کے  
لیے یہ جائز نہیں کہ وہ مشرکین کے لیے استغفار کریں۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام نسائی نے بھی روایت کیا ہے۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۵ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸ - ۵۴۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶۷ء، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶۷ء، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶۷ء

۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶۷ء، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶۷ء، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶۷ء

۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶۷ء، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶۷ء، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۹۶۷ء

۴۔ حضرت عبد المطلب عہد فترت میں تھے، یہ اصولی قطع سے ثابت ہے، تاہم بعض روایات صحیحہ سے حضرت عبد المطلب

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباد کا موجد اور مومنین بننا ثابت ہے، شرح صحیح مسلم جلد  
ثانی میں ہم نے اس پر دلائل پیش کیے ہیں اس لیے ابوطالب کا اپنے دین کو حضرت عبد المطلب کی ملت قرار دینا صحیح نہیں ہے۔



بزرگ حدیث مسند احمد اور دلائل النبوت میں بھی موجود ہے۔  
نیز امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعنہ قل لآلہ الا اللہ اشہد انک یوم القیامتہ قال لولا ان تعیری قریش یقولون انما حملہ علی ذلک الجزع لا قدرت بہا عینک فانزل اللہ تعالیٰ انک لا تہدی من احببت ولكن اللہ یمہدی من یشاء ۛ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چھاپے سرایا لآلہ الا اللہ پر چھپیں، میں قیامت کے دن آپ کے حق میں اس کی گواہی دے گا، ابو طالب نے کہا اگر مجھے قریش کے مار دلائے گا خوف نہ ہوتا کہ وہ کہیں گے کہ یہ بے صبری کی وجہ سے مسلمان ہو گیا، تو میں کلمہ پڑھ کر تھا رہی آسمان ٹھنڈی کر دیتا، تب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: بے شک آپ جس کو چاہیں ہدایت یا فتنہ نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت یا فتنہ کرتا ہے۔

اس حدیث کو امام ترمذی اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔  
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حدثنا العباس بن عبد المطلب قال للنبی صلی اللہ علیہ وسلم ما اغنی عن عملک فانہ کان یحوطک ویغضب لک قال ہو فی ضحضضناہ من نار ولولا انا لکان فی الدرك الاسفل من النار ۛ

حضرت عباس بن عبد المطلب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ نے اپنے چھاپے کس مذاب کو دیکھا؟ وہ آپ کی طرف سے ملافت کرتے تھے، آپ کی خاطر غضب ناک ہوتے تھے، آپ نے فرمایا: وہ شیخوں تک آگ میں ہے، اور اگر میں نہ ہوتا تو وہ آگ کے آخری طبقہ میں ہوتا۔

- ۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۲۔ امام ابو بکر الحدید حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۳۳۳-۳۳۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۴۔ امام ابو یوسف محمد بن یسعی ترمذی متوفی ۲۶۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
- ۵۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۴۱-۴۴۲، ج ۵ ص ۳۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۶۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ



اس حدیث کو امام مسلم، امام احمد، امام ابو یوسف اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔  
میز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابي سعيد الخدري انه سمع النبي صلى الله عليه وسلم وذكر عنده عمه فقال لعنه تنفعه شفاعتي يوم القيامة فيجعل في ضحضاح من النار ببلغة كعبية يغلي منه دماغه رشه

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے کھانا نہیں کھایا جسے اللہ علیہ وسلم کے سانسے ابو طالب کا ذکر کیا گیا، آپ نے فرمایا قیامت کے دن میری شفاعت سے اس کو نفع پہنچے گا، اس کو غوثی سی آگ میں ڈالا جائے گا جو اس کے ٹخنوں تک پہنچے گا، جس سے اس کا دماغ کھول رہا ہو گا۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام احمد اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔  
امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اهل النار عذابا ابداً يؤطالب دهم منتعل بنعلين يغلي منهما دماغه رشه

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے کم دھن کے کاغذ ابوطالب کو ہو گا اس کو آگ کی دو جوتیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ کھول رہا ہو گا۔

اس حدیث کو امام احمد اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

- ۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵ مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۰۲، ج ۳ ص ۱۵۵-۱۵۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۳۔ حافظ احمد بن علی الشیخ القسبی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابو یوسف ص ۲ ص ۳۹۹-۱۱۵، مطبوعہ دار المأمون تراث بیروت، ۱۴۰۴ھ
- ۴۔ حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۵۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۸، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۶۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۷۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۱۵۵-۱۵۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۸۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۲۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۹۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۵، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۱۰۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۱۱۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۳ ص ۳۲۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت







عن علی رضی اللہ عنہ انہ اقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان اباطالب مات فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذهب فوارثہ فقال ان مات مشرکاً فقال اذهب فوارثہ فلما واریتہ رجعت الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال لی اغتسل بـ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابو طالب فوت ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جا کر اس کو دفن کر دو، میں نے عرض کیا وہ مشرک ہونے کی حالت میں فوت ہوا ہے، آپ نے فرمایا جا کر اس کو دفن کر دو، جب میں دفن کر کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آیا تو آپ نے فرمایا غسل کر لو۔

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن الشعبي قال لما مات ابوطالب جاء علی الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ان عمک الشیخ الکافر قد مات الحدیث۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب ابو طالب فوت ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر کہا آپ کا بوڑھا چچا جو کافر تھا وہ فوت ہو گیا۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس فی قول اللہ عز وجل: (فهم یبغون عنه ویبغون عنه) قال نزلت فی ابی طالب کان ینہی المشرکین ان یتؤذوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یتباعد عما جاء بہ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا قرآن مجید کی آیت: ”اور وہ لوگوں کو راہیں ایذا پہنچانے سے منع کرتے ہیں اور خود ان سے دور رہتے ہیں“ ابو طالب کے متعلق نازل ہوئی تھی، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے سے مشرکین کو منع کرتا تھا، اور آپ کے لائے ہوئے دین سے بے پروا تھا۔

ابو طالب کے ایمان نہ لانے کی بحث میں مصنف کا موقف | قرآن مجید کی اول الذکر آیات اور ثانی الذکر احادیث صحیحہ

- ۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
- ۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل البیۃ ج ۲ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۳۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ، مصنف ج ۳ ص ۳۴۸، مطبوعہ دار الفکر کراچی، ۱۴۰۶ھ
- ۴۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل البیۃ ج ۲ ص ۳۴۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت



کی روشنی میں مذہبِ اربعہ کے معروف علماء، فقہاء، مفسرین اور جمہور اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے، ہم نے علم اٰن تمام تعریحات کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ ہم اس لیے یہ کہنا خوشگوار نہیں سمجھتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی خواہش تھی کہ ابو طالب ایمان لے آئے، لیکن تقدیر کا کچھ پورا ہو کر ساریہ بہت نازک مقام ہے، جو لوگ اس مسئلہ میں شدت کرتے ہیں اور ابو طالب کی اہمیت اور اہمیت کی طرح مذمت کرتے ہیں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دل آزاری کے خطرہ میں ہیں، اہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی دل آزاری سے اللہ کی پناہ چاہتے ہیں، ہم اس بحث میں صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ابو طالب کا ایمان ثابت نہیں ہے اور یہ چیز ہم پر بھی اتنی ہی گراں اور باعثِ رنج ہے جتنی اہل بیت کے لیے ہے، اس سے زیادہ ہم اس بحث میں کچھ لکھنا چاہتے ہیں اور نہ اس مسئلہ کی باریکیوں میں الجھنا چاہتے ہیں، بعض علماء اہل سنت نے ابو طالب کے ایمان کو ثابت کیا ہے، ہر چند کہ یہ رائے تحقیق اور جمہور کے موقف کے خلاف ہے، لیکن ان کی نیت محبتِ اہل بیت ہے، اس لیے ان پر طعن نہیں کرنا چاہیے۔

باب الدلیل علیٰ اَن مِّن مَّاتَ عَلٰی  
التَّوْحِيدِ دَخَلَ الْجَنَّةَ

جس شخص کا توحید پر خاتمہ ہوا وہ جنت میں  
قطعی طور پر داخل ہوگا

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اس  
ایمان پر رہا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق  
نہیں ہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔

۴۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ  
بْنُ حَزْبٍ كِلَاهُمَا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ  
قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا ابْنُ مَكْلَبٍ عَنْ كَالِدٍ قَالَ  
حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ  
عُثْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَنْ مَاتَ وَهُوَ يَعْلَمُ أَنَّكَ لَا إِلَهَ إِلَّا  
اللَّهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ۔

ابن المسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت  
عثمان کی یہی روایت بیان کی ہے۔

۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّسِيُّ  
حَدَّثَنَا يَشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ حَدَّثَنَا كَالِدُ الْحَدَّادِ  
عَنِ الْوَلِيدِ ابْنِ يَشْرِ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ  
يَعْقُوبٍ سَمِعْتُ عُثْمَانَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَثْلَهُ سَوَاءً۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر

۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ النَّظَرِ بْنُ أَبِي النَّظَرِ  
قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو النَّظَرِ هَاشِمُ بْنُ الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا



عَبِيدُ اللَّهِ لَا شَجِيحِي عَنْ مَالِكِ بْنِ مَعْوَلٍ عَنْ  
خَلِيجَةَ ابْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَسِيرٍ  
قَالَ فَتَنَفَّذَتْ أَسْوَادُ الْقَوْمِ قَالَ حَتَّى هَضَبَ يَدُخْرٍ  
بَعْضُ حَمَلٍ عَلَيْهِمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
لَوْ جَمَعْتَ مَا بَقِيَ مِنْ أَسْوَادِ الْقَوْمِ كَدَعَوْتَ  
اللَّهُ عَلَيْهِمْ قَالَ فَقَعَلَ قَالَ فَجَاءَ دُوَالِجِرُ  
يَبُورٍ وَدُوَالِجِرُ يَتِيمٍ قَالَ وَقَالَ مُجَاهِدٌ  
قَالَ لَوْ أَنَا يَسْتَوِيهِمْ قُلْتُ وَمَا كُنَّا يَصْنَعُونَ  
يَا لَعَنَى قَالَ كَانُوا يَمْضُونَ وَيَنْتَرُونَ عَلَيْهِ  
الْعَاءُ قَالَ قَدَّعَا عَلَيْهِمَا قَالَ حَتَّى مَلَكَ الْقَوْمُ  
أَزْوَدَ تَهْمُهُمْ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ لَوْلَا أَنَا لَأَدَّ  
إِلَّا اللَّهُ وَآبَى رَسُولُ اللَّهِ لَا يَلْقَى اللَّهُ عَزَّ  
وَجَلَّ بِهِمَا عَبْدًا غَيْرَ شَالِكٍ فِيهِمَا إِلَّا دَخَلَ  
الْجَنَّةَ .

۴۷۰ . وَحَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عُمَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
مَعْقُودُ بْنُ الْعَلَاءِ وَجَعْلُ عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ  
أَبُو كُرَيْبٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ  
أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
الْأَعْمَشُ قَالَ لَمَّا كَانَ يَوْمُ غَزْوَةِ تَبُوكَ أَهَابَ  
النَّاسُ مَجَاعَةً قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ لَمَّا وَدَّعْنَا  
لَنَا قَدْ حَرَّكَانَا وَضَعَا كَانَا وَادَّهَنَا فَخَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَفْعَلُوا قَالَ  
فَجَاءَ عُمَرُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنْ فَعَلْتَ  
قَلَّ الظَّهْمُ وَلَكِنْ أَذْغَلَهُمْ بِفَضْلِ أَزْوَادِهِمْ  
لَهُ أَدْعُمُ اللَّهُ لَهُمْ عَلَيْهِمْ يَا نَبِيَّكَ تَعَالَى اللَّهُ

(غزوہ تبوک) میں جارہے تھے کہ راہِ ختم ہو گیا رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال تھا کہ بعض اونٹ کو بچ کر پیے  
جائیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کاش  
آپ لوگوں کے بچے کچھ کھالے کو جمع کر کے اس پر برکت  
کی دعا فرمائیں! حضور نے ایسا ہی کیا۔ پھر جس شخص کے  
پاس گندم تھا وہ گندم لے آیا اور جس کے پاس کھجوریں  
تھیں وہ کھجوریں لے آیا۔ صحابہ نے کہا اور جس کے  
پاس گھٹیاں تھیں وہ گھٹیاں لے آیا۔ راوی نے کہا  
میں نے صحابہ سے پوچھا کہ گھٹیوں کا وہ لوگ کیا کرتے  
تھے؟ صحابہ نے کہا ان کو چوس کر پانی پی لیتے تھے،  
حضرت ابو ہریرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے ان تمام چیزوں کو اکٹھا کر کے دعا فرمائی جس  
کی برکت سے وہ کھانا اس قدر زیادہ ہو گیا کہ تمام لوگوں  
نے اپنے برتنوں کو بھر لیا۔ یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے  
سوا کوئی شہادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول  
ہوں جو شخص ترجید و رسالت پر ایمان کی حالت میں اللہ  
تعالیٰ سے ملاقات کرے گا وہ جنتی ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ یا حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ  
عنہما نے بیان فرمایا کہ غزوہ تبوک کے سفر میں لوگوں  
کو سخت بھوک لگی ہوئی تھی، صحابہ کرام نے عرض کیا یا  
رسول اللہ! اگر آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم پانی لانے  
و اے اونٹوں کو قریب کر کے کھالیں اور چربی کا تیل  
بنالیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت سے  
دی، اتنے میں حضرت عمر آگئے اور عرض کیا یا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ نے ایسا کیا تو سواریاں کم ہو  
جائیں گی، البتہ آپ لوگوں کا بچا ہوا کھانا کھا لیجئے اور  
اس پر برکت کی دعا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے  
کہ وہ برکت عطا فرمائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اور ایک چیز سے کہادستر عمران بچا دیا۔  
پھر لوگوں کو بچا ہوا کھانا منگوایا کوئی شخص اپنی اچھیلی میں  
جوار اور کوئی کھجوریں اور کوئی روٹی کے ٹکڑے لیے  
چلا آ رہا تھا۔ یہ سب چیزیں مل کر بہت مقدار میں  
جمع ہوئیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکت  
کی دعا فرمائی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
کہ سب اپنے اپنے برتنوں میں کھانا بھر لیں۔ چنانچہ  
تمام لوگوں نے اپنے اپنے برتن بھر لیے یہاں تک کہ لشکر  
کے تمام برتن بھر گئے اور سب نے مل کر کھانا کھا یا اور  
سیر ہو گئے اور کھانا پھر بھی بچ گیا، رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر فرمایا! میں گواہی دیتا ہوں کہ  
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ کہ میں اللہ  
تعالیٰ کا رسول ہوں اور جو شخص بھی اس کلمہ پر یقین کے  
ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا۔ وہ شخص جنتی ہوگا۔  
حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص  
کلمہ شہادت پڑھے اور اس بات کی گواہی دے کہ حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے، اس کی بندی  
مریم کے بیٹے ہیں اور اس کا وہ کلمہ ہیں جس کو اس نے  
حضرت مریم کی طرف القا کیا تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ  
روح آئی، اور یہ کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے۔  
تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے آٹھ دروازوں میں سے  
جس دروازے سے وہ چاہے گا اس کو جنت میں  
داخل کر دے گا۔

امام مسلم نے یہی حدیث ایک اور سند سے بھی ذکر  
کی ہے جس کے اخیر میں یہ ہے کہ اس کے مثل جیسے  
بھی ہوں اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کروں گا  
اور اس روایت میں آٹھ دروازوں میں سے جس سے چاہے

أَنْ يَجْعَلَ فِي ذَلِكَ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْرِفُ قَالَ قَدْ عَايَنْتُهُمْ قَبَسَ  
شَمْعًا بِفَضْلِ آدَامَ وَهُوَ قَالَ قَبَسَ الرَّجُلُ  
يَجِيئُ بِكَفِّ ذُرَّةٍ وَقَالَ وَجَعَلَ يَجِيئُ الْخُ  
يَكْفِ تَمْرًا وَقَالَ وَيَجِيئُ الْخُخْرُ بِكُسْدَةٍ حَتَّى  
اجْتَمَعَ عَلَى النُّطْعِ مِنْ ذَلِكَ ثَنِي عَشْرًا قَالَ  
قَدْ عَايَنْتُهُمْ قَبَسَ قَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَا لَتَبَرَكَةِ ثُمَّ قَالَ لَقَدْ خَذُوا فِي آذَانِيكُمْ  
قَالَ فَاخَذُوا فِي آذَانِيكُمْ حَتَّى مَا تَرَوْكُمْ  
فِي الْعُسْكَرِ وَعَايَا إِلَّا مَتَكُونًا قَالَ قَالَ فَكَلَّمُوا  
حَتَّى شَبِعُوا وَفَضَلْتُ فَضْلَةً لَقَدْ قَالَ لَقَدْ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَشْهَدُ أَنْ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَآتَى رَسُولُ اللَّهِ لَا يَلْقَى اللَّهُ  
بِهِمَا عَبْدٌ غَيْرَ شَأْنٍ فَيُخْتَبِ عَنِ الْجَنَّةِ

۴۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ بْنُ رَافِعٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَرْدٍ  
يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنِ ابْنِ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي  
عُمَيْرُ بْنُ هَافِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي جُنَادُ بْنُ أَبِي  
أُمَيَّةٍ حَدَّثَنَا عُبَادَةُ بْنُ الصَّامِتِ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ  
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ  
وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ وَأَنَّ عِيسَى عَبْدُ اللَّهِ  
وَابْنُ مَرْيَمَ وَكَلَّمَهُ الْقَاهِلُ الْمَلَكُ وَرُوحُ  
مِنْهُ وَأَنَّ الْجَنَّةَ حَقٌّ وَأَنَّ النَّارَ حَقٌّ أَدْخَلَهُ  
اللَّهُ مِنْ أَى أَبْوَابِ الْجَنَّةِ الَّتِي يَشَاءُ

۴۹۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدُّورِيُّ  
حَدَّثَنَا مُبَشِّرُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ  
عَنْ عُمَيْرِ بْنِ هَافِيٍّ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ بِمِثْلِهِ غَيْرُ  
أَنَّهُ قَالَ أَدْخَلَهُ اللَّهُ الْجَنَّةَ عَلَى مَا كَانَ مِنْ



عَمَلٍ وَلَوْ يَذْكُرُ مِنْ أَمْرِ الْبَوَابِ الْجَنَّةِ الثَّانِيَةِ  
لَشَاءَ۔

۵۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ  
عَنِ ابْنِ عَجَلَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى ابْنِ  
حَبَّانٍ عَنِ ابْنِ مُعْتَمِرٍ عَنِ الْعَقَابِيِّ عَنِ  
عَبَادَةَ ابْنِ الصَّامِتِ أَنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ  
وَهُوَ فِي الْمَوْتِ فَبَيَّنْتُ فَقَالَ لِي مَهْلِكُ لَوْ تَبَيَّنْتُ  
فَوَاللَّهِ لَبِينَ اسْتَشْهَدْتُكَ لَا شَهَدْتُكَ لَكَ  
لَبِينَ شَفِيعْتُكَ لَا شَفِيعَتُكَ لَكَ وَلَبِينَ اسْتَطَعْتُ  
لَا نَفَعْتُكَ ثُمَّ قَالَ وَاللَّهِ مَا مِنْ حَدِيثٍ سَمِعْتُهُ  
مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَكُمُ فِيهِ  
حَدِيثٌ إِلَّا حَدَّثْتُكُمْ بِهِ إِلَّا حَدِيثًا وَاحِدًا أَوْ سَوَاقِ  
أَحَدٍ تَكُونُ الْيَوْمَ وَقَدْ أُحْصِيَتْ بِنَفْسِي سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ  
شَهِدَ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ  
اللَّهِ حَمَزَ اللَّهُ عَلَيْهِ الثَّانِي۔

صنا۔ کچھ بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبادہ بن صامت  
کی عیادت کے لیے گیا۔ حضرت عبادہ نزع کی حالت میں  
تھے میں انہیں دیکھ کر رونے لگا انہوں نے فرمایا کہ  
کیوں ہوا بہ خدا اگر مجھے گواہ بنایا گیا تو میں تمہارے  
حق میں گواہی دوں گا، اور اگر مجھے شفیع بنایا گیا تو میں  
تمہارے حق میں شفاعت کروں گا، اور اگر مجھے قدرت  
ہوئی تو تم کو ضرور نفع پہنچا دوں گا، اس کے بعد فرمایا  
میں نے ایک حدیث کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم سے سنی ہوئی تمام احادیث تم کو سنا دیں اور وہ  
حدیث بھی آج تم کو سنا دیتا ہوں، کیونکہ میرا آخری  
وقت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
کہ جس شخص نے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی گواہی  
دی، اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دے گا۔

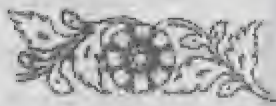
۵۱۔ حَدَّثَنَا هَذَابُ بْنُ تَعَالَيْدٍ الدَّزْدِيُّ  
حَدَّثَنَا هَمَامٌ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ  
مَالِكٍ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ بَيْنِي وَبَيْنَهُ إِلَّا  
مَوْخَذَةٌ الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قُلْتُ  
لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ  
سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ ثُمَّ سَارَ سَاعَةً ثُمَّ  
قَالَ يَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَذَرِي مَا حَقَّقَ اللَّهُ عَلَى  
الْعِبَادِ قَالَ قُلْتُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنْ  
حَقَّقَ اللَّهُ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ لَا يُشْرِكُوا

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
ایک سفر میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری  
پر آپ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا۔ میرے اور رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کیا دوسے کی درمیانی  
کڑی حائل تھی، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا بے شک  
یا رسول اللہ! کچھ دور چلنے کے بعد پھر رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بن جبل! میں نے  
عرض کیا بے شک یا رسول اللہ! پھر کچھ دور چلنے کے بعد  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے معاذ بن  
جبل! میں نے عرض کیا میں آپ کی فرمانبرداری کے لیے  
تیار ہوں، آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو بندوں پر اللہ



تعالیٰ کا کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے والا ہے آپ نے فرمایا بندوں پر اللہ تعالیٰ کا حق یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ اس کے بعد حضورؐ کو دیر تک سہل کرنے رہے پھر فرمایا اسے معاذ بن جبل میں نے عرض کیا لیکن میں آپ کے احکام کی اطاعت کے لیے حاضر ہوں، یا رسول اللہ! فرمایا تمہیں معلوم ہے جب بندے یہ احکام سمجھا لیں تو ان کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے ہیں، فرمایا بندوں کا اللہ تعالیٰ پر حق یہ ہے کہ اللہ انہیں طلب نہ دے

بِمَقِيَّتَا لَهٗ سَاعَةً ثُمَّ قَالَ يَا مَعْزَدُ بْنُ جَبَلٍ قُلْتُ لَبَّيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ هَلْ تَذَرِي مَا حَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ قُلْتُ اللَّهُ وَمَا سُؤْلُهُ أَعْلَهُ قَالَ إِنَّ لَا يُعَذِّبُهُمْ



حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں غیر نامی دعا گو شخص پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سوار تھا حضورؐ نے فرمایا اے معاذ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کا بندوں پر اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے والا ہے، فرمایا اللہ تعالیٰ کا بندوں پر حق یہ ہے کہ وہ اس کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں اور اللہ تعالیٰ پر بندوں کا حق یہ ہے کہ وہ ان کو عذاب نہ دے، جنہوں نے کسی کو اس کا شریک نہیں ٹھہرایا حضرت معاذ کہتے ہیں میں نے عرض کیا حضورؐ میں لوگوں کو یہ خوش خبری نہ سناؤں فرمایا انہیں درد نہ وہ اسی پر توکل کر کے بیٹھ جائیں گے۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ سَلَامٌ عَنْ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ مَعْزَدِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ كُنْتُ رُدْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ قَالَ فَقَالَ يَا مَعْزَدُ أَتَذَرِي مَا حَقَّ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ قَالَ قُلْتُ اللَّهُ وَمَا سُؤْلُهُ أَعْلَهُ قَالَ فَإِنَّ حَقَّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ أَنْ يَعْبُدُوهُ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِمْ شَيْئًا وَحَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللَّهِ أَنْ لَا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهِمْ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَلَا أَبَشِّرُ النَّاسَ قَالَ لَا فَبَشِّرْهُمْ قِيَّتُكُمْ

۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ



قَالَ ابْنُ الْأَثَمِ حَتَّى حَلَّ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي حَصِينٍ وَالْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ أَنَّهُمَا سَمِعَا الْأَسْوَدَ بْنَ هِلَالٍ يُحَدِّثُ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى الْعِبَادِ قَالَ اللَّهُ وَمَا سَأَلُوا أَهْلَكُمْ قَالَ أَنْ يُعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا يُشْرِكُوا بِهِ شَيْءٌ قَالَ أَتَدْرِي مَا حَقُّهُمْ عَلَيْهِ إِذَا فَعَلُوا ذَلِكَ قُلْتُ اللَّهُ وَمَسْئُولُهُمْ أَهْلَهُمْ قَالَ أَنْ يُعْبُدُوا بِهِمْ.

یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے عباد کیا تم جانتے ہو اللہ کا بندوں پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ قرار دیں۔ پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ جب بندے یہ احکام بحال لائیں تو ان کا اللہ تعالیٰ پر کیا حق ہے؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتے والا ہے۔ فرمایا یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث روایت کی ہے اس میں یہ تغیر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل کو بلایا اور پھر یہ مکالمہ ہوا۔

۵۴۔ حَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكِيَّاءَ حَدَّثَنَا حُسَيْنٌ عَنْ زَيْدَةَ عَنْ أَبِي حَصِينٍ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ قَالَ سَمِعْتُ مُعَاذًا يَقُولُ دَعَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَجَبْتُهُ فَقَالَ هَلْ تَدْرِي مَا حَقُّ اللَّهِ عَلَى النَّاسِ يَخْبُو حَتَّى يَنْبَهُمُ.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور مجالسے ساتھ دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت ابوہریرہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہما بھی بیٹھے ہوئے تھے، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے اور کافی دیر تک تشریف نہ لائے تو ہمیں محووف ہوا کہ کہیں خدا نخواستہ آپ کو کوئی تکلیف نہ پہنچی ہو، اس خیال سے ہم سب کھڑے ہو گئے سب سے پہلے میں گھبرا کر آپ کی تلاش میں نکلا اور انصار رضی عنہما کے باغ تک پہنچ گیا، میں باغ کے چاروں طرف گھومتا رہا لیکن مجھے اندر جانے کے لیے کوئی دروازہ نہ ملا۔ اتفاقاً ایک مالہ دکھائی دیا

۵۵۔ حَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ زُهَيْرٍ عَنْ حُزَيْفِ بْنِ عَمْرٍاءَ عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَخَّافِ حَدَّثَنَا عِكْرَمَةُ بْنُ عَمِّيهِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو ذَرٍّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ كُنَّا قُعُودًا حَوْلَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَعَا أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فِي تَفْرِقَتَاهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ بَيْنِ أَفْهَرِيَا قَابِطًا عَلَيْنَا وَخَشِيتُنَا أَنْ يُقَطَعَ دُونَنَا وَفَرَعْنَا فَقُمْنَا فَكُنْتُ أَوَّلَ مَنْ فَرَعَ فَخَرَجْتُ ابْتِغَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى آتَيْتُ حَائِطًا لَدَا نَصَارٍ لِيَحْدِثَ النَّجَارُ فَنَادَتْ بِهِ هَلْ أَحَدٌ لَمْ يَأْتِ أَفْلَحَ أَحَدٌ فَإِذَا اسْمِعُ يَدْخُلُ فِي جُوفِ حَائِطٍ مِنْ بَيْنِ



خَارِجَةً وَالتَّيْبَةَ الْجَدَّةَ لَنْ تَأْخُذَ بِكُمُ كَمَا  
يُخَذُّ الْفُلُكُ فَذَلِكَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَبَاهُ يُرِيدُ فَقُلْتُ نَعَمْ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا شَأْنُكَ قَالَ قُلْتُ  
كُنْتُ بَلِيْنًا أَظْهَرْنَا قُضِمَتْ قَابِطَاتُ عَيْنِنَا  
فَنَحْشِينَا أَنْ يَقْطَعَ دُونَنَا فَغَرَضْنَا فَكُنْتُ  
أَوَّلَ مَنْ فَرَغَ فَأَقْبَلْتُ هَذَا الْحَائِطَ فَأَخْتَفَرْتُ  
كَمَا يُخْتَفِرُ الْفُلُكُ وَهُوَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَرَأَيْتُ  
قَالَ يَا أَبَاهُ يُرِيدُ وَأَعْطَانِي لَعْنِيهِ فَقَالَ  
أَذْهَبْ بِتَعْلِي هَاتَيْنِ مَعَكَ لَقِيتُ مَنْ وَرَأَوْ  
هَذَا الْحَائِطَ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَقِيمًا  
بِهِمَا قُلْتُ كَبِيرَةٌ بِالْجَنَّةِ فَكَانَ أَوَّلَ مَنْ  
لَقِيتُ عُمَرُ بْنُ الْعَطَابِ فَقَالَ مَا هَاتَانِ  
الْعُذْرَتَانِ يَا أَبَاهُ يُرِيدُ قُلْتُ هَاتَيْنِ لَعْنَا  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعَثَنِي  
بِهِمَا مَنْ لَقِيتُ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
مُطْمَئِنِّتًا لَهَا قَلْبُهُ بِمَشْرُوعِهِ بِالْجَنَّةِ قَالَ  
فَضَرَبَ عُمَرُ بِيَدِهِ بَلِيْنٌ قَدْ رُفِيَ فَخَرَرْتُ  
لِإِسْنِي فَقَالَ ارْجِعْ يَا أَبَاهُ يُرِيدُ فَرَجَعْتُ  
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَأَجْهَشْتُ بُكَاءً وَرَأَيْتُ عُمَرَ قَائِمًا هُوَ  
عَلَى آخِرِي فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لَكَ يَا أَبَاهُ يُرِيدُ قُلْتُ  
لَقِيتُ عُمَرَ فَأَخْبَرْتُهُ بِأَلَايَا بَعَثَنِي  
بِهِ فَضَرَبَ بَلِيْنٌ قَدْ رُفِيَ فَخَرَرْتُ  
لِإِسْنِي فَقَالَ ارْجِعْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عُمَرُ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا  
فَعَلْتَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ يَا بَنِيَّ أَنْتَ وَرَأَيْتُ  
أَبْعَثْتَ أَبَاهُ يُرِيدُ بِتَعْلِيكَ مَنْ لَقِيَ يَشْهَدُ

جو باہر کے کوٹیش سے بارغ کے اندر کی طرف جا رہا تھا  
میں لومڑی کی طرح گھسٹ کر اس نالہ کے راستہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا ابوہریرہ! میں نے عرض کیا جی یا رسول  
اللہ! حضور نے فرمایا کیا بات ہے؟ میں نے عرض  
کیا یا رسول اللہ! آپ ہمارے درمیان تشریف فرما  
تھے۔ پھر آپ اچانک اٹھ کر تشریف لے گئے آپ  
کی واپسی میں دیر ہو گئی، اس وجہ سے ہمیں خوف  
واس میں گیر ہوا کہ کہیں دشمن آپ کو تنہا دیکھ کر پریشان  
نہ کریں، ہم سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے اور سب  
سے پہلے میں آپ کی تلاش میں نکلا۔ پس میں اس  
بارغ تک پہنچا اور لومڑی کی طرح گھسٹ کر بارغ کے اندر  
آ گیا، باقی صحابہ میرے پیچھے آ رہے ہیں، رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لعینیں مبارک مجھے  
عطا فرمائی اور فرمایا اسے ابوہریرہ! میری یہ دونوں  
جوتیاں لے کر چلے جاؤ اور بارغ کے باہر جو شخص  
تم کو کلمہ طیبہ کی دلی یقین سے شہادت دیتا ہو اسے  
اس کو جنت کی بشارت دے وہ حضرت ابوہریرہ  
کہتے ہیں کہ بارغ کے باہر سب سے پہلے میری  
علامات حضرت عمر سے، حذافہ انھوں نے پوچھا  
اسے ابوہریرہ یہ جوتیاں کیسی ہیں؟ میں نے کہا یہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جوتیاں ہیں جو حضور  
نے مجھے اس لیے دی ہیں کہ جو شخص مجھے یقین  
کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہو اسے اس کو جنت  
کی بشارت دے دوں۔ یہ سن کر حضرت عمر نے میرے  
سینہ پر ایک تھپڑ مارا جس کی وجہ سے میں ہٹھکے  
بل گر پڑا، پھر حضرت عمر نے مجھ سے کہا، یا رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس جاؤ واپس  
میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر



أَنَّ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُسْتَقِيمًا بِهَا قَلْبُهُ بَشَرًا  
بِالْجَنَّةِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَلَا تَفْعَلْ فَإِنِّي  
أَخْشَى أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ فَخَلِيلُهُمْ يَفْعَلُونَ  
قَالَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَخَلِيلُهُمْ -

روئے لگا ساتھ ہی حضرت عمرؓ بھی پہنچ گئے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا اے ابو ہریرہ کیا ہوا؟  
میں نے عرض کیا سب سے پہلے میری طاقتاں حضرت  
عمرؓ سے ہوئی میں نے ان کو آپ کا پیغام پہنچایا انھوں  
نے میرے سید پر تھپڑ مار کر مجھے بیٹھ کے بل کر لیا  
دیا اور کہا واپس چلے جاؤ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے حضرت عمرؓ سے پوچھا تم نے ایسا کیوں کیا حضرت  
عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا دانتی آپ نے ابو ہریرہؓ  
کو اپنی جرتیاں دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص اسے  
یقین قلب کے ساتھ کلمہ طیبہ کی گواہی دیتا ہو اسے  
اس کو یہ جنت کی بشارت دے دے۔ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے حضرت عمرؓ نے عرض  
کیا حضور ایسا نہ کریں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگ  
پھر کلمہ پر ہی بھروسہ کر کے بیٹھ جائیں گے ان کو عمل  
کرنے دیجیئے آپ نے فرمایا اچھا پھر انہیں عمل  
کرنے دو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سواری پر سوار تھے اور  
حضرت معاذ بن جبلؓ آپ کے پیچھے بیٹھے ہوئے  
تھے حضور نے فرمایا یا معاذ! حضرت معاذ نے کہا  
ایک یا رسول اللہ! آپ نے پھر فرمایا یا معاذ! حضرت  
معاذ نے کہا ایک یا رسول اللہ! آپ کے پھر فرمایا  
معاذ! حضرت معاذ بن جبلؓ نے کہا ایک یا رسول اللہ!  
آپ نے فرمایا جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ  
اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور یہ  
کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں، اللہ تعالیٰ  
اس شخص کو دوزخ پر حرام کر دے گا۔ حضرت معاذ نے  
عرض کیا کہ حضور! میں لوگوں کو یہ خوشخبری نہ سنا دوں۔  
آپ نے فرمایا پھر لوگ اس پر اعتقاد کر کے بیٹھ

۵۶۔ حَلَّلْنَا اسْحَقَ بْنَ مَنْصُورٍ أَخْبَرَنَا  
مُعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَعَادَةَ قَالَ  
حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَمُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ تَدَيْفَعُ  
عَلَى الرَّحْلِ فَقَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ كَتَبْتُكَ يَا  
رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا مُعَاذُ قَالَ  
كَتَبْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ قَالَ يَا  
مُعَاذُ قَالَ كَتَبْتُكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَعْدَيْكَ  
قَالَ مَا مِنْ عَبْدٍ يَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ إِلَّا حَرَمَهُ  
اللَّهُ عَلَى النَّارِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَفَلَا يَتَّكِلُونَ  
أُخْبِرُ بِهَا فَيَسْتَبْشِرُوا قَالَ أَفَلَا يَتَّكِلُونَ  
فَأُخْبِرُ بِهَا مُعَاذُ عِنْدَ مَوْتِهِ تَأْتِيهِمْ



جائیں گے، پھر حضرت معاذ نے موت کے وقت گناہ سے بچنے کے لیے یہ حدیث بیان کر دی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن ابی بکر نے کہا کہ مدینہ میں میری ملاقات عقیبان بن ابی ریحان رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے کہا میں نے آپ کی روایت کردہ ایک حدیث سنی ہے وہ مجھے براہ راست سنائیے، حضرت عقیبان نے کہا میری آنکھوں میں کچھ تکلیف واقع ہو گئی تھی اس لیے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث میں پیغام بھیجا کہ حضور میری تناسخ ہے کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر کس جگہ نادر پڑھ لیں تاکہ میں اس جگہ کو ناز پڑھنے کے لیے متین کر لوں، حضرت عقیبان نے کہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند صحابہ کے ساتھ میرے گھر تشریف لائے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہو گئے اور صحابہ آپس میں باتیں کرنے لگے، دوران گفت گو مالک بن نوشم کا بھی ذکر کیا گیا، لوگوں نے اسے مغرور اور تکبر کہا اور یہ عوامش ظاہر کی کہ حضور اس کے حق میں اذاکت کی دعا فرمائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر ان سے پوچھا کہ کیا مالک بن نوشم اس بات کی گواہی نہیں دیتا کہ اللہ تمہارے کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں، صحابہ نے کہا وہ نبی باقی تو کرتا ہے لیکن دل سے نہیں کہتا، آپ نے فرمایا جو شخص بھی اس بات کی گواہی دے گا کہ اللہ تمہارے کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں، وہ دوزخ میں داخل ہو گا نہ دوزخ سے اسے کھائے گی، حضرت انس کہتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے بہت اچھی معلوم ہوئی، میں نے اپنے بیٹے سے کہا اس کو کچھ لو، قراہتوں نے اس حدیث کو کھو لیا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھے عقیبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ وہ نابینا ہو گئے

۵۷۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ خَدَّاجٍ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ يَعْنَى ابْنُ الْمُغِيرَةِ قَالَ حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الرَّبِيعِ عَنْ عَقْبَانَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَدِمْتُ الْمَدِينَةَ فَلَقِيتُ عَقْبَانَ فَقُلْتُ حَدِيثُكَ بَلَغَنِي عَنْكَ قَالَ أَصَابَنِي فِي بَصَرِي بَعْضُ الشَّيْءِ فَبَعَثْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنِّي أُحِبُّ أَنْ تَأْتِيَنِي نُصَلِّيَ فِي مَنْزِلِي فَأَنْعِدَ لِي مُصَلِّي قَالَ فَإِنِّي أَتِيْتُكَ صَلَّيْتُ اللَّهُ عَلَيْكَ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ شَاءَ اللَّهُ مِنْ أَصْحَابِهِ فَدَخَلَ وَهُوَ يُصَلِّي فِي مَنْزِلِي وَأَصْحَابُهُ يَتَخَذُونَ بَيْتَهُمْ مَسَاجِدَ اسْتَدُّوا عِظَمَ ذَلِكَ وَكَبُرَتْ إِلَى مَالِكِ ابْنِ دُخَشِيمٍ قَالَ وَدَّ ذَا آتَهُ دَعَا عَلَيْهِ فَهَكَذَا وَدَّ ذَا آتَهُ أَصَابَهُ شَيْءٌ فَقَطَعِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةَ وَكَانَ أَنَسٌ يَشْهَدُ أَنَّ ذَلِكَ إِذَا لَمْ يَأْتِ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ فَتَالُوا أَنَّهُ يَقُولُ ذَلِكَ وَمَا هُوَ فِي قَلْبِهِ قَالَ لَا يَشْهَدُ أَحَدٌ أَنَّهُ إِلَّا إِلَهُ إِلَّا اللَّهُ فَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ فَيَدُ حُلِّ النَّارِ أَوْ تَطْعَمُهُ قَالَ أَنَسٌ فَأَعْجَبَنِي هَذَا الْحَدِيثُ فَقَدْتُ لِابْنِي الْكُتْبَةَ فَكُتِبَتْ.

۵۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي بَكْرٍ بْنُ كَافِرٍ الْعَبْدِيُّ حَدَّثَنَا بِهِ حَدَّثَنَا حَدَّثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ



حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ لَقَدْ أَفْضَلْتُ لِي قَسِيحًا فَجَاءَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَاءَهُ قَوْمُهُ فَتَقَبَّلُوا وَجَلُّوا مِنْهُمْ يَقُولُ لَهُ مَالِكُ بْنُ الدَّخْلِيِّ لَمْ أَذْكُرْ خَوْفَ حَدِيثِ سَلِيمَانَ بْنِ أَبِي الْمُنَيْبِ تَقَى

میں نے اس وجہ سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بخدمت میں پہنچا کہ میرے مکان پر تشریف لاکر نماز پڑھنے کے لیے ایک جگہ متعین کر دیجئے، جب حضور تشریف لائے تو حضرت عثمان بن مالک کے غلامان کے لوگ آئے، لیکن مالک بن دخیسم نہیں آئے، باقی حدیث حسب سابق ہے۔

آیات مرکب کبیرہ کی بغیر عذاب کے نجات ہو سکتی ہے یا نہیں | حدیث نمبر ۴۷ میں ہے جو شخص توحید پر مرادہ جنت میں داخل ہوگا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نورسی کہتے ہیں:

اہل سنت و جماعت کا مسلک یہ ہے کہ جو شخص بھی توحید و رسالت کے عقیدہ پر فوت ہو اور ہر حال میں جنت میں داخل ہوگا، اگر وہ گناہوں سے بالکل محفوظ تھا شرعاً یا بالغ بچہ، وہ شخص جو بخلت کی ابتداء سے مجنون تھا اور اسی جنون پر فوت ہوا، جس شخص نے تمام گناہوں سے توبہ کر لی اور بعد میں کوئی گناہ نہیں کیا، اور وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کی توفیق سے تنگی میں کوئی گناہ نہیں کیا، ہر لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور دوزخ میں بالکل داخل نہیں ہوں گے، البتہ ان کا حق جہنم کو عبور کرنے کے لیے جہنم سے گزر ہوگا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ وہ جہنم سے گزریں گے یا جہنم کے اوپر رکھے ہوئے پل صراط سے گزریں گے، اور صحیح قول یہ ہے کہ ان کا پل صراط سے ہی گذر ہوگا واللہ تعالیٰ بہین و مدبر اور تمام ضرر دینے والی چیزوں سے اپنی پناہ میں رکھے گا اور جس شخص نے گناہ کبیرہ کیے ہوں اور توبہ کیے ہیں مگر گناہوں سے توبہ کیے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت میں ہے وہ چاہے تو اس کو معاف کر دے اور اس کو ابتداء جنت میں داخل کر دے اور اگر وہ چاہے تو اس کے گناہوں کے حساب سے اس کو عذاب دے اور پھر جنت میں داخل کر دے، لہذا جو شخص بھی عقیدہ توحید پر فوت ہوا اس کو دوزخ میں دائمی عذاب نہیں ہوگا، خواہ اس نے گناہ کبیرہ کیے ہوں، جس طرح وہ شخص ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کا کفر بدعت ہو، خواہ اس نے کتنی ہی نیکیاں کی ہوں، یہ اس مسئلہ میں اہل حق کے موقف کا مختصر بیان ہے، اور قرآن و سنت اور اجماع سے اس موقف پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں، اور اس موقف پر قصور متواتر قائم ہیں جن سے علم قطعی حاصل ہوتا ہے اور احادیث سے بھی اس کی تائید اور تقویت ہوتی ہے اور جو حدیث بظاہر اس موقف کے خلاف ہو اس کی تاویل اور توجیہ کرنا واجب ہے۔

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ جو مسلمان گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرے، اس کے متعلق اختلاف ہے، مرنے کے بعد ایمان کے بعد معصیت سے کوئی ضرر نہیں ہوتا، خواہ اس نے کہا کہ معصیت کے ارتکاب سے مسلمان کافر ہو جاتا ہے، معتزلہ نے کہا کہ معصیت کبیرہ سے اس کو دوزخ میں دائمی عذاب ہوگا، اور اس پر مومن کا اطلاق ہوگا نہ کافر کا، اور وہ قاسمی ہے، اشاعرہ نے کہا بلکہ وہ مومن ہے اور اگر اس کی مغفرت نہ ہو اور اس کو عذاب ہو تو پھر حال اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا اور اس باب کی حدیثیں خواہ مخواہ معتزلہ پر حجت ہیں، مرنے کے بعد



اس باب کی احادیث سے استدلال کر سکتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ ترکیب کبیروہ کی مغفرت کر دی جائے گی اس لیے وہ جنت میں جائے گا، یا اپنے گناہوں کی سزا پانے کے بعد جنت میں جائے گا یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کی وجہ سے اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا یہ تاویل کرنا اس لیے ضروری ہے کہ بعض احادیث میں گناہوں پر سزا دینے کا بیان ہے اگر ان احادیث میں تاویل نہ کی جائے تو پھر احادیث میں تضاد لازم آئے گا۔

### کلمہ گو کے لیے جنت کی بشارت کا حکم دینا پھر اس حکم کو منسوخ کرنے کی وجہ اور دیگر مسائل

حدیث نمبر ۵۵ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری درمیان بیٹھے ہوئے تھے، پھر آپ اٹھ کر چلے گئے اور واپس آنے میں دیر ہو گئی، حضرت ابوہریرہؓ آپ کو تلاش کرتے ہوئے بنو نجار کے باغ میں پہنچے آپ نے کلمہ پڑھنے والے کو جنت کی بشارت دینے کا حکم دیا، پھر حضرت عمرؓ کے مشورہ سے اس حکم کو منسوخ کر دیا۔

اس حدیث سے مستنبط ہونے والے مسائل حسب ذیل ہیں:

- (۱) - عالم کو اپنے اصحاب اور عام سامعین کے ساتھ بیٹھنا چاہیے تاکہ ان کو اپنے علم سے فائدہ پہنچائے۔
- (۲) - صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حد درجہ تعظیم اور آپ سے محبت کرتے تھے اور اگر آپ کو فائدہ دیر ہو جاتی تو منقطع ہو جاتے۔

(۳) - بنو نجار کے باغ کے چاروں طرف چار دیواری تھی، اور سب دروازے بند تھے، اس کے باوجود حضرت ابوہریرہؓ کو یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں موجود ہیں، اس کا سبب یہ تھا کہ حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ مشام نبوت اور خوشبوئے رسالت سے آشنا تھے۔ انھیں باغ کے اندر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو آرہی تھی، اس لیے انھوں نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں موجود ہیں، نیز باغ میں جن قسم کے پھول یا پھل ہوں ان پھولوں اور پھلوں کی خوشبو دور دور تک پھیلتی ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو اس باغ کے پھولوں کی خوشبو پر غالب تھی اور باغ کے پھول کی خوشبو مغلوب تھی۔

- (۴) - جب انسان کو یہ معلوم ہو کہ ملک کو اس کے آنے سے اعتراض نہیں ہوگا تو ملک کی اجازت کے بغیر بھی اس کی ملک میں داخل ہونا جائز ہے۔

کیونکہ حضرت ابوہریرہؓ رضی اللہ عنہ اس باغ میں بغیر اجازت کے داخل ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو برقرار رکھا، اور یہ اجازت صرف کسی کے گھر جانے کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اس کی چیزوں کو استعمال کرنے، اس کے طعام کو کھانے، اس کے طعام کو اٹھا کر اپنے گھر لے جانے، اس کی سواری پر سوار ہونے اور اس



قسم کے دیگر تصرفات کو بھی شامل ہے، اجمہور سلف اور خلف کے نزدیک یہی صحیح مذہب ہے، البتہ قدر معروہ سے زیادہ کھانا اور اٹھا کر لے جانا جائز نہیں ہے، اور اس کی اصل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

لَیْسَ عَلَیْهِ اِلَاحَی حَرَجٌ وَلَا عَلَی الْمَوْتِ حَرَجٌ وَلَا عَلَی اَنْفُسِکُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْ بَیْوتِکُمْ اَوْ بَیْوتِ اِیَّاهُمْ اَوْ بَیْوتِ اَعْمَامِکُمْ اَوْ بَیْوتِ عَمَّتِکُمْ اَوْ بَیْوتِ اِخْوَالِکُمْ اَوْ بَیْوتِ خَلَتِکُمْ اَوْ مَا مَلَکَتْمْ مِّمَّا نَحْنُ اَوْصِدْ لَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَرًا قَاۡتَ

(النور: ۳۱)

اندر سے پر کچھ کھانگی نہیں اور نہ مگر سے پر کوئی مضائقہ ہے اور نہ بیمار پر کوئی دوا اور نہ تہا ہی جائزوں پر کوئی رکاوٹ ہے کہ کھاؤ اپنے (اور اپنی اولاد کے) گھروں سے یا اپنے باپ و ادا کے گھروں سے یا اپنی ماؤں کے گھروں سے یا اپنے بھائیوں کے گھروں سے یا اپنی بہنوں کے گھروں سے یا اپنے چچاؤں کے گھروں سے یا اپنی پھوپھیوں کے گھروں سے یا اپنے ماموں کے گھروں سے یا اپنی خالائوں کے گھروں سے یا جس جگہ کی بھیاں تہلے سے قبضہ میں ہوں یا اپنے دوست کے گھر سے تم پر کوئی حرج نہیں ہے کہ مل کر کھاؤ یا الگ الگ۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو جو اپنی اقلین دے کر بھیجا اس سے معلوم ہوا کہ جب اہل قوم کی طرف کسی کو اپنا پیغام دے کر بھیجے تو ایسی علامت دے کر بھیجے جس کو وہ پہچانتے ہوں تاکہ وہ مطمئن ہوں۔

۶۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس ایمان کی وجہ سے انسان دوزخ کے دائمی مذاب سے محفوظ رہتا ہے اس کا زبان سے اظہار کرنا ضروری ہے۔

۷۔ حضرت عمر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو تجھ مارا جس سے وہ گر گئے اور بعد میں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا واقعی آپ نے ابو ہریرہ کو اپنی اقلین دے کر بھیجا تھا کہ جو شخص بھی یقین سے لا الہ الا اللہ کی گواہی دے اس کو جنت کی بشارت دے وہ اس سے حضرت عمر کا مقصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنا یا آپ کے حکم کو مسترد کرنا تھا، کیونکہ اس پیغام سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد صرف امت کی دلدادگی اور ان کو بشارت دینا تھا، حضرت عمر کی یہ رائے تھی کہ اس بشارت کو مخفی رکھنا بہتر ہے تاکہ لوگ صرف کلمہ پڑھ لینے پر ہی تمکین نہ کر لیں اور اعمال سے قافل ہو جائیں، اور جب حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ رائے پیش کی تو آپ نے اس کو صحیح قرار دیا۔ اس حدیث میں اکابر کا اصغر کی رائے سے موافقت کرنے کا بیان ہے۔

۸۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ اگر اصغر کی رائے میں کوئی مصلحت ہو تو اکابر کو ان کی رائے کی طرف رجوع کر لینا چاہیے۔



نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کا بیان | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ

کی عام بشارت دے دی اور پھر آپ نے اس سے منع فرمادیا تو وہ اس پر نبی سے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتہاد مستغیر ہو گیا تھا اور محققین کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے بلکہ واقع ہے اور آپ کو تمام مجتہدین پر یہ زرقیت حاصل ہے کہ آپ اجتہاد میں خطا پر مقرر نہیں رہتے، اور جو علماء آپ کے اجتہاد کی نقل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ امور دینیہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم وحی کے بغیر کچھ نہیں فرماتے، ان کے طور پر بھی یہ ہو سکتا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر سے گفتگو فرما رہے ہوں اس وقت آپ پر وحی نازل ہوئی ہو جس کی وجہ سے آپ نے اپنے سابق قول کو منسوخ کر دیا ہو۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد میں تفصیل مشہور ہے، دنیاوی امور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے جواز اور وقوع پر تمام علماء کا اتفاق ہے، اور احکام دینیہ میں اکثر علماء کا یہ نظریہ ہے کہ آپ کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے، کیونکہ جب دوسروں کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے تو آپ کے لیے یہ طریق اولیٰ اجتہاد جائز ہوگا، اور بعض علماء نے کہا آپ کے لیے اجتہاد جائز نہیں ہے، کیونکہ آپ کو وحی کے ذریعہ یقینی حکم حاصل کرنے پر قدرت ہے۔ بعض علماء نے کہا جنگی معاملات میں اجتہاد کرنا جائز ہے اور باقی معاملات میں جائز نہیں ہے، اور بعض علماء نے اس مسئلہ میں توقف کیا، پھر جمہور علماء جن کے نزدیک آپ کا اجتہاد کرنا جائز ہے، ان میں یہ اختلاف ہے کہ اجتہاد واقع ہے یا نہیں، ان میں سے اکثر نے کہا کہ آپ نے اجتہاد کیا ہے اور دوسروں نے کہا آپ نے اجتہاد نہیں کیا، اور بعض نے توقف کیا، پھر وہ اکثر علماء جنہوں نے کہا آپ کا اجتہاد جائز ہے اور آپ نے اجتہاد کیا ہے، ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ کی اجتہاد وحی خطا جائز ہے یا نہیں، محققین نے کہا آپ کی اجتہاد وحی خطا جائز نہیں ہے اور اکثر علماء نے یہ کہا کہ آپ کی اجتہاد وحی خطا جائز ہے لیکن آپ اس پر برقرار نہیں رہتے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اجتہاد کے متعلق پوری تفصیل ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث میں بیان کر دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منع کرنے کے باوجود حضرت معاذ نے حدیث نجات کیوں بیان کی؟

حدیث نمبر ۵۶ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جھٹھن لا الہ الا اللہ وان محمدًا عبداً ورسولہ کی شہادت دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دوزخ کو حرام کر دیتا ہے، حضرت معاذ نے پوچھا میں لوگوں کو اس کی بشارت دے دوں؟ آپ نے فرمایا پھر لوگ انہی پر اعمتا و کراہیں گے! پھر حضرت معاذ نے گناہ سے بچنے کے لیے



موت سے پہلے یہ حدیث بیان کر دی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حضرت معاذ علم کی حفاظت کرتے تھے اور ان کو یہ خبر تھا کہ ان کی موت سے یہ علم نصبت ہو جائے گا اور ان کا شمار علم کے چھپانے والوں میں ہو گا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی احادیث کی تبلیغ کا حکم دیا ہے اس پر ان سے عمل نہیں ہو سکے گا، اس لیے انھوں نے امتیاط پر عمل کیا، اور موت سے پہلے یہ حدیث بیان کر دی، اور ان کا یہ خیال تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو بیان کرنے سے تحریم یا منع نہیں فرمایا، یا ان کا خیال تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث کو عام لوگوں کے سامنے بیان کرنے سے منع فرمایا تھا، کیونکہ ہو سکتا تھا جن لوگوں کی نہم و فحاشی اس حدیث کو سن کر غلط فہمی میں مبتلا رہوں اور صرف کلمہ پڑھ لینے کو ہی نجات کے لیے کافی سمجھیں اور اعمال کو ترک کر دیں، اس لیے حضرت معاذ نے موت سے پہلے خواص اور اہل علم کو اس حدیث کی اطلاع دے دی۔

حضرت عثمان بن مالک انصاری کی روایت سے استنباط شدہ مسائل | حدیث نمبر ۵ میں ہے:

حضرت عثمان بن مالک انصاری رضی اللہ عنہ نابینا ہو گئے اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ پیغام بھیجا کہ آپ میرے گھر تشریف لا کر کسی جگہ نماز پڑھیں تاکہ میں اس کو مصیبتی بنا لوں!

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

- ۱۔ جب کوئی شخص مسجد میں جانے سے منذور ہو تو گھر کی کسی جگہ کو نماز کے لیے مخصوص کر دینا مستحب ہے۔
- ۲۔ نوافل کی جماعت جائز ہے۔
- ۳۔ رئیس کا اپنے ماننے والوں کے گھر جانا جائز ہے۔
- ۴۔ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن خلق اور تواضع کا بیان ہے۔
- ۵۔ نابینا شخص کی امامت جائز ہے۔
- ۶۔ بارش، اندھیرے یا جان کے خوف کے عذر کی وجہ سے جماعت سے نماز پڑھنے کو ترک کرنا جائز ہے۔
- ۷۔ کسی شخص کا اپنی بیماری یا اور کسی مصیبت کی خبر دینا، شکایت سے نہ صبر کے خلاف ہے۔
- ۸۔ اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ مہمان گھر والوں کو نماز کی امامت کرا سکتا ہے، بعض علماء نے کہا کہ صاحب خانہ مہمان کی بہ نسبت امامت کرانے کا زیادہ حقدار ہے، اور بعض اہل علم نے یہ کہا ہے کہ صاحب خانہ کی اجازت سے مہمان جماعت کرا سکتا ہے، امام مالک نے کہا ہے کہ صاحب خانہ کے لیے مستحب ہے کہ جب اس سے افضل شخص اس کے گھر آئے تو اس کو نماز کے لیے مقدم کرے اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ صاحب خانہ کی اجازت سے مہمان کا نماز پڑھانا جائز ہے۔



- ۹۔ مکان میں جس جگہ کو مسجد بنالیا جائے وہ مالک مکان کی ملکیت سے خارج نہیں ہوتی، اس کے برخلاف محلہ میں جو مسجد بنائی جائے وہ بنانے والے کی ملکیت سے خارج ہو جاتی ہے۔
- ۱۰۔ بیک لوگوں کے نماز پڑھنے اور فاضل لوگوں کے سجدہ کرنے کی جگہ سے تبرک حاصل کرنا جائز ہے۔
- ۱۱۔ جب کسی بیک شخص کو کوئی آدمی اس سے تبرک حاصل کرنے کے لیے بلائے تو اس کو ہانا چاہیے، بشرطیکہ اس سے تکبر پیدا نہ ہو۔
- ۱۲۔ جب کہیں جانے کا وعدہ کیا جائے تو اس کو پورا کرے۔
- ۱۳۔ دن میں تو اقل کی جماعت جائز ہے۔
- ۱۴۔ عشاء کی ضیافت کر کے ان کی تعظیم کرنا چاہیے۔
- ۱۵۔ امام کو فساد اور منافقوں پر متنبہ کرنا جائز ہے۔
- ۱۶۔ اگر لوگ کسی شخص پر فسق کی شبہت لگائیں اور وہ فاسق نہ ہو تو امام پر لازم ہے کہ اس کی بابت بیان کرے۔
- ۱۷۔ اگر کوئی شخص بغیر مذکر کے جماعت میں شریک نہ ہو تو وہ بدگمانی کے محل میں ہے۔
- ۱۸۔ دن کے فرائض اور رات کے پڑھنے چاہئیں۔
- ۱۹۔ اگر کسی شخص کو دعوت دی ہو پھر بھی اس کو میزبان کے گھر میں داخل ہونے سے پہلے اجازت طلب کرنی چاہیے۔
- ۲۰۔ جب کوئی بیک شخص کسی کے گھر جائے تو اہل محلہ کو بھی اس کی زیارت اور اس سے استفادہ کے لیے ہانا چاہیے۔
- ۲۱۔ جو شخص توجید پر مرے اس کو دوزخ میں دائمی عذاب نہیں ہوگا۔
- ۲۲۔ بعض صحابہ نے حضرت مالک بن دحثم کے متعلق یہ گمان کیا تھا کہ وہ دل سے کلمہ نہیں پڑھتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا رد کیا، اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کے حال پر مطلع ہیں۔
- ۲۳۔ اس حدیث کے آخر میں ہے حضرت انس نے اپنے بیٹے سے کہا اس حدیث کو سمجھ لو، اس میں احادیث کے لکھنے کا ثبوت ہے۔ اور جس حدیث میں حدیث کو لکھنے کی ممانعت ہے وہ اجتہاد امر پر محمول ہے، اس کا تفصیل شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ہے۔
- ۲۴۔ اس حدیث میں ہے پہلے آپ نے نماز پڑھائی اور پھر کھانا کھایا، کیونکہ حضرت عتبہ نے آپ کو نماز پڑھنے کے لیے بلایا تھا، اور حضرت اسم سلیم کی حدیث میں ہے پہلے آپ نے کھانا کھایا پھر آپ نے نماز پڑھائی، کیونکہ انھوں نے آپ کو کھانا کھانے کے لیے بلایا تھا، خلاصہ یہ ہے کہ دونوں جگہ آپ نے تقاضائے حال کے لحاظ سے ترتیب رکھی۔
- ۲۵۔ اگر نماز بیٹھے ہوئے لوگوں کی باتیں نماز میں منے تو اس سے نماز کے خشوع میں فرق نہیں آتا کیونکہ حضور نے صحابہ کی باتیں سنیں اور ان پر نصیحت فرمائی:
- نوٹ: یہ حدیث صحیح بخاری اور دیگر کتب حدیث میں زیادہ تفصیل سے آئی ہے اور یہ فرائض اس حدیث کی تمام روایات کے اعتبار سے ہیں۔



بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا  
قَبِلَ إِسْلَامَ دِينِهِ وَبِمُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ رَسُولًا فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَإِنْ أَرْتَكِبَ الْمُعَاصِيَ  
الْكَبَائِرَ

جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب اسلام کو دین اور  
محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی مان کر راضی ہو  
وہ مومن ہے خواہ وہ گناہ کبیرہ کا ارتکاب  
کے

۵۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى بْنُ أَبِي شُمَةَ الزُّبَيْرِيُّ  
وَيُشْرِ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزُ بْنُ هُزَافَةَ  
ابْنُ مُحَمَّدٍ الدَّارِيُّ وَرُوِيَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْقَعْدِ  
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْرَافِيلَ عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ  
أَبِي إِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ ذَا قُطِفَ الْإِيمَانُ  
مَنْ رَضِيَ بِاللَّهِ رَبًّا وَبِالْإِسْلَامِ دِينًا وَبِمُحَمَّدٍ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُولًا

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ بیان  
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
جو شخص اللہ تعالیٰ کو رب اسلام کو دین اور محمد صلی  
اللہ علیہ وسلم کو رسول مان کر راضی ہو گیا اس  
نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا۔

فت: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جس شخص نے اللہ کے سوا اور کسی چیز کو اپنا مطلوب نہیں بنایا، اسلام کے  
سوا اور کسی طریقہ کو نہیں اپنایا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی کی شریعت کو نہیں اپنایا، اس کے ظاہر  
اور باطن میں اسلام سرایت کر جائے گا۔

بَابُ بَيَانِ عَدَدِ شُعَبِ الْإِيمَانِ وَأَفْضَلِهَا  
وَأَدْنَاهَا وَفِضِيلَةُ الْحَيَاءِ وَكَوْنُهُ مِنَ  
الْإِيمَانِ

ایمان کی شاخوں کی تعداد ایمان کے اعلیٰ  
اور ادنیٰ درجہ کا بیان اور حیا بھی ایمان  
کا ایک حصہ ہے

۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ  
مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ حَدَّثَنَا  
سُلَيْمَانُ بْنُ يَكْلَبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ  
أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ  
شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ستر (۷۰)  
سے زیادہ شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک  
شاخ ہے۔



حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایمان کا شریک ساتھ سے زیادہ شائیں ہیں جن میں سب سے افضل شاخ کلمہ طیبہ کا اعتقاد ہے اور سب سے ادنیٰ شاخ راستہ میں سے کسی تکلیف دہ چیز کو دور کر دینا ہے اور حیا اور بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص اپنے بھائی کو حیا د کرنے سے منع کر رہا ہے یہ سن کر آپ نے فرمایا حیا در ایمان کی ایک شاخ ہے۔

اہم مسلم نے ایک اور سند سے اسی حدیث کو روایت کیا جس میں یہ بیان ہے کہ حیا سے روکنے والا شخص ایک انصاری صحابی تھا۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیا سے بھلائی ہی حاصل ہوتی ہے یہ سن کر بشیر بن کعب نے کہا کہ حکمت کی کتابوں میں لکھا ہوا ہے کہ حیا سے وقار اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، حضرت عمران نے اس کے جواب میں کہائیں تم کو حدیث رسول سنارہا ہوں اور تم اس کے مقابلہ میں اپنی کتابوں کی باتیں پیش کر رہے ہو۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضرت عمران بن حصین کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور ہم میں بشیر بن کعب بھی موجود تھے، حضرت عمران نے ایک حدیث

۶۱۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ وَثِيلٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَوْلَا أَلَا اللَّهُ وَآدَتَا هَا مَا طَلَةُ الْأَدَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ۔

۶۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَغُنْدَرُ بْنُ الْوَقْدِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ حُمَيْلَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا يَعْطُ أَخَاهُ فِي الْحَيَاءِ فَقَالَ الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ۔

۶۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ حَدَّثَنَا عَيْدُ الزُّهْرِيُّ أَخْبَرَنَا مَعْمَرُ بْنُ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ مَرِيضٌ مِنْ أَهْلِ بَصْرَةَ يَعْطُ أَخَاهُ۔

۶۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِبْنِ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا الشَّوَارِبِ يُحَدِّثُ أَنَّ سَمِعَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ يُحَدِّثُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَيَاءُ لَا يَأْتِي إِلَّا بِالْخَيْرِ فَقَالَ بَشِيرُ بْنُ كَعْبٍ إِنَّهُ مَكْتُوبٌ فِي الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ وَكَأَنَّ وَرَمَهُ سَكِينَةً فَقَالَ عُمَرَانُ أَحَدُ ثَلَاثٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَنَحْنُ نَحْنُ عَنْ مُحَمَّدٍ۔

۶۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْخَارِجِيُّ حَدَّثَنَا حَقَّادُ بْنُ دَرِيدٍ عَنْ إِسْحَاقَ وَهُوَ ابْنُ سُرَيْدٍ أَنَّ أَبَا قَتَادَةَ حَدَّثَ قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فِي رَهْطٍ مَنَا وَفِينَا بَشِيرُ بْنُ كَعْبٍ فَخَدَّ ثَمَنَا



عَمْرُو بْنُ يَوْمِيذٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْحَيَاءُ وَخَيْرُ كُلِّ شَيْءٍ كَلَّمَةُ قَالَ أَوْ قَالَ الْحَيَاءُ كَلَّمَةُ خَيْرٍ فَقَالَ بَشِيرُ بْنُ كَعْبٍ إِنَّمَا نَجِدُ فِي بَعْضِ الْكُتُبِ أَوْ الْحِكْمَةِ أَنَّ مِنْهُ سَكِينَةٌ وَوَقَاتِئًا إِلَيْهِ تَعَالَى دَمِنَهُ ضَعُفٌ قَالَ فَغَضِبَ عُمَرَانُ حَتَّى احْمَرَّتَا عَيْنَاهُ وَ قَالَ لَا آءَا فِي أَحَدٍ ذَلِكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَتُعَارِضُ فِيهِ قَالَ فَأَعَادَ عُمَرَانُ الْحَدِيثَ قَالَ فَكُنَّا لَنَا نَقُولُ إِنَّهُ يُمَايَا أَبَا نَجِيدٍ إِنَّهُ لَا بَأْسَ بِهِ.

بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیہ پوری کی پوری خیر ہے یا آپ نے فرمایا جیہ مکمل خیر ہے، بشیر بن کعب نے کہا ہم نے بعض کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ بعض دفعہ جیہ سے دُعا اور اطمینان حاصل ہوتا ہے اور بعض دفعہ اس سے کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضرت عمر ان کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں اور فرمانے لگے میں تم کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سناتا ہوں اور تم اسی کے خلاف باتیں کہتے ہو۔ یہ کہہ کر حضرت عمر ان نے دوبارہ یہی حدیث بیان کی اور ہم ان کا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لیے کہنے لگے اے ابو نجید! بشیر ہم جی میں سے ہیں اور انہوں نے یہ بات کسی بڑی نیت سے نہیں کہی۔ امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت بعینہ اسی طرح ذکر کی ہے۔

۶۶۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَخْبَرَنَا الْقَاسِمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ حُمَيْدَ بْنَ الرَّبِيعِ الْقَدَوِيَّ يَقُولُ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَحْوَ حَدِيثِ حُمَاةِ ابْنِ مَرْيَدٍ.



علامہ یحییٰ بن بشر  
فرماتے ہیں:

ایمان کی شاخوں کی تعداد میں مختلف روایات میں راجح روایت کا بیان

امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام ترمذی سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا



ہے کہ ایمان کی ستر اور کچھ شاخیں ہیں اور امام بخاری نے بعض اسانید سے ساتھ اور کچھ شاعروں کی حدیث روایت کی ہے اور اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ کون سی روایت رائج ہے، قاضی عیاضی نے کہا ستر شاعروں والی روایت صحیح ہے، امام بیہقی نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے، اور بعض علماء نے ساتھ شاعروں والی روایت کو ترجیح دی ہے، پھر ان ساتھ شاعروں کی تعین میں بھی تفصیل ہے، امام ابو عبد اللہ علیہ السلام نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے، اور اسی کی کھڑکی ایک کتاب امام بیہقی نے لکھی ہے جس کا نام انھوں نے شعب الایمان رکھا ہے۔ نہ یہ کتاب پہلے نایاب تھی، اب الحمد للہ بیروت میں چھپ گئی ہے اور ہمیں دستیاب بھی ہے۔ اس موضوع پر اور بھی کتابیں ہیں، سعید بن مسروق (رحمہ اللہ)

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

**ایمان کی شاعروں کی تفصیل اور تعین** ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں، ان کی تفصیل اور تعین میں بہت کچھ کہا گیا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کی اصل تین چیزیں ہیں، تصدیق بالقلب، اقرار باللسان اور عمل بالارکان، تصدیق کے لحاظ سے ایمان کی اکتیس شاخیں ہیں، اقرار کے لحاظ سے سات اور عمل کے لحاظ سے چالیس شاخیں ہیں اور یہ کل اٹھتر شاخیں ہیں۔ تصدیق بالقلب کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں:

- (۱) اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور وحدانیت پر ایمان لانا یا اس کی کوئی مثل نہیں ہے (۲) اللہ تعالیٰ کے ماسواہر چیز کے حادث ہونے پر ایمان لانا (۳) فرشتوں پر ایمان لانا (۴) اللہ کی تمام کتابوں پر ایمان لانا (۵) اللہ تعالیٰ کے تمام رسولوں پر ایمان لانا (۶) ہر خیر اور ہر شر کو اللہ تعالیٰ کی تقدیر کے ساتھ وابستہ ماننا۔ (۷) قیامت پر ایمان لانا، اس میں قبر کے سوال اور عذاب، مرنے کے بعد اثنا، حساب میزان اور پل صراط پر ایمان لانا داخل ہے۔ (۸) جنت کے وعدہ اور اس کے دوام پر ایمان لانا (۹) دوزخ کی وعید، اس کے عذاب اور اس کے غیر فانی ہونے پر ایمان لانا۔ (۱۰) اللہ تعالیٰ کی محبت پر ایمان لانا۔ (۱۱) اللہ کے بی محبت اور اللہ کے لیے بعض مثلاً مہاجرین اور انصار تمام صحابہ سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل سے محبت کرنا اور کافروں سے بغض رکھنا (۱۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا، آپ پر درود پڑھنا اور آپ کی سنتوں کی اتباع کرنا (۱۳) اخلاص، اس میں رباہ اور نفاق کو ترک کرنا داخل ہے۔ (۱۴) توبہ کرنا اور نادوم ہونا۔ (۱۵) خدا سے ڈرنا (۱۶) خدا سے امید رکھنا۔ (۱۷) ناامیدی کو ترک کرنا (۱۸) شک کرنا (۱۹) غیظ پورا کرنا (۲۰) صبر کرنا (۲۱) تواضع کرنا اور بڑوں کی تعظیم کرنا۔ (۲۲) رحمت کرنا اور چھوٹوں پر شفقت کرنا (۲۳) تفساد و قدر پر راضی رہنا (۲۴) توکل کرنا (۲۵) انکسار کو ترک کرنا، اس میں خود سرفرازی اور خود پسندی کو ترک کرنا بھی داخل ہے (۲۶) حسد کو ترک کرنا (۲۷) کینه اور بغض کو ترک کرنا (۲۸) غیظ و غضب کو ترک کرنا (۲۹) دھوکا دہی کو ترک کرنا، بدگمانی اور مکروہ قریب کو ترک کرنا بھی اس میں داخل ہے (۳۰) دنیا یعنی مال اور جاہ کی محبت کو ترک کرنا (۳۱) جفا کرنا، یعنی خوفِ خدا سے



گناہوں اور بڑی باتوں کو ترک کرنا۔

## اقرار باللسان کے لحاظ سے ایمان کی شاخیں

- (۱)۔ توحید و رسالت کا اقرار کرنا (۲)۔ قرآن کی تلاوت کرنا (۳)۔ علم دین حاصل کرنا (۴)۔ علم دین پڑھانا۔  
 (۵)۔ دعا کرنا (۶)۔ نوکر کرنا اس میں استغفار کرنا بھی داخل ہے (۷)۔ فضول باتوں سے اجتناب کرنا۔  
 عمل بالارکان یعنی بطن کے اعمال کے اعتبار سے ایمان کی شاخیں:  
 (۱)۔ پاکیزگی حاصل کرنا، یعنی بدن، کپڑے اور جگہ کو پاک کرنا، اس میں وضو اور غسل جنابت اور حیض و نفاس کے انقطاع کے بعد غسل کرنا داخل ہے۔ (۲)۔ نمانہ پڑھنا، اس میں فرائض، نوافل اور قضاء نمازوں کا پڑھنا داخل ہے (۳)۔ زکوٰۃ ادا کرنا، اس میں مدقہ فطر، اور دیگر صدقات داخل ہیں، مہمانوں کی ضیافت کرنا اور کھانا کھانا بھی اس میں داخل ہے۔ (۴)۔ روزہ رکھنا خواہ فرض ہو یا نفل (۵)۔ حج اور عمرہ کرنا (۶)۔ اعتکاف کرنا اور لیلة القدر کو تلاش کرنا (۷)۔ دین کو بچانے کے لیے جنگ کی طرف بھاگنا اور دارالکفر سے ہجرت کرنا (۸)۔ نذر چوری کرنا (۹)۔ قسم پروری کرنا (۱۰)۔ کفارہ ادا کرنا (۱۱)۔ شرک گاہ کی حفاظت کرنا خواہ نماز کی حالت میں یا غیر حالت نماز (۱۲)۔ قربانی کرنا (۱۳)۔ نماز جنازہ پڑھنا (۱۴)۔ قرض ادا کرنا (۱۵)۔ معاملات میں صدق اور اخلاص سے کام لینا اور ریاء سے احتراز کرنا (۱۶)۔ سچی گواہی دینا اور گواہی چھپانے سے احتراز کرنا (۱۷)۔ نکاح کے خوبصورت پاکیزگی حاصل کرنا (۱۸)۔ اہل و عیال اور خدام کے حقوق ادا کرنا (۱۹)۔ ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا اور ان کی نافرمانی سے اجتناب کرنا (۲۰)۔ اولاد کی تعلیم و تربیت کرنا (۲۱)۔ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرنا (۲۲)۔ مالک کی اطاعت کرنا (۲۳)۔ لوگوں کے درمیان صلح کرنا اور خارجوں اور باغیوں سے جنگ کرنا (۲۴)۔ عدل سے حکومت کرنا۔ (۲۵)۔ جماعت کی پیروی کرنا (۲۶)۔ حکام کی اطاعت کرنا (۲۷)۔ نیکی میں تعاون کرنا (۲۸)۔ نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا (۲۹)۔ حدود و مقام کرنا (۳۰)۔ جہاد کرنا اور سرحدوں کی حفاظت کرنا (۳۱)۔ قرض کو وقت پر ادا کرنا (۳۲)۔ پڑوسی کے حقوق ادا کرنا (۳۳)۔ حسن معاشرت سے کام لینا (۳۴)۔ مال کو صحیح طریقہ سے خرچ کرنا اور بھٹل اور اسراف سے اجتناب کرنا (۳۵)۔ سلام کا جواب دینا (۳۶)۔ چھینک کا جواب دینا۔ (۳۷)۔ لوگوں کو اپنے ضرر سے محفوظ رکھنا (۳۸)۔ لہو و لعب سے اجتناب کرنا۔ (۳۹)۔ راستہ سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا۔  
 ایمان کی یہ اٹھتر شاخیں ہیں۔ لے

حیاء کا لغوی اور اصطلاحی معنی | اس حدیث میں ہے حیاء ایمان کی ایک شاخ ہے۔  
 علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے حیاء جزو ایمان ہے، بعض روایات میں ہے حیاء سے صرف حیر حاصل ہوتی ہے بعض میں ہے حیاء پوری کی پوری خیر ہے۔



امام واحدی نے کہا اہل لعنت کے نزدیک حیا، حیات سے ماخوذ ہے، کیونکہ حیات کے سبب سے علم حاصل ہوتا ہے اور جب انسان کو غیب غننے کے کاموں کا علم ہو تو وہ ان سے احتراز کرتا ہے اور یہی حیا ہے، لہذا حیا، حیات اور جس کی قوت اور لطافت سے حاصل ہوتی ہے، اس کا اثر ابراہیم قشیری نے سید جنید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کی رسی ہوئی نعمتوں کو اور اپنی تقصیر کو دیکھتا ہے تو اس سے جو حالت پیدا ہوتی ہے وہ حیا ہے۔ قاضی عیاض اور دیگر شراح نے بیان کیا ہے کہ حیا انسان کی ایک جبلت اور فطری صفت ہے جو اس کے اعتقاد میں نہیں ہے اس کے باوجود حیا کو ایمان کا جزو قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ بہا اوقات انسان اور دیگر نیک کاموں کی طرح حیا کا بھی اکتساب کرتا ہے اور اس کو اپنے قصور اور اختیار سے حاصل کرتا ہے، حیا انسان کا وہ صفت ہے جو اس کو نیک کاموں پر براہیغیختہ کرتا ہے اور جسے کاموں سے روکتا ہے، اس اعتبار سے حیا ایمان کا جزو ہے، بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ بعض اوقات انسان نشأت حیا کی وجہ سے کسی شخص کے سامنے حق بات کہہ نہیں سکتا اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیتا ہے اور بعض اوقات حیا کی وجہ سے انسان بعض حقوق کی ادائیگی نہیں کرتا، پھر حیا پروری کی پوری حیرتیں طرح طرح ہوں گی؟ علامہ ابو عمر دین الصلاح نے اس کے جواب میں یہ کہا ہے کہ یہ دو صفت حیا نہیں ہے جس کی وجہ سے انسان حق بات نہ کہہ سکے اور حق کام نہ کر سکے بلکہ یہ مجوز، کم، معی اور بزدلی ہے، اس کو طرف میں مجازاً حیا کہتے ہیں، حقیقت میں یہ حیا نہیں ہے، حیا کی تعریف یہ ہے:

الحیاء خلق یبحث علی ترک القبیح وینہم  
من التقصیر فی حق ذی الحق لہ  
حیا وہ صفت ہے جو بڑے کام کے ترک  
پر براہیغیختہ کرتا ہے اور حق دار کے حق کی ادائیگی میں  
تقصیر سے منع کرتا ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

حیا کا شرعی معنی

سب سے زیادہ جس سے حیا کرنی چاہیے وہ اللہ تعالیٰ ہے، اور اللہ تعالیٰ سے حیا کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو وہ کام کرتے ہوئے نہ دیکھے جس کام سے اللہ تعالیٰ نے تم کو منع کیا ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم اس طرح اللہ تعالیٰ کی مبادرت کو دلو گویا تم اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو، اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو نہ دیکھ پاؤ، تو یہ یقین رکھو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے“ اور امام حمادی نے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت بیان کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے حیا کرو جو حیا کرنے کا حق ہے، صحابہ کرام نے کہا: اللہ تعالیٰ ہم حیا کرتے ہیں، آپ نے فرمایا یہ حیا نہیں ہے، اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کرنا جو حیا کا حق ہے، وہ یہ ہے کہ سر اور اس کے نیچے کے اعضاء اور بیٹ اور اس کے نیچے والے اعضاء کی (از تکاب معصیت سے) حفاظت کرو، اور موت کو اور جسم کے بوسیدہ ہونے کو یاد رکھو، سو جس نے ایسا کر لیا اس نے اللہ تعالیٰ سے اس طرح حیا کی جو حیا کرنے کا حق ہے۔



ایک سوال یہ ہے کہ تمام شاخوں میں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کا خصوصیت کے ساتھ کیوں ذکر فرمایا، اس کا جواب یہ ہے کہ جہاد تمام شاخوں کو شامل ہے، کیونکہ گناہ اور بے حیائی کے کام کرنے سے دنیا اور آخرت میں رسوائی ہوتی ہے اور جہاد دارِ آدمی رسوائی سے ڈرتا ہے اس لیے وہ گناہوں سے باز رہے گا اور تمام احکام شرعیہ پر عمل کرے گا، علامہ طیبی نے کہا کہ جہاد کو خصوصیت سے الگ ذکر کرنے کی یہ وجہ ہے کہ یہ ایمان کی سترے زیادہ شاخوں میں سے ایک شاخ ہے کیا انسان نے اس کو مکمل طور پر حاصل کر لیا ہے! اس پر قیاس کر کے سوچے کہ ایمان کی تمام شاخوں کو حاصل کرنا کس قدر مشکل ہے!

نیز علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

ان الحیاء تغیر وانکسار عن خوف ما  
یعاب او یذم۔  
کسی کام کے ارتکاب کے وقت مذمت اور  
لامنت کے خوف سے انسان کی طبیعت کا متغیر ہونا  
جہاد ہے۔

اللہ تعالیٰ کے لیے جب یہ لفظ استعمال ہوتا ہے اس سے مراد صرف ترک کرنا ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے:

ان الله حی کریم یستجی اذا رفع الیہ  
العبد یدیه ان یردھما صفرا حتی یضرب  
فیہما خیرا۔

اللہ تعالیٰ جہاد وار کریم ہے، جب بندہ اس کی طرف  
لوٹ کر برہماتا ہے تو وہ ان کو غالی لڑائی سے جہاد  
فرماتا ہے، حتیٰ کہ ان کو تلواروں میں خیر رکھ دیتا ہے۔

اس حدیث میں جہاد کا معنی ترک کرنا ہے۔ اسی طرح قرآن مجید اور دیگر احادیث میں جہاں اللہ تعالیٰ کے  
یہ جہاد کا لفظ استعمال ہوا ہے اس کا معنی ترک کرنا ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ اس حدیث کا معنی ہے، جہاد ایمان کی جڑ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ ایمان نہ اجزا  
ہے اور مرکب ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جہاد ایمان کامل کی جڑ ہے اور وہ جزا ہے۔

## اسلام کے جامع اوصاف

## بَابُ جَامِعِ اَوْصَافِ الْاِسْلَامِ

حضرت سفیان بن عبد اللہ ثقفی رحمی اللہ عنہ بیان  
کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اسلام  
کے متعلق مجھے کوئی ایسا ارشاد فرمائیے کہ پھر میں آپ  
کے بعد کسی اور سے سوال نہ کروں، ابو اسامہ کی روایت  
میں ہے، میں آپ کے غیر سے سوال نہ کروں، آپ  
نے فرمایا کہ میں اللہ پر ایمان لایا پھر اسی پر مستقیم رہا۔

۶۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو كُرَيْبٍ  
قَالَا حَدَّثَنَا ابْنُ كُنَيْزٍ وَحَدَّثَنَا ثُمَالَةُ بْنُ  
سَعِيدٍ وَاسْتَحَقُّ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ  
عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ اَبِيهِ عَنْ سَفِيَّانَ ابْنِ  
عَبْدِ اللّٰهِ الثَّقَفِيِّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ قُلْ لِي الْاِسْلَامُ  
قَوْلًا لَا اَسْأَلُ عَنْهُ اَحَدًا بَعْدَكَ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ اَسَمَةَ  
غَيْرَكَ قَالَ قُلْ اَمَنْتُ بِاللّٰهِ ثُمَّ اسْتَقِمَّ۔

علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۱ ص ۱۱۴، مطبوعہ ادارۃ المطابع النیر بہ مصر ۱۳۲۸ھ



## استقامت کا بیان

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں:

قاضی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جامع کلمات میں سے ہے اور یہ حدیث قرآن مجید کا اس آیت کے مطابق ہے:

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا  
تتوبون علیہم المملکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا  
والبشر بالجنة الیٰ کنتم توعدون۔  
(حجۃ السجدۃ: ۲۰)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ پورے قرآن میں جو آیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے زیادہ دشوار اور شاق تھی وہ یہ تھی:

فاستقم كما امرت۔

جیسا آپ کو حکم دیا گیا ہے آپ اس کے مطابق

قائم رہیں۔

(ہود: ۱۱۲)

اس لیے جب صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا آپ پر بڑھاپے کے آثار کبیت جلد نمودار ہو گئے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ کو سورہ ہود اور اس جیسی سورتوں نے بڑھا کر دیا، استقامت اور انصاف شیری نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ استقامت وہ درجہ ہے جس سے تمام امور کمال ہوتے ہیں، کیونکہ تمام نیکیاں اسی سے حاصل ہوتی ہیں، اور جو شخص استقامت پر نہ ہو اس کی جدوجہد ضائع اور بے کار جاتی ہے، ایک قول یہ ہے کہ اکابر کے سوا استقامت کی کوئی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ استقامت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے معمولات اور رسم و رواج کو ترک کر کے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے احکام کے مطابق کرے، یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: استقامت پر رہو اور تم اس کا ہرگز احاطہ نہیں کر سکو گے، علامہ واسطی نے کہا استقامت وہ وصف ہے جس کا وجہ سے نیکیوں میں حسن پیدا ہوتا ہے اور جس کے نہ ہونے کی وجہ سے نیکیاں قبیح ہو جاتی ہیں۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے: یا رسول اللہ! آپ کو میرے متعلق کس چیز کا زیادہ خوف ہے؟ آپ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: اس کا۔

”جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر وہ اس پر مضبوطی سے قائم رہے“ اس کی تفسیر میں میں نے لکھا تھا: یعنی اس اقرار کے بعد اس سے انحراف نہیں کیا اور زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی اطاعت کا التزام کرتے رہے اور کسی آن اور کسی لحظہ میں اس کی یاد سے غافل اور اس کی اطاعت سے باہر نہیں رہے، کثرت سے کثرت امتحان اور مشکل سے مشکل مرحلہ میں حرم و ہوس کی آندھریوں میں اور خوف و خطر کے طوفانوں میں، خلوت و جلوت، سفر و حضر ہر موقع اور ہر جگہ پر اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا اور اس کے حکم کی تعمیل کے مقابلہ میں کسی چیز کو خاطر میں نہ لانا



یہی استقامت ہے اللہ بہت بڑا مرتبہ ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس کا حکم دیا گیا۔ فاستقم  
کما امرت۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: سورہ ہود نے مجھے  
برہنہ کر دیا۔ یہ مرتبہ کا ملین کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ ہم کو اس مرتبہ سے حظ وافر عطا فرمائے۔  
ملا علی قاری لکھتے ہیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے وصیت کیجئے! آپ  
نے فرمایا: کہو میرا رب اللہ ہے پھر اس پر مستقیم رہو! حضرت علی نے کہا: میرا رب اللہ ہے اور صرف اللہ کی یاد  
سے مجھے توفیق ہے۔ میں نے صرف اسی پر توکل کیا اور میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: اے  
ابو الحسن! تم کو یہ علم مبارک ہو، یہ حدیث توحید الہی اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو شامل ہے، جب بندہ نے  
یہ کہا: میرا رب اللہ ہے توحید کو ماننا ہے اور جب اس پر وہ مستقیم ہو گیا تو یہ تمام طاعات کو شامل ہے۔  
کیونکہ استقامت کا مطلب ہے، اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو ماننا اور اس پر عمل کرنا اور ہر اس چیز سے اجتناب کرنا  
جس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے، اس میں قلب اور بدن کے تمام اعمال آگئے، کیونکہ اگر ذرا سی بھی کمی اور  
ناہمواری ہو تو استقامت محقق نہیں ہو گی، اسی لیے صوفیہ نے کہا ہے کہ ہزار اکلہ متوں سے استقامت بہتر  
امام غزالی نے کہا ہے کہ استقامت بہت مشکل چیز ہے کیونکہ یہ تمام عقائد صحیحہ اور اعمال حسنہ کو شامل  
ہے بایں طور کہ تمام باطل عقائد سے اجتناب کرے اور تمام برے اخلاق سے احتراز کرے اور ہر معاملہ  
میں افراط اور تفریط سے بچے اور طریق متوسط پر گامزن رہے۔

امام غزالی نے کہا ہے کہ دنیا میں استقامت پر قائم رہنا سخت مشکل ہے یہ اسی طرح مشکل ہے جس  
طرح پل صراط سے گذرنا جو بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے۔

استقامت اعوجاج (ثیڑھا ہونا) کی ضد ہے اور یہ اعمال کی استقامت اور قلب کی استقامت  
دونوں کو شامل ہے، اعمال کی استقامت یہ ہے کہ اعمال متوسط ہوں، سنت سے متجاوہ نہ ہوں، اخلاص  
سے خارج نہ ہوں، ان میں ریا ہو نہ کسی سے عرض کی طلب ہو اور نہ کوئی عرض ہو اور قلب کی استقامت یہ ہے  
کہ وہ صحیح چیز پر ثابت ہو اور اس کو سیر الی اللہ کے بعد سیر فی اللہ کا مرتبہ حاصل ہو، سیر الی اللہ کا مطلب ہے  
صفات الہیہ کا مشاہدہ کرنا، اور سیر فی اللہ کا مطلب ہے صفات الہیہ سے مشغف ہونا، فاستقم کما امرت میں  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سیر فی اللہ میں استقامت کا حکم دیا گیا تھا۔

بعض عارفین نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب تم توحید سے واقف ہو جاؤ اور  
جلال ذات کا مشاہدہ کرو تو ہر حال میں حق کے تابع رہو اور مقام رضا کی بلندی کو چھوڑ کر نفس اور خواہش کی  
پستی میں نہ گردو، امام غزالی نے کہا: استقامت کی اہمیت کی وجہ سے ہر روز پانچ نمازوں میں استقامت کو طلب  
کرنے کی دعا کا حکم دیا ہے، ہم اللہ تعالیٰ سے استقامت کی اور حسن خاتمہ کی دعا کرتے ہیں۔ (راہن، ۱۷)



علامہ اکرمی لکھتے ہیں:

کفر، فسق، جہل، بدعت اور فحشاء نفس کے جہنم کی پشت پر بندے اور اللہ سبحانہ کے درمیان ایک پل بچھا ہوا ہے اور یہ علم، عمل، عقل اور مال کے اعتبار سے شریعت پر استقامت کا پل ہے اور آخرت میں یہی پل نارجہنم کی پشت پر رکھ دیا جائے گا، شریعت پر استقامت کا پل بھی بال سے زیادہ بارگاہی ستار سے زیادہ تجربے جو دنیا میں اس پل سے آسانی سے گذر گیا وہ آخرت میں پل صراط سے بھی آسانی سے گذر جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا میں شریعت پر استقامت نصیب فرمائے اور آخرت میں پل صراط سے آسانی اور سہولت سے گذار دے۔ (لہ آئین)

احکام اسلام میں سے بعض کی بعض فضیلت

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اسلام کا کون سا حکم بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: لوگوں کو کھانا کھانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا، عوامہ وخصم، تہارہا نا پچھانا ہو یا اجنبی۔

بَابُ بَيَانِ تَفَاضُلِ الْإِسْلَامِ وَآيِ أُمُورِهِ الْفَضْلُ

۶۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ ۭ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ أَنَّ الْمُهَاجِرَ أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْعَتَّيْبِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْإِسْلَامُ خَيْرٌ قَالَ تَطْعِمُ الطَّعَامَ وَتَقْرَأُ السَّلَامَ عَلَى مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کون سا مسلمان بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۶۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الظَّاهِرِ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَرْجٍ الْمِصْرِيُّ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ ثَمَرِ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي الْعَتَّيْبِ أَنَّ سَمِعَةَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ ابْنَ عُمَرَ وَابْنَ الْعَاصِ يَقُولُ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الْإِسْلَامُ خَيْرٌ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُونَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدَيْهِ.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کامل مسلمان وہ شخص ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۷۰۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلَوِيُّ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُمَيْدٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَاصِمٍ قَالَ عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي عَاصِمٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ أَنَّ سَمِعَةَ أَبَا الزُّبَيْرِ يَقُولُ سَمِعْتُ جَابِرًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: الْإِسْلَامُ خَيْرٌ مِنْ سَلَامَةِ الْمُسْلِمِينَ مِنْ لِسَانِهِ وَيَدَيْهِ.



۴۱- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَمَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ الْإِسْلَامِ أَفْضَلُ قَالَ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمِينَ مِنْ تَسْلِيهِ دِيْدٍ ۹

حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام کا کون سا عمل افضل ہے؟ فرمایا مسلمان کے جس عمل کے سبب سے اس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

۴۲- وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَمَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَامَةَ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْمُسْلِمِينَ أَفْضَلُ فَكَرِهْتُهُ ۹

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو موسی سے یہ روایت ذکر کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں کون سا مسلمان افضل ہے۔

### افضل اعمال کے اعتبار سے احادیث میں تعارض کا جواب

کھانا اور ہر مسلمان کو سلام کرنا ہے، اور حدیث نمبر ۲۹ میں ہے سب سے افضل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ ان حدیثوں پر یہ اعتراض ہے کہ افضل عمل تو ایک ہی ہو سکتا ہے اور یہاں ایک حدیث میں لوگوں کو کھانا کھانا افضل عمل بتلایا ہے اور دوسری حدیث میں زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے کو افضل عمل فرمایا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حصول منفعت کے اعتبار سے لوگوں کو کھانا کھانا افضل عمل ہے اور دفع ضرر کے اعتبار سے زبان اور ہاتھ سے لوگوں کو محفوظ رکھنا افضل عمل ہے، یہاں جواب سائلین اور حاضرین کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہے، جس موقع پر حاضرین میں کھانا کھانا اور سلام کرنے کی کمی تھی وہاں اس کو افضل عمل فرمایا اور جس موقع پر حاضرین میں ایذا رسانی سے احتراز میں کمی تھی وہاں اس کو افضل عمل فرمایا۔ زبان کا ذکر اس لیے مقدم کیا ہے کہ زبان کا خطر ہاتھ سے زیادہ ہوتا ہے اور حاضر و غائب سب کو شامل ہوتا ہے۔

بَابُ خِصَالٍ مَنِ اتَّصَفَ بِهِنَّ وَجَدَ حَلَاوَةَ الْإِيمَانِ  
ان خصائل کا بیان جن کے ساتھ متصف ہونے سے ایمان کی حلاوت حاصل ہوتی ہے۔

۴۳- حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ أَبِي عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَشَّارٍ عَنْ جَمِيلِ بْنِ الشَّيْفِيِّ قَالَ أَخْبَرَنَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي شَوَّابٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں تین خصلتیں ہوں گی، وہ ایمان کی سطح اس کو پہنچے گا۔  
۱۱- اللہ اور اس کا رسول اس کو باقی تمام چیزوں



سے زیادہ محبوب ہوں جس شخص سے بھی اس محبت ہو وہ محقق اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہو (۳) کفر سے نجات پانے کے بعد دوبارہ کفر میں لوٹنے کو اس طرح ناپسند کرتا ہو جیسے آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص میں تین محصلتیں ہوں وہ ایمان کا مزہ پائے گا۔ (۱) جس شخص سے محبت کرے بعض اللہ کے لیے کرے (۲) اللہ اور اس کا رسول اس کو سب سے زیادہ محبوب ہوں (۳) کفر سے نجات پانے کے بعد دوبارہ کفر میں لوٹنا اس کو آگ میں ڈالے جانے سے زیادہ ناپسند ہو۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی یہ روایت نوکر کے جس میں یہ تقریب ہے دوبارہ یہودی یا نصرانی ہو جانے سے آگ میں ڈالے جانے کو زیادہ بہتر سمجھے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ بِهِنَّ حَلَالَ وَهُوَ الْاِيْمَانُ مَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سَوَاهُمَا وَاَنْ يُحِبَّ النُّفْسَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا بِلَهٗ وَاَنْ يَكْفُرَ اَنْ يَّعُوْذَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَتَقَدَّحَ اللّٰهُ مِنْهُ كَمَا يَكْفُرُ اَنْ يَّقْدَحَ فِي النَّارِ

۴۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ وَجَدَ حَلَالَ الْاِيْمَانُ مَنْ كَانَ يُحِبُّ النَّفْسَ لَا يُحِبُّهٗ اِلَّا بِلَهٗ وَمَنْ كَانَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِمَّا سَوَاهُمَا وَاَنْ يُلْتَقَى فِي النَّارِ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ اَنْ يَخْرُجَ فِي الْكُفْرِ بَعْدَ اَنْ اَتَقَدَّحَ اللّٰهُ مِنْهُ

۴۵۔ حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ مَنْصُوْرٍ اَنْبَاَنَا النَّضْرُ ابْنُ شَيْبَانَ اَنْبَاَنَا حَمَّادٌ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم يَمْنَحُوْهُ حَيٰثِيْعُهُمْ غَيْرَ اَنْهٖ قَالَ مَنْ اَنْ يَخْرُجَ يَخْرُوْثًا اَوْ تَضْمًا نِيْثًا

علامہ بیہقی بن شریف کو دوسری لکھتے ہیں:

### حلاوت ایمان کا معنی

ایمان کی حلاوت کا معنی یہ ہے کہ انسان کو عبادت کرنے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر مشقت برداشت کرنے میں لذت حاصل ہو، اللہ تعالیٰ کی اطاعت بجا لاکر اور اس کی مخالفت کو ترک کر کے، اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو دنیا اور دنیا والوں کی محبت پر ترجیح دے، قاضی میاں نے کہا ہے کہ انسان کے دل میں اللہ کی محبت اور کفر سے نفرت اسی وقت متحقق ہوگی، جب اس کا ایمان قوی ہوگا، اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھنے میں اس کو شرع صدمہ ہوگا اور اس کا نفس مطمئن ہوگا اور یہ ایمان اس کے رگ وریشہ میں سرایت کر جائے گا اسی وقت انسان کو ایمان کی حلاوت محسوس ہوگی۔

اللہ اور اس کے رسول کے سب سے زیادہ محبوب ہونے کی وجہ سے بعض علامہ نے یہ کہا ہے کہ اللہ سے محبت کا مطلب

یہ ہے کہ اللہ کی رضا پر اس کا دل راضی ہو، انسان اسی چیز کو پسند کرے جو اللہ کو پسند ہو اور وہ چیز اللہ کو



نا پسند ہو وہ اس کو نا پسند ہو، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ انسان اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے اس کے حواس کو لذت حاصل ہوتی ہے، مثلاً حسین و جمیل صورتیں، اچھی آوازیں، مزے دار کھانے، اور کبھی ان چیزوں سے محبت کرتا ہے جن سے اس کی عقل کو لذت حاصل ہوتی ہو، مثلاً علم و حکمت کی باتیں، تقریبات طہارت، علماء اور متقی لوگ، اور کبھی وہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو اس کے ساتھ حسن سلوک کرے اور اس سے شر اور ضرر کو دور کرے، محبت کے یہ تمام اسباب نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود ہیں جو اس کی محبت کا سبب آپ کا سب سے زیادہ حسن و جمال ہے، عقل کی محبت کا سبب آپ کا سب سے زیادہ علم اور آپ کا سب سے زیادہ زہد و تقویٰ ہے اور اگر حسن سلوک اور دفع شر کی وجہ سے محبت ہو تو آپ حسن انسانی ہیں آپ نے حراط مستقیم اور دوام نعیم کی ہدایت دی ہے اور جہنم کے غلاب سے بچا پایا ہے اور ان تمام نعمان اور فضائل کا مبداء اللہ عز و جل کی ذات ہے، اس لیے سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہونا چاہیے۔ ۱۷

بَابُ وَجُوبِ مَحَبَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرُ مِنَ الْآهْلِ وَالْوَلَدِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ وَاطِّلاقِ عَدَمِ الْإِيمَانِ عَلَى مَنْ لَمْ يُحِبَّهُ هَذِهِ الْمَحَبَّةُ

اپنے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا وجوب

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے اہل، اس کے مال اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

۷۶۔ وَحَدَّثَنِي دُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا الشَّيْخُ أَبُو عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي قَتَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّازِي قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الْعَزِيزِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّازِي الرَّجُلُ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ أَهْلِهِ وَمَالِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، اس کے والد اور تمام

۷۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يَحْدِثُ عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يُؤْمِنُ



أَحَدَكُمْ حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ قَلْبِهِ وَقَالُوا لَا تَنْفِكُ  
النَّاسِ أَجْمَعِينَ۔

لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا وجوب

قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ  
وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ  
اِقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا  
وَمَا كُنْتُمْ تَرْضَوْنَهَا  
أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنْ آلِهِ وَرَسُولِهِ  
وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ  
فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ الْاِتِّفَاقَ بَأَمْرِهِ  
وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ۔

”اے آپ فرما دیجئے کہ اگر تمہارے ماں باپ، اولاد،  
بھائی، بیویاں، دیگر رشتہ دار، کیا ہوا مال، تو  
تجارت جس میں نقصان سے تم ڈرتے ہو اور تمہارے  
پسندیدہ مکان تم کو اللہ اور اس کے رسول اور اس کی  
راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو اللہ تعالیٰ  
کے حکم کا انتظار کرو اور اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت  
نہیں دیتا۔“

(توبہ: ۲۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ مکلف کرنے کی توجیہ | ایک سوال یہ ہے کہ محبت

اور غیر اختیاری چیز کا انسان مکلف نہیں ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا مکلف کون کس طرح صحیح  
ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ محبت کی دو قسمیں ہیں: ”ایک ”محبت طبعی“ اور دوسری ”محبت عقلی“۔ محبت طبعی غیر اختیاری  
ہوتی ہے جیسے ماں باپ، اولاد اور مال و دولت کی محبت، اور ”محبت عقلی“ اختیاری ہوتی ہے، ”محبت عقلی“ سے  
مراد یہ ہے کہ عقل محبوب چیز کو دوسری چیز پر ترجیح دے اور یہ انسان کے اختیار میں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سے اسی قسم کی محبت کو فرض ہے، یعنی ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان اپنی ذات، اپنے ماں باپ، دیگر  
اقرباء اور مال و دولت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر قربان کر دے، جیسا کہ جنگ بدر میں حضرت ابو بکر  
رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے اور حضرت ابو جہل بن عقبہ نے اپنے باپ کے خلاف مبارزت کی اور حضرت عمر  
رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں کو قتل کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر صحابہ کرام اپنے وطن، اقرباء، مکان  
اور مال و دولت کو چھوڑ کر بے سر و سامانی کی حالت میں ہجرت کر کے دینہ آ گئے۔ بغیر وہ جو کس کے موقع پر حضرت ابو بکر  
نے سارا مال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر رکھ دیا اور حبیبیہ آیت نازل ہوئی:

وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ اَنْ يَقْتُلُوا اَنْفُسَهُمْ - (نساء: ۷۶) اور اگر ہم ان پر یہ فرض کر دیتے کہ اپنے آپ کو قتل کرو

تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فوراً کہا حضور اگر حکم دیں تو میں ابھی اپنی گردن کاٹ دوں۔  
بعض علما نے بیان کیا ہے کہ ایمان کامل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت فرض ہے، لیکن تحقیق یہ  
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مطلقاً فرض ہے جس شخص میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت مطلقاً  
نہ ہو وہ مطلقاً مومن نہ ہوگا اور جس شخص میں کمال محبت نہ ہو وہ مومن کامل نہیں ہوگا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب ہونے کی وجوہات | انسان حسن و جمال سے محبت کرتا ہے اور  
اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں



سب سے زیادہ حسن اور جمال عطا فرمایا ہے۔ امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:  
عن النبوة كان رسول الله صلى الله عليه وسلم احسن الناس وجهاً

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ تمام لوگوں سے زیادہ حسین تھا۔

عن كعب بن مالك يحدث حين تختلف عن تبوك فلما سلمت على رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يوق وجهه من السور وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا سر استنار وجهه حتى كانه قطعة قمر

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے لوٹے تو ان کے چہرے پر سورج کی روشنی کی طرح روشن ہو جاتا جیسے وہ چاند کا ٹکڑا ہو۔

امم ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن سمرة قال ذابت رسول الله صلى الله عليه وسلم في ليلة اضيوان وعليه حلة حمراء فحدثت انظر اليه والى القمر فلهو عندى احسن من القمر

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات دیکھا جب بادل نہیں تھے، آپ نے سرخ محراب پہنا ہوا تھا، میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف، بلاشبہ آپ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(۲)۔ انسان علم و حکمت سے محبت کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات میں سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو جو علم دیا اس کے متعلق فرمایا:  
وما اوتيتم من العلم الا قليلا

(ہنوا سرا تیل: ۸۵)

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم عطا کیا ہے اس کے متعلق فرمایا:

وعلمك ما لو تكن تعلم وكان فضل الله عليك عظيماً (نساء: ۱۱۳)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان تمام چیزوں کا علم دیا جن کو آپ پہلے نہیں جانتے تھے، اور اللہ کا آپ پر

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۲، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۲

۳۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۵۶۸، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی



فعلی عظیم ہے

غور کیجئے! اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے علم کو تھوڑا فرما رہا ہے تو جس کے علم کو وہ عظیم فرما دے، اس کی دستوں اور عظمتوں کا کون اندازہ کر سکتا ہے!  
 (۳)۔ بعض لوگ داود و دوشس اور جبر و صفا سے محبت کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر سخاوت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:  
 وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ - اور نہ آپ اپنے ہاتھ کو پوری طرح کھول دیں!

(یونس ائیل: ۲۹)

(۴)۔ انسان زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت سے محبت کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قدر عبادت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:  
 يَا يٰهَا الْبَزْمَلُ قَهْرَ اللَّيْلِ اِلَّا قَنِيْلًا - اسے چادر پھینٹنے والے (محبوب) اے، رات کو رونا نہیں، تھوڑا قیام کیا کریں۔  
 (مزمل ۲۱-۱)

(۵)۔ انسان اس شخص سے محبت کرتا ہے جو نرم دل اور رحیم کرنے والا ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ نرم دل اور رحیم تھے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:  
 فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لَنْتَ لِهَرَجًا وَلَوْ كُنْتَ فَظًا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَا انْقَضَىٰ مِنْ حَوْلِكَ - تو اللہ کی رحمتی (بے پایاں) رحمت سے آپ ان (مسلمانوں) کے لیے نرم دل ہوئے، اور اگر آپ تند خوا اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے گرد و پیش سے ہٹ جاتے۔  
 (آل عمران: ۱۵۹)

لقد جاءك رسول من انفسك عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمومنين رؤوف رحيم۔  
 (توبہ: ۱۲۸)  
 بیشک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظمت والے رسول تشریف لائے ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا سخت گراں ہے، وہ تمہاری بھلائی بہت چاہنے والے ہیں اور مومنوں پر بہت شفیع اور رحیم ہیں۔

(۶)۔ انسان اس سے محبت کرتا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور بد خلقی سے متنفر ہو تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے اچھے تھے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:  
 وَاِنَّكَ لَعَلٰى خَلْقٍ عَظِيْمٍ - اور بلاشبہ آپ عظیم خلق پر فائز ہیں۔  
 (قلہ: ۳)

(۷)۔ انسان کو جس سے علم اور ادب حاصل ہو اس سے محبت کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں کو تعلیم دیتے تھے اور ان کا تزکیہ کرتے تھے۔  
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لقد من الله على المؤمنين اذ بعث فيهم بلاتية الله تعالیٰ نے مومنین پر بہت بڑا احسان



رسولاً من انفسهم يتلوا عليهم آياته ويزكيهم  
ويعلمهم الكتاب والحكمة و ان كانوا من  
قبل لفي ضلال مبين -

(ال عمران ۱۰۴)

هو الذي بعث في الامم رسولاً منهم يتلوا  
عليهم آياته ويزكيهم ويعلمهم الكتاب و  
الحكمة و ان كانوا من قبل لفي ضلال مبين  
و اخبرين منهم لما يلائقوا به و هو العزيز  
الحكيم -

(جمعہ ۳۱-۲)

كما ارسلنا فيكم رسولاً منكم يتلوا عليكم  
آيتنا ويزكيكم ويعلمكم الكتاب والحكمة و  
يعلمكم ما لم تكونوا تعلمون -

(بقرہ ۱۲۹)

کیا جب ان میں انھی میں سے ایک عظیم رسول بھیجا،  
جو ان پر اس کی آیتیں تلاوت کرتا ہے انھیں پاک  
کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے  
اور بے شک وہ اس سے پہلے مڑھل گمراہی میں  
تھے۔

وہی ہے جس نے ان پر خود لوگوں میں انھی  
میں سے ایک عظیم رسول بھیجا، وہ ان پر اس کی آیتیں  
تلاوت کرتے ہیں، انھیں پاک کرتے ہیں، اور انھیں  
کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور بے شک  
وہ لوگ پہلے کھلی گمراہی میں تھے، اور ان میں سے  
دوسروں کو بھی کتاب و حکمت کی تعلیم دیتے ہیں اور  
پاک کرتے ہیں، جو ان میں ان (پہلے لوگوں) سے نہیں  
ملے، اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

جس طرح ہم نے تم میں ایک عظیم رسول بھیجا جو  
تم پر ہماری آیات تلاوت کرتے ہیں اور تمہیں پاک  
کرتے ہیں اور تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے  
ہیں، اور تم کو ان تمام چیزوں کی تعلیم دیتے ہیں جن کو  
پہلے تم نہیں جانتے تھے۔

۱۸۱ انسان اس سے محبت کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کو دنیا میں کسی مصیبت اور عذاب سے نجات ملے اور  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذاب بھیجنے کا سلسلہ بند کر دیا۔  
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم -

(الانفال ۳۳)

اور اللہ کی شان نہیں کہ لوگوں کو عذاب دے  
وہاں جا کیوں اسے محبوب آپ ان میں موجود ہیں۔

۱۹۱ جس کی وجہ سے دنیا کی مصیبت سے نجات ملے جب انسان اس سے محبت کرتا ہے تو اس سے محبت  
کرنا زیادہ لائق ہے جس کی وجہ سے اس کو آخرت کی مصیبت اور عذاب سے نجات ملے اور آخرت میں  
جب مصیبت الہی سے تمام انبیاء اور رسل خواتم آئیں گے، جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا سب  
نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے اس وقت صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کام آئیں گے اور اللہ تعالیٰ سے  
شفاعت کر کے لوگوں کو مصیبت سے چھڑائیں گے اور جنت میں داخل کریں گے۔  
امام بخاری روایت کرتے ہیں:



عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه  
وسلم يجيب الله الناس يوم القيامة  
فيقولون لو استشفعنا على ربنا حتى  
يؤيدنا من مكاننا فيأتون آدم فيقولون  
انت الذي خلقك الله بيده ولفقه فيك  
من روحه وامر الملائكة فسجدوا لك  
فاشفع لنا عند ربنا فيقول لست هناكم  
ويذكر خطيئته ايتوا نوحا اول رسول  
بعثه الله فيأتونه فيقول لست هناكم  
ويذكر خطيئته ايتوا ابراهيم الذي اتخذه الله  
خليلا فيأتونه فيقول لست هناكم  
فيذكر خطيئته ايتوا موسى الذي  
كلمه الله فيأتونه فيقول لست هناكم  
فيذكر خطيئته ايتوا عيسى فيأتونه فيقول  
لست هناكم ايتوا محمدا صلى الله عليه  
وسلم فقد غفر له ما تقدم من ذنبه وما  
تاخر فيأتوني فاستأذن على ربي فاذا  
رايته وقعت ساجدا فيدعني ما شاء  
الله ثم يقال لي ارفع راسك فسل تعطه  
وقل تسلم واشفع تشفع فارفع راسي  
فاحمد ربي ثم حميد يعلمني ثم اشفع  
فيحد لي حدا ثم اخرجهم من النار  
فادخلهم الجنة ثم اعود فاقيم ساجدا  
مثلث في الثالثة او الرابعة حتى ما بقي في  
النار الا من حبسه القرآن وكان قتادة  
يقول عند هذا الامي وجب عليه هو  
الخلود - ۱۰

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ قیامت  
کے دن لوگوں کو صبح فرمائے گا، لوگ کہیں گے کہ کاش  
ہم اپنے رب کے حضور کسی کی شفاعت طلب کریں جو ہم  
کو اس جگہ سے راحت دلائے، پھر وہ حضرت آدم کے  
پاس آئیں گے اور کہیں گے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے  
اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے اور آپ  
میں اپنی پسندیدہ اور پھونکی اور فرشتوں کو حکم دیا  
کہ وہ آپ کو سجدہ کریں، آپ ہمارے رب کے حضور  
شفاعت کیجئے، حضرت آدم کہیں گے میں تمہارا کام  
نہیں کر سکتا اور اپنی راجتہادی (خطا دیا د کریں گے)  
تم نوح کے پاس جاؤ، وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ  
تعالیٰ نے شریعت کے ساتھ بھیجا، لوگ ان کے  
پاس جائیں گے، وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر  
سکتا اور اپنی راجتہادی (خطا دیا د کریں گے)، تم ابراہیم کے  
پاس جاؤ جن کو اللہ نے اپنا خلیل بنایا تھا، لوگ ان کے  
پاس جائیں گے، وہ بھی کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر  
سکتا اور اپنی راجتہادی (خطا دیا د کریں گے)، تم موسیٰ کے پاس  
جاؤ جن سے اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوا، لوگ ان کے پاس جائیں گے  
وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا اور اپنی راجتہادی (خطا دیا  
د کریں گے)، تم عیسیٰ کے پاس جاؤ، وہ ان کے پاس جائیں گے  
وہ کہیں گے میں تمہارا کام نہیں کر سکتا، تم حضرت محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم کے پاس جاؤ جن کی انگی اور کھلی سب رطابری یا  
اجتہادی خطائیں معاف کر دی گئی ہیں پھر لوگ میرے پاس آئیں گے  
میں اللہ تعالیٰ سے اجازت طلب کروں گا، میں سجدہ میں گر جاؤں گا  
پھر جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا مجھے مسجد میں رہنے دے گا  
پھر مجھ سے کہا جائے گا اپنا سر اٹھاؤ، اٹھو تم کو دیا جائے گا کہ  
تمہاری بات سنی جائے گی شفاعت کرو قبول کی جائے گی، پھر میں



اپنا سر اٹھاؤں گا پھر میں اپنے رب کی ان کلمات کے سامنے  
 حمد کروں گا جو وہ مجھے تعلیم دیگا پھر میں شفاعت کروں گا پھر میرے  
 ایک حد مقرر کیا جائیگا میں اس حد کے مطابق لوگوں کو جہنم سے نکال کر  
 جنت میں داخل کروں گا پھر میں دوبارہ سجدہ کروں گا پھر میری بارگاہِ حق  
 فرمایا، حتیٰ کہ جہنم میں صرف وہ لوگ رہ جائیں گے جن کا جہنم  
 سے نکلنا از روئے کسر آن منع ہے، یعنی جن لوگوں  
 کے لیے جہنم میں غلوط ہے، (اور یہ کتاب ہیں)۔

اللہ اکبر! وہ عجب منظر ہو گا، لوگ میرا ان رسول گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سجدہ کرتے ہی کیسا انقلاب  
 آگیا وہ حملے تھے تہا جو کسی کے مناسے مان نہیں رہا تھا کسی سے راضی نہیں ہو رہا تھا وہ اب مصطفیٰ علیہ السلام کو راضی کر  
 رہا ہے!۔

۱۰۔ انسان اس سے محبت کرتا ہے جو اس پر احسان کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نوع انسانیہ  
 پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً احسان کیے ہیں ان کو کون شمار کر سکتا ہے! لوگ بے تحاشا جہنم کی طرف جاگ  
 رہے تھے آپ ان کو پکڑ پکڑ کر جہنم سے جنت کی طرف لائے پھر کھا کر، گالیاں سن کر ان جفاکیشوں کو دائمی  
 نعمتوں کی طرف بلاتے رہے، دنیا میں نیکی کے ساتھ جینے اور حق کی راہ میں مرنے کا چلن سکھاتے رہے۔  
 جن کی تعلیم و تربیت نے کایا پلٹ دی اربت پرستوں کو بت شکن، رہزنیوں کو راہنما اور عسکریاں شہادوں کو  
 رشک قدسیاں بنا دیا!

اگر تم جمال سے محبت کرتے ہو تو ان جیسا کوئی جمیل نہیں اور اگر کمال سے محبت کرتے ہو تو ان جیسا  
 کسی میں کمال نہیں، وہ ایسے باکمال ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ تخلیق نبوت کو ان پر ختم کر دیا، اور اگر احسان کرنے  
 والے سے محبت کرتے ہو تو وہ حسن اعظم ہیں دنیا کی نعمت ہو یا آخرت کی نعمت، ہر نعمت ان کے ذریعہ  
 اور ان کے وسیع سے ملتی ہے تو ایسے نعم اور حسن سے ایسے حسین و جمیل اور صاحب کمال سے جتنی  
 محبت کی جائے وہ کم ہے اور حق یہ ہے کہ ان کو اپنے آپ سے زیادہ چاہا جائے، بلکہ اپنے ماں باپ  
 اور اولاد سے اور تمام لوگوں سے زیادہ چاہا جائے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم اور محبت کے چند مظاہر  
 قاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں:  
 حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ  
 بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے بہت زیادہ محبت کرنے والے لوگ میرے  
 بعد ہوں گے ان کی یہ تشابوہی کہ کاشف ان کے تمام اہل اور مال کو لے لیا جائے اور اس کے بعد ان کو میری نیابت  
 حاصل ہو جائے۔

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۷۹)



امام ابن مساکر نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے اگر میرے باپ ابو قحافہ کی بجائے ابوطالب ایسا نہ لے آتے تو اس سے میری آنکھوں کو زیادہ ٹھنڈ کر دیتا۔ پھر صحیحی کیونکہ ابوطالب کا اسلام لانا آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھا۔

امام بیہقی اور امام بزار نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ کا اسلام لانا میرے نزدیک (میرے باپ) خطاب کے اسلام لانے سے زیادہ محبوب ہے، کیونکہ آپ کا اسلام لانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب تھا۔ ان حدیثوں میں یہ بیان ہے کہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی محبت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو ترجیح دی۔ (نسیم الریاض ج ۳ ص ۳۵۳)

امام ابن اسحاق نے اپنی سیرت میں لکھا ہے اور امام بیہقی نے اسما غیل بن محمد بن سعد بن ابی وقاص سے سنا روایت کیا ہے کہ انصار کی ایک عاتق کا باپ، بھائی اور شہر ہر جگہ احد میں شہید ہو گئے، یہ عینوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ احد میں گئے تھے، اس نے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ کا شکر ہے جس طرح تمہاری تنہائی آپ خیریت سے ہیں، اس نے کہا مجھے دکھاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں سنا کہ میں آپ کو دیکھ لوں! جب اس نے آپ کی زیارت کی تو کہنے لگی، آپ کو سلامت دیکھنے کے بعد ہر مصیبت آسان ہے (اور اب مجھے کسی چیز کی پروا نہیں ہے۔)

امام بیہقی نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ جب ابی بکر حضرت زید بن وثئہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر لے جانے لگے تو ابوسہیان نے کہا اسے ابو زید! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں یہ تھاؤ کہ کیا تم پر پسند کرتے ہو کہ اس وقت ہمارے پاس تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوتے اور تمہارے بھائی ان کی گردن ماری جاتی؟ حضرت زید نے کہا خدا کی قسم مجھے قویہ بھی گوارہ نہیں ہے کہ میں اپنے اہل میں عافیت سے ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروں کا ٹھانچہ جاسے، ابوسہیان نے کہا خدا کی قسم! میں نے کسی شخص کو کسی سے اتنی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے محبت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

اور امام بخاری روایت کرتے ہیں: صلح حدیبیہ کے موقع پر عروہ نے کنکھوں سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اس نے کہا خدا کی قسم، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی غزوہ کرتے تو صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی آپ کے لعاب کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتا اور اس کو اپنے چہرے اور جسم پر ملتا، اور جب آپ انھیں کسی چیز کا حکم دیتے تو اس پر عمل کرنے کے لیے سب جھپٹ پڑتے، اور جب آپ دھوکہ دیتے تو آپ کے جسم سے گل کر گرنے والے پانی کو لینے کے لیے



وہ ٹوٹ پڑتے اور یوں لگتا تھا اس پانی کو حاصل کرنے کے لیے وہ ایک دوسرے کو قتل کر دیں گے، جب آپ گفتگو کرتے تو وہ سب خاموش ہو جاتے اور تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نظر نہیں اٹھاتے تھے جب عودہ اپنے ساتھیوں (کفار مکہ) کی طرف لوٹا تو اس نے کہا خدا کی قسم میں بڑے بڑے بادشاہوں کے دربار میں گیا ہوں، میں قیصر کسریٰ اور نجاشی کے ہاں گیا ہوں، خدا کی قسم میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو اس بادشاہ کی اس قدر تعظیم کرتے ہوئے نہیں دیکھا جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعظیم کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامات** | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی بہت سی علامتیں ہیں، ہم یہاں پر ان میں سے کئی

علامتوں کا بیان کر رہے ہیں:

**اطاعت رسول** | جس شخص سے محبت ہوئی ہے انسان اس کی اطاعت اور اتباع کرتا ہے، سورہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ کے احکام پر عمل کیا جائے اور آپ کے نقش قدم پر چلا جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

وَمَا أَمَّاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوا وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا - (احزاب: ۳۶)

قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ - (آل عمران: ۳۲)

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ - (آل عمران: ۳۲)

اور رسول تمہیں جو حکم دیں، اس کو لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جائو۔

آپ فرمادیں گے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ تمہیں اپنا محبوب بنائے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔

آپ فرمادیں گے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو بے شک اللہ

کافروں کو پسند نہیں فرماتا۔

اس لیے آپ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کے احکام پر عمل کیا جائے اور جن کاموں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے، خواہ تکلیف ہو یا راحت، خوشی ہو یا رنج، ہر حال میں آپ کے افعال کی اتباع اور آپ کی سنتوں کی اقتداء کی جائے اور اپنے نفس کی خواہشوں اور تقاضوں پر آپ کی سنت کو ترجیح دی جائے۔

حافظ ابن عساکر روایت کرتے ہیں:



من احب سنتی فقد احبنی یش

جس نے میری سنت سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم يا بنى ان قدرت ان تصبح وتمسى ليس فى قلبك غش لاحد فافعل ثم قال لى يا بنى وذلك من سنتى ومن احب سنتى فقد احبني ومن احبني كان معي فى الجنة یش

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے بیٹے اگر تم اس پر قادر ہو کہ اس حال میں صبح اور شام کرو کہ تمہارے دل میں کسی کے خلاف کھوٹ نہ ہو تو ایسا کرو پھر فرمایا اے بیٹے یہ میری سنت ہے جس نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھے زندہ کیا اور جس نے مجھے زندہ کیا وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

قاضی عیاض نے اس حدیث کا ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے جس نے میری سنت سے محبت کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا، (اس روایت کی اصل امام ابن عساکر کی روایت سے ہے)

خلاصہ یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اطاعت اور اتباع کرتا ہے اس کو آپ سے کامل محبت ہے اور جس کی اطاعت اور اتباع میں کمی ہے اس کی محبت میں کمی ہے لیکن وہ محبت سے خالی نہیں ہے، اس کی دلیل یہ حدیث ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عمر بن الخطاب ان رجلا على عهد النبي صلى الله عليه وسلم كان اسمه عبد الله وكان يلقب حمرا وكان يضجك رسول الله صلى الله عليه وسلم وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد جلدك فى الشراب فأتى به يوما فامر به فجلد فقال رجل من القوم اللهم العنة ما أكثر ما يؤتى به فقال النبي

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں عبد اللہ نام کا ایک شخص تھا، اس کو خمار کا لقب دیا گیا تھا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسیا کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو شراب نوشی پر کڑے لگائے تھے، اس کو ایک دن پھر لایا گیا اور آپ نے اس کو کڑے مارنے کا حکم دیا۔ لوگوں میں سے ایک

۱۔ حافظ البراق اسم علی بن حسین المعروف بابن عساکر متوفی ۵۷۱ھ، تہذیب تاریخ دمشق ج ۲ ص ۱۴۵، مطبوعہ بیروت

۲۔ امام ابویسی محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۳۸۰ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۳، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، کتب کراچی

۳۔ قاضی عیاض بن موسیٰ مالکی اندلسی متوفی ۵۴۲ھ، شفاء ج ۲ ص ۲۰، مطبوعہ عبد القزاق، کثیر می ملتان



صلی اللہ علیہ وسلم لا تلعنوا فوا اللہ ما علمت انہ یحب اللہ ورسولہ ﷺ

شخص نے کہا اسے اللہ اس پر لعنت کر، اس کو کتنی دفعہ کوڑے لگائے گئے ہیں، یہی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو لعنت نہ کرو، یہ خدا تم کو نہیں معلوم! یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

**اتباع رسول کی حلاوت** | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی چاشنی اور آپ کی اتباع کی حلاوت یہ ہے کہ آپ کی مطلقاً اتباع کی جائے، خواہ کسی کام کی حکمت عقل میں آئے یا نہ آئے اور کسی فعل کا فائدہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے جو کام آپ نے کیا، اس کام کو صرف اس نیت سے کیا جائے کہ چونکہ آپ نے یہ کام کیلئے اس لیے ہم کر رہے ہیں۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن زید بن اسلم عن ابیہ قال ما یت عبد بن الخطاب قبل الحجد قال لولا انی ما یت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبلک ما قبلتک ﷺ

زید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر بن الخطاب نے جب اسو کو بوسہ دیا اور کہا اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بوسہ دیا ہے تو میں مجھے بوسہ نہ دیتا۔

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن امیہ بن عبد اللہ بن خالد انہ قال لعبد اللہ بن عمرو انما نجد صلوات الحضور و صلوات الخوف فی القرآن ولا نجد صلوات السفر فقال له عبد اللہ ان اللہ بعث الینا محمدا صلی اللہ علیہ وسلم ولا نعلم شیئا فانما نفعل ما ما یتنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم یفعل ﷺ

امیہ بن عبد اللہ بن خالد کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ وطن میں اور حالت جنگ میں نماز پڑھنے کا طریقہ فرقہ قرآن میں مذکور ہے لیکن سفر میں نماز پڑھنے کا طریقہ (یعنی تھکرنا) ہمیں قرآن میں نہیں ملا، حضرت عبد اللہ بن عمر نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری طرف مبعوث کیا۔ ہمیں کسی چیز کا علم نہیں، ہم وہی کرتے ہیں جو ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

علامہ حنفی مسند بنی ار اور مسند احمد کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۰۲، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۲۔ "صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۱۸

۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۷۷، مطبوعہ دار محمد صالح مطابع کراچی



عن عبد الله بن عمر يدبرنا قتة في مكان فاستل فقال لا ادرى الا في ما ايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعلته ففعلته

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ایک مقام پر اوشی پر سوار ہو کر دائرہ بنا رہے تھے (یعنی گول چکر لگا رہے تھے) ان سے پوچھا گیا اس طرح گول چکر لگانے کی کیا حکمت ہے؟ انہوں نے کہا مجھے کچھ پتا نہیں، میں نے اس مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چکر لگاتے دیکھا تھا اس میں اسی طرح چکر لگا رہا ہوں۔!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبيد بن جريح انه قال لعبد الله بن عمر يا ابا عبد الرحمن رايتك تصنع امر بعد امر احدا من اصحابك يصنعها قال وما هي يا ابن جريح قال ما ايتك لا تمس من الاذكار الا اليمينين ورايتك تلبس النعال السبتية ورايتك تصبغ بالصفرة ورايتك اذا كنت بمكة اهل البنا من اذا راها بهلال ولما تهل انت حتى كان يوم التروية قال عبد الله اما الاذكار فاني لراي رسول الله صلى الله عليه وسلم يمس اليمينين واما النعال السبتية فاني رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس النعال التي ليس فيها شعر ويتوضأ فيها فانا احب ان البسها واما الصفرة فاني رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصبغ بها فاني احب ان اصبغ بها واما الالهلال فاني لراي رسول الله صلى الله عليه وسلم يهل

عبيد بن جریج کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن عمر سے پوچھا اے ابو عبد الرحمن میں نے آپ کو چار ایسے کام کرتے دیکھا ہے جو آپ کے اصحاب میں سے اور کوئی نہیں کرتا، حضرت ابن عمر نے پوچھا وہ کیا کام ہیں؟ انہوں نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ آپ کعبہ کے چار کونوں میں سے صرف دو کونوں کو مس کرتے ہیں (جب اسود اور رکن یبانی) اور میں نے آپ کو بغیر پاؤں کی کھال کی جوتی پہنے ہوئے دیکھا ہے اور میں نے آپ کو زرد رنگ کا خضاب لگاتے ہوئے دیکھا ہے اور میں نے دیکھا آپ مکہ میں تھے لوگوں نے چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیا، اور آپ نے یرم ترویہ (آٹھ خدا کجھ) سے پہلے احرام نہیں باندھا، حضرت عبد اللہ بن عمر نے کہا: ارکان کی وجہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف دو رکنوں (اسود اور رکن یبانی) کو مس کرتے ہوئے دیکھا ہے اور یہی بغیر پاؤں کی کھال کی جوتی تھیں، میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چمڑے کی جوتی پہنتے تھے جس میں بال نہیں ہوتے تھے، اور اسی میں وضو کرتے تھے تو میں



حتى تتبعه به راحلتہ - لہ

بھی ایسے چمڑے کی جوتی پہنتا پسند کرتا ہوں اور رہا  
در درنگ کا عذاب قراس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو در درنگ کا عذاب  
لگاتے ہوئے دیکھا ہے تو مجھے بھی نزو رنگ کا  
عذاب لگانے سے محبت ہے اور رہا احمد ثواب کچھ  
کو احرام باندھنا تو میں نے آپ کو اسی دن احرام باندھتے  
ہوئے دیکھا ہے جب آپ کی اومشی آپ کو لے کر  
رہا نہ ہوتی۔

ولیسے قراس حدیث میں مذکور چاروں امور، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ابتداء رسول پر ولایت کرتے  
ہیں، لیکن خصوصیت کے ساتھ پہلا امر قابل غور ہے کیونکہ کعبہ کے چاروں گوشوں نے عقلی اعتبار سے تنظیم کیے جاتے  
ہیں مساوی ہیں اور رکن یثربی داسے کوڑوں کی عقلاً کوئی وجہ ترجیح نہیں ہے لیکن حضرت ابن عمر نے چونکہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ارکان یثربیہ ہی کو مس کرتے ہوئے دیکھا تھا اسی لیے وہ صرف انہی کو مس کرتے تھے۔  
اسی طرح جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام عمرہ حدیبیہ کرنے گئے تو کفار مکہ نے  
صحابہ کرام کو دیکھ کر کہا پشرب کے سبب رنے ان کو کفر و کربا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر صحابہ  
سے فرمایا کہ وہ طواف میں رمل کریں، یہی پہلوانوں کی طرح اکڑا کر طواف کریں تاکہ کفار مکہ کو پتہ چلے کہ یہ کمزور نہیں  
توانا ہیں، لیکن جب مکہ فتح ہو گیا اور تمام سرزمین عرب میں اسلام پھیل گیا تو اب عقلاً طواف میں رمل کی کوئی وجہ نہیں تھی  
لیکن چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے طواف میں رمل کیا تھا اس لیے اصحاب رسول بعد میں بھی طواف میں رمل  
کرتے رہے اور آج تک اس پر عمل پور رہا ہے۔  
امام بخاری روایت کرتے ہیں:

نہید بن اسلم اپنے والد سے روایت کرتے  
ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے حیرا سود کو مخاطب ہو کر  
کہا: خدا کی قسم مجھے یقیناً علم ہے کہ تو محض ایک  
پتھر سے قطع و قیاس و نقصان! اور اگر میں نے  
یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
تجھے بوسہ دیا ہے تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا، پھر حضرت  
عمر نے حب اسود کو بوسہ دیا، پھر فرمایا: اب مجھے رمل کرنے  
کی کیا ضرورت ہے! ہم تو مشرکین کو (اسی وقت) دکھانے

عن نہید بن اسلم عن ابيه ان عمر  
بن الخطاب قال للركن اما والله اني  
لا اعلم انك حجار ولا تنفع ولو  
لا اني رايت رسول الله صلى الله عليه  
وسلم استلمك ما استلمتك فاستلمه  
ثم قال ومالنا وللرمل انما كنا  
مرايناه المشركين وقد اهلكهم  
الله ثم قال شيء صنع رسول الله



صلی اللہ علیہ وسلم فلا تحب ان  
تتركہ

کے لیے رمل کرتے تھے، اور اب اللہ تعالیٰ نے شریکین  
کو غم کر دیا ہے، پھر فرمایا: رمل وہ کام ہے جس کو  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے اور جس کام  
کو آپ نے کیا ہو ہم اس کو ترک کرنا ناپسند کرتے ہیں۔

ہم نے بعض احادیث بیان کی ہیں ورنہ احادیث اور آثار میں ایسی بہت مثالیں ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہر اس کام کو کرتے تھے جس کو آپ نے کیا ہو خواہ اس کام کی کوئی حکمت اور عقلی  
توجیہ ہو یا نہ ہو اور اسی میں اتباع رسول کا معنی ہے اور یہی آپ کی محبت کی علامت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بے عیب ہونا  
محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ جس شخص کو  
کسی سے محبت ہو اس سے وہ اپنے مجرب کا کوئی

عیب دیکھ سکتا ہے نہ اس کا عیب سن سکتا ہے:

امام ابو داؤد و روایت کرتے ہیں:

عن ابی الدرداء عن النبی صلی اللہ  
علیہ وسلم قال حببت الشیء یحیی و  
یصلو۔

حضرت ابو بردہ و اور منی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی شے  
کی محبت تم کو اس کا عیب دیکھنے سے، اندھا  
کر دیتی ہے، اور اس کا عیب سننے سے  
بہرا کر دیتی ہے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے:

ایک مرتبہ کسی مجلس میں ایک شخص کے شیخ طریقت کا ذکر ہو رہا تھا، ان کی تشخصی ڈاڑھی تھی، کسی نے کہا  
پیر صاحب کال بزرگ ہیں لیکن ان کی ڈاڑھی چھوٹ ہے، اس شخص نے کہا نہیں نہیں، ان کی ڈاڑھی پوری ہے  
یہ ہماری نظروں کا نقص ہے کہ ان کی ڈاڑھی پوری نظر نہیں آتی، ہماری نظر میں کسی ہے، ان کی ڈاڑھی میں  
کوئی کمی نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اگر فی الواقع محبوب میں کوئی عیب ہو تو محب کو وہ عیب نظر نہیں آتا، اور نہ وہ اس  
عیب کا ذکر سن سکتا ہے، فرما اس کا رد کر دے گا تو جس ذات کریم کو اللہ تعالیٰ نے بنایا ہی بے عیب ہو، جو  
شخص اس میں عیب نکالے یا کوئی شخص ان کا عیب نکالے اور وہ سن کر خاموش رہے اور عیب نکالنے  
والے کا رد نہ کرے وہ ان کا محب نہیں ہو سکتا۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری، ج ۱ ص ۲۱۸، مطبوعہ دار محمد صالح الجلیج کراچی ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن الشعث متوفی ۲۴۰ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۷۳۳، مطبوعہ محبیبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۴، ج ۶ ص ۴۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بے عیب ہونے پر دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو محمدؐ فرمایا ہے اور محمدؐ کا معنی ہے جس کی حمد اور تعریف کی گئی ہو جس کو سراہا گیا ہو، اور جس میں عیب ہو اس کی مذمت کی جاتی ہے حمد نہیں کی جاتی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ اللہ تعالیٰ نے مطلقاً محمدؐ فرمایا ہے، اگر آپ میں کسی وجہ سے بھی کوئی عیب ہوتا تو آپ مطلقاً محمدؐ نہ ہوتے۔

ایک مرتبہ ایک علمی مجلس میں، میں نے یہ دلیل بیان کی تو ایک عالم نے یہ اعتراض کیا کہ احتیاج الی غیر عیب ہے یا حسن، اگر یہ عیب ہے تو آپ میں عیب ثابت ہو گیا اور اگر یہ حسن ہے تو تمام محاسن کا جامع اللہ تعالیٰ ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی غیر کا محتاج ہونا چاہیے، میں نے کہا تازہ پڑھنا، روزہ رکھنا اور حج کھانا یہ افعال قبیح ہیں یا حسن ہیں، اگر یہ قبیح ہوں تو لادم آئے گا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو نا لائق مذمت ہو، اور اگر یہ حسن ہوں تو آپ کی دلیل کے اعتبار سے چاہیے کہ پھر اللہ تعالیٰ بھی ناز پڑھے، روزہ رکھے، حج کرے اور کسی کی عبادت کرے کیونکہ وہ تمام محاسن کا جامع ہے، اور اس کا حل یہ ہے کہ یہ افعال حسن لذاتہ اور قبیح بغیرہ ہیں، بندہ کے اعتبار سے یہ افعال حسن ہیں کیونکہ بندہ کا حسن یہ ہے کہ وہ مولیٰ کی عبادت کرے اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے قبیح ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لیے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی کی عبادت کرے اسی طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے ہیں اور بندہ کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے مولیٰ کا محتاج ہو، اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے غیر کا محتاج ہونا قبیح ہے اور اس کی شان کے لائق نہیں ہے، لہذا احتیاج الی غیر حسن لذاتہ اور قبیح بغیرہ ہے، بندہ کے اعتبار سے حسن ہے اور اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے قبیح ہے، لہذا یہ واضح ہو گیا کہ نبی کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی اعتبار سے کوئی عیب نہیں ہے اور آپ کا محمد ہونا آپ کے بے عیب ہونے پر دلیل ہے، اور جو شخص آپ میں عیب نہکھائے وہ سب کچھ ہو سکتا ہے آپ کا محب نہیں ہو سکتا، یہ نکتہ کفار کہہ کر بھی معلوم تھا اس لیے وہ آپ کو محمد کہہ کر برا نہیں کہتے تھے، کیونکہ محمدؐ تو بڑا ہو ہی نہیں سکتا اس لیے انھوں نے آپ کا نام اپنے طور پر مذقم رکھ دیا اور اب وہ محمد کی بجائے مذقم کی بولائی کرتے تھے، اور یوں اللہ تعالیٰ نے آپ کو ان کی مذمت سے بری کر دیا!

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا تعجبون کیف یصرف اللہ عتی شتم قہریش دلغنهو یشتمون مذاماً ویلعنون مذاماً وان محمد بن

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم کو تعجب نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ نے قریش کے سب دشمن کو محمدؐ سے یکے دور کر دیا وہ مذقم کو برا کہتے ہیں اور مذقم کو لعنت کرتے ہیں اور میں محمد ہوں۔



دوسری چیز یہ ہے کہ محبوب کے متعلق کوئی عیب سن نہیں سکتا اگر کوئی عیب بیان کرے تو محبوب فوراً اس کا رد کرتا ہے، ولید بن مغیرہ نے آپ کو مجنون کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے متعلق یہ آیات نازل کیں :-

لَا وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ ۝ مَا  
أنت بنعمة ربك بمجنون ۝ و  
إن لك لأجراً غير ممنون ۝ وإنك  
لعلی خلق عظیم ۝ فستبصر و  
یبصرون ۝ بایکھ المفتون ۝ ان  
ربك هو اعلم بمن ضل عن  
سبيله ۝ وهو اعلم بالمهتدين ۝  
فلا تطع المکذبین ۝ و ذوالو  
تدهن فیه هنون ۝ ولا تطع  
کلاً خلاف مهین ۝ هناد مشاء  
بنمیه ۝ متاع للخیو معتد  
اشیم ۝ عتل بعد ذلک ذنیو ۝

(قلہ ۱-۱۳)

اے مجرب! آپ اپنے رب کے فضل سے مجنون  
نہیں ہیں، اور یقیناً آپ کے لیے کبھی ختم نہ ہونے  
والا اجر و ثواب ہے، اور بے شک آپ بہت  
عظیم خلق پر فائز ہیں، اور عنقریب آپ کو بھیس گئے  
اور وہ جس دیکھ لیں گے کہ تم میں سے کون مجنون تھا  
بے شک آپ کا رب ہی اس کو خوب جانتا ہے جملہ  
سے بھٹکا ہوا ہے، اور وہ ہر گز مبالغہ نہ کرے گی  
محبوب جانتا ہے، تو آپ کاذبین کی بات سے متاثر  
نہ ہوں، انھوں نے یہی چاہا کہ آپ ان سے (بے جا)  
نری کریں تو وہ بھی آپ کے ساتھ نرمی کریں، اور آپ  
کسی ایسے شخص کی بات سے متاثر نہ ہوں جو بہت  
قسمیں کھانے والا انتہائی ذلیل ہے، بڑا ملعون،  
بہت چلتا پھرتا چغل خور، نیکی سے منع کرنے والا،  
حد سے بڑھنے والا، سخت گنہگار، نہایت بدخوا  
اور اس کے علاوہ دلدرا حکام ہے۔

اسی طرح جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کا وصال ہو گیا تو عاص بن وائل  
نے آپ کو ابتر (مقطوع النسل) کہا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی:

اذا عطيناك الكوثره فصل لربك  
وانحره ان شانك هو الابطره  
(کوثر: ۱-۳)

(اے محبوب) بے شک ہم نے آپ کو بغیر  
کثیر عطا فرمایا، تو آپ اپنے رب کے لیے ناز پر نہیں  
اور قربانی کریں، بے شک آپ کا دشمن ہی رہ خیر  
سے محروم اور مقطوع النسل ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ محبت کی علامت یہ ہے کہ محبوب میں کوئی عیب دیکھ سکتا ہے اور نہ اس کے  
متعلق کوئی عیب سننا گوارا کر سکتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہ کثرت ذکر کرنا  
محبت کی تیسری علامت یہ ہے کہ محبوب کا

علامہ علی حنفی ہندی امام بیہقی کی مستند الفروض کے حوالے سے بیان کرتے ہیں:



عن عائشة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من أحب شيئاً أكثر ذكره لله

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جس چیز سے محبت کرتا ہے اس کا بہ کثرت ذکر کرتا ہے

علامہ زبیدی نے بھی اس حدیث کا امام دہلوی کی مسند الفروع میں اور امام ابونعیم اصفہانی کی حلیۃ الاولیاء کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔  
اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ہے اور اس نے قرآن مجید میں آپ کا بہ کثرت ذکر کیا ہے اور فرمایا:

ان الله و ملائکته یصلون علی النبی۔  
اللہ اور اس کے ملائکے فرشتے اس نبی پر صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں (قدر و دیکھتے رہتے)

(احزاب ۵۶)

یہ جملہ اسمیہ ہے اور اس کی خیر فعل مضارع ہے اور اس قسم کا جملہ دوام تجدیدی پر دلالت کرتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے ملائکے فرشتے صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ ہمیشہ صلوٰۃ پڑھتے رہتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ سے آپ کے لیے رحمت طلب کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل کرتا رہتا ہے۔  
نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

و ما فعنا لک ذکوک۔ (انشر ۳۱۶)  
اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔  
دنیا میں کسی نہ کسی جگہ ہر وقت آفتاب غروب ہو رہا ہے اور جہاں آفتاب غروب ہو رہا ہے وہاں اذان میں اللہ تعالیٰ محمداً امراً رسول اللہ پڑھا جا رہا ہے، اسی طرح دنیا میں ہر وقت کسی نہ کسی جگہ طلوع فجر کا وقت ہے اور فجر کی اذان ہو رہی ہے اور یہ آواز بلند آپ کا نام پڑھا جا رہا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ہر لمحہ روئے زمین آپ کا ذکر بلند ہو رہا ہے اور قیامت تک آپ کا ذکر یہی بلند ہوتا رہے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہ کثرت صلوٰۃ و سلام پڑھنا، محافل میلاد اور مجالس تیر منفقہ کرنا اور آپ کی عظمت اور شان پر مشتمل نعتیں پڑھنا یہ تمام امور آپ کی محبت کی علامت ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے خوش ہونا  
محبت کی جو نئی علامت یہ ہے کہ محبوب جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت پڑھی جا رہی ہو اور آپ کے فضائل و کمالات بیان کیے جا رہے ہوں تو جن چہروں پر خوشی اور مسرت کے آثار ہوں، جو چہرے بھول کی طرح کھل جائیں جو لوگ آپ کی تعریف میں گرجہ میں آئے لیکن اور مسرت سے نعرے لگائیں وہ آپ کے محبوب ہیں اور جن لوگوں کے چہرے آپ کے فضائل

۱۔ علامہ علی شتی بن حاتم الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ اکثر العمال ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۴۰۵ھ  
۲۔ علامہ سید محمد رفیع حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، اثخان السادة المتفقین ج ۵ ص ۱۲۰ ج ۹ ص ۶۲۱، مطبوعہ مطبعہ



و کمالات میں کر رہا جائیں، جو لوگ آپ کے محاسن و محاسن میں گرفتار و غصب میں آجائیں، جو لوگ آپ کا ذکر کرنے اور آپ پر صفات و سلام پڑھنے سے روکیں اور منع کریں وہ آپ کے محب نہیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے میں غلو سے احتراز کرنا | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان بیان کرنے اور

آپ کی نعمت میں یہ ادب ملحوظ رہنا چاہیے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ کے برابر بیان کیا جائے نہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے بڑھایا جائے مثلاً یوں نہ کہا جائے: خدا کا ذکر کر مٹ جائے گا اور مصطفیٰ کا ذکر جاری رہے گا یا خدا کی دی ہوئی آنکھ میں اتنی روشنی نہیں تھی جتنی مصطفیٰ کی دی ہوئی آنکھ میں روشنی تھی، اس طرح یہ شر بھی غلط ہے: خدا جس کو پڑے چھڑائے محمد۔ محمد کا پکڑنا چھڑا کوئی نہیں سکتا۔

یہ شر بھی غلط ہے:

بجارت تہ تھے جو دنیا میں انی مبداء کی ہنسی ہر دم۔ وہ محشر میں انی انا اللہ کہہ کے نکلیں گے۔

بعض واعظین کلمہ میں اللہ کے ذکر کے مقدم ہونے کی یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ پہلے لا الہ الا اللہ کہنے

سے زبان پاک ہو جائے، پھر محمد رسول اللہ پڑھا جائے۔

بعض واعظین جو شغل خطابت میں یا نعرہ لگاتے اور داد حاصل کرنے کے شوق میں اقسام کی باتیں کہہ جاتے ہیں ان سب سے احتراز لازم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مخلوق اور اس کے بندے ہیں، خدا ہیں نہ خدا سے بڑھ کر ہیں، نہ اس میں آپ کی کوئی تفصیل ہے نہ آپ ایسی تصریف سے خوش ہوتے ہیں، آپ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں اور یہ آپ کی بہت بڑی نصیبت ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم و توفیر کرنا | محبت کی پانچویں علامت یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے وقت آپ کی تعلیم و توفیر کرنا، اور آپ

کا اسم مبارک سننے پر اظہار خضوع اور خشوع کرنا آپ سے محبت کی علامت ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ:

ابو امیر ایمن یحییٰ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب اس کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو وہ ادب اور اجتنام سے سامنے بدن کو جنبش دے اور غور و پراس طرح، ہیبت جلال طاری کرے گویا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہے، حضرت ابویوب سختیابی کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو اس قدر روئے کہ لوگوں کو ان کے حال پر رحم آجاتا، جعفر بن محمد کثیر المزاج اور جس شخص سے تھے مگر جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو ان کا رنگ سرخ پڑ جاتا، امام ابن عبد اللہ بن ربیع رضی اللہ عنہم کے سامنے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو رونے لگتے تھے حتیٰ کہ ان کی آنکھوں کے آنسو پانی نہ رہتے، ہم ہری بڑے باعلاق اور مجلسی آدمی تھے لیکن جب ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جاتا تو اس طرح گم گم ہو جاتے کہ گویا وہ کسی کو



جانتے ہیں نہ کوئی ان کو جانتا ہے، عبدالرحمان بن مہدی کے سامنے جب حدیث پڑھی جاتی تو لوگوں کو خاموشی  
ہونے کا حکم دیتے اور کہتے:

یا ایہا الذین آمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق  
صوت النبی۔ (حجرات ۲۱)

وہ کہتے تھے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے دوران خاموش رہنا ضروری ہے اسی طرح  
آپ کی حدیث سننے کے وقت بھی خاموش رہنا ضروری ہے کیونکہ حدیث بھی آپ کا کلام ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا  
اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان آپ کا نام سے یا اس کے  
سامنے آپ کا نام لیا جائے تو وہ آپ پر صلوٰۃ و سلام (درود شریف) پڑھے۔

امام ابو جعفر طحاوی اور علامہ ابو عبد اللہ عیسیٰ کامسک یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص آپ کا ذکر کرے تو اس  
پر آپ کے ذکر کے ساتھ درود شریف پڑھنا فرض ہے اور انہیں پڑھنے کا تو گتہ گتہ ہرگز ان کے دلائل ہیں۔  
امام ترمذی نے سند حسن اور امام مالک نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا  
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخیر ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے

مجھ پر درود نہیں پڑھا۔  
امام نسائی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ شخص بخیر ہے جس کے سامنے میرا ذکر کیا گیا اور اس نے مجھ پر درود نہیں پڑھا۔  
بیزا ہونے کے باوجود جس شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا اس کے سامنے آپ کا ذکر کیا گیا اولیٰ  
نے آپ پر درود نہیں پڑھا اس نے آپ سے بے وفائی کا اندیشہ مسلمان کے لیے آپ سے بے وفائی کرنا  
حائر نہیں ہے، کیونکہ امام عبدالرزاق نے قنادہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا:

من الجفاء ان اذکر عند الرجل فلا  
یصلی علی صلی اللہ علیہ وسلم۔  
بے وفائیوں میں سے یہ ہے کہ کسی شخص کے  
سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ  
پڑھے، صلی اللہ علیہ وسلم۔

اس حدیث صحیح میں ہے کہ کسی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنی اولاد، مال، باپ اور  
تمام لوگوں سے زیادہ آپ سے محبت نہ کرے، اس لیے مومن کے نزدیک آپ کا سب سے زیادہ محبوب ہونا



فرمیں ہے اور اس کو یہ لازم ہے کہ وہ آپ کی تنظیم و توقیر کرے، اور تعظیم و توقیر کو یہ لازم ہے کہ جب آپ کا ذکر کرے یا آپ کا ذکر سنے تو آپ پر درود و شریف پڑھے اور ہمہ علماء کے نزدیک یہ مستحب ہے۔ نیز علامہ ابن قیم جویریہ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

ابو جرحہ بن عکرمہ نے کہا کہ میں ابو بکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اچانک شبلی آگئے تو ابو بکر بن مجاہد ان کے لیے کھڑے ہوئے اور ان سے معاف کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، میں نے کہا یا سیدی اہتمام بغداد کے لوگ قرشبلی کو دیوانہ کہتے ہیں اور آپ نے اس کی اس قدر تعظیم کی! انھوں نے کہا میں نے اس کے ساتھ وہی کیا ہے جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں نے ایک دن خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، شبلی آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے کھڑے ہو گئے اور اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا، میں نے کہا یا رسول اللہ! آپ شبلی کی اس قدر عزت افزائی کو رہے ہیں! آپ نے فرمایا یہ شخص ہر ناز کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے:

لقد جاءك رسول من انفسك عزيز  
عليه ما عندك خريص عليك بما لمتؤمنين  
رعدون رحيم۔

بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظیم  
رسول تشریف لائے، ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا  
سخت گراں ہے، وہ تمہاری بھلائی بہت چاہتے تھے  
میں اور یمنوں پر نہایت رحیم اور بے حد مہربان ہوں۔

(توبہ: ۱۲۸)

اس آیت کے بعد میں بار محمد پر درود پڑھتا ہے اور کہتا ہے صلی اللہ علیک یا محمد، پھر جب میرے پاس شبلی آئے تو میں نے ان سے پوچھا آپ ہر ناز کے بعد کیا پڑھتے ہیں تو انھوں نے اسی طرز بیان کیا۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شوق ہونا

محبت کی ساتویں علامت محبوب سے ملاقات کا شوق ہے، ہر طالب اور محب اپنے مطلوب اور محبوب سے ملاقات کا متمنی ہوتا ہے، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت یہ ہے کہ مسلمان کے دل میں آپ کی زیارت اور آپ سے ملاقات کا شوق ہو۔  
اہم مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم قال من اشتد  
امتی الی حبائنا من یكونون  
بعدی یود احداھم لوسا فی

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت  
میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے  
لوگ میرے بعد ہوں گے، ان میں سے کسی ایک شخص  
نفسیل آباد

۱۔ علامہ شمس الدین محمد بن ابوبکر المعروف بابن القیم جویریہ متوفی ۷۵۰ھ، مجلۃ الانباء، ص ۲۳۴-۲۳۵، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ نعیمیہ  
۲۔ مجلۃ الانباء، ص ۲۵۸



بأهله وماله .

کی یہ تھا جوگی کہ کاشش اس کے تمام اہل اور مال کے بدلہ میں اس کو میری نہایت احمد جائے۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔  
امام دہلی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من حج البيت وله يزدني فقد جفاني .

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہیں کی اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوبوں سے محبت کرنا  
اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اہل بیت اللہ ازواج مطہرات سے محبت ہو۔  
امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله بن مغفل قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الله الله في اصحابي لا تتخذوهم غرضا بعدى فمن احبهم فبحبي احبهم ومن ابغضهم فببغضي ابغضهم ومن اذاهم فقد اذاني ومن اذاني فقد اذى الله ومن اذى الله يوشك ان ياخذك هذه احاديث غريب لا نعرفه الا من هذا الوجه .

حضرت عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہ کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو میرے بعد انھیں اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کا وجہ سے محبت کیا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کا وجہ سے ان سے بغض رکھا جس نے انھیں ازیت پہنچائی اس نے مجھے ازیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو ازیت پہنچائی اس نے اللہ تعالیٰ کو ازیت دی ناراض کیا اور جس نے اللہ تعالیٰ کو ازیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑ لے یہ حدیث غریب ہے حضرت برادر بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے

عن البراء بن عازب انه سمع النبي

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۳۹، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۵۶/۱۷۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

۳۔ حافظ شیرازی بن شہر دار دہلی متوفی ۵۰۹ھ، فردوس الاخبار ج ۲ ص ۷۱، مطبوعہ دار الکتب العربی بیروت

۴۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۵۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی



















الآخر یوادون من حاد الله ورسوله  
ولو كان آباءهم أو أبناءهم أو إخوانهم  
أو عشیرتهم

پرایمان رکھتے ہیں آپ ان کو اللہ اور اس کے رسول  
کے ساتھ ملاوت رکھنے والوں کے ساتھ محبت کرنے  
والانہ پائیں گے خواہ وہ ان کے باپ، بھائی یا بیٹے  
یا بھائی یا قریبی رشتہ دار۔

(مجادلہ: ۲۲)

حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن رسول رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ (عبداللہ بن ابی) کے خلاف اس  
وقت تلوار کھینچ لی تھی جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک گستاخانہ کلمہ کہا اور اس وقت  
تک تلوار میان میں نہیں رکھی جب تک کہ اس نے اس گستاخانہ کلمہ کو واپس نہیں لے لیا۔

علامہ سید محمود آنکس لکھتے ہیں:

غزوہ بنو عبدالمطلب میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن رسول نے ایک گستاخانہ کلمہ کہا جس کا قرآن مجید  
میں ذکر ہے:

يقولون لئن رجعنا إلى المدينة  
ليخرجننا لأعدائنا

(اورہ منافقین کہتے ہیں کہ اگر اب ہم مدینہ کی  
طرف لوٹ کر گئے تو ضرور وہاں سے عزت والاؤں  
ہمارے کو نکال دے گا۔)

(منافقون: ۸)

مشہور اسانید سے روایت ہے کہ عبداللہ بن ابی بن رسول کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن  
ابی رضی اللہ عنہ مخلص صحابی تھے ان کو جب یہ علم ہوا کہ عبداللہ بن ابی نے یہ گستاخانہ کلمہ کہا ہے تو انھوں  
نے مدینہ کے قریب پہنچ کر اپنے باپ پر تلوار سونت لی، اور کہا خدا کی قسم میں اس تلوار کو اس وقت تک میان  
میں نہیں ڈالوں گا جب تک تم یہ نہیں کہو گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) عزت والے اور میں ذلت والا ہوں  
اور جب تک عبداللہ بن ابی نے یہ نہیں کہا انھوں نے اس کو نہیں چھوڑا۔ اور ایک روایت میں یہ ہے کہ انھوں  
نے اپنے باپ عبداللہ بن ابی کو مدینہ میں داخل ہونے سے روک دیا اور کہا جب تک تم رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم سے مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت حاصل نہیں کرو گے میں تم کو مدینہ جانے نہیں دوں گا،  
تاکہ تم کو یہ معلوم ہو جائے کہ آج عزت والا کون ہے اور ذلت والا کون ہے حتیٰ کہ اس نے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کی تب حضرت عبداللہ بن ابی نے اس کو مدینہ میں داخل ہونے دیا۔

امام بخاری، امام مسلم اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی نے یہ گستاخانہ کلمہ کہا تو  
حضرت عمر نے کہا یا رسول اللہ! مجھے اجازت دیں میں اس منافق کی گردن اڑا دوں! تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا چھوڑو، لوگ یہ نہ کہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے اصحاب کو قتل کر رہے ہیں۔

حافظ ابوالکریم ابن عبد البر لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کعب بن اشرف



ایک یہودی تاجر تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذا پہنچاتا تھا اور عربوں کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر بھڑکاتا تھا جب وہ قتل کر دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو یہودی تم لوگوں کے اہل گے اس کو قتل کر دو، تو حضرت حمید بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابن سنیہ نام کے ایک یہودی تاجر کو قتل کر دیا، حضرت حمید کے بڑے بھائی سو لیہ بن مسود اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے، جب حضرت حمید نے اس کو قتل کر دیا تو سو لیہ حضرت حمید کو مارنے لگے اور کہنے لگے اسے ممکن خدا اہل گے اسے قتل کر دیا خدا کی قسم! اس کے مال کی چربی تو ابھی تک مٹھاسے پیٹ میں موجود ہے! حضرت حمید نے ان سے کہا خدا کا قلم! جس ذات نے مجھے اس کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا یہ تو الگ رملہ اگر وہ مجھے یہیں قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں ہتھاری گردن بھی تن سے جدا کر دیتا! حو لیہ نے کہا: کیا واقعی اگر وہ میرے قتل کرنے کا حکم دیتے تو تم مجھے قتل کر دیتے؟ حضرت حمید نے کہا: ہاں خدا کی قسم اگر وہ مجھے یہیں قتل کرنے کا حکم دیتے تو میں تم کو قتل کر دیتا، حو لیہ نے کہا: خدا کی قسم یہ دین تمہارے رنگ و پے میں سرایت کر چکا ہے اور یہ بڑے تعجب کی بات ہے! پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور دین اسلام کی اس اطاعت کے جذبہ سے متاثر ہو کر حو لیہ نے ہی اسلام قبول کر لیا! رضی اللہ عنہما۔ ۱۷

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

جنگ بدر میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے ماموں عاص کو قتل کر دیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے کئی رشتہ داروں کو قتل کر دیا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو مقابلہ کے لیے لڑکارا۔ ۱۸

تقاضی عیاض مالکی لکھتے ہیں: **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامات محبت میں حرف آخر**

اللہ سے محبت کی علامت قرآن سے محبت کرنا ہے اور قرآن مجید سے محبت کی علامت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامت آپ کی سنت سے محبت کرنا ہے اور سنت سے محبت کی علامت آخرت سے محبت کرنا ہے اور آخرت سے محبت کی علامت دنیا سے بغض رکھنا ہے اور دنیا سے بغض رکھنے کی علامت یہ ہے کہ قدر ضرورت کے علاوہ دنیا کے مال کو ذخیرہ نہ کیا جائے۔ اور حضرت ابن مسعود نے کہا جو شخص قرآن مجید سے محبت رکھتا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت رکھتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی علامتوں سے یہ بھی ہے کہ آپ کی امت پر شفقت کی جائے

دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ

۱۔ حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر متوفی ۴۶۳ھ، استیعاب علی بامش لا ص ۳ ص ۵۰۰۔ ۲۔ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۰۱۴ھ شرح الشفاء ج ۳ ص ۳۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت



اور اس کی غیر خواہی کی جائے، اس کے لیے بھلائیوں کے حصول کی کوشش کی جائے اور اس سے بڑائیوں کو دور کرنے کی سعی کی جائے، جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت پر شفقت اور مہربانی فرماتے تھے نیز آپ کی محبت کی علامتوں سے یہ بھی ہے کہ دنیا سے بے رغبتی کی جائے اور آخرت کو ترجیح دی جائے اور مال و دولت کے مقابلہ میں فقر کو اختیار کیا جائے جس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ آیا اور کہا اگر آپ چاہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کے لیے سورے کا پہاڑ بنا دے تو آپ نے انکار کر دیا، ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ کو بیکہ شمشک کی گئی کہ مکہ کی وادی کو سونے کا بنا دیا جائے تو آپ نے فرمایا نہیں، اسے رب! میں ایک دن میرے ہو کر کھاؤں گا اور ایک دن مجھ کا رہوں گا، جب میں مجھ کا رہوں گا تو تجھ سے فریاد کروں گا اور جب میرے ہو کر کھاؤں گا تو تیرا شکر ادا کروں گا۔ شرح الشفا علی تری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے فرمایا اتم میں سے جو شخص مجھ سے محبت کرے گا اس کی زبان فقر ایسی تیزی اور سرعت کے ساتھ آئے گا جیسے تیزی کے ساتھ وادی کی اور والی جانب سے پانی نیچے کی طرف آتا ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں آپ سے محبت کرتا ہوں آپ نے فرمایا سوچو اتم کیا کہہ رہے ہو! اس نے تین بار کہا میں آپ سے محبت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا تو پھر فقر کی تادی کو روک لے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بیان میں بہت دماغ سوزی اور محنت کی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی دس وجوہات اور آپ سے محبت کی دس علامتیں بیان کی ہیں، اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور میری اس کوشش کو میرے لیے خوشہ آخرت کر دے اور میرے اور میرے قارئین کے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت پیدا کر دے، اور دنیا اور آخرت میں جہنم کی نیاریت اور شفاعت سے بہرہ مند فرمائے، دنیا اور آخرت کے ہر رنج، بلا اور عذاب سے محفوظ اور مامون رکھے اور آخرت کی ہر نعمت، جنت الفردوس اور اپنا ویلا عطا فرمائے، آمین یا رب العالمین جہاد حبیبک رحمة للعالمین و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین وعلیٰ آل الطیبین الطاہرین و اصحابہ الراشدین المہدیین وازواجہ الطاہرات امہات المؤمنین وعلیٰ اولیاء امتہ وعلماہ علانہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء والمعتمدین اجمعین۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مِنْ خَصَالِ  
الْإِيمَانِ أَنْ يُحِبَّ لِإَخِيهِ الْمُسْلِمِ مَا  
يُحِبُّ لِنَفْسِهِ مِنَ الْخَيْرِ  
ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ جو اچھی چیز اپنے  
لیے پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی کے  
لیے بھی پسند کرے

لے۔ تاضی میامی بن موسیٰ الکی اندلسی متوفی ۵۴۲ھ، شفا ج ۲ ص ۲۲، مطبوعہ عبدالقواب اکیڈمی ملتان



۴۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّى يُحِبَّ لِأَخِيهِ أَوْ قَالَ لِبَخَارِهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اپنے بھائی یا پڑوسی کے لیے ایسی چیز پسند نہ کرے جس کو خود اپنے لیے پسند کرتا ہو۔

۴۹۔ وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حُسَيْنِ الْعَمَلِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يُؤْمِنُ عَبْدٌ حَتَّى يُحِبَّ لِجَارِهِ أَوْ قَالَ لِأَخِيهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ اپنے پڑوسی یا بھائی کے لیے اس چیز کو پسند نہ کرے جسے وہ خود اپنے لیے پسند کرتا ہو۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا صحابی ہے کہ اس وقت تک ایمان کامل حاصل نہیں ہوگا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے بھی ایسی چیز کو پسند نہ کرے جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے اور اس چیز سے مراد عبادات ہیں یا اشیاء مباحہ اور جس شخص کا ایمان کامل ہوگا وہ اپنے بھائی کے لیے بھی اسی نعمت کو پسند کرے گا جس کو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

جو چیز لائق استفادہ اور قابل استعمال نہ ہے اس کا دوسرے مسلمانوں کو دینا جائز نہیں اور جو چیز پسندیدہ نہ ہو لیکن قابل استعمال ہو اس کا دینا جائز ہے۔

بعض دفعہ ایک چیز کسی کے مزاج کے موافق اور دوسرے کے مخالف ہوتی ہے مثلاً ذیابیطس کے مریض کے لیے میٹھی چیز اور بلند فشار دم کے مریض کے لیے میٹھن اور کلسرہ حول کی زیادتی اور یرقان کے مریض کے لیے چکنائی اور گوشت منع ہیں، ایسی اشیاء اس حدیث کے عموم میں داخل نہیں ہیں، نیز بعض اشیاء فی نفسہا مفید ہوتی ہیں لیکن اگر بعض اہل ثروت ان کو اپنے لحاظ سے لائق استعمال نہ سمجھیں اور وہ چیز اپنے لوگوں کو دے دیں اور وہ چیزیں ان کے حق میں مفید ہوں اور وہ بھی اس حکم میں داخل نہیں ہیں، علاوہ انہیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے

امروا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



ان تنزل الناس منازلهم

کہ ہر شخص سے اس کی حیثیت اور رتبہ کے لحاظ سے سلوک کر دے۔

مثلاً اگر کسی شخص کے ہاں امیر و بزرگوار ہوں تو اس کی ہمان نوازی اس کے رتبہ کے لحاظ سے کی جائے گی۔ اگر ایک عام مزدور ہوں تو اس کی ہمان نوازی اس کی حیثیت سے کی جائے گی، اسی طرح رشتہ داروں کے لئے رب و بویہ اور دوستوں کے ساتھ تعلقات کی ترتیب کے لحاظ سے بھی سلوک میں حسب مراتب فرق ہو گا۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو چیز فی نفسہ اپنی اقداریت کو کھو چکی ہو جیسے پھل گل شرابی یا جو کھا نا خراب ہو چکا ہو تو وہ کسی کو نہ دیا جائے۔ یا کوئی چیز ہے تو عمدہ لیکن جس شخص کو دی جائے گی اس کے رتبہ کے اعتبار سے وہ مناسب نہیں ہے جیکہ دینے والا اس کا رتبہ تہہ ہو، یا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے لیے جس کام کو ناپسند کرتا ہو اس کا حکم دوسرے کو نہ دے لیکن یہاں بھی جانبداری کے درمیان مساوات ملے گا کی قید ملحوظ ہوگی۔

بَابُ تَحْرِيمِ اِيْذَاءِ الْجَارِ

پڑوسی کو تکلیف پہنچانے کی ممانعت

۸۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى ابْنُ الْيُوسُفَ وَقَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ اِسْمَاعِيْلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوبَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيْلُ قَالَ اَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ اَبِيهِ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَأْتِي مَنْ جَارُهُ بَوَائِقَهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی ایذا رسانی سے اس کا پڑوسی محفوظ نہ ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

پڑوسی کے حقوق کا بیان | ہر شخص اس حکم شرعی کو جانتا ہو اور اس کو معمولی اور غیر اہم سمجھ کر پڑوسی کو تکلیف دے یا اس حکم شرعی کی مخالفت یا توہین کرنے کے لیے پڑوسی کو تکلیف دے وہ شخص کافر ہو جائے گا اور مطلقاً جنت میں نہیں جائے گا اور جس شخص کی نیت یہ نہ ہو بلکہ غفلت یا غلبہ معصیت سے مطلوب ہو کہ پڑوسی کو ستائے گا اور اس کی تلافی کے بغیر جائے تو وہ اولاً جنت میں نہیں جائے گا، بعد میں سزا بھگت کر بفضل الہی چلا جائے گا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت سے اس کی معافیت ہو جائے گی۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ پڑوسی کے حقوق میں سے یہ ہے کہ اس کو ابتداءً سلام کرے اور اس سے زیادہ دیر گفتگو نہ کرے، اس کے خانگی معاملات کی تفتیش نہ کرے۔ بیماری میں اس کی عیادت کرے۔ مصیبت میں اظہار ہمدردی اور موت میں اس کی تعزیت کرے۔ اور تجھیز و تکھین میں شریک ہو اور غشی کے موقع



پر اس کو مبارک باد دے اور اس کی خوشیوں میں شریک ہو، اس کے عیوب معلوم کرنے کی کوشش نہ کرے۔ اس کے گھر میں نظر نہ ڈالے اور اگر اس کے گھر کا اندرون منظر دکھائی دیتا ہو تو اس کو چھپانے کی کوشش کرے۔ اس کی غیر موجودگی میں اس کے گھر والوں کا خیال رکھے، اور اس کی خواتین سے گفت گو کرنی پڑے تو نظر نہ چلی رکھے، اس کے بچوں سے پیار کرے اور دین اور دنیا کی بھلائی سے جو باتیں اس کے بچے نہ جانتے ہوں ان کو بتلائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پڑوسی تم سے مدد طلب کرے تو مدد کرو، اگر قرض مانگے تو قرض دو، فقر اور مرض میں اس کی عیادت کرو۔ مرنے تو جنازہ میں شریک ہو، خوشی میں مبارکباد دو، اس کی اجازت کے بغیر اس کے مکان کے سامنے آنا اور نچا مکان نہ بناؤ جس سے اس کی ہوا نہ نکال جائے۔ ریابے پر دگی ہو، سعیدی) اس کو ایذا رمت پہنچاؤ، اگر پھل خریدو تو اس کو ہدیہ دو اگر نہ دے سکو تو اپنے گھر میں چپے سے پھل لے جاؤ تاکہ اس کے بچوں کو پتا نہ چلے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سالن پکا تو اس میں شور بہ زیادہ کر دیا کرو تاکہ بوقت ضرورت پڑوسی کو دے سکے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پڑوسن اپنی پڑوسن کے تحفہ کو حقیر نہ سمجھے خواہ وہ اس کے پاس بکری کا ایک گھر ہی کیوں نہ بھیجے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے باغ میں کوئی شریک یا اس کا پڑوسی ہو وہ اس کو باغ خریدنے کی پیشکش کیے بغیر نہ فروخت کرے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر پڑوسی تمہاری دیوار میں اپنا شہیر رکھنا چاہے تو اس کو منع نہ کرو، حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پڑوسی کے بارے میں اس قدر احکامات دیے ہیں کہ ہمیں خون تھا کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو ہمارے اموال میں وارث نہ بنا دیں۔

نیز امام غزالی نے فرمایا پڑوسی تین قسم کے ہیں اول وہ جو پڑوسی بھی ہو اور رشتہ دار بھی، اس کا حق سب سے زیادہ ہے، دوسری قسم عام مسلمان پڑوسی ہے، اس کا حق دوسرے درجہ پر ہے، اور اس تفصیل میں تمام احکام اس سے منکوت ہیں۔ اول تیسرا پڑوسی غیر مسلم شخص ہے اور جو احکام مسلمانوں کے ساتھ خاص نہیں ہیں، ان تمام احکام اور حقوق کا غیر مسلم پڑوسی بھی مستحق ہے۔

بابُ الْحَثِّ عَلَى إِكْرَامِ الْجَارِ وَالضَّيْفِ  
پڑوسی اور مہمان کی تکریم کرنا اور نیکی کی بات  
وَلَوْ وَهَرِ الْقَمَتِ إِلَّا عَنِ الْخَيْرِ وَكُونَ  
کے سوا خاموش رہنا علاماتِ ایمان ہے  
ذَلِكَ كُلُّهُ مِنَ الْإِيمَانِ

۱۔ امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۲ ص ۲۱۲ - ۲۱۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اس کو پاسبی کہ اچھی بات کہے یا پھر خاموش رہے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کی عزت کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کو تکلیف نہ پہنچائے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ بات تو اچھی بات کہے یا خاموش رہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی جس میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے مہمان کی عزت کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ بات کہے یا خاموش رہے۔

۸۱۔ حَدَّثَنَا ثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَىٰ أَنبَاَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ مَوْلَاهُ

۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو ذَرٍّ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ مَوْلَاهُ وَصَيفُهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ

۸۳۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَلِ حَدِيثُ أَبِي حَصِينٍ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ قُلْتُ خَيْرٌ أَوْ لِيَصْمُتْ إِلَى جَارِهِ

۸۴۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَحَبَّابُ اللَّهِ بْنُ مُبَرِّكٍ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ ابْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ عَدِيٍّ وَأَنَّهُ سَمِعَهُ تَأْوِيلَ ابْنِ عَبَّاسٍ يُحِبُّ عِبَادَ اللَّهِ عَنْ أَبِي شَرِيحٍ الْعَدَنِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ مَوْلَاهُ وَصَيفُهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا أَوْ لِيَصْمُتْ



## افشلیت سکوت کے مواقع

ہر چند کہ سکوت بہتر ہے لیکن مطلقاً باتیں کرنا مباح ہے، بشرطیکہ وہ جھوٹ، غیبت، تهمت، چاپلوسی اور دیگر ممنوع اور حرام باتیں نہ ہوں، اور بعض دفعہ سکوت حرام ہوتا ہے جبکہ خاموشی سے کسی کو نقصان پہنچنا یقینی ہو، یا کوئی کلمہ حق کو چھپا رہا ہو۔  
ملاحظہ فرمائیے کہ اظہار حق، یا کسی کو یقینی ضرر سے بچانے کے لیے بولنا واجب ہے اور غلط نصیحت اور حکیمانہ باتوں کے لیے بولنا مستحب ہے اور غلام دنیاوی باتیں کہنا مباح ہے لیکن اس کے مقابلہ میں سکوت افضل ہے۔

## مہمان کے حقوق اور میزبان کے آداب

امام غزالی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہمان کو ناپسند نہ کرو، جو شخص مہمان کو ناپسند کرتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس شخص کو ناپسند کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور ارفع بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ رہن رکھ کر اس کی خیاقت کی، امام غزالی فرماتے ہیں کہ مہمانوں کی خیاقت سے شہرت اور فخر کا ارادہ نہ کرے بلکہ مہمان کو خوش کرنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو اپنانے کا ارادہ کرے۔  
امام عبد اللہ ربیع شمرانی فرماتے ہیں کہ جب کوئی مہمان تنہا ہے یا اس آئے تو اس کی خیاقت کے وقت تنہا سے دل میں یہ خیال نہیں آنا چاہیے کہ وہ اس دعوت کے عوض میں کہیں کوئی چیز دے گا یا تم اس سے کوئی برائی مطلب حاصل کرو گے، ورنہ اس دعوت سے اعلان کی دولت نصیب ہوگی نہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت حاصل ہوگی۔ اصل طریقہ یہ ہے کہ مہمان کے ساتھ خود کو کھانا، کھانا چاہیے۔  
امام غزالی فرماتے ہیں کہ اگر ایک دو دن کے بعد مہمان رخصت ہونے کا ارادہ ظاہر کرے کہ میزبان کو چاہیے کہ وہ مہمان کو تنہا کھانا کھانے کا موقع دے مگر مہمان کا ساتھ کھانا کھانا اس پر گہرا گزرتا ہو۔

امام شمرانی لکھتے ہیں کہ حضرت سعیدی علی خواص فرماتے ہیں کہ کوئی شخص اس وقت تک کالہ نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنے پاس آنے والے ہر مہمان کی تعظیم و تکریم نہ کرے اور یہ خیال نہ کرے کہ یہ لوگ اس کے پاس اللہ تعالیٰ نے بھیجے ہیں ان کے آنے کے خواہش ہو اور سنت نبوی کے مطابق ان سے حسن سلوک اور ان کی خاطر تواضع کرے۔

میزان خوں نے فرمایا اگر کسی دوسرے شیخ، استاد یا کسی دوسرے صاحب منصب کے مسیروں، تلامذہ اور متعلقین کسی شخص کے ہاں مہمان بن کر جائیں تو ان کے سامنے ان کے ممدوح کی شان میں کوئی کلمہ تنقیص نہ کہے اور نہ ان لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنے کی کوشش کرے، بعد ان کے ممدوحین سے منقطع ہونے سبب ہو بلکہ جس قدر ممکن ہو ان کے سامنے ان کے ممدوحین کی وہ خوبیاں بیان کرے جو دراصل ان میں موجود ہوں۔

۱۔ امام عبد اللہ ربیع شمرانی المتوفی ۹۷۳ھ، لواقع الارار القدسیہ ص ۴۴۶-۴۴۵، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی دارالحدیث ۱۳۸۵ھ



يَأْتِي بَيَانُ كَوْنِ النَّهْيِ عَنِ الْمُشْكِرِ  
مِنَ الْإِيمَانِ وَأَنَّ الْإِيمَانَ يَزِيدُ  
وَيَنْقُصُ

۸۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا  
وَكَيْعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ  
الْمُنْكَثَرِيِّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ  
بِكَلَابَةَ عَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ بْنِ  
شِهَابٍ وَهَذَا حَدِيثٌ آخٍ بِكَرْفَتِ الْأَوَّلِ  
مَنْ بَدَأَ بِالْخُطْبَةِ يَوْمَ الْبَيْتِ قَبْلَ الصَّلَاةِ  
مَرْوَانُ فَقَامَ إِلَيْهِ رَجُلٌ فَقَالَ الصَّلَاةُ قَبْلَ  
الْخُطْبَةِ فَقَالَ قَدْ شَرَكْتَ مَا هَذَا لَكَ قَالَ أَبُو  
سَعِيدٍ أَمَا هَذَا فَقَدْ قَضَى مَا عَلَيْهِ سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ  
رَأَى مِنْكُمْ مُنْكَرًا فَلْيُخْبِرْهُ بِهِ فَإِنْ لَمْ  
يَسْتَطِعْ فَيُلسَانِهِ فَإِنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَيُعَلِّمِهِ  
وَذَلِكَ أَضَعَفُ الْإِيمَانِ

۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ  
حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ  
إِسْمَاعِيلَ بْنِ رَجَاءٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ  
الْحُدْرِيِّ وَعَنْ قَيْسِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ طَارِقِ  
ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ فِي قِصَّةِ  
مَرْوَانَ وَحَدِيثِ أَبِي سَعِيدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ وَسُفْيَانَ

۸۷ - حَدَّثَنَا ابْنُ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ  
النَّضَرِ وَعَبْدُ بْنُ هُمَيْدٍ وَاللَّفْظُ لِعَبْدِ بْنِ  
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي زَاهِيٍّ عَنْ سَعْدِ قَالَ  
حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ الْحَارِثِ  
عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

بُرَاقِی سے روکنا ایمان کی علامت ہے ،  
اور ایمان میں زیادتی اور کمی ہوتی ہے ۔

حضرت طارق بن شہاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ عید کے دن نماز سے پہلے جس شخص نے سب  
سے پہلے خطبہ دینا شروع کیا وہ مروان تھا۔ ایک  
شخص نے مروان کو ٹوکا اور کہا کہ نماز خطبہ سے پہلے  
ہوتی ہے، مروان نے جواب دیا کہ وہ دستور اب  
مستروک ہو چکا ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے  
کہا اس شخص پر شریعت کا جو حق تھا وہ اس نے ادا کر  
دیا۔ میں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ  
ارشاد سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص خلاف شریعت  
کام دیکھے تو اسے ہاتھوں سے اس کی اصلاح کرے  
اور اگر طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے اس کا روک کرے  
اور اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اس  
کو برا مانے اور یہ ایمان کا کمزور ترین حصہ ہے۔  
امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی

ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ  
نے مجھ سے پہلے جس امت میں بھی جو نبی بھیجا اس  
نبی کے لیے اس کی امت میں سے کچھ مددگار اور  
اصحاب جو تھے جو اپنے نبی کے طریقہ پر کاربند



بْنِ الْمُسَوِّدِ عَنْ أَبِي تَارِيفٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
مُسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ بَعَثَهُ اللَّهُ فِي أُمَّةٍ  
قَبْلِي إِلَّا كَانَ لَهُ مِنْ أُمَّةٍ حَوَارِيٌّ يُؤْنِثُ وَكَأَنَّكَ  
تَأْخُذُ ذَنْبِي بِسُتَيْبِهِ وَيَقْتُلُ ذَنْبِي بِأُمِّهِ ثُمَّ لَقِيَهَا  
تَخَلَّفَ مِنْ بَعْدِهَا خُلُوفٌ يَقُولُونَ مَا لَا  
يَفْعَلُونَ وَيَفْعَلُونَ مَا لَا يُؤْمَرُونَ وَمَنْ جَاهَدَ  
بَيْنَهُ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَ هُوَ بِقَلْبِهِ  
فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَكَيْتُسَ وَرَأَى ذَلِكَ مِنَ الْإِيْمَانِ  
حَبْلَهُ خَرَدَلِي قَالَ أَبُو تَارِيفٍ حَدَّثْتُ بِهِ  
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ فَأَنْكَرَهُ عَلَى فَقَدِمْ ابْنِ  
مُسْعُودٍ فَتَرَلَّ يَفْتَاةً فَأَسْتَبَعْنِي إِلَيْهِ عَبْدُ اللَّهِ  
ابْنُ عُمَرَ يَعُودُ فَانْطَلَقْتُ مَعَهُ فَلَمَّا جَلَسْنَا  
سَأَلْتُ ابْنَ عُمَرَ عَنْ هَذَا الْحَدِيثِ فَحَدَّثَنِي  
كَمَا حَدَّثْتُهُ ابْنُ عُمَرَ قَالَ صَالِحٌ فَتَدَّ تَحْتِ  
يَخْجُو ذَلِكَ عَنْ أَبِي تَارِيفٍ -

۸۸ - وَحَدَّثَنِيهِ أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ بْنُ مُحَمَّدٍ  
أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ  
بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَارِثُ بْنُ الدُّسَيْلِ  
الْحَطْلِيُّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَكَمِ  
عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْمُسَوِّدِ بْنِ مَخْرَمَةَ  
عَنْ أَبِي تَارِيفٍ مَوْلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا وَكَانَ لَهُ  
حَوَارِيٌّ يُؤْنِثُ ذَنْبَهُ بِهَدْيِهِ وَتَسْتَعِينُ بِسُتَيْبِهِ  
بِمِثْلِ حَدِيثِ صَالِحٍ وَلَمْ يَذْكُرْ قُدُّوسُ ابْنِ  
مُسْعُودٍ فَانْجَسْنَا ابْنَ عُمَرَ مَعَهُ -

رہتے، پھر ان صحابہ کے بعد کچھ نالائق لوگ پیدا ہوئے  
جنہوں نے اپنے فعل کے خلاف قول اور قول کے  
خلاف فعل کیا لہذا جس شخص نے انہوں سے ان  
کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے اور جس نے  
دل سے ان کے خلاف جہاد کیا وہ بھی مومن ہے  
اور اس کے بعد رافی کے وائے برابر بھی ایمان کا گناہ  
درجہ نہیں ہے، الیہذا کہتے ہیں کہ میں نے حضرت  
عبداللہ بن عمر کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو انہوں  
نے اس کو نہیں مانا اتفاق سے اس وقت حضرت  
عبداللہ بن مسعود بھی آپ کے تھے اور مدینہ کی ایک  
راوی ثنات میں شہرے ہوئے تھے حضرت  
عبداللہ بن عمر ان کی عیادت کے لیے گئے اور مجھے  
بھی ساتھ لے گئے، جب ہم سب وہاں جمع ہوئے  
تو میں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے اس حدیث  
کے بارے میں پوچھا انہوں نے وہ حدیث پھر اسی  
طرح سنائی جس طرح میں حضرت عبداللہ بن عمر کو سنا چکا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رحمہ اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے کچھ حواری (مددگار) ہوتے تھے جو  
اس نبی کے طریقہ پر کار بند رہتے تھے، باقی رفاقت  
اس سے پہلی حدیث کی طرح ہے مگر اس میں حضرت  
عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن عمر کی ملاقات کا  
ذکر نہیں ہے۔

علامہ بیہقی بن شرف نوری لکھتے  
ہیں :

خطبہ کو نماز عید پر مقدم کرنے کا پس منظر اور پیش منظر



مروان نے خطبہ کو عید کی نماز پر اس لیے مقدم کیا تھا کہ لوگ عید کی نماز پڑھ کر چلے جاتے تھے اور اس کا خطبہ سننے کے لیے کوئی نہیں بیٹھتا تھا، اور جو طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے وہ یہ ہے کہ پہلے عید کی نماز پڑھی جائے اور اس کے بعد خطبہ پڑھا جائے اور نوامیہ کے بعض خلفاء کی مخالفت کا کوئی اعتبار نہیں ہے، تمام فقہاء کا اس پر اتفاق ہے اور اسی پر اجماع ہے اور جب مروان نے خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تو اس کو ٹوکا گیا، اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا اس شخص پر جو فرض تھا وہ اس نے ادا کر دیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے جو شخص کسی بڑے کام کو دیکھے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے بدلے اور اگر اس کی طاقت نہ رکھے تو اپنی زبان سے ٹوکے اور اگر اس کی استطاعت بھی نہ رکھے تو اس کو اپنے دل سے بڑا جانے۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ مروان سے پہلے اس بدعت کا کسی نے ارتکاب نہیں کیا تھا، اور قاضی عیاض وغیرہ نے جو یہ لکھا ہے کہ اس سے پہلے حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت معاویہ نے بھی خطبہ کو نماز پر مقدم کیا تھا وہ صحیح نہیں ہے۔

ایک سوال یہ ہے کہ حضرت ابوسعید نے خود مروان کو کیوں نہیں ٹوکا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوسعید بدین آئے ہوں جس وقت وہ شخص ٹوک چکا تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابوسعید کو اپنی جان پر خطرہ ہو اس لیے انھوں نے خود نہ ٹوکا ہو۔ صحیح مسلم اور صحیح بخاری کی باب صلوۃ العید میں یہ روایت ہے کہ جب نماز سے پہلے مروان خطبہ پڑھنے کے لیے منبر کی طرف جا رہا تھا تو حضرت ابوسعید نے مروان کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور کہا پہلے نماز پڑھو اس روایت سے معلوم ہوا کہ یہ دو واقعات ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تفصیل اور تحقیق | برائی سے روکنا اور نیکی کا حکم دینا فرض کفایہ ہے، جب بعض لوگ اس فرض کو ادا کر لیں تو باقیوں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے، اور جب تمام لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کر دیں تو سب گنہگار ہوں گے، اور جس جگہ کوئی اور شخص برائی سے روکنے والا نہ ہو اور وہاں صرف ایک عالم ہو تو اس پر برائی سے روکنا فرض عین ہے، مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی کو، اپنی اولاد کو یا اپنے نوکر کو کوئی بڑا کام کرنے دیکھے یا کسی نیکی میں تقصیر کرتا ہو یا پائے تو اس کے لیے نہی عن المنکر فرض ہے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شخص خود کمال ہو تمام احکام شرعیہ پر عال اور تمام محرمات شرعیہ سے مجتنب ہو اور نہ ہی یہ حکام کے ساتھ خاص سے اور نہ ہی علماء کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جو احکام ظاہر اور مشہور ہیں مثلاً نماز، روزہ کی فرضیت، جھوٹ، قتل، زنا اور چوری وغیرہ کی حرمت ان کا علم ہر مسلمان کر ہے اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ مثلاً نماز نہ پڑھنے اور جھوٹ بولنے پر ٹوکے اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے، اور جو احکام شرعیہ فاضل اور دینی ہیں یا جن کا تعلق اجتہاد سے ہے، عام لوگوں کا ان میں دخل نہیں ہے اور نہ وہ اس میں انکار کر سکتے ہیں مثلاً



روزہ میں انجیکشن لگوانے سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں، ٹیلی فون پر نکاح ہوتا ہے یا نہیں، اعضاء اور قرینہ کا میوند کاری، انتقال خون وغیرہ جو مستند اجتہادی اور مختلف قیہ ہو، مثلاً کسی مجتہد کے نزدیک جائز اور کسی کے نزدیک ناجائز ہو اور عمل کرنے والا کسی مفتی کے فتویٰ کے مطابق عمل کرے یا ہو تو اس کو گناہ نہیں ہو گا خواہ وہ دوسرے مجتہد کے نزدیک ناجائز ہی کیوں نہ ہو، ایسی صورت میں بھی عالم کو چاہیے کہ اس کے شک کے ناکہ وہ ایسی صورت پر عمل کرے جس میں کسی مجتہد کا اختلاف نہ ہو، مثلاً "بیمار روزہ دار اگر روزہ میں انجیکشن لگواتا ہے تو اس روزہ کی قضا کرے۔"

### امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق قرآن مجید کی آیات

اور تم میں سے ایک گروہ ایسے لوگوں کا ہونا چاہیے جو بعدائی کی طرف بلائیں، نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

ان سب امتوں میں جو لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہیں تم بہترین امت ہو، تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔

اے میرے بیٹے نماز قائم رکھ، اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روک۔

اور اگر ایمان والوں کی دو جماعتیں آپس میں جنگ کریں تو ان میں صلح کرا دو، پھر اگر ان میں سے ایک جماعت دوسری پر زیادتی کرے تو اس جماعت سے جنگ کرو جو زیادتی کرے، حتیٰ کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف لوٹ آئے۔

پھر اسرائیل سے جنھوں نے کفر کیا، وہ داؤد اور عیسیٰ بن مریم کا زبان پر لعنت کیے گئے، اس کی وجہ یہ ہے کہ انھوں نے نافرمانی کی، اور وہ حد سے تجاوز کرتے تھے، وہ ایک دوسرے کو ان بڑے کاموں سے نہیں روکتے تھے جو انھوں نے کیے تھے۔ یقیناً وہ بہت ہی بڑے کام کرتے تھے۔

حضرت ابو بکر جصاص حنفی لکھتے ہیں: ان آیات کا تقاضا یہ ہے کہ امر بالمعروف اور

ولتکن منکھامة یدعون الی الخیر و یأمرون بالمعروف و ینہون عن المنکر۔

(آل عمران ۱۱۰)

کنتم خیرامة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و ینہون عن المنکر۔

(آل عمران ۱۱۰)

یٰٰبنی اقم الصلوة و امر بالمعروف و آنہ

عن المنکر۔ (لقمان ۱۷)

وان طائفتان من المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما فان یعت احدهما علی الاخری فقاتلوا الی تیغی حتی تقی الی امر اللہ۔ (حجرات ۹)

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داؤد و عیسیٰ بن مریم ذلک بما عصوا و کانوا یعتدون و کانوا لا یتنبأھون عن منکر ففعلوا لیتس ما کانوا یفعلون۔ (مائتہ ۵۹، ۶۰)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے متعلق احادیث



نہی عن المنکر واجب ہے، اور اس کے کئی مراتب ہیں، پہلا مرتبہ یہ ہے کہ اگر طاقت ہو تو برائی کو ہاتھ سے روکنے اور اگر برائی کو ہاتھ سے روکنے میں اس کی جان کا خطرہ ہو تو زبان سے برائی کا انکار کرے، اور اگر زبان سے برائی کو روکنے میں بھی جان کا خطرہ ہو تو دل سے اس برائی کا انکار کرے، اس باب کی احادیث میں بھی بیان کیا گیا ہے۔ سیدی غفرلہ اور حضرت عبداللہ بن جریر بکلی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں جس میں کثرت سے گناہ کیا جائے اور ان کو گناہ سے روکا نہ جائے تو اللہ تعالیٰ ان سب پر غضب نازل کرتا ہے، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنو اسرائیل پر جو پہلا نقصان داخل ہوا وہ یہ تھا کہ ایک شخص کسی شخص سے ملاقات کر کے کہتا اسے شخص بالترکے ڈرو اور اس کام کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ کام تمہارے لیے جائز نہیں ہے، پھر گناہ جب اس سے ملتا تو اس کو منع کرتا، اس کے ساتھ کھانا پیتا اور اٹھتا بیٹھتا، جب انہوں نے اس طرح کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دل ایک دوسرے کے موافق کر دیے، اور حضرت داؤد اور حضرت یسعی کی زبانوں سے ان پر لعنت بھیجی، پھر فرمایا خدا کی قسم تم ضرور دنیا کی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا اور ظلم کرنے والوں کے ہاتھ پکڑ لینا اور تم اس کو حق کی طرف موڑ دینا، اور اس کو حق پر مجبور کرنا، امام ابو داؤد نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ جب کوئی شخص کسی برائی سے روکنے کے لیے پھر برے کام کرنے والے کے ساتھ بیٹھ نہ کھائے اور نہ پیے۔

**ممن حالات میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنا جائز ہے | قرآن مجید میں ہے:**

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا تَقُولُوا مَن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَىٰ (زمخشري ۱۵۱۵)  
 تم ہر میت پر جو حق کوئی گمراہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔  
 حضرت ابو بکر نے ایک خطبہ میں اس آیت کو تلاوت کر کے فرمایا تم اس آیت کا غلط مطلب لیتے ہو، ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب لوگ کسی ظلم کرنے والے کو دیکھیں اور اس کے اہتول کو نہ کھینچیں، تو قریب ہے اللہ تعالیٰ ان سب پر غضب نازل فرمائے، ابو امیہ شہبانی بیان کرتے ہیں کہ ہم نے ابو شہبہ خشنی سے اس آیت کے متعلق پوچھا انہوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا تم میں کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو حتیٰ کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جا رہی ہے اور خواہش کی پیروی کی جا رہی ہے، دنیا کو ترجیح دی جا رہی ہے اور ہر شخص اپنی لٹے پر اتر رہا ہے، اس وقت تم صرف اپنی جان کی فکر کرو اور عوام کو چھوڑ دو، کیونکہ تمہارے بعد صبر کے ایام ہیں، ان ایام میں صبر کرنا انگلے پکڑنے کے مترادف ہے اس وقت میں ایک ٹل کرنے والے کو پکاساں ملنے والوں کو ابھریگا۔  
 یہ حدیث اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دو حال ہیں، ایک حال وہ ہے جس میں برائی کو بدلتا اور اس کو مٹانا ممکن ہو، اس حال میں ہر شخص کے لیے برائی کو اپنے اہتول سے مٹانا ممکن ہو اس پر اس برائی کو مٹانا فرض ہے، اور اس کی کئی صورتیں ہیں، ایک صورت یہ ہے کہ وہ برائی کو تدار سے مٹائے مثلاً ایک شخص اس کو یا کسی اور شخص کو قتل کرنے کا قصد کرے، یا اس کی بیوی سے



زنا کرنے کا قصد کرے، اور اس کو یقین ہو کہ زبانی منع کرنے سے وہ باز نہیں آئے گا یا بغیر ہتھیار کے اس سے جنگ کی (مثلاً تھپڑ یا منگھ مارا) تب بھی باز نہیں آئے گا تب اس پر لازم ہے کہ اس کو قتل کر دے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "تم میں سے جو شخص بُرائی دیکھے اس کو اپنے ہاتھ سے مٹائے" اور جو شخص بُرائی کو دیکھے مگر قتل کے ارادے کے بغیر اس بُرائی کو مٹانا ممکن نہ ہو تو اس کو قتل کرنا اس پر فرض ہے، اور اگر اس کو ظن غالب ہو کہ بغیر ہتھیار کے بھی اس بُرائی کو مٹانا ممکن ہے (مثلاً تھپڑ اور منگھ مارنے سے) تو پھر اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر اس کو یہ گمان ہو کہ اب اگر اس کو بغیر ہتھیار کے مارا یا زبان سے منع کیا تو یہ باز آجائے گا لیکن بعد میں انتہی سزا سے باز نہیں آئے گا اور اس کو قتل کیے بغیر یہ بُرائی انہیں مٹ سکے گی تو پھر اس کو قتل کرنا لازم ہے۔ ایک آدمی کے لیے علی کا خون کو اپنے ہاتھ میں لینا جائز نہیں ہے، البتہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی جان یا مال یا عزت پر حملہ آور ہو تو وہ اپنی یا دوسرے مسلمان کی جان یا مال اور عزت بچانے کے لیے مزاحمت کرے اور اگر اس مزاحمت کے دوران وہ حملہ آور اس کے ہاتھوں مارا جائے تو اس سے شرعاً کوئی مؤاخذہ نہیں ہے۔ (سیمی غفرلہ)۔

ابن کستم نے امام محمد سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے کسی کا سامان چھین لیا تو تھپڑ سے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے حتیٰ کہ تم اس کا سامان چھڑاؤ، اور اس آدمی کو واپس کر دو، اسی طرح امام ابوحنیفہ نے فرمایا جو چور مکانوں میں نقب لگا رہا ہو تھپڑ سے لیے اس کو قتل کرنا جائز ہے، اور جو آدمی تھپڑ یا طناب توڑنا چاہتا ہو (مذاہمت میں) تھپڑ اس کو قتل کرنا جائز ہے، بشرطیکہ تم ایسی جگہ پر ہو جہاں لوگ تھپڑی مدد کو نہ پہنچیں، اور ہم نے جو یہ ذکر کیا ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

فَقَاتِلُوا الَّتِي تَبِغِي حَتَّى تَفِيَّ اِلَى اَمْرِ اللّٰهِ (حجرات: ۹)

اسی طرح حدیث میں ہے "تم میں سے جو شخص کسی بُرائی کو دیکھے وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے مٹائے" اس لیے جب کوئی شخص کسی بُرائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے مٹائے خواہ بُرائی کرنے والے کو قتل کرنا پڑے اور اگر وہ زبان سے منع کرنے سے باز آجائے تو اس کو زبان سے منع کرے، یہ حکم ہر اس بُرائی کے لیے ہے جو علی الاطلاق کی جارہی ہو اور اس پر اصرار کیا جارہا ہو، مثلاً کوئی شخص مجتہد اور جبری ٹیکس وصولی کرے اور جب ہاتھ سے بُرائی کو مٹانا اور زبان سے منع کرنا دونوں میں اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس کے لیے سکوت جائز ہے اور اس وقت اس پر لازم ہے کہ اس بُرائی سے امدان بُرائی کرنے والوں سے الگ ہو جائے۔

قرآن مجید میں ہے:

عَلَيْكَوَالْفَسْكَوَالْبَيْضَةِ كَهْمِنْ صُلَا ۱۵  
اِهْتَدِ يَتْلُو

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا: جب تک تھپڑی بات کو قبول کیا جائے تم نیکی کا حکم دواور بُرائی سے روکو، اور جب تھپڑی بات کو قبول نہ کیا جائے تو پھر تم اپنی جان کی فکر کرو، اسی طرح حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نیکی کا حکم دیتے رہو اور بُرائی سے روکتے







اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
سب سے افضل جبار یہ ہے کہ ظالم سلطان یا ظالم امیر کے سامنے کھڑے ہو کر کہہ جائے۔ اور حضرت ابن عباس رضی  
اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب ہیں اور وہ شخص جس نے  
ظالم حاکم کے سامنے کھڑے ہو کر اس کو نیکی کا حکم دیا اور برائی سے روکا اور اس کی پاؤں میں اس کو قتل کر دیا گیا یا  
کسی شخص سے محبت کی وجہ سے امر بالمعروف کو ترک نہ کیا جائے | کسی شخص سے دوستی اور

اور نبی عن النکۃ کو ترک نہیں کرنا چاہیے، نہ کسی شخص کے نزدیک قدر و منزلت بڑھانے اور اس سے کوئی نائدہ  
طلب کرنے کے لیے مدافعت اسے جائز اور دنیاوی مفاد کے لیے نبی عن النکۃ کو ترک کرنا چاہیے  
کیونکہ کسی شخص سے دوستی اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے سامنے خیر خواہی کی جائے اور اس کی خیر خواہی یہ  
ہے کہ اس کو آخرت کی فلاح کی ہدایت دی جائے اور اس کو آخرت کے عذاب سے بچایا جائے اور کسی انسان  
کا سچا دوست وہی ہے جو اس کے لیے آخرت کی بھلائی کی سعی کرے، اور اگر وہ فرائض اور عبادات کی دایگی  
میں تقصیر کرے اور ان فرائض کی ادائیگی کا حکم دے اور اگر وہ کسی برائی کا ارتکاب کرے اور تو اس کو بھلائی  
سے روکے۔

امر بالمعروف اور نبی عن النکۃ میں نرمی اور ملائمت کو  
امر بالمعروف میں ملائمت کو اختیار کیا جائے۔ | اگر اختیار کرنا چاہیے تاکہ وہ مؤثر ہو، امام شافعی رحمہ اللہ  
نے فرمایا جس شخص نے اپنے مسلمان بھائی کو تنہائی میں نصیحت کی اس نے خیر خواہی کی اور جس نے کسی شخص کو گروں  
کے سامنے نصیحت کی اور ملائمت کی اس نے اس کو شرمندہ اور رسوا کیا۔

اگر کسی برائی کو اپنے ہاتھوں سے ملنے سے کی ملکی قوانین کو اپنے ہاتھوں میں لینا لازم نہیں آتا تو اس برائی کو  
اپنے ہاتھوں سے مٹا جائے ورنہ زبان سے اس کی اصلاح کی کوشش کی جائے، اور اگر اس پر بھی تادیر نہ ہو  
تو پھر اس برائی کو دل سے ناپسند کرے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ حکام اور اباب اقتدار پر لازم ہے کہ وہ برائی کو اپنے ہاتھوں سے مٹائیں، مثلاً قاتل  
کو قصاص میں قتل کریں اور چور کا اقدہ کاٹیں، زانی کو گوشے لگائیں یا دھم کریں اسی طرح دیگر مدد و اہلیہ جاری کریں۔  
اور علماء پر لازم ہے کہ وہ زبان سے برائی کی مذمت کریں اور امر بالمعروف اور نبی عن النکۃ کا فریضہ انجام دیں،  
اور عوام کو چاہیے کہ وہ ہر برائی کو دل سے بڑا جانیں، لیکن صحیح یہ ہے کہ جس شخص کے سامنے ظلم اور زیادتی ہو تو اس  
کو حسب مقتدرہ مٹانے کی کوشش کرے جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے توہین میں بیان کیا ہے۔

خلوف کا معنی | اس حدیث میں سے انبیاء کے حواریوں کے بدخلوں کے، جو ان کاموں کا حکم دیتے تھے جو خود  
نہیں کرتے تھے اور وہ کام کرتے تھے جن کو وہ کہتے نہیں تھے۔



علامہ لودوی غلوت کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:  
 غلوت غلوت کہ معنی ہے اور غلوت بد میں آنے والے برے لوگوں کو کہتے ہیں اور غلوت بد میں آنے والے اچھے لوگوں کو کہتے ہیں  
 علامہ ابن منظور نے بیان کیا ہے کہ غلوت کی جمع اخلاص اور غلوت کی جمع غلوت آتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ الْإِيمَانَ فِيهِ  
 وَرُجْعَانِ أَهْلِ الْيَمِينِ فِيهِ

اہل ایمان کی ایمان میں ایک دوسرے پر  
 نفیحت اور اہل یمن کی ایمان میں ترجیح

حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے  
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کی طرف اشارہ  
 کر کے فرمایا مگر ایمان اس طرف ہے اور شقلاط  
 اور سگلسی (مدینہ کی شرقی جانب) ربیعہ اور حضرموت  
 جو بکثرت اونٹ پالتے ہیں اور ارمون کی دھون کے  
 پیچھے ہانکتے ہوئے جاتے ہیں۔ اس جگہ شیطان  
 کے درمینگ نکلیں گے۔

۸۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا  
 أَبُو اسْمَاعِيلَ حَدَّثَنَا ابْنُ شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ  
 وَحِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ  
 عَن ابْنِ أَبِي خَالِدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ عَدِيٍّ حَدَّثَنَا  
 حَبِيبُ الْحَارِثِيِّ وَاللَّفْظُ لَنَا حَدَّثَنَا مَعْمَرٌ عَنْ  
 إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ  
 مَسْعُودٍ قَالَ أَمَّا الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 يَمِينُهُ تَحْتَ الْيَمِينِ فَقَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ هَذَا  
 وَإِنَّ الْقِسْمَةَ وَغَلَطَ الْقُلُوبُ فِي الْقَدِيمِ يَدُ  
 أَصْلُ أَذْنَابِ الْإِبِلِ حَيْثُ يَقْدِرُ قَرْنُ  
 الشَّيْطَانِ فِي رُبْعَةٍ وَمَعْمَرٌ

حضرت ابو جریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن کے  
 ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں اور رفقہ  
 اور حکمت دونوں پسند ہیں۔

۹۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الرَّهْطِيُّ حَدَّثَنَا  
 حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا ابْنُ  
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَاءَ  
 أَهْلُ الْيَمِينِ هُجَارٌ أَقْبَعُ الْأَيْمَانِ بَعَابُ  
 الْفَقْهُ يَمَانُ وَالْحِكْمَةُ يَمَانُ

امام مسلم نے ایک اسناد بیان کر کے فرمایا  
 کہ اس سے بھی اسی طرح روایت منقول ہے۔

۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا ابْنُ  
 أَبِي عَدِيٍّ حَدَّثَنَا ابْنُ عَدِيٍّ حَدَّثَنَا  
 رَسْمُ بْنُ يَزِيدَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ مَرْثَدَةَ  
 عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

۱۔ علامہ ریحان بن خروف لودوی متوفی ۷۶۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵۶، مطبوعہ دار محمد صالح المنطالع کراچی، ۱۳۷۵ھ  
 ۲۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افغانی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۹ ص ۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ھ



رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -  
 ۹۲ - وَحَدَّثَنَا ثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرِو بْنِ شَاهِدٍ وَحَسَنُ بْنُ الْخَلَدِ  
 قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرِو بْنِ شَاهِدٍ وَهُوَ ابْنُ إِسْرَافِيلَ بْنِ سَعْدٍ  
 حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ سَالِحٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَنِ أَبِي  
 هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
 وَسَلَّمَ إِنَّ كُفْرَ الْيَمِينِ هُوَ أَضْعَفُ قُلُوبًا وَأَسْفَى  
 أَنْفُذَةً الْفَقِيهِ يَمَانٍ الْعِزَّةُ يَمَانِيَّةٌ  
 ۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى  
 مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ  
 الْكُفْرُ نَعْوَالِ مَشْرِيقٍ وَالْفَخْرُ وَالْخِيَلُ فِي أَهْلِ  
 الْخَيْلِ وَالْيَدِيلُ الْفَتَادِينُ أَهْلُ الْوَبَرِ وَالشَّيْئَةُ  
 فِي أَهْلِ الْغَنَمِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس  
 ال یمن آئے ہیں ان کے دل سب سے زیادہ نرم  
 ہیں اور فقہ اور حکمت میں ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کفر کا گڑھ  
 (دینہ کے) مشرق میں ہے اور فخر اور غرور، گھوڑے  
 اور اونٹ رکھنے والوں میں ہے، اور نعلین اور تھوڑے  
 بکریاں چرانے والوں میں ہے۔

۹۴ - وَحَدَّثَنَا ثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَثَبَاتُ بْنُ  
 حُجْرٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَبِي  
 حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عِنْدَ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ  
 أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْكَفْرُ  
 قَبْلُ الشَّيْءِ وَالشَّيْئَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ وَالْفَخْرُ  
 وَالْوَبَرُ فِي الْفَتَادِينِ أَهْلُ الْخَيْلِ وَالْوَبَرُ  
 ۹۵ - وَحَدَّثَنَا ثَنَا حَرْمَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ  
 وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي بَشِيرٍ قَالَ  
 أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ زَيْدَ  
 قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
 يَقُولُ الْفَخْرُ وَالْخِيَلُ فِي الْفَتَادِينِ أَهْلُ  
 الْوَبَرِ وَالشَّيْئَةُ فِي أَهْلِ الْغَنَمِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان  
 ہے اور کفر (دینہ کے) مشرق میں ہے اور غرور  
 بکریاں چرانے والوں میں اور غرور گھوڑے اور اونٹ  
 رکھنے والوں میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غرور اور  
 بکریاں اونٹ اور گھوڑے رکھنے والوں میں اور غرور  
 بکریاں چرانے والوں میں ہے۔

۹۶ - وَحَدَّثَنَا ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الثَّوَالِ  
 أَخْبَرَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ

امام مسلم نے نہری سے ایسی ہی ایک سند  
 بیان کر کے فرمایا کہ اس سند کے ساتھ روایت میں



الْإِسْتِثْنَاءُ مِثْلَهُ وَرَأَى الْإِيمَانُ بَيَانًا وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ

یہ انصاف بھی سب سے ایمان اور حکمت یعنی ہیں۔

۹۷ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ عَنْ شُعَيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ الْمُسَيَّبِ أَنَّ أَبَاهُ مَرْثَدَةَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَاءَ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمَارًا وَآرَقًا أَفِيدَةً وَأَضْعَفُ قُلُوبًا الْإِيمَانُ بَيَانٌ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ وَالشَّكَاةُ فِي أَهْلِ النَّعَمِ وَالْفَقْرُ وَالْعُسْكُورَةُ فِي الْقَدَّادِينَ أَهْلُ الْوَكْرِ قَبْلَ مَطْلِعِ الشَّمْسِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں ایمان اور حکمت یعنی ہیں اور عاجزی بکریاں چلانے والوں میں ہے اور مروت رکھنے والوں میں ہے حرکت مشرق کی جانب رہتے ہیں۔

۹۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَبْلَ كُوفٍ قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو مَرْثَدَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَفَّ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمَارًا وَآرَقًا أَفِيدَةً الْإِيمَانُ بَيَانٌ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَّةٌ رَأْسُ الْكُفْرِ قَبْلَ الْمَشْرِقِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل یمن کے دل سب سے زیادہ نرم ہیں ایمان اور حکمت یعنی ہیں اور کفر کا گڑھ مشرق کے مشرق میں ہے۔

۹۹ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْتِثْنَاءِ وَلَهُ تَذَكُّرٌ أَسَى الْكُفْرِ قَبْلَ الْمَشْرِقِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اس میں آخری جملہ نہیں ہے۔

۱۰۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو عَیْدٍ - وَحَدَّثَنِي بِكُفْرِ عَنْ حَالٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْتِثْنَاءِ مِثْلَ حَدِيثِ جَرِيرٍ وَرَأَى الْفَقْرَ وَالْعُسْكُورَةَ فِي أَتَحَابِ الْإِيلِ وَالشَّكَاةُ وَالْوَقَارُ فِي أَتَحَابِ الشَّاءِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ اس سند کے ساتھ روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں غرور اور تکبر اونٹ رکھنے والوں میں اور عاجزی اور وقار بکریاں رکھنے والوں میں ہے۔

۱۰۱ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الْحَارِثِ الْأَعْمَشِيُّ عَنْ أَبِي جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ مَوْلَى جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ثقافت اور سنگ دل زمین کے مشرق میں ہے اور ایمان اہل جہان میں ہے۔



يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يُغْلَقُ التَّكْلِيبُ وَالْجَفَاءُ فِي الْعَشِيقِ وَالْإِيمَانِ  
فِي أَهْلِ الْحَبَايِرِ -

یمن کی طرف ایمان کی نسبت کرنے کی توجیہ  
اس طرف ہے۔

علامہ نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:  
بعض علماء نے اس حدیث کو ظاہر پر محمول نہیں کیا، کیونکہ ایمان کا مبدلہ تو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہے  
اور اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات ہیں:

- (۱)۔ یمن سے مراد مکہ ہے کیونکہ مکہ تہام سے ہے اور تہام امتی یمن سے ہے۔
- (۲)۔ یمن سے مراد مکہ اور مدینہ ہے کیونکہ جس وقت نبی خلیہ اللہ علیہ وسلم بمکہ میں تھے اس وقت آپ  
نے یہ ارشاد فرمایا تھا، اس وقت مکہ اور مدینہ آپ کے اور یمن کے درمیان میں تھا تو آپ نے  
یمن کی جانب اشارہ کر کے فرمایا ایمان اس طرف ہے اور اس سے آپ کی مراد مکہ اور مدینہ تھی،  
جیسے کعبہ کے ان دو کونوں کو ارکانِ بیانیہ کہتے ہیں جو یمن کی جانب ہیں۔
- (۳)۔ اہل یمن سے مراد انصار ہیں، کیونکہ وہ اصل میں یمن کے رہنے والے تھے اور چونکہ انھوں نے  
آپ کی نصرت کی تھی، اس لیے آپ نے ایمان کو ان کی طرف منسوب کیا۔
- جسٹ علامہ نے یہ کہا ہے کہ یہ حدیث اپنے ظاہر پر محمول ہے اور یمن کی طرف ایمان کی نسبت کرنے  
سے یہ لازم نہیں آتا کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ایمان نہ ہو، اور یمن والوں سے مراد وہ لوگ  
ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں یمن میں رہتے تھے، قیامت تک کے لوگ مراد نہیں ہیں  
اس حدیث میں ہے شقار اور منگدری قبیلہ ربیعہ اور مضر ہیں۔

اَوْنُطِ پالنے والوں میں سگدلی کی وجہ

جو بہ کثرت اَوْنُطِ پالتے ہیں۔

علامہ ابی یوسف اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:  
اَوْنُطِ کا ذکر اَوْنُطِ کی خصوصیت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ اس سے مراد مال کی کثرت ہے کیونکہ  
لوگوں کو حقیر جاننے اور بکھر کرنے کا سبب مال کی کثرت ہے، اور اَوْنُطِ کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس  
زمانہ میں عرب میں مال کی کثرت کی علامت اَوْنُطِ کی کثرت تھی۔

۱۔ علامہ سبکی بن شرف نووی متوفی ۶۷۹ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۵۲، مطبوعہ نور محمد المصاحف المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ  
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقی ابی یوسف متوفی ۲۴۸ھ، اکمال الکمال المعظم ج ۱ ص ۱۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت







أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي  
صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ  
حَتَّى تُؤْمِرُوا وَلَا تُؤْمَرُوا حَتَّى تَخَابُوا أَوَّلَ مَا أَدُلُّكُمْ عَلَى  
شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمْ شَيْئًا فَتَحَابَّبْتُمْ أَفْشُوا السَّلَامَ  
بَيْنَكُمْ

۱۰۳۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ أَنْبَأَنَا  
جَرِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
وَلَا تَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِرُوا وَلَا تُؤْمَرُوا حَتَّى تَخَابُوا  
أَوَّلَ مَا أَدُلُّكُمْ عَلَى شَيْءٍ إِذَا فَعَلْتُمْ شَيْئًا فَتَحَابَّبْتُمْ  
أَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک ایمان  
نہیں لاؤ جنت میں داخل نہیں ہو گے اور تم اس وقت  
تک ہر دن رکال نہیں ہو گے جب تک آپس میں  
محبت نہیں کرو گے کیا میں تم کو ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ  
جس پر عمل کر کے تم ایک دوسرے سے محبت کر لے  
لو گے، ایک دوسرے کو بہ کثرت سلام کیا کرو۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان فرمائی اور کہا  
یہ حدیث اس سند کے ساتھ کچھ تغیر کے ساتھ منقول  
ہے اس میں یوں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ و قدرت  
میں میری جان ہے، جب تک ایمان نہیں لاؤ گے  
جنت میں داخل نہیں ہو گے، بقیہ حدیث اسی طرح

## مسلمانوں کے درمیان حسن معاشرت کا بیان

وہ افعال جن کی وجہ سے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان  
سے محبت ہو سکتی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وہ اس نے متعدد احادیث میں بیان فرمائے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ ملاقات کے وقت سلام کرنے میں پہل  
کرنا اگر وہ سلام کرے تو اس کے سلام کا جواب دینا، چھینک آنے پر جب وہ الحمد للہ کہے تو یہ جھک اٹھ کر کہنا،  
بیمار ہو تو اس کی عیادت کرنا، اور اس کے بال بچوں کی خبر گیری کرنا، اور مدد و کھانا، موت پر اس کے جنازہ میں شریک  
ہونا، موت کے بعد اس کے حق میں حضرت کا دعا کرنا اگر کوئی مسلمان قسم کھالے تو قسم پوری کرنے میں اس کی مدد کرنا  
ہر حال میں اس کی خیر خواہی چاہنا، اس کی غیر حاضری میں اس کے گھر کی حفاظت کرنا، آپس میں اگر ناجا پاتی ہو جائے تو تین  
دن سے زیادہ سلام و کلام نہ چھوڑنا، کسی نہ باری پر اشتہام لینے کی بجائے معاف کر دینا، جو مسلمان کسی دینی یا دنیاوی  
معاوضہ کا علم نہ رکھتا ہو اس کو نہ علم سکھانا، چھوڑوں پر شفقت اور رشوں کی تعلیم کرنا، اپنی ذات سے کسی مسلمان کو ضرر اور  
تکلیف نہ پہنچنے دینا، ہر مسلمان سے عاجزی اور انکساری سے پیش آنا، ہر مسلمان سے سکراتے ہوئے خوشگوار  
حال میں ملنا، سچ بولے، وعدہ وفا کرے، امانت ادا کرے، اپنے لیے جو پسند کرے وہی اپنے مسلمان بھائی  
کے لیے پسند کرے، اگر وہ مسلمان آپس میں ناراض ہوں تو ان کی صلح کرادے، کسی مسلمان کی غیبت کرے نہ چٹائی کھائے  
نہ اس پر افتراء باندھے نہ اس کے بھائی سے ہی بدگمانی کرے، نہ اس کے شخصی احوال کی کھوج میں لگا ہے۔ اگر کسی مسلمان کے  
عیب پر مطلع ہو جائے تو اس کی پردہ پوشی کرے، بیماری انگ دینی یا کسی بھی ضرورت کے موقع پر اس کی مدد  
کرے، مسلمان سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ کسی مسلمان کو دشوار کام کے لیے نہ کہے بلکہ دشوار کاموں میں اس کی  
مدد کرے، اس سلسلہ میں اپنی جان اور مال سے دریغ نہ کرے، مال سے خدمت کرنے کے تین مراتب ہیں،



اول یہ کہ ایک مسلمان کو اپنے نوکر کے مرتبہ میں رکھے، اور اس کی ضرورت کے وقت اس کے سوال سے پہلے اپنا ہجرا مال اس کو دے دے اور یہ اوقاف و دہب ہے، دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کو اپنی ذات کے مرتبہ میں رکھے اور اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت سمجھے اور اسے مال کو اس میں شریک رکھے، تیسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس کی ضرورت کو اپنی ضرورت پر مقدم رکھے، اور اپنے آپ پر اس کو ترجیح دے، اس طرح ایجا ذات سے بھی ایجا میں مراتب سے اس کی مذکور ہے۔

### دین خوب خواہی ہے

### بَابُ بَيَانِ أَنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ

حضرت قسیم واری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دین غیر خواہی رکھا نام ہے، ہم نے عرض کیا حضور کس کی غیر خواہی کریں، آپ نے فرمایا، اللہ کی، کتاب اللہ کی، رسول اللہ کی، اللہ مسلمانوں کی اور عام مسلمانوں کی۔

۱۰۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَدَاةٍ الْبَكْرِيُّ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ قُلْتُ لِسُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَاحِدٍ قَتَادَةَ عَنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِيكَ قَالَ وَرَجَعْتُ أَنَّ قُسَيْطَ بْنَ رَجَلٍ قَالَ فَقَالَ مِيعَةُ بْنُ أَبِي الدَّاهِي سَمِعَهُ مِنْ أَبِي كَانَ صَدِيقًا لَهُ يَا لِمَنَامٍ لَوْ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ سُهَيْلٍ عَنْ عَطَاءٍ بْنِ يَسْرِيدَ عَنْ قُسَيْمٍ الْوَارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدِّينَ النَّصِيحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ وَلِلْمُسْلِمِينَ وَعَاقِبَتُهُمْ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۱۰۵۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا ابْنُ قَهْدَرٍ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ عَطَاءٍ بْنِ رَجَلٍ عَنْ يَزِيدَ الْكَلْبِيِّ عَنْ قُسَيْمٍ الْوَارِيِّ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

امام مسلم نے تیسری سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی حضرت قسیم واری سے یہ حدیث مروی ہے۔

۱۰۶۔ وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ مِسْطَائِمٍ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ يَعْقِبٍ ابْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ هَرْثَمَةَ عَنْ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ سَمِيْعَةَ وَهُوَ يَحْدِثُ أَبَا رَجَلٍ عَنْ قُسَيْمٍ الْوَارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے، زکوٰۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ غیر خواہی کرنے پر بیعت کی ہے۔

۱۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَيْبَةَ وَأَبُو سَامَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَلْبَسٍ عَنْ جَدِّهِ قَالَ بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ وَالنَّصْرِ بِكُلِّ مُسْلِمٍ



۱۰۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ ثُمَيْلٍ قَالُوا حَدَّثَنَا عَنْ نَافِعِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ سَمِعَ عَنْ جَرِيرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى التَّضَرُّعِ بِكُلِّ مَسْلُوكٍ۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

۱۰۹۔ حَدَّثَنَا سُورِيُّ بْنُ يُوْنُسَ وَيَعْقُوبُ بْنُ الدَّوْمَرِيِّ قَالَا حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ سَيِّدِ بْنِ السُّعَيْبِ عَنْ جَرِيرٍ قَالَ بَايَعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى التَّضَرُّعِ وَالْقَطَاعَةِ فَلَقِّنَنِي فِيهِمَا اسْتَطَعْتُ وَالْمُضَرَّحَ بِكُلِّ مَسْلُوكٍ۔

حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کاموں کے کرنے کی بیعت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم دل سے سنا، ہر حکم پر عمل کرنا، مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان تمام چیزوں پر بقدر استطاعت عمل کرنے کی تلقین فرمائی۔

اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی کی تفصیل | اللہ تعالیٰ کی خیر خواہی کا مطلب ہے

اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی تمام صفات پر ایمان لانا اس کے تمام احکامات پر عمل کرنا اور وہ حقیقت پر اپنے آپ سے خیر خواہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کسی خیر خواہی سے مستغنی ہے اور تمنا باللہ سے خیر خواہی کا مطلب ہے کہ اس پر ایمان لائے، اس کی تعظیم کرے، اس کی کلمات کرے، اس کی آیات میں تدبر کرے اور اس کے مقتضی پر عمل کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر خواہی کا مطلب ہے آپ کی ہمت پر ایمان لائے آپ کی وحی ہوتی خبروں کی تصدیق اور آپ کے دیے ہوئے احکام پر عمل کرے، آپ کی تعظیم و توقیر کرے۔ آپ کے دوستوں سے محبت اور آپ کے دشمنوں سے عداوت رکھے، ائمہ مسلمین سے مراد اگر حکام ہیں تو اس کا مطلب ہے یہی میں ان کی اطاعت کرے، ان کے خلاف بغاوت نہ کرے اور اگر مجتہدین یا اصحاب فقاہین علماء دین ہیں تو مطلب یہ ہے کہ ان کی تقلید کرے اور ان کے فتوؤں پر عمل کرے اور عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ دنیا و دماء آخرت میں ان کی خیر کی طرف رہنمائی کرے، ان کی مصیبت اور تکلیف کو دور کرے۔ ان کے محبوب کی پروردہ پریشانی کرے، ان کی جان و مال اور عزت کی حفاظت کرے اور ان کو فائدہ پہنچائے۔

بَابُ بَيَانِ نَقْصَانِ الْإِيمَانِ بِالْمَعَاصِي وَتَقْيِهِ عَنِ الْمُتَكَلِّفِ بِالْمَعْصِيَةِ عَلَى إِمْرَادٍ تَقْيٍ كَمَالِهِ



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر شخص ایمان کی حالت میں زنا نہیں کرتا، نہ کوئی شخص ایمان کی حالت میں چوری کرتا ہے اور نہ کوئی شخص ایمان کی حالت میں شراب پیتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اس میں یہ اضافہ بھی کرتے تھے کہ نہ کوئی شخص حالت ایمان میں کسی عمدہ چیز کو برسرعام لوٹ کے سامنے لٹاتا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا اس سند کے ساتھ روایت میں کوئی ہولنا چیز کی تلمیح کا ذکر نہیں ہے اور ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس روایت میں سے کوئی کلمہ ہی نہیں ہے۔

امام مسلم ایک اور سند بیان کر کے فرماتے ہیں: اس روایت میں کوئی کلمہ ہی نہیں ہے۔

۱۱۰۔ حَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَحْيَى الْقَحِيْبِيُّ أَبَا ذَرٍّ وَهَبٌ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شَهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَشُعَيْبَ بْنَ الْمُسَيَّبِ يَقُولَانِ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزِي فِي الزَّانِي حِينَ يَزِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الشَّارِبُ حِينَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ قَالَ أَبُو شَهَابٍ فَأَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يَحَدِّثُ هَذِهِ لَأَبِي عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ثُمَّ يَقُولُ وَكَانَ أَبُو هُرَيْرَةَ يَدْحَقُ مَعَهُمْ وَلَا يَنْتَقِبُ نَهْبَةً ذَاتَ شَرَفٍ يَرُدُّهَا إِلَى اللَّهِ فِيهَا أَبْصَارٌ لَهُمْ حِينَ يَنْتَقِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ -

۱۱۱۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ ابْنُ اللَّيْثِ بْنُ سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُثَيْلُ بْنُ حَالِدٍ قَالَ قَالَ أَبُو شَهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنُ الْحَاوِثِ بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ قَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزِي فِي الزَّانِي دَأْبُ النَّفْسِ يَمْثِلُ يَذْكُرُ مَعْرُذَةَ النَّفْسِ وَلَمْ يَذْكُرْ ذَاتَ شَرَفٍ قَالَ وَ قَالَ أَبُو شَهَابٍ حَدَّثَنِي سَعِيدُ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِحَدِيثِ أَبِي بَكْرٍ هَذَا إِلَّا ذِكْرَ النَّفْسِ -

۱۱۲۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ مَهْمَانَ الزَّائِنِيُّ قَالَ أَخْبَرَنَا عُبَيْدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ حَدَّثَنَا الْأَوْثَمُ بْنُ أَبِي الرَّهَرِيِّ عَنْ ابْنِ الْمُسَيَّبِ وَآبِي



سَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْجَاهِلِيَّةِ  
بْنِ هِشَامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالسَّلَامُ بِمِثْلِ حَدِيثِ عَقِيلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ  
أَبِي بَكْرٍ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَدْ رَوَى  
الْجُمُعَةُ وَلَمْ يَحْدِثْ ذَلِكَ شَرِيفٌ -

۱۱۳- وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَوَانِيُّ قَالَ  
حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا هَذَا الْعَرَفِيُّ  
بْنُ الْمُطَّلِبِ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ  
يَسَارٍ عَمَّا يَرْوَاهُ مَيْمُونَةُ وَحَمِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي  
هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

۱۱۴- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ يَعْنَى النَّدَّاءُ وَرَوَى عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

۱۱۵- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ  
الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ  
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُّ  
هُوَ لَا يَمِثُّ بِمِثْلِ حَدِيثِ الزُّهْرِيِّ غَيْرَ أَنَّ الْعَلَاءَ  
وَصَفْوَانَ بَنِي سُلَيْمٍ لَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا يَرْوَاهُ  
النَّاسُ إِلَيْهِ فِيهَا أَبْصَارُهُمْ وَفِي حَدِيثِ هَمَّامٍ  
يَرْوَاهُ إِلَيْهِ الْمُؤْمِنُونَ أَعْيَنُهُمْ فِيهَا وَهُوَ  
حِينَ يَنْتَهِيهَا وَهُوَ مِنْ قَوْمٍ لَا يَفْلُحُ  
أَحَدُكُمْ حِينَ يَفْلُحُ وَهُوَ مِنْ قَوْمٍ لَا يَأْكُلُ  
وَأَيُّكُمْ -

۱۱۶- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَمَشِ قَالَ نَا بَنِي  
أَبِي عَدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ ذَكْوَانَ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ  
سَلَّمَ قَالَ لَا يَزِي فِي الزَّانِي حِينَ يَزِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ  
وَلَا يَسْرِقُ الشَّارِقُ حِينَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی ہے یہ روایت  
بھی حضرت ابو ہریرہ پر ختم ہوئی۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی ہے یہ روایت  
بھی حضرت ابو ہریرہ پر ختم ہوئی ہے (بظاہر مقصد یہ  
ہے کہ یہ روایت ان دو سندوں سے بھی ثابت ہے)

امام مسلم ایک سند بیان کر کے فرماتے ہیں  
صفوان کی روایت میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ وہ شخص لوگوں  
کے سامنے لوٹے اور جہام کی روایت میں ہے کہ  
لوگوں کے سامنے لوٹے اور یہ اضافہ بھی ہے کہ  
کرتی شخص حالت ایمان میں کسی کے مال میں خیانت  
نہیں کرتا لہذا تم ان تمام کاموں سے احتراز کرو۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی شخص حالت  
ایمان میں نہ نسا نہیں کرتا اور نہ کوئی شخص حالت ایمان  
میں چوری کرتا ہے اور نہ کوئی شخص حالت ایمان  
میں شراب پیتا ہے لیکن ان افعال کے باوجود



تو یہ کہ گنجائش رہتی ہے۔

وَلَا يَشْرِبُ الْخَمْرَ حِينَ يَشْرِبُهَا وَهُوَ مُوَدِّعٌ  
وَالشُّرْبَةُ مَعْرُوضَةٌ بَعْدُ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا  
اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مروی ہے۔

۱۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ حَدَّثَنَا سَفِيَّانُ بْنُ الْأَعْمَشِ  
عَنْ ذَكْوَانَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ لَا يَذْنِبُ  
الرَّافِي حِينَ يَذْنِبُ ثُمَّ ذَكَرَ بِسَبْعِ خَلْفَةٍ

### حدیث الباب کی تشریح

اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان حرام افعال کے ارتکاب کے وقت شخص  
قطعا مومن نہیں ہوتا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان حرام افعال کے ارتکاب کے  
وقت اس میں نور ایمان نہیں ہوتا یا اس میں ایمان کامل نہیں ہوتا البتہ اگر کوئی شخص ان افعال کو حلال سمجھ کر کرے تو وہ  
کافر مہرجانے گا، اور اس میں بالکل ایمان نہیں رہے گا یا اگر ان کاموں کو معمولی سمجھے یا حرامت شریعی کی توجہ نہ کرے  
تو اسے یہ کام کرے تب بھی وہ ایمان کا کافر ہو جائے گا لیکن یہ نیت مسلمان کے حال سے بہت بعید ہے۔  
تادمی حواض فرماتے ہیں کہ یہ حدیث تہم قسم کے مختاروں کو شامل ہے، اس کی تفصیل یہ ہے کہ تمام افعال  
شہادۃ کو شامل ہے، پروردگار میں رغبت اور حرام کی حرص کو شامل ہے، شراب پینا ان تمام کاموں کو شامل ہے،  
جو اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل کرتے ہیں اور لوگ مار، حقوقی العباد کی رعایت نہ کرنے کی تمام صورتوں کو شامل ہے۔

### منافق کی صفات کا بیان

### بَابُ بَيَانِ خِصَالِ الْمُنَافِقِ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص  
میں چار عافیتیں ہوں گی وہ خالص منافق ہوگا، اور جس شخص  
میں ان چار عافیتوں میں سے کوئی ایک عافیت ہوگی اس  
میں اتفاق کی ایک عافیت ہوگی، جب تک کہ وہ اس  
عادت کو نہ چھوڑے۔ ایک یہ کہ جب بات کرے تو  
چھوڑے بولے، دوسری یہ کہ جب کوئی عہد کرے  
تو اس کی عادات دہری کرے، تیسری یہ کہ جب کوئی  
وعدہ کرے تو اس کو پورا نہ کرے اور چوتھی یہ کہ جب  
کسی سے جھگڑا ہو تو بدکلامی کرے۔ امام مسلم فرماتے ہیں  
کہ سفیان بن اسود کے ساتھ جو روایت ہے اس میں یہاں  
ہے کہ جس شخص میں ان میں سے کوئی عافیت ہوگی اس میں  
تفاتی کی عافیت ہوگی۔

۱۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو تَوَكُّمٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا  
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ لُؤْلُؤٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو  
قَالَةَ الْأَعْمَشُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ  
نَافِعٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ حَدَّثَنَا سَفِيَّانُ بْنُ الْأَعْمَشِ عَنْ  
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ قُسَيْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْثَدَةَ  
عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ أَنَّكُمْ  
أَرَبْتُمْ مَنْ كُنْتُمْ فِيهِ كَانَتْ مَنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ  
كَانَتْ فِيهِ خَلَّةٌ فَتَمَّتْ كَانَتْ فِيهِ خَلَّةٌ  
مَنْ تَفَاقَ حَتَّى يَدَّعِيَهَا إِذَا  
حَدَّثَ كَذِبًا وَإِذَا عَاهَدَ فَكَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ  
أَخْلَفَ وَإِذَا خَلَعَهُمْ وَجَعَلُوا فِي حَدِيثِ  
سَفِيَّانَ وَرَأَى كَانَتْ فِيهِ خَلَّةٌ فَتَمَّتْ  
كَانَتْ فِيهِ خَلَّةٌ وَمَنْ تَفَاقَ



حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو اس کے خلاف کرے اور اگر اس کے پاس امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا کہ اس سند کے ساتھ دعایت میں یہ اضافہ ہے منافق کی تین نشانیاں ہیں اگرچہ وہ نماز پڑھتا ہو، اور روزہ رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی جو ابوہریرہ پر ختم ہوئی ہے اس میں بھی یہ اضافہ ہے اگرچہ وہ نماز پڑھے، روزہ رکھے اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھے۔

۱۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَفَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَالْفُطَيْحِيُّ قَالَ أَخْبَدْتُ كُنَّا إِتْمَاعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَهْلٍ تَابِعُ بْنُ مَالِكٍ عَنْ أَبِي عَمْرِو عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اتَّخَذَ خَلَفَ.

۱۲۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي مَرْيَمَةَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحَرْثِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ عَلَامَاتِ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ وَإِذَا اتَّخَذَ خَلَفَ.

۱۲۱۔ حَدَّثَنَا عُمَةُ بْنُ مَرْثُومٍ الْعُتَيْبِيُّ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ قَيْسٍ أَبُو زَكِيَّةٍ قَالَ سَمِعْتُ الْعَلَاءَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَقُولُ يَهْدِي هَذَا الشَّارِدَ وَقَالَ آيَةُ الْمُنَافِقِ ثَلَاثٌ وَإِنْ صَامَ وَصَلَّى وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ.

۱۲۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو نَصْرٍ التَّمَّارُ وَعَبْدُ الْأَعْلَى ابْنُ حَتَّاءٍ قَالَا حَدَّثَنَا حَبِيبُ بْنُ سَكَنَةَ عَنْ دَاوُدَ ابْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَعْشِلُ حَدِيثُ يَحْيَى ابْنِ مُحَمَّدٍ عَنِ الْعَلَاءِ وَكَرْفِيزَةَ وَابْنُ صَامٍ وَهَاتِي وَزَعَمَ أَنَّهُ مُسْلِمٌ.

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

تین خصلتوں میں منافق کی علامتوں کے انحصار کی وجہ سے منافق کی علامتوں کو تین میں منحصر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ثواب اور عذاب کا ملازمین چیزوں پر ہے، نیت، قول اور فعل، اور منافق میں یہ تینوں چیزیں فاسد ہیں، نیت کا فساد اس میں ہے کہ جب منافق وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے، کیونکہ وعدہ کی خلاف ورزی اس وقت قابل مذمت ہے جب وعدہ کرتے ہی دل میں اس کے خلاف کرنے کی نیت کر لے، لیکن عیب وعدہ کرنے ہی اس کے پرکار کرنے کا عزم ہو، پھر کوئی مانع پیش آجائے یا کسی اور سبب سے اس کی راستے بدل جائے تو یہ



صفت نفاق نہیں ہے، کیونکہ طہرائی کی سادیت میں اس طرح ہے:

اذا دعدا دھو وحداث نفسه انه يخلع۔۔۔ وہ کہتے وقت اس کے دل میں یہ تھا کہ وہ اس کے خلاف کرے گا۔  
 علماء نے بیان کیا ہے کہ جب کوئی انسان وعدہ کرے تو مستحب یہ ہے کہ اس کو پورا کرے۔ اور وعدہ کو پورا نہ کرنا مکروہ تفسیر میں ہے، اور مستحب یہ ہے کہ جب وعدہ کرے تو اس کے ساتھ "ان شاء اللہ" کہہ لے تاکہ وعدہ پورا نہ کرنے کی صورت میں صورت کذب کا ترکیب نہ ہو اور جب کسی شخص کو معاویہ بنے کی دھمکی دی ہو، اور دھمکی پورا کرنے میں کوئی خرابی نہ ہو تو اس دھمکی کو پورا نہ کرنا افضل ہے اور قول کا نفاذ یہ ہے کہ جب منافق بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اور فعل کا نفاذ یہ ہے کہ منافق کبے پاس جب امانت رکھوائی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ منافق کی نیت قول اور فعل میں نفاذ ہوتا ہے۔

**ان تین خصلتوں کے منافقوں کی علامت ہونے کی وجہ** | جن تین چیزوں کو اس حدیث میں منافق کی علامتیں

قرار دی گئی ہیں، باادق اس مسلمان میں بھی پائی جاتی ہیں جو دل اور زبان سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتا ہے، حالانکہ اس پر اجماع ہے کہ اس پر کفر کا حکم لگایا جائے گا نہ نفاق کا، اس وجہ سے علماء نے اس حدیث کی حسب ذیل توجیہات کی ہیں:-

(۱)۔ یہ تین خصلتیں نفاق کی خصلتیں ہیں اور جس شخص میں تین خصلتیں ہوں گی وہ منافق کے مشابہ ہوگا، اور ان کے اوصاف سے متصف ہوگا، کیونکہ نفاق باطن کے خلاف ظاہر کرنے کے کہتے ہیں اور ان تین خصلتوں میں باطن کے خلاف اظہار ہوتا ہے۔

(۲)۔ جس شخص میں اکثر و بیشتر یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافق ہوگا اور جس شخص میں کبھی یہ خصلتیں پائی جائیں وہ منافق نہیں ہوگا۔

(۳)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان خصلتوں کو ہمیشہ کرنے اور عادت بنانے سے ڈرانے کے لیے یہ فرمایا ہے کہ یہ منافق کی علامات ہیں، جس طرح حدیث میں ہے:

التاجر فاجر و اکثر من افق امتی۔۔۔ تاجر جھوٹ بولنے والا ہے اور میری امت کے اکثر قاری منافق ہیں۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ تمام تاجر جھوٹ بولتے ہیں اور اکثر قاری دکھاوے کے لیے قرآن مجید پڑھتے ہیں، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تحذیراً یہ ارشاد فرمایا ہے

(۴)۔ نفاق کی دو قسمیں ہیں نفاق اعتقادی یعنی انسان کے دل میں کفر ہو اور زبان سے ایمان کا اظہار کرے، اور نفاق عملی یعنی علم و عمل میں اس کا بن دین کی حفاظت نہ کرے اور لوگوں کے سامنے اس کا بن دین پابندی کا ادا کرے، یہ کم درجہ کا نفاق ہے۔ اور اس حدیث میں اس قسم کا نفاق مراد ہے۔

(۵)۔ یہ حدیث ایک خاص منافق کے متعلق ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صراحتہ یہ نہیں فرماتے تھے کہ فلاں شخص منافق ہے بلکہ اشارہ اور کنایہ سے فرماتے تھے، اسی طرح یہاں جس اس منافق کا ذکر اس میں پائی جانے والی علامتوں کے ساتھ فرمایا۔



۱۷۔ اس سے مراد عہد رسالت کے وہ منافقین ہیں کہ جب وہ یہ کہتے کہ ہم ایمان لائے تو جھوٹ بولتے، ان کے پاس دین امانت رکھا جاتا تو وہ اس میں خیانت کرتے اور دین کی نفرت کا وعدہ کرتے اور اس کے خلاف رہے۔ سید بن جبیر کو اس حدیث میں اشکال ہوا، انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اسی حدیث کے متعلق پوچھا، انھوں نے کہا ہم کو بھی اس حدیث میں اشکال ہوا تھا جب ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فقہار اس حدیث سے کیا تعلق ہے، میں نے اس حدیث میں منافقین کی نشانیاں بیان کی ہیں میں نے جو یہ کہا ہے کہ جب وہ بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے اس سے مراد یہ ہے:

اذا جاءك المنافقون قالوا نشهد انك لرسول الله و الله يعلم انك لرسوله و الله يشهد ان المنافقين لكاذبون۔

رنا فقیہین (۱)

آپ نے فرمایا: بتاؤ کیا تم اس طرح ہو؟ ہم نے کہا نہیں! فرمایا پھر کوئی حجت نہیں تم اس سے بری ہو اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ جب وہ وعدہ کرتا ہے تو اس کے خلاف کرتا ہے تو اس سے مراد یہ ہے:

اور ان میں سے بعض وہ ہیں جنھوں نے اللہ سے عہد کیا تھا کہ اگر اللہ ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور صدقہ کریں گے، اور ہم ضرور نیکو کاروں میں سے ہو جائیں گے، تو جب اللہ نے ان کو اپنے فضل سے دے دیا تو وہ اس میں بخل کرنے لگے اور بدگروائی کرتے ہوئے پلٹ گئے تو اس کے نتیجہ میں اللہ نے ان سے روز ملاقات تک ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا، کیونکہ انھوں نے اللہ سے اپنے وعدہ میں خلا ورزی کی اور اس لیے کہ وہ جھوٹ بولتے تھے۔

ومنہم من عہد اللہ لئن ائتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحین۔ فلما ائتہم من فضله بخلوا بہ و قولوا وہم معرضون۔ فاعقبہم نفاقا فی قلوبہم الی یوم یدقرون بما اخلتوا اللہ ما وعدوا و بما كانوا یکذبون۔

(توبہ ۱۷۵ تا ۱۷۷)

آپ نے فرمایا: بتاؤ کیا تم اس طرح ہو؟ ہم نے کہا نہیں! آپ نے فرمایا پھر کوئی حجت نہیں تم اس سے بری ہو اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ جب اس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے تو وہ اس میں خیانت کرتا ہے، اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی اس امانت میں خیانت ہے:

انا عرضنا الامانة علی السموات والارض والجبالی فابین ان یرحمنا و ان یشفقن۔

مصر: نزلت نے کہا یہ مہلتیہ کا معنی ہے یہ سبھنا، لسان العرب ج ۱ ص ۱۱۵، تاج المومنین ج ۲ ص ۲۸۸

تفسیر مبارک میں بھی اسی طرح ہے اور اس حدیث سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے اس آیت کے ترجمہ میں اکثر علماء نے غور نہیں کیا۔



منہا وحملہا الا فسان \* ان کان ظلمت  
جہولاً ۵

اس امانت میں خیانت سے انکار کیا اور خیانت  
کرنے سے ڈرے اور انسان نے اس امانت  
میں خیانت کی، بے شک وہ بہت ظالم اور بڑا جاہل تھا۔  
ہر انسان کے پاس اس کا دین بہ طور امانت رکھا گیا ہے مسلمان پھیرے اور ظاہر غسل جانتا ہے نماز  
پڑھتا ہے اور روزہ رکھتا ہے اور منافی صرف لوگوں کے سامنے احکام شریعہ کی اطاعت کرتا ہے،  
آپ نے فرمایا کیا تم لوگ اس طرح ہو با ہم نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا پھر تم اس سے بری ہو۔  
(۸) حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ منافی صرف عہد رسالت میں تھے، اب صرف اسلام ہے یا کفر ہے  
اور جو شخص دل میں کفر رکھے اور ظاہر اسلام کرے، وہ بظاہر مسلمان ہے اور حقیقت میں کافر ہے،  
خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جو علامتیں بیان کی گئی ہیں وہ عہد رسالت کے منافقین کے ساتھ مخصوص ہیں۔  
(۹) اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ جس شخص میں یہ صفات ہوں وہ منافقین کی صفات کے ساتھ مشابہ ہے۔  
(۱۰) اس حدیث میں نفاق کلمہ مراد ہے، کیونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت خلیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا  
تھا کیا تمہارے علم میں میرے اندر کوئی نفاق ہے؟

(۱۱) النفاق میں الف لام اگر جلس کا ہو تو پھر اس سے حقیقت نفاق مراد نہیں ہے، بلکہ یہ طور تمثیل اور تشبیہ  
منافی کا اطلاق ہے، اور اگر اس میں الف لام عہد کا ہو تو کوئی خاص منافی مراد ہے یا رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے منافقین مراد ہیں۔  
بعض روایات میں منافق کی پار علامات بیان کی گئی ہیں لیکن یہ روایات اس حدیث کے معارض نہیں  
ہیں، کیونکہ نفاق کی متعدد علامات تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی موقع پر تین علامتیں  
بیان فرمائی ہیں اور کسی موقع پر چار، اور ضرر کہیں نہیں فرمایا۔ ۱۵

مسلمان کو کافر کہنے والے کا حکم

بَابُ بَيَانِ حَالِ اِيْمَانٍ مَنْ قَالَ اِيْحِيَهْ

الْمُسْلِمِ يَا كَافِرًا

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب  
کوئی شخص اپنے (دینی) بھائی کو کافر کہتا ہے  
تو دونوں میں سے کسی ایک شخص کی طرف کفر ضرور رہتا ہے۔  
حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص  
نے اپنے کسی (دینی) بھائی سے کہا اے کافر تو

۱۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ  
ابْنُ دِينَارٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ شَيْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ  
ابْنُ شُعْبَةَ عَنْ قَاصِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَقِيَ الرَّجُلَ الْكَافِرَ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدَهُمَا  
۱۲۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَيَحْيَى  
بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَكُثَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا  
عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا

۱۵۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد بن عیسیٰ حنفی متوفی ۸۵۵ھ حوالہ القاری ج ۱ ص ۲۲۲-۲۲۱، مختصراً ووضوحاً مطبوعہ دارۃ الطباعة النورية بمصر ۱۳۲۸ھ



إِنَّمَا أَمْرِي قَالَ لَا رَيْبَ بِيَا كَاذِبٌ فَقَدْ بَايَعْتُمَا أَحَدَهُمَا  
إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَالْآخَرُ جَعَلْتُ عَلَيْهِ -

۱۲۵۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ  
الْقُدَّامِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا أَبِي حَدَّثَنَا حُسَيْنُ  
الْمَعْلُومِيُّ عَنْ ابْنِ بَرِيدَةَ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَعْمَرَ أَنَّ أَبَا  
الْأَسودِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّ سَمْعَةَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَيْسَ مِنْ تَجَلَّى إِذْ غِي  
لَغَيْرِ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُهُ إِلَّا كُفْرًا وَمَنْ إِذْ غِي مَا لَيْسَ  
لَهُ فَكَيْسَ مِمَّا وَلِيَ تَبَوُّؤَ صَفْعَدَةَ مِنَ الْبَارِ وَمَنْ  
كَفَرَ رَجُلًا بِأَنَّهُ كُفِرَ أَوْ قَالَ عَدُوًّا لِلَّهِ وَلَيْسَ  
كَذَلِكَ إِلَّا عَادَ عَلَيْهِ -

کفر دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا اگر  
وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تو شک ہے ورنہ کفر  
کہنے والے کی طرف لوٹ اُسے گا۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے علم  
کے باوجود اپنے نسب کے خلاف کسی اور سے  
نسب قائم کیا اس نے کفر کیا اور جس شخص نے  
دوسرے کی چیز پر دعویٰ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے  
وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے، اور جس نے کسی شخص کو کافر  
یا دشمن خدا کہہ کر پکارا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کفر  
اس کی طرف لوٹ اُسے گا۔

### مسلمان کو کافر کہنے والے کی تکفیر کی توضیحات

علامہ بیہقی بن شرف نوری لکھتے ہیں:  
بعض علماء نے اس حدیث کو مشکل احادیث میں  
شمار کیا ہے کیونکہ اس حدیث کا ظاہر معنی مراد نہیں ہے اس لیے اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ قتل، زنا اور  
اسی طرح دوسرے کبیرہ گناہوں کی وجہ سے مسلمان کی تکفیر نہیں کی جاتی، اسی طرح اگر کوئی شخص اپنے مسلمان  
بھائی کو "اے کافر" کہے ور آں حالیکہ اس کا یہ اعتقاد نہ ہو کہ دین اسلام باطل ہے تو اس کی تکفیر نہیں کی  
جائے گی اس وجہ سے اس حدیث کی حسب ذیل توضیحات کی گئی ہیں:

- (۱) جو شخص جائز اور حلال سمجھے کہ کسی مسلمان کو اسے کافر کہے وہ کافر ہو جائے گا۔
- (۲) جو شخص مسلمانوں کو بہ کثرت کافر کہے گا اس کی شامت سے وہ خود مال کار کافر ہو جائے گا۔
- (۳) جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہہ رہا ہے وہ درحقیقت خود کو کافر کہہ رہا ہے کیونکہ جس کو کافر کہہ رہا  
ہے اس کے عقائد اسی کی مثل ہیں اور وہ اسی کی طرح مسلمان ہے۔
- (۴) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے گا تو اس کی تکفیر کا گناہ اس کی طرف لوٹے گا۔
- (۵) اگر کسی شخص نے مسلمان کو بطور سب و شتم کافر کہا تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اگر مسلمان کو اس کے اسلامی عقائد  
کی وجہ سے کافر کہا تو پھر یہ کفر اس کی طرف لوٹ جائے گا۔
- (۶) قاضی عیاضی نے امام مالک بن انس سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث خوارج پر محمول ہے جو مسلمانوں کی تکفیر  
کرتے تھے، لیکن تحقیق یہ ہے کہ باقی ال بدعت کی طرح خوارج کی تکفیر نہیں کی جاتی۔



علامہ تفتازانی لکھتے ہیں:

مبتدعین اہل قبلہ کی تکفیر کے متعلق متکلمین کا نظریہ

متکلمین کا ایک قول ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، اور ان کا دوسرا قول ہے کہ قرآن مجید کو مخلوق کہنا، روایت باری تعالیٰ کو محال کہنا، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو مستب کرنا یا لعنت کرنا کفر ہے، ان دونوں قولوں میں تطبیق مشکل ہے۔

والجہم بین قولہم لا یکفر احد من اهل القبلة وقولہم یکفر من قال بخلق القرآن واستحالة الرویة اوسب النشیزین اولعنہما وامثال ذلك مشکلی

علامہ عبدالعزیز پرماروی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کے تین جواب دیے گئے ہیں:

(۱) تکفیر کرنا شیخ اشعری اور ان کے موافق متکلمین کا مذہب ہے، متقی (منتقی ۹) میں امام اعظم سے بھی یہی مذہب مروی ہے، اور تکفیر کرنا فقہاء کا مذہب ہے لہذا دونوں قولوں کے قائل الگ الگ ہیں۔  
(۲) کتاب و سنت کے دلائل قطعیہ اور اجماع سلف کی اس پر دلالت ہے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور روایت باری واقع ہے، اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو مشرف عظیم حاصل ہے، سو جو شخص ان امور کا انکار کرے اس کو اہل قبلہ میں سے شمار نہیں کیا جائے گا۔

(۳) جن علماء نے تکفیر کی ہے وہ تہدید اور تقلید پر مجبور ہیں اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے۔

فامثل سیانکونی اس بحث میں لکھتے ہیں:

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی شیخ اشعری نے بیان کیا ہے اور اکثر فقہاء نے اس کی موافقت کی ہے، متقی (منتقی ۹) میں امام ابوحنیفہ سے بھی یہی مروی ہے، اور دوسرے فقہاء نے اس قاعدہ کی موافقت نہیں کی اور انھوں نے کہا کہ ہم شیعوں اور معتزلوں کی تکفیر کرتے ہیں چونکہ دونوں قولوں کا قائل ایک نہیں ہے، اس لیے ان میں تطبیق کی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ ابن ہمام اس بحث میں لکھتے ہیں:

واعلم ان الحكم بکفر من ذکرنا من اهل الاهواء مع ما ثبت عن ابی حنیفة والنشافی

۱۔ علامہ سعد الدین سہروردی عمر تفتازانی متوفی ۷۹۱ھ، شرح عقائد نسفی ص ۱۲۲، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی

۲۔ مولانا عبدالعزیز پرماروی، خبر اس ۵۷۲، مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور ۱۳۹۷ھ

۳۔ مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی متوفی ۱۰۶۷ھ، حاشیہ علی حکیم علی انجیال ص ۳۴۳، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ، ۱۳۹۷ھ



رحمہما اللہ من عدم تکفیر اہل القبیلۃ من  
المبتدعۃ کلہم عملہ ان ذلک المعتقد  
نفسہ کفر قال قائل بہ قائل بما ہو کفر وان  
لہ یکفر بناء علی کون قولہ ذلک عن استفراغ  
وسعہ مجتہدا فی طلب الحق لکن جز مہم  
ببطلان الصلاۃ خلفہ لا یصح هذا الجمع  
اللہم الا ان یراد بعدم الجواز خلفہ عدم  
الحل ای عدم حل ان یفعل وهو لا ینافی  
الصحة والا فهو مشکوک واللہ سیرحان  
اعلم۔ ۱۷

پر کفر کا حکم لگایا ہے، حالانکہ امام ابو حنیفہ اور امام  
شافعی رحمہما اللہ سے یہ ثابت ہے کہ مبتدعین اہل  
قبیلہ کی تکفیر نہیں کی جائے گی سوائے تکفیر کا محمول یہ ہے  
کہ فی نفسہ یہ مستقدمات کفر ہیں اور جو ان کا قول کرے گا  
وہ کفر کا قول کرے گا، ہر چیز کہ اس کی تکفیر نہیں کی  
جائے گی، کیونکہ اس قول کے قائل نے حق کو قلب  
کر لئے کے لیے حتی الوسع اجتہاد کر کے یہ قول کیا  
ہے، لیکن ان کی اقتداء میں نماز کے بطلان کا قول  
کرنا اس تطبیق کی تصحیح نہیں کرتا اسے امتثال التبتان  
کی اقتداء میں نماز کے بطلان کے قول کو اس پر محمول  
کیا جائے، کہ ان کی اقتداء نہیں کرنی چاہیے اور یہ  
چیز صحت نماز کے منافی نہیں ہے، اور اگر یہ ترجیح  
نہ کی جائے تو پھر اہل قبیلہ کی عدم تکفیر کے قاعدہ سے  
یقیناً اشکال واقع ہو گا، واللہ اعلم بالصواب۔

علامہ علی قاری اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ نے اہل قبیلہ کی تکفیر نہ کرنے پر تفصیل سے کلام کیا ہے خواہ وہ اہل معصیت، جوں یا اہل  
بدعت اور امام عظیم کا یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو سب کتنا کفر نہیں ہے، چنانچہ  
ابو شکر سالمی نے تنہید میں اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے، کیونکہ اس تکفیر کا معنی ثابت نہیں ہے، مسلمان کو  
سب کرنا فسق ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے اور اس لحاظ سے حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور دوسرے مسلمان  
مساوی ہیں بلکہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ کسی شخص نے حضرت ابو بکر اور عمر کو قتل کر دیا بلکہ حضرت عثمان اور حضرت  
علی کو بھی قتل کر دیا تب بھی وہ اہل مذمت و جماعت کے نزدیک اسلام سے خارج نہیں ہو گا اور یہ مسلم ہے  
کہ سب کرنا قتل کرنے سے کم درجہ کا گناہ ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص حلال کچھ کو قتل یا سب کرے تو وہ لامحالہ کافر  
ہو گا، (الی قول) شرح عقائد میں ہے ”صحابہ کو سب کرنا اور ان پر طعن کرنا اگر اولہ قطعہ کے مخالف ہو تو  
کفر ہے جیسے حضرت عائشہ پر بہتان لگانا، درندہ بدعت اور فسق ہے، اس عبارت میں یہ تصریح ہے  
کہ متکلمین کے نزدیک حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کو سب کرنا کفر نہیں ہے۔ ۱۸  
نیز علامہ علی قاری لکھتے ہیں:

۱۷۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رشتہ کفر  
۱۸۔ علامہ ابن سلطان محمد قاری متوفی ۱۰۱۳ھ، شرح فقہ اکبر ص ۴۲، ۴۱، مطبوعہ مطبعہ ابالی واولادہ حصر، ۱۳۷۵ھ



ولا يخفى انه يمكن ان يقال في دفع  
الاشكال ان جزمهم بطلان الصلاة  
خلقهم احتياطاً لا يستلزم جزمهم  
بكفرهم۔

(القول) وان المراد بعدم تكفير احد  
من اهل القبلة عن اهل السنة انه لا  
يكفر ما لم يوجد شيء من امارات الكفر  
وعلاماته ولم يصدر عنه شيء من  
موجباته۔

(القول) واختلفوا ايضاً هل يكفر  
المخالف للحق بذلك الاعتقاد والقول  
به على وجه الاعتماد ام لا وذهب الاشعري  
واكثر اصحابه الى انه ليس بكافر وبه  
يشعر ما قاله الشافعي رحمه الله لا ارد  
شهادة اهل الاهواء الا الخطائية  
لاستحلالهم الكذب وفي المنتقى  
عن ابي حنيفة رحمه الله لم يكفر احداً  
من اهل القبلة وعليه اكثر الفقهاء و  
من اصحابنا من قال يكفر المخالفين  
وقال قد ما المعزلة يكفر القائل  
بالصفات القديمة وبخلق الاعمال وقال  
الاستاذ ابو اسحاق كافر من يكفرنا ومن  
لا فلا واختار الرازي ان لا يكفر احد من  
اهل القبلة وقد اجيب عن الاشكال  
بان عدم التكفير مذهب المتكلمين  
والتكفير مذهب الفقهاء فلا يتحد  
القائل بالتحقيضين فلا محذور ولو  
سلم فيجوز ان يكون للتخليط في مراد  
ما ذهب اليه المخالفون والاول لاحتمال

یہ بات مخفی نہ ہے کہ اس اشکال کو دور کرنے کے  
لیے یہ کہا جا سکتا ہے کہ روافض وغیرہ کی اقتدار میں نماز  
کے باطل ہونے کا حکم احتیاطاً ہے، اور یہ ان کے  
کفر کو مستلزم نہیں ہے۔

مشکلیں نے حمیدہ قاعدہ بیان کیا ہے کہ اہل سنت  
کے نزدیک اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں کی جائیگی  
یہ اس وقت ہے کہ جب ان میں کفر کی کوئی علامت نہ  
پائی گئی ہو اور ان سے کوئی چیز موجب کفر صادر ہوئی  
نہ ہو۔

اس میں اختلاف ہے کہ جو شخص اعتقاد حق کا مخالفت  
ہو اور اس کا اعتقاد سے قائل ہو آیا اس کی تکفیر کی  
جائے گی یا نہیں؟ امام اشعری اور ان کے اکثر اصحاب  
کا مذہب یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہے، امام شافعی کا  
یہ قول بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ میں خطایہ کے  
علاوہ باقی اہل ہوائ کی شہادت کو مسترد نہیں کرتا اور خطایہ  
کی شہادت اس لیے مسترد کرتا ہوں کہ وہ مجبوراً کو  
حلال قرار دیتے ہیں، منتقی میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ  
سے یہ منقول ہے کہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر نہیں  
کرتے، اکثر فقہاء کا بھی مختار ہے اور ہمارے بعض  
اصحاب نے مخالفین کی تکفیر کی ہے اور قدیم مستنزلہ  
ان کی تکفیر کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی صفات کو قدیم  
مانتے تھے، اور استاذ ابو اسحاق نے کہا جو ہمارے  
تکفیر کے گاہم اس کی تکفیر کریں گے، اور جو ہمارے  
تکفیر نہیں کرے گا ہم اس کی تکفیر نہیں کریں گے، امام رازی  
کا مختار یہ ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی تکفیر کی  
جائے، اور اس اشکال کا یہ جواب بھی ہے کہ روافض  
وغیرہ کی تکفیر نہ کرنا مشکلیں کا مذہب ہے اور تکفیر  
کرنا فقہاء کا مذہب ہے، سمران دو متنافی قرون  
کا قائل ایک نہیں ہے، اور اگر قائل ایک ہو تو تکفیر



شأن أهل القبلة فإنهم في الجملة  
معنا موافقون له

مخالفین کے روک وجہ سے تقلید پر مجبور ہوا  
تکفیر نہ کرنا ان کے اہل قبلہ ہونے کے احترام کی وجہ  
سے ہے، کیونکہ یہ لوگ بعض امور میں بہر حال ہمارے  
موافق ہیں۔

حدیث نمبر ۱۲۵ میں ہے: جس نے غیر کے مال پر دعویٰ کیا وہ ہم میں سے نہیں ہے، اس کا اشرک یہ ہے۔  
غیر کے مال پر دعویٰ کرنے کا حکم [جس نے غیر کے مال پر جلال سمجھ کر دعویٰ کیا تو ہم میں سے نہیں ہے  
ملاں نہیں سمجھا تو مطلب یہ ہے وہ ہم سے طریقہ صحیح پر نہیں ہے یعنی احوال محمودہ کا عامل نہیں ہے یا وہ ہماری  
اچھی عادتیں رکھنے والا نہیں ہے۔

بَابُ بَيَانِ حَالِ إِيْمَانٍ مَنْ رَغِبَ  
عَنْ أَبِيهِ وَهُوَ يَعْلَمُ

جو شخص علم کے باوجود اپنے باپ کے نسب  
سے انکار کرے اس کے ایمان کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے آپ کے  
نسب کا انکار نہ کرو جس شخص نے اپنے  
باپ کے نسب سے انکار کیا وہ کافر ہو گیا۔

۱۲۶ - حَدَّثَنِي هُرَيْرٌ بْنُ سَعِيدٍ الْأَدَلِيُّ حَدَّثَنَا  
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْ رَجُلٍ جَعَلَ ابْنِ رَجُلَةٍ  
عَنْ يَدِ ابْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يُكَلِّمُ ابْنَ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَا  
تَوَدَّعُوا عَنْ آبَائِكُمْ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ أَبِيهِ  
فَقَدْ كَفَرَ -

۱۲۷ - حَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ  
بْنُ يَسْرِ قَالَ أَخْبَرَنَا حَالِدُ بْنُ أَبِي عُثْمَانَ قَالَ لَمَّا  
ادَّعَى زَيْنَادُ لَعْنَتُ آبَائِكُمْ لَا فَقُلْتُ لَهُ مَا هَذَا الَّذِي  
صَنَعْتَ إِيَّيْ سَمِعْتُ سَعْدَ ابْنَ أَبِي وَقَّاصٍ يَقُولُ  
سَمِعْتُ أَدْنِيَّ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
وَهُوَ يَقُولُ مَنْ ادَّعَى آبَاءَ فِي الْإِسْلَامِ غَيْرَ أَبِيهِ  
يَعْلَمُ أَنَّ غَيْرَ أَبِيهِ قَاتِلُ جَنَّةٍ عَلَيْهِ حَرَامٌ فَقَالَ  
أَبُو بَكْرَةَ وَأَنَا سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ جب زیادہ سے بھائی  
ہونے کا دعویٰ کیا گیا تو میں نے ابوہریرہ سے ملاقات کی زیادہ کا  
ماں بھائی تھا اور ان سے کہا یتیم نے کیا کیا میں نے کہا میں نے  
حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے  
کہ میں نے خود اپنے کانوں سے سنا ہے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا جس مسلمان نے اپنا نسب اپنے باپ  
کے علاوہ کسی اور شخص سے منسوب کیا اس پر جنت  
حرام ہے حضرت ابوہریرہ نے کہا میں نے بھی رسول اللہ



عَلَيْهِ قَالِهِ وَسَلَّمْ

۱۲۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ  
يَحْيَى بْنَ زَكْرِيَّا عَنْ أَبِي إِسْحَقَ قَالَ سَأَلْتُ  
عَنْ عَصَمٍ عَنْ عُثْمَانَ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ  
كَتَبْتُهَا يَقُولُ سَمِعْتُهُ أَذْنًا وَدَعَا لِي قُلْتُ أَيْنَ  
مُحَمَّدٌ أَصَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مِنْ أَذْنِ  
إِلَى غَيْرِ بَيْنِهِ وَهُوَ يَدْعُو أَنَّهُ غَيْرُ بَيْنِهِ فَتَلَجَّهَتْ  
عَلَيْهِ حَوَامٌ

صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی سنایا ہے۔  
حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
میں نے عمرو اپنے کانوں سے سنا اور میں نے  
دل میں یاد رکھا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جس شخص نے اپنا باپ کسی اور شخص کو بنایا  
حالانکہ وہ ہاتھ تھا کہ یہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس  
پر جہنم حرام ہے۔

**استحقاق زیاد کا بیان** | زیاد حضرت ابو بکر کے ماں جائے بھائی تھے ان کی والدہ نہانہ جاہلیت میں مار  
بن کدہ کلیب کی بیٹی تھیں ان کا نام مہیہ تھا اسی کے پاس مہیہ کے بطن سے ابو بکر  
پیدا ہوئے پھر حارث نے مہیہ کی شادی اپنے ایک آزاد کردہ غلام سے کر دی اور سفیان اپنے کسی کام سے طاقت  
لگے ہوئے تھے انہوں نے مہیہ سے اس طرح کا نکاح کیا جس طرح کے نکاح زمانہ جاہلیت میں رائج تھے اور اس سے  
مباشرت کی اسکی مباشرت کے نتیجہ میں زیاد پیدا ہوئے اور مہیہ نے زیاد کو ابر سفیان سے منسوب کیا عمرو ابر سفیان  
نے بھی اس نسب کا اقرار کر لیا تھا مگر عجیب طریق پر۔

جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے اور زیاد نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح کر لی تو زیاد نے  
مصلحت بن حبیرہ شیبانی کو مقرر کیا کہ وہ حضرت معاویہ کو ابر سفیان کے بارے میں بتلائیں اور حضرت معاویہ کی رائے بھی  
تھی کہ زیاد کو اپنے نسب کے ساتھ لائق مگر کے انہیں اپنی طرف مائل کریں چنانچہ انہوں نے اسے گواہ طلب  
کیے جو اس بات سے واقف ہوں کہ زیادہ کا نسب ابر سفیان سے لائق ہو چکا ہے چنانچہ بصرہ کے باشندوں  
میں سے کچھ لوگوں نے اس بات کی گواہی دی کہ لیکن اکثر شیعان علی کو یہ بات ناگوار تھی تھی کہ ان کے بھائی ابو بکر  
بھی اس استحقاق کو ناپسند کرتے تھے۔ لہ

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں:

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد کا استحقاق اس لیے کیا تھا کہ زمانہ جاہلیت میں نکاح کی بہت سی قسمیں تھیں  
ان سب قسموں کو ترک کرنے کی ضرورت نہیں تھی ان میں سے ایک قسم یہ تھی کہ کسی عورت سے بہت سے لوگ  
مباشرت کرتے تھے پھر جب وہ حاملہ ہو کر بچہ جنم لیتی تو اس بچہ کو جس کی طرف چاہتی منسوب کر دیتی سودہ اس شخص کا بیٹا  
قرار پاتا۔ اسلام نے نکاح کے اس طریقہ کو حرام قرار دیا لیکن نکاح کے جاہل طریقوں میں سے جس طریقہ سے  
بھی گزرتی بچہ کسی باپ کی طرف منسوب ہوا اور اسلام کے بعد بھی اس کو اسی نسب پر برقرار رکھا گیا اور شہادت نسب کے  
معاہدہ میں کوئی تفریق نہیں کی گئی۔ لہ

۱۔ علامہ عبد الرحمن بن خلدون متوفی ۸۰۸ھ تاریخ ابن خلدون ج ۳ ص ۷۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۰ھ

۲۔ علامہ ابن اثیر شیبانی متوفی ۷۴۰ھ کامل ابن اثیر ج ۳ ص ۱۷۷ مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۰ھ



ماخذ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

حضرت معاویہؓ نے کچھ میں زیادہ کو اپنے نسب کے ساتھ لاحق کیا اور اس بات کی زیادہ اسناد کھرماؤں ہاک  
بن رمیہ سولی اور منذر بن زبیر رضی اللہ عنہم نے شہادت دی تھی، ہر اثنی نے اس واقعہ کو اپنی مختلف سندوں سے  
روایت کیا ہے اور گراموں میں منذر جہ قریل ناموں کا اضافہ کیا۔  
جبریرہ بنت ابی سفیان، مسور بن قوامہ البابی، ابن ابی نصر الشقفی، نرید بن نفیل الازدی، شہبہ بن الحکم المازنی  
بنو عمر بن شعیبان کا ایک شخص اور بنو مصطلق کا ایک شخص، ان سب نے ابو سفیان کے بارے میں گواہی دی  
کہ زیادہ ان کا بیٹا ہے۔

اس سلسلہ میں سب سے زیادہ مضبوط بات یہ ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس  
استحاثہ کو تسلیم کیا۔ آپ نے زیادہ کے نام غلط میں لکھا:

عن عائشہ ام المؤمنین الی زیادہ بن ابی سفیان

ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ابو سفیان کے بیٹے زیادہ کے نام۔

صحابہ کرام میں سے جن بعض حضرات کو اس نسب کو قبول کرنے میں تامل تھا اس کی وجہ یہ تھی کہ ابو سفیان نے  
اس نسب کا اقرار برسر عام نہیں کیا تھا بلکہ خفیہ طور سے دس گواہوں کے سامنے بیان کیا زمین میں بعض صحابہ کرام  
بھی شامل ہیں لیکن جب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک دس گواہوں سے یہ نسب ثابت ہو گیا اور ام المؤمنین  
نے اس کی تصدیق کر دی تو وہ اس معاملہ میں بالکل پاک دامن ہیں، جو لوگ اس معاملہ میں حضرت امیر معاویہ پر طعن کرتے  
ہیں انہیں خود خدا کرنا چاہیے۔

بَابُ بَيَانِ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سَبَابُ الْمُسْلِمِ فُسُوقٌ وَقِتَالُهُ كُفْرٌ

اس کا بیان کہ مسلمان کو مجرماً کہنا فسق ہے اور  
اس سے قتال کرنا کفر ہے

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسلمان  
کو مجرماً کہنا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر ہے راوی  
کہتا ہے کہ میں نے ابو وائل سے پوچھا کیا تم نے  
حضرت عبداللہ بن مسعود سے خود سنا ہے کہ وہ اس  
حدیث کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

۱۲۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ الْوَرَّانِيُّ وَعَبْدُ  
بُنِ سَلَامٍ قَالَا لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ  
بْنُ مُشَيْقٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ قَهْدٍ قَالَا  
سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُشَيْقٍ قَالَ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ  
جَعْفَرٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ كَثْمَةَ عَنْ مُبَيِّدٍ عَنْ أَبِي ذَابِلٍ  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

۱۔ ماخذ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الاما ج ۱ ص ۵۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۸ھ

۲۔ غلارہ بردان عبدالقادر متوفی ۱۱۶۲ھ، تہذیب تاریخ ابن عساکر ج ۵ ص ۳۱۱، مطبوعہ بیروت



کہتے ہیں البراءل نے کہا ہاں۔

اللَّهُ عَلَيْهِ دَالِمٌ وَسَلَّمَ سَبَابَ الْمُسْلِمِ مُسَوِّقٌ وَ  
قَتْلُهُ كُفْرٌ قَالَ سَأَيْتُكَ قَعْلْتُ لِأَبِي وَآثِلِ  
أَنْتَ مَسِيئَةٌ مِنْ عَيْنِ اللَّهِ يَنْزُو بِكَ عَنْ رَسُولِ  
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَعَمْ وَلَكِنَّ  
فِي حَدِيثِ شُعْبَةَ قَوْلُ مَرْبُوتٍ لِأَبِي وَآثِلِ .

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے یہ فرمایا  
اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۳۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَمَّانُ بْنُ  
مُتْقِنٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ مَرْبُوتٍ  
وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَأْيَقَانُ قَالَ نَأْيَقَانُ  
عَنِ الْأَعْمَشِ بْنِ سَلَامٍ عَنْ أَبِي وَآثِلِ عَنْ عَيْنِ اللَّهِ  
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمُتْلَمٍ .

حدیث نمبر ۱۲۹ میں ہے: مسلمان کو بڑا کہنا فسق ہے۔

**فسق کا بیان**

فسق کا لغوی معنی خردیج یعنی نکلنا ہے اور اصطلاح شرع میں فاسق اس شخص کو کہتے ہیں جو  
گناہ کبیرہ کے اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے باہر نکل آئے، گناہ کبیرہ فرض کے ترک اور حرام کے ارتکاب کو کہتے  
ہیں۔ فسق کے تین مراتب ہیں:

(۱)۔ تغابی: گناہ کبیرہ کو مرتکب جانتے ہوئے کبھی کبھی شامت نفس سے گناہ کرے۔

(۲)۔ افہاک: گناہ کبیرہ میں لذت محسوس کرے اور اس کا عادی ہو جائے۔

(۳)۔ جہود: گناہ کو صحیح اور بہتر سمجھنے لگے اور اس کو صحیح سمجھ کر کرے، جب انسان فسق کے اس مرتبہ  
پر پہنچ جاتا ہے تو گمراہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اگر وہ گناہ حرام نظمی ہو تو اسلام سے خاستہ ہو کر کافر ہو  
جائے گا ورنہ گمراہی میں تو کوئی شبہ نہیں ہے، العیاذ باللہ!

مسلمان کو ناحق گالی دینا حرام ہے اسی طرح مسلمان کو ناحق قتل کرنا حرام ہے۔

**مسلمان سے قتال پر کفر کے اطلاق کی توجیہ**

اس حدیث میں ہے کہ مسلمانوں سے جنگ کرنا  
کفر ہے، یہ ظاہر مسلمانوں سے جنگ کرنا حرام  
حدیث شریف میں جو اس کو کفر سے تعبیر کیا ہے یہ اس صورت پر محمول ہے جب کوئی شخص مسلمان کے  
قتل کو حلال سمجھ کر اس کو قتل کرے، یا مطلب یہ ہے کہ یہ کافروں کا فعل ہے یا یہ کہ ناحق لڑائی قاتل کا کفر نہیں  
پہنچا دیتی ہے، یا کفر بمعنی کفرانِ نعمت ہے، یعنی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی بنا کر جو انعام کیا  
تھا یہ اس کی ناشکری کرنا ہے۔





بَابُ بَيَانِ مَعْنَى قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

۱۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مُنْذَرٍ وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ وَالْقَاسِمُ لَمْ يَقَالَ نَأْيُ قَالَ نَأْيُ شُعْبَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مُدْرِكَةَ سَمِعَ أَبَا ذُرٍّ عَنْ يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَرِيرٍ أَنَّهُ قَالَ قَالَ لِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَجَّةِ الْوَدْعِ اسْتَنْصَيْتِ الْقَاسِمَ لَمْ يَقَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

۱۳۲۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ قَالَ نَأْيُ قَالَ نَأْيُ شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ ۱۳۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ وَأَبُو هِلَالٍ قَالُوا مَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَأْيُ شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدِ بْنِ زَيْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا ذُرٍّ يَحْدِثُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ فِي حَجَّةِ الْوَدْعِ اسْتَنْصَيْتِ الْقَاسِمَ لَمْ يَقَالَ لَا تَرْجِعُوا بَعْدِي كُفَّارًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ

۱۳۴۔ وَحَدَّثَنَا حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَنَّ أَبَا ذُرٍّ حَدَّثَهُ عَنِ ابْنِ عُمرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ شُعْبَةَ عَنْ وَاقِدِ

اس حدیث کا بیان کہ میرے بعد ایک دوسرے کی گردنیں مار کر کافر ہو جانا۔

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا لوگوں کو غاموش کر رہا ہوں میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر ہو جانا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے خطبہ میں فرمایا سنو! میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر ہو جانا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

ایک دوسرے کے قتل پر کفر کے اطلاق کی توضیحات | حدیث نمبر ۱۳۱ میں ہے: میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر ہو جانا۔

ال سنت کا اس پر اجماع ہے کہ مسلمان کو قتل کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے لیکن یہ کفر نہیں ہے اور اسی حدیث



- میں مسلمان کے قتل پر کفر کا اطلاق کیا ہے، علماء اسلام نے اس اطلاق کی مستند روایات بیان کی ہیں۔
- (۱)۔ جو شخص جائز اور حلال سمجھ کر مسلمان کو قتل کرے وہ کافر ہے۔
  - (۲)۔ مسلمان کو قتل کرنا کفرانِ نعمت ہے، یعنی کفرِ ایمان کے مقابلہ میں انہیں شک کے مقابلہ میں ہے۔
  - (۳)۔ مسلمان کو قتل کرنے کی شامت بسا اوقات کفر تک پہنچا دیتی ہے۔
  - (۴)۔ مسلمان کو قتل کرنا کفر کے مشابہ ہے کیونکہ یہ کافروں کا فعل ہے۔
  - (۵)۔ کفر نہ کرو اور ہمیشہ مسلمان رہو تاکہ تمہیں کفر کی وجہ سے قتل نہ کر دیا جائے۔
  - (۶)۔ کافر کا ایک معنی ہے متکفر بالاسلاح، یعنی مجتہدوں سے صلح ہو کر ایک دوسرے سے جنگ نہ کرنا۔
  - (۷)۔ ایک دوسرے پر ربلا وجہ (کفر کے فتوے نہ لگاؤ تاکہ اس کے نتیجہ میں ایک دوسرے کو قتل کر دیتے)

## بَابُ إِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى الطَّعْنِ فِي النَّسَبِ وَالتَّيَاحَةِ

### نسب میں طعن کرنے اور توحہ کرنے پر کفر کا اطلاق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں دو خصلتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے کفر میں مبتلا ہو ہیں کسی کے نسب میں طعن کرنا اور میت پر توحہ کرنا۔

۱۳۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو تَيْمِيَّةَ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَأَى أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ قَائِمٍ تَمِيمٍ وَالْفُطَيْلَةُ قَالَ نَأَى عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اثْنَانِ فِي النَّاسِ هُمَا يَمُومُ الْكُفْرَ الطَّعْنُ فِي النَّسَبِ وَالتَّيَاحَةُ عَلَى الْمَيِّتِ۔

تغزیر اور ماتم کے جواز پر علماء شیوخ کے دلائل اور ان کی تاریخ محمدیہ عہد

تغزیر (تغزیر) عربی میں اس کا مادہ ع۔ ز۔ ی۔ ہے اور محمد بن یحییٰ بن یزید عزّار مصیبت پر صبر کرنا، تغزیر (تغزیر) عربی، تملقین صبر کرنا، قتل دینا، پڑھنا۔

قرآن مجید میں اس مادے کا استعمال بعض کے نزدیک سورۃ المعارج، آیت ۳۴ میں ہے: عَنْ الْيَمِينِ وَعَنْ الشَّمَالِ عَزِيمَتِ (از عزی قیل مامی: تکلیفاتی کی) فقرہ حدیث میں اس لفظ کا استعمال ابواب قبل میں ملتا ہے: عبادات، جنازہ، آداب تملقین صبر و تسلی۔ فارسی ادب و تناسخ میں لفظ "تغزیرت" و ارشادِ میت سے علماء ائمہ و علماء ہمدردی کے لیے مستعمل ہوا ہے۔ مثلاً مولانا روم

سریہ چون نامہ دای تغزیر  
پڑھما می متین آن باعاشیہ۔



اُردو میں تعزیر کے معنی ہیں امام حسین علیہ السلام کی تربت، ضربت، عمارت روضہ کی شبیہ، جسے سونے یا چاندی، لکڑی، بانس، کپڑے، کانڈ وغیرہ سے بناتے ہیں۔ یہ شبیہ غم، سوگ اور ملامت محرم کے طور پر کبھی جلوس کی شکل میں لے کر نکلتے ہیں کبھی گھروں، امام باڑوں یا ان کشادہ و مخصوص چوبتروں پر رکھتے ہیں جنہیں امام صاحب کا چوک کہا جاتا ہے۔

حیدر آباد دکن میں تعزیر تابوت اور ماتم وسیعہ زنی کو کہتے ہیں۔ تعزیر کرنا = ماتم کرنا؛ تعزیر وار = ماتم وار۔ سینیہ زنی کرنے والا، وہ شخص جس کے گھر میں تعزیر رکھا جاتا ہو اور مجلس ہوتی ہو، محبت حسین، شیعہ اور ادارہ تعزیر اپنی بناوٹ اور ساخت کے لحاظ سے صنعت کا اچھا نمونہ ہوتا ہے اور تعزیر بنانے والے اس کی شکل و صورت میں علاقائی خصوصیات اور کاریگری کے نمونے پیش کرتے ہیں، چنانچہ بعض تعزیرے سال سال دو سال تک بنتے رہتے ہیں، ان کے نام بھی الگ الگ ہیں مثلاً:

۱۔ ضربت اور اس کی قسمیں: ان میں متاثرین ضربت وہ ہے جو عمارت روضہ امام حسین علیہ السلام کی موجودہ شبیہ ہو۔ ایسی ضربتیں نظام دکن، والی رامپور، صاحب محمود آباد اور کراچی کے بعض عزاخانوں میں ہیں۔ ایک مری ضربت حسین آباد لکھنؤ میں مشاہیر زمانے سے بنتی چلی آئی ہے۔

۲۔ ہنگامہ: یہ تعزیر محمل ناقہ یا عمارتی منار سے مشابہت رکھتی ہے اور عموماً لکھنؤ میں یا سناٹا لکھنؤ میں بنتا ہے شاید نقشہ اس محل یا محل یا بالائی ضلع کا ہوتا ہو جس میں تبرکات رکھ کر شاہین محل لال قلعے سے مسجد جامع لے جاتے تھے۔

۳۔ صوہی تعزیر: بانس کی تیلیوں پر ضربت یا ہنگامہ یا کسی اور شکل کا ڈھانچا بنا کر اس پر موم چڑھایا اور کمال فن کا مثلاً ہر کو کیا جاتا ہے۔

۴۔ جو کے تعزیر: ڈھانچے پر مٹی کی ایک ہلکی تہ جما کر گہیوں یا جو کے دانے ترتیب سے چپکا دیتے ہیں، جن میں عاشور یا ربیعین تک اکھوڑے نکل آتے ہیں اور سارا تعزیر ایک رنگ ہو جاتا ہے اس تعزیر پر اشنائے جلوس میں مسلسل پانی پھیرا جاتا ہے۔

تعزیر کے اجزائے ترکیبی یہ ہیں: تخت، حلیہ، تربت، غم (ضربت میں گزری)، پاکستان، کشمیر، خیال، ہندوستان، افریقہ میں عموماً ضربت اور تعزیر کا بیان کردہ فرق ملحوظ نہیں رکھا جاتا، لیکن موزوں خصوصیت نسبت کی بنا پر ہندوستان اور افریقہ میں نقطہ نظر سے شبیوں، بعض سیکڑوں اور بہت سے ہندوؤں میں بھی یکساں قابل احترام ہیں۔ لکھنؤ وغیرہ میں "تخت" کے اوپر اور حلیہ کے درمیان دو تربتیں یا قبروں کی شبیہیں بھی ہوتی ہیں۔ سبز حضرت امام حسن علیہ السلام اور سبز حضرت امام حسین علیہ السلام کے لیے۔ اس سے خیال ہوتا ہے کہ تعزیر کسی ایسی عمارتی کی نقل ہے جس میں بعض مغل یا دوسرے سلاطین تربتیں رکھ کر جلوس کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہوں گے۔

تعزیر عموماً ۲۹ ذی الحجۃ سے ۹ محرم تک آراستہ کر کے ایک خاص اور معتین مقام پر رکھے جاتے ہیں جسے مختلف علاقوں میں مختلف ناموں سے معلوم کیا جاتا ہے، مثلاً عزاخانہ، تعزیر خانہ، امام باڑہ، عاشور خانہ، امام خانہ، چوڑہ، چوک امام صاحب۔ جہاں تعزیر رکھا جاتا ہے وہاں مجلس ماتم، سوز خوانی، مرثیہ خوانی، روضہ خوانی



واقعہ خروانی، شامی اور مجلس و منظر منعقد ہوتی ہے اور واعظ قرآنی خطباتی و بیان خصوصیات اسلام کے بعد فضائل اہل بیت، مصائب اور واقعات کربلا پر تقریر رستم کرتے ہیں، پھر بیچ کر یا کھڑے ہو کر فوج خروانی و سینہ لڑی یا ماتم بھی کرتا ہے اہل سنت شہادت نامہ اور مندرجہ بالا کتب یا دوسرے پڑھتے ہیں۔  
اس سلسلے میں تقریر واری کے لیے حسب ذیل واقعات سے استناد کیا جاتا ہے۔

(۱)۔ جنگ احد (۳۱ھ) میں حبیب حضرت حمزہ بن عبد المطلب اور دوسرے صحابہ شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شہیدوں پر رونے والوں کی آوازیں سن کر فرمایا: لیکن حمزہ پر رونے والا کوئی نہیں! یہ سن کر سعد بن معاذ و اسید بن حنفیر نے بنی عبدالمطلب کی خدمت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان پہنچ دیں، جنہوں نے جناب حمزہ پر ماتم کیا (طبری، المبعوث، ۳: ۱۱۲۵، ابن سعد، کتاب الطبقات الکبیر، لا یثبت ص ۳۱)؛

(۲)۔ ایسے واقعات سے مثلاً ابن عباس کا حضور کو خواب میں سر بر ہنہ دیکھنا اس طرح کہ آپ کے ہاتھ میں شیشی ہے جس میں عروق ہے یا آنحضرت کی وفات کے بعد بریدہ بن الحنیب کا (جو حضرت اسامہ دالی مہم میں صاحب ہوا دھتے) لوازم کو دروازہ مبارک پر نصب کرنا جو کتب ذیل میں مواضع مذکورہ پر درج ہیں:  
(الف) مشکوٰۃ، طبع دہلی ۱۹۳۲ء ص ۵۴، باب مناقب اہل البیت (ب) وہی کتاب، ص ۵۶، امام احمد بن حنبل، مسند، طبع قدیم مصر، ۱: ۲۴۲ ص ۹، ترمذی، کتب ۲۱۸۸۴ ص ۲۲۳؛ بیاض المروۃ، بمبئی، باب ۱۶ ص ۲۶۵، (ج) بحالہ لؤلؤ، طبع ایران ۱۳۵۰ھ ص ۱۶۹، باب اخبار الشہداء، (د) ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغۃ، ابن الاثیر، کامل، طبع سوم، ۱۳۵۶ھ، ۳: ۳۰۳، مقتل ابن نما، ص ۶، (و) ابن ابی الحدید، شرح نہج البلاغۃ، مصر، ۱۳۵۱ھ۔

(۳)۔ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد مدینے میں جناب امّ البنین ماور جناب عباس بن علی جنت البقیع کے قبرستان میں تشریف لے جاتی تھیں اور اپنے چار بیٹوں کو جو شہداء کے کربلا میں شامل تھے، ذکر کر کے انتہائی غم و سوز سے رویا کرتی تھیں۔ لوگ جمع ہو جاتے تھے اور بعض سن سن کر روتے رہتے تھے (مقاتل، الطالبین، مصر ۱۹۴۹ء ص ۸۵)؛

(۴)۔ امام زین العابدین، امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام علی رضا اور دوسرے ائمہ محترم کا چاند دیکھ کر عزاداری و سوگاری کرتے تھے (بحالہ لؤلؤ، ۱۱: ۲۴۸، ابی صدوق، ح ۳۸۱ / ۶۹۹)؛

(۵)۔ ابوالاسود دہلی (م ۶۹ھ) سیدمان بن قتہ، کسیت، ابو دھبل (انجی)، فرزدق، دھبل وغیرہ نے اجتماع میں مرثیہ پڑھے اور اہل بیت نے انھیں صلے دیے اور ان کے مرثیوں کو سن کر گریہ فرمایا (مواتی، محرقہ، ص ۱۱۵، تاریخ الشیعہ، طبع نجف، ص ۳۲)۔

عزاداری اور اظہار غم حسین پہلی اور دوسری صدی ہجری تک یونانی، عربی اور چوتھی صدی ہجری تک متہ و توتو پر واقعات کربلا عام اجتماعات میں رقت انگیز و جوش آفرین طریقوں سے بیان ہوئے، چنانچہ شیعہ اور غیر شیعہ اس حد تک متاثر ہوئے کہ سادات حسنی کے خروجِ محمداصلی اللہ علیہ وسلم فراموشی کی نادات میں اس تاثر کا اظہار کیا۔



۳۵۲ھ/۶۷۳ء میں بغداد پر دیلمیوں کا قبضہ تھا اس سال روز عاشورہ بغداد میں بازار کھلا بند کر دیے گئے اور مردوں سے کہا گیا کہ  
 نوکریں نیز عورتوں کا جلوں سے عرا نکلا جائیگا، غرض سرکاری طور پر غم منایا گیا (ابن اثیر کا لفظ بدیل حوادث ۳۵۲ھ ابن کثیر تاریخ مصر ۱۱: ۲۷۳ وغیرہ)۔  
 ۳۶۶ھ/۹۷۷ء میں وزیر بانشہ غامی نے مصر میں یوحنا بن مینا (فرعی انقلاب سے پہلے مشہور اس شخص میں مصر میں اکابر علما و علوم حتی  
 کہ عمرو شاہ فاروقی جلوں کے ساتھ مہر چادر مزار پر چڑھائے جاتے اور غم مناتے تھے۔ رکنی حسن وزیر یحییٰ مصر کا مخرم اس عہد کے  
 لگ بھگ نور علی آل شمسب عقیدت مندان اہل بیت میں شامل (فرشتہ: تاریخ کھنڈ ۱۲۸ھ/۱۸۶۶ء ۱۱: ۵۶۱) اور سندھ کے مسلمان  
 اسماعیلی مذہب سے وابستہ ہو چکے تھے، بلکہ بہت سے سادات ہجرت کر کے یہاں آ گئے تھے۔ ولیم و عراق میں شیر پھیل گئے تھے  
 اس لیے ان علاقوں میں عزا داری مومنوں کی اور یہ مومن اتنے عام ہو گئے کہ اب میں اس کے استقامت و تشبیحات استعمال ہونے لگے (مشہور  
 رومی: تاریخ قبل از، ۶۷ طبع کھنڈ ۱۱: ۴۷۱) وزیر حیریری (م ۵۱۶ھ) مقارنہ: اوجید الدین: مقامات حمیدی (تالیف ۵۵۱ھ) مقارنہ  
 ۵۶۲ھ/۱۱۶۶ء میں مقامی خصوصیات اور نسلی و قومی روایات داخل ہوتے گئے۔  
 بدایونی کے بقول ہمالیوں کے عہد میں ایک ایرانی شاعر و دہندے تغزیت کے مضمون پر مشتمل "نقش" بنائے جو بایام عاشورہ افسانہ  
 میں پڑھے جاتے ہیں (منتخب التواریخ: مکتبہ ۱۸۶۸ء ۶: ۲۸۱)۔ اکبر کے عہد میں بھی یہ سلسلہ باقی رہا چنانچہ اگر سے کے قتل سے اب  
 تک ایک تغزیہ برآمد ہوتا ہے جسے عہد اکبری سے منسوب کرتے اور مثل تغزیہ کہتے ہیں۔

(کہا جاتا ہے) کہ جہانگیر کے عہد میں سید حسین الدین دوسوی اجیری کا اعزاز خانہ وجود میں آیا چنانچہ یہ عز خانہ مع دقت تاراگرموں میں ایک  
 موجود ہے (عزا داری کی تائید)۔ عالمگیر کے عہد میں تغزیہ اور خلوس تغزیہ کا رواج تھا۔ عالمگیر کی بی بی میں تغزیہ میں شیرازی کو  
 منوع قرار دیا شاید اس کے بعد ان جلوں میں بانگ بنوٹ کا رواج ہوا جو بعض تغزیہ نویسوں کے ساتھ اب بھی ہوتا ہے (عبد الواحد  
 فرنگی محلی: ازالہ اوارام عزا داری کی تاریخ ص ۳۵)

اس کے بعد شاہان دہلی مرام عز میں اس حد تک انتہام کرنے لگے کہ ساتویں عمر سے دسویں تک باقاعدہ ندریں اور نیابتیں بہشتی اور  
 فقیر و قیدی بننے کا رسم اور جوئے کی مجلسیں ریزم آخر لاہور ۱۹۳۵ء/۱۹۶۹ء ص ۵۶) بعد علم حیدری و شوکت حیدری کھنڈ ۱۲ھ عزا داری کی  
 تاریخ ص ۳۷۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے میرا مقالہ بہار شاہ ظفر کی عزا داری، طبع اسد، لاہور محرم ۱۳۷۸ھ۔

دکنی ریاستیں عوامی شیعہ تھیں اس لیے یہاں عزا داری نے بہت فروغ پایا، مجلس اتم، جلوس تغزیہ امام باڑے قائم ہونے محرم میں سوگ  
 منایا گیا (ابراہیم زحیری: تاریخ بیجا پور ص ۳۳۳-۳۳۴) نصیر الدین اشمی: دکن میں لفظ باب سوم، ص ۲۳۳، تاریخ بیجا پور محی الدین ندرہ  
 سلطان قطب شاہ شیعہ جہانگیر کے محرم نامے، قطب شاہ عوامی، نعتی و غیرہ کے مراٹھ (یورپ میں دکنی خطوط، طبع حیدر آباد)  
 بھی ابتدائی عہد کی یادگار ہیں حیدر آباد دکن اور راجستھان کے ریاستوں (خصوصاً جے پور) کے متعلق دیکھیے تحفۃ العالم (تصنیف  
 ۱۲۱۶ھ/۱۸۰۱ء)، حیدر آباد ۱۲۹۳ھ، ص ۳۵۹۔ تیرہویں صدی ہجری/ اٹھارہویں صدی میلادی تک تمام ملک میں

تغزیہ جاری عام ہو چکی تھی۔ اور عہد میں عزا داری کا فروغ اور تغزیہ کا رواج بظاہر عہد آصف الدولہ (م ۱۲۱۳ھ/۱۷۹۷ء) سے  
 ہوا (رک: تحفۃ العالم، ص ۳۴۸ و ۳۵۹)، لیکن پورا پنج میں سید سالار مسعود غازی کے مزار کا تغزیہ، میتا پور میں "باون  
 ڈنڈوں کا تغزیہ"، پانچویں اور ساتویں صدی ہجری سے منسوب ہیں (محمد اکبر میتا پوری: میتا پور کی عزا داری، دہلی ۱۹۵۲ء، ص ۶۵)۔  
 آصف الدولہ نواب وزیر اودھو نے شجاع الدولہ کے بعد ۱۱۸۹ھ/۱۷۷۵ء میں فیض آباد میں شجاع

لہ بظاہر کھائے ہوئے ہیں۔ RANKIN نے ترجمہ بدایونی (مکتبہ ۱۸۹۸ء/۱۹۳۴ء) میں اس کا ترجمہ ASSEMBLIES یعنی مجالس کیا ہے۔



اور کھنڈ کو دارالحکومت بنایا۔ فیض آباد اور دہلی کے امراء، رؤسا اور شہزادے بھی یہاں آباد ہو گئے ہر ایک دہلی و فیض آباد میں تفریہ دار تھا، لیکن آصف الدولہ عالم مملکت ہونے کے باوجود عزاداری میں بہت زیادہ منہمک تھے، وہ جہاں تفریہ دیکھتے سواری سے اترتے اور تفریہ دار کو انعام دیتے تھے۔ ۱۱۹۹ھ میں انہوں نے اپنا امام باڑہ بنوایا اس کے ساتھ ساتھ شہزادگان دہلی اور دوسرے امراء نے بھی عزائم تیار کیے، یوں کھنڈ تفریہ داری کا مرکز بن گیا، غازی الدین حیدر و نصیر الدین حیدر کے عہد میں مزید تفریہ داری، متعدد قیمتی ضربیں یورپ سے فرمائش کر کے بنوائی گئیں اور فنی ہمارتوں کے اہل بار و تکلفات کا آغاز ہوا۔ عہد آصفی میں سرخ و بلوری تفریہ پہلی مرتبہ یورپ سے تیار ہو کر آئے، سونے چاندی کی ضربیں بنیں۔ امراء و ام نے اندیشہ پیدا کیا اور ہنر دکھائے جن میں سے شاہ نجف حسین آباد کے عزاداروں میں سے چاندی کی ضربیں کے علاوہ سری ضربیں جدید بنی ہوئی سال سے زیادہ مدت میں تعمیر ہو کر شاہی جیوس کے ساتھ آباد ہوتی ہے۔

مسلمانوں کے علاوہ ہندو ریاستوں اور ہندو آبادیوں میں لوگ باقاعدہ تفریہ داری کرتے تھے۔ سرٹامس براؤن (Letter written in a Mahratta Camp during The years 1859-1892) نے اپنے خط و رسد میں مرہٹوں اور محمد لطیف نے تاریخ لاہور (انگریزی، طبع جدید لاہور) میں سکھوں کے عہد کی عزاداری اور مہاراجہ شیر سنگھ کے تفریہ کا ذکر کیا ہے۔ محمد لطیف نے ص ۲۸۱ پر مہاراجہ شیر سنگھ کے تفریہ اور فو الجناح کی تصویر بھی دی ہے، نیز دیکھئے ماہ نامہ ماہ فر، استقلال نمبر ۱۹۵۳، ص ۵۰ (عزاداری کی تاریخ، ص ۲۳)۔

شعبہ ریاستیں تو غیر مذہبی فرض سمجھتی تھیں، سنی لوہا میں بھی ثواب کی نیت سے تفریہ دے دیتے، امام باڑے بنواتے اور وقت کرتے تھے، جن میں نظام دکن خاص طور پر قابل ذکر ہیں، ان کے محل میں اب بھی تفریہ و تفریہ خانہ موجود ہے، غیر مسلم ریاستوں میں اندوس، دھولپور، دیپتہ، کپورتھلہ کے علاوہ مہاراجہ گویا ر اور مہاراجہ جے پور کے تفریہ بے مشہور ہیں۔

ان ریاستوں میں تفریہ داری کے لیے سرکاری اوقات ہیں (مجلۃ العرب، بمبئی، شمارہ محرم ۱۳۶۰ھ)؛ عزاداری کی تاریخ، ص ۲۱)۔

ایران میں تفریہ کا رواج نہیں، ان شعبہ یا قبیلہ کے ہے عراق میں علم اور فو الجناح برآمد ہوتے ہیں، اور اس جگہ کو ”مکعب“ کہتے ہیں۔ کشمیر، خیبر، خیپال اور افریقہ میں تفریہ داری ہوتی ہے اور بڑی حد تک وہی انداز ملحوظ رکھا جاتا ہے جو پاکستان میں لگتا ہے۔

پاک و ہند میں تفریہ کا عام رواج ہے۔ جہوں تفریہ جس میں تفریہ دار کی مقامی رہائیش پیش نظر رکھی جاتی ہے، مثلاً کھنڈ، رام پور، جے پور وغیرہ میں تفریہ کا جگہوں میں نکلتا ہے جیسے ان کے گھر سے کسی معزز مرنے والے کا جنازہ نکلتے، یعنی جگہوں میں ماہی مراتب، اٹھتی، اونٹ، گھوڑے، خرچی بابے، مانی جھنڈیاں، باور دی سپاہی برقدار، عصا بزرگ، پھر ماتہ دار و تفریہ دار سر بر ہند، مانی لباس پہنے، سروں پر خاک پڑی، سینوں پر ماتہ اور آنکھوں پر رو مال رکھے، اشک اٹھال آہستہ آہستہ جاتے ہیں ان کے پیچھے ایک تعیب یہ آواز دیتا ہے:



سواری ہے شہ کرب و بلا کی  
سواری ہے ہمت سے بادشاہ کی

یا اس مضمون کو قطع کی شکل میں بلند آواز سے پڑھتا، کوچ کا نقارہ بجاتا، خود روتا اور مجھ کو رلاتا جاتا ہے۔  
بعض جلوں میں ماتمی بابے بچتے ہیں، ماتمی دستے سینہ زنی، قلع زنی اور زنجیر زنی بھی کرتے ہیں، ایک دو جلوی بالکل  
خاموش بھی رہتے ہیں۔ راجہ، فواب، شہزادے عام شرکاء کی طرح ادب سے پاپیادہ شریک جلوں ہوتے  
تھے۔ اس وقت ملازمین پر سے آداب و رعاسم شاہی سا قظ ہوتے تھے۔

عام تعزیوں کے اٹھانے کا طریقہ یہ ہے کہ تعزیہ دار تعزیہ شریا کا ندھوں پر رکھے خاموشی سے گریلا  
جاتے ہیں، یا ماتمی دستے یا سوز خوران بھی ساتھ تابوت، قلعہ بھجنا یا گھوڑے علی اصغر کی نقیبیں لیے، آنسو بہاتے  
سبز زنی کرتے جاتے ہیں اور کربلا یا قبرستان پہنچ کر قابلِ دفن تعزیوں کو دفن کر دیتے ہیں ورنہ انھیں باقی  
تبرکات کے ساتھ محفوظ کر کے واپس لے آتے ہیں۔

تعزیہ داری کا سلسلہ ۲۸-۲۹ ذی الحجۃ سے ۸ ربیع الاول تک جاری رہتا ہے۔ پاکستان کشمیر  
پیدپال اور افریقہ میں عموماً، محرم (اردو شہادت امام حسین) کو تعزیہ دفن کر دیے جاتے ہیں، لیکن ہندوستان  
کے بعض مقامات پر خصوصاً کھنڈو میں، یہ سلسلہ ۸ ربیع الاول (اردو شہادت امام حسن و سکری) کو ختم ہوتا ہے اور  
”چٹپ تعزیہ“ (کیونکہ اس کے جلوس میں مکمل خاموشی رہتی ہے) آخری تعزیہ سمجھا جاتا ہے۔ اب پاکستان  
کے متعدد مقامات پر اسی طرح کے جلوس نکلتے گئے ہیں۔

تعزیہ روضہ امام حسین کی نسبت سے اور ایک محترم علامت ہونے کے باعث اہل تشیع کے نزدیک  
خلاف غارت گری اور حمل مصری کی طرح محترم سمجھا جاتا ہے مگر وہ اسے عقیدت، روایت اور تاریخی حیثیت سے بہت  
اہم سمجھنے کے باوجود نہ مٹا اس کی پرستش کو حرام سمجھتے ہیں۔

ماتم کے متعلق ہم نے شیخ مرتضیٰ حسین فاضل کا مکمل مقالہ درج کر دیا ہے، لیکن اس طویل مضمون میں ماتم کے  
ثبوت کے متعلق تاریخ طبری اور طبقات ابن سعد کے حوالے سے صرف ایک حدیث بیان کی گئی ہے کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں“ پھر ابو عبد اللہ اشعری کی مودت میں حضرت حمزہ پر  
روشن اور حضور نے اس پر انکار نہیں فرمایا۔ اس کے علاوہ جو کچھ ذکر کیا گیا ہے وہ سب بعد کے تاریخی واقعات ہیں۔  
اس باب کی حدیث میں میت پر نوحہ کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، اور اس کی توجیہ یہ ہے کہ حلال سمجھ کر  
میت پر نوحہ کرنا کفر ہے اور اگر اس کام کو برا سمجھ کر کیا جائے تو یہ حرام ہے۔ اسی طرح اپنے سینہ اور چہرے  
پر طماچے لگانا، بال لہجنا، کپڑے پھاڑنا، اسے لٹے کرنا اور چیخنا چلانا اور وہ تمام کام کرنا جو شیعوں کے ہاں  
ماتم حسین کے عنوان سے کیے جاتے ہیں، یہ سب کام حرام ہیں۔

ہم وجہ ماتم کی حرمت اور حماقت پر پہلے قرآن مجید سے استدلال کریں گے پھر احادیث پیش کریں گے پھر کتب شیعہ سے استدلال  
کریں گے اور آخر میں علماء شیعہ کے دلائل کا جواب ذکر کریں گے فنقول دیا اللہ التوفیق وہ الاستغناء عن یلیق۔



اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

## مروجہ ماتم کی حرمت پر قرآن مجید سے استدلال

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِأَلْعَبَادِ  
الْصَّلَاةِ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الصَّابِرِينَ ۝ وَلَا تَقْرُلُوا الْبَنِينَ  
يُقْتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ آمَنَاتٌ بِلِأَحْيَاءَ وَلَكِنْ  
لَا تَشْعُرُونَ ۝ وَلَسَبَلُونَكُمْ بِشَيْءٍ مِنَ الْخَوَافِ  
وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنْفُسِ وَ  
الشَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا  
أَصَابَتْهُمْ مُصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا  
إِلَيْهِ رَاغِبُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِنْ  
رَبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝

(بقرہ: ۱۵۴-۱۵۳)

اسے ایمان والو! صبر اور ناز سے مدد چاہو،  
بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے، اور  
جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے جاتے ہیں ان کو مردہ  
نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں مگر تمہیں شعور (احساس) نہیں  
اور ہم ضرور تم کو کچھ خوف، الجھوک اور تھکاسے مال بھان  
اور بھول کے کسی سے آزمائیں گے اور ان صبر کرنے  
والوں کو بشارت دیں گے جن کو جب کوئی مصیبت  
پہنچے تو وہ کہتے ہیں بیشک ہم اللہ ہی کے لیے ہیں  
اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، یہ وہ  
لوگ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے بہ کثرت صلوات اور  
رحمت (نازل ہوتی ہیں) اور یہی لوگ ہدایت یافتہ  
ہیں۔

اسے ایمان والو! صبر کرو اور ایک دوسرے

کو صبر کی تلقین کرو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَبِرُوا وَصَابِرُوا ۝

(آل عمران: ۲۰۰)

ان آیات میں مصیبت کے وقت صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور صرف انا لله وانا اليه راجعون  
کہنے کی اجازت ہے، اور مصیبت کے وقت آواز سے رونا اور چلنا، نا بال فوجنا، بالوں میں خاک ڈالنا، کپڑے  
پھاڑنا، لٹے پٹے کرنا اور منہ میلنے اور زانو پر گناہے مارنا، یہ تمام کام صبر کے معنی میں ہیں اور اس کی ضد ہیں اور  
جب کسی چیز کو فرض قرار دیا جائے تو اس کی ضد حرام ہو جاتی ہے، ان آیات سے صبر کو نافرمانی، ہوا اور ماتم  
کو ناجواز اس کی ضد ہے وہ حرام ہو گیا۔  
نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ  
الشَّرُّ جَزُوعًا ۝ إِذَا مَسَّهُ الْخَيْرُ مَنُوعًا ۝  
الْمُصَلِّينَ ۝ الَّذِينَ هُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ  
دَائِمُونَ ۝

(معارج: ۳۳-۱۹)

بے شک انسان کم حوصلہ (بے صبر) پیدا کیا گیا  
ہے جب اس پر مصیبت آتی ہے تو جزع فزع (بے  
صبری کا اظہار) کرتا ہے، اور جب اس کو نعمت ملے  
تو اس کو روک کر رکھنے لگتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو نماز  
پڑھتے ہیں جو اپنی نمازوں پر ہمیشگی کرتے ہیں۔

ان آیات میں بتایا گیا ہے کہ کسی مصیبت آنے پر بے صبری کا اظہار کرنا مسلمان نمازی کا کام نہیں ہے اس  
سے واضح ہوا کہ مصیبت کے وقت بے صبری کرنا حرام ہے اور مروجہ ماتم بے صبری کا اظہار ہے، اس لیے



موجہ قائم حرام ہے۔

نیز قرآن مجید میں ہے:

وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ -

(نحل: ۱۲۷)

شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وَقِيلَ الْحَرَادُ لَا تَحْزَنْ عَلَى قَتْلِ أَحَدٍ لِمَا عَظَاهُمُ اللَّهُ مِنَ الْخَيْرِ لَهُ

اور آپ صبر کریں اور آپ کا صبر اللہ کی توفیق سے ہی حاصل ہوگا، اور آپ ان (شہداءِ احد) پر غمگین نہ ہوں۔

ایک قول یہ ہے کہ اس آیت سے مراد یہ ہے کہ آپ شہداءِ احد پر غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت ثواب عطا کیا ہے۔

شیخ فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

وَقِيلَ مَعْنَاهُ وَلَا تَحْزَنْ عَلَى قَتْلِ أَحَدٍ فَإِنَّ اللَّهَ تَعَالَى قَدْ نَقَلَهُمْ إِلَى ثَوَابِهِ وَكَرَامَتِهِ -

ایک قول کے مطابق اس کا معنی یہ ہے کہ آپ جنگِ احد کے شہداء پر غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ثوابِ احد درجات کی طرف منتقل کر دیا ہے۔

شیخ فتح اللہ کاشانی نے بھی یہی تفسیر کی ہے۔

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ جن کو احد میں شہید کیا گیا، ان کے جسم کے اعضاء کو کاٹا گیا، اور دیگر صحابہ جن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کو شہید کیا گیا، ان کے متعلق آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ صبر کریں اور ان کے بارے میں غم نہ کریں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت درجات عطا کیے ہیں، اسی طرح شہداء کے کہ بلا جن کو ظلم قتل کیا گیا، ان کے متعلق بھی صبر کرنا لازم ہے، ان پر ماتم کیا جائے، ان کا غم منایا جائے کیونکہ ان کو بھی اللہ تعالیٰ نے بہت ثواب عطا کیا ہے اور بڑے بڑے درجات دیے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

مَا أَصَابَ مِنْ مُصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِي كِتَابٍ مِنْ قَبْلِ أَنْ نَبْرَأَهَا إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ لِكَيْ لَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَتَكَرَ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا آتَاكُمْ

زمین میں کوئی مصیبت پہنچتی ہے نہ نہاں جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے، اس سے پہلے کہ ہم اس مصیبت کو پیدا کریں، بے شک یہ اللہ پر بہت ہی آسان ہے یہ اس لیے کہ کوئی چیز

۱۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۲۰ھ، تفسیر تبیان ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ شیخ ابن فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۲۰ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۶ ص ۲۰۶، مطبوعہ انتشارات فاضل خیر و ایران ۱۳۱۱ھ

۳۔ شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، تفسیر منبع الصداقین ج ۵ ص ۲۳۸، مطبوعہ نیا بان ناصر خسرو ایران



(الحديد ۲۲۱)

تمہارے ہاتھ سے جاتی رہے تو اس کا رنج نہ کیا کرو  
اور جو کچھ اللہ نے تمہیں عطا کیا اس پر اترنا یا نہ کرو۔

میز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَاَنْتَ لَبِكَ عَذَابًا بِغَيْرِ لِكَيْلٍ تَحْزَنُوْا  
عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا اَصَابَكُمْ

(ال عمران: ۱۵۳)

تو (اللہ نے) تمہیں تم پر غم دیا کہ جو مال نعمت  
تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اور جو مصیبت تمہیں پہنچی  
ہے تم اس پر غمگین نہ ہو۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی نعمت کے چھین جانے اور کسی مصیبت کے پیش آنے سے غمگین نہ ہونا چاہیے۔

فَاَنْتَ لَبِكَ عَذَابًا بِغَيْرِ لِكَيْلٍ تَحْزَنُوْا  
عَلٰی مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَا اَصَابَكُمْ  
فَالْيَقِيْمَةُ وَالْقَتْلُ وَاَمَّا الْعَذَابُ الْاٰخِرُ فَاَشْرَفُ  
خَالِدِ بْنِ الْوَلِيْدِ عَلَيْهِ يَقُوْلُ (لِكَيْلٍ تَحْزَنُوْا  
عَلٰی مَا فَاتَكُمْ مِنْ الْغَنِيْمَةِ وَلَا مَا  
اَصَابَكُمْ يَعْنِي قَتْلَ اَخْوَانِهِمْ) لہ

(تمہیں ایک غم کے بعد دوسرا غم دیا) یہ بھلا غم  
جنگ احمد میں مسلمانوں کی شکست اور مسلمانوں کا  
قتل تھا اور دوسرا غم یہ کہ خالد بن ولید (جو ابھی اسلام  
نہیں لائے تھے) نے خالی دزدہ سے مسلمانوں پر  
حملہ کر دیا، (تاکہ جو تمہارے ہاتھ سے چلا گیا اس پر  
تم غم نہ کرو) یعنی مال نعمت کے چلے جانے سے  
(اور نہ تم پر مصیبت کے پہنچنے سے) یعنی تمہارے  
مسلمان بھائیوں کے قتل ہونے سے۔

ان آیات سے واضح ہو گیا کہ کسی مصیبت کے آنے پر غم کرنا اور غم منانا اور سوگ کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ  
کے حکم کی صریح خلاف ورزی ہے اور مصیبت آنے پر ماتم نہ کرنا اور صبر کرنا فرض ہے اور ماتم کرنا اور  
غم کی مجلسیں قائم کرنا حرام ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

**مَرْجُبٌ مَّا تَمَّ كِي حُرْمَتٍ پُرَا حَادِیْثٍ سَے اسْتَدْلَالِ**

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص منہ پڑھانچے  
مارے اگر بیان چاک کرے اور مائتہ جاہلیت کی طرح  
بیچھڑی بیکار کرے وہ عمار سے دین پر نہیں ہے۔

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ مِنْ أُمَّةٍ لَطَمَ الْخَدَّ وَ شَقَّ  
الْجَبِيْبَ وَ دَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ رَکھ

۱۔ شیخ ابوالحسن علی بن ابی تیم قحی متوفی ۴۲۷ھ تفسیر قحی ج ۱ ص ۱۲۰ مطبوعہ مرسہ دار الکتبہ و النشر تم ایران ۱۳۴۱ھ

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۲۔ ۱۱۳ مطبوعہ نور محمد مداح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ







شیعاً ونہا فاعن النیاحۃ رلہ کے ساتھ بالکل شرک نہ کریں۔ اور ہم کو فوج کرنے سے منع فرمایا۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد و امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

عن ام عطیۃ قالت اخذنا علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم عند البیعة ان لا ننوح — الحدیث صحیح

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کرتے وقت ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم فوج نہیں کریں گی۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام ابو داؤد، امام نسائی اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

عن ابی سعید الخدری قال لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الناحۃ والمستمعة —

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کرنے والی اور سننے والی عورت پر لعنت فرمائی۔

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

مترجمہ ماتم کی عزت پر علماء شیعہ کی تناسیر سے استدلال

یا یہا النبی اذا جاءك المؤمنات یمایعنك علی ان لا یشركن بالله شیئاً ولا یرقن ولا یزنین ولا یقتلن اولادھن ولا یمانین

اے نبی! جب آپ کے پاس ایمان والی عورتیں حاضر ہوں، وہ آپ سے اس پر سمیت کریں کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہرائیں گی، نہ چوری

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۷۲۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبیٰ پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۴۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۷، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۵۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۳۰۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۶۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبیٰ پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۷۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۸۹، ج ۲ ص ۱۶۲، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۸۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۹۷، ج ۵ ص ۸۵-۸۴، ج ۶ ص ۲۰۸، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۹۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ مطبع مجتبیٰ پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۱۰۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۶۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ



بہتتان یفتنہ بین ایدیہن وارجلہن  
ولا یعصیتک فی معروف فبا یعہن واستغفر  
لہن اللہ ان اللہ غفور رحیم۔

(صحتہ : ۱۲)

کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی،  
کوئی خود ساختہ اور چھوٹا بہتان گھڑ کر لائیں گی،  
اور نہ کسی نیک کام میں آپ کی نافرمانی کریں گی، تو ان کو  
بیعت کر لیا کریں، اور ان کے لیے اللہ تعالیٰ سے  
استغفار کریں، اے شرک اللہ بہت بخشنے والا ہے۔  
رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں شیخ علی بن ابراہیم قمی لکھتے ہیں:

فقامت ام حکیم بنت الحارث بن عبد  
المطلب فقالت یا رسول اللہ ما هذا المعروف  
الذی امرنا اللہ بہ ان لا نعصیک فیہ ؟  
فقال ان لا تخمشن وجہا ولا تلطمن خدًا  
ولا تلتقن شعرا ولا تمزقن جیبًا ولا  
تسردن ثوبًا ولا تدعون بالویل والثبور  
ولا تعصین عند قبر فبا یعہن رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ہذا  
الشروط۔

حضرت ام حکیم بنت الحارث بن عبدالمطلب  
نے کھڑی ہو کر کہا یا رسول اللہ! وہ کون سی نیکی ہے  
جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم  
اس میں آپ کی نافرمانی نہ کریں؟ آپ نے فرمایا اپنے  
چہروں پر خوشیاں نہ ڈالو، اپنے رخساروں پر تھپہ نہ  
مارو، اپنے بال نہ زچو، اپنے گریبان نہ پھاڑو، کاکے  
کپڑے نہ پھینکو، نہ وہ مرگیا، نہ وہ مر گیا، نہ  
چلاؤ اور قبر کے پاس نہ بیٹھو، پھر رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے ان شروط پر ان کو بیعت کر لیا۔

شیخ محمد بن حسن طوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قال زید بن اسلم، فیما شرط الایعصینہ  
فیہ ان لا یلطمن ولا یشقن جیبًا ولا  
یدعون بالویل والثبور کفعل اهل الجاہلیۃ  
وقال ابن عباس فیما شرط ان لا یعصینہ  
فیہ النوح۔

زید بن اسلم نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے  
کی شرط ہے وہ یہ ہے کہ ٹھانچے نہ ماریں، اگر بیان نہ  
پھاڑیں، نہ وہ مر گیا، نہ وہ مر گیا، نہ پکاریں،  
جیسے زمانہ جاہلیت کے افعال ہیں۔ حضرت ابن عباس  
نے کہا جس چیز میں نافرمانی نہ کرنے کی شرط تھی وہ یہ  
ہے کہ نوح نہ کریں۔

شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

ذیل عنی بالمعروف النہی عن النوح  
وتمزق الثیاب وجز الشعر وشق الجیب

ایک قول یہ ہے کہ نیکی سے مراد یہ ہے کہ  
نوح نہ کریں، کپڑے نہ پھاڑیں، بال نہ زچیں، گریبان

۱۴۰۲ھ

۱۔ شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۳۰۷ھ تفسیر قمی ج ۲ ص ۲۴۲ مطبوعہ مرسہ دارالکتبہ والنشر قم۔ ایران الطبع الثالث۔  
۲۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۲۰ھ تفسیر تبیان ج ۱ ص ۵۸۸ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت



وخمس الوجه والدعاء بالویل الیہ

نہ پھاڑیں، پھر سے پھر اٹھیں نہ ڈالیں اور ہاتھ صحت نہ پکارتیں۔

شیخ فتح اللہ کاشانی لکھتے ہیں:

مفسر ان در تہریت تفسیر معروف در این مقام خلاف کرده اند (الی قولہ) ابن زبید برائیت کہ نوحہ نکنند و جامہ ندرند و مورٹے نکنند و روٹے نخرانند و سر نترانند و سیلہ نباشند و شہر نخرانند الخ

مفسرین کا معروف کی تفسیر میں اختلاف ہے، ابن زبید کی روایت یہ ہے کہ نوحہ نہ کریں، پھر سے نہ پھاڑیں، بال نہ لڑھکیں، چہرہ نہ توڑیں، بال نہ کاٹیں، زبان درازی نہ کریں، شہر نہ پڑھیں۔

### مروجہ باتم کی حرمت پر بیچ البلاغۃ سے استدلال

کتاب بیچ البلاغۃ ہے اس میں لکھا ہے:

حضرت علی نے فرمایا:

وقال علیہ السلام ینزل الصبر علی قدر المصیبة ومن ضرب یدہ علی فخذہ عند مصیبتہ حبیط عملہ۔ (ملفوظ نمبر: ۱۳۴)

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا: صبر بہ قدر مصیبت نازل کیا جاتا ہے، جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنا ہاتھ اپنے زانو پر مارا اس کا عمل ضائع کر دیا جاتا ہے۔

شیخ ابن میثم بحرانی اسی ملفوظ کی شرح میں لکھتے ہیں:

ومن قصر فی الاستعداد لحصول ہذہ الفضیلۃ وارکب صندھا وھو الجذم حبیط اجرہ وھو ثوابہ علی الصبر وکنی عن الجزع بما یلزمہ فی العادۃ من ضرب الیدین علی الفخذین وقیل بل یحبیط ثوابہ السابق لان مقدۃ الجزع یمتثلزم کراہیۃ قضاء اللہ وسخطہ وعدم الالتفات الی ما وعد بہ من ثواب الصابرین وھو معد لمحصول الحسنات من لوح النفس وسقوط

جس شخص نے صبر کو حاصل کرنے کی صلاحیت میں کمی کی اور اس کی ضد یعنی بے صبری کو اختیار کیا تو اس کو صبر کرنے کا ثواب نہیں ملے گا، بے صبری کو زانوؤں پر ہاتھ مارنے سے تعبیر فرمایا، کیونکہ انسان کا عادت ہے کہ وہ بے صبری کے وقت اپنے زانوؤں پر ہاتھ مارتا ہے اور ایک قول یہ ہے کہ بلکہ بے صبری کا اظہار کرنے سے اس کا پہلا ثواب بھی ضائع ہو جاتا ہے، کیونکہ زیادہ بے صبری کا اظہار کرنا، اللہ تعالیٰ کی قضا کو ناپسند کرنے

۱۔ شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۲۰ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۹ ص ۴۱۴، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو، ایران

۲۔ شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، بیچ العادۃ ج ۹ ص ۲۵۸، مطبوعہ نجیابان ناصر خسرو، ایران

۳۔ بیچ البلاغۃ ج ۱ فارسی ترجمہ ص ۱۲۳۹، مطبوعہ انتشارات زرین، ایران



ما یلزمها من ثواب الآخر ۱۰

اور اس پر ناراض ہونے کو مستلزم ہے اور اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں سے جس ثواب کا وعدہ کیا ہے اس کا طرہ انتظام نہ کرنے کو مستلزم ہے اور وہ ممکنوں کے لئے اور ان پر ان کو ثواب کے لئے کو مستلزم ہے۔

(ابن میثم کی ترتیب اور تعداد کے اعتبار سے یہ ملفوظ نمبر ۱۳۱ ہے)

نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ومن أصبح يشكو مصيبة نزلت به فقد أصبح يشكو ما به ربه

(ملفوظ: ۲۱۳)

شیخ ابن میثم اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

شكوى المصيبة ويلزمها الشكوى من الله لان الله تعالى هو المبتلى بها۔ ۱۱

جس شخص پر کوئی مصیبت نازل ہوئی اور اس نے اس کی شکایت کی، اس نے اپنے رب کی شکایت کی۔

مصیبت کی شکایت کرنا اللہ تعالیٰ کی شکایت کرنے کو مستلزم ہے، کیونکہ اس مصیبت میں مبتلا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

شیخ ابو جعفر کلینی روایت کرتے ہیں:

مروءہ نام کی حرمت پر علماء شیعہ کی احادیث سے استدلال

ابو جعفر علیہ السلام کہتے ہیں میں نے پوچھا: جزع (بے صبری) کیا ہے؟ فرمایا: سب سے زیادہ بے صبری یہ ہے کہ آدمی پھلانگے اٹھے وہ مڑ گیا، اور سینہ اور چہرے پر تھپڑ مارے اور پیشانی سے بال نیچے اور جس شخص نے نوحہ کیا اس نے صبر ترک کیا اور اس کے خلاف طریقہ کو اپنایا اور جس نے صبر کیا اور انا اللہ واننا الیہ ما ارجعون۔ ۱۲ رخصاء اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اللہ تعالیٰ کے لئے حمد اجبر ثابت ہو گیا اور جس نے اس کے خلاف کیا اس کی تقدیر تو پروری ہو گی اور وہ مذموم

عن ابی جعفر علیہ السلام قال: قلت له ما الجزع قال: اشد الجزع الصراخ بالويل والعيول ولطم الوجه والصدر وجر الشعر من النواصي ومن اقام الراحة فقد ترك الصبر واخذ في غير طريقه ومن صبر واسترجع وحمد الله عن وجل فقد رضي بما صنع الله ووقع اجرة على الله ومن لم يفعل ذلك جرى عليه القضاء وهو ذميمة واحبط الله تعالى اجرة ۱۰

۱۰۔ شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی متوفی ۴۷۹ھ، شرح نہج البلاغہ ج ۵ ص ۲۲۰-۲۱۹، مطبوعہ مکتبۃ النعمان، کربلا۔

۱۱۔ نہج البلاغہ (ترجمہ) ص ۱۲۵، مطبوعہ انتشارات زرین ایران۔

۱۲۔ شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی متوفی ۴۷۹ھ، شرح نہج البلاغہ ج ۵ ص ۲۲۵، مطبوعہ مکتبۃ النعمان، کربلا۔

۱۳۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، القواعد من الکافی ج ۳ ص ۲۲۳-۲۲۲، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ، تہران ۱۳۹۱ھ۔



ہو گا اور اللہ تعالیٰ اس کا اجر مضاعف کر دے گا۔

علی اکبر نقاری نے اس حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حسین صلوات اللہ علیہ پر ماقم کرنا اس حدیث سے مستثنیٰ ہے۔ لہ

علی اکبر غفاری کا یہ دعویٰ مردود ہے کیونکہ اس حدیث میں کوئی استثناء نہیں ہے، نہ قرآن مجید اور نہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت میں کوئی استثناء ہے۔ دیگر احادیث شیعہ میں کوئی استثناء ہے نیز علی اکبر غفاری نے اسی عاشریہ میں قرآن مجید کے حوالے سے لکھا ہے کہ "ما تم کرنا صبر کامل کے منافی ہے اس سے ماتم کے حوالے کی نفی نہیں ہوتی" علی اکبر کی یہ توجیہ بھی باطل ہے کیونکہ اسی حدیث میں یہ تصریح ہے کہ ماتم کرنے سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور اعمال صرف کفر سے ضائع ہوتے ہیں نیز اس حدیث میں مذکور ہے کہ ماتم کرنا اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر ناراض ہونا ہے اور جو شخص اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تقدیر پر ناراض ہو اس کے کفر میں کیا شبہ ہو سکتا ہے! اس پر مزید غور کرو ان شاء اللہ ہم اس بحث کے اختتام میں کریں گے۔

نیز شیخ ابو یوسف کلینی روایت کرتے ہیں:

ابو عبد اللہ علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مصیبت کے وقت مسلمان کا اپنے ہاتھ کو اپنے زانو پر مارنا اس کے اجر کو ضائع کرتا ہے۔

عن أبي عبد الله عليه السلام قال قال  
رسول الله صلى الله عليه وسلم ضرب المسلم  
يده على فخذه عند المصيبة أحب إلى  
لأجره .

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا مسلمان کو میت پر چلنا نہیں چاہیے اور نہ کپڑے پھاڑنا چاہیے۔  
ابو الحسن اول علیہ السلام نے فرمایا: مصیبت کے وقت کسی شخص کا اپنے زانو پر ہاتھ مارنا اس کے اجر کو ضائع کرنا ہے۔

عن أبي عبد الله عليه السلام قال :  
لا ينبغي الصياح على الميت ولا شق الثياب <sup>عليه</sup>  
عن أبي الحسن الأول عليه السلام قال :  
قال : ضرب الرجل يده على فخذه عند  
المصيبة أحباط لأجره <sup>عليه</sup>

ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا میت پر چلنا نہیں چاہیے، لیکن لوگ اس مسئلہ کو نہیں جانتے اور صبر کرنے میں خیر ہے۔

عن أبي عبد الله عليه السلام قال : لا  
يصلح الصباغ على الميت ولا ينبغي ولكن الناس  
لا يعرفونه والصبر عيشة

١٤	شيخ البرجف محمد بن يعقوب كليني متوفى ٣٢٩ هـ الفروع من الكافي ج ٣ ص ٢٢٣	مطبوعه دارالاسلاميه تبريز ١٣٩١
١٥	" " " الفروع من الكافي ج ٣ ص ٢٢٤	" " "
١٦	" " " الفروع من الكافي ج ٣ ص ٢٢٥	" " "
١٧	" " " الفروع من الكافي ج ٣ ص ٢٢٥	" " "
١٨	" " " الفروع من الكافي ج ٣ ص ٢٢٤	" " "



ابو جعفر محمد بن علی قمی روایت کرتے ہیں:

وقال عليه السلام ان البلاء والنصب  
يستبقان الى المؤمن فبأية البلاء وهو  
صبور وان الجزع والبلاء يستبقان الى  
الكافر فبأية البلاء وهو جزع . ۱۰

صادق علیہ السلام نے فرمایا مصیبت اور صبر مؤمن  
کی طرف سبقت کرتے ہیں جب اس پر مصیبت آتی ہے  
تو وہ صابر ہوتا ہے اور مصیبت اور بے صبری کافر  
کی طرف سبقت کرتے ہیں اس پر مصیبت آتی ہے  
وہیں عاصی کہ وہ بے صبری کر رہا ہوتا ہے۔

مروءت کی حرمت پر ملا باقر مجلسی کی نقل کردہ روایات سے استدلال

امام محمد تقی علیہ السلام سے روایت ہے کہ  
امیر المؤمنین علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز میں اور  
فاطمہ علیہا السلام حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی خدمت میں گئے اور آپ حضرت بہت رو رہے  
تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے ماں باپ  
آپ پر خدا ہوں آپ کے اس رونے کا کیا سبب  
ہے؟ آپ نے فرمایا اسے علی! جس رات مجھے  
آسمان پر سے گئے میں نے اپنی امت کی چند عورتوں  
کو شدید عذاب میں مبتلا دیکھا اور میرا دونا انہی کی وجہ  
سے ہے (پھر آپ نے ان عورتوں کے بیان میں  
فرمایا: جو عورت کہنے کی صورت میں معنی اور اس  
کی ویران پافانے کی جگہ) میں آگ ڈال رہے تھے  
وہ چلانے والی، نوحہ راقم کرنے والی اور حسد  
کرنے والی تھیں۔

روایت کردہ است از امام محمد تقی (ع) کہ امیر المؤمنین  
(ع) فرمود روزے میں فاطمہ (ع) بخدمت حضرت رسول  
(ص) رفیقہ و آنحضرت بسیار میگرفت عرض کردم پدر و  
مادرم فدا شے تو باریا رسول اللہ چه چیز سبب گریه  
تو شده است؟ فرمود یا علی شبی که مرا با آسمان بروند  
زنی چند از امت خود را در عذاب شدید دیدم  
و گریه می برائے ایشانست (الی قولہ) آنکہ بصورت  
ملک بود و آتش در پیش منی کردند و خوانندہ  
و فوجہ کنندہ و حسود بودہ۔ ۱۱

نیز ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

عکرمہ بن ابو جہل کی زوجہ ام حکیم بنت عمارت بن  
ہشام نے پوچھا: یا رسول اللہ! وہ کون سی بیگی ہے  
جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ کہا ہے کہ ہم اس میں

ام حکیم بنت عمارت بن ہشام کہ زن عکرمہ بن  
ابو جہل بود گفت یا رسول اللہ آن کدام معروفست کہ خدا  
گفته است ما مصیبت تو دید آن حکیمہ حضرت فرمود در

۱۰۔ شیخ ابو جعفر محمد بن علی قمی متوفی ۱۳۸۱ھ، من لایحضرہ الفقیہ ج ۱ ص ۱۱۳، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ایران

۱۱۔ ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حیات القلوب ج ۲ ص ۲۹۳-۲۹۲، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، ایران



معیشتہا طہانچہ بر روی خود مزیند و روئے  
خود را خراشید و روی خود را نکیند و گریبان  
خود را چاک نکیند و جامہ خود را سیاہ نکیند و  
داویلا نکیند پس بر این شرطہا حضرت بایشان  
بیعت کرد۔

آپ کی نافرمانی نہ کریں، حضرت نے فرمایا مصیبت میں  
اپنے چہرے پر طمانچہ نہ مارو، چہرے کو نہ چھپو،  
اپنے بال نہ جوڑ اپنے گریبان کو چاک نہ کرو، اپنے  
کیڑوں کو سیاہ نہ کرو، داویلا (ہلے) نہ مڑ گیا،  
نہ کرو پس ان شرطوں پر آپ نے ان لوگوں سے  
بیعت لے لی۔

اور لا باقر مجلسی کہتے ہیں:

ابن ابویہ بسند معتبر از امام جعفر صادق (ع) روایت  
کرده است کہ حضرت رسول (ص) فرمود چہار خصلت بد  
ہمیشہ در امت من نخواہد بود تا روز قیامت۔  
اول: غر کردن بکھپاہٹ سے خود، دھم طعن کردن  
نسبہا، سوم آمدن بالاس را از اوضاع کواکب و آسمان و  
اعتقاد بعلوم نجوم و آشتن، چہارم نوحہ کردن و بدستیکہ  
اگر نوحہ کنندہ کہ بہ نکند پیش از مردنش چون روز قیامت  
مبشر شدہ جامہ از مس گذاختہ و جامہ از حرب بجا برداشتہ۔

ابن ابویہ نے سند معتبر کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ  
السلام سے روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
و آلہ وسلم نے فرمایا پھر امت میں چار بری باتیں ہمیشہ  
قیامت تک رہیں گی۔

پہلی: اپنے حسب میں غر کرنا، دوسری نسب میں  
طعن کرنا، تیسری: بادشہاں آنے کا سبب ستاروں  
کو جانتا اور علم نجوم پر اعتقاد رکھنا، چوتھی: نوحہ (راقم)  
کرنا اور اگر نوحہ کرنے والا مرنے سے پہلے توبہ نہ  
کرے تو جب اس کو قیامت کے روز اٹھایا جائے گا  
تو اس کو گھنے ہوئے تانبے کا — اور خارش کا  
باس پہنایا جائے گا۔

لا باقر مجلسی کہتے ہیں:

فسات بن ابراہیم بسند معتبر از جامعہ انصاری روایت  
کرده است کہ رسول خدا (ص) در مرض آخر خود با حضرت  
فاطمہ (ع) گفت (الی قولہ) و بذاں اسے فاطمہ کہ برائے  
پیغمبر گریبان نے باید درید و دروئے باید خراشید و  
داویلا نے باید گفت و نیکن بگمانچہ پید تو در وفات  
ابراہیم فرزند خود گفت کہ چشمان سے گریند و دل

فسات بن ابراہیم نے سند معتبر کے ساتھ  
حضرت جامعہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے آخری مرض میں حضرت  
فاطمہ علیہا السلام سے چند نصیحت کے کلمات کہے  
بعد فرمایا: اسے فاطمہ جان لو کہ پیغمبر کے لیے گریبان  
پھاڑنا نہیں چاہیے، اور چہرہ نہیں چھیننا چاہیے اور



بدر سے آید ہے

داوید بلا نہیں کہنا چاہیے، لیکن وہ کہو جو تنہا سے والد نے اپنے فرزند ابراہیم کی وفات کے موقع پر کہا تھا کہ آنکھیں رو رہی ہیں اور دل میں درد ہے۔

نیز طاباقر مجلسی لکھتے ہیں:

ابن بابویہ بسند مستبر از امام محمد باقر (ع)۔ روایت کردہ است کہ حضرت رسول (ص)، در هنگام وفات خود بحضرت فاطمہ (ع)، فرمود ای فاطمہ چوں میرا رسوئے خود را برائے من محترمش و گیسوئے خود را پریشان کن و وایلا مگر روح گراں را مطلب۔ ۱۷

ابن بابویہ نے سند مستبر کے ساتھ امام محمد باقر علیہ السلام سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت حضرت فاطمہ علیہا السلام سے فرمایا اے فاطمہ جب میں وفات پا جاؤں تو میرے لیے اپنے چہرے کو نہ چھیلنا، اپنے بالوں کو نہ بکھیرنا اور داویدار ہاتھ موت، نہ کہنا اور نوحہ راقم کرنے والوں کو نہ بلانا۔

امام حسین رضی اللہ عنہ نے اہل بیت کو جو صبر و ضبط کی وصیت کی اس کے بیان میں طاباقر مجلسی لکھتے ہیں: جب مخالفین کے لشکر میں شور بلند ہوا تو جناب امام حسین کی بہن زینب حضرت امام حسین کے پاس آئیں دیکھا کہ امام حسین سوئے ہوئے ہیں، کہا اے بھائی کیا ظالموں کا یہ شور آپ نہیں سن رہے؟ حضرت نے سر اٹھا کر فرمایا: اے بہن میں نے ابھی خواب میں اپنے نانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے والد حضرت علی مرتضیٰ اور اپنی والدہ حضرت فاطمہ زہرا اور اپنے بھائی حضرت حسن مجتبیٰ کو دیکھا وہ سب میرے پاس آئے اور کہا اے حسین اتم بہت جلد چلے پاس آ رہے ہو، جب حضرت زینب نے یہ خبر وحشت اثر سنی تو انھوں نے اپنے منہ پر تلچھے مارے اور بلند آواز سے داویدلا کہنا شروع کر دیا، حضرت نے فرمایا اے میری محترم بہن ویل اور عذاب تم

چون خوش لشکر مخالفان بلند شد زینب خاتون خواہر جناب امام حسین علیہ السلام بخند مت آن حضرت آمد دید کہ آن امام مظلوم سر بر زانوی اندوہ گذاشتہ بخواب رفته است گفت ای برادر این صدای اہل جہد و جفا را نشنیدی؟ حضرت سر برداشت و فرمود کہ اے خواہر درانیہ مت بخواب دیدم جدم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم و پدرم علی مرتضیٰ و مادرم فاطمہ زہرا و برادر حسن مجتبیٰ را کہ بنزدین آمدند و گفتند ای حسین تو در این زدوی بنزد ما خواہی آمد چون زینب خاتون این خبر و وحشت اثر داشتید طیانچہ بر روی نمود نزد و فریاد و وایلاہ بلند کرد حضرت فرمود کہ اے خواہر گرامی ویل و عذاب بر اسی تو نیست بر اسی دشمنان تست صبر کن و برودی دشمنان را بر ماشاد مگر دان ۱۸

۱۷۔ طاباقر مجلسی مرقا، ج ۱۱، حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۷، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران ایران

۱۸۔ حیات القلوب ج ۲ ص ۶۸۷

۱۹۔ جلد والینون ج ۲ ص ۵۴۹



پر نہیں ہے، تمہارے دشمنوں پر ہے تم جبر کو داور  
اس قدر جلد ہمارے دشمنوں کو ہم پر خوش کن کر دو۔

نیز بالاقر مجلسی لکھتے ہیں:

فرمود کہ امی خواہر با جان برابر علم و بریدگی پیشہ  
خود کن و شیطان را بر خود تسلط مدہ و بر تقاضای  
حق تعالیٰ جبر کن و فرمود کہ اگر می گذاشتند مرا با اختیار است  
خود را بہلکہ نمی افکندم زینب خاتون گفت این بیشتر  
دل مارا مجروح می گرداند کہ راہ چارہ از تو منقطع گردیدہ  
و بقدر دست شربت ناگوار مرک را می نوشی و مارا غریب  
و بیکیں و تنہا در میان اہل نفاق و شقاق می گذاری  
پس دستہای خود را بلند کرد و گفت خود را خواہد  
و مقہم را از سر کشید و گریبان طاقت چاک کرد  
و بے ہوش افتاد آن امام غریب بر خواہست و  
آب بر روی خواہر گرامی خود با شہید چون بہوش  
باز آمد گفت امی خواہر نیک اختر از خدا بہتر کسی  
بقتضای حق تعالیٰ را نمی شود و بدانکہ ہمہ اہل زمین شربت  
ناگوار مرک را می پوشند و اہل آسمان باقی نمی مانند و بجز  
ذات متقدس حق تعالیٰ ہمہ چیز در معرفت زوال و فناست  
او ہمہ را می میراند و بعد از مردن بہوش می گرداند  
و او مغفود است در بقا و ہلا و در و ماورین شہید  
شدند و ہمہ از من بہتر بودند و حضرت رسول خدا صلی  
اللہ علیہ وسلم کہ اشرف مخلوق بود و دنیا نماند و میرای  
باقی رحلت فرمود و بسیاری از این مواظظہ پسندیدہ  
برای آن نور دیدہ بیان فرمود پس وصیت فرمود کہ امی  
خواہر گرامی ترا سوگند میدہم کہ چون من از تیغ اہل جفا  
بہ عالم بقا رحلت نمایم گریبان چاک نکنید و رو  
مخرا شہید و داویلاہ مگر میدہ۔

حضرت امام حسین نے حضرت زینب سے  
فرمایا: اے میری بہن میری جان کے برابر علم اور  
برو باری کو اختیار کریں اور اپنے اور شیطان  
کو قبضہ نہ دیں، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر جبر کریں اور  
فرمایا اگر یہ لوگ مجھ کو آرام سے رہنے دیتے تو میں  
ہلاکت کو اختیار نہ کرتا حضرت زینب نے کہا اسی بات  
سے تو ہمارا دل زیادہ زخمی ہوتا ہے کہ آپ کے لیے  
اب کوئی چارہ کار نہیں ہے اور مجھ کی وصیت ناپسندیدہ  
مرگ کا شربت پی رہے ہیں، اور ہم کو مٹا لین اور  
منافقین کے درمیان بے یار و مددگار تنہا مسافرت  
میں چھوڑ کر جاسے ہیں، حضرت زینب نے ہاتھ بلند  
کر کے رخسار نوجوان شروع کیا اور وہ پٹہ مٹا کر  
دیا، اگر بیان چاک کیا اور بے ہوش ہو گئیں، امام نے  
اپنی بہن پر پانی چھڑکا اور ان کو ہوش میں لائے اور  
جب وہ ہوش میں آ گئیں تو فرمایا: اے بہن خدا سے  
ڈرو، اور اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہو اور یہ جان  
لو کہ تمام زمین والوں نے ایک دن مرنا ہے اور  
آسمان والے بھی باقی نہیں رہیں گے، سو اللہ تعالیٰ  
کے ہر چیز کو فنا ہے وہ سب کو مارے گا اور مارنے  
کے بعد چھرنہ کرے گا وہ باقی رہنے میں منحصر ہے  
میرے بھائی اور ماں جو مجھ سے بہتر تھے وہ شہید ہو گئے اور  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو تمام مخلوق کے افضل  
تھے وہ بھی دنیا میں نہ رہے، اور دار البقاہ کی طرف  
رحلت فرما گئے، اور اپنی بہن کو بہت نصیحتیں کیں اور



یہ وصیت کی کہ اسے میری معزز بہن میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل جفا کی تلوار سے عالم بقائیں رحلت کر جاؤں تو گریبان چاک نہ کرنا، چہرے پر خراشیں نہ ڈالنا اور داویلاہ نہ کرتا۔

نیز ملا باقر مجلسی کہتے ہیں:

از حضرت صادق متقولست کہ چون صبح آن روز میشود طالع شد آن امام مظلوم با اصحاب خود نماز صبح ادا کرد و بعد از نماز رو بجانب اصحاب سادات آب خود گردانید و فرمود کہ گواہی می دهم کہ امروز همه شما شهید خواهید شد یعنی از علی بن الحسین پس از قتل بنبر سید و صبر کنید تا بسادات فایز گردید و از مشقت و مذلت دنیای فانی سلبی یا بیدار

ملا باقر مجلسی کہتے ہیں:

پس شکیںہ دختراں حضرت مقتد از سر کشید و گفت اسے پدر بزرگوار حق بمرگ دادہ و مارا بہ کہ میگذاری آن امام مظلوم گریست و فرمود اسے نور دیدہ من ہر کہ یاوری ندارد یقین مرگ را بر خود قرار میدہد ای دختر یاد رہے کہ خدا است و رحمت خدا در دنیا و عقبی از خدا جدا نخواہد شد صبر کنید بر قضا طے خدا شکیبائی و رشید کہ بزودی دنیا فانی منقضی میگردد و نعم ابدی سخت در دال ندارد

اور ملا باقر مجلسی کہتے ہیں:

پس دیگر بار اہل بیت رسالت و پیرو گیان مراد حق عصمت و طہارت را وداع نمود و ایشان را

حضرت امام صادق سے متقول ہے جب اس منہوس دن کی صبح طلوع ہوئی تو امام مظلوم نے اپنے اصحاب کو صبح کی نماز پڑھائی اور نماز کے بعد اپنے اصحاب کی طرف منوجہ ہو کر فرمایا: آج علی بن الحسین کے سوا تم تمام شہید ہو جاؤ گے، پس خدا سے ڈرنا اور صبر کرنا تاکہ سادات پر فائز ہو اور دنیا کی مشقت اور مذلت سے سلبی پاؤ۔

پھر آپ کی عاجز زادی حضرت سکینہ نے دو پٹہ سر سے اتارا اور کہا اسے ابا جان! آپ مرنے کے لیے جا رہے ہیں مجھ کو کسی پر چھوڑ کر جا رہے ہیں، امام مظلوم روئے اور فرمایا: اسے نور چشم جس کا مددگار نہیں ہوتا وہ یقین اپنے لیے رحمت بخور لیتا ہے، اسے بیٹی ہر شخص کا خدا مددگار ہوتا ہے، دنیا اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کی رحمت تم سے جدا نہیں ہوگی، اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر راضی رہنا، اور صبر کر اختیار کرنا، عتق رب دنیا فانی ختم ہو جائے گی اور آخرت کی ابدی نعمتوں کو زوال نہیں ہوگا۔

پھر دوسری بار اہل بیت رسالت اور خاندان اہل طہارت کو آپ نے وداع کہا اور ان کو صبر اور



بصیر و شکیبائی اسر فرمودہ و برودہ شربان غیر تنہا ہی  
الہی تسکین داد و فرمود کہ چادر بر سر گیرید و آمادہ  
شکر مصیبت و بلا گردید و بدانید کہ حق تعالیٰ  
حافظ و حامی شماست و شمار از مشراعدلای نجات میدہد و  
ما قبیل شمارا بخیر میگرداند و دشمنان شمارا با انواع  
بلا و مبتلائی سازد و شمارا بروضہ این بلا و دنیا  
و عقبی با انواع نعمتہا و کرامتہا ہی نوازد و زمینہا کہ  
درست از شکیبائی بر مدارید و کلام ناخوشی بر  
زبان میادرید کہ موجب نقص ثواب شما گردد۔

اور ضبط کا حکم فرمایا اور اللہ تعالیٰ کے غیر تنہا ہی  
و ثواب کے ساتھ تسلی دیا، اور فرمایا کہ اپنے سر پر  
چادر رکھو، اور رنج و مصیبت کے لشکر کے لیے  
تیار ہو جاؤ، اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا حامی اور حافظ  
ہے وہ تم کو دشمنوں کے شر سے نجات دے گا اور  
تمہاری آختہ را چھی کرے گا اور مبتلائی و دشمنوں کو  
مختلف بلاؤں میں مبتلا کرے گا، اور تم کو دنیا کی ان  
مصیبتوں اور بلاؤں کے عین آختہ میں عزت دے  
اچھ نوازے گا، خیر و بر صبر کا دامن نہ چھوڑنا اور  
بے صبری کا کلام زبان پر نہ لانا اس سے تمہارے  
اجر و ثواب میں کمی ہوگی!

صبر و ضبط کے متعلق امام حسین علیہ السلام کی یہ آخری نصیحت تھی برائے مکتبہ کی یہ نص قطعاً ہے،  
اس کے بعد آپ دشمنوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے رضی اللہ عنہ وارضاه۔

نوح کے جواز پر علماء شیعہ کے دلائل کے جوابات

کیا گیا اور آپ نے اس سے منع نہیں فرمایا۔  
امام محمد بن سعد کہتے ہیں،

انصار کی خواتین اپنے مقتولوں (شہداء اہل  
پروردہ) کی کفنیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
سنا تو فرمایا لیکن حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر  
انصار کی خواتین — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے دروازہ پر آئیں، اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں،  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے دعا کی اور  
فرمایا واپس جائیں، سو آج تک ان کا یہ معمول ہے کہ  
جب انصار میں سے کوئی شخص مرتد ہے تو ان کی خواتین  
پہلے حضرت حمزہ پر روتی ہیں، پھر اپنی میت پر روتی ہیں۔

وبکت الانصار علی قتلی ہم فسمیع  
ذالک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال  
لکن حمزة لا بواکی له فجاء نساء الانصار  
الی باب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
فبکیں علی حمزہ فمد علیہن رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم فامرہن بالانصار اف  
فمن الی الیوم اذا مات المیت من الانصار  
بدأ النساء فبکیں علی حمزہ ثم بکیں  
علی میتہن۔

۱۔ ملا باقر مجلسی، مستدرک، ج ۱، ص ۵۷۹، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ، تہران، ۱۳۹۸ھ  
۲۔ امام محمد بن سعد، تہذیب، ج ۲، ص ۲۲، مطبوعہ دار صادر، بیروت، ۱۳۸۸ھ



اس روایت کے حسب ذیل جوابات ہیں:

- (۱)۔ امام محمد بن سعد نے اس روایت کو بلا سند ذکر کیا ہے اور جو روایت بلا سند مذکور ہو وہ محبت نہیں ہے۔  
 (۲)۔ اس روایت میں صرف رونے کا ذکر ہے، اور یہ مروجہ ماتم کو مستلزم نہیں ہے مروجہ ماتم جس بلند آواز سے گریز کرنا، سینہ پینٹنا، بال بکھیرنا اور گریبان چاک کرنا شامل ہیں، ان چیزوں کا اس روایت میں ذکر نہیں ہے۔  
 (۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے جب نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ ہم مختصر بیان کریں گے۔  
 امام طبری کہتے ہیں:

عن الشیخ من بنی سلمۃ (الی قولہ)  
 و مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدار  
 من دود الانصار من بنی عبد الاشعل و  
 بنی ظفر فسمع البکاء والمراثی و قتلوا  
 فذرفت عینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و  
 سلمہ فبکی ثم قال لکن حمزة لا یواکی لہ  
 فلما رجع سعد بن معاذ و اسید بن حضیر  
 الی دار بنی عبد الاشعل امر النساء ھن ان  
 یتخرمن ثم ینھبن فیبکین علی عمر  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 اس روایت کے بھی حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ یہ واقعہ بنو سلمہ کے بعض بزرگھوں سے مروی ہے، جن کا نام نہیں بیان کیا گیا، سو یہ مجہول روایت ہے اور  
 مجہول روایت محبت نہیں ہوتی۔  
 (۲)۔ اس مجہول روایت میں بھی صرف رونے کا ذکر ہے، اس میں سینہ زنی، بال بکھیرنے اور گریبان چاک کرنے  
 کا ذکر نہیں ہے، لہذا یہ مجہول روایت بھی مروجہ ماتم کو مستلزم نہیں ہے۔  
 (۳)۔ یہ ابتدائی واقعہ ہے اس وقت نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا گیا تھا اس کے بعد منع کر دیا گیا۔  
 اس بات پر دلیل کہ یہ ابتدائی واقعہ ہے یہ حدیث ہے:

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں:

عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم مد ینساء عبد الاشعل یمکین  
 ھکما ھن لیوم احد فقال رسول اللہ صلی  
 حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عبد الاشعل کی خواتین کے  
 پاس سے گزرتے جو جنگ راحہ کے شہداء پر روتی



اللہ علیہ وسلم لکن حمزہ لا یوکی له جلاء  
لنساء ولا نصار ینکین حمزہ لا فاستیقظ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال  
ویحمن ما انقلبین بعد مدین  
فلینقلبین ولا ینکین علی ہالک  
بعد الیوم ۔

رہی تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن  
حمزہ پر رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی عورتیں آئیں  
اور حضرت حمزہ پر رونے لگیں، پھر رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم بیدار ہوئے آپ نے فرمایا ان پر افسوس  
ہے ابھی تک واپس نہیں گئیں، ان سے کہو کہ واپس  
چلی جائیں اور آج کے بعد کسی مرنے والے پر گریہ  
نہ کریں۔ (اول سے نہ روئیں)

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے ۔  
امام حاکم نیشاپوری نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم  
کی شرط کے مطابق صحیح ہے ۔  
علامہ بدر الدین عینی حنفی اس بحث میں لکھتے ہیں:

امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ بعض مورخوں میں نوہ کہ ناحکم نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے حضرت جابرؓ کی پھوپھی کو نوہ کرنے سے منع نہیں فرمایا، اس سے معلوم ہوا کہ نوہ کرنا اس وقت حرام ہے  
جب دشمنوں پر طمانچہ مارے جائیں اور گریبان چاک کیا جائے لیکن یہ قول مردود ہے کیونکہ اس واقعہ کے  
بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نوہ کرنے سے منع فرمادیا کیونکہ یہ اُحد کا واقعہ ہے، آپ نے اُحد میں فرمایا تھا  
کہ حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں لیکن پھر آپ نے اس سے منع فرمایا اور اس پر وعید بیان کی، امام  
ابن ماجہ نے اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم عبداللہ بن عمرؓ کی عورتوں کے پاس سے گذرے جو جنگ اُحد کے شہداء پر رونے لگیں، رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں، پھر انصار کی عورتیں حضرت حمزہ پر رونے لگیں، رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے اور فرمایا: ان پر افسوس ہے یہ ابھی تک گئی نہیں، ان سے کہو جائیں اور اُحد  
کسی مرنے والے پر نہ روئیں ۔

حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی نے بھی اسی طرح لکھا ہے ۔  
شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

- ۱۔ امام محمد بن زید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۱۵، مطبوعہ نوریہ حسنہ دار الفکر بیروت کتب کراچی
- ۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۹۲، ۸۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ
- ۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، مستدرک ج ۱ ص ۳۸۱، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ
- ۴۔ علامہ بدر الدین بخاری متوفی ۸۵۵ھ، معجم الفاری ج ۸ ص ۸۲، مطبوعہ دار الطباعة المیریہ مصر ۱۳۴۸ھ
- ۵۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۳ ص ۱۶۱، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۱۰ھ



ظاہر یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد "لیکن حمزہ کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں" اس سے حضرت حمزہ کی مصیبت پر افسوس کرنا مقصود ہے کہ وہ ایسی مسافرت اور غربت کی حالت میں شہید ہوئے کہ ان پر کوئی رونے والا بھی نہیں تھا، انصار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کرتے تھے، انھوں نے اس سے یہ سمجھا کہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ حضرت حمزہ پر جو اتین گریہ کریں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کی اطاعت اور رضا جوئی کو دیکھ لیا تو آپ نے اس سے منع کر دیا تاکہ اس گریہ سے نوحہ راقم کا راستہ نہ نکل آئے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت نوحہ کرنا مباح تھا اس واقعہ کے بعد آپ نے نوحہ کرنے کو منسوخ کر دیا۔

**چہرہ پیٹنے کے جواز پر علماء شیعہ کا قرآن مجید سے استدلال اور اس کا جواب !**

قصداً مجید میں ہے:

فرشتوں نے ابراہیم کو ایک ذی علم بیٹے (اسحاق) کی ولادت کی بشارت دی اتقان کی بیوی فریاد کرتی ہوئی آئیں پھر تعجب سے اپنے منہ پر ہاتھ مارا اور کہا بوڑھی ہاتھ رکے رکے رکے ہو گا۔

وبشروہ بغلام علیہ فاقبلت امرأۃ فی صرۃ فصکت وجھہا وحالت عجوزاً عقیقہ۔

(خاریات: ۲۹-۲۸)

نیز قرآن مجید میں ہے:

اور ابراہیم کی بیوی (سارہ) کھڑی تھیں وہ نہیں پڑیں تو ہم نے ان کو اسحاق کی خوش خبری سنائی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی، سارہ نے کہا اسے افسوس! یہاں میں بچہ جنوں کی حالانکہ میں بوڑھی عورت اور یہ میرے شوہر (بھی) بوڑھے ہیں، بے شک یہ عجیب بات ہے فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے حکم پر تعجب کرتی ہو؟ ابراہیم کے گھر والوں نے اللہ کی رحمتیں اور برکتیں دیں۔ بے شک وہی ہے تعریف کیا ہوا، بندگی والا۔

وامرأۃ قائمۃ فضحکت فبشرونها بامسحق ومن وراء اسحق یعقوب ۵ قالت یویلتی والدانا عجوزین وھذا البعلی شیخا ط ان ھذا الشیء عجیب ۶ قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ وبرکاتہ علیکم اھل البیت ۷ ۱۰ حمید مجید ۵ (ہود: ۷۱-۷۳)

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ سورہ خاریات کی آیت میں حضرت سارہ سے منہ پیٹنے کا بیان ہے اور سورہ ہود کی آیت میں یاد یلدتی اسے افسوس کہنے کا ذکر ہے اس سے معلوم ہوا کہ اسے افسوس کہہ کر منہ پیٹنا جائز ہے۔ اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ آیتیں مرجحہ ماقم کی اصل نہیں ہیں، کیونکہ ماقم غم، افسوس اور کسی مصیبت پر کیا جاتا ہے اور یہ افسوس کا موقع نہیں خوشی کا موقع تھا کیونکہ فرشتوں نے حضرت سارہ کو ذی علم بیٹے کی ولادت کی بشارت دی



تھی، یہی وجہ ہے کہ حضرت سارہ اس وقت ہمیں رہی تھیں، باقی ان کا چہرہ پر ہاتھ مارنا حیا کی وجہ سے چہرہ چھپانے کے لیے تھا کیونکہ جس عورت کے ان پہلی بار ولادت ہوئی ہو اس کے سامنے ولادت کا منکر چھڑ جائے تو اس کو حیا آتی ہے یا انھوں نے تعجب کی بناء پر مانتے پر ہاتھ مارا اور ان کا یاد دہانی کہنا بھی معصیت پر ہونے لگے کہنا نہیں تھا، بلکہ انھوں نے انہماک تعجب کے لیے یہ لکھ کہا۔  
شیخ تمی کہتے ہیں:

(فصحت وجہا) ای غطتہ بما بشرھا  
جبدا ثیل لہ  
حضرت سارہ کے چہرے پر ہاتھ مارنے کا  
مطلب یہ ہے کہ انھوں نے (حیا سے) انھوں  
سے چہرہ کو چھپایا۔

شیخ ابو جعفر طوسی کہتے ہیں:  
ضربت وجہہا تعجباً۔

حضرت سارہ نے تعجب سے اپنے چہرہ  
پر ہاتھ مارا۔

شیخ طبری کہتے ہیں:

جعت اصابعها فضربت جبینہا تعجباً  
عن المقاتل والکلبی  
یعنی حضرت سارہ نے تعجب سے انگلیوں  
کو جمع کر کے اپنی پیشانی پر مارا، یہ مقاتل اور کلبی  
کا قول ہے۔

لا فتح اللہ کاشانی کہتے ہیں:

مقاتل و کلبی گفتند کہ انکشتہا را جمع کرد و  
بر دو جبین خود زد و این عادت زنان است  
در وقتی کہ تعجب کنند و گویند کہ در این  
حال کہ این مشورہ مستفید حیض در خود افتاد  
و بجهت حیا دلبانچہ بر روی خود زدند  
مقاتل و کلبی نے کہا ہے کہ حضرت سارہ نے  
اپنی انگلیوں کو جمع کیا اور ان کو اپنی پیشانی پر مارا اور  
یہ عورتوں کی عادت ہے کہ وہ تعجب کے وقت  
ایسا کرتی ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت سارہ نے  
جس وقت یہ خوش خبری سنی ان کا حیض جاری ہو گیا اور  
انھوں نے شرم کی وجہ سے اپنے منہ پر طمانچہ مارا۔  
غلام صبیہ ہے کہ شہید علامہ کی تفسیر کے مطابق حضرت سارہ نے ولادت کی بشارت سن کر حیا سے  
اپنا چہرہ لہٹھوں سے چھپایا یا عورتوں کی عادت کے مطابق تعجب سے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا یا اس

- ۱۔ شیخ ابوالحسن علی بن ابراہیم قمی متوفی ۱۳۰۰ھ، تفسیر قمی ج ۲ ص ۳۳، مطبوعہ مکتبۃ الرضویۃ والنشر قم ایران ۱۴۰۱ھ
- ۲۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۲۰ھ، تفسیر تبیان ج ۹ ص ۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۳۔ شیخ ابوالفضل بن حسن طبری متوفی ۵۲۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۹ ص ۲۳۸، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۱۱ھ
- ۴۔ شیخ فتح اللہ کاشانی متوفی ۹۷۷ھ، منبع الصادقین ج ۹ ص ۲۳، مطبوعہ عیابان ناصر خسرو ایران



وقت ان کا جیٹل ہماری ہو گیا تھا تو شرم کی وجہ سے انھوں نے اپنے چہرے پر ہاتھ مارا، بہر حال کسی صورت میں بھی حضرت سارہ کا اپنے چہرے پر ہاتھ مارنا کسی مصیبت پر غم اور افسوس کے اظہار کے لیے نہیں تھا سچی گردن کا یہ فعل مردِ جوہر کا اصل بن کے۔ ماتم موت کی خبر سن کر کیا جاتا ہے بچہ کی ولادت کی خبر سن کر ماتم نہیں کیا جاتا۔

زناؤ پریشنے کے جواز پر علماء شیعہ کا صحیح بخاری سے استدلال اور اس کا جواب | امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ  
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طرقہ  
وفاطمہ بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
لیلۃ فقال الاتصلیان فقلت یا رسول اللہ  
انفسنا بید اللہ فاذا شاء ان یبعثنا بعثنا  
فا نصرف حین قلت ذلک ولم یرجع  
الی شیئ ثم سمعته وهو مول یضرب  
فخذہ وهو یقول وکان الانسان اکثر  
شیء جدلاً۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو جگایا اور فرمایا کیا تم دونوں نماز نہیں پڑھتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! ہمارے روز میں اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جب ہم کو اٹھانا چاہتا ہے ہم اٹھ جاتے ہیں، سو جب میں نے یہ کہا تو آپ واپس چلے گئے اور مجھے کوئی جواب نہیں دیا، پھر میں نے آپ سے سنا وہ آں مائیکہ آپ واپس جا رہے تھے اور اپنے زناؤ پر ہاتھ مار رہے تھے اور فرما رہے تھے انسان ہر چیز سے زیادہ جھگڑا کر نے والا ہے۔

علماء شیعہ کہتے ہیں کہ حضرت علی کے اس جواب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رنج ہوا اور آپ نے افسوس سے اپنے زناؤ پر ہاتھ مارا، اس سے زناؤ پریشنا اور مصیبت کے وقت ماتم کرنا ثابت ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مصیبت اور موت کے وقت قرآن مجید، بیچ البلاغہ، احادیث اہل سنت اور احادیث اہل شیعہ میں صبر کرنے کا حکم دیا ہے اور صرف انا اللہ وانا الیہ راجعون کہنے کی اجازت دی ہے اور بے صبری کا اظہار کرنے اور زناؤ پریشنے یا سید زنی کرنے یا منہ پر طمانچہ مارنے کو حرام کر دیا ہے، اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت آپ نے زناؤ پر ہاتھ نہیں مارا بلکہ حضرت علی کے اس رجوع جواب پر تعجب سے زناؤ پر ہاتھ مارا یا اس جواب کو ناپسند کرتے ہوئے افسوس سے زناؤ پر ہاتھ مارا، یہ کوئی موت یا مصیبت کا وقت نہیں تھا سچی کہ زناؤ پر ہاتھ مارنا بے صبری کا اظہار قرار دیا جائے اور اس کو مردِ جوہر کا ماتم کی اصل قرار دیا جائے اور جب کہ بیچ البلاغہ میں حضرت علی کا یہ ارشاد صراحتاً موجود ہے:

وہرب یدک علی فخذک عند مصیبتہ۔  
- جس شخص نے مصیبت کے وقت اپنے زناؤ



حبط عیله - لہ

پر لم تھا مارا تو اس کا مکمل منانے کو دیا جائے گا۔  
 تو پھر صحیح بخاری کی اس حدیث سے ماتم کا جواز کیونکر کشید کیا جائے گا جس میں مصیبت کے وقت زانو پر  
 ہاتھ مارنے کا ذکر نہیں ہے اور اگر بالفرض اس حدیث میں موت یا مصیبت کے وقت زانو پیٹنے کا اور بے خبری  
 کے اظہار کا ذکر ہوتا تو ہم قرآن مجید کی ان بہ کثرت آیات اور دیگر احادیث صحیحہ وافرہ کے مقابلہ میں اس حدیث کو  
 ترک کر دیتے جن میں خبر کرنے کو فرض اور بے خبری کے اظہار کو حرام قرار دیا ہے، جب کہ شیخ حضرات کے  
 نزدیک نسخ السلفہ صحیح بخاری سے زیادہ معتبر ہے تو وہ نسخہ ابلاغہ پر عمل کریں اور صحیح بخاری سے تعرض نہ  
 کریں۔

سید بن سبیب کے جواز پر علماء شیعہ کا موطا امام مالک سے استدلال اور اس کا جواب  
 امام مالک روایت کرتے ہیں:

سید بن سبیب (زناہی) بیان کرتے ہیں کہ ایک  
 اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر  
 ہوا وہاں جا کر وہ اپنے سینہ پر چھتر مار رہا تھا اور  
 اپنے بال نوح رہا تھا اور یہ کہہ رہا تھا کہ وہ ہلاک ہو گیا،  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا  
 ہوا؟ اس نے کہا میں نے رمضان کا روزہ رکھا ہوا  
 تھا اور میں نے اپنی چوری سے جمارع کر لیا، رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا کیا تم  
 ایک غلام آزاد کر سکتے ہو؟ اس نے کہا نہیں، آپ  
 نے پوچھا کیا تم ایک اونٹ صدقہ کر سکتے ہو؟ اس  
 نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر چھتر، اسی اشارہ میں رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کھجوروں کا ٹوکرا  
 آیا، آپ نے فرمایا تم اس کو صدقہ کر دو، اس نے کہا  
 یا رسول اللہ! مجھ سے زیادہ تو کوئی ضرورت مند  
 نہیں ہے، آپ نے فرمایا ان کو کھا لو، اور تم نے  
 جو روزہ توڑا اس کے بدلہ میں ایک روزہ رکھ لینا۔

عن عطاء بن عبد الله الخدراساني عن  
 سعيد بن المسيب انه قال جاء اعرابي الى  
 رسول الله صلى الله عليه وسلم يضرب فخرا  
 وينتف شعرة ويقول هلك الز بعد فقال  
 له رسول الله صلى الله عليه وسلم وما  
 ذلك قال اصببت اهلي وانا صائم في رمضان  
 فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم  
 هل تستطيع ان تعتق رقبة قال لا فقال  
 فهل تستطيع ان تهدي بدنة قال لا قال  
 فاجلس فأتى رسول الله صلى الله عليه  
 وسلم بعرق من تمر فقال خذ هذا فتصدق  
 به فقال ما احدا اخرج مني يا رسول الله  
 فقال كل وصم يومنا صكان ما اصببت به

لہ۔ نسخ السلفہ (روح فارسی ترجمہ) ص ۱۲۳۹، مطبوعہ انتشارات دین ایران

لہ۔ امام مالک بن انس امجدی مترقی ۱۹۱ھ، موطا امام مالک ص ۲۳۸، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستانی، لاہور



اس حدیث میں اس اعرابی کے ہال نوچنے اور سینہ زنی کرنے کا ذکر ہے اور یہی ماتم ہے۔  
اس استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

(۱)۔ ماتم کے حرام ہونے پر قرآن مجید کی آیت ”اصبروا“ صبر کرو سے استدلال کیا گیا ہے اور ماتم کرنا صبر کا عند ہے اور کسی شیئی کا امر کرنا اس کی ضد کی حرمت کو مستلزم ہوتا ہے، لہذا از روئے قرآن ماتم حرام ہوا اور مؤطا امام مالک کی یہ روایت قرآن مجید سے متضاد ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔  
(۲)۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور دیگر کتب صحاح میں بھی یہ واقعہ سند صحیح سے مذکور ہے، لیکن ان میں اس اعرابی کے ہال نوچنے اور سینہ پر تھپڑ مارنے کا ذکر نہیں ہے، اور امام مالک نے اس اضافہ کا سند منقطع سے ذکر کیا ہے، کیونکہ اس حدیث کو بیان کرنے والے سعید بن مسیب ہیں اور یہ تابعین ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو نہیں دیکھا اور نہ ہی وہ اس واقعہ کے وقت موجود تھے، لہذا احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں یہ منقطع روایت غیر معتبر ہے۔

(۳)۔ احادیث صحیحہ میں ہال نوچنے اور تھپڑ مارنے سے منع کیلئے، اور اس منقطع روایت سے اس کی اباحت معلوم ہوتی ہے اور جب تحریم اور اباحت میں قارن ہو تو تحریم کو اباحت پر ترجیح دی جاتی ہے۔

(۴)۔ اس منقطع روایت سے تو یہ ثابت ہوا کہ جس نے زیادتی کی اور ظلم کیا اس نے بد میں پھنسا ہے اور افسوس سے سینہ زنی کی اور ہال نوچے اگر یہی روایت مروجہ ماتم کی اصل ہو تو لازم آئے گا کہ کربلا میں امام حسین اور ان کے رفقاء کو ظلمی شہید کرنے والے یہی شیطان علی تھے اور بعد میں افسوس اور پشیمانوں سے نسلا بد نسل اپنے ہال نوچتے ہیں اور سینہ زنی کرتے ہیں کہ ماتم سے ہم نے ظلم کیوں کیا! نیز جلا والیوں میں ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ حبیب حضرت ام کلثوم نے قاتلین حسین اہل کوفہ کو ان کے ظلم پر لعنت طاعت کی تو انہوں نے غم اور افسوس سے دایلا کیا، اپنے منہ پر طمانچے مارے، بالوں پر خاک ڈالی اور زبردست ماتم کیا (جلا والیوں ج ۲ ص ۵۹۶ - ۵۹۵ طبع تہران) سو یہ ماتم کرنے والے اٹھ کی نسل ہیں۔

زائر رخسار اور سینہ پیٹنے اور بالوں میں خاک ڈالنے کے جواز پر علماء شیعہ کا کتب سیرت اور تائید غصہ سے استدلال اور اس کا جواب

بلا مین کا شیئی لکھتے ہیں: در رعایت آنست کہ طلاقش داد و چوں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ این معنی معلوم کرد خاک بر سر ریخت

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم نے حضرت حفصہ کو طلاق دے دی، جب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے



نے سر پہ فاک ڈالی اور آہ و فغاں کرنے لگے۔

و زمان بر آورد نه

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

معارض النبوة میں ایک استہانی عجیب روایت ذکر کی گئی ہے کہ شیطان نے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل ہونے کا نڈکی، یہ آواز مدینہ اور مدینہ کے گھروں تک پہنچی، حضرت فاطمہ زہراؑ نے جب یہ آواز سنی تو سر پیٹتی ہوئی باہر آئیں، آپ دہلوی تحقیق اور باطنی عواطف بھی دہلوی تھیں۔

و از غرائب روایات است کہ در معارج النبوة آورده کہ آواز شیطان بقتل محمد صلی اللہ علیہ وسلم بدائے کرد و مدینہ رسید و در خانہائے مدینہ نیز شنیدند و فاطمہ زہراؑ رضی اللہ عنہا چون این آواز شنید دست بر سر زمان از خانہ بیرون و دید و میگفت لیست و ہم زنان ہا ششبیہ می نالیدند یعنی

یہ غیر مستند روایت ہے، اور اس کی سند کو ذرا نہیں ہے، شیخ دہلوی نے اسی کو معارج النبوة سے نقل کیا ہے اور اس میں رطب و یابس موجود ہے، یہ الحرام پر حجت نہیں ہے۔

امام محمد بن جریر طبری لکھتے ہیں:

عباد بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سینہ سے ٹیک لگائے ہوئے میرے حجرہ میں فوت ہوئے اور میں نے اس میں کسی پر غلم نہیں کیا تھا اس وقت میری نادانی اور کم عمری کی بات یہ کہتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں فوت ہوئے، میں نے آپ کا سر تکیہ پر رکھا اور عورتوں کے ساتھ ماتم کرنے لگی اور اپنے منہ پر ٹھلپٹے مارتی تھی۔

عن عبادۃ بن الزبیر قال سمعت عائشة تقول مات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بین سحری و زحری و فی دورای و لحاظ لم فیہ احد افسن سقھی و حدائتہ سنی ان رسول اللہ قبض و هو فی حجری ثم وضعت راسہ علی وسادۃ و قمت القدام مع النساء و اضرب وجهی یتلہ

علامہ ابن اثیر ہمزری لکھتے ہیں:

حضرت البرکج کے انتقال پر حضرت عائشہؓ نے زور کرنے والیوں سے زور کرایا، حضرت عمرؓ نے ان کو روکنے سے منع کیا وہ نہیں ٹھکیں، حضرت عمرؓ

واقامت عائشة علیہ النوح فنهاهن عن البكاء عند فایین ان یتھین فقال لعثمان بن الولید ادخل فاحرج الی ابنتہ

۱۔ المین اسماج محمد فراهی المعروف بلامسکین، متوفی ۹۵۲ھ معارج النبوة رکن ۲ ص ۹۲ مطبوعہ مطبعہ فنی تراکشتہ لکھنؤ، ۱۲۹۲ھ

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، معارج النبوة ج ۲ ص ۱۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوید رضویہ سکھ

۳۔ امام محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ، تاریخ الامم والملوک ج ۲ ص ۲۳۱، مطبوعہ مؤسسۃ الاعلیٰ للطباعة، بیروت



ابی قحافة اخذ ابی بکر فقاتل عائشة لهشام  
حين سمعت ذلك من عمر اني اخرج عليك  
بيتي فقال عمر لهشام ادخل فقد اذنت  
لك فدخل هشام فاخرج اليه ام فروة  
بنت ابی قحافة فعلاها بالدرّة ضربات  
فتفرق النوح حين سمعت ذلك

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:

واما بقية اهله ونسائه فان عمر بن  
سعد وكل بهم من يحرسهم ويكلمهم  
ثم اذكيوهم على الواحل في الهوادج،  
فلما مروا بمكان المعوكة وماوا الحسين  
واصباه مطر وحين هنالك بكته النساء  
وصرخن وندبتن يذب اخاهما الحسين  
واهلها فقاتل وهي تبكي:

يا محمداه يا محمداه صلى عليك  
الله وملاك السموات الحسين بالحراره  
مزمل بالدماء مقطوع الاعضاء يا محمداه  
وبناك سبائا وذريتك مقتله، تسقى  
عليها الصبا قال فايكت والله كل عدو  
وصديق -

قال قرّة بن قيس لما مرّت النسوة  
بالقتلى صحن و لطمن خدودهن يه

نے ہشام سے کہا جاؤ حضرت ابو بکر کی بہن کو میرے  
پاس لاؤ، جب حضرت عائشہ نے سنا تو فرمایا میں  
ہشام کو اپنے گھر آنے کی اجازت نہیں دیتی، حضرت  
عمر نے ہشام سے کہا جاؤ میں تم کو اجازت دیتا ہوں  
ہشام گئے اور حضرت ابو بکر کی بہن ام فروہ کو بلا گئے  
حضرت عمر نے ان کو کچھ در سے لگائے، جب نوم  
کرنے والیوں نے یہ سنا تو وہ بھاگ گئیں۔

حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے قافلہ میں سے  
باقی ماندہ لوگ اور عورتیں کو عمر بن سعد نے محافظوں  
کے ساتھ روانہ کیا اور ان کو ادھنیوں پر سجادوں میں سوا کر لیا۔  
جب یہ لوگ جنگ کی جگہ سے گزرے اور حضرت  
حسین اور ان کے اصحاب کی لاشوں کو دیکھا پڑا  
موا دیکھا تو رومیوں نے رونے اور چلانے لگے، حضرت  
حسین کی بہن زینب نے اپنے بھائی اور اپنے  
اہل پر گریہ کیا اور کہا:

اے محمد اے محمد! اللہ اور آسمان  
کے فرشتے آپ پر صلوٰۃ پڑھیں، یہ حسین میدان میں  
پڑا ہے، خون میں تھرا ہوا ہے، اس کے اعضا  
پارہ پارہ ہیں، اے محمد! آپ کی بیٹیاں قیدی  
ہیں اور آپ کی اولاد کو قتل کر دیا گیا ہے، ان پر  
بھرا چل رہی ہے، زینب کے اس فوضہ نے  
بہ خدا دوست اور دشمن سب کو گریہ لادیا۔

قرہ بن قیس نے کہا جب عورتیں لاشوں کے  
پاس سے گزریں تو وہ چلائیں اور انھوں نے اپنے  
رخساروں پر طمانچے مارے۔

۱۲۰ھ

۱۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی اکرم الشیبانی المعروف بابن الاثیر متوفی ۴۳۰ھ، الکامل فی التاریخ ج ۲ ص ۸۸، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بیروت  
۲۔ حافظ عبدالدین ابن کثیر متوفی ۷۴۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۱۱۳، مطبوعہ مکتبۃ المعارف بیروت، الطبعة الثانیہ ۱۳۹۲ھ



تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ واقعات بلا سند مذکور ہیں اور بعض کی اسناد درج ہیں لیکن وہ غایت درجہ کی ضعیف ہیں اور بعض اسناد میں شدید عداوی ہیں، مثلاً البہاریہ والتمایہ میں حافظ ابن کثیر نے کربلا کے واقعات اور محنت سے روایت کیے ہیں اور وہ پکا شیعہ تھا۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:

واكثر من رواية ابي مختلف لوط بن يحيى وقد كان شيعياً وهو ضعيف الحديث عند الائمة  
اکثر کربلا کے واقعات ابو مختلف لوط بن یحیی سے مروی ہیں اور وہ شیعہ تھا اور وہ ائمہ کے نزدیک ضعیف ہے اور جب قرآن مجید کی بہ کثرت آیات اہل سنت اور اہل تشیع کی یہ کثرت احادیث، حضرت علی اور حضرت حسین کے متعدد ارشادات سے بلا استثناء مصیبت پر صبر کرنا لازم اور قائم کرنا حرام کر دیا گیا ہے تو ان قصوں قطیعہ کے مقابلہ میں یہ بے سند تاریخی واقعات قطعاً باطل اور مردود ہیں، احکام کی علت اور حوصت کتاب و سنت سے مستفاد ہوتی ہے تاریخی واقعات سے نہیں ہوتی۔

قرآن مجید، احادیث اہل سنت و اہل تشیع، بیچ البلاغہ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مرتبہ ارشادات میں جو صبر کرنے کو لازم اور قائم کرنے کو حرام کیا گیا ہے اس کے جواب میں شیعہ علماء یہ کہتے ہیں کہ امام حسین پر قائم کرنا اس عرصت اور محنت سے مستثنیٰ ہے

**امام حسین کے استثناء کا جواب**

عن ابي عبد الله عليه السلام قال كل الجزع والبكاء مكر ولا سوى الجزع والبكاء على الحسين۔ (بخاری لا یروون الامالی شیخ مفید)  
ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہر بے صبری اور گریہ کرنا مکر ہے سوائے حسین پر گریہ اور بے صبری کے۔

یہ قول بالکل اصول کے خلاف اور باطل ہے کیونکہ جس حکم میں کوئی حکم جو اسی حکم کے استثناء کا اعتبار کیا جاتا ہے، جس کتاب میں کوئی قاعدہ لکھا گیا جائے اس قاعدہ کا استثناء جس اسی جگہ بیان کیا جاتا ہے، اگر روئے پیشے، غم منانے اور ماتم کرنے سے امام حسین کا ماتم کرنا مستثنیٰ ہوتا تو اللہ تعالیٰ نے جہاں صبر کا عمومی حکم دیا ہے وہاں امام حسین کا استثناء فرمادیتا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں مصیبت اور محنت پر رونے پیشے سے منع فرمایا ہے وہاں آپ امام حسین پر رونے پیشے کو مستثنیٰ فرمادیتے، جیسے آپ نے قبضی آدمی کو مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا لیکن حضرت علی کا استثناء فرمادیا یا آپ نے آل محمد کو ترک کر دیا ہے مستثنیٰ فرمادیا یا آپ نے ہر شخص کو چار شایان کی اجازت دی لیکن حیات فاطمہ میں حضرت علی کو اس حکم سے مستثنیٰ فرمادیا، ہر معاملہ میں دو گواہوں کو لازم قرار دیا لیکن حضرت خزمیہ بن ثابت انصاری کو اس حکم سے مستثنیٰ فرمادیا۔ اگر رونے پیشے کی ممانعت سے کوئی فرد مستثنیٰ ہوتا تو محمد و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس استثناء کو بیان کرتے جس طرح آپ نے دوسرے احکام میں استثناء بیان فرمائے ہیں اور اگر یہ استثناء تھا تو آپ نے انہیں بیان فرمایا تو لازم آئے گا کہ آپ نے شریعت کی مکمل تبلیغ نہیں کی اور البیاض باللہ آپ کے ادھر سے



کام کو امام جعفر صادق نے اگر مکمل کیا، اس لیے یہ روایت بالکل جھوٹی اور باطل ہے۔ نیز احکام کی حلت اور حرمت بیان کرنا اور احکام شرعیہ میں کسی کو مستثنیٰ کرنا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے امام جعفر صادق کا کام نہیں ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ پر قائم کرنا کیسے جائز یا مستثنیٰ ہوگا جبکہ امام حسین خود فرماتے تھے ہیں:

پس وصیت فرمود اسے خواہر گرامی تم اس کو  
میدھم کہ چوں من از تیغ اہل بغا بام بقا رحلت نسیم  
گر بیابن چاک کنید و روح را شید وہ او یلاہ  
نگوید۔  
پس وصیت فرمائی کہ اسے معزز بہن و دختر  
در حبس میں نہیں قسم دیتا ہوں کہ جب میں اہل بغا  
کی تلوار سے عالم بقا کو رحلت کر جاؤں تو اپنا گریبا  
نہ بھاڑنا، منہ نہ پیتلنا اور داویلاہ نہ کہنا۔

اگر بالفرض امام جعفر صادق کی یہ روایت صحیح بھی، موقوف تو امام حسین رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں امام جعفر کے قول کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

ماقم کی ابتداء کرنے والے قاتلین حسین تھے۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ام کلثوم و محبت و دیگر حضرت سیدۃ النساء صلا  
بگیر یہ بلند کردار، ہودج محرم ہلا کرد و حاضر افرا  
کہ ای اہل کوفہ بلا بحال شما و ناخوشن باد و دیہای  
شما بچہ سبب ہلا درم حسین را خواندید یاری  
اونکو دید و اورا بقتل آوردید و اموال اورا  
غارت کردید و پروغیان محرم ہرای اورا  
امیر کردید و ای بر شما و لعنت بر دیہای شما  
نگر نیدانید کہ چکار کردید و چہ گناہان و افزاد  
بر پشت خود بار کردید و چہ خونہای محرم ریختید  
و چہ و حشرات محرم محرم و نالان کردید و مال حبس  
جماعت را بغارت بردید و کشتید بہترین خلق  
را بعد از حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم و  
رحم از دلہای شما کندہ شدہ ہو و بدستیکہ  
گردہ دوستان خدا ہمیشہ غالبند و اعدا و  
یاران مشیطان زبان کار اند، پس شمری  
چند در مرثیہ سید شہد گفت اہل کوفہ خودی

پھر حضرت سیدۃ النساء کے دوسری صاحبزادی  
حضرت ام کلثوم نے ہند آواز سے گریہ کیا اور  
اونٹ کے پالان سے حاضرین اہل کوفہ کو ندا  
کی، اور کہا کہ تمہارا حال اور مال بڑا ہمو تم نے  
کس وجہ سے میرے بھائی حسین کو ہلا یا اور ان  
کی بددہی کی، ان کو قتل کیا اور ان کا مال لوٹ لیا،  
اور ان کے پردہ داران اہل خانہ کو قید کیا، تم پر  
اور تمہارے چہروں پر لعنت ہو، تم نہیں جانتے کہ  
تم نے کیا کام کیا ہے اور کتنے گناہوں کا بوجھ  
اٹھا، میٹھ براٹھا یا ہے اور کیسے محرم خونوں کو  
پہا یا ہے اور کتنی محترم صاحبزادیوں کو کڑ لیا ہے،  
اور کس جماعت کا مال تم نے لوٹا ہے،  
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بددہی سے  
افضل خلق کو قتل کیا ہے، تمہارے دونوں  
رحم نکال دیا گیا ہے اور بے شک اللہ کے دست  
ہمیشہ غالب رہتے ہیں اور شیطاں کے مددگار



واویلاہ وواہستہاہ برآمدند ووصلی نالہ و  
لاری وگہریہ و سوگاری و نوحہ و خروش بفلک  
سید پریشان رسانیدند و نرمان ایشان مرہب  
بر سر پریشان کردند و خاک حسرت بر فرق خود  
ریختند و روہای خود را خراشیدند و طمانچہ  
بر رخسار خود میزدند و واویلاہ و اشہولہ میگفتند  
و حسرتی شد کہ دیدہ روزگار ہرگز چنان مانتی  
نزدیدہ بود پس حضرت امام زین العابدین علیہ  
السلام اشارہ کرد بسوی مردم کہ ساکت شوید و بگوئید

خمسایہ میں رہتے ہیں پھر سید الشہداء کے  
مختلف چند اشارہ مرثیہ پڑھے پھر اہل کوفہ میں  
واویلاہ وواہستہاہ کا شور بلند ہوا اور نالہ و  
فریاد کا غلغلہ ہوا اور انھوں نے اتنا زبردست  
نوحہ کیا جس کی آواز آسمان تک پہنچتی تھی ان کی  
خورتوں نے اپنے سروں پر بالوں کو بکھیرا اپنی  
سروں پر خاک ڈالی اپنے چہروں پر طمانچے مار مار  
کر رخساروں کو چھیلادہ واویلاہ و اشہولہ کہتی  
تھیں اور اس زور کا ماتم کرتی تھیں کہ چشم فلک نے  
اس سے پہلے اتنا زبردست ماتم نہ دیکھا تھا۔  
تب حضرت امام زین العابدین نے لوگوں کی طرف  
اشارہ کیا کہ خاموش ہوجائیں۔

ماتم کے سلسلہ میں میں نے کافی طویل بحث کی ہے قرآن مجید اور احادیث سے ماتم کی حرمت کو  
بیان کیا ہے پھر علامہ رشید کی تفاسیر اور احادیث سے ماتم کی حرمت کو بیان کیا ہے اور حضرت علی اور  
حضرت حسین رضی اللہ عنہما کے ارشادات سے ماتم کی حرمت کو واضح کیا ہے۔ پنج السبلانہ اور متاخرین  
میں سے ملا باقر مجلسی کی تصانیف سے ماتم کی حرمت پر دلائل پیش کیے ہیں پھر علامہ رشید کے دلائل  
کا رد کیا ہے اور ماتم حسین کے استثناء کا منحل استیعال کیا ہے میں نے کتب شیعہ کا مطالعہ کر  
کے ان کے تمام قوی اعتراضات کے مسکت جوابات دیے ہیں۔ اس بحث کا اگر انصاف اور خرف خدا  
سے مطالعہ کیا جائے تو ان شواہد اللہ ماتم اور عزاداری کرنے والوں کے تمام شبہات دور ہوجائیں گے  
اور وہ راہ راست پر آجائیں گے اللہ تعالیٰ میری اس محنت کو قبول فرمائے اور اس تحریر کو مرافقین کے  
لیے استقامت عطا فرمائیں کہ یہ رشادایت اور میرے لیے حجات کا سبب بنائے۔ و ما تو فیقی الا باللہ علیہ توکل  
والیہ انیب وانحرف عواذ ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد و آلہ  
النبیین افضل الانبیاء والمرسلین قائد الغر المحجلین شفیعتا یوم الدین وعلی اصحابہ الکاملین  
الراشدین وعلی المالطیین الطاہرین وعلی ازواجہ امہات المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلی  
ملتہ من المحدثین والمفسرین والائمة المجتہدین والعلماء الراستخین اجمعین

بھاگے ہوئے غلام پر کافر کا اطلاق

بَابُ تَسْمِیَةِ الْعَبْدِ الرَّبِّیِّ کَافِرًا

حضرت مجیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

۱۳۶۔ حَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعَدِيُّ قَالَ

سنہ۔ مذب باقر مجلسی متوفی ۱۱۰۰ھ جلد المعیون ج ۲ ص ۵۹۶۔ ۵۹۵ مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تھران ۱۳۹۸ھ



كَانَ إِذَا عَمِلَ يَعْنِي ابْنَ مَلِكَةَ عَنْ مَنصُورِ بْنِ عَبْدِ  
الْوَحَّانِ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَدِّهِ أَنَّهُ سَمِعَهُ يَقُولُ  
أَيُّمَا عَبْدٍ أَبَى مِنْ مَوْلَايِهِ فَقَدْ كَفَرَ حَتَّى  
يَرْجِعَ إِلَيْهِمْ فَقَالَ مَنصُورٌ قَدْ دَانَ اللَّهُ رُؤْيَى  
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَلَكِنِّي  
أَكْذَرُ أَنْ يُرَوَى عَنِّي هَذَا بِالْبَصْرَةِ  
۱۳۷۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَاحِقُ  
ابْنُ سَيَّانٍ عَنْ دَاوُدَ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَدِّهِ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
أَيُّمَا عَبْدٍ آتَى فَقَدْ بَرَّكَتْ مِدَّةُ الدِّمَةِ  
۱۳۷۱ - حَدَّثَنَا أَيُّوبُ بْنُ أَبِي خَالٍ أَخْبَرَنَا جَدُّهُ  
عَنْ مَخَيْرَةَ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ كَانَ جَدِّي يُرَوِّى  
عَبْدُ اللَّهِ يُحَدِّثُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَبَى الْعَبْدُ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَواتُ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام اپنے  
آقا کے پاس سے بھاگے گا وہ کافر ہو جائے گا،  
جب تک کہ وہ اپنے آقا کے پاس واپس نہ آجائے  
راوی منصور نے کہا یہ خدا ایہ حدیث رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے لیکن میں اس بات کو  
نا پسند کرتا ہوں کہ یہ حدیث مجھ سے بصرہ میں روایت کی گئی۔  
حضرت جبریر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو غلام اپنے آقا  
سے بھاگ جائے وہ اللہ اور اس کے رسول  
صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمانت سے نکل گیا۔  
حضرت جبریر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب  
غلام اپنے آقا سے بھاگ کر چلا جاتا ہے تو اس  
کا ناز قبول نہیں ہوتی۔

جن احادیث سے بد مذہب استدلال کرتے ہیں ان کو چھپانے کی بجائے ان کا

جواب دینا چاہیے۔

اس زمانہ میں بصرہ میں خوارج کی اکثریت تھی اور خوارج کا عقیدہ یہ تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہوتا  
ہے اور اس حدیث سے بظاہر مسلک خوارج کی تائید ہوتی ہے، کیونکہ غلام کا آقا سے بھاگنا گناہ  
کبیرہ ہے، اور اس حدیث میں اس گناہ کی تفسیر کفر سے کی گئی ہے، اور یہی خوارج کا مسلک ہے، اس لیے  
منصور بصرہ میں اس حدیث کو بیان کرنا نا پسند کرتے تھے لیکن ان کا یہ خیال صحیح نہیں تھا، کیونکہ چاہیے یہ کہ  
حدیث بیان کر کے اس کا جواب دیا جائے۔ باقی رہا جو اب تو اس قسم کی احادیث پہلے بھی گذر چکی ہیں۔ اور  
ان کی تشریح میں کئی جوابات بھی ذکر کیے جا چکے ہیں۔ جن میں سے چند یہ ہیں:  
غلام کا آقا سے بھاگنا، یہ فعل کافروں کا ہے۔ یعنی کفار سے مشابہ ہے یا مال کا یہ فعل کفر تک پہنچا  
دیتا ہے یا کفر سے کفر ان نعمت مراد ہے، وغیرہ وغیرہ۔

بَابُ بَيَانِ كُفْرٍ مَنْ قَالَ مُطَرَّنًا  
بِالنَّوْءِ

جو شخص یہ کہے کہ ستاروں کے سبب  
سے بارش ٹپتی ہے اس کے کفر کا بیان



۱۳۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ حَالِدٍ الْجُهَنِيِّ قَالَ صَلَّى بِمَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الصُّبْحِ بِالنَّحْدِ يُبَيِّتُهُ فِي إِشْرَسَتَايَ كَأَنَّهُ مِنَ اللَّيْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ أَقْبَلَ عَلَيَّ النَّاسُ فَقَالَ هَلْ تَدْرُونَ مَاذَا كُنْتُ رَأَيْتُكُمْ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَفَعَلُوا قَالَ أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِي مُؤْمِنِينَ بِكَافِرٍ خَافَ مَا مِنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللَّهِ وَرَحْمَتِهِ فَذَلِكَ مُؤْمِنِينَ بِكَافِلٍ بِالْكَوْكَبِ خَافَ مَا مِنْ قَالَ مُطِرْنَا بِشَوْءٍ كَذَا أَذْكَرُ أَذْكَرُ كَافِرِينَ بِمُؤْمِنِينَ بِالْكَوْكَبِ

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی، اس وقت رات کی بارش کا اثر باقی تھا۔ غار سے فارغ ہو کر آپ حاضرین کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی خوب جانتا ہے، آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے بندوں میں سے بعض کی صبح ایمان پر اور بعض کی صبح کفر پر ہوئی ہے جس شخص نے کہا ہم پر خدا کے فضل و کرم سے بارش ہوئی اس نے مجھ پر ایمان کھا اور ستاروں کا کفر کیا اور جس نے کہا فلاں ستاروں کی تاثیر سے بارش ہوئی اس نے میرا کفر کیا اور ستاروں پر ایمان رکھا۔

۱۴۰۔ حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى وَعَمْرُو بْنُ سَوَادٍ الْعَامِدِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ قَالَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ يُونُسَ وَكَانَ الْأَخْبَارُ أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ أَبِي عَدِيٍّ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثْمَةَ أَنَّ أَبَاهُ يَزِيدَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْكُفْرُ لَا يَزَالُ مَا قَالَ مَا تَكُونُ قَالَ مَا أَلْعَمْتُ عَلَى عِبَادِي مِنْ نِعْمَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ فِي يَوْمٍ كَافِرِينَ يَقُولُونَ الْكُفْرُ وَيَا لَكَ أَيْب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں نہیں معلوم کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ اس نے فرمایا میں اپنے بندوں کو جب کوئی نعمت دیتا ہوں تو ان میں سے ایک گروہ اس کی ناشکری کرتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ نعمت مجھ کو فلاں ستارے یا ستاروں سے مل ہے۔

۱۴۱۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْمُرَادِيُّ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ عَنْ وَحْدَةَ ابْنِ عَمْرٍو بْنِ سَوَادٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ أَبَا يُونُسَ قَوْلِي أَيْ هُوَ تَوَحُّدُهُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ آسمان سے جو برکت بھی نازل کرتا ہے انسانوں میں سے ایک گروہ اس کی ناشکری کرتا ہے اللہ تعالیٰ بارش نازل فرماتا ہے اور وہ گروہ کہتا ہے کہ فلاں



ستارہ نے بارش برسائی۔

رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ مَا  
أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ بَرَكَةٍ إِلَّا أَصْبَحَ قَرِيبٌ  
مِنَ النَّاسِ بِهَا كَافِرِينَ يُتَرَكُ اللَّهُ الْعَيْثُ  
فَيَقُولُونَ أَتَكُفِّرُونَ كَذًا أَوْ كَذًا أَوْ فِي حَوَائِثِ  
الْعَرَادِ يَكُفِّرُونَ كَذًا أَوْ كَذًا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بارش ہوتی تھی صلی اللہ علیہ وسلم نے لایا صبح کو بعض لوگوں سے شکر کیا اور بعض نے ناشکری۔ شکر گزاروں نے کہا یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے اور ناشکروں نے کہا یہ نلال فلان ستاروں کا اثر ہے حضرت ابن عباس نے کہا اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی: فَلَا اقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ۔ زمین ستاروں کے گرنے کی جگہ کی قسم کھاتا ہوں پھر اس آیت کو پڑھتے ہیں یہاں تک کہ وہ تجعلون رزقک انکم تکذبون۔ تم پر شہادت مسمیٰ جھوٹ اور باطل کو اپنا رزق بناتے ہو۔

۱۲۲۔ وَحَدَّثَنِي عَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْعَظِيمِ  
الْعَدَنِيُّ حَدَّثَنَا النَّصْرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا  
عِكْرَمَةُ وَهُوَ ابْنُ عَتَّارٍ حَدَّثَنَا أَبُو مُصَلِّبٍ  
قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ سَئِلَ النَّاسُ عَلَى  
عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْبَحَ مِنَ النَّاسِ  
شَاكِرًا وَمِنْهُمْ كَافِرٌ قَالُوا هَلْ رَحِمَهُ اللَّهُ وَ  
قَالَ بَعْضُهُمْ لَبَدًا صَدَقَ نَبِيُّ كَذًا أَوْ كَذًا  
قَالَ فَتَرَكْتُ هَذِهِ الْآيَةَ كَذًا أَوْ كَذًا  
النُّجُومِ حَتَّى بَلَغَ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ  
أَنْتُمْ تَكْذِبُونَ۔

ستاروں کے موثر ہونے کا قرآن مجید سے ابطال | جب کافروں نے کہا ستاروں کے سبب سے بارش

ہوتی ہے تو یہ آیات نازل ہوئیں:

ترجمہ قسم سے ان جگہوں کا جہاں ستارے واقع ہوتے ہیں، اور اگر تم سمجھو تو یہ بہت بڑی قسم ہے، بے شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے، محفوظ کتاب میں رہے، اس کو صرف پاک لوگ چھوئے ہیں، اب العالمین کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے تو کیا اس کلام کے ساتھ تم ممانعت کرتے ہو اور تم اپنے رزق کا شکر اس طرح ادا کرتے ہو کہ قرآن مجید کی تکذیب کرتے ہو اور کہتے ہو کہ ستاروں

فَلَا اقْسِمُ بِمَوَاقِعِ النُّجُومِ ۚ وَإِنَّ لَقَسْمَ  
لَوْ تَعْلَمُونَ عَظِيمًا ۚ إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ ۚ فِي  
كُتُبٍ مَكْنُونٍ ۚ لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ ۚ وَتَنْزِيلُ  
مِنَ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ أَفَبِهَذَا الْحَدِيثِ  
إِنَّتُمْ مَذْهَبُونَ ۚ وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ أَنْتُمْ  
تَكْذِبُونَ ۚ

(واقعہ: ۸۲ - ۸۵)



کے سبب سے بارشیں ہوتی ہیں

علامہ آلوسی ان آیات کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ان آیات سے معلوم ہوا کہ جن کا یہ اعتقاد ہے کہ ستارے بارش برسانے میں مؤثر حقیقی ہیں وہ بلاشبہ کافر ہیں اور جن کا یہ اعتقاد ہے کہ باقی محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے اور ستارے باقی کے لیے میقات اور علامت ہیں وہ کافر نہیں ہیں۔

ان آیات سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ بارش کو صرف اللہ عزوجل نازل فرماتا ہے، وہ اس میں مستقل متصرف ہے اور اس میں اس کا کوئی اور شریک اور سہم نہیں ہے، لہذا اگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ قرآن کریم جو عقائد حق پر مشتمل ہے اور ہمیں فوز و فلاح کی طرف ہدایت دیتا ہے تم اس کی اطاعت میں سستی اور مدد منیت کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کرتے، بلکہ شکر ادا کرنے کی بجائے اس کی تکذیب کرتے ہو اور یہ کہتے ہو کہ ستاروں نے بارش برساتی۔

علامہ ہیٹ کہتے ہیں سات آسمانوں میں سے ہر آسمان میں ایک گردش کرنے والا ستارہ ہے جس کو وہ کوکب سیارہ کہتے ہیں۔

کواکب سیارگان اور برج کا بیان

پرتقر ہے، دوسرے پر عطار و تیسرے پر زہرہ، چوتھے پر شمس، پانچویں پر مریخ، چھٹے پر مشتری اور ساتویں پر زحل ہے۔ آٹھویں آسمان پر ثابت ستارے ہیں جو حرکت نہیں کرتے اور نواں آسمان فلک اطلس ہے جس پر کوئی ستارہ نہیں ہے اور آٹھویں آسمان پر ستاروں کے اجتماع سے جو ہیئت منقوع ہوتی ہے وہ نواں آسمان پر اس کے شفاف ہونے کی وجہ سے مختلف شکلوں میں نظر آتی ہے یہ بارہ شکلیں ہیں، حمل، ثور، جوزا، سرطان، اسد، سنبلہ، میزان، عقرب، قوس، جدی، دلو اور حوت، اور ان کو علامہ ہیٹ برج کہتے ہیں، فلک اطلس کو ان بارہ برجوں پر تقسیم کر دیا ہے اور یہ بارہ برج ان کوکب سیارہ کی منازل ہیں، مثلاً سورج کی ایک حرکت عرض ہے جو وہ فلک اطلس کے تابع ہونے کی وجہ سے کرتا ہے، یہ حرکت وہ مشرق سے مغرب کی طرف کرتا ہے، اسی حرکت سے دن اور رات کا سلسلہ جاری ہے، سورج کی دوسری حرکت ذاتی ہے، یہ مغرب سے مشرق کی طرف ہے، ایک سال میں سورج اپنی ذاتی حرکت سے ان بارہ منازل کو برج (سورج کی ایک حرکت عرض ہے جو وہ فلک اطلس کا دور مکمل کرتا ہے، سال کے بارہ مہینہ اور گرمی اور سردی کے مختلف موسم سورج کی اسی ذاتی حرکت سے ظہور میں آتے ہیں۔

علامہ ہیٹ کہتے ہیں آسمان نویں آسمان وہ ہے جس کو شریعت نے گرمی کہا ہے اور نواں آسمان وہ جس کو شریعت نے عرض کہا ہے مثلاً بعض جگہ ستاروں کے جگہ سے شریک کی شکل بن جاتی ہے اس کو برج اسد کہتے ہیں بعض جگہ ستاروں کے اجتماع سے کیکڑے کی شکل بن جاتی ہے اس کو برج سرطان اور بعض جگہ زرد کی شکل بن جاتی ہے اسی کو برج میزان کہتے ہیں، اعلیٰ ہذا القیاس بارہ برج ہیں، قرآن مجید میں بھی سورج کا ذکر ہے: وَالسَّمَاءِ خَالِدَاتٍ السُّجُودِ (سورج ۱۱) "برجوں والے آسمان کی قسم" اس آیت میں سورج سے مراد سورج کے سفر کی منازل ہیں۔



سورج کے علاوہ باقی سیارے بھی ان منازل سے گزرتے ہوئے ایک سال میں فلک اطلس کا دور اپنی حرکت سے طے کرتے ہیں۔

### ستارہ پرستوں کا نظریہ

اہل نجوم (ستارہ پرست، جو ستاروں کی تاثیر کے قائل ہیں) کہتے ہیں کہ فلک ستارہ جب فلک برج میں پہنچ جائے، تو مثلاً بارش ہوتی ہے یا قحط پڑتا ہے یا دیباؤں اور سمندریوں میں طوفان آتے ہیں یا فصل پیدا ہوتی ہے وغیرہ وغیرہ، اسی طرح یہ لوگ انسان کے نام اور اس کی تاریخ پیدائش سے اس کا ستارہ نکالتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس کی پیدائش کے وقت اس کا ستارہ فلک برج میں تھا اور یہ ستارہ سعد ہے یا نحس ہے اور پھر اس کی زندگی میں سونے، چاندی، ہونے والے تمام واقعات کا رشتہ اس ستارے کے سفر سے جوڑتے ہیں کہ جب یہ ستارہ فلک برج میں پہنچے تو مثلاً اس کو سفر میں کامیابی ہوگی، نوکری ملے گی، تجارت میں فائدہ ہوگا وغیرہ وغیرہ، یہ تمام انگلی پیکر اور دھوکے میں مابھی انجلیات اور رسائل میں اس قسم کے کالم شائع ہوتے ہیں کہ ”آپ کا یہ مہینہ کیسے گزرے گا“ اور اس مہینہ میں واقع ہونے والے تمام واقعات کی پیش گوئی کی جاتی ہیں اور لوگوں کو غیب پر مطلع کیا جاتا ہے یہ تمام باتیں بے اصل ہیں اور زمانہ جاہلیت کی یادگار ہیں، اسلام میں ان کی کوئی اصل نہیں ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا سخت رد کر دیا ہے، اور جو شخص ان باتوں کو سچ اور حق باور کرے وہ شریعت محمدی کا انکار کرتا ہے اور اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، اسی طرح فٹ پاتھ پر بیٹھ کر جو لوگ طوطے کے ذریعہ قسمت کا حال بتاتے ہیں یا جو ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر غیب پر مطلع کرتے ہیں، ان کی بتائی ہوئی باتوں پر یقین کرنا بھی کفر ہے، اور عام طور پر یہ لوگ بالکل جاہل ہوتے ہیں، ان کو یہ پتا ہوتا ہے کہ کون سا ستارہ کس فلک میں ہوتا ہے نہ یہ پتا ہوتا ہے کہ برج کس چیز کا نام ہے، انہوں نے صرف چند ستاروں اور چند برجوں کے نام یاد کیے ہوتے ہیں اور ان کا نام سے کوئی لکھت یا جہالت کا رعب ڈالتے ہیں یہ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

### اسباب کی تاثیر کا بیان

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو عالم اسباب بنایا ہے اور ہر چیز کو موجود کرنے کا ایک سبب بنایا ہے، لیکن یہ اسباب مؤثر حقیقی نہیں ہیں اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو ان اسباب کے بغیر اس چیز کو موجود کر دے، اور اگر وہ کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے تو ان اسباب کے باوجود ہر چیز موجود نہیں ہوتی، مثلاً اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کے اختلاط کو انسان کی پیدائش کا سبب بنایا لیکن اس نے عورت کے بغیر حضرت حواء کو پیدا کر دیا اور مرد کے بغیر حضرت عیسیٰ کو پیدا کر دیا اور مرد اور عورت دونوں کے بغیر حضرت آدم کو پیدا کر دیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ مرد اور عورت انسان کی پیدائش کا سبب ہیں، مؤثر حقیقی نہیں ہیں، اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ مرد اور عورت کے اختلاط کے باوجود بچہ پیدا نہیں ہوتا۔ اسی طرح دوائی علاج کا سبب ہیں لیکن کبھی دوا کو استعمال کرنے کے باوجود شفا نہیں ہوتی اور کبھی استعمال کیے بغیر شفا ہو جاتی ہے اور ایسا اس لیے ہوتا ہے لوگوں کی نظر اسباب پر نہ رہے سبب الاسباب پر رہے، اور لوگ



اسباب کو نہیں اللہ تعالیٰ کو مؤثر حقیقی سمجھیں اور کسی چیز کے سبب کو حاصل کرنے کے باوجود اس کے حصول کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں اور دعا استغفار کرنے کے باوجود واپسی سے شفا کی امید رکھیں سورج غرض اسباب حاصل کرنے کے باوجود اللہ تعالیٰ ہی کو مؤثر حقیقی گردانتا ہے وہ مومن ہے اور جو شخص ان اسباب کو مؤثر حقیقی مانتا ہے وہ کافر اور وہر ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ستاروں کی بارش پر سامنے میں مؤثر حقیقی مانتا کفر ہے اور یقینی سبب مانتا بلا دلیل ہونے کی وجہ سے باطل ہے لیکن کفر نہیں ہے البتہ کفار کے قول کے مشابہ ہونے کی بنا پر مگر وہ ہے۔ اسی طرح باقی اسباب کا حال ہے مثلاً سورج کو روشنی کے لئے مؤثر حقیقی مانتا کفر ہے، چونکہ اس کا روشنی کے لئے سبب یقینی ہونا دلیل سے ثابت ہے، اس لیے اس کو سبب یقینی ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے اور جس کا تاثیر پر حجتی دلیل نہ ہو اس کو اسباب ظنیہ کے طور پر مان لینے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسے مختلف دواؤں کا مختلف امراض میں مؤثر ہونا۔ ان کو اسباب غالب ظنیہ کے طور پر ماننے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ حُبَّ الْأَنْصَارِ  
وَعَلَى رِضَى اللَّهِ عَنْهُمْ مِنَ الْإِيمَانِ وَعَلَامَاتِهِ  
وَيُعْطُهُمْ مِّنْ عِلْمَاتِ الْتَفَاقِ

۱۴۳۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ  
ابْنُ مَهْدِيٍّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
بْنِ جُبَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَسْبَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ آيَةُ الْمُتَفَاقِ بَغْضُ  
الْأَنْصَارِ وَآيَةُ الْمُؤْمِنِينَ حُبُّ الْأَنْصَارِ

۱۴۳۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْعَمَّارِيُّ حَدَّثَنَا  
خَالِدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ الْحَارِثِ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَنَسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ حُبُّ الْأَنْصَارِ آيَةُ الْإِيمَانِ وَ  
بَغْضُهُمْ آيَةُ التَّفَاقِ

۱۴۳۵۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
مُعَاذُ بْنُ مَعَاذٍ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ  
الْأَنْطَلَكِيُّ حَدَّثَنَا ابْنُ شَازِيمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَابِطٍ  
قَالَ سَمِعْتُ الْأَنْبِيَاءَ يُحَدِّثُونَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتفاق کی علامت انصار سے بغض رکھنا ہے۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی محبت ایمان کی نشانی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی نشانی ہے۔



سے محبت کرے گا اس سے اللہ تعالیٰ محبت کرے گا  
اور جو ان سے بغض رکھے گا اس سے اللہ بغض  
رکھے گا۔

عَلَيْهِ وَالِإِيمَانُ أَنَّهُ قَالَ فِي الْأَنْصَارِ لَا يُحِبُّهُمْ  
إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ وَلَا يُبْغِضُهُمْ إِلَّا الْكَافِرُونَ مَنْ أَحَبَّهُمْ  
أَحَبَّهُ اللَّهُ وَمَنْ أَبْغَضَهُمْ أَبْغَضَهُ اللَّهُ قَالَ شُعْبَةُ  
لِعَدِيٍّ سَمِعْتَهُ مِنَ النَّبِيِّ عَنِ النَّبِيِّ  
حَدَّثَتْ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص  
اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو گا وہ انصار  
سے بغض نہیں رکھے گا۔

۱۲۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى  
بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِي عَنْ سَهِيلِ بْنِ  
أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ مَجْلُ  
يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ -

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اللہ  
تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو گا وہ انصار سے  
بغض نہیں رکھے گا۔

۱۲۷ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ  
حَدَّثَنَا جَرِيرٌ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ  
حَدَّثَنَا أَبُو سَامَةَ كَلَاهُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي  
صَالِحٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُبْغِضُ الْأَنْصَارَ مَجْلُ يُؤْمِنُ  
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ -

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
قسم ہے اس ذات کی جس نے وہ چیرا اور جس  
نے جانداروں کو پیدا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے مجھ سے عہد کیا تھا کہ مجھ سے صرف  
مومن محبت کرے گا اور صرف منافق مجھ سے بغض  
رکھے گا۔

۱۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا  
وَكَيْعٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ وَحَدَّثَنَا  
يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَالثَّقَلِيُّ لَدَا أَحَدِ ابْنَيْ أَبِي مُعَاوِيَةَ  
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عَدِيٍّ بْنِ قَابِطٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ  
كَالٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ  
لَعَنَهُ النَّبِيُّ إِلَّا رَجُلًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالِإِيمَانُ

وَسَلَّمَ إِلَى أَنْ لَا يُحِبُّنِي إِلَّا الْمُؤْمِنُونَ وَلَا يُبْغِضُنِي إِلَّا الْكَافِرُونَ -  
انصار سے اگر اس وجہ سے بغض ہو کہ یہ انصار رسول اللہ ہیں یعنی یہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار ہیں تو یہ یقیناً کفر اور نفاق ہے اور اگر  
کسی اور وجہ سے ناراضگی ہو جیسے بعض صحابہ کرام کے آپس میں اختلاف تھے یا جیسے حضور کے وصال کے  
بعد ہاجرین اور انصار میں خلیفہ کے انتخاب میں اختلاف ہوا تو اس قسم کا اختلاف یا ناراضگی اس حکم میں شامل نہیں ہے، اسی طرح اگر  
کوئی شخص حضرت علی سے اس لیے بغض رکھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت دار ہیں تو  
یہ کفر ہے۔ اور اگر کوئی اور وجہ ہو جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ میں اختلافات



رہے تو یہ بغض کفر نہیں ہے، انصار نے دین اسلام کی نفرت کی، اور مسلمانوں کو پناہ دی، دین اسلام کی مہارت میں  
 بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور آپ کی خاطر جان و مال کو خرچ کیا اور آپ کی وجہ  
 سے لوگوں کی دشمنی مول لی، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خاطر بیشش بہا قربانیاں دیں، اور رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اپنے باپ اور بھائیوں کو چھوڑا، اس وجہ سے ان کو یہ مقام حاصل ہوا کہ  
 ان سے محبت رکھنا ایمان کی اور ان سے بغض رکھنا نفاق کی علامت ہے۔

بَابُ بَيَانِ نَقْصَانِ الْإِيمَانِ بِتَقْصِصِ  
 الطَّاعَاتِ وَبَيَانِ إِطْلَاقِ لَفْظِ الْكُفْرِ عَلَى  
 غَيْرِ الْكُفْرِ بِاللَّهِ تَعَالَى لِكُفْرِ النِّعْمَةِ وَالْحَقُّوقِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
 خواتین! تم صدقہ کیا کرو، اور بکثرت استغفار کیا کرو  
 کیونکہ میں نے تم لوگوں کو جہنم میں بکثرت دیکھا،  
 ان میں سے ایک صاحب عقل خاتون نے کہا:  
 یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہنم میں ہماری اکثریت  
 کس سبب سے ہوگی؟ آپ نے فرمایا کیونکہ تم بکثرت  
 لعنت کرتی ہو اور شہرہ سر کی نافرمانی کرتی ہو، ناقص العقل  
 اور ناقص الدین ہونے کے باوجود وانا اور میرے  
 شخص کی عقل کو زائل کرنے والا میں نے موت نہیں  
 کو دیکھا ہے، اس عورت نے پوچھا یا رسول اللہ  
 ہماری عقل اور ہمارے دین میں کیا کمی ہے۔ آپ  
 نے فرمایا کہ عقل کی کمی تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی  
 شہادت ایک مرد کے برابر ہے اور دین میں کمی یہ  
 ہے کہ ماہِ ہجری کے ایام تم نماز پڑھ سکتی ہو، نہ  
 روزہ رکھ سکتی ہو۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے نبی صلی  
 اللہ علیہ وسلم سے اس کی مثل روایت کیا۔

۱۳۹- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَمِيحٍ بْنُ الْأَعْمَاسِ الْمُصَرِّفِيُّ  
 أَخْبَرَنَا الْكَلْبِيُّ عَنْ ابْنِ الْهَادِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
 دِينَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَانَ يَأْتِيهِ النَّاسُ  
 تَصَدَّقُوا وَكَثُرُوا الْإِسْتِغْفَارَ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 أَكُنَّا أَهْلَ النَّارِ فَقَالَتْ امْرَأَةٌ مِنْهُمْ بَرَكَةٌ  
 وَمَا كُنَّا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَكُنَّا أَهْلَ النَّارِ قَالَتْ  
 كَثُرَتِ اللَّعْنَةُ وَكَثُرَتِ الْعَشِيرَةُ مَا رَأَيْتُ مَرَجًا  
 تَأْتِيهِ نَقْصَاتُ عَقْلِ قَوْمٍ أَوْ يَنْتَلِبُ لِيَدِي لَيْتَ وَمَنْ كُنَّ  
 قَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا نَقْصَاتُ الْعَقْلِ وَالَّذِينَ  
 قَالَ وَمَا نَقْصَاتُ الْعَقْلِ فَشَهَادَةُ امْرَأَتَيْنِ  
 تَعْدِلُ شَهَادَةَ رَجُلٍ قَالَتْ نَقْصَاتُ الْعَقْلِ وَ  
 تَعْمُكُ الدِّيَارِ إِلَى مَا تَصَلِّي وَتَفْطِرُ فِي رَمَضَانَ  
 قَالَتْ نَقْصَاتُ الدِّينِ وَحَدَّثَ ذَيْبُ أَبِي الْقَاسِمِ  
 أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ ابْنِ  
 الْهَادِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ۔

۱۵۰- وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحَلَوَانِيُّ  
 قَالُوا بَكْرٌ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ لَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي هَازِمٍ  
 أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي تَمِيمُ بْنُ



أَسْأَلُهُ عَنْ عِيَاظِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ  
الْعَدَنِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -  
(۱۵) ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَفَتْنَةُ وَ  
ابْنُ جَعْفَرٍ قَالُوا حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ  
عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي عَمْرٍو عَنْ الْمُقْبِرِيِّ عَنْ أَبِي  
هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
يَعْنِي مَعْنَى حَدِيثِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ -

حضرت ابو سمرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے  
اس حدیث کی مثل روایت کی ہے حضرت ابن عمر نے نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔

مومن کو لعنت کرنے کا حکم | اس حدیث میں ہے: زیادہ عورتیں جہنم میں اس وجہ سے جائیں گی کہ وہ بکثرت  
لعنت کرتی ہیں اور خداوند کی نافرمانی کرتی ہیں۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے مومن کو لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کی مثل ہے اور علماء کا اس پر اتفاق  
ہے کہ مومن کو لعنت کرنا حرام ہے، لعنت میں لعنت کا سنی ہے اہلداد، دور کرنا، اور اصطلاح شرع میں اس  
کا معنی ہے اللہ کی رحمت سے دور کرنا۔ اس لیے جس کی کفر پر موت کا قطعی علم نہ ہو اس پر لعنت کرنا جائز  
نہیں ہے اس لیے کسی شخص میں پر لعنت کرنا جائز نہیں ہے خواہ وہ مسلمان ہو یا کافر، ان جس شخص کی کفر  
پر موت کا قطعی علم ہو اس پر لعنت کرنا جائز ہے، جیسے ابو جہل اور ابلیس اور وصف کے ساتھ بالعموم لعنت کرنا  
جائز ہے، جیسے جہودوں پر اللہ کی لعنت ہو، ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو اور فاسقوں اور کافروں پر اللہ کی  
لعنت ہو، اسی طرح ان نام اوصاف پر لعنت کرنا جائز ہے جن اوصاف پر شرعیہ میں لعنت کی گئی ہے  
یزید پر لعنت کرنا جائز ہے یا نہیں اس پر ہم نے شرح صحیح مسلم کی جلد ثالث اور جلد سابع میں مکمل  
بحث کی ہے۔

اس حدیث میں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کرنے پر دوزخ کے ذاب کی وعید سنائی  
ہے اس سے معلوم ہوا کہ لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

عورت کی نصف شہادت کی تحقیق | اس حدیث میں ہے: عورت کی عقل کی کمی یہ ہے کہ دو عورتوں کی شہادت  
ایک مرد کے برابر ہے۔

اس حدیث میں اس بات کی واضح تصریح ہے کہ عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہے اور دو عورتوں  
کی شہادت ایک مرد کی شہادت کے برابر ہے۔

اس حدیث کو امام بخاری (ج ۱ ص ۱۳۱، ۱۹۷، ۲۶۱، ۳۲۳) امام مسلم، امام ترمذی، (ص ۴۵) امام ابو داؤد



(رج ۲ ص ۲۸۷) امام ابن ماجہ (رج ۱ ص ۲۸۹-۲۸۸) امام حاکم نیشاپوری (رج ۲ ص ۹۰) علامہ ذہبی (رج ۲ ص ۱۹۰)، امام احمد بن حنبل (رج ۲ ص ۲۷۷) امام طبرانی (رج ۱ ص ۱۹۰) امام بیہقی (رج ۱ ص ۳۷۸) اور دیگر محدثین نے روایت کی ہے۔ اور قرآن مجید میں ہے:

ان تفضل احداھما فتذکر احدهما الاخریٰ (بقرہ ۲۸۲: ۲۸۳) تاکہ ایک عورت بھول جائے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

یہ حدیث چار عظیم صحابہ سے مروی ہے اور ہم نے اس کو دس اعلیٰ ائمہ حدیث سے روایت کیا ہے اور حافظ ابن حجر عسقلانی کے ذکر کردہ اصول کے مطابق یہ حدیث حکماً متواتر ہے ورنہ اس حدیث کے مشہور ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے اور اس حدیث سے یہ ثابت ہے کہ مالی معاملات میں عورت کی شہادت مرد کی شہادت کا نصف ہوتی ہے اور اس کا انکار کرنا کھلی ہوئی گمراہی ہے۔

بعض متجدد علماء یہ کہتے ہیں کہ عورت کی شہادت کو مرد کی شہادت کا نصف قرار دینا عورت کو آدھا انسان قرار دینے کے مترادف ہے اور یہ انسانیت کی کھلی ہوئی توہین ہے۔

سب سے پہلے یہ بات ملحوظ رکھنی چاہیے کہ جس معاملہ میں دو مرد پیش نہ آنے کی صورت میں ایک مرد اور دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے، یہ اختیار ہی شہادت کا معاملہ ہے یعنی یہ دو صورت نہیں ہے کہ جب کسی ہنگامی، ناگہانی یا اضطراری واقعہ میں کسی مالی معاملہ یا کسی انسانی حق میں موقع پر موجود کسی شخص کی گواہی کو اس معاملہ یا حق کے ثبوت میں پیش کرنا ہو، ایسے کسی ہنگامی اور ناگہانی واقعہ میں ایک مسلمان عورت تو الگ رہی کفار کی شہادت سے بھی وہ معاملہ یا حق ثابت ہو جائے گا، قرآن مجید کی زیر بحث جس آیت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کو گواہ بنانے کا حکم دیا گیا ہے اس میں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ جب تم اپنے قصداً اور اعتبار سے اپنے کسی کاروباری معاملہ یا قرض کے لین دین پر گواہ بنا نا چاہو تو اپنی پسند اور مرضی سے گواہ بناؤ۔ اور وہ دو مسلمان مرد ہیں، یا ایک مسلمان مرد اور دو مسلمان عورتیں ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ توسیع اور اختیار کی حالت میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتیں کیوں رکھی گئی ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عدالت میں مدعی غلبہ کے خلاف گواہی دینا بہت بڑی جرأت، حوصلہ اور دلیری کی بات ہے، کیونکہ جس فریق کے خلاف گواہی دی جاتی ہے، فطری طور پر وہ فریق اس گواہ کا دشمن ہو جاتا ہے اور فریق مخالف گواہ کو ڈراتا اور دھمکانا ہے اور محقق، متکلفین سے اس کو مرعوب اور متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے اور یہ ایک عام مشاہدہ ہے کہ عورتیں جب گواہی دینے کے لیے آتی ہیں تو روئے لگتی ہیں یا کوسنا شروع کر دیتی ہیں یا دلیل مخالف کے اعتراضات سے گھبرا کر بے ربط اور اقل قول باتیں کرنا شروع کر دیتی ہیں۔

یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے کہ عورتیں مردوں سے فطرتاً کمزور ہوتی ہیں اور ان میں مردوں کی بہ نسبت جرأت اور حوصلہ بہت کم ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عورتوں کو سپہ سالار، جنرل اور کمانڈر نہیں بنایا جاتا، دنیا میں مردوں سے چند عورتیں پائنت ہیں اور بالعموم ساری دنیا میں عورتوں کو پائلٹ نہیں بنایا جاتا، غرض ہمت، دلیری اور شجاعت کے تمام کام مردوں کے سپرد کیے جاتے ہیں اور عورتوں کو ان کاموں سے الگ رکھا جاتا ہے۔



چونکہ فریق مخالف کے خلاف گواہی دینا بہت جرات اور حوصلہ کا کام ہے، اس وجہ سے اسلام نے یہ کام اصالتاً اور بالذات دوسروں کے سپرد کیا ہے اور اگر کسی مفاد اور معاملہ کے وقت دوسرے پیشتر ہوں تو پھر ایک مرد اور دوسرے توں کو گواہ بنانے کا حکم دیا ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ عدالت میں فریق مخالف کی جرح یا اس کے خوف سے عورت اپنی طبیعت کی ضروری سے گھبرا کر کچھ کا کچھ کہہ دے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان فصل احداھما فتذکر احداھما  
الاخری۔ یعنی ۲۸۲: ۵

تاکہ ایک عورت بھول جاتے تو دوسری اس کو یاد دلا دے۔

علامہ قرطبی اس آیت کی تفسیر میں ضلال کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

والضلال عن الشہادۃ انما ہونسیان  
جنء منها و ذکر جنء و یبقی المرء حیران  
بعد ذلک ضالا ً  
یعنی حیران ہو۔

و کلام بیان کرتے ہیں کہ پچانوے فی صد مقدمات میں جب عورت گواہی کے لیے پیش ہوتی ہے تو یارو پڑتی ہے یا گھبرا کر اول قول باتیں کرتی ہے یا کو سا شروع کر دیتی ہے، اس کے مقابلہ میں مرد فطرتاً تو ہی جرات مند اور دلیر ہوتا ہے اور فریق مخالف کے دباؤ سے مرعوب اور متاثر نہیں ہوتا، اس لیے وہ عدالت میں حوصلہ ہائے بغیر ٹھیک ٹھیک گواہی پیش کرتا ہے۔ اسلام نے جو نظام حیات پیش کیا ہے وہ چھوٹے فطری تقاضوں سے ہم آہنگ ہے اس وجہ سے اس نے ایک مرد کے مقابلہ میں دوسرے توں کی گواہی رکھی ہے تاکہ گواہی کے موقع پر ان دونوں عورتوں کو ایک دوسری سے طمانیت خاطر ہے اور ڈھارس بندھی رہے اور جب عورت بوکھلا جاتے اور گھبراہٹ میں کچھ کا کچھ کہنے لگے تو دوسری عورت اس کو صحیح بات یاد دلا دے۔

ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دوسرے توں کی گواہی کو مقرر کرنے کا دوسرا سبب یہ ہے کہ تجارتی مال کی پیچیدگیوں، لین دین کی باریکیوں اور قرض کی ضروری شرائط اور قیود سے عام طور پر مرد پوری طرح واقف ہوتے ہیں اس کے برخلاف عورت چونکہ فطری اور شرعی طور پر صرف امور خانہ داری کی ماہر ہوتی ہے اور عام دنیاوی معاملات میں وہ براہ راست ملوث نہیں ہوتی اور نہ اس کی باریکیوں سے کما حقہ واقف ہوتی ہے اس وجہ سے کسی لین دین اور معاہدہ کے وقت فریق مخالف یہ چاہتا ہے کہ اس کے معاملہ پر زیادہ سے زیادہ تجربہ کار اور اہل شخص گواہی دے اس لیے وہ چاہتا ہے کہ اولین مرحلہ میں دوسروں کو گواہ بنایا جائے اور اگر دوسرے پیشتر آ سکیں تو ایک مرد یا دوسرے توں کو گواہ بنا دیا جائے تاکہ اس کے معاہدہ پر زیادہ سے زیادہ بہتر گواہی پیش کی جاسکے اور اسلام چونکہ دین فطرت ہے اس لیے اس نے انسانی فطرت کے قریب گواہی کا یہ ضابطہ



مقرر کیا ہے۔

بیسری وجہ یہ ہے کہ عورت چونکہ فطرۃً مستقل مزاج ہوتی ہے اس لیے فرائق مخالف کے وکیل کی جرح کے موقع پر اس کا اصل موقف سے پھسل جانا اور فرائق مخالف کے دلائل سے متاثر ہو جانا زیادہ ممکن ہے اس لیے اس کو اصل موقف پر قائم رکھنے کے لیے ایک اور گواہ کی ضرورت ہے تاکہ جب وہ مستقل یا متاثر ہو کر اصل موقف سے ہٹنے لگے تو دوسری گواہ اس کو سنبھال سکے اور اس کو برقت اصل موقف یا دلائل کے

وہ امور جن میں صرف عورتوں کی گواہی معتبر ہے

مذکورہ الفہم بحث سے یہ واضح ہو گیا کہ مالیات کے اختیاری معاملات میں ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کرنے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اسلام کے نزدیک عورت آدمی انسان ہے یا وہ حقیر یا کم درجہ کی مخلوق ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فطرۃً مستقل مزاج ہے یا مرد کے مقابلہ میں جنات اور حوصلہ کم رکھتی ہے یا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ وہ عاقلہ، فطرۃً گھریلو معاملات اور امور خانہ داری میں ماہر ہوتی ہے اور مالیاتی نظام کی باریکیوں اور کاروباری نزاکتوں سے واقف اور ان امور کی ماہر نہیں ہوتی اس لیے ایک مرد کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے درجہ جن معاملات پر اس کی دسترس ہوتی ہے یعنی عورتوں سے متعلق معاملات ان میں تنہا ایک عورت کی گواہی مشروع اور مقرر کی گئی ہے، اگر اسلام کے نزدیک عورت آدمی انسان ہوتی یا ساقط الاعتبار ہوتی تو عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی کو کیوں کافی قرار دیا جاتا؟ اب ہم تاریخین کے سامنے ایسی احادیث پیش کر رہے ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ عورتوں کے مخصوص معاملات میں صرف عورتوں کی گواہی کافی ہے، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عقبہ بن الحارث قال تزوجت امرأتاً فجاءت امرأتاً فقال لانی ارضحتکما فأتیت فذکرت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال کیف وقد قیل دعھا عنک ین

حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک عورت سے شادی کی ایک اور عورت نے آکر کہا کہ میں نے تم دونوں کو دودھ پلایا ہے اب میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر یہ واقعہ عرض کیا آپ نے فرمایا: تم اس عورت کو اب نکاح میں کس طرح رکھ سکتے ہو جبکہ یہ شہادت ہو چکی ہے۔ اس عورت کو طلاق دے دو۔

اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ صرف ایک عورت نے یہ شہادت دی کہ اس نے حضرت عقبہ بن حارث رضی اللہ عنہ اور ان کی زوجہ کو دودھ پلایا ہے اور صرف اسی ایک عورت کی شہادت پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن حارث کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں، ہر چند کہ فقہاء احناف اور دیگر ائمہ کے نزدیک یہ حدیث استحباب پر عمل ہے، اور رضاعت میں صرف ایک عورت کی شہادت پر فیصلہ نہ کرنا واجب نہیں







**عورت کی شہادت کو نصف شہادت قرار دینے کی حکمتیں** | مذکورہ اعداد و احادیث، آثار، اقوال تابعین اور ائمہ مذہب کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ جو امور عورتوں کے ساتھ مخصوص ہوتے ہیں، ان میں صرف ایک عورت کی شہادت پر بھی فیصلہ کرنا جائز ہے اس لیے یہ اعتراف صحیح نہیں ہے کہ مالی معاملات کی اختیاری گواہی میں چونکہ ایک مرد کی گواہی کے مقابلہ میں دو عورتوں کی گواہی رکھی گئی ہے اس لیے اسلام نے عورت کو آدھا انسان قرار دیا ہے یا اس کی گواہی کو کمتر قرار دیا ہے، اگر اسلام کے نزدیک عورت آدھا انسان ہوتی یا وہ حقیر اور ذلیل ہوتی تو ان معاملات میں صرف ایک عورت کی گواہی پر فیصلہ کا مدار کیوں رکھا جاتا؟

اگر مرد یہ اعتراف نہیں کرے کہ بعض نسوانی معاملات میں ان کی شہادت اصلاً معتبر نہیں ہے، جبکہ ان معاملات میں عورتوں میں سے ایک عورت کی گواہی قبول کر لی جاتی ہے تو دوسروں کو اسلام نے بالکل ساقط الاعتبار کر دیا اور ان کو آدھے انسان کا درجہ بھی نہیں دیا تو کیا مردوں کا یہ اعتراف درست اور حقوق جو گاہ نہیں بلکہ یہ ہی کہا جائے گا کہ جن دنیاوی معاملات میں مردوں کو شہادت کی اہلیت ہے وہاں مردوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے اور جن نسوانی معاملات میں عورتیں شہادت کی اہل ہیں وہاں عورتوں کی شہادت قبول کی جاتی ہے، اسلام نے جس نصف کی شہادت کا جس جگہ اعتبار کیا ہے وہ عین حکمت اور فطرت کے مطابق ہے سبحان اللہ و بحمدہ۔

مزید غور فرمائیے کہ اثبات زنا میں دو کے بجائے چار مردوں کی گواہی مقرر کی گئی ہے اب کیا مرد یہ کہہ سکتے ہیں کہ جناب ہماری گواہی تو آدمی کر دی گئی ہے کیونکہ باقی حدود اور معاملات میں دو مردوں کی گواہی کافی ہوتی ہے اور اب زنا میں، بجائے دو کے چار مردوں کی گواہی ضروری قرار دی گئی ہے تو گویا دو مردوں کو ایک کے قائم مقام کیا ہے اور یہ مرد کو آدھا انسان قرار دینا ہے، اس کے جواب میں بھی نہیں کہا جائے گا کہ چونکہ زنا کی سزا بہت سخت رکھی گئی ہے جس میں شادی شدہ نرانی کو رجم کر دیا جاتا ہے اس لیے اس کے ثبوت کی بھی کڑی شرط رکھی ہے اور ثبوت زنا کو چار مسلمان مردوں کی گواہی پر موقوف کیا گیا ہے۔

پھر یہ چیز بھی ملحوظ رہنی چاہیے کہ شہادت دینا کوئی حق یا انعام نہیں ہے، اگر ایسا ہوتا تو عورتیں کہہ سکتی تھیں کہ ہمارا حق کم کر دیا گیا ہے، عدالت میں جا کر فرتق منافع کے خلاف گواہی دینا اور اس کی دشمنی مول لینا یہ تو ایک ابتلا اور مصیبت ہے، بعض اوقات شہادت دینے کے لیے ایک شہر سے دوسرے شہر جانا پڑتا ہے اور سفر کی مصوبتیں اٹھانی پڑتی ہیں، اسلام نے صرف نازک پر جیسے اور احسانات کیے ہیں کہ اس پر حاشش اور بچوں کی کفالت کا بوجھ نہیں رکھا، ایام حین میں نازوں کا مختلف نہیں کیا، حالت حیض اور رضاعت میں روزے سے قضا کرنے کی سہولت دی ہے، اسی طرح اسلام کا عورتوں پر یہ بھی احسان اور انعام ہے کہ اس پر شہادت ادا کرنے کا بوجھ کم سے کم رکھا ہے مدد و اور قصاص کے معاملات جن کی گواہی دینے میں زیادہ خطرہ اور سختی ہے ان میں اس کو شہادت کا بالکل مکلف نہیں کیا اور مالی معاملات میں اس کے بوجھ کو کم کر دیا ہے، اور جو بوجھ ایک مرد پر ڈالا جاتا ہے وہ دو عورتوں پر تقسیم کر دیا، الحمد للہ علی احسانہ و انعامہ۔



اس مسئلہ کی پوری تفصیل اور تحقیق کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس کا مطالعہ فرمائیں۔  
اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

### حدیث الباب سے استنباط شدہ مسائل

- ۱۔ اس حدیث میں کفرانِ نعمت اور خاوند کی ناشکری پر کفر کا اطلاق کیا گیا ہے۔
- ۲۔ اس حدیث میں ایمان کی کمی اور زیادت کی بیان ہے۔
- ۳۔ امام اور علماء کا رعبا اور عوام کو درغظ کرنا، ان کو نیکی پر برا بھلا کہنا اور گناہوں سے منع کرنا۔
- ۴۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مستعلم کو اگر عالم کی کوئی بات سمجھ نہ آئے تو وہ عالم سے سوال کرے اور وضاحت طلب کرے۔
- ۵۔ شہرہ کی اطاعت اور اس کے انعام کا شکر کرنا واجب ہے۔
- ۶۔ ناشکری اور لعن طعن کرنا گناہ کبیرہ ہے۔
- ۷۔ صدقہ کرنے اور استغفار سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔
- ۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے کوئی چیز مخفی نہیں تھی کہ آپ زمین پر کھڑے ہو کر جہنم کو دیکھ لیتے تھے۔ کیونکہ آپ نے فرمایا میں نے عورتوں کو بختہ جہنم میں دیکھا۔
- ۹۔ ناشکری پر بھی کفر کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاوند کی ناشکری کو کفر سے تعبیر فرمایا ہے۔
- ۱۰۔ چونکہ ابھی تک جنت اور جہنم میں جزا اور سزا کا سلسلہ شروع نہیں ہوا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان "کہ میں نے جہنم میں عورتوں کو دیکھا" کے تین مطلب ہیں۔ اقل یہ کہ دیکھنے سے مراد علم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جنتیوں اور جہنمیوں کا علم عطا فرمایا تھا، دوم یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہندخ میں جہنم کے عذاب میں مبتلا ہونے والوں میں بکثرت عورتیں دیکھیں سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے عالم مثال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مستقبل میں ہونے والے واقعات دکھا دیے ہوں۔

نماز ترک کرنے پر کفر کا اطلاق

بَابُ بَيَانِ إِطْلَاقِ اسْمِ الْكُفْرِ عَلَى مَنْ

تَرَكَ الصَّلَاةَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ابن آدم سجدہ کی آیت تلاوت کرے سجدہ کر لیتا ہے تو شیطان روزنا ہوا بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے اے افسوس ابن آدم کو سجدہ کا حکم ہوا اور وہ

۱۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ كَرِيمٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السُّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي



سجدہ کر کے جنت کا مستحق ہو گیا اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں انکار کر کے جہنم کا مستحق ہو گیا۔

يَقُولُ يَا ذِكْرًا ذِي بَرٍّ اِنِّي كُذِّبْتُ يَا ذِكْرًا  
اَمْرًا اِنْ اَذْمَ بِالشُّجُوْدِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ وَ  
اَمْرًا بِالشُّجُوْدِ فَتَأْتِيكَ فِلْيُ النَّارِ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور مثلاً یا ذکر  
اس سند کے ساتھ یہ روایت اس تفسیر کے ساتھ منقول  
ہے کہ میں نے نماز پڑھائی کی تو میں جہنم کا مستحق ہو گیا۔  
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے کفر اور  
شرک میں نماز پڑھنے کا فرق ہے۔

۱۵۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا وَكِيعٌ  
حَدَّثَنَا الزَّعَمِيُّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِنْهُ غَيْرُ أَكْثَرٍ  
قَالَ فَغَصِيْتُ فِلْيُ النَّارِ۔

۱۵۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الْقُمَيْمِيُّ وَعَفَّانُ  
بْنُ أَبِي شَيْبَةَ يَكْلَاهُمَا عَنْ جَدِّهِ قَالَ يَجِيءُ أَهْبَاتًا  
جَوِيَّةً عَنْ الزَّعَمِيِّ عَنْ أَبِي سَهْيَانَ قَالَ سَمِعْتُ  
جَابِرًا يَقُولُ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انسان  
اور اس کے کفر و شرک کے درمیان نماز پڑھنے  
کا فرق ہے۔

۱۵۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَسَاكَانُ الْمُسَبِّحِيُّ حَدَّثَنَا  
الضَّحَّاكُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ  
أَخْبَرَنِي أَبُو النَّبِيِّ سَمِعَهُ جَابِرًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَ الرَّجُلِ وَبَيْنَ الشِّرْكِ وَالْكُفْرِ

تارک نماز کو کافر قرار دینے یا قتل کرنے میں مذاہب فقہاء | حدیث نمبر ۱۵۴ میں ہے: انسان  
پڑھنے کا فرق ہے۔

علامہ بیہقی بن شرف فرمادی گھنٹے ہیں:  
جو شخص نماز کا فرضیت کا انکار کر کے نماز کو ترک کر دے، اس کے کفر پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے  
وہ شخص ملت اسلام سے خارج ہے، الایہ کہ وہ نیا یا مسلمان ہوا ہو، یا مسلمانوں کے ساتھ امتناع نہ رہا ہو  
کہ اس کو نماز کی فرضیت کا علم ہو جائے اور اگر وہ نماز کا فرضیت کا اعتقاد رکھتا ہے اور اس نے کسٹھا کی وجہ  
سے نماز کو ترک کیا ہے جیسا کہ اکثر لوگوں کا حال ہے تو اس میں لوگوں کا اختلاف ہے، امام شافعی، امام مالک اور  
جمہور سلف اور علف کا مسلک یہ ہے کہ وہ کافر نہیں فاسق ہے، اس سے تو یہ طلب کی جائے گی اگر اس نے  
ترک کر لی تو رہا ورنہ اس کو عدا قتل کر دیا جائے گا جس طرح شادی شدہ نانی کو حد میں سنگسار کیا جاتا ہے لیکن  
اس کو توار سے قتل کیا جائے گا۔ متقدمین کا ایک جماعت کا یہ مسلک ہے کہ وہ کافر ہو گیا، حضرت علی بن ابی طالب  
رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، امام احمد بن حنبل سے بھی ایک یہ روایت ہے، عبد اللہ بن المبارک اور اسلمی



بنی را جو یہ کا بھی یہی قول ہے اور بعض اصحاب شافعی کا بھی یہی مسلک ہے، امام ابوحنیفہ مکر فر کے دیگر علماء اور امام شافعی کے تلمیذ امام حنفی کا یہ مسلک ہے کہ وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کو قتل کیا جائے گا بلکہ اس پر نذرین لگائی جائے گی اور اس کو اس وقت تک قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ وہ توبہ نہ کرے، اور نماز پڑھنے لگے۔  
 جمہور فقہاء جن کا یہ موقف ہے کہ نماز ترک کرنے سے مسلمان کافر نہیں ہوتا، ان کا استدلال اس آیت سے ہے:

ان الله لا يقدر ان يضلوك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء۔  
 (نساء: ۴۸)  
 بے شک اللہ تعالیٰ اس کو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے اور جو اس سے کم ہر اس کو بخش دیتا ہے جس کے لیے چاہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات سے استدلال کرتے ہیں:  
 من قال لا اله الا الله دخل الجنة۔  
 جس شخص نے لا اله الا الله کہا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔

من مات وهو يعلم ان لا اله الا الله دخل الجنة۔  
 جو شخص اس حال میں مرا کہ اس کو لا اله الا الله کا یقین تھا وہ جنت میں داخل ہو گیا۔  
 حرم الله على الناس ان يقولوا لا اله الا الله۔  
 جس نے لا اله الا الله کہا اس کو تعالیٰ نے اس کو دوزخ پر حرام کر دیا۔

جو علماء تمارک نماز کو قتل کرنے کے قائل ہیں وہ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں:  
 فاذا نزلنا من السماء الحمر فقاتلوا المشركين حيث وجدتموهم وخذوهم واحصروهم واقعدوا لهم كل موصد۔  
 تم مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کرو، ان کو پکڑو اور ان کا محاصرہ کرو، اور ان کی تاک میں ہر گھات کی جگہ بیٹھو، پس اگر وہ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔  
 اس آیت کے مفہوم مخالفت سے استدلال کیا گیا ہے، یعنی اگر وہ نماز قائم کر لیں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو، ورنہ ان کو قتل کرو۔

نیز اس حدیث سے بھی استدلال کیا گیا ہے:  
 امرت ان اقاتل الناس حتى يقولوا لا اله الا الله وقيموا الصلوة ويؤتوا الزكاة فاذا فعلوا ذلك عصموا مني دماءهم واموالهم۔  
 مجھے لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے حتیٰ کہ وہ کہیں لا اله الا الله اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں، جب وہ ایسا کریں گے تو مجھ سے اپنی جانوں اور مالوں کو محفوظ کر لیں گے۔  
 اس حدیث کے بھی مفہوم مخالفت سے استدلال کیا گیا ہے، یعنی جس شخص نے نماز نہیں پڑھی اس



کی جان اور مال محفوظ نہیں ہوں گے۔

لفقہاء احناف اس آیت اور حدیث کا یہ جواب دیتے ہیں کہ اس آیت اور اس حدیث میں صرف نماز کے ترک پر قتل کرنے کا حکم نہیں ہے اور بحث اس میں ہے، اس آیت اور حدیث میں اس شخص کو قتل کرنے کا حکم ہے جو ایمان نہ لائے اور نماز نہ پڑھے اور زکوٰۃ ادا نہ کرے، یعنی ایمان اور مسلم صاحب دونوں کے مجامع کے تارک کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ صرف نماز کے تارک کو، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جن لوگوں سے زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے قتال کیا تھا وہ ادائیگی زکوٰۃ کا انکار کرتے تھے سیدی غفران جو علماء تارک نماز کو کافر کہتے ہیں ان کی دلیل اس باب کی احادیث ہیں، یعنی بندہ اور اس کے کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے، اور دوسرے علماء نے اس باب کی حدیث "بندہ اور اس کے کفر کے درمیان نماز نہ پڑھنے کا فرق ہے" کی یہ تاویل کی ہے کہ انسان نماز نہ پڑھنے کی وجہ سے اس میں کاستی ہے جو کافر کو نماز کے ترک کی وجہ سے دی جاتی ہے، یا یہ تاویل ہے کہ جو شخص نماز کے ترک کو جائز اور حلال سمجھے وہ کافر ہے یا یہ کہ نماز کے ترک کی شامت انسان کو مال کا کفر کی طرف لے جاتی ہے، یا اس کا نماز نہ پڑھنا کافروں کا فعل ہے۔ امام ابو حنیفہ اور جو فقہاء نماز ترک کرنے والے کو قتل کرنے کے قائل نہیں ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل دم امرئ مسلم یشهد ان لا الہ الا اللہ وانی رسول اللہ الا باحدی ثلاث الشیبات الذان والنفس بالنفس والتارک لدینہ المعارق للجماعة

(صحیح مسلم ج ۲ ص ۵۹)

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان شخص اللہ کے ایک ہونے اور میرے رسول اللہ ہونے کی گواہی دیتا ہو اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہے جب تک کہ تین اسباب میں سے کوئی ایک سبب نہ پایا جائے وہ شخص شادی شدہ زانی ہو، جان کا بدلہ جان ہو، وہ شخص دین اسلام کو ترک کر کے جماعت مسلمین سے الگ ہو جائے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کو قتل کرنے کے جہتیں اسباب بتائے ہیں ان میں نماز کو ترک کرنا داخل نہیں ہے اس لیے اس حدیث کی بناء پر تارک نماز کو قتل کرنا جائز نہیں ہے۔

باب بیان کون الایمان باللہ تعالیٰ افضل الاعمال

۱۵۶۔ وَحَدَّثَنَا مُنْصَوْرُ بْنُ أَبِي مَرْزُوقٍ أَنَّهُ قَالَ حَدَّثَنَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا سب  
 کا افضل عمل کون سا ہے ؟ آپ نے فرمایا اللہ پر  
 ایمان لانا، پوچھا گیا، اس کے بعد کون سا عمل ؟ آپ  
 نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، عرض کیا گیا اس کے  
 بعد فرمایا حج مقبول۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا  
اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کون سا عمل سب سے  
افضل ہے؟ آپ نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا اور اس  
کی راہ میں جہاد کرنا میں نے عرض کیا کون سا غلام آزاد  
کرنا سب سے افضل ہے؟ فرمایا جو اس کے  
مالک کے نزدیک سب سے عمدہ اور قیمتی ہوتا  
میں نے عرض کیا اگر میں اس کی طاقت نہ رکھ سکوں؟  
فرمایا کسی شخص کے کام میں اس کی مدد کرو یا کسی  
بے ہنر شخص کے لیے کام کرو۔ میں نے عرض  
کیا اگر میں ان میں سے کوئی عمل نہ کر سکوں؟ فرمایا  
لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھو یہ بھی تمہاری فطر  
سے صدقہ ہو گا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کمر کے فرمایا  
اسی سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

ابراهيم بن سعيد وحدا في محمد بن جعفر بن  
ياد اخبرنا ابراهيم يعني ابن سعيد عن ابن شهاب  
عن سعيد بن المسيب عن ابي هريرة قال  
سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم أي  
الأعمال أفضل قال إيمان بالله قيل ثم ما  
قال الجهاد في سبيل الله قيل ثم ما ذا قال  
حب مؤمن ومؤمن.

١٥٤- وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ رَافِعٍ وَكَثِيرُ بْنُ  
حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَحْمَدَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ الزُّهْرِيِّ  
بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَمِثْلَهُ.

١٥٨ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الزَيْبِيعِ الرَّهْمِيُّ أَنِي حَدَّثَنَا  
حَمَّادُ بْنُ زَرِيدٍ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَمْرٍو أَنَّهُ سَمِعَ  
خَلْفَ بْنَ هِشَامٍ وَاللَّهُ ظَلَمَهُ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَرِيدٍ  
عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو أَنَّهُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي مُرَّادٍ  
الْكَلْبِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ الْإِيمَانُ يَا اللَّهُ وَالْمَهَادُ  
فِي سَبِيلِهِ قَالَ قُلْتُ أَيُّ الْبُكَايَةِ أَفْضَلُ قَالَ  
الْقِسْمَةُ عِنْدَ أَهْلِهَا وَالْكَرْمَةُ شِمَتًا وَقَالَ  
قُلْتُ فَإِنْ لَوَا مَعَلُ قَالَ لُعَيْنٌ صَانِعًا أَوْ تَنْصَمُ  
يَا خَرَقَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَا يَتَرَأَى  
ضَعُفٌ عَنْ بَعْضِ الْعَمَلِ قَالَ تَكُفُّ شَوْكَ  
عَنِ الْكَاسِ وَإِنْهَا مَدَّةٌ قَدْ مَنَعَكَ عَلَى نَفْسِكَ .

١٥٩- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ  
حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ  
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنَا مَعْمَرُ بْنُ الزُّهْرِيِّ  
عَنْ حَبِيبِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي الرَّبِيعِ عَنْ عَدُوَّةَ بْنِ  
الرُّبَيْعِ عَنْ أَبِي مُرَايَحٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْحَوُّ عَمْرَأَةً قَالَ



فَعَيْنُ الْقَائِمَةِ أَوْ قَصَصَهُ لَا غَرْقَ -

۱۶۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ التَّوَلِيدِ بْنِ الْحَبِيزِ أَرَعَنُ سَعِيدُ بْنُ أَيَّاسٍ أَبِي عَمْرٍو الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ آخِيَ الْعَمَلِ أَفْضَلَ مَا قَالَ الصَّلَاةُ لَوْ قَرَّبْتُهَا قَالَ قُلْتُ ثُمَّ آخِيَ قَالَ يَا تَوَالِدِ بْنِ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ آخِيَ قَالَ الْجَهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ثُمَّ قَرَّبْتُ أَشْتَرُ فَيَدُكَ إِلَّا رَحْمَةً عَلَيْهِ -

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ سب سے افضل کون ہے؟ آپ نے فرمایا نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا، میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا والدین کے ساتھ مکی کرنا۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، حضرت عبد اللہ بن مسعود کہتے ہیں، میں ابھی کچھ اور بھی پوچھنا چاہتا تھا لیکن اس خیال سے مزید سوال نہیں کیے کہ کہیں کثرت سوالات آپ کی طبیعت پر بامعہ ہو۔

۱۶۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ الْمَكِّيُّ حَدَّثَنَا مُزَاقُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْفَكَرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو يَعْقُوبَ مَرَّ عَنِ التَّوَلِيدِ بْنِ الْحَبِيزِ أَرَعَنُ شَمْرُو الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قُلْتُ يَا نَبِيَّ اللَّهِ آخِيَ الْأَعْمَالِ أَشَدَّ إِلَى الْخَيْرِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى مَا قَرَّبْتُهَا قُلْتُ وَمَا ذَا يَا نَبِيَّ اللَّهِ قَالَ الْجَهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ -

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور سے عرض کیا، یا رسول اللہ! کس عمل سے جنت کا حصول زیادہ قریب ہو گا؟ آپ نے فرمایا نماز کو ان کے وقت میں پڑھنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

۱۶۲ - وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا آخِيَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ التَّوَلِيدِ بْنِ الْحَبِيزِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا شَمْرٍو الشَّيْبَانِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي مَالِكُ هَذِهِ الْأُمَمِ وَأَشَارَ إِلَى دَارِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ آخِيَ الْأَعْمَالِ أَحَبُّ إِلَى اللَّهِ قَالَ الصَّلَاةُ عَلَى مَا قَرَّبْتُهَا قُلْتُ ثُمَّ آخِيَ قَالَ ثُمَّ يَا تَوَالِدِ بْنِ قُلْتُ ثُمَّ آخِيَ قَالَ ثُمَّ الْجَهَادُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ قَالَ حَدَّثَنِي يَهُودُ بْنُ يَحْيَى وَتَوَاصَلْتُ ثُمَّ لَرَادَنِي -

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو کون سا عمل سب سے زیادہ محبوب ہے؟ فرمایا نماز کو اس کے وقت میں پڑھنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا والدین کے ساتھ نیکی کرنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ان ہی سوالات پر اکتفا کر کے اگر میں اللہ پوچھتا تو حضور اور بتلا دیتے۔

۱۶۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَقَّارٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ

امام مسلم نے ایک سند بیان کی اور فرمایا



جَعْفَرٌ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ مَطْلُوحٍ الْقَسْبِيُّ حَدَّثَنَا  
وَأَشْفَارُ إِلَى ذَا رَعْبٍ عَبْدُ اللَّهِ وَمَا سَمِعْنَا مِنْكُمْ  
اس سلسلے سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۱۶۴۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا  
جَعْفَرُ بْنُ الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي عَمْرٍو  
الْقَسْبِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ الْكَلْبِيِّ صَحَّحَ اللَّهُ  
عَلَيْهِ قَالَهُ وَبَكَرُ قَالَ أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ أَوْ  
الْعَمَلِ الْمَكْلُوفَةِ لِقَوَائِمِهَا وَبَرُّ الْوَالِدَيْنِ۔  
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے  
افضل عمل اوقات پر نماز پڑھنا اور ماں باپ کے ساتھ  
نیکی کرنا ہے۔

افضل اعمال کی احادیث میں تعارض کے جوابات

اس باب کی بعض روایات میں افضل عمل میں اللہ پر ایمان  
لانا، پھر جہاد کرنا اور اس کے بعد حج کرنے کا  
ذکر ہے۔ اور بعض روایات میں افضل عمل وقت پر نماز پڑھنا، پھر والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور پھر حج کرنے کا  
ذکر ہے اور اس سے پہلے ابواب میں سے بعض ابواب میں افضل عمل کھانا کھلانا اور بہ کثرت سلام کرنا اور بعض ابواب  
میں کسی شخص کے ہاتھ اور زبان سے مسلمانوں کا محظوظ رہنا افضل عمل بتلایا گیا ہے۔ ان روایات میں تعارض کی  
وجہ سے یہ اشکال ہوا کہ حقیقت میں افضل عمل کون سا ہے۔ اس کا ایک جواب قریب ہے کہ یہ مختلف جوابات  
سوال کرنے والوں کے اعمال کے اختلاف کی وجہ سے ہیں لیکن اگر کسی شخص میں مال خرچ کرنے اور لوگوں سے  
میل جول رکھنے کی کمی تھی تو اس کے حق میں افضل عمل کھانا کھلانا اور بہ کثرت سلام کرنے کو قرار دیا، اسی طرح  
جہاد، حج اور والدین کے ساتھ نیکی کرنے کا حکم ہے۔ یعنی جس شخص میں جس عمل کی کمی تھی اس کے حق میں اسی عمل کو  
افضل قرار دیا، دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ تمام اعمال افضل اعمال سے ہیں جہاں جس کو سب سمجھا بیان کر دیا، تیسرا  
جواب یہ ہے کہ یہ جوابات حالات کے اعتبار سے ہیں بعض حالات میں جہاد افضل ہے، بعض حالات میں حج  
اور بعض میں والدین کی اطاعت۔ اور ایک جواب یہ بھی ہے کہ عقائد کے باب میں ایمان یا اللہ سب سے افضل  
ہے اور اعمال میں بعض حقوق اللہ ہیں اور بعض حقوق العباد۔ حقوق اللہ میں بعض صرف بدنی عبادات ہیں، بعض  
صرف مالی اور بعض بدنی اور مالی کا مجموعہ اور حقوق العباد میں ماں باپ اور عام مسلمانوں کے حقوق ہیں۔  
حقوق اللہ کے اعتبار سے بدنی عبادات میں نماز کو اپنے وقت میں پڑھنا سب سے افضل ہے اور  
مال عبادات میں زکوٰۃ سب سے افضل ہے اور مالی اور بدنی عبادات کے مجموعہ میں حج اور جہاد سب سے  
افضل ہیں اور حقوق العباد کے اعتبار سے والدین کے ساتھ نیکی کرنا اور عام لوگوں کو کھانا کھلانا اور لوگوں سے  
میل جول رکھنا اور ان کو اپنے شر سے محفوظ رکھنا افضل اعمال ہیں۔

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ الشِّرْكِ أَقْبَحَ الذُّنُوبِ  
وَبَيَانِ أَعْظَمِهَا بَعْدَ ذَلِكَ

۱۶۵۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ  
سَبْطَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ بَيَانُ كَرْتِهِ  
سب سے بڑا گناہ شرک ہے اور اس کے  
بعد بڑے گناہوں کا بیان  
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے



ابْنُ إِبرَاهِيمَ قَالَ اسْتَحَقُّ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ وَقَالَ  
عُمَرُ بْنُ جَرِيرٍ عَنْ مَنصُورٍ عَنْ أَبِي قَالِيلٍ  
عَنْ عَمْرِو بْنِ شَرْحِبِيلٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ  
سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ أَنْ تَجْعَلَ يَدَكَ  
بَيْنَ أَوْهَرِ خَلْقِكَ قَالَ قُلْتُ لَهُ أَلَا ذَلِكُ  
لِعَظِيمِهِ قَالَ قُلْتُ ثُمَّ أَيُّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَقْتُلَ  
وَلَكَ مَخَافَةً أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ قُلْتُ  
ثُمَّ أَيُّ قَالَ ثُمَّ أَنْ تَوَلَّى حَلِيلَكَ جَارَكَ -

ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اللہ تعالیٰ  
کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا  
یہ کہ تم کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ حالانکہ اس نے تم کو  
پیدا کیا ہے، میں نے عرض کیا واقعی یہ بہت بڑا گناہ ہے اس کے  
بعد کون سی چیز بڑا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا تم اپنی اولاد کو اس  
خون سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گی۔ میں  
نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی کے  
ساتھ بدکاری کرو۔

۱۶۸۔ حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْتَحَقُّ ابْنُ  
إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ جَرِيرٍ قَالَ عُثْمَانُ نَا جَرِيرٌ عَنْ  
الْأَعَشَشِ عَنْ أَبِي قَالِيلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ شَرْحِبِيلٍ  
قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الذَّنْبِ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ قَالَ أَنْ تَدَّ عَوْزَ اللَّهِ يَدًا  
هُوَ خَلْقَكَ قَالَ ثُمَّ أَيُّ قَالَ أَنْ تَقْتُلَ وَلَكَ  
مَخَافَةً أَنْ يَطْعَمَ مَعَكَ قَالَ ثُمَّ أَيُّ قَالَ أَنْ تَوَلَّى  
حَلِيلَكَ جَارَكَ قَالَ نَزَلَ اللَّهُ فَصَدَّقَهَا وَالَّذِينَ  
لَا يَدَّ عَوْنُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا أَحَدٌ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ  
الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَلَا مَنَ  
يَفْعَلُ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا -

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک  
شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اللہ تعالیٰ  
کے نزدیک کون سا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم  
کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناؤ، حالانکہ اللہ نے تم کو پیدا فرمایا  
ہے، اس شخص نے عرض کیا کہ اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا تم اپنی  
اولاد کو اس خون سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گی۔  
اس نے پوچھا اس کے بعد؟ آپ نے فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی  
بیوی سے بدکاری کرو، پھر حضور کے اس ارشاد کی تصدیق میں قرآن  
کریم کی یہ آیات نازل ہوئیں: (ترجمہ) جو لوگ اللہ کے سوا کسی اور  
کی عبادت نہیں کرتے اور نہ ناحق قتل کرتے ہیں اور نہ بدکاری کرتے  
ہیں اور جو لوگ ایسے کام نہیں کریں گے وہ اپنی سزا کو پالیں گے۔

ف: اس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ شرک سب سے بڑا گناہ ہے، اور یہ بالکل ظاہر ہے،  
اس کے بعد قتل ناحق کرنا بہت بڑا گناہ ہے اور ان کے بعد زنا، لواطت، مال باپ کی نافرمانی، سحر، جادو،  
مسلمان پاک و امن عورتوں کو زنا کی تہمت لگانا، سود کھانا اور اس جیسے لہر گناہ، کمیہ وین، اور ان میں سے ہر گناہ کو اکبر الکبائر کہا جاتا ہے۔

بَابُ الْكِبَائِرِ وَآكِبَرِهَا

معصیت کبیرہ اور اکبر الکبائر کا بیان

۱۶۹۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكِيدٍ  
ابْنِ مُحَمَّدٍ النَّاقِدِ قَالَ نَا الشَّيْخُ عَمْرُو بْنُ عَدِيَّةٍ عَنْ

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے



سَعِيدُ الْجَرِيرِ قَالَ مَنَعَ عَبْدُكَ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي  
بَكْرَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَذَّبَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا أَتَيْتُكُمْ بِأَكْبَرِ  
الْكُذْبِ ثَلَاثًا إِلَّا شَرَّكَ بِاللهِ وَخَفَّفَ الْوَالِدِينَ  
وَمَقَامَ الدُّرِّ أَوْ قَوْلَ الرَّؤُوسِ وَكَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مُتَكَلِّفًا فَجَسَسَ  
فَمَا زَالَ يَكْتُمُ مَا هَذَا حَتَّى قُلْتُ لَيْتَ تَكُنْتُ

۱۶۸- وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ النُّخَاعِيُّ  
قَالَ نَحْنُ يَدُ وَهُوَ ابْنُ الْحَارِثِ قَالَ تَلَعَّبَ  
قَالَ أَنْتُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ  
النَّدِيِّ سَمِعْتُ اللَّهَ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْكُذْبِ يَرْفَعُ  
الشِّرْكَ بِاللَّهِ وَخَفَّفَ الْوَالِدِينَ وَقَتْلَ النَّفْسِ وَقَوْلَ الرَّؤُوسِ

۱۶۹- وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ السَّرِيِّ عَنْ عَبْدِ  
الرَّحْمَنِ قَالَ نَحْنُ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ تَلَعَّبَ  
قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي بَكْرَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ  
النَّدِيِّ مَا يَكُ قَالَ ذَكَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْكُذْبَ ثَلَاثًا أَوْ سَبْعًا  
الْكُذْبَ ثَلَاثًا الشِّرْكَ بِاللَّهِ وَقَتْلَ النَّفْسِ  
وَعَفْوُ الْوَالِدِينَ وَكَانَ لَا أَتَيْتُكُمْ بِأَكْبَرِ  
الْكُذْبِ قَالَ قَوْلَ الرَّؤُوسِ أَوْ شَلَا الرَّؤُوسِ قَالَ  
شُعْبَةُ قَالَ يَرْفَعُ اللَّهُ قَالَ شُعْبَةُ رَأَى الرَّؤُوسَ

۱۷۰- حَدَّثَنِي هُرَيْرُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ  
نَا أَبُؤُ دَهَبٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَكِينَةُ بِنْتُ يَدْلَاءٍ عَنْ  
شَوَّابِ بْنِ كَرْدِ عَنْ أَبِي الْعَيْثِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُؤَيَّدَاتِ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
وَمَا هُنَّ قَالَ الشِّرْكَ بِاللَّهِ وَالسُّحْرُ وَقَتْلُ  
النَّفْسِ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَآكُلُ مَالِ

ہوئے تھے، اچانک آپ نے تین بار فرمایا کیا  
میں تمہیں سب سے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟ پھر  
ان کے ہاتھ میں فرمایا، کسی کو اللہ کا شریک بنانا  
اور مالِ باپ کی نافرمانی کرنا، جھوٹی گواہی دینا یا جھوٹ  
بولنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ٹیک لگا کر بیٹھے  
ہوئے تھے، دفعہ آپ سید سے ہو کر بیٹھ گئے  
اور بار بار یہی کلمات دہراتے رہے حتیٰ کہ ہم نے  
دل میں کہا کاش آپ کا جوش ٹھنڈا ہو جاتے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ کے متعلق فرمایا،  
کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا، والدین کی نافرمانی  
کرنا، ناحق قتل کرنا اور جھوٹ بولنا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ کبیرہ کے  
متعلق — فرمایا، کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک  
بنانا، ناحق قتل کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، پھر فرمایا  
کیا میں تم کو سب سے بڑا گناہ نہ بتلاؤں؟ فرمایا  
جھوٹ بولنا یا جھوٹی گواہی دینا، حضرت انس کہتے  
ہیں کہ میرا غالب گمان یہ ہے کہ آپ نے جھوٹی  
گواہی فرمایا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سات  
ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو، عرض کیا گیا  
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون سے سات  
گناہ ہیں؟ فرمایا کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنانا،  
جاؤ و کرنا ناحق قتل کرنا، یتیم کا مال کھانا، سود  
کھانا، جہا سے بھاگنا، اور پاک دامن عورتوں پر



بدکاری کی تہمت لگانا۔

الْبَيْتِمْ وَأَكَلَ الرِّبَا وَالشَّرَّ لِي يَوْمَ الرَّحِيَةِ  
وَقَدْ فِي الْمُحْصَنَاتِ الْغَائِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ -  
۱۶۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ  
عَدْنِ بْنِ النَّهْدِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِسْرَافِيلَ عَنْ مُحَمَّدِ  
بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُمَيْدٍ وَبْنِ  
الْحَافِصِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ أَمَّنَّا بِرُشْدِهِ الرَّجُلُ وَالَّذِي  
قَالَ أَيْ رَسُولُ اللَّهِ وَهَلْ يَشْرِيهِ الرَّجُلُ وَالَّذِي  
قَالَ لَعَنَ نَسَبَ الرَّجُلِ أَبَا الرَّجُلِ فَكَيْسَبَ أَبَاهُ  
وَكَيْسَبَ أُمَّهُ فَكَيْسَبَ أُمُّهُ -

۱۶۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ  
مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ جَمِيعًا عَنْ هَمْدَانَ  
بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شُعْبَةَ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ  
حَارِثٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَافِعِيَانِ  
كَلَامَهُمَا عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِسْرَافِيلَ بِهِمَا الرَّسَاوَةُ وَمِثْلُهُ -

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ماں باپ کو گالی دینا گناہ کبیرہ ہے مجاہد کرام لے پڑھا یا رسول اللہ کیا کوئی شخص اپنے ماں باپ کو گالی دے سکتا ہے۔ فرمایا ہاں ایک شخص کسی کے باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کے باپ کو گالی دیتا ہے اور ایک شخص کسی کی ماں کو گالی دیتا ہے تو وہ جواب میں اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔ امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حدیث نمبر ۱۶۱ میں ہے سات ہلاک کرنے والے گناہوں سے بچو۔

سات کبار کو خصوصیت کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں :

اس حدیث میں سات کبیرہ گناہوں کا بیان ہے، بعض میں تین کبیرہ گناہوں کا بیان ہے، اور بعض میں چار کا بیان ہے۔ ان کو خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ یہ بہت مخفی معصیت کے قبیل سے ہیں اور ان کا بہت زیادہ وقوع ہوتا ہے، ان احادیث میں ان کبار کو ذکر نہیں کیا گیا جن کا دوسری احادیث میں بیان کیا گیا ہے، صحیح مسلم کی دیگر احادیث میں ماں باپ کو گالی دینے اور پیشاب کے قطروں سے احتراز نہ کرنے کو بھی کبار میں شمار کیا گیا ہے، اور صحیح مسلم کے علاوہ دیگر کتب احادیث میں جھوٹی قسم کھانے اور بیت اللہ کو حلال قرار دینے کو بھی معصیت کبیرہ میں شامل کیا گیا ہے۔

گناہ کبیرہ کی تعریف اور کبیرہ اور صغیرہ کے درمیان کیا فرق ہے؟ اس میں علما کا اختلاف ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہر وہ کام جس سے اللہ

تعالیٰ نے منع فرمایا ہے وہ گناہ کبیرہ ہے، استاذ الباسحاق اسفرائینی شافعی اور دیگر علماء کا یہی قول ہے، تاحی میاض مالکی نے لکھا ہے کہ محققین کا یہی مذہب ہے، اس نظریہ کے قائلین کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کے اعتبار سے اس کی ہر مخالفت گناہ کبیرہ ہے، اور جمہور سلف اور خلف نے یہ کہا ہے



کہ معاصی کی دو قسمیں ہیں صغائر اور کبائر۔ اور حضرت ابن عباس سے بھی ایک روایت یہی ہے کہ کتاب اور سنت کے دلائل اور امت کے سلف اور خلف کا یہی قول ہے۔

اللہ تعالیٰ کے بعض احکام کی مخالفت بعض دوسرے احکام کی بد نسبت کبیرہ ہے بعض خلاف ورزیاں ایسی ہیں کہ پانچ نمازیں، رمضان کے روزے، حج، عمرہ، زکوٰۃ اور عاشوراء کے روزے یا دیگر نیکیاں ان کا کفارہ ہو جاتی ہیں، جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے، اور بعض ایسی خلاف ورزیاں ہیں جن کا یہ نیکیاں کفارہ نہیں ہوتیں، جیسا کہ حدیث صحیحہ میں ہے کہ جب تک کوئی شخص کبیرہ کا مرتکب نہ ہو، جس جن گناہوں کا نیکیاں کفارہ ہو جاتی ہیں وہ صغیرہ ہیں اور جن گناہوں کا نیکیاں کفارہ نہیں ہوتیں وہ کبیرہ ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ صغیرہ اور کبیرہ کے ثبوت پر یہ عمدہ دلیل ہے۔

**گناہ کبیرہ اور صغیرہ کی تفریق** | جب یہ ثابت ہو گیا کہ گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی طرف منقسم ہوتے ہیں تو ان کی تفریقوں میں پھر اختلاف ہے، حضرت ابن عباس نے

یہ کہا ہر وہ گناہ جس کے ارتکاب پر اللہ تعالیٰ نے دوزخ، غضب، لعنت یا عذاب کی خیر دی ہو وہ کبیرہ ہے، حسن بصری سے بھی یہی تفریق منقول ہے، دوسرے علماء نے یہ کہا کہ جس گناہ پر اللہ تعالیٰ نے آخرت میں دوزخ کی وعید سنائی ہو یا دنیا میں اس پر حد مقرر کی ہو وہ گناہ کبیرہ ہے، امام غزالی نے یہ کہا کہ ہر وہ گناہ جس کو انسان بغیر کسی خوف اور جھجک کے کرے وہ کبیرہ ہے، اور ہر وہ گناہ جس کو انسان ڈرتے ڈرتے کرے اور گناہ کی لذت پر اس کے عذاب کا خوف غالب رہے اور اس پر ارتکاب مصیبت کے وقت ندامت طاری رہے وہ گناہ صغیرہ ہے۔ حافظ ابو عمرو ابن حلال نے اپنے قادی میں لکھا جس گناہ کے ارتکاب پر کتاب اور سنت میں دنیا میں حد بیان کی گئی ہو اور آخرت میں اس پر دوزخ کی وعید ہو یا لعنت ہو وہ گناہ کبیرہ ہے اور اس کا مرتکب فاسق ہے، شیخ امام ابو محمد بن عبد السلام نے بیان کیا ہے کہ دو گناہوں کے مفاسد کا تقابل کر جس گناہ کے مفاسد زیادہ ہوں وہ کبیرہ اور دوسرا صغیرہ ہے، مثلاً کسی مسلمان پاک دامن عورت کو زنا کے لیے بد کرنے یا کسی مسلمان شخص کو قتل کے لیے بد کرنے کا فساد یتیم کے مال کھانے کے فساد سے زیادہ ہے، اسی طرح کفار کو مسلمانوں کے خفیہ امور پر مطلع کرنا جس کے نتیجہ میں وہ مسلمان کی جان، مال، عزت اور آبرو کو لوٹ لیں اس کا فساد اور وبال میدان جنگ میں بیٹھ دیکھا کر بھاگنے سے زیادہ ہے، پھر انھوں نے کہا کہ اولیٰ یہ ہے کہ جس مصیبت کو انسان بے پرواہی کے ساتھ کرے وہ کبیرہ ہے۔

امام ابو الحسن الواحدی وغیرہ نے یہ کہا کہ صحیح یہ ہے کہ کبیرہ کی تعریف غیر معروفت ہے، بلکہ شریعت نے بعض معاصی کو کبائر کے ساتھ متصف کیا ہے اور بعض کو صغائر کے ساتھ متصف کیا ہے، اور بعض معاصی کو کبائر کے ساتھ متصف کیا ہے نہ صغائر کے ساتھ اور یہ کبائر اور صغائر دونوں کو شامل ہیں اور اس کے بیان نہ کرنے کی حکمت یہ ہے کہ انسان تمام معاصی سے بچتا رہے کہ مبادیہ کبائر ہوں اور اس کی نظیر یہ ہے جیسے لیلۃ القدر کو مخفی رکھا اور جمعہ کی ساعت قبولیت کو مخفی رکھا، رات میں اجابت دعا کی ساعت کو مخفی رکھا، اور اسم اعظم کو مخفی رکھا، بلکہ



علامہ شامی لکھتے ہیں:

علامہ ابن نجیم نے صحابی کے بیان میں ایک سال لکھا ہے اس میں بیان کیا ہے کہ ہرگز وہ تحریمی گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار کبیرہ ہے۔  
علامہ شامی کی اس عبارت سے یہ تعریف مستفاد ہوتی ہے کہ قرآن کا ترک اور حکم کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار اس کو کبیرہ بنا دیتا ہے، اہل سنت نزدیک یہی تعریف مانتا ہے۔

**اصرار معصیت اور تکرار معصیت** علامہ نے یہ کہا ہے کہ معصیت صغیرہ پر اصرار اس کو کبیرہ کر دیتا ہے کیونکہ حضرت عمر اور حضرت ابن عباس وغیرہم رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ استغفار کے ساتھ کوئی گناہ کبیرہ نہیں ہے اور اصرار کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں ہے اس کا معنی یہ ہے کہ استغفار سے کبیرہ گناہ صغیرہ بن جاتا ہے اور صغیرہ پر اصرار کرنے سے وہ کبیرہ بن جاتا ہے اور شیخ ابو محمد بن عبد السلام نے کہا کہ اصرار کی حد یہ ہے کہ وہ گناہ کی پرواہ کیے بغیر بار بار صغیرہ کا ارتکاب کرے اور شیخ ابو عمر بن صلاح نے یہ کہا کہ اصرار اس وقت ہو گا جب وہ توبہ کی خدمت کے ساتھ متعصمت ہو گا مثلاً ارتکاب معصیت کے وقت اس کو دوبارہ کرنے کا عزم ہو یا اس معصیت کو ہمیشہ کرنے کا ارادہ ہو یا معصیت کے ارتکاب کے بعد اس پر نادم نہ ہو اور اگر اس نے گناہ صغیرہ کیا اور اس پر نادم ہو کر توبہ کر لی اور شامت نفس سے پھر دوبارہ وہ گناہ کر لیا اور پھر نادم ہوا تو یہ تکرار معصیت ہے، اور اصرار معصیت نہیں ہے۔  
گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی بحث میں ہم نے یہاں مختصر کلام کیا ہے اور شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ہم نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اہل علم اور اہل ذوق کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔

**شُرک کی تعریف** حدیث نمبر ۱۷۱۱ میں سات چیزوں کو گناہ کبیرہ قرار دیا ہے اور ان میں پہلے شرک اور سحر کا ذکر کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو واجب الوجود ماننا یا اس کی کسی صفات کو قدیم اور مستقل بالذات ماننا یا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو مستحق عبادت ماننا یہ شرک ہے۔ ان کے علاوہ اور کوئی چیز شرک نہیں ہے۔  
علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

**سحر کی تعریف** وہ عجیب و غریب کام جو عام عادت اور معمولات کے خلاف ہو، جس کو بعض دفعہ اقوال خبیثہ مثلاً کلمات شرکیہ اور شیطان کی تعریف سے حاصل کیا جائے اور بعض دفعہ افعال خبیثہ مثلاً ستاروں کی عبادت اور گناہوں کے ارتکاب سے حاصل کیا جائے اور جس دفعہ عقائد خبیثہ مثلاً شیطان اور گناہوں کی عبادت سے حاصل کیا جائے۔  
مفسر علماء کے نزدیک جادو کرنا اور اس کے حق ہونے پر اعتقاد رکھنا کفر ہے، بعض علماء نے کہا جادو کو باطل سمجھ کر سیکھنا جائز ہے مگر یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے۔

بعض علماء نے کہا جادو سے حقیقت میں افعال ہو جاتے ہیں، اور بعض نے کہا یہ محض تخیل (ہیپنٹیزم) اور نظر بند ہے جس میں اپنی قوت خبیثہ کو دوسرے شخص کے ذہن پر اثر انداز کرنا جس سے اس کا ذہن عامل

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی منتر فی ۱۲۷۲ھ، اردو المآثر ج ۱، ص ۴۷۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۰ھ

۲۔ علامہ کبیری بن شرف ترمذی منتر فی ۱۲۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱، ص ۲۵، مطبوعہ نور محمد الفی المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ علامہ سید شہاب الدین محمود آلوسی منتر فی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۱، ص ۳۳۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت۔



کے تابع ہو جائے اور عامل جو کچھ اس کے ذہن میں افتاد کرے اس کو وہی نظر آنے لگے، غصیدہ باز ہی یعنی اٹھ کر  
مسئلے سے کوئی کرتب دکھانا، بادو کے علاوہ ایک چیز ہے۔

## بَابُ تَحْرِيمِ الْكِبَرِ وَبَيَانِهِ

تکبر کے حرام ہونے کا بیان

۱۴۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ مُحَمَّدُ بْنُ  
بَشَّارٍ وَ ابْنُ أَبِي هَيْمٍ عَنْ ابْنِ أَبِي جَبْرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ  
حَمَّادٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى عَنْ حَمَّادِ  
ثُمَّ قَالَ أَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي هَانٍ عَنْ ثَعْلَبٍ عَنْ قُضَيْلِ  
بْنِ عَمْرِو الْقُضَيْمِيِّ عَنْ ابْنِ أَبِي هَيْمٍ التَّحِيصِيُّ عَنْ  
عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَسْرَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ  
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ  
كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبَرٍ فَقَالَ رَجُلٌ  
إِنِّ الزُّجُلَ يَحِبُّ أَنْ يَكُونَ قَرْبَهُ حَسَنًا وَ نَعْلَةً  
حَسَنَةً قَالَ إِنْ اللَّهُ جَمَدٌ وَ نَحِبُ الْجَمَلِ الْكَبِيرُ نَظَرَ النَّاسِ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے دل  
میں رتی برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا  
ایک شخص نے عرض کیا آدمی چاہتا ہے اس کے  
کپڑے اچھے ہوں، اس کا جوتا عمدہ ہو، آپ نے  
فرمایا اللہ تناسلے قبیل ہے اور جمال سے محبت  
کرتا ہے، تکبر اپنی انانیت کی وجہ سے حق بات  
کو جھٹلانا اور دوسرے کو حقیر سمجھنے کا نام ہے۔

۱۴۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي حَبَابٍ عَنْ الْحَارِثِ التَّمِيمِيِّ  
وَسُوَيْدِ بْنِ سَعِيدٍ وَ كِلَاهُمَا عَنْ عَرَبِيِّ بْنِ مُسَيْهِرٍ  
قَالَ يَحْيَى عَنْ ابْنِ مُسَيْهِرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ  
ابْنِ أَبِي هَيْمٍ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا  
يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ خَرَجَ  
مِنْ رِجْلِهِ وَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ أَحَدٌ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةٍ خَرَجَ مِنْ كِبَرٍ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس  
شخص کے دل میں رتی برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت  
میں نہیں جائے گا۔

۱۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ قَالَ ابْنُ  
دَاوُدَ قَالَ نَاسُ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي هَانٍ عَنْ ثَعْلَبٍ عَنْ  
قُضَيْلِ عَنْ ابْنِ أَبِي هَيْمٍ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا  
يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنْ كِبَرٍ

حدیث نمبر ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵ میں ہے: اللہ تعالیٰ جمیل ہے:

علامہ یحییٰ بن شرف کو وہی لکھتے ہیں:

اس کے معنی میں اختلاف ہے، ایک معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم حسین انشیل ہے، اور اللہ تعالیٰ



کے اسمائے حسنی ہیں اور اس کی صفات جمال اور کمال ہیں، ایک قول یہ ہے کہ جمیل کا معنی مجمل ہے یعنی جمال عطا فرمانے والا، جیسے کریم کا معنی مکرم اور سمیع کا معنی سمیع ہے، امام کشمیری نے کہا جمیل کا معنی ہے جمیل، علامہ خطابی نے کہا اس کا معنی ہے وہ جمال کا مالک ہے، ایک قول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال جمیل ہیں وہ تم پر مطلق اور مہربانی کرتا ہے، وہ تمہیں کم کام کا مکلف کرتا ہے، اس میں تمہاری مدد کرتا ہے اور اس کا اجر زیادہ عطا فرماتا ہے۔

جمیل کا لفظ اللہ تعالیٰ کے لیے حدیث صحیح میں آیا ہے، لیکن یہ خبر واحد ہے، نیز ایک حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ کے لیے اسماء حسنی ہیں لیکن اس کی سند میں بحث ہے، اور مذہب مختار یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پر لفظ جمیل کا اطلاق جائز ہے، اور بعض علماء نے اس سے منع کیا ہے، امام اکبرین نے کہا جن اسماء اور صفات کا اطلاق شریعت میں آگیا ہے ہم ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق کریں گے، اور جن اسماء اور صفات کے اطلاق سے منع کیا ہے ہم ان سے منع کریں گے، اور جن اسماء اور صفات کا اطلاق ثابت ہے نہ ان سے منع کیا گیا ہے، ہم ان پر حلال یا حرام کا حکم نہیں لگائیں گے، کیونکہ احکام شرعیہ کو ان کے مآخذ شرعیہ سے حاصل کیا جاتا ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک مذہب صحیح یہ ہے کہ درود و شرح سے پہلے کسی چیز کے حلال یا حرام یا مباح ہونے کا حکم نہیں ہے، بعض علماء نے کہا درود و شرح سے پہلے اشیاء مباح ہوتی ہیں، بعض نے کہا کہ درود و شرح سے پہلے ان کا حکم توقف تھا اور ان مختلف اقوال میں پہلا قول مختار ہے۔

اللہ تعالیٰ پر ان اسماء کے اطلاق کی بحث جن کا شریعت میں ثبوت نہیں ہے | شریعت میں اطلاق ثابت ہے نہ ان کی ممانعت ہے، علماء کی ایک جماعت نے ان کے اطلاق کو جائز قرار دیا ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ جب تک کتاب اللہ، سنت متواترہ یا اجماع سے ان کا ثبوت نہ ہو، ان کا اللہ تعالیٰ پر اطلاق جائز نہیں ہے، اور اگر ان کا ثبوت خبر واحد میں ہو، جیسے یہاں لفظ جمیل کا اطلاق ہے، تو اس میں بھی اختلاف ہے، علماء کی ایک جماعت نے اس کو جائز کہا ہے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ کو اس لفظ سے پکارنا جائز ہے اور بعض علماء نے کہا اس کا تعلق اعتقاد کے ساتھ ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ پر اس کا اطلاق جائز نہیں ہے، قاضی عیاض نے کہا صحیح یہ ہے کہ اس کا تعلق عمل کے ساتھ ہے اور خبر واحد کے مطابق عمل کرنا جائز ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کو جمیل کہنا جائز ہے بلکہ (اللہ تعالیٰ پر ان اسماء کے اطلاق کی پوری تفصیل اور تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سابع میں ہے) جنت میں تکبر کے داخل نہ ہونے کی تفسیر | حدیث نمبر ۱۴۳۱ میں ہے: جس کے دل میں رافی برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔

اس حدیث کی حسب ذیل توجیحات ہیں:

۱۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جو شخص تکبر کا وجہ سے ایمان نہ لائے وہ بالکل جنت میں نہیں جائے گا۔



- ۲۔ جس وقت مومن جنت میں جائے گا تو اس کے دل میں لڑائی کے برابر بھی تکبر نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس کے دل کو بالکل صاف کر کے اسے جنت میں بھیجے گا۔
- ۳۔ متکبر ابتداءً جنت میں نہیں جائے گا متواضع لوگوں کے بعد جائے گا یا تکبر کی سزا بھگت کر جنت میں جائے گا۔
- جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَنُزِّلْنَاهُ فِي صُدُورٍ مُّخْتَلِفٍ -

(اعراف: ۴۳)

ہم ان کے سینوں سے ہر قسم کی بخشش نکالیں گے۔

علامہ عطائی کی ذکر کردہ یہ دونوں تاویلیں بعید ہیں، کیونکہ اس حدیث میں معروف تکبر کی نفی کی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ اپنے آپ کو لوگوں سے بلند سمجھا جائے اور لوگوں کو حقیر سمجھا جائے اور انا نبوت کی بناء پر حق کا انکار کیا جائے، بلکہ اس حدیث کی صحیح تاویل وہ ہے جس کو قاضی عیاض نے ذکر کیا ہے کہ متکبر کو ابتداءً جنت میں نہیں داخل کیا جائے گا بلکہ تمام مومنین کے جنت میں داخل ہونے کے بعد اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا، یا متیقن کے داخل ہونے کے بعد اس کو جنت میں داخل کیا جائے گا، یا جو متکبرین بلا توبہ تکبر پر ہی مر گئے، ان کو اس تکبر کی سزا دینے کے بعد جنت میں داخل کیا جائے گا۔

قیمتی لباس پہننا اور عمدہ کھانے کھانا تکبر نہیں ہے | اس حدیث میں یہ بھی بتلایا ہے کہ دنیاوی نعمتوں سے بہرہ اندوز ہونا، قیمتی ملبوسات پہننا، عمدہ اور لذیذ کھانے کھانا، خوش رنگ اور خوبصورت گھروں میں رہنا شرعاً ممنوع نہیں ہے اور یہ امور نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ حسن، جمال اور سب و زینت کو پسند فرماتا ہے بشرطیکہ خدا تعالیٰ سے تجاوُز نہ ہو، آخر اللہ تعالیٰ نے یہ حسین سبزہ زار وادیاں، خوشبودار اور خوش رنگ پھولوں سے لدے ہوئے باغات، چشے اور کہسار حسین و جمیل پرندے اور حیوانات چاند سورج اور ستارے ایک سے ایک بڑھ کر حسین و جمیل مخلوق اسی لیے پیدا فرمائی ہے کہ وہ حسن و جمال کو پسند فرماتے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاوت کی خوشی میں اگر اللہ تعالیٰ اور ربیائش کا اہتمام کرنا اور ملاوت کو چاہنا کرنا یہ تمام امور مستحب ہیں، اسی طرح اشب و حور، شب و بابت اور شب قدر کے موقع پر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتی ہوئی ان نعمتوں کی خوشی میں زیب و زینت کا انتظام و انصرام کرنا مستحب امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے اظہار کے لیے عیش و عشرت کے سامان قہیا کرنا اور اسراف اور تنہدیر کی مکمل بھٹ

شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ملاحظہ فرمائیں۔

❦



بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ  
بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَأَنَّ مَنْ  
مَاتَ مُشْرِكًا دَخَلَ النَّارَ

جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کیے بغیر مر گیا اس  
کے جنتی ہونے پر اور جو شرک پر مر اس کے  
دوزخی ہونے پر دلیل

۱۴۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ  
قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي وَكَانَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شُعْبَةَ  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ وَكَانَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ ابْنُ النَّعْرِ مِمَّنْ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
مَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ  
وَقُلْتُ أَنَا وَمَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس  
شخص کا فاقہ شرک پر ہو وہ جہنم میں جائے گا اور حضرت  
ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں کہتا ہوں کہ جس شخص  
کا فاقہ ایمان پر ہو وہ جنت میں جائے گا۔

۱۴۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآبُو  
كَرَيْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مَرْوَانَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ  
آبِي سَعْيَانَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
مَا أَلْمُوجِبَاتُ فَقَالَ مَنْ مَاتَ لَا يُشْرِكُ بِاللَّهِ  
شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ مَاتَ يُشْرِكُ بِاللَّهِ  
شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص  
حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ وہ کون سی وجوہ ہیں  
جس پر جنت یا دوزخ کو واجب کرتی ہیں؟ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا فاقہ ایمان  
پر ہو وہ جنت میں جائے گا اور جس شخص کا فاقہ  
شرک پر ہو وہ جہنم میں جائے گا۔

۱۴۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الْيُوسُفَ الْقَعْلَابِيُّ سَلَفَانِ  
ابْنُ عَيَّيْدٍ بِاللَّهِ وَحَدَّثَنَا بَنُو الشَّامِيِّ قَالُوا  
عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرِو قَالَ قَالَ قُرَّةُ عَنْ أَبِي  
الرَّبِيعِ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ لَقِيَ اللَّهَ لَا يُشْرِكُ بِهِ  
شَيْئًا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَقِيَ اللَّهَ يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا دَخَلَ النَّارَ  
قَالَ أَبُو الْيُوسُفَ قَالَ أَبُو الرَّبِيعِ عَنْ جَابِرٍ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات  
کرے کہ اس نے کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ بنایا  
ہو وہ جنت میں جائے گا اور جس شخص نے اللہ تعالیٰ  
سے اس حال میں ملاقات کی ہو کہ وہ کسی کو اللہ کا شریک  
بنا چکا ہو تو وہ جہنم میں داخل ہو گا۔

۱۴۹۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ سَأَلْتُ  
مُعَاذَ بْنَ وَهَّابٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا  
کہ اس سند سے یہ بھی روایت اس طرح منقول ہے۔







کی کوئی ضرورت ہے نہ بد اعمالیوں سے کوئی ضرر ہوتا ہے اور یہ مرجئہ کا مسلک ہے لیکن یہ حدیث ان کے لیے حجت نہیں بن سکتی، کیونکہ قرآن کریم کی متعدد آیات اور بہت سی احادیث سے یہ ثابت ہے کہ بد اعمالیوں پر سزا ملتی ہے، نیز قرآن کریم کی کسی ایک آیت یا اس کے کسی حصہ کو دیگر آیات و احادیث سے الگ کر کے کسی مفید یا حکم شرعی کے اثبات کی اساس نہیں بنایا جاسکتا ماد قلیکہ اس موضوع سے متعلق تمام آیات اور احادیث کو پیش نظر نہ رکھا جائے اور ان میں منہوی تطبیق نہ دی جائے تاکہ ہر مسئلہ میں قرآن و احادیث کا فساد اور ان کی مراد معلوم ہو جائے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ گو ہر حال جنت میں چلا جائے گا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بد اعمالیوں پر اس نے توبہ کر لی ہو اور وہ قبول ہو جائے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو جائے اور وہ جنت میں چلا جائے یا اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل سے نیز کسی کی شفاعت کے اس کو جنت میں داخل کر دے، اور اگر خلاۃ کرے یہ سب نہ ہو تو پھر وہ اپنے گناہوں کی سزا جگت کر بالاخر جنت میں چلا جائے گا۔

اس حدیث میں صرف لا الہ الا اللہ کا ذکر کیا گیا ہے حالانکہ مسلمان جو نے کسیے توحید و رسالت دونوں پر ایمان لانا ضروری ہے اس کا جواب پہلے دیا جا چکا ہے کہ لا الہ الا اللہ سے مراد پورے کلمہ ہے اور یہ کہ لا الہ الا اللہ کلمہ طیبہ کا علم و نام، بن چکا ہے جیسے اللہ شریف اسورۃ فاتحہ کے لیے اور نقل ہوا اللہ احد سورۃ اخلاص کے لیے علم میں، علاوہ ازیں قرآن اور حدیث کے دیگر دلائل سے ثابت ہے کہ فقط ایمان باللہ کافی نہیں، ایمان بالرسالت بھی انجات کے لیے ضروری ہے۔

نیز کلمہ گو سے مراد وہ شخص ہے جو کلمہ پڑھنے کے ساتھ کوئی کفریہ عقیدہ رکھے، مثلاً اگر کوئی شخص کلمہ پڑھتا ہے اور اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی متقل یا غیر متقل نبی کی بعثت کے امکان کو مانگے یا قرآن مجید میں تعریف کا اشتقاق کرتا ہے تو اس کے کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہ ہوگا جیسا کہ متعدد رسالت میں منافقین کے کلمہ پڑھنے کا کوئی اعتبار نہیں کیا گیا تھا۔

بِأَخْذِهِ قَتَلَ الْكَافِرَ بَعْدَ قَوْلِهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
۱۸۲۔ حَدَّثَنَا قُسَيْبُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ حَدَّثَنَا  
حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ وَالدَّقْنُ مَعْقُودًا رَبِّ أَحْمَدُ  
الْبَيْتُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ  
عَنْ عُثَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ ابْنِ الْمِقْدَادِ  
أَبْنِ الْأَسْوَدِ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ إِنْ  
لَقِيتُ رَجُلًا مِنَ الْكُفَّارِ فَقَاتَلَنِي فَخَرَّبَ بِي أَحَدِي  
يَدِي بِالسَّيْفِ فَتَطَعِمَهَا لَحْمًا دَمِينِي يَتَجَرَّرُ  
فَقَالَ أَسْلَمْتُ إِلَيْهِ أَفَأَقْتُلُهُ يَا رَسُولَ اللَّهِ بَعْدَ  
أَنْ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کلمہ پڑھنے والے کے بعد کافر کو قتل کرنا حرام ہے  
حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا  
رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ اگر کسی کافر سے میرا مقابلہ ہو  
اور وہ میرا ہتھکاٹ ڈالے اور پھر جب وہ میرے ہتھ  
کی زد میں آئے تو ایک درخت کی پناہ میں آکر کہے میں  
اللہ کے لیے مسلمان ہو گیا تو میں اس شخص کو اس کے کلمہ  
پڑھنے کے بعد قتل کر سکتا ہوں؟ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا تم اس کو قتل نہیں کر سکتے میں نے عرض  
کیا یا رسول اللہ! اس نے میرا ہتھ کاٹنے کے بعد کلمہ



لَا تَقْتُلْهُ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّهُ قَدْ  
قَطَعَ يَدَيْ تُوٍّ قَالَ ذِيكَ بَعْدَ أَنْ قَاطَعَهَا  
أَفَاقْتُ لَهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالِهِ وَسَلَّمَ لَا تَقْتُلْهُ فَإِنْ قَتَلْتُمْ فَإِنَّهُ يَمْسُزُ بِلَدِكُمْ  
قِيلَ أَنْ تَقْتُلْهُ وَإِنَّكَ يَمْسُزُ لَكُمْ قِيلَ أَنْ يَقْتُلَ لَكُمْ  
الَّتِي قَالَ -

۱۸۳- وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ  
حُمَيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَّهُ سَمِعَ  
حَرْوَةَ تَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَرْثُومٍ الْأَنْصَارِيُّ حَدَّثَنَا الزُّبَيْدُ  
بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَالِحٍ  
حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَنَّهُ سَمِعَ ابْنَ جُرَيْجٍ جَمِيعًا  
عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ الْأَسَدِ وَأَمَّا الْأَوْزَاعِيُّ وَالْبُنَّ  
جُرَيْجٍ فِي حَدِيثِهِمَا قَالَ أَسْلَمْتُ يَدَهُ كَمَا قَالَ الْكَلْبُ  
أَمَّا مَعْنَى قَوْلِهِمَا فَلَمَّا أَهْرَيْتُمْ لَا تَقْتُلْهُ قَالَ لَا تَقْتُلْهُ إِلَّا اللَّهُ -

۱۸۴- وَحَدَّثَنَا حَرْوَةُ بِنْتُ يَحْيَى أَخُو بَرْنِي  
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ  
قَالَ حَدَّثَنَا عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ اللَّيْثِيُّ أَنَّ الْجُنْدِيَّ  
أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ ابْنَ عَبْدِ بْنِ الْغُبَّارِ أَخْبَرَهُ أَنَّ  
الْمُنْكَادَ ابْنَ عَمْرِو بْنِ الْأَسَدِ الْكَلْبِيِّ وَكَانَ  
حَدِيثًا لَبَنِي زُهْرَةَ وَكَانَ مَشْنُوعًا شَهَدَ بَدْرًا مَعَ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ قَالَ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ إِنْ أَمَرْتُ بِرَجُلٍ مِنَ الْكُفَّارِ لَمْ أَكُفِّرْهُ حَتَّى يَدْعُوَ إِلَى الْكَلْبِ -

۱۸۵- وَحَدَّثَنَا أَبُو يَكْرُبُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا  
أَبُو خَالِدٍ الْأَحْمَرُ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَابْنُ  
ابْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِي مَرْثُومٍ الْكَلْبِيِّ  
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي ظَبْيَانَ عَنْ أُسَامَةَ ابْنِ  
مَرْثُومٍ وَهَذَا أَحَدُ بَيِّنَاتِ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ بَعَثَنَا  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ  
وَصَبَّحْنَا الْخُرُوفَاتِ مِنْ جَهَنَّمَ فَأَذَى رَجُلٌ رَجُلًا

پڑھتا ہے تو کیا اب میں اس کو قتل نہیں کر سکتا؟ آپ  
نے فرمایا تم اس کو قتل نہیں کر سکتے، اگر تم نے اس  
کو قتل کر دیا تو وہ اس درجہ پر ہوگا جس پر تم اس کو  
قتل کرنے سے پہلے تھے، اور تم اس درجہ پر  
ہو گئے جس درجہ پر وہ کلمہ پڑھنے سے پہلے تھا۔  
امام مسلم نے اس حدیث کی مختلف اسانید بیان  
کیں اور بتلایا کہ ان اسانید کے ساتھ بھی یہ روایت  
معمول تغیر سے منقول ہے۔ مثلاً ایک روایت میں  
یہ ہے کہ جب میں نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ  
کیا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے ساتھ بیان  
کیا کہ اس سند کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول  
ہے کہ حضرت مقداد بن اسود نے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ اگر میرا کسی کافر  
سے مقابلہ ہو۔۔۔۔۔ ہائی حدیث حسب سابق ہے۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک  
شکر کے ساتھ روانہ کیا، ہم علی الصبح قبیلہ جہینہ کی  
بستیوں میں پہنچ گئے۔ میں نے ایک آدمی پر حملہ  
کیا اس نے کہا لا الہ الا اللہ لیکن میں نے اس کو  
قتل کر دیا پھر مجھے اس فعل کے بارے میں کچھ تردد  
ہوا۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس



قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَذَظَعَتْهُ قُوَّتُهُ فِي نَفْسِهِ  
مِنْ ذَلِكَ فَذَكَرَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَقَالَ لَكَ إِلَهًا إِلَّا اللَّهُ وَقَدْ لَمْ قَالَ قُلْتُ يَا  
رَسُولَ اللَّهِ إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السَّلَاحِ  
قَالَ أَفَلَا شَقِيقَتْ عَنْ قَلْبِكَ حَتَّى تَذَكَّرَ أَقَالَهَا  
أَمْ لَا فَمَا نَزَلَ يَكْرِيمُهَا عَنِّي حَتَّى تَمْسِكُ  
أَوْ أَسَلَمْتُ يَوْمَئِذٍ قَالَ قَتَلَ سَعْدُ وَأَنَا  
وَاللَّهُ لَا أَكْتَلُ مُسْلِمًا حَتَّى يَقْتُلَهُ ذُو الْبَطْنَيْنِ  
يَعْنِي أَسَامَةَ قَالَ رَجُلٌ الْوَيْدِلُ اللَّهُ قَاتِلُهُ  
حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَ يَكُونُ الْوَيْدِلُ سَعْدُ  
يُنَبِّئُ قَتَلَ سَعْدُ قَاتِلًا حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً  
وَأَنْتَ دَاخِلُهَا بِكَ تَوْبَةً أَنْ تَقَاتِلُوا حَتَّى  
تَكُونَ فِتْنَةً

— واقعہ کا ذکر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا کیا اس شخص کے کلمہ پڑھنے کے باوجود تم نے  
اس کو قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اس  
نے اپنی جان کے خون سے کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کا دل چیر  
کر کھول نہیں دیکھا؟ جس سے تم کو پتا چل جاتا کہ اس نے  
دل سے کلمہ پڑھا تھا یا نہیں! رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم بار بار یہی کلمات دہراتے رہے حتیٰ کہ میں نے  
تینا کی کاشش میں اسی وقت اسلام لایا۔ موتاً۔ تاکہ اس  
شخص کے قتل کا گناہ میرے نامہ اعمال میں نہ لکھا جاتا  
یہ حدیث میں کہ سعد نے کہا خدا کی قسم میں کسی مسلمان  
سے جنگ نہیں کروں گا۔ حتیٰ کہ حضرت اسامہ اس سے  
جنگ نہ کریں۔ یہ سن کر ایک شخص نے کہا: کیا اللہ  
تعالیٰ نے قرآن کریم میں نہیں فرمایا، کافروں سے  
اس وقت تک جنگ کرو جب تک کہ فتنہ مٹ  
نہ جائے اور اللہ کا دین پھیل جائے؟ سعد نے  
جواب دیا: ہم فتنہ مٹانے کے لیے جنگ کر چکے  
ہیں اور تم اور تمہارے ساتھی فتنہ پھیلانے کے  
لیے جنگ کر رہے ہو۔

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان  
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں  
جہاد کے لیے حرمہ کی طرف روانہ کیا جو قبیلہ جہینہ کی  
ایک شاخ ہے ہم صبح وہاں پہنچ گئے اور ان کو شکست  
دے دی۔ میں نے اور ایک انصاری نے مل کر اس  
قبیلہ کے ایک شخص کو گھیر لیا۔ جب وہ ہمارے حملہ کی زد میں  
آ گیا تو اس نے کہا لا الہ الا اللہ، انصاری تو کلمہ میں کہ  
اگک ہو گیا لیکن میں نے نیزہ مار مار کر اس کو ہلاک کر ڈالا  
جب ہم واپس آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
بھی اس واقعہ کی خبر ہو چکی تھی۔

۱۸۶۔ وَحَدَّثَنِي يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الدَّقَقِيُّ  
حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ أَخْبَرَنَا حُصَيْنٌ حَدَّثَنَا أَبُو طَابِيَانٍ  
قَالَ سَمِعْتُ أَسَامَةَ بْنَ زَيْدٍ بَنَ حَارِثَةَ يُحْيِي  
قَالَ بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِلَى الْحُرَقِيَّةِ مِنْ جَهَنِمَةَ فَصَبَّحْنَا النَّوْمَ قَهْرًا  
قَالَ وَلَوْ حَقَّتْ أَنَا وَرَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ كَجَلَدِيهِمْ  
فَدَمًا غَشِيْنَا قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ فَكَفَّ  
عَنْ الْأَنْصَارِيِّ وَطَعَنَهُ بِرُمِيٍّ حَتَّى قَتَلْتُهُ  
قَالَ فَلَمَّا قَدْ مَاتَ بَلَدَ ذَلِكَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالُوا يَا أَسَامَةُ أَقَاتَ لَكَ بَعْدَ مَا



قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
إِنَّمَا كَانَ مُتَعَرِّضًا فَقَالَ قُلْتُ: بَعْدَ مَا  
قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ قَالَ قَالَا زَالِ يَمُرُّ هَا  
عَلَيَّ حَتَّى تَمُوتَ إِنِّي لَأَكُنَّ أَسْأَلُكَ  
قَبْلَ ذَلِكَ الْيَوْمِ

۱۸۷۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ بْنُ خِزَامٍ  
حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَاصِمٍ حَدَّثَنَا مُعْتَمِرٌ قَالَ  
سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ أَنَّ حَالِدًا الْأَنْصَارِيَّ ابْنَ أَبِي  
صَفْوَانَ بْنِ الْحَرِثِ حَدَّثَ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ الْحَرِثِ  
أَنَّهُ حَدَّثَ أَنَّ بَحْدَدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيَّ  
بَعَثَ إِلَى عَسْكَسَ بْنِ سَلَامَةَ رَمَنَ فَنَزَلَ ابْنُ  
الرَّيِّ بِرِفْقَالٍ أَجْمَعًا لِيُكْفَرَ أَمِنْ إِخْوَانِهِ  
حَتَّى أَجَدَ لِقَاءَهُ فَبَعَثَ رَسُولًا إِلَيْهِ فَقَالَا  
أَجَدَ مَعَا أَجَاءَ جَدُّكَ وَعَلَيْكَ بُرُوسُ أَصَمُّ  
فَقَالَ قَدْ نَزَلْتُ بِهَا كَذَبْتُكَ تَحْتِ ثَوْبٍ يَمُوتُ حَتَّى  
تَأْتِي الْحَيَاتُ فَتَقْدَادُ الْحَدِيثُ إِلَيْهِ مَحْسَرُ  
الْبُرُوسِ عَنْ رَأْسِهِ فَقَالَ إِنِّي أَتَيْتُكَ وَلَا  
أُرِيدُ إِلَّا أَنْ أُخْبِرَكَ عَنْ قَبِيلِكَ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسَلَّمَ بَعَثَ بَعْثًا  
مِنَ الْمُسْلِمِينَ إِلَى قَوْمٍ مِنَ الْمُشْرِكِينَ وَأَتَاهُمُ  
الْتِقَاءُ فَكَانَ رَجُلًا مِنَ الْمُشْرِكِينَ إِذَا هَآءُ  
أَنْ يَقْصِدَ إِلَى رَجُلٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَصَدَّ لَهُ  
فَقَتَلَهُ فَكَانَ رَجُلًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ فَصَدَّ  
عَقْلَتَهُ قَالَ وَكُنَّا نَحَدِّثُ أَنَّ أَسَامَةَ بْنَ  
مَرْثَدٍ قَتَلَهُ وَحَرَّ إِلَيْهِ السَّيْفَ قَالَ لَا إِلَهَ  
إِلَّا اللَّهُ فَقَتَلَهُ وَجَاءَ الْبَشِيرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَهُ وَآخِبَهُ كَذَبْتُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: تم نے  
کلمہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر ڈالا، میں نے  
عرض کیا یا رسول اللہ! اس نے جان بچانے کے لیے  
کلمہ پڑھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر  
فرمایا: تم نے کلمہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر ڈالا؟  
حضور بار بار یہ کلمات دہرا رہے تھے، اور میں سوچ  
رہا تھا کاش میں آج سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا!  
صفوان بن محرز بیان کرتے ہیں کہ حضرت جندب بن عبد اللہ  
رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی  
اللہ عنہما کے فتنہ کے زمانہ میں عسکس بن سلامہ کے  
پاس پیغام بھیجا کہ تم اپنے ساتھیوں کو جمع کرو، میں ان کے  
ساتھ ایک حدیث بیان کروں گا۔ عسکس نے  
قاصد بھیج کر سب کو جمع کر لیا، جب یہ سب لوگ  
جمع ہو گئے تو حضرت جندب زرد ٹھہری پہننے  
جوڑے تشریف لائے اور لوگوں سے فرمایا: تم لوگ  
اپنی اپنی باتوں میں مشغول رہو، جب لوگ اپنی باتیں  
ختم کر کے حضرت جندب کی طرف متوجہ ہوئے تو  
حضرت جندب نے سر سے ٹوپی اتار کر فرمایا: میں تمہارے  
پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث بیان  
کرنے آیا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
مسلمانوں کی ایک فوج مشرکین سے جہاد کے لیے روانہ  
فرمائی، مسلمانوں اور مشرکوں کا مقابلہ ہوا، ایک شخص  
مشرکین میں سے اتنا دیر تھا کہ جس مسلمان کو مارنا  
چاہتا تھا مار ڈالتا تھا، حضرت اسامہ بن زید اس کی  
گھات میں تھے جس وقت وہ ان کی تلوار کی نو میں آ  
گیا تو اس نے کلمہ پڑھتے ہوئے کہا لا الہ الا اللہ  
لیکن اس باوجود حضرت اسامہ بن زید نے اس شخص  
کو قتل کر دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث  
میں فتح کی خوشخبری پہنچی تو بتانے والے نے اس



شخص کے قتل کیے جانے کا واقعہ بھی بیان کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے حضرت اسامہ کو بلا کر قتل کیا کہ تم نے اس کو کیوں قتل کیا؟ حضرت اسامہ نے کہا یا رسول اللہ! اس نے مسلمانوں کو قتل کیا تھا، اور چند صحابہ کا نام لے کر بتلایا کہ فلاں فلاں کو اس نے قتل کیا ہے، میں نے اس پر حملہ کیا لیکن جب اس نے تلوار دھیں تو فرما کہ لا الہ الا اللہ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے اس کو قتل کر دیا؟ حضرت اسامہ نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ اسامہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے یہ استغفار کیجئے۔ آپ نے پھر فرمایا جب قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بار بار یہی کلمات دہراتے رہو، جب قیامت کے دن لا الہ الا اللہ کا کلمہ آئے گا تو تم اس کا کیا جواب دو گے؟

أَحْبَدُكَ خَيْرَ الرَّجُلِ كَيْفَ صَنَعَهُ فَكَأَنَّهُ مَسَّالَةٌ فَقَالَ لِمَ قَتَلْتَهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْجَعَهُ فِي الْمُسْلِمِينَ فَقَتَلَ كَلَانًا وَقَلَانًا وَمَسَّحِي كَذَبًا إِذْ رَأَيْتُ حَمَلْتُ عَلَيْهِ فَلَمَّا رَأَى الشَّيْءَ قَالَ لِلْمَلَائِكَةِ اللَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَقْتَلْتَهُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَكَيْفَ تَصْنَعُ يَا لِمَلَائِكَةِ اللَّهِ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ اسْتَغْفِرُ لِي قَالَ فَكَيْفَ تَصْنَعُ يَا لِمَلَائِكَةِ اللَّهِ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ فَجَعَلَ لَا يَزِيدُكَ عَلَيَّ أَنْ يَقُولَ كَيْفَ تَصْنَعُ يَا لِمَلَائِكَةِ اللَّهِ إِذَا جَاءَتْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

ایک مسلمان شخص کو قتل کرنے کے باوجود حضرت اسامہ پر قصاص، دیت اور کفارہ فرض نہ کرنے کی وجہ

حدیث نمبر ۱۸۵ میں ہے: حضرت اسامہ نے ایک شخص پر حملہ کیا اس نے لا الہ الا اللہ پڑھ لیا، حضرت اسامہ نے خیال کیا اس شخص نے جان کے خون سے کلمہ پڑھا ہے، اور اس کو قتل کر دیا، رسول اللہ ﷺ نے اس پر افسوس کیا اور فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟

مسلم بن یحییٰ بن شریف نووی لکھتے ہیں:

نبی ﷺ نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ پر قصاص واجب کیا، نہ دیت اور نہ کفارہ، بعض علماء نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس صورت میں یہ سب چیزیں ساقط ہو جاتی ہیں، لیکن



اس صورت میں کفارہ پھر حال واجب ہے: کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا لَّا خُطَاةَ  
وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مَّؤْمِنَةٍ  
وَدِيَّةٌ مَّسْلُومَةٍ إِلَىٰ أَهْلِهَا إِن لَّا يَصُدَّقُوا فَتَرَكَ  
كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكَ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِيرُ  
رَقَبَةٍ مَّؤْمِنَةٍ ۚ وَإِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ  
بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِيثَاقٌ فَدْيَةٌ مَّسْلُومَةٍ إِلَىٰ  
أَهْلِهَا وَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مَّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّا  
يَجِدْ فَصِيَامٌ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةٌ  
مِّنَ اللَّهِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا -

(نساء ۹۲)

اور کسی مسلمان کے لیے مسلمان کو قتل کرنا جائز  
نہیں ہے، الّا یہ کہ اس نے خطا کرنا دانستہ قتل کیا  
ہو، اور جس شخص نے کسی مسلمان کو بلا قصد قتل کر دیا تو  
اس پر ایک مسلمان (غلام یا باندی) کو آزاد کرنا ہے  
اور اس کی دیت (خون بہا) اس کے وارثوں کو ادا  
کرنا ہے، الّا یہ کہ وہ اس کو معاف کر دیں، پھر اگر  
وہ شخص اس قوم سے ہو جو تمہاری دشمن ہے اور  
وہ مقتول شخص مسلمان ہو تو (صرف) ایک مسلمان (غلام  
کو آزاد کرنا ہے) اور اگر وہ (مقتول شخص) اس قوم سے ہو جس سے  
تمہارا معاہدہ ہے تو اس کے وارثوں کو دیت ادا  
کرنا ہے، اور ایک مسلمان (غلام) کو آزاد کرنا ہے  
تو جو شخص (غلام یا باندی) نہ پائے تو اس پر دو ماہ  
کے نگاہار روزے رکھنا لازم ہیں، یہ اللہ کی طرف  
سے توبہ ہے، اور اللہ بہت جانتے والا بری  
حکمت والا ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے تھا اس کی شبہ کی وجہ سے ساقط کر دیا گیا کہ انہوں نے اس شخص کو  
کافر گمان کیا تھا، اور انہوں نے یہ گمان کیا کہ اس حال میں کلمہ توحید کا اظہار اس کو مسلمان نہیں کرتا، اور دیت کے  
وجوب میں امام شافعی کے دو قول ہیں، اور ان میں سے ہر قول کو بعض علماء نے اختیار کیا ہے، راہ یہ کہ اس حدیث میں  
کفارہ کا ذکر نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ کفارہ علی الفور واجب نہیں ہوتا، بلکہ تاخیر سے واجب ہوتا ہے، اور  
اصولیین کے مذہب کے مطابق بیان کو ضرورت کے وقت تک مؤخر کرنا جائز ہے۔ اور جس قول کے مطابق دیت  
واجب ہوتی ہے قرعہ احتمال ہے کہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ اس وقت غریب تھے اس لیے ان کی عمر شمالی تک  
دیت مؤخر کر دی گئی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا؟  
اس حدیث میں فقہ اور اصول کے اس مشہور قاعدہ پر دلیل ہے کہ احکام میں ظاہر پر عمل کیا جاتا ہے اور باطن  
کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے۔



بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ  
فَلَيْسَ مِنَّا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد جو شخص  
ہم پر ہتھیار اٹھائے وہ ہم میں سے  
نہیں ہے۔

۱۸۸- وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَحُصَيْنُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى وَهُوَ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا أَبُو أَسَمَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ كُلُّهُمَا عَنْ تَائِفٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ قَدِمْتُ عَلَى تَائِفٍ عَنْ تَائِفٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا.

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ جو شخص ہمارے خلاف تلوار اٹھائے گا وہ ہم  
میں سے نہیں ہے۔

۱۸۹- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ نُمَيْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا مُصْعَبٌ وَهُوَ ابْنُ الْمُعَدَّاءِ قَالَ حَدَّثَنَا كُرْمَةُ بْنُ عَمَارٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَكْمَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ سَلَكَ عَلَيْنَا الشِّتَّ فَلَيْسَ مِنَّا.

حضرت مسلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم  
پر تلوار اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

۱۹۰- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَحُصَيْنُ بْنُ مُثَنَّى بَرَادِ الشَّعْبِيِّ وَأَبُو كَرَيْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَسَمَةُ عَنْ بَرْثَةَ عَنْ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِي مُزَيْنٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر ہتھیار  
اٹھائے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

و: اہل سنت و جماعت کے نزدیک قاعدہ یہ ہے کہ جس شخص نے مسلمانوں پر ناحق اور بغیر کسی تاویل کے  
ہتھیار اٹھایا اور اس کام کو جائز اور حلال نہیں سمجھا وہ گنہگار ہے اور جس شخص نے اس کو جائز اور حلال سمجھا وہ کافر  
ہے، اور یہی اس حدیث کا محمل ہے، یا اس حدیث کا محمل یہ ہے کہ ایسا شخص ہمارے سیرت کاملہ اور ہمارے



پسندیدہ طریقہ پر نہیں ہے۔

**بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا**

۱۹۱ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَرُوبَةَ  
وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَائِي ح وَحَدَّثَنَا أَبُو  
الْأَخُو ح مُحَمَّدُ بْنُ حَبِيبٍ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَكْرَمٍ  
يَعْلَاهُ عَنْ سَهِيلِ بْنِ أَبِي مَالٍجٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ  
أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ مَنْ حَمَلَ عَلَيْنَا السَّلَاحَ فَلَيْسَ مِنَّا وَمَنْ  
غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا .

۱۹۲ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي الْيُوبِ وَقُتَيْبَةُ  
بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إسماعِيلَ  
بْنِ جَعْفَرٍ كَالِ ابْنِ أَبِي شَوَّابٍ حَدَّثَنَا إسماعِيلُ  
قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ عَلَى صَبْرَةٍ طَعَامٍ قَدْ خَلَّ  
يَدُهُ فِيهَا فَتَالَتْ أَصَابِعُ بَدَلًا فَتَالَتْ مَا هَذَا  
يَا صَاحِبَ الطَّعَامِ فَقَالَ أَصَابَتْهُ النَّعَامُ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
قَالَ أَفَلَا جَعَلْتَهُ فَوَی الطَّعَامُ مَعِيَ يَرَاكَ الْكَاشِ  
مَنْ غَشَّنَا فَلَيْسَ مِنَّا .

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد جس نے ہم کو دھوکا  
دیا وہ ہم میں سے نہیں ہے  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ہم پر  
بتحیاسان حملے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور نہ وہ  
جس نے ہم کو دھوکا دیا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غلہ فروخت کرتے  
وہ اس کے پاس سے گذرے آپ نے اپنا ہاتھ  
غلہ کے اندر ڈالا تو اترے میں کچھ نرمی محسوس ہوئی رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ نرمی کیسی ہے ؟  
غلہ کے مالک نے عرض کیا یا رسول اللہ اس پر بادشہ  
ہو گئی تھی، آپ نے فرمایا تم نے اس بھگے ہوئے  
غلہ کو اوپر کیوں نہ رکھا تاکہ وہ اس کو دیکھ لیتے ؟ جس  
شخص نے دھوکا دیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

ت : اس باب کی احادیث کی بھی وہی تاویل ہے جو اس سے پہلے بیان ہو چکی ہے۔

**بَابُ تَحْرِيمِ ضَرْبِ الْخُدَّادِ وَشِقِ  
الْجَيُوبِ وَالِدَّعَاءِ بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ**

۱۹۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى حَدَّثَنَا ابْنُ  
مُعَاوِيَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا  
أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكِيلٌ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ حَدَّثَنَا  
أَبِي جَمْعٍ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُرَّةٍ

منہ پر پتھر مارنے، اگر زبان چاک کرنے اور زمانہ  
جاہلیت کی پیروی و پیکار کا بیان  
حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص  
منہ پھٹے اور اگر زبان چاک کرے یا ایام جاہلیت  
کی طرح پیچھے ہٹ کر دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔



عَنْ مَسْرُودٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْرُودٍ أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى  
عَنْهُ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَوَ كَيْسَ مَقَامِنَ ضَرْبِ الْعُدَّةِ وَدَاوُدَ شَقِ  
الْجُبُوبِ أَوْ دَعَا يَدْعُو الْجَاهِلِيَّةِ هَذَا أَحَدٌ يَتُ  
يُخَيَّرُ وَأَمَّا ابْنُ مَسْرُودٍ فَأَبُو بَكْرٍ وَقَالَ دَاوُدَ شَقِ وَدَعَا  
بِقَبْرِ الْفَنِّ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور بتلایا کہ  
اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول  
ہے۔

حضرت ابو بردہ بن ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ  
حضرت ابو موسیٰ اشعری سخت بیمار ہو گئے جس کی وجہ  
سے آپ پر غشی طاری ہو گئی اس وقت آپ کا سر گھر  
والوں میں سے کسی عورت کی گود میں تھا انہی میں سے  
کوئی عورت بیچ بیچ کر رہنے لگی غشی کی وجہ سے  
حضرت ابو موسیٰ اشعری —————  
جب بخوشی میں آئے تو فرمایا جن کاموں سے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیزار تھے ان سے میں بیزار  
ہوں، رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرما کرنے والے ہر منکر نے  
والی اور گمراہی بیان پھاڑنے والی عورتوں سے بیزار تھے  
عبدالرحمن بن یزید اور ابو بردہ دونوں بیان کرتے  
ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ پر غشی طاری ہو گئی ان کی بیوی چلا  
چلا کر رہنے لگیں جب حضرت ابو موسیٰ اشعری

رضی اللہ عنہ کو بخوشی آیا تو انھوں نے فرمایا کیا تمہیں معلوم  
نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں  
ہر اس عورت سے بیزار ہوں جو منکر متناہی سے نوحہ  
کرتی اور کپڑے پھاڑے۔

۱۹۴- وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا  
جَعْفَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ ابْنِ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ  
حَشْرَمٍ قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ جَيْعَانِ  
الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ دَاوُدَ شَقِ وَدَعَا  
۱۹۵- وَحَدَّثَنَا الْعَلَمِيُّ بْنُ مَوْسَى الْقُسْطَرِيُّ  
حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَمْرَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ  
بُرَيْدَةَ بْنِ جَابِلَانَ الْقَاسِمِ بْنِ عُثَيْمَةَ حَدَّثَنَا  
قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي بَرْدَةَ ابْنُ أَبِي مَوْسَى قَالَ  
وَجَعَا وَجَعًا قَعَشَى عَلَيْهِ وَرَأْسُهُ فِي خِيَارِ مَرَأَةٍ  
مِنْ أَهْلِهِ فَصَاحَتْ مَرَأَتُهُ قَالَتْ هَلْ لَكَ لَيْسَتْ لَكَ  
أَنْ تَكُونَ عَلَيْهَا سَيِّئًا فَلَمَّا أَتَا قَاتَلَ ابْنُ بَرٍّ  
مِمَّا بَرَّ مِنْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَبَرَّ مِنْ  
الصَّالِقَةِ وَالْحَالِقَةِ وَالْمَقَاتِلَةِ -

۱۹۶- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ  
مَنْقُورًا قَالَ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُوْدَانَ أَخْبَرَنَا أَبُو  
عُمَيْرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا صَخْرَةَ يَذْكُرُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ

بْنِ بَرَيْدَةَ وَابْنِ أَبِي بَرْدَةَ ابْنِ أَبِي مَوْسَى قَالَ أَخْبَرَنَا  
عَلِيُّ بْنُ مَوْسَى قَاتَلَ ابْنَةَ امْرَأَتِهِ أُمَّ عَبْدِ اللَّهِ  
تَصِيغُهُ بِرَيْدَةَ قَالَ لَمْ أَفَاقَ فَقَالَ أَلَا تَعْلَمِينَ  
ذَكَرَ وَحَدَّثَنَا أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
آلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا تَبَرُّ مِنْ بَرٍّ مِمَّنْ حَلَقَ وَشَقَّ



وَيَحْدَقُ -

۱۹۷- وَحَدَّثَنَا ثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُطِيعٍ حَدَّثَنَا  
 هُشَيْمٌ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَيْنٍ عَنِ الْأَشْعَرِيِّ عَنْ  
 إِبْرَاهِيمَ وَآبِي مُوسَى عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنِي حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ  
 قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّامِدِ قَالَ حَدَّثَنَا ثَنَا أَبِي قَالَ  
 حَدَّثَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَدِمُ  
 الْأَحْوَلُ عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي مُوسَى  
 عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا  
 الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْأَحْوَلُ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الصَّامِدِ  
 حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ زَيْدِ  
 بْنِ حُدَّاشٍ عَنْ أَبِي مُوسَى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْحَدِيثِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثِ  
 عَيْنِ الْأَشْعَرِيِّ قَالَ لَيْسَ بَيْنَا وَتَمَّ يَقُولُ بَعْضُ

امام مسلم نے دو مختلف سنیوں بیان کیں، اور  
 فرمایا ان سہول کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح  
 منقول ہے۔ مگر اس میں بیزاری کی جگہ یہ الفاظ ہیں  
 کہ ایسا شخص ہم میں سے نہیں ہے۔

ف: ہر صلح و صلت کے ضمن میں نام اور تہذیب واری کی تحقیق باب نمبر ۲۹ میں ملاحظہ فرمائیں۔

چغلقوری کی سخت ممانعت

بَابُ بَيَانِ غَلْظِ تَحْرِيمِ التَّمِيمَةِ

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
 انہیں معلوم ہوا کہ کوئی شخص لوگوں کی باتیں حاکم سے جا  
 کر بیان کرتا ہے تو رسول نے کہا کہ میں نے رسول  
 اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ چغلقور جنت  
 میں داخل نہیں ہوگا۔

۱۹۸- حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ وَعَبْدُ اللَّهِ  
 بْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَسْمَاءَ الطَّنَجِيُّ قَالَا كُنَّا مَعَهُ  
 وَهُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ حَدَّثَنَا وَاصِلُ الْأَحْذَثِ عَنْ  
 أَبِي وَائِلٍ عَنْ عَدِيْقَةَ أَنَّ بَلْعَةَ أُمَّ رَجُلٍ يَكْفُرُ  
 الْحَدِيثُ فَقَالَ حَدَّثَنِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ نَبَأٌ  
 ۱۹۹- حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَا سَمِعْتُ

ہمام بن عمارت بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص  
 لوگوں کی باتیں حاکم تک پہنچا دیتا تھا ایک دن ہم مسجد  
 میں اس شخص کے پاس میں باتیں کر رہے تھے کہ وہ چغلقور ہے اپنا کہ  
 وہ بھی آگیا اور ہمارے ساتھ مسجد میں بیٹھ گیا حضرت  
 عبد اللہ نے کہا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ چغلقور جنت  
 میں نہیں جائے گا۔

ابْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ لَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا جَوِّزًا عَنْ مَنْصُورٍ  
 عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَمَّامِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ كَانَ رَجُلٌ  
 يَنْقُلُ الْحَدِيثَ إِلَى الْأَمِيرِ قَالَ وَكُنَّا جُلُوسًا  
 فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ هَذَا مَعْنَى الْحَدِيثِ إِلَى  
 الْأَمِيرِ قَالَ فَبِجَاءِ حَتَّى جَلَسَ إِلَيْنَا فَقَالَ







- (۱۲)۔ چٹلی کرنے والے کو چٹلی کرنے سے منع کرے، اس کے سامنے چٹلی کی قباحیت بیان کرے اور اس کو نصیحت کرے۔  
 (۱۳)۔ اس سے بغض رکھے، کیونکہ چٹلی کرنے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مبغوض ہے اور جس سے اللہ تعالیٰ بغض رکھے اس سے بغض رکھنا چاہیے۔  
 (۱۴)۔ چٹلی کی وجہ سے اپنے مسلمان بھائی سے بغض نہ رکھے۔  
 (۱۵)۔ اس شخص کی چٹلی کی وجہ سے اس میں معاملہ کی تحقیق اور تجسس کرنے کا داعیہ نہیں ہونا چاہیے۔  
 (۱۶)۔ اس چٹلی کو آگے نہ بھیلانے، مثلاً یہ نہ کہے کہ فلاں، فلاں کے متعلق یہ کہہ رہا تھا ورنہ وہ خود ہی چلنور ہو جائے گا۔

**رفع فساد کے لیے کسی کی بات پہنچانے کا جواز** | امام غزالی نے چٹلی کے متعلق یہ جو کچھ بیان کیا ہے یہ اس وقت ہے جب اس میں کوئی مصلحت شرعیہ نہ ہو اور اگر کوئی بات کسی تک پہنچانے میں کوئی مصلحت شرعیہ ہو تو پھر اس بات کا پہنچانا ممنوع نہیں ہے۔ مثلاً کسی شخص کو یہ بتائے کہ فلاں شخص تمہاری بے عزتی کرتے والا ہے، یا وہ تمہاری بیوی کی عزت پر حملہ کرنے والا ہے، یا وہ تمہارا مال لوٹ کر لے جانے والا ہے، یا اس قسم کی شرانگیز باتوں کو امام و حاکم، تک پہنچانے یا کسی صاحب منصب تک یہ بات پہنچانے کو فلاں شخص ایسا کام کر رہا ہے یا ایسا منصوبہ بنا رہا ہے جس سے فساد برپا ہو گا اور شریک کاری ہوگی اور صاحب منصب پر لازم ہے کہ اس معاملہ کی تحقیق اور چھان بین کرے اور فتنوں کا سد باب کرے اور اس قسم کے اور اس جیسے امور حرام نہیں ہیں، بلکہ فتنہ کی نوعیت کی اعتبار سے بعض صورتوں میں فتنہ کی خبر دینا واجب اور بعض صورتوں میں مستحب ہے۔

حکومت نے جو عوامی نظام قائم کیا ہے وہ بھی اسی صورت پر محمول ہے، کیونکہ چٹلی اس وقت ہوتی ہے جب فساد ڈالنے کے لیے کسی کی بات کسی کو پہنچائی جائے اور ان صورتوں میں فساد دور کرنے کے لیے کوئی بات پہنچائی جاتی ہے، اس کی پوری تفصیل اور تحقیقی ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں بیان کر دی ہے۔

بَابُ بَيَانِ غَلْظِ تَحْرِيمِ اِسْبَالِ الْاِذَا وَ اَلْمِنْ  
 بِالْعَطِيَّةِ وَ تَنْفِيهِ السَّلْعَةِ بِالْحَلْفِ وَ بَيَانِ الثَّلَاثَةِ  
 الَّذِيْنَ لَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يَنْظُرُ  
 اِلَيْهِمْ وَلَا يَزَكِّيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ  
 ۲۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ مُحَمَّدٌ

لباس ٹخنوں سے نیچے لٹکالے والوں،  
 احسان جملانے والوں اور جھوٹی قسم کھا کر سودا  
 نیچنے والوں سے اللہ تعالیٰ کے ناراض ہونے کا بیان  
 حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جین بار فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کھام کھام نہائیگا۔ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا نہ ان کو گناہوں سے پاک کرے گا۔ اور انھیں درونِ گاہِ غلبہ سے گاہِ حضرت ابودرداءؓ نے عرض کیا حضور یہ لوگ تو سخت نقصان اور خسران میں رہے، یہ کہ کن لوگ ہیں؟ فرمایا (شعوبک) نیچے کھڑا شخص، والد، احسان جتنا لئے والد، اور اللہ تعالیٰ کی جہوری قسم کھا کر مال فروخت کرنے والا۔

کہ یا لکھنے کی یاد دے۔  
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمایا کہ تین شخصوں سے قیامت  
کے دن اللہ تعالیٰ بات نہیں کرے گا، ایک وہ شخص جو  
نیکی کا احسان بخلاً تلبے دوسرا وہ جو رجحانی قسم کھا کر  
سامان فحش کو کرتا ہے اور تیسرا وہ شخص جو اپنے کپڑوں  
کو ٹخنوں کے نیچے لٹکاتا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس  
سند میں یہ روایت اسی طرح منقول ہے، لیکن اس  
میں یہ الفاظ شامل ہیں کہ ہمیں شخصوں سے اللہ تعالیٰ  
بانت کرے گا، نہ ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا  
اور نہ انہیں گناہوں سے پاک کرے گا اور ان کے  
لئے دردناک عذاب ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن  
اللہ تعالیٰ تین شخصوں سے بات کرے گا اور سزا انہیں  
محسن ہوں سے پاک کرے گا ایک اور سزا بن میں ایک شخص  
ہے جو ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور ان کے لیے  
درود ناک عذاب ہے ایک بوڑھا زانی اور سب اچھوٹا حاکم  
نفسراستور و نقیر

مُتَنِي وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ  
عَنْ شُعْبَةَ عَنْ عَلِيِّ بْنِ مَدْرِكَةَ عَنْ أَبِي ذُرَّةَ  
عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الْعُصَيْرِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلَاثٌ مَنْ  
يَكْتُمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا  
يُزَكِّيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ قَالَ فَتَرَاهَا  
تَسْأَلُ اللَّهَ صَلِّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ  
مَرَّاتٍ قَالَ أَبُو ذَرٍّ خَابُوا وَخَسِرُوا مِنْ هَؤُلَاءِ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ الْمُنِيرُ وَالْمَكْنَانُ وَالْمُنْفِقُ يَسْأَلُ

٢٠٢. وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ خَلَّادٍ الْبَاهِلِيُّ  
حَدَّثَنَا أَبِي وَهُوَ الْقَطَّانُ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ  
حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الْأَشْعَثِيُّ عَنْ مُكَيْمَانَ بْنِ مُسْهِرٍ  
عَنْ حَرْثَةَ بْنِ الْحَرِثِيِّ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَلَدَتْهُ لَا يُكَلِّمُهُ  
اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ الْمَنَانُ الَّذِي لَا يُعْطَى شَيْئًا  
أَمَّتَهُ وَالْمُنْتَقِ سِدْمَتُهُ بِالْخَلْفِ الْفَاجِرِ وَالْمُنْتَقِ

٢٠٣. وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى عَنْ شُعْبَةَ بْنِ خَالِدٍ أَخْبَرَنَا  
مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى عَنْ جَعْفَرِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ مُحَمَّدُ  
سَلَامَتٌ بِهِمَا أَيْ سَلَامٌ قَالَ قُلْتُ وَهَذَا لَا يَكُونُ أَمْ اللَّهُ  
وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَنْزِلُ بِهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ  
أَلِيمٌ.

٢٠٣. وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا  
فَكِيدٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي حَالِيمٍ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَلَا تَقُولُوا لِمَا يُكْفَرُ اللَّهُ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ وَلَا يُزَكِّهِمْ قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ وَلَا  
يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابُ أَلِيمٌ شَرِيفٌ تَمَامٌ فِي  
مَلِكٍ كَرَامٍ وَقَدْ رَوَى مُسْتَكْبِرٌ.



۲۰۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ  
كَرْبُيبٌ قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاذٍ عَنْ أَبِي عُمَرَ  
عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهَذَا حَدِيثٌ  
أَبُو بَكْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وآلِهِ وَسَلَّمَ فَلَا فِتْنَةَ لَكُمْ مَعَهُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ  
وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَا يَزْكِيهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ  
أَلِيمٌ رَجُلٌ عَلَى قَصَبٍ مَاءٍ بِالْفَلَاحِ يَمْنَعُهُ  
مِنْ ابْنِ السَّبِيلِ وَرَجُلٌ بَابٍ رَجُلًا يَسْلُقُهُ  
بَعْدَ الْعَصْرِ فَحَلَفَ لَهُ يَا لَيْلَى لَا تَخْذَلِي هَذَا  
كَذَا أَقْصَدَ قَدْ هُوَ عَلَى غَيْرِ ذَلِكَ وَرَجُلٌ  
بَابٍ مِمَّا لَا يَتَابَعُهُ إِلَّا لِدُنْيَا فَإِنَّ آعْطَاهُ  
مِنْهَا فِي وَلَنْ لَمْ يُعْطِ مِنْهَا لَحْدِيفٌ

۲۰۶۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا  
جَرِيرٌ وَحَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْبُوحٍ وَأَبُو شُعْبَةَ  
أَخْبَرُوا قَالُوا عَنْ أَبِي عُمَرَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
أَنَّ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَرَجُلٌ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ الْقَائِدِ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ  
عَمْرٍو عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ  
أَرَأَيْتُمْ مَا كَانَ قَدْرُكَ لَكُمْ لَمْ يَكُنْ مَعَهُ اللَّهُ يَوْمَ  
الْقِيَمَةِ وَلَا يَنْظُرُ إِلَيْهِمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ  
رَجُلٌ حَلَفَ عَلَى كَيْفِيٍّ بَعْدَ صَلَوةِ الْعَصْرِ عَلَى  
مَالٍ مُسْلِمٍ قَاتِلْتُهُ وَبَنِي حَدِيثِي وَحَدَّثَنَا  
حَدِيثُ أَبِي عُمَرَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شخص ایسے  
ہوں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بات کرے گا  
ان کی طرف نظر رحمت سے دیکھے گا اور نہ انہیں گناہوں  
سے پاک کرے گا اور ان کو دردناک عذاب دے گا  
ایک وہ شخص جس کے پاس جنگل میں ضرورت کے زیادہ  
پانی ہو پھر اس کے باوجود کسی مسافر کو پانی نہ دے  
دوسرا وہ شخص جس نے عصر کے بعد کوئی چیز فروخت کی  
اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ اس نے یہ مال اتنے میں  
خریدا ہے اور دکان میں ایسا نہ تھا، تیسرا وہ شخص جو دنیاوی  
مال کی خاطر کسی حاکم سے بیعت کرے اگر مال مل  
جائے تو اس کی اطاعت کرے اور نہ ملے تو نہ کرے  
امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کی اور بتلایا کہ اس  
سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے مگر اس میں  
قیمت بتانے کا ذکر ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں شخص ایسے  
ہوں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بات کرے  
گا اور نہ ان کی جانب نظر رحمت کرے گا اور نہ  
کو دردناک عذاب ہوگا ایک وہ شخص ہے جس نے  
عصر کے بعد قسم کھا کر کسی مسلمان کا مال مار لیا۔ بقیہ حدیث  
سابقہ حدیث کی طرح ہے۔

مثنیوں سے نیچے کپڑا لٹکانے کے مکروہ ہونے کی وجہ | حدیث نمبر ۲۰۱ میں مثنیوں سے نیچے  
کپڑا لٹکانے والے پر عذاب کی وعید

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں  
اس حدیث کا ماحول یہ ہے کہ جو شخص کھجور کی قیمت سے کپڑے مثنیوں سے نیچے لٹکائے، جیسا کہ ایک  
حدیث میں تفصیل سے بیان ہے "جس شخص نے کھجور سے کپڑا مثنیوں سے نیچے لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس پر نظر  
رحمت نہیں فرمائے گا، اسی حدیث میں مثنیوں سے کپڑا لٹکانے والوں کے عموم سے ان کو مستثنیٰ کر دیا



سے جو تکبر کی وجہ سے دشمنوں سے پیچھے پڑا نہیں لٹکاتے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اس میں رخصت دی تھی اور فرمایا تھا، تم تکبر کی نیت سے کچھ نہیں لٹکاتے، اس رخصت اور تکبر کی قیاس سے یہ معلوم ہوا کہ مذاب کی یہ وعید صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو تکبر سے کپڑوں کو دشمنوں کے لیے لٹکاتے ہیں، یہ حکم تعین اور تہدید دونوں کو نام ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تہدید آمیز اور عامہ ان میں سے جس کو بھی کسی شخص نے تکبر سے لٹکایا، اللہ تعالیٰ اس کی طرف قیامت کے دن نظر رحمت نہیں فرمائے گا، اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام نسائی، اور امام ابن ماجہ نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے۔  
(شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ہم نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے بحث کی ہے)

بوسے زانی، جھوٹے حاکم اور تکبر فقیر کے زیادہ مخصوص ہونے کی وجہ سے: حدیث نمبر ۲۰۲ میں ہے:

اور تکبر فقیر پر اللہ تعالیٰ رحمت نہیں فرمائے گا۔  
تافہی غیاض لے کہا اس شخص کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سے ہر شخص نے معصیت مذکورہ کا التزام کیا مالا کر وہ معصیت اس کے حال سے ہیئت بعید سے اور اسے اس کی ضرورت نہیں ہے اور اس کے لیے اس معصیت کے محرکات بھی نہیں ہیں، ہر چند کہ کوئی شخص بھی ارتکاب معصیت میں معذور نہیں ہے لیکن جب ان معاصی کی حاجت نہ ہو نہ عادت ان کے وظائف اور محرکات ہوں تو بھران کا ان معاصی کا ارتکاب کرنا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ وہ عادات ان معاصی کا ارتکاب کرتے ہیں اور اپنے آپ پر اللہ تعالیٰ کے حق کو بہت معمولی خیال کرتے ہیں، کیونکہ بوسے آدمی کی طویل زمانہ گزر جانے اور متعدد تجربات کے حصول کی وجہ سے عقل کامل ہو جاتی ہے اور اس میں ہمارے اسباب اور عورتوں کی شہرت کم ہو جاتی ہے اور بھیجی شہرت کو پورا کرنے کے اس کے پاس حلال ذلت محدود ہوتے ہیں تو پھر اس کا نہ کرنا بہت بعید ہوتا ہے کیونکہ نہ اس کا محرک الدبائش شباب حرارت عزیزہ، قلت مروت، غلبہ شہوت، نفع عقل اور کم عمری ہوتا ہے۔

اسی طرح امام اور حاکم سے اس کی طبیعت اترتی ہے اور اس کے اہمیت کرنے اور جھوٹ بوسے کی حاجت نہیں ہوتی، کیونکہ وہ شخص بلا مہنت کرتا ہے یا جھوٹ بولتا ہے جس کو کسی چیز پر گرفت اور مواخذہ کا خوف ہو اور جب حاکم گرفت اور مواخذہ سے بے پروا ہو جاتا ہے تو پھر اس کا جھوٹ بولنا زیادہ قبیح ہے، اسی طرح فقیر کا تکبر کرنا بہت قبیح ہے کیونکہ تکبر کا سبب اپنے ہم ضروری پر غائق ہونا، دنیا کی کمزرت اور لوگوں کا اس کی طرف محتاج ہونا ہے تو جس شخص کے مال و دولت نہ ہو اور وہ خود دوسروں کا دست نگر اور محتاج ہو تو اس کا تکبر کرنا بہت قبیح ہے اس لیے بوسے زانی، جھوٹے حاکم اور تکبر فقیر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے زیادہ دور ہوتے ہیں۔

بَابُ بَيَانِ غِلْظِ تَحْرِيجِ قَتْلِ الْإِنْسَانِ  
خود کشی کرنے کی شدید ممانعت اور اس کا

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۵۶۸ھ، شرح مسلم ج ۱، مطبوعہ نور محمد اعلیٰ المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ



## غلاب

نَفْسَهُ وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُدَّ بِهَا  
فِي النَّارِ وَإِنَّهُ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ إِلَّا نَفْسٌ مُسْلِمَةٌ

۲۰۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ مَعِينٍ  
وَالْأَشْعَثُ قَالُوا حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي  
صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِحَدِيدٍ  
وَحَدِيدٍ تَرَفُّفًا يَدًا وَيَسْوَجًا بِهَا فِي بَطْنِهِ فِي نَارِ  
جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ شَرِبَ  
سَقًّا فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ بِرَحْمَةِ اللَّهِ فِي سَائِرِ  
جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا وَمَنْ تَرَدَّى مِنْ جَبَلٍ  
فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَهُوَ بِرَحْمَةِ اللَّهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ خَالِدًا مُخَلَّدًا فِيهَا أَبَدًا

۲۰۹ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا  
جَرِيرٌ عَنْ وَحِيدٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا  
عَبْدُ الرَّحْمَنِ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْخُثَمِيُّ حَدَّثَنَا  
خَالِدُ بْنُ الرَّحْمَنِ حَدَّثَنَا هُذَيْفَةُ بْنُ كَلْبَةَ  
الرَّاسَدِيُّ حَدَّثَنَا وَفِي رِوَايَةٍ شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ  
قَالَ مِمَّنْ ذَكَرَ

۲۱۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا مُعَاوِيَةُ  
ابْنُ سَلَامٍ عَنْ أَبِي سَلَامٍ الدِّمَشْقِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ  
أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي قَلْبَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ تَابِتَ بْنَ  
الضَّمَّالِ أَخْبَرَهُ أَنَّ بَابِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَحَتَّ الشَّجْوَةَ وَأَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى  
يَمِينٍ بِدَلَّةٍ غَيْرِ إِسْلَامٍ كَاذِبًا فَهُوَ كَمَا قَالَ  
وَمَنْ قَتَلَ نَفْسَهُ بِشَيْءٍ عُدَّ بِهَا بِكَوْمٍ  
الْقَمَرِ وَلَيْسَ عَلَى رَجُلٍ تَدْرِي شَيْءًا وَلَا يُنْصَرَفُ

۲۱۱ - حَدَّثَنَا أَبُو عَثَانَ الْمُسَمِّيُّ حَدَّثَنَا  
مُعَاوِيَةُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص  
کسی اختیار سے خودکشی کرے تو جہنم میں وہ اختیار  
اس شخص کے ہاتھ میں ہوگا اور اس اختیار سے جہنم  
میں وہ شخص خود کو ہمیشہ زخمی کرتا رہے گا اور جو شخص  
نہر سے خودکشی کرے گا وہ جہنم میں ہمیشہ زخم کھاتا  
رہے گا اور جو شخص پہاڑ سے گر کر خودکشی کرے گا  
وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ تھمتا رہے گا۔

امام مسلم نے عین اور اسناد بیان کیں اور بتلایا  
کہ ان سندوں سے پہلی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ثابت بن عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔ اس موقع  
پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص  
نے اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب سے ہرجائے  
کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ ایسا ہی ہو جائے گا اور جس  
شخص نے کسی چیز سے خودکشی کی تو قیامت کے دن  
اسی چیز سے غلاب دیا جائے گا اور اگر کسی نے  
غیر مسلمہ چیز کی تدرائی تو اس کا پودہ کمرہ لالہ نہیں ہے۔  
حضرت ثابت بن عمار رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس چیز



کا کوئی شخص مالک نہ ہو اس کی نذر پوری کرنا لازم نہیں  
اور مسلمان پر لعنت کرنا اس کو قتل کرنے کے برابر  
ہے جو شخص جس چیز سے خودکشی کرے گا، قیامت  
کے دن اسے اس چیز سے عذاب دیا جائے گا اور  
جو شخص مال بڑھانے کے لیے جھوٹا دعویٰ کرے گا  
اللہ تعالیٰ اس کے مال میں اور کئی گروے لگا دیں حال  
اس شخص کا ہوگا جو حاکم کے سامنے جھوٹا قسم کھائے گا۔  
حضرت ثنابت بن فضال الفزاری رضی اللہ عنہ بیان  
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
جس شخص نے اسلام کو چھوڑ کر کسی اور مذہب کی جھوٹی  
قسم کھائی اس کا اس دین میں شمار ہوگا اور جو شخص جس  
چیز سے خودکشی کرے گا، اللہ تعالیٰ جہنم میں اس کو اسی  
چیز سے عذاب دے گا اور بعض روایات میں یوں  
ہے کہ جس شخص نے اسلام کو چھوڑ کر کسی اور دین کی  
جھوٹی قسم کھائی تو اس کا اسی دین سے شمار ہوگا اور  
جس شخص نے خود کو کسی چیز سے ذبح کیا تو قیامت  
کے دن اسے اسی چیز سے ذبح کیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ حنین  
میں تھے، ہم لوگوں میں ایک شخص تھا جس کا مسلمانوں  
میں شمار جوتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
اس کے پاس سے فرمایا یہ جہنمی ہے جب جنگ  
شروع ہوئی تو وہ شخص بڑھی بہادری سے لڑا اور  
زخمی ہو گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض

ابن ابی کثیر قال حدثنی أبو قلابة عن ثنابت  
ابن الضمالية عن النبي صلى الله عليه وآله  
سأله قال ليس على رجل كذبة فيمينا لا يملك  
ولعن المؤمن قتل نفسه ومن قتل نفسه بشيء  
في الدنيا عذب به يوم القيامة ومن ادعى  
دعوى كاذبة ليمسك ثوبها لم يزد في الله إلا  
قلبة ومن حلف على يمين صبر فاحسن  
۲۱۲ - حدثنا إسحاق بن إبراهيم السجستاني  
ابن منصور وعبد الكاري بن عبيد الصمدي كلاهما  
عن عبيد الصمدي بن عبيد الوارث عن شعبة عن  
أيوب عن أبي قلابة عن ثابت بن الضمالية  
الأنصاري ح وحدثنا محمد بن رافع عن  
عبيد الرزاق عن الثوري عن خالد بن حذاء  
عن أبي قلابة عن ثابت بن الضمالية الأنصاري  
قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم  
من حلف بيمين سيوى الإسلام كاذبا فمتميتا  
فهو كما قال ومن قتل نفسه بشيء عذب به  
الله يوم في نار جهنم وهذه حديثان  
أما شعبة فحديثه أن رسول الله صلى الله  
عليه وآله وسلم قال من حلف بيمين سيوى  
الإسلام كاذبا فهو كما قال ومن ذبح نفسه  
بشيء في الدنيا عذب به يوم القيامة.

۲۱۳ - وحدثنا محمد بن رافع وعبد بن  
عبيد جميعا عن عبد الرزاق قال قال ابن رافع  
حدثنا عبد الرزاق أخيرا معاوية عن الثوري  
عن ابن المسيب عن أبي هريرة قال قال رسول الله  
صلى الله عليه وآله وسلم كاذبا فمتميتا  
فقال لا رجل يذبح نفسه باليمين هذا من  
أهل النار فحدثنا عبد الله بن خالد الرزقي



فَقَالَ لَا شَيْءَ يُدَاخَا صَابَكُمْ بِجَرَا حَةٍ قَتِيلَ يَارَسُولَ  
 اللَّهُ النَّبِيُّ الَّذِي قُلْتَ لَنَا إِنْفَارَ قَتْلَهُ مِنْ أَهْلِ  
 النَّارِ فَإِنَّهُ قَاتَلَ الْيَوْمَ قِتَالَ شَدِيدٍ وَقَدْ  
 مَاتَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
 إِلَى الْمَنَاءِ فَكَادَ بَعْضُ الْمُسْلِمِينَ أَنْ يَرْتَابَ  
 فَبَيَّنَ مَا هُوَ عَلَى ذَلِكَ أَذِيقِلَ فَإِنَّهُ لَوَبَّيْتُ  
 وَلَكِنْ بِهِ جَرَا حًا شَدِيدًا قَدْ كَانَ مِنَ اللَّيْلِ  
 لَمْ يَصْبِرْ عَلَى الْجَدَارِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَأَتَى  
 النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِذَلِكَ فَقَالَ  
 اللَّهُ أَكْبَرُ أَشْهَدُ أَنِّي عَبْدُ اللَّهِ وَرَسُولُهُ ثُمَّ  
 أَمَرَ بِدَلَا قَنَادَى فِي النَّاسِ إِنَّهُ لَوَبَّيْتُ الْجَنَّةَ  
 إِلَّا نَفْسُ مُسْلِمَةٍ وَرَأَى اللَّهُ يُؤَيِّدُ هَذَا الدِّينَ  
 بِالرَّحْلِ الْفَاجِرِ.

کیا گیا یا رسول اللہ! جس شخص کے ہاں میں آپ نے  
 فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے وہ آج بہت بہادری سے  
 لڑا اور آپ وہ مڑ چکا ہے، آپ نے فرمایا وہ دوزخ  
 میں گیا، بعض صحابہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 فرمان کی تہ تک نہ پہنچ سکے، اتنے میں کس شخص نے  
 اگر عرض کیا یا رسول اللہ وہ شخص ابھرا نہیں تھا لیکن  
 بہت زخمی تھا، رات کے آخری حصہ میں وہ زخم کی تکلیف  
 برداشت نہ کر سکا اور اس نے خودکشی کر لی، رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا  
 اللہ اکبر! میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا  
 رسول ہوں، پھر آپ نے حضرت بلال کو بلوا کر لوگوں  
 میں اعلان کروایا کہ جنت میں دین مسلمان جائیں گے اور اللہ  
 تعالیٰ اس دین کو فاسقوں کے ذریعہ بھی تقویت  
 دیتا رہتا ہے۔

۲۱۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا  
 يَعْقُوبُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَارِي عَنْ أَبِي  
 الْقَرِيبِ عَنْ أَبِي حَارِثٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ أَنَّهُ سَمِعَ  
 أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ التَّقَى  
 هَرَقًا مُشِيرًا كُونَ قَاتِلُوا قَتَلًا مَا لَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى عَسْكَرِهِ  
 وَمَا لَ الْأَخْرُونَ إِلَى عَسْكَرِهِمْ فِي أَصْحَابِ  
 رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا  
 لَا يَدْعُ نَهْمًا نَهْمًا وَلَا قَنَادَى إِلَّا أَتَبَعَهَا  
 يَضْرِبُ بِهَا بَسِيصِهِ فَقَالُوا مَا أَجْرُهُ وَمَا الْيَوْمَ  
 أَحَدًا كَمَا أَجْرُهُ فَلَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُ مِنَ أَهْلِ  
 النَّارِ فَقَالَ رَجُلٌ قِنَ الْيَوْمَ أَنَا صَاحِبُهُ  
 أَبَدًا قَالَ فَتَخَرَّجَ مَعَهُ كَلِمًا وَقَفَّ وَقَفَّ مَعَهُ  
 وَلَا إِذَا أَسْرَعَ أَسْرَعَ مَعَهُ قَالَ فَجَرَّحَ الرَّجُلُ

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان  
 کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار  
 میں مقابلہ ہوا اور نبوت زبردست کشت و خون  
 تک پہنچی یہاں تک کہ حضور اور کفار اپنے اپنے  
 لشکروں کی طرف لوٹ گئے، رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ایک شخص تھا وہ جس پر  
 بھی حملہ کرتا اسے مار سے بغیر چھوڑتا، صحابہ  
 کرام نے اس شخص کے ہاتھ میں کہا آج اس  
 جیسا جہاد کسی نے نہیں کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا لیکن وہ شخص جہنمی ہے۔ صحابہ میں  
 سے ایک شخص نے کہا میں اس شخص کی نگہانی کروں گا  
 رہتا کہ معلوم ہو کہ وہ شخص کس فعل کے سبب جہنمی ہوتا  
 ہے، پس وہ صحابی اس شخص کے ساتھ لگے سبھ  
 سنی کہ وہ کہیں ٹھہرنا تو رہے، ٹھہرتا اور اگر وہ دھڑکا  
 تو وہ بھی دھڑکتے، بالآخر وہ شخص سخت زخمی ہو گیا،



اور اس نے رخم کی تکلیف کی تاب نہ لا کر تلوار کی نوک اپنے سینہ پر رکھی اور تلوار پر زور دے کر خودکشی کر لیا۔ وہ محال اسی وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور عرض کیا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا بات ہے؟ انہوں نے کہا میں شخص اُسے مارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ وہ جہنمی ہے اور لوگ اس خیر سے حیران ہوئے تھے اسی وقت میں نے قید کر لیا تھا کہ میں ان لوگوں کی حیرانی دور کر دوں گا، چنانچہ میں اس کو بچھا کر تار مار حبیب وہ شخص بہت زخمی ہو گیا، تو اس نے تلوار کا دستہ زمین پر رکھ کر اس کی نوک اپنے سینہ پر رکھی اور اس طرح تلوار اپنے سینہ میں گھونپ کر اس نے خودکشی کر لی، آپ نے فرمایا بعض شخص ایسے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ ان کو جنتی سمجھتے ہیں اور وہ جہنمی ہوتے ہیں، اور بعض شخص ایسے کام کرتے ہیں جن کی وجہ سے لوگ ان کو جنتی سمجھتے ہیں اور وہ جہنمی ہوتے ہیں۔

حضرت حسن بیان کرتے ہیں کہ پچھلی امتوں میں سے کسی شخص کے ایک چھوڑا نکلا، حبیب اس میں زیادہ تکلیف محسوس ہونے لگی تو اس نے اپنے ترکیش میں سے ایک تیر نکال کر اس سے پھوڑے کو پیر ڈالا جس سے خون بہنے لگا اور نوک نہ سکا جس کی وجہ سے وہ مر گیا، پھر اسے نے فرمایا میں نے اس پر جنت حرام کر دی، حضرت حسن نے اپنے ائمہ سے مسجد کی طرف اشارہ کر کے کہا خدا کی قسم مجھ سے اس مسجد میں حضرت جناب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی ہے۔

جُرْحًا شَدِيدًا فَأَسْتَوْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَهُ بَصُلِّ سَيْفِهِ بِأَلَدٍ رَحْنٍ وَدَبَّابَةً بَيْنَ قَدَّيْنِهِ شَحْرَ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَخَرَجَ الرَّجُلُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ قَالَ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالَ الرَّجُلُ الَّذِي ذَكَرْتُ إِنْفَاءً أَنَّهُ مِنْ أَهْلِ النَّارِ فَأَعْطَاهُ النَّاسُ ذَلِكَ فَقُلْتُ أَنَا لَكُذِّبٍ فَخَرَجْتُ فِي طَلَبِهِ حَتَّى جُورِحْتُ جُرْحًا شَدِيدًا فَأَسْتَوْجَلَ الْمَوْتَ فَوَضَعَهُ بَصُلِّ سَيْفِهِ بِأَلَدٍ رَحْنٍ وَدَبَّابَةً بَيْنَ قَدَّيْنِهِ شَحْرَ تَحَامَلَ عَلَى سَيْفِهِ فَقَتَلَ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ إِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلُ الْجَنَّةِ فِيهِ مَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ النَّارِ وَإِنَّ الرَّجُلَ لَيَعْمَلُ عَمَلًا أَهْلُ النَّارِ فِيهِ مَا يَبْدُو لِلنَّاسِ وَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

۳۱۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مَعِينٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ حَتَّابٍ شَيْبَانٍ قَالَ سَمِعْتُ الْحَسَنَ يَقُولُ إِنَّ رَجُلًا مِمَّنْ كَانَ قَبْلَكُمْ خَرَجْتُ بِهِ قَرْحًا فَلَمَّا أَذْفَهُ انْزَوَعَ سَهْمًا مِنْ كِفَا ذَنَبِهِ فَنَكَاهَا فَلَمَّا يَزْنِي الدَّمُ حَتَّى مَاتَ قَالَ مَا بَكَّرُ قَدْ خَرَجْتُ عَلَى الْجَنَّةِ ثُمَّ مَتَّيْتُ إِلَى الْمَسْجِدِ فَقَالَ لِي وَاللَّهِ لَقَدْ حَدَّثَنِي بِهَذَا جُنْدَبٌ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي هَذَا الْمَسْجِدِ۔



حسن کہتے ہیں کہ حضرت جندب بن عبد اللہ  
بجلی نے اس مسجد میں ہم سے حدیث بیان کی،  
جس سے ہم کوئی لفظ نہیں بھولے اور نہ میں حدیث  
سے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر  
جھوٹ باندھا تھا، انہوں نے کہا کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امت  
میں ایک شخص تھا جس کے چھوڑا نکلا... بقیہ  
حدیث حسب ساقی ہے۔

۲۱۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْقَمَدَانِيُّ  
حَدَّثَنَا وَهْبُ بْنُ جَرِيرٍ حَدَّثَنَا أَبِي قَالَ سَمِعْتُ  
الْحَسَنَ يَقُولُ حَدَّثَنَا جُنْدَبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَجَلِيُّ  
فِي هَذِهِ الْمَسْجِدِ قَدِمَانَيْنَا وَمَا تَخْتَلِي أَنْ يَكُونَ  
كَذَّبَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
سَلَّمَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ خَوَّجَ بِرَجُلٍ فَيَمُوتُ كَأَن قَبِلَ كُفْرًا  
قَدْ كَرِهَ خَوَّجًا -

خود کشی پر دائمی عذاب کی وعید کی ترجمہ | اس باب کی احادیث میں ہے: جو شخص جس چیز سے خود کشی  
کرتے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جہنم میں اس چیز سے ہمیشہ  
عذاب دیتا رہے گا۔

علامہ بخاری بن شریف نووی لکھتے ہیں:  
اس حدیث پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ خود کشی کرنا گناہ کبیرہ ہے، اور گناہ کبیرہ کفر نہیں ہے  
اور اس کے ارتکاب سے انسان دائمی عذاب کا مستحق نہیں ہوتا، پھر خود کشی کرنے والا جہنم کے عذاب  
میں ہمیشہ ہمیشہ کس وجہ سے رہے گا؟ اس اعتراض کے درجہ اب میں:  
(۱) جس شخص نے خود کشی کا فعل حلال سمجھ کر کیا حالانکہ اس کو خود کشی کے حرام ہونے کا علم تھا وہ کافر ہو  
جائے گا اور کفر کے لیے دائمی عذاب ہے اور یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے۔

(۲) اس حدیث میں مخلوق سے مراد مدت طویل ہے، یعنی وہ شخص طویل مدت تک عذاب میں مبتلا رہے گا۔  
تقاضی عیاض مانگی نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ مقتول کو جس آلہ سے قتل کیا جائے  
تخاص میں قاتل کو اسی آلہ سے قتل کرنا چاہیے، علامہ نووی نے کہا یہ استدلال ضعیف ہے، وجہ  
ضعف یہ ہے کہ اس حدیث میں انہوں نے عذاب کی کیفیت بیان کی گئی ہے اس پر دنیاوی احکام  
کو تیا س کرنا درست نہیں ہے۔

غیر ملت اسلام کی قسم کھانے کی تفصیل | حدیث نمبر ۲۱۰ میں ہے جس شخص نے کسی ملت سے ہونے  
کی جھوٹی قسم کھائی تو وہ اس ملت سے ہو جائے گا۔  
علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں جھوٹی قسم کی جو قید لگائی ہے وہ قید احترازی نہیں ہے، اور اگر اس نے غیر ملت  
اسلام کی سچی قسم بھی کھائی تو اس کا یہی حکم ہے۔  
مثلاً کسی شخص نے کہا اگر اس نے فلاں کام کیا تو وہ یہودی یا نصرانی ہے، تو اگر اس نے یہودیت  
یا نصرانیت کو سچ اور حق جان کر ان کی تعظیم کی وجہ سے ایسا کہا تو وہ کافر ہے، اور اگر اس نے یہودیت







وَرَفَعْنَا عَنْكَ الْاَلَمَ وَالْظَّعَامَ وَالْاَلِيَابَ شَرَّ  
 اَنْطَلَقْنَا اِلَى الْوَادِي وَمَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ  
 عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عِنْدَ لُؤْلُؤِهِ لَهٗ رَجُلٌ مِّنْ  
 جَدِّ اِمِّ يَكْدُ عَنِّي رِفَاعَةُ ابْنِ رَيْدٍ مِّنْ اَبْنِي الْقُصَيْبِ  
 فَلَمَّا تَرَلْنَا الْوَادِي قَامَ عَبْدُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى  
 اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَحُلُّ شَاخِصًا فَرَمِي بِسَيْمٍ  
 فَكَانَ فِيْهِ حَنْطَةٌ فَقُلْنَا هَيْبَتًا لَّهٗ اَشْهَادًا  
 يَا رَسُولَ اللّٰهِ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ  
 وَسَلَّمَ كَلَّا وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيْدهٖ اِنَّ الشَّمْلَةَ  
 لَيَتَلْتَهِبُ عَلَيْهِ نَارًا اَحَدَهَا مِثْلُ الْاَنْثَى الْيَوْمَ  
 تَحْيِيَّرَ لَهٗ قُصْبُهَا الْمَقَاسِمُ قَالَ فَفَزِعَ الْقَوْمُ  
 فَجَاءَ رَجُلٌ يَمْشِي اِلَى اَوْ شِرَاكِيْنٍ فَقَالَ يَا  
 رَسُولَ اللّٰهِ اَصْبَحْتُ هَذَا الْيَوْمَ تَحْيِيَّرَ فَقَالَ رَسُولُ  
 اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ شِرَاكِيْنٌ مِّنْ قَوْمٍ  
 يَشْرِكُوْنَ مِثْلَ تَارِي

جب ہم اس وادی میں اترے تو اس مقام نے رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان کھولنا شروع کر دیا، اسی  
 دوران اچانک کہیں سے ایک تیر آکر اسے لگا  
 جس سے اس کا انتقال ہو گیا، ہم نے عرض کیا یا  
 رسول اللہ! اسے شہادت مبارک ہو، رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز نہیں، قسم ہے اس  
 ذات کی جس کے قبضہ و قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ  
 وسلم کی جان ہے جو چاہد اس نے خیمہ کے مال فقیہیت  
 میں سے لی تھی، وہ اس کے حصہ کی نہ تھی۔ وہی چادر  
 بصورت شعلہ اس کے اوپر چل رہی ہے۔ یہ سن کر  
 سب خوفزدہ ہو گئے، ایک شخص چڑھے کے ایک  
 دو تیسرے گر آیا، اور کہنے لگا یا رسول اللہ! میں نے  
 جنگ خیمہ کے دن پایا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا یہ تیسرے بھی آگ کے ہیں۔

اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں۔  
 (۱)۔ مال فقیہیت میں سے کچھ چھپانا حرام ہے۔

### اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل

- (۲)۔ مال فقیہیت کی چوری میں قلیل اور کثیر کا کوئی فرق نہیں ہے۔
- (۳)۔ اگر مال فقیہیت میں سے چوری کرنے والا قتل کر دیا جائے تو اس کو شہید نہیں کہا جائے گا۔
- (۴)۔ جو شخص کفر پر مارا وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا، اس پر مسلمانوں کا اجماع ہے۔
- (۵)۔ قسم کے مطالبہ کے بغیر بھی قسم کھانا جائز ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قسم اس ذات کی جس  
 کے قبضہ میں محمد کی جان ہے۔
- (۶)۔ مال فقیہیت میں سے جو چیز چرائی جائے اس کا واپس کرنا واجب ہے، اور اگر وہ واپس کرے تو اس کو  
 قبول کیا جائے گا۔
- (۷)۔ مال فقیہیت سے چوری کرنے والے کے سامان کو جلا یا نہیں جائے گا، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ جو  
 شخص چوری کرے اس کے سامان کو جلا دو اور اس کو مار دو، اس حدیث کو حافظ ابن عبد البر وغیرہ نے  
 ضعیف کہا ہے اور امام طحاوی نے کہا یہ حدیث منسوخ ہو گئی یا اس وقت کا حکم تھا جب عقوبات مالیہ  
 مشروع تھیں۔ لہٰذا

۱۔ علامہ عینی بن شرف نووی متوفی ۷۲۷ھ، شرح مسلم ج ۲، ص ۴۲، مطبوعہ دار محمد اجمع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ



بِالدَّلِيلِ عَلَى أَنْ قَاتَلَ نَفْسَهُ لَا يَكْفُرُ

۲۱۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَدَاوُدُ بْنُ كَتَّانٍ  
بْنُ إِسْرَافِيلَ جَمِيعًا عَنْ سُلَيْمَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ حَدَّثَنَا  
سُلَيْمَانُ بْنُ خَرِّبَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ حُجَّاجِ  
الْمَسْوَدِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرِ بْنِ الطَّفِيلِ  
ثَبَتَ عَمْرُو بْنُ الدَّوْسِيِّ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ لَكَ فِي  
حِصْنِ حِصِينٍ وَمَنْعَةٍ قَالَ حِصْنٌ كَانَ لِدَاوُدَ  
فِي الْبَحَايِلَةِ فَتَأْتِي ذَلِكَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِدَاوُدَ وَخَرَّ اللَّهُ لِدَاوُدَ نَصَارَ فَخَرَّ  
هَاجِرَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى  
الْمَدْيَنَةِ هَاجِرَ الْيَمِ الْطَّفِيلِ بْنُ عَمْرٍو وَهَاجِرَ  
مَعَهُ رَجُلٌ مِنْ قَوْمِهِ فَاجْتَرَدَ الْيَمِّيَّةُ  
فَمَرَّ مِنْ فَجَدَعَةٍ فَآخَذَ مَشَاقِصَ لَهَا فَقَطَعَهَا بِهَا  
بِرَاحِمَهُ فَشَخَّصَتْ يَدَهُ حَتَّى مَاتَ قَرَأَ  
الطَّفِيلُ بْنُ عَمْرٍو فِي مَنَامِهِ قَرَأَ وَهَيَّئْتُ  
حَسَنَةً أَوْ رَأَى مُعْظِيًا يَدِي فَقَالَ لَهُ مَا صَنَعْتَ  
بِكَ مَا بَكَ فَقَالَ عَمْرُو بْنُ عَمْرٍو فِي الْيَمِّيَّةِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ مَا بَكَ  
أَرَأَيْتَ مُعْظِيًا قَدْ بَكَ قَالَ قِيلَ لِي لَنْ لَقِيَهُ  
مِنْكَ مَا أَفْسَدَتْ فَقَضَيْتُ الْطَّفِيلُ عَلَى  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
اللَّهُمَّ وَارِثُ يَدَيْهِ فَنَاقِصَةٌ -

خودکشی کے کفر نہ ہونے کی دلیل

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت  
طیفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کو کسی مضبوط قلعہ اور حفاظت  
کے مقام کی ضرورت ہے؟ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے  
ہیں کہ حضرت طیفیل کے پاس رہائہ جاہلیت میں قبیلہ دوس  
کا ایک قلعہ تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار  
کر دیا کیونکہ یہ مساوات اللہ تعالیٰ نے انصار کے لیے مقدر  
کر دی تھی ابھر حال جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت  
کر کے مدینہ تشریف لے آئے تو حضرت طیفیل بن عمرو  
بھی اپنی قوم کے ایک شخص کے ساتھ ہجرت کر کے  
مدینہ آئے حضرت طیفیل کا ساتھی بیمار ہو گیا اور جب  
بیماری اس کی قوت برداشت سے باہر ہو گئی تو اس  
نے ایک لمبے تیر کے پھل سے اپنی انگلیوں کے جوڑے  
کاٹ ڈالے جن کی وجہ سے اس کے دونوں ہاتھوں  
سے خون بہنے لگا اور اسی سبب سے اس کا انتقال  
ہو گیا حضرت طیفیل نے اسے خواب میں اچھی حالت  
میں دیکھا لیکن اس نے اپنے دونوں ہاتھ پیٹے ہوئے  
تھے حضرت طیفیل نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے  
ساتھ کیا معاملہ کیا اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے کے سبب  
سے بخش دیا حضرت طیفیل نے پوچھا تمہارا قول کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نے کہا مجھ سے یہ کہا گیا ہے  
کہ جس چیز کو تم نے خود بگاڑ لی ہے ہم اسے درست  
نہیں سمجھیں گے حضرت طیفیل نے یہ خواب رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا خواب سن کر رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اللہ اس کے ہاتھوں



کو بھی بخش دے۔

اس باب کی حدیث سے استنباط شدہ مسائل | اس حدیث سے حسب ذیل احکام شرعیہ مستنبط ہوتے ہیں:

(۱)۔ جس شخص نے خودکشی یا اور کسی معصیت کبیرہ کا ارتکاب کیا اور توبہ کیجے بغیر مر گیا تو وہ کافر نہیں ہے اور نہ اس کا جہنمی ہونا قطعی ہے، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہے، اس حدیث سے ان احادیث کی شرح ہو جاتی ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ خودکشی کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا، اور یہ متعین ہو جاتا ہے کہ ان احادیث میں ایسا شخص مراد ہے جو جائز اور حلال سمجھ کر خودکشی کرے۔

(۲)۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ گناہ کے ارتکاب سے آخرت میں سزا ملتی ہے کیونکہ اس شخص کے ہاتھ پہلے درست نہیں ہوئے تھے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ہاتھوں کے لیے دعا کی تو اس میں مر جہ کا اثر ہے۔

(۳)۔ اس حدیث میں یہ دلیل بھی ہے کہ انسان اپنے جسم کے اعضاء کا مالک نہیں ہے، وہ ان کو کاٹ نہیں سکتا، کیونکہ جس شخص نے اپنی انگلیوں کے جوڑ کاٹ ڈالے اس کو عذاب ہوا، اور جب انسان اپنے جسم کے اعضاء کو کاٹ نہیں سکتا تو اپنے جسم کا ایک گروہ نکلا کر زندگی میں کسی کو دے دینا یا مرنے کے بعد نکلا کر دینے کی وصیت کرنا جائز نہیں ہے اور اعضاء کی بیوندکاری شرعاً جائز نہیں ہے۔ البتہ کسی بیمار ضرورت مند کو خون دینا جائز ہے، ان دونوں سکھوں کی نوعیت میں کیا فرق ہے، بیوندکاری کے جوڑین کے دلائل اور ان کے جوابات کیا ہیں؟ اس تمام تفصیل کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کا مطالعہ فرمائیے۔

بَابُ فِي الرِّيحِ الَّتِي تَكُونُ فِي قُرْبِ الْقِيَامَةِ

قرب قیامت میں ہوا کا ان لوگوں کو اٹھالینا

جن کے دلوں میں تقویٰ اور ایمان ہو

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ

بیمین کی طرف سے ایک ہوا چلائے گا جو ریشم سے

وہاں سے اترے گی اور جس شخص کے دل میں ذوق برابر ہو

ایمان ہوگا اس شخص کی روح کو وہ ہوا قبض کرے گی۔

لَقَبِصْنَ مِنْ فِي قَلْبِهِ شَيْءٌ مِّنَ الْإِيمَانِ

۲۲۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَدَدَةَ الطَّبَرِيُّ حَدَّثَنَا

عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَابْنُ عَدَدَةَ الطَّبَرِيُّ قَالَا

حَدَّثَنَا صَعْنَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ عَيْنِ اللَّهِ بْنِ سَلَانَ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللَّهَ يَبْعَثُ

رِيحًا مِّنَ الْيَمِينِ أَلَيَّنَ مِنَ الْحَوَارِيِّ وَلَا تَدَعُ

أَحَدًا فِي قَلْبِهِ قَالَ أَبُو عَلْقَمَةَ مِثْقَالُ حَبَّةٍ وَقَالَ

عَبْدُ الْعَزِيزِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِّنَ الْإِيمَانِ إِلَّا قَبِضَتْهُ

ف: اس حدیث میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہوا کو یمن سے بھیجے گا، اور امام مسلم نے احادیث و جال کے آخر میں یہ حدیث ذکر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس ہوا کو شام سے بھیجے گا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے



کہ وہ دو نمازیں ہوں ایک شام سے چلے اور دوسری میں سے ، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان نمازوں کا صبر اور ایک اقلیم ہو پھر بعد میں منتشر ہو کر دوسری اقلیم میں پہنچ جائیں ۔ واللہ اعلم ۔

## بَابُ الْحَثِّ عَلَى الْمُبَادَرَةِ بِالْأَعْمَالِ قَبْلَ تَظَاهَرِ الْفِتَنِ

کی ترغیب

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان فتنوں کے واقعہ ہونے سے پہلے نیک اعمال کرو جو اندھیری رات کی طرح چھا جائیں گے ، ایک شخص صبح صوم ہو گا اور شام کو کافر ، یا شام کو صوم ہو گا اور صبح کو کافر اور صوم کی دنیاوی منفعت کے عوض اپنی متاع الایمان فروخت کر ڈالے گا ۔

۲۲۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي آيُوبَ وَفُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ إسماعيل بن جعفر قال قال أبو أيوب حدثنا إسماعيل قال قال أبو أيوب عن أبي هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم قال بادرُوا بالأعمال فتنًا تقطع الليل المظلم يُضِيبُ الرجل مؤمنًا ويُمِيتُ كافرًا أو يُمِيتُ مؤمنًا ويُضِيبُ كافرًا أيبيته ويُنميه يعق من بين الدنيا .

فت : اس حدیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ اس وقت کے آنے سے پہلے نیک اعمال کر لے جائیں جب تک اعمال کا سن مشکل ہو جائے گا اور مسلسل اور بے دریغ فتنے نمودار ہوں گے جیسے اندھیری رات میں بے دریغ اندھیرے ہوتے ہیں ، ان فتنوں میں سے ایک فتنہ یہ ہو گا کہ انسان صبح کو صوم ہو گا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور یہ بہت بڑا فتنہ ہے کہ ایک دن میں انسان کے اندر اتنا بڑا انقلاب آجائے ۔

## بَابُ خَافَةِ الْمُؤْمِنِ أَنْ يَجْبَطَ عَمَلُهُ

مومن کا اعمال ضائع ہو جانے سے ڈرنا

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت کہ یہ نازل ہوئی : ( ترجمہ ) اے ایمان والو! اپنی آواز گرجی کی آواز پر بلند نہ کرو کہیں تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو تپا بھی نہ چلے ۔ اس آیت کو سننے کے بعد حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے اور کہنے لگے کہ میں چینی ہوں ، جو چھ دن تک وہ بارگاہ رسالت میں حاضر نہ ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ سے پوچھا اے ابو عمر وثابت کا کیا حال ہے ، کیا بیمار ہو گئے ؟ حضرت سعد نے عرض کیا وہ

۲۲۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ مُوسَى حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ سَمِعَا قَوْلَهُ هَذِهِ الْآيَةُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ إِلَى الْخِيفَةِ الْآيَةِ جَلَسَتْ ثَابِتٌ فِي بَيْتِهِ وَقَالَ أَنَا مِنْ أَهْلِ النَّبَارِ وَاحْتَبَسَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَسَّالَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَآلِهِ وَسَلَّمَ سَعْدُ بْنُ مَعَاذٍ فَقَالَ يَا أَبَا عَمْرٍو وَمَا مَبْنَانُ ثَابِتٌ أَشْتَكِي فَقَالَ سَعْدُ إِنَّهُ لَجَارِي



رَمَا عِدْنَتْ لَنَا بِشَكْوَى قَالَ فَأَنَا لَسَعْدٌ كَذَا كَرَّ  
لَهُ قَوْلُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَ قَابِئْتُ أَنْزَلْتُ هَذِهِ الْآيَةَ وَلَقَدْ عَلِمْتُمْ  
أَنِّي مِنْ أَرْفَعِكُمْ صَوْتًا عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَنَا مِنْ أَهْلِ النَّارِ  
قَدْ كَرَّ ذَلِكَ سَعْدٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
آلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
سَلَّمَ بَلْ هُوَ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

۲۲۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ ثَابِتٍ جَعْفَرِ  
بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ  
كَانَ قَابِئُ ابْنِ قَيْسٍ بَيْنَ كَتَامِ بْنِ حُطَيْبٍ الْأَنْصَارِيِّ  
فَلَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ بَنَى حُطَيْبٌ حِثًّا وَكَيْسَ  
فِي حَدِيثِهِمْ ذِكْرُ سَعْدِ بْنِ مُعَاذٍ.

۲۲۴۔ وَحَدَّثَنَا ثَابِتُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ ثَابِتٍ  
الْذَّارِيِّ عَنْ ثَابِتِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ ثَابِتٍ  
عَنْ قَابِئِ بْنِ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ يَا أَيُّهَا  
الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ  
النَّبِيِّ وَلَكُمْ يَدُكَ سَعْدٌ بَنَى مُعَاذٍ فِي الْحَدِيثِ.

۲۲۵۔ وَحَدَّثَنَا هَرَيْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ الْأَسَدِيِّ  
عَنْ ثَابِتِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ كَرَّ  
عَنْ قَابِئِ بْنِ أَنَسِ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ  
فَأَقْبَقَ الْحَدِيثُ وَلَمْ يَدُكَ سَعْدٌ بَنَى مُعَاذٍ وَ  
زَادَ قَالَ فَكَثُرَ نَرَاهُ يَمْشِي بَيْنَ أَظْهُرِ النَّاسِ  
مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ.

میرے پڑوسی ہیں اگر بیمار ہوتے تو مجھے معلوم ہوتا۔  
اس کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ، حضرت ثابت  
رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور انھیں بتلایا کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم ان کے متعلق پوچھ رہے تھے،  
حضرت ثابت نے جواب دیا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے  
اور تم حرب جانتے ہو کہ میری آواز تم سب سے زیادہ  
بلند ہے لہذا میں جتنی جوں، حضرت سعد نے اس  
بات کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ آپ  
نے فرمایا انہیں وہ جنتی لوگوں میں سے ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس انصاری کے خطیب تھے  
اور جب یہ آیت نازل ہوئی .... بقیہ حدیث  
حسب سابق ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) اے ایمان  
والو! اپنی آوازیں گونہی کی آواز پر اور سچا مت کرو۔  
.... اس روایت میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ  
عنہ کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی .... نیز فرماتے  
ہیں کہ ہم حضرت ثابت بن قیس کو اپنے پاس دیکھ  
کر یہ سمجھتے تھے کہ ہم سے درمیان ایک جنتی آدمی  
رہتا ہے۔

حدیث الباب کی تشریح | علامہ یحییٰ بن شریف نوری لکھتے ہیں:  
اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے کہ جب یہ  
آیت نازل ہوئی:

لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (مجموعات: ۲) اپنی آوازیں گونہی کی آواز سے بلند نہ کرو۔



حضرت ثابت اور انجی آواز سے باتیں کرتے تھے، وہ انصار کے خطیب تھے، اسی وجہ سے دوسروں کی نسبت ان کو زیادہ خوف ہوا، اس حدیث میں حضرت ثابت بن قیس کی عظیم منفیت ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی ہے کہ وہ اہل جنت میں سے ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اسٹاف قوم کے رئیس اور عالم کو چاہیے کہ وہ اپنے اصحاب کی جستجو رکھے اور حوران میں سے فاتب ہو جائے اس کی تفکیک کرے۔  
اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حقیقیوں اور دروغیوں کا علم تھا اور یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے انجی آواز سے ہونا مطلقاً منوع نہیں ہے، بلکہ اس طرح ہونا منع ہے جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی ظاہر ہو جائے۔

## بَابُ هَلْ يُؤَاخَذُ بِأَعْمَالِ الْجَاهِلِيَّةِ

کیا اعمال جاہلیت پر مواخذہ ہوگا؟

۲۲۶ - حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي خَيْثَمَةَ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ مَنْصُورٍ عَنْ أَبِي قَاتِلٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَسُودٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَأَخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ أَحْسَنُ مَا أَحْسَنَ مِنْكُمْ فِي الْإِسْلَامِ قَدْ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا وَمِنْ أَسَاءَةٍ أَخَذَ بِحَمَلِهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَالْإِسْلَامِ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا ایام جاہلیت کے کیے ہوئے اعمال کا بھی ہم سے مواخذہ ہوگا؟ آپ نے فرمایا تم میں سے جس نے اسلام لانے کے بعد نیک اعمال کیے اس سے ایام جاہلیت کے کیے اعمال پر مواخذہ نہیں ہوگا، اور جو شخص اسلام قبول کرنے کے بعد بد اعمال میں مشغول رہا، اس سے جاہلیت اور اسلام ہر دو زمانے کا بد اعمالیوں پر مواخذہ ہوگا۔

۲۲۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُحَيْشٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَكَرْبُ بْنُ وَحْدَةَ ثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي قَيْسٍ وَالثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا وَكَرْبُ بْنُ وَحْدَةَ عَنْ أَبِي قَاتِلٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَأَخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ أَحْسَنُ مَا أَحْسَنَ مِنْكُمْ فِي الْإِسْلَامِ قَدْ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمِنْ أَسَاءَةٍ أَخَذَ بِحَمَلِهِ فِي الْإِسْلَامِ وَالْأَخِيرُ -

۲۲۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُحَيْشٍ حَدَّثَنَا أَبِي وَكَرْبُ بْنُ وَحْدَةَ ثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي قَيْسٍ وَالثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا وَكَرْبُ بْنُ وَحْدَةَ عَنْ أَبِي قَاتِلٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَتَأَخَذُ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ أَحْسَنُ مَا أَحْسَنَ مِنْكُمْ فِي الْإِسْلَامِ قَدْ لَمْ يُؤَاخَذْ بِمَا عَمِلْنَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَمِنْ أَسَاءَةٍ أَخَذَ بِحَمَلِهِ فِي الْإِسْلَامِ وَالْأَخِيرُ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا ہم سے ایام جاہلیت کے بد اعمال کا بھی مواخذہ ہوگا؟ فرمایا جس نے اسلام قبول کرنے کے بعد نیک اعمال کیے اس سے زمانہ جاہلیت کے کیے کاموں پر مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے زمانہ اسلام میں کوئی بُرا کام کیا اس سے اگلے اور پچھلے کاموں پر مواخذہ ہوگا۔  
امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے بتلایا کہ امش سے اس سند کے ساتھ یہ روایت اسی طرح



مُشْكَةً۔

منقول ہے۔

اسلام لانے کے بعد زمانہ جاہلیت کی بد اعمالیوں پر مواخذہ کا جواب  
 علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ جو شخص مسلمان ہو گیا اس کے زمانہ کفر کے تمام گناہ مطلقاً معاف کر دیے جاتے ہیں خواہ اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد نیک عمل کیے ہوں یا نہیں۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص سے فرمایا:  
 اَمَا عَلِمْتَ يَا عَمْسُ اِنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا

كَانَ قَبْلَهُ۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۷۲) مشاویت ہے!

اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اور اس حدیث میں یہ ہے کہ جس نے اسلام کے بعد نیک اعمال کیے اس سے مواخذہ نہیں ہوگا اور جس نے بُرے کام کیے اس سے مواخذہ ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ جس نے اسلام لانے کے بعد بُرے کام کیے اس سے یہ مراد ہے جو شخص دل سے اسلام میں داخل نہیں ہوا بلکہ وہ صرف بظاہر اطاعت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتا ہے لیکن وہ دل سے اسلام کو نہیں مانتا تو یہ شخص منافق ہے اور مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وہ اپنے کفر پر پکڑا جاتا ہے، تو اس ظاہری اسلام سے پہلے اس نے زمانہ جاہلیت میں جو بُرے کام کیے تھے اُس سے ان پر بھی مواخذہ ہوگا اور اس ظاہری اسلام کے بعد جو اس نے بُرے کام کیے ہیں ان سے بھی مواخذہ ہوگا، کیونکہ یہ شخص اپنے کفر پر مستمّر اور برقرار ہے، اور جو شخص ظاہر اور باطن سے مسلمان ہو گیا اس سے زمانہ جاہلیت کے بُرے کاموں پر مواخذہ نہیں ہوگا۔

بَابُ كَوْنِ الْاِسْلَامِ يَهْدِمُ مَا قَبْلَهُ وَ  
 كَذَا الْحَيَّةِ وَالْهَجْرَةِ  
 اسلام حج اور عمرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں۔

ابن شماسہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ مرض موت میں مبتلا تھے، ہم لوگ ان کی عیادت کے لیے گئے، حضرت عمرو بن العاص کافی دیر تک روتے رہے اور اپنا چہرہ دیوار کی طرف پھیر لیا۔ ان کے بیٹے نے کہا ابا جان! آپ کیوں روتے ہیں؟ کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں فلاں چیز کی بشارت نہیں دی؟ حضرت عمرو بن العاص اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: ہمارے نزدیک سب سے افضل عمل اللہ تعالیٰ کی قناعت

۲۲۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَدَنِيُّ أَبُو مَعْنٍ الرَّقَاشِيُّ وَ الشَّيْخُ بْنُ مَعْقِلٍ عَنْ أَبِي عَامِرٍ وَ الْكَفَّيَّانِ بْنِ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا الْعَدَنِيُّ يَقِي أَبُو عَامِرٍ قَالَ أَحْبَبْتُ مَا خَيَّرَهُ بَيْنَ شَرِّ بَعْضِ كَلَامٍ حَدَّثَنَا شَيْخُ يَزِيدُ بْنُ حَبِيبٍ عَنْ ابْنِ شَسَّاسٍ الْعَمَرِيُّ قَالَ خَصَرْتُ نَاعِمًا وَ بَنِي النَّعَاسِ وَ هُوَ فِي سِيَاخَةِ الْوَرْدِ يَبْكِي كَلْبًا وَ حَذَلَّ وَجْهَهُ إِلَى الْجِدَارِ وَ جَعَلَ ابْنُهُ يَقُولُ لَهُ مَا يَبْكِيكَ يَا أَبَتَاهُ أَمَا بَشَرَكَ رَسُولُ



اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بکذا اَمَا بَشَرَكَ  
رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بِكَذَا اَقَالَ  
فَاَنْتَبَلُ يَوْجِهِمْ فَقَالَ اِنَّ اَفْضَلَ مَا تُعِدُّ لَهَا دَعَا  
اَنْ لَا يَلَا سَا لَا اللّٰهُ وَاَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ اِنِّي  
كَدَّ كُنْتُ عَلَى اَطْبَاقٍ ثَلَاثٍ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَمَا  
اَحَدًا اَشَدَّ بَغْضًا لِرَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ  
وَسَلَّمَ مِنِّي وَلَا اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ اَنْ اَكُوْنَ فِي  
اَسْتَمْكُنْتُ مِنْهُ فَقَتَلْتُهُ فَاَكُوْمْتُ عَلَى يَدِكَ  
الْحَالِي لَكُنْتُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ فَكُنَّا جَعَلَ اللّٰهُ  
عَزَّ وَجَلَّ اِلَيْهِ سَلَامٌ فِي قَلْبِي اَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ اَبْسُطْ يَمِيْنَكَ  
فَلَا يَأْبَعُكَ قَبْسُطُ يَمِيْنِكَ فَقَالَ فَهَبْتُ  
يَدِي فَقَالَ مَا لَكَ يَا عُمَرُو قَالَ قُلْتُ اَرَدْتُ  
اَنْ اَشْتَرِيكَ فَقَالَ كُنْتُ رِطًا مَا ذَا قُلْتُ اَنْ  
يُفَكَّرَ لِي فَقَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنْ اِلْسْلَامَ يَهْدِي  
مَا كَانَ قَبْلَكَ وَاَنْ اِلْهَاجَةَ تَهْدِي مَا كَانَ  
قَبْلَهَا وَاَنْ اِلْحَيَّةَ يَهْدِي مَا كَانَ قَبْلَكَ

وَمَا كَانَ اَحَدًا

اَحَبَّ اِلَيَّ مِنْ رَّسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ  
وَسَلَّمَ وَلَا اَجَلُ فِي عَيْتِي مِنْهُ مَا كُنْتُ  
اُطِيْعُ اَنْ اَمْلَا عَيْتِي مِنْهُ اِلْجَادًا لَدَّ وَاَكُوْ  
سَمِلْتُ اَنْ اَصِيْعَهُ مَا اَطَعْتُ لِي فِي لَدَّ اَكُوْ  
اَمْلَا عَيْتِي مِنْهُ وَاَكُوْمْتُ عَلَى يَدِكَ الْحَالِ  
لَرَجُوْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ ثُمَّ  
وَلِيْتُ اَنْ اَشْبَاءَ مَا اَذْرِي مَا حَالِي فِيْهَا فَاَدَا  
اَنَا مَتَّ وَلَا تَصْحَبْنِي فَاَبْعَدُ وَلَا تَارَ فَاَدَا  
وَقَدْ مَرُّنِي فَشَبَّوْا عَلَيَّ الشَّرَابُ شَبَّ شَبَّ  
اَقِيْمُوْا حَوْلَ قَبْرِنِي قَدْ مَاتَ مَخْرَجُ بَعْدُ وَاَرَّ

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی رسالت کی گواہی دینا ہے۔ اور  
مجھ پر تین دکر گذرے ہیں، ایک وقت وہ تنہا جب مجھے  
رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بڑھ کر کسی چیز سے ملاکت  
نہیں تھی اور میں ہر وقت اس فکر میں رہتا تھا کہ کسی طرح  
(ایمان لے لوں) رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر ڈالوں۔  
اگر میں اس وقت مہرباناً توفیقاً جہنمی ہوتا۔ دوسرا دور  
وہ تھا جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام کی غیبت  
پیدا کی، میں رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں حاضر  
ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ! اپنا ہاتھ بڑھا دیجئے میں  
آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتا ہوں۔ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دایاں ہاتھ اُسے بڑھایا تو  
میں نے اپنا ہاتھ چپچپایا، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)  
نے فرمایا: اے عمر! کیا بات ہے؟ میں نے  
عرض کیا میں کچھ شرائط طے کرنا چاہتا ہوں، رسول اللہ (صلی  
اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا جو دل چاہے شرائط لگاؤ۔ میں  
نے عرض کیا میری شرط یہ ہے کہ میرے سابقہ گناہ معاف ہو  
جائیں، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا: اے عمر! تم ہمیں  
جانتے ہو کہ اسلام کچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت  
تمام کچھلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور حج تمام کچھلے گناہوں  
کو مٹا دیتا ہے۔ اس وقت مجھے حضور (صلی اللہ علیہ وسلم)  
سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہیں تھا اور میری آنکھوں میں  
آپ سے زیادہ کوئی شخصیت محبوب نہ تھی، اگر کوئی شخص  
مجھ سے کہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا علیہ بیان  
کو تو میں آپ کا علیہ بیان نہیں کر سکتا، کیونکہ میں آپ کو  
آنکھ بھر کر دیکھتا نہیں سکتا، اگر میں اس وقت فوت ہو جاتا  
تو مجھے اُمید ہے کہ میں جنتی ہوتا، پھر اس کے بعد مجھے  
کچھ دوسرے دایاں سوچ دی گئیں، میں نہیں جانتا کہ ان  
کے بارے میں میرا کیا انجام ہوگا، اب میرے مرنے  
کے بعد میرے جنازہ کے ساتھ کوئی ماتم کرنے والی



وَيُقَسَّمُ لَحْمَهَا حَتَّى اسْتَأْنَسَ بِكَوْ وَانْظَرَ  
مَا كَانَ أَمْرًا يَجْعَلُهُمْ رَسُولَ مَا يَتَى -

ہلے نہ آگ لے جائی جائے، اور جب مجھے دفن کر چکے  
تو میری قبر پر مٹی ڈال کر میری قبر کے گرد اتنی دیر بٹھریا  
جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا  
جانتا ہے تاکہ مٹھا سے قرب سے مجھے انس حاصل ہو  
اور میں دیکھوں کہ میں اپنے رب کے فرشتوں کو کیا جواب  
دیتا ہوں۔

۲۳۰۔ حَدَّثَنَا ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ مَيْمُونِ  
وَرَأَيْتُ أَهْلَهُ لَنْ دِيكَارَ وَالْفُطْرَانِ تَوَاهِيمَ فَتَالَ  
عَلَيْكَ لَنَا جَنَابُ وَهُوَ ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ  
كَأَنَّ أَخْبَرَ يَفْعَلُ بْنُ مُسْلِمٍ أَكْبَدَ سَمْعَهُ سَعِيدُ  
بُنْ جَبِينٍ يَحْيَى عَنْ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ أَنَسًا  
مِنْ أَهْلِ الشَّرِيفِ قَتَلُوا فَكَتَرُوا وَتَنَوَّاهَا  
فَكَتَرُوا أَكْبَدَ أَكْبَدَ أَكْبَدَ أَكْبَدَ أَكْبَدَ أَكْبَدَ  
وَالِيهِ وَسَلَّمَ فَتَالَ لَنْ أَلَدِي تَنْوَلُ وَتَدْعُو  
إِلَيْهِ لِحَسَنٍ وَكَوْ تَحْبِرَتَا أَنْ لِمَا عَمِلْنَا  
كَفَادَةً فَتَزَلْ وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ  
إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ  
إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ  
يَنَلِكْ أَشْأَمًا وَتَزَلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَكُوا  
عَلَى أَلْفِيهِمْ لَا تَقْطَعُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ - الْاِيَةِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ مشرکین میں سے بعض لوگ قتل اور دنا کے گناہوں  
میں بہ کثرت مرتکب تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی خدمت میں حاضر ہونے اور کہنے لگے آپ جس دین  
کی ہم کو دعوت دیتے ہیں وہ بہترین دین ہے، اگر  
آپ ہمیں یہ بتلائیں کہ اسلام لانے سے ہمارے گناہوں  
کا کفارہ ہو جائے گا تو ہم اسلام قبول کر لیں، اس موقع پر  
یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ) جو لوگ اللہ تعالیٰ کے سوا  
کسی اور کی عبادت نہیں کرتے نہ ناحق قتل کرتے ہیں  
اور نہ دنا کرتے ہیں اور جن لوگوں نے یہ کام کیے ان  
کو دردناک عذاب ہوگا، دوسری آیت یہ نازل ہوئی:  
(ترجمہ) اے میرے بندو! جو گناہ کر کے اپنے  
اوپر ظلم کر چکے ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا امید مت  
ہو، اللہ تعالیٰ تمہارے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا۔

حدیث نمبر ۲۲۹ میں حضرت مروان عاص رضی اللہ عنہ نے اپنی زندگی  
کے مہینہ دوہر بیان کیے اور موت کے بعد توجہ نہ کرنے اور آگ  
لے جانے کی وصیت کی اور دفن کے بعد تہہ دیر بٹھرنے کے لیے کہا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس  
کا گوشت تقسیم کیا جاتا ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:  
اس حدیث میں اسلام، ہجرت اور حج کے عظیم مرتبہ کا بیان ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک سے انسان کے  
سالقہ تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں، نیز اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو شخص مرے ہو اللہ تعالیٰ کے ساتھ  
حسن ظن رکھے اور نماز، زکوٰۃ، ان کی بات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث کو یاد کرے، جن میں اللہ تعالیٰ



کے غم و درگزر کا بیان ہے، اور اپنے نیک اعمال کو یاد کرے، تاکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن قائم ہو سکے، یہ امر بالاتفاق مستحب ہے۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آنکھ بھر کر نہیں دیکھ سکتا تھا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر تعظیم اور توقیر کرتے تھے، حضرت عمرو بن العاصؓ نے اپنے جنازہ کے ساتھ نوکر کرنے والی کر بیچنے سے منع کیا، بلکہ نوکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنے والے پر فوج کرنے سے منع فرمایا ہے، اور آگ بجھنے سے بھی منع کیا۔ کیونکہ اس کی بھی حدیث میں ممانعت ہے اور یہ زمانہ جاہلیت کا شمار ہے، نیز یہ بدشگونی کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا میری قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھنا جتنی دیر میں اونٹ زنج کر کے اس کا گوشت کھیتا کرتا ہوں، حتیٰ کہ میں تمہارے ساتھ فارس، ہرجاؤں، اور میں یہ بھی دیکھ لوں کہ میں اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کو کیا جواب دیتا ہوں، اس میں فتنہ قبر کا ثبوت ہے، اور فرشتوں کے سوال کا ذکر ہے اور یہی الٰہی حق کا مذہب ہے اور وہ حق کے بعد کچھ دیر قبر کے پاس بیٹھنا مستحب ہے اور قبر کے پاس جگہ گلو کی جائے اس کو قبر والا سنا ہے۔ ۱۵

بَابُ بَيَانِ حُكْمِ عَمَلِ الْكَافِرِ إِذَا اسْلَمَ  
 بِعَدَاةٍ

اسلام لانے کے بعد کافر کے اعمال سابقہ  
 کا حکم

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے  
یہ بتلایئے کہ میں نے کس مانہ جاہلیت میں جو نیک کام کیے  
ہیں آیا مجھے ان نیکیوں پر اجر ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا نہ مانہ جاہلیت میں جن نیکیوں کی تم نے  
فادت ڈال تھی وہ عادت اسلام میں بھی باقی رہے گی۔

٢٣١ حَدَّثَنَا قُتَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا  
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ ابْنِ نَهْشَابٍ  
قَالَ أَخْبَرَنِي عَزْرَةَ ابْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ حَكِيمَ ابْنَ  
جَدْرٍ أَخْبَرَهُ أَنَّكَ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَرَأَيْتَ أُمُومًا أَكُنْتُ أَتَخَدُّثُ  
بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ هَلْ لِي فِي رِيئِهَا مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ  
لَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَكُنْتُ  
عَلَى مَا أَسْأَلُكَ مِنْ هَيْبٍ وَالْمُحَدَّثُ الشَّعْبَانِيُّ

حضرت حکیم بن خزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! یہ بتلا دیجئے کہ میں نے زبان کثرت میں جو صدقہ اور خیرہ کی، فلا مل کر آنا دیکھا، اور سنتہ داسل سے حسن سلوک کیا، آیا مجھے از نیک کاموں پر آخرت میں اجر ملے گا؟

٢٣٢ - حَدَّثَنَا حَسَنُ الْحَلَوَانِيُّ وَعَبْدُ بْنُ  
حُمَيْدٍ قَالَ الْحَلَوَانِيُّ نَأُو قَالَ عَبْدُ حَاتِمٍ يَهُوُوبُ  
وَهُوَ ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَأُو عَنْ صَالِحِ  
بْنِ أَبِي شَرْيَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُزْرَةُ بِنْتُ ابْنِ كَيْسَرَ  
أَنَّ حَكِيمَ بْنَ جَرَّاحٍ أَخْبَرَهُ أَنَّكَ قَالَ لِرَسُولِ اللَّهِ

۱۰- علامہ سید محمد علی بن شریف نورانی متوفی ۱۰۶۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۷۱، الطبیبہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سابقہ نیکیوں سے  
جی تم کو اسلام لانے کی توفیق ہوئی ہے۔

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَيْ رَسُولَ اللَّهِ آيَةُ  
أُمُورًا كُنْتُ أَفْعَلْتُ بِهَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ مِنْ صَدَقَةٍ  
أَوْ عِنَا قَتْلًا أَوْ بِلَّةٍ رَجِمَ بِهَا أَجْرُ قَتْلَانِ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتُ عَلَى مَا أَسْلَمْتُ مِنْ غَيْرِ

حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان نیکیوں کے  
بارے میں پوچھا جو میں نے زمانہ جاہلیت میں کی تھیں رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان نیکیوں کی برکت کی  
وجہ سے جی تم کو اسلام لانے میں ہو، میں نے کہا قسم بخدا  
میں ان نیکی کا مول کو اسلام لانے کے بعد بھی کرتا ہوں گا۔

۲۳۳ - وَحَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ  
حُمَيْدٍ كَذَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرُ  
عَنِ الزُّهْرِيِّ يَهْدِي إِلَى سَنَادِهِ وَحَدَّثَنَا اسْحَقُ بْنُ  
اِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا أَبُو مَعَاذٍ رَوَيْتُهُ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ  
عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ حَكِيمِ بْنِ حِذَامٍ قَالَ قُلْتُ يَا  
رَسُولَ اللَّهِ أَشَيْءٌ مَكُنْتُ أَفْعَلُهُمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ قَالَ  
هَشَامُ يَعْنِي كُنْتُ أَتَبَرَّزُ هَامَهُمَا فَقَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَسْلَمْتُ عَلَى مَا  
أَسْلَمْتُ لَكَ مِنَ التَّحِيرِ فَقُلْتُ قَوْلَهُ لَا أَدْرُ شَيْئًا  
صَنَعْتُهُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِلَّا فَعَلْتُ فِي الْإِسْلَامِ مِثْلَهُ -  
۲۳۴ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا  
عَبْدَ اللَّهِ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ  
أَنَّ حَكِيمَ بْنَ حِذَامٍ أَعْتَقَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ مَائَةَ  
مَرَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلَى مَائَةِ بَعِيرٍ ثُمَّ أَعْتَقَ فِي  
الْإِسْلَامِ مَائَةَ رَقَبَةٍ وَحَمَلَ عَلَى مَائَةِ بَعِيرٍ  
ثُمَّ أَتَى النَّبِيَّ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ  
تَحَوُّحَهُ بَيْنَهُمَا -

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ حکیم بن حزام نے زمانہ کفر میں سو غلام آزاد کیے اور  
سواڑت نیارت کیے، پھر اسلام لانے کے بعد دوبارہ  
سو غلام آزاد کیے اور سواڑت فی سبیل اللہ صدقہ کیے  
... بالحدیث حسب سابق ہے۔

قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے  
ثابت ہے کہ زمانہ کفر میں کی

کافر کی نیکیوں پر اجر ملتا ہے نہ عذاب میں تخفیف ہوتی ہے

ہوتی نیکیاں اکارت ہو جاتی ہیں، اور ان پر آخرت میں کوئی اجر نہیں ملتا نہ ان کی وجہ سے عذاب میں کوئی تخفیف  
ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

کفار ہمارے پاس جو بھی اعمال لے کر آئیں گے  
ہم ان کو دفنایں گے (بکھرے غبار کے درے بنادیں گے)  
جس نے ایمان لائے، سے ان کا کیا اس کا عمل خالص

وَقَدْ مَنَّا إِلَى مَا عَلِمُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَا لَهَا مِثْلَ  
مَنْتُورًا - (فرقان ۲۴) -  
مَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ -



(ماخذ ۵۱۸)

کر دیا جائے گا۔

اس کے علاوہ فرمایا

فَلَا يَخْفَفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يَنْصَرُونَ

(بقرا ۵: ۷۶)

کی جائے گی۔

کفار کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور نہ ان کی مدد

یہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ ابن ہرمان زمانہ جاہلیت میں نیک کام کرتا تھا آیا اس کو آخرت میں اجر ملے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں! کیونکہ اس نے ایک دن بھی اللہ تعالیٰ سے ساقی نہیں مانگی تھی۔

تاہم یہ معاملہ بطور عدل ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے کسی کافر کو اسلام لانے کے بعد اس کے زمانہ کفر کی نیکیوں پر اجر عطا فرماتا ہے یا کسی کافر کی نیکیوں کے عوض اس کے عذاب میں تخفیف کر دے تو یہ ممکن ہے۔ چنانچہ البرہب اور ابوطالب کے عذاب میں تخفیف اسی جہت سے ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرابت اور حسن سلوک کی وجہ سے ابوطالب اور البرہب کو عام قاعدہ سے مستثنیٰ کر لیا گیا۔

بَابُ صَدَقِ الْإِيمَانِ وَإِحْلَاصِهِ

ایمان میں صدق اور اخلاق

۲۳۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ إِدْرِيسَ وَابْنَ مَعَادٍ وَابْنَ وَرْقَانَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ الدِّينِ أَمْلَأَ وَلَهُ يَلِيسُوا إِيْمَانَهُمْ بِظُلْمِ قَسٍّ ذَلِكَ عَلَى أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَقَالُوا إِنَّا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ هُوَ كَمَا تَظُنُّونَ إِنَّمَا هُوَ كَمَا قَالَ لِقَتْمَانَ لِبَنِيهِمْ يَا بَنِي لَا تُشْرِكُوا بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو جب جن مومنین نے اپنے ایمان کے ساتھ بالکل ظلم نہیں کیا (یعنی کونجانات ہو گئے) تو مجاہد کلام اس آیت سے بہت پریشان ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا ہم میں سے کون شخص (معیشت کر کے) ظلم نہیں کرتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس آیت کا یہ مطلب نہیں ہے بلکہ اس آیت میں ظلم بمعنی شرک ہے جس طرح حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا اے بیٹے! اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہ کرنا کیونکہ شرک کرنا ظلم عظیم ہے۔

۲۳۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَلِيُّ بْنُ حُشْرَمٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عِيسَى وَهُوَ ابْنُ يُونُسَ حَدَّثَنَا مُجَافِرُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے بتلایا کہ اس سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔



أَخْبَرَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ  
نَا ابْنَ إِدْرِيسَ كُلُّهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ  
وَقَالَ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ ابْنُ إِدْرِيسَ حَدَّثَنِي أَبُو  
إِبْرَاهِيمَ عَنْ أَبِيكَ عَنْ تَوَلَّبِ بْنِ الْأَعْمَشِ ثُمَّ مِمَّةٌ وَمِمَّةٌ  
ظلم کا معنی ہے :

### حدیث الباب کی شرح

وضع الشيء في غير محله۔

اور کئی مستحب اور اولیٰ کام کے خلاف بھی کیا جائے مثلاً مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے بایاں پیر داخل کرے  
یا مسجد سے خارج ہوتے وقت پہلے وایاں پیر نکالے تو یہ بھی ظلم ہے تو جب یہ آیت نازل ہوئی :  
الَّذِينَ آمَنُوا وَلَوْ يَلِبَسُوا أَيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ  
أُولَئِكَ لَهْوَ أَعْمَالِهِمْ هُم مَّهْتَدُونَ  
کو ظلم کے ساتھ نہیں ملایا ان ہی کے لیے بے غوثی  
ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔

(انعام: ۸۲)

تب صحابہ کرام پر یہ آیت شاق گذری، یہی صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتدایا کہ کیا ظلم اپنے اطلاق اور عموم  
پر محمول نہیں ہے بلکہ اس سے مراد متعبد ہے یعنی شرک۔ کیونکہ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا اور سب  
سے بڑا ظلم یہ ہے کہ عبادت کو غیر محل میں رکھا جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کی جائے۔

حدیث نفس اور خواطر سے درگزر کرنے اور نیکی  
اور بدی کے ”حم“ کے حکم کا بیان

بَابُ بَيَانِ تَجَاوِزِ اللَّهِ تَعَالَى عَنْ حَدِيثِ  
النَّفْسِ وَالْخَوَاطِرِ بِالْقَلْبِ إِذَا لَمْ تَسْتَقِرَّ وَ  
بَيَانِ أَنَّ سُجْدَةَ تَعَالَى لَمْ يَكِلْفُ إِلَّا مَا يُطَاقُ  
وَبَيَانِ حُكْمِ الْهَمِّ بِالْحَسَنَةِ وَبِالسَّيِّئَةِ  
۲۳۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ  
أُمَيَّةُ بْنُ بَسْطَامٍ الْغُبَرِيُّ وَالْقَطَرِيُّ قَالَا  
يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ حَدَّثَنَا زَوْجٌ وَهُوَ ابْنُ الْقَاسِمِ  
عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَمَّا أُنْزِلَتْ  
عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
يَلَهُ مَا فِي السَّمُوتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ دَانَ تَبْدُ وَهَامَا  
أَنْفُسِكُمْ أَوْ تَهْوُوا بِحَاسِكُمْ بِهِ اللَّهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ  
يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَكَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا قَالَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
جب یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ) ”آسمانوں اور زمینوں  
میں جو کچھ ہے سب اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور جو کچھ  
تمہارے دلوں میں ہے تم اس کو چھپاؤ یا ظاہر کرو اللہ  
تعالیٰ اس کا حساب لے گا اور جس کو چاہے گا بخش دے گا  
اور جسے چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ تعالیٰ  
ہر چیز پر قادر ہے“ تو صحابہ کرام پریشان ہو گئے،  
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر



فَاسْتَنَادَ ذَلِكَ عَلَى اصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ —  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاتَّخَذَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِقَدْ بَرَكُوا عَلَى  
 التَّوَكُّبِ فَقَالُوا أَيْ رَسُولَ اللَّهِ يُلْقِنَا مِنَ الْأَعْمَالِ  
 مَا نُحِبُّهُ الْقِتْلَةَ وَالْيَصِيَامَ وَالْحَقَّ وَالصَّدَقَةَ  
 وَقَدْ أُتِيكَ عَلَيْكَ هَذِهِ الدِّينَ وَلَا يُطِيقُ قَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أُرِيدُ  
 أَنْ تَقُولُوا كَمَا قَالَ آهَنْ أَلَيْكَ بَيْنَ مَنْ يَبْدُو  
 سَمِعْنَا دَعَوَيْنَا بَلْ قُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا  
 عُمْرُكَ أَلَيْكَ مَا بَيْنَا وَآلَيْكَ الْعَصِيَّةُ قَالُوا سَمِعْنَا  
 وَأَطَعْنَا عُمْرُكَ أَلَيْكَ مَا بَيْنَا وَآلَيْكَ الْعَصِيَّةُ  
 فَلَمَّا أَتَتْهَا هَا الْقَوْمُ وَذَلِكَ بِهَا لَيْسَتْهُمْ  
 أَنْزَلَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي آفِرْهَا أَمِنْ الرَّسُولِ  
 بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ قَالُوا مُؤْمِنُونَ كُلٌّ  
 آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَيْكَتِهِ وَكُتِبَ لَهُمْ سَلِيمٌ  
 لَا تَفَرُّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ وَقَالُوا  
 سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا عُمْرُكَ أَلَيْكَ مَا بَيْنَا وَآلَيْكَ  
 الْعَصِيَّةُ فَلَمَّا فَعَلُوا ذَلِكَ كَسَحَهَا اللَّهُ  
 فَأَنْزَلَ اللَّهُ لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا أَلًا وَسَعَهَا  
 لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ  
 رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا  
 قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إَصْرًا كَمَا  
 حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا  
 قَالَ نَعَمْ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا مَا كَلَفْتَنَا  
 لَنَأْتِيَنَّكَ نَعْمًا وَاعْتِقَ عَمَلًا وَاعْتِقَ نَسَا  
 وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلَى  
 الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ قَالَ نَعَمْ

ہوئے اور نازل اوب تہ کر کے بیٹھ گئے اور عرض کیا  
 یا رسول اللہ ہمیں ان کاموں کا مکلف کیا گیا جو ہماری  
 طاقت میں تھے، جیسے نماز، روزہ، جہاد اور صدقہ  
 اور اب آپ پر یہ آیت نازل ہوئی ہے جس میں مذکور  
 حکم کی عمر طاقت نہیں رکھتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا کیا تم پچھل امتوں کی طرح یہ کہنا چاہتے  
 ہو کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کے احکام سنے اور نافرمانی کی  
 بلکہ تم کہو! "اے اللہ ہم نے تیرا حکم سنا اور اس  
 کی اطاعت کی اسے رب ہمیں بخش دے ہم نے  
 تیری ہی طرف لوٹ کر جاننا ہے" یہ سن کر صحابہ کرام  
 رضی اللہ عنہم کہنے لگے ہم نے سنا اور اطاعت کی  
 اسے رب ہمیں بخش دے ہم نے تیری ہی طرف  
 لوٹ کر جاننا ہے "جب صحابہ کرام یہ کہہ چکے تو اللہ  
 تعالیٰ یہ آیت نازل فرمائی (ترجمہ) "رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم اور مومنین ان چیزوں پر ایمان لائے  
 جو ان کے رب کی طرف سے نازل ہوئی اور سب  
 اللہ تعالیٰ اس کے تمام فرشتوں، اس کی تمام کتابوں  
 اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان لائے، اور انھوں  
 نے کہا ہم ان میں سے کسی رسول پر ایمان لائے ہیں  
 فرق نہیں کرتے، اور انھوں نے کہا ہم نے سنا اور  
 اطاعت کی، اے ہمارے رب ہمیں معاف فرما ہم نے  
 تیری ہی طرف لوٹ کر جاننا ہے، جب صحابہ کرام نے  
 اللہ کے احکام کو مان لیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیت  
 کے حکم کو منسوخ کر کے یہ آیت نازل فرمائی: (ترجمہ)  
 "اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف  
 نہیں کرتا۔ ہر شخص کے ایک عمل اس کو نفع دیں گے  
 اور بدعمل اس کے لیے نقصان دہ ہوں گے۔ اے  
 ہمارے رب! ہماری بھول یا غلطی پر ہم سے مواخذہ  
 نہ کرنا" اللہ تعالیٰ نے فرمایا (ترجمہ) اے ہمارے



رب ہمیں ایسے سخت احکام کا مکلف نہ کرنا جن احکام کا کچھلی امتوں کو مکلف کیا تھا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا) "اے ہمارے رب ہم کو ہماری طاقت سے زیادہ احکام کا مکلف نہ کرنا (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا) ہمیں معاف فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے ہماری کفارت کے خلاف مدد فرما" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا اچھا)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب یہ آیت نازل ہوئی (ترجمہ:) جو کچھ تمہاری دلوں میں ہے تم اس کو چھپا کر یا ظاہر کر (اللہ تعالیٰ نے اس سب کا حساب لے لیا) تو صحابہ کے دلوں میں ایسا خوف پیدا ہوا جو اس سے پہلے نہیں پیدا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا یوں کہو "ہم نے سنا، اطاعت کی اور مان لیا، پس اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایسا کھل سکھ کر دیا اور یہ آیت نازل فرمائی: اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ مکلف نہیں کرتا، ہر شخص کو اس کے نیک اعمال پر ثواب ملے گا اور بد اعمال پر عذاب ہوگا اسے ہمارے رب اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے تو اس پر مہربانی نہ فرمائے" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا کرو) اسے ہمارے رب اور ہم کو ایسے سخت احکام نہ دینا جیسے تم نے پہلی امتوں کو دیے تھے (اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے ایسا کر دیا) "اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما، ہمیں بخش دے، ہم پر رحم فرما، تو ہی ہمارا مالک ہے" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے ایسا کر دیا)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت سے حدیث نفس کو معاف کر دیا۔

۲۳۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو كُرَيْبٍ وَاسْتَحَقَّ بْنُ ابْنِ أَبِي إِيمٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي بَكْرٍ قَالَ إِسْمَعِيلُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْأَخْرَاقُ حَدَّثَنَا وَكَيْعَةُ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ إِدْمَ بْنِ سُلَيْمَانَ مَوْلَى كَالِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ جُبَيْرٍ يُعَدِّتُ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الْآيَةُ وَإِنْ تُبَدِّلُوا مَا فِي أَنْفُسِكُمْ أَوْ تُخْضَرُوا يَخْضَرُكُمْ بِإِذْنِ اللَّهِ قَالَ وَحَلَّ قُلُوبَهُمْ مِنْهَا شَيْءٌ لَمْ يَدُ خُلْ قُلُوبُهُمْ قَبْلَ شَيْءٍ فَقَالَ الدَّيْلَمِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قُلُوبُكُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَسَلَّمْنَا قَالَ فَاتَّقَى اللَّهَ تَعَالَى الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِهِمْ فَانْزَلَ اللَّهُ لَا يُكَلِّمُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَدُّهَا مَا اكْتَسَبَتْ مِمَّا لَمْ يَكُنْ مِنْكُمْ إِنْ تَسِيئُوا أَوْ أخطأْنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ مَرَّتَيْنِ وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا إِصْرَ أَكْمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِنَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ وَاعْفُ عَنَّا إِعْظُمْنَا تَنَا وَارْحَمْنَا أَنْتَ مَوْلَانَا قَالَ قَدْ فَعَلْتُ۔

۲۳۹۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَشَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ عُلَيْيٍّ الْعَنْبَرِيُّ وَاللَّفْظُ لِسَعِيدٍ قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو قَوْثَانَ عَنْ دُرَّادَةَ



جب تک وہ اس کے مطابق کلام یا عمل نہ کریں۔

بْنِ أَوْفَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنْ أَلَّهَ تَجَاوَزَ

لَا مَرِيءَ مَا حَدَّثْتُ بِهِ أَلْفَسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا أَوْ يَعْمَلُوا بِهِ -

۲۴۰ - حَدَّثَنَا ثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حَرْبٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ

أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ نَاحِلُ بْنُ أَبِي مَرْيَمَ

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ حَرْبٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ

بَنِي إِسْرَافِيلَ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ

بْنِ أَوْفَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنْ أَلَّهَ تَجَاوَزَ

لَا مَرِيءَ مَا حَدَّثْتُ بِهِ أَلْفَسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا

۲۴۱ - حَدَّثَنَا ثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حَرْبٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

إِنْ أَلَّهَ تَجَاوَزَ لَا مَرِيءَ مَا حَدَّثْتُ بِهِ أَلْفَسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا

۲۴۲ - حَدَّثَنَا ثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حَرْبٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

إِنْ أَلَّهَ تَجَاوَزَ لَا مَرِيءَ مَا حَدَّثْتُ بِهِ أَلْفَسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا

۲۴۳ - حَدَّثَنَا ثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حَرْبٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

إِنْ أَلَّهَ تَجَاوَزَ لَا مَرِيءَ مَا حَدَّثْتُ بِهِ أَلْفَسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا

۲۴۴ - حَدَّثَنَا ثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حَرْبٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

إِنْ أَلَّهَ تَجَاوَزَ لَا مَرِيءَ مَا حَدَّثْتُ بِهِ أَلْفَسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا

۲۴۵ - حَدَّثَنَا ثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حَرْبٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

إِنْ أَلَّهَ تَجَاوَزَ لَا مَرِيءَ مَا حَدَّثْتُ بِهِ أَلْفَسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا

۲۴۶ - حَدَّثَنَا ثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حَرْبٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

إِنْ أَلَّهَ تَجَاوَزَ لَا مَرِيءَ مَا حَدَّثْتُ بِهِ أَلْفَسَهَا مَا لَمْ يَتَكَلَّمُوا



هُرَيْرَةُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا هَمَّ عَبْدِي بِحَسَنَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبْتُهَا لَهُ حَسَنَةً فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا حَسْرَةً حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضَعِيفٌ فَلَا إِهْمَ بِسَيِّئَةٍ وَلَمْ يَعْمَلْهَا لَحَرَّ أَكْتُبَهَا عَلَيْهِ فَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبْتُهَا سَيِّئَةً وَاحِدَةً -

۲۴۲ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ مُكَيْمٍ قَالَ طَلَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرَّ أَحَادِيثُ مِنْهَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ إِذَا تَحَدَّثَ عَبْدِي بِأَنْ يَعْمَلَ حَسَنَةً فَإِنَّا أَكْتُبُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْ فَإِذَا عَمِلَهَا فَإِنَّا أَكْتُبُهَا حَسَنَةً يَعْشُرُ مِثْلَهَا فَإِذَا تَحَدَّثَ بِأَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً فَإِنَّا أَغْفِرُهَا لَهُ مَا لَمْ يَعْمَلْهَا فَإِذَا عَمِلَهَا فَإِنَّا أَكْتُبُهَا لَهُ بِمِثْلِهَا وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ رَبِّ ذَاكَ عَبْدٌ لَا يُرِيدُ أَنْ يَعْمَلَ سَيِّئَةً وَهُوَ ابْتِغَاءُ بَعْضِهِمْ فَقَالَ الرَّقِيبُ فَإِنْ عَمِلَهَا فَكَتُبُوهَا لَهُ بِمِثْلِهَا وَإِنْ تَرَكَهَا فَكَتُبُوهَا لَهُ حَسَنَةً إِنَّمَا تَرَكَهَا مِنْ جَرَأِي وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَحْسَنَ أَحَدُكُمْ إِسْلَامَهُ فَكُلُّ حَسَنَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ يَعْشُرُ مِثْلَهَا إِلَى سَبْعِ مِائَةٍ ضَعِيفٌ وَكُلُّ سَيِّئَةٍ يَعْمَلُهَا تُكْتَبُ لَهُ بِمِثْلِهَا

عمل نہیں کرتا تو میں اس کی ایک نیکی لکھ دیتا ہوں اور اگر وہ اس کے مطابق عمل کرتا ہے تو میں اس کی دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ گناہ کا "ہم" کرے اور اس پر عمل نہ کرے تو اس کو نہیں لکھتا اور اگر اس پر عمل کرے تو ایک گناہ لکھ دیتا ہوں۔

ہم آج بھی کہتے ہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایات کا تذکرہ کر رہے تھے، ان میں سے ایک روایت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بندہ کسی نیکی کے لیے "مدینہ نفس" کرتا ہو تو جب تک وہ اس نیکی کو نہیں کرتا میں اس کی ایک نیکی لکھتا ہوں اور جب وہ اس نیکی کو کر لیتا ہے تو میں اس کی دس نیکیاں لکھ دیتا ہوں اور جب وہ کسی گناہ کے لیے مدینہ نفس کرتا ہے تو جب تک وہ اس پر عمل نہ کرے میں بخش دیتا ہوں اور جب وہ گناہ کر لیتا ہے تو میں اس کا ایک گناہ لکھ دیتا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے کہتے ہیں کہ اے رب! میرا نکاح بندہ گناہ کا ارادہ رکھتا ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ کو اس بات کا خوب علم ہوتا ہے) اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرماتا ہے افسوس کہ اگر وہ گناہ کرے تو ایک گناہ لکھ دو اور اگر گناہ نہ کرے تو اس کے بدلہ میں ایک نیکی لکھ دو کیونکہ اس نے گناہ کو صرف میرے خوف کی وجہ سے چھوڑا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کوئی شخص صدق دل سے اسلام قبول کرتا ہے تو اس کی ایک نیکی کو دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھا جاتا ہے اور اس کا گناہ صرف ایک ہی لکھا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اللہ تعالیٰ سے واصل ہو جاتا ہے۔



حَتَّى يَلْقَى اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ -

۲۴۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو  
حَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَبْرِ بْنِ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ  
فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَتْ لَهُ حَسَنَةً وَمَنْ هَمَّ  
بِحَسَنَةٍ فَعَمِلَهَا كَتَبَتْ لَهُ إِلَى سَبْعِينَ مِائَةً  
ضِعْفٍ وَمَنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَعَمِلَهَا كَتَبَتْ  
لَهُ كُتُوبٌ وَإِنْ عَمِلَهَا كَتَبَتْ -

۲۴۶ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ ذَرْدُورٍ قَالَ نَا  
عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُثْمَانَ قَالَ نَا أَبُو  
رَجَاءٍ وَالْعَطَاءُ رَوَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِيهَا يَذُوقُ مِنْ  
تَرْبِهِ عَزَّ وَجَلَّ قَالَ رَأَى اللَّهُ تَعَالَى كُتُبَ الْحَسَنَاتِ  
وَالسَّيِّئَاتِ لِقَوْمٍ بَيْنَ ذَلِكَ كَمَنْ هَمَّ بِحَسَنَةٍ  
فَلَمْ يَعْمَلْهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً  
فَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عِنْدَهُ  
عَشْرَ حَسَنَاتٍ إِلَى سَبْعِينَ مِائَةً ضِعْفٍ إِلَى  
أَصْعَافٍ كَثِيرَةٍ وَإِنْ هَمَّ بِسَيِّئَةٍ فَعَمِلَهَا  
كَتَبَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ عِنْدَهُ حَسَنَةً كَامِلَةً  
وَإِنْ هَمَّ بِهَا فَعَمِلَهَا كَتَبَهَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ سِتِينَ قَارِئَةً -

۲۴۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا جَعْفَرُ  
ابْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ عُثْمَانَ فِي هَذَا  
الرِّسَالَةِ بِمَعْنَى حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَتَرَا  
أَوْ مَعَهَا اللَّهُ وَلَدَيْهِ لَكَ عَلَى اللَّهِ إِكْرَامٌ  
هَذَا لَكَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے  
نیکی کا "ہم" کیا اور نیکی نہیں کی تو اس کی ایک نیکی لکھ دی  
جاتی ہے اور جس نے نیکی کا "ہم" کیا اور نیکی نہ کی تو  
اس کے لیے سات سو نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، اور جس  
نے گناہ کا "ہم" کیا اور اس پر عمل نہیں کیا اس کا گناہ  
نہیں لکھا جاتا اور اگر وہ گناہ کرے تو ایک گناہ لکھ  
دیا جاتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ  
تعالیٰ نیکیوں اور گناہوں کو لکھ لیتا ہے۔ پھر ان کی  
تفصیل بیان فرمائی کہ جو شخص نیکی کا "ہم" کرے اور  
اس پر عمل نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی ایک کامل نیکی لکھ  
لیتا ہے، اور اگر وہ اس نیکی کو کرے تو وہ اس کی ایک  
نیکی دس سے لے کر سات سو تک بلکہ اس سے  
بھی کئی گناہ زائد لکھ دیتا ہے اور اگر وہ گناہ کا "ہم"  
کرے اور گناہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے  
ایک کامل نیکی لکھ دیتا ہے اور اگر گناہ کرے تو  
اللہ تعالیٰ صرف ایک گناہ لکھتا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہ  
روایت ذکر کی ہے جس میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ  
اس گناہ کو بھی مٹا دے گا اور عذاب میں وہی شخص  
مبتلا ہو گا جو دیرہ دیر سے گناہ کرتا ہو۔



ہم اور عزم کی تفسیریں اور ان کا شرعی حکم | حدیث نمبر ۲۴۴ میں ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب میرا بندہ  
 تک نہیں لکھا جاتا جب تک کہ وہ اس کا ارتکاب نہ کرے اور اگر لکھی جائے تو اس کا وہ گناہ اس وقت  
 تو اس کی ایک نیکی کچھ دی جاتی ہے۔

علامہ بخاری بن شرف ثوری کہتے ہیں:

امام مازری نے کہا تافنی ابوبکر بن الطیب کا مذہب یہ ہے کہ جس نے دل سے معصیت کا عزم کیا وہ  
 اپنے اعتقاد اور عزم میں گنہگار ہوگا، اور اگر اس نے معصیت کا عزم نہیں کیا وہ معصیت صرف اس کے ذہن میں  
 آئی اور اس کا ذہن میں استقرار نہیں ہوا تو یہ ”ہم“ ہے اور عزم اور عزم میں فرق کیا جاتا ہے اگر کسی کام میں  
 راجح جانب کرنے کی ہو اور مرجوح سا خیال نہ کرنے کا، تو قریہ ”ہم“ ہے اور اگر کام نہ کرنے کی مرجوح جانب  
 بھی ختم ہو جائے اور اس کام کو کرنے کا سونی مدد ارادہ ہو جائے خواہ قطع ہو یا نقصان تو اس کو عزم کہتے ہیں  
 بہت سے فقہاء اور محدثین نے اس قاعدہ کی مخالفت کی ہے اور ظاہر حدیث پر عمل کیا ہے۔

تافنی عیاض نے کہا کہ عامۃ السلف، فقہاء اور محدثین کا وہی مذہب ہے جو تافنی ابوبکر کا مذہب ہے  
 کیونکہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں کہ دل کے عمل پر بھی مواخذہ متعلق لیکن انہوں نے کہا ہے کہ اگر بڑی  
 کا عزم کرے تو ایک بڑی لکھی جاتی ہے اور اگر بڑی کا ”ہم“ کرے تو بڑی نہیں لکھی جاتی کیونکہ ”ہم“ کے  
 بعد عمل نہیں کیا جاتا اگر یہ یہ ضروری نہیں کہ عمل نہ کرنے کی وجہ خوف الہی ہو لیکن نفس امارہ اور عزم معصیت ہے  
 اس لیے عزم کے بعد ایک معصیت لکھ دی جاتی ہے اور اگر عزم کے بعد اس پر عمل کر لیا تو دوسری معصیت لکھ لی  
 جائے گی اور اگر اس نے عزم معصیت کے بعد خدا کے خوف سے اس معصیت کو ترک کر دیا تو ایک نیکی لکھ دی جائیگی۔  
 معصیت کے ”ہم“ کے بعد معصیت نہیں لکھی جاتی کیونکہ ”ہم“ میں نفس اپنے آپ کو اس معصیت پر آمادہ  
 نہیں کرتا نہ اس کا عقد عزم اور نیت کرتا ہے، متکلمین نے اس میں بحث کی ہے کہ جب وہ اس معصیت کو خوف  
 خدا کے علاوہ کسی اور وجہ سے ترک کرے، مثلاً لوگوں کے خوف کی وجہ سے ترک کرے تو اس کی نیکی لکھی جائے گی  
 یا نہیں، بعض علماء نے کہا اب اس کی نیکی نہیں لکھی جائے گی، لیکن یہ قول ضعیف ہے۔  
 قرآن مجید کے نصوص قطعیہ اور احادیث صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ معصیت کے عزم، عقد اور گناہ کی نیت سے  
 مواخذہ ہوتا ہے خواہ اس پر عمل کیا جائے یا نہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی  
 الذین امنوا لہم عذاب الیم فی الدنیا والآخرۃ۔  
 ان الذین یحبون ان تشیع الفاحشة فی  
 الذین امنوا لہم عذاب الیم فی الدنیا والآخرۃ۔  
 (نور ۱۹)

۱۔ علامہ بخاری بن شرف ثوری سنن ۲۷۱، شرح مسلم ج ۱ ص ۷۹-۸۰، مسطورہ ترجمہ الصحیح للہایب گراچی، ۱۳۷۵ھ



اس آیت میں صرف دل کے عمل پر عذاب کی وعید ہے۔  
 يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ  
 ان بعض الظن اشھر۔ (حجرات: ۱۲) بے شک بعض گمان گناہ ہیں۔

اس آیت میں بدگمانی کو گناہ قرار دیا ہے اور وہ دل اور ذہن کا فعل ہے۔  
 وَلَا تَعْمُوا عَقْدَةَ النِّكَاحِ۔ (اور عدت کے دوران) اس سے عقد نکاح کا

(بقرة: ۲۳۵) غرض نہ کہ وہ  
 اس آیت میں عزم سے منع کیا گیا ہے اور عزم دل کا فعل ہے اور عدت میں کسی عورت سے نکاح کا عزم کرنا  
 گناہ کبیرہ ہے۔

میز امام بخاری روایت کرتے ہیں:  
 عَنْ أَبِي بَكْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا لَقِيَ الْمُسْلِمَانِ بَسِيْفُهُمَا فَالْقَاتِلُ  
 وَالْمَقْتُولُ فِي النَّارِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَذَا الْقَاتِلُ  
 فَمَا بِالْمَقْتُولِ قَالَ إِنَّهُ كَانَ حَرِيصًا عَلَى قَتْلِ  
 صَاحِبِهِ۔ لے  
 حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان  
 تلواروں سے مقابلہ کرتے ہیں، تو قاتل اور مقتول دونوں  
 دوزخ میں ہیں، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! یہ قاتل تو  
 ہوا، مقتول کا کیا گناہ ہے؟ آپ نے فرمایا وہ بھی اپنے  
 مقابل کے قتل پر جریں تھا۔

اس حدیث سے بھی یہ واضح ہوا کہ جس طرح مسلمان کو قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اسی طرح مسلمان کو قتل کرنے کا عزم کرنا  
 بھی گناہ ہے۔

قرآن مجید اور حدیث شریفین کی تفسیر و بیانات کے علاوہ مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حد کرنا، مسلمانوں کو حقیر  
 ماننا اور ان سے کینہ اور بغض رکھنا حرام ہے، اور یہ تمام دل کے افعال ہیں، ان دلائل سے یہ واضح ہو گیا کہ معصیت  
 کا عزم بھی معصیت ہے خواہ اس عزم کے بعد معصیت کا ارتکاب کرے یا نہ کرے، البتہ معصیت کا ”عزم“

معصیت نہیں ہے۔  
 ”عزم اور عزم“ مزید وضاحت کے لیے یہ جانتا چاہیے کہ ذہن میں وارد ہونے والے امور کی پانچ  
 قسمیں ہیں:

علامہ اسعد صاوی مانگی لکھتے ہیں:

۱۔ ما جس۔ اپنا ملک کسی چیز کا خیال آئے۔

۲۔ خاطر کسی چیز کا بار خیال آئے۔

۳۔ حدیث نفس۔ جس چیز کا خیال آئے ذہن اس کی طرف مائل ہو اور اس کے حصول کے لیے منصوبہ بنائے۔



۴۔ ”ہر قسم“ بر غالب جانب اس چیز کو حاصل کرنے کی ہوا اور مغلوب سا خیال ہو کہ اس کو حاصل نہ کیا جائے، کیونکہ ہر  
 کتاب اس سے ضرر ہو۔

۵۔ عزم بر مغلوب جانب بھی نہ رکھو اور اس چیز کے حصول کا پختہ ارادہ ہو، وہ اپنے نفس کو اس کے حصول پر آمادہ کر لے اور اس کی نیت کر لے۔

اگر کسی شخص کے ذہن میں یہ خیال آئے تو حاجی، خاطر، حدیثِ نفس اور ستم کے مرتبہ میں اس سے مواخذہ نہیں ہوتا البتہ اگر گناہ کا عزم کرنے تو وہ مستحق مواخذہ ہے، خواہ اس کے بعد گناہ کا نفل نہ کرے۔  
اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی انسان کا کوئی دشمن ہو اور ایک دن اس کے ذہن میں اچانک اس کو قتل کرنے کا خیال آئے تو یہ حاجی ہے، اور اگر بار بار اس کو قتل کرنے کا خیال آئے تو یہ خاطر ہے اور جب اس کا ذہن اس کے قتل کی طرف راغب ہو اور وہ اس کے قتل کا منصوبہ بنائے کہ اس کو مثلاً پستول سے قتل کرے گا اور فلان جگہ سے پستول کو حاصل کرے گا تو یہ حدیثِ نفس ہے، اور جب وہ اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرے اور غائب جانب اس کو قتل کرنے کی جو ممکن مخلوبہ یا یہ خیال ہو کہ وہ کہیں پکڑا جائے اس لیے نہ قتل کرے تو بہتر ہے تو یہ بہتر ہے اور جب یہ مخلوبہ جانب بھی شامل ہو جائے اور وہ یہ طے کرے کہ اس کو قتل کرنا ہے خواہ وہ پکڑا کیوں نہ جائے اور اس کے بدلہ میں قتل کیوں نہ کر دیا جائے اور اس کو قتل کرنے کی نیت — کہے تو یہ عزم ہے پہلے چار مرتبوں پر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا لیکن جب وہ قتل کرنے کا عزم کرے گا تو اس عزم پر مواخذہ ہوگا خواہ اس نے قتل نہ کیا ہو، مثلاً وہ شخص اس کو قتل کرنے گیا لیکن جب وہ اس کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی طبیعت موت سے ابھی ابھی مر رہا ہے، اب ہر چہ کہ اس نے قتل نہیں کیا لیکن اس نے یہ حال اس کو قتل کرنے کی نیت کی تھی اس لیے اس نیت کی وجہ سے اس کی گرفت ہوگی۔

موتنا البتہ اسے کناہ کا عزم کرنے کو وہ بھی مبرا جلد ہے خواہ اس کے بعد کناہ کا عزم نہ ہو۔  
اس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی انسان کا کوئی دشمن ہو اور ایک دن اس کے ذہن میں اچانک اس کو قتل کرنے  
کا خیال آئے تو یہ حاجس ہے اور اگر بار بار اس کو قتل کرنے کا خیال آئے تو یہ خاطر ہے اور جب اس کا ذہن  
اس کے قتل کی طرف راغب ہو اور وہ اس کے قتل کا منصوبہ بنائے کہ اس کو مثلاً پستول سے قتل کرے گا اور فلاں  
جگہ سے پستول کو حاصل کرے گا تو یہ حدیث نفس ہے اور جب وہ اس کو قتل کرنے کا ارادہ کرے اور غائب  
جانب اس کو قتل کرنے کی ہویکین مطلوب سایہ خیال ہو کہ وہ کہیں پکڑا نہ جائے اس لیے نہ قتل کرے تو بہتر ہے تو یہ  
بہتر ہے اور جب یہ مطلوب جانب بھی نازل ہو جائے اور وہ یہ طے کرے کہ اس کو قتل کرنا ہے خواہ وہ پکڑا کیوں  
نہ جائے اور اس کے بدلہ میں قتل کیوں نہ کر دیا جائے اور اس کو قتل کرنے کی نیت — کہے تو یہ عزم ہے  
پہلے چارہ تینوں پر اس سے مواخذہ نہیں ہوگا لیکن جب وہ قتل کرنے کا عزم کرے گا تو اس عزم پر مواخذہ ہوگا  
خواہ اس نے قتل نہ کیا ہو، مثلاً وہ شخص اس کو قتل کرنے گیا لیکن جب وہ اس کے گھر گیا تو معلوم ہوا کہ وہ اپنی  
طبعی موت سے ابھی ابھی مر رہا ہے اب ہر چہ کہ اس نے قتل نہیں کیا لیکن اس نے یہ حال اس کو قتل کرنے کی نیت  
کلی تھی اس لیے اس نیت کی وجہ سے اس کی گرفت ہوگی۔

لیکن کچھ ایسی امتوں کا "ہم" پر مواخذہ ہوتا تھا اس امت پر "ہم" معاف ہے البتہ اگر معصیت کا عزم کر لیا جائے تو اس امت پر بھی مواخذہ ہو گا۔

معصیت کی حدیث نفس مذموم ہے اور نیکی کی حدیث نفس جائز بلکہ مستحسن ہے خواہ حالت نماز ہو۔  
امام بخاری بیان کرتے ہیں:

امام بخاری بیان کر رہے ہیں: قَالَ عَمَّا فِي لَاجِئِهِ جَيْشِي وَأَنَا فِي الصَّلَاةِ ۖ

حضرت عمرؓ نے کہا میں نماز کی حالت میں لشکر کی صفیں مرتب کرتا رہتا ہوں۔

حضرت عمرؓ نے کہا میں نماز کی حالت میں لشکر کی صفیں مرتب کرتا رہتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ دینی امور کے متعلق نماز میں سوچ و بچار اور غور و فکر کرنا جائز ہے۔

دوس سے لے کر سات سو گنا اور اس سے بھی زیادہ اجر عطا فرمانے کی تحقیق

علاء الدین دایمانی، تفسیر الصادق ج ۱ ص ۹۹ مطبوعه دار احیاء الکتب العربیه مصر

۱۰- امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ هجری قمری، مجموع بخاری ج ۱ ص ۱۴۳، مطبوعه نور محمد، الطبعة المطالبه کراچی، ۱۳۸۱ هـ



ہے تو میں اس کے لیے دس سے لے کر سات سو تک نیکیاں لکھ دیتا ہوں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جزاء اور سزا کے جو مراتب بیان فرمائے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے  
۱۔ من جاء بالحسنة فله عشر مثائل ومن جاء بالسيئة فلا يجزي الا مثله۔  
جو شخص ایک نیکی کرے اس کے لیے دس گنا اجر ہے اور جو ایک گناہ کرے تو اس کے لیے ایک گناہ ہی

(انعام ۱۶۰)

۲۔ مثل الذين ينفقون اموالهم في سبيل الله كمثل حبة انبئت سبع سنابل في كل سنبلة مائة حبة۔  
جو لوگ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ سات خوشے اگائے اور ہر خوشے میں ایک سو دانے ہوں (یعنی اس کے

(بقرہ ۲۶۱)

۳۔ انما يوفى الصابرون اجرهم بغير حساب۔  
صبر کرنے والوں کو پورا اجر بغیر حساب کے ہی دیا جائے گا۔  
(زمر، ۱۰)

اجر کے ان مراتب میں اس طرح تطبیق دی جاسکتی ہے کہ عبادات بدینہ میں دس گنا اجر ملتا ہے۔ عبادات مالہ میں سات سو گنا اجر ملتا ہے اور ضبط نفس اور صبر پر لاکھوں اجر ملتا ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ اجر کے یہ مراتب نیکی کرنے والے کے صدق اور خلوص نیت کے مراتب کے اعتبار سے ہیں جس شخص میں بتناں یا وہ خلوص ہو گا اس کو اتنا زیادہ اجر ملے گا۔ تیسری توجیہ یہ ہے کہ بعض لوگ عبادات اور صدقہ و خیرات حساب سے کرتے ہیں یعنی جتنا ان کے ذمہ لازم ہو اتنا ہی صدقہ کرتے ہیں اور بعض لوگ بے حساب عبادات اور صدقہ خیرات کرتے ہیں جو لوگ حساب سے عبادت کرتے ہیں ان کو حساب سے اجر دے گا اور جو بے حساب عبادت کریں گے ان کو بے حساب اجر دے گا، چوتھی توجیہ یہ ہے کہ اجر کے یہ مراتب کرنے والے کی حیثیت کے اعتبار سے ہیں مثلاً کسی ارب پتی سے کوئی شخص ایک روٹی کا سوال کرے، اور وہ اس کو ایک روٹی دے دے تو یہ ایک نیکی ہے اور اس کو اس کا دس گنا اجر ملے گا لیکن جس شخص کی کل کاشات صرف ایک روٹی ہی ہو اور اس سے کوئی روٹی کا سوال کرے اور وہ اس کو روٹی دے دے تو یہ تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ پہلے شخص کے مقابلہ میں اس نے اربوں روٹیوں کی دولت گنا دی ہو اس لیے اللہ تعالیٰ اس کو بے حساب اجر عطا فرمائے گا اور اصل بات یہ ہے کہ اجر بعض اللہ کے فضل سے بنتا ہے وہ مالک ہے جس کو جتنا چاہے عطا فرمائے۔ سب سے پہلے حساب اجر عطا فرمانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اپنا مرضی اور خوشی سے صبر کا راہ میں دنیا آسان ہے، اور کسی حادثے سے جو جان یا مال میں نقصان ہو جاتا ہے، جس میں انسان کی مرضی کا دخل نہیں ہوتا اس پر شکایت نہ کرنا اور صبر کرنا مشکل ہے، اس لیے اس کا اجر بھی بے حساب رکھا ہے۔

قرآن کریم اور حدیث شریفین میں بتلایا گیا ہے کہ گناہ کرنے والے کو ایک گناہ کرنے کی ایک سزا ملتی ہے مگر اگر وہ اس کے بارے میں قرآن کریم میں فرمایا:

مَنْ يَأْتِ مَكْرًا يَفْعَلْ حَسَنَةً مِّمَّنْهُ يَصْغَفْ لَهَا

تم میں سے جس نے کھلم کھلا جانی کا کام کیا



العذاب ضعفين۔ (احزاب: ۳۰) کہ دوسرا عذاب دیا جائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ عام حکم یہی ہے لیکن خواص اس حکم سے مستثنیٰ ہیں:

جس کا رتبہ ہے سوا اس کو اسرا مشکل ہے

ازواج مطہرات کا مرتبہ زیادہ ہے اس وجہ سے ان کے لیے مواخذہ کی مقدار بھی زیادہ رکھی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے محض بھول کی بنا پر مجازاً فرمایا، حضرت یونس علیہ السلام کی صرف اجتہادی خطا کی بنا پر ان کو محبوس کے پیٹ میں مقید فرمایا اور غلام کے مقابلہ میں آزاد کی دوگنی حد مقرر کی، اور باطل کے مقابلہ میں عالم سزا کا زیادہ مستثنیٰ ہے۔

بَابُ بَيَانِ الْوَسْوَسةِ فِي الْإِيمَانِ وَ مَا يَقُولُهُ مَنْ وَجَدَهَا

ایمان میں وسوسہ کا بیان اور وسوسہ کے وقت کیا کہنا چاہیے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کر گئے کہ ہماری دلوں میں بعض ایسے خیالات آتے ہیں جن کا بیان کرنا بھی ہم گناہ سمجھتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا واقعی ایسے خیالات آتے ہیں؟ انھوں نے عرض کیا جی ہاں! فرمایا یہ تو دین ایمان ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی اور فرمایا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وسوسہ کے متعلق روایت کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ محض ایمان ہے۔

۲۴۸۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ جَعْفَرَ بْنَ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ جَاءَ نَاسٌ مِنَ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَسَا لَوْهًا إِنَّا نَجِدُ فِي أَنْفُسِنَا مَا نَتَخَفُ أَحَدَنَا أَنْ يَعْلَمَهُ بِهِ قَالَ أَوْ قَدْ وَجَدْتُمْوه قَالُوا نَعَمْ قَالَ ذَاكَ صَرِيحُ الْإِيمَانِ -

۲۴۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي عَدِيَّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ وَحِيدَةَ بِنْتِ مِهْمَدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ جَبَلَةَ عَنْ أَبِي رَزَاقَةَ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ اسْمَعِيلَ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ جَرَّابٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ زُرَّيْقٍ وَكَانَ هَذَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْوَحْدَانِ -

۲۵۰۔ حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ يَعْقُوبَ الْقُشَيْرِيُّ قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ بْنَ هِشَامٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحَمْسِ عَنْ مُغِيرَةَ عَنْ ابْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْوَسْوَسةِ فَقَالَ ذَلِكَ مَخْفُوعٌ الْإِيمَانِ -



٢٥١ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ  
عَبَّادٍ وَاللَّعْظُ لَهُمْ قَالَا ثنا سفيان عن عوف بن  
عمر عن أبيه عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى  
الله عليه وآله وسلم لا يزال الناس يتساءلون  
حتى يعثروا هذا خلق الله اخلقهم من خلق  
الله فمن ذلك شيئا فليقل اميت  
بالحمد -

٢٥٢ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ حَدَّثَنَا أَبُو  
الْقَاسِمِ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْمَذْهَبِيُّ عَنْ هِشَامِ بْنِ  
عُرْوَةَ قَالَ بَيْنَمَا الْأَسْنَادَانِ يَسْتَوْنَ اللَّهَ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أَيُّ الشَّيْطَانِ أَحَدُكُمَا  
فَيَقُولُ مَنْ خَلَقَ السَّمَاءَ مَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ  
فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ثُمَّ ذَكَرَ بِمِثْلِهِ وَنَزَّادَ  
وَنُزِّلَ .

٢٥٣ - حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ بْنُ  
حَمِيدٍ جَمِيعًا عَنْ يَعْقُوبَ قَالَ زُهَيْرُ حَدَّثَنَا  
يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي إِسْحَاقَ  
عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الرَّبِيعِ أَنَّ  
أَبَاهُ مِيرَةً قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالِهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا الشَّيْطَانُ أَهْذَكَ قِيَقُولُ  
مَنْ خَلَقَ لَذَا وَكَذَا أَهْذَى يَقُولُ لَهُ مَنْ خَلَقَ رَبَّكَ فَإِذَا  
بَلَغَ ذَلِكَ فَلْيَسْتَعِذْ بِاللَّهِ وَلْيَسْتَعِزْ

٢٥٣ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ  
الْبَيْهَقِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي  
عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ أَخْبَرَنِي  
عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ أَبَاهُ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا أَيُّهَا الْعَبْدُ الشَّيْطَانُ  
يَقُولُ مَنْ خَلَقَ كَذَا وَكَذَا إِبْرَاهِيمَ هَوَيْتُ ابْنَ أَخِي  
ابْنَ شَهَابٍ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ ایک دوسرے سے سوالات کرتے رہیں گے حتیٰ کہ یہ کہا جائے گا کہ مخلوق کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ کو کس نے پیدا کیا ہے جس شخص کو اس بات سے میں کوئی تردد ہو وہ یوں کہے کہ میں اللہ پر ایمان لانا ہوں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی شخص کے پاس اگر شیطان کہتا ہے کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا، زمین کو کس نے پیدا کیا، وہ شخص کہتا ہے اللہ تعالیٰ نے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے لیکن اس میں "اور اس کے رسول پر" کا اضافہ ہے۔

حضرت البرہم پورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے  
کبھی شخص کے پاس شیطان آتا ہے، اور کہتا ہے  
کہ فلان فلان چیز کو کس نے پیدا کیا، حتیٰ اگر کہتا  
ہے تھا ہے رب کو کس نے پیدا کیا۔ جب کسی شخص  
کو ایسا تردد لاحق ہو تو وہ شیطان کے شر سے  
اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگے اور اپنی توجہ اس وسوسہ  
سے ہٹائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انسان کے پاس شیطان آتا ہے اور کہتا ہے فلان فلان چیز کو جس نے پیدا کیا۔ بقیہ حدیث مثل سابق ہے۔



۲۵۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِي عَدْنَانَ عَنْ جَدِّهِ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَّبِعُونَكَ عَيْنَ الْوَلَدِ حَتَّى يَفُوتُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَنَا فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ قَالَ وَهُوَ أَحَدٌ بَدَأَ رَجُلٌ فَقَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَدْ سَأَلَنِي الْكُفَّارُ وَهَذَا الثَّالِثُ أَوْ قَالَ سَأَلَنِي وَاحِدٌ وَهَذَا الرَّابِعُ -

۲۵۶۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَيَعْقُوبُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ عَمْرِو بْنِ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ مُحَمَّدٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَّبِعُونَ جَدِّكَ حَتَّى يَفُوتُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَنَا فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ قَالَ وَهُوَ أَحَدٌ بَدَأَ رَجُلٌ فَقَالَ صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ قَدْ سَأَلَنِي الْكُفَّارُ وَهَذَا الثَّالِثُ أَوْ قَالَ سَأَلَنِي وَاحِدٌ وَهَذَا الرَّابِعُ -

۲۵۷۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ الزُّبَيْرِ عَنْ جَدِّهِ النَّظَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ حَدَّثَنَا عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَزَالُ النَّاسُ يَتَّبِعُونَكَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ حَتَّى يَفُوتُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَنَا فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ قَالَ قَبِيصًا أَنَا فِي الْمَسْجِدِ إِذَا جَاءَ فِي نَاسٍ مِنَ الْأَعْرَابِ فَقَالُوا يَا أَبَا هُرَيْرَةَ هَذَا اللَّهُ خَلَقَنَا فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ قَالَ فَآخَذَ حَقِّي بِكَفِّمْ قَرَمًا هُمُ الَّذِينَ قَالُوا قَوْمًا قَوْمًا صَدَقَ خَلْقِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

۲۵۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا كَثِيرُ بْنُ هِشَامٍ حَدَّثَنَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ تم سے غلطی سمجھتے کرتے ہیں گے یہاں تک کہ کہیں گے ہم کو اللہ نے پیدا کیا ہے تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے اس وقت حضرت ابو ہریرہ کسی شخص کا ہاتھ کپڑے جوڑے تھے، پھر کہنے لگے اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا، مجھ سے دو شخص یہی سوال کر چکے ہیں اور یہ تمہیں سب سے یا کہا مجھ سے ایک شخص یہ سوال کر چکا ہے اور یہ دوسرا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہی روایت مرقفہ کر رکھی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ تم سے سوالات کرتے رہیں گے کہ اللہ تو ہے لیکن اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ راوی کہتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، اسی دوران کچھ دیہاتی آئے اور کہنے لگے اے ابو ہریرہ! اللہ تو ہے لیکن اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟ یہ سن کر حضرت ابو ہریرہ نے مسی بھر کر ان کی طرف کشمکشیاں پھینکیں اور کہا چلو یہاں سے اٹھو میرے آٹا نے سچ فرمایا تھا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگ تم سے



ہر چیز کے بارے میں سوالات کریں گے یہاں تک کہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ تو اللہ کو کہیں نے پیدا کیا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ  
تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا:  
”تمہاری امت ہر چیز کے بارے میں پوچھتی رہے گی  
کہ یہ کیا ہے؟ یہ کیا ہے؟“ حتیٰ کہ کہے گی کہ اللہ تعالیٰ  
نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے تو اللہ کون سے  
پیدا کیا ہے؟

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت  
ذکر کی ہے مگر اس میں فتہاری امت کے الفاظ نہیں  
ہیں۔

مِنْ الْأَوَّامِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَيْنَا لَنَاكَمُ النَّاسُ عَنْ كُلِّ  
شَيْءٍ حَتَّى يَقُولُوا اللَّهُ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ مِنْ شَيْءٍ -

٢٥٩ - حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمِيرٍ بْنُ نُدْلَةَ  
الْحَضْرَمِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا مُحَمَّدٍ عَنْ قُضَيْلٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ  
فُلَيْلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
إِنَّ أُمَّتَكَ لَازِرَةُ الْوَنِّ يَفْقَهُونَ مَا كُنَّا نَعْنِي  
يَقُولُوا هَذَا اللَّهُ خَلَقَ الْخَلْقَ فَمَنْ خَلَقَ اللَّهُ  
تَعَالَى

٢٦٠ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ  
جَرِيرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَرِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ  
حُسَيْنَ بْنَ عَلِيٍّ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجْوَى عَنْ  
عَنْ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ  
بِهِ أَهْلُ الْبَيْتِ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ  
قَالَ قَالَ قَالَ قَالَ قَالَ قَالَ قَالَ قَالَ قَالَ قَالَ قَالَ

شیطان و سوسوں کی دو قسمیں

**شیطان و موسیٰ کی دو قسمیں**  
 ہے ہذا انسان شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرے اور اپنی توبہ اس موسیٰ سے ہٹا لے۔  
 علامہ یحییٰ بن شرف فرماتی کہتے ہیں:

علامہ مازری نے کہا کہ ظاہر حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان وساوس کو دفع کرنے کے لیے ان سے اعراض کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ اس وسوسہ کو بغیر کسی دلیل کے نہ ذکر دیا جائے۔ علامہ مازری نے کہا بعض وسوسے قرآن میں استنقار نہیں پاتے، ان کو دفع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ان سے اعراض کر لیا جائے اور یہ حدیث اسی صورت پر محمول ہے اور جو امور اس طرح ظاہری ہوں اور کسی دلیل پر مبنی نہ ہوں ان کو اسی طرح مستتر ذکر دینا چاہیے اور جو خواطر کسی دلیل اور ثبوت پر مبنی ہوں اور قرآن میں مستتر ہو جائیں ان کو ثبوت دلیل کے مستتر نہ نہیں کیا جاسکتا اس لیے ان کو غور و فکر سے باطل کرنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کے وجود پر دلیل اور شیطان کے شبہ کا ابطال



تہ ان مجید کا وجود اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان، اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے ثبوت کے لیے کافی ہے، تاہم شیطان کے دوسرے کے ابطال کے لیے عرض ہے کہ شیطان کا یہ کہنا کہ فلاں فلاں چیز کو اللہ نے پیدا کیا تو پھر اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے، اس قاعدہ پر مبنی ہے کہ ہر چیز اور ہر شے کا کوئی خالق ہونا چاہیے اور یہ قطعاً باطل ہے کیونکہ اس صورت میں یہ لازم آئے گا کہ موجودات کا کسلسلہ کہیں ختم نہ ہو اور ہر چیز سے پہلے ایک چیز ہو اور موجود سے پہلے ایک موجود ہو اور یہ قطعاً باطل ہے اس لیے کسی نہ کسی موجود کو آخری موجود ماننا ہو گا جو سب سے پہلے ہو اور اس سے پہلے کوئی نہ ہو، اس کا ہونا ضروری ہو اور نہ ہونا محال ہو، وہی سب کا خالق ہے اور اس کا کوئی خالق نہیں ہے اسی موجود کو ہم اللہ اور رب العالمین سے تعبیر کرتے ہیں۔ نیز یہاں اس بات کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ ایک چیز سے خلاق عقل ہونا مثلاً ایک چیز ایک وقت سیاہ بنی ہو اور سفید بھی ہو جس کو اجتماع ضدین کہتے ہیں اور ایک ہے مادہ عقل ہونا، یعنی جو چیز عقل کی پہنچ اور گرفت سے باہر ہو اس کائنات کے ہزاروں اسرار ایسے ہیں جن تک صدیوں پہلے عقل کی پہنچ نہیں تھی اور آج ان کو عقل نے پایا ہے اور اسی طرح اب بھی لاتعداد اسرار اور حقائق ایسے ہیں جن تک عقل نہیں پہنچ سکی، لیکن ان کا انکار نہیں کیا جاسکتا، اس تمہید کے بعد واضح ہو گیا کہ ایسی حقیقت جو سب سے پہلے ہو اور اس سے پہلے کوئی نہ ہو جو سب کی خالق ہو اور اس کا خالق کوئی نہ ہو، جو کہتا ہے کہ مادہ عقل ہر ممکن خلاق عقل ہرگز نہیں ہے اس لیے اس کا انکار ہرگز نہیں کیا جاسکتا۔ اور اقرار اس لیے ضروری ہے کہ اس نظام کائنات کو بنانے اور چلانے کا اس کے سوا کوئی سچا ویدار نہیں ہے، جن فرشتوں، ہیروں، دیوتوں، درختوں، حیوانوں، عناصر اور گواکب کو لوگوں نے خدا مانا اور ان کی عبادت کی ان میں سے کسی نے خدائی کا دعویٰ نہیں کیا، اور قیامت کے دن یہ سیاسی دعویٰ سے بات کا اظہار کریں گے اور جن انسانوں نے از خود خدائی کا دعویٰ کیا وہ لوگوں کے سامنے پہلے آئیں گے اور لوگوں کے سامنے مر گئے اور ان کا نام و نشان مٹ گیا، اور یوں ان کی خدائی باطل ہو گی، الغرض اس کائنات کو بنانے، چلانے اور ناکارنے کا اللہ قلے کے سوا اور کوئی سچا ویدار نہیں ہے، اسی لیے وہی سچا خدا ہے اور اسی کو ماننا ضروری ہے۔

بھولی قسم کھا کر کسی مسلمان کا حق مارنے پر  
دورخ کی وعید

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص بھولی قسم کھا کر کسی مسلمان کے حق پر قبضہ کرے اللہ قلے اس پر جہنم واجب اور رحمت حرام کہہ دیتا ہے۔ ایک

بَابٌ دَرَعِيدٍ مِّنْ اَقْتَطَعَ حَقَّ مُسْلِمٍ  
بِغَيْرِ عِلْمٍ فَاجْرَتُهُ بِالنَّارِ

۴۶۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَثَوْبَانُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ اِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ اَيُّوبَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ اَمَّا الْعَدَاءُ وَهَؤُلَاءِ عِبْدُ الرَّحْمَنِ مَوْتَى



شخص نے عرض کیا یا رسول! اگرچہ وہ معمولی چیز ہی کیوں نہ ہو، آپ نے فرمایا اگرچہ وہ پیلوں کے درخت کی ایک شاخ ہی کیوں نہ ہو۔

الْحَوَاقِ عَنْ مُعْبِدِ بْنِ كَعْبٍ التَّمِيمِيِّ عَنْ أَخِيهِ  
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ عَنْ أَبِي أُمَامَةَ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مِمَّنْ اقْتَنَطَمَ  
حَقٌّ امْرِيٍّ مُسْلِمٍ بِسِمِينِهِ فَقَدْ أَوْحَبَ اللَّهُ  
لَهُ النَّارَ وَحَرَّمَ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ وَ  
إِنْ كَانَ شَيْئًا يَسِيرًا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَإِنْ  
قُضِيَ بَيْنَ قَوْمٍ آتَاكَ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا:  
اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۲۴۲- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ طَحْطَا  
بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَهُوَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جُمَيْعٍ عَنْ أَبِي  
أُمَامَةَ عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ  
كَعْبٍ أَنَّ سَمِعَةَ أَخَا عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَعْبٍ قَدْ حَدَّثَنَا  
أَنَّ أَبَا أُمَامَةَ الْحَارِثِيَّ حَدَّثَنَا أَنَّ سَمِعَةَ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص  
نے کسی مسلمان کا حق مارنے کے لیے جھوٹی قسم کھائی،  
قیامت کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کریگا  
تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، اسی دوران حضرت  
اشعث بن قیس آئے اور پوچھا کہ ابو عبد الرحمن (عبد اللہ  
بن مسعود) نے کیا بیان کیا ہے، لوگوں نے وہ حدیث  
سنائی، حضرت اشعث بن قیس نے کہا ابو عبد الرحمن نے  
سچ کہا یہ حکم میرے ہی بارے میں نازل ہوا تھا۔  
ایک شخص کی شرکت میں میں میں میری زمین تھی، رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس شخص کے ساتھ  
میرا اس زمین کے بارے میں اختلاف ہو گیا، رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کیا تمہارے پاس  
کوئی گواہ ہے، میں نے عرض کیا نہیں، آپ نے فرمایا  
پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا، میں نے عرض کیا حضور  
و تو جھوٹی قسم کھا اے گا، آپ نے فرمایا جو شخص کس

۲۴۳- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ  
نَا وَكَيْفَرٌ وَحَدَّثَنَا ابْنُ كَعْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ  
وَكَيْفَرٌ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ التَّمِيمِيِّ  
وَالْكَفْظُ لَمْ يَأْتِ أَنَا وَكَيْفَرٌ قَالَ أَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي  
قَالِي عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ  
صَبْرٍ يَفْقِطُ بِهَا مَالًا امْرِيٍّ مُسْلِمٍ هُوَ فِي مِمَّا  
فَاجِرٌ لَيْفَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ غَضَبَانِ  
كَانَ قَدْ خَلَّ الْأَشْعَثُ ابْنُ قَيْسٍ فَقَالَ مَا يَحْدِثُكُمْ  
أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالُوا كَذَا وَكَذَا قَالَ مَدَقَ  
أَبُو عَبْدِ الرَّحْمَنِ فِي ذِكْرِكَ كَأَنَّهُ بَيْنِي وَبَيْنَ  
رَجُلٍ أَرْضٍ يَأْتِيهِمْ وَفَاحَصَمْتُ إِلَى الْيَقِينِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ لَكَ بِبَيْتَةٍ  
فَقُلْتُ لَا قَالَ فَبَيْتُهُ قُلْتُ إِنْ يَحْدِثُ  
فَقَالَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَسَلَّمَ عِنْدَ ذَلِكَ مَنْ حَلَفَ عَلَى يَمِينٍ صَبْرٍ



يَقْتَضِيَنَّ بِهَا مَالٌ أَمْوِيٌّ مُسْلِمٌ هُوَ فِيهَا كَاجِرٌ  
لَيْفَى اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْكَ غَضْبَانٌ فَذَلِكُمْ  
إِنْ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ  
ثُمَّ يَنْقُضُونَ إِلَيْهِ الْخِيَارَ الْأُولَى -

مسلمان کا مال کھانے کی خاطر جھوٹی قسم کھائے گا قیامت  
کے دن جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو  
اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا اس موقع پر یہ آیت نازل  
ہوئی (ترجمہ) جو لوگ اللہ کے عہد اور اس کی قسموں کے بدلے میں متاع  
لیتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں (آخر آیت  
تکمیل پڑھیں)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص  
کسی مسلمان کا ناحق مال حاصل کرنے کے لیے جھوٹی  
قسم کھائے گا وہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ  
سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض  
ہوگا۔ باقی حدیث حسب سابق ہے لیکن اس میں من  
کی جگہ کوئی کے جگہ سے کا ذکر ہے۔

۲۶۴ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ  
جَبْرِ بْنَ مَنصُورٍ عَنْ أَبِي دَاوُدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
قَالَ مَنْ خَلَفَ عَلَى يَمِينٍ لَيْسَتْ حَقٌّ بِهَا مَالٌ  
هُوَ فِيهَا فَاجِرٌ لَيْفَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَيْكَ غَضْبَانٌ  
ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ الْأَعْمَشِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ  
كَانَتْ بَيْتِي وَبَيْتُ رَجُلٍ خُصُومَةً فِي بَيْتٍ  
فَاخْتَصَمْنَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ فَقَالَ شَاهِدَا لَكَ أَوْ يَمِينُهُ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص  
کسی مسلمان کا ناحق مال لینے کے لیے جھوٹی قسم  
کھائے گا جب قیامت کے دن وہ شخص اللہ  
تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس  
سے ناراض ہوگا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اس کے مطابق قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی :  
(ترجمہ) "جو لوگ اللہ کے عہد اور اس کی قسموں کے بدلے میں متاع  
لیتے ہیں ان کا آخرت میں کچھ حصہ نہیں (آخر  
آیت تک پڑھیں)

۲۶۵ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ النَّخَعِيُّ قَالَ سَمِعْتُ  
سُفْيَانَ عَنْ جَامِعِ بْنِ أَبِي مَالِكٍ وَعَبْدِ الْمَلِكِ  
ابْنِ أَبِي سَعِيدٍ سَمِعَا شَيْمُوسَ بْنَ سَلَمَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ  
ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ خَلَفَ عَلَى مَالٍ  
أَمْوِيٍّ مُسْلِمٍ بِغَيْرِ حَقٍّ لَيْفَى اللَّهِ وَهُوَ عَلَيْكَ  
غَضْبَانٌ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ ثُمَّ قَالَ لَعَلَّكَ رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مُصَدِّقًا مِمَّا فِي كِتَابِ اللَّهِ  
عَزَّ وَجَلَّ إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللَّهِ وَأَيْمَانِهِمْ  
ثُمَّ يَنْقُضُونَ إِلَيْهِ الْخِيَارَ الْأُولَى -

حضرت داؤد بن جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں  
دو شخص حاضر ہوئے، ایک مقام حضرت مروت سے  
امیر دوسرا کندہ سے، حضرت نے کہا یا رسول اللہ  
اس شخص نے میرے باپ کی طرف سے لی ہوئی

۲۶۶ - حَدَّثَنَا مُتَنَبِّئَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابُو بَكْرِ  
ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَهَذَا دُونُ الشَّيْخِ وَأَبُو عَاصِمٍ  
الْحَفِيفِيُّ وَالْفُطَيْمِيُّ لَقِيتُمَا قَالُوا سَمِعْنَا أَبَا الْوَلَدِ  
عَنْ سَمَاءَ عَنْ عَلْقَمَةَ بِنْتِ دَاوُدَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ  
جَاءَ رَجُلٌ مِنْ خَصْمَةِ مَوْتٍ وَرَجُلٌ يَمِينٌ كَذَّابٌ



زمین کو مجھ سے چھین لیا، کندی نے کہا وہ میری زمین ہے اور میرے تصرف میں ہے میں اس میں زراعت کرتا ہوں اس شخص کا اس میں کوئی حق نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرمی سے پوچھا تمہارے پاس گواہ ہیں، انہوں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا پھر اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہو گا، حضرمی نے کہا یا رسول اللہ! یہ گواہی ہے، جھوٹ پر قسم اٹھانے کا یہ کسی چیز سے پرہیز نہیں کرتا۔ آپ نے فرمایا تمہارے لیے اس کے علاوہ اند کوئی صورت نہیں ہے۔ جب کندی قسم کھانے کے لیے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر اس شخص نے اس کا مال کھانے کے لیے قسم کھائی تو اللہ سے جب ملاقات کرے گا وہ اس سے ناراض ہو گا۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھا کہ میں دو شخص ایک زمین کے بارے میں لڑتے ہوئے آئے، ایک شخص نے کہا جس کا نام امراء الغنیں بن مابس کندی تھا کہ یا رسول اللہ! زائد جاہلیت میں اس شخص نے میری زمین چھین لی تھی، اس کا حریف ربیعہ بن عبدان تھا، آپ نے فرمایا تمہارے پاس گواہ ہیں؟ اس نے کہا میرے گواہ نہیں ہیں آپ نے فرمایا پھر یہ قسم کھا کے گا؟ اس نے کہا پھر یہ میری زمین لے جائے گا، آپ نے فرمایا تمہارا قسم کسے سوا اور کوئی حق نہیں، جب اس کا حریف قسم کھانے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص ظلم سے کسی کی زمین چھین لے وہ جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہو گا، امام مسلم نے کہا اس کی روایت میں اس کا نام ربیعہ بن عبدان ہے۔

إِلَى الَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ الْخَصْمُ يَحْيَىٰ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ هَذَا أَقْدَمَ عَلَيَّ عَلَى أَرْضِي لَوْ كَانَتْ لِي فِي فَقَالَ أَلَيْسَ يَحْيَىٰ أَرْضِي فِي يَدِي أَرَدَ عَنْهَا كَيْسَ لَهُ فَيُعْطَا حَقُّ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِلْخَصْمِ يَحْيَىٰ أَلَيْسَ يَدُوكَ كَالَّذِي كَذَبْتَ فَكَانَ يَعْزِيئُهُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ الرَّجُلَ قَاجِرٌ لَا يَبَالِي عَلَى مَا حَلَفَ عَلَيْهِ وَلَيْسَ بِشَوَّارٍ مِنْ شَيْءٍ فَقَالَ كَيْسَ لَكَ مِنْهُ إِلَّا ذَلِكَ مَا تُلْقِي لِيْخْلِفَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَمَّا أَذِنَا لِمَنْ حَلَفَ عَلَى مَالِهِ لِيَأْكُلَهُ ظُلْمًا لِيُفْقِنَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَنْهُ مُعْرِضٌ -

۲۶۷ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَإِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ جَمِيعًا عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ قَالَ زُهَيْرُ بْنُ هَاشِمٍ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ كَانَ تَابُو عَوَانَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ خَلْقَةٍ بَنِي وَائِلٍ عَنْ قَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ كُنْتُ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ - صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَكَانَ أَبُو رَجُلَيْنِ يَخْتَصِمَانِ فِي أَرْضٍ فَقَالَ أَحَدُهُمَا إِنَّ هَذَا الْتَزَى عَلَى أَرْضِي يَا رَسُولَ اللَّهِ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَهُوَ امْرُؤٌ أَنْقَسِي بْنُ عَابِسٍ الْكِنْدِيُّ وَخَصْمُهُ رَبِيعَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ بَيْنَكَ كَذَبٌ كَيْسَ لِي بَيْنَهُ فَقَالَ يَعْزِيئُهُ قَالَ إِذَا أَذْهَبَ بِمَا قَالَ كَيْسَ لَكَ إِلَّا ذَلِكَ قَالَ فَلَمَّا قَامَ لِيْخْلِفَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنِ اقْتَطَعَ أَرْضَنَا ظُلْمًا لِيْخْلِفَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَهُوَ عَلَيْهِ عَظِيمٌ قَالَ إِسْحَاقُ فِي رِوَايَتِهِ رَبِيعَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ -



باطن میں قضا نافذ نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کا حدیث الباب سے استدلال | حدیث نمبر ۲۶۱  
 جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کے حق پر قبضہ کرے اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کو واجب اور جنت کو حرام کر دیتا ہے۔  
 علامہ سیکی بن شرف نور دیکھتے ہیں:

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان کے حق پر قبضہ کا ذکر فرمایا ہے مال پر قبضہ کا ذکر نہیں فرمایا،  
 اس میں یہ نکتہ ہے کہ یہ حکم اس صورت تکمیلی شامل جس میں مسلمان کا مال نہ ہو لیکن حق ہو مثلاً مردار کی کھال چونکہ نجس  
 ہے اس لیے مال نہیں ہے لیکن اس سے نفع اٹایا جاسکتا ہے اس لیے وہ مسلمان کا حق ہے، اسی طرح اڑواں  
 میں باریوں کی تقسیم مال نہیں ہے لیکن مسلمان کا حق ہے، لہذا جو شخص جھوٹی قسم کھا کر کسی مسلمان کے اس حق  
 کو مارنا چاہے گا وہ بھی اس وعید میں داخل ہوگا۔

ایک سوال یہ ہے کہ مسلمان کا حق مارنا گناہ کبیرہ ہے تو اس کبیرہ کے ارتکاب سے جنت کیونکر حرام ہوگئی؟  
 اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے حلال سمجھ کر جھوٹی قسم کھائی اور مسلمان کا حق مارا وہ کافر ہو گیا اس پر جنت حرام  
 ہو گئی اور دوسرا جواب یہ ہے کہ جھوٹی قسم کھانے والا اس سزا کا مستحق ہے اور ممکن ہے اس کو معاف کر دیا  
 جائے یا اس پر ابتداء جنت میں دخول حرام ہوگا اور بعد میں داخل ہو جائے گا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”جس شخص نے مسلمان کا حق مار لیا اس پر جہنم واجب ہے۔“  
 اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ فوری کا حق مارنا حرام ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شدید وعید کہ جب وہ اللہ تعالیٰ  
 سے ملاقات کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوگا، یہ اس شخص کے پاس سے ہے جو مسلمان کا حق مارے، رمل  
 قریب تو یہ چند کہ اس کا حق مارنا بھی حرام ہے لیکن اس پر اتنی شدید وعید نہیں ہے۔ یہ جواب ان علماء کے مذہب  
 پر ہے جو مفہوم مخالف کا اعتبار کرتے ہیں اور جو مفہوم مخالف کا اعتبار نہیں کرتے ان پر اعتراض وارد نہیں ہوتا  
 قاضی عیاض نے کہا اس حدیث میں مسلمان کا ذکر اس لیے خصوصیت کے ساتھ کیا گیا ہے کہ احکام شرعیہ کے عام  
 مخاطبین اور مالکین مسلمان ہیں اور فوری مخاطب نہیں ہیں البتہ معاملات میں ان کو مسلمانوں کے حکم میں رکھا گیا ہے  
 نیز یہ سزا اس شخص کے لیے ہے جس نے کسی مسلمان کا حق مارا اور بغیر توبہ کے نہ گیا لیکن جو شخص اپنے  
 فضل پر نادم ہو، اس نے توبہ کی، اور حق دار کو اس کا حق واپس کر دیا یا اس سے معاف کر لیا اور دوبارہ ایسا نہ  
 کرنے کا پختہ عزم کر لیا اس سے یہ گناہ اور سزا ساقط ہو جاتی ہے۔

اس حدیث میں امام مالک، امام شافعی، امام احمد اور عہد فقہاء کے اس نظریہ پر دلیل ہے کہ حاکم کے فیصلہ  
 سے کسی شخص کے لیے وہ چیز مباح نہیں ہوتی جس کا وہ مالک نہ ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب  
 تمہارے پاس گناہ نہیں ہیں تو اس شخص کی قسم پر فیصلہ ہوگا، اس کے باوجود قسم کھانے والے کے لیے فرمایا اگر  
 اس نے جھوٹی قسم کھا کر ناحق مال یا ترانہ تقاضا اس سے ناراض ہوگا، اس سے معلوم ہوا کہ حاکم کے فیصلہ سے  
 اس کے لیے وہ چیز مباح نہیں ہوتی، اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب حاکم فیصلہ کرے تو وہ چیز اس کے لیے ہلال ہو جاتی ہے۔

سطح - علامہ سیکی بن شرف نور دیکھتے ہیں ۲۶۱ ج ۱، شرح مسلم ج ۱، ص ۸۱، مطبوعہ دارالحدیث مداحی المطابع کراچی، ۱۳۸۵ھ







حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا تمہیں نہیں معلوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنا مال بچانے میں مارا جائے وہ شہید ہے۔

عَبْدُ الرَّحْمَنِ أَنَّ لَنَا كَانَ يَكُونُ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَفْيَانَ مَا كَانَ يَتَشَرُّوْا إِلَيْهِمْ فَكَرِبَ حَالُهُ بَيْنَ النَّاسِ إِلَى عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرِو وَتَوَعَّظَهُ حَالُهُ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو: أَمَا عَلِمْتَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قُتِلَ دُونَ مَالِهِ فَهُوَ شَهِيدٌ. ۲۷. وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ حَاتِمٍ قَالَ قَامَ مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرٍ وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ أَنَّ النَّوْفَلِيَّ قَالَ كَانَ أَبُو عَامِرٍ كَلَامًا عَنِ ابْنِ مُجَرِّجٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

امام مسلم نے ایک اور سند ذکر کے بیان کیا کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حدیث نمبر ۲۷ میں ہے جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا وہ شہید ہے۔ علامہ یحییٰ بن شریف فرماتے ہیں:

**شہید کی وجہ تسمیہ**

اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ یہ زندہ ہوتا ہے کیونکہ اس کی روح اس وقت جنت میں شاہد (حاضر) ہو جاتی ہے اس کے بر خلاف دوسرے مسلمانوں کی رو میں قیامت سے پہلے جنت میں حاضر نہیں ہوتی گی، ابن الانباری نے کہا اللہ تعالیٰ اور فرشتے اس کے لیے جنت کی گواہی دیتے ہیں اور شہید مشہورہ کے معنی میں ہے، ایک قتل یہ ہے کہ اس کو شہید اس لیے کہتے ہیں کہ جیسے ہی اس کی روح نکلتی ہے وہ اپنے ثواب اور عزت و کرامت پر شاہد (حاضر) ہوتا ہے، ایک قتل یہ ہے کہ رحمت کے فرشتے اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں اور اس کی مدح کو نکال لیتے ہیں، ایک قتل یہ ہے کہ اس کا نیکی پر خاتمہ اس کے ایمان کی شہادت دیتا ہے، ایک قتل یہ ہے کہ اس کا خون اس کی شہادت کی گواہی دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے رنجوں اور خون کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

شہید کی تین قسمیں ہیں:

**فقہاء شافعیہ کے نزدیک شہید کی اقسام اور احکام** (۱) جو شخص اسلام کی سربرداری کے لیے کفار کے خلاف لڑتا ہوا میدان جنگ میں مارا جائے، وہ دنیاوی احکام اور آخری احکام میں شہید ہے اس کو غسل دیا جائے گا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

(۲) جو شخص اجر کے لحاظ سے شہید ہو وہ دنیاوی احکام میں شہید نہیں ہے، مثلاً جو پیٹ کی بیماری میں ہلاک ہوا، جو طاعون میں ہلاک ہوا، جو دیوار یا چھت کے نیچے آکر مرایا جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا گیا اور اس طرح کے دوسرے لوگ جن پر احادیث میں شہید کا اطلاق کیا گیا ہے، ان کو غسل بھی دیا جائے گا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی اور آخرت میں ان کو شہداء کا ثواب ملے گا، البتہ پہلی قسم کے شہداء سے ثواب کم ہوگا۔

(۳) جس شخص نے مال غنیمت میں خیانت کی احادیث میں اس کو شہید کہنے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ دنیاوی احکام



میں شہید ہے یعنی اس کو قتل دیا جائے گا نہ اس کی ناز جنازہ پڑھی جائے گی اور آخری حکم کے لحاظ سے یہ شہید نہیں ہے  
یعنی اس کو شہادت کا اجر نہیں ملے گا۔ ۱۷

**فقہاء احناف کے نزدیک شہید کے احکام** | شافعی کا مذہب ہے، امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے: شہید کے جو احکام علامہ نوری نے بیان کیے ہیں وہ امام  
علامہ ابوالحسن الرضائی کہتے ہیں:

جس شخص کو مشرکین قتل کر دیں یا جو میدان جنگ سے زخمی اٹھایا جائے (پھر مر جائے) یا جس کو مسلمان غلام قتل کر  
دیں اور اس قتل کی وجہ سے دیت واجب نہ ہو وہ شہید ہے اس کو کفن دیا جائے گا اور اس کی ناز جنازہ پڑھی  
جائے گی اور اس کو قتل نہیں دیا جائے گا کیونکہ وہ شہداء اُحد کے حکم میں ہے اور امام فاضل اور امام احمد نے یہاں  
کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کذا نھوں اور عورتوں پر کپڑا ڈال دو اور ان کو غسل دو اور اس مسئلہ  
میں امام شافعی نے ناز جنازہ میں ہماری مخالفت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ شہادت سے ان کے گناہ مٹا دیے جاتے ہیں اس  
لیے وہ ناز جنازہ سے مستثنیٰ ہیں، ہم کہتے ہیں کہ میت پر ناز جنازہ پڑھنا اس کی تکفیم کے لیے ہے اور شہید تکفیم  
کے لیے زیادہ لائق ہے اور جو گناہوں سے پاک ہو وہ دعا سے مستثنیٰ نہیں ہوتا جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور  
بچہ کیونکہ آپ اور بچہ دونوں گناہوں سے پاک ہیں اور دونوں کی ناز جنازہ پڑھی جاتی ہے۔ ۱۸  
اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عقبۃ بن عامر ان النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم خرج یوماً فصلی علی اهل احد  
صلاته علی المیت ۱۹  
حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے  
اور آپ نے شہداء اُحد پر اس طرح ناز جنازہ پڑھی  
جس طرح میت پر ناز پڑھی جاتی ہے۔

اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے جو روایت ہے کہ آپ نے شہداء اُحد پر ان کے عورتوں میں  
دفن کرنے کا حکم دیا، ان کو قتل دیا گیا نہ ناز جنازہ پڑھی گئی، یہ روایت ہمارے غلات نہیں ہے، کیونکہ یہ ثابت  
ہے کہ آپ نے ان کی ناز جنازہ پڑھی ہے اس لیے یا تو یہ حدیث ناسخ ہے اور ناز پڑھنا منسوخ ہے یا مبنی  
یہ ہے کہ شہداء پر ناز جنازہ پڑھنا واجب نہیں ہے، دفن کے بعد بھی ان کی ناز جنازہ پڑھنا جائز ہے  
شہداء کی اقسام اور مکمل تصاویر کا بیان امام ربیع کے حوالہ جات کے ساتھ ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس  
میں بیان کیا ہے اور اس سلسلہ میں احادیث کے حوالوں سے شہداء کی بیسیاں اقسام بیان کی ہیں، اس سے پہلے  
کسی نے شہداء کی اس قدر اقسام کی تحقیق نہیں کی، یہ بحث ہمارے تفصیلات میں ہے۔

۱۷۔ علامہ بیہقی بن شرف نوری شافعی متوفی ۶۷۲ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۸۱، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۸۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر الرضائی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۱۷۳، لمطضا، مطبوعہ اسلامی کمیٹی کراچی

۱۹۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۹، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ



## بَابُ اسْتِحْقَاقِ الْوَالِيِ الْغَاشِ لِرَدِّ عَيْتِهِ النَّاسَ

۲۴۱۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ  
أَبَا أَلَيْسَ مَقْبِلَ بْنَ الْحَسَنِ قَالَ عَادَ عُبَيْدُ اللَّهِ  
ابْنُ زِيَادٍ مَعْقِلَ بْنَ يَسَّارٍ الْمُرِّيَّ فِي مَوْضِعٍ  
الَّذِي مَاتَ فِيهِ فَقَالَ مَعْقِلُ إِنِّي مُخَدِّثُكَ  
حَدِيثًا سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَعَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَوَيْلَتُ أَنْ لِي حَيَاةٌ مَا حَدَّثْتُكَ  
إِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ مَا مِنْ عَبْدٍ لَيْسَ رِجْلُهُ فِي اللَّهِ رَحِيمَةً يَمُوتَ يَوْمَ  
يَمُوتُ وَهُوَ غَاشٍ لِرَدِّ عَيْتِهِ إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ

۲۴۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا يُزَيْدُ  
بْنُ زُرَّارٍ عَنْ يُونُسَ بْنِ الْحَسَنِ قَالَ دَخَلَ عُبَيْدُ  
اللَّهُ بْنُ زِيَادٍ عَلَى مَعْقِلِ بْنِ يَسَّارٍ وَهُوَ وَجَعٌ  
فَقَالَ فَقَالَ إِنِّي مُخَدِّثُكَ حَدِيثًا لَمْ أَكُنْ حَاقًّا لَكَ  
إِنْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
لَا يَسْتَوِي اللَّهُ عَبْدًا رَحِيمَةً يَمُوتَ يَوْمَ يَمُوتُ  
وَهُوَ غَاشٍ لَهَا إِلَّا حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ  
قَالَ أَلَا كُنْتَ حَدَّثْتَنِي بِهَذَا قَبْلَ الْيَوْمِ قَالَ  
مَا حَاقَّ لَكَ أَوْ لَمْ أَكُنْ لِحَدِيثِكَ

۲۴۳۔ وَحَدَّثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ نَازِكٍ قَالَ  
لَنَا حُسَيْنُ بْنُ يَحْيَى الْجُعْفِيُّ عَنْ مَرَّادٍ عَنْ  
هَشَامٍ قَالَ قَالَ الْحَسَنُ كُنَّا عِنْدَ مَعْقِلِ  
بْنِ يَسَّارٍ نَعُودُ لَهُ فَجَاءَهُ عُبَيْدُ اللَّهِ ابْنُ  
زِيَادٍ فَقَالَ لَكَ مَعْقِلُ إِنِّي مُخَدِّثُكَ حَدِيثًا  
سَمِعْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ ثُمَّ ذَكَرَ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمَا

رعایا کے ساتھ خیانت کرنے والے حاکم کے  
لیے دوزخ کی وعید

عبد اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ  
کے مرض الموت میں ان کی میادت کے لیے آیا تو حضرت  
معقل نے فرمایا میں تم کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جس  
سرمیں نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے  
اور اگر مجھے یہ خیال ہوتا کہ میں ابھی کچھ عرصہ اور زندہ رہوں گا  
تو میں تم کو یہ حدیث دے سنا تا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا حاکم بنایا  
ہو اور وہ ان کے حقوق میں خیانت کرے تو اللہ تعالیٰ نے  
اس پر جنت حرام کر دے گا۔

عبد اللہ بن زیاد مرض الموت میں حضرت معقل بن  
کی میادت کے لیے آیا اور ان کا حال پوچھا حضرت  
معقل نے کہا میں تم کو ایک ایسی حدیث سناتا ہوں جس  
میں نے تم سے پہلے بیان نہیں کی تھی رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ لوگوں کا حاکم  
بنائے اور وہ ان کے حقوق میں خیانت کرے تو اللہ  
تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دے گا عبد اللہ بن زیاد  
نے کہا تم نے آج سے پہلے یہ حدیث کیوں نہ بیان کی؟  
حضرت معقل نے کہا میں اس وقت سے پہلے اس  
حدیث کو بیان کرنا نہیں چاہتا تھا۔

عبد اللہ بن زیاد حضرت معقل بن یسار رضی اللہ  
عنہ کی میادت کے لیے آیا حضرت معقل نے کہا میں تم کو  
ایک حدیث سناتا ہوں جسے میں نے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم سے خود سنا ہے، بقیہ حدیث حسب سابق  
ہے۔







أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ وَوَحْدَةُ بْنُ أَبِي مُرَّةٍ  
قَالَ كُنَّا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ زَيْدِ  
بْنِ وَهَبٍ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كُنَّا رُسُلًا لِلَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَكُنَّا نَحْمِلُ خِيَارَ قَدَرِ آيَاتِ  
أَحَدِهِمَا وَأَنَا أَتَنَظَّرُ الْأَخْرَجَةَ كُنَّا آتِينَ  
الْأَمَانَةَ كُنَّا نَزَلَتْ فِي جَنَابِ قُلُوبِ الرِّجَالِ  
ثُمَّ نَزَلَ الْقُرْآنُ فَعَلِمْنَا مِنَ الْقُرْآنِ  
وَعَلِمْنَا مِنَ السُّنَنِ شَخْرَةَ كُنَّا عَنْ رَفِيعِ  
الْأَمَانَةِ قَالَ يَتَأَمَّرُ الرَّجُلُ النُّوْمَةَ فَتَقْبَضُ  
الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ فَيُظَلُّ أَكْرَهًا مِثْلَ الْوَكْتِ  
ثُمَّ يَتَأَمَّرُ النُّوْمَةَ فَتَقْبَضُ الْأَمَانَةُ مِنْ قَلْبِهِ  
فَيُظَلُّ أَكْرَهًا مِثْلَ الْمَجْلِدِ كَجَسَدٍ خَرَجَتْ  
عَلَيْهِ جِلْدُكَ فَتَقْبَضُ دَرَاهِمُ مُلْتَبِتَةً لَا تَبْسُ  
فِيهِ شَيْءٌ ثُمَّ أَخَذَ حَصَى فَخَرَجَهُ عَلَى  
رَجُلِهِ فَيَضِيقُ النَّاسُ يَتَكَبَّرُ يَتَكَبَّرُ  
أَحَدٌ يُشَوِّدِي الْأَمَانَةَ حَتَّى يَفْأَلِ رَيْتَ فِي  
بَيْتِي مُلَاكِ رَجُلًا أَمِينًا حَتَّى يَقَالَ لِلرَّجُلِ  
مَا أَجَلُكَ مَا أَطَرَفَكَ مَا أَغْلَقَكَ وَمَا فِي  
قَلْبِكَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ خَرَدٍ مِنْ إِيْمَانٍ وَكَفَرٍ  
أَنْتَ عَلَى مَا مَاتَ وَمَا بَالِي أَيْكُمْ بَا يَعْنِي  
لَيْسَ كَانَ مُسْلِمًا لَيْسَ كَانَ عَلَى وَبَيْتِهِ وَلَكِنْ  
كَانَ تَصَرُّفًا أَوْ يَتَوَدَّى لَيْسَ كَانَ عَلَى  
مَارِعِيَّةٍ وَأَمَّا الْيَوْمَ فَمَا كُنْتُ يُؤْتَى بِكُمْ  
إِلَّا فُلَانًا وَفُلَانًا

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے حدیثیں بیان کی  
تھیں ایک تو پوری ہو چکی ہے اور دوسری کا میں انتظار کروں گا  
آپ کے فرمایا کہ امانت لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتری پھر قرآن  
نازل ہوا اور لوگوں نے قرآن اور حدیث کا علم حاصل کیا پھر رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے امانت اکٹھا جانے کی حدیثیں گویا بیان کی اور فرمایا  
ایک شخص تھوڑی دیر سوئے گا، اور امانت اس کے دل سے نکل جائے گی  
اور پھلے رنگ کی طرح اس کا نشان رہ جائے گا پھر وہ شخص تھوڑی  
دیر سوئے گا اور امانت اس کے دل سے نکل جائے گی۔  
اور پھلے کی طرح اس کا اثر رہ جائے گا جس طرح  
بیر کے نیچے انگارہ آنے سے ابلہ پڑ جاتا ہے،  
اور اسی کے اندر کچھ نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے ایک کٹیڑی  
لی لی اس کو اپنے پیر پر رکھ دیا اور فرمایا پھر لوگ  
غریب و فریخت کریں گے اور ان میں سے کوئی امانت  
اور دیانت داری سے کام نہیں لے گا۔ حتیٰ کہ لوگ  
کہیں گے کہ فلاں قبیلہ میں ایک دیانت دار شخص ہوا کرتا  
تھا اور یہ کہ فلاں شخص کس قدر میدار و مغر، خوش مزاج  
اور زبردست ہے۔ لیکن اس کے دل میں ایمان کا ایک  
ذرہ بھی نہیں ہے اس کے بعد حضرت عبداللہ نے فرمایا  
ایک وہ وقت تھا جب میں ہر شخص سے پیر کس کھینکے  
اور حدیث کے غریب و فریخت کر لیتا تھا اور سوچتا تھا کہ  
یہ شخص اگر مسلمان ہے تو اس کا دین اس کو عبادت سے  
روکے گا، اور اگر وہ یہودی یا نصرانی ہے تو مانگ کے  
خون سے عبادت نہیں کرے گا لیکن اس زمانے میں  
میں فلاں فلاں شخص کے علاوہ غریب و فریخت میں اور  
کسی پر اعتماد نہیں کرتا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس  
سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۲۷۶ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ أَبِي مُرَّةٍ وَوَكَيْعَ  
عَنِ ابْنِ إِسْمَاعِيلَ قَالَ أَخْبَرَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ جَعَلْنَا  
عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْحَدِيثِ مِثْلَهُ



۲۷۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ  
قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَالِدٍ يَعْزِي سُلَيْمَانَ بْنَ حَبَّانَ  
مَنْ سَعِدَ بَيْنَ طَاهِرٍ عَنْ رُبْعِي عَنْ حَدَّثَ يَفْعًا  
قَالَ كُنَّا عِنْدَ عُمَرَ فَقَالَ أَيُّكُمْ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْفَيْتَنَ فَقَالَ  
قَوْمٌ مَرَّتَيْنِ سَمِعْنَا فَقَالَ لَعَلَّكُمْ تَقْنُؤُونَ وَتَنْتَنُ  
الرَّجُلَ فِي أَهْلِهِ وَوَالِيهِ وَجَارِهِ مَا لَكُمْ أَجَلٌ  
قَالَ يَذْكُرُ كُفْرَهُ هَذَا الصَّلَاةُ وَالْقِيَامَةُ وَالْجَمْعُ  
الْقِدَامَةُ وَلَكِنْ أَيُّكُمْ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ الْبَيْتَ كَمَا مَوْجِ  
الْبَحْرِ قَالَ حَدَّثَ يَفْعًا مَا سَكَتَ الْقَوْمُ فَقُلْتُ  
أَنَا مَا لَ أَنْتَ بِذَلِكَ أَبُولُ قَالَ حَدَّثَ يَفْعًا  
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ  
سَلَّمَ يَقُولُ تَقْنُؤُ صَنِ الْفَيْتَنَ عَلَى الْقُلُوبِ  
كَالْحَصِيرِ عَوْدًا عَوْدًا فَإِنَّ قَلْبَ الشُّرْبِهَا  
تَكُنْ فِيهِ تَكْنُةٌ مُسَوِّدَةٌ وَآيُ قَلْبِ الْكُفْرِهَا  
تَكُنْ فِيهِ تَكْنُةٌ بَيْضَاءُ حَتَّى تَصِيرَ عَلَى  
قُلُوبَيْنِ عَلَى أَيْضِ مِثْلِ الصَّفَا فَتَذْهَبُ  
فِي تَكْنُةٍ مَاءَ دَامَتِ الْقُلُوبُ وَالْأَرْضُ وَالْأَنْحُ  
أَسْوَدُ مُرَبَّأً كَانُكَوْرٍ مُبْهَمِيًّا لَا يَعْرِفُ  
مَعْرُوفًا وَلَا يُنْكِرُ مُنْكَرًا إِلَّا أَشْرَبَ عَنْ  
هُوَ قَالَ حَدَّثَ يَفْعًا وَحَدَّثَ أَنَّ بَيْنَكَ  
وَبَيْنَهَا بَابًا مَخْلُفًا يُوشِكُ أَنْ يُكْسَرَ فَقَالَ  
عُمَرُ كَسَرًا إِلَّا بَابَ تَكْ فَتَكُونُ أَتَمَّ فَيَنْجُو لَعَلَّ  
كَانَ يُعَادُ قُلْتُ لَا بَلْ يُكْسَرُ وَحَدَّثَ أَنَّ  
ذَلِكَ الْبَابُ رَجُلٌ يُقْتَلُ أَوْ يَمُوتُ عِيًّا  
لَيْسَ بِأَدْعَا لِيُطْ قَالَ أَبُو حَالِدٍ  
فَقُلْتُ لِسَعْدِ يَا أَبَا مَالِكٍ مَا أَسْوَدَ  
مُؤَبَّادًا قَالَ شَيْدَا الْبَيَا حَنِ فِي

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے  
حضرت عمر نے ہم سے مخاطب ہو کر فرمایا تم میں سے  
کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فتنوں  
کا ذکر سنا ہے، بعض لوگوں نے کہا ہم نے سنا ہے  
حضرت عمر نے فرمایا تم نے شاید فتنوں سے روکتے  
مرا دیے ہوں جو کسی شخص کو اس کے اہل و عیال مال  
اور پڑوس میں دست و پاش ہوتے ہیں، انہوں نے اس بات  
میں جواب دیا، حضرت عمر نے فرمایا ان فتنوں کا کفارہ  
تو نماز روزہ اور زکوٰۃ سے ادا ہوتا ہے لیکن تم  
میں سے کسی نے ان فتنوں کے بارے میں سنا  
ہے جو دنیا کی طرح اڑ کر اٹھیں گے، حضرت عبداللہ  
کہتے ہیں کہ جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو میں نے  
کہا کہ میں نے ان فتنوں کا ذکر سنا ہے، حضرت عمر نے  
فرمایا اللہ تمہارے باپ پر رحمت کرے جس کو اللہ تعالیٰ  
نے تم جیسا بیٹا عطا کیا تم نے ضرور سنا ہو گا، حضرت عبداللہ  
نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں کے  
دلوں پر اس طرح بے درپے تفتہ داروں ہوں گے جن  
طرح چٹائی کے ٹکے ایک دوسرے سے جوڑتے ہوتے  
ہیں اور جو دل ان فتنوں میں سے کسی ایک تفتہ کو قبول  
کرے گا اس میں ایک سیاہ نقطہ پڑ جائے گا اور جو  
دل اس کو قبول نہیں کرے گا اس میں ایک سفید نشان  
پڑ جائے گا، بہر حال اس دور میں دو قسم کے دل ہوں گے  
ایک سفید جس کو کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکے گی جب  
تک زمین و آسمان قائم رہیں گے، اور ایک سیاہ جو  
اوندھے لہٹے کی طرح ہو گا جسکی پر عمل کرے گا نہ  
جہان کا انکار کرے گا، صحت اپنی خواہشات پر عمل  
کرے گا، حضرت عبداللہ نے حضرت عمر سے کہا لیکن  
آپ کے اور ان فتنوں کے درمیان ایک مفضل روزہ



سَوَادٍ قَالَ قُلْتُ كَمَا الْكُفْرُ مُجْتَبِيًا قَالَ  
مَنْكُوسًا -

ہے جو مقرب توڑ دیا جائے گا، حضرت عمرؓ نے کہا توڑ  
دیا جائے گا؟ تمہارا باپ نہ رہے اگر وہ دروازہ کھول  
دیا جاتا تو پھر بند ہو سکتا تھا، حضرت حذیفہؓ نے کہا نہیں  
وہ دروازہ توڑ دیا جائے گا، اور اس دروازہ سے مراد  
ایک شخص ہے جس کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ سیدھی  
اور صاف بات ہے، کوئی سمجھارت نہیں ہے، ابو خالد  
نے کہا میں نے سعدؓ سے کہا اے ابوامامہ! "اسود  
مراد لاکھا مسمیٰ ہے، انھوں نے کہا سیاہ چیز میں سخت  
سفیدی میں نے کہا "کوڑھجی" لاکھا مسمیٰ ہے؟ انھوں  
نے کہا اوندھا لوٹا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ جب حضرت عمر رضی  
اللہ عنہ کی مجلس سے اٹھ کر آئے تو کہنے لگے کہ کل میں  
جب امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھا  
ہوا تھا تو انھوں نے فرمایا تم میں سے کسی شخص نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فتوے کے بارے  
میں کوئی حدیث سنی ہے۔ بقیہ حدیث حسب سابق  
ہے۔

حضرت حذیفہ بن بیان رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ہم سے پوچھا کہ تم میں  
سے کسی شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
فتوے کے بارے میں کوئی حدیث سنی ہے حضرت  
حذیفہؓ نے کہا میں نے سنی ہے، بقیہ حدیث حسب  
سابق ہے۔

۶۸ - وَحَدَّثَنِي ابْنُ أَبِي عُمَرَ حَدَّثَنَا مَرْوَانُ  
الْقَزَائِمِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو مَالِكٍ الْأَشْجَعِيُّ عَنْ رَبِيعٍ  
قَالَ لَمَّا قَدِمَ رَحَدُ يَفَّةَ مِنْ عِنْدِ عُمَرَ جَسَسَ بَعْضُ نَفَا  
كَفَّالَانَ أَوْيَدَ الْمُؤْمِنِينَ أَمْيِسَ نَفَا جَسَسَتْ  
إِلَيْهِ سَأَلَ أَمْعَابَهُ أَيُّكُمْ يَحْفَظُ قَوْلَ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ وَسَأَلَ  
الْحَدِيثَ يَمِثِلُ حَدِيثَ أَبِي خَالِدٍ وَلَهُ كُرُ  
تَفْسِيرَ أَبِي مَالِكٍ يَقُولُ مَرْبَا ذَا الْمُجْتَبِيَا.

۶۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الْعَمَشِ وَعُمَرُ بْنُ  
عَبَّاسٍ وَعُتْبَةُ بْنُ مَكْرَمٍ الْعَمَشِيُّ قَالَ لَمَّا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ  
بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَلِيمَةَ التَّيْمِيَّةِ عَنْ تَعِيْبِ بْنِ  
أَبِي هِنْدٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ جَدَّاشٍ عَنْ رَحَدِ يَفَّةَ أَنَّ  
عُمَرَ قَالَ مَنْ يُحَدِّثُنَا أَوْ قَالَ أَيُّكُمْ يَحَدِّثُنَا  
وَرَبِيْعُهُ حَدَّثَنَا مَا قَالَ رَسُولُ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْفِتَنِ قَالَ  
حَدَّثَنَا يَفَّةَ أَنَا وَسَأَلَ الْحَدِيثَ كَتَبُوا حَدِيثَ أَبِي  
مَالِكٍ عَنْ رَبِيعٍ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ وَقَالَ  
حَدَّثَنَا يَفَّةَ حَدَّثَنَا حَدِيثًا لَيْسَ بِالْأَخْلَاطِ وَقَالَ  
يَعْنِي أَنَّهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ



عبادات کے کفارہ ہونے کا بیان | حدیث نمبر ۲۷۷ میں ہے، کسی شخص کو اس کے اہل و عیال، مال اور پیشوں میں جو فتنے لاحق ہوتے ہیں ان کا نافر، روزہ اور زکوٰۃ سے کفارہ

ادا ہو جاتا ہے:

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

ان الحسنات یذہبن السيئات

بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

ہمارے زمانہ کے بعض علماء نے کہا کہ نافر اور وضو سے گناہ کبیرہ اور صغیرہ دونوں مٹ جاتے ہیں انہوں نے اس حدیث کے ظاہری مفہوم سے استدلال کیا ہے، اور مناجاتی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے: جب کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے منہ سے گناہ نکل جاتے ہیں۔ ابو عمرو نے کہا یہ جہالت ہے اور مرحبہ کی روایت ہے، اس قسم کی احادیث کو کس طرح عموم پر محمول کیا جاسکتا ہے جبکہ قرآن مجید میں اس طرح کی آیات بہ کثرت ہیں:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا تَوْبُوا إِلَى اللَّهِ تَوْبَةً نَصُوحًا۔ (تحریر: ۸۱)

اے ایمان والو! اللہ کی طرف صاف دل سے توبہ کرو۔

اگر وضو کرنا، نافر پڑھنا اور دیگر نیکیوں کو بجالانا گناہوں کے مٹانے کے لیے کافی ہو جاتا تو توبہ کی ضرورت نہ ہوتی، اسی طرح روزے، صدقہ و خیرات اور امر بالمعروف اور نہی منکر کے باعث ہے، اور تحقیق یہ ہے کہ جب گناہ کبیرہ سے اعتقاد کیا جائے تو عبادات صغائر کے لیے کفارہ ہو جاتی ہیں۔

حضرت حذیفہ کی حدیث کے بھارت نہ ہونے کا بیان | اس حدیث میں ہے:

بات ہے کوئی بھارت نہیں ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

حضرت حذیفہ کا مطلب یہ تھا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور سچی حدیث ہے، اس میں اجتہاد اور رائے کا دخل نہیں ہے، اور اس سے غرض یہ تھی کہ دروازہ حضرت عمرؓ میں اور ان کو قتل کر دیا جائے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضرت حذیفہ کو علم تھا کہ حضرت عمرؓ کو قتل کر دیا جائے گا لیکن انہوں نے یہ ناپسند کیا کہ حضرت عمرؓ سے یہ کہا جائے کہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا کیونکہ حضرت عمرؓ کو علم تھا کہ اس دروازے سے مراد وہ خود ہیں اس لیے انہوں نے ایسی عبارت پیش کی جس سے غرض بھی حاصل ہو اور صراحتہ حضرت عمرؓ کے قتل کا ذکر بھی نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ قتلوں اور اسلام کے درمیان حضرت عمرؓ ایک دروازہ تھے تو جب تک حضرت عمرؓ رضی اللہ عنہ زندہ رہیں گے فتنے نہیں آسکتے اور جب حضرت عمرؓ فوت ہو جائیں گے تو اسلام میں فتنے دیر نہیں لگے۔

۱۱۱



بَابُ بَيَانِ أَنَّ الْإِسْلَامَ بَدَأَ غَيْرُ نَبِيٍّ وَسَيَعُودُ  
غَيْرُ نَبِيٍّ وَأَنَّهُ يَأْتِي بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ  
۲۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ قَالَ ابْنُ عُمَرَ  
بَشِيرًا عَنْ مَرْوَانَ الْقَزَائِرِيِّ قَالَ قَالَ ابْنُ عُبَادَةَ مَا  
مَرْوَانَ عَنْ يَزِيدَ يَعْنِي ابْنَ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَدَأَ الْإِسْلَامُ غَيْرُ نَبِيٍّ وَسَيَعُودُ  
كَمَا بَدَأَ غَيْرُ نَبِيٍّ فَطُلُوْفِي لِلْغُرَبَاءِ

۲۸۱ - حَدَّثَنَا ابْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ رَافِعٍ وَالْفَضْلُ بْنُ سَهْلٍ  
الْأَعْمَرِيُّ قَالَا حَدَّثَنَا شَيْبَةُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ قَالَ نَافِعُ  
قَالَهُ ابْنُ مُحَمَّدٍ الْأَعْمَرِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ  
عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْإِسْلَامَ  
بَدَأَ غَيْرُ نَبِيٍّ وَسَيَعُودُ غَيْرُ نَبِيٍّ كَمَا بَدَأَ وَهُوَ يَأْتِي  
بَيْنَ الْمَسْجِدَيْنِ كَمَا تَأْتِي الْحَيَّةُ فِي جُحْرِهَا

۲۸۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ لَنَا  
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعْمِرٍ وَأَبُو سَامَةَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ  
بْنِ عُمَرَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُعْمِرٍ قَالَ لَنَا ابْنُ عُمَرَ  
عَبِيدُ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ  
عَنْ حَفْصِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الْإِيمَانَ  
لَيَأْتِي إِلَى الْإِيمَانِيَّةِ كَمَا تَأْتِي الْحَيَّةُ إِلَى جُحْرِهَا

اسلام ابتداء میں اجنبی تھا اور انتہا میں بھی اجنبی  
ہو جائے گا اور دو مسجدوں میں گھس جائے گا۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام ابتداء میں اجنبی تھا  
اور آخر میں بھی پہلے کی طرح اجنبی ہوگا، سو اجنبیوں کو یہ  
نورید مبارک ہو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام ابتداء میں  
اجنبی تھا اور آخر میں بھی پہلے کی طرح اجنبی ہوگا اور اخیر  
دور میں اسلام مسجد نبوی اور کعبۃ اللہ میں چلا جائے گا  
جیسے سانپ اپنے سوراخ میں چلا جاتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان اس طرح بھٹ  
کر مدینہ میں چلا جائے گا جس طرح سانپ اپنے بل میں چلا  
جاتا ہے۔

اول آخر میں اسلام کے اجنبی ہونے سے کیا مراد ہے؟

غریب کا لغوی معنی اجنبی ہے اسی مناسبت سے عربی میں مسافر کو غریب کہتے ہیں۔ علامہ نووی نے اس حدیث میں غریب  
سے مہاجرین مراد لیے ہیں لیکن یہ واضح نہیں ہے، کیونکہ ہجرت کے بعد کا دور اسلام کے پھیلنے پھرنے کا زمانہ تھا۔ اسلام کی  
ابتداء کا زمانہ نہیں تھا۔ اسی طرح قرب قیامت دور کے مسلمانوں کو مہاجرین قرار دینا بھی مناسب نہیں ہے، لیکن جسے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمان کا مطلب یہ ہو کہ جب اسلام کی ابتداء ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرب کے سامنے



توحید کا پیغام ہمیشہ کیا تو اس مشرک کا نہ نضائیں یہ ایک غیر مانوس اور اجنبی قوم تھا اور اہل اسلام بھی اس مشرک کا نہ مانوس میں اپنے منفرد معمولات کی وجہ سے اجنبی سمجھتے جاتے تھے اور یہی حال قرب قیامت میں ہو گا جب لوگ مادیت اور لادینی کے غلط میں لغو ہونے لگے ہوں گے اس وقت ایک آدمی شخص جس اسلامی تعلیمات میں جوڑ دلا ہوا ہو گا وہ اس دور کے لوگوں کے لیے قطعاً غیر مانوس اور اجنبی ہو گا۔ چنانچہ اس کی ایک جھلک اب بھی محسوس کی جاتی ہے جو لوگ مغربی تمدن اور ثقافت اپنا چکے ہیں ان کے دل اسلامی روایات غیر مانوس اور اجنبی ہیں۔

اس حدیث میں اسلام اور ایمان کو سانپ کے ساتھ تشبیہ دی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اخیر دور میں مسلمان اس قدر زیادہ بے راہ روی اور نفس پرستی کا شکار ہو چکے ہوں گے کہ اسلامی تعلیمات پر عمل کرنا انھیں سانپ کے زہر کی طرح و مہشت ناک معلوم ہو گا۔ یا جس طرح سانپ کو دیکھ کر لوگ پتھر مار تے ہیں اور اسے ہدکاتے ہیں حتیٰ کہ وہ اپنے بل میں چلا جاتا ہے اسی طرح آخری زمانہ میں ہر طرف سے لوگ اسلام پر طعن کریں گے، اسلامی روایات اور اقدار کا مطلق انکار جائے گا، اسلامی احکام پر پھبتیاں کسی جاہل کی جس کی وجہ سے بالآخر اسلام اپنے مرکز یعنی حرمین کرمین کی طرف لوٹ جائیگا، جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر طرف سے سمٹ کر مسلمان مکہ اور مدینہ میں چلے جائیں گے۔

بَابُ ذَهَابِ الْإِيمَانِ إِحْرَازُ الزَّمَانِ

٢٨٣ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا شُعْبَانُ  
حَدَّثَنَا هَمَادُ بْنُ أَبِي عَدُوٍّ عَنْ أَبِي  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُوا السَّاعَةَ  
حَتَّى لَا يُقَالَ فِي الْأَرْضِ اللَّهُ اللَّهُ

٢٨٣ - حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ أَخْبَرَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ  
أَخْبَرَنَا مَعْمَرٌ عَنْ قُتَيْبَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُومُوا السَّاعَةَ عَلَى  
أَحَدٍ يَقُولُ اللَّهُ اللَّهُ -

بِأَجْوَابِ الْإِسْتِشْرَارِ بِإِلَى إِيْمَانٍ لِلْخَائِفِ

٢٨٥ - حَدَّثَنَا أَبُو يَكْرِبُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَمُحَمَّدُ بْنُ  
عَبْدِ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ وَالْقَاسِمُ بْنُ كُرَيْبٍ  
قَالُوا حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ  
عَنْ حَدِيقَةَ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَحْضُوا إِلَيَّ كُمُ يَتْلِفُ الْإِسْلَامَ  
وَقَالَ فَعَلْنَا نَادَى رَسُولُ اللَّهِ أَنْ خَافَ عَدُوَّهُ وَنَحْنُ

اخیر زمانہ میں ایمان کا رخصت ہو جانا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہمک زمین پر اللہ اللہ کا آواز آتی رہے گی قیامت قائم نہیں ہوگی۔

حضرت افس ریحی اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایسے  
شخص یہ قیامت قائم نہیں ہوگی جو اللہ اللہ کرے والی ہو۔

خوفزدہ شخص کے لیے ایمان مخفی رکھنے کا جواز

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شمار کرو کس قدر مسلمان ہو چکے ہیں، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو دشمن کا خوف ہے، واللہ ہم جاسری تعداد چھ سات سو ہے۔ فرمایا تم نہیں جانتے شاید تم کسی آزمائش میں مبتلا ہو جاؤ۔ حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ پھر ہم آزمائش میں مبتلا ہو گئے شی کہ ہم میں



مَا يَمِينُ الْبَيْتِ مَائَةً إِلَى الشَّعْبِ مَا كُنَّا نَكْفُوهُ لَا تَدْرُونَ لَعَنَكُمْ أَنْ تَبْتَلُوا قِتَالَ فَنَابُكِلِينَا حَتَّى جَعَلَ الرَّجُلُ مَتًّا لَا يَصِلُ إِلَى الْأَسَدِ -

سے بعض لوگ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔

اس حدیث میں ہے: یا رسول اللہ! کیا آپ کو دشمن کا خوف ہے، حالانکہ ہمارے قتل و جرح سے لے کر سات سو

تک ہے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے روایت کیا ہے، ہم نے آپ کے لیے پندرہ سو نسخے لکھے، اور امام بخاری کی ایک اور روایت میں ہے: ہم نے ان کو پانچ سو پایا، ان روایات میں اس طرح تطبیق ہوگئی ہے کہ دونوں بچے اور مرد لے کر پندرہ سو ہوں، اور چھ سو سے لے کر سات سو تک کی جو روایت ہے اس سے مراد صرف مرد ہوں، لیکن امام بخاری نے کتاب السیر میں روایت کیا ہے ہم نے پندرہ سو مرد لکھے، اس لیے صحیح جواب یہ ہے کہ جس روایت میں چھ سات سو مردوں کا ذکر ہے اس سے مراد صرف مدینہ کے مرد ہیں اور جس روایت میں پندرہ سو مردوں کا ذکر ہے، اس سے مدینہ طیبہ اور اس کے مضافات کے مرد مراد ہیں۔

اس حدیث کے آخر میں ہے: حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ پھر ہم لوگ فتنوں میں مبتلا ہو گئے، حتیٰ کہ **تقیہ کی تحقیق** ہم میں سے بعض لوگ چھپ چھپ کر نماز پڑھتے تھے۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

یہ ان فتنوں کا بیان ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد برپا ہوئے تو بعض لوگ چپکے چپکے نماز پڑھتے تھے، اس خوف سے کہ وہ کسی فتنہ اور جنگ میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اس مقام پر ہم تقیہ کی بحث کرنا چاہتے ہیں۔

تسوان مجید میں ہے:

الایمان والے مؤمنوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جو ایسا کرے اس کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں، سوا اس کے کہ تم ان سے تقیہ و بچائی کرو اور اللہ تمہیں اپنے غضب سے ڈراتا ہے، اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جاتا ہے۔

الایمان المؤمنون الکافرین اولیاء من دون المؤمنون ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شئ الا ان تمسکوا منهم تقمة ۷ ویحذرکم اللہ نفسه والی اللہ المصیرۃ

زال ہمدان: ۲۸

علامہ البرکات جصاصی لکھتے ہیں:

یہ آیت تقیہ کے وقت الہام رکھ کر کے جواز کا تھا ضاکر بقی ہے اور اس کی تفسیر یہ آیت ہے: من کفر بالله من بعد ایمانه الا من اکره

جس شخص نے ایمان لائے کے بعد اللہ کے



و قلبہ مطمئن بالإیمان ولكن من ضرہم بالكفر  
صدرا فعليه غضب من الله ولهم  
عذاب عظیمہ

(نحلہ : ۱۰۶)

ساتھ کفر کیا (اس پر اللہ کا غضب ہے اور اس کے لیے  
بڑا عذاب ہے) مگر جس پر جبر کیا گیا اور اس کا دلی ایمان  
کے ساتھ مطمئن ہے (اس پر کوئی مواخذہ نہیں) ان  
جس نے کفر کے لیے اپنا سینہ کھول دیا تو ان کو گول پر  
اللہ کا غضب ہے اور ان کے لیے بڑا عذاب

جب کوئی شخص کسی مسلمان کو اظہار کفر پر مجبور کرے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لیے رخصت ہے کہ وہ  
جان بچانے سے لیے تکیہ کرے اور اظہار کفر کرے، اور دل میں اپنے ایمان پر قائم رہے۔ لیکن اس صورت  
میں تکیہ کرنا واجب نہیں ہے، بلکہ تکیہ کو ترک کرنا افضل ہے، ہمارے اصحاب نے یہاں ہے کہ جس شخص کو کفر پر  
مجبور کیا گیا اور اس نے کفر نہیں کیا حتیٰ کہ اس کو قتل کر دیا گیا تو وہ اس شخص سے افضل ہے جس نے جان بچانے  
کے لیے تکیہ کیا اور اظہار کفر کیا۔

مشہدین نے حضرت عیسیٰ بن ہدی کو گرفتار کر لیا، انھوں نے تکیہ نہیں کیا حتیٰ کہ ان کو شہید کر دیا گیا، اور  
مسلمانوں کے نزدیک وہ حضرت عمار بن یاسر سے افضل تھے جنھوں نے بطور تکیہ اظہار کفر کیا، پھر انھوں نے  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا، آپ نے پوچھا (تکیہ کے وقت) تم نے اپنے دل کو کس طرح  
پایا (تجربہ) انھوں نے کہا میرا دل ایمان سے مطمئن تھا، مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر وہ پھر مجبور کریں تو پھر تکیہ کر لینا،  
اور یہ رخصت تھی۔

روایت ہے کہ سیدہ کذاب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صحابہ کو پکڑ لیا، اور ان میں سے ایک سے  
پوچھا کیا تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! پھر پوچھا کیا تم میرے  
رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! تو اس نے اس صحابی کو چھوڑ دیا، پھر دوسرے کو پکڑ کر کہا کیا تم  
محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! سیدہ نے پھر پوچھا کیا تم میرے  
رسول ہونے کی گواہی دیتے ہو؟ اس صحابی نے کہا میرے کان بہرے ہیں! یہ مکالمہ تین بار ہوا پھر سیدہ نے  
اس صحابی کا سر تلے سے جدا کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر پیشی تو آپ نے فرمایا: یہ مقتول  
تو یہ اپنے ساتھی اور یقین پر گامزن رہا اور اس نے نصیحت کو پایا، سو اس کو مبارک ہو، اور یہ دوسرا تو اس نے  
اللہ کی رخصت پر عمل کیا سو اس کو بلا مت نہیں ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ تکیہ پر عمل کرنا رخصت ہے  
اور افضل تکیہ کو ترک کرنا ہے۔

ہمارے اصحاب نے کہا یہ وہ کام ہیں میں دین کا سرفرازی اور صبر بندی ہو اس کام کو جرات سے کر کے  
قتل ہو جانا تکیہ کی رخصت پر عمل کرنے سے بہتر ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ جو شخص اپنی جان پر کھیل کر دشمن سے  
جہاد کرے اور شہید ہو جائے وہ اس شخص سے افضل ہے جو اپنی جان بچا کر لے آئے۔ اللہ تعالیٰ نے قتل کے  
بعد شہداء کے احوال بیان فرمائے ہیں، ان کو عمدہ اور مروتی قرار دیا، اسی طرح دین کے اظہار کے لیے جان کر



خریج کرنا اور کفر کا اظہار نہ کرنا تقیہ کر کے جان بچالینے سے افضل ہے۔

**تقیہ کی تعریف اس کی اقسام اور اس کے شرعی احکام** علامہ سیوطی والوہی الا ان تتقوا منهم تقية

اس آیت میں تقیہ کی مشروعیت پر دلیل ہے، تقیہ کی تعریف یہ ہے: جان، عزت اور مال کو دشمنوں کے شر سے بچانا اور دشمن دو قسم کے ہیں ایک وہ جن کی دشمنی دین کے اختلاف کی وجہ سے ہو، جیسے کافر اور سلطان اور دوسرے وہ جن کی دشمنی اغراض دنیوی کی وجہ سے ہو، مثلاً مال، متاع، ملک اور امارت کی وجہ سے عداوت ہو، اس وجہ سے تقیہ کی بھی دو قسمیں ہوں گی۔

تقیہ کی پہلی قسم جو دین کے اختلاف کی وجہ سے عداوت پر مبنی ہو اس کا حکم شرعی یہ ہے کہ ہر وہ مومن جو کسی ایسی جگہ پر ہو جہاں مخالفین کے فتنہ کی وجہ سے اس کے لیے دین کا اظہار کرنا ممکن نہ ہو اس پر اس جگہ سے ایسی جگہ ہجرت کرنا واجب ہے جہاں وہ دین کا اظہار کر سکے اور اس کے لیے یہ بالکل جائز نہیں ہے کہ وہ دینی دشمنوں کی سرزمین میں رہے اور اپنے ضعف کا مظہر کر کے اپنے دین کو چھپائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی زمین بیعت و بیع ہے اگر ہجرت نہ کرنے میں ان کا کوئی قدر شرعی ہو مثلاً وہ رنگ بچنے، عورتیں اور نابینا بچوں یا قیدیوں جوں یا ان سے مخالفین نے یہ کہا ہو کہ اگر تم نے ہجرت کی تو جہنم کو قتل کرو گے یا تمہاری اولاد یا تمہارے ماں باپ کو قتل کر دیں گے، خواہ ان کی گزشتہ اڑاویں یا ان کو قیدیوں رکھ کر بھوکا مار دیں اور اس بات کا ظن غالب ہو کہ وہ اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنائیں گے، اس صورت میں ان کے لیے کافروں کی سرزمین میں رہنا جائز ہے اور یہ قدر ضرورت تقیہ کے ان کی موافقت کرنا جائز ہے اور ان پر واجب ہے کہ وہ اس علاقہ سے نکلنے کا جلد تلاش کریں اور اپنے دین کی حفاظت کے لیے وہاں سے نکل بھاگیں اور اگر مخالفین کسی منفعت کو سلب کرنے کی دھمکی دیں یا ایسی مشقت میں ڈالنے کی دھمکی دیں جس کا برداشت کرنا ممکن ہو مثلاً قید میں ڈال دیں اور قیدیوں کو مار دیں یا ان کو ماریں لیکن وہ ایسا منصب نہ جو جس سے انسان مر جائے تو پھر تقیہ کرنا اور دین میں ان کی موافقت کرنا جائز نہیں ہے اور جس صورت میں تقیہ جائز ہے اس صورت میں بھی ان کی موافقت کی نصحت ہے اور عزیمت یہ ہے کہ وہ اس صورت میں بھی تقیہ کرے اور اپنے دین کا اظہار کرے اور اگر اس کو دین کے اظہار کے جہنم میں مار ڈالا جائے تو وہ شہید ہے۔

جب کوئی مسلمان کفار کے علاقہ میں ہو اور اس کو دین کے اظہار کے سبب اپنی جان، مال اور عزت کا خطرہ ہو تو اس پر اس علاقہ سے ہجرت کرنا واجب ہے اور تقیہ کرنا اور کفار کی موافقت کرنا جائز نہیں ہے اس پر دلیل یہ ہے: **قرآن مجید میں ہے:**

ان الذین توختہم الذمکة ظالمی القوم قالوا فیہم کنتھ قالوا ما کنا مستضعفین ان الذین بے شک جن لوگوں کی جانبی فرشتے اس حال میں نبض کرتے ہیں کہ وہ اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے



فِي الدُّنْيَا قَالُوا لَوْلَا ارْضَى اللَّهُ وَاسِعَةً  
فَتْحَهَا جَدًّا فِيمَا هُنَا وَلِلَّذِي مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ  
وَسَاءَتْ مَصِيرًا إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ  
وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانَ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِيلَةً وَلَا  
يَهْتَدُونَ سَبِيلًا هَذَا وَلِئَلَّكَ عَسَى اللَّهُ أَنْ  
يَعْفُو عَنْهُمْ وَكَانَ اللَّهُ عَفُورًا

(نساء: ۹۹-۹۷)

تھے، فرشتے (ان سے) کہتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے؟  
وہ کہتے ہیں کہ ہم زمین میں بے بس تھے! فرشتے کہتے  
ہیں کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کر جاؤ؟  
یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اللہ وہ بڑا تمکال ہے  
مگر وہ لوگ جو واقعی بے بس اور مجبور ہیں جو بڑے عویس  
اور بچے جو لکھنے کا کوئی حیلہ نہ پاتیں اور نہ راستے  
سے واقف ہوں تو قریب ہے کہ اللہ ان سے درگزر  
فرمائے اور اللہ بہت مہربان فرماتے والا ہے۔  
مستضعفین والا ہے۔

جبر اور اکراہ کی صورت میں جان بچانے کے لیے تقیہ پر عمل کرنا نصحت اور تقیہ کو ترک کرنا عزیمت ہے  
اس پر دلیل یہ حدیث ہے:  
حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ سید کذاب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو اصحاب کو گرفتار کر لیا  
ان میں سے ایک سے پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اس نے کہا: ہاں!  
پھر دوسرا پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں اس نے کہا: ہاں! تو اس کو رہا کر دیا، پھر دوسرے کو پوچھا:  
کیا تم یہ گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا: ہاں، پھر پوچھا: کیا تم یہ گواہی دیتے  
ہو کہ میں اللہ کا رسول ہوں؟ اس نے کہا: ہاں! اور تین بار سوال کے جواب میں یہی کہا، مسلمان نے اس کا سترق  
سے جدا کر دیا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا جو شخص قتل ہوا اور اپنے صدق اور  
یقین پر گامزن رہا اس نے فیصلت کو حاصل کیا اس کو مبارک ہو دوسرے نے نصحت پر عمل کیا اس پر اس کو عطا  
نہیں ہے۔

تقیہ کی دوسری قسم یعنی جب مال، متاع اور امارت کی وجہ سے لوگوں سے عداوت ہو تو اس میں علانیہ اختلاف  
ہے کہ اس صورت میں آیا، ہجرت واجب ہے یا نہیں؟ بعض علماء نے کہا اس صورت میں بھی ہجرت واجب ہے کیونکہ  
اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَقْلِقُوا إِنَّا زَكَّيْنَاهُ إِلَى التَّهْلُكَةِ - (بقرہ: ۱۹۰)

اور اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔

دوسری دلیل یہ ہے کہ مال کو ضائع کرنے کی بھی شریعت میں ممانعت ہے۔

اور بعض علماء نے یہ کہا کہ کسی دنیاوی مصلحت کی وجہ سے ہجرت واجب نہیں ہوتی، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ  
جب اپنی جان یا اپنے شہر داروں کی جان کا یا اپنی اہل عزت کا خطرہ ہو تو حق یہ ہے، ہجرت واجب ہوتی ہے  
لیکن یہ عداوت اور قرب اپنی نہیں ہے جس کی وجہ سے ثواب حاصل ہو، کیونکہ اس ہجرت کا وجوب محض دنیاوی مصلحت  
کی وجہ سے ہے، دین کی حفاظت کی وجہ سے نہیں ہے اور ہر واجب پر ثواب نہیں ملتا، کیونکہ تحقیق یہ ہے کہ  
ہر واجب عبادت نہیں ہوتا بلکہ بہت سے واجبات پر ثواب نہیں ملتا جیسے عزت بھوک کے وقت کچھ کھانا واجب



ہے اور اس پر ثواب نہیں ہے، اسی طرح بیمار ہی میں جن چیزوں کے کھانے سے ضرر کا یقین ہو یا اس پر ظن غالب ہو ان سے احتراز کرنا واجب ہے اور صحت کی حالت میں ضرر صحت اور نہ ہر ہلکی اشیا کو کھانے سے احتراز کرنا واجب ہے۔ یہ ہجرت بھی اسی قسم کی ہے یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی شکل نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور ثواب آخرت کو مستلزم نہیں ہے (مستحق کے نزدیک اس میں بھی ثواب ہے کیونکہ جان اور عزت کو بچانا بھی شرعی حکم پر عمل ہے)۔

**مدارات کی تحقیق** بعض علماء نے یہ کہا کہ کافروں، فاسقوں اور ظالموں سے مدارات، نرم رقیہ اور نرم گفتاری اور ملائمت کرنا، ان سے میٹھی باتیں کرنا، ان سے ہنسنے مسکراتے اور خوشی سے ملنا بھی تقیہ کی ایک قسم ہے تاکہ انسان ان کی اقربیت رسائی، بدزبانی اور ان کے لمختوں بے عزتی سے محفوظ رہے اور یہ کفار سے دینی، محبت اور موالات کے حکم میں نہیں ہے جس سے منع کیا گیا ہے بلکہ یہ ایک جائز کام اور سنت ہے۔

امام دہلوی نے بھی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جس طرح مجھے نرائن قائم کرنے کا حکم دیا ہے اسی طرح مجھے لوگوں سے مدارات کرنے کا بھی حکم دیا ہے، ایک روایت میں ہے مجھے مدارات اُکے ساتھ مبطلت کیا ہے اور جامع میں ہے عنقریب تہمت سے پاس غضب ناک سوار آئیں گے تم ان کے ساتھ خوش دلی سے پیش آنا اور ان کو مر حبا کہنا، اور امام ابن ابی الدنیاء نے روایت کیا ہے کہ اللہ پر ایمان لانے کے بعد مثل کی بندگی یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ مدارات کی جائے، اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ مثل کی بندگی مدارات ہے، امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ لوگوں سے مدارات کرنا صدقہ ہے، امام ابن عدی اور امام ابن عساکر نے روایت کیا ہے جس شخص نے مدارات کے ساتھ نرمی گزاری اس کی موت شہادت ہوگی، اپنے مالوں سے اپنی عزتوں کی حفاظت کرنا اور ہم سے ایک شخص کو چاہیے کہ وہ اپنی زبان سے اپنے دین کی حفاظت کرے، امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اجازت طلب کی، اس وقت میں بھی حضور کے پاس تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ اپنی قوم کا بڑا آدمی ہے، پھر آپ نے اس کو اجازت دے دی، اور اس سے بہت نرم گفتگو کی، عجب وہ چلا گیا تو میں نے پوچھا یا رسول اللہ آپ نے اس کے متعلق فرمایا جو فرمایا تھا، پھر آپ نے اس کے ساتھ ملائمت سے بات کی؟ آپ نے فرمایا: اسے عائشہ! لوگوں میں سب سے بڑا شخص وہ ہے جس کی بدگامی کی وجہ سے لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۵) اور امام بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم لوگوں سے جنس کرتے ہیں اور ہمارے دل ان پر لعنت کرتے ہیں۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۰۵) ان کے علاوہ اور بہت احادیث ہیں، البتہ اتنی مدارات نہیں کرنی چاہیے جس سے دینی حیثیت نہ رہے اور کسی برائی کا ارتکاب ہو اور ان کے متعلق بدگمانی کی جائے۔

**تقیہ کے متعلق خارج کا نظریہ** تقیہ اور مدارات کی اس تحقیق کے بعد یہ جاننا چاہیے کہ خوارج اور شیعہ کے تقیہ کے متعلق دو متضاد نظریات ہیں، خوارج تو کہتے ہیں کہ کسی حال میں تقیہ کرنا جائز نہیں ہے، اور وہ دین کے مقابلہ میں جان، مال اور عزت کسی چیز کی حفاظت کا رعایت نہیں کرتے، اس نظریہ کے مطابق ان کے بہت عجیب اقوال ہیں، مثلاً وہ کہتے ہیں کہ ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو اور چہرہ اس کی بہت قیمتی چیز



لے جا رہا ہو تو وہ نماز قطع نہ کرے بلکہ اس پر نماز قطع کرنا حرام ہے، اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی حضرت بکر بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ پر طعن کرتے ہیں کہ وہ حالت نماز میں گھوڑے کی حفاظت کر رہے تھے کہ وہ انہیں بچا نہ جائے، تقیہ کے مسئلہ میں ان کے ہاں بہت تقریب ہے۔

**تقیہ کے متعلق شیعہ کا نقطہ نظر یہ** | شیعہ علماء کی تقیہ میں بہت مختلف اور مضطرب عبارات ہیں، بعض علماء نے یہ کہا کہ ضرورت کے وقت تمام اقوال میں تقیہ کرنا جائز ہے اور بعض اوقات کسی مصلحت کی وجہ سے تقیہ واجب ہوتا ہے اور ایسے کسی فعل میں تقیہ کرنا جائز نہیں جس سے مومن کا قتل ہو یا اس کے قتل کیے جانے کا فلن غالب ہو۔ مفید ہے کہا کہ تقیہ کرنا واجب ہوتا ہے اور کسی وقت میں تقیہ کرنا افضل ہوتا ہے۔ ابو جعفر طوسی نے کہا ظاہر الروایات میں یہ ہے کہ جب جان کا خطرہ ہو تو تقیہ کرنا واجب ہے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ مال کے خطرہ کے وقت بھی تقیہ کرنا واجب ہے اور عزت کی حفاظت کے لیے تقیہ کرنا مستحسن ہے، حتیٰ کہ سنت یہ ہے کہ جب شیعہ اہل سنت کے ساتھ جمع ہوں تو نماز، روزہ، اور باقی دینی امور اہل سنت کے مطابق کریں، انہوں نے بعض اہل بیت سے روایت کیا ہے کہ جس شخص نے کسی سختی کی اقتدار میں تقیہ نماز پڑھی، اس نے گویا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں نماز پڑھی، اور بعد میں اس نماز کے اعادہ میں ان کے مختلف اقوال ہیں۔ کسی ایک سنی سے مذہب شیعہ کو بچانے کے لیے تقیہ کی انفیست میں ان کا اختلاف ہے، بعض نے کہا جائز ہے، بعض نے کہا معمولی سے خوف یا معمولی سے لالچ کی بناء پر تقیہ کفر کو ظاہر کرنا واجب ہے، علماء شیعہ کے نزدیک تقیہ دین کی عظیم اصل ہے، حتیٰ کہ انہوں نے انبیاء علیہم السلام کی طرف بھی تقیہ منسوب کیا ہے، ان کی تقیہ سے اہم غرض خلفائے شیعہ رضی اللہ عنہم کی خلافت کو باطل کرنا ہے، اللہ ان سے پناہ میں رکھے۔

**تقیہ کے بطلان پر نقلی اور عقلی دلائل** | کتب شیعہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد و اصحاب کا تقیہ نہ کرنا ثابت ہے اور اس سے تقیہ کی وہ فضیلت بھی باطل ہوتی ہے جس کا انہوں نے اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے، بیچ اس بلاغہ حیران کے نزدیک کتاب اللہ کے بعد روئے زمین پر صحیح ترین کتاب ہے اس میں لکھا ہے: حضرت علی نے فرمایا: ایمان کی علامت یہ ہے کہ جہاں تم کو صدق سے نقصان اور کذب سے نفع ہو وہاں تم کذب پر صدق کو ترجیح دو، کہاں حضرت علی کا یہ ارشاد اور کہاں ان کا۔۔۔ "ان اکرمکھ عند اللہ اتقا کھ" کی یہ التبیہ کرنا، اللہ کے نزدیک مکرم وہ ہے جو زیادہ تقیہ کرے، اور اسی بیچ البلاغہ میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم اگر میرا دشمنوں سے مقابلہ ہو وہاں حائیکہ میں اکیلے ہوں اور ان کی تعداد سے تمام زمین بھری ہو تو مجھے کوئی پرواہ نہیں ہوگی، نہ گھبراہٹ ہوگی، کیونکہ جس گمراہی میں وہ مبتلا ہیں اور اس کے مقابلہ میں میں جس ہدایت پر ہوں اس پر مجھے بصیرت ہے اور مجھے اپنے رب پر یقین ہے اور مجھے اللہ سے ملاقات اور حسن ثواب کی امید ہے، حضرت علی کے اس ارشاد میں یہ دلالت ہے کہ حضرت امیر اکیلے ہوں اور دشمن بہت ہوں تب بھی وہ نہیں ڈرتے تو یہ کیسے متصور ہو سکتا ہے کہ تقیہ نہ کرنا ہے دینی ہو غیر عیاشی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے رضو کیا اور عوزوں پر مسج کہہ کے مسجد میں داخل ہوا، حضرت علیؑ نے



اور اس کی گدی پر ضرب لگا کر فرمایا افسوس! تو بے دشمن اور بڑھڑاہے! اس نے کہا مجھے عمر نے کہا تھا، حضرت علی اس کا اٹھ کر حضرت عمر کے پاس لے گئے اور باؤز بلند فرمایا، دیکھو یہ تمہارے متعلق کیا کہہ رہا ہے؟ حضرت عمر نے کہا ہاں اس کو میں نے مزدوں پر مسج کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس روایت میں یہ ذکر ہے کہ حضرت علی نے حضرت عمر سے بہ آواز بلند گفتگو کی اور تفتیہ نہیں کیا۔

تفتیہ کے بطلان پر واضح دلیل یہ ہے کہ تفتیہ خوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے اور خوف و قسم کا ہے ایک جان کی ہلاکت کا اور دوسرا تکلیف، اذیت، مشقت، بدنی اور سب و شتم کا، اول الذکر یعنی جان کا خوف حضرات ائمہ میں دو وجہوں سے منتفی ہے، پہلی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک ائمہ کی طعن موت ان کے اختیار سے واقع ہوتی ہے جیسا کہ کلیبی نے کافی میں اس مسئلہ کو ثابت کیا ہے اور اس مسئلہ کے لیے ایک باب منعقد کیا ہے اور اس پر تمام امامیہ کا اجماع بیان کیا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک تمام ائمہ کو ماکان و مایکون کا علم ہوتا ہے پس ان کو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مدت حیات کتنی ہے اور موت کی کیا کیفیت ہے اور کس وقت میں موت واقع ہوگی وہ تمام تفصیل اور کیفیات پر مطلع ہوتے ہیں، لہذا موت کے وقت سے پہلے ان کو موت سے خوفزدہ نہیں ہونا چاہیے اور نہ تفتیہ کرنا چاہیے۔ ثانی الذکر خوف کی وجہ سے بدن کی تکلیف اور اذیت اور سب و شتم اور بے عزتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان امور کو برداشت کرنا اور ان پر صبر کرنا ہمیشہ سے صالحین کا طریقہ رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں ہمیشہ مشقتوں کو برداشت کرتے رہے ہیں اور بسا اوقات انھوں نے جابر سلطانوں سے مقابلہ کیا اور اپنے ہدیریم صلے اللہ علیہ وسلم کے دین کی نصرت کے لیے حضرات اہل بیت کا ازیتوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا اور تکلیفوں پر صبر کرنا دوسرے صلحا و امت کی بہ نسبت انھیں زیادہ لائق ہے، پھر ان تکلیفوں اور مصیبتوں سے بچنے کے لیے تفتیہ کرنے اور باطل کی موافقت کرنے کی کیا حاجت ہے!

میز اگر تفتیہ واجب ہوتا تو حضرت علیؑ ابتداً تفتیہ کر لیتے اور حضرت ابوبکرؓ سے بیعت کرنے میں چھوڑ دیتے تو وقت نہ کرتے (اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ تفتیہ یزید کی بیعت کر لیتے اور اپنے رفقاء سمیت کربلا میں شہید نہ ہوتے کیا حضرت علیؑ اور حضرت حسین رضی اللہ عنہما کو یہ علم نہیں تھا کہ جان کی حفاظت کے لیے تفتیہ کرنا واجب ہے اور کیا یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ امام الائمہ تمارک واجب تھے؟) علامہ شیعہ نے انبیاء علیہم السلام کی طرف جو تفتیہ کی نسبت کی ہے اس کے بطلان کے لیے قرآن مجید کی آیات کافی ہیں!

الذین یبلغون رسلک اللہ ویخشونہ ولا یخشون احدا الا اللہ وکفی باللہ حسابا۔

(احزاب: ۳۹)

یا ایہا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہ واللہ یعصمک من الناس۔

جو لوگ اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور اللہ کافی ہے حساب لینے والا۔

اے رسول! جو کچھ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اُتارا گیا ہے اس کو پہنچا دیجئے اور اگر آپ نے (اسے) نہ کیا تو آپ نے اپنے رب کا پیغام نہیں پہنچایا اور اللہ



(مائتہ ۵، ۶۷)

آپ کو لوگوں (کے شر اور ضرر) سے بچائے گا۔

اس کے علاوہ اور بھی قرآن مجید میں بہت سی آیات ہیں جو تقیہ کے بطلان پر دلالت کرتی ہیں۔ ۱۷

شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی روایت کرتے ہیں:

تقیہ کے متعلق ائمہ شیعہ کی روایات

عن ابی عبد اللہ العجمی قال: قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام: یا ابا عبد اللہ! تسعة اعشار الدین فی التقیة ولادین لمن لا تقیة له و التقیة فی کل شیء الا فی النبیز والمسیح علی الخفین ۱۸

ابو عمر العجمی بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا اسے ابو عبد اللہ کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہے، جس نے تقیہ نہیں کیا اس کا دین میں کوئی حصہ نہیں، اور ہر چیز میں تقیہ ہے سوائے نبیؐ اور مسیحؑ کے۔

عن ابی بصیر قال: قال ابو عبد اللہ علیہ السلام: التقیة من دین اللہ قلت من دین اللہ قال: ای و اللہ من دین اللہ ولقد قال یوسف: ایتھا العیر انکم لاسارقون واللہ ما کانوا سارقوا شیئا ولقد قال ابراهیم: انی سقیم واللہ ما کان سقیما ۱۹

ابو بصیر بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے بیان کیا کہ تقیہ اللہ کے دین سے ہے میں نے کہا اللہ کے دین سے ہے؟ کہا ہاں خدا کی قسم اللہ کے دین سے ہے؟ بے شک حضرت یوسفؑ نے کہا: انا ظلمنا والتمہ چور ہو، مالانکہ خدا کی قسم انھوں نے چوری نہیں کی تھی، اور حضرت ابراہیمؑ نے کہا میں بیمار ہوں اور خدا کی قسم وہ بالکل بیمار نہ تھے۔

۲۰: یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت یوسفؑ علیہ السلام نے قافلہ والوں سے فرمایا تھا تم چور ہو بلکہ کسی منادی نے کہا تھا، قرآن مجید میں ہے:

ثم اذن مؤذن ایتھا العیر انکم لاسارقون۔ (یوسف: ۷۰)

پھر پکارنے والے نے پکارا اسے قافلہ والو بے شک تم چور ہو۔

اور حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کا فرمانا انی سقیم صحیح تھا کیونکہ قرآن کی بت پرستی کی وجہ سے وہ ملول اور آزرہ تھے جس کو انھوں نے بیماری سے تعبیر فرمایا۔ صحیح یہ ہے کہ کسی نبیؐ نے تقیہ نہیں کیا۔

عن حبیب بن بشر قال ابو عبد اللہ علیہ السلام سمعت ابی یقول: لا واللہ ما علی وجہ الارض فتی و احب الی من التقیة، یا حبیب انہ من کانت له تقیة دفعہ اللہ، یا حبیب من لہ

حبیب بن بشر بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے کہا میں نے اپنے والد کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: خدا کی قسم میرے نزدیک تمام روئے زمین پر تقیہ سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہے اسے حبیب!

۱۷۔ علامہ سید محمد اکرمی حنفی متذکرہ ۱۲۰ھ، روح البانی ج ۲ ص ۱۲۵-۱۲۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۱۸۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متذکرہ ۴۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ تہران

۱۹۔ الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷



تكن له تقية وضعه الله يا حبيب ان الناس  
انما هم في هدنة فلو قد كان ذلك كان  
هنا اية

جو شخص تقیہ کرے گا اللہ اس کو بلند کر دے گا، اے  
حبیب جو تقیہ نہیں کرے گا اللہ اس کو پست کر دیگا،  
اے حبیب! ابھی لوگ رسالہ صلح میں ہیں اگر امام مہدی  
آگئے تو تقیہ اٹھ جائے گا۔

عن عبد الله بن ابي يعقوب عن ابي عبد الله  
عليه السلام قال اتقوا على دينكم فاحببوا  
بالتقية فانه لا ايمان لمن لا تقية له  
الحديث -

عبد اللہ بن ابی یعقوب بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ  
علیہ السلام نے فرمایا اپنے دین کو بچاؤ اور اپنے  
دین کو تقیہ سے چھپاؤ، بے شک جس کا تقیہ نہیں اس  
کا دین نہیں۔

عن عبد الله بن ابي يعقوب قال سمعت ابا  
عبد الله عليه السلام يقول: اليقية قوس  
المؤمن والتقية حوز المؤمن ولا ايمان  
لمن لا تقية له - الحديث -

عبد اللہ بن ابی یعقوب بیان کرتے ہیں کہ میں نے  
ابو عبد اللہ علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تقیہ  
مؤمن کی ڈھال ہے، تقیہ مؤمن کی حفاظت ہے جس  
کا تقیہ نہیں اس کا ایمان نہیں۔

تقیہ کے متعلق شیخ مفسرین کی عبارات

والتقية عندنا واجبة عند الخوف على  
النفس وقد روى رخصة في جواز الافصاح  
بالحق عندها (الی قولہ) وظاهر اخبارنا  
يدل على انها واجبة -

ہمارے نزدیک جان کے خوف کے وقت  
تقیہ واجب ہے اور ایک قول یہ ہے کہ خوف کے  
وقت حق ظاہر کرنے کی بھی رخصت ہے۔ اور ہماری  
احادیث سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ تقیہ کرنا واجب ہے  
(اور تقیہ نہ کرنا خطا ہے)۔

شیخ البرکس طبرسی نے بھی یہی لکھا ہے۔  
شیخ فخر اللہ کاشانی لکھتے ہیں  
ابن بابویہ روئے در رسالہ اعتقاد یہ آورده کہ تقیہ  
واجبست ہر کہ آراء ترک کند، چنانکہ ترک نماز کردہ  
(الی قولہ)

ابن بابویہ نے رسالہ اعتقاد میں لکھا ہے کہ  
تقیہ کرنا واجب ہے اور ہر جو شخص تقیہ ترک کرنا

۱۔ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران

۲۔ " " " " الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۱۸ " " " "

۳۔ " " " " الاصول من الکافی ج ۲ ص ۲۲۱ " " " "

۴۔ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن طوسی متوفی ۴۷۰ھ، التبیان ج ۲ ص ۳۳۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۵۔ شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۲۸ھ، تفسیر مجمع البیان ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو ایران ۱۳۱۲ھ



و شیخ مذکور بعد از نقل اس کلام در رسالہ مذکورہ فرمود  
تقیہ واجبست و رفع آن جائز نیست تا بظہور قائم  
آل محمد پس ہر کہ قبل از ظہور آن حضرت ترک کند  
از دین خدا و دین امامیہ خارج باشد و با خدا و رسول  
و امر مخالفت کردہ و صادق علیہ السلام را از کرم  
"ان اکرمکم عند اللہ اتقا" پر سید مذکور  
فرمود "ای اعدائکم و اعدائکم بالتقیہ" یعنی گمراہی  
ترین شما نزد خدا کسیست کہ عالم و عمل باشد بتقیہ  
(الی قولہ)

و نیز فرمودہ کہ بظاہر با مردم مخالطہ کنید و بہ باطن  
مخالفت نماجید و فرمودہ کہ "الیہ ایمان المؤمن شریک و مع  
المنافق فی دار عبادہ"  
ریا با مؤمن شرکست و با منافق در جنات و عبادت و  
امیر المؤمنین علیہ السلام فرمودہ کہ من صلی خلقہم فی  
الصف الاول فکانما صلی مع رسول اللہ فی الصف الاول  
ہر کہ نماز گذارد در صف اول با اہل خلاف ایچنان اشک  
در صف اول با رسول خدا نماز کردہ و نیز فرمودہ کہ  
عودا و مرضاہم و اللہ و اجنائزہم و صلوا فی  
مساجدہم عبادت مرضاہی اہل خلاف کنید و بر جنات  
ایشان حاضر شوید و نماز گذارید در مساجد ایشان  
(الی قولہ)

و سیرت سایر ائمہ علیہم السلام در ہمد ظلمہ حق است  
و بنی عباس تقیہ بودہ پس چگونہ واجب نمودہ  
باشد و چون حق سبحانہ مؤمنان را رخصت داد  
و کتمان حق و مساعدت کافران مواسات نمودن  
با مخالفان جہت دفع مضرت ایشان در عقب آن  
بیان نمود کہ اگر کسی اس صبی را کار بندد نہ بہ جہت  
غوث نہ بلکہ از روی اعتقاد و رغبت قلبی با اہل  
کفر و خلاف موافقت و مساعدت نماید حق جہت

ہے اس کا گناہ نماز ترک کرنے کے برابر ہے اور  
شیخ مذکور نے اسی رسالہ میں اس کے بعد لکھا کہ تقیہ  
واجب ہے اور حبیب تک امام مہدی کا ظہور نہیں  
ہوگا تقیہ کا مرتفع ہونا جائز نہیں ہے، پس ہر جو شخص  
امام مہدی کے ظہور سے پہلے تقیہ کو ترک کرے گا وہ  
اللہ کے دین اور امامیہ کے دین سے خارج ہو جائے گا  
اور خدا رسول اور امر کی مخالفت کا مرتکب ہوگا  
اور امام صادق علیہ السلام سے اس آیت کے متعلق پوچھا  
گیا "ان اکرمکم عند اللہ اتقا" انہوں نے  
کہا اس کا معنی ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے  
زیادہ مکرم وہ شخص ہے جس کو سب سے زیادہ تقیہ  
کا علم ہو اور جس کا سب سے زیادہ تقیہ پر عمل ہو  
نیز فرمایا کہ بظاہر لوگوں سے مل جل کر رہو اور باطن  
میں ان کی مخالفت کرو اور فرمایا کہ مؤمن کے ساتھ ریا  
کرنا شرک ہے اور منافق کے ساتھ اس کے گھر  
میں ریا کرنا عبادت ہے، اور امیر المؤمنین علیہ السلام  
نے فرمایا کہ جس نے مخالفین (اہل سنت) کے ساتھ صف  
اول میں نماز پڑھی اس نے گویا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے ساتھ صف اول میں نماز پڑھی، نیز فرمایا  
مخالفین کے پیادوں کی عبادت کرو اور ان کے  
جنازوں میں حاضر ہو اور ان کی مسجدوں میں نماز پڑھو  
ظالمین بنو امیہ اور بنو عباس کے عہد میں تمام ائمہ  
علیہ السلام کی سیرت یہ تھی کہ وہ تقیہ پرستے، پس تقیہ  
کیونکر واجب نہیں ہوگا؟ اور حبیب اللہ سبحانہ نے  
مؤمنوں کو حق چھپانے اور کافروں کی موافقت اور  
مخالفین کے ساتھ دوستی رکھنے کا حکم دیا تاکہ ان کافروں  
میں ہمدردی نہ ہو، ان اگر کوئی شخص خوف اور غرور کی بجائے  
کافروں کے ساتھ دلی رغبت کے ساتھ موافقت کرے  
تو وہ دائمی عذاب میں گرفتار ہوگا۔



ابو ہریرہؓ فرماتا ہے کہ

کتاب شیعہ سے تقیہ کا بطلان

علی رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد ورجح ہے:

ایہا المؤمنون! انہ من رای عداواتا  
یعمل بہ ومنکرا یدعی الیہ فافکروہ بقلوبہ  
فقد سلم وبری و من انکر بلسانہ فقد  
اجروہ ووافق من صاحبہ و من انکرہ  
بالسیف لتکون کلمۃ اللہ ہی العلیا وکلمۃ  
الظالمین ہی السفلی فذلک الذی اصاب  
سبیل الہدای و قام علی الطریق و نور  
فی قلبہ الیقین

(ملفوظ: ۳۵۶)

علمائے شیعہ کے نزدیک بیخ البلاغۃ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خطبات (الحدیث)  
زمین پر قرآن مجید کے بعد صحیح ترین کتاب ہے، اس کتاب میں حضرت

اے مومنو! جس شخص نے کسی کو گناہ اور بُرائی کر  
نے سے روکا اور اس نے اس کو دل سے بُرا جانا وہ  
ملاحت رہا اور بری ہو گیا اور جس نے زبان سے  
اس بُرائی کا انکار کیا اس کو اجملے گا اور وہ پہلے  
سے افضل ہے، اور جس نے اس بُرائی کا تلوار سے  
انکار کیا، تاکہ اللہ تعالیٰ کا دین سر بلند ہو اور ظالموں  
کی روشیں سرنگوں ہوں، سو یہ وہ شخص ہے جس نے ہدایت  
کا راستہ پایا اور صحیح راستہ پر مستقیم ہے اور اس نے اپنے  
دل میں یقین کو روشن کر لیا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس ارشاد میں یہ فرمایا ہے کہ ہدایت اور ملاحتی اس میں ہے کہ بُرائی کے ساتھ  
موافقت نہ کی جائے بلکہ زبان اور تلوار کے ساتھ بُرائی کا انکار کیا جائے اور یہ چیز تقیہ کے خلاف ہے،  
کیونکہ تقیہ میں بُرائی اور گناہ کے ساتھ موافقت ہے۔  
نیز حضرت علی فرماتے ہیں:

فمنہم المتکرر المتکرر بیدۃ ولسانہ وقلوبہ  
فذلک المستکمل لخصال الخیر ومنہم المتکرر بلسانہ  
وقلوبہ والتارک بیدۃ فذلک متمسک  
بخصلتین من خصال الخیر ومضیع لخصلۃ  
ومنہم المتکرر بقلوبہ والتارک بیدۃ ولسانہ  
فذلک الذی ضیع اثرات الخصلتین من  
الثلاث وتمسک بواحدۃ۔

(ملفوظ: ۳۵۸)

جس شخص نے اپنے ہاتھ، زبان اور دل سے  
بُرائی کا انکار کیا وہ تمام اچھی خصلتوں کو جمع کرنے  
والا ہے اور جس نے زبان اور دل سے انکار کیا  
اور ہاتھ سے انکار نہیں اس میں نیکی کی صرف دو  
خصلتیں ہیں اور ایک نیک خصلت اس نے ترک  
کر دی اور جس نے بُرائی کو صرف دل سے بُرا جانا  
اور زبان اور ہاتھ سے انکار نہیں کیا، اس نے صرف  
ایک نیک خصلت کو اختیار کیا اور دو نیک خصلتیں ترک  
کر دیں۔

۱۔ شیخ فخر الشیرازی کا شانی متنون، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳



ہم کہتے ہیں کہ حضرت علی نے تفسیر میں کیا اور انھوں نے خیر کی تمام حصال کو حاصل کر لیا اور ان کا ایمان پہلے درجہ کا ہے اور شیعہ کہتے ہیں کہ انھوں نے تفسیر کیا یعنی انھوں نے خیر کی درخصلتوں کو ضائع کر دیا اور ان کا ایمان عیسے درجہ کا ہے اب فرمائیے کہ حضرت علی کے محب ہم ہیں یا شیعہ؟ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

دَقَالِي عَلَيْهِ السَّلَامُ إِخْلَامًا الْإِيْمَانُ أَنْ تَوَثَّقَ الصَّدَقُ حَيْثُ يَصْرُفُ عَلَى الْكَذِبِ حَيْثُ يَنْفَعُكَ ..... الخ

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ایمان کا اہمیت یہ ہے کہ جس کا پیچ بولنے سے تم کو نقصان ہو اور جھوٹ بولنے سے فائدہ ہو وہاں تم سچ کو چھوٹ پر ترجیح دو۔ (مطبوعہ: ۱۳۸۱)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد نے تفسیر کی جو شکاٹ دی ہے۔ علی ہشید نے اپنی سند و کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نام صحابہ کو مارنے پر قادر تھے اور وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر سے بہ آواز بلند گفتگو کرتے تھے ان پر غضب ناک ہوتے تھے اور اگر فی الواقع ایسا ہی ہے تو یہ کہنا غلط ہے کہ وہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو کافر مانتے تھے اور ان کی امتداد میں تفسیر نمازیں پڑھتے تھے۔

ابا بکر مجلسی لکھتے ہیں:

والابوبکر عمر را طلبید و گفت دیدی علی امر و نہ با پیچ کرد اگر یک مجلس و مگر چنین معارضہ با ما کند کار ما را بر ہم میزند در این چه سہیر بمناظر تو میرسد عمر گفت رأی آنست کہ امر کنیم بر قتل او ابوبکر گفت ای کار از کی می آید عمر گفت خالد بن ولید پس خالد را طلبیدند و گفتند میخواستیم تو را بر امر عظیمی بداریم گفت برہر چه میخواہی بدارید اگر چه بر قتل علی علیہ السلام باشد گفتند ما نیز ہمیں را میخواہیم خالد گفت در چه وقت اورا بکشتم ابوبکر گفت در وقت نماز در مسجد حاضر شو در پہلوی او بایست چون من سلام نماز را بگویم بر خیز و گردش را بنزد گفت چنین باشد اسماء بنت عیس کہ در آنوقت زن ابوبکر بود و سابقاً زن جعفر طیار و از شیعیان حیدر کہ را بود این سخنان را شنید

ابوبکر نے عمر کو طلب کیا اور کہا دیکھا آج علی نے ہمارے معارضہ کیا کیا ہے؟ اگر ایک مجلس میں ایک بار اور ہمارے ساتھ اس طرح معارضہ کیا تو ہمارا کام تمام ہو جائے گا اس معاملہ میں اب تمہارے دل میں کیا تمہیر ہے؟ عمر نے کہا راستے یہ ہے کہ ہم علی کو قتل کر دیں ابوبکر نے کہا یہ کام کون کرے گا؟ عمر نے کہا خالد بن ولید پھر خالد بن ولید کو بلایا، احمد کہا ہم نے تم کو ایک عظیم کام کے لیے بلایا ہے، اس نے کہا جو کام تم کہو میں کروں گا خواہ علی کے قتل کے لیے کیوں نہ کہو، انھوں نے کہا ہم بھی یہی چاہتے ہیں، خالد نے کہا اس کو کس وقت قتل کر دوں؟ ابوبکر نے کہا جس وقت وہ نماز میں ہوں تم ان کے پہلو میں کھڑے ہونا اور جب میں سلام پھیروں تو ان کا گردن آمار دینا اس نے کہا اسی



وتمناست سخن را اعلامیه حضرت برساند بخاریہ و خود  
گفت بروماند علی علیہ السلام وفاطرم و سلام مرا بایشان  
برسان و در گذار این آیه را بخوان کہ مؤمن آل فرعون  
بہ مومن پیغام کرد ان المذاہب انھون بدلت لیقتلواک  
فاخرج افی لک من المناصبین - یعنی ایشان  
قوم فرعون مشورت میکنند در باب تو کہ تا یکشتند پس  
بیرودن رویدر شکیکہ من از برای تو از غیر تو عالم و اسائنقت  
اگر متفقین نشوند پس مگر بخوان پس ہامیہ آمد و  
سلام رسانید و برگشت و این آیه را بخوان حضرت  
امیر فرمود کہ تا تو تقرأ سلام برسان و بگو خدا علی گذارد  
ازادہ ایشان بہ عمل آمد و بروایتی دیگر فرمود کہ اگر  
ایشان مرا یکشتند ہانا کسان و قاسطان و مارقان کہ  
جنگ نخواہد کردہ

طرح مرگہا اسماہ بنت عبید جواد بکر کی نہ وہ نہیں اور  
اس سے پہلے جعفر طیار کی زوجہ عقیق اور شیطان حیدر  
کرار سے عقیق انھوں نے یہ گفتگو سن لی، ان سے  
یہی یہ ممکن نہ تھا کہ از خود ہا کہ حضرت کو خبر دیتیں انھوں  
نے اپنی باندی کو بھیجا اور کہا علی علیہ السلام اور فاطمہ  
علیہا السلام کے گھر جاؤ اور ان کو میرا سلام کہو اور یہ  
آیت پڑھو: ان المذاہب انھون بدلت لیقتلواک فاخرج  
افی لک من المناصبین - ایک جماعت تنہا سے  
حق کا مشورہ کہ رہی ہے تم نکل جاؤ۔ میں تم کو نصیحت  
کرنے والی ہوں سے ہوں، اس آیت کو بار بار  
پڑھنا حضرت امیر نے فرمایا خاتون کو میرا سلام کہو اور  
کہنا کہ اللہ تعالیٰ ان کے ازادہ کو اپرا نہیں ہونے دینگا  
ایک روایت میں ہے کہ اگر انھوں نے مجھے قتل کر  
دیا تو ناسمین، قاسطین اور مارقین کے ساتھ کون  
جنگ کرے گا۔

حضرت امیر اسٹے اور تیار ہو کر مسجد میں گئے اور  
تقیہ کے سبب ابو بکر کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور اپنی  
نار تنہائی میں پڑھتے رہے اور خالد بن ولید نے  
آپ کے پیلوں میں کھڑا تھا، جب ابو بکر تشہد میں بیٹھا تو  
اپنے ازادہ میں پیشان ہوا اور قلند سے ڈرا، وہ حشر  
کا زبردست شہادت کو جانتا تھا، وہ یہی سوچتا رہا  
اور باز بار تقیہ پڑھتا رہا اور نماز کا سلام نہیں پھیرا  
حتیٰ کہ لوگوں نے گمان کیا کہ اس کو سہو ہو گیا، پھر خالد  
کی طرف مڑ کر کہا وہ کام نہ کرنا جس کا میں نے تم کو حکم دیا تھا  
کہ ایک بیعت میں ہے کہ یہ عین بادشاہ کے بعد نماز کا سلام پھیرا جائے  
سلام کے بعد حضرت خالد سے پوچھا تم کو اس نے کیا  
کہا تھا، اس نے کہا اس نے مجھے تنہا سے قتل کا حکم  
دیا تھا، فرمایا کیا تم قتل کر دیتے؟ اس نے کہا ان خدا  
کی قسم اگر وہ سلام پھیرنے سے پہلے مجھے منع نہ کرتا

پس حضرت امیر علیہ السلام برخواست و جہاتی  
نار شد و بہ مسجد آمد و پشت سر ابو بکر ایستاد از  
برای تقیہ و نماز خود را بہ تنہائی بہ عمل آورد و خالد بن  
نمشیر مستہ در پیلوںش ایستاد چون ابو بکر بہ تشہد  
نشست از آن ازادہ پیشان شد و از قلند ترسید  
و شدت سطوت و شجاعت آن حضرت را محسوس  
وانست و بہ پرستہ فکر می کرد و تشہد را تکمیل  
میخاند و از ترس سلام نہی گفت تا آنکہ گمان کردہ مردم کو اور نماز  
سہو کردہ است پس ملتفت شد پسوی خالد گفت ای خالد کن  
آنچہ تو زبان امر کردہ بودم و بروایتی سہ مرتبہ این سخنان را گفت  
و بعد از آن سلام نماز را و حضرت گفت ای خالد چہ بود آنچہ تو را  
امر بان کردہ بود گفت مرا امر کردہ بود کہ گردن  
بزنم حضرت فرمود آیا میکردی گفت آری بہ خدا سوگند  
کہ اگر پیش از تسلیم مرا بھی نمی کروں بر آید تو را محسوس



کشم پس حضرت اور گرفت و بلند کرد و بر زمین نرو  
 عمر گفت بہ خدا قسم کہ میکشش پس مردم جمع شدند  
 و اورا بے صاحب قبر قسم دادند حضرت دست از  
 آن بےین برداشت اور بجز بیان عمر بدگر چسبید و گفت  
 ای پسر صہاک اگر نہ وصیت رسول خدا و تقدیر الہی  
 بود ہر آئینہ میدانستی کہ کدام یک از ما تو کم یاد  
 تریم و داخل خاۃ خود شد۔  
 تو میں تم کو قتل کر دیتا! حضرت نے خالد کو کپڑہ کرادپیر  
 اٹھایا اور زمین پر دے مارا عمر نے کہا خدا کی قسم یہ  
 اس کو قتل کر دے گا پس تمام لوگ جمع ہو گئے اور  
 حضرت کو صاحب قبر کی قسم دی اور حضرت کے ہاتھ  
 سے اس بےین کو چھڑایا وہ عمر بدگر کے گریبان سے  
 پیٹ گیا اور حضرت نے کہا اے صہاک کے بیٹے  
 اگر رسول خدا کی وصیت اور تقدیر الہی آٹھ سے د آٹھ  
 تو تمہیں معلوم ہو جانا کہ کتنے لوگ ہمارے اور  
 تمہارے مددگار ہیں، پھر آپ گھر چلے گئے۔

- اس روایت سے حسب ذیل امور ثابت ہوئے:
- ۱۔ حضرت علی کو معلوم تھا کہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر ان کو قتل نہیں کر سکیں گے، اور جب حضرت علی کو اپنی جان کا خطرہ نہیں تھا تو پھر تقیہ کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں تھی کیونکہ تقیہ اس وقت کیا جاتا ہے جب جان کی ہلاکت کا خطرہ ہو۔
  - ۲۔ حضرت علی اس قدر جبری اور بے باک تھے کہ تمام مخالفین کی موجودگی میں حضرت خالد بن ولید کو اٹھا کر زمین پر دے مارا اور جو شخص مخالفین کے ساتھ اس قدر جرأت کا مظاہرہ کرے وہ ان سے ڈر کر تقیہ نہیں کر سکتا۔
  - ۳۔ تمام اہل مسجد مل کر بھی حضرت خالد کو حضرت علی سے نہیں چھڑا سکتے تھے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ دے کر ان کو حضرت علی سے چھڑایا اور شخص انفا قوی اور دلیر ہو وہ ڈر کر اور دب کر تقیہ کیوں کرے گا!
  - ۴۔ حضرت علی نے حضرت عمر سے کہا اگر رسول خدا کی وصیت اور تقدیر الہی آٹھ سے د آٹھ تو تم کو معلوم ہو جانا کہ کتنے لوگ تمہارے مددگار ہیں اور کتنے ہمارے، اس کلام سے معلوم ہوا کہ حضرت علی نے جرأت کہنی ہو وہ بڑلا کہتے تھے، مخالفین سے ممانعت کرتے تھے نہ تقیہ کرتے تھے۔

بَابُ تَأْلُفِ قَلْبٍ مَنْ يَخَافُ عَلَى إِيْمَانِهِ  
 لِيُضَعِّقَهُ وَالتَّهْفِي عَنِ الْقَطْعِ بِالْإِيْمَانِ  
 جس شخص کے ایمان کے ضعف کا خطرہ ہو اس کی  
 تالیف قلب اور بغیر دلیل کے کسی کو قطعی  
 مومن کہنے کی ممانعت  
 مِنْ غَيْرِ دَلِيلٍ قَاطِعٍ



۲۸۶۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ سَمِعْتُ سَمِيْعَانَ بْنَ  
الْزُهَيْرِي عَنْ عَامِرِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَسَمَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَسَمًا  
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَعْطَى خَلَائِفَةُ مُؤْمِنٍ  
فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُشِيمٍ  
أَقُولُهَا ثَلَاثًا وَيُرْوَدُ هَا عَنِّي ثَلَاثًا أَوْ مُشِيمٍ  
ثُمَّ قَالَ إِنْ لَمْ أُعْطِ الرَّجُلُ وَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ  
مِنْهُ مَخَافَةً أَنْ يَكُفَّهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فِي  
الْمَنَاسِكِ -

۲۸۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ عَنْ حَرْبٍ قَالَ نَا يُعْقَبُ  
بْنُ إِسْمَاعِيلَ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ  
قَالَ أَخْبَرَنِي عَامِرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ وَكَانَ  
عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ أَعْطَى رَهْطًا سَعْدًا جَالِسًا فِيهِمْ قَالَ سَعْدٌ  
فَتَرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
مِنْهُمْ مَنْ لَمْ يُعْطِ وَهُوَ أَحَبُّهُمْ إِلَيَّ فَقُلْتُ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ ذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ إِنْ لَمْ  
أُعْطِ لَمْ يَكُنْ مَوْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُشِيمًا قَالَ قَسَمْتُ  
قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا أَعْلَمُ مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ ذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ إِنْ لَمْ أُعْطِ لَمْ يَكُنْ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ  
مُسْلِمًا هَالِكٌ قَسَمْتُ قَلِيلًا ثُمَّ غَلَبَنِي مَا عَلِمْتُ  
مِنْهُ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ ذَلِكَ قَوْلُ اللَّهِ  
إِنْ لَمْ أُعْطِ لَمْ يَكُنْ مَوْمِنًا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مُشِيمًا إِنْ لَمْ أُعْطِ الرَّجُلُ  
وَوَغَيْرُهُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْهُ خَشْيَةً أَنْ يَكُفَّهُ فِي الْمَنَاسِكِ  
عَلَى وَجْهِهِ -

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال تقسیم فرمایا  
میں نے عرض کیا فلاں شخص کو دے دیجئے وہ بھی مؤمن  
ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان  
ہے، میں نے اس شخص کی تین بار سفارش کی اور رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بار یہی فرمایا یا مسلمان ہے؟  
پھر آپ نے وضاحت بیان فرمائی کہ میں کسی شخص کو کوئی چیز  
اس خوف سے دے دیتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس  
شخص کو اور نہ مجھے نہ دوزخ میں نہ ڈال دے حالانکہ  
دوسرا شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ مال لوگوں  
میں تقسیم کیا اور ان میں سے ایک ایسے شخص کو چھوڑ دیا  
جو مجھے ان سب کی نسبت زیادہ محبوب تھا میں نے  
عرض کیا یا رسول اللہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے فلاں  
شخص کو نہیں عطا فرمایا قسم بخدا میں اس کو مؤمن سمجھتا  
ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یا مسلمان؟  
حضرت سعد کہتے ہیں میں کچھ دیر خاموش رہا پھر مجھ سے  
صبر نہ ہو سکا اور میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ  
نے فلاں شخص کو عطا نہیں فرمایا، قسم بخدا میرے خیال  
میں وہ مؤمن ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
یا مسلمان ہے، حضرت سعد کہتے ہیں میں کچھ دیر خاموش  
رہا پھر مجھ سے صبر نہ ہو سکا اور میں نے عرض کیا یا  
رسول اللہ! آپ فلاں شخص کو عطا نہیں فرماتے، قسم بخدا  
میں اس کو مؤمن سمجھتا ہوں، آپ نے فرمایا یا مسلمان؟  
پھر آپ نے وضاحت فرمائی کہ میں ایک شخص کو کوئی چیز  
اس خوف سے دے دیتا ہوں کہ کہیں اللہ تعالیٰ اس شخص  
کو اور نہ مجھے نہ جہنم میں نہ ڈال دے، حالانکہ دوسرا  
شخص مجھے اس سے زیادہ محبوب ہوتا ہے۔



۲۸۸۔ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْحُلَوِيُّ وَ  
عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَا نَا يَعْقُوبُ وَهَذَا ابْنُ إِسْمَاعِيلَ  
ابْنُ سَعْدٍ قَالَ نَا ابْنُ سَعْدٍ صَالِحٌ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ  
قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ سَعْدٍ عَنْ أَبِيهِ سَعْدٍ أَنَّ  
قَالَ أَعْطَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
نَهْطًا وَأَنَا جَالِسٌ فِيمَنْ مِثْلُ حَدِيثِ ابْنِ  
أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعْدٍ وَكَرَاهَ فَقَعَمْتُ إِلَى  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَادَقْتُهُ  
فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا لَكَ عَنْ هَذَا

۲۸۹۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ الْحُلَوِيُّ قَالَ نَا يَعْقُوبُ  
قَالَ نَا ابْنُ سَعْدٍ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ مُحَمَّدٍ قَالَ  
سَمِعْتُ مُحَمَّدًا ابْنَ سَعْدٍ يَحْدِثُ هَذَا الْحَدِيثَ  
قَالَ فِي حَدِيثِهِ فَصَرَّبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ بَيْنَ عُمَيْيٍّ وَكَثِيفِي ثُمَّ  
قَالَ أَفَكَذَا أَيْ سَعْدُ ابْنُ سَعْدٍ أَيْ كَذِبِي الرَّجُلُ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس  
سند کے ساتھ بھی یہ حدیث، اسی طرح مروی ہے لیکن  
اس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے میرے امیر اور پر میری گردن اور مونڈھے کے  
درمیان لہجہ مار کر فرمایا اے سعد اکیدل بحدث کہ ہے  
ہو، پھر حسب سابق نہ دینے کا غلہ بیان فرمایا۔

حدیث الباب کی تشریح | اس حدیث میں سفارش کرنے کا ثبوت ہے اور یہ کہ کسی معقول عذر کے بنا پر ہم  
سفارش کو قبول نہ کرنا جائز ہے۔

حضرت سعد کے مومن کہنے پر جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے "یا مسلمان" فرمایا اس کی وجہ یہ ہے ایا  
دل کی کیفیات کا نام ہے جو از قبیل غیب ہیں اور اسلام لے کر ان ظاہری گو کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے بتائے بغیر  
کوئی شخص غیب کو نہیں جانتا، اس لیے کسی شخص کے ظاہر کو دیکھ کر اسے مسلمان ہی کہنا چاہیے نہ کہ مومن۔ یہ لغوی  
مفہوم کے اعتبار سے فرق ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ دینے کا غرض یہ تھا کہ جن لوگوں کو آپ دے رہے تھے وہ نے  
نئے اسلام لائے تھے، آپ تاکید قلب کی خاطر انہیں عطا فرما رہے تھے، اور جس شخص کو نہیں دیا وہ قدیم الزام  
تھا، اگر حضور اس کو دیتے اور انہیں نہ دیتے تو چونکہ یہ ابھی نئے مسلمان ہوئے تھے، اس لیے ممکن تھا کہ  
یہ لوگ گمان کرتے کہ حضور اپنے ساتھیوں کو دیتے ہیں اور تمہیں نہیں دیتے اور جو شخص حضور کے بارے میں  
یہ بدگمانی کرتا وہ جہنمی ہو جاتا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عطا فرما کر ان کو جہنمی ہونے سے  
بچا لیا، اور جو پہلے مسلمان تھے ان کو حضور کچھ دیں یا نہ دیں وہ ہر حال میں حضور کے ملک خوار غلام اور  
شیدا الی تھے ان کی طرف سے کچھ خطرہ نہ تھا اس لیے ان کو عطا نہیں فرمایا۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جن کو حضور نے عطا فرمایا ان پر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم تھا اور



جس کو نہیں عطا فرمایا ان پر بھی سرکار کا کرم تھا، کیونکہ ان کو سرکار نے اپنا سمجھا، خلاصہ یہ ہے کہ سرکار کا دینا بھی کرم ہے اور نہ دینا بھی کرم ہے۔

## باب زیادة طهارينة القلب بتطهير الادلة

### دلائل کی زیادتی سے ایمان کا قوی ہونا

۲۹۰۔ حَدَّثَنَا حُزَيْمَةُ بْنُ حَزْمَةَ قَالَ قَالَ أَنَا بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شَاهِبٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالْمَلَكِ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ كَانَ رَبِّتْ أَرَفِي كَيْفَ تُعْمَى الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تَوُفِّ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لَيْسَ طَمَئِينَ قَلْبِي قَالَ وَيَكُونُ اللَّهُ لَوْهَا لَعَدَا كَانَ يَا وَحِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَيْسَتْ فِي السَّجَنِ طَوْلٌ لَبِثْتُ يُونُسَ لَوْ سَفَّتْ الدَّاعِيَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جگہ موتے تو ہم اس سوال "اے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا" کرنے کے زیادہ مستحق ہوتے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا تم کو اس بات پر یقین نہیں ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں؟ لیکن میں چاہتا ہوں کہ مجھے زیادہ الطمینان ہو جائے اور اللہ تعالیٰ ضرور علیہ السلام پر رحم فرمائے وہ ایک مضبوط ستونِ وقیلہ کی پناہ حاصل کرنا چاہتے تھے اور اگر میں قید خانہ میں اتنا عرصہ رہتا جتنا عرصہ حضرت یونس علیہ السلام رہے تو میں بلائے واسے کے بلائے پر فوراً چلا جاتا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے البتہ اس میں دلیطمس قلبی والی آیت کو اگے تک بڑھایا گیا ہے

۲۹۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شَاهِبٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالْمَلَكِ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ كَانَ رَبِّتْ أَرَفِي كَيْفَ تُعْمَى الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تَوُفِّ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لَيْسَ طَمَئِينَ قَلْبِي قَالَ وَيَكُونُ اللَّهُ لَوْهَا لَعَدَا كَانَ يَا وَحِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَيْسَتْ فِي السَّجَنِ طَوْلٌ لَبِثْتُ يُونُسَ لَوْ سَفَّتْ الدَّاعِيَ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا ابوسن مطلق تفسیر کے ساتھ اس سند کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۲۹۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شَاهِبٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ وَسَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَحْنُ أَحَقُّ بِالْمَلَكِ مِنْ إِبْرَاهِيمَ إِذْ كَانَ رَبِّتْ أَرَفِي كَيْفَ تُعْمَى الْمَوْتَى قَالَ أَوَلَمْ تَوُفِّ قَالَ بَلَى وَلَكِنْ لَيْسَ طَمَئِينَ قَلْبِي قَالَ وَيَكُونُ اللَّهُ لَوْهَا لَعَدَا كَانَ يَا وَحِي إِلَى رُكْنٍ شَدِيدٍ وَلَوْ لَيْسَتْ فِي السَّجَنِ طَوْلٌ لَبِثْتُ يُونُسَ لَوْ سَفَّتْ الدَّاعِيَ

مردوں کو زندہ کر کے دکھانے کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی ترجمہ | حدیث نمبر ۲۹۱ میں ہے اگر



ہم حضرت ابراہیم کی جگہ ہوتے تو ہم اس سوال کے ذریعہ اسے رب مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا شک کے زیادہ مستحق ہوتے۔

علامہ بکلی، بن شرف نوروی لکھتے ہیں:

حضرت ابراہیم کے جبرہ سوال کیا تھا: اے رب! مجھے دکھا تو مردوں کو کیسے زندہ کرے گا؟ اس کی توجیہ میں علامہ کے مختلف اقوال ہیں، زیادہ عمدہ توجیہ علامہ ابو ابراہیم مزی صاحب شافعی کی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا شک کہ نا محال ہے کیونکہ مردوں کے زندہ کیے جانے میں اگر ایسا علیہ السلام کو شک ہو سکتا ہے تو ابراہیم علیہ السلام کی بہ نسبت میں شک کرنے کا زیادہ حقدار ہوں اور تم کو معلوم ہے کہ مجھے اس میں شک نہیں ہے تو جان لو ابراہیم علیہ السلام نے بھی شک نہیں کیا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خصوصیت کے ساتھ اس لیے ذکر کیا تاکہ بعض فاسد فہموں میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق شک کا وہم نہ ہو، باقی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو تو اضعافاً کثیراً اور بآرتیج دی ہے، یا آپ نے یہ کلام اس وقت فرمایا تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ معلوم نہیں ہوا تھا کہ آپ تمام اولاد آدم کے سردار ہیں، صاحب القہر برہ نے یہ بیان کیا ہے کہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس چیز کو تم شک گمان کر رہے ہو اگر وہ شک ہو تا تو ہم شک کرنے کے زیادہ لائق تھے، وہ شک نہیں ہے بلکہ وہ یقین میں زیادتی کی طلب ہے۔

- ۱۔ یہ یاد رکھو کہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال کیوں کیا تھا اس کی حسب ذیل وجوہات ہیں:
- ۱۔ پہلے حضرت ابراہیم کو دلیل سے یہ معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ مردوں کو زندہ فرمائے گا اب انھوں نے اپنے اطمینان قلب کے لیے یہ چاہا کہ ان کو اس کا مشاہدہ کرا دیا جائے، کیونکہ دلیل سے جو علم حاصل ہوتا ہے اس میں شبہات واقع ہو سکتے ہیں اور جس چیز کا معائنہ اور مشاہدہ ہو جاتے وہ پوری اور قطعی ہوتا ہے۔
- ۲۔ حضرت ابراہیم نے یہ چاہا کہ وہ یہ معلوم کر لیں کہ اللہ کی بارگاہ میں ان کا کیا مرتبہ ہے، آیا اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرما کر ان کو یہ مشاہدہ کرائے گا یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا اولسرتوب حسن اس کا معنی یہ ہے کہ کیا تم کو اس بات کی تصدیق نہیں ہے کہ میرے نزدیک نبارا عظیم مرتبہ ہے اور میں نے تم کو اپنا خلیل بنایا ہے۔

- ۳۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ سوال اپنے علم میں ترقی کے لیے کیا تھا تاکہ ان کو علم الیقین کے بعد عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو جائے، اسل بن عبد اللہ شری نے کہا حضرت ابراہیم نے یہ سوال کیا کہ ان پر موجودات کو کشف کر دیا جائے تاکہ ان کا نور یقین اور زیادہ ہو۔

- ۴۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مشرکین کے سامنے اللہ تعالیٰ کے مردوں کو زندہ کرنے پر دلیل قائم کی تھی اس لیے انھوں نے چاہا کہ وہ اس سادہ کا خود مشاہدہ اور معائنہ کر لیں۔

۵۔ امام ابو الحسن واحدی نے کہا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سوال کرنے کے سبب میں اختلاف ہے اکثر علامہ نے یہ کہا ہے کہ حضرت ابراہیم نے ساحل سمندر پر ایک مردہ دیکھا جس کو درندے کے پندے اور سمندری جانور کھا رہے تھے، تو حضرت ابراہیم یہ سوچنے لگے کہ مردے کے یہ متفرق اجزاء جو مختلف



جانوروں کے — بیٹوس میں جا کر مضہم ہو گئے، ان کو اللہ تعالیٰ کیسے اکٹھا کرے گا، پھر ان کو اس کا شوق داس گیر ہوا کہ وہ دیکھیں اللہ تعالیٰ کس طرح مڑوں کو زندہ کرتا ہے، انھیں اس میں شک نہیں تھا لیکن انھوں نے اس کے مشاہدہ کو محبوب جاننا، جیسے ہمیں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جنت پر ایمان ہے، اس کے باوجود ہم اللہ تعالیٰ کے دیدار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور جنت کے مشاہدہ کو محبوب رکھتے ہیں اور ان کے دیدار اور زیارت کی دعائیں کرتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام کے مضبوط ستون کی پناہ چاہنے کی توجیہ | نیز اس حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ حضرت لوط پر رحم فرمائے وہ ایک مضبوط ستون (قبیلہ) کی پناہ حاصل کرنا چاہتے تھے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

حضرت نوح علیہ السلام کو اپنے مہانوں کے متعلق خوف ہوا اور ان کا حمایتی قبیلہ نہیں تھا جو ان کو ظالموں سے چھڑا لیتا، اس لیے ان کو اپنے مہانوں کے متعلق سخت غم اور فکر لاحق ہوا، جب ان پر اس پریشانی کا غلبہ ہوا تو انھوں نے کہا کاش ان میں خود اتنی طاقت ہوتی یا ان کا کوئی حمایتی قبیلہ ہو تا جو ان کے مہانوں کو قوم کے ان غنڈوں سے محفوظ رکھتا، اس جملہ سے حضرت لوط کا مقصد اپنے مہانوں سے معذرت کرنا تھا کہ وہ اگر ان سے اس بڑائی اور مصیبت کو دور کر سکتے تو ضرور کرتے اور انھوں نے اپنے مہانوں کی تکلیف میں اور ان سے اس مصیبت کو دور کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی، حضرت لوط علیہ السلام کا یہ قول اللہ تعالیٰ کی مدد پر اعتماد کرنے سے اعراض نہیں تھا، بلکہ ان کا یہ قول مہانوں سے معذرت کے لیے تھا اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ اسی وقت ان کی حمایت کے لیے اللہ تعالیٰ کی پناہ حاصل کرنے کی دعا کرنا بھول گئے ہوں اور مہانوں کے سامنے اپنے دلی رنج و الم کا اظہار کیا ہو۔

قید خانہ سے رہائی کا موقع ملنے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام کے نہ جانے کی توجیہ

اور اس حدیث کے آخر میں ہے: اگر میں اتنا عرصہ قید خانہ میں رہتا جتنا عرصہ حضرت یوسف رہے تو ہالے والے کی دعوت پر فوراً چلا جاتا۔  
علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں حضرت یوسف کی تعریف ہے اور ان کے صبر کا بیان ہے اور بلانے والے سے مراد بادشاہ کا قاصد ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے جب بادشاہ کا قاصد آیا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا واپس جاؤ اور معام کرو ان خورقوں کا کیا حال ہے جنہوں نے مجھ پر تہمت لگائی تھی، تو اس لمبی قید میں رہنے کے باوجود حضرت یوسف علیہ السلام رہائی کا موقع ملتے ہی قید خانہ سے باہر نہیں آئے، بلکہ وہیں ثابت قدم رہے اور اپنے



قید کیے جانے کے سبب کے متعلق بادشاہ سے دریافت کیا تاکہ بادشاہ اور لوگوں پر ان کی پاکدامنی ظاہر ہو جائے اور جب بادشاہ سے ملاقات ہو تو انہیں اس سے کام پر تشریف مندی نہ ہو جس کی نسبت غلط طور پر ان کی طرف کی گئی تھی، اس حدیث میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی تفصیلات ان کے راستے اور منظر کا حسن ان کا ضبط نفس اور کمال صبر بیان کیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعلق جو فرمایا کہ اگر ہم اتنی مدت قید میں رہتے تو ہم بلائے پر فوراً چلے جاتے تو آپ نے تواضعاً فرمایا۔  
اس حدیث کی ایک تقریر یہ توروہ ہے جو علامہ نووی نے بیان کی ہے اور دوسری تقریر یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے لیے جس چلے جانا ہی اولیٰ اور رائج تھا کیونکہ ابتداء اور مصیبت کو دعوت دینا یا اس کو قائم رکھنا مناسب نہیں ہے، نیز انبیاء علیہم السلام قید خانہ سے باہر رہ کر جس آزادی کے ساتھ تبلیغ اور دیکھ فراموش انجام دے سکتے ہیں وہ قید خانہ میں انجام نہیں دے سکتے، یہی حکم علماء کے لیے ہے اس لیے کسی کسی یا دینی تحریک میں علماء یا عام مسلمانوں کا جو کوئی گرفتاری کے لیے پیش کرنا صحیح نہیں ہے۔

ہمارے نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
کی رسالت کے عموم پر ایمان لانے کا وجہ  
اور آپ کی ملت سے تمام ملتوں کے منسوخ  
ہونے کا بیان

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو اس  
قدر معجزات دیے گئے ہیں جن کو دیکھ کر انسان  
ایمان لاسمیں اور یہ صرف میری خصوصیت ہے کہ  
اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کلام بطور معجزہ عطا فرمایا اور  
مجھے توحید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار  
سب سے زیادہ ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم اس ذات  
کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے اس امت میں  
کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو میری نبوت کی خبر سنے

بَابُ وَجُوبِ الْإِيمَانِ بِرِسَالَةِ نَبِيِّنَا  
مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى جَمِيعِ  
النَّاسِ وَتَسْخِ الْكَلِمِ  
بِعَلَّتِهِ

۲۹۳ - حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ  
عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ

عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا  
مِنْ رُوحِي إِلَّا أَخَذَ أُخْرَى مِنْ الْأَنْبِيَاءِ مَا وَجَّهَ  
عَلَيْهِ الْبَشَرُ فَاسْمَا كَانَتِ الْوَحْيُ وَحْيًا أَوْحَى اللَّهُ  
إِلَيْهِ وَجَّهَ وَأَنْزَلَ أَنْ كُنْ أَكْثَرُهُمْ تَابِعًا يُؤْمَرُ الْبَيْتَةَ

۲۹۴ - حَدَّثَنَا حُصَيْنُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ  
عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا  
مِنْ رُوحِي إِلَّا أَخَذَ أُخْرَى مِنْ الْأَنْبِيَاءِ مَا وَجَّهَ  
عَلَيْهِ الْبَشَرُ فَاسْمَا كَانَتِ الْوَحْيُ وَحْيًا أَوْحَى اللَّهُ  
إِلَيْهِ وَجَّهَ وَأَنْزَلَ أَنْ كُنْ أَكْثَرُهُمْ تَابِعًا يُؤْمَرُ الْبَيْتَةَ



خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی پھر وہ شخص مر جائے دوزخ  
حالیکہ وہ میرے لائے ہوئے دین پر ایمان نہ لایا  
پھر تو وہ شخص جہنم کے سوا اور کسی شے کا صاحب نہیں  
ہوگا۔

شعبی بیان کرتے ہیں کہ ایک خراسانی سے  
میری ملاقات ہوئی اس نے مجھ سے کہا ہمارے  
ملاقہ کے لوگ کہتے ہیں جو شخص بامدی کو آزاد کر کے  
اس سے نکاح کرے یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی  
شخص تریانی سے جانور پر سواری کرے، شعبی نے کہا  
مجھ کو ابتر وہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ  
عنه سے روایت کر کے یہ حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین شخصوں کو دوسرا اجر ملے گا  
ایک وہ شخص جو اہل کتاب میں سے ہو پہلے اپنے  
نبی پر ایمان لایا ہو، پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم کا زمانہ پایا ہو اور آپ کی تصدیق بھی کی ہو اور  
ایمان لا کر آپ کی اطاعت بھی کی ہو، اس کو دوسرا اجر  
ملے گا، دوسرا وہ شخص جو غلام ہو اللہ تعالیٰ کی عبادت  
بھی کرتا ہو اور اپنے مالک کی بھی خدمت کرتا ہو،  
اس کو بھی دوسرا اجر ملے گا۔ تیسرا وہ شخص ہے جس کی  
کوئی بامدی ہو وہ اس کو اچھا کھلائے پلائے اور اس  
کو اچھی طرح آداب سکھائے پھر اس کو آزاد کر کے اس  
سے شادی کرے تو اس کو بھی دوسرا اجر ملے گا، پھر  
شعبی نے کہا باوجود اس حدیث کو بغیر کسی حوض کے نے  
جاؤ ورنہ پہلے لوگ اس قسم کی حدیث کے حصول کے  
لیے یہاں سے مدینہ تک کا سفر کیا کرتے تھے۔  
امام مسلم نے دواور سندیں بیان کر کے فرمایا  
کہ ان سندوں کے ساتھ بھی یہ حدیث اسی طرح بیان  
کی گئی ہے۔

يَسْمَعُ فِي أَحَدٍ مِّنْ هَذِهِ الْأُمَمَةِ يَهُودِيٍّ وَ لَا  
نَصْرَانِيٍّ ثُمَّ يَمُوتُ وَ لَا يُؤْمِنُ بِالنَّبِيِّ  
أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَّا كَانَ مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ -

۲۹۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا هُشَيْمٌ عَنْ  
صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ التَّمَمِيُّ قَالَ رَأَيْتُ  
رَجُلًا مِّنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ سَأَلَ أَبَا يَحْيَى فَقَالَ  
يَا أَبَا يَحْيَى وَإِنْ قَبَلْنَا مِنْ أَهْلِ خُرَاسَانَ يَقُولُونَ  
فِي الدُّجَلِ إِذَا أَلْحَسْنَا أَمْرَهُ ثُمَّ كَذَبَهُمْ سُبُو  
كَانُوا أَلِيبَ بَدَنَتَهُ فَقَالَ الشَّعْبِيُّ حَتَّى أَبْوَؤُا  
بُنَ آفِيٍّ مُّوسَى عَنْ أَبِيهِ أَنْ أَسْأَلَ اللَّهَ سَأَلِي اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَالْهَيْمَ وَ سَأَلَ فَكَانَ بَدَنَةً يَتَوَكَّرُونَ أَنْجَرَهُمْ  
مَدَنَيْنَ وَ جُلَّ مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أَمَّنْ يَتَبَيَّنُ وَ  
أَذَلَّ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ آلِهِ وَ سَأَلَ فَآمَنَ  
بِهِ وَ أَتْبَعَهُ وَ صَدَّقَهُ فَكَانَ أَجْدَانِ وَ عَبْدٌ  
يَمْلُوكَ أَذَى حَقَّ اللَّهُ عَلَيْهِ وَ حَتَّى يَسِيرَ فَكَانَ  
أَجْدَانِ وَ جُلَّ كَانَتْ لَهُ أَمْرٌ فَقَدْ هَذَا فَحَسَنَ  
فِيهَا آءَهَا ثُمَّ أَذَبَهَا فَحَسَنَ آءَهَا ثُمَّ اسْتَفْهَمَ  
وَ كَرَّ وَ جَهَا فَكَانَ أَجْدَانِ ثُمَّ قَالَ الشَّعْبِيُّ لَقَدْ سَأَلَنِي  
حَدَّثَ هَذَا الْعَدِيدُ خَيْرَ شَيْءٍ فَقَدْ كَانَ الدُّجَلُ  
يُرْجَلُ فِي سَادُونَ هَذَا إِلَى التَّمَمِيِّ يَكْتُمُ -

۲۹۶۔ وَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ حَدَّثَنَا  
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ ح وَ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ عَنْ  
سُفْيَانَ ح وَ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ حَدَّثَنَا أَبِي  
حَدَّثَنَا شُعْبَةُ كُلُّهُمْ عَنْ صَالِحِ بْنِ صَالِحٍ بِهَذَا



الْإِسْنَادِ نَحْوًا۔

معجزہ کی تعریف اور خرق عادت کے اقسام | حدیث نمبر ۲۹۳ میں ہے، ہر نبی کو اتنے معجزات دیے گئے ہیں جنہیں دیکھ کر ایک انسان اس نبی پر ایمان لاسکے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نبی کے لیے معجزہ ضروری ہے تاکہ اس معجزہ کی وجہ سے نبی لوگوں کے سامنے اپنی حجت قائم کر سکے۔ نیز اگر نبی کے لیے معجزہ ضروری نہ ہو تو کچھ نبی اور جھوٹے میں امتیاز کا کوئی معیار اور کوئی نکتہ نہیں ہوگا۔

معجزہ کی تعریف میں علامہ تفتازانی لکھتے ہیں :

هو امر يظهري بخلاف العادة على وجه مدعي النبوة عندا تتحدى المنكرين على وجه يعجز المنكرين عن الاتيان بمثله۔  
معجزہ وہ کام ہے جو عادت کے خلاف ہو یہ اس شخص کے ہاتھ سے ظاہر ہوتا ہے جو نبوت کا مدعی ہو جب وہ منکرین کو اس کام کی مثل لانے کا چیلنج کرے اور وہ اس کی مثل لانے سے عاجز رہے۔

کسی شخص سے ایسا فعل ظاہر ہو جو عادت عام و گول کی قدرت اور اختیار میں نہ ہو اس کو اصطلاح میں خرق عادت کہتے ہیں اس کی چھ قسمیں ہیں :

- ۱۔ نبوت کے اظہار سے پہلے نبی سے خرق کا ظہور ہو تو اس کو ازہر اس کہتے ہیں۔
- ۲۔ نبوت کے اظہار کے بعد نبی سے خرق عادت کا ظہور ہو جو اس کی نبوت کو ثابت کرے اس کو معجزہ کہتے ہیں۔
- ۳۔ اللہ کے ولی سے خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔
- ۴۔ عام مسلمان سے اتفاقاً کسی خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو معونہ کہتے ہیں۔
- ۵۔ کفار سے کسی ریاضت کے سبب خرق عادت کا ظہور ہو تو اس کو مستدرج کہتے ہیں۔
- ۶۔ جھوٹے نبی سے خرق عادت کا ظہور ہو جو اس کے دعوئی نبوت کے خلاف ہو اور اس کی تکذیب کرے اس کو اُنت کہتے ہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کے لیے معجزہ ضروری ہوتا ہے، جھوٹے نبی کو اللہ تعالیٰ کوئی معجزہ نہیں عطا فرماتا بلکہ اُنت کر کے اس کی جھوٹی نبوت کا بھرم کھول دیتا ہے جیسے غلام احمد قادیانی نے متعدد پیشین گوئیاں کیں اور اللہ تعالیٰ نے ان کو جھوٹا کر دیا۔

اس حدیث میں ہے : یہ صرف میری خصوصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا کلام عطا فرمایا اور مجھے امید ہے کہ قیامت کے دن میرے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار سب سے زیادہ ہونے کی حسب ذیل وجوہات ہیں :

- ۱۔ آپ کا معجزہ تمام انبیاء کے معجزات میں سب سے زیادہ عظیم ہے اور وہ معجزہ قرآن کریم ہے اور اس جیسا معجزہ انبیاء سابقین میں سے کسی کو نہیں دیا گیا اس لیے آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہوں گے۔



- ۲۔ قرآن مجید کے اعظم معجزات، ہوتے کی یہ دلیل ہے کہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے اس کی مثل کوئی نہیں لا سکتا: (فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ) (بقرہ ۲۳۱) اور دن برون علوم کی ترقی اور مخالفین کی کثرت کے باوجود آج تک اس کی مثل کوئی نہیں لا سکتا۔
  - ۳۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں سے کوئی آیت کم نہیں ہو سکتی (وَأَن لَّهُ لَآخِذُونَ حِزْمًا) (ہجرہ ۶) اور آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن مجید سے کوئی آیت کم ہو گئی ہو۔
  - ۴۔ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی شخص غیر قرآن کو داخل نہیں کر سکتا اور کسی آیت میں کوئی اضافہ نہیں کر سکتا: (لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ وَلَهُ الْمُسْجِدُ الْأَقْرَبُ) (اور آج تک کوئی ثابت نہیں کر سکا کہ قرآن مجید میں فلاں آیت یا فلاں لفظ کو بڑھا دیا گیا جو پہلے نہیں تھا۔
  - ۵۔ قرآن مجید کی چھ ہزار سے زیادہ آیات ہیں اور ہر آیت تین طرح معجزہ ہے اس کی مثل نہیں، اس میں کمی نہیں ہو سکتی، اس میں اضافہ نہیں ہو سکتا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قرآن کریم الخاتم ہزار سے زیادہ معجزات پر مشتمل ہے، اور اتنے معجزات کسی نبی کے نہیں ہیں۔
  - ۶۔ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات میں منکین جادو سے شبہ پیدا کر سکتے تھے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے مقابلہ میں جادو گروں نے اپنی لائیوں اور سیوں کو نظر بندی سے سانپ بنا دیا لیکن قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت اور دیگر وجوہ اعجاز کا کوئی موازنہ کرنے کی جرات نہیں کر سکا۔
  - ۷۔ باقی انبیاء علیہم السلام کے معجزات ان کی وفات کے بعد باقی نہیں رہے۔ اور آپ کا معجزہ قرآن کریم قیامت تک باقی رہے گا، ان کے معجزات کو صرف ان کے زمانے کے لوگوں نے دیکھا اور آپ کے معجزہ قرآن کریم کو قیامت تک لوگ دیکھتے رہیں گے۔
  - ۸۔ قرآن مجید میں فصاحت و بلاغت کے علاوہ جن پریش گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے لوگ ہر زمانہ میں ان کے پورے ہونے کا مشاہدہ کرتے رہے ہیں۔ مثلاً قرآن مجید نے فرعون کے متعلق کہا: (يَوْمَ نَجْعَلُكَ بَيْدًا لِّتَكُونَ مِنَ الْخَلْقِ) (یوسف: ۹۲)
- اور آج تک فرعون کا جسم اسی طرح باقی اور محفوظ ہے۔
- اسی طرح قرآن مجید نے جو غیب کی خبریں بیان کیں وہ ہر زمانہ میں صادق رہیں اور قرآن مجید نے جو سائنسی حقائق بیان کیے وہ ہر زمانہ میں علمی تجربات اور مشاہدات کی روشنی میں ثابت ہوتے رہے اور قرآن مجید کی صداقت آشکارا ہوئی رہی، مثلاً قرآن مجید نے سورج، چاند اور دیگر سیاروں کی گردش کو بیان کیا اور سائنسی تحقیقات سے یہ بات ثابت ہو گئی اور قرآن مجید نے کہا: (لَنُخْلِقَنَّهُ فَبِطُونٍ أَوْ عَذَابٍ لِّئَلَّا تُكْفَرَ عَنْهُ) (نمل: ۸۷) وہ تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک پیدا کرے گا اور دوسری پیدا کرے گا تاکہ تمہیں اندھیروں میں



(نمبر ۲۹۴)

تخلیق کرتا ہے۔

اور حدیث میں یہ بات ثابت ہو گئی ہے کہ ہم کے تین پردوں میں انسان کی پیدائش ہوتی ہے۔ جس زمانہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا کہ میرے متبعین سب سے زیادہ ہوں گے اس وقت آپ کے پیروکار قتل تھے۔ لیکن بعد میں دن بہ دن بہ کثرت فتوحات ہونے لگیں اور اسلام کا دائرہ وسیع ہونا گیا حتیٰ کہ اب آپ کے پیروکار سب سے زیادہ ہیں، یہ شبہ نہ ہو کہ دنیا میں عیسائی سب سے زیادہ ہیں کیونکہ یہ حضرت عیسیٰ کے پیروکار نہیں ہیں۔

ایک حدیث کے معنی کی نحو کی ترکیب کے اعتبار سے وضاحت | حدیث نمبر ۲۹۴ کی عبارت مطلق ہے اور ظاہری عبارت سے

اس کا معنی اس طرح ہو گا۔

اس امت سے جو شخص میرے دعویٰ نبوت کو نہیں منے گا خواہ وہ یہودی ہو یا نصرانی پھر وہ مر جائے اور اس دین پر ایمان نہ لائے جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا ہے مگر وہ شخص اصحابِ نار سے ہو گا۔ اور ظاہری معنی پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جس شخص نے آپ کے دعویٰ نبوت کو نہیں منا اور وہ آپ پر ایمان نہیں لیا اس کا کیا قصور ہے اور وہ کیوں جہنمی ہو گا؟

ملا علی قاری رحمہ الباری نے حدیث کی اس عبارت کو حل کیا ہے وہ لکھتے ہیں:

لا یسمع میں لایس کے معنی میں ہے اور ثم یصوت کا عطف لیسمع (ثبت) پر ہے اور لیسع کا عطف یصوت پر ہے اور لیسع سے پہلے یولا یعنی لیس ہے اس کی نفی کا تعلق پورے جملہ کے ساتھ ہے اور اس ترکیب کے اعتبار سے اس حدیث کا معنی یہ ہو گا۔

کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو میری رسالت کی خبر سنے پھر وہ مر جائے درآن حالیکہ وہ میرے لائے دین پر ایمان نہ لایا ہو خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی تو وہ شخص جہنم کے سوا اور کسی شے کا صاحب نہیں ہو گا۔ لے اور اس حدیث کا حاصل معنی یہ ہے:

اس امت میں سے جو شخص بھی خواہ وہ یہودی ہو یا عیسائی میرے دعویٰ نبوت کو مننے کے بعد میرے لائے دین پر ایمان نہ لائے پھر مر جائے تو وہ شخص جہنمی ہو گا۔

علم حدیث کے حصول کے لیے دور واز کا سفر اختیار کرنا | حدیث نمبر ۲۹۵ میں ہے: تین شخصوں کو

کتاب میں تھا پہلے اپنے نبی پر ایمان لایا پھر اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا اور آپ پر ایمان لایا، دوسرا وہ شخص جو غلام ہے وہ اپنے آقا کی خدمت بھی کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عبادت بھی کرتا ہے تیسرا وہ شخص جس نے اپنی باندی کو اچھی طرح تعلیم دی اور پھر اس سے نکاح کر لیا۔



علامہ نووی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ان اہل کتاب کی فضیلت ہے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے، اور یہ کہ ان کو دواجر ملیں گے، ایک اس بات پر کہ وہ اپنے نبی کی شریعت منسوخ ہونے سے پہلے اس پر ایمان لائے اور دوسرا اس لیے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

اور اس حدیث میں اس غلام کی فضیلت ہے جو اللہ تعالیٰ کے حقوق بھی ادا کرتا ہو اور اپنے مالک کے حقوق بھی ادا کرتا ہو، اور اس میں اس شخص کی فضیلت ہے جس نے ہمدی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اور یہ صدقہ کر کے اس میں رجوع کرنا نہیں ہے بلکہ یہ ایک احسان کرنے کے بعد دوسرا احسان ہے۔

شعبی نے کہا ہم نے یہ حدیث کسی معاوضہ کے بغیر تم کو دے دی ہے ورنہ اس سے کم عبارت کی حدیث کے لیے لوگ مدینہ تک کا سفر کرتے تھے، اس حدیث میں عالم کے لیے اس قسم کے قول کہنے کا جواز ہے تاکہ سامع کو حدیث کے حفظ اور ضبط پر برا بیگنہ نہ کیا جائے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ منصف صاحبین ایک حدیث کے حصول اور ایک مسئلہ کے علم کے لیے دوسرے دراز کے شہروں کا سفر کرتے تھے۔

اس حدیث کے پہلے جزی میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اہل کتاب میں سے جو شخص ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے گا اس کو دگنا اجر ملے گا۔

اس حدیث پر یہ اشکال کیا جاتا ہے کہ دگنا اجر ملنے میں ان لوگوں کی کیا خصوصیت ہے جبکہ عام مسلمانوں کو ایک نیکی پر دس گنا اجر ملتا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن چیزوں پر عام مسلمانوں کو دس گنا اجر ملے گا ان عبادتوں پر ان لوگوں کو بیس گنا اجر ملے گا اسی طرح اجر و ثواب کے ہر شعبہ میں ان کا اجر و ثواب دگنا ہو گا۔ اہل علم کا اس بات میں بھی اختلاف ہے کہ اہل کتاب کے مسلمان ہونے سے جو دگنا اجر ملتا ہے یہ حکم قیامت تک کے لیے عام ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے ساتھ خاص تھا صحیح بات یہ ہے کہ یہ حکم عام نہیں کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

الذین آتوا ہم الکتاب من قبلہ ہم بہ یؤمنون ۵ و اذا یئسوا علیہم ایبتا قالوا امانا بہ انہ الحق من ربنا انا کنّا من قبلہ مسلمین ۶ اولئک یتؤتون اجرہم مرتین۔

جن لوگوں کو ہم نے نزول قرآن سے پہلے کتاب دی وہ قرآن پر بھی ایمان لائے ہیں اور جب ان پر اس قرآن کی آیات تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ آیات حق ہیں جو ہمارے رب نے نازل کی ہیں ہم اس سے پہلے ہی ان کو مانتے تھے یہ وہ لوگ ہیں جن کو دگنا اجر دیا جائے گا۔

(قصص: ۵۵-۵۳)



اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ دگنے احمد کی توبہ ان اہل کتاب کے لیے ہے جو ظہور اسلام سے پہلے اسلام کے منتظر تھے اور ظاہر ہے یہ لوگ زمانہ رسالت میں ہی مقصور ہو سکتے ہیں۔

**عواتین کو تعلیم دینا** امام مسلم نے یہ روایت شعبی کی سند کے ساتھ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ ہے کہ جس شخص نے باندی کو اچھی طرح کھلایا اور ادب سکھایا۔

احديث اور امام بخاری نے بھی یہ حدیث حضرت ابو موسیٰ سے روایت کی ہے اور اس میں یہ الفاظ ہیں: فادبها فاحسن تا ديبها فاحسن (صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰) اور اس کو اچھی طرح تعلیم دی۔

اس حدیث میں عواتین کو علم سکھانے پر دلیل ہے، شرح صحیح مسلم جلد سابقہ میں ہم نے عواتین کو کھانا پڑھنا سکھانے پر بہت تفصیل سے دلائل دیے ہیں اور مافین کے تمام شکوک و شبہات دور کیے ہیں۔

**بَابُ بَيَانِ نَزُولِ عِيسَى بْنِ مَرْيَمَ حَاكِمًا بِشَرِيعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ**

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے عنقریب تم میں عیسیٰ بن مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نزول ہوگا جو عدل و انصاف سے حکم جاری کریں گے، حبیب نوڈ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ موقوف کریں گے اور اس قدر مال و دولت بہائیں گے کہ کوئی لینے والا نہیں ملے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے، عدل اور انصاف سے حکم جاری کریں گے، اس وقت ایک سجدہ کرنا دنیا اور مافیہا سے بہتر ہوگا۔ پھر حضرت ابو ہریرہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کی تائید میں یہ آیت پڑھی (ترجمہ: اہل کتاب میں سے ہر شخص حضرت عیسیٰ کی وفات سے پہلے ان کی تصدیق کرے گا۔

۲۹۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ وَحْدَةَ ثَمَامَةَ مَحْمُودٍ عَنْ رُمَيْحٍ أَخْبَرَنَا الْيَيْثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ ابْنِ الْمُسَيَّبِ أَنَّ سَمْعَةَ ابْنَ هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَأُخَذُ بِالَّذِي تَقِيصُ بِيَدِي لِيُؤْشِكُنَّ أَنْ يَنْزِلَ فِيكُمْ ابْنٌ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالسَّلَامُ حَكَمًا مُقْسِطًا فَيَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخَنَازِيرَ وَيَعْتَمِرُ الْحَجَرَةَ وَيُفِيءُ عَنِ السَّمَاءِ حَتَّى لَا يَبْقَى أَحَدٌ ۚ وَحَدَّثَنَا كَاغْبِدُ الدَّعْلِيُّ عَنْ حَمَّادٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَرُحَيْدِرُ بْنُ حَزْبٍ قَالُوا سَمِعْنَا ابْنَ عُثَيْبَةَ ح وَحَدَّثَنَا حَوْثَلَةُ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ

ح وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ حَدَّادٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَلْبٍ عَنْ الرَّهْزِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي



رَدَا يَزِيدُ ابْنُ عَيْنٍ اِمَّا مَا مُشِطًا وَحَكَمًا عَدُوًّا وَفِي  
رَدَا يَزِيدُ يَوْمُنَ حَكَمًا عَدُوًّا وَكَرِيهًا كُرًا اِمَّا مَا مُشِطًا  
حَكَمًا قَالَ اَلَيْسَتْ وَفِي حَدِيثٍ مِنْ لَيْلِيَا ذِكْرًا وَحَقِّ  
تَكُونُ السَّجْدَةُ الْوَاحِدَةُ خَيْرًا مِنَ السُّنْبَا  
وَمَا فِيهَا ثُمَّ يَقُولُ اَبُو هُرَيْرَةَ اُخْرَةُ دَارِ  
تَسْتَعْنِدُ دَارٌ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ اِلَّا كَيْفُ صِرَتْ  
بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ الْاَوَّلَةِ -

۲۹۹ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاكِبٌ عَنْ  
سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ عَطَاءِ بْنِ مَيْمَنَةَ عَنْ أَبِي  
هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ وَاللَّهُ لَيَنْزِلَنَّ ابْنُ مَرْثِيٍّ حَكَمًا عَدُوًّا  
فَلْيَكْسِرَنَّ الْقَلْبَ وَكَيْفَ تَكُونُ الْيَنْزِيلُ وَكَيْفَ تَكُونُ  
الْجَذْبَةُ وَكَتَبْتُ كُنَّ اَعْلَاصَ فَلَا تَشْغَى عَلَيْهَا  
وَكَتَبْتُ هَبْنِ الشَّحْمَاءُ وَالشَّحْمَاءُ عَصَى وَالشَّحْمَاءُ  
وَلَيْدًا عَوْنًا اِلَى الْمَالِ فَلَا يَقْبَلُهُ اَحَدًا -

۳۰۰ - حَدَّثَنَا ابْنُ حَزْمَةَ بْنُ يَحْيَى أَخْبَرَنَا ابْنُ  
وَهْبٍ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي  
نَافِعٌ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْثِيٍّ فَنِيَكُمْ وَمَا مِنْكُمْ  
مِنْكُمْ -

۳۰۱ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُحَمَّدٍ بْنُ حَاتِمٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى  
ابْنُ اِبْرَاهِيمَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شِهَابٍ عَنْ عَتِيبَةَ  
قَالَ أَخْبَرَنِي نَافِعٌ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ الْأَنْصَارِيِّ  
أَنَّ سَمِعَةَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ أَنْتُمْ إِذَا نَزَلَ ابْنُ  
مَرْثِيٍّ فَنِيَكُمْ وَمَا مِنْكُمْ -

۳۰۲ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ حَدَّثَنَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم بخدا عیسیٰ  
بن مریم علیہ السلام کا نزول ہوگا جو عدل اور انصاف  
سے حکم جاری کریں گے، عیسیٰ توڑ ڈالیں گے، خنزیر  
کو قتل کریں گے، اور جزیرہ مرقوفہ کو دیں گے، اونٹوں کو  
کھانا چھوڑ دیا جائے گا اور ان سے کوئی شخص کام نہیں  
لے گا، لوگوں کے دلوں سے کینہ، بغض اور حسد نکل  
جائے گا، انھیں مال لینے کے لیے بلا یا جائے گا اور  
کوئی مال لینے نہیں آئے گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری  
کیا شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا اور  
امام تم میں سے کوئی شخص ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا  
شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہو کر تمہاری امت  
فرمائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ



الرَّسُولُ بْنُ مَسْلُومٍ حَدَّثَنَا أَبُو إِدْرِيسٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ عَنْ  
عَنْ ثَابِتٍ عَنْ مَوْلَى أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَيْفَ  
أَتُكَلِّمُ إِذَا كُنْتُ فِيكُمْ أَبُو مُرَيْعَةَ قَالَا مَكَدٌ مِنْكُمْ  
فَقُلْتُ لَا بَيْنَ ابْنِ إِدْرِيسٍ أَنَّ الْأَوَّلَ رَأَى حَدَّثَنَا عَنْ  
الْزُّهْرِيِّ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَا مَا مَكَدُ  
مِنْكُمْ قَالَا ابْنُ إِدْرِيسٍ هَلْ تَدْرِي مَا أَمَكَدُ  
مِنْكُمْ قُلْتُ تَحْبِيذِي قَالَا قَالَا مَكَدُ بَكْتَابٍ رَأَى  
عَنْ وَجَلَّ وَسُئِلَ كَيْفَ كَوَصَلَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
۳۰۳ - حَدَّثَنَا الرَّسِيدُ بْنُ شُعْبَةَ وَهَرُونَ  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَحَجَّاجٍ بْنِ الشَّاعِرِ قَالَا أَحَدُ ثَنَاءِ حُجَّاجٍ  
وَهُوَ ابْنُ مَوْحِدٍ عَنْ ابْنِ جُبَيْرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي  
أَبُو الدَّرْدَاءِ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ  
سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي يُقَاتِلُونَ عَلَى الْحَقِّ  
ظَاهِرِينَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ قَالَ قِيْلَ لِعِيسَى  
ابْنِ مَرْيَمَ قِيْلَ لَمْ يَمِزْهُمْ تَعَالَى صَلَاتُكَ  
قِيْلَ لَكَ إِنَّ بَعْضَكُمْ عَلَى بَعْضٍ أُمَرَاءُ تَكُونُ  
اللَّهُ هَذِهِ الْأُمَّةُ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا  
شان ہوگی جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے اللہ  
تمہارا ایک فرد ہو کہ امامت فرمائیں گے۔ ابن ابی ذر نے  
اس کی تشریح میں یہ کہا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تمہارے سب  
کے کتاب اور تمہارے نبی کی سنت کے مطابق امامت  
فرمائیں گے

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا ایک گروہ ہمیشہ  
حق کے لیے لڑتا رہے گا اور قیامت تک حق پر قائم  
رہے گا اور ثابت رہے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ  
علیہ السلام تشریف لے آئیں گے مسلمانوں کا امیر حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام سے کہے گا آئیے نماز پڑھا لیتے حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے نہیں تمہیں میں سے بعض، بعض کی  
امامت کریں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول اس امت کی فضیلت ظاہر  
کرنے کے لیے ہوگا۔

### حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر دلیل

حدیث نمبر ۲۵ میں ہے مقترب تم میں عیسیٰ بن مریم کا نزول  
ہوگا، ملحد وہ جو یہ موقوف کریں گے  
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول پر قرآن کریم کی یہ آیت مبارکہ واضح دلیل ہے :  
وَأَن مِّنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لِيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ  
مَوْتِهِ - (نساء، ۱۵۹)  
اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ابھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں اور جو کلمہ از روئے قرآن تمام اہل کتاب یعنی  
تمام یہود و نصاریٰ کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ اور ابھی یہودی حضرت عیسیٰ علیہ  
السلام پر ایمان نہیں لائے نہ عیسائیوں کا ان پر صحیح ایمان ہے اس لیے ضروری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف  
لائیں اور تمام یہود و نصاریٰ ان پر ایمان لاکر مسلمان ہو جائیں۔  
بجز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جنہ موقوف کرنے سے پہلے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اگر دین اسلام کے بعض



احکام کو منسوخ کر دیں گے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود جزیہ کی مدت نزول کیسے تک بیان فرمائی ہے اس لیے جزیہ کے ناسخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے کے بعد جب تمام کفار اور مشرکین مسلمان ہو جائیں گے تو جزیہ عائد کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہے گی۔

## بَابُ بَيَانِ الزَّمَنِ الَّذِي لَا يَقْبَلُ فِيهِ الْإِيمَانُ

اس زمانہ کا بیان جس میں ایمان نہیں قبول کیا جائے گا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک سورج منور سے طلوع نہ ہو اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی، اور جب سورج مغرب سے طلوع ہوگا تو وہ تمام لوگ ایمان لے آئیں گے جو اس سے پہلے ایمان نہیں لائے تھے لیکن اس دن کسی شخص کے لیے اس کا ایمان لانا سود مند نہیں ہوگا جو اس سے پہلے ایمان نہیں لایا تھا، یا جس نے ایمان لا کر کوئی نیکی نہیں کی تھی۔ امام مسلم نے چار اور سندیں بیان کر کے فرمایا ان سندوں میں یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

۳۰۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا فَإِذَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا آمَنَ النَّاسُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ كَيْدُ مَنْ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَوْ تَكُنْ أَمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي آثِمَاتِهَا خَيْرًا

۳۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ لُبَيْدٍ وَابْنُ كَثِيرٍ قَالُوا سَمِعْنَا ابْنَ لُبَيْدٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا جُوَيْدٌ وَلَا هُمَا عَنْ عَمَادَةَ بْنِ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي ذُرَّةٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دُكَّانٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا مَعْمَرُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ إِذْ قَالَ نَا مَعْمَرُ عَنْ هَنَاءِ بْنِ مُسْلِمٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَإِلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ حَدِيثِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب تین چیزوں کا ظہور ہو جائے گا تو پھر کسی شخص کے لیے اس کا ایمان لانا فائدہ مند نہیں ہوگا، جو اس سے پہلے ایمان

۳۰۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ كَثِيرٍ ح وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا صُهَيْبُ بْنُ يَزِيدَ الْإِسْطَخْرِيُّ ح



نہیں لایا تھا یا جس نے ایمان لا کر کوئی نیکی نہیں کی تھی وہ  
تین چیزیں یہ ہیں (۱) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا،  
وہاں کا خروج اور وہاں الارض کا ظاہر ہونا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک  
دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تمہیں معلوم  
ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے، صحابہ نے عرض کیا اللہ  
تعالیٰ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے آپ نے فرمایا  
کہ سورج چلتا رہتا ہے یہاں تک کہ اپنے  
مستقر پر پہنچ کر عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے پھر  
اسی حالت میں اس وقت تک رہتا ہے یہاں تک  
کہ اس سے کہا جاتا ہے بلند ہو اور جہاں سے اُسے  
مرویں چلے جاؤ، چنانچہ وہ لوٹ کر اپنے نکلنے کی  
جگہ سے طلوع ہوتا ہے اور پھر چلتا رہتا ہے یہاں  
تک کہ اپنے مستقر پر پہنچ کر عرش کے نیچے سجدہ  
کرتا ہے، پھر اسی حالت میں اس وقت تک رہتا  
ہے یہاں تک کہ اس سے کہا جاتا ہے بلند ہو اور  
جہاں سے اُسے مرویں لوٹ جاؤ، چنانچہ وہ لوٹ  
کر اپنے نکلنے کی جگہ سے طلوع ہوتا ہے یہ معمول پر  
جاری رہے گا اور لوگ اس میں کچھ فرق محسوس نہیں کریں گے  
یہاں تک کہ ایک دن جب سورج عرش کے نیچے سجدہ  
کرے گا تو اس سے کہا جائے گا بلند ہو اور اپنے  
مغرب سے طلوع ہو پھر سورج کو سورج مغرب سے طلوع  
ہوگا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم  
جانتے ہو کہ وہ کون سا دن ہوگا جس دن کسی ایسے  
شخص کا ایمان قبول نہیں ہوگا جو اس سے پہلے مسلمان

عَنْ مُصَيْبِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ أَبَا ذَرٍّ يَقُولُ  
مَعَهُ ابْنُ عَبَّاسٍ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ  
أَبُو ذَرٍّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ إِذَا خَرَجَ  
لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِلَّا مِمَّا نَفَا لَهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ  
قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا طَلُوعُ الشَّمْسِ  
مِنْ مَغْرِبِهَا وَالْعَالَمُ كَذَّابٌ الْأَرْضُ

۳۶۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ أَبِي  
جَبْرِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنَا أَبُو  
عَلِيٍّ حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ  
سَمِعْتُ مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَئِذٍ تَرَوْنَ  
أَيُّنَ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ قَالُوا اللَّهُ وَرَسُولُهُ  
أَعْلَمُ قَالَ إِنَّ هَذِهِ تَجْرِي حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى  
مُسْتَقَرٍّ هَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً فَتَقُولُ  
كَذَّالْ كَذَّالِكْ حَتَّى يُقَالَ لَهَا ارْجِعِي ارْجِعِي  
مِنْ حَيْثُ جِئْتِ فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ  
مَطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِي حَتَّى تَنْتَهِيَ إِلَى مُسْتَقَرٍّ هَا  
تَحْتَ الْعَرْشِ فَتَخِرُّ سَاجِدَةً فَتَقُولُ كَذَّالْ كَذَّالِكْ  
حَتَّى يُقَالَ لَهَا ارْجِعِي ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ  
فَتَرْجِعُ فَتُصْبِحُ طَالِعَةً مِنْ مَطْلِعِهَا ثُمَّ تَجْرِي  
لَا يَسْتَكْبِرُ النَّاسُ مِنْهَا شَيْئًا حَتَّى تَنْتَهِيَ  
إِلَى مُسْتَقَرٍّ هَا تَحْتَ الْعَرْشِ فَيُقَالَ لَهَا  
ارْجِعِي ارْجِعِي طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِكَ فَتُصْبِحُ  
طَالِعَةً مِنْ مَغْرِبِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَدْرُونَ مَتَى ذَا كُرْ  
ذَا كُرْ حِينَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِلَّا مِمَّا نَفَا لَهَا لَمْ تَكُنْ  
آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا



مہ جو چکا ہوا یا جس نے ایمان لاکر کوئی نیکی نہ کی ہو۔  
حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ  
سورج کہاں جاتا ہے، بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

٣٠٨ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي بَرْزَةَ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمَ آتَدُ رُؤُوسَ آيَاتٍ تَذْهَبُ هَذِهِ الشَّمْسُ بِشَيْءٍ مَخْلُوقٍ حَدِيثٌ  
ابْنُ أَبِي بَرْزَةَ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد میں داخل ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے جب سورج مغرب ہو گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابوذر کیا تمہیں معلوم ہے یہ سورج کہاں جاتا ہے میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی کو خوب علم ہے۔ آپ نے فرمایا سورج جا کر مسجد کی اجازت طلب کرتا ہے اس کو مسجد کی اجازت ملتی ہے۔ ایک بار اس سے کہا جائیگا جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ تو سورج مغرب سے طلوع ہو گا۔ پھر آپ نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت کے مطابق یہ آیت پڑھی وذلالت مستقرہا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کی تفسیر پڑھی (ترجمہ) آفتاب اپنی قیام گاہ تک پہنچنے کے لیے حرکت کر رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آفتاب کا مستقر عرش کے نیچے ہے۔

٣٩ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ  
كُثَيْبٍ وَاللَّفْظُ لِي فِي كُثَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو مَعَاوِيَةَ  
حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ كَتَبْتُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَنْ يَكُونَ لِي فِي الْيَوْمِ  
قَالَ يَا أَبَا ذَرٍّ هَلْ تَدْرِي أَيُّ يَوْمٍ هَذَا الشَّيْءُ  
قَالَ كَلْتُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهَا تَدْرِي  
فَتَسْأَلُونِي فِي السُّجُودِ فَيُؤَذِّنُ لَهَا وَكَأَنَّهَا  
قَدْ قِيلَ لَهَا ارْجِعِي مِنْ حَيْثُ جِئْتِ قَالَ  
فَتَطْلَعُ مِنْ مَقَرِّهَا قَالَ ثُمَّ قَرَأَ فِي قِدَاعِهِ عَبْدُ اللَّهِ  
وَذَلِكَ مُسْتَقَرُّهَا

١٣٠ - حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَدْبِيُّ وَإِسْحَاقُ بْنُ  
إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَاقُ أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْأَشْعَرِيُّ حَدَّثَنَا  
وَكَيْفُ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ  
آبِيهِ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ جَلَّ وَعَلَا وَالشَّمْسُ  
تَخْرُجُ لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا قَالَ مُسْتَقَرُّهَا تَحْتِ الْعَرْشِ.

دجال کا بیان حدیث نمبر ۴۰۷ میں ہے سورج کے مغرب سے طلوع، دجال کے خروج اور حاقہ الارض کے

ترب قیامت میں شام و عراق کے درمیان دجال کا ظہور ہوگا، دجال کی صرف ایک آنکھ ہوگی اور دوسری آنکھ کی جگہ جمود ہوگی اس کی پیشانی پر اٹ رنکا ہوا ہوگا، وہ تمام روئے زمین میں پھرے گا، اور لوگوں کو اپنی



خدا کی دعوت دے گا، مختلف علاقوں سے گشت کرتا ہوا شام سے اصفہان پہنچے گا، وہاں ستر ہزار یہودی اس کی دعوت کو قبول کریں گے، اصفہان کے بعد یمن جائے گا وہاں سے حرمین کا قصد کرے گا، مگر مشرق کی حقارت کی وجہ سے حرمین میں داخل نہیں ہو سکے گا پھر لوگوں کو گمراہ کرتا ہوا شام کی طرف روانہ ہوگا۔ اسی دوران دمشق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہوگا وہ دجال کا بیچھا کریں گے اور بالآخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں دجال مارا جائے گا۔

جس وقت آفتاب مغرب سے نکلے گا اس سے پہلے مکہ میں کوہ صفا زلزلہ سے چھوٹ جائے گا اور اس سے ایک عجیب شکل کا جانور نکلے گا جس کو رابۃ الارض کہتے ہیں، یہ جانور

چہرے میں انسان سے، گردن میں اونٹ سے دم میں بیل سے، سینگوں میں بارہ سنگے سے، ہاتھوں میں بندر سے اور کانوں میں اٹھتے سے مشابہ ہوگا۔ مکہ کے بعد یمن کی طرف جائے گا پھر نجد جا کر غائب ہو جائے گا پھر دوبارہ مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوگا اس کے ایک ہاتھ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور دوسرے ہاتھ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگلی ہوگی، وہ اس قدر تیز رفتاری سے روئے زمین کا دورہ کرے گا کہ کوئی شخص اس کی دسترس سے باہر نہیں ہوگا، مسلمانوں کی پیشانی پر وہ عصلے موسیٰ سے ایک نوٹ فی خط کھینچے گا جس سے ان کا چہرہ روشن ہو جائے گا اور کفار کی ناک یا گردن پر حضرت سلیمان کی انگلی سے مہر لگائے گا جس سے ان کا چہرہ سیاہ ہو جائے گا۔

سورج کے سجدہ کرنے اور سجدہ میں پڑے رہنے کی توجیہ | سورج کے سجدہ کرنے کے متعلق حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی جس قدر روایات بیان کی گئی ہیں، ان سب میں یہ مذکور ہے کہ غروب کے وقت سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے اور پھر اسی حالت میں پڑا رہتا ہے، حتیٰ کہ ابادت لینے کے بعد پھر واپس لوٹتا ہے اور بلند ہو کر قیام کے وقت طلوع ہوتا ہے جب کہ مشاہدہ اور عقل و صریح اس کے سراسر خلاف ہے کیونکہ سورج نہ کسی جگہ ٹھہرتا ہے نہ اٹھنے پاؤں واپس لوٹتا ہے بلکہ ہر آن اور ہر ساعت اس کا طلوع اور غروب دونوں عمل میں آ رہے ہیں۔ اور اس کا ایک اتنی میں غروب بعینہ دوسرے اتنی پر طلوع ہوتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے کیا مراد ہے؟ اس کا حقیقی علم تو انشاء اور اس کے رسول ہی کو ہے ان احادیث سے ہم جو کچھ سمجھ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غروب آفتاب کو آفتاب کے سجدے سے تعبیر فرمایا ہے کیونکہ ہر چیز کی عبادت اس کے حال کے مطابق ہوتی ہے، لہذا سورج جب نصف النہار کے وقت حالت استواء پر ہوتا ہے تو اس کا یہ استواء قیام سے زوال کے بعد جب سورج ڈھل جاتا ہے تو اس کا ڈھلنا رکوع سے اور جب اتنی پر غروب ہوتا ہے تو یہ سجدہ سے مشابہ ہے، حتیٰ کہ اتنی پر سورج غروب ہوتا ہے وہ چونکہ عرش کے نیچے واقع ہے اس لیے اس کو عرش کے نیچے سجدہ کرنے سے تعبیر فرمایا۔ راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سورج کے سجدہ کرنے کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا فلا تلال کذلک انک اس کا یہ مطلب نہیں کہ رات بھر سورج سجدہ میں پڑا رہے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حالت سجدہ (یعنی غروب) ہی میں اس سے کہا جائے گا ارجع صحن حیث جئت، جہاں سے آئے ہو وہیں لوٹ جاؤ، اور روٹنے کا مطلب اٹھنے پاؤں واپس جانا نہیں ہے۔



بلکہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے ہوئے نظام طبع کے تحت نہ تھا ہے، یعنی معروف طریقہ کے مطابق جس افق سے غروب ہوا ہے اس کے مقابل دوسرے افق پر طلوع ہو پھر اپنی منازل طے کرتا ہوا اس افق پر غروب ہو کر سابق افق پر طلوع ہو جائے، اس طرح اپنا دورہ مکمل کرنے کے بعد سورج اس افق سے پھر طلوع ہوتا ہے جس سے غروب ہوا تھا، قیامت تک یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا لیکن جب قیامت قائم ہوگی تو سورج جس افق سے غروب ہوا تھا اس افق پر جانب غروب سے ہی طلوع ہو جائے گا **اللہ الحمد علی ما الہم من حل اشکال هذا الحديث**

**بَابُ بَدْءِ الْوَحْيِ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ**

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کی ابتداء کرنے کا بیان

۳۱۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «بَدَأَ الْوَحْيُ بِي بِرُؤْيَايَ أَفْئِدَتِي فِي يَوْمٍ مِثْلَ قَلْبِي الصُّبْحُ ثُمَّ حُبَّتِ الْبَيْتَةُ أَنْحَادًا فَكَانَ يَحْكُمُوا بِعَارِجَتَاءَ يَتَحَدَّثُ فِيهِ هَذَا الْقَعْدَةُ النَّبِيُّ إِلَى أَهْلِهِ وَيَتَرَوُّدُ لَيْلًا ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى خَدِيجَةَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ لَيْلًا حَتَّى فَجَتْهُ الْحَقُّ وَهُوَ فِي عَارِجَتَاءَ فَجَاءَهُ أَنْحَادُ قَعْدَةٍ فَقَالَ مَا أَنَا بِقَارِيَةٍ قَالَ فَخَذَفْتُ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُحْدُ ثُمَّ أَمْسَكَنِي فَقَالَ أَفْرَدُ فَقَالَ مَا فَخَذَفْتُ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُحْدُ ثُمَّ أَمْسَكَنِي فَقَالَ أَفْرَدُ فَقَالَ مَا أَنَا بِقَارِيَةٍ قَالَ فَخَذَفْتُ حَتَّى بَلَغَ مِنِّي الْجُحْدُ ثُمَّ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتداء مجھے خوابوں سے ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو خواب دیکھتے اس کی تمہیر روشن صبح کی طرح ظاہر ہو جاتی۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں تنہائی کی محبت پیدا کی گئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جا کر تنہائی میں عبادت کرنے لگے کئی کئی راتیں غار میں رہتے اور غروب و فوجش کا سامان ساتھ سے جاتے رجب کا پہلے مہینے کی چیزیں ختم ہو جاتیں تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آکر اور چیزیں لے جاتے اسی دوران غار حرا میں آپ پر اچانک وحی نازل ہوئی فرشتے نے آکر آپ سے کہا ”پڑھئے“ آپ نے فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ پھر فرشتہ نے زور سے گلے لگا کر مجھے دہرایا حتیٰ کہ اس نے دہانے پر پوری قوت صرف کر دی پھر مجھے چھوڑ کر کہا ”پڑھئے“ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتہ دوبارہ مجھے پکڑ کر بقل گیر ہوا حتیٰ کہ مجھے پوری قوت سے دہرایا پھر مجھے چھوڑ کر کہا ”پڑھئے“ میں نے کہا میں پڑھنے والا نہیں ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فرشتہ تیسری بار مجھے پکڑ کر بقل گیر



أَتَسْبِيحُ فَقَالَ أَفَدَا يَا سُبْحَانَكَ الَّذِي خَلَقَ  
 تَخْلُقُ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ أَفَدَا وَمَنْ يَكُنْ  
 الْكَرِيمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا  
 لَمْ يَعْلَمْ فَذَرَجَةٍ بِهَا رَسُولٌ مِنْهُ صَبَّحَ اللَّهُ  
 عَلَيْكَ وَالْيَمِّ وَمَسَكٌ تَرْجُفُ كَوَادِرُهَا حَتَّى  
 وَخَلَّ عَلَى خَدَّيْجَةٍ فَقَالَ تَرَى مَلَكًا فِي زَمْلِكُوفِي  
 قَرْمَلُوه حَتَّى ذَهَبَ عَنْهُ الرُّوحُ ثُمَّ قَالَ  
 لَخَدَّيْجَةٍ أَفَى خَدَّيْجَةٍ مَا لِي وَأَنْتَ كَبْرَاهِيخُ  
 فَتَالَ لَقَدْ تَحَشَيْتُ عَلَى نَفْسِي خَالَتْ لِي  
 خَدَّيْجَةٍ كُلًّا أَتَمِشُرُ قَوْلَ اللَّهِ لَا يُخْزِيكَ  
 اللَّهُ أَبَدًا ۖ قَالَ اللَّهُ إِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَ  
 تَصُدُّ فِي الْحَدِيثِ وَتَحِيلُ الْكَلَّ وَتَكْنِبُ  
 الْمَعْدُومَ وَتَعْرِى الضَّمِيمَ وَتُؤَيِّنُ عَلَى  
 تَوَاتُيْبِ الْحَقِّ فَتَا فَطَلَقَتْ بِهِ خَدَّيْجَةُ  
 حَتَّى آتَتْ بِهِ وَرَقَةَ بْنَ تَوْقَلِ بْنِ أَسَدِ  
 بْنِ عَبْدِ الْعُزَّى وَهُوَ ابْنُ عَمِّ خَدَّيْجَةٍ أَخِي  
 أَيْمَنُهَا وَكَانَ أَمْرًا تَنْتَصِرُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ وَ  
 كَانَ يَكْتُبُ الْكِتَابَ الْعَرَبِيَّ وَيَكْتُبُ مِنَ  
 الرُّسُلِ جِيلٌ يَا لَعَنَ بَيْتَهُ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ  
 يَكْتُبَ وَكَانَ شَيْخًا كَبِيرًا قَدْ عَصَى فَقَالَ  
 لَهُ خَدَّيْجَةُ أَفَى عَمِّ إِسْمَعِيلَ مِنْ ابْنِ أَخِيكَ  
 قَالَ وَرَقَةُ بْنُ تَوْقَلِ بْنِ أَبِي أَخِي مَاذَا  
 تَرَى فَتَا أَخْبَرَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ خَبْرَ مَا رَأَى فَقَالَ لَهُ وَرَقَةُ  
 هَذَا النَّكَامُ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَى مُوسَى  
 يَا لَيْسَتَنِي فِيهَا جَدَّةٌ يَا لَيْسَتَنِي أَكُونُ  
 حَيًّا حِينَ يُخْرِجُكَ تَتَوَمَّلُ قَالَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَوْ مَخْرُجِي  
 لَهْمُ فَتَالَ وَرَقَةُ لَعَنَ لَهْمُ يَا رَجُلُ

ہوا حتی کہ مجھے پوری قوت سے دیا یا پھر مجھے چھوڑ  
 کر کہا: اقول باسم ربك الذي خلق: خلق الانسان من  
 علق: وادركك الاكبرم الذي علم بالقلم علم الانسان ما لم يعلم  
 (اپنے رب کے نام سے پڑھیے جو خالق ہے جس  
 نے انسان کو گوشت کے لٹپٹے سے پیدا کیا پڑھیے  
 آپ کا رب سب سے بڑا وہ کریم ہے جس نے قلم  
 سے کھنا سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائی جو وہ  
 نہیں جانتا تھا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس  
 وحی کو سنے کہ حضرت خدیجہ کے پاس اس حال میں پہنچے  
 کہ آپ پر کبھی طاری تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے فرمایا: ”مجھے کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اڑھاؤ“  
 گھر والے نے آپ کو کپڑے اڑھائے حتیٰ کہ آپ کا  
 عورت دور ہو گیا، پھر آپ نے حضرت خدیجہ کو تمام  
 واقعہ سنایا اور فرمایا اب میرے ساتھ کیا ہوگا، مجھے  
 اپنی جان کا خطرہ ہے، حضرت خدیجہ نے عرض کی  
 ہرگز نہیں آپ کو یہ فرید مبارک ہوا اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز  
 رسوا نہیں کرے گا، خدا گواہ ہے کہ آپ صلہ رحمی  
 کرتے ہیں، سچ بولتے ہیں، کمزوروں کا ہر جملہ اُٹھاتے  
 ہیں، نادار لوگوں کو مال دیتے ہیں، مہمان نوازی کرتے  
 ہیں، اور بلا حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے  
 ہیں، پھر حضرت خدیجہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے  
 گئیں جو زمانہ جاہلیت میں نبیائی مذہب پرست تھے،  
 اور انجیل کو عربی زبان میں سمجھتے تھے بہت بوڑھے  
 ہو چکے تھے اور نبیائی جاتی رہی تھی، حضرت خدیجہ  
 نے ان سے کہا: اے چچا! اپنے بھتیجے کی بات  
 سنئے، ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے کہا: اے بھتیجے! آپ نے کیا دیکھا ہے، رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں وحی ملنے کا تمام واقعہ سنایا



قَطَّيْنَا جَنَّتَ بِهِ إِلَّا عُوذِي وَإِنْ لَيْدِي كَيْفِي  
يَوْمَكَ أَنْصَرْنَا لَكَ نَصْرًا مُؤَكَّدًا

در ترجمہ نے کہا یہی فرشتہ ہے جو حضرت موسیٰ کے پاس  
رحی لے کر آیا تھا، کھانسن میں جوان ہوتا، کھانسن میں  
اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو وطن سے  
نکال دے گی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
کیا وہ مجھ کو ماتی نکال دیں گے اور نہ لے کہا ہاں!  
جس شخص پر بھی آپ کی طرح رحی مارل ہوئی رک اس  
کے دشمن ہو جائے تھے اگر وقت نے مجھ کو مہلت  
دی تو میں اس وقت آپ کی انتہائی قوی مدد کر دے گا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رحی کی ابتداء... اس کے  
بعد حدیث مثل سابق ہے اور اس روایت میں یہ ہے  
کہ حضرت خدیجہ نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز شرمندہ  
نہیں کرے گا اور حضرت خدیجہ نے درجہ سے کہا  
اے میرے چچا زاد اپنے بھتیجے کی بات سن لیجئے۔

۳۱۲۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ  
الرَّحْمَنِ أَيْ قَالَ أَمَّا مَعْمَرٌ قَالَ قَالَ الرَّهْزِيُّ وَأَخْبَرَنِي  
عَمْرُو عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بَدَأَ  
بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنَ  
الْوَحْيِ وَنَسَأَ الْحَدِيثُ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ عَنِ  
أَنَسٍ قَالَ قَوْلَهُ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا وَكَانَ  
قَالَ لَحْدِيحَةَ إِبْنِ ابْنِ عَدِيٍّ سَمِعَهُ مِنَ ابْنِ  
أَيْحِيكَ.

۳۱۳۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ ابْنُ  
الْمَلِيكِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ تَجْدِي قَالَ حَدَّثَنِي  
عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ ابْنُ مَرْثَدٍ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عَمْرُو  
لِابْنِ الزُّبَيْرِ يَقُولُ قَالَتْ عَائِشَةُ رَوِّجُ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ جَعَلَ إِلَى خَدِيحَةَ يَزْجِفُ  
قَوْلًا وَلَا قَتَصَ الْحَدِيثَ بِمِثْلِ حَدِيثِ يُونُسَ  
وَمَعْمَرٍ وَلَمْ يَذْكُرْ أَوَّلَ حَدِيثِهِمَا مِنْ قَوْلِهِ  
أَوَّلُ مَا بَدَأَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرَّوِّيَّ الصَّادِقَ وَتَابَعَهُ  
يُونُسَ عَلَى قَوْلِهِ قَوْلَهُ لَا يُخْزِيكَ اللَّهُ أَبَدًا  
وَلَمْ يَذْكُرْ قَوْلَ خَدِيحَةَ إِبْنِ ابْنِ عَدِيٍّ سَمِعَهُ مِنَ ابْنِ  
أَيْحِيكَ.

۳۱۴۔ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَمَّا ابْنُ وَهْبٍ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی پکپکاتے ہوئے حضرت  
خدیجہ کے پاس گئے بقیہ حدیث پہلی حدیث کی طرح ہے مگر  
اس کے شروع میں یہ نہیں ہے کہ رحی کی ابتداء پہلے  
غزابلوں سے ہوئی اور نہ یہ ہے کہ خدا کی قسم اللہ آپ  
کو کبھی شرمندہ نہیں کرے گا اور یہ کہ حضرت خدیجہ نے کہا  
اے میرے چچا زاد اپنے بھتیجے کی بات سن لیجئے۔

حضرت بابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہا بیان کرتے



ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی رک جانے کے زمانہ  
کا تذکرہ فرما رہے تھے۔ آپ نے فرمایا میں مارا تھا  
اچانک میں نے ایک آواز سنی میں نے سراخا کر دیکھا تو  
نہی فرشتہ۔۔۔ جو میرے پاس حرا میں آیا تھا وہ  
آسمان اور زمین کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا  
میں خوفزدہ ہو گیا اور گھبرا پیں پہنچا اور میں نے کہا مجھے  
کپڑا اڑھاؤ، مجھے کپڑا اڑھاؤ، اہل خانہ نے مجھے کپڑے  
اڑھائے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: (ترجمہ)  
اے کپڑا اڑھانے والے اٹھو! اور لوگوں کو ڈراؤ  
اور اپنے رب کی بشارت بیان کرو، اپنے لباس کو پاک  
رکھو اور بتوں سے کنارہ کشی پر مستقیم رہو۔ پھر وحی  
مسلل اور دکاتار نازل ہونے لگی۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے  
ماتقد حضرت ماہر سے ایسی ہی روایت منقول ہے  
لیکن اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضور خوں سے گرنے  
لگے اور ابوسلمہ نے بتلایا کہ پلیدی سے مراد بُت  
ہیں۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس  
سند سے جس کی طرح روایت ہے لیکن اس میں یہ اضافہ  
ہے کہ آیات مبارکہ یادہا اللہ شرفہا فاعز ووبك فکبر وہ  
الجز فاجھر تک فرشتہ نازل سے پہلے نازل ہوئی۔

قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ أَخْبَرَنِي أَبُو  
سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ  
الْأَنْصَارِيَّ وَكَانَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُحَدِّثُ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ  
يُحَدِّثُ عَنْ فَتْوَةِ الْوَحْيِ قَالَ فَإِذَا حَوَيْتُمْ فَبَيْنَا  
أَنَا أُمِّشِي سَمِعْتُ صَوْتًا مِنَ السَّمَاءِ عَرَفْتُ  
كَأَمْرِ مَا كُنْتُ فِيهِ جَاءَنِي بِحَرَامٍ جَالِسًا  
عَلَى كُرْسِيِّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجِئْتُ مِنْهُ فَرَقًا  
فَرَجَعْتُ فَقُلْتُ رَمِلُونِي رَمِلُونِي فَقَرُّوَنِي  
فَأَنْزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ  
وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ وَتَذَارَكَ فَطَهِّرْ وَالرُّجُزَ فَاهْجُرْ  
وَهِيَ الْأَوَّلُ قَالَ ثُمَّ تَتَابَعَتِ الْوَحْيُ۔

۳۱۵۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ ابْنُ  
الْكَلْبِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي  
عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا سَلَمَةَ  
بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ يَقُولُ أَخْبَرَنِي جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ  
أَنَّهُ سَمِعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ فَتَرَأَوْنِي عَنِّي فَتَوَرُّوا فَبَيْنَا أَنَا أُمِّشِي  
ثُمَّ ذَكَرَ بِمَثَلِ حَوَيْثُ يُونُسَ عَيْدًا ثُمَّ قَالَ  
فَجِئْتُ مِنْهُ فَهَرَفْتُ حَتَّى هَوَيْتُ إِلَى الْأَرْضِ قَالَ  
قَالَ أَبُو سَلَمَةَ وَالرُّجُزُ الْأَوَّلُ كَانَ قَالَ ثُمَّ خَوَّاهُ الْوَحْيُ بَعْدَ وَتَتَابَعَتِ

۳۱۶۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ كَافِرٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ  
قَالَ أَنَا مَعْمَرُ بْنُ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْأَسْنَادِ نَحْوُ حَوَيْثُ  
يُونُسَ وَقَالَ قَاتِلُ بْنُ مَرْزُوقٍ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَا أَيُّهَا  
الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ (إِلَى) وَالرُّجُزَ  
فَاهْجُرْ قَبْلَ أَنْ تُخْرَجَ مِنَ الصَّلَاةِ وَهِيَ الْأَوَّلُ كَانَ  
قَالَ نَجِئْتُ مِنْهُ كَمَا قَالَ عُقَيْلُ۔



۳۱۷۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا أَبُو لَيْثٍ  
ابْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا الْأَوْثَرُ أَخْبَنِي قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى يَقُولُ  
سَأَلْتُ أَبَا سَلَمَةَ أَيْ النَّعْمَانُ ابْنَ الْأَزَلِّ قَالَ يَا أَيُّهَا  
الْمَدَنِيُّ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِذَا قُلْتُ سَأَلْتُ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ  
أَيْ النَّعْمَانُ ابْنَ الْأَزَلِّ قُلْتُ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَدَنِيُّ قُلْتُ  
أَرَأَيْتَ إِذَا قُلْتُ جَابِرُ أَخْبَرَكُمْ مَا حَدَّثَنَا رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ جَاءَ مَاتُ بْنُ حِجْرٍ  
مَنْهُمَا فَكُنَّا قَصَصِيَتْ جَوَادِي نَزَلَتْ فَاسْتَبْطِطْتُ  
بَطْنِ الْوَادِي فَتَوَدَّيْتُ فَتَنَظَّرْتُ أَمَامِي وَخَلْفِي مَعِي  
بِمِثْقَلِ وَحْنٍ شِمَالِي جَلَمًا أَرَأَيْتَ لَمْ تَوَدَّيْتُ  
فَتَنَظَّرْتُ فَلَمْ أَرَ أَحَدًا لَمْ تَوَدَّيْتُ فَتَنَظَّرْتُ  
وَأَمْسِي فَإِذَا هُوَ عَلَى الْعَرْشِ فِي الْهَوَاءِ يَعْنِي  
جِبْرَائِيلَ قَالَتْ لِي رَجَعْتَ مَدِينَةً فَتَأْكُلُ  
خِدْيَةً قُلْتُ دَرَوْدِي فَتَدْرُوْنِي فَخَصَبُوا  
عَلَيَّ مَاءً فَانْزَلَ اللَّهُ تَعَالَى يَا أَيُّهَا الْمَدَنِيُّ قُلْتُ  
فَأَنذَرْتُكُمْ بِكُفْرِكُمْ وَثِيَابُكُمْ فَطُفِرُوا

۳۱۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَثَمَانُ  
بْنُ عُمَرَ قَالَ نَا عَلِيُّ بْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ يَحْيَى بْنِ  
أَبِي كَثِيرٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ فَإِذَا هُوَ جَالِسٌ  
عَلَى عَرْشٍ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ

**وحی کا لغوی معنی**

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

وحی کا معنی ہے: اشارہ، کتابت، کتب، رسالہ، الہام، کلام خفی، ہر وہ چیز جس کو تم اپنے غیر کی طرف اتقا کرو۔  
وحی میں اصل یہ ہے کہ بعض لوگ بعض لوگوں سے آہستہ کلام کریں، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:  
يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ ذِكْرَ الْعَوَالِ  
فہر دوسرا۔

(الغمام ۱۱۶)

یہ اس لفظ کا اصل معنی ہے، پھر یہ الہام کے معنی میں مقتصر ہو گیا، اب اس معنی نے کہا وحی کا لغت میں اصل معنی ہے  
خفیہ طریقہ سے خبر دینا، اسی وجہ سے الہام کو وحی کہتے ہیں، اسی طرح اشارہ اور کتابت کو بھی وحی کہتے ہیں، اللہ تعالیٰ

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر رضی  
اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ کن سی آیت پہلے نازل ہوئی  
انہوں نے کہا یا ایھا الذکر میں نے کہا یا اتوا حضرت جابر رضی اللہ  
عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں  
غار حرا میں ایک ماہ تک رہا جب میں نے یہ مدت پوری  
کر لی تو میں راوی کے اندر چلا گیا، اچانک مجھے کسی نے  
آواز دی، میں نے آگے پیچھے، دائیں بائیں دیکھا مجھے  
کوئی شخص نظر نہ آیا، پھر مجھے دوبارہ آواز دی گئی میں نے  
دیکھا تو مجھے کوئی نظر نہ آیا، پھر سہ بارہ آواز دی گئی میں  
نے اوپر دیکھا تو جبرائیل علیہ السلام ایک تخت پر بیٹھے  
ہوئے نظر آئے، مجھے سخت ڈر لگا، میں خود بخود کے  
پاس آیا اور میں نے کہا مجھے کپڑے اوڑھاؤ۔ اہل خانہ نے  
مجھے کپڑے اوڑھائے اور مجھ پر پانی کے چھینٹے  
ڈالے پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: یا ایھا  
المدثر قم فانذروا ربکم فکیف وشیابکم

قطرہ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا، جبرائیل  
اس تخت پر تھے جو زمین اور آسمان کے درمیان تھا۔



لے فرمایا ہے:

وما کان للبشر ان یصلعه اللہ الا وحیاً او من وراء حجاب او یرسل رسولاً فیوحی بآذنه ما یشاء۔  
اور کسی بشر کے لائق نہیں کہ اللہ اس سے کلام کرے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی فرشتہ بھیج دے جو اس کے حکم سے روح وحی کرے جو کچھ اللہ چاہے۔

(شونہانی: ۵۱)

اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بشر کو الہام یا خواب کی صورت میں غیبی طریقہ سے خبر دیتا ہے، یا بشر پر کتاب نازل کرتا ہے جیسے حضرت موسیٰ پر کتاب نازل کی یا قرآن نازل فرماتا ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا۔ ان میں سے ہر صورت کا اعلام خبر دینے کی ہے، اگرچہ ان کے اسباب اور کلام کی نوعیت مختلف ہے۔

علامہ راجب السنہانی نے کہا ہے کہ وحی کا لغوی معنی ہے اشارہ سرئیہ اور اصطلاح میں وحی ان کلمات الہیہ کو کہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اولیاء کی طرف انعام فرماتا ہے یہ انعام یا تو اس فرشتہ کی وساطت سے ہوتا ہے جو دکھائی دے اور اس کا کلام سنائی دے، جیسا کہ حضرت جبرائیل کا صورت معینہ میں وحی پہنچانا، یا بغیر ممانہ اور مشاہدہ کے کلام سنائی دے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا، یا دل میں کوئی بات ڈال دی جائے، جیسا کہ حدیث میں ہے جبرائیل نے یہ بات میرے دل میں ڈالی، یا یہ انعام الہام کے ذریعہ ہو، جیسے داوید بن علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی، یا یہ انعام تسخیر کے ذریعہ ہو، جیسے داوود بن علی (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی کی، یا یہ انعام خواب کے ذریعہ ہو، جیسا کہ حدیث میں ہے نبوت منقطع ہو گئی اور بشارات باقی ہیں اور وہ سب کے کچھ ختم ہیں۔ لے

وحی کا شرعی معنی | ما نقل ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

دشراً بالاعلام بالشروع وقد يطلق الوحي ویراد به الموحی وهو کلام اللہ المعلن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ لے

ما نقل بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

اصطلاح شریعت میں وحی اس کلام کو کہتے ہیں جو کسی نبی پر نازل کیا جاتا ہے۔

دفعی اصطلاح الشریعة هو کلام اللہ المعلن علی نبی من انبیائہ۔ لے

لے۔ علامہ سید محمد رفیع حسینی زبیدی حنفی تفسیر مختصراً ۱۲۰۵، تاج العروس ج ۱۰ ص ۱۸۵، مطبوعہ المطبعة الخیر مصر ۱۳۰۲ھ  
لے۔ حافظ احمد بن علی بن عبد العزیز عسقلانی متوفی ۸۵۱ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۹، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ  
لے۔ حافظ عبد الباقی بن محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۱۲، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۲۸۸ھ







المؤمن فانه يتصور بتصور الله فالفرق بين  
الالهام والفراسة انها تكشف الامور الغيبية  
بواسطة تفرس آثار الصور والالهام  
كشفها بلا واسطة - ۱

پر غور کر کے باطنی احوال کو معلوم کرنا ہے، سو من کی فرست  
سے بکھودہ اندر کے نور سے دیکھنا ہے، الہام اور فرست  
میں فرق یہ ہے کہ فرست میں ظاہری صورتوں اور علامات  
کے ذریعہ باطن کا حال منکشف ہوتا ہے اور الہام میں  
بلا واسطہ کشف ہوتا ہے۔

نزول وحی کی صورتیں اور اقسام | علامہ بدر الدین عینی نے وحی کی سب ذیل اقسام اور صورتیں بیان کی ہیں:  
(۱) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام قدیم کو سنا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے،  
اور ہمارے ہی صلے اللہ علیہ وسلم کا کلام قدیم سنا جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ہے۔

- ۲۔ فرشتے کے واسطہ سے وحی کا نازل ہونا۔
- ۳۔ دل میں کسی معنی کا انقاد کیا جانا۔
- ۴۔ مصلحت الحبوس (گھنٹی کی آواز) کی صورت میں وحی کا نازل ہونا۔
- ۵۔ حضرت جبرائیل کسی غیر معروف آدمی کی شکل میں آکر بات کریں، جیسے ایک — اعرابی کی شکل میں آئے۔
- ۶۔ حضرت جبرائیل اپنی اصلی شکل میں آئیں جیسے حضرت جبرائیل چھ سو پندرہوں کے ساتھ آئے جن سے باقر  
اور یحییٰ جھڑپے تھے۔
- ۷۔ حضرت جبرائیل کسی معروف آدمی کی شکل میں آئیں جیسے حضرت وحیہ کلہی کی شکل میں آئے۔
- ۸۔ اللہ تعالیٰ براہ راست بیداری میں آپ سے ہم کلام ہوا جیسے شب معراج میں پردے کی اوٹ سے  
کلام فرمایا۔
- ۹۔ اللہ تعالیٰ آپ سے نیند میں ہم کلام ہوا جیسے جامع ترمذی میں حدیث مرفوعہ ہے، آپ نے فرمایا میں  
نے اللہ عز وجل کو بہت حسین صورت میں دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ملا علی کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟
- ۱۰۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں کوئی واقعہ دکھایا جاتا ہے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں  
دیکھا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زنج کر رہے ہیں۔
- ۱۱۔ وحی اسرافیل جیسا کہ مسند احمد میں ہے تین سال حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ موکل رہے۔ ۱۵

خواب کی تعریف اور اقسام | حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:  
انسان نیند میں جو کچھ دیکھتا ہے، اس کو خواب کہتے ہیں، اور قاضی البرک  
بن العربی نے کہا خواب ان اوراکات کو کہتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ جلد کے قلب میں پیدا کرتا ہے، جس طرح  
بیداری میں اللہ تعالیٰ انسان کے دل میں اوراکات پیدا کرتا ہے، خواب میں جو اوراکات ہوتے ہیں وہ دوسرے

۱۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۲۶۲، مطبعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ  
۱۶۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ الفکر ج ۱ ص ۴۰، مطبعہ ادارۃ الطباعة المنيرة مصر ۱۳۲۸ھ



امور کے لیے علامات بن جاتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بعد میں پیدا فرمائے گا، اس کی نظیر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بادلوں کو بارش کے لیے علامت بنایا ہے لیکن کبھی اس کے خلاف بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا نیز حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

خواب کی دو قسمیں ہیں، پہلی قسم رویا صارتہ، یہ انبیاء علیہم السلام اور صالحین کے خواب ہیں جو کچھ وہ خواب میں دیکھتے ہیں اس کے موافق بیداری میں واقع ہو جاتا ہے، اور دوسری قسم ہے اضطرابات، اور اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) خواب میں دیکھنے والے کے ساتھ شیطان مذاق کرتا ہے تاکہ خواب دیکھنے والا خوف زدہ اور شکین ہو مثلاً وہ دیکھتا ہے کہ اس کا سر کاٹ دیا گیا ہے اور وہ اس کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔ (۲) وہ خواب میں دیکھتا ہے کہ فرشتے اس کو کسی حرام کام کو کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں۔ (۳) انسان دن میں جو باتیں کرتا ہے اور اس کے دل میں جو تمنائیں واقع ہوتی ہیں وہ انہی چیزوں کو خواب میں دیکھتا ہے، یا جن چیزوں کو وہ بیداری میں بیان دیکھتا ہے انہی کو خواب میں دیکھتا ہے یا جو چیزیں اس کے مزاج پر غالب ہوتی ہیں وہی اس کو خواب میں نظر آتی ہیں۔ ۵۔

**ابتداء نبوت میں غار حرا جانے کی حکمتیں** | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی ابتداء سچے خوابوں سے کی گئی تھی، تاکہ فرشتے کا آپ کے پاس آنا کوئی ایسا تک حادثہ نہ ہو۔ اس لیے پہلے آپ میں خصال نبوت پیدا کیے گئے، آپ کو سچے خواب دکھائے گئے، حجر اور قیسر آپ کو دیکھ کر سلام عرض کرتے اور آپ کو مہی کہہ کر مخاطب کرتے، پھر اللہ تعالیٰ نے بیداری میں آپ کے پاس فرشتہ بھیجا۔ آپ کے دل میں تنہائی کی محبت پیدا کی گئی، تاکہ آپ کا دل دنیا اور اس کے تعلقات سے فارغ ہو، کیونکہ جب تک انسان کثرتِ ریاضت نہ کرے وہ اپنی طبیعت سے منتقل نہیں ہوتا، اس لیے آپ کے دل میں خلوت گزینی پیدا کی گئی، تاکہ آپ لوگوں کے ساتھ میل جول سے منقطع ہوں، اور آپ کے لیے وحی کا حصول آسان اور آسان ہو، فرشتے کا آپ سے بار بار یہ کہنا ”پڑھئے“ اور اپنے سینے سے لگا کر بھینچنا بھی اسی لیے تھا تاکہ آپ کو فرشتے کے ساتھ مناسبت پیدا ہو، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا غار حرا کی تنہائیوں میں بیٹھنا اسی طرح تھا جس طرح ابتداء میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے رب کی عبادت کرنے کے طریقہ پر غور و فکر کر رہے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا میں کئی کئی دنوں تک ٹھہرنے کے لیے اپنے ساتھ کئی کئی دھنوں کا کھانا لے جاتے تھے، اس سے معلوم ہوا کہ استقبال کے لیے کھانے پینے کی چیزوں کا بندوبست کرنا اور اسباب کو اختیار کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے۔

**بعثت سے پہلے آپ کی عبادت کی تحقیق** | علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی منوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۵۳ مطبوعہ دار نشر الکتاب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ۔  
 ۲۔ فتح الباری ج ۱۲ ص ۳۵۴۔



جہادوت کرتے تھے آیا وہ انبیاء سابقین علیہم السلام میں سے کسی کی شریعت تھی یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اہل علم کے دو قول ہیں، جمہور کا قول ثانی الذکر ہے، ان کا موقف ہے کہ آپ کے دل میں معرفت الہی کا جو نور تھا، یہی کیا تھا آپ اس کے مطابق عبادت کرتے تھے، علامہ ابن حاجب اور علامہ بیضاوی کا مختار یہ ہے کہ آپ کسی شریعت سابقہ کے مکلف تھے، جمہور نے اس کو مسترد کر دیا ہے کیونکہ اگر آپ کسی شریعت کے متبع ہوئے تو اس شریعت کے لوگ اس پر فخر کرتے، پھر جو علماء اس کے قائل ہیں کہ آپ کسی شریعت سابقہ کے متبع تھے، اس شریعت کے تعین میں ان کے آٹھ اقوال ہیں:

۱۔ شریعت ابراہیمی، (۲) شریعت موسیٰ (۳) شریعت عیسیٰ (۴) شریعت نوح (۵) شریعت آدم (۶)۔  
آپ جو تعین کسی شریعت پر عمل کرتے تھے وہ تمام شرائع آپ کی شریعت تھیں (۸) آدمی اور ابوالہلالی نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

اگر جمہور کے موقف پر یہ اعتراض کیا جائے کہ قرآن مجید میں ہے:

ثُمَّ اَوْحَيْنَا إِلَيْكَ اَنْ تَتَّبِعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيفًا۔  
پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ دین ابراہیم کی پیروی کریں جو باطل سے الگ اور حق کی طرف قائل تھے۔ (نحل، ۱۲۳)

اس کا جواب یہ ہے کہ ملت ابراہیم سے یہاں دین مراد ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کو ماننے میں ان کی پیروی کہیں یا مناسک حج میں ان کی پیروی مراد ہے۔  
اس مسئلہ میں دوسری بحث یہ ہے کہ آپ کی عبادت کی کیا نوعیت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ آپ غور و فکر کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اجتہاد میں غور و فکر کرتے تھے، یا غار حرا کی تنہائیوں میں بیٹھ کر اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے، حسن الرہیت کی تجلیات کا مشاہدہ کرتے اور صفات الہیہ کے مطالعہ میں مستغرق رہتے تھے۔

اس مسئلہ میں تیسری بحث یہ ہے کہ اعلان نبوت کے بعد بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین کی شریعتوں میں سے کسی شریعت کے مکلف تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ اصولیین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اگر علماء اصول کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے، امام ملازی، علامہ آمدی اور دیگر علماء کا بھی مختار ہے، اور بعض علماء اصول نے یہ کہا ہے کہ آپ کو کتب سابقہ میں سے احکام حاصل کرنے کا حکم دیا گیا تھا، اور ہم سے پہلے انبیاء علیہم السلام کی شریعت بھی ہماری شریعت ہے، علامہ ابن حاجب کا یہی موقف ہے اور امام شافعی کے اس مسئلہ میں دو قول ہیں اور صحیح قول یہ ہے کہ نبوت کے بعد آپ شرائع سابقہ میں سے کسی شریعت کے مکلف نہیں تھے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ کو پہچاننے کی تحقیق | علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متروک ۸۵۵ھ، مدۃ القاری ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ دار الفکر الطباعة المنیہ مصر ۱۳۸۸ھ



امام ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ فرشتہ آپ کے پاس حراء میں سترہ رمضان کعبہ کے دن آیا تھا اور اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال تھی۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ جب ابتدائوں میں فرشتہ آپ کے پاس دعائے کراہت آپ کو یہ کیسے یقین ہو گیا کہ یہ فرشتہ ہے شیطان نہیں ہے؟ علامہ عینی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ جس طرح نبی اپنے صدق کے ثبوت میں امت کے سامنے معجزہ پیش کرتا ہے اسی طرح جب فرشتہ نبی کے پاس وحی لے کر آتا ہے تو وہ بھی اپنے صدق کے ثبوت میں معجزہ پیش کرتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک صفت دی ہے جس کی وجہ سے ہم انسان اور حیوان کے درمیان امتیاز کر لیتے ہیں، اسی طرح اللہ نے نبی کو ایک اور صفت دی ہے جس سے وہ فرشتوں اور شیطان کے درمیان امتیاز کر لیتا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

ان له صفة بها يبصر الملائكة ويشاهدونهم  
كما ان للبصير صفة بها يفادق الاعيان حتى  
يبدرك بها المبصرات۔ ۱

نبی کو ایک ایسی صفت حاصل ہوتی ہے جس سے وہ فرشتوں کو دیکھتا ہے اور ان کا مشاہدہ کرتا ہے، جس طرح بینا آدمی کو ایک ایسی صفت حاصل ہے جس سے وہ اندھوں میں ممتاز ہے اور مبصرات کا ادراک کرتا ہے۔

اس بحث کو زیادہ تفصیل سے جاننے کے لیے شرح صحیح مسلم جلد خامس ص ۱۰۸-۸۸ کا مطالعہ کریں۔

اس حدیث میں ہے: اس دوران فارحہ میں اچانک آپ پر وحی نازل ہوئی، فرشتے نے آکر آپ سے کہا اقدار ”پڑھیے“ آپ نے فرمایا ما انا بقاری ”میں پڑھنے والا نہیں ہوں یا میں کیا پڑھوں؟“

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

عبید بن حمیر سے مرسل روایت ہے کہ بیداری سے پہلے خواب میں آپ پر وحی نازل کی گئی تھی، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ خواب دیکھنے کے فوراً بعد آپ پر اچانک وحی نازل کی گئی ہو، عروہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسالت کیا ہے کہ پہلے آپ خواب دیکھتے تھے، سب سے پہلے آپ نے جبرائیل کو اجاڑ دیا، اس نے کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، جبرائیل جبرائیل آپ دعاں سے بھاگ کر لوگوں میں ملے گئے، پھر آپ نے کچھ کہیں دیکھا، پھر جب آپ لوگوں سے نکلے تو جبرائیل نے پھر آپ کو آواز دی، آپ پھر بھاگ گئے، پھر جبرائیل حراء میں آئے اور اقرا کا قصہ پیش آیا۔ (رو اللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)۔

۱۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۱ ص ۶۲، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر ۱۳۴۸ھ

۲۔ امام محمد بن محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۲ ص ۱۹۰، مطبوعہ دار السنن بیروت



جس وقت آپ نے حرامیں جبرائیل کو دیکھا اس وقت ان کے یا قوت کے دو پر تھے جن سے انہیں چکا چوند ہو رہی تھیں، یہاں حدیث کی روایت سے اور وہ ضعیف راوی ہے، اور صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً مروی ہے: "میں نے جبرائیل کو اس کی اصلی صورت میں جس میں اس کو پیدا کیا گیا ہے، صرف دو مرتبہ دیکھا ہے اور امام احمد نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ پہلی بار اس وقت دیکھا جب میں نے اس سے یہ سوال کیا کہ وہ مجھے اپنی صورت دکھائے، اور دوسری بار معراج کے موقع پر دیکھا، اور امام ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت سیدنا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جبرائیل کو — اس کی اصلی صورت میں صرف دو بار دیکھا ہے، ایک مرتبہ سدرۃ المنتہی پر اور ایک مرتبہ اجناد میں۔ اس روایت سے ابن حبیب کی روایت کی تقویت ہوتی ہے اور یہ کہ آپ نے فاجرہ میں جبرائیل کو دیکھا یہ ان دو مرتبہ دیکھنے کے علاوہ تھا اور اس دیکھنے کو ان کے ساتھ اس لیے ضم نہیں کیا گیا کہ ممکن ہے اس بار یعنی حرام میں آپ نے جبرائیل کو اس کی مکمل صورت میں نہ دیکھا ہو۔ (روانہ قلم سے)

حافظ ابن حبیب مستقلانہ کہتے ہیں:

ما انا بقامری کی تحقیق

جبرائیل نے آپ سے کہا: "اقتد" پڑھیے "آپ نے فرمایا: ما انا بقامری" میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا " اور جب تین بار آپ نے یہی فرمایا تو جبرائیل نے کہا: اقتد باسم، بات یعنی آپ اپنی قوت اور اپنی معرفت سے نہ پڑھیں بلکہ آپ اپنے رب کی طاعت اور اس کی امانت سے پڑھیں، اس نے جس طرح آپ کو پیدا کیا ہے وہ آپ کو پڑھنا سکھائے گا، یہ علامہ بیہقی کی تفسیر ہے۔ اور دوسرے علماء نے یہ کہا کہ ما انا بقامری کی ترکیب اختصا کا تقاضا کرتی ہے، کیونکہ جب مسئلہ الیہ سے پہلے حرف لگی ہو، مسئلہ الیہ، مسئلہ پر مقدم ہو اور مسئلہ فعل یا شئی فعل ہو تو اس ترکیب میں مسئلہ، مسئلہ الیہ کے ساتھ شخص ہوتا ہے جیسے ما انا قلت، هذا یعنی یہ بات صرف میں نے نہیں کہی، اس کا مطلب ہے میرے علاوہ دوسروں نے یہ بات کہی ہے، یعنی صرف میں قرأت نہیں کر سکتا، میرے علاوہ دوسرے قرأت کر سکتے ہیں، علامہ طیبی نے اس تفسیر کو مسترد کر دیا ہے اور کہا یہ ترکیب تقویت اور تاکید کا تقاضا کرتی ہے، اور اس کا معنی ہے میں یقیناً قرأت کرنے والا نہ پڑھنے والا نہیں ہوں، اگر یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے تین بار ما انا بقامری کیوں فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ پہلی بار کا معنی یہ ہے کہ میں پڑھ نہیں سکتا، دوسری بار کا معنی یہ ہے: میں پڑھتا نہیں ہوں، اور تیسری بار کا معنی ہے میں کیا پڑھوں، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ابوالاسود نے مخازمی میں عروہ سے روایت کیا ہے: عیف اقتد "میں کہے پڑھوں" اور سیرت ابن اسحاق میں عبید بن عمیر سے روایت ہے: ما اقتد "میں کیا پڑھوں؟" اور دلائل بہت سی ہیں کہ اس سے مراد روایت سے عیف اقتد "میں کہے پڑھوں؟" اور ان تمام روایات سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ یہ ما استغفرا میہ ہے۔ لے

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۲۴-۲۳ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

۲۔ فتح الباری ج ۱ ص ۲۳



علامہ سنوسی مالکی لکھتے ہیں:

یہ ترکیب تخصیص کے لیے ہے اور ما اذنا بقاری کا معنی ہے "میں ایسا شخص نہیں ہوں جن کو قاری (پڑھنے والا) کہا جاتا ہو حتیٰ کہ اس سے قرأت طلب کی جائے" یعنی بالخصوص میں پڑھنے والا نہیں ہوں اور دوسرے بہت پڑھنے والے ہیں اور اس میں کوئی عیب نہیں کہ اس زمانہ میں اور بہت پڑھنے والے تھے جیسے درقہ بن نوفل اور یہودوں کے اجبار اور رہبان اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے کسی شخص سے مسئلہ پر چاہا جائے تو وہ کہے میں عالم نہیں ہوں یعنی اور لوگ بھی عالم ہیں ان سے مسئلہ پوچھ لو گئے

علامہ بدر الدین طینی لکھتے ہیں:

ما اذنا بقاری میں دو احتمال ہیں، ایک یہ ہے کہ ما نافیہ ہوا اور دوسرا یہ کہ ما استفہامیہ ہو اگر ما نافیہ ہو تو اس کا معنی ہے ما احسن القضاۃ "میں اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا اور اگر ما استفہامیہ ہو تو اس کا معنی ہے میں کیسے پڑھوں؟ یا میں کیا پڑھوں؟ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ ما استفہامیہ کے بعد بار زائدہ نہیں ہوتی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ کہنا غلط ہے کیونکہ اخفش نے ما استفہامیہ کے بعد بار زائدہ کو جائز قرار دیا ہے بلکہ ما کا نافیہ ہونا بعید ہے اور ظاہر بھی ہے کہ یہ ما استفہام کے لیے ہے جیسا کہ ابوالاسود کی منادی میں عروہ سے روایت ہے قال حیث اقدر "آپ نے فرمایا میں کیسے پڑھوں؟" اور ابن اسحاق کی سیرت میں عبید بن جریج سے روایت ہے: قال ما اذنا اقدر "آپ نے فرمایا میں کیا پڑھوں؟"۔ ۱۰

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

آپ نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں اس لیے مجھ سے پڑھا نہیں جاسکتا "ہو سکتا ہے کہ اچانک فرشتے کو دیکھنے سے آپ کو سخت دہشت اور خوف لاحق ہوا اور اس خوف اور دہشت کی وجہ سے آپ نے فرمایا ہوں پڑھا ہوا نہیں ہوں، اور اس کی یہ وجہ نہیں ہے کہ آپ نے اُمّی ہونے کی وجہ سے یہ فرمایا کیونکہ جو شخص پڑھا ہوا نہ ہو وہ دوسرے کے پڑھانے سے پڑھ سکتا ہے اور کسی کی تعلیم سے پڑھنا اُمّیت کے منافی نہیں ہے خصوصاً جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غایت درجہ کے فصیح و بلیغ تھے، ہاں کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھ کر پڑھنا اُمّیت کے منافی ہے، قاموس میں لکھا ہے کہ اُمّی اس شخص کو کہتے ہیں جو کھانا نہ جانتا ہو اور لکھی ہوئی چیز کو نہ پڑھ سکتا ہو اور بعض روایات میں ہے کہ جبرائیل ہوا ہر سے آراستہ ایک ریشم کا حقیقہ لائے تھے انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں وہ صحیفہ رکھ کر کہا پڑھیے! نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں پڑھا ہوا نہیں ہوں تو اس نامہ اور نوشتہ میں لکھی ہوئی چیز کو کیسے پڑھوں؟ یہ معنی زیادہ مناسب اور زیادہ ظاہر ہے۔ ۱۱

۱۰۔ علامہ محمد بن محمد سنوسی مالکی متوفی ۸۹۵ھ، مکمل کمال المسلم ج ۱ ص ۲۶۹-۲۷۸، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت، مصر

۱۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد طینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱ ص ۵۷، مطبوعہ إدارة الطباعة المنیریہ مصر، ۱۳۲۸ھ

۱۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللغات ج ۲ ص ۵۰۷-۵۰۶، مطبوعہ مطبعہ تیج کمار لکھنؤ



نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اٹھی ہوئے کا یہ مطلب ہے کہ آپ نے کسی دنیاوی استاذ سے پڑھنا اور لکھنا نہیں سیکھا اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے رکھے ہوتے تو لوگ آپ کی نبوت میں شک کرتے۔ آپ نے قرآن مجید کے جو عالی معنائیں بیان فرمائے اور گزشتہ امتوں کے جو احوال بیان فرمائے، وہ آپ کی نبوت کی دلیل قرار پاسے کیونکہ آپ نے کسی سے پڑھے بغیر وہ تمام معنائیں بیان فرمائے جن کو پڑھے بغیر کوئی شخص بیان نہیں کر سکتا، اگر بالفرض آپ پڑھے رکھے ہوتے تو لوگوں کو آپ کی نبوت میں شک پڑ جاتا، وہ کہتے کہ آپ نے دوسری کتابوں میں پڑھ کر یہ امور بیان فرمائے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كُنْتُمْ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَنطَعُ يَمِينُكَ إِذَا لَارْتَابَ الْمُبْطِلُونَ۔

اور (اعلان نبوت سے) پہلے آپ کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ ہی اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، (اگر ایسا ہوتا) تو اس وقت باطل پرست ضرور شک میں پڑ جاتے۔

(عنکبوت: ۲۸)

لیکن اعلان نبوت کے بعد آپ نے پڑھا بھی، اور لکھا بھی، آپ کا نہ پڑھنا، لکھنا بھی معجزہ تھا کہ پڑھے رکھے بغیر اتنے عظیم علوم بیان فرمائے اور پڑھنا لکھنا بھی معجزہ تھا کہ بغیر کسی کے سکھائے آپ نے لکھا اور پڑھا، اس کی پوری تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کر دی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنے سے انکار کیا اور فرمایا "میں پڑھنے والا نہیں ہوں" اس کی وجہ یہ تھی کہ فلاں میں آپ عبادت میں مشغول تھے، اس وقت فرشتے نے کہا پڑھیے تو آپ نے انکار کیا تاکہ آپ کی عبادت میں خلل نہ ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ تین بار جبرائیل نے کہا پڑھیے اور آپ نے یہی فرمایا میں پڑھنے والا نہیں ہوں، اور جب اس نے چوتھی بار کہا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔

پڑھیے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

(علق: ۱)

تب آپ کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ یہ بھی تو اسی ذات کا نام ہے جس کے مشاہدہ اور مطالعہ میں میں مستغرق ہوں، سو آپ نے اس آیت کو پڑھ لیا۔ علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں یہ واضح دلیل ہے کہ سب سے پہلے جو آیت نازل ہوئی وہ اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ہے، اور جو علامہ یہ کہتے ہیں کہ ہر سورت سے پہلے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہے وہ قرآن مجید کا جز نہیں ہے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، لیکن اس دلیل کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ جو کتاب ہے کہ اس پر سورت کے نازل ہونے کے بعد بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نازل ہوئی ہو۔ لے



علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، کیونکہ علامہ شافعیہ کا یہ موقف ہے کہ ہر سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوتا ہے اور اس حدیث سے یہ واضح ہو گیا کہ سورہ علق سے پہلے ہر جمل بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل نہیں ہوئی۔

**پہلی وحی نازل ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف اور گھبراہٹ کی توجیہ** | اس حدیث میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی لے کر اس حال میں گھر بھیجے کہ آپ پر کبھی طاری تھی، آپ نے فرمایا مجھے کبھی اڑھا، مجھے کبھی اڑھا، آپ کو کپڑے اڑھاتے گئے حتیٰ کہ آپ کا خوف دور ہو گیا، پھر آپ نے ماجرنا پایا اور فرمایا سبھی اپنی جان کا خطرہ ہے! علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف کی وجہ یہ نہیں تھی کہ آپ کو اس کلام کے وحی الہی ہونے میں شک تھا، بلکہ یہ خوف تھا کہ اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے میں کہیں آپ سے کوئی کمی نہ رہ جائے یا آپ وحی الہی کے تقاضوں کو کا حقہ پرانہ کر سکیں۔ جب آپ کے پاس غار حرا میں فرشتہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آگیا اور آپ کو سبوت کر دیا گیا، اب آپ کے لیے یہ شک جائز نہیں تھا کہ یہ آنے والا اللہ کا فرشتہ ہے یا نہیں، اس کی مزید مضاحت منقریب آ رہی ہے۔

**حضرت خدیجہ کے تسلی آمیز کلمات کی تشریح** | اس حدیث میں ہے: حضرت خدیجہ لے کر ہرگز نہیں! آپ کو یہ نوید مبارک ہو! اللہ تعالیٰ آپ کو ہرگز شرمندہ نہیں کرے گا، آپ رشتہ داروں سے حسن سلوک کرتے ہیں، اچھے بولتے ہیں، کمزوروں کا بد چھٹاتے ہیں، نادار لوگوں کو مال دیتے ہیں، جہان نوازی کرتے ہیں اور راہ حق میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو جس چیز نے مائل بہ اسلام کیا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تھی، وہ کسی خارجی مجبورہ یا عقلی دلیل کے بغیر صرف آپ کی سیرت کے اظہار کو دیکھ کر آپ کی عبرت پر ایمان لے آئیں۔

علامہ نے کہا ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے قول کا مطلب یہ تھا کہ آپ کو کوئی مصیبت یا آفت نہیں پہنچے گی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مکام اخلاق عطا فرمائے ہیں اور آپ کی سیرت بہت عمدہ ہے اور اس میں یہ دلیل ہے کہ حسن اخلاق اور نیک صفات آفات اور مصائب سے محفوظ رہنے کا سبب ہیں، نیز اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ کسی مصلحت کی وجہ سے انسان کے منہ پر اس کی ترویج کرنا جائز ہے اور یہ کہ اگر کوئی شخص کسی بات سے خوف زدہ ہو تو اس کے سامنے سلامتی کے اسباب بیان کرنے چاہئیں اور اس کا خوف دور کرنا چاہیے اور اس حدیث میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی اعابت رائے، عقل کی پختگی، ان کی فقاہت اور حق پر ان کی ثابت قدمی کی دلیل ہے۔



درقہ بن نوفل کے پاس جانے کی توجیہ | اس حدیث میں ہے: حضرت خدیجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، ورنہ نے تمام ماجرا اس کو

کہا یہی وہ ناموس ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی لے کر آیا تھا۔  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ورثہ بن نفل کے پاس جانے کی حکمت یہ تھی کہ لوگوں کو یہ معلوم ہو کہ  
جس شخص نے سب سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی وہ ایک عیسائی عالم تھا اور عیسائیوں  
پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت حجت ہو جاتی ہے۔

ناموس کا معنی ہے صاحب السر الخیر، جو شخص ایک باتوں میں راز دار ہو اور عباسوس کا معنی ہے صاحب  
السر الشر، جو شخص بُری باتوں میں راز دار ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اس لیے ذکر کیا کہ تمام یہودی اور عیسائی  
ان کو یہی مانتے تھے، اس کے برخلاف حضرت عیسیٰ کو بعض یہودی نبی نہیں مانتے تھے یا اس لیے کہ تورات کے  
احکام کی عیسائی میں پیروی کرتے تھے، یا اس لیے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہما وسلم دونوں  
کَلِیم اللہ اور نَبِی الخیرات تھے۔

آیا وحی رک جانے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو بہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کیا تھا؟

حدیث نمبر ۳۱۴ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحی رک جانے کا تذکرہ فرما رہے تھے: علامہ یزید الدین علیہی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے کتاب التبیان میں یہ اضافہ فرمایا ہے کہ وہی کا انارک گیا حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غمگین ہو گئے اور درایت ہم تک پہنچی ہے اس میں یہ ہے کہ آپ اس قدر غمگین ہوئے کہ آپ بار بار دوڑتے تھے تاکہ آپ خود کو پہاڑوں کی چوٹیوں سے گرا دیں اور جب بھی آپ کسی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچتے کہ خود کو اس جگہ سے گرا دیں تو جبرائیل آپ کے سامنے آئے اور کہتے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ اللہ کے رسول برحق ہیں پھر آپ کا اضطراب ختم ہو جاتا اور آپ کا دل مطمئن ہو جاتا اور آپ نوٹ آتے پھر جب وہی کا رکننا طویل ہو گیا تو آپ پھر پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے پھر جبرائیل آپ کے سامنے آ گئے اور آپ سے اسی طرح کہا صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۰۴۲

یہ حدیث متحرک بلاغات میں سے ہے۔ یعنی یہ حدیث منقطع ہے (امام بخاری نے اس کی سند ذکر نہیں کی اور نہ اس کے راوی کا ذکر کیا ہے، اور نہ یہ بیان کیا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اور نہ یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت میں بحروف ہے۔ علاوہ انہی اس کا محل یہ ہے کہ یہ ابتدائی واقعہ ہے جب آپ نے جبرائیل کو نہیں دیکھا تھا جیسا کہ ابن اسحاق نے بعض سے نقل کیا ہے، یا یہ اس زمانہ کا واقعہ ہے جب قوم کی تکذیب کرنے سے آپ دل برداشتہ ہو گئے تھے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

فَدَعَلِكْ بِأَخْمِ نَفْسِكَ عَلَى أَثَرِهِمْ إِنْ لَمْ يُوْثِقُوا  
 بِمُفَدِّ (الْحَدِيثُ اسْفَاءً - رَكْعَتُ ٦١)

ترکیبیں قرطعم سے ان کے پیچھے آپ جان کر  
 بیٹھیں گے اگر وہ اس قرآن پر ایمان نہ لائیں۔



یاد آپ کو یہ خوف ہوا کہ وحی کا رکنا کسی خاص سبب سے ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ڈرتے اور غلبہ خوف کی وجہ سے آپ نے اس اقدام کا ارادہ کیا، اور اس وقت تک شریعت میں خودکشی کی ممانعت وارد نہیں ہوئی تھی بلکہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

امام بخاری نے جو یہ بیان کیا ہے کہ یہ حدیث ہمیں پہنچی ہے، اس حدیث میں اضافہ شدہ حصہ صرف مہم کا تذکرہ ہے، عقیل اور یونس کی روایت میں یہ اضافہ نہیں ہے، اور امام بخاری نے جس طرح اس اضافہ کو ذکر کیا ہے اس سے یہ وہم ہوتا ہے کہ یہ اضافہ عقیل کی روایت میں بھی ہے۔ امام بخاری نے مہم از زہری روایت کیا ہے کہ وحی رک گئی اور آپ ٹپکین ہو گئے یہ حدیث آخر تک بیان کی ہے، اور میرے نزدیک یہ اضافہ صرف مہم کی روایت میں ہے، کیونکہ ابو نعیم نے اپنی مستخرج میں اس حدیث کو حافظ ابو یوسف (شیخ بخاری) سے اس اضافہ کے بغیر روایت کیا ہے، اسماعیل نے بھی تفسیر کیا ہے کہ یہ اضافہ صرف مہم کی روایت میں ہے، امام احمد، امام مسلم، امام اسماعیل، ابو نعیم اور دیگر محدثین نے اس حدیث کو اس اضافہ کے بغیر لیث سے روایت کیا ہے اور فیما بیلغنا (وہ چیز جو ہمیں پہنچی ہے) کا قائل زہری ہے، اور اس کا معنی یہ ہے کہ اس قصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیث ہمیں پہنچی ہے وہ زہری کی بلاغات میں سے ہے اور یہ حدیث موصول نہیں ہے، (یعنی مہم کا یہ اضافہ منقطع ہے) علامہ کرمانی نے کہا یہ تقریر ظاہر ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ اضافہ مدرج ہو لیکن محقق پہلی تقریر ہے۔

غیبی کی مرسل روایت میں ہے کہ انقطاع وحی کی مدت دھائی سال تھی، لیکن امام ابن سعد نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ وحی چند ایام کے لیے منقطع ہوئی تھی۔

امام اسماعیل نے کہا ہے کہ یونس مکر کی حدیث نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ کیسے ممکن تھا کہ آپ اپنی نبوت میں شک کرتے، حتیٰ کہ اپنے خوف کی حضرت خدا کے سے شکایت کرتے، اور درتہ بن لؤلؤ کی طرف رجوع کرتے، اور خود کو پہاڑ کی چوٹی سے گرانے کا ارادہ کرتے تاکہ خودکشی کر لیں، جیسا کہ مہم کی روایت میں ہے، اور اگر فرشتہ کو دیکھنے کے بعد بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے شک کرنا جائز ہو گا، اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ جب وہ اپنی مخلوق تک کسی عظیم کام کو پہنچانے کا ارادہ کرتا ہے تو وہ پہلے اس کی بغیا و قائل کرتا ہے پھر اس کی تربیت کرتا ہے پھر اس کو تدریجاً اپنے کمال طبع تک پہنچاتا ہے، اسی وجہ سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سچے خواب دکھائے گئے، پھر آپ کے دل میں خلوت گزینی پیدا کی گئی اور آپ سے غار جرمین عبادت کرائی گئی، پھر جب آپ کے پاس اچانک فرشتہ آگیا تو یہ واقعہ عام عادت اور معمول کے خلاف تھا، اسی لیے بشری تقاضے سے آپ گھبراتے اور وحشت زدہ ہوتے اور اس حالت میں آپ کے لیے غور و فکر کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ نبی سے نبوت کے باوجود طبیعت بشری بالکلیہ زائل نہیں ہوتی، اس لیے جو واقعہ آپ کے لیے غیر مانوس تھا اس سے آپ کا گھبرانا اور وحشت زدہ ہونا باعث تعجب نہیں ہے، حتیٰ کہ جب اس قسم کے واقعات بار بار ہوتے تو آپ مانوس ہو گئے اور آپ کی دل جمعی ہو گئی، یہی وجہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد آپ حضرت خدا کے پاس



گئے جن سے آپ مالوس تھے، اور ان کو سارا ماجرا سنایا، حضرت محمد مجہ جبر آپ کے اخلاق کریمہ اور اسوۂ حسنہ سے واقف تھیں، آپ کا منصب نبوت پر فائز ہونا اور اچانک اس غیر معمولی واقعہ کے پیش آنے سے آپ کا گھبراہٹ اور خوف زدہ ہونا ان کے نزدیک غیر متوقع نہیں تھا، اس لیے آپ کو مطمئن اور پرسکون رکھنے کے لیے وہ آپ کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، کیونکہ وہ صادق، عارف اور کتب تدبیر کے عالم تھے، جب اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنا تو اس نے حق کا اعتراف اور یقین کر لیا۔

پھر تالیس نبوت کے مقدمات میں سے ایک مقدمہ وحی کا ترک جانا تھا تا کہ وحی کا حصول تدریجاً ہو اور آپ کو اس کی مشق ہو، وحی کا ترک جانا آپ پر شاق گذرا کیونکہ ابھی تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خطاب نہیں کیا گیا تھا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، انصاف کے بندوں کی طرف مبعوث کیے گئے ہیں، اس لیے آپ غمزدہ ہوئے، پھر آپ آہستہ آہستہ منصب نبوت کی ذمہ داریوں کو اٹھانے کے عادی ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے مقدر شدہ فزعات جاری کر دیں۔

باقی رہا یہ امر کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے پورے سفر کو گزرنے کا ارادہ کیا تھا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس وقت نبوت کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے کی آپ کو مشق نہیں تھی اور آپ کو یہ حدیث تھا کہ نبوت کا بوجھ اٹھانے سے تمام لوگ آپ کے مخالف ہو جائیں گے۔

ہمارے نزدیک اس اشکال کا صحیح جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں یہ اضافہ یا منقطع ہے یا مدح ہے اور صحیح بخاری میں مذکور ہونے کے باوجود یہ اضافہ شدہ صحیح نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معامی اور معامی کے ارادوں سے معصوم ہونا تعلیقات میں سے ہے اور یہ منقطع روایت اس عقیدہ قطعیہ سے مزاحم ہونے کی صلاحیت نہیں رکھتی، یہ حدیث مشکوٰۃ الصالحین میں بھی صحیح بخاری کے حوالے سے مذکور ہے لیکن حیرت ہے کہ لاہل قاری اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کی شرح کرنے سے کوئی قرض نہیں کیا اور خاموشی سے آگے گزر گئے، اسی طرح، ہمارے سامر مولانا غلام رسول رضوی نے بھی تفہیم بخاری میں اس حدیث پر کوئی کلام نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

**انقطاع وحی کی مدت کا بیان**

تین سال تھے، امام ابن اسحاق نے اسی پر وثوق کیا ہے، اور امام بیہقی نے یہ نقل کیا ہے کہ وحی رک جانے کی مدت چھ ماہ تھی، اس بناء پر نبوت کی ابتداء چالیس سال مکمل ہونے کے بعد خوابوں سے ماہ ربیع الاول میں ہوئی، اور میرادری میں وحی رمضان میں واقع ہوئی، اور یہ جو کہا گیا ہے کہ انقطاع وحی کی مدت تین سال ہے، اس کا مطلب اقتداء اور یا یہاں اللہ تعالیٰ کی درمیانی مدت میں جبرائیل کا نہ آنا نہیں ہے بلکہ نقطہ تسکین مجید کا نزول متاخر ہو گیا تھا، پھر میں نے تاریخ امام احمد کو دیکھا تو اس میں شعبی سے یہ روایت ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت نازل ہوئی، اور ابتداء نبوت میں تین سال آپ کے ساتھ حضرت اسرائیل رہے، اور جب تین سال گزر گئے تو پھر آپ کے

۱۲۰ھ

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۶۱-۲۵۹، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور



ساتھ حضرت جبرائیل رہے پھر دس سال آپ کے اور قرآن مجید نازل ہوا اور امام ابن ابی خنیسہ نے ایک اور سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ کو چالیس سال کی عمر میں مبعوث کیا گیا، اجتہادی تین سال آپ حضرت امراہیل کے سپرد تھے اس کے بعد آپ حضرت جبرائیل کے سپرد کیے گئے، امام واقدی نے اس سہ سال روایت کا انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ فرشتوں میں سے صرف حضرت جبرائیل آپ کے ساتھ رہے ہیں لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں ہے، کیونکہ ثبوت تھا نانی پر مقدم ہوتی ہے، علامہ سیبیل نے کہا ہے کہ وحی رک جانے کی مدت قرطانی سال ہے اور ایک روایت میں یہ مدت چھ ماہ ہے، اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ یہ مدت چند دن تھی۔ لے

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

وحی کو رک جانے میں مکنت یہ تھی کہ وحی نازل ہونے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو خوف اور گھبراہٹ لاحق ہوتی تھی وہ دور ہو جانے اور وحی کے حصول کے لیے آپ کے دل میں شوق اور انتظار پیدا ہو۔ لے

**اعلان نبوت سے پہلے آپ کے نبوت سے منصف ہونے کی تحقیق** | سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں

نزل وحی کی کیفیت کو ٹھیک ٹھیک سمجھنے کے لیے پہلے یہ بات فرم لینا چاہیے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو چاہے اس صورت حال سے بابت آیا تھا، آپ کو اس سے پہلے کبھی یہ گمان بھی نہ گذر تھا کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں نہ اس کی کوئی خواہش آپ کے دل کے کسی گوشہ میں موجود تھی، نہ اس کے لیے کوئی تیاری آپ پہلے سے کر رہے تھے اور نہ اس کے لیے آپ متوقع تھے کہ ایک فرشتہ اوپر سے پیغام لے کر آئے گا، آپ خلوت میں بیٹھ کر مراقبہ اور عبادت ضرور فرماتے تھے لیکن نبی بنانے جانے کا کوئی تصور آپ کے ماضی خیال میں نہ تھا۔ اسی حالت میں جب یکایک غایبوں کی اس تنہائی میں فرشتہ آیا تو آپ کے اوپر اس پہلے عظیم اور غیر معمولی تجربہ سے مدی گھبراہٹ طاری ہوتی جو لامحالہ ایسے حالات میں ایک بشر پر طاری ہوتی چاہیے، قطع نظر اس کے کہ وہ کیسا ہی عظیم الشان بشر ہو، یہ گھبراہٹ بسیط نہیں بلکہ مرکب قسم کی تھی طرح طرح کے سوالات حضور کے ذہن میں پیدا ہو رہے تھے جنہوں نے طبع مبارک کو سخت خلجان میں مبتلا کر دیا تھا، کیا واقعی میں نبی بنایا گیا ہوں؟ کہیں مجھے کسی سخت آزمائش میں تو نہیں ڈال دیا گیا؟ یہ بار عظیم آخر میں کیسے اٹھاؤں گا؟ اس عبادت کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے وحی لانے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کا معاملہ یا مبعوث ہونے کا علم تو بالکل رک، سورۃ طہ کی ابتدائی پانچ آیتوں کے نازل ہونے کے بعد ہی حضور کو جبرائیل کا ظہور ہوا اور قرآن کا نہ اپنے نبی اور صاحب کتاب ہونے کا

سوال یہ ہے کہ جب حضور کی نبوت کی پہلی بنیاد ہی شک پر رکھی گئی تو بعد میں جا کر کون سی ایسی نئی چیز سامنے آئی تھی جس کے سبب سے یہ شک یقین سے بدل گیا۔ جبرائیل پہلی بار وحی لے کر آیا وحی جبرائیل اخیر وقت تک

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۵۰۹، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۴ ص ۵۰۹، مطبوعہ مطبعہ تیج کار لکھنؤ

۳۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی متوفی ۱۳۹۹ھ، سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ ادارہ ترجمان القرآن لاہور، ۱۹۸۹ء



وحی لاتاراجس قسم کے کلام کو اس نے پہلی بار پیش کیا اسی قسم کا کلام اخیر وقت تک پیش کرتا رہا کوئی نئی چیز اس دوران رونما نہیں ہوئی، وحی حضور تھے، وہی جبرائیل اور وہی قرآن! پھر کیا سبب ہے کہ پہلی پانچ آیتوں کا قرآن ہونا حضور کے نزدیک مشکوک ہو اور باقی آیتوں کا قرآن ہونا یقینی ہو؟ پہلی مرتبہ جبرائیل کو اللہ کا فرستادہ یقین نہ کیا ہو، پھر کر لیا ہو، پہلے اپنے نبی ہونے کا یقین نہ ہو پھر کر لیا ہو۔۔۔۔۔!

پھر ایسے میں کوئی شخص یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ جس شخص پر قرآن نازل ہوا جب اس کو ہی ابتداء میں اس کلام کے وحی الہی ہونے کا یقین نہیں تھا تو یہیں کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہم اس کلام کو کلام خداوندی قرار بخشیں۔ کو صاحب کتاب نبی مانیں۔ یاد رکھیے اگر ایک منٹ کے لیے بھی تسلیم کر لیا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے بارے میں شک ہو سکتا ہے تو تمام وحی مشکوک ہو جائے گی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت، قرآن اور اسلام ان میں سے کوئی چیز بھی یقینی نہیں رہے گی۔

نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی نہ تھے اور نہ ہی آپ کو نبوت کا علم تھا، اس پر استدلال کرتے ہوئے مردودی صاحب لکھتے ہیں:

وما كنت توجوا ان يلقي اليك الكتاب - (القصص: ۶۸)

ما كنت تدري ما الكتاب ولا الايمان - (الشورى: ۵۲)

تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا، متناہ ہے۔

یہ آیات اس باب میں بالکل قطعی الثبوت ہیں کہ نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے سے پہلے آپ اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں۔

آیات تو تمام قرآن کی قطعی الثبوت ہیں۔ غالباً سید مردودی صاحب قطعی الدلالة کہنا چاہتے تھے یعنی یہ آیات اس بات پر قطعی دلالت کرتی ہیں کہ نزول قرآن سے پہلے حضور کو نبوت کا علم نہیں تھا، لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے پچانچہ پہلی آیت کریمہ وما كنت تدری ان یلقی الیک فی قلبک من ربک الذی یخبر بک ما تفرغ من الذکر و ما تفرغ من الذکر میں بظاہر خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے لیکن مراد آپ کی امت ہے، یعنی آپ کی امت کو یہ توقع نہ تھی کہ ان کو یہ کتاب عطا کی جائے گی، حضرت ابن عباس کی یہ روایت علامہ خازن نے ذکر کی ہے، فرماتے ہیں:

قال ابن عباس الخطاب فی الظاهر للنبی صلی اللہ علیہ وسلم والمراد بہ اهل دینہ - ۱۰۸ مطبوعہ ادارۃ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۹ء

علامہ ابوالبرکات نسفی حنفی نے بھی اس روایت کو اپنی تفسیر مدارک التنزیل میں اسی مقام پر ذکر کیا ہے۔ ۱۰۸

۱۰۸ - سید ابوالاعلیٰ مردودی متوفی ۱۳۹۹ھ، سیرت سرور عالم ج ۲ ص ۱۰۸، مطبوعہ ادارۃ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۸۹ء

۱۰۹ - علامہ علامہ الدین علی بن محمد خازن متوفی ۷۲۵ھ، تفسیر خازن ج ۲ ص ۴۴۴، مطبوعہ دارالکتب العربیہ بشارہ

۱۱۰ - علامہ ابوالبرکات احمد بن محمد نسفی متوفی ۷۱۰ھ، مدارک التنزیل علی باطن اسحاق ج ۳ ص ۴۴۴، مطبوعہ دارالکتب العربیہ



حضرت ابن عباس کی اس روایت سے بہر حال یہ ثابت ہو گیا کہ یہ آیت قطعی الدلالة نہیں ہے اور اس روایت سے قطع نظر کر کے اس بات پر اصرار کیا جائے کہ یہ خطاب حضور ہی سے ہے۔ تب بھی مودودی صاحب کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

کیونکہ مودودی صاحب نے آیت کا ایک اہم حصہ چھوڑ دیا جس سے پوری بات صاف ہو جاتی ہے، پوری آیت اس طرح ہے۔

وما كنت ترجوا ان يلقى اليك الكتاب الا  
رحمة من ربك۔ (القصص ۸۶)

اللہ تعالیٰ کی رحمت کے سوا آپ اور کسی سبب سے  
کتاب ملنے کی امید نہیں رکھتے تھے۔

امام رازی لکھتے ہیں:

كانه قيل وما لقي اليك الكتاب الا رحمة من  
ربك ويمكن ايضا اجواؤا على ظاهره اي وما  
كنت ترجوا الا ان يوحى اليك الله برحمته فينعم عليك  
بذلك اي ما كنت ترجوا الا على هذا۔

گویا کہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا کہ آپ پر کتاب  
صرف اللہ کی رحمت سے نازل ہوئی ہے اور یہ بھی  
ممکن ہے کہ آیت کا ظاہری معنی مراد ہو، یعنی آپ کو صرف  
اللہ کی رحمت سے توقع تھی کہ وہ آپ پر یہ کتاب نازل

فرمائے گا۔  
پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کتاب ملنے کی امید تھی لیکن یہ امید صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے  
والبتہ تھی کیونکہ نہ تو حضرت ارون علیہ السلام کی طرح آپ کو کسی وحی سے نبوت ملی نہ حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہما السلام کی  
طرح بطور میراث نبوت حاصل ہوئی، خلاصہ یہ کہ آپ کی نبوت پر کوئی ظاہری قرینہ یا کوئی دنیاوی سبب نہ تھا صرف اور  
صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے آپ کو نبوت حاصل ہوئی۔

قرآن کریم کی جس دوسری آیت سے سید مودودی صاحب نے استدلال کیا ہے وہ یہ ہے:  
ما كنت تدري ما الكتاب ولا الايمان۔ (الشورى: ۵۲)

تم نہیں جانتے تھے کہ کتاب کیا ہوگی ہے اللہ  
نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہوتا ہے۔

سید مودودی صاحب کے کہنے کے مطابق اس آیت کو اگر ظاہری معنی پر محمول کیا جائے تو لازم آئے گا  
کہ نزول قرآن سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صاف اللہ صاحب ایمان بھی نہ تھے، کیونکہ جب آپ کو ایمان کا  
علم ہی نہ تھا تو آپ مومن کیسے ہو سکتے تھے اور یہ بارگاہ نبوت میں بے ادبی کی ایسی جسارت ہے جس سے مومن  
کا دل لرز جاتا ہے۔

اہل علم نے اس آیت کو ظاہری معنی پر محمول نہیں کیا، علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اس بات پر اجماع ہے کہ انبیاء  
علیہم السلام بعثت سے پہلے مومن ہوتے تھے، اور محی الدین ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو جبرائیل کے وحی لانے سے پہلے قرآن کریم کا اجمالی علم حاصل تھا۔

۱۔ امام فخر الدین محمد بن ضیاء الدین عمر رازی متوفی ۷۴۰ھ، کشمیر کبیر ج ۶ ص ۶۲۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۶۸ھ

۲۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۵ ص ۵۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت



اس آیت کے علماء نے بہت سے جوابات ذکر کیے ہیں لیکن بہترین جواب یہ ہے کہ اس آیت میں صلیت کی لغوی کی گئی ہے اور صلیت کہتے ہیں قیاس اور اندازہ سے کسی چیز کے جاننے کو اس لحاظ سے آیت کا مطلب یہ ہے کہ تہذیب قرآن سے پہلے آپ ایمان اور کتاب کو قیاس اور اندازہ سے نہیں جانتے تھے، یعنی آپ کو جو کچھ اس بار سے میں علم تھا وہ اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم تھا، قیاس اور اندازہ نہیں تھا، راسخا یہ کہ آپ پہلے سے نبی تھے یا چالیس سال بعد نبی بنے تھے، اس بار سے میں علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا ہونے ہی نبوت عطا ہوئی اور حضرت یحییٰ کو دو تین سال کی عمر میں نبوت عطا فرمائی، یا یحییٰ خذ الکتاب بقوة واتینا کا الحکم صبیحاً۔<sup>۱</sup> سے یحییٰ اپوری قوت کے ساتھ کتاب لے لیا اور ہم نے انہیں بچپن میں ہی نبوت دی۔<sup>۲</sup> تو جب حضرت یحییٰ کو کم سنی میں اور حضرت عیسیٰ کو پیدا ہونے ہی نبوت عطا کی گئی ہے تو وہ کیونکر پیدائش کے وقت نبوت سے محروم ہوں گے جو اللہ کے محبوب ہیں اور جن کے صدقے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کو نبوت عطا فرمائی ہے۔<sup>۳</sup>

اور امام ترمذی نے اپنی صحیح سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی ہے:

عن ابی ہریرۃ قال قالوا یا رسول اللہ  
ماتہ وجبت لک النبوة قال و آدم بین  
القدح والجمد۔<sup>۴</sup>  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کو نبوت  
کب ملی تھی، فرمایا جب آدم روح اور جسم کے درمیان  
تھے۔

شیخ اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی نشر الطیب کی ابتداء میں یہ ثابت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے وصف نبوت بلکہ ختم نبوت کا مرتبہ حاصل ہو چکا تھا، البتہ نبوت کا ظہور حضور کی جسمانی پیدائش کے چالیس سال بعد ہوا ہے۔  
شیخ تھانوی لکھتے ہیں:

اور اگر کسی کو شبہ ہو کہ اس وقت (عالم ارواح میں۔ سعیدی غفرلہ) ختم نبوت کے ثبوت کے بلکہ خود نبوت ہی کے ثبوت کے کیا معنی کیونکہ نبوت آپ کو چالیس سال کی عمر میں عطا ہوئی، اور چونکہ آپ سب انبیاء کے بعد ہیں مبعوث ہوئے، اس لیے ختم نبوت کا حکم کیا گیا، سو یہ وصف تو خود تاخر کو متعلق ہے، جواب یہ ہے کہ یہ تاخر مرتبہ ظہور میں ہے، مرتبہ نبوت میں نہیں جیسے کسی کو تحصیل داری کا عہدہ آج مل جائے اور تنخواہ بھی آج ہی سے پڑھنے لگے مگر ظہور، مگر کسی تحصیل میں جیسے ہانے کے بعد۔<sup>۵</sup>

اس بحث کے اخیر میں ہم بڑے رنج اور گرب کے ساتھ اس حدیث کی تشریح میں نبوت کے بارے سے

۱۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۵ ص ۶۰، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ امام ابو عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۱۹، مطبوعہ دار محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۔ شیخ اشرف علی تھانوی متوفی ۱۳۶۲ھ، نشر الطیب ص ۷، مطبوعہ تاج پبلیشرز، کراچی



میں سید مودودی کی یہ رائے پیش کر رہے ہیں:

”پھر بیوی سے بڑھ کر شوہر کی زندگی، اس کے حالات اور اس کے خیالات کو کون جان سکتا ہے اگر ان کے تجربہ میں پہلے سے یہ بات آئی ہوتی کہ میاں نبوت کے امیدوار ہیں اور ہر وقت فرشتے کا انتظار کر رہے ہیں تو ان کا جواب ہرگز وہ نہ ہوتا جو حضرت خدیجہ نے دیا۔ وہ کہتیں کہ میاں گھبراتے کیوں ہو جس بیچر کی مدتوں سے تنہائی وہ لگتی بطراب پیری کی دکان چمکاؤ میں بھی ہندو رائے سنبھالنے کی تیاری کرتی ہوں۔“

گویا سید مودودی کے نزدیک ”نبوت“ پیری کی دکان کے مترادف ہے!! نورو بائبل میں تک المخزانات۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج اور نمازوں کی فرضیت کا بیان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امیرے پاس براق لایا گیا، وہ ایک ایسے قد اور سفید رنگ کا چمپا یہ تھا، گدھے سے بٹا اور خچر سے بکم تھا۔ اس کا قدم نظر کی انتہاء پر پڑتا تھا، میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس تک پہنچا۔ اور جس جگہ انبیاء علیہم السلام اپنی سواریوں کو باندھتے تھے وہاں میں نے اس کو باندھ دیا، پھر میں مسجد میں داخل ہوا، اور اس میں دو رکعت پڑھ کر باہر آیا۔ جبرائیل میرے پاس ایک برتن میں شراب اور دوسرے میں دودھ لے کر آئے، میں نے دودھ لے لیا، جبرائیل نے کہا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا، پھر مجھے آسمان پر لے جایا گیا اور جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا تم کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں انھیں بلایا گیا ہے، حضور نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور میری حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے مرحبا

بَاِالْاَسْمَاءِ بِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اِلَى السَّمٰوٰتِ وَفَرَضِ الصَّلٰوٰتِ ۳۱۹۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ بِأَخْبَارِهِ عَنْ سَلَمَةَ نَافِثِ بْنِ الْبُتَيْنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ أُتِيتُ بِالنَّبِيِّ وَهُوَ آتِيَةٌ أَتَيْتُ طَرِيقَ قُوقِ الْحِجَابِ وَوَدَّتُ الْبَقْلَ يَصْنَعُ حَافِرَهُ عِدَّةً مُنْتَهَى طَرَفِهِ قَالَ فَرَكِبْتُهُ حَتَّى أَتَيْتُ بَيْتَ الْمُقَدَّسِ مَكَانَ قَرَبَطُكُ بِالْحَلَقَةِ الَّتِي يَرْبِطُ بِهَا الْأَنْبِيَاءُ قَالَ ثُمَّ خَلَعْتُ الْمَشِيحَةَ فَصَلَّيْتُ فِيهِ وَكَلَّمْتُهُ ثُمَّ خَرَجْتُ فَجَاءَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَنَاءٍ مِنْ نَسِمْ وَآنَاءٍ مِنْ لَبَنٍ فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرَبْتُ جِبْرِيلُ اخْتَضَرْتُ الْفُطْرَةَ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ فَأَسْتَفْتَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ قَالَ فَكُنْتُمْ لَنَا فَيَا دَا أُنَا يَا دَا مَرَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَرَجَبِي وَدَعَانِي بِخَيْرٍ ثُمَّ خَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الْمُنَا نَبِيَّةً فَأَسْتَفْتَنِي جِبْرِيلُ عَلَيْهِ



السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ جَبْرِئِيلُ فَقِيلَ  
 وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ قَالَ  
 قَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ قَالَ فَغَضِبَ لَنَا حَتَّى دَا  
 أَنَا يَا بَنِي النَّحْلَةِ عِيشَتِي بَيْنَ مَرْيَمَ وَ  
 يَحْيَى بَيْنَ نَوَكِرَ يَا صُلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ  
 عَلَيْهِمَا فَدَحَّابًا فِي دَعْوَايَ بِخَيْرٍ ثُمَّ  
 عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الثَّالِثَةِ فَاسْتَفْتَحَ  
 جَبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقِيلَ مَنْ أَنْتَ قَالَ  
 جَبْرِئِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ  
 بُعِثَ إِلَيْكَ قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ فَغَضِبَ لَنَا  
 حَتَّى دَا أَنَا بِبُؤْسَتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَرَا ذَا هُوَ قَدْ أُعْطِيَ  
 شَطْرَا الْعُسْرَيْنِ قَالَ فَدَحَّابًا فِي دَعْوَا  
 يَ بِخَيْرٍ ثُمَّ عَرَجَ بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الرَّابِعَةِ  
 فَاسْتَفْتَحَ جَبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 فَقِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جَبْرِئِيلُ قِيلَ وَمَنْ  
 مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ  
 قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ فَغَضِبَ لَنَا حَتَّى دَا  
 أَنَا يَا ذُرِّيَّتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَحَّابًا  
 فِي دَعْوَايَ بِخَيْرٍ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
 وَمَا قَعْنَاكَ مَحْمَدًا عِدِيًّا ثُمَّ عَرَجَ  
 بِنَا إِلَى السَّمَاءِ الْخَامِسَةِ فَاسْتَفْتَحَ  
 جَبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قِيلَ مَنْ هَذَا  
 قَالَ جَبْرِئِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ قَالَ  
 مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
 قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ قَالَ قَدْ

کہا اور دعا دی، پھر ہمیں دوسرے آسمان پر لے جایا  
 گیا اور جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، آواز آئی کہ کون  
 ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تھا ہے ساتھ کون ہے؟ کہا  
 محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟  
 کہا ہاں انھیں بلایا گیا ہے، حضور علیہ السلام نے فرمایا  
 پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت  
 عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام دو  
 خالہ زاد بھائیوں سے میری ملاقات ہوئی، ان دونوں نے  
 مجھے مر جا کہا اور دعا دی، پھر ہمیں مجھ سے آسمان پر  
 لے جایا گیا، جبرائیل نے دروازہ کھٹکھٹایا، آواز آئی تم  
 کون ہو؟ کہا جبرائیل، پوچھا تھا ہے ساتھ کون ہے؟  
 کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا کیا انھیں بلایا گیا  
 ہے؟ کہا ہاں انھیں بلایا گیا ہے، حضور نے فرمایا  
 پھر ہمارے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور  
 میری حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی جن  
 کو اللہ تعالیٰ نے تمام حسن کا آدھا حصہ عطا فرمایا ہے  
 انھوں نے مجھے مر جا کہا اور دعا دی، پھر ہم کو چوتھے  
 آسمان پر لے جایا گیا، جبرائیل نے آسمان کا دروازہ  
 کھٹکھٹایا، پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا تھا ہے  
 ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا کیا  
 انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے، رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر ہمارے لیے آسمان  
 کا دروازہ کھول دیا گیا، اور میری حضرت ادریس علیہ  
 السلام سے ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے مر جا کہا  
 اور دعا دی، اللہ تعالیٰ نے حضرت ادریس کے بارے  
 میں فرمایا تم نے ان کو بلند مقام عطا فرمایا ہے، پھر  
 ہم کو پانچویں آسمان کی طرف لے جایا گیا، جبرائیل نے  
 دروازہ کھٹکھٹایا، پوچھا کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا  
 تھا ہے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پوچھا



بُعِثَ إِلَيْهِ فَقُتِبَ لَنَا ذَا آتَا يَهْرُؤُنَ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَحَبَ بِي وَدَعَا لِي  
بِخَيْرٍ ثُمَّ عَرَّجَنَا إِلَى السَّمَاءِ  
السَّادِسَةِ فَنَاسْتَفْتِي جِبْرِيلَ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ قِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ  
قِيلَ مَنْ مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ  
قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَقُتِبَ لَنَا ذَا آتَا  
يَهْرُؤُنَ عَلَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَدَحَبَ بِي وَدَعَا  
لِي بِخَيْرٍ ثُمَّ عَرَّجَنَا إِلَى السَّمَاءِ  
السَّابِعَةِ فَنَاسْتَفْتِي جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
قِيلَ مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ مَنْ  
مَعَكَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَآلِهِ وَسَلَّمَ قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ  
قَالَ قَدْ بُعِثَ إِلَيْهِ فَقُتِبَ لَنَا ذَا آتَا  
يَهْرُؤُنَ إِلَيْهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُسْتَعِدًّا  
ظُهُورَهُ إِلَى الْبَيْتِ الْمُعَمُّورِ فَإِذَا هُوَ  
يَدُ خُلَّةٍ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفَ  
مَلَكٍ لَا يَعُودُونَ إِلَيْهِ ثُمَّ دَهَبَ بِي  
إِلَى السَّمَاءِ الثَّمَانِيَةِ فَإِذَا هِيَ  
كَأَنَّ الْوَيْلَ لَهَا وَإِذَا قَمَرُهَا كَالْقَدَلِ  
قَالَ فَلَمَّا غَشِيَتْهَا مِنْ أَمْرِ اللَّهِ مَا  
غَشِيَتْ تَغَيَّرَتْ فَمَا أَحَدٌ مِنْ خَلْقِ  
اللَّهِ يَسْتَطِيعُ أَنْ يَنْتَعِثَهَا مِنْ حُسْنِهَا  
فَنَادَى إِلَى مَا أَدْنَى فَقَرَضَ عَلَيَّ  
خَمْسِينَ صَلَافًا فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ  
فَنَزَلْتُ إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ  
مَا فَدَحَضَ بِكَ عَلَى أَمَتِكَ قُلْتُ خَمْسِينَ  
صَلَافًا فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ قَالَ

کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے، حضور نے  
فرمایا پھر تم سے لیے آسمان کا دروازہ کھول دیا گیا اور  
حضرت ہارون علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، انھوں  
نے مجھے مر جا کہا اور دعا دی، پھر ہم کو چھٹے آسمان پر  
سے بلایا گیا، جبرائیل نے دروازہ کھلویا، پوچھا کون ہے؟  
کہا جبرائیل، پوچھا تم سے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد صلی  
اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا  
گیا ہے، حضور نے فرمایا پھر تم سے لیے آسمان کا  
دروازہ کھول دیا گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام سے میری  
ملاقات ہوئی، انھوں نے مجھے عرض آمدید کہا اور  
دعا دی پھر ہم کو ساتویں آسمان پر سے بلایا گیا، جبرائیل  
علیہ السلام نے دروازہ کھلویا، پوچھا کون ہے؟ کہا محمد صلی  
اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں انھیں  
بلایا گیا ہے پھر تم سے لیے دروازہ کھول دیا گیا،  
اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی، جو  
بیت المہر سے ٹیک لگائے، مومن نے فتح اللہ  
اس بیت المہر میں ہر روز ستر ہزار فرشتے جاتے  
ہیں اور جو فرشتہ ایک بار ہوا ہے، اس کو دوبارہ  
موقع نہیں ملتا، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے سدرۃ المنتہی  
دریٰ کا درخت پر سے گئے جس کے پتے ہاتھی کے  
کان اور پھل مشکوں کے برابر تھے، اور وہ درخت  
اللہ کے حکم سے اس قدر حسین بن گیا کہ کوئی شخص اس  
کی عمر پھورتی بیان نہیں کر سکتا، پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا  
مجھ پر وحی کی اور مجھ پر ایک دن اور رات میں پچاس  
نمائیں فرمیں کیں، جب میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو  
انھوں نے کہا آپ کے رب نے آپ کی امت پر کیا فرض  
کیا ہے؟ میں نے کہا ہر دن رات میں پچاس نمازیں  
حضرت موسیٰ نے کہا اپنے رب کے پاس جا کر تحفیت







أَتَيْتُكَ فَأُظْلِمْتُوْا إِلَى الْإِسْلَامِ قَالَ قَسِيْرٌ عَنْ مَسْرُورٍ  
كُنْتُ عَيْسَى بِمَاؤَ وَفَعْمَؤَ لَعْنَةُ الْبَرِيَّةِ -

۳۲۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ خَرَزْمِہُ تَنَاوَدَ ابْنُ  
سَعْدَةَ لَنَا ثَابِتُ الْمُسَنَّفِ عَنْ ابْنِ مَسْرُورٍ  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَتَاهُ  
جَبْرِئِيلُ وَهُوَ يَدْعُبُ مَعَ الْعُلَمَاءِ فَنَاقَهُ لَا فَصَؤَ  
فَنَشَقَّ عَنْ قَلْبِهِ فَاسْتَحْوَجَ الْقَلْبَ فَاسْتَحْدَجَ  
مِنْهُ عِلْقَةً فَقَالَ هَذَا حَقُّ الشَّيْطَانِ بَيْنَكَ ثُمَّ  
خَسَمَهُ فِي مَكْنَسٍ مِنْ ذَهَبٍ بِمَاؤَ وَفَعْمَؤَ ثُمَّ  
لَا مَهْ أَعَادَهُ فِي مَكَانِهِ وَجَاءَهُ الْعِلْمَانُ  
يَسْأَلُونَ إِلَى أَيْمِهِ يَعْنِي ظَهْرَهُ فَقَالَ لَئِنْ لَمْ  
تَدْرُجُوا لَمْ تَأْمَسْتُمْ قُلُوبَهُ وَهُوَ مُتَّقِعٌ الثَّوْبَ  
قَالَ أَمْسُ قَدْ كُنْتُ أَرَى أَكْثَرَ ذَلِكَ الْمَخِيْطِ  
فِي صَدْرِي -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ آپ  
(پچپن میں) بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ ایک مالک  
پھر نکل آئے اور آپ کوٹا کہ آپ کا سینہ چیر کر دل  
نکال لیا پھر دل میں سے جما ہوا خون نکالا اور کہا یہ  
شیطان کا حصہ تھا پھر دل کو سوسے کے ٹکٹ  
میں لٹک کر نمرم کے پانی سے دھویا پھر اس کو جوڑ  
کر اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ یہ منظر دیکھ کر بچے دوڑے جوڑے  
مسنور کی رضاعی ماں و علیہ کے پاس گئے۔ اور کہا  
ٹھہرا صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیا گیا۔ یہ سن کر  
سب دوڑ کر مسنور کے پاس آئے اور دیکھا تو مسنور  
صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ متغیر تھا۔ حضرت انس کہتے  
ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ  
پر اس سلالی کے نشانات دیکھے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ شبہہ مراج  
کا ذکر کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا کہ وحی آنے  
سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں سو  
رہے تھے اس وقت آپ کے پاس تین فرشتے  
آئے۔ بقیہ حدیث حسب سابق یہ ہے لیکن بعض عبارت  
میں تفہیم اور تاخیر اور کمی اور زیادتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جن درج  
میں مکہ میں تھا میرے مکان کی چھت کھولی گئی جبرئیل  
علیہ السلام آئے اور انھوں نے میرا سینہ چاک

۳۲۲ - حَدَّثَنَا هَرَبُ بْنُ سَعْدَةَ الدَّيْلِيُّ قَالَ لَنَا  
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَلَمَةُ بْنُ وَهْبٍ ابْنُ بِلَالٍ  
قَالَ حَدَّثَنِي شَرِيْكَ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَفْنَانٍ  
كَأَنَّ سَمْعَةَ ابْنِ مَالِكٍ يَعْنِي ثَنَا عَنْ لَيْكَةِ  
أَسْرَى بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
مِنْ مَسِيْحٍ أُنْكَبَتْهُ أَصْحَابُ جَاهِلِيَّةٍ فَكُفِّرَ قَبْلَ  
أَنْ يُدْخِلَ الْبَيْتَ وَهُوَ نَائِمٌ فِي الْمَسِيْحِ الْحَرَامِ  
وَسَأَلَ الْخَدِيْثَ بِقِيَّتِهِ ثُمَّ وَحْدَ نَيْفٍ فَأَيَّتِ  
الْبَنَاتِ وَفَعْمَؤَ وَفِيْرَ تَبِيْطًا وَآلَهُ دَمَاءٌ وَفَلَقَ  
۳۲۳ - وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ عَمِيْرٍ التَّجْلِبِيْ  
أَخْبَرَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَزِيدُ بْنُ عَمْرِو  
بِشْبَابٍ عَنْ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ أَبُو ذَرٍّ يَحْدِثُ  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ



فَوَجَّهَ سَفْعَتَيْ بَيْتِهِ وَآثَانَا بِمَكَّةَ فَتَوَزَّ جَبْرِئِيلُ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ فَقَدَّرَ صَدْرِي ثُمَّ غَسَلَهُ مِنْ كَلَاءِ زَمَرَةٍ  
لَحْرَجَاءَ يَطْسَبُ مِنْ دَهَبٍ مُتَمَلِّقٍ حِكْمَةً وَ  
إِيمَانًا قَاتَا فَتَوَزَّهَا فِي صَدْرِي ثُمَّ أَطْبَقَهُ ثُمَّ  
أَخَذَ بِيَدِي فِي قَعْدَةٍ فِي إِلَى السَّمَاءِ فَلَمَّا جِئْنَا  
السَّمَاءَ الدُّنْيَا قَالَ جَبْرِئِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
لِخَازِنِ السَّمَاءِ الدُّنْيَا انْتَحِ قَالَ مَنْ هَذَا  
قَالَ هَذَا جَبْرِئِيلُ قِيلَ هَلْ مَعَكَ أَحَدٌ قَالَ  
لَعَنُ مَعِيَ مُحْتَكِدٌ قَالَ كَأُذِ سَلِّ إِلَيْهِ قَالَ لَعَنُ  
كَأُتْنَحُ فَقَتْنَحُ قَالَ فَلَمَّا عَلَوْكَ السَّمَاءَ الدُّنْيَا  
فَإِذَا أَنْجَلُ عَنْ يَمِينِيهِمْ أَسْوَدَةٌ وَعَنْ يَسَارِيهِ  
أَسْوَدَةٌ قَالَ فَإِذَا أَنْظُرْ قِبَلَ يَمِينِيهِمْ صَحِيحٌ  
وَإِذَا أَنْظُرْ قِبَلَ شِمَالِهِمْ يَكْفَى قَالَ فَقَالَ مَرْجِعًا  
يَا لَيْلِي الْقَالِبِ وَلَا بِنِ الْفَتَالِبِ قَالَ فَكُنْتُ يَا  
جَبْرِئِيلُ مِنْ هَذَا قَالَ هَذَا أَدْمُ وَهِيَ الْأَسْوَدَةُ  
عَنْ يَمِينِيهِمْ وَعَنْ شِمَالِهِمْ لَسَمُ بَيْتِيهِمْ فَإِذَا هَذَا  
الْيَمِينِ أَهْلُ الْجَنَّةِ وَالْأَسْوَدَةُ الَّتِي عَنْ  
شِمَالِهِمْ أَهْلُ النَّارِ فَإِذَا أَنْظُرْ قِبَلَ يَمِينِيهِمْ  
صَحِيحٌ وَإِذَا أَنْظُرْ قِبَلَ شِمَالِهِمْ يَكْفَى قَالَ  
ثُمَّ عَمَّرَ بِي جَبْرِئِيلُ حَتَّى أَقَى السَّمَاءَ الدُّنْيَا  
فَقَالَ لِخَازِنِهَا افْتَحْ قَالَ فَقَالَ لَهُ الْخَازِنُ  
مِثْلُ مَا قَالَ تَعَاوَنَ السَّمَاءُ الدُّنْيَا فَفَتَحَ  
قَالَ أَكُنْ بَيْنَ مَا لَيْكَ فَكَذَّكَ أَسْمًا وَجِدَّةً فِي  
السَّمَوَاتِ أَدْمُ وَإِذَا رَيْسٌ وَرَيْسِي وَمُوسَى  
قَلْبُ بَرَاهِيمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامَةُ وَالسَّلَامَةُ وَكَلَمُ  
يُثْبِتُ كَيْفَ مَنَازِلُهُمْ غَيْدًا ثُمَّ ذَكَرَ أَنَّهُ  
فَكَذَّ وَجِدَّةً أَدْمُ فِي السَّمَاءِ الدُّنْيَا وَإِذَا رَيْسٌ  
فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ قَالَ فَلَمَّا مَرَّ جَبْرِئِيلُ وَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِأَذْوَانِ

کیا پھر اس کو زمزم کے پانی سے دھویا پھر ایک سو کے  
کا طشت ایمان اور حکمت سے بھر کر لائے پھر ایمان  
اور حکمت کو میرے سینہ میں رکھ کر سینہ بھر دیا پھر میرا ہاتھ  
پکڑ کر مجھے آسمانوں کی طرف لے گئے جب ہم پہلے  
آسمان پر پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام نے اس آسمان کے  
پیرہ دار سے کہا دروازہ کھولو، اس نے پوچھا کون  
ہے؟ کہا جبرئیل، پوچھا کیا آپ کے ساتھ کوئی ہے؟  
کہا ہاں میرے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، پوچھا  
کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا ہاں بلایا گیا ہے، پھر اس  
نے دروازہ کھول دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جب ہم آسمان دنیا کے اوپر پہنچے تو دیکھا  
ایک شخص تھا جس کے دائیں بائیں بھرت مخلوق تھی،  
وہ دائیں طرف دیکھ کر ہنستے اور بائیں طرف دیکھ کر  
روتے، انھوں نے مجھے دیکھ کر کہا خوش آمدید  
اے صالح بیٹے اور صالح نبی! میں نے جبرئیل سے  
کہا یہ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ حضرت آدم علیہ السلام  
ہیں اور ان کے دائیں بائیں جو عجم ہے یہ ان کی اولاد  
ہے، دائیں جانب جنتی ہیں اور بائیں جانب جہنمی ہیں،  
اسی سبب سے وہ دائیں جانب دیکھ کر ہنستے ہیں  
اور بائیں جانب دیکھ کر روتے ہیں۔ پھر جبرئیل مجھے  
لے کر دوسرے آسمان پر پہنچے اور دوسرے آسمان  
کے پیرہ دار سے کہا دروازہ کھولو اور وہ تمام سوال  
جواب ہمارے جو پہلے آسمان کے پیرہ دار سے  
ہوئے تھے اور اس نے دروازہ کھول دیا حضرت  
انس بن مالک نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی آسمانوں پر حضرت آدم، حضرت ابراہیم علیہ السلام  
اور ابراہیم علیہم السلام سے ملاقات ہوئی اور  
پھر نبی بلایا کہ کس آسمان پر کس نبی سے ملاقات ہوئی البتہ  
یہ بتلایا کہ پہلے آسمان پر حضرت آدم سے اور چھٹے



قَالَ مَوْحِبًا يَا لَتَيْبِي الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ  
 قَالَ ثُمَّ مَرَّ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا رَافِدِي  
 قَالَ ثُمَّ مَرَّ مَرَاتٍ يُمَوِّنِي عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ  
 مَوْحِبًا يَا لَتَيْبِي الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ  
 مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا مُؤَمِّنِي قَالَ ثُمَّ مَرَّ مَرَاتٍ  
 يَعْنِي فَقَالَ مَوْحِبًا يَا لَتَيْبِي الصَّالِحِ وَالْأَخِ  
 الصَّالِحِ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا عَيْسَى بْنُ  
 مَرْيَمَ قَالَ ثُمَّ مَرَّ مَرَاتٍ يَا بُرَاهِيمَ فَقَالَ مَوْحِبًا  
 يَا لَتَيْبِي الصَّالِحِ وَالْأَخِ الصَّالِحِ قَالَ قُلْتُ  
 مَنْ هَذَا قَالَ هَذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ أَجَبْتُ  
 شَيْئًا بِأَنْ أَتُخَبِّرَ فِي ابْنِ حَذْرٍ ابْنَ عَبَّاسٍ  
 وَأَبَا حَبِيبَةَ الْأَنْصَارِيِّ كَانَا يَتَوَلَّانِ هَذَا  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَمَرَّ بِهِ  
 فِي حَتَّى ظَهَرْتُ لِمُسْتَوِيٍّ أَسْمَعُ فَمَرَّ صَرِيحًا  
 الْأَقْلَامِ قَالَ ابْنُ حَذْرٍ وَأَكْسُ بْنُ مَالِكٍ  
 قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
 فَقَرَضَ اللَّهُ عَلَى أُمَّتِي تَعْمِينَ صَلَوَةً  
 قَالَ فَدَجَعْتُ بِذَلِكَ حَتَّى أَمُرَ بِمُؤَمِّنِي فَقَالَ  
 مُؤَمِّنِي مَاذَا قَرَضَ رَبُّكَ عَلَيَّ أُمَّتِكَ فَتَالَ  
 قُلْتُ فَدَخَلَ عَلَيْهِمْ تَعْمِينَ صَلَوَةً قَالَ لِي  
 مُؤَمِّنِي فَرَا جَعَلَ رَبُّكَ قِيَانُ أُمَّتِكَ لَا تُطِيقُ  
 ذَلِكَ فَتَالَ فَدَجَعْتُ بِرَأْيِي فَوَضَعْتُ شَطْرَهَا  
 قَالَ فَدَجَعْتُ إِلَى مُؤَمِّنِي عَلَيْهِ السَّلَامُ فَخَبَّرْتُهُ  
 قَالَ فَارَاجَعْتُ رَبُّكَ قِيَانُ أُمَّتِكَ لَا تُطِيقُ  
 ذَلِكَ فَتَالَ فَدَجَعْتُ بِرَأْيِي فَقَالَ هِيَ عَمْسُ  
 وَهِيَ تَحْمُسُونَ لَا يُبَيِّنُ الْقَوْلُ لَدَيْهِ فَقَالَ  
 فَدَجَعْتُ إِلَى مُؤَمِّنِي فَقَالَ فَارَاجَعْتُ رَبُّكَ فَقُلْتُ  
 قَدْ اسْتَحْبَبْتُ مِنْ رَأْيِي فَقَالَ ثُمَّ انْطَلَقْتُ فِي  
 حَبِيرِيلَ حَتَّى نَاقِي سِدْرَةَ الْأَشْجَلِ فَقَبِضَ بِهَا

آسمان پر حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔ اور جب حضور  
 کی حضرت ادریس سے ملاقات ہوئی تو انھوں نے کہا خوش آمدید  
 ہو صالح نبی اور صالح بھائی کو۔ میں نے کہا یہ کون ہیں تو کہا یہ  
 ادریس ہیں آپ نے فرمایا پھر میں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 کے پاس سے گذرے انھوں نے کہا صالح نبی اور صالح بھائی  
 کو خوش آمدید ہو، آپ نے فرمایا میں نے کہا یہ کون ہے؟  
 انھوں نے کہا یہ موسیٰ ہیں۔ پھر حضرت عیسیٰ سے ملاقات ہوئی انھوں  
 نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بھائی کو میں نے کہا یہ  
 کون ہیں؟ کہا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں پھر حضرت ابراہیم سے  
 ملاقات ہوئی، انھوں نے کہا خوش آمدید ہو صالح نبی اور صالح بیٹے  
 کو میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں، ایک اور سند  
 کے ساتھ حضرت ابن عباس اور ابو جراح انھوں نے بیان کیا کہ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سراج کوئی گئی یہاں تک کہ  
 میں مقام استوار پر پہنچا، وہاں میں نے تلووں کا آواز سنی اور اس میں  
 نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری  
 امت پر کچاس نازیں فرض کیں، میں ان نازوں کو  
 لے کر لوٹا تو راستہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے  
 ملاقات ہوئی، انھوں نے پوچھا آپ کے رب نے  
 آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا پہنچا  
 نازیں، موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا واپس چلیے کیوں  
 کہ آپ کی امت میں ان کی طاقت نہیں ہے۔ میں اپنے  
 رب کے پاس گیا، اللہ تعالیٰ نے کچھ نازیں کم کر دیں۔  
 پھر جب موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور انھیں  
 بتلایا تو انھوں نے فرمایا اپنے رب کے پاس واپس  
 چلیے کیوں کہ آپ کی امت میں ان کی طاقت بھی نہیں  
 ہے، پھر میں اپنے رب کے پاس گیا اللہ تعالیٰ نے پانچ  
 نازیں فرض کر دیں، اور فرمایا اگر کچاس کا ملے گا میرے  
 قول میں تبدیلی نہیں ہوتی، پھر جب میں حضرت موسیٰ  
 کے پاس پہنچا تو انھوں نے کہا اپنے رب کے پاس



الْوَدَّيْنِ لَا تَدْرِي مَا هِيَ قَالَتْ ثُمَّ أَدْخِلْتِ الْجَنَّةَ  
فَإِذَا فِيهَا جَنَّاتُ الْبُخَارِ كَرْدَا أَشْرَابُهَا  
الْمِثْلُ -

ہاں تیسے ہیں نے کہا اب مجھے اپنے رب سے حیا آتی  
ہے پھر جبرائیل مجھے سدرة المنتہی پر لے گئے جس پر  
ایسے ایسے حبیب و عزیز رنگ چھانے ہوئے  
تھے جس کو میں قیاس سے نہیں بتا سکتا پھر مجھے جنت  
میں لے جایا گیا جہاں میوؤں کے گنبد تھے اور جس  
کی بو مشک تھی۔

حضرت ماکہ بن معمر رضی اللہ عنہ بیان  
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
میں غار کعبہ میں بیٹھا اور یہودی کی حالت میں نکالتے  
میں میں نے اٹھا ایک شخص نے کہا یہ دو آدمیوں کے  
درمیان تعمیر شخص ہے پھر وہ مجھے لے گئے، اس  
کے بعد میرے پاس ایک سونے کا ٹکڑا لایا گیا  
جس میں زمزم کا پانی تھا۔ میسر یہاں سے یہاں تک سینہ  
پیرا گیا اور انہوں نے بتایا کہ پیٹ کے نیچے تک سینہ  
چیرا گیا، پھر میرا دل نکال کر اس کو زمزم کے پانی سے  
دھو کر واپس اسی جگہ رکھ دیا گیا پھر اس کو ایمان اور  
حکمت سے بھر دیا گیا میرے پاس — گدے سے  
سے اونچا اور فخر سے چھوٹا سفید رنگ کا ایک  
بالہ لایا گیا جس کا نام ہاق تھا جو تہا بنظر پر قدم کھتا  
تھا، مجھے اس پر سوار کرایا گیا، پھر ہم نے چلتا شروع  
کیا یہاں تک کہ ہم پہلے آسمان پر پہنچے، جبرائیل علیہ  
السلام نے دروازہ کھلوا دیا پرچھا گیا کہ کون ہے؟  
کہا جبرائیل، پرچھا گیا تھارے ساتھ کون ہے؟ کہا  
عمر بن عبد اللہ علیہ السلام، پرچھا گیا انھیں بلایا گیا ہے؟  
کہا ہاں، حضور نے فرمایا پھر اس سے لیے دروازہ  
کھول دیا گیا اور کہا گیا کہ عرض اُمید ہو بہترین آنے  
والے کو، حضور نے فرمایا پھر، ہمارا حکم حضرت آدم سے  
لاقات مولیٰ اس کے بعد مدینہ مابقی کی طرح  
بیان ہے اور یہ بھی بتایا کہ دوسرے آسمان میں

۳۲۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا أَبُو  
إِبْرَاهِيمَ عَنْ سَعِيدٍ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ  
مَالِكٍ نَعْلَهُ قَالَ عَنْ مَالِكِ بْنِ مَعْقِلٍ وَبِشْرِ  
بْنِ قَتُومٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَسَلَّمَ بَيْنَنَا أَلَا يَرَى أَنَّ بَيْنَ بَيْنِ النَّاسِ وَ  
الْبَقَطَانِ إِذْ سَمِعْتَ قَاتِلًا يَقُولُ أَحَدُ  
الْمَلَائِكَةِ بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ فَأَتَيْتُ بِطَبَسٍ  
مِنْ ذَهَبٍ فِيهَا مِنْ مَاءٍ مَرَّةً فَشَدَّ  
صَدْرِي إِلَى كَفِّهِ أَوْ كَذَلِكَ قَتَادَةُ فَقُلْتُ  
يَا نَبِيَّ مَا يَعْنِي قَالَ إِلَى أَشَقِّ بَطْنٍ  
فَنَاشَتْهُ خِيَرَةٌ قُلْتُ قُلْتُ بِمَاءٍ مَرَّةً  
ثُمَّ أُعِيدَ مَكَانَهُ ثُمَّ خِيَرْتُ أَيْمَانًا وَجُكُومًا  
ثُمَّ أُتِيْتُ بِدَآبَّةٍ أَبْيَضَ يُعَالِ كَلْبُ الْبَقَاعِ  
فَوَقَّ الْحِمَامُ بِرُؤُوسِ الْبَقَالِ يَقَعُ كَحَطَرٍ  
عِنْدَ أَقْطَافِ طُورٍ فِيهِ قُبُورٌ عَلَيْهَا شُجَرٌ  
أُتْلِقَتْ حَتَّى أَتْلِفُوا الْمَشَاةَ الْمُدَانِيَّةَ  
اسْتَقْفَتْ حَبِيرٌ قِيلَ عَلَيْكَ السَّلَامُ فَقِيلَ  
مَنْ هَذَا قَالَ جِبْرِيلُ قِيلَ وَمَنْ مَعَكَ  
قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قِيلَ وَقَدْ بُعِثَ إِلَيْكَ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَقُتِلَ  
لَنَا وَقَالَ مَرْحَبًا وَلَيْعَمَ الْمَجِيِّ عَجَاءُ  
قَالَ فَأَتَيْنَا عَلَى أَدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَمَسَاقِ  
الْعَدِيدِ بِرُؤُوسِهِمْ وَكَوْنُ أَتَى لَيْحِي فِي السَّمَاءِ



النَّارِ نِدْرَ عَيْسَى وَيَحْيَى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ وَفِي  
النَّارِ لَيْسَةُ يُوْسُفَ وَفِي النَّارِ بَعْدُ إِدْرِيسُ وَفِي النَّارِ  
كَهْدُونَ قَالَ ثُمَّ أَنْطَلَقْنَا حَتَّى أُنْتَهَيْنَا إِلَى السَّمَاءِ  
السَّادِسَةِ فَأَتَيْتُ عَلَى مُزْمَلٍ فَسَلَّمْتُ عَلَيْهِ  
فَقَالَ مَرْحَبًا يَا دُرَّخَ الطَّائِفِ فَلَمَّا جَاءَ وَدَلَّهَ الْبُكِّي  
فَنُودِيَ مَا يُبْكِيكَ قَالَ يَا رُبَّ هَذَا عَسَلَمَ  
بَعَثْتُهُ بَعْدِي يَدْخُلُ مِنَ الْمُتَّبِعَةِ الْجَنَّةِ أَكْثَرُ مِنِّي  
يَدْخُلُ مِنَ الْمُتَّبِعَةِ قَالَ ثُمَّ أَنْطَلَقْنَا حَتَّى أُنْتَهَيْنَا  
إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَأَتَيْتُ عَلَى إِبْرَاهِيمَ فَقَالَ  
فِي الْحَدِيثِ وَحَدَّثَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
آلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ رَأَى أَرْبَعًا مِنْهَا يَخْرُجُ مِنْ  
أَصْلِهَا ثُمَّ إِنْ ظَاهِرَ إِنْ وَنَهَ إِنْ بَاطِنَ  
فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا هَذِهِ الْأَهْوَاءُ قَالَ أَمَّا الظَّاهِرُ  
الْبَاطِنُ فَنَهَ إِنْ فِي الْجَنَّةِ وَأَمَّا الظَّاهِرُ إِنْ  
فَالْبَاطِنُ وَالنَّفْسُ ثُمَّ رَفَعَهُ إِلَى النَّبِيِّ الْمُعَمَّرِ  
فَقُلْتُ يَا جِبْرِيلُ مَا هَذِهِ الْأَهْوَاءُ هَذَا الْبَيْتُ  
الْمُعَمَّرُ يَدْخُلُهُ كُلُّ يَوْمٍ سَبْعُونَ أَلْفًا  
مَلَكًا إِذَا خَرَجُوا مِنْهُ لَمْ يَعُودُوا إِلَيْهِ إِحْدًا  
مَا عَلَيْهِمْ ثُمَّ أُتَيْتُ بِأَنْتَابِ بْنِ أَحَدِهِمَا ثُمَّ  
وَالْآخَرُ لَبَنٌ مَعُومًا عَلَى كَأْسٍ مَدَّتِ اللَّبَنُ  
فَقِيلَ لِي أَصَبْتَ أَصَابَ اللَّهُ بِكَ أَمَّا تِلْكَ عَلَى  
الْفُطْرَةِ ثُمَّ مَرَّصَتْ عَلَى كُلِّ يَوْمٍ مَحْمُوسُونَ  
صَلَوَاتُكُمْ ثُمَّ دُكِرَ قِصَّتُهَا إِلَى آخِرِ الْحَدِيثِ

حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام سے ملاقات ہوئی۔ اور سمیر سے میں حضرت یوسف سے، چوتھے میں حضرت ادیس سے اور پانچویں میں حضرت ہارون سے اس کے بعد ہم آگے پیچھے اور چھٹے آسمان پر گئے، اور میری حضرت موسیٰ سے ملاقات ہوئی، میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے کہا: خوش آمدید ہو صالح نجا اور صالح بھائی کو جب میں آگے بڑھا تو وہ رٹنے لگے، امارا اُنی تم کیوں روتے ہو؟ انہوں نے کہا: میرے رب اس نوجوان کو تو نے میرے بعد بیعت کیا، اور میری امت کی بہ نسبت اس کی امت کے زیادہ افراد جنت میں جائیں گے، حضور نے فرمایا ہم پھر آگے بڑھتے حتیٰ کہ ساتویں آسمان پر پہنچے اور حضرت ابراہیم سے ملاقات ہوئی۔ اور حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ آپ نے چار نہریں دیکھیں جن کی اصل سے چار نہریں نکلتی ہیں۔ دو ظاہری اور دو باطنی۔ باطنی نہریں تو جنت میں ہیں اور ظاہری نہریں اور ذات ہیں، پھر میرے لیے بیت المعمور کو بلند کیا گیا۔ میں نے جبرائیل سے کہا یہ کیسا ہے تو انہوں نے کہا یہ بیت المعمور ہے، اسی میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں، اس سے نکلنے کے بعد وہ اس میں کبھی دوبارہ داخل نہیں ہوتے، پھر میرے پاس دو برتن لائے گئے۔ ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ تھا۔ میں نے دودھ کو پسند کر لیا۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ تم نے فطرت کو پایا اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے سبب تمہاری امت کو فطرت عطا کی پھر مجھ پر ہر دن میں پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ اس کے بعد پورا واقعہ بیان کیا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے حضرت ابی بن صعد کی روایت کو کر کے میرے پاس سونے

۲۲۵۔ حَلَّ لَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ فَا مَعَادُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَلَّ لِي أَبِي عَنْ قَسَاوَةَ قَالَ نَا أُنْشِي



کا ایک پشت لایا گیا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا پھر سید کو پیٹ کے چھپے تک چیل گیا پھر اس کو زرم کے پانی سے دھویا گیا اور پھر اس کو ایمان اور حکمت سے بھر دیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کا ذکر فرمایا اور بتلایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قبیلہ شہورہ کے لوگوں کی طرح لبا قد تھا اور گندم گوں تھے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا متوسط قد تھا اور جسم گٹھا ہوا تھا اور آپ نے جہنم کے خائف اور دجال کا ذکر بھی فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں شب معراج حضرت موسیٰ بن عمران کے پاس سے گذرا۔ ان کا قبیلہ شہورہ کے لوگوں کی طرح لبا قد تھا اور گندم گوں رنگ گٹھنکے پائے بال تھے، اور میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا ان کا قد متوسط رنگ سرخ مائل بہ سفیدی اور بال سیدھے تھے اور آپ کو جو نشانیاں دکھائی گئیں۔ ان میں جہنم کا داروغہ مالک اور دجال تھا پس تم اس سے ملاقات میں تمک نہ کرنا۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دادی اندقی سے گندھ تھا، آپ نے فرمایا یہ کون سی

مادہ عن مالک بن صعصعہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال قد كنت حواء وراذ فبدر فاذنك بطسب من ذهب مستلي حكمة ورائنا فشق من الشجر الى مراقي البطن ففعل بهما ورمز مني حكمة ورائنا.

۳۲۶۔ حدثني محمد بن النعماني وابن بشار قال ابن النعماني كنا مع محمد بن جعفر قال قال شعبة عن قتادة قال سمعت ابا العلاء يقول حدثني ابن عمر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم يعني ابن عباس قال ذكر رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم عيسى بن مريم فقال مريمي ادم طوان كما نك من رجال شجرة و قال عيسى جعد من قوم و ذكر ماله لكاثر من جهنم و ذكر الدجال.

۳۲۷۔ وحدثنا عبد بن حميد قال انا يوسف بن محمد قال ثنا شيبان بن عبد الرحمن عن قتادة عن ابي العلاء قال حدثنا ابن عمر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم يعني ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مريم بنت عمران في مريمي بن عيسى ان رجلا ادم طوان جعد كما نك من رجال شجرة و ذكر آيت عيسى في مريم مريم الخلق الى العشرة والبياض سبط الرايس و ابري ما لكاثر نكاح القار والدجال في آيات انا هو الله ايتا فلا تكن في مريمي من يعاقبه قال كان قتادة يفسرهما ان النبي صلى الله عليه وآله وسلم قد لقي مومني عليه السلام.

۳۲۸۔ حدثنا احمد بن حنبل و شريك بن يوسف قال ثنا هشيم قال قال ابو ذر بن ابي هند عن ابي العلاء عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله



عَلَيْهِ وَالْأَلَمِ وَسَلَّمَ يَوَادِي الْأَرْزَاقِ فَقَالَ آخِي  
وَادِ هَذَا أَفَعَالُوا هَذَا وَادِي الْأَرْزَاقِ كَأَنَّ  
أَنْظُرُوا إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ هَذَا بِطَائِفٍ مِنَ الْغَنِيِّ  
وَلَهُ أَجَوَارُ إِلَى اللَّهِ بِالتَّكْلِيفِ ثُمَّ آخِي عَلَى ثَنِيَّةٍ  
هَرَشِي فَقَالَ آخِي ثَنِيَّةٌ هَذِهِ قَالُوا خَيْبَةُ هَرَشِي  
قَالَ كَأَنَّ أَنْظُرُوا إِلَى يُونُسَ بْنِ مَتَّى عَلَى نَاقَةٍ  
حَمْرَاءَ جَعَدَةٍ عَلَيْهِ جُبَّةٌ وَمِنْ صَوْتٍ يَخْطُمُ  
نَاقَتِهِ خَلْبَةً وَهُوَ يَكْبِتُ قَالَ ابْنُ حَنْبَلٍ فِي  
حَدِيثِهِمْ قَالَ هَشِيمٌ يَعْنِي لَيْفًا

۳۲۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ قَالَ ابْنُ  
أَبِي عَدِيٍّ عَنْ دَاوُدَ عَنْ أَبِي الْعَالِيَةِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ  
قَالَ سَمِعْنَا نَافِعَ وَمَوْلَى اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْأَلَمِ وَسَلَّمَ  
بَيْنَ مَكَّةَ وَالْمَدِينَةِ فَخَرَجَ نَافِعٌ فَقَالَ كَأَنَّ أَنْظُرُوا  
هَذَا أَفَعَالُوا وَادِي الْأَرْزَاقِ قَالَ فَقَالَ كَأَنَّ أَنْظُرُوا  
إِلَى مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ هَذِهِ قَالُوا لَوْ يَمُوتُ وَتَسْعَوُهُ  
مَتَّى لَمْ يَحْفَظْ دَاوُدَ وَاجْتَعَلَ صَبِيغَةً فِي أُوَيْبَةٍ  
لَهُ جَوَارُ إِلَى اللَّهِ بِالتَّكْلِيفِ مَا شَاءَ هَذَا الْوَادِي  
قَالَ ثُمَّ سَمِعْنَا حَتَّى أَتَيْنَا عَلَى ثَنِيَّةٍ فَقَالَ آخِي  
ثَنِيَّةٌ هَذِهِ قَالُوا هَرَشِي أَوْ لَيْفَتٌ فَقَالَ كَأَنَّ  
أَنْظُرُوا إِلَى يُونُسَ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى نَاقَةٍ حَمْرَاءَ  
عَلَيْهِ جُبَّةٌ صَوْتٌ يَخْطُمُ نَاقَتِهِ لَيْفٌ خَلْبَةً  
مَا شَاءَ ابْنُ هَذَا الْوَادِي مَكْلَبِيًّا

۳۳۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ قَالَ ابْنُ أَبِي  
عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ كُنَّا عِنْدَ  
ابْنِ عَبَّاسٍ فَذَكَرُوا الْقَدَّ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ

وادی ہے ؟ لوگوں نے کہا یہ وادی ازرق ہے ۔  
آپ نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ کو بلندی سے  
اترتے ہوئے دیکھ رہا ہوں اور وہ بلند آواز سے  
اللہم لبیک کہہ رہے ہیں ، پھر آپ ہرشی کی وادی پر  
آئے ۔ آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے ؟ لوگوں  
نے کہا یہ ہرشی کی وادی ہے ۔ آپ نے فرمایا گویا کہ میں  
یونس بن متی علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک طاقتور  
سرخ اونٹنی پر سوار ہیں جس کی ٹیکل کھجور کی چھال  
کی ہے انھوں نے ایک اونٹنی پہنا ہوا ہے اور وہ  
اللہم لبیک کہہ رہے ہیں ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ اور  
مدینہ کے درمیان کی ایک وادی کے پاس سے گذرے  
آپ نے پوچھا یہ کون سی وادی ہے ۔ صحابہ نے کہا وادی  
ازرق ہے ، آپ نے فرمایا گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ  
السلام کو دیکھ رہا ہوں ۔ پھر آپ نے ان کا رنگ اور  
بالوں کی کیفیت بیان کی جو وادی کو یاد نہیں رہی ، اور  
فرمایا حضرت موسیٰ نے اپنی انگلیاں کانوں میں دی  
ہوئی ہیں اور وہ اللہم لبیک کی صدا میں لگاتے ہوئے  
اس وادی سے گذر رہے ہیں ۔ حضرت ابن عباس  
نے فرمایا ہم نے پھر چلنا شروع کیا یہاں تک کہ ہم ایک  
ایک اور وادی میں پہنچے آپ نے فرمایا کون سی وادی ہے صحابہ نے کہا  
ہرشی یا لفت ہے آپ نے فرمایا گویا کہ میں یونس بن متی علیہ السلام کو دیکھ رہا  
ہوں جو سرخ اونٹنی پر سوار ہیں جس کی ٹیکل کھجور کی چھال کی ہے انھوں نے  
ایک اونٹنی پہنا ہوا ہے اور وہ اللہم لبیک کہتے ہوئے اس وادی  
سے گذر رہے ہیں ۔

مجاہد سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباس کے پاس بیٹھے ہوئے  
تھے تو رجال کا ذکر چھڑ گیا ، مجاہد نے کہا اس کا انھوں کے درمیان  
کافر کھا ہوگا ، حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے یہ حدیث نہیں سنی ،



انہوں نے کہا اسی طرح ہے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ  
حضرت ابراہیم علیہ السلام پہلے سے پیغمبر سے مشابہ ہیں اور گویا  
کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھ رہا ہوں ان کا گندمی  
رنگ سے گھٹکے یا لے بال ہیں، وہ سرخ اور شاہ پر سوار  
ہیں جس کی ٹیکل کھجور کی چھال کی ہے جب وہ راوی میں  
آرتے ہیں تو اللہ ہم ایک کرتے ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر انبیاء پیش کیے  
گئے ہیں میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ قبیلہ شموہ  
کے لوگوں کی طرح تھے اور میں نے حضرت عیسیٰ کو دیکھا  
جن سے عروہ بن مسعود بہت زیادہ مشابہ ہیں اور میں نے  
حضرت ابراہیم کو دیکھا ان سے پہلے سے پیغمبر بہت مشابہ  
ہیں اور میں نے جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا ان سے  
وجہ کلی بہت مشابہ ہیں اور ایک روایت میں وجہ  
بن خلیفہ ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شب معراج میری  
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، حضور نے  
فرمایا کہ وہ قبیلہ شموہ کے لوگوں کی طرح تھے۔ دیکھا  
پتلا جسم اور بالوں میں کھٹکوں کی ہوتی تھی اور فرمایا میری  
عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، ان کا منہ سطر قد  
اور سرخ رنگ تھا اور ایسے تروتازہ تھے گویا ابھی  
ابھی حمام سے نکلے ہوں اور میں نے حضرت ابراہیم  
علیہ السلام کو دیکھا اور میں ان کی اولاد میں سب سے  
زیادہ ان سے مشابہ ہوں، پھر میرے پاس دوپٹا  
لائے گئے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شراب

تین عینکے کا ڈیرہ قال فقال ابن عباس کثر  
استمع قال قال قال قال أما إبراهيم فأنظرنا  
إلى صاحبكم وأما موسى فرجل أدم جعداً على  
جمل أحمر مخطوم بخلبة كافي أنظر إليه  
إذا نحد رفاً لنا وحي يلقى

۳۳۱۔ حَكَّ ثَمَّ قَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ نَأَيْتُ سَمِعْتُ رَجُلًا  
مَعَهُ بَنُ دُمُجٍ أَخْبَرَنَا النَّبِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ  
جَابِرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ مَرَّ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ فَإِذَا مُوسَى ضَرْبُ  
مِنَ الرِّجَالِ كَأَنَّهُ مِنْ رَجَالِ شَمُوَةَ وَرَأَيْتُ  
عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ فَإِذَا أَقْرَبُ مِنْ رَأَيْتُ بِهِ  
شَبْهًا عَرَبِيًّا مَسْحُورٌ وَرَأَيْتُ إِبْرَاهِيمَ فَإِذَا  
أَقْرَبُ مِنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبْهًا صَاحِبُكُمْ يَعْنِي  
نَفْسَهُ وَرَأَيْتُ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَإِذَا أَقْرَبُ  
مِنْ رَأَيْتُ بِهِ شَبْهًا وَحِيَّةً وَفِي رِوَايَةٍ ابْنُ  
دُمُجٍ وَحِيَّةٌ بَنُ خَلِيفَةَ

۳۳۲۔ وَحَكَّ ثَمَّ مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ  
حَمْدٍ وَتَقَارَبَا فِي اللَّفْظِ قَالَ ابْنُ تَرَاوِجٍ قَالَ  
عَبْدُ اللَّهِ أَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ أَنَا مَعْمَرُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ  
أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّكَ  
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ جِئْتُ أُنَرِّى  
فِي لَيْلَتِ مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَفَنَعْتُهُ السَّيِّئُ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَجُلٌ حَسْبُهُ  
قَالَ مَسْطُوبٌ رَجُلُ الرَّأْسِ كَأَنَّهُ مِنْ رَجَالِ  
شَمُوَةَ قَالَ وَلَقَيْتُ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ  
فَنَعْتُهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
فَإِذَا رَجُلٌ أَحْمَرُ كَأَنَّهُمَا حَدَرَجٌ مِنْ دِيْمَاسٍ



يَعْنِي الْحَتَمَ قَالَ وَكَأَيُّتُ إِذَا هَيَّجَ عَلَيْهَا السَّلَامُ  
وَأَنَا مُكْبَهُ وَنَدِي بِهِ قَالَ فَأَقْبَلْتُ بِأَنَاقَتَيْنِ  
فِي أَحَدِهِمَا لَبَنٌ وَفِي الْأُخْرَى حَمْرٌ فَبَقِيلٌ لِي حُدٌّ  
أَيُّهُمَا يَشْتَفِي فَأَخَذْتُ اللَّبَنَ فَشَرِبْتُهُ فَقَالَ  
هَدَيْتَ الْفَطْرَةَ أَوْ أَصَبْتَ الْفَطْرَةَ أَمَا إِنَّكَ لَسَ  
أَخَذْتَ الْخَمْرَ فَخَرْتُ امْتَلِكْ

۳۳۳ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى  
مَالِكٍ عَنْ ثَابِتٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا رَأَى كَبِيرٌ  
عِنْدَ الْكُفَّةِ قَرَأَ نَيْتَ رَجُلٍ أَدْرَمَ كَأَحْسَنِ مَا أَتَتْ  
رَأَى مِنَ الرِّجَالِ مِنْ أَدْرَمَ الرِّجَالِ لَهُ لِمَّةٌ كَأَحْسَنِ مَا  
أَتَتْ رَأَى مِنَ الْبَهْمَةِ وَتَجَلَّى مَا فِيهِ تَقَطَّرَ مَاءٌ  
مُتَكَبِّرًا عَلَى رَجُلَيْنِ أَوْ عَلَى عَوَاقِبِ رَجُلَيْنِ يُطَوِّفُ  
بِالنَّيْتِ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ هَذَا الْمَسِيحُ  
ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ إِذَا أَنَا بِرَجُلٍ جَعِدَ قَطِطَ أَعْوَرَ  
الْعَيْنِ الْيَمْنَى كَأَنَّهَا عَيْنُهُ طَافِيَةً فَسَأَلْتُ مَنْ  
هَذَا فَقِيلَ هَذَا الْمَسِيحُ الدَّجَالُ

۳۳۳ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْحَاقَ الْمَدَنِيُّ ثنا  
أَبُو يَحْيَى بْنُ عِيَّاضٍ عَنْ مُوسَى وَهُوَ ابْنُ  
عَبْدَةَ عَنْ ثَابِتٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ ذَكَرَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا  
بَيْنَ ظُلُمَاتِي الشَّامِ الْمَسِيحَ الدَّجَالُ فَقَالَ إِنَّ اللَّهَ تَبَارَكَ  
وَتَعَالَى لَيَسَّرُ لِعَبْدِهِ الْيَمْنَى كَأَنَّهَا عَيْنُهُ طَافِيَةً  
فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقِيلَ هَذَا الْمَسِيحُ الدَّجَالُ  
قَالَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
سَلَّمَ تَرَى اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ عِنْدَ الْكُفَّةِ كَأَنَّ رَجُلًا  
أَدْرَمَ كَأَحْسَنِ مَا تَرَى مِنَ الرِّجَالِ تَصْدُرُ  
لِمَّةٌ بَيْنَ مَتَكَبِيرِ رَجُلٍ الشَّعْرَ يَقَطُرُ رَأْسُهُ

حقاً مجھ سے کہا گیا ان میں سے جو چاہے لے لو  
میں نے دودھ لے کر پی لیا، فرشتہ نے مجھ سے کہا  
آپ نے فطرت کو پایا، اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ  
کی امت گمراہ ہو جاتی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا  
ایک رات خواب میں میں نے اپنے آپ کو کعبہ کے  
پاس دیکھا، مجھے گندمی رنگ کا ایک انتہائی حسین  
شخص نظر آیا جس کے بہت خوبصورت بال تھے جن میں  
کنگھی کی ہوتی تھی اور وہ کانوں کی ٹرنگ اتنے تھے،  
ان بالوں سے پانی ٹپک رہا تھا اور وہ شخص دو آدمیوں  
کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے طواف کر رہا تھا میں  
لے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا کہ یہ مسیح ابن مریم ہیں، پھر  
میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کے سخت گھنگریالے  
بال تھے اور دائیں آنکھ کافی اور آنکھ کی طرح ابھری ہوئی  
تھی۔ میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا مسیح دجال ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں  
کے سامنے دجال کا تذکرہ کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ کا نام  
انہیں ہے اور یاد رکھنا کہ مسیح دجال کی دائیں آنکھ کافی  
اور ابھری ہوئی ہوگی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا ایک رات خواب میں میں نے اپنے آپ کو  
کعبہ کے پاس دیکھا۔ مجھے گندمی رنگ کے ایک انتہائی  
حسین شخص نظر آئے جنہوں نے بالوں میں کنگھی کی ہوتی  
تھی لہذا ان کے بال کندھوں سے نیچے لٹکے ہوئے تھے،  
اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اور  
وہ دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے



بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے میں نے کہا یہ کون ہیں؟ کہا سید ابن مریم ہیں، اور میں نے ان کے پیچھے ایک شخص دیکھا جس کے سخت گھنگرے بال تھے، اس کی دائیں آنکھ کافی تھی وہ ابن قطن سے بہت مشابہ تھا وہ بھی دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے بیت اللہ کا طواف کر رہا تھا، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا یہ مسیح دجال ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، میں نے کعبہ کے پاس گندمی رنگ کا ایک شخص دیکھا جس کے بال سیدھے تھے اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے، اس نے دو آدمیوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ عیسیٰ ابن مریم یا سید ابن مریم علیہ السلام ہیں (راوی کو یاد نہیں آپ نے کون سا لفظ کہا تھا) پھر میں نے ان کے بعد سرخ رنگ کا ایک ایسا شخص دیکھا جس کے سخت گھنگرے بال تھے اس کی دائیں آنکھ کافی تھی اور وہ ابن قطن سے بہت مشابہ تھا، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے کہا یہ مسیح دجال ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب قریش نے (میرے دعویٰ معراج کو) جھٹلایا اس وقت میں حطیم کعبہ میں کھڑا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس مجھ پر نازل کیا اور میں اسے دیکھ کر کفار کو اس کی نشانیاں بتلا رہا تھا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ میں کعبہ کا طواف کر رہا ہوں

مَا دَرَا ضِعَا يَدَيْهِ عَلَى مَنكِبَيْ رَجُلَيْنِ وَهُوَ بَيْنَهُمَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَرَأَيْتُ وَدَّاعًا وَرَجُلًا جَعْدًا قَطِطًا أَعْوَمَ عَيْنَيْنِ الْيَمْنَى كَأَشْبَهٍ مِنْ رَأَيْتُ مِنَ النَّاسِ يَا بَنِي قَطْنٍ وَاضِعَا يَدَيْهِ عَلَى مَنكِبَيْ رَجُلَيْنِ يَطُوفُ بِالْبَيْتِ فَقُلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا هَذَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ

۳۳۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ مَرْيَمَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ عِنْدَ الْكُعْبَةِ رَجُلًا أَدْمَ سَبِطَ الرَّأْسِ قَاضِعًا يَدَا عَلَى رَجُلَيْنِ يَمْسُكُ رَأْسَهُ أَوْ يَقَطُرُ رَأْسَهُ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَالْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا يَدْرِي أَقَى ذَلِكَ قَالَ قَالَ وَرَأَيْتُ وَدَّاعًا وَرَجُلًا أَحْمَرَ جَعْدًا الرَّأْسِ أَعْوَمَ عَيْنَيْنِ الْيَمْنَى أَشْبَهٍ مِنْ رَأَيْتُ يَا بَنِي قَطْنٍ فَسَأَلْتُ مَنْ هَذَا فَقَالُوا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ

۳۳۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا كَذَّبَنِي قُرَيْشٌ قُمْتُ فِي الْحَجَرِ فَعَلَى اللَّهِ لِي بَيْتُ الْمُعَدَّاسِ فَطَفِقْتُ أُخَبِّرُهُمْ عَنْ آيَاتِهِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهِ

۳۳۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ حَزْمٍ عَنْ ابْنِ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ ابْنِ شَرِقٍ عَنْ سَالِبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ الْأَعْرَابِ عَنْ أَبِي



قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ بَيْنَمَا آفَاكَ أَثَمٌ رَأَيْتُنِي أَطُوفُ بِالْكَعْبَةِ فَإِذَا رَجُلٌ أَدَمَ سَبْطَ الشَّعْرِ تَيْنَ رَجُلَيْنِ يَنْطِفُ دَأْسُهُ مَاءً أَوْ ذِيهَمًا أَوْ دَأْسُهُ مَاءٌ قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ الْوَاهِدِيُّ ابْنُ مَرْيَمَ ثُمَّ ذَهَبَتْ أَنْتَفَتْ فَإِذَا رَجُلٌ أَحْمَرُ جَسِيءٌ جَعَلَ الرَّاسِ أَعْوَى الْعَيْنِ كَأَنَّ عَيْنَهُ عَتَبَةٌ طَافِيَةً قُلْتُ مَنْ هَذَا قَالَ اللَّهُ تَجَالَى أَقْرَبُ النَّاسِ شَبَهًا ابْنُ قُطَيْبٍ.

اور میں نے گندمی رنگ کے ایک شخص کو دیکھا جس کے بال سیدھے تھے اور ان سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے اس نے دو آدمیوں کے کندھوں پر اُتار رکھے، مرنے لگے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا یہ ابن مریم ہیں۔ پھر میں نے سرخ رنگ کے ایک شخص کو دیکھا جس کا گٹھا ہوا جسم تھا۔ بال سخت گھنگریالے تھے اس کی آنکھ کاٹی اور انگوڑی کی طرح ابھری ہوئی تھی، میں نے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا یہ دجال ہے وہ ابن قطن سے بہت مشابہ ہے۔

۳۳۸ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ ثنا جَعْبُنُ بْنُ الْمُثَنَّى ثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ وَهُوَ ابْنُ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْقُضَيْلِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي الْمَجْعَدِ وَفَإِنْ تَسَاءَلْتَنِي عَنْ مَسْرَاحِي فَتَسَاءَلْتَنِي عَنْ أَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمُعَدِّسِ لَمْ أَشِبْهَا فَكُرْبْتُ كُرْبَةً مَا كُرْبْتُ مِنْهُ قَطُّ قَالَ فَزَوَّجَهُ اللَّهُ لِي أَنْظُرَ إِلَيْهِ مَا يَسْأَلُونِي عَنْ تَمِيٍّ إِذَا أَتَيْتَهُمْ بِهِمْ وَقَدْ رَأَيْتُنِي فِي جَمَاعَةٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ فَإِذَا مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاتَمَّ يَقُولُ فَإِذَا رَجُلٌ ضَرْبٌ جَعْدًا كَأَنَّهُ مِنْ رَجَالِ شَنْوَاءَةٍ وَإِذَا عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاتَمَّ يَقُولُ أَقْرَبُ النَّاسِ بِمِثَبَهَا عُرْوَةً بَنِي مُسْعُودٍ الشَّقَفِيُّ وَإِذَا إِبْرَاهِيمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاتَمَّ يَقُولُ أَشَبُّ النَّاسِ بِمِثَبِهَا يَعْزِي نَفْسُهُ وَمَا نَتِ الصَّلَاةُ فَإِذَا مَسَّهُمْ فَكَمَا فَتَحْتُ مِنْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں حطیم کعبہ میں کھڑا تھا اور قریش مجھ سے واقعہ معراج کے بارے میں سوالات کر رہے تھے، انھوں نے مجھ سے بیت المقدس کی کچھ نشانیاں پوچھیں جن کو میں نے محفوظ نہیں رکھا تھا جس کی وجہ سے میں اتنا پریشان ہوا کہ اس سے پہلے اتنا کبھی پریشان نہیں ہوا تھا، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے رکھ دیا۔ وہ مجھ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھنے رہے اور میں دیکھ دیکھ کر بیان کرتا رہا اور میں نے اپنے آپ کو کہہ رہا تھا کہ وہ انبیاء میں پایا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے ہوئے ناز پڑھ رہے تھے اور وہ قبیلہ شلوخہ کے لوگوں کی طرح گھنگریالے بالوں والے تھے اور پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کھڑے ہوئے ناز پڑھ رہے تھے اور عروہ بن مسعود نقضی ان سے بہت مشابہ ہیں، اور پھر ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے ناز پڑھ رہے تھے اور ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں، پھر ناز کا وقت آیا،



الصَّلَاةُ قَالَ لِي قَائِلٌ يَا مُحَمَّدُ هَذِهِ أَمْثَالُكَ  
صَاحِبِ الثَّأْرِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِ فَانْتَفَتَّ إِلَيْهِ  
كَبِدَةً أَوْ بِالسَّلَامِ

۳۳۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثَنَا أَبُو  
أَسَمَةَ ثَنَا مَالِكُ بْنُ مَعْمُورٍ سَمِعَ مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي مُعَيْنٍ  
وَدُهَيْدُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُمَيْزٍ  
وَأَنَّهُ أَظْهَرَهُمْ مَقَرًا بِهِ قَالَ أَبُو مُعَيْنٍ قَالُوا  
ثَنَا مَالِكُ بْنُ مَعْمُورٍ عَنِ الزُّبَيْرِ بْنِ عَدِيٍّ عَنْ  
طَلْحَةَ — عَنْ مُرَّةٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَمَّا  
أُسْرِيَ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
أُنْزِلَتْ بِهِ إِلَى مِثْرَةِ الْمُتَنَتِّهِ وَرَفِيَ فِي السَّمَاءِ  
السَّادِسَةِ إِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُعْرَجُ بِهِ مِنَ الْأَرْضِ  
فَيُقْبَضُ مِنْهَا وَإِلَيْهَا يَنْتَهِي مَا يُنْهَضُ بِهِ مِنَ  
قَوِّهَا فَيُقْبَضُ مِنْهَا قَالَ إِذَا دُفِنْتُ السَّيِّدَةَ  
مَا يَغْشَى قَالَ فَرَأْسُ مِنْ ذَهَبٍ قَالَ فَأَعْطَى  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثًا  
أَعْطَى الصَّلَاةَ الْخَمْسَ وَأَعْطَى خَوَاتِيمَ سُورَةِ  
الْبَقَرَةِ وَخَفِيفَ لَبَنٍ لَمْ يُشْرِكْ بِاللهِ مِنْ أُمَّتِهِ  
شَيْئًا الْمُتَّفَحِمَاتِ

اور میں ان سب کا امام ہوا جب میں نماز سے فارغ  
ہوا تو مجھے ایک کہنے والے نے کہا یہ مالک ہیں جو  
جہنم کے داروند ہیں انہیں سلام کیجئے، میں ان کے  
طرف استوجہ ہوا تو انہوں نے پہلے مجھے سلام کیا۔  
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج الی  
گئی تو آپ کو سدرہ المنتہی پر لے جایا گیا اور سدرہ  
چھٹے آسمان پر پہنچے زمین سے اوپر جانے والی  
چیزیں سدرہ پر جا کر رک جاتی ہیں، پھر انہیں وصول  
کیا جاتا ہے اور اوپر سے نیچے آنے والی چیزیں  
اس تک آ کر رک جاتی ہیں، پھر انہیں وصول کیا جاتا  
ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا سدرہ کو ڈھانپ لیا جس  
چیز نے بھی ڈھانپ لیا بیٹنی سونے کے پروانوں  
نے حضرت عبداللہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کو تین چیزیں دی گئیں، پانچ نادیں، سدرہ لقبرہ  
کا آخری حصہ اور شرک کے سوا آپ کی امت کے  
لیے تمام گناہوں کی معافی۔

معراج کا لغوی معنی علامہ زبیدی کہتے ہیں :  
معراج اور معراج کا معنی ہے سیر بھی، یا سیر بھی کے ذریعے کی اس مشابہ چیز  
کو معراج کہتے ہیں جس کو پکڑ کر رو جیں چڑھتی ہیں اور معراج اس راستہ کہتے ہیں جس پر فرشتے چڑھتے ہیں،  
اس کا جمع معارج ہے۔

معراج کا اصطلاحی معنی علامہ تفتازانی کہتے ہیں :  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیلادی میں اپنے جسم کے ساتھ آسمانوں تک  
جانا پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جہاں تک چاہا آپ کا جانا معراج سے اور یہ حق ابدی حادثہ مشہور سے  
ثابت ہے حتیٰ کہ اس کا منکر مبتدع ہے، یہ کہہ کر معراج کا انکار کرنا کہ آسمانوں میں شگفتہ نہیں ہو سکتا

۱۔ سید محمد رفیع حسینی زبیدی مترق ۱۲۰۵ھ تاج العروس ج ۲ ص ۲۲، مطبوعہ المطبعة الخیرہ مصر ۱۳۰۶ھ



قدیم فلاسفہ کے اصول پر مبنی ہے، ہم یہ کہتے ہیں کہ تمام اجسام کی حقیقت واحد ہے اور جب ایک جسم میں شگاف ہو سکتا ہے تو تمام اجسام میں شگاف ہو سکتا ہے، اور اللہ تعالیٰ تمام ممکنات پر قادر ہے۔

معراج کی تعریف میں بیداری کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ معراج منامی (نیند کا واقعہ) تھی، کیونکہ حبیب حضرت معاویہ سے معراج کے متعلق سوال کیا گیا تو انھوں نے کہا یہ اچھا خواب تھا اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم معراج کی رات گم نہیں ہوا، اور قرآن مجید میں ہے:

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَدْبَأْنَاكَ آلَ فِتْنَةٍ  
لِّلنَّاسِ - (یوسف اسرئیل ۶۱)

ان دلائل کا جواب یہ ہے کہ الرؤیاء سے مراد خواب نہیں ہے بلکہ آنکھ سے دیکھنا مراد ہے، اور حضرت عائشہ کی روایت کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا جسم روح سے الگ نہیں ہوا بلکہ آپ کا جسم روح کے ساتھ تھا اور یہ جسمانی معراج تھی، کیونکہ اگر معراج کا یہ واقعہ خواب میں ہوتا یا صرف روح کی معراج ہوتی تو اس کا اس قدر شدت سے انکار نہ کیا جاتا حالانکہ کافروں نے واقعہ معراج کا بہت شدت سے انکار کیا، بلکہ بعض مسلمان اس وجہ سے مرتد ہو گئے۔ معراج کی تعریف میں آسمانوں تک کی قید اس لیے لگائی گئی تاکہ ان لوگوں کا رد ہو جو کہتے ہیں کہ بیداری میں معراج صرف بیت المقدس تک، مرنی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں مسجد اقصیٰ تک کا ذکر ہے اور یہ جو کہتا ہے کہ ”جہاں تک اللہ نے چاہا“ اس میں متقدمین کے مختلف اقوال کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا معراج جنت تک ہوئی، بعض نے کہا عرش تک، بعض نے کہا فوق العرش تک، بعض نے کہا طرف العالم تک، اسرارِ رات کو جانا قطعی ہے، یعنی بیت الحرام سے مسجد اقصیٰ تک جانا اور معراج زمین سے آسمان تک جانا ہے، یہ بات مشہورہ سے ثابت ہے، اور آسمان سے جنت تک یا عرش تک یا اس سے بھی آگے تک جانا اختیار احاد سے ثابت ہے، پھر صحیح قول یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے نہ کہ آنکھوں سے نہیں دیکھا۔

**شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں علماء امت کے مذاہب** | علماء پیروی رکھتے ہیں؛  
کے متعلق علماء امت کے چار قول ہیں؛

۱۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت باری کا انکار کرتی ہیں، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابو ہریرہ کا مشہور قول بھی یہی ہے، امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ مسروق نے حضرت عائشہ سے سوال کیا: آیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا: ہاں اس قول سے میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو شخص تم سے یہ حدیث بیان کرے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے



اپنے رب کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ بولا، مسروق نے کہا: پھر اس آیت کا کیا جواب ہے؟  
 ثورہ فی قتلتانی ۱۰ فكان قاتل قوسین اور  
 (نحوہ: ۷۰-۸۰) بلکہ اس سے بھی زیادہ۔

- حضرت عائشہ نے فرمایا ان آیات میں جبرائیل کا حضور سے قریب ہونا مراد ہے پہلے جبرائیل آپ کے پاس انسانی شکل میں آتا تھا اس مرتبہ وہ اپنی اصل شکل میں آپ کے پاس آیا اور اس نے افق کو چھریا۔  
 ۲- حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے، قاضی عیاض نے کہا حدیث میں ہے میں نے اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا لیکن میرے اپنے دل سے دیکھا ہے۔ اس حدیث کو امام ابن جریر نے روایت کیا ہے۔  
 ۳- حضرت ابن عباس کا مشہور اور امام ابوالحسن اشعری کا مذہب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، علامہ فروی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک یہی لائق ہے۔  
 حضرت جابر سے مروی ہے کہ میں نے اپنے رب کو بالمشافہ دیکھا ہے۔  
 ۴- سعید بن جبیر کی روایت یہ ہے کہ اس مسئلہ میں توقف کرنا چاہیے۔  
 ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شرب معراج اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، علامہ پرہاروی نے حضرت عائشہ کی حدیث کا کلام لے دیا ہے اس کی شرح میں ہم اس کو تفصیل اور تحقیق سے بیان کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

### سورہ بنی اسرائیل میں معراج کا ذکر اور اس کے فوائد اور نکات

سبحن الذی انزلناہ لیلۃ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بمرکنا حولہ  
 وہ عجیب سے پاک ہے جو اپنے (خاص) بند  
 کو رات کے چھوٹے حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ  
 تک لے گیا جس کے ارد گرد ہم نے بہت برکتیں رکھی  
 ہیں تاکہ ہم اس (عبد خاص) کو اپنی بعض نشانیاں دکھائی  
 دے تاکہ وہی سننے والا ہے، وہی دیکھنے والا ہے۔  
 (بنی اسرائیل: ۱۰)

اس آیت کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کو بیان کیا گیا ہے، سفر نامہ میں سات چیزوں کا بیان ضروری ہوتا ہے (۱) سفر کس نے کیا (۲) سفر کس نے کیا (۳) سفر کہاں سے کیا (۴) سفر کہاں تک کیا، (۵) سفر رات میں ہوا یا دن میں؟ (۶) سفر کتنی دیر میں کیا؟ (۷) سفر کس لیے کیا؟ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غایت اعجاز کے ساتھ ان سات چیزوں کو ذکر فرمادیا۔ سفر کس نے کیا؟ فرمایا سبحان نے، سفر کس نے کیا؟ فرمایا اس کے عبد خاص نے، سفر کہاں سے کیا؟ فرمایا من المسجد الحرام، مسجد حرام سے، سفر کہاں تک کیا؟ فرمایا الی المسجد الاقصیٰ،



مسجد اقصیٰ تک سفر کس وقت ہوا؟ فرمایا اسودی راتوں رات لے گیا، سفر کتنی دیر میں ہوا؟ فرمایا سب لائے رات کے ایک قلیل لمحہ میں، اور سفر کس لیے کرایا فرمایا اللہ یہ صوفیٰ آیتا تناسکاً کہ ہم ان کو اپنی بعض نشانیاں دکھائیں۔ عموماً بڑے افسر سفر کو ہی تو ان کے ماتحت اس سفر کو بیان کرتے ہیں، ورنہ اس سفر کو میں تو ان کے ساتھ سمجھانی ہوتے ہیں جو اس سفر کو بیان کرتے ہیں، اور مالک سفر کو لے تو اس کا خادم اس سفر کی حکایتیں بیان کرتا ہے اور یہاں طرفہ تقاضا یہ ہے کہ سفر بند سے لے کر اس کا مولیٰ کر رہا ہے۔

اس سفر میں آپ کے ساتھ کوئی تھا نہیں، اگر صحابہ کرام میں سے کوئی آپ کے ساتھ جوتا تو وہ اس سفر کی تمام جزئیات کو بڑے کیفیت اور وجد کے ساتھ بیان کرتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے جابا کہ اسے محبوب! آپ کے اس سفر کو میرے علاوہ اور کوئی پوری طرح نہیں جانتا، اس لیے میرے سوا اس کو اور کوئی بیان نہیں کر سکتا! اگر یہ کہا جائے کہ جبرائیل تو آپ کے ساتھ تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پورے سفر میں وہ بھی ساتھ نہیں ہے، سدرہ المنتہی پر وہ بھی ساتھ چھوڑ گئے تھے۔

بگھٹا فرائز مجاہد فائدہ بمانم کہ خیر سے بالم فائدہ  
الربک سر جوئے برتر پریم فرغ تجلی بسوز پریم

رات کے ایک قلیل لمحہ میں اتنی عظیم الشان سیر کرنا کہ واپس لے آنا عادت محال تھا، اللہ تعالیٰ نے یہ ظاہر فرمایا کہ مخلوق کے لیے تو یہ محال ہے اگر خالق کے لیے بھی یہ محال ہو تو یہ خالق کے لیے نقص اور عیب ہو گا اور خالق سبحان ہے یعنی ہر نقص اور عیب سے پاک ہے، اس لیے بعض علماء نے یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے شروع میں لفظ سبحان ذکر کر کے واقعہ معراج کو ثابت کر دیا! اور بعض نے یہ کہا کہ الہی اسم موصول ہے اور اسم موصول کے بعد کا جملہ اس کے ماقبل کی معرفت کی دلیل ہوتا ہے اور اس کا ما بعد، ماقبل سے زیادہ معروف اور زیادہ مشہور ہوتا ہے، جیسے کوئی شخص کسی ملک کے صدر سے پاکستان کے سفیر کا تعارف کرائے اور کہے کہ یہ فلان بن فلان وہ ہے جو پاکستان کا سفیر ہے تو اب پاکستان جو نہ اس شخص کی بہ نسبت بہت زیادہ معروف اور مشہور ہے اور مخاطب پاکستان کو جانتا ہے تو وہ پاکستان کی دس طاقت سے اس شخص کو پہچان لے گا اور پاکستان کا سفیر ہونا اس فلان بن فلان کی معرفت کا ذریعہ بنا، اسی بیچ پر جانا چاہیے کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا سبحان ہے وہ جس نے اپنے عہد غاس کو معراج گرائی تو معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرانا اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کی معرفت کا ذریعہ اور دلیل بنا، اللہ تعالیٰ تو ہمیشہ سے سبحان ہے اور ہمیشہ سبحان رہے گا لیکن اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کا ظہور نعم اور معرفت کاملہ اس وقت ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ رات کے ایک لمحہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرش سے عرش تک لے گیا اور اسی لمحہ میں پھر آپ کو عرش سے فرش پر واپس لے آیا اس لیے یہ کہنا درست نہیں کہ اگر اس آیت کے شروع میں لفظ سبحان نہ ہوتا تو واقعہ معراج ثابت نہ ہوتا بلکہ درست یہ ہے کہ اگر واقعہ معراج نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے سبحان ہونے کا کمالی ظہور نہ ہوتا!

اس سفر کے ذکر کی ابتداء سبحان سے کی اور سبحان اللہ تعالیٰ کی صفت اور اس کا ذکر ہے، اور اس سفر کے ذکر کے آخر میں فرمایا اللہ هو السميع البصير۔ ”بے شک وہ سمیع اور بصیر ہے“ اور سمیع اور بصیر بھی اللہ تعالیٰ



کی صفت اور اس کا ذکر ہے، سو اس سفر معراج کی ابتدا بھی اللہ کے ذکر سے ہوئی، اس کی انتہا بھی اللہ کے ذکر پر ہوئی اور سفر معراج سے آپ ناز کا تحفہ لے کر آئے وہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔

مادی انسانوں نے ترقی کی اور ان کی معراج یہ ہے کہ یہ چاند پر پہنچے، وہاں جا کر معلوم ہوا کہ چاند پر بھی مٹی ہے اور وہ مٹی کے ڈھیلے بڑے بڑے سوغات وہاں سے سے کر آئے تو یہ مٹی سے چلے اور مٹی تک پہنچے اور جو لے کر آئے وہ بھی مٹی ہے، اور حضور اللہ کے ذکر سے چلے، اللہ کے ذکر تک پہنچے اور جو تحفہ لے کر آئے وہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مادی معراج میں انسان مٹی سے آئے نہیں نکل سکتا، اور روحانی معراج میں مٹی سے بنا ہوا انسان خدا تک پہنچتا ہے!

در دشت جنون بن جبرئیل صمد ریزہاں بہ کند اور اسے بہت مراد

لفظ عبدہ کے اسرار | اس آیت میں یہ فرمایا "سبحان ہے وہ جو اپنے عبد کو رات لے گیا" ایک سوال یہ ہے کہ رسول کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ کیوں نہیں فرمایا: "سبحن ہے وہ جو اپنے رسول کو لے گیا" اس کا جواب یہ ہے کہ رسول وہ ہے جو اللہ کے پاس سے بندوں کی طرف آئے اور عبد وہ ہے جو بندوں کی طرف سے اللہ کے پاس جاوے، اور یہ اللہ کے پاس سے آئے کا نہیں اللہ کی طرف جانے کا موقع تھا، اس لیے یہاں رسول کا ذکر نہیں عبد کا ذکر مناسب تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ کے متعلق فرمایا:

ان الله يبشركم بيحيى مصداقا بكلمة من

الله وسيذا وحصوفا۔

اسے ذکر کیا، اللہ آپ کو یحییٰ کی بشارت دیتا ہے جو (یعنی) کلمۃ اللہ کے مصدق ہوں گے اور میرے ہوں گے اور نور توں سے بہت چکنے والے ہوں گے

(ال عمران: ۳۹۱)

حضرت یحییٰ کو سیّد کہا اور آپ کو عبد فرمایا اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سیادت سلطنت اور مالکیت حقیقت ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات ہیں، بندے کو اگر سیر یا مالک یا صاحب سلطنت کہا جائیگا تو یہ مجاز ہوگا، اور بندے کی ایسی صفت جو اس کی حقیقی صفت ہو اور اللہ کی نہ ہو وہ صرف عبدیت سے، تو اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا کہ اسے محبوب کا ذکر حقیقی و صفت کے ساتھ کرے مجاز اور مستعار و صفت کے ساتھ نہ کرے اور تعبدات حقیقی و صفت میں ہے مجاز اور مستعار و صفت میں نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ آپ کو محض عبد نہیں فرمایا عبدہ فرمایا ہے، یعنی اس کا بندہ، عبد تو دنیا میں ہر ایک میں لیکن کامل عبد وہ ہے جس کو مالک خود کہے یہ میرا بندہ ہے، اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہاں بھی ذکر فرمایا اپنی طرف اضافت کر کے فرمایا:

الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب

(الکہف: ۱)

الیس الله بكاف عبدا

(ذہر: ۳۶)

اللہ ہی کے لیے سب تفریضیں ہیں جس نے اپنے بندہ پر کتاب نازل کی۔

کیا اللہ اپنے بندہ کو کافی نہیں؟



فاوخی الی عبدہ ما اوحی - (فتح ۱۰۱)   
 سوا اللہ نے اپنے بندہ کی طرف وحی کی وہ جو اس   
 نے وحی کی۔

ان کنتم امنتم بآلہہ وما انزلنا علی عبدنا   
 یوم الفرقان - (الفرقان ۴۱)   
 اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو اور اس (کلام)   
 پر جو ہم نے اپنے بندہ پر فیصلہ کے دن نازل کیا ہے

اور حب اللہ اپنا ذکر فرماتا ہے تو اپنی اضافت آپ کی طرف کرتا ہے:   
 واذ قال ربک للملائکۃ   
 (اور یاد کیجئے) جب آپ کے رب نے فرشتوں

سے فرمایا،   
 واذکور ربک کثیرا - (الاحزاب ۴۱)   
 اپنے رب کا ذکر بکثرت کیجئے   
 فلا وربک - (شعراء ۶۵)   
 قسم ہے آپ کے رب کی۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی نسبت آپ کی طرف اور آپ کی نسبت اپنی طرف کر کے ظاہر فرمایا کہ پیالے سے تم بہا سے   
 ہو اور ہم تمہارے ہیں۔

علامہ آؤسی نے دلیل وجہ ہد مولیٰ ہا کی تفسیر میں یہ قول نقل کیا ہے:   
 اس آیت سے مراد یہ ہے کہ ہر ایک کا الگ الگ قبیلہ ہے، مقررین کا قبیلہ عرش ہے، روحانی میں کا قبیلہ   
 کرسی ہے، کرد و بین کا قبیلہ بیت المعمور ہے، آپ سے پہلے نبیوں کا قبیلہ بیت المقدس ہے اور آپ کا قبیلہ کعبہ   
 ہے اور یہ آپ کے جسم کا قبیلہ ہے اور آپ کی روح کا قبیلہ میری ذات ہے اور میرا قبیلہ آپ کی ذات ہے۔   
 تقدیر کو ترجمہ اور غور التفات کو کہتے ہیں یہی آپ کی روح میری ذات کی طرف متوجہ رہتی ہے اور میں آپ کی طرف   
 ملتفت رہتا ہوں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ جب آپ کا ذکر کرتا ہے تو اپنی طرف اضافت کرتا ہے اور حب اپنا ذکر   
 فرماتا ہے تو آپ کی طرف اضافت فرماتا ہے۔

سفر معراج کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وصفت عبدیت کے ساتھ ذکر کرنے میں یہ بھی مبتلا بنا   
 مقصود تھا کہ آپ کو معراج کی یہ عظیم فضیلت یہ بلند مرتبہ اور عظیم مقام آپ کی عبدیت کی وجہ سے حاصل ہوا ہے   
 جو شخص اللہ کے سامنے تواضع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو مرتبہ بلند کرتا ہے اور اس میں عیسائیوں کا رتبہ ہے،   
 انھوں نے حضرت عیسیٰ کے عبد ہونے کو باعث عار سمجھا اور انھیں خدا اور خدا کا بیٹا کہا، اللہ تعالیٰ نے ظاہر   
 فرمایا کہ عبد ہونا باعث ننگ و عار نہیں ہے، انسان کو جو عظمتیں اور رفعتیں ملتی ہیں وہ اس کے عبد ہونے سے   
 ملتی ہیں، نیز اس میں یہ مبتلا نہ ہے کہ معراج کے اس عظیم الشان کمال کے حاصل ہونے کے باوجود آپ عبد ہیں،   
 خدا نہیں ہیں، جب کہ عیسائیوں نے اس سے کم درجہ کے کمال کی وجہ سے حضرت عیسیٰ کو خدا کہہ دیا تھا اس لیے   
 مسلمان اس کمال کی وجہ سے آپ پر الوہیت کا دھوکا نہ کھائیں۔

عبد کا اطلاق روح مع الجسد پر کیا جاتا ہے، فقط روح پر عرب کی لغت اور محاورات میں عبد کا اطلاق نہیں



کیا جانا، سو سفر معراج کے ذکر میں اللہ تعالیٰ نے عبد کا ذکر کر کے یہ بیان فرما دیا کہ یہ معراج جہانِ عقی و عقی معراج نہیں تھی۔

**لفظ امری کے اصرار** | امر کے معنی ہیں کسی شخص کو بیداری میں رات کے وقت لے جانا، اگر کسی شخص کو خواب میں کوئی کسی جگہ لے جائے تو اسی کو لغت عرب اور اس کے محاذات میں امراد نہیں کہتے۔

علامہ قرطبی مابھی لکھتے ہیں:

اگر یہ خواب کا واقعہ ہو تا تو اللہ تعالیٰ فرماتا: یوح عبداً اور بعدہ نہ فرماتا، نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ما ذا عر البصر ما طعی۔

(نجمہ ۱۷۷)

سورۃ نجم کی یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ یہ بیداری کا واقعہ تھا، نیز اگر یہ خواب کا واقعہ ہوتا تو اس میں اللہ تعالیٰ کی کوئی نشانی اور معجزہ نہ ہوتا، اور آپ سے حضرت آدمؑ کو یہ نہ کہتیں کہ آپ لوگوں سے یہ واقعہ بیان نہ کریں وہ آپ کی تکذیب کریں گے، اور نہ حضرت ابو بکرؓ کی تصدیق کرنے میں کوئی تعلیل ہوتی، اور نہ قریش کے طعن و تشنیع اور تکذیب کی کوئی وجہ ہوتی، حالانکہ جب آپ نے معراج کی خبر دی تو قریش نے آپ کی تکذیب کی اور کئی مسلمان مرتد ہو گئے، اور اگر یہ خواب ہوتا تو اس کا انکار نہ کیا جاتا، اور ہمیشہ میں جو واقعہ ہو اس کے لیے امری نہیں کہا جاتا۔

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اسدی" اللہ آپ کو لے گیا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

ولما جاء موسى لميقاتنا، اور جب موسیٰ ہمارے مقرر کیے ہوئے

وقت پہنچے۔

(احزاب ۱۷۳)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

وقال اني ذاهب الي ربي۔

اور ابراہیم نے فرمایا: بے شک میں تو

اپنے رب کی طرف جائے والا ہوں۔

(صافات ۹۹)

حضرت موسیٰ الزخردیؒ نے، حضرت ابراہیم الزخردیؒ کو لے کر اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے جانے والا تھا اور وہی لانے والا تھا اور ان دونوں صورتوں میں بڑا فرق ہے۔

**معراج کے متعلق سورۃ والنجم کی آیات**

روشن ستارے (حضرت محمدؐ) کی قسم، جب وہ

والنجم اذا هوى، ما ضل صاحبكم و

۱۳۸۷ھ

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی مرقی ۶۲۸ھ، الکامع لاحکام القرآن ج ۱ ص ۲۰۹-۲۱۰ مطبوعہ انتشارات دار الفکر



غویٰ و ما یبطل عن المآویٰ ۰ ان ہوا لا  
وہی یوحی ۰ علمہ شدید القوی ۰ ذو  
مردۃ فاستوی ۰ وہو بالافق الاعلیٰ ۰  
ثم فی فتدلی ۰ فکان قباب قوسین  
او ادنیٰ ۰ فادخی الی عبده ما اوحی ۰  
ما کذب الفواد ما دای ۰ افتخروا  
علی ما یری ۰ ولقد ساء الذلۃ اعلیٰ ۰  
عند سدرۃ المنتهی ۰ عند حاجۃ  
المآویٰ ۰ اذ یغشی السدرۃ ما یشی ۰  
ما زاغ البصر و ما طفی ۰ لقد ساء  
من آیت ما یراہ الذکر البصری ۰

(النجم : ۱ تا ۱۸)

رشب معراج، عرش سے زمین پر (اُن کے قہار سے  
آقا زکریا، گمراہ ہوئے اور نہ بے راہ چلے، اور وہ  
اپنی خواہش سے بات نہیں کرتے، ان کا کلام صرف  
وہ دہا ہے جو ان کی طرف کی جاتی ہے، انہیں رائے  
سخت قوتوں والے نے سکھایا بہت زبردست نے،  
پھر انہوں نے (حضرت محمد نے بلند یوں کا) قصد کیا۔  
وہاں مالیکہ وہ (حضرت محمد) سب سے اونچے کھائے  
(وہاں امکان کے مستحق) پر تھے، پھر (اللہ) حضرت محمد  
سے قریب ہوا پھر زیادہ قریب ہوا (حضرت محمد) نے  
نہایت سے (وہاں کی مقدار نزدیک ہوئے بلکہ اس  
سے (بھی) زیادہ قریب ہوئے، (اللہ) نے وحی فرمائی  
اپنے عہد مقدس کو جو وحی فرمائی (حضرت محمد کے) دہا  
نے اس کے خلاف دیکھا جو ان کی آنکھوں نے دیکھا، اور  
انہوں نے دیکھا تھا کیا تم اس پر جھگڑتے ہو، اور  
بے شک انہوں نے اسے دوسری بار ضرور سدرۃ المنتهی  
کے نزدیک دیکھا، اس (سدرۃ) کے پاس جنت المادئی  
ہے، جب سدرہ کو ڈھانپ لیا اس عظیم چیز نے جس  
نے ڈھانپ لیا، نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے  
بڑھی، بے شک انہوں نے اپنے رب کی بڑی نشانیاں  
ضرور دیکھیں۔

والنجم من وارثہم ہے اس کا معنی ہے نجم کی قسم، نجم کے چار معانی ہیں۔ ۱۔ دا ثریا  
(۲) ستارہ (۳) نباتات، سبزہ رزم، قسط اور حصہ یعنی قرآن مجید کے اجزاء۔  
امام رازی نے کہا نجم سے مراد حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، کیونکہ نجم کے چاروں معانی آپ میں بدرجہ اتم پائے  
جاتے ہیں۔

۱۔ اگر نجم سے مراد ثریا ہو (ثریا ان سات ستاروں کو کہتے ہیں جو ایک دوسرے کے قریب واقع ہیں ان کو  
سات ستاروں کا جھوکا بھی کہتے ہیں) تو اس کی ایک وجہ یہ ہے کہ ثریا کی ایک واضح علامت ہے جس کی  
وجہ سے وہ دوسروں سے ممتاز ہے اور ثریا ہر شخص پر ظاہر اور مشکف ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
بھی اپنے کھنیز اور واضح معجزات کی وجہ سے دوسرے اہلاد اور رسل سے ممتاز ہیں، اس وجہ سے اللہ  
تعالیٰ نے آپ کی قسم کھانی، نیز جب صبح کے وقت ثریا کا مشرق سے ظہور ہوتا ہے تو پھل پک جاتے ہیں







نے حسن بصری سے نقل کیا ہے اور حدیث صحیح میں بھی اسی معنی کا ذکر ہے۔  
امام بخاری حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مزاج کے متعلق ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں اسی میں

ہے:

حتى جاء سدا رة المنتهى ودنا الجبار ربنا  
الغزوة فتدلى حتى كان منه قارب فوسين اودافى  
فاوحى الله اليه فيما يوحى الله خمسين صلوة  
على امتك كل يوم وليلة .

حتی کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سدا رة المنتهى  
پر آئے اور رب العزت جبار آپ کے قریب ہوا پھر  
اور قریب ہوا حتی کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار  
رہ گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک، پھر اللہ تعالیٰ نے  
آپ کی طرف جو وحی کرتا ہے اس نے آپ کی طرف وحی  
کی، اور آپ کی امت پر دن اور رات میں پچاس نمازیں  
فرمائی گئیں۔

فاضل جیاض مالکی لکھتے ہیں:

حكي مكي وما روي عن ابن عباس رضي  
الله تعالى عنهما هو الرب دنا من محمد  
فتدلى اليه اي امره وحكمه وحكي النقاش  
عن الحسن قال دنا من عبده محمدا  
صلى الله عليه وسلم فتدلى فقرب منه فآراه ما شاء  
ان يوريه من قدرته وعظمته .

امام مکی اور امام ماوردی نے حضرت ابن عباس رضی  
اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ علی قاری نے لکھا ہے  
کہ امام ابن جریر طبری نے بھی اس کو حضرت ابن عباس  
سے روایت کیا ہے کہ رب العزت سیدنا محمد صلی  
اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوا (یعنی آپ پر وصف قرب  
کی تجلی فرمائی) اور آپ پر اپنا امر اور حکم نازل فرمایا، اور  
نقاش نے حسن بصری سے روایت کیا ہے کہ رب  
العزت اپنے بندہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے  
نزدیک ہوا پھر اور قریب ہوا (یعنی آپ پر زیادہ توجہ  
کی اور زیادہ انعام فرمایا) پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا آپ  
کو اپنی قدرت اور عظمت سے دکھایا۔

فیض جیاض مالکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قرآن مجید اور احادیث میں اللہ تعالیٰ کی طرف جو قرب کا اسناد کیا گیا ہے یا اس کے قریب ہونے کو بیان کیا گیا  
ہے، یہ مکان اور نہایت کا قرب نہیں ہے، بلکہ جیسا کہ ہم نے امام جعفر بن محمد صادق سے نقل کیا ہے کہ قرب  
کی کوئی حد نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے نزدیک ہونے کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے  
عظیم مرتبہ اور مقام کو ظاہر کیا اور آپ کی معرفت کے انوار کو چمکایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے غیب اور اپنی قدرت

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ  
۲۔ فاضل جیاض بن موسیٰ مالکی متوفی ۵۴۲ھ، الشفاء ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ عبد الغواب اکبر می ملتان



کے امرا کا مشاہدہ کر لیا، اور اللہ تعالیٰ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہوا اس کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی شہادت و جہیل کی، آپ سے زیادہ انس کا اظہار کیا اور آپ سے بہت خوش ہوا اور آپ پر بہت احسان، اکرام اور انعام فرمایا، اور اس آیت میں اس طرح تاویل کی جائے گی جیسا کہ صحاح مشرق میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں تاویل کی گئی ہے کہ "اللہ تعالیٰ ہر رات کو آسمان و دنیا پر نازل ہوتا ہے" اس کی توجیہ میں کہا گیا ہے کہ ہر رات اللہ تعالیٰ کا فضل، احسان اور انعام نازل ہوتا ہے، علامہ واسطی نے کہا کہ جس نے یہ دعوہ کیا کہ اللہ تعالیٰ بنفسہ نزدیک ہوا اس نے اللہ تعالیٰ کے لیے مسافت اور مکان کو تسلیم کیا، اور مکان اور مسافت کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لیے قرب ہے نہ بعد۔

**فکان قاب قوسین کے امرا** | قاب قوسین اواحادی "وہ دو کمانوں کے برابر نزدیک ہوا اس سے بھی زیادہ"۔ بعب اس کی ضمیر حضرت میر تقی کے بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹائی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت زیادہ قریب ہے، اور اس نے آپ کو اپنی معرفت سے حظ وافر عطا کیا ہے، آپ کی دعاؤں کو قبول کیا ہے اور آپ کو بہت عظیم مرتبہ عطا کیا ہے، اور اس آیت میں اسی طرح تاویل کی جائے گی جس طرح صحیح بخاری کی اس حدیث میں تاویل کی گئی ہے "جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہو میں اس سے ایک لمحہ قریب ہوتا ہوں" اس کی تاویل یہ ہے کہ جو شخص یہ معرفت میرے احکام کی تعمیل کرتا ہے میں اس کو بہ سرعت جزا دیتا ہوں، اس پر احسان کرتا ہوں اور اس کو انعام دیتا ہوں، اس لیے اس آیت اور حدیث میں قرب کا معنی یہ ہے کہ میں جلدی اس کی امید کر لیتا ہوں اور اس کی دعاؤں کو قبول کرتا ہوں۔ علامہ غزالی قاری اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

لیکن دونوں مقاموں میں بہت فرق ہے اور دونوں قربوں میں تمایز ہے، بادشاہوں کے مرتبہ کو داروں کے مقام پر قیاس نہ کیا جائے، کیونکہ مقربین کے مراتب متفاوت ہوتے ہیں اور سلطنت میں سے مجبین اور مجبورین کے درجات قرب میں عظیم فرق ہوتا ہے۔ علامہ غزالی قاری نے حلی فتنہ علی اور قاب قوسین کی جو تقریر کی ہے اس کو علامہ قرطبی نے بھی نقل کیا ہے۔ علامہ

امام رازی نے بھی اس آیت کی توجیہ میں اس حدیث سے استشہاد کیا ہے کہ "جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں اس کے ایک لمحہ قریب ہوتا ہوں" اور لکھا ہے کہ یہاں قرب سے قرب مکان مراد نہیں ہے بلکہ قرب معنوی مراد ہے۔ علامہ۔

علامہ غزالی قاری نے بھی اس آیت کی توجیہ میں اس حدیث سے استشہاد کیا ہے کہ "جو شخص ایک بالشت میرے قریب ہوتا ہے میں اس کے ایک لمحہ قریب ہوتا ہوں" اور لکھا ہے کہ یہاں قرب سے قرب مکان مراد نہیں ہے بلکہ قرب معنوی مراد ہے۔ علامہ۔



مصنعت کے نزدیک محضاریہ ہے کہ وہی فتدلی اور قباب قوسین سے مراد یہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکام میں کمال اتصال ہے، رسول اللہ کا حکم ماننا۔ اللہ کا حکم ماننا ہے اور اللہ کا حکم ماننا رسول اللہ ﷺ کا حکم ماننا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی ہے اور اللہ کے حکم کی خلاف ورزی رسول اللہ ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کی رعنا میں کمال اتصال ہے، ایک کو راضی کرنا دوسرے کو راضی کرنا اور ایک کو ناراض کرنا دوسرے کو ناراض کرنا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے معاملہ کرنا اللہ تعالیٰ سے معاملہ کرنا ہے، رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنا اللہ سے بیعت کرنا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم سے خیمینا اللہ سے خیمینا ہے، رسول اللہ ﷺ کی تنظیم اللہ کی تنظیم، اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کو ایذا دینا اللہ کو ایذا دینا ہے، رسول اللہ ﷺ کا وعدہ اللہ کا وعدہ، رسول اللہ ﷺ کے حکم کی وعید اللہ کی وعید، رسول اللہ ﷺ کا خبر دینا اللہ کا خبر دینا اور رسول اللہ ﷺ کے حکم کا گواہی دینا اللہ کا گواہی دینا ہے۔

حضرت جبرائیل کا دومرتبہ حضور کو اپنی اصلی صورت دکھانا شب معراج میں ویدار الہی کے خلاف نہیں ہے۔

امام ملازی لکھتے ہیں: اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ تم نے ان آیات کی تفسیر میں جو خیمینا اللہ تعالیٰ کی طرف لڑائی میں اور یہ معنی کیا ہے کہ اللہ رسول اللہ ﷺ کے قریب ہوا اور آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، یہ احادیث کے خلاف ہے، کیونکہ احادیث میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی ذات دکھائی اور مشرق کو بھریا، اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے یہ نہیں کہا کہ ایسا نہیں ہوا، لیکن حدیث میں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت سے اس واقعہ کی حکایت کا ارادہ کیا ہے حتیٰ کہ اس حدیث کی مخالفت لازم آئے، ہم صرف یہ کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل نے نبی ﷺ کو اپنی ذات (اصلی صورت میں) دومرتبہ دکھائی اپنے پر پھیلائے اور جانب مشرق کو بھریا، لیکن سورۃ وانجم کی یہ آیت اس واقعہ کی حکایت کے لیے نہیں ہے۔ لے

رسول اللہ ﷺ کے لیے موجب فضیلت اللہ کا قرب اور اس کا دیدار ہے نہ کہ حضرت جبرائیل کا قرب اور ان کا دیدار



جو عظام سورہ والنجم کی تفسیر میں جبرائیل کی طرف راجع کرتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ حضرت جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں دکھایا ان کی خدمت میں یہ معروض ہے کہ اگر سورہ والنجم کی ان آیات میں حضور کی حضرت جبرائیل سے ملاقات کا ذکر ہو تا تو قرآن رسول بشر کی رسول ملک سے ملاقات کا ذکر ہوتا اور ایک بندہ کی دوسرے بندہ سے ملاقات کا ذکر ہوتا، اس ملاقات کو اس قدر اہتمام، اتنی تفصیل اور اس کی کیفیت اگلیتر اسلوب سے بیان کرنے کی مطلقاً حاجت نہ تھی، اس ملاقات کے ذکر کے لیے صرف ایک آیت ہی کافی تھی، یہ انداز بیان صاف بتا رہا ہے کہ یہاں عبد کا لی کی اپنے محبوب و برحق سے ملاقات کا ذکر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت جبرائیل سے ملاقات بھی بڑے فرائد کی حامل تھی، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث ہزار سعادت اور درجہ فضیلت اللہ عز و جل سے ملاقات اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت، آپ کی خصوصیت اور فضیلت اس میں نہیں کہ تم دفی فندی لی اور فکان قلاب نورسلین اور ادنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جبرائیل سے قریب ہونا بیان کیا جائے، آپ کے لیے باعث فخر اور موجب فضیلت یہ چیز ہے کہ اللہ تعالیٰ کا آپ سے قریب ہونا بیان کیا جائے کہ اس رات اللہ تعالیٰ آپ کے اس قدر نزدیک ہوا اور آپ کو وہ قرب عطا فرمایا جو آپ کے سوا کائنات میں اور کسی کو نصیب نہیں ہوا۔

شب معراج دیدار الہی کے بیان میں احادیث اور آثار

سنی کہ میرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سدرۃ المنتہی  
پر آئے اور جبار رب العزت آپ کے قریب ہوا پھر اور  
زیادہ قریب ہوا حتی کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی  
مقدار رو گیا یا اس سے بھی زیادہ نزدیک ۔

حتى جاء سرور العنتهي ودنا الجبار  
رب العزة فتدلى حتى كان منه قاب قوسين  
أو أدنى - له

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عبداللہ بن شعیب کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہا اگر ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا تو آپ سے سوال کرتا، انھوں نے کہا تم کس چیز کے متعلق سوال کرتے؟ کہا میں آپ سے یہ سوال کرتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت ابوہریرہ نے کہا میں نے آپ سے اس کے متعلق سوال کیا تھا، آپ نے فرمایا میں نے دیکھا وہ نور ہی نور تھا۔

عن عبد الله بن شقيق قال قلت لابي  
ذر لورایت رسول الله صلى الله عليه وسلم  
لسألت فقال عن ای شيء كنت تسأله قال  
كنت اسأله هل رأيت ربك قال ابو ذر قد  
سألت فقال رأيت لورا - ٥

۱۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ  
۲۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ



عن ابن عباس قال سأه بقلبه .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل (کی آنکھ) سے دیکھا۔

عن ابن عباس قال ما كتب القواد ما رأى ولقد رأى نزلة أخرى قال رآه بقواد صوتين .

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا "آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی اور آپ نے اس کو دوسری بار دیکھا" حضرت ابن عباس نے کہا آپ نے اپنے دل (کی آنکھ) سے اپنے رب کو دوبار دیکھا۔

الم تزدی روایت کرتے ہیں :

عن عكرمة عن ابن عباس قال رأى محمداً رباً قلت اليس الله يقول لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار قال ويحك اذا تجلّى بنور الذي هو نور وقدراني محمداً رباً صوتين هذا حديث حسن غريب .

مکرر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، میں نے کہا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا: "آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے" حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم پر افسوس ہے، یہ اس وقت ہے جب اللہ تعالیٰ اپنے اس نور کے ساتھ تجلی فرمے جو اس کا نور ہے۔ یعنی غیر متناہی نور۔ اور بے شک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوسرے بار دیکھا ہے۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

عن ابن عباس في قول الله تعالى ولقد سأه عن أخرى عند مداوة العنتى فأدخى الى عبده ما ادخى فكان قاب قوسين أو أدنى قال ابن عباس قد رآه النبي صلى الله عليه وسلم هذا حديث حسن .

حضرت ابن عباس نے ان آیات کی تفسیر میں فرمایا جسے شک انھوں نے اس کو دوسری بار ضرور مددۃ العنتی کے پاس دیکھا تو اللہ نے اپنے خاص بندہ کی طرف وہ وحی نازل کی جو اس نے کی، پھر وہ دو کانون کی مقدار نزدیک ہوا یا اس سے زیادہ "حضرت

۱۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۹، مطبوعہ دار محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۵۵ھ

۲۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۹

۳۔ امام ابوالحسن محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۴۲-۲۴۱، مطبوعہ دار محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۴۔ جامع ترمذی ص ۲۴۲



ابن عباس نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے۔

حضرت ابن عباس نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا "آنکھ نے جو دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی" حضرت ابن عباس نے کہا آپ نے رب کو دل کی آنکھ سے دیکھا۔

شعبی کہتے ہیں کہ میدان عرفہ میں حضرت ابن عباس کعب سے ملاقات کی اور ان سے کسی چیز کے متعلق سوال کیا کعب نے بلند آواز سے ابتداء کبر کہا حتی کہ پہاڑ گونج اٹھے پھر حضرت ابن عباس نے فرمایا میں بنو شام ہوں (یعنی آپ میرا سواک نہ ٹالیں) تو کعب نے کہا اللہ نے اپنے دیدار اور اپنے کلام کو سیدنا محمد اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کے درمیان تقسیم کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دو مرتبہ کلام کیا اور سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دوبارہ دیکھا۔

عن ابن عباس قال ما كنت أبصر الله تعالى إلا بقلبي - ر

عن الشعبي لقي ابن عباس كعباً بعرفة فسأله عن شيء فكبّر حتى جاء وبته الجبال فقال ابن عباس أنا بصرها ثم فقال كعباً إن الله قسم ما وبته و كلامه بين محمد وموسى فكلم موسى مرتين ومحمد مراتين الحديث - ر

اس کے بعد امام ترمذی نے حضرت عائشہ کے انکار روایت کو روایت کیا ہے۔ امام احمد بن حنبل روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھا۔

عن عكرمة عن ابن عباس قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأى ربى تبارك وتعالى - ر

امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ بے شک سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

عن ابن عباس قال إقدا رأى محمد صلى الله عليه وسلم ربه - ر

۱۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ جامع ترمذی ص ۴۷۲، مطبوعہ دارالافتاء دارالحدیث کتب کراچی

۲۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ جامع ترمذی ص ۴۷۱، " " " " " "

۳۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۲۹۰ - ۲۸۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

۴۔ ابیر ملاذ الدین علی بن حبان ناسخ متوفی ۴۳۹ھ، الاحسان بترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۲۲، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت



اس حدیث کو امام ابن جریر طبری نے بھی اپنی اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔  
حافظ ابوشامہ نے بھی اس حدیث کو امام ابن حبان کی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔  
امام حاکم روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال  
اتبع جیون ان یکون الخلة لابراھیم  
والکلام لموسی والدوینہ لمحمد  
صلی اللہ علیہ وسلم هذا حدیث صحیح  
على شرط البخاری ولم یخرجاه۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کیا تم  
کو اس پر تعجب ہے کہ حضرت ابراہیم کے لیے خلیل  
ہونا ہو، حضرت موسیٰ کے لیے کلام اور سیدنا محمد صلی  
اللہ علیہ وسلم کے لیے دیدار ہو، یہ حدیث امام بخاری  
کی شرط کے مطابق صحیح ہے، لیکن امام بخاری اور امام  
مسلم نے اس کی تخریج نہیں کی۔

حافظ نور الدین ابوشامہ لکھتے ہیں:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال قال  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما یتربی  
عز وجل رواہ احمد ورجالہ صحیح  
الصحیح۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے  
اپنے رب عز وجل کو دیکھا، اس حدیث کو امام احمد نے  
روایت کیا ہے اور اس کی سند صحیح ہے۔

عن ابن عباس انہ کان یقول ان محمدا  
صلی اللہ علیہ وسلم ما یتربی ربہ من ربین مرقہ  
ببصرہ ومرتہ بقتادہ۔ رواہ الطبرانی فی  
الاوسط ورجالہ رجال الصحیح خلد  
جھور بن منصور الکوفی وجھور بن  
منصور ذکرہ ابن حبان فی الثقات۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے  
رب کو دو مرتبہ دیکھا ایک مرتبہ اپنی آنکھ کے ساتھ اور ایک  
بار اپنے دل کے ساتھ اس حدیث کو امام طبرانی نے  
اوسط میں روایت کیا ہے، اس کی سند صحیح ہے، جھور بن  
منصور کوئی ہے۔ امام ابن حبان نے اس کو  
ثقات میں ذکر کیا ہے۔

عن ابن عباس قال نظر محمدا صلی  
اللہ علیہ وسلم الی ربہ تبارک وتعالیٰ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تبارک

۱۔ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ جامع البیان ج ۲، ص ۵۲ مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولاد و مصر ۱۳۷۳ھ

۲۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ابوشامہ متوفی ۸۰۰ھ مؤرخ و النظار ص ۳۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ المستدرک ج ۱ ص ۶۵، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع، الکویت

۴۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ابوشامہ متوفی ۸۰۰ھ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۸، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۱۲ھ

۵۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۹



قال عكرمة فقلت لابن عباس نظر محمد  
الى ربه قال نعم جعل الكلام لموسى  
والخلة لادراهم والنظر لمحمد صلى  
الله عليه وسلم رواه الطبراني في الأوسط  
وفيه حفص بن عمر العدني روى ابن أبي  
حاتم وثيقه عن أبي عبد الله الطبراني  
وقد ضعف النسائي وغيره -

وقال کو دیکھا، مکرر کہتے ہیں میں نے حضرت ابن عباس  
سے عرض کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے  
رب کو دیکھا، انھوں نے فرمایا اے اللہ نے حضرت موسیٰ  
کے لیے کلام کی خصوصیت رکھی حضرت ابراہیم کے لیے  
تحلیل ہونے کی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے  
لیے دیکھنے کی خصوصیت رکھی اس حدیث کو امام طبرانی  
نے اوسط میں روایت کیا ہے اس میں ایک راوی حفص  
بن عمر عدنی ہے ابن ابی حاتم نے ابو عبد اللہ طبرانی سے  
اس کی توثیق نقل کی ہے اور امام نسائی وغیرہ نے اس کو  
ضعیف کہا ہے۔

تقاضی عباس نامی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

### شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء مالکیہ کا نظریہ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا انکار کرتی  
تھیں، مسروق بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا اے ام المؤمنین کیا سیدنا محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا تمہاری اس بات سے میرے  
رونگے کھڑے ہو گئے، جو شخص بھی تم کو یہ تین باتیں بتائے اس نے جھوٹ بولا، جو شخص بھی یہ کہے کہ سیدنا محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا ہے اس نے جھوٹ بولا، پھر حضرت عائشہ نے یہ آیت پڑھی:  
لا قدرکہ الابصار (انعام: ۱۰۳) آنکھیں اس کا اور اس نہیں کہہ سکتیں۔

پھر پوری حدیث ذکر کی، علیٰ ذلک ایک جماعت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نظریہ کی قائل ہے، حضرت ابن  
مسعود رضی اللہ عنہ کا مشہور قول بھی یہی ہے اس کی مثل حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ آپ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام  
کو دیکھا تھا، محدثین اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا کہ دنیا میں رویت باری مستحکم ہے، اور حضرت ابن عباس رضی  
اللہ عنہما سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، اور عطاء نے حضرت ابن عباس سے  
یہ روایت کیا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا، اور امام ابوالعالیہ سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اللہ  
تعالیٰ کو اپنے دل سے دوبار دیکھا، اور امام ابن اسحاق سے روایت ہے کہ حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس  
رضی اللہ عنہما کے پاس ایک شخص کو بھیجا اور یہ پوچھا کہ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟  
حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہاں! حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے  
اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا، یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متحد و اسانید سے مروی ہے



حضرت ابن عباس نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کو کلام کے ساتھ مختص کیا، حضرت ابراہیم کو خلعت کے ساتھ اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رویت کے ساتھ مختص کیا، حضرت ابن عباس کا دلیل یہ آیت ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا دَارَىٰ ۚ اَفَتَعْتَابُوهٗ  
عَلٰى مَا يَرٰى ۚ وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلًا  
اٰخِرٰى ۝

دوسری بار ضرور دیکھا۔

(النجم: ۱۳-۱۱)

امام باوردی نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام اور اپنی رویت کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تقسیم کر دیا، حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مرتبہ اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے وہ بار اللہ تعالیٰ سے کلام کیا۔

ابوالفتح رازی اور ابوالریش عمر قندی نے کتب سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس اور حضرت کعب کی ملاقات ہوئی، حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم بنو ہاشم یہ کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو مرتبہ دیکھا ہے، یہ سن کر کعب نے بلند آواز سے اللہ اکبر کہا حتیٰ کہ پہاڑ گونج اٹھے اور کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، حضرت موسیٰ سے اللہ نے کلام کیا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا اور شریک نے اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، اور عمر قندی نے محمد بن کعب قرظی اور ربیع بن انس سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا ہے اور اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا، اور مالک بن یحیٰی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دیکھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا اعلیٰ کس چیز میں بحث کر رہے ہیں؟ ائحدیث۔

امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری اللہ کی قسم کھا کر کہتے تھے کہ بے شک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، یہ حدیث عکرمہ سے بھی مروی ہے اور بعض مشککین نے اس کو حضرت ابن مسعود سے بھی روایت کیا ہے، اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مردان نے حضرت ابوہریرہ سے پوچھا کہ کیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ انھوں نے کہا ہاں!

نقاش نے روایت کیا ہے کہ امام احمد بن حنبل نے فرمایا میں حضرت ابن عباس کی حدیث کا قائل ہوں آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، امام احمد ان کلمات کو اتنی بار دہراتے کہ ان کا سانس منقطع ہو جاتا، ابو عمر نے کہا امام احمد نے فرمایا آپ نے اپنے رب کو اپنے دل سے دیکھا۔

ابن عساکر نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی تفسیر میں کہا کہ آپ کا سینہ رویت کے لیے کھول دیا اور حضرت



موسیٰ کا سب سے کلام کے لیے کھول دیا۔ ابواحسن علی بن اسماعیل اشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت نے کہا کہ آپ نے اللہ کو اپنی بصر اور سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور کہا کہ جس نبی کو بھی جو معجزہ دیا گیا اس سے بڑھ کر مثل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی ہے اور رویت سے آپ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی گئی ہے۔ لہذا قرطبی مالکی کا کذب العناد صدادی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصر آپ کے دل میں رکھ دی تھی کہ آپ نے اپنے رب کو دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کو رویت کر دیا، ایک قول یہ ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے حقیقتہً دیکھا۔ پہلا قول حضرت ابن عباس سے مروی ہے اور صحیح مسلم میں ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دیکھا، یہ حضرت ابوذر اور صحابہ کی ایک جماعت کا قول ہے، دوسرا قول حضرت انس اور ایک جماعت کا ہے، نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ خلقت حضرت ابراہیم کے لیے ہوا کلام حضرت موسیٰ کے لیے ہوا اور رویت حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہوا نیز حضرت ابن عباس نے فرمایا: ہم نہ اسٹم یہ کہتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا دیکھا۔ لہذا سنن سنن مالکی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں چار قول ہیں حضرت عائشہ اور حضرت ابن مسعود رویت باری کا انکار کرتے ہیں، حضرت ابن عباس کا ایک قول یہ ہے کہ آپ نے دل کی آنکھ سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا، حضرت ابن عباس کا مشہور قول اور حضرت انس کا نظریہ یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا، امام ابواحسن اشعری کا بھی یہی مذہب ہے، اور بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے، تابعین میں سے سعید بن جبیر کی یہی رائے ہے، ان میں زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور دینی فتویٰ کا معاملہ، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہوا ہے اور اس سے قرب مجازی مراد ہے۔ لہذا

علامہ دشتی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس میں اختلاف ہے کہ آیا شب معراج سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے یا نہیں؟ حضرت ابن عباس، متقدمین کی ایک جماعت، امام ابواحسن اشعری اور متکلمین کے ایک طائفہ کا یہ نظر یہ ہے کہ اس رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا کلام سنا ہے، اور ان کی دلیل یہ آیت ہے:

فأوحی الی عبدہ ما اوحی - (النجم ۱۰۷)

اور فرمایا۔

انہوں نے کہا اس آیت کا منشاء یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل کے واسطے سے پیغمبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل فرمائی۔ اور بعض علماء نے سناح کلام کی نفی کی ہے، مین کہتا ہوں کہ اس وقت کلام کا سننا باری

۱۔ تفسیر طبری بن موسیٰ مالکی متوفی ۴۲۵ھ ۱۲۵۵ھ ۱۱۵ - ۱۱۶، مطبوعہ عبد القواب اکیڈمی عمان  
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ مالکی قرطبی متوفی ۴۶۸ھ ۱۰۷۸ھ، جامع الاحکام القرآن ج ۱۶ ص ۹۲، مطبوعہ انتشارات ناصر خسرو وایران  
 ۳۔ علامہ محمد بن سعدی مالکی متوفی ۸۹۵ھ ۱۱۸۵ھ، ممکن اکال العلم ج ۱ ص ۳۲۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت



ہے اور اس کے یقینی ثبوت کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہے، اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کلام کے ساتھ مشرف ہونا واقع ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کلام کے ساتھ مشرف ہونے کے زیادہ لائق ہیں۔

تفایش نے حدیث معراج میں تم دتی کی تفسیر میں بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جبرائیل مجھ سے ملو، ہو گئے اور آوازیں منقطع ہو گئیں، اس وقت میں نے اپنے رب کا کلام سنا: اے محمد! تنہا سے دل کو مبارک ہو، قریب آؤ، قریب آؤ، امام بزار نے بیان کیا ہے کہ ایک فرشتہ نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر تو پردے کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا: میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں۔

علامہ ترمذی مانتی لکھتے ہیں:

امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ مروان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ آیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے انھوں نے کہا ہاں علامہ نووی نے کہا یہ اکثر علماء کا قول ہے، امام عبد الرزاق نے روایت کیا ہے کہ حسن بصری قم کھاکر کہتے تھے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، امام نسائی اور امام حاکم نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کیا تم اس پر تعجب کرتے ہو کہ خلقت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور دیدار سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہو، اور امام طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دوبار دیکھا ہے، ایک بار سر کی آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

جن احادیث میں یہ آیا کہ آپ نے دل سے اپنے رب کو دیکھا اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ آپ نے دل سے اللہ کو جانا اور آپ کو اللہ کا علم ہوا، کیونکہ اللہ کا علم تو آپ کو ہمیشہ سے تھا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے دل میں رویت کو اس طرح پیدا کر دیا جس طرح وہ آنکھ میں رویت کو پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ عقلاً رویت آنکھ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ جس عضو میں چاہے رویت کو پیدا فرما دے اگرچہ آنکھ میں رویت کو پیدا فرمانا اس کی عادت جاریہ ہے۔

امام ابن خزمیہ نے سند قوی کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا، خلال نے کتاب السنۃ میں مروزی سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام احمد بن حنبل سے کہا کہ حضرت عائشہ اس کا انکار کرتی ہیں کہ حضور نے اللہ کو دیکھا، آپ ان کے اس انکار کو کس دلیل سے رد کریں گے، انھوں نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے کہ میں نے اللہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت عائشہ کے قول سے اکبر اور راجح ہے اور تفایش نے امام احمد سے روایت کیا ہے کہ میں حضرت ابن عباس کی اس حدیث کا قائل ہوں کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے، امام احمد بار بار کہتے رہے آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، آپ نے اپنے



رب کو دیکھا ہے، آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے حتیٰ کہ امام احمد کا سانس ٹوٹ گیا۔  
**شب معراج دیدار الہی کے متعلق علماء حنبلیہ کا نظر** | مافظ ابن کثیر منقول کرتے ہیں:  
 عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، مگر نہ نے  
 کہا کیا اللہ تعالیٰ یہ نہیں فرماتا:

لَا تَدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ - (النعام ۱۰۳)  
 آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

حضرت ابن عباس نے فرمایا: تم پر اصرار ہے یہ اس وقت ہے جب وہ اس نور کے ساتھ تجل فرمائے جو اس کا نور ہے اور وہ غیر متناہی نور ہے اور بے شک آپ نے اپنے رب کو درجہ دیکھا ہے۔ نیز امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ کعب کی حضرت ابن عباس سے میدان طرقہ میں ملاقات ہوئی، انھوں نے کسی چیز کے متعلق حضرت ابن عباس سے سوال کیا، پھر اتنے زور سے اللہ اکبر کہا کہ پہاڑ گونج اٹھے، حضرت ابن عباس نے کہا ہم بڑا شرم ہیں، کعب نے کہا اللہ تعالیٰ نے اپنی رویت اور اپنے کلام کو حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت موسیٰ کے درمیان تقسیم کر دیا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دوبار کلام فرمایا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دوبار دیکھا اور مسروق نے کہا میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ایسی بات کہی ہے جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے، میں نے عزروسی دیر بعد یہ آیت پڑھی:

لَقَدْ دَانَىٰ مِنْ اَيَّاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَى - بے شک انھوں نے اپنے رب کی بڑی نشانی

فرزور دیکھی۔

(النجمہ ۱۸)

حضرت عائشہ نے فرمایا: اس سے مراد جبرائیل ہے، جو شخص تم کو یہ خبر دے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، یا آپ نے کسی حکم کو چھپا لیا یا آپ منیبات خس کو بابت تھے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بیعت بڑا جھوٹ باندھا، البتہ آپ نے جبرائیل کو دیکھا تھا، اور آپ نے جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں صورت دوبار دیکھا ہے، ایک مرتبہ سورۃ الممتحنہ کے پاس اور ایک مرتبہ اجیاد میں، ان کے چھ سو پرتے اور انھوں نے افق کو بھر لیا تھا۔

امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ خلقت حضرت ابراہیم کے لیے ہو، اور کلام حضرت موسیٰ کے لیے اور رویت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے، اور صحیح مسلم میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا وہ ایک نور ہے میں نے اس کو جہاں



سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے اور مسلم کی ایک روایت میں ہے میں نے نور کو دیکھا محمد بن کعب روایت کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے، آپ نے فرمایا میں نے اپنے رب کو دو مرتبہ اپنے دل سے دیکھا ہے، اور امام ابن جریر نے بعض صحابہ سے روایت کیا ہے، ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا لیکن میں نے اس کو اپنے دل سے دو بار دیکھا ہے، پھر آپ نے یہ آیت پڑھی ثم دئی فتدنی۔ لے حافظ ابن کثیر ان کے قائل ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے نہیں دیکھا دل کی آنکھ سے دیکھا ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نفی کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے پر محمول کرتے ہیں اور حضرت ابن عباس کے اثبات کو دل کی آنکھ سے دیکھنے پر محمول کرتے ہیں اور ہمارے نزدیک متنازع ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے اور حضرت عائشہ کے انکار کی توضیح یہ ہے کہ وہ روایت علی وجہ الاحاطہ کی نفی کرتی ہیں۔

**شب معراج و دیدار الہی کے متعلق علماء شافعیہ کا نظریہ** | علامہ بیہقی بن شرف نووی شافعی کہتے ہیں اس بحث میں اصل چیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو حضرت ابن عباس کے پاس بھیجا اور ان سے اس مسئلہ میں استفسار کیا، حضرت ابن عباس نے فرمایا حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے انکار سے اس مسئلہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، کیونکہ حضرت عائشہ نے یہ نہیں کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "میں نے اپنے رب کو نہیں دیکھا" حضرت عائشہ نے اپنے طور سے قرآن مجید سے استدلال کر کے یہ نتیجہ نکالا۔ اور جب صحابی کوئی مسئلہ بیان کرے اور دوسرا صحابی اس کی مخالفت کرے تو اس کا قول حجت نہیں ہوتا۔ اور جب صحیح روایات کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو ان روایات کو قبول کرنا واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کا واقعہ ان مسائل میں سے نہیں ہے جن کو عقل سے مستنبط کیا جاسکے یا ان کو ظن سے بیان کیا جائے، یہ صورت اسی صورت پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ کسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو، اور کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ حضرت ابن عباس نے اپنے ظن اور قیاس سے یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، علامہ مہر بن راشد نے کہا اس مسئلہ میں حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس کا اختلاف ہے اور حضرت عائشہ حضرت ابن عباس سے زیادہ عالم نہیں ہیں، حضرت ابن عباس کی روایات روایت باری کا اثبات کرتی ہیں اور حضرت عائشہ وغیرہ کی روایات روایت کی نفی کرتی ہیں اور جب مثبت اور منفی روایات میں تضاد ہو تو مثبت روایات کو منہی پر ترجیح دی جائے حاصل بحث یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



نے اپنے سر کی آنکھوں سے اپنے رب تبارک و تعالیٰ کو دیکھا ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کسی حدیث کی بناء پر روایت کا انکار نہیں کیا، اگر اس سلسلہ میں ان کے پاس کوئی حدیث ہوئی تو وہ اس کا ذکر کرتیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اس مسئلہ کا قرآن مجید کی آیات سے استنباط کیا ہے، اس کے جواب کو ہم واضح کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

لَا تَدْرِيكَ الْبَصَارُ وَهُوَ يُدْرِيكَ الْبَصَارُ - (الأنعام: ۱۱۳)

نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں اور وہ سب آنکھوں کا ادراک کرتا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کیونکہ ادراک سے مراد احاطہ ہے اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا، اور جب قرآن مجید میں احاطہ کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بغیر احاطہ کے روایت کی نفی لازم نہیں آتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا دوسرا استدلال اس آیت سے ہے:

وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ خَلْفِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا - (شوری: ۵۱)

اور اللہ سے کلام کرنا کسی بشر کے لائق نہیں ہے مگر وحی سے یا پردہ کے پیچھے سے یا اللہ کوئی فرشتہ بھیج دے۔

اس آیت سے استدلال کے حسب ذیل جوابات ہیں:

۱۔ اس آیت میں روایت کے وقت کلام کی نفی کی گئی ہے تو یہ جائز ہے کہ جس وقت آپ نے اللہ کا دیدار کیا جو اس وقت اس سے کلام نہ کیا ہو۔

۲۔ یہ آیت عام مخصوص عنہ البعض ہے اور اس کا مخصوص وہ دلائل ہیں جن سے روایت ثابت ہے، خلاصہ یہ ہے کہ عام قاعدہ یہی ہے لیکن سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہیں۔

۳۔ مشاہدہ کے وقت جس وحی کی نفی کی گئی ہے وہ بلا واسطہ وحی ہے اور ہو سکتا ہے کہ دیدار کے وقت آپ پر کسی واسطہ سے وحی کی گئی ہو۔

جبہر مفسرین کا یہ مختار ہے کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب اسراء اپنے رب سبحانہ و تعالیٰ کا دیدار کیا، پھر ان کا اس میں اختلاف ہے کہ آپ نے دل کی آنکھوں سے دیدار کیا یا سر کی آنکھوں سے، امام ابوالحسن الواعظی نے بیان کیا مفسرین نے کہا ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کا دیدار کیا، حضرت ابن عباس، حضرت ابوذر، اور حضرت ابراہیم ختبی نے یہ کہا کہ آپ نے دل سے دیدار کیا، امام ابوالحسن نے کہا اس رائے کے مطابق آپ نے صحیح طریقہ سے اپنے رب کو دل کی آنکھوں سے دیکھا اور وہ طریقہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھ آپ کے دل میں رکھ دی، یا آپ کے دل میں ایک آنکھ پیدا کر دی حتیٰ کہ آپ نے اس طرح روایت صحیحہ کے ساتھ اپنے رب کو دیکھا جس طرح سر کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے، امام ابوالحسن نے کہا اور مفسرین کی ایک جماعت کا یہ نظر یہ ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا حضرت انس، عکرمہ، حسن اور ربیع کا قول ہے۔ ۱۷

۱۷۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۹۷، مطبوعہ دار محمد، المطابع الکبریٰ، ۱۳۷۵ھ







اور امام ابن اسحاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کئی شخص کو حضرت ابن عباسؓ کے پاس بھیجا اور یہ پوچھا: آیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے جواب دیا: ہاں! اور امام مسلم نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے: آپ نے اپنے رب کو دو بار اپنے دل سے دیکھا، اور امام ابن مردودہ نے صراحت کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے سر کی آنکھوں سے اپنے رب کو نہیں دیکھا اپنے دل سے دیکھا ہے اور اب حضرت عائشہؓ کی نفی اور حضرت ابن عباسؓ کے اثبات کو جمع کرنا ممکن ہے یا نہیں طوطہ کہ حضرت عائشہؓ کی نفی کو روایت بصری پر محمول کیا جائے اور حضرت ابن عباسؓ کے اثبات کو روایت قلبی پر محمول کیا جائے اور روایت قلبی سے فقط حصول علم مراد نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کا دامن علم تھا، بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کے قلب کو اس طرح روایت حاصل ہوئی جس طرح دوسروں کو آنکھوں سے روایت حاصل ہوتی ہے۔

علامہ قرطبی نے مفہم شرح مسلم میں اس مسئلہ میں توقف کرنے کو ترجیح دی ہے۔ انھوں نے کہا اس مسئلہ میں کسی جانب بھی دلیل قطعی نہیں ہے اور دلائل متعارض ہیں اور یہ مسئلہ قطعی نہیں ہے حتیٰ کہ اس میں دلائل ظنیہ کافی ہوں بلکہ یہ اعتقاد ہی مسئلہ ہے اور اس میں دلیل قطعی کی ضرورت ہے نیز انھوں نے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ نے جو یہ فرمایا کہ حضور نے اپنے رب کو دو بار دیکھا اس سے مراد یہ ہے کہ ایک بار سر کی آنکھ سے دیکھا اور ایک بار دل کی آنکھ سے دیکھا، خلال نے کتاب السنۃ میں مروی سے روایت کیا ہے کہ میں نے امام احمد سے کہا کہ حضرت عائشہؓ اس کا انکار کرتی ہیں کہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا، ان کے اس قول کا کیا جواب ہو گا! امام احمد نے کہا حضرت عائشہؓ کے اس قول کو نہیں صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مسترد کر دیا جائے گا کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے، اور میں صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث حضرت عائشہؓ کے قول پر راجع اور مقدم ہے۔

علامہ سیوطی شافعی لکھتے ہیں:

اکثر علماء کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، جبکہ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی حدیث میں ہے اور اس چیز کا اثبات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع کے بغیر ممکن نہیں ہے حضرت عائشہؓ نے جو کہا ہے کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھا تو انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر اس کی بنیاد نہیں رکھی، ان کا استدلال قرآن مجید کی آیات سے ہے، اور اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں جس اوراد کی نفی ہے وہ اوراد علی وجہ احاطہ ہے، اور اللہ تعالیٰ کا احاطہ نہیں کیا جاسکتا اور جب قرآن مجید میں احاطہ روایت کی نفی کی گئی ہے تو اس سے بلا احاطہ روایت کی نفی لازم نہیں آتی۔

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۶۱۹، مطبوعہ دار نشر المکتب الاسلامیہ، بیروت ۱۴۰۱ھ

۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، الدرر الجلیہ صحیح مسلم بن حجاج، ج ۲ ص ۲۴۷، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۴۱۱ھ



## شب معراج و بیدار الہی کے متعلق علماء احناف کا نظریہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما روایت باری کا اثبات کرتے ہیں، ان میں کیسے موافقت ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ روایت بصری کا انکار کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس روایت قلبی کا اثبات کرتے ہیں، امام ابن عزیز نے کتاب التوجید میں بہت تفصیل سے شب معراج میں روایت باری کو ثابت کیا ہے اور یہ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے، ایک مرتبہ سر کی آنکھوں سے اور ایک مرتبہ دل کی آنکھوں سے۔ لے

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ آپ نے شب امر اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے، یہ حدیث حضرت ابن عباس سے متعدد اسانید کے ساتھ مروی ہے اور یہ حدیث حضرت ابن عباس کی اس روایت کے مٹانی نہیں ہے کہ آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا دَأَى، مَا ذَا غَرَّ الْبَصَرُ وَمَا طَعَى

آپ کی آنکھ نے جو جلوہ دیکھا دل نے اس کی تکذیب نہیں کی، آپ کی نظر ایک طرف مائل ہوئی نہ حد سے بڑھی۔

(النجاح ۱/۱۵۱)

امام حاکم، امام نسائی اور امام طبرانی نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ربا واسطہ کلام کے ساتھ حضرت موسیٰ کو خاص کر لیا اور حضرت ابراہیم کو خلیل ہونے کے ساتھ خاص کر لیا اور حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو روایت کے ساتھ خاص کر لیا اس سے مراد روایت بصری ہے نہ کہ روایت قلبی، کیونکہ روایت قلبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر نبی کو حاصل ہے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ خلیل ہونا اور کلام ہونا بھی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے ہیں پھر کلام ہونا حضرت موسیٰ کی اور خلیل ہونا حضرت ابراہیم کی خصوصیت کیسے رہی، اس کا جواب یہ ہے کہ ہر چند کہ ہمارے میں صلی اللہ علیہ وسلم مقام اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم کلام ہوئے اور آپ خلیل ہونے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے محبوب بھی ہیں، لیکن حضرت موسیٰ کا کلام ہونا اور حضرت ابراہیم کا خلیل ہونا ایک وصف مشہور تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے زمین پر ہم کلام ہوا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ عرش پر ہم کلام ہوا۔ لے

ملا علی قاری حنفی نے بھی اختلاف کے ساتھ ہی لکھا ہے۔ لے

۱۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۱۷۵، مطبوعہ دارۃ الطباعة المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

۲۔ علامہ احمد شہاب الدین خفاجی مصری حنفی متوفی ۱۰۶۶ھ، نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۸۸-۲۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ، شرح الشفا علی ناسخ نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۸۸-۲۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت



نیز ملا علی قاری حنفی لکھتے ہیں:

جمہور مفسرین کا یہ مذہب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے پھر اس دیکھنے میں اختلاف ہے ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اپنے دل سے اللہ سبحانہ کو دیکھا ہے، آنکھوں سے نہیں دیکھا، امام ابوالحسن الواحدی نے کہا ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب اسرار اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے، حضرت ابن عباس، حضرت ابوذر اور حضرت ابراہیم الخلیل نے یہ کہا کہ آپ نے اپنے قلب سے رویت صحیحہ کے ساتھ دیکھا ہے، اللہ تعالیٰ نے آپ کی بصر آپ کے قلب میں رکھ دی تھی حتیٰ کہ آپ نے اس طرح صحیح رویت کے ساتھ دیکھا جس طرح آنکھوں سے دیکھتے ہیں، میں کہتا ہوں کہ یہ عمدہ قول ہے اور بہترین توجیہ ہے اس طرح متفق اقوال جمع ہو جاتے ہیں، پھر امام واحدی نے یہ کہا کہ مفسرین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں کے ساتھ اللہ سبحانہ کو دیکھا، یہ حضرت انس، مکرہ اور ربیع کا قول ہے، قاضی فیاض رحمہ اللہ نے کہا کہ متقدمین اور متاخرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا یا نہیں، حضرت عائشہ نے اس کا انکار کیا، حضرت ابن مسعود سے بھی یہی روایت مشہور ہے اور محدثین اور متکلمین کی ایک جماعت کا بھی مذہب ہے اور حضرت ابن عباس سے یہ روایت ہے کہ آپ نے اپنی آنکھوں سے اپنے رب کو دیکھا اور حضرت ابوذر اور کعب احبار سے بھی اسی طرح مروی ہے، حسن بصری اس پر قسم کھاتے تھے، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابوبکر برہ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے، امام احمد بن حنبل کا بھی یہی نظریہ ہے، امام ابوالحسن اشعری اور ان کے اصحاب کی ایک جماعت کا بھی یہی مذہب ہے اور ہمارے بعض مشائخ نے اس مسئلہ میں توقف کیا ہے۔

اس میں بھی اختلاف ہے کہ آیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ ملاقات کیا ہے یا نہیں؟ امام اشعری اور متکلمین کی ایک جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ آپ نے اپنے رب سے ملاقات کیا ہے امام جعفر بن محمد، حضرت ابن مسعود اور حضرت ابن عباس سے بھی منقول ہے، اسی طرح ثمری فتالی میں اختلاف ہے، اکثر علماء کا یہ نظریہ ہے کہ اس سے حضرت جبرائیل اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مابین قرب مراد ہے، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، حسن بصری، محمد بن کعب، جعفر بن محمد وغیرہم سے یہ مروی ہے کہ اس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ تعالیٰ کے مابین قرب مراد ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ سے قرب کا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک آپ کا بہت عظیم مرتبہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت کے الوار آپ کے دل میں چمک رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی حکومت کے ان امراء اور محبوب پر مطلع فرمایا ہے جس پر کسی کو اطلاع نہیں دی اور اللہ تعالیٰ نے اپنا عظیم فضل اور احسان آپ تک پہنچایا ہے اور قاب قوسین اور ادنیٰ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا لطف و کرم اور بے نہایت عنایت بیش از بیش آپ کو حاصل ہو گئی، آپ اللہ تعالیٰ کی طرف رغبت سے متوجہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کی معروضات کو شرف استیجاب عطا فرماتا ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں حدیث قدسی ہے:

”جو شخص مجھ سے ایک بالشت قریب ہوتا ہے میں اس سے ایک لافند قریب ہوتا ہوں“۔

لحہ، ملا علی بن سلطان محمد، اتاری متونی ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ



شیخ عبدالحق حنفی محدث دہلوی لکھتے ہیں:

صحابہ کا اس میں اختلاف تھا کہ آیا شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اللہ سبحانہ کو دیکھا ہے یا نہیں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کی نفی کرتی ہیں اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کا اثبات کرتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ صحابہ کرام کی جماعتیں متفق ہو گئیں، اسی طرح تابعین میں سے بھی بعض حضرت عائشہ کے نظریہ کے قائل تھے اور بعض حضرت ابن عباس کے نظریہ کے قائل تھے، اور بعض نے اس مسئلہ میں توقف کیا، لیکن جمہور علماء حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نظریہ کے قائل ہیں اور علامہ محمد بن نووی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء عظام کا مختاریہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سبحانہ کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے اور یہ کہ حضرت ابن عباس کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع پر محمول ہے اور حضرت عائشہ نے محض اپنے اجتہاد سے انکار کیا ہے۔

بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ اس مسئلہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول متین ہے کیونکہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بغیر یہ بات نہیں کہہ سکتے اور نہ یہ ان کے لیے جائز ہے کیونکہ اجتہاد سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے، حضرت ابن عمر نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کہ کیا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے حضرت ابن عباس نے جواب دیا ہاں! تو حضرت ابن عمر نے اس کو تسلیم کر لیا۔

اکثر مشائخ موفیہ کا مختاریہ ہے کہ آپ نے اپنے رب سبحانہ کو دیکھا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ کمال حاصل ہوا جو مخلوق کی مخلوق سے ماوراء ہے اور معراج کی شب آپ کو جو کمال حاصل ہوا وہ تمام کمالات سے بڑھ کر تھا اور آپ کو اس شب اللہ تعالیٰ کا وہ قرب نصیب ہوا جو انسانی عقل سے ماوراء ہے۔ علامہ اسماعیل حنفی لکھتے ہیں:

بعض علماء نے کہا ہے کہ آپ نے اپنے رب کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے میری سے کلام کیا اور مجھے دیدار عطا کیا (الحق لہ) اور بعض علماء نے کہا آپ نے اپنے رب کو دل سے دیکھا ہے یہ قول سنت کے خلاف ہے اور مذہب صحیح یہ ہے کہ آپ نے اپنے رب کو سر کی آنکھوں سے دیکھا ہے۔  
علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں:

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں حبیب محبوب اپنے رب سے انتہائی قریب ہوئے تو آپ پر حبیبیت طاری ہو گئی، تب اللہ تعالیٰ آپ سے ساتھ انتہائی لطف سے پیش آیا، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب سے وہی کہا جو حبیب حبیب سے کہتا ہے اور ان کے مابین وہی راز و نیاز ہوئے جو حبیب اور حبیب کے درمیان راز و نیاز ہوتے ہیں۔

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعة اللمعات ج ۲ ص ۲۳۱، مطبوعہ مطبعہ تیج کمار کھنڈر

۲۔ علامہ اسماعیل حنفی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹ ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ



صوفیاء عظام کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے اس طرح قریب جسے جہان کی شان کے لائق ہے اور صاراخ البصیر کی تفسیر میں یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اللہ کے جلوہ سے نہیں سیٹی، آپ جنت اور اس کی رحمت کی طرف ملتفت ہوئے نہ جہنم اور اس کے شعلوں کی طرف متوجہ ہوئے بلکہ جمال ذات کو محویت سے دیکھتے رہے اور صاطفی کی تفسیر میں کہا آپ صراط مستقیم سے نہیں ہٹے، ابو نعیم یہودی نے کہا آپ کی نظر بصیرت میں کمی نہیں ہوئی اور بصر نے بصیرت سے تنجا نہ نہیں کیا، اور سہیل بن عبد اللہ تستری نے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو دیکھا نہ کسی اور نے کہ وہ صرف جمال ذات کو دیکھتے رہے اور صفات الہیہ کا مطلق کرتے رہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا اور آپ ہی اپنے رب کے اس طرح قریب ہوئے جو آپ کی شان کے لائق ہے۔ لے

### واقعہ معراج کی تاریخ

پاکستان علماء محدثین نے یہ کہا ہے کہ معراج کا واقعہ ہجرت سے ایک سال پہلے ہوا ہے علامہ نووی نے ذکر کیا ہے کہ متھدین عظام، جمہور محدثین اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ واقعہ معراج بعثت کے سولہ ماہ بعد ہوا، علامہ سبکی نے کہا اس پر اجماع ہے کہ واقعہ معراج مکہ میں ہوا اور مختار وہ ہے جو ہمارے شیخ ابو محمد دمیاٹی نے کہا کہ معراج ہجرت سے ایک سال پہلے ہوئی ہے، اور سید جمال الدین محدث نے روضۃ الاحباب میں لکھا ہے کہ واقعہ معراج ماہ حجب کی ستائیس تاریخ کو ہوا جیسا کہ حسین شریفین میں سی پر عمل ہوتا ہے، ایک قول یہ ہے کہ معراج الربیع الاخر میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ رمضان میں ہوئی، ایک قول یہ ہے کہ شوال میں ہوئی اس کے علاوہ اور بھی متعدد اقوال ہیں۔ لے

علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

علامہ نووی نے روضۃ میں لکھا ہے کہ اعلان نبوت کے دس سال بعد واقعہ معراج ہوا، اور فتاویٰ میں ہے کہ نبوت کے پانچویں یا چھٹے سال معراج ہوئی، نا صلی ملازمین عمری نے شرح ذات الشفا میں وثوق سے لکھا ہے کہ بعثت کے بارہ سال بعد معراج ہوئی، اور ابن حزم نے اس پر اجماع کا دعویٰ کیا ہے، علامہ نووی نے اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے کہ معراج الربیع الاول میں ہوئی، اور شرح مسلم میں لکھا ہے کہ الربیع الاخر میں ہوئی، اور روضۃ میں وثوق سے لکھا ہے کہ حجب میں ہوئی، ایک قول رمضان کا اور ایک قول شوال کا ہے اور یہ ستائیسویں شب کو واقع ہوئی، بعض نے کہا جمعہ کی شب ہوئی، بعض نے کہا ہفتہ کی شب ہوئی، علامہ و میری نے ابن الاثیر سے نقل کیا ہے کہ معراج پیر کی شب ہوئی۔ لے

- ۱۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۲ ص ۴۷ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت
- ۲۔ ملا علی بن سلطان محمد فارسی حنفی متوفی ۱۰۱۲ھ، شرح الشفا علی امتیاز نسیم الریاض ج ۲ ص ۲۲۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت
- ۳۔ علامہ سید محمود آلوسی حنفی متوفی ۱۲۷۰ھ روح المعانی ج ۱ ص ۱۵ ص ۷۰ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت



علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

واقعہ معراج کی ابتداء کی جگہ

اس میں بھی اختلاف ہے کہ معراج کس جگہ ہوئی، امام بخاری، امام مسلم، امام ترمذی اور امام نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں مبتدا اور عیداری کے عالم میں تھے کہ آپ کے پاس ایک آنے والا آیا اور اس نے آپ کا یہاں سے یہاں سمکا (کھٹے سے نان تک) سینہ چاک کیا، الحدیث۔

امام نسائی نے حضرت ابن عباس سے اور امام ابویعلیٰ نے اپنی مسند میں اور امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ام ہانی سے یہ روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز کے بعد ان کے حضرت ام ہانی فاختہ بنت ابی طالب کے گھر سوئے ہوئے تھے تو آپ معراج کو لائی گئی اور اسی شب آپ لوٹ آئے۔ الحدیث۔ ان روایات میں اس طرح تطبیق ہو سکتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے حضرت ام ہانی کے گھر سوئے پھر وہاں سے آئے اور وہاں سے سفر معراج شروع ہوا اور چونکہ ابتداء میں آپ حضرت ام ہانی کے گھر تھے اور بعد میں حطیم کعبہ تشریف لے گئے، اس لیے دونوں جگہوں کی طرف معراج کی نسبت کر دی گئی، بعض روایات میں ہے کہ آپ کے گھر سے معراج ہوئی، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ام ہانی سے تعلق کی بنا پر آپ نے حضرت ام ہانی کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، اس کی مزید تفصیل ان شاء اللہ عنقریب آئے گی۔

واقعہ معراج تیس سے زیادہ صحابہ کرام سے مروی ہے اور کسی ایک معراج کی احادیث میں تعارض کی وجہ سے

روایت میں مسند اعلیٰ جانے کا ذکر نہیں ہے، اس کا ذکر امام مسلم اور امام نسائی نے کیا ہے، کسی روایت میں شمس صمد کا ذکر نہیں ہے اور کسی میں براق پر سوار ہونے کا ذکر نہیں ہے، اس طرح موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کا امام بخاری نے ذکر نہیں کیا، اس کا ذکر امام مسلم، امام نسائی اور دیگر محدثین نے کیا ہے، صحاح کی روایات میں برزخ کے واقعات دیکھنے کا ذکر نہیں ہے، اس کا ذکر امام بیہقی، امام ابن جریر، حافظ ابن کثیر، علامہ حلی اور دیگر محدثین نے کیا ہے، اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ معراج متعدد بار متعدد صحابہ کرام کے سامنے بیان فرمایا اور ہر شخص کے سامنے آپ نے اس کی صلاحیت اور استعداد کے اعتبار سے واقعہ معراج بیان فرمایا اس وجہ سے یہ تمام روایات غیر مربوط اور باہم متعارض ہیں۔

صحیح مسلم کے متن میں ہم نے امام مسلم کی روایات ذکر کر دی ہیں، اب ہماری کوشش یہ ہے کہ ہم واقعہ معراج کو مختلف کتب حدیث سے اخذ کر کے مربوط طریقہ سے پیش کریں اور جو چیز پہلے ہے اس کو پہلے اور جو بعد میں ہے اس کو بعد میں ذکر کریں، صحاح کی روایات سے واقعہ معراج کو نقل کرنے کے بعد ہم امام بیہقی کے حوالے سے برزخ کے دیکھے ہوئے واقعات پیش کریں گے، ان کے بعد ہم ان احادیث کے اسرار اور نکات بیان کریں گے فتقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانة بلیق۔







مجھے لے کر چلے۔ ۱۷

امام مسلم نہایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال مرويت على موسى ليلة اسرى بي عند الكتيب الاحمر وهو قائم يصلي في قيده - ۱۷

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے سراج کرائی گئی، میرا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتیب احمر کے پاس سے گزر ہوا اس وقت وہ اپنی قبر میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے۔

امام نسائی نے اس حدیث کو سات سندوں سے روایت کیا ہے: ۱۸

امام احمد نے اس حدیث کو چھ سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ ۱۹

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ۲۰

امام ابویعلیٰ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے۔ ۲۱

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے اصحاب نے عرض کیا: آپ ہمیں شب سراج کا واقعہ بیان کیجیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے مسجد حرام میں عشاء کی نماز پڑھی، پھر بیٹھ سو گیا، پھر ایک آنے والا آیا اور اس نے مجھے بیدار کیا، میں بیدار ہوا، مجھے کچھ نظر نہ آیا، پھر میں مسجد سے باہر نکلا اور غصہ سے دیکھا تو مجھے حجر کے مشابہ ایک جانور نظر آیا اس کے کان اوپر اٹھے ہوئے تھے اور اس کو براق کہا جاتا ہے، اور مجھ سے پہلے انبیاء علیہم السلام اس رقم کے جانور پر سواری کرتے تھے، وہ منتہی نظر پر قدم رکھتا تھا، میں اس پر سوار ہوا، میں وقت میں اس پر سواری کر رہا تھا تو مجھے دائیں جانب سے کسی شخص نے آواز دی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور میں اس کے پاس نہیں ٹھہرا، پھر مجھے بائیں جانب سے کسی نے آواز دی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں تم مجھے دیکھو، میں نے اس کو بھی جواب نہیں دیا اور نہ اس کے پاس ٹھہرا، پھر

۱۷۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۴۹-۵۴۸، مطبوعہ نور محمد، مطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۱۸۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ نور محمد، مطابع کراچی

۱۹۔ امام احمد بن حنبل نسائی متوفی ۳۰۳ھ، مسند نسائی ج ۱ ص ۱۷۰-۱۷۹، مطبوعہ نور محمد، کارخانہ تنجارت کتب کراچی

۲۰۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۲۲۸-۱۲۴، ج ۵ ص ۳۶۵-۳۶۲، ۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

۲۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوۃ ج ۲ ص ۲۸۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۲۔ حافظ احمد بن علی الشیخ التمیمی متوفی ۳۰۷ھ، مسند ابویعلیٰ ج ۲ ص ۱۳۱-۱۴۰، ۱۴۰، ۱۳۵، دار المأمون تراث بیروت ۱۴۰۴ھ



اسی میرے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی بائیں کھولے کھڑی تھی، اس نے بھی کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتی ہوں، مجھے دیکھو، میں نے اس کی طرف بھی التفات نہیں کیا نہ اس کے پاس ٹھہرا، حتیٰ کہ میں بیت المقدس پہنچ گیا، میں نے اس علاقہ میں اپنی سواری کو باندھا جس صلفے میں انبیاء علیہم السلام اپنی سواریاں باندھتے تھے، پھر حضرت جبرائیل (علیہ السلام) میرے پاس دو برتن لے کر آئے، ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ، میں نے دودھ پی لیا، اور شراب کو چھوڑ دیا، حضرت جبرائیل نے کہا آپ نے فطرت کو پایا۔ میں نے کہا اللہ اکبر، اللہ اکبر، حضرت جبرائیل نے پوچھا آپ نے اس راستہ میں کیا دیکھا تھا؟ میں نے کہا جب میں جارہا تھا تو دائیں جانب سے ایک شخص نے مجھے پکار کر کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور وہ اس کے پاس ٹھہرا، حضرت جبرائیل نے کہا یہ بلا لے والا یہودی تھا اگر آپ اس کی دعوت پر لپیک کہتے اور اس کے پاس ٹھہرتے تو آپ کی امت یہودی ہو جاتی، آپ نے فرمایا جب میں جارہا تھا تو ایک شخص نے مجھے بائیں جانب سے آواز دی یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میں تم سے سوال کرتا ہوں مجھے دیکھو، جبرائیل نے کہا یہ نصاریٰ تھا، اگر آپ اس کی دعوت پر لپیک کہتے تو آپ کی امت عیسائی ہو جاتی، آپ نے فرمایا اسی میرے دوران ایک عورت انتہائی زینت سے آراستہ اپنی بائیں کھولے کھڑی تھی اس نے بھی کہا: اے محمد! میں تم سے سوال کرتی ہوں مجھے دیکھو، میں نے اس کو جواب نہیں دیا اور وہ اس کے پاس ٹھہرا، جبرائیل نے کہا یہ دنیا تھی اگر آپ اس کو جواب دیتے تو آپ کی امت دنیا کو آخرت پر اختیار کر لیتی۔

آپ نے فرمایا پھر میں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بیت المقدس میں داخل ہوئے، اور ہم میں سے ہر ایک نے دو رکعت نازل پڑھی، پھر میرے پاس ایک سراج (نورانی سیڑھی) لائی گئی جس پر جو آدم کی روحیں اس وقت پڑھتی ہیں وہ دیکھتے ہو کہ بیت کی آنکھیں آسمان کی طرف کھلی ہوئی ہوتی ہیں وہ بیت حسین سراج تھی، کسی مخلوق نے ایسی سراج نہ دیکھی ہوگی، میں اور حضرت جبرائیل اس سراج پر چڑھے، حتیٰ کہ ہماری ملاقات آسمان دنیا کے درمیان سے ہوئی اس کا نام اسماعیل تھا، اس کے ماتحت ستر ہزار فرشتے تھے اور ان میں سے ہر فرشتے کے ماتحت ایک لاکھ فرشتے تھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا يَعْلَمُ جُنُودَ رَبِّكَ إِلَّا هُوَ - آپ کے رب کے لشکروں کو صرف وہی اللہ

تعالیٰ جانتا ہے۔

(مصدقہ: ۳۱)

پھر حضرت جبرائیل نے آسمان کا دروازہ کھلوا دیا، کہا گیا: یہ کون ہے؟ کہا جبرائیل، پوچھا گیا تمہارے ساتھ کون ہے؟ کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پوچھا گیا انہیں بلا یا گیا ہے؟ کہا ہاں! آپ نے فرمایا پھر میں نے حضرت آدم کو ان کی اس صورت میں دیکھا جس میں انہیں بنا یا گیا تھا، ان پر جب ان کی اولاد میں سے مومنین کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ پاکیزہ روح ہے اس کو علین میں نے جاؤ اور جب ان پر ان کی اولاد میں سے کفار کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے یہ خبیث روح ہے اس کو بکین میں نے جاؤ، ابھی میں کچھ ہی چلا ہوں گا کہ میں نے دیکھا ہے کہ دسترخوان بچھے ہوئے ہیں اور ان پر نہایت نقیص ہوتا ہوا گوشت



رکھا ہے، اور دوسری جانب اور بھان رکھے ہیں جن پر نہایت بد بودار اور سٹرا ہوا گوشت رکھا ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو عمدہ گوشت کے تو پاس نہیں جاتے اور سٹرا ہوا بد بودار گوشت کھا رہے ہیں، میں نے کہا: اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو پھوڑ کر حرام کے پاس جاتے ہیں، پھر میں کچھ آگے چلا تو کچھ اور لوگوں کو دیکھا ان کے پیٹ کو خٹریوں کی طرح ہیں ان میں سے جب بھی کوئی اٹھا تو گر جاتا، اور کہتا اے اللہ قیامت کو قائم نہ کرنا، ان کو فرعونی جانور روند رہے تھے اور وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت میں سے سود کھانے والے ہیں یہ قیامت کے دن اس طرح اٹھیں گے جس طرح آسیب زدہ شخص اٹھتا ہے، پھر میں کچھ آگے چلا تو ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے جوت اور ٹوں کے ہونٹوں کی طرح تھے ان کے منہ کھول کر ان میں پتھر ڈالے جاتے پھر وہ پتھران کے نچلے دھڑ سے نکل جاتے، میں نے ان کو اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوئے سنا، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو غفلت و غیور کا مال کھاتے تھے دراصل یہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ بھرا رہے تھے اور منتقرب یہ لوگ جہنم میں داخل ہوں گے، پھر میں کچھ آگے چلا تو کچھ عورتیں اپنے سینوں کے بل ٹنگی ہوئی ہیں، میں نے سنا وہ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہی تھیں، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون عورتیں ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امتوں میں سے زنا کرنے والیاں ہیں، پھر میں کچھ اور آگے چلا تو دیکھا کچھ لوگوں کے پہلوؤں سے گوشت کاٹ کاٹ کر ان کے منہ میں ڈالا جا رہا ہے اور ان سے کہا جا رہا ہے اس کو کھاؤ جیسا کہ تم (دنیا میں) اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے، میں نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے غیرت کرنے والے اور جھٹلی کرنے والے لوگ ہیں، اس حدیث پر اس حدیث کو امام ابن جریر نے سورہ امراء کی تفسیر میں اپنی سند سے روایت کیا ہے، اور اس کو امام ابن ابی حاتم نے بھی روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ابو حارون عسکری مترک ہے۔ اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سبحان الذی

انسوی بعد الذی کا تفسیر میں فرمایا:

میرے پاس ایک گھوڑی لائی گئی اور اس پر مجھ کو سوار کرایا گیا، آپ نے فرمایا اس کا قدم شیشی بھر پر تھا ایک روانہ ہوئے اور آپ کے ساتھ حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی چلے، آپ ایک ایسی قوم کے پاس پہنچے جہاں ایک دن فصل بوقت تھی اور دوسرے دن فصل کاٹ لیتی تھی اور جس قدر وہ فصل کاٹتے تھے اتنی ہی فصل بڑھ جاتی تھی آپ نے کہا اے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والے ہیں، ان کی بیویاں

۱۔ امام البرکۃ ابن حبیب بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۹ - ۴۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ حافظ عبد اللہ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۵۷ - ۲۵۸، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ



کو سات سو گنا تک بڑھا دیا گیا ہے، اور تم جو چیز بھی خرچ کرتے ہو، اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں اور چیز سے آتا ہے اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سروں کو پتھروں سے کھلا جا رہا تھا، اور جب سر کھلی دیا جاتا تو وہ سر پھر درست ہو جاتا اور ان کو مہلت نہ ملتی (کہ چھبر سر کھل دیا جاتا) میں نے کہا اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے سر (فرعون) ناز کے وقت جاری ہو جاتے تھے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس گئے جن کے آگے اور پیچھے کپڑوں کی دھبیاں تھیں اور وہ جہنم کے کائنات دار و رحمت قوم کو جانوروں کی طرح چرچگ رہے تھے، اور جہنم کے پتھر اور انگارے کھا رہے تھے، میں نے کہا اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بالکل ظلم نہیں کیا اور نہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرتا ہے، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس آئے جن کے سامنے ڈھنگیوں میں پاکیزہ گوشت پکا ہوا رکھا تھا اور دوسری جانب سڑا ہوا خبیث گوشت رکھا ہوا تھا، وہ سر سے ہوئے خبیث گوشت کو کھا رہے تھے اور پاکیزہ گوشت کو چھوڑ رہے تھے، آپ نے کہا اسے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس ممال اور غلیب یعنی غنہ اور وہ اس کو چھوڑ کر رات بھر بدکار عورت کے پاس رہتے تھے، پھر آپ نے دیکھا کہ راستے میں ایک کٹڑی ہے جو ہر کپڑے کو پھاڑ دیتی ہے اور ہر چیز کو زخمی کر دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَقْعَدُوا بِلِکْلِ صِرَاطٍ تُوْعَدُونَ

اور ہر راستہ پر اس جیسے نہ بیٹھو کہ مسلمانوں کو

(احزاب: ۶۱)

ڈراؤ۔

آپ نے پوچھا یہ کیسا ہے؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت کے ان لوگوں کی مثال ہے جو لوگوں کا راستہ روک کر بیٹھ جاتے ہیں، پھر آپ ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس نے کٹڑیوں کا ایک گھنٹھا جمع کر لیا جس کو وہ اٹھا نہیں سکتا تھا، اور وہ اس گھنٹھے میں مزید کٹڑیاں ڈالنا چاہتا تھا، آپ نے فرمایا اسے جبرائیل یہ کیسا ہے؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت میں سے وہ شخص ہے جس کے پاس امانتیں تھیں اور وہ ان کو ادا نہیں کر سکتا تھا، اور وہ مزید امانتیں رکھ لیتا تھا، پھر آپ ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ آگ کے انگاروں سے کائے جا رہے تھے، اور جب میں ان کو کاٹ دیا جاتا تو وہ پھر پہلے کی طرح ہو جاتے اور ان کو قیام مہلت نہ ملتی، آپ نے کہا بے جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ کہا یہ آپ کی امت کے غنہ پرور غلیب ہیں، پھر آپ کا گذر ایک چھوٹے پتھر سے

۴۳۰۔ امام ابن حبان اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معراج کی شب میں نے کچھ لوگ دیکھے جن کے ہونٹ آگ کی تپتیوں سے کائے جا رہے تھے، میں نے کہا جبرائیل یہ کون لوگ ہیں؟ انھوں نے کہا یہ آپ کی امت کے وہ غلیب ہیں جو لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے آپ کو بھول جاتے تھے، حالانکہ یہ کتاب کی تلاوت کرتے تھے، یہی یہ مٹل نہیں رکھتے (الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۱ ص ۲۲۳-۲۲۴، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) حافظ ابوشامہ نے میں اس کا ذکر کیا ہے (معراج النعمان ج ۱ ص ۲۹، طبع مکرمہ) حافظ ابو نعیم نے بھی اس کو روایت کیا ہے۔ (علیہ الاولیاء ج ۸ ص ۵۸)

ص ۴۳-۴۴۔ مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۵ھ



مواہج کے سوراخ سے ایک بڑا بل نکل رہا تھا، پھر وہ بل اس سوراخ میں داخل ہونا چاہتا لیکن داخل نہ ہو سکتا، آپ نے پوچھا یہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا یہ وہ شخص ہے جو کوئی (بڑی بڑی) بات کہہ کر اس پر نادم ہوتا ہے اس کو واپس لینا چاہتا ہے اور واپس نہیں لے سکتا، پھر آپ کا گدرا ایک ایسی وادی سے ہوا جہاں سے بہت خوش گوار، خوشطعمی اور خوشبودار ہوا کر ہی تھی جس میں مشک کی خوشبوداری تھی، اور وہاں سے آواز آ رہی تھی آپ نے پوچھا اسے جبرائیل یہ مشک کی خوشبوداری پاکیزہ ہوا کیسی ہے اور یہ آواز کیسی ہے؟ انھوں نے کہا یہ جنت کی آواز ہے جو یہ کہہ رہی ہے کہ اے اللہ! مجھ سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کر اور مجھے میرے اہل عطا فرما، کیونکہ میری خوشبوداری، میرا رشیم، میرا سندس اور استعبرقی، میرے موتی، میرے مرجان، میرے مونگے، میرا سونا اور چاندی، میرے کونے اور کھڑکے، میرا شہد ہیرا و دودھ، اور میری شراب بہت زیادہ ہو گئے ہیں پس تو اپنے وعدہ کے مطابق مجھے اہل جنت عطا فرما، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پھر لیے ہر مسلم اور مسلمہ سے اور ہر مومن اور مومنہ سے جو مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لائیں اور اعمال صالحہ کریں اور میرے ساتھ بالکل شریک نہ کریں اور میرے سوا کسی کو شریک نہ بنائیں اور جو مجھ سے ڈریں گے میں ان کو امان دوں گا اور جو مجھ سے سوال کریں گے میں ان کو عطا کر دوں گا اور جو مجھے قرض دیں گے میں ان کو جزا دوں گا اور جو مجھ پر توکل کریں گے میں ان کے لیے کافی ہوں اور میں اللہ ہوں، میرے سوا کوئی عبارت کا مستحق نہیں میں وعدہ کے خلاف نہیں کرتا، جنت نے کہا میں راضی ہو گئی۔

پھر آپ ایک ایسی وادی پر آئے جہاں سے نہایت بری، بھیا تک اور مکروہ آوازیں آ رہی تھیں، آپ نے فرمایا اے جبرائیل یہ کیسی آوازیں ہیں، انھوں نے کہا یہ جہنم کی آواز ہے جو کہہ رہی ہے مجھے اہل دوزخ عطا کر جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، کیونکہ میرے طریق میری زنجیریں، میرے شعلے اور میری گدھی، میرا حقوڑ، میرا لہو اور پیپ اور میرے فذاب اور سزا کے اسباب بہت وافر ہو گئے ہیں، میرا گہرائی بہت زیادہ ہے، میری آگ بہت تیز ہے، مجھے وہ لوگ دے جن کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا، ہوا ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر شریک اور کافر، خبیث اور منکر بے ایمان مرد اور عورت تیرے لیے ہے یہ سن کہ جہنم نے کہا میں راضی ہو گئی۔

آپ نے فرمایا پھر آپ روانہ ہوئے حتیٰ کہ بیت المقدس پر آئے، اور آپ نے ایک پتھر کے پاس اپنی سواری باندھی، پھر آپ بیت المقدس میں داخل ہوئے اور فرشتوں کے ساتھ نماز پڑھی، پھر جب آپ نے نماز پڑھ لی تو انھوں نے کہا اے جبرائیل یہ آپ کے ساتھ کون ہیں؟ انھوں نے کہا یہ (سیدنا) محمد رسول اللہ ہیں اور غلام البیہیں ہیں، انھوں نے پوچھا کیا انھیں بلایا گیا ہے؟ جبرائیل نے کہا ہاں، انھوں نے کہا اللہ تمہارے بھائی اور ہمارے خلیفہ کو سلامت رکھے وہ اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں انھیں خوش آمدید ہو، پھر انبیاء علیہم السلام کی روہیں آئیں، انھوں نے اپنے رب کی شان کی، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا:

تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے ابراہیم کو خلیل بنایا اور جس نے مجھے عظیم ملک دیا اور مجھے اللہ سے ڈرنے والی امت بنایا، میری بیروی کی جاتی ہے اور مجھے آگ سے بچایا اور اس آگ کو میرے لیے

الحمد لله الذي اتخذ ابراهيم خليلا و اعطاني ملكا عظيما وجعلني امتا تانتا لله يو تعافى و انتفى من الناس وجعلها على بعدا و سلاما۔



مخدک اور سلامتی کر دیا۔

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے کہا:

الحمد لله الذي حولني ملكاً وانزل  
على الربوس والآن لي الحديد وسخري  
الطيور والجمال، واتاني الحكمة وفصل  
الخطاب.

تمام تفریقیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے  
حکومت کی نعمت دی اور مجھ پر زور نازل کی اور میرے  
کو میرے لیے نرم کر دیا اور پرندوں اور پہاڑوں کو  
میرے لیے مسخر کر دیا اور مجھے حکمت دی اور فیصلہ  
منانے کا منصب دیا۔

پھر حضرت سلیمان نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے فرمایا:

الحمد لله الذي سخّر لي الرياح والبحر  
والارض وسخّر لي الشياطين يعملون ما  
شئت من محاريب وتماثيل الآية و  
علمني منطق الطير وكل شيء واسألني  
عين القطر اعطاني ملكاً عظيماً لا يلبني  
لاحد من بعدى.

تمام تفریقیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میرے  
لیے ہواؤں کو، جنوں اور انسانوں کو مسخر کر دیا اور  
میرے لیے شیاطین کو مسخر کر دیا جو عمارتیں اور مجھے  
بناتے تھے اور مجھے پرندوں کی بولی سکھائی اور ہر چیز  
سکھائی، اور میرے لیے گلے جوئے تانبے کا چھڑ  
بہا ہوا اور مجھے ایسا عظیم ملک دیا جو میرے بند کسی اور  
کے لیے سزاوار نہیں ہے۔

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے کہا:

الحمد لله الذي علمني التنوير الآ و  
الانجيل وجعلني ابرئى الاكهم والابوض  
واحى الموقى بأذنه ورفعتي وطهرني  
من الذين كفروا واعد في داخلي من  
الشیطان الرجيم فلم يكن للشیطان  
عليها سبيل.

تمام تفریقیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے نور  
اور انجیل کی تعلیم دی اور مجھے مادر نرا و اندھوں اور  
برص والوں کو شیک کرنے والا بنایا، اور میں اس کے  
اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اور مجھے آسمان پر  
اٹھایا اور مجھے کفار سے نہایت دی اور مجھے اور میری  
والدہ کو شیطان الرجیم سے محفوظ رکھا، اور شیطان  
کا ان پر کوئی زور نہیں ہے۔

پھر حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کی ثنا کرتے ہوئے فرمایا:

الحمد لله الذي أرسلني رحمة  
للعالمين وكأفة للناس بشيراً ونذيراً  
وانزل علي الفرقان فيه تبين كل شيء  
وجعل امتي خيرة أمة اخرجت للناس و  
جعل امتي أمة وسطاً وجعل امتي هم

تمام تفریقیں اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھے رحمۃ العالمین کا کر  
بیجا اور تمام لوگوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا اور مجھ پر قرآن مجید کو نازل  
کیا جس میں ہر چیز کا واضح بیان ہے اور میری امت کو تمام امتوں سے  
بہتر بنایا اور میری امت کو امت وسط بنایا اور میری امت  
کو اول اور آخر بنایا، اور میرا سینہ کھول دیا اور مجھ سے



الاولون وهم الاخرون وشرح صدری ووضعه عتی  
 ذری ورفعی ذکرہ وجعلنی فاتحاً وغالماً  
 برحمتہ انار دیا اور میرا ذکر بلند کیا اور مجھے ابتداء کرنے  
 والا اور اختتام کرنے والا بنایا۔  
 حضرت ابراہیم نے کھڑے ہو کر فرمایا اٹھی فضائی کی وجہ سے تم سب پر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو  
 نقیبت دی گئی ہے۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام نبیوں کو نماز پڑھائی، امام بیہقی کی اس روایت میں اس کا  
 ذکر نہیں ہے، اس کو امام مسلم اندام نسائی نے روایت کیا ہے۔  
 امام نسائی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ثم دخلت الى بيت المقدس فجمع  
 لي الانبياء عليهم السلام فقدمني جبرائيل  
 پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا، اس میں  
 میرے لیے تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کیا گیا پھر حضرت  
 جبرائیل نے مجھے ان کے گلے گھڑ کیا اور میں نے  
 سب انبیاء کو نماز پڑھائی۔

امام بیہقی حدیث سابق کے تسلسل میں بیان کرتے ہیں:

آپ نے فرمایا پھر تین برتن لائے گئے جن کے منہ ڈھکے ہوئے تھے، آپ کے پاس ایک برتن لایا گیا جس  
 میں پانی تھا، آپ سے کہا گیا کہ اس کو پیش، آپ نے اس میں سے تھوڑا سا پانی پی لیا، پھر ایک اور برتن پیش کیا  
 گیا جس میں دودھ تھا، آپ نے اس سے میرا گھڑ کیا، پھر ایک اور برتن پیش کیا گیا جس میں شراب تھی، آپ نے  
 فرمایا میں میرا گھڑ چکا ہوں اور اس کو پینا نہیں چاہتا، آپ سے کہا گیا کہ آپ نے ٹھیک کیا، آپ کی امت پر عنقریب  
 شراب حرام کر دی جائے گی اور اگر آپ (بالفرض) شراب پی لیتے تو آپ کی امت میں سے بہت کم لوگ آپ کی پیروی  
 کرتے، اس کے بعد آپ آسمان کی طرف چڑھ گئے۔ ————— الحدیث بطولہ۔ ۳

اس حدیث کو امام ابن ابی جریر طبری نے سورۃ اسراء کی تفسیر میں اور امام ابن ابی حاتم نے بروایت کیا ہے، امام  
 حاکم نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث کو حافظ ابن کثیر نے بھی امام ابن جریر کے حوالے سے روایت کیا ہے۔ ۴  
 اس حدیث کو حافظ ابی نعیم نے امام بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اس کی سند کے تمام راویوں  
 کی توثیق کی گئی ہے ماسوا ایک راوی کے اور وہ ربیع بن انس ہے۔ ۵

۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۴۰۱-۴۰۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۰ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۴۰۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۴۔ حافظ عطاء الدین ابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۴ ص ۲۶۹-۲۷۰، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

۵۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۱ ص ۷۴-۷۵، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ



حافظ البیہقی نے اس حدیث کو امام بخاری کی سند کے ساتھ بیان کیا ہے۔  
(اس حدیث کا بقیہ حصہ ان شاء اللہ ہم واقعاتی ترتیب کے مطابق بعد میں ذکر کریں گے)۔

امام بخاری مالک بن صفیر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ ہم آسمان دنیا پر پہنچے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان کا دروازہ کھلویا۔ پوچھا گیا کون ہے؟ انھوں نے کہا جبرائیل ہے، پھر آسمان کے فرشتوں نے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے جواب دیا کہ ہاں! کہا گیا کہ انھیں خوش آمدید ہو۔ ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے دروازہ کھول دیا گیا، جب میں وہاں پہنچا تو آدم علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ آدم علیہ السلام ہیں، آپ انھیں سلام کیجئے! میں نے سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید جو صالح بیٹے اور صالح نبی کو۔ پھر جبرائیل علیہ السلام صیر سے بھرے) اوپر چڑھے، یہاں تک کہ دوسرے آسمان پر پہنچے، اور انھوں نے اس کا دروازہ کھلویا، پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل! دریافت کیا گیا تھا ہے ہمراہ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا گیا کہ وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں۔ اس اور دوسرے آسمان کے دربان نے کہا خوش آمدید جو ان کا آنا بہت اچھا اور مبارک ہے۔ یہ کہہ کر دروازہ کھول دیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو وہاں یحییٰ اور عیسیٰ علیہما السلام ملے اور وہ دونوں آپس میں معاملہ زاد بھائی ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یحییٰ اور عیسیٰ ہیں آپ انھیں سلام کیجئے، میں نے انھیں سلام کیا، ان دونوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید ہر صالح اور نبی صالح کو پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے تیسرے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلویا پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل! جبرائیل سے دریافت کیا گیا تھا ہے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے بتایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر دروازہ کھل دیا، پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں! اس کے جواب میں کہا گیا انھیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور نہایت مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو یوسف علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ یوسف ہیں انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، پھر انھوں نے کہا خوش آمدید جو صالح اور نبی صالح کو۔ اس کے بعد جبرائیل علیہ السلام مجھے چوتھے آسمان پر لے گئے اور اس کا دروازہ کھلویا پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل۔ پھر دریافت کیا گیا تھا ہے ہمراہ کون ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم، پھر پوچھا گیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں، چوتھے آسمان کے دربان نے کہا انھیں خوش آمدید ہو، ان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے اور دروازہ کھول دیا گیا، پھر جب میں وہاں پہنچا تو ادریس علیہ السلام ملے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ ادریس ہیں انھیں سلام کیجئے میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، اس کے بعد کہا خوش آمدید جو صالح اور نبی صالح کو، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے ساتویں آسمان پر لے کر اوپر چڑھے، یہاں تک کہ پانچویں آسمان تک پہنچے اور انھوں نے اس کا دروازہ کھلویا، پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا



جبرائیل! دریافت کیا گیا تھا ہے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں، پانچویں آسمان کے دربان نے کہا انھیں غرش آمدید ہوان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے، پھر جب میں وہاں پہنچا تو مارون علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ مارون ہیں انھیں سلام کیجئے میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا، پھر کہا خوش آمدید، مراح صالح اور نبی صالح کے لیے، پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے اوپر چڑھا لے گئے، یہاں تک کہ ہم چھٹے آسمان پر پہنچے جبرائیل علیہ السلام نے اس کا دروازہ کھلوا دیا۔ پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل، دریافت کیا گیا تھا ہے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ اس فرشتے نے کہا انھیں غرش آمدید ہوان کا آنا بہت ہی اچھا اور مبارک ہے۔ میں وہاں پہنچا تو مرسی علیہ السلام ملے، جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ مرسی ہیں انھیں سلام کیجئے۔ میں نے انھیں سلام کیا انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید، مراح صالح اور نبی صالح کو۔ پھر جب میں آگے بڑھا تو وہ روئے۔ ان سے پوچھا گیا آپ کیوں مدتے ہیں تو انھوں نے کہا میں اس لیے روتا ہوں کہ میرے بعد ایک مقدس لڑکا مبعوث کیا گیا جس کی امت کے لوگ میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوں گے۔ پھر جبرائیل علیہ السلام مجھے ساتویں آسمان پر چڑھا لے گئے اور اس کا دروازہ کھلوا دیا، پوچھا گیا کون؟ انھوں نے کہا جبرائیل۔ پوچھا گیا تھا ہے ساتھ کون ہے؟ انھوں نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پوچھا گیا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ انھوں نے کہا ہاں۔ تو اس فرشتے نے کہا انھیں غرش آمدید ہوان کا آنا بہت اچھا اور تہایت مبارک ہے پھر جب میں وہاں پہنچا تو ابراہیم علیہ السلام ملے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ یہ آپ کے باپ ابراہیم علیہ السلام ہیں، انھیں سلام کیجئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے انھیں سلام کیا، انھوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا خوش آمدید، مراح صالح اور نبی صالح کو، پھر میں سدرۃ المنتہی تک چڑھایا گیا تو اس درخت سدرہ کے کپل مقام بھر کے شکوک کی طرح تھے اور اس کے پتے لمبے کے کافی جیسے تھے۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہ سدرۃ المنتہی ہے اور وہاں چار نہریں تھیں دو پوشیدہ اور دو ظاہر۔ میں نے پوچھا اسے جبرائیل یہ نہریں کیسی ہیں؟ انھوں نے کہا ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ تو جنت کی نہریں ہیں اور جو ظاہر ہیں وہ نیل فرات ہیں پھر بیت المقدس میرے سامنے ظاہر کیا گیا۔ اس کے بعد مجھے ایک برقع ثلاب کا اور ایک دودھ کا اور ایک برتن شہد کا دیا گیا۔ میں نے دودھ کو لے لیا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا یہی فطرت (دین اسلام) ہے آپ اور آپ کی امت اس پر قائم رہیں گے۔

علامہ نظام الدین نیشاپوری سدرۃ المنتہی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

سدرۃ المنتہی وہ جگہ ہے جس سے آگے فرشتے نہیں جا سکتے اور کسی کو یہ علم ہے کہ سدرۃ المنتہی کے ماروا دیا گیا ہے۔ شہدار کی رو میں بھی یہاں تک جاتی ہیں۔

فَاَلْمَنْتَهٰی حَيْثُ لَا يَتَعَدٰى كَا مَلِكٍ وَلَا يَعْلَمُ مَا وَّرَآءَهَا حُدُودًا لِّیَنْتَهٰی اَسْرَاسُ الشَّهَادَةِ۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۹-۵۳۸، مطبوعہ نور محمد راجح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ  
۲۔ علامہ نظام الدین حسین بن محمد قسیمی نیشاپوری متوفی ۷۲۸ھ، تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ معصیۃ البانی اولادہ مصر



نیز علامہ نیشاپوری لکھتے ہیں:

ان جبرائیل تغلف عنه فی مقام: لودنوت  
انملة لاحترقت۔ ۱۷

علامہ اسماعیل حقی لکھتے ہیں:

وهو مقام جبرائیل وكان قد بقي هناك عند  
نحو وجه عليه السلام الى مستوى العرش وقال  
لودنوت انملة لاحترقت۔ ۱۸

ایک مقام پر جبرائیل آپ سے پیچھے رہ گئے،  
(اور کہا) اگر میں ایک پر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

یہ مقام جبرائیل ہے، جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
نے عرش کی جانب عروج فرمایا تو حضرت جبرائیل علیہ  
السلام وہیں رہ گئے اور کہا اگر میں ایک پر کے برابر  
بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

قاضی عیاض نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے:

تدلى الرفوف وفارقنى جبرائیل  
جبرائیل نے مجھے رُفوف پر بٹھایا اور مجھ سے  
جدا ہو گئے۔

ملا علی قاری لکھتے ہیں:

حسن بصری روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا: رب جلیل کے قرب کے مقام میں  
حضرت جبرائیل مجھ سے الگ ہو گئے اور کہا اگر میں ایک  
پر کے برابر بھی قریب ہوا تو جل جاؤں گا۔

عن الحسن قال فادقنى جبرائیل ای فی  
مقام قرب الجلیل وقال لودنوت انملة  
لاحترقت۔ ۱۹

علامہ عبد الوہاب شرنابل شیخ محی الدین ابن عربی سے نقل کرتے ہیں:

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہی کی طرف عروج کرایا گیا اس کے پہلے مشکوں کے برابر تھے اور اس کے  
پتے انسانی کے کانوں کی طرح تھے، آپ نے اس کو دیکھا اور اس کو اللہ کی طرف سے نور نے ڈھانپ رکھا تھا اور  
کئی شخص اس کی کیفیت بیان کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، کیونکہ شدت نور کی وجہ سے آنکھ اس کا ادراک نہیں کر سکتی،  
آپ نے دیکھا سدرہ کی جڑ سے چار دریا نکل رہے ہیں دو دریا ظاہری تھے اور دو دریا باطنی تھے، آپ کو حضرت جبرائیل  
نے بتایا کہ ظاہری دریا نیل اور فرات ہیں اور باطنی دریا جنت کی طرف جارہے ہیں، اور نیل اور فرات بھی قیامت  
کے دن جنت میں چلے جائیں گے اور یہ جنت میں شہد اور دودھ کے دریا ہوں گے، شیخ ابن عربی نے کہا ان  
دریاؤں سے پینے والوں کو مختلف قسم کے علوم حاصل ہوتے ہیں اور بتایا کہ جو آدم کے اعمال سدرۃ المنتہی کے

۱۷۔ ملا نظام الدین حسین بن محمد قاضی نیشاپوری متوفی ۷۷۸ھ، تفسیر نیشاپوری ج ۲ ص ۲۰، مطبوعہ مطبعۃ البابا وادوان مصر

۱۸۔ علامہ اسماعیل حقی متوفی ۱۱۳۷ھ، روح البیان ج ۹ ص ۲۲۲، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

۱۹۔ قاضی عیاض بن موسیٰ، مکی متوفی ۵۴۸ھ، الشفا ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ عبدالغواب اکیڈمی لبنان

۲۰۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، شرح الشفا علی ما فی نسیم الریاض ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت







امام بیہقی، حضرت ابوہریرہ کی سابق طویل حدیث کے آخر میں روایت کرتے ہیں:

اس وقت اللہ تعالیٰ آپ سے مکالمہ ہوا اور فرمایا: مانگیجے! آپ نے عرض کیا: تو نے حضرت ابراہیم کو غیبی بنایا اور ان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور تو نے حضرت موسیٰ سے کلام کیا، اور تو نے حضرت داؤد کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لیے دوسے کو نرم کر دیا اور ہمارے دل کو مسخر کر دیا، اور تو نے حضرت سلیمان کو ملک عظیم عطا فرمایا اور ان کے لیے ہمارے جنوں، انسانوں، شیطانوں اور عواذ کو مسخر کر دیا، اور ان کو اتنی عظیم سلطنت دی جو ان کے بعد اور کسی کے لائق نہیں ہے اور تو نے حضرت عیسیٰ کو توہریت اور انجیل کا علم عطا فرمایا اور انھیں مادرِ نادر اندھوں اور برص کے مریضوں کے لیے شفا دینے والا بنا دیا اور وہ تیری اجازت سے مردوں کو زندہ کرتے تھے اور تو نے ان کو اور ان کی والدہ کو شیطان سے اپنی پناہ میں رکھا۔ تب آپ کے رب نے فرمایا: میں نے آپ کو اپنا غیبی بنایا اور توہریت میں لکھا ہوا ہے کہ وہ غیبی الرحمان ہیں اور تمام لوگوں کی طرف آپ کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا، اور آپ کا شرح صدر کیا، اور آپ سے بوجھ و فکر کر دیا اور آپ کے ذکر کو بلند کیا، جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے اس کے ساتھ آپ کا ذکر ہوتا ہے (یعنی اذان وغیرہ میں) اور آپ کی امت تمام امتوں سے جبرئیل گئی اور آپ کی امتِ عادلہ بنائی گئی اور آپ کی امت کو اول اور آخر بنایا گیا، اور آپ کے امت کے بعض لوگوں کے دلوں میں آپ کی کتاب رکھی گئی اور ان کا کوئی خطبہ اس وقت تک درست نہیں ہوگا جب تک کہ وہ آپ کے عبد اور رسول ہونے کی گواہی دیں، اور میں نے آپ کو از روئے خلق کے تمام انبیاء میں اول اور آخرینے بعثت کے تمام انبیاء میں آخر بنایا اور آپ کو سبع ثانی (سورہ فاتحہ) اور سورہ بقرہ کی آیات قریش کے خزانے کے نیچے سے دی ہیں جو آپ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دیں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے رب نے مجھے نصیحت دی مجھ کو رحمت للعالمین بنایا، تمام انسانوں کے لیے بشیر اور نذیر بنایا، میرے دشمنوں کے دل میں ایک ماہ کی مسافت سے میرا رعب ڈال دیا، میرے لیے مالِ غنیمت کو حلال کر دیا جو مجھ سے پہلے کسی کے لیے حلال نہیں ہوا، اور تمام روئے زمین کو میرے لیے مسجد اور منجم کا نذرینہ بنایا اور مجھے کلام کے نواح، خواتیم اور جوامع عطا کیے اور مجھ پر تمام امت کو پیش کیا گیا اور اب امت کا کوئی فرد مجھ پر غصی نہیں ہے خواہ وہ تابع ہو یا مبتدع، پھر مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ساتویں آسمان سے اوپر سورۃ المقتدی پر پہنچے اور جبار رب العزت آپ کے نزدیک ہو گیا، پھر اللہ قریب ہوا حتیٰ کہ وہ آپ سے دو کمانوں کی مقدار برابر ہو گیا یا اس سے بھی نزدیک ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ جو آپ پر وحی نازل کرتا ہے اس نے آپ پر وہ وحی نازل کی اور آپ کی امت پر دن اور رات میں پچاس نمازیں فرض کر دیں، پھر آپ نے آٹھ سو صحابہ کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام تک پہنچے، حضرت موسیٰ نے آپ کو روک لیا اور کہا: یا محمد! آپ کے رب نے آپ کو کیا حکم دیا؟ آپ نے فرمایا: اس نے مجھ کو ہر روز (دن اور رات میں) پچاس نمازیں



پڑھنے کا حکم دیا ہے، حضرت موسیٰ نے فرمایا آپ کی امت اس کی طاقت نہیں رکھتی، آپ واپس جائیے تاکہ آپ کا رب آپ کی امت سے تخفیف کر دے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرائیل کی طرف متوجہ ہوئے، مگر با اس معاملہ میں ان سے مشورہ لیتے تھے، حضرت جبرائیل نے کہا ٹھیک ہے اگر آپ پسند کریں تو آپ پھر حضرت جبار میں پہنچے اور آپ نے اسی پہلے مقام میں پہنچ کر عرض کیا: اے رب، ہمارے یہ تخفیف کر دے جو کہ میری امت اٹنی نازوں کی طاقت نہیں رکھتی، تب اللہ تعالیٰ نے دس نازیں کم کر دیں، پھر آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچے، حضرت موسیٰ نے آپ کو پھر روک لیا، پھر حضرت موسیٰ آپ کو بار بار آپ کے رب کے پاس بھیجتے رہے حتیٰ کہ پانچ نازیں رہ گئیں، حضرت موسیٰ نے آپ کو پانچ نازوں پر پھر روک لیا اور کہا یا محمد! خدا کی قسم میں اپنی قوم بنو اسرائیل کا اس سے کم نازوں میں تجربہ کر چکا ہوں، وہ پانچ سے کم نازیں بھی نہ پڑھ سکے اور ان کو ترک کر دیا، آپ کی امت کے اجسام، ابدان، قلوب، آنکھیں اور کان تو ان سے زیادہ کمزور ہیں، آپ پھر جائیے اور اپنے رب سے تخفیف کرائیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر بار حضرت جبرائیل کی طرف متوجہ ہوتے تھے تاکہ وہ آپ کو مشورہ دیں اور حضرت جبرائیل نے اس کو ناپسند نہیں کیا اور آپ پانچویں بار پھر گئے اور عرض کیا اے میرے رب! میری امت کے جسم، دل، کان اور بدن کمزور ہیں آپ ہم سے تخفیف کر دیجئے۔ جبار نے فرمایا یا محمد! آپ نے فرمایا لبیک و سلامیک، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے لوح محفوظ میں جس طرح لکھ دیا ہے میرے اس قل میں تبدیلی نہیں ہوتی، ہر نیکی کا دس گنا اجر ہے، پس یہ لوح محفوظ میں پس پاس نازیں ہیں اور آپ پر پانچ نازیں فرض ہیں، آپ حضرت موسیٰ کی طرف لوٹے، حضرت موسیٰ نے پوچھا آپ نے کیا کیا، آپ نے فرمایا ہمارے رب نے تخفیف کر دی اور ہمارے یہ ہر نیکی کا دس گنا اجر کر دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا خدا کی قسم! میں بنو اسرائیل کا اس سے کم نازوں میں تجربہ کر چکا ہوں، انھوں نے اس سے کم نازوں کو بھی ترک کر دیا تھا، آپ پھر اپنے رب کے پاس جائیے اور ان نازوں میں بھی کمی کرائیے، آپ نے فرمایا اے موسیٰ! بد خدا مجھے اب اپنے رب سے جیسا آتا ہے پھر اسی رات آپ واپس آکر مسجد حرام میں سو گئے، اور صبح بیدار ہوئے۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ایک طویل حدیث کے آخر میں بیان کرتے ہیں، معراج کی صبح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو ان عجائبات کی خبر دی، آپ نے فرمایا میں گزشتہ رات بیت المقدس گیا اور مجھے آسمان کی معراج کرائی گئی اور میں نے فلاں فلاں چیزیں دیکھی، ابو جہل بن ہشام نے کہا کیا تم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی باتوں پر تعجب نہیں ہوتا، ان کا دعویٰ ہے کہ یہ گزشتہ رات بیت المقدس گئے اور صبح کو یہاں ہمارے ساتھ ہیں، حالانکہ ہم میں سے ایک شخص ایک ماہ مسافت طے کر کے بیت المقدس پہنچتا ہے اور پھر ایک ماہ کی مسافت طے کر کے یہاں واپس پہنچتا ہے، تو یہ آنا اور جانا دو ماہ میں طے ہوتا ہے اور یہ ایک رات میں جا کر واپس آ گئے، پھر آپ نے ان کو قریش کے قافلہ کی خبر دی اور فرمایا میں نے جاتے وقت اس قافلہ کو فلاں فلاں



جگہ رکھا ہے اور جب میں واپس لوٹا تو میں نے اس قافلہ کو فلاں گھاٹی کے پاس دیکھا ہے، پھر آپ نے قافلہ میں جانے والے ہر شخص اور اس کے اونٹ کی خبر دی کہ وہ اونٹ اس طرح تھا اور اس پر فلاں فلاں سامان لدا ہوا تھا، ابو جہل نے کہا انھوں نے ہمیں کئی چیزوں کی خبر دی ہے، پھر مشرکین میں سے ایک شخص نے کہا مجھے بیت المقدس کی عمارت اور اس کی ہیئت اور اس کی کیفیت کا سب سے زیادہ علم ہے، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کا ابھی پتا چل جائے گا، پھر اس مشرک نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے بیت المقدس کا سب سے زیادہ علم ہے، آپ مجھے اس کی عمارت، اس کی ہیئت اور پہاڑ سے اس کے قرب کے متعلق بتائیے، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، پھر جس طرح ہم کسی چیز کو دیکھتے ہیں آپ اس طرح دیکھ کر بیت المقدس کے متعلق بیان فرما رہے تھے، آپ نے بتایا کہ اس اس طرح اس کی عمارت ہے اور اس کی اس اس طرح ہیئت ہے اور وہ پہاڑ کے اس اس طرح قریب ہے، اس نے کہا آپ نے سچ کہا، پھر وہ اپنے اصحاب کے پاس گیا اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے دعوے میں سچے ہیں۔ ۱۷

اس حدیث کو امام ابن جریر طبرانی نے اپنی تفسیر میں روایت کیا ہے، امام ابن ابی حاتم نے بھی اس کو روایت کیا ہے، اور حافظ ابن کثیر نے بھی اس کا امام ابن جریر کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔ ۱۸

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب قریش نے میری تکذیب کی تو میں منیٰ اب کعبہ کے نیچے کھڑا ہو گیا اللہ تعالیٰ نے میرے لیے بیت المقدس منکشف کر دیا، پھر میں بیت المقدس کو دیکھ کر ہلکا ہوا، میں اس کی علامات کی خبر دیتا رہا۔ ۱۹

امام محمد بن اسحاق اپنی سند کے ساتھ حضرت ام لہی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج ہوئی، اس رات آپ میرے گھر میں سوئے ہوئے تھے، پھر اس رات میں نے آپ کو وہاں موجود نہ پایا، پھر آپ نے معراج کا پورا واقعہ بیان فرمایا اور فرمایا میرا ارادہ ہے کہ میں قریش کو بتلاؤں کہ میں نے اس رات کیا کیا دیکھا ہے، میں نے آپ کا دامن پکڑ لیا اور کہا اگر آپ اپنی قوم کے پاس گئے تو وہ آپ کا انکار کریں گے اور آپ کی تکذیب کریں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا دامن چھڑا کر اپنی قوم کے پاس تشریف لے گئے، آپ نے ان کے پاس جا کر ان کو واقعہ معراج کی خبر دی، جبیر بن مطعم نے کہا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر واقعی تم اس رات وہاں گئے ہو تو اس وقت ہمارے پاس نہ ہوئے، ایک شخص نے

۱۷۔ امام ابوبکر احمد بن حنبل بیہقی متوفی ۲۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۹۶-۳۹۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۸۔ حافظ ابوالدین ابن کثیر متوفی ۷۴۲ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ دارہ اندلس بیروت ۱۳۸۵ھ

۱۹۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۵ھ، صحیح بخاری ج ۶ ص ۵۴۸، مطبوعہ نوریہ اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ



کہا اسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے فلاں فلاں جگہ ہمارے اونٹوں کو دیکھا تھا؟ آپ نے فرمایا ہاں بخدا میں نے دیکھا ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اس کو ڈھونڈ رہے تھے، اس شخص نے کہا کیا آپ ہر فلاں کے اونٹوں کے پاس سے گزرتے تھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے ان کو فلاں فلاں جگہ دیکھا، ان کی مٹھی رنگ کی اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹ گئی تھی، ان کے پاس پیالے میں پانی تھا جس کو میں نے پی لیا، اس نے کہا اچھا بتائیے ان کی اونٹنیاں کتنی تھیں اور ان کے چرواہے کون کون تھے؟ آپ نے فرمایا میں نے اس وقت، ان کی گفتگو کی طرف توجہ نہیں کی تھی تو اسی وقت وہ اونٹ اور ان کے چرواہے آپ کے پاس حاضر کر دیے گئے۔ آپ نے اونٹوں کو گن لیا اور ان کے چرواہوں کو جان لیا، پھر آپ نے قریش سے فرمایا تم نے مجھ سے ہر فلاں کے اونٹوں کی تعداد اور ان کے چرواہوں کے متعلق پوچھا تھا، سو ان اونٹوں کی تعداد اتنی ہے اور ان کے فلاں فلاں چرواہے ہیں، اور ان میں ابو قحافہ کے بیٹے (حضرت ابوبکر) کے بھی چرواہے ہیں، اور صحیح یہ اونٹ وادی ثقیف میں پہنچ جائیں گے، وہ لوگ صبح وادعی ثقیف دیکھنے کے لیے پہنچ گئے کہ آیا آپ نے یہ فرمایا ہے یا نہیں؟ سو وہ اونٹ آگئے، ان لوگوں نے اونٹ والوں سے پوچھا کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہو گیا تھا؟ انھوں نے کہا ہاں، پھر دوسرے سے پوچھا کیا تمہاری سرح اونٹنی کی ٹانگ ٹوٹی تھی، انھوں نے کہا ہاں پھر انھوں نے پوچھا کیا تمہارے پاس پیالہ تھا؟ حضرت ابوبکر نے کہا بے خدا میں نے وہ پیالہ کھا تھا، اس سے کسی نے پانی پیا تھا نہ کسی نے اس پانی کو زمین پر گرایا تھا اور وہ پانی ختم ہو گیا تھا (حضرت ابوبکر نے کہا میں اس کی تصدیق کرتا ہوں، پھر اسی دن سے حضرت ابوبکر کا لقب صدیق ہو گیا۔ لے

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں:

امام ابن ابی حاتم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے (اس روایت کے آخر میں ہے:) صحیح کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے سامنے واقعہ معراج سنایا، وہ لوگ حضرت ابوبکر کے پاس گئے اور کہا اسے ابوبکر! تمہارے پیغمبر یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ گذشتہ رات ایک ماہ کی مسافت کا سفر کر کے واپس لوٹ آئے ہیں، اب بولو کیا کہتے ہو؟ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اگر واقعی آپ نے یہ فرمایا ہے تو سچ فرمایا ہے اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں! اور میں تو اس سے زیادہ یقیناً باتوں میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں، آپ آسمان سے آنے والی خبریں بیان کرتے ہیں اور میں ان کی تصدیق کرتا ہوں! مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا آپ کے دوست پر کیا ریل ہے؟ آپ نے فرمایا میں فلاں فلاں جگہ پر قریش کے تافلہ کے پاس سے گذرتا تھا، مجھے دیکھ کر ایک اونٹ بدگن کر بھاگا اور ہلکے لگا نے لگا، اور اس تافلہ میں ایک اونٹ تھا جس پر سیاہ اور سفید رنگ کی دو بلیاں لدی ہوئی تھیں وہ گہر پڑا اور اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی، جب تافلہ واپس آیا تو انھوں نے تافلے والوں سے پوچھا تو انھوں نے اسی طرح بیان کیا جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا تھا اور اسی دن سے حضرت ابوبکر کا نام صدیق پڑ گیا۔ لے

لے۔ حافظ عبد الدین ابن کثیر مترجم ۴، ۵، ۶، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۶، مطبوعہ ادارہ المدلس بیروت، ۱۳۸۵ھ

لے۔ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۴۸،



امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

اسماعیل بن عبد الرحمن قرشی بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوم کو قافلہ کی علامتوں کی خبر دی، تو انہوں نے کہا یہ قافلہ کب آئے گا؟ آپ نے فرمایا یہ قافلہ بدھ کو آئے گا، پھر بدھ کے دن قریش صبح سے قافلہ کے انتظار میں بیٹھے تھے، حتیٰ کہ دن غروب ہوئے لگا اور قافلہ نہیں آیا تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تو دن بڑھا دیا گیا اور سورج کو روک دیا گیا، اور سورج کو صرف اس دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے روکا گیا تھا یا حضرت یوشع بن نون کے لیے جب جہو کے دن انہوں نے جبارین سے جہاد کیا تھا اور ان کے فارغ ہونے سے پہلے سورج غروب ہوئے لگا تو انہوں نے دعا کی کہ سورج کو منور کر دیا جائے کیونکہ ہفتہ کے دن ان کے لیے جنگ کو ناجائز نہ تھا۔

علامہ زرقاتی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں ہے کہ قافلہ بدھ کے دن نصف المنہار کے وقت آگیا تھا یہ روایت اس کے خلاف ہے لیکن حقیقت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کیونکہ آپ میں قافلہ کے پاس سے گزرتے تھے اور مشرکین میں سے ہر ایک نے اپنے قافلہ کے متعلق پوچھا تھا ان میں سے ایک قافلہ بدھ کی درپہر آگیا تھا اور یہ قافلہ بدھ کی شام کو پہنچا تھا۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں:

حافظ ابو نعیم اصفہانی نے دلائل النبوت میں اپنی سند کے ساتھ محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت وحیہ بن خثیمہ کو قیصر روم کے پاس بھیجا۔ ہرقل (شاہ روم) نے ابوسفیان منجر بن حرب کو ملا یا۔ ابوسفیان اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ہرقل کی نگاہوں میں نہ تھا کہ ناچا تھا تھا، اس نے کہا: اے بادشاہ! کیا میں تم کو ایسی بات بتاؤں جس سے ان کا جھوٹا ہونا قائم ہو جائے؟ ہرقل نے کہا: بتاؤ وہ کیا بات ہے؟ ابوسفیان نے کہا وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک رات وہ ہماری زمین ارض حرم سے نکلے اور تمہاری اس مسجد مسجد اقصیٰ میں پہنچے اور اس رات صبح سے پہلے ہمارے پاس واپس آگئے، مسجد اقصیٰ کا بطریق خیمہ روم کے سر کے پاس کھڑا تھا، اس نے کہا مجھے اس رات کا علم ہے، قیصر نے پوچھا تمہیں کیسے علم ہے؟ اس نے کہا میں ہر رات کو سوتے سے پہلے مسجد کے دروازے پر گیا کرتا تھا، اس رات کو میرے قیصر کے دروازے پر بند کر دیے مگر میں ایک دروازہ بند نہیں کر سکا، میں نے بڑبڑوں (دھکے مارے) کو بلایا انہوں نے دیکھ کر کہا اس دروازے کے اوپر والی چوڑکھٹ بنے بیٹھ گئے، اس وقت ہم اس کو ٹھیک نہیں کر سکتے صبح دیکھیں گے میں اس رات دونوں کو مار کھلے چھوڑ گیا، صبح میں آیا تو دیکھا مسجد کے قریب پتھر میں سوراخ تھا اور اس میں سواری کو باندھنے کا نشانہ تھا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا گزشتہ رات یہ دروازہ صرف میری کے لیے کھلا رکھا گیا تھا اور گزشتہ رات ہماری اس مسجد میں ناند بڑھائی گئی تھی۔

۱۔ امام ابو نعیم احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوت ج ۲ ص ۴۰۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی مالکی متوفی ۱۱۴۲ھ، شرح المصابیح، المصنف ج ۶ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۳ھ

۳۔ حافظ محمد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ ادارہ اندلس بیروت، ۱۳۸۵ھ



علامہ بدر الدین علیہ السلام فرماتے ہیں:

رات میں معراج کو آنے کے اسرار

رات کے وقت معراج کرانے کی حسب ذیل وجہ ہیں:

۱۔ رات کو خلوت، انقباض اور محاسن ملک کا وقت ہوتا ہے، اور یہ دن کے وقت سے افضل اور اشرف ہے، یہ وقت اجہاد سے راز و نیاز کا ہوتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد انبیاء علیہم السلام کو رات کے وقت مختلف کلمات سے نوازا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فلما جن علیہ اللیل ساری کو کہا۔

(انعام: ۷۶)

حضرت لوط علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

فامس باہدق بقطم من اللیل۔

(حجر: ۶۵)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رات کے وقت سرگوشی کی:-

فقال لاہلما مکثوا فی النست نادا۔

(طہ: ۱۰)

جب موسیٰ نے اپنی زوجہ سے کہا ٹھہرو

بے شک میں نے آگ دیکھی ہے۔

اور حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ رات کے وقت نبو اسرائیل کو مصر سے بائیں۔

تو میرے بندوں کو راتوں رات سے جاڑ یقیناً

فامر بعبادی لیلا انکو متبعون۔

(دخان: ۲۳)

نتہا رات قاب کیا جائے گا۔

اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زیادہ انعام رات کے وقت عطا فرمائے، شوق القمر کا معجزہ رات میں

ہوا، حق آپ پر رات کے وقت ایمان لائے، مدینہ کی طرف ہجرت رات میں ہوئی اور غار ثور میں بھی رات کے وقت گئے، سو معراج بھی رات میں کر لئی گئی۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں رات کو دن پر مقدم فرمایا ہے:

وجعلنا اللیل والنہار آیتین (اسراء: ۱۲)

ہم نے رات اور دن کو دو نشانیاں بنایا ہے۔

ومسحو لکم اللیل والنہار۔ (نحل: ۱۲)

اور رات اور دن کو تمہارے لیے مسح کر دیا۔

۴۔ رات اصل سے، اسی لیے مہینہ کی ابتداء رات سے ہوتی ہے اور رات کی سیاہی میں آنکھ کی روشنی تیز ہوتی

ہے، اور چاند کا چہرہ چمکتا ہے۔

۵۔ رات کو دن لازم ہے، لیکن ہر دن کو رات لازم نہیں ہے، کیونکہ روزِ محشر کے بعد رات نہیں ہوگی۔

۶۔ رات کا وقت دعا کی قبولیت، عطا اکہی اور بخشش کا وقت ہے۔

۷۔ یلۃ القدر رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے اور ہزار مہینوں میں کتنے دن اور کتنے

جمعہ ہیں۔







ان احادیث میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضرت ام ہانی کا گھر شعب ابی طالب میں تھا، آپ ام ہانی کے گھر سے تھے۔ ان کے گھر کی چھت کو شق کیا گیا، اور آپ نے ان سے تلقین کی بناء پر ان کے گھر کو اپنا گھر فرمایا، پھر چھت سے فرشتہ اتر آیا اور آپ کو حضرت ام ہانی کے گھر سے مسجد حرام لے گیا، وہاں جا کر آپ بیٹ گئے اور آپ کو اونگھ آگئی، پھر فرشتہ آپ کو مسجد کے دروازے پر لے گیا اور وہاں سے آپ کو براق پر سوار کر لیا، امام ابن اسحاق نے حسن بصری سے سنا روایت بیان کی ہے کہ حضرت جبرائیل آپ کے پاس آئے، آپ کو مسجد میں لے گئے اور آپ کو براق پر سوار کر لیا، اس روایت سے بھی اس تطبیق کی تائید ہوتی ہے۔

**حضرت ام ہانی کے گھر کی چھت شق کر کے فرشتہ کے آنے کی وجوہات کے اصرار** | حضرت ام ہانی چھت کو شق کر کے آیا تاکہ واقعہ معراج کا ایسا نمونہ وقوع پذیر ہو نامزید واضح ہو، دوسری وجہ یہ ہے کہ فرشتہ نے آنے کے لیے معروف طریقہ اور معمول کے مطابق آنے کے راستہ کو ترک کر کے چھت شق کر کے خلاف عادت اور غیر معمولی راستہ اختیار کیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ سفر بھی غیر معمولی نوعیت کا حامل اور خلاف عادت سے اور عیسوی وجہ یہ ہے کہ چھت کو شق کیا گیا تاکہ تنبیہ ہو کہ اس سفر میں آپ کا شوق صدر ہو گا اور سینہ مبارک چاک کیا جائے گا اور چھتی وجہ یہ ہے کہ فرشتہ دروازہ کی بجائے اوپر سے آیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ سفر اوپر کی جانب ہو گا۔

**نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے سفر معراج شروع نہ ہونے کے اصرار** | معراج کی شب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر نہیں سوئے بلکہ حضرت ام ہانی کے گھر جا کر سوئے، اس کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ آپ کے گھر کو آپ کی مستقل مکنت کی وجہ سے دیے ہی فضیلت حاصل تھی، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چاہا ہو کہ حضرت ام ہانی کے گھر کو یہ فضیلت حاصل ہو جائے کہ اس گھر سے آپ کو معراج ہوئی اور اس وجہ سے حضرت ام ہانی کا چرچا ہو، کیونکہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کا ذکر ہو گا تو حضرت ام ہانی کا بھی ذکر ہو گا کیونکہ ان کے گھر سے سفر معراج کی ابتداء ہوئی ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے آداب یہ ہیں کہ آپ کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ کیا جائے، کے پیچھے سے آپ کو آواز دینا دونوں ممنوع ہیں۔

قرآن مجید میں ہے:

یا ایہا الذین آمنوا لا تنبی کے گھر میں بلا اجازت

داخل نہ ہو۔

یا ایہا الذین آمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الا ان ینذركم  
یؤذن لکم۔ (احزاب: ۵۳)

بے شک جو لوگ آپ کو خبر دیں گے کہ آپ سے  
پکارتے ہیں ان میں سے اکثرے وقوف ہیں اور اگر  
وہ صبر کرتے حتیٰ کہ آپ خود ان کی طرف باسر انشرف

ان الذین ینادونک من ورائہم فاجابتہم  
اکثرہم لا یعقلون ۚ ولوا انہم صبروا حتی  
تخرج الیہم لکان خیرا لہم

۱۴۴۱ھ - حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن عبد العزیز عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۴، ص ۴۰۴، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور



(حجرات، ۵-۴)

نے آتے تو ضرور ان کے لیے بہت اچھا ہوتا۔

امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

اوصلت الی الخلق کما خلت علیہ  
 اس کا مقصد یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول ہیں، اس لیے فرشتوں کے لیے بھی یہ  
 جائز ہیں کہ وہ بلا اجازت آپ کے گھر میں داخل ہوں یا آپ کو گھر کے باہر سے آواز دے کہ پکاریں، سو اگر آپ  
 اپنے گھر میں ہوتے تو فرشتوں کے لیے آپ کو مسجد حرام میں سے جانا دشوار ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ  
 کے دل میں یہ ڈالا کہ آپ حضرت ام ہانی کے گھر جا کر سورج نکلے فرشتے اپنا تک آپ کے پاس آئیں اور آپ کو مسجد حرام  
 میں سے جائیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ کے گھر کو یہ عزت اور خصوصیت آپ کی وجہ سے حاصل ہوئی تھی لیکن اس  
 گھر کے یہ آداب نہیں تھے، تو جب آپ حضرت ام ہانی کے گھر چلے گئے تو اب اس گھر کے آداب برسرِ گئے اور وہاں بھی  
 بلا اجازت داخل ہونا ممنوع ہو گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس گھر میں آپ کی مستقل سکونت ہو اس کی نسبت  
 اور اضافت آپ کی طرف ہوتی ہے اور قرآن مجید نے اسی کے آداب اور احکام بیان کیے ہیں اور جس گھر  
 میں آپ چند وقفوں کے لیے جائیں وہ آپ کا گھر نہیں کہلاتا اور نہ قرآن مجید نے اس کے آداب اور احکام بیان  
 کیے ہیں۔

**شق صدر کے متعلق احادیث کی تخریج اور تحقیق** | آپ کا سینہ مبارک تین بار چاک کیا گیا، ایام طولیت  
 میں، بعثت کے وقت اور معراج کے موقع پر۔

پہلی بار یحییٰ بن آپ کے شق صدر کے متعلق امام مسلم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے  
 کہ آپ (یحییٰ بن) یحییٰ کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ اچانک جبرائیل آئے آپ کو ٹا کا کہ آپ کا سینہ چیرا اور آپ  
 کا دل نکال لیا، پھر دل میں سے جا ہوا خون نکالا اور کہا یہ شیطان کا حصہ تھا۔  
 اس حدیث کو مزید تفصیل کے ساتھ حافظ ابونعیم نے روایت کیا ہے:-

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا  
 رسول اللہ! آپ پر نبوت کی ابتداء کس چیز سے ہوئی، آپ نے فرمایا جب تم نے یہ سوال کر ہی لیا ہے تو سنو  
 میں دس سال کی عمر میں صحارہ میں جا رہا تھا، اچانک میں نے اپنے سر کے اوپر دو آدمیوں کو دیکھا، ایک نے  
 دوسرے سے کہا: کیا یہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں! انہوں نے گدھی سے پکڑ کر مجھے گرا دیا، پھر میرے  
 پیٹ کو چاک کیا، جبرائیل سونے کے طشت میں پانی لائے تھے، اور میکائیل میرا پیٹ دھو رہے تھے  
 پھر ایک نے دوسرے سے کہا اب ان کا سینہ چاک کرو۔ پھر میں نے دیکھا کہ میرا سینہ چاک ہو چکا تھا اور



مجھے بالکل درد نہیں ہوا، پھر کہا ان کا دل شق کرد، پھر میرا دل چیرا، پھر کہا اس میں سے کینہ اور حسد نکال دو، تو انھوں نے ایک جے ہوئے خون کے مشابہ چیز نکال کر پھیلا دیا، پھر کہا ان کے دل میں شفقت اور رحمت داخل کردو، تب انھوں نے چاندی کی طرح کوئی چیز داخل کی، اور انھوں نے اپنے پاس سے کوئی پسلی، مومئی چیز نکالی اور وہ اس پر چھڑکی، پھر انھوں نے میرے پیڑ کے انگوٹھے کو ہلایا اور اس کے بعد انھوں نے مجھ سے کہا جاؤ، میں چلا گیا اور اس کے بعد میرے دل میں چھڑکوں پر رحمت اور بڑوں کی ترقیر سما گئی۔ لہ  
اس حدیث کو امام محمد بن سعد، امام بیہقی، امام احمد، امام دارمی اور امام حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور اس حدیث کا حافظ ابن کثیر اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی ذکر کیا ہے۔  
حافظ البیہقی نے اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی کے حوالوں سے نقل کیا ہے اور لکھا ہے کہ امام احمد کی سند حسن ہے۔

امام ابن حبان نے اس حدیث کو از عبد اللہ بن جعفر از حلیہ سعدیہ روایت کیا ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:  
قال اتانی رجلان علیہما ثیاب بیض  
فأضجعانی ثم شق بطنی فواللہ ما ادری  
ما صنعوا۔ لہ  
راپ نے حلیہ سعدیہ کو بتایا کہ میرے پاس سفید کپڑوں میں بلوس دو آدمی آئے، انھوں نے مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا، یہ خدا مجھے پتا نہیں چلا کہ انھوں نے کیا کیا۔ یعنی مجھ کو بالکل درد نہیں ہوا۔

حافظ البیہقی نے اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ لہ  
حضرت ابومریرہ کی مذکور الحدیث کو حافظ البیہقی نے امام طبرانی کے حوالے سے ذکر کیا ہے اس

- ۱۔ حافظ ابونعیم احمد بن عبد اللہ اصبہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوة ج ۱ ص ۲۲۰-۲۱۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت
- ۲۔ امام محمد بن سعد متوفی ۲۴۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۱ ص ۱۱۲، مطبوعہ دار صادر بیروت ۱۳۸۸ھ
- ۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۱ ص ۱۳۶، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت
- ۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۲۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ
- ۵۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۱ ص ۱۷-۱۶، مطبوعہ نشر السنۃ لبنان
- ۶۔ امام ابو عبد محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۶۱۶، مطبوعہ دار الباز للنشر والتوزیع مکہ مکرمہ
- ۷۔ حافظ حامد الدین ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۵۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۳ھ
- ۸۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حبیب عسقلانی متوفی ۸۵۴ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۶۰، ج ۱ ص ۳۸۱، مطبوعہ دار النشر الکتب العلمیہ بیروت
- ۹۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۷۲۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۲ھ
- ۱۰۔ امیر علاؤ الدین علی بن بیان فارسی متوفی ۷۳۹ھ، الاحسان بترغیب صحیح ابن حبان ج ۹ ص ۸۲، مطبوعہ دار الکتب العربیہ ۱۴۰۰ھ
- ۱۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۷ھ، موارد الفکاہ ص ۵۱۳، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت



میں ہے:

فَاقْبَلِ الْيَمِينِيَّاتِ حَتَّىٰ اخْذَ كُلَّ وَاحِدٍ  
مِنْهُمَا بَعْضُيْكَ لَا اخْذَ لَكَ خُذْهُمَا مِمَّا فَعَّلَا  
أَحَدُهُمَا لَصَاحِبِهِ أَضْجَعُهُ فَاَضْجَعَا فِي بِلَادٍ  
قَصْرٍ وَلَا هَضْبٍ أَفْعَلَا أَحَدُهُمَا لَصَاحِبِهِ  
أَخْلَقَ صَدْرَهُ فَهَوَىٰ أَحَدُهُمَا إِلَىٰ صَدْرِي  
فَفَلَقْتُهَا قِيمَا أَرَىٰ بِلَادَهُمْ وَلَا وَجْهَ الْحَدِيثِ  
رَوَاهُ عَبْدُ اللَّهِ وَدَجَّالُهُ ثَقَاتٌ وَثَقُّهُمْ  
ابن حبان - ۱۰

دو شخص میرے پاس آئے ان میں سے ہر ایک  
نے مجھے بازو سے پکڑا، مجھے ان کے پکڑنے سے  
کوئی درو نہیں ہوا، ان میں سے ایک نے دوسرے  
سے کہا ان کو لٹاؤ، انھوں نے مجھے جھکائے بیڑ  
لٹا دیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا سینہ  
چاک کر دو، پھر ان میں سے ایک نے میرا سینہ چاک  
کیا، میں یہ منظر دیکھ رہا تھا، میرا خون نکلا اور نہ مجھے  
درو ہوا (الاحمدیہ) اس حدیث کو امام عبد اللہ نے  
روایت کیا ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، اور امام  
ابن حبان نے ان کی توثیق کی ہے۔

ہم نے بہ کثرت سوالہ جات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں شوق صدر کا واقعہ اس لیے بیان کیا  
ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق صدر ہوا تھا اس وقت آپ کا خون نکلا تھا نہ آپ  
کو درو ہوا تھا۔

دوسری بار آپ کا شوق صدر بعثت کے موقع پر ہوا تھا، امام ابو نعیم اصفہانی اپنی سند کے ساتھ روایت  
کرتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حدیجہ رضی اللہ عنہا نے ندرانی  
کو وہ ایک ماہ غار حرا میں اعتکاف کریں گے، یہ رمضان کے مہینہ کا واقعہ ہے، ایک دفعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
نکلے تو آپ کو آواز آئی، السلام علیک آپ نے فرمایا میں نے گمان کیا کہ اچانک کوئی حق آگیا ہے، میں دوڑتا ہوا حضرت حدیجہ  
کے پاس گیا، انھوں نے مجھے پکڑا اڑھایا، اور پوچھا اسے ابن عبد اللہ کیا بات ہے؟ میں نے کہا میں نے السلام  
علیک کی آواز سنی اور میرا خیال ہے کہ وہ حق ہے، حضرت حدیجہ نے کہا آپ کو خوشخبری ہو، سلام تو اچھی چیز  
ہے، آپ نے فرمایا میں دوبارہ نکلا تو حضرت جبرائیل صرب میں کھڑے تھے، ان کا ایک پر مشرق میں تھا اور ایک  
پر مغرب میں تھا، آپ نے فرمایا میں ان سے خوفزدہ ہوا، میں دوڑتا ہوا آیا تو وہ میرے اور دروازے کے  
درمیان کھڑے تھے، انھوں نے مجھ سے باتیں کیں حتیٰ کہ میں ان سے مانوس ہو گیا، انھوں نے مجھ سے پھر ملنے  
کا وعدہ کیا، میں ان کے لیے گیا اور انھوں نے تاخیر کی میں نے کوششے کا ارادہ کیا تو اچانک میں نے دیکھا جبرائیل  
اور میکائیل کھڑے ہیں، اور انھوں نے افاق کو بھریا ہے، پھر جبرائیل نیچے اتر آئے اور میکائیل آسمان اور زمین  
کے درمیان کھڑے رہے، پھر جبرائیل نے مجھے پکڑ کر گدی کے بل ٹا دیا، پھر میرے دل کو شوق کیا، پھر دل کو



باہر نکالا اور اس میں سے جو میاں نکالا پھر اس کو سونے کے طشت میں رکھ کر زمزم کے پانی سے دھویا، پھر اس کو اپنی جگہ رکھ کر جوڑ دیا اور زخم بند کر دیا، پھر مجھے اس طرح اٹا کیا جس طرح چمڑے کو پلٹتے ہیں، پھر میری پشت پر مہر لگائی، جس کا اثر میں نے اپنے دل میں محسوس کیا، پھر مجھ سے کہا اقسدا "پڑھیے" میں نے اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی، اس لیے میں نے نہیں جانا کہ میں کس طرح پڑھوں، اس نے پھر کہا اقسدا "پڑھیے" میں نے کہا میں کیا پڑھوں اس نے کہا:

اقرا باسم ربك الذي خلق - اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا ہے۔ (علق: ۱)

حتیٰ کہ اس نے سورۃ علق کی پانچ آیتیں پڑھیں، ان آیتوں کو میں بالکل نہیں بھولا، (احادیث)۔ ۱۔  
اس حدیث کو امام ابو داؤد و طحاہی نے بھی اپنی مستند روایت کیا ہے، دیکھیے حدیث نمبر ۲۳۱۸، علامہ سیوطی نے اس حدیث کو امام ابن ابی الدنیا کی سند کے ساتھ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا آپ کو کیسے یقین ہو گیا کہ آپ نبی ہیں اور آپ نے اپنی نبوت کو کیسے جانا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ سنایا۔ ۲۔  
حافظ ابن کثیر نے بھی اس حدیث کو حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا ہے۔ ۳۔  
حافظ ابن حجر عسقلانی نے امام ابو داؤد و طحاہی کی سند کے حوالے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کا ذکر کیا ہے۔ ۴۔

بیز حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کا حافظ ابو نعیم اصفہانی، امام ابو داؤد و طحاہی اور امام بیہقی کی دلائل النبوت کے حوالے سے ذکر کیا ہے لیکن مجھے یہ حدیث امام بیہقی کی دلائل النبوت میں بسیار تلاش کے باوجود نہیں ملی، ہو سکتا ہے حافظ ابن حجر عسقلانی کو دلائل النبوت کے نام سے القباس ہوا ہو، کیونکہ یہ حدیث حافظ ابو نعیم اصفہانی کی دلائل النبوت میں ہے، امام بیہقی کی دلائل النبوت میں نہیں ہے، واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔  
میر میری بار آپ کا شتی صدر معراج کے موقع پر ہوا تھا، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن معصور رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے معراج کرائی گئی میں طیم کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا، میرے پاس ایک آنے والا فرشتہ آیا اس نے یہاں سے لے کر یہاں تک میرا سینہ چاک کر دیا، راوی کہتا ہے میں نے جاوہ سے پوچھا اس سے آپ کی کیا مراد تھی؟ انھوں نے کہا علقم سے

۱۔ حافظ ابو نعیم احمد بن عبد اللہ اصفہانی متوفی ۴۳۰ھ، دلائل النبوة ج ۱ ص ۲۱۶-۲۱۵، مطبوعہ دار السنن

۲۔ علامہ ابو الفاسم عبد الرحمن بن عبد اللہ سیوطی متوفی ۸۹۱ھ، المروض الاثر ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ مکتبۃ فاروقیہ مٹان

۳۔ حافظ عماد الدین ابو الفدا ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ، البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۰۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۲۹۳ھ

۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۶۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت

۵۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۲ ص ۲۸۱، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ







ملا رہے ہیں:

”هَذَا حَظُّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ“ کے اسرار

یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں؟ اور آپ کو کس سبب سے اپنی نبوت پر یقین ہوا؟ آپ نے فرمایا اسے ابوذر! جس وقت میں کہہ کی وادی میں تھا میرے پاس دو فرشتے آئے، ان میں سے ایک فرشتہ زمین پر تھا اور دوسرا زمین اور آسمان کے مابین تھا، ایک فرشتے نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے کہا ہاں یہ وہی ہیں، اس نے کہا ان کا ایک آدمی کے ساتھ وزن کرو اس نے میرا ایک آدمی کے ساتھ وزن کیا تو میرا وزن زیادہ تھا اس نے کہا دس آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے دس آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر اس نے کہا سو آدمیوں کے ساتھ وزن کرو اس نے سو آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر اس نے کہا ان کا ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کرو، اس نے ایک ہزار آدمیوں کے ساتھ وزن کیا پھر بھی میرا وزن زیادہ تھا، پھر ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ چاک کرو، اس نے میرا پیٹ چاک کیا اس سے میرا دل نکلا اور اس میں سے معزز شیطان (شیطان کے انگلی چھوئے کی جگہ) اور مجھے ہونے لگا اور ان دونوں چیزوں کو پھینک دیا، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ اس طرح دھو جس طرح برتن دھوتے ہیں اور ان کا دل اس طرح دھو جس طرح برتن دھوتے ہیں، پھر ایک نے دوسرے سے کہا ان کا پیٹ سیو، تو اس نے میرا پیٹ سیاہ کیا اور اس نے میرے دو گمڑھوں کے درمیان مہر (نبوت) کو رکھ دیا جیسے کہ وہ اب ہے پھر وہ دونوں چیمچ پھر کر چلے گئے اور میں گویا کہ ان تمام کاموں کا مشاہدہ کر رہا تھا (علامہ سہیلی فرماتے ہیں: اس حدیث میں ان چیزوں کا بیان ہے جن کو پہلی حدیث میں بھلا ذکر کیا گیا تھا، کیونکہ اس حدیث میں آپ نے یہ فرمایا ہے کہ فرشتہ نے معزز شیطان (شیطان کے انگلی چھوئے کی جگہ) اور مجھے ہونے لگا اور ان کا دل اس طرح دھو جس طرح برتن دھوتے ہیں، اس چیز کو تلاش کر کے نکالا جس چیز میں شیطان حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے سوا ہر پیدا ہونے والے بچے کو چھوتا ہے، کیونکہ ان کی والدہ حق سے یہ دعا کرتی تھیں:

اٰفِ اَعِيْذُهَا بِكَ وَذِيْئَتِهَا مِنَ الشَّيْطَانِ

یہ اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان رحیم کے

شر سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔

(زال عمران، ۳۶)

الرحیم۔

اس دعا کی قبولیت کی وجہ سے شیطان حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کو پیدا ہوتے وقت چھو نہیں سکا اور اس سے حضرت عیسیٰ کی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس فرقہ کو نکال دیا گیا اور روح القدس نے برف اور ٹھنڈے پانی سے آپ کے دل کو دھو کر اس میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا۔

اس حدیث سے ایک اور مسئلہ بھی معلوم ہوا وہ یہ ہے کہ پہلے اس کا علم نہیں تھا کہ مہر نبوت آپ کی تخلیق کے وقت تھی یا آپ میں ولادت کے بعد رکھی گئی یا جس وقت آپ نبی بنائے گئے اس وقت آپ میں مہر نبوت رکھی



گئی تھی، اس حدیث سے یہ معلوم ہو گیا کہ جن ایام میں آپ علیہ السلام کے ہاں تھے ان دنوں میں حضرت جبرائیل نے آپ میں مہر نبوت رکھی تھی۔ جی صلے اللہ علیہ وسلم سے شوق صدر کا واقعہ دو طرح منقول ہے، ایک یہ ہے کہ جب ایام رضا میں آپ بنو سعد کے ہاں تھے اس وقت آپ کا شوق صدر ہوا، آپ کے پاس سونے کا ایک طشت لایا گیا جس میں برف تھی اس کے ساتھ آپ کے قلب کو دھویا گیا، دوسری بار شب معراج کے موقع پر آپ کے قلب کو زمر کے پانی سے دھویا گیا اور اس کو ایمان اور حرکت سے بھر دیا گیا۔

ہم پہلے احادیث سے باحوالہ یہ بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کا جب شوق صدر ہوا تو آپ کا خون ٹھکانہ آپ کو درد ہوا، اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی بشریت عام بشروں کی طرح نہیں ہے، کیونکہ کسی بشر کے متعلق یہ تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اس کا سینہ چیرا جائے اور اس کو درد ہو نہ اس کا خون نکلے، ہمارا حال تو یہ ہے کہ ہماری انگلی میں پھانسی بھی پیچھ جائے تو بے گل اور بے چین ہو جاتے ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلقوم سے ناف تک سینہ چیر دیا گیا اور آپ کو درد نہیں ہوا۔

اسی حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں قلب کے محتاج نہیں ہیں کیونکہ آپ کے سینہ سے دل نکال یا گیا اور آپ کی حیات میں کوئی فرق نہیں آیا، بلکہ دیکھا جائے تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں ہذا (ہیسیں) کے بھی محتاج نہیں ہیں کیونکہ موجودہ سائنسی تحقیق کے مطابق ہمارے دو سو میل تک ہے، اسی لیے جو سائنس دان چاند پر سفر کے لیے جاتے ہیں وہ اپنے ساتھ آکسیجن کی تھیلیاں لے جاتے ہیں، چاند پر نہ وہ لاکھ میل کی مسافت پر واقع ہے اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم تو چاند اور سورج سے ماوراء تمام آسمانوں سے اوپر سدرہ، صریف الاقلام اور عرش سے اوپر گئے اور آپ کے ساتھ کوئی آکسیجن نہیں تھی، نبی صلے اللہ علیہ وسلم اپنی حیات میں قلب کے محتاج نہیں نہ ہوا کے محتاج ہیں، وصال کے روز سے رکھے جس میں نہ سحر ہے نہ اظہار اور کئی کئی دن کھائے پیے بغیر گزار دیے، اس سے یہ ظاہر ہوا کہ آپ کھانے پینے کے محتاج نہیں، لامکان میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ آپ مکان کے محتاج نہیں، وقت کی گردش سے باہر نکلے تو ثابت ہوا کہ آپ وقت کے محتاج نہیں، ہر چیز اپنے وجود میں اور ہر فیض اپنی حیات میں زمان، مکان، ہوا اور کھانے پینے کی محتاج ہے اور آپ — اپنے ہونے میں ان میں سے کسی چیز کے محتاج نہیں اور حق یہ ہے کہ زمان، مکان، ہوا، غذا بلکہ کائنات کی ہر چیز اپنے وجود میں آپ کی محتاج ہے۔

**قلب اظہر کو شکل دینے کے اسرار** | آپ میں تقدیس اور تطہیر کا عمل دو مرتبہ کیا گیا ایک مرتبہ آپ میں تقدیس کا عمل اس لیے کیا گیا تاکہ آپ کا قلب مفسر شیطان سے پاک ہو جائے اور آپ کے قلب میں توحید کے سوا اور چیز باقی نہ رہے، دوسری بار جب اللہ تعالیٰ آپ کو مقرر مقدرہ کی بلند یوں میں سے جانا چاہتا تھا تاکہ آپ پر پانچ نمازیں فرض کی جائیں اور لاکھوں کے ساتھ نمازیں پڑھیں



اور بارگاہ الوہیت میں حاضر ہوں، اس وقت آپ کے ظاہر اور باطن کو غسل دیا گیا، پہلی بار آپ کے قلب کو برف کے ساتھ دھویا گیا تاکہ آپ کے قلب کو ایمان باللہ کی تشنگی حاصل ہو، اور دوسری بار آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے غسل دیا گیا تاکہ آپ بارگاہ الوہیت میں حاضری سے مشرف ہوں، کیونکہ ظاہری مسجد میں — حاضری کے لیے ظاہر بدن کو غسل دیا جاتا ہے تو باطنی مسجد اور بارگاہ ربوبیت میں حاضری کے لیے آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے دھویا گیا۔

یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ آپ کے قلب کو زمزم کے پانی سے اس لیے غسل دیا گیا تاکہ زمزم آپ کے قلب کے من کے ساتھ مشرف ہو، کیونکہ پہلے اس پانی کو جبرائیل کے پرؤں کے ساتھ نسبت تھی اور اب اس پانی کو قلب مصطفیٰ کے ساتھ نسبت ہے۔

**قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کے اسرار** | قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھنے کی حکمتیں حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ سونا تمام دھاتوں میں سب سے افضل دھات ہے اور قلب مصطفیٰ تمام دلوں میں سب سے افضل دل ہے اس لیے آپ کے قلب کو رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔
- ۲۔ سونے کو مٹی نہیں کھاتی اور امتیاز کے اجسام کو بھی مٹی نہیں کھاتی اس لیے یہی صلہ اللہ علیہ وسلم کے دل کو رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔
- ۳۔ سونے کو زنگ نہیں لگتا اور قلب مصطفیٰ کو کسی نوع کی معصیت کا زنگ نہیں لگتا اس لیے آپ کے قلب کو رکھنے کے لیے سونے کی دھات کا طشت لایا گیا۔
- ۴۔ دماغ کو چاندی، جگر کو فولاد اور دل کو سونے کے ساتھ مناسبت ہے اس لیے آپ کا دل رکھنے کے لیے سونے کا طشت لایا گیا۔
- ۵۔ دنیا میں مسلمانوں پر چاندی اور سونے کے برتنوں کا استعمال ممنوع ہے، لیکن جنت میں مسلمان چاندی اور سونے کے برتن استعمال کریں گے اور جو نعمت عام مسلمانوں کو جنت میں ملے گی اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت آپ کو دنیا میں عطا کر دی ہے مثلاً دیدار الہی، عام مسلمانوں کو آخرت میں ہوگا، اور آپ کو دنیا میں دیدار عطا کر دیا، اسی طرح سونے کے برتنوں کا استعمال اور دل کے لیے آخرت میں ہوگا آپ کے لیے دنیا میں سونے کا طشت لایا گیا۔

۶۔ سونا آگ میں نہیں جلتا اور آپ کے قلب کو بھی دنیا میں مغفرت کی ضمانت دی گئی۔

لیغفرلک اللہ ما تقدم من ذنبک  
وما تأخر۔ (فتح ۲۱)

- ۷۔ عربی میں سونے کو ذرہب کہتے ہیں اور ذرہب ازہب پر دلالت کرتا ہے اور ازہب کا معنی ہے ذرہ کرنا تو ذرہب کا طشت لاکر اس پر متغیہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی ظاہری اور باطنی خواہست کو آپ سے دور رکھا۔
- ۸۔ ازہب کا معنی ہے جانا اور چیز بکریہ ازہب الی اللہ را اللہ کے پاس جائے گا موقع تھا اس لیے ذرہب کا طشت



لایا گیا۔

۹۔ علامہ سیبوی نے لکھا ہے کہ قلب کو طشت میں اس لیے رکھا ہے کہ اس کی نفس تمام آفات النعمان کے ساتھ لفظی مناسبت ہے۔

۱۰۔ علامہ مینی نے کہا کہ سونا تمام جہاں میں ثقیل ہے اور سونے کے طشت سے وحی کے ثقل کی طرف اشارہ کیا۔

**شق صدر کے اسرار کا تقصیر** | حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: آپ کے سینہ کو شق کرنا، دل کو نکالنا اور اس کو زمر سے دھو کر پھر سینہ میں رکھ کر اس کو سہی دینا، اتنے خوارق عادیہ پر مشتمل ہے جس سے ان واقعات کو سننے والی دہشت ہو جاتا ہے تو جس پر یہ واقعات گزرے تھے اور جو ان کا مشاہدہ کر رہا تھا اس کا کیا عالم ہو گا؟ کیونکہ عام عادت یہ ہے کہ جس کا پیٹ جاک کر کے اس کا دل نکال لیا جائے وہ لامحالہ مر جاتا ہے اور اس کے باوجود اس عمل سے آپ کو کوئی ضرر ہوا نہ آپ کو کسی قسم کا درد ہوا!

علامہ ابن ابی حجر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر بھی قادر تھا کہ شق صدر کے بعد آپ کے دل میں ایمان اور حکمت کو بھر دیا جاتا لیکن اس کے باوجود آپ کا شق صدر کیا گیا تاکہ یہ ظاہر ہو کہ آپ کی تربت کا کیا عالم ہے کیونکہ آپ اپنے پیٹ کے شق ہونے کا مشاہدہ کر رہے تھے اس کے باوجود آپ نے کسی قسم کے کرب اور بے چینی کا اظہار نہیں کیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ بہادر ہیں اور آپ کا حال اور مقام تمام لوگوں سے نمایاں بلند ہے اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

مَا ذَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَعِيَ  
أَبَیْكَ نَظَرَ اللَّهِ كَـجَلِّیْهِمْ مِّنْهُ  
بَصَرُ نَظَرِ الْبَصَرِ مِّنْهُ سَجَاؤُهُمْ مِّنْهُ

اس میں علامہ کا اختلاف ہے کہ شق صدر اور قلب مبارک کو دھونا آپ کے ساتھ محقق ہے یا یہ عمل دوسرے انبیاء کے لیے بھی واقع ہوا، اہم طرزی نے ہذا سرائیل کے تابوت کے قصہ میں یہ بیان کیا ہے کہ اس تابوت میں وہ طشت تھا جس میں انبیاء علیہم السلام کے قلوب کو دھویا جاتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ یہ وصف دوسرے انبیاء علیہم السلام میں بھی مشترک ہے نہ

**براق پر سواری کے اسرار** | علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: ایک سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر کیوں سوار کیا گیا؟ یہ بھی تو ہو سکتا تھا کہ آپ کے لیے مسافت کو پیٹ دیا جاتا، آپ کا ایک قدم نہ ٹکرتا اور وہ سارا قدم مسجد اقصیٰ میں ہوتا، اس کا جواب یہ ہے کہ مسافت کو پھینا ایک ایسا وصف ہے جو اولیاء کلمہ میں بھی مشترک ہے، اس کے برعکس ایسی سواری پر سوار ہونا جو ایک جھپکتے میں مسافت کو طے کرے یہ وصف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ مخصوص ہے۔

حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ سنۃ ۸۵۲ھ ج ۲ ص ۲۰۷ مطبوعہ دار الفکر لکھنؤ اسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ



براق کے متعلق صحیح بخاری میں ہے کہ وہ اپنا قدم منبتہ بصر پر رکھتا تھا اس سے معلوم ہوا کہ براق زمین پر چلتا تھا، امام محمد بن سعد نے واقعہ سے روایت کیا ہے کہ براق کے دو پر تھے اس سے معلوم ہوا کہ وہ زمین اور آسمان کے درمیان پرواز کرتا تھا، اور امام ابو نعیم اور امام بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب وہ کسی پہاڑ پر پہنچتا تو اس کے قدم اٹھ جاتے اور جب وہ میدان میں ملائم پر پہنچتا تو اتر جاتا۔ امام نسائی اور امام ابن مردیہ نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء سابقین کے لیے ایک سواری کو مسخر کیا گیا تھا اس کا نام براق تھا، اور امام ترمذی کی روایت میں ہے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوار ہوتے وقت براق چلنے لگا اور اچھل کود کر کے آپ کے سوار ہونے کو دشوار کیا تو حضرت جبرائیل نے براق سے کہا بے دخل آج تک تجھ پر کوئی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جو اللہ کے نزدیک ان سے زیادہ مکرم ہو تو براق شرمندہ ہو کر پسینہ پسینہ ہو گیا۔

سواری کے وقت براق کیوں چلا تھا؟ علامہ ابن بطال نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان زمانہ فترت طویل ہو گیا، اور براق سواری کا عادی نہیں رہا تھا اس لیے چلنے لگا، لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ براق عرش سے اچھل کر دریا تھا کہ آج اسے سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی پشت پر سوار کرانے کا موقع ملا ہے، جیسا کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھا پر جلوہ فرما ہونے شروع ہوئی سے ہونے لگا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اٹھ! ساکن ہو جا، تجھ پر ایک نبی ہے ایک صدیق ہے اور ایک شہید ہے۔ (علامہ بیہقی فرماتے ہیں) اور میں نے اپنے بعض مشائخ سے سنا ہے کہ براق آپ سے یہ وعدہ لینا چاہتا تھا کہ قیامت کے دن مجھ آپ اس پر سوار ہوں گے، جب تک آپ نے یہ وعدہ نہیں کیا وہ بھٹا رہا اور جب آپ نے اس سے یہ وعدہ فرمایا تو وہ پرسکون ہو گیا اور آپ اس پر سوار ہو گئے، اور فلسوف یعطیک ربک فتوحی کی تفسیر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے جنت میں چالیس ہزار براق تیار رکھے ہیں جو جنت کی چراگاہوں میں چر رہے ہیں۔

صحیح بخاری میں ہے مجھے براق پر سوار کرایا گیا اور شرف مصطفیٰ میں مذکور ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے براق کی رکاب غامی ہوتی معنی اور حضرت میکائیل نے براق کی رکاب پکڑی ہوتی تھی۔ اگر یہ سوال ہو کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم براق پر سوار ہو گئے تو پھر حضرت جبرائیل کیا کر رہے تھے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب براق روانہ ہوا تو حضرت جبرائیل براق کی پشت پر بیٹھے اور اسی طرح بیت المقدس پہنچے، لیکن حضرت حذیفہ نے یہ نہیں کہا کہ یہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس لیے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ ان کا اجتہاد ہو، اور ابن دحیہ وغیرہ نے یہ کہا ہے کہ جبرائیل براق کے ساتھ ساتھ اس کو چڑھاتے ہوئے چلے اور جسم کو اس پر اس لیے اعتماد ہے کہ قلعہ معراج صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم اور تشریف ہے اس میں کسی غیر کا دخل نہیں ہے، لیکن امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو براق پر سوار کرایا اور وہ آپ



کے ساتھ بیٹھے۔ لے

قبر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے اسرار | امام مسلم نے حضرت انس بن

کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس رات مجھے سراج کرانی گئی، میں کثیب احمر کے نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گذرا تو وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ لے

حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے گذرتے ہوئے حضرت موسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا پھر جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو وہاں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو موجود پایا، اب اس پر تشکیال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے کیسے نکل گئے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا حضور سے آگے نکلنا تب لازم آتا ہے جب حضور بھی اپنی رفتار سے جاتے اور حضرت موسیٰ بھی اپنی رفتار سے جاتے اور حضرت موسیٰ حضور سے پہلے پہنچ جاتے، اور یہاں ایسا نہیں ہے کیونکہ سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم براق کی رفتار سے جا رہے تھے اور حضرت موسیٰ نبوت کی رفتار سے جا رہے تھے اور ایک براق تو کیا ہزار براق بھی ہوں تو نبوت کی رفتار کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی ایک وقت میں کئی جگہ موجود ہوتا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وقت قبر میں نماز بھی پڑھ رہے تھے، مسجد اقصیٰ میں بھی تھے اور اسی وقت چھٹے آسمان پر بھی موجود تھے اس جواب کی مزید وضاحت ان شاء اللہ آئندہ مسطور میں ہو جائے گی!

علامہ نووی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے کیسے دیکھا، امالاکہ آپ نے بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی اور آپ نے انبیاء علیہم السلام کو ان کے مراتب کے مطابق مختلف آسمانوں میں دیکھا جنہوں نے آپ کو سلام کیا اور خوش آمدید کہا، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے آسمان پر چڑھنے سے پہلے کثیب احمر کے پاس حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں دیکھا، پھر اسی راستہ میں ان کو بیت المقدس میں دیکھا، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام آپ سے پہلے آسمان پر پہنچ گئے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس وقت آپ نے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں دیکھا اور ان کو نماز پڑھائی اسی وقت آپ نے ان کو آسمانوں پر دیکھا، یعنی انبیاء علیہم السلام ایک وقت بیت المقدس میں بھی تھے اور آسمانوں پر بھی تھے، انہوں نے آپ سے سوالات کیے اور آپ کو خوش آمدید کہا، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سدرۃ المنتہی سے واپسی کے بعد آپ نے انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں نماز پڑھائی اور پھر واپسی میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر کے پاس سے گذرے۔ لے

علامہ دمشقی ابی مالکی نے بھی قاضی عیاض کی اس تقریر کو نقل کیا ہے۔ لے

۱۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد علی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴، ص ۲۴۵، مطبوعہ ادارۃ المطابع النیریہ مصر ۱۳۸۸ھ

۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ علامہ کیمی بن شریح نووی متوفی ۷۴۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۶

۴۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد سعد بن قلعہ دمشقی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، کمال اکمال العلم ج ۱ ص ۳۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت



مصنف کے نزدیک قاضی عیاض کا بیان کردہ آخری احتمال مردود ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں یہ تصریح ہے کہ پہلے آپ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کی پھر آپ نے آسمانوں پر عروج فرمایا۔ امام بیہقی لکھتے ہیں:

جس حدیث میں یہ ہے کہ آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا پھر دوسری حدیث میں ان کو آسمان پر دیکھنے کا ذکر ہے، ان احادیث میں کوئی منافات نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت المقدس کی طرف جاتے ہوئے ان کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر ان کو آسمان پر دیکھا، اسی طرح جن انبیاء علیہم السلام کو بیت المقدس میں دیکھا تھا، پھر ان سب کو آسمانوں پر دیکھا، ان میں کوئی استبعاد نہیں ہے، کیونکہ انبیاء علیہم السلام شہداء کی طرح جبکہ ان سے افضل اور اعلیٰ حیات کے ساتھ زندہ ہیں اس لیے ان کا مختلف اوقات میں مختلف جگہوں میں پایا جانا جائز ہے، جیسا کہ مخبر صادق نے اس کی خبر دی ہے۔ لے

علامہ عبدالمطلب شترانی لکھتے ہیں:

معراج کے فوائد میں سے یہ ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ موجود ہو سکتا ہے، جیسا کہ پہلے آسمان پر سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو حضرت آدم کی ایک اولاد میں دیکھا، اسی طرح آپ نے حضرت آدم، حضرت موسیٰ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو آسمانوں میں دیکھا حالانکہ یہ تمام انبیاء علیہم السلام اس وقت زمین پر اپنی اپنی قبروں میں تھے کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا میں نے آدم کو دیکھا، میں نے موسیٰ کو دیکھا، میں نے ابراہیم کو دیکھا، یہ نہیں فرمایا میں نے آدم کی روح کو دیکھا یا میں نے موسیٰ کی روح کو دیکھا، جب آپ آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف لوٹ کر آئے تو بعینہ اس وقت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے، تو جو شخص اس بات کا قائل نہیں ہے کہ ایک جسم ایک آن میں دو جگہ ہو سکتا ہے وہ اس حدیث پر کس طرح ایمان لائے گا، سو اگر تم مومن، مرقمان، راہ اللہ اگر عالم، مرقوا، اعتراض نہ کرو، اور تمہارے لیے یہ تاویل کرنا جائز نہیں ہے کہ جو زمین میں تھے وہ ان کے غیر تھے جو آسمانوں میں تھے، کیونکہ آپ نے مطلقاً فرمایا میں نے موسیٰ کو دیکھا اسی طرح جن دیگر انبیاء علیہم السلام کو دیکھا ان کے متعلق بھی اسی طرح فرمایا، آپ نے یہ فرمایا کہ میں نے موسیٰ کو دیکھا اگر آپ نے ان کے غیر کو دیکھا تھا تو اللہ عزوجل آپ کا ارشاد غلط ہو گا! لے

شیخ المشرف علی نقاشی لکھتے ہیں:

حضرت آدم علیہ السلام جسے انبیاء میں اس کے قبل بیت المقدس میں بھی مل چکے ہیں اور اسی طرح وہ اپنی قبر میں بھی موجود ہیں اور اسی طرح بقیہ سموات میں جو انبیاء علیہم السلام کو دیکھا سب جگہ یہی سوال ہوتا ہے اس کی حقیقت یہ ہے کہ قبر میں تو اصلی جسد سے تشریف رکھتے ہیں اور دوسرے مقامات پر ان کی روح کا تعلق ہوتا ہے یعنی غیر تنہی جسد سے جس کو صوفیہ جسم مثالی کہتے ہیں روح کا تعلق ہو گیا اور اس جسد میں قدر بھی اور ایک وقت میں

۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۳۸۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ علامہ عبدالمطلب شترانی متوفی ۹۷۳ھ، ایوانیقین، دیکھا ہر ج ۲ ص ۴۰، مطبوعہ مطبعہ ازہریہ مصریہ مصر، ۱۳۰۵ھ



روح کا سب کے ساتھ تعلق بھی ممکن ہے لیکن ان کے اعتبار سے نہیں بلکہ بعض بقدرت و مشیت حق۔ اور ظاہراً یہ جسم مثالی جو دونوں جگہ نظر آیا الگ الگ شکل رکھتا تھا اسی لیے باوجود تقاربت بیت المقدس کے آسمان میں نہیں پہنچا۔ البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو نیکو آسمان پر مع الجسد ہیں ان کو وہاں دیکھنا مع الجسد ہو سکتا ہے لیکن ان کو جو بیت المقدس میں دیکھا وہ مع الجسد نہیں تھا بلکہ بالمثال تھا کہ تعلق روح کا جسد مثالی کے ساتھ قبل الموت بھی بطور خرق عادت کے ممکن ہے اور اگرچہ یہ بھی ممکن ہے کہ بیت المقدس میں مع الجسد ہوں اور آسمان سے وہ آگئے ہوں یا دونوں جگہ مع الجسد ہوں اولیٰ آسمان سے بیت المقدس آگئے ہوں پھر یہاں سے وہاں پہنچ گئے ہوں مگر غلط ظاہر ہے۔ لہٰذا شیخ اشرف علی تھانوی نے جو یہ لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام اجسام اصلہ کے ساتھ اپنی قبروں میں تھے اور اجسام مثالیہ کے ساتھ آسمانوں پر تھے اور ان کی روحوں کا دونوں اجساموں کے ساتھ تعلق تھا یہ بالکل صحیح ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں لیکن ان کا یہ کھنا صحیح نہیں ہے کہ یہ اجسام مثالیہ اجسام اصلہ کے صورتہ منظر ہوتے ہیں اس لیے آپ نے آسمانوں پر انبیاء علیہم السلام کو نہیں پہنچا تا اور حضرت جبرائیل کو بتانا پڑا کیونکہ اگر اجسام مثالیہ اجسام اصلہ کے صورتہ منظر ہوں تو پھر ان کو اجسام مثالیہ کہنا درست نہیں ہوگا۔ درحقیقت اجسام مثالیہ اجسام اصلہ کے ساتھ صورتہ منظر ہوتے ہیں اور دونوں میں ایک ہی روح ہر ایک وقت متصرف ہوتی ہے، جیسے ایک جسم کے متعدد اعضاء میں روح واحد ہر ایک وقت متصرف ہوتی ہے، اس کا طرح اجساد متعدد ہیں بھی ایک روح ہر ایک متصرف ہوتی ہے اور چونکہ دونوں جسموں میں روح واحد متصرف ہوتی ہے اسی لیے ان کو شخص واحد کہا جاتا ہے، اس لیے آپ کا یہ ارشاد بھی صحیح ہے کہ میں نے شب سراج حضرت عیسیٰ کو قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، پھر اسی شب ان کو مسجد اقصیٰ میں دیکھا اور اس شب ان کو چھٹے آسمان جاتے ہوئے اور آتے ہوئے مندر بار دیکھا۔ باقی راہ حضرت جبرائیل کا قناعت کرنا کہ یہ حضرت موسیٰ ہیں، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ آپ نے ان کو نہیں پہنچا تھا بلکہ حضرت جبرائیل کا قناعت کرنا اپنے قرین منہسی کو ادا کرنا تھا اور اپنی عادیانہ حیثیت کو ظاہر کرنا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کی تحقیق

سرفیاد کرام اور بعض علماء اسلام نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر

و ناظر ہیں اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسد اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ جگہ موجود ہیں حتیٰ کہ کوئی معاند یہ کہے کہ جب تک کسی پر جیتے ہوئے بتاؤ کہ کسی کے بیچے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا نہیں؟ اگر آپ کو کسی کے بیچے نہیں ہیں تو ہر جگہ حاضر و ناظر نہیں ہیں اور اگر کسی کے بیچے ہیں تو تم بڑے بے ادب اور کشتار ہو کہ حضور کو کسی کے بیچے ہیں اور تم کو کسی کے اوپر جیتے ہوئے اس کا جواب یہ ہے کہ حاضر و ناظر کا یہ معنی نہیں کہ آپ اپنے جسم اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ بعینہ ہر جگہ موجود ہیں، بلکہ آپ اپنے جسد اصلی اور معروف تشخص کے ساتھ اپنے روح فرما ہیں اور وہاں آپ کے مختلف اشغال ہیں، آپ قبر منور میں نماز پڑھتے ہیں، تجلیات الہیہ کا مشاہدہ کرتے ہیں، صفات باری کا مطالعہ کرتے ہیں، انامین کے سلام کا جواب دیتے



ہیں ان کی درخواستوں پر ترجیح فرماتے ہیں ان کے لیے دعا فرماتے ہیں اور ان کی شفاعت کرتے ہیں آپ پر اعمال امت پیش کیے جاتے ہیں آپ نیک اعمال پر خوش ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں اور بڑے اعمال پر رنجیدہ ہوتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں اکائیات کا ملاحظہ فرماتے ہیں اور جب چاہتے ہیں جہاں چاہتے ہیں جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں بعض اوقات کسی کی قیادت فرماتے ہیں کسی کی ناز جنازہ پڑھتے ہیں کسی تم رکنیہ کی مدد کرتے ہیں کسی کو حدیث پڑھاتے ہیں کسی کو فقہی مسئلہ بتاتے ہیں اور کسی کو محض اپنے جمالِ دل نواز سے شاد کام کرتے ہیں اور اگر ایک وقت میں متعدد جگہ جانا چاہیں تو بیک وقت متعدد جگہ جسم مثالی کے ساتھ تشریف لے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں سلام کا جواب دینا | قبر انور میں سلام کا جواب دینے کے متعلق یہ حدیث ہے:

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے تو وہ اس سال میں سلام بھیجتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری روح میری طرف لوٹا لی ہوئی ہوتی ہے۔

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ما من احد یسلم علی الذرۃ الذرۃ علی ما وحی حتی ارد علیہ السلام راحة

اس حدیث کو امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں درود شریف پیش کیا جانا | قبر انور میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس درود شریف

پیش کیے جانے کے متعلق احادیث:

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے دنوں میں سب سے افضل دن جب ہے اسی دن میں آدم کو پیدا کیا گیا، اسی دن میں ان کی روح فیض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن لوگ پہنچیں گے اور اسی دن تم مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کرو

عن انس بن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان من افضل ايامکم یوم الجمعة فیہ خلق آدم و فیہ قبض و فیہ النسخة و فیہ الصلوة فاکثروا علی من الصلوة فیہ فان صلواتکم معروضۃ علی قال قالوا یا رسول اللہ و کیف

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث مترقی ۲۷۵ھ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۷۵، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ پاکستان لاہور ۱۳۵۵ھ  
۲۔ امام احمد بن حنبل مترقی ۲۴۱ھ مسند احمد ج ۱ ص ۲۷، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ



تعر عن صلواتنا عليك وقد ارميت قال يقولون  
يلبث فقال ان الله عن وجل حرم على  
الارض اجساد الانبياء - ۱۰

کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے، صحابہ نے  
عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا جسم تو رقبہ میں (برسیدہ ہو  
چکا ہوگا، پھر ہمارا درود آپ پر کیسے پیش کیا جائیگا  
آپ نے فرمایا: اللہ عزوجل نے زمین پر انبیاء کے  
اجسام کو حرام کر دیا ہے۔

امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله  
عليه وسلم من صلى على علي عند قبري  
وكل بها ملك يبلغني وكفى بها امودنياة  
واخوتة وكنيت له شهيدا او شقيعا - ۱۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص  
میرے قبر پر درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس درود  
کے ساتھ ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو میرے  
پاس وہ درود پہنچاتا ہے اور اس شخص کی دنیا اور  
آخرت کے لیے وہ درود کافی ہے اور میں اس کی  
گواہی دوں گا (یا فرمایا) میں اس کی شفاعت کروں گا۔

عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه  
وسلم قال من صلى على علي عند قبري معته  
ومن صلى على نائيا بلغت - ۱۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص نے  
میرے قبر کے پاس درود پڑھا اس کو میں خود سننا ہوں،  
اور جس نے دور سے مجھ پر درود پڑھا وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے۔

حافظ ابن قیم امام طبرانی کی (معجم کبیر) سند بیان کر کے لکھتے ہیں:

عن ابي السدوداء قال قال رسول الله  
صلى الله عليه وسلم اكثروا الصلوات على  
يوم الجمعة فانه يوم مشهود تشهد  
السموات لئیس من عبد يصلي على ابي بلقي  
صوته حيث كان قلنا بعد وفاته قال  
وبعدا وفاق ان الله حرم على الارض  
ان تأكل اجساد الانبياء - ۱۳

حضرت ابو السدوداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے  
دن مجھ پر بہ کثرت درود پڑھا کیونکہ اس دن فرشتے  
ماہر ہوتے ہیں جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے اس  
کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو، ہم نے  
عرض کیا: آپ کی وفات کے بعد بھی؟ آپ نے فرمایا: ہاں  
وفات کے بعد بھی ہے شک اللہ تعالیٰ نے انبیاء

۱۰۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث مترق ۲۵۰ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۵۰ مطبوعہ مطبعہ مجتہباتی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

۱۱۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی مترق ۴۵۸ھ، شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

۱۲۔ شعب الایمان ج ۲ ص ۲۱۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

۱۳۔ علامہ شمس الدین محمد بن ابوبکر المعروف بابن قیم الجوزی مترق ۷۵۰ھ، حلی الاقلام ج ۲ ص ۲۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد



کے اجسام کھائے گوزمین پر حرام کر دیا ہے۔  
 طبع قافری نے اس حدیث کی سند اور متن پر اور انوار میں بحث کی ہے، ہم نے اس کا مکمل  
 اور مکمل جواب "ذکر بالجہر" میں لکھا ہے۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قبر انور میں نماز پڑھنا  
 قبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز پڑھنے کے مستحق  
 حدیث۔  
 امام دارمی روایت کرتے ہیں:

عن سعيد بن عبد العزيز قال: لما كان  
 ايام الحرية له يؤذن في مسجد النبي صلى الله  
 عليه وسلم ثلاثاً ولعيقته ولعبيرج سعيد بن المسيب  
 من المسجد وكان لا يعرف وقت الصلوة الا  
 بمهمة يسمعها من قبر النبي صلى الله عليه  
 وسلم رحمه

سعيد بن عبد العزيز بیان کرتے ہیں کہ ایامِ حرہ  
 میں تین دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں اذان دی  
 گئی اور نہ اقامت کہی گئی، سعید بن مسیب ان دنوں  
 میں مسجد نبوی سے نہیں نکلے، انھیں نماز کے وقت  
 کاہرت اس پست آواز سے پتا چلتا تھا جس کو وہ  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر سے سنتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قبر انور میں امت کے اعمال کو پیش کیا جانا  
 قبر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر اعمال امت پیش کیے جانے کے متعلق احادیث؛  
 امام ابن جوزی لکھتے ہیں:

عن انس بن مالك قال قال رسول الله صلى  
 الله عليه وسلم حياقي خير لكم ينزل علي  
 الوحي عن السماء فاخبركم بما يحل لكم و  
 ما يحرم عليكم وموق خير لكم تعرض علي  
 اعمالكم كل خميس فاما كان من حسن  
 حمدات الله عليه واما كان من ذنوب  
 استوهب الله ذنوبكم رحمه

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
 ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری زندگی  
 میں بھی تمہارے لیے خیر ہے کیونکہ مجھ پر آسمان سے  
 وحی اترتی ہے، اور میں تم کو حلال اور حرام کی خبر دیتا ہوں  
 اور میری وفات میں بھی تمہارے لیے خیر ہے، کیونکہ  
 ہر جمعرات کو تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے  
 ہیں، ایک اعمال پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور  
 جو تہائے گناہ ہوتے ہیں ان کے لیے میں اللہ تعالیٰ  
 سے مغفرت کی التجار کرتا ہوں۔

۱۔ ذکر بالجہر ص ۲۲۸۔

۲۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ سنن دارمی ج ۱ ص ۳۴ مطبوعہ نشر السنۃ لمكان  
 ۳۔ علامہ عبد الرحمن بن علی محمد ۵۹۰ھ، الرقاہ باحوال المصطفیٰ ص ۸۱، مطبوعہ مکتبہ تدریج رضویہ فیصل آباد



حافظ البیہقی لکھتے ہیں:

عن عبد الله بن مسعود عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان الله ملائكة سياحين يبلغون عن امتي السلام قال وقال رسول الله صلى الله عليه وسلم حياقي خير لكم تحداشون وتحداثكم ووفائي خير لكم تعرضي علي اعمالكم فاما آيت من غير حديد الله عليه ومارايت من شر استغفرت الله لكم رواه البزار ومجاهد ومجاهل الصحيح ر ٥

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے سیاحت کرتے ہوتے ہیں وہ میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں، حضرت ابن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کی تہا سے لیے بہتر ہے تم حدیثیں بیان کرتے ہو اور تہا سے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور میری وفات تہا سے لیے بہتر ہے، تہا سے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں، میں تہا را جو یک عمل دیکھتا ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں اور میں جو بُرا عمل دیکھتا ہوں اس پر میں تہا سے لیے اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس حدیث کے تمام راوی صحیح ہیں علامہ احمد قسطلانی لکھتے ہیں:

اعمال امت کو ملاحظہ فرمانے کے متعلق عبارات علماء

جو شخص آپ کی قبر اللہ کے سامنے کھڑا ہو آپ کو اس کا علم ہوتا ہے اور آپ اس کا کلام اس طرح سنتے ہیں جس طرح حیات (ظاہرہ) میں سنتے تھے، کیونکہ امت کا مشاہدہ کرنے، ان کے اعمال، ان کی حدیثیں، ان کے ارادوں اور ان کے دل کے خیالات کو جاننے میں آپ کی حیات اور وفات، میں کوئی فرق نہیں ہے، اور یہ چیز آپ کے نزدیک بالکل ظاہر ہے۔

ويستحضر علمه بوقوفه بين يديه وسماعه لسلامه كما هو في حال حيا كما ذكره فرق بين موته وحياته في مشاهدته لادمتهم معرفته باحوالهم ونياهم وعذابهم ونحو اطرحهم وذلك عند اجل ر ٥

علامہ سیوطی لکھتے ہیں:

ہماتے اصحاب میں سے متکلمین اور محققین نے کہا ہے کہ ہماتے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وفات کے

قال المتكلمون المحققون من اصحابنا ان نبينا صلى الله عليه وسلم حي بعد وفاته

۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی حجر البیہقی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۲، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ  
۲۔ علامہ احمد قسطلانی الخطیب متوفی ۹۱۱ھ، الوهاب المدنیہ مع الزرقانی ج ۸ ص ۳۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت



وانہ یسربطاعات امتہ ویحزون بمعاصی  
العصاة منهجہ ۱۷  
بعد بھی زندہ ہیں اور آپ اپنی امت کی عبادات سے  
خوش ہوتے ہیں اور ان کے گناہوں سے غمگین  
ہوتے ہیں۔

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی دیکھو رسول علیہ السلام کی تفسیر میں لکھتے ہیں:  
یعنی نبیؐ سے رسولؐ تمنا ہے اور پرگواہ ہیں کیونکہ  
وہ نور نبوت سے ہر درجہ کے دین پر مطلع ہیں  
کہ وہ میرے دین کے کس درجہ پر پہنچا ہوا ہے اور  
اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور کس حجاب کی وجہ  
وہ دین میں ترقی نہ کر سکا، لہذا وہ تمہارے گناہوں  
اور ایمان کے درجات اور تمنا سے اچھے اور برے  
اعمال اور اخلاص و نفاق کو پہچانتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:  
وہ باچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء  
است یک کس را درین مسئلہ خلافت نیست کہ آن  
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بحقیقت حیات بے شائبہ  
جائز و قریب تاویل ائمہ و باقی است و بہر اعمال امت عامر  
و ناظر و مطالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را  
مفیض و مرئی است۔ ۱۷  
تمامی شروکانی لکھتے ہیں:

وقد ذهب جماعة من المحققين الى ان رسول  
الله صلى الله عليه وآله وسلم حي بعد وفاته وانہ یسربطاعات امتہ ۱۷  
محققین کی ایک جماعت کا یہ مذہب ہے کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی وفات کے بعد زندہ ہیں  
اور آپ اپنی امت کی عبادات سے خوش ہوتے ہیں۔  
شمس الحق عظیم آبادی (غیر منقول) نے بھی یہی لکھا ہے ۱۷

- ۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، السحادی للفتاویٰ ج ۲ ص ۱۲۹، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
- ۲۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۳۲۹ھ، تفسیر عزیزی ج ۱ ص ۴۳۶، مطبوعہ مطبعہ یوسفی
- ۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، مکتوبات علی الممشائخ الاختیار ص ۱۵۵، مطبوعہ ہند
- ۴۔ شیخ محمد بن علی بن محمد متوفی ۱۲۵۰ھ، نیل الاوطار ج ۲ ص ۱۸۳، مطبوعہ مکتبۃ الکلیات الانہریہ مصر
- ۵۔ شیخ شمس الحق عظیم آبادی متوفی ۱۲۲۹ھ، عون المعبود ج ۱ ص ۴۰۵، مطبوعہ نشر السنۃ لستان



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام کائنات کو ملاحظہ فرمانا | قبر انور میں تمام کائنات کو ملاحظہ کرنے کے متعلق حدیث :

حافظ ابی یحییٰ لکھتے ہیں :

عن عبد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله عز وجل قد رآه في الدنيا فانا انظر اليها والى ما هو كائن فيها الى يوم القيامة كائنا انظر الى كفى هذه جديان جلا الله لتبنيه صلى الله عليه وسلم كما جلا للتبیین من قبله واذا انظر الى درجائه وثقتوا على ضعف كثير في سعيد بن سنان الزهراوي .

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے شک اللہ عزوجل نے تمام دنیا کو میرے لیے مرتفع کر دیا، میں دنیا کی طرف اور جو کچھ قیامت تک دنیا میں ہونے والا ہے اس کی طرف اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے میں اپنی اس ساقی کی طرف دیکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس طرح منکشف کر دیا جس طرح آپ سے پہلے پیغمبروں کے لیے منکشف کیا تھا اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی صبیح بن سنان بہت ضعیف ہے، اس کے باوجود اس حدیث کے راویوں کی توثیق کی گئی ہے۔

صالحین امت کا نیند اور بیداری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرنا | امام بخاری روایت کرتے ہیں :

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من رآني في المنام فسيروني في اليقظة ولا يمتثل الشيطان بي .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا اور شیطان میری مثل نہیں بن سکتا۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام ابوداؤد، امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔

- ۱۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ابی یحییٰ متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۸۰، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت، ۱۴۰۲ھ۔
- ۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، مجمع بخاری ج ۲ ص ۱۰۳۵، مطبوعہ نور محمد راجع الطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ۔
- ۳۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، مجمع مسلم ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ نور محمد راجع الطابع کراچی، ۱۴۰۵ھ۔
- ۴۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۵۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۲۲۹، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ۔
- ۵۔ امام ابوعبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۲۸۰، مطبوعہ نور محمد راجع الطابع کراچی۔
- ۶۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۴۰۰ ج ۵ ص ۲۸۰، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ۔



علامہ آلوسی حنفی لکھتے ہیں :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد اس امت کے ایک سے زیادہ کالمین نے آپ کی زیارت کی ہے اور آپ سے بیداری میں فیض حاصل کیا ہے، شیخ سراج الدین بن الملقن نے طبقات الادبیاء میں لکھا ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے بیان کیا ہے کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ نے فرمایا اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا یا رسول اللہ! میں عجیبی مجلس ہوں، فصحاء و بندگان کے سامنے کیسے کلام کروں! آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو، میں نے اپنا منہ کھولا، تو آپ نے اس میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا، اور آپ نے فرمایا لوگوں سے کلام کرو اور انہیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو، پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا، میرے پاس بہت مخلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا، پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الحکیم کی زیارت کی جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے، آپ نے مجھ سے فرمایا اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہو گیا، آپ نے فرمایا اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا، میں نے کہا آپ نے سات بار مجلس کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے، پھر وہ مجھ سے غائب ہو گئے۔

فیض شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن مرسی انہرملی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عینہ اور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے، اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عینہ اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے، اور ایک بار انہوں نے ایک رات میں آپ کی ستر و مرتبہ زیارت کی، ان باریوں میں سے ایک بار میں آپ سے فرمایا اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے بے قراری ہو کر دو، کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے، اور شیخ تاج الدین بن عطا مائشہ نے لطائف المؤمنین میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیخ ابوالعباس مرسی سے کہا: اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے، انہوں نے کہا میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا، اور شیخ مرسی نے کہا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا، اس قول کی مثل اور بہت سے اولیاء سے منقول ہے۔

بہ کثرت متقدمین اور متاخرین سے منقول ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عینہ میں زیارت کی اور اس کے بعد بیداری میں زیارت کی اور انہوں نے اس حدیث کی تصدیق کی، اور جن چیزوں کے متعلق وہ متشوش تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کے متعلق سوال کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وہ مسئلہ اس طرح بیان کیا جس سے ان کی تشویش اور پریشانی دور ہو گئی۔

علامہ سیوطی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روایت کے سلسلہ میں تمام احادیث، آثار اور اقوال ذکر کر کے



کے بعد نکھا ہے کہ فلا صہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جسم اور روح کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ اطراف ارض میں جب چاہیں، جہاں چاہیں تصرف کرتے ہیں اور تشریف لے جاتے ہیں اور عالم ملکوت میں آپ اپنی اسی ہیئت کے ساتھ ہیں جس ہیئت میں آپ وفات سے پہلے تھے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اور آپ آنکھوں سے اسی طرح غائب ہیں جس طرح فرشتے غائب ہیں حالانکہ وہ اپنے اجسام کے ساتھ زندہ ہیں، اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کے اعزاز اور اکرام کا ارادہ فرماتا ہے تو اس کے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو حجابات ہیں ان کو ہٹا دیتا اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ہیئت پر دیکھتا ہے، اس سے کوئی چیز ماننے نہیں ہے اور جسم مثالی کی تخصیص کا کوئی باطل نہیں ہے۔ علامہ سیوطی کی عبارت ختم ہوئی۔ علامہ سیوطی رحمہ اللہ کا تمام انبیاء علیہم السلام کے متعلق یہی موقف ہے، انھوں نے کہا: انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں اور وفات کے بعد ان کی روحیں لوٹا دی گئیں اور ان کو قبروں سے نکلنے اور تمام ملوثی اور مستغنی ملکوت میں تصرف کرنے کی اجازت دی گئی اپنے اس موقف پر علامہ سیوطی نے بہ کثرت احادیث سے استشہاد کیا ہے۔ بعض اڑاں یہ ہیں:

- ۱۔ امام ابن حبان نے اپنی تاریخ میں، امام ہرانی نے معجم کبیر میں اور امام ابونعیم نے حلیہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہر نبی فوت ہونے کے بعد صرف چالیس دن اپنی قبر میں رہتا ہے۔
  - ۲۔ امام عبدالرزاق نے مسند بن الحسین سے روایت کیا ہے: کوئی نبی فوت ہونے کے بعد چالیس دن سے زیادہ قبر میں نہیں رہتا۔
  - ۳۔ امام اکرمین نے نہایہ میں اور علامہ رافعی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب کے نزدیک اس سے زیادہ مکرم ہوں کہ وہ مجھے تین دن کے بعد ہی قبر میں رکھے، امام الحارثی نے کہا یہ بھی مروی ہے کہ دو دن سے زیادہ قبر میں رکھے۔
- علامہ سیوطی کا موقف یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں نہیں ہوتے عالم ملکوت میں ہوتے ہیں جن احادیث سے علامہ سیوطی نے استدلال کیا ہے، اسلام ابن جریر نے ان کو موضوع قرار دیا ہے، نیز احادیث صحیحہ صریحہ سے یہ ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں ہوتے ہیں، صحیح یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں روئے زمین میں تشریف لے جاتے ہیں اور تصرف کرتے ہیں علامہ انکوسی لکھتے ہیں:

میرا نظن غالب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بصر سے اس طرح نہیں ہوتی جس طرح ہم دوسری متعارف چیزوں کو دیکھتے ہیں، یہ ایک حالت برزخی اور امر وجدانی ہے اس کو مکمل طور پر وہی جان سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اس نعمت سے بہرہ مند کیا ہے، اور چونکہ یہ برویت، برویت بصری کے بہت زیادہ مشابہ ہوتی ہے اس لیے دیکھنے والا یہ گمان کرتا ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے اس طرح دیکھا ہے جیسے وہ متعارف چیزیں دیکھتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، یہ برویت قلبی ہے جو برویت بصری سے بہت زیادہ مشابہ ہے جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرتا ہے یا تو وہ آپ کی روح کو دیکھتا ہے جو صورت مرئیہ میں (یعنی انسانی پیکر میں) ظاہر ہوتی ہے، اور اس روح کا تعلق آپ کے جسم کے ساتھ قائم رہتا ہے جو آپ



کی قبر انور میں موجود ہے، جیسا کہ حضرت جبرائیل حضرت وحیہ کلمی رضی اللہ عنہ کی صورت میں یا کسی اور صورت میں آتے تھے اس کے باوجود سدرۃ المنتہیٰ پر موجود ہوتے تھے۔ یا زیارت کرنے والے شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مثالی کو دیکھتا ہے جس کے ساتھ جی سے اللہ علیہ وسلم کی روح مقدس ملن رہتی ہے اور جسم مثالی کے قصد سے کوئی چیز مانع نہیں رہے، یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کے ہیبت سے اجسام مثالیہ ہوں (اور ایک وقت ہیبت سے لوگ آپ کی زیارت کریں) اور ان اجسام مثالیہ میں سے ہر ہر جسم کے ساتھ آپ کی روح کریم متعلق ہو اس کی نقلیر یہ ہے جیسے انسان کی ایک روح اس کے بدن سے ہر عضو کے ساتھ متعلق ہوتی ہے، اسی طرح اس تقریر سے شیخ ابوالعباس طنجی کے اس قول کی توجیہ ہوتی ہے کہ آسمان، زمین، عرش اور کرسی حسب جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظر آتے تھے (یعنی ہر جگہ آپ کا جسم مثالی تھا اور آپ کی روح کا اس سے تعلق تھا) اور یہ اشکال بھی حل ہو جاتا ہے کہ متعدد دیکھنے والوں نے جی سے اللہ علیہ وسلم کو ایک معین وقت میں مختلف مقامات پر دیکھا۔ (یعنی انھوں نے آپ کے اجسام مثالیہ دیکھے ہیں کے ساتھ آپ کی روح متعلق تھی)۔

پھر قبر میں انبیاء علیہم السلام کو حیات حاصل ہوتی ہے ہر چند کہ اس حیات پر وہ امور مرتب ہوتے ہیں جو دنیا میں مرتب ہوتے تھے مثلاً وہ نماز پڑھتے ہیں، اذان اور اقامت پڑھتے ہیں، جو سلام سنتے ہیں اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کی شکل دوسرے امور ہیں لیکن اس حیات میں وہ تمام امور مرتب نہیں ہوتے جو دنیا کی مصروف حیات میں مرتب ہوتے ہیں اور اس حیات کو ہر شخص محسوس کر سکتا ہے نہ اس کا ادراک کر سکتا ہے، اور اگر بالفرض تمام انبیاء علیہم السلام کی قبر میں مشائخ ہو جائیں تو عام لوگ قبروں میں انبیاء علیہم السلام کو اسی طرح دیکھیں گے جس طرح بالی ان اجسام کو دیکھتے ہیں جن کو زمین نہیں کھاتی، ورنہ احادیث میں تناقض لازم آئے گا، کیونکہ احادیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ انبیاء علیہم السلام قبروں میں زندہ ہوتے ہیں اور مسند ابویعلیٰ میں حدیث مرفوعہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کو مصر میں منتقل کیا۔  
حافظ بن حجب بیہوشی سے سوال کیا گیا کہ:

کیا اب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں ملاقات اور علم کا حاصل کرنا ممکن ہے؟ حافظ بن حجب نے جواب میں لکھا:

الذین  
ممكن ہے اور یہ اولیاء اللہ کی کرامات میں سے ہے، علامہ شافعیہ میں سے امام غزالی، بازرخی، تاج سبکی، عینی، یافعی اور علامہ رافعیہ میں سے علامہ قزلباشی، ابن ابی جمیرہ، اور ابو جمیرہ نے اس کی تصریح کی ہے بقول ہے کہ ایک والہ الشری مجلس میں ایک فقیہ آئے، پھر انھوں نے ایک حدیث بیان کی، اس ولی اللہ نے کہا: یہ حدیث باطل ہے، فقیہ نے پوچھا آپ کے پاس کیا دلیل ہے؟ کہا تمنا سے سر کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے فرما رہے ہیں یہ بات میں نے نہیں سنی، پھر اسی ولی اللہ نے فقیہ کے لیے بھی کشف کر دیا اور فقیہ نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کر لی۔

۱۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۲۲ ص ۳۸ - ۳۵، ملخصاً، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ علامہ ابن حجر مکی متوفی ۸۵۴ھ، فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۵۴، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی واولادہ مصر ۱۳۵۶ھ



شیخ انور شاہ کشمیری کہتے ہیں:

اور میرے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کرنا ممکن ہے جس شخص کو اللہ تعالیٰ یہ نعمت عطا فرمائے (اس کو زیارت ہو جاتی ہے) کیونکہ منقول ہے کہ علامہ سیوطی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں مرتبہ بیداری میں زیارت کی (علامہ عبد الوہاب شترانی نے خود علامہ سیوطی کے حوالے سے لکھا ہے کہ میں نے پچھتر مرتبہ بیداری میں زیارت کی اور بالمشافہ ملاقات کی ہے) میزان النثر لیثہ الکبریٰ ج ۱ ص ۲۴، رائج الاولیٰ القدسیہ ص ۱۴، سعیدی طغرل (اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض احادیث کے متعلق سوال کیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تصحیح کے بعد ان کو صحیح قرار دیا) (المی قلم) امام شترانی رحمۃ اللہ نے بھی یہی لکھا ہے کہ انھوں نے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری میں زیارت کی ہے اور آٹھ رفقار کے ساتھ آپ سے صحیح بخاری پڑھی، پھر امام شترانی نے ان میں سے ہر ایک کا نام بھی لیا، ان میں سے ایک حنفی تھا، اخیر میں شیخ کشمیری نے کہا بیداری میں آپ کی زیارت متحقق ہے اور اس کا انکار کرنا جہالت ہے۔

(جس نے مجھے نیند میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا) اس حدیث کی مزید شرح ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سادس میں بیان کر دی ہے۔

اجسام مثالیہ کا تعدد | صوفیاء اندر فقہاء جو اجزاء مثالیہ کے تعدد کے قائل ہیں اس کی اصل یہ حدیث ہے: امام احمد اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت قرۃ مرثیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی ہوتا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے پوچھا کیا تم اس سے محبت کرتے ہو؟ اس نے کہا اللہ (نبی) آپ سے اتنی محبت کرے جتنی میں اس سے محبت کرتا ہوں، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بیٹے کو نہیں دیکھا، آپ نے پوچھا: فلاں شخص کے بیٹے کو کیا ہوا؟ صحابہ نے عرض کیا وہ فوت ہو گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے باب سے فرمایا: کیا تم یہ پسند نہیں کرتے کہ تم جنت کے جس دروازہ سے بھی داخل ہو تمہارا بیٹا اس دروازہ پر پہلے سے

عن معاذ بن عمرو عن ابیہ ان رجلاً کان یأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومعہ ابن لہ فقال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم اتحبہ فقال یا رسول اللہ! احببت اللہ کما احبہ ففقدت اللہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال فی ما فعل ابن فلان؟ قالوا یا رسول اللہ! مات فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لا بیہ! مات حب ان لا تأقی بابا من ابواب الجنۃ الا وجدتہ یفتظرك ففتان الرجل یا رسول اللہ! الہ خاصۃ ام لکلنا؟ قال بل لکلکم۔

۱۔ شیخ انور شاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ فیض الباری ج ۱ ص ۲۰۲، مطبوعہ مطبع مجازی مصر، ۱۳۵۰ھ

۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۴۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ











معه صد و اربعون منہا کما یحکی عن بعض  
الاولیاء قد است اسرارہم انہم یرون فی  
وقت واحد فی عداۃ مواضع (الی قولہ) والحدیث  
مکابرة لا تصدرا الا من جاہل او معاند (الی قولہ)  
وادعی انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قد یروی فی عداۃ  
مواضع فی وقت واحد مع کوشہ فی قبرہ الشریف  
یصلی وقد تکلم الکلام مستوفی فی ذلک وصح  
انہ صلی اللہ علیہ وسلم رای موسی علیہ السلام  
یصلی فی قبرہ عند الکثیر الاحمر واما انہ  
السماء وجرى بينهما ما جرى فی امر الصلوٰۃ  
المفروضة وقد رای صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم  
لیلۃ اسری بہ جماعۃ من الانبیاء غیر موسی  
علیہ السلام فی السعوت مع ان قبورہم فی  
الارض ولہ یقتل احدا انہم یقتلوا منہا  
الیہا ۔

بعض اولیاء سے منقول ہے کہ وہ ایک وقت میں متعدد  
جگہوں پر دکھائی دیتے ہیں اور ان سے افعال صادر  
ہوتے ہیں، اس کا انکار کرنا ہٹ دھرمی ہے،  
جو صرف کسی جاہل اور معاند سے ہی متصور ہو سکتا  
ہے، اور (علامہ ابن قیم) نے دعویٰ کیا ہے کہ نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم کی ایک وقت میں متعدد جگہ زیارت کی جاتی  
ہے حالانکہ اس وقت آپ اپنی قبر اربعین نماز پر تشریف  
رہے ہوتے ہیں، اس پر تفصیل بحث ہو چکی ہے  
اور حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کثیر احمر کے پاس  
ان کی قبر میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور ان کو آسمان میں بھی  
دیکھا اور آپ کے اور حضرت موسیٰ کے درمیان فرشتے  
نمازوں کے معاملہ میں مکالمہ ہوا، شب معراج نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے  
انبیاء کی ایک جماعت کو بھی آسمانوں پر دیکھا حالانکہ  
ان کی قبریں زمین پر ہیں اور کسی نے یہ قول نہیں کیا  
کہ وہ اپنی قبروں سے آسمانوں کی طرف منتقل ہو گئے  
تھے۔

علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ میر آوسی، علامہ ابن حجر عسقلانی، علامہ عبد الراب شمرانی، ملا علی قاری،  
شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حاجی امداد اللہ ہاجرکی، شیخ اشرف علی عثمانوی اور شیخ شبیر احمد عثمانی کی مزید عبارات  
سے یہ واضح ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں زندہ ہیں اور کائنات کا ملاحظہ اور اعمال امت  
کا مشاہدہ فرما رہے ہیں، اور احوال برزخ میں مشغول ہیں اور جب چاہیں جہاں چاہیں تشریف لے جاتے ہیں حتیٰ کہ  
ایک وقت میں متعدد جگہ بھی تشریف لے جاتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے سے  
بھاری بھی مراد ہے۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت میں متعدد جگہ موجود ہوں تو اگر ہر جگہ آپ  
بعینہ موجود ہیں تو یہ کبھی جزی ہے اور وہ محال ہے اور اگر دوسری جگہ پر آپ کی مثال ہے تو مثل شئی غیر شئی ہوتی ہے  
مساویں جگہ آپ نہ ہوتے بلکہ آپ کا غیر ہونا اس کا جواب یہ ہے کہ اجساد مثالیہ میں اشارہ حسیہ کے لحاظ سے برہنہ



تقاریر سے اس لیے یہ منکثر جزئی نہیں ہے اور چونکہ ان تمام اجزاء و مثالیہ میں روح واحد متصرف ہے اس لیے یہ تمام آپ کا غیر نہیں ہیں۔

الحمد للہ علی احسانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر و ناظر ہونے کے تمام اصولی مباحث کا میں نے باحوالہ اور باوثاق ذکر کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ میری اس تحریر کو میرے لیے قرشہ آخرت، موافقین کے لیے موجب استغاثت اور منافقین کے لیے سبب ہدایت بنادے۔ ما شاء اللہ ولا یرور الا باللہ العلی العظیم۔

**شب معراج عالم برزخ کے واقعات دکھاتے جانے کے اسرار** | نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو شب معراج میں عالم برزخ کے بعض واقعات کا مشاہدہ کرایا گیا، مثلاً یہ دکھایا گیا کہ بعض لوگوں کے ہونٹ اگ کی قینچیوں سے کاٹے جاتے ہیں اور آپ کو بتایا گیا کہ یہ آپ کی امت کے وہ منافقین ہیں جو لوگوں کو برائیوں سے روکتے تھے اور خود نہیں روکتے تھے، اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ابھی تو امت کے ایسے واعظ پیدا ہی نہیں ہوئے تھے پھر ان کے فذاب کو کس طرح دکھایا گیا؟ اس طرح زنا کار مردوں اور سود کھانے والوں کو فذاب میں مبتلا دکھایا گیا حالانکہ ابھی تو یہ لوگ پیدا بھی نہیں ہوئے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ معراج کے موقع پر جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت سے مشاہدات کرائے گئے تھے ان میں بعض حقیقتوں کو مشکل کر کے دکھایا گیا تھا مثلاً ایک فقہ انگریزی تفصیل کہ ایک ذرا سے شگاف میں سے ایک موشا سبیل نکلا اور پھر اس میں واپس نہ جا سکا، یا زنا کاروں کی یہ تفصیل کہ ان کے پاس تارہ نفیس گرشت موجود ہے مگر وہ اس کو چھوڑ کر بد بودار اور مشرہوا گوشت کھا رہے ہیں، اسی طرح جسے اعمال کی جتنی سزائیں بھی آپ کو دکھائی گئیں وہ سب برزخ میں دیے جانے والے فذاب کی پیشگی مثالیں تھیں۔

**مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے اسرار** | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد اقصیٰ پہنچے تو آپ کی تمام انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی، ہر نبی نے اپنے اپنے فضائل اور خصوصیات کو بیان کیا اور سب کے بعد جب آپ نے اپنے فضائل اور خصوصیات کو بیان کیا تو سب نے آپ کے افضل ہونے کا اعتراف کیا، پھر آپ تمام انبیاء علیہم السلام کے امام ہوئے اور سب بیویں کو آپ کی اقتدار میں غائب کر دیئے، کا شرف حاصل ہوا۔

ایک سوال یہ کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں اور عرش پر بلا نا تھا تو اللہ تعالیٰ آپ کو براہ راست سیدھا آسمانوں پر لے جاتا، مسجد اقصیٰ سے گھبرا کر کیوں لے گیا، اس سوال کے متعدد جوابات ہیں:

- ۱۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج مسجد اقصیٰ نہ جاتے تو کفار پر آپ کی صداقت کی دلیل ہتیا نہ ہوتی کیونکہ آسمانوں کی نشانیاں کفار کی دیکھی جوتی نہیں تھیں، وہ آپ کے بخوبی کی تصدیق کس طرح کرتے، اس کے برعکس مسجد اقصیٰ کفار کی دیکھی جوتی تھی، انہوں نے آپ سے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں پوچھیں اور جب آپ نے مسجد اقصیٰ کی نشانیاں اور راستے میں ملنے والے قافلوں کے احوال بتا دیے تو آپ کے دلوں کے صداقت کی دلیل اور کفار پر حجت قائم ہو گئی۔



اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اولئک الذین ہدی اللہ فیہد اھد اقتداء

(انعام: ۱۹۰)

یہ (انبیاء سابقین) وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے

ہدایت دی سو آپ بھی ان کے طریقہ پر چلیں۔

اور انبیاء سابقین نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی ہے تو آپ سے بھی مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھوائی تاکہ آپ کی ذات مقدسہ میں بھی یہ وصفت بتایا ہو جائے۔

۳۔ آپ کے مرتبہ اور آپ کی شان کو ظاہر کرنا تھا کیونکہ تمام سابق نبیوں نے مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھی لیکن ان کو ایک نماز پر ایک نماز کا ہی اجر عطا تھا اور آپ نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں نماز کیا پڑھی اس میں نماز پڑھنے کا اجر و ثواب پچاس ہزار گنا زیادہ ہو گیا اب جو وہاں ایک نماز پڑھتا ہے اس کو پچاس ہزار گنا زیادہ اجر ملتا ہے۔

۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امام الانبیاء ہونا ظاہر کرنا تھا اور تمام انبیاء پر آپ کی انصافیت ظاہر کرنی تھی کہ بشریت کا انتہائی کمال رکھنے والے سب حضرات پیچھے صفت بنائے، اٹھ بانہ صفت کھڑے بنے اور آپ ان سب سے آگے تھے۔

۵۔ اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ میں جائے بغیر سیدھے آسمانوں پر چلے جاتے تو آپ کی معراج تو ہو جاتی لیکن ایک لاکھ حیرتیں ہزار انبیاء کی معراج نہ ہوتی کیونکہ آپ کی معراج خدا تک پہنچنا ہے اور کائنات کی معراج آپ تک پہنچنا ہے، بعض تحقیقین نے لکھا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء کے امام ہوئے تو آپ کی بشریت کی معراج ہوئی اور جب سدرۃ المنتہی پر جبرائیل سے آگے نکل گئے تو آپ کی نورانیت کی معراج ہوئی اور جب عرش عظیم سے آگے نکل گئے تو آپ کی حقیقت کی معراج ہو گئی اور میں یہ کہتا ہوں کہ جب آپ نبیوں کے امام ہوئے تو نبیوں کی معراج ہوئی، آسمانوں پر پہنچے تو آسمانوں کی معراج ہوئی، سدرۃ المنتہی پر پہنچے تو سدرۃ کی معراج ہوئی، عرش پر پہنچے تو عرش کی معراج ہو گئی اور جب آپ دنی خلدی اور فکات غاب قوسین او ادف - پر پہنچے اور تجلیات الہیہ کو بے حجاب دیکھا تو آپ کی معراج ہو گئی کیونکہ کائنات کی معراج یہ ہے کہ وہ آپ کو دیکھے اور آپ کی معراج یہ ہے کہ آپ خدا کو دیکھیں۔

۶۔ انبیاء سابقین نے عالم میثاق میں آپ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا وعدہ کیا تھا، انہوں نے شب معراج مسجد اقصیٰ میں آپ کی اقتدار میں نماز پڑھی تو ان کا یہ وعدہ پورا ہو گیا۔ تو ان مجید میں ہے:

اور اے محبوب یاد کیجئے) جب اللہ نے نبیوں سے ان کا عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب اور حکمت دے دوں، پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آجائیں جو اس (شریعت) کی تصدیق کریں جو تمہارے پاس ہے، تو تم ضرور ضروران پر ایمان لانا اور ضرور ضروران کی نصرت کرنا، فرمایا کیا تم نے اقرار کیا؟ اور میرے اس

واذا اخذ اللہ میثاق النبیین لما ایتکم من کتب وحکمۃ شرجاء کمر رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ قالوا اقربنا قال فاشہدوا فانا معکم من الشاہدین ۵ فمن تولی بعد ذلک







**آسمانوں پر جانے کے اسرار** مسجد اقصیٰ میں انبیاء علیہم السلام کی امامت کرانے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم یحییٰ اور عیسیٰ، تیسرے پر حضرت یوسف، چوتھے پر حضرت ادریس، پانچویں پر حضرت ہارون، چھٹے پر حضرت موسیٰ اور ساتویں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

ہر آسمان پر حضرت جبرائیل نے دروازہ کھلوا یا مگر دروازہ نہیں کھلا اور جب حضرت جبرائیل نے بتایا کہ ان کے ساتھ حضرت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو آسمان کا دروازہ کھل گیا اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو عزت و کرامت کی جس مجلس شاہراہ سے لے جایا جا رہا تھا یہ صرف آپ کے ساتھ خاص تھی، جبرائیل نے جب اپنا نام لیا تو آسمان کا دروازہ نہیں کھلا اور جب نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم لیا تو دروازہ کھل گیا اور یہ واضح ہو گیا کہ عزت و کرامت کا کوئی دروازہ آپ کے نام کے بغیر نہیں کھتا، اسلام میں داخل ہونے کا دروازہ نام محمد سے کھتا ہے، توبہ کی قبولیت انہی کے در پر آنے سے اور ان ہی کا نام لینے سے ہوتی ہے، قبر میں اجالا اسی نام سے ہوتا ہے، شفاعت کا دروازہ بھی نام محمد سے کھلے گا اور جنت کا دروازہ بھی اسی نام سے کھلے گا۔

**سدرۃ المنتہی سے آگے گزرنے کے اسرار** سدرۃ المنتہی کو منتہی اس لیے کہتے ہیں کہ وہ سدرہ سے نیچے والوں کی منتہی ہے، نیچے والے اس

سے اوپر نہیں جاسکتے، اور سدرہ سے اوپر والوں کی بھی منتہی ہے اور پورے سدرہ سے نیچے نہیں جاسکتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سدرہ سے اوپر بھی گئے اور اوپر جانے کے بعد سدرہ سے نیچے بھی آئے، معلوم ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہر حد سے آگے گزر گئے، عالم خلق میں ہر چیز کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک حد مقرر کی ہے وہ اس حد سے آگے نہیں جاسکتا اور صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایسی مخلوق ہیں جن کے لیے اللہ تعالیٰ نے کوئی حد نہیں رکھی، جس چیز کی بھی حد نہ تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس حد سے آگے گزر گئے، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہیں اور کائنات میں کوئی آپ کی مثل نہیں کیونکہ آپ سدرہ سے اوپر بھی گئے اور سدرہ سے نیچے بھی آئے اگر آپ نیچے والوں کی طرح ہوتے تو سدرہ سے اوپر نہ جاسکتے اور اگر اوپر والوں کی طرح ہوتے تو سدرہ سے نیچے نہ آسکتے، معلوم ہوا کہ سدرہ سے نیچے کوئی آپ کی مثل ہے نہ سدرہ سے اوپر کوئی آپ کی مثل ہے۔

حضرت جبرائیل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سدرہ سے آگے ساتھ چلنے کے لیے کہا لیکن انہوں نے کہا اگر میں ایک پور کے بار بھی آگے گیا تو جل جاؤں گا، اگر جبرائیل آپ کے ساتھ سدرہ کے پار چلے جاتے تو کیا واقعی جل جاتے؟ اہل عرفان یہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت جبرائیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے جاتے تو ہرگز نہ جلتے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے کپڑے اور آپ کی نعلین چلی اور نہیں چلیں تو جبرائیل کیسے جل جاتے؟ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت جبرائیل آپ کے رفیق اور شریک سفر ہیں کہ چلے تھے تو سدرہ سے نیچے رہ گئے اور نعلین آپ کے قدموں سے لپٹ کر چلتی تھیں تو سدرہ کے پار گزر گئیں! اس موقع پر حضرت سعدی شیرازی کے یہ اشعار بہت وجد آفرین ہیں:



بدو گفت سالار بیت الحرام  
چوں در دوستی غلصم یافتی  
کہ اسے عالی درجہ خرام  
عنائم ز صحبت چراتانستی  
بگفتا فراتر محب کمال نماند  
انکہ یکسے موئے بزر بر م  
بماندم کہ نیر سے بالم نماند  
فروغ آفتابی بسوز و پر م

قف یا محمد فان ربك یصلی | جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سدرہ سے آگے رفتہ رہیں گے  
کہ ایک تخت پر بیٹھ کر تنہا روانہ ہوئے تو تنہائی سے آپ  
کو گھبراہٹ ہوئی، اللہ تعالیٰ نے آپ کی گھبراہٹ دور کرنے کے لیے حضرت صدیق اکبر کی آواز کے مشابہ ایک آواز پیدا کیا  
قف یا محمد فان ربك یصلی۔  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن صلوٰۃ سے ناز کے معنی کی طرف متوجہ ہوا اور آپ حیران اور متعجب ہوئے کہ وہ ناز پر ٹھٹھا  
ہے، تب اللہ تعالیٰ نے آپ کے تعجب کو نازل کرنے کے لیے یہ آواز سنائی:

هو الذی یصلی علیک و ملائکتہ۔  
وہ جو تم پر صلوٰۃ پڑھتا ہے اور اس کے فرشتے تم پر صلوٰۃ پڑھتے ہیں۔  
تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہن اس طرف متوجہ ہوا کہ یہاں صلوٰۃ ناز کے معنی میں نہیں رحمت درود کے معنی میں ہے۔  
اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابتداء اللہ تعالیٰ آپ کا ذہن صلوٰۃ سے رحمت کے معنی کی طرف متوجہ کر دیتا کیسے  
آپ کے ذہن کو صلوٰۃ سے ناز کی طرف منتقل کر گئے آپ میں تعجب پیدا کیا پھر اس تعجب کو رحمت کے معنی کی طرف  
متوجہ کر کے زائل کیا اس میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تنہائی سے جو  
وحشت لاحق ہو رہی تھی اس وحشت کو زائل کرنے کے لیے آپ میں تعجب پیدا کیا کیونکہ گھبراہٹ اور  
وحشت کے وقت اگر انسان کا ذہن کسی اور طرف متوجہ ہو جائے تو وہ گھبراہٹ زائل ہو جاتی ہے۔  
اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ ابتداء اللہ تعالیٰ آپ کے ذہن میں گھبراہٹ ہی پیدا نہ کرتا تھی کہ اس کو زائل کرنے  
کے لیے آپ میں تعجب پیدا کرنے کی ضرورت ہوئی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ گھبراہٹ دل میں ہوتی ہے اور تعجب  
ذہن اور دماغ میں ہوتا ہے اور لیکن ہے اللہ تعالیٰ اس عمل سے یہ ظاہر کرنا چاہتا ہو کہ سدرہ کے پار وہ شخص جا  
رہا ہے جس کا دل بھی ہے اور دماغ بھی ہے اور دل اور دماغ جسم میں ہوتا ہے روح میں نہیں ہوتا تو اگر کو جان ر  
یہ جہانی معراج ہے محض روح کی معراج نہیں ہے۔

نیز اس تمام واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تنہائی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل بیہوش ہے تو صرف حضرت ابوبکر  
سے بیہوش ہے، غار ثور کی تنہائی میں بھی حضرت ابوبکر کو ساتھ لیا، سدرہ کے پار تنہائی میں حضرت ابوبکر کی آواز سے  
تسکین ہوئی، انبر الہر کی تنہائی میں حضرت ابوبکر کو ساتھ رکھا اور جنت میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ  
ابوبکر ہوں گے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شفاعت سے نارا دل مٹانے کے اسرار | جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم  
تو اللہ تعالیٰ نے آپ پر پہچاس غاریں فرض کیں، اور حضرت موسیٰ نے بار بار سفارش کی کہ آپ کی امت اتنی غاریں



نہیں پڑھ سکتی اپنے رب کے پاس جائے اور نمازیں کم کراتے حتیٰ کہ یہ نمازیں پانچ ہو گئیں۔  
 اگر یہ سوال کیا جائے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم تھا کہ آپ کی امت پسپاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی تو  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا یہ علم نہیں تھا؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے بالآخر پانچ نمازیں فرض کر دی تھیں تو ابتداء  
 پسپاس نمازیں کیوں فرض کیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ کو بھی یہ علم تھا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم  
 تھا کہ نمازیں صرف پانچ فرض کی جائیں گی لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو بار بار اپنے پاس بلانا چاہتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ  
 علیہ وسلم اس کے پاس بار بار جانا چاہتے تھے اور لذت دیدار کو پھر تازہ کرنا چاہتے تھے اور اس کے کلام کی  
 سماعت سے پھر شاد و مہرنا چاہتے تھے، حضرت موسیٰ علیہ السلام اس روضے آگاہ تھے وہ بار بار نمازیں کم  
 کرانے کے بہانے آپ کو بھیج رہے تھے حسن لایزال کی تجلیاں طالب دیدار کو بار بار بلارہی تھیں اور شاق  
 و دیر سزایا نیا بن کہ بار بار تحریم ناز میں جارہا تھا یہ شوق اور عشق اور ناز و نیاز کا معاملہ تھا ورنہ نمازیں تو ابتداء پانچ  
 فرض کی جاسکتی تھیں!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحرایہ کے معراج کی ابتداء میں فرمایا تھا میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں نماز پڑھتے  
 ہوئے دیکھا، اس سے انبیاء اپنی اپنی قبروں میں نماز پڑھتے ہیں اور آپ نے سب ہی کو نماز پڑھتے ہوئے  
 دیکھا تھا خصوصیت کے ساتھ حضرت موسیٰ کے قبر میں نماز پڑھنے کا ذکر کیوں کیا؟ شاید اس لیے کہ حضرت  
 موسیٰ کی سفارش سے امت کی نمازیں کم ہونی تھیں اور یہ دلیل قائم کر لی تھی کہ قبر و اسے سفارش کرتے ہیں اور  
 دنیا و الا کی مدد کرتے ہیں کہ ان ہی کی مدد سے یہ نمازیں پسپاس سے پانچ ہو گئیں۔

الصلوة مع اربع الموثنین کے اصرار | نبی صلی اللہ علیہ وسلم امت کے لیے نماز کا تحفہ سے کر آئے اور فرمایا  
 تم اس طرح عبادت کرو گویا کہ تم اپنے رب کو دیکھ رہے ہو اور معراج کا  
 حاصل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا اور اللہ تعالیٰ کا دیدار ہے اور دن تک پانچ نمازیں فرض ہیں اس طرح آپ نے امت  
 کے لیے یہ موقع فراہم کیا کہ وہ دن میں پانچ مرتبہ اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو اور اس طرح نماز پڑھے کہ حسن الوہیت کے  
 جلوں میں دوڑ جائے، گویا آپ نے خود ایک مرتبہ معراج کی اور امت کے لیے دن میں پانچ مرتبہ معراج کا تحفہ  
 ملے کہ آئے۔

عارفین نے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی تین حالتیں ہیں، ایک حالت وہ ہے جب آپ  
 عظیم کعبہ سے مسجد اقصیٰ گئے اور تمام انبیاء کے امام ہوئے، اس کی ناعدگ نماز میں حالت قیام ہے، دوسری  
 حالت وہ ہے جب آپ پہلے آسمان سے اتر کر سدرہ المنتہی تک پہنچے، اس کا اظہار نماز میں حالت رکوع ہے  
 اور تیسری حالت وہ ہے جب آپ عرش عظیم سے ماوراء فی فندلی فکان قاب قوسین اودائی تک  
 پہنچے اور آپ کو اللہ تعالیٰ کا وہ قرب حاصل ہوا جس سے بڑھ کر قرب کا تصور نہیں ہو سکتا، اس کے تمام مقام نماز میں سجدہ  
 ہے کیونکہ سجدہ میں بندہ کہ اپنے رب کا وہ قرب حاصل ہوتا ہے جس سے بڑھ کر قرب کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ قرآن  
 مجید میں ہے:

وَأَسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (علق: ۱۹)

آپ سجدہ کریں اور ارہا سے مزید قریب ہوں



سلامہ اویسی کہتے ہیں:

امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے: بندہ کا اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے اور حدیث صحیح میں حضرت ثوبان سے مرفوعاً روایت ہے: تم ہجرت کجوں کو لازم کرو گیز کہ جب تم اللہ تعالیٰ کے لیے ایک سجدہ کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ اس سجدہ سے تمہارا ایک درجہ بلند کرتا ہے اگر تمہارا ایک عشاء شاریتا ہے۔  
علامہ قمر طبعی مابکی کہتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کہ سجدہ کا اپنے رب کے ساتھ سب سے زیادہ اور سب سے پسندیدہ قرب اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنی پیشانی زمین پر رکھ کر اللہ کو سجدہ کرتا ہے۔“ علامہ نے کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ میں انتہائی غموریت اور نہایت ذلت ہے، اور اللہ کے لیے انتہائی عزت ہے، اس کی عزت کی کوئی مقدار نہیں تو سجدہ جتنا اس کی عظمت عزت سے نزدیک ہوگا اتنا ہی اللہ تعالیٰ کے قریب ہوگا اور اس سے بڑھ کر اور کیا ذلت ہوگی کہ جس جگہ پیر رکھے جلتے ہیں وہاں بندہ اللہ کے لیے اپنا سر رکھ دیتا ہے۔

**کفار قریش کو دیے ہوئے جوابات کے اسرار** | علامہ نے کفار قریش کے سامنے واقعہ معراج بیان کیا تو ان لوگوں نے امتحان کے لیے سوالات کرنے شروع کیے ایک شخص نے پوچھا کیا آپ نرغلاں کے آرٹوزل کے پاس سے گذرے ستھے؟ آپ نے فرمایا ہاں! میں نے ان کو نرغلاں اور نرغلاں جگہ دیکھا، ان کی سرخ رنگ کی اونٹنی کی تاگ تک ٹوٹ گئی تھی، ان کے پاس پیالے میں پانی تھا جس کو میں نے پی لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پانی پینے سے ایک تو واقعہ معراج پر دلیل قائم ہو گئی، کیونکہ قافلہ داروں نے بتایا کہ کسی نے اس پیالے سے پانی نہیں پیا اور نہ پانی گرایا اور وہ پانی ختم ہو گیا، دوسرے اس سے معراج جہانی پر دلیل قائم ہو گئی کیونکہ پانی پینا جسم کا کام ہے روح کا کام نہیں ہے۔

امام بخاری، امام مسلم، امام بیہقی اور دیگر ائمہ حدیث نے روایت کیا ہے کہ کفار قریش نے آپ سے مسجد کی نشانیاں پوچھنی شروع کیں، آپ نے ان نشانوں کو محفوظ نہیں رکھا تھا، سو آپ ان کے سوالات سے بہت پریشان ہوئے، تب اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو اٹھا کر آپ کے سامنے رکھ دیا، وہ آپ سے بیت المقدس کی نشانیاں پوچھتے رہے اور آپ دیکھ دیکھ کر بیان فرماتے رہے!

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت بڑی فضیلت ہے، کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے مسافت بے حد سے فکر بلقیس کا تخت لایا گیا اور یہ ان کا بہت بڑا اعزاز تھا، لیکن تخت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا ہے لیکن عمارت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ عادیہ منتقل نہیں کیا جا سکتا اور نبی صلی اللہ

علامہ سید محمود اویسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح المعانی ج ۳ ص ۱۸۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۸۵ھ  
علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد مابکی قرطبی متوفی ۷۶۸ھ، اسماح لاحکام القرآن ج ۲ ص ۲۸، مطبوعہ انتشارات ناظر خسروی



علیہ وسلم کے لیے بیت المقدس کی عمارت کو منتقل کر دیا گیا، اب اگر یہ سوال ہو کہ شام کے لوگوں نے اس وقت بیت المقدس کو گم کیوں نہیں پایا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس جگہ بیت المقدس کی مثال قائم کر دی ہو اور اصل بیت المقدس آپ کے سامنے رکھ دیا ہو، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم یہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ فرق ہے کہ ہماری تو جہ کسی چیز سے ہٹ جانے پر کچھ نہیں ہوتا اور آپ کی توجہ کسی چیز سے ہٹ جانے پر تو وہ چیز اپنی جگہ سے ہٹ جاتی ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے اس مسئلہ کا استنباط کیا ہے کہ کعبہ اور یاسر اللہ کی زیارت کے لیے چلا آتا ہے اور یہ امر جانتا ہے شیخ اشرف علی تھانوی اس سوال کے جواب میں لکھتے ہیں کہ آیا کعبہ کا اور یاسر اللہ کی زیارت کرنا جائز ہے یا نہیں ؟

۴۔ عن جابر بنہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلمہ یقول لما کذبخی قریش قعدت فی الحجد  
فجلی اللہ فی بیت المقدس الحدیث متفق  
علیہ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ  
مناجبات قریش سے میری تکذیب کی تو میں حجر میں  
کھڑا ہو گیا پس اللہ تعالیٰ نے میرے لیے ہیت  
اللہ کو منکشف کر دیا۔

(مشکوٰۃ ص ۵۲۲)

اب ایک شبہ یہ باقی ہے کہ حسن اس کی کذب ہے کیونکہ تاریخ میں کہیں منقول نہیں کہ کعبہ اپنی عمارت سے غائب ہو سوا یا اسی  
شبہ حدیث سابقہ میں دروتاب ہے مگر جو اس کا جواب ہے اور وہ یہ ہے کہ ہو سکتا ہے اس وقت اتفاق سے  
کعبہ لاکرئی دیکھنے والا نہ ہو ورنہ اقرب یہ ہے کہ کعبہ کی حقیقت مثالیہ اس حکم کی محکوم علیہ ہو۔ اے  
علامہ علامہ الدین مصطفیٰ مکتبی ہیں :

علامہ نسفی سے سوال کیا گیا کہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ کعبہ اور یار میں سے کسی کی زیارت کرنا ہے آیا یہ قول صحیح ہے یا انھوں نے جواب دیا یہ کرامت ہے اور اہل سنت کے نزدیک اور یار الیتر کے لیے کرامت جائز ہے یہ علامہ شامی کہتے ہیں:

ہم استقبال قبلہ کی سخت میں کھ چکے ہیں کہ اگر کعبہ اور یار اللہ کی زیارت کے لیے چلا جائے تو اس قضیہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھی جائے گی۔

شب معراج دیدار الہی کے اسرار | ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب عزوجل کا دیدار کیا اور یہ پیشے حوصلہ کا کام ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایک صفت کی تجلی کی گئی تو حضرت موسیٰ یہ ہوش ہنس گئے اور پہاڑ طور دینہ دینہ ہو گیا اور آپ

۱۳۴۲ هـ. شیخ اشرف علی قنونی متوفی ۱۳۴۲ هـ برادر المتوفی ۱۳۴۲ هـ، مطبوعه شیخ غلام علی ایندلسلر لاہور، ۲۱۹۶۴، ۱۳۴۲ هـ

٢٤ علامه علاء الدين محمد بن علي بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ هـ در مختار علی الشیخ رد المحتار ج ۲ ص ۸۷۷ مطبوعه مطبعه عثمانیه لاہور

۳۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابد بن شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۲ ص ۸۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ لاہور، ۱۳۲۶ھ



نے عین ذات کو اس طرح دیکھا کر دکھانے واسطے نے بھی مادہ ہی اور فرمایا: ہاذا انظر البصر وما طلعی۔  
 اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا پرمجمل ہے کہ اگر اس کو وہ پھاڑ پر نازل کرتا تو پھاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا اور آپ کے سینہ پر  
 تیس سال تک لگتا کہ کلام الہی نازل ہوتا رہا اور آپ کے ایمان اور استقامت میں کوئی فرق نہیں آیا، سلام  
 ہوا ان آنکھوں پر جنہوں نے اس کی ذات کے جلووں کو محرمیت سے دیکھا جس کی صفت کے جلووں کو بھی کوئی  
 سہار نہیں سکتا اور آفرین ہو اس دل پر جس پر تیس سال کلام الہی نازل ہوتا رہا اور اس کی استقامت میں فرق نہیں  
 ملا۔ نے بیان کیا ہے کہ دنیا میں ہم اللہ تعالیٰ کو اس لیے نہیں دیکھ سکتے کہ ہماری آنکھیں غالی ہیں اور اللہ  
 تعالیٰ کی ذات باقی ہے اور غالی آنکھوں سے باقی ذات کو نہیں دیکھا جاسکتا اور جنت میں چمک رہا خدا کے فضل  
 سے جنت میں چلے گئے) اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں گے کیونکہ وہاں ہم باقی ہوں گے اور باقی آنکھوں سے باقی  
 ذات کو دیکھا جاسکتا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں اچھی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو معلوم  
 ہوا کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کو جو آنکھیں جنت میں عطا فرمائے گا وہ آنکھیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو دنیا میں عطا کر دی ہیں!  
 کسی واقعہ کو مجھوں سے سن کر بیان کرنا یہ بھی سچ ہے کہ اللہ کسی واقعہ کو دیکھ کر بیان کرنا یہ بھی سچ ہے اور  
 یہ اس سے اعلیٰ درجہ کا سچ ہے، تمام فرشتوں، نبیوں اور ولیوں نے کہا اللہ — ہے اور ایک ہے اور  
 سچ کہا لیکن کسی نے کسی سے سن کر کہا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اللہ ہے اور ایک ہے، آپ نے  
 بھی سچ کہا لیکن آپ کا سچ اعلیٰ درجہ کا ہے کیونکہ آپ نے دیکھ کر کہا ہے، معلوم ہوا اسے انبیاء و عارفین میں نہیں  
 آپ ایسا صادق پوری کائنات میں نہیں ہے۔

زیارت بھی ایک عبادت ہے، ماں باپ، علماء و مدعائین کی زیارت عبادت ہے، کعبۃ اللہ کی زیارت  
 عبادت ہے، قرآن مجید کی زیارت عبادت ہے اور سب سے افضل عبادت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی  
 زیارت ہے، کیونکہ آپ کو حالت ایمان میں ایک نظر دیکھنے سے انسان صحابی بن جاتا ہے، اور کوئی بڑی سے  
 بڑی عبادت بھی مرتبہ محاببت کو نہیں پاسکتی توجیب نبی کی زیارت کا یہ مرتبہ ہے تو خدا کی زیارت کا کیا مقام ہوگا!  
 اس لیے سارے انبیاء علیہم السلام نے اللہ کی عبادت کی ہے لیکن جیسی عبادت سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے کی ہے ایسی عبادت کسی نے نہیں کی، کیونکہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہے، انسان، جن، فرشتے اور  
 سارے نبی عابد ہیں لیکن جیسے آپ عابد ہیں ایسا کوئی عابد نہیں ہے۔

شہادت دو قسم کی ہوتی ہے، سچ کر اور دیکھ کر، جو شہادت سن کر دی جائے وہ فرع ہے اور جو شہادت  
 دیکھ کر دی جائے وہ اصل ہے، جو شہادت سن کر دی جائے وہ تب مقبول ہوتی ہے جب اس کی انتہاء اس  
 شہادت پر ہو جو دیکھ کر شہادت دے، اور اگر سب سن کر شہادت دیں اور کوئی دیکھ کر شہادت دیتے والا  
 انہوں میں نہ ہو تو سب شہادتیں ناقص ہوں گی، حضرت آدم سے لے کر عیسیٰ تک تمام نبیوں اور رسولوں نے اللہ کی  
 شہادت دی اور سن کر شہادت دی اگر انہوں میں کوئی ایسا گواہ نہ آتا جو دیکھ کر شہادت دیتا تو یہ تمام شہادتیں ناقص اور ناقص  
 ہوتیں، سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شب ہجراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا اور دیکھ کر اللہ کی شہادت دی، اگر آپ اللہ کا  
 دیدار نہ کرتے تو تمام سابق نبیوں اور رسولوں کی شہادتیں ناقص رہتیں، آپ نے شب ہجراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا



ترتیب میں نبیوں کی شہادتیں مکمل ہو گئیں، گواہی تو اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں سے دی ہے لیکن آپ جیسا گواہ کوئی نہیں ہے تمام نبیوں کی گواہی فرما ہے اور آپ کی گواہی اصل ہے اور شب معراج اللہ کا دیدار کرنے سے واضح ہو گیا کہ پوری کائنات میں کوئی آپ ایسا ماریق ہے نہ عابد ہے نہ شاہد!

مسئلہ معراج پر میں نے بہت مطالعہ کیا ہے اور بہت غور و فکر کیا ہے، میں نے اپنے تمام مطالعہ اور غور و فکر کا حاصل ان صفحات پر پیش کر دیا ہے، میں جب مطالعہ کرتا ہوں تو میرا نصب العین سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کمال اور آپ کی فضیلت کو تلاش کرنا ہوتا ہے اور جب میں قرآن مجید کی کسی آیت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی حدیث پر غور کرتا ہوں تو آپ کی خصوصیت اور آپ کی عظمت کے شکات کا استنباط کرتا ہوں، واقعہ معراج کے بیان میں میں نے جو اسرار اور شکات بیان کیے ہیں وہ میری اسی فکر کا ثمرہ ہیں، میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوب کر نکھتا ہوں اور باوجود اور قبلہ رو بیٹھ کر نکھتا ہوں اور نکھنے سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے حق نکھنے کی توفیق دے اور نکھنے سے پہلے نکھتے وقت اور نکھنے کے بعد بھی اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں کہ میں کوئی غلط بات نہ نکھی گئی ہو، مسئلہ معراج کے بعض مباحث میں کبار صحابہ سے لے کر متاخرین علماء تک بہت اختلاف ہے، میں نے ان مختلف آراء اور مذاہب میں سے اس رائے اور اس مذہب کو ترجیح دی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت، آپ کے ادب، اور احترام اور آپ کے مرتبہ اور مقام کے زیادہ قریب ہے، اس سلسلہ میں میں نے جو کچھ لکھا ہے اگر یہ صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہے، اور اگر یہ غلط ہے تو یہ میری فکر کی غلطی اور مطالعہ کی کمی ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس سے بری ہیں وما ابرونی نفسی ان النفس لا ما دتہ بالسوء، ولا حول ولا قوت الا باللہ العلی العظیم وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

اے العالمین میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت میں جو کچھ لکھا ہے اس کو قبول فرما! میرے دل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو بیش از بیش فرما، مجھے اسلام پرستقیم رکھنا اور ایمان پر میرا خاتمہ کرنا، اس کتاب کو تاقیامت باقی، کثیر الاشاعت، مفید، مؤثر اور مفید رکھنا، تمام شروعات حدیث میں اس کتاب کو سب سے اونچا مقام عطا فرماتا، اس کتاب کو میرے لیے خوشہ آخرت اور میری حسنت کے لیے صدقہ جاریہ کرنا۔ رب العالمین مجھے، اور میرے پڑھنے والوں کو اس کتاب کے ناشر، کاتب اور صحیح کر، میرے والدین، مشائخ، اساتذہ، احباب اور دیگر متعلقین اور جمنہ مسلمین کو دنیا اور آخرت کی ہر پریشانی، مصیبت، آفت اور غلاب سے محفوظ رکھنا، وارین میں کامیابی، کامرانی، سرخ روئی، روح اور ایمان غلط فرما، دوزخ سے محفوظ رکھنا اور جنت الفردوس عطا فرماتا، آمین یا رب العالمین بجا و حبیبک سیدنا محمد، سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وعلى آله واصحابہ اجمعین۔ واخبر دعوتنا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل الانبیاء والمرسلین فاشد الغرام المحجلین وعلی الہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وازواجه الطاہرات اجمعات المؤمنین وعلی العلماء والمصلحین اجمعین الی یوم الدین۔



بَابُ مَعْنَى قَوْلِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَأَوْا نَزْلَةَ  
أُخْرَىٰ وَهَلْ رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ رَأْيَهُ لَيْلَةَ الْإِسْرَاءِ

آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج  
اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا تھا یا نہیں؟

۳۳۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الزُّبَيْرِ الْمُرَّهَارِيُّ نَا حَبَّاشَ  
وَالْهَرَوَانِيُّ الْقَوَّامُ حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ قَالَ سَأَلْتُ  
بْنَ زُبَيْرٍ حَبِيشَ عَنْ قَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى فَكَانَ قَابَ  
قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ قُسَيْبٍ عَنْ  
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
رَأَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَيْلَةَ سَمِئَةَ وَنَاقَةَ  
جَنَاحٍ

شیبانی کہتے ہیں کہ بنی نے زبیر بن حبیش سے  
قرآن مجید کی آیت فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنَىٰ پوچھی  
دو کمان کے دو سروں کی مقدار قریب ہو گئے یا اس سے  
بھی زیادہ قریب ہو گئے کی تفسیر زبیر بن حبیش نے  
کہا اس آیت کے بارے میں مجھ سے حضرت عبداللہ  
بن مسعود رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو ایسی صورت میں  
دیکھا کہ ان کے چھ سو پر ہوتے۔

۳۳۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ نَا حَقْقُ  
بْنُ بَغِيَّاتٍ عَنْ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ بَنِي زَوْجٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
قَالَ مَا كُنْتُ مِنَ الْقَوْمِ اَدَمًا رَأَى قَالَ رَأَى جِبْرِيلَ  
لَيْلَةَ سَمِئَةَ وَنَاقَةَ جَنَاحٍ

زبیر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود  
رضی اللہ عنہ ما کذب القوادہ صامی " دل  
نے اس کو نہ جھٹکایا جرات نہ کی تھی دیکھا کی تفسیر میں کہتے  
تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت  
جبرائیل کو چھ سو پر ہوں کے ساتھ دیکھا۔

۳۳۲۔ حَدَّثَنَا عَمِيْدُ اللَّهِ بْنُ مَعَاذٍ الْعَدَنِيُّ عَنْ قَالَ  
نَا إِفْرَ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ سُلَيْمَانَ الشَّيْبَانِيِّ فِي مِمْه  
زَيْدَ بْنَ حَبِيشَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ لَقَدْ رَأَوْا مِنْ  
أَيَّامِ سَاطِعٍ الْكَتَبِيُّ فَكَانَ مَهْدَىٰ جِبْرِيلَ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ فِي صُورَتِهِ لَيْلَةَ سَمِئَةَ وَنَاقَةَ جَنَاحٍ

زبیر بن حبیش کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود  
رضی اللہ عنہ قرآن کریم کی آیت لَقَدْ رَأَوْا مِنْ أَيْامِ  
السَّاطِعِ " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے اپنے رب کی بہت بڑی نشانیاں دیکھیں " کی  
تفسیر میں کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
حضرت جبرائیل کو ان کی اصل صورت میں چھ سو پر ہوں کے  
ساتھ دیکھا۔

۳۳۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا  
عَمْرُو بْنُ مُسَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ إِفْرَ  
هَازِيَةَ وَلَقَدْ رَأَوْا نَزْلَةَ أُخْرَىٰ قَالَ رَأَى  
جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
نے ولقد رآوا نزلا اخری " اور انہوں  
نے تودہ بارہ دوبارہ دیکھا " کی تفسیر میں کہتے تھے  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرائیل علیہ السلام



کر دیکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ آپ نے اللہ تعالیٰ کو اپنے قلب سے دیکھا۔

ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں حضرت ابن عباس نے مائکذب القواد صراہی ولقد ساء فیہ اخری "ول نے اس کو نہ جھٹلایا جو انکھ نے دیکھا اور اھو نے تروہ جھوٹو دوبارہ دیکھا" کی تفسیر میں فرمایا اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو اپنے دل سے دوبارہ دیکھا۔

امام مسلم نے بیان فرمایا کہ ایک اور سند بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ٹیک لگا کر بیٹھا تھا اس موقع پر حضرت عائشہ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا اے ابوبکر (رحمۃ اللہ علیہ) کہ کینت ہے؟ میں نے چیریا ایسی ہی کر لیا کہ کوئی شخص ان تیوں میں کسی کا بھی قول کرے وہ اللہ پر بیعت بڑا بہتان باندھے گا۔ میں نے پوچھا وہ کون سی باتیں ہیں آپ نے فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے تو اس نے اللہ تعالیٰ پر بیعت بڑا بہتان باندھا، مسروق کہتے ہیں کہ پہلے میں ٹیک کے سہارے بیٹھا تھا یہ سن کر سنبھل کر بیٹھ گیا اور میں نے عرض کیا ام المؤمنین! ذرا ٹھہریے اور مجھے بھی کچھ کہنے کا موقع دیجئے، کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا: ولقد راہ بالافق العبدین "اور بے شک انھوں نے اسے روشن کئے پر دیکھا" اور فرمایا ولقد راہ نزولہ اخری "اور انھوں نے تروہ

۳۴۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ النَّاسَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ عَنْ عَطَا بْنِ أَبِي عُبَّاسٍ قَالَ رَأَاهُ يَقُولُ

۳۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابُو سَعِيدٍ الْأَشْجَرِيُّ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ الْأَشْجَرِيُّ نَا وَكِيعَ عَمَّا قَالَ نَا الْأَشْجَرِيُّ عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَصِينِ أَبِي جَهْمَةَ عَنْ أَبِي عَدْرِيدَةَ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا كَذَبَ الْقَوَادُ صَرَاهِي وَلَقَدْ سَاءَ مَا كَذَلْتُهُ أُخْرَى قَالَ سَاءَ مَا يَحْكُوَادُهُ مَذْذَبِينَ

۳۴۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حَمَّصُ بْنُ عِيَّانٍ عَنْ الْأَشْجَرِيِّ قَالَ نَا أَبُو جَهْمَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ

۳۴۷۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا سَمْعِيلُ بْنُ ابْنِ إِسْرَافِيلَ عَنْ وَادْعِ بْنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ كُنْتُ مَعَكُمْ عِنْدَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ يَا أَبَا عَائِشَةَ لَذِيكَ مَن تَكَلِّمُ بِعَاجِلَةٍ قَوْمَهُمْ فَقَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفُرْيَةَ قُلْتُ مَا هُنَّ قَالَتْ مَن مَعَهُ أَنَّ مُحَمَّدَ ابْنِي اللَّهِ عَلَيْهِ وَالْهِمَّةُ سَلَّمَ مَا أَرَى قَدْ أَعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْفُرْيَةَ قَالَ وَكُنْتُ مَعَكُمْ فَجَلَسْتُ فَقُلْتُ يَا أَمُّ الْمُؤْمِنِينَ أَنْظِرِي لِي كَلَامًا لِي فِي الْأَمْرِ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَقَدْ رَأَاهُ بِالْأَفْئِدَةِ الْفُكَيْلِينَ وَلَقَدْ رَأَاهُ كَذَلْتُهُ أُخْرَى فَقَالَتْ أَنَا أَوَّلُ هَذِهِ الْأُمَّةِ سَأَلَ عَنْ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِشْمَا هُوَ جَبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ثُمَّ أَرَاهُ عَلَى صُورَةِ النَّبِيِّ خَلِقَ عَلَيْهَا عِلْمَهُ هَاتَيْنِ الْمَرْتَلِينَ ثُمَّ آيَتْهُ مُهَيَّطًا مِنَ السَّمَاءِ سَادًا عِظَمًا



خَلَقَهُمَا بَيْنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ فَقَالَتْ أَوَلَمْ  
تَسْمِعُوا أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يَقُولُ لَا تَدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ  
وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ  
أَوَلَمْ تَسْمِعُوا أَنَّ اللَّهَ يَقُولُ وَمَا كَانَ لِمَنْ يَشَاءُ أَنْ  
يَكْلَمَهُ اللَّهُ إِلَّا دُخْيَا أَوْ مِنْ دُونِ حِجَابٍ أَوْ  
يُرْسِلَ رَسُولًا إِلَى قَوْمٍ إِنَّهُ عَلَيْهِمْ حَكِيمٌ  
فَقَالَتْ وَمَنْ نَسْأَلُكَ رَسُولًا أَوْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَتَمَ شَيْئًا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ  
أَوْ اعْظَمَ عَلَى اللَّهِ الْغَرَابَةَ فَإِنَّهُ يَقُولُ  
تَمَّا السُّؤَالُ بِدَعْوَا أُولَئِكَ مِنْ تَكَلُّفٍ  
لَا تَفْعَلُ فَمَا يَكْفُرُ بِسَأَلِكُمْ قَالَتْ  
نَنْزَعَهُمْ أَنْ يَخْبِرُوا بِمَا يَكُونُ فِي غَيْبِ  
لَدَا عَظَمَ عَلَى اللَّهِ الْغَرَابَةَ فَإِنَّهُ يَقُولُ  
قَالَ لَا تَعْلَمُونَ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبِ  
إِلَّا اللَّهُ

جلوہ دوبار دیکھا "ام المؤمنین نے فرمایا اس امت  
میں سب سے پہلے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم سے ان آیات کے بارے میں پوچھا تو حضور نے  
فرمایا ان آیات سے مراد جبرائیل ہیں، حضور نے ان  
دو مرتبہ کے علاوہ جبرائیل علیہ السلام کو ان کی اس اصل  
صورت میں نہیں دیکھا تھا جس صورت میں وہ پہلے ہوئے  
تھے آپ نے فرمایا میں نے ایک مرتبہ انھیں اس کیفیت میں دیکھا  
کہ وہ آسمان سے اتر رہے تھے اور ان کی جماعت  
سے تمام آسمان وزمین کو گھیر رہا ہے، پھر ام المؤمنین  
نے فرمایا کیا تم نے قرآن میں نہیں پڑھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا  
ہے لَا تَدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ  
اللطيف الخبير۔ انہیں اس سے احاطہ نہیں کرتیں  
اور سب انہیں اس کے احاطہ میں ہیں اور وہ لطیف  
اور خیر ہے، اور کیا تم نے قرآن کریم میں یہ نہیں پڑھا  
مَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يَكْلَمَهُ اللَّهُ إِلَّا دُخْيَا أَوْ مِنْ دُونِ  
حِجَابٍ اویوسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
اور کسی بشر میں یہ طاقت نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے  
بغیر وحی کے کلام کرے یا وہ بشر حجاب کی اوٹ میں  
ہو یا اللہ تعالیٰ کو فرشتہ بھیجے جو اللہ تعالیٰ کی اجازت  
سے اس کی مرضی کے مطابق اس بشر پر وحی نازل  
کرے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ بلند اور حکیم ہے، پھر  
ام المؤمنین نے فرمایا جو شخص یہ کہتا ہو کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن میں سے کچھ چھپایا اس  
نے بھی اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا جھوٹ باندھا کیونکہ اللہ  
تعالیٰ فرماتا ہے يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ  
رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ "اے رسول  
جو کچھ قرآن میں آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ امت تک  
پہنچا دیجیے، اگر آپ نے (بالغرض) ایسا نہیں کیا تو  
آپ نے فرشتہ رسالت کو ادا نہیں کیا اور جو شخص یہ کہے



کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وبالذات یعنی اللہ تعالیٰ کے بتلائے بغیر، کل کا علم تھا تو اس نے بھی اللہ تعالیٰ پر محبت بامدحہ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قل لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ۔ آپ فرمادیں گے کہ آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ غیب ہے اس کو بغیر اللہ تعالیٰ کے وبالذات کوئی نہیں جانتا۔

امام مسلم نے سند سابق کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس حدیث کو بیان فرمایا، البتہ اس میں یہ اضافہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی کسی آیت کو تم سے چھپاتے تو اس آیت کو چھپانے والا نہ قول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ امسک علیک زوجک واتق اللہ وتخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ وتخشى الناس واللہ احق ان تخشاه۔

اور اسے محبوب یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جن پر اللہ نے بھی انعام فرمایا اور آپ نے بھی انعام فرمایا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے پاس رہنے دو اور آپ کے دل میں وہ چیز بھی جس کو اللہ تعالیٰ ظاہر کرنا چاہتا تھا کیونکہ آپ کو لوگوں کے طعنہ دینے کا اندیشہ تھا، حالانکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ متق و اس سے کہ آپ اس سے ڈریں۔

مسند وقی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ حضرت عائشہ نے جواب میں فرمایا تھا یہی بات سن کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ امام مسلم کہتے ہیں اس روایت میں بھی پہلی تفسیر کی طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا لیکن دائرہ روایت نہ زیادہ مفصل ہے۔

۳۳۸۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ سَأَلَ عُبَيْدَ بْنَ الْحَمَّادِ قَالَ سَأَلَ دَاوُدَ بْنَ أَبِي بَرْزَاءٍ الْإِسْطَاقِيَّ حَدِيثَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْهُمَا وَكَانَ كُنْهَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَتْ مَا شَيْئًا مِمَّا أُنْزِلَ عَلَيْهِ لَكَتَمَّ هَذِهِ الْآيَةَ وَإِذْ كُنْزُ الْكِتَابِ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَفْسَيْكَ عَلَيْكَ تَرَوْجَكَ وَاشْتَقَّ اللَّهُ وَتَخْفَى فِي نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ۔

۳۳۹۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مَيْمُونٍ قَالَ سَأَلَ ابْنُ أَبِي قَالٍ قَالَ سَأَلَ إِبْرَاهِيمَ بْنَ الشَّعْبِيِّ عَنْ مَسْرُوقٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ هَلْ تَرَى مُحَمَّدًا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَبَهُ فَقَالَتْ سُبْحَانَ اللَّهِ لَقَدْ قَعْتُ شَعْرَتِي لِمَا قُلْتَ وَسَأَقِي الْحَدِيثَ بِقِصَّتِهِ وَحَدِيثُ دَاوُدَ أَكْثَرُ وَأَطْوَلُ۔



۳۵۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا أَسْمَاءَ قَالَ لَمَّا رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ عَامِرٍ عَنْ مَسْرُودٍ قَالَ قُلْتُ لِمَا لَمْ يَكُنْ كَأَنَّهُ قَوْلُهُ تَعَالَى ثُمَّ دَفَعْتُ تَأَنِّي فَكَانَ كَأَنَّهُ قَوْلُ مَسْرُودٍ أَدْنَى مَا وَجَّهَ إِلَى عَبْدِهِ مَا أَدْنَى مَا لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ يَأْتِيهِ فِي صُورَةِ الْوَجْهِ قَرَأْتُ أَنَا فِي هَذِهِ الْأَمْثَرَةِ فِي صُورَةِ الْوَجْهِ قَرَأْتُ أَنَا فِي هَذِهِ الْأَمْثَرَةِ الشَّعَاوُ

مسروود کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اس آیت کی کیا تفسیر ہے؟ ثورہ فی فتوحی فکان قاب قوسین اودہ فی فاویحی الی عبدہ ما ادخنی۔ پھر وہ جلوسہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا تو اس جلوسے اور مجرب کے درمیان کمان کے دو بہروں کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی کم پھر وحی فرماں اس نے اپنے بندے کو جو وحی فرمائی، حضرت عائشہ نے فرمایا اس آیت سے مراد حضرت جبرائیل ہیں، پہلے وہ آپ کے پاس انسانی صورت میں آتے تھے، اس مرتبہ وہ آپ کے پاس اپنی اصلی صورت میں آئے جو صورت آسمان کے کناروں پر محیط ہوگئی

۳۵۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ كُرَيْبَ بْنَ إِسْرَافِيلَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَأَيْتُكَ مَا بَلَكَ قَالَ نُبُوَّةُ آفِي أَمَا

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ فرمایا اللہ تعالیٰ (خائف) نور ہے اور میں نے اس کو جہاں سے میں دیکھا وہ نور ہی نور ہے

۳۵۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ سَأَلْتُ نَافِعَ بْنَ عِيسَى عَنْ أَبِي نَصْرٍ وَحَدَّثَنَا شَيْخِي حَبِيبُ بْنُ الشَّامِ عَنْ قَالَ نَافِعُ بْنُ شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ عَنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ رَأَيْتُكَ مَا بَلَكَ قَالَ نُبُوَّةُ آفِي أَمَا

سید القدر بن شیبہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے کہا اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا موقع ملتا تو میں حضور سے ایک چیز ضرور پوچھتا، حضرت ابوذر نے فرمایا کیا پوچھتے؟ عبد اللہ نے کہا میں یہ پوچھتا کہ کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے حضرت ابوذر نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پوچھا تھا آپ نے فرمایا میں نے (خائف) نور کو دیکھا ہے۔

۳۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ كُرَيْبٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا أَسْمَاءَ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ نَبِيًّا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر ہمیں پانچ باتیں بتلائی فرمایا: ۱۔ اللہ تعالیٰ نے سونا نہیں اور نہ ہی سونا اس کی



عَلَيْهِ وَالْأَلَمِ وَسَلَّمَ بِخَمْسٍ كَلِمَاتٍ فَقَالَ إِنَّ  
اللَّهَ لَا يَمْنَعُ وَلَا يَنْبَغِي لَهُ أَنْ يَمْنَعَ يَخْفِضُ  
الْقِسْطَ وَيَرْفَعُهُ يُزْفِعُ إِلَيْهِ عَمَلُ اللَّيْلِ قَبْلَ  
عَمَلِ النَّهَارِ وَعَمَلُ النَّهَارِ قَبْلَ عَمَلِ اللَّيْلِ  
حِجَابُهُ الثَّوْبُ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى بَكْرُ النَّارِ لَوْ كَسَتْهَا  
لَا خَرَقَتْ سُبُحَاتُ وَجْهِهِ مَا انْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ  
مِنْ خَلْقِهِ وَفِي رِوَايَةٍ أُخْرَى بَكْرُ عَيْنِ الْأَعْمَشِ  
وَلَمْ يَعْلَمْ حَدَّثَنَا

شان کے لائق ہے۔  
۲۔ میزان کے پلڑوں کو جھکاتا اور اٹھاتا ہے۔  
۳۔ رات کے اعمال اس کے پاس دن سے پہلے  
اور دن کے اعمال رات سے پہلے پہنچ جاتے  
ہیں۔  
۴۔ اللہ تعالیٰ کی ذات کو ایک نور نے حجاب میں لیا  
ہوا ہے ایک روایت میں نور کی جگہ نازک لفظ  
(ہے)۔

۵۔ اگر اس حجاب کو اٹھا دیا جائے تو اس کی ذات  
کی شے عین منہاں دیکھ کر تک تمام مخلوق کو حیرت  
دیں گی۔

اہم مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے  
بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے مگر اس میں چار باتوں  
کا ذکر ہے پانچویں بات یعنی مخلوق کو جلائے کا ذکر  
نہیں ہے۔ اور فرمایا اس کا حجاب کر رہے۔

۳۵۴۔ حَدَّثَنَا اسْتَعْبَقُ بْنُ ابْنِ أَبِي هَرْمَةَ أَخْبَرَنَا جَرِيرٌ  
عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذِهِ الرِّسَالَةِ قَالِ كَانَتْ فِيْنَا  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْأَلَمِ وَسَلَّمَ يَأْتِيهِ كَلِمَاتُ  
لَهُ دَكْرِيْمٌ حَدِيثُ أَبِي مُعَاوِيَةَ لَهُ يَدُكَ مِنْ خَلْقِهِ  
وَقَالَ حِجَابُهُ الثَّوْبُ

۳۵۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ  
قَالَا نَحْنُ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنِي شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو  
بْنِ مُرَّةٍ عَنْ أَبِي عُبَيْدَةَ عَنْ أَبِي مُؤَمِّنٍ رَضِيَ اللَّهُ  
تَعَالَى عَنْهُ قَالَ قَامَ فِينَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالْأَلَمِ وَسَلَّمَ يَأْتِيهِ مِنَ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ كَلِمَاتٌ وَلَا يَنْبَغِي  
لَهُ أَنْ يَمْنَعَ وَيَرْفَعُ الْقِسْطَ وَيَخْفِضُهُ يُزْفِعُ  
إِلَيْهِ عَمَلُ النَّهَارِ بِاللَّيْلِ وَعَمَلُ اللَّيْلِ بِالنَّهَارِ

حضرت ابو موسیٰ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجلس میں کھڑے ہو کر  
انہیں چار باتیں بتلائیں فرمایا اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے  
اور نہ سوتا اس کو نہ یہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ میزان کے  
پلڑے اوپر نیچے کرتا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ کے  
حضور میں رات کے اعمال دن میں اور دن کے  
اعمال رات میں پیش کیے جاتے ہیں۔

اس باب کی امارت میں یہ بحث ہے کہ آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شب سراج اللہ تعالیٰ کو دیکھا ہے  
یا نہیں، ہم چونکہ اس سے پہلے باب میں اس پر مفصل بحث کر چکے ہیں اس لیے اس حدیث میں جو دوسرے  
مضامین ہیں ان کو بیان کرتے ہیں۔

قرآن مجید کا کمی اور بیشی سے محفوظ ہونا حدیث نمبر ۳۴ میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
نے فرمایا جو شخص یہ کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



نے قرآن مجید سے کچھ چھپایا اس نے اللہ تعالیٰ پر بڑا جھوٹ باندھا۔  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس قول سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پورے قرآن مجید کو  
امت تک تک پہنچا دیا اور کیونکہ قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہو سکتی، اس سے ثابت ہوا کہ قرآن  
امت کے اہل حق میں جو قرآن مجید محفوظ ہے یہ وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے جبرائیل کی وساطت سے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا اور حضور نے اس کو ہم تک پہنچا دیا۔ لہذا شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ موجود قرآن اصل  
قرآن کا ایک تہائی ہے باطل ہے۔  
شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ان القرآن  
الذی جاء بہ جبرائیل علیہ السلام الی محمد صلی اللہ  
علیہ وسلم سبعة عشر الف آیتاً  
نویس: قرآن مجید میں چھ ہزار دو سو اور چند آیتیں ہیں۔  
نیز شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن جابر قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول:  
ما ادعی احد من الناس انہ جمع القرآن کما انزل  
الا کذاب وما جمعه وحفظہ کما نزلہ اللہ  
تعالیٰ الا علی بن ابی طالب علیہ السلام و  
اثمہ من بعدہ علیہم السلام  
جابر بیان کرتے ہیں کہ ابو جعفر علیہ السلام  
نے فرمایا جس شخص نے یہ دعویٰ کیا کہ اس نے پورے  
قرآن کو جس طرح وہ نازل ہوا تھا محفوظ کر لیا ہے وہ  
جھوٹا ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل  
کیا تھا اس کو اس طرح صرف حضرت علی بن ابی طالب  
علیہ السلام اور ان کے بعد کے اماموں نے محفوظ  
رکھا ہے۔

حضرت زینب بنت جحش سے حضور کے نکاح کا بیان | حدیث نمبر ۴۴۸ میں ہے حضرت عائشہ  
نے فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید

کا کسی آیت کو چھپاتے تو اس آیت کو چھپاتے!  
واذ تقول للذی انعم اللہ علیہ و انعمت  
علیہ امسک عبدک ما وجبت و اتق اللہ و تخفی  
فی نفسک ما اللہ مبید یہ و تخشی الناس و  
اللہ احق ان تخشاه فلما قضی فیہ منها  
اور یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے فرماتے تھے  
جس پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا اور آپ نے (میں) انعام  
فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنی زوجیت میں رہنے دو، اور  
اللہ سے ڈرو اور آپ اپنے دل میں اس چیز کو چھپا

۱۔ شیخ ابوالحسن محمد بن یحییٰ متوفی ۳۲۸ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۴۳۴، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران  
۲۔ الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۸



وطلاؤا و جنکھا لکی لا یكون علی المؤمنین  
حدیج فی ازدواج ادعیائھم اذا اقتوا منھن  
وطلاؤا و كان امرائھم مفعولا

(احزاب: ۳۷)

تھے جس کو اللہ ظاہر فرمائے والا تھا اور آپ (دل میں)  
لوگوں کی (طلعنہ زنی سے) ڈرتے تھے اور اللہ اس کا  
زیادہ حقدار ہے کہ آپ اس سے ڈریں، پھر جب  
زید نے اس سے (طلعنہ نکاح کی) عرض پر رسی کوئی تو جم  
نے (عدت کے بعد) اس سے آپ کا نکاح کر دیا تاکہ  
اس کے بعد مؤمنوں پر اپنے منہ پر لے بیٹوں کی بیویوں  
کے متعلق کوئی حرج نہ ہے، جب وہ ان کو طلاق دے  
کے ان سے بے عرض ہو جائیں، اور اللہ کا حکم ضرور  
برگزر رہتا ہے۔

علامہ آلوسی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے منہ پر سے بیٹے اور  
ان کا کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح کا پیغام اپنی بیوی محبت بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی حضرت  
زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے لیے دیا لیکن حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی دونوں نے اس پیغام  
کو اپنے حسب اور نسب کی فضیلت کی بنا پر منظور نہیں کیا اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: وما كان لکم من  
ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امران یكون لہم الخیۃ ما عرفتم کسی مسلمان مرد اور نہ کسی مسلمان عورت کو یہ حق حاصل  
کہ جب اللہ اور اس کا رسول ان کے کسی معاملہ میں کوئی فیصلہ فرمادیں تو وہ اس فیصلہ سے روگردانی کر سکیں؟  
(احزاب: ۳۶)۔

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضرت زینب بنت جحش اور ان کے بھائی دونوں نے حضرت  
زید بن حارثہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بیٹے کے پیغام کو منظور کر لیا اور رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے دس درنار، ساٹھ درہم، ایک کپڑے کا جوڑا پچیس سیر غنم اور تین بیاتین من کھجوروں کے  
مہر کے عوض حضرت زید بن حارثہ کا نکاح حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے کر دیا۔  
نکاح کے بعد عموماً ان میان بیوی میں بحث و تکرار اور چپقلش رہتی تھی حضرت زینب عموماً اپنے  
حسب و نسب کی بڑائی بیان کرتیں جس سے حضرت زید اکثر کڑھتے تھے، بار بار بارگاہ نبوت میں آکر حضرت  
زینب کی شکایت کرتے اور انھیں طلاق دینے کا ارادہ ظاہر فرماتے، ادھر اللہ تعالیٰ نے حضور کو مطلع فرما دیا  
تھا اور بالآخر زید حضرت زینب کو طلاق دے دیں گے اور عدت گذرنے کے بعد وہ آپ کے نکاح میں  
آجائیں گی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندیشہ و امن گیر ہوتا کہ اگر ایسا ہو گیا تو منافقین وغیرہ غلط پروپیگنڈا  
کریں گے اور لوگوں سے کہیں گے دیکھو یہ کیا بھی ہے جس نے اپنے منہ پر سے بیٹے کی بیوی میں بہرے  
خود نکاح کر لیا، اس وجہ سے جب زید بار بار آپ سے حضرت زینب کی شکایت کرتے تو آپ ان کو اللہ  
سے ڈراتے اور طلاق دینے سے باز رکھنے کی کوشش کرتے حالانکہ آپ کو علم تھا کہ بہر حال ایسا ہوتا ہے۔



اللہ تعالیٰ کی اس معاملہ میں حکمت یہ تھی کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زینب سے عدت کے بعد نکاح کر لیں تو مسلمانوں پر یہ بات واضح ہو جائے کہ منہ بولا بیٹا نہ حقیقی بیٹا، ہوتا ہے نہ اس کی بیوی حقیقی بہو ہوتی ہے اور اگر کوئی شخص اپنے منہ بوسے بیٹے کی مطلقہ بیوی سے عدت کے بعد نکاح کرنا چاہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور اسوہ ان کے لیے دلیل اور محبت بن جائے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا زینب نے حضرت زینب کو طلاق دے دی اور عدت گزارنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ”ووجنکھا“ ہم نے آپ کا نکاح حضرت زینب سے کر دیا اس آیت کے نازل ہونے کے بعد غیر کسی پیغام، عقد، نکاح اور مہر وغیرہ کے حضرت زینب حضور کی زوجیت میں داخل ہو گئیں اور ان کی عظیم فضیلت ہے جس پر وہ بے پناہ خوشی کا اظہار کرتی تھیں، حضور نے ان کا شاندار ولیمہ کیا تھا، سورہ احزاب کی دو آیتوں (۳۴-۳۵) میں اس واقعہ کا اجمالاً ذکر ہے جن کا ہم ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

”اے محبوب اس وقت کر یاد کیجئے جب آپ اس شخص سے کہتے تھے جس پر اللہ تعالیٰ نے جہنم کیا اور آپ نے نبی انعام کیا کہ اللہ سے ڈرو اور اپنی بیوی کو اپنے نکاح میں رکھو اور آپ لوگوں کے طعنوں کے اندیشہ سے اس بات کو چھپاتے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر لے والا تھا اور لوگوں کی طعنہ زنی کے خوف کی نسبت اللہ کا خوف آپ کی شان کے زیادہ لائق ہے۔ اور جب زینب نے اپنی بیوی سے حاجت پوری کر لی، یعنی طلاق دے دی اور عدت گزر گئی، تو ہم نے آپ کا اس کی مطلقہ بیوی سے نکاح کر دیا تاکہ مسلمان جب اپنے منہ بوسے بیٹوں کی (مطلقہ) بیویوں سے عدت کے بعد نکاح کرنا چاہیں تو ان کے لیے کوئی دشواری نہ ہو اور اللہ کا حکم پورا ہو کہ ہر کسبہ متا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی کے لیے جو کام فرما کر دیا ہو اس کے کرنے میں نبی پر کوئی حرج یا وجہ ظہن نہیں ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ کا سابقہ شریعتوں میں دستور رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کا ہر مفکر کیا جو احکام اٹل ہوتا ہے۔“

بعض فقہ مگر واعظول نے ضعیف اور مطعون روایات کی بنیاد پر ان آیات کی تفسیر میں ایسی ایسی نازیبا باتیں لکھ دی ہیں جو نہ صرف شان نبوت کے منافی ہیں بلکہ ان کو اگر سچ تسلیم کر لیا جائے تو نبوت پر ایمان قائم نہیں رہتا۔ ان آیات کی صحیح تفسیر یہی ہے جو ہم نے متبرعوں سے بیان کر دی ہے۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے:

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سنی کی جان اور مال کے مالک ہیں اور تمنا کریں اگر وہ کسی انتہی کا کسی سے رشتہ کر دیں تو اس کو مجال انکار نہیں ہے۔

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم زینب حاصل ہے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ انجام کار کیا ہوتا ہے۔  
**نور اتی ارہہ کی تحقیق** | حدیث نمبر ۳۵۱ میں ہے: **نور اتی ارہہ**، اس جملہ میں اتی کو کئی طرح پڑھا گیا ہے۔



مثلاً علی تارمی لکھتے ہیں:

نورانی اداۃ کو محدثین نے کئی طرح پر حاسبے ایک صورت یہ ہے "لَوْ أَنَّى أَرَاكَ" وہ خالق نور ہے  
میں اس کو کہے دیکھ سکتا ہوں " علامہ نورانی نے اسی طرح بیان کیا ہے لیکن یہ تشریح اس لیے صحیح نہیں ہے کہ  
حضرت البرزخ کی اس کہے بعد جو روایت مذکور ہے اس میں صاف تصریح ہے کہ میں نے خالق نور کو دیکھا ہے  
اور اس لفظ کو یوں بھی پڑھا گیا ہے "لَوْ أَنَّى أَرَاكَ" اللہ تعالیٰ نورانی ہے اور میں اس کو دیکھتا ہوں یا  
میں نے اس کو دیکھا ہے " (یہ ماضی کی حال سے حکایتہ تبخیر ہے)  
اور اس لفظ کو پڑھنے کی ایک روایت اس طرح بھی ہے "لَوْ أَنَّى أَرَاكَ" اللہ تعالیٰ خالق نور ہے  
اور بلاشبہ میں نے اس کو دیکھا ہے۔  
ہمارے نزدیک مختار یہ ہے کہ انی اسم مکان ہے اور یہ استفہام کے لیے نہیں ہے اور اس کا  
معنی یہ ہے "میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔"

بَابُ اثْبَاتِ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِينَ فِي الْآخِرَةِ  
لِرَبِّهِمْ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى

عبداللہ بن قیس اپنے والد یعنی حضرت ابو موسیٰ  
اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو جنتیں ایسی ہیں کہ  
ان کے تمام برتن اور دیگر ساز و سامان سب چاندی  
کے ہوں گے اور دو جنتیں ایسی ہیں کہ ان کے تمام  
برتن اور ساز و سامان سونے کے ہوں گے اور  
اہل جنت اور ان کے رب کے درمیان جنت عدن  
میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی کی چادر چالی ہونگی۔

۳۵۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ سَمِعْتُ قَابُوسَ  
بَنَ سَمْعَةَ السَّعْدِيِّ وَابْنَهُ ابْنِ إِسْرَافِيلَ جَمِيعًا عَنْ  
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْزُوقٍ عَنْ عَبْدِ الصَّمَدِ وَالْقَظَّافِيِّ عَنْ  
ثَابِتِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنْ  
عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنْ  
الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ قَالَ جَنَّاتُ مِدْيَنَ  
وَمِصْرَ أَرْبَعُ مِثْمَلَاتٍ وَمَا فِيهَا مِنْ جَنَّاتٍ مِنْ دَهَبٍ أَوْ لَبَنٍ  
وَمَا فِيهَا مِنْ أَلْبَانٍ أَوْ لَبَنٍ وَبَيْتُونَ أَنْ يَنْفَكُوا وَأَنْ  
يَمُوتُوا إِلَّا رَدَّاهُ إِلَى كِبَرِيَّاءَ عَلَى وَجْهِهِ فِي  
جَنَّةٍ عَدِيدٍ

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمام جنتی  
جنت میں چلے جائیں گے تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان سے  
فرمائے گا کیا جنت کے بعد تمہاری کوئی اور خواہش

۳۵۷۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرٍو عَنْ مَيْسَرَةَ قَالَ  
حَدَّثَنِي عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ قَهْمَةَ قَالَ قَالَ يَا حَمَّادُ بْنُ  
سَلَمَةَ عَنْ ثَابِتِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ  
عَنْ مِصْبَعِ بْنِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ



ہے جس کو میں پرہیز کروں، جتنی عرض کریں گے اسے بارالہ کیا کرنے سے چہرے روشن نہیں کیے کیا تو نے ہم کو جنت عطا نہیں کی؟ کیا تو نے ہم کو دشت سے نجات نہیں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ ان کے اور اپنی ذات کے درمیان سے حمایت عطا دے گا اور جنتی اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کریں گے تو ان کو اس کے دیدار سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوگی۔

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ حضرت مہیب رضی اللہ عنہ کی روایت کو ذکر کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ آپ نے یہ حدیث بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے عطا پر استدل کرتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی (توبہ) نیک لوگوں کے لیے نیک انجام ہے اور عذراۃ اللہ ہے یعنی دیدار الہی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: ایا ہم آجخت میں اپنے رب کو دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب آسمان پر ماہ تمام جلوہ مرتد کیا اس کو دیکھنے میں نہیں کوئی دشواری ہوتی ہے، صحابہ نے عرض کیا: نہیں یا رسول اللہ آپ نے فرمایا جب آسمان پر مہر تاباں جلوہ افروز ہو تو کیا اس کو دیکھنے میں نہیں کوئی وقت ہوتی ہے، صحابہ کلام نے عرض کیا: بھلا نہیں، آپ نے فرمایا تم اللہ تعالیٰ کو بھی اسی طرح دیکھ گئے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور فرمائے گا جو شخص دنیا میں جس چیز کی عبادت کرتا تھا وہ آج بھی اسی کی پیروی کرے، لہذا جو شخص دنیا میں سوجھ کی پر جا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا جو چاند کی پر جا کرتا تھا وہ اس کے ساتھ ہو جائے گا اور جو تھول کی پر جا کرتا تھا وہ ان کے ساتھ ہو جائے گا۔

عَلَيْهِمْ وَالِهِمْ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَخَلَ أَهْلُ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ قَالُوا يَسْمَعُونَ اللَّهَ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يُرِيدُونَ شَيْئًا أَنَا يُدْ كُمْ فَيَقُولُونَ اللَّهُ مُبِيعٌ وَجُوهَنَا اللَّهُ مُدْ خَلَّتْ الْجَنَّةُ وَتَبِيعَتْنَا مِنَ الْكَارِ قَالَ فَيَكْشِفُ الْبَحَابَ فَمَا أُعْطُوا شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيْهِمْ مِنَ الشَّظِيرِ إِلَى رَبِّهِمْ عَزَّ وَجَلَّ۔

۳۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلَ يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَمَا أَذْكَرَ لَكَ هَذَا الْأَيْمَنُ لَكَ ذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَى وَرِيَاءُ دَهْرٍ۔

۳۵۹۔ حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ حَرْبٍ قَالَ سَأَلَ يَزِيدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ الْكَلْبِيِّ أَنَّ أَبَاهُ يَزِيدُ رَحِمَهُ اللَّهُ عَنْهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ تَامَ مَا كَانُوا يَسْأَلُونَ اللَّهَ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ تَرَى مَا بَيْنَ يَدَمِ الْقِيَمَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَحْسَبُونَ فِي الْقَوْمِ لَيْلَةً الْبَدْرِ قَالُوا لَا يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ هَلْ تَحْسَبُونَ فِي الشَّمْسِ لَيْلَةً دُونَهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا فَقَالَ قَاتِلَكُمْ تَرَوْنَ كَذَلِكَ يَجْتَمِعُ اللَّهُ النَّاسَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَيَقُولُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ شَيْئًا خَلْقِيَّتُهُ فَيَقْبَعُ مَنْ كَانَ يَعْبُدُ الشَّمْسَ الشَّمْسُ وَ



يَتَكَبَّرُ مَنْ كَانَ يَعْصِدُ الظُّلُومَ اِذْ عِيَتْ اَعْيُنُ  
وَتَسْقَى هَذِهِ الْاُمَمَةُ فِيهَا مَنَّا فَتَوَّاهَا قِيَابَتُهُمْ  
اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى فِي صُورَةٍ غَيْرِ صُورَةٍ  
الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُونَ قَعُودٌ بِأَنَّهُ مِنْكَ  
هَذِهِ أَمْرُكَ إِنَّا حَتَّى يَأْتِيَنَا مَرُّكَ  
فَنَادَا بَعَادَ مَرُّنَا هَرَفْنَا قِيَابَتُهُمْ  
اللَّهُ فِي صُورَةٍ الَّتِي يَعْرِفُونَ فَيَقُولُونَ  
أَنَّا مَرُّكُمْ فَيَقُولُونَ أَمَّا مَرُّنَا فَيَسْأَلُونَ  
وَيُصَنَّبُ الصِّرَاطُ بَيْنَ كَلْفَةِ إِنِّي جَعَلْتُ  
كَ كَوْنًا أَنَا وَأَمَّا هَذِهِ الْأَوَّلُ مَنْ يُجِيزُ وَكَ  
يَتَكَلَّمُ يَوْمَئِذٍ إِلَّا الرُّسُلُ وَدَعَا الرُّسُلُ  
يَوْمَئِذٍ أَلَهُمْ سَلَامٌ سَلَامٌ وَفِي جَهَنَّمَ  
كَأَنَّهُ لَيْبٌ مِثْلُ شَوْلِ السَّعْدَةِ إِنْ غَيْرَ أَنَّهُ  
لَا يَعْلَمُ مَا قَدْ مَرَّ عَظِيمًا إِلَّا اللَّهُ فَخَطَفَتْ  
النَّاسَ يَا عَمَّا بِهِمْ كَيْفَهُمْ أَمَّا مَنْ  
يَقِي بِعَمَلِهِ وَبِهِمْ الْعَمَارَةُ حَتَّى يُنْجِي  
حَتَّى إِذَا قَرَعُوا اللَّهَ عَمَّةً وَجَلَّ مِنَ الْقَضَاءِ  
بَيْنَ الْعِبَادِ وَآرَادَ أَنْ يُغَيِّرَ بِرُوحِهِمْ  
مَنْ أَمَّا مَنْ أَهْلُ النَّارِ أَمَّا الْعَمَلُ كَمَا  
أَنْ يُغَيِّرَ جُودًا مِنَ النَّارِ مَنْ كَانَ لَا يُشْرِكُ  
بِاللَّهِ شَيْئًا مِمَّنْ آرَادَ اللَّهُ عَمَّةً وَجَلَّ  
أَنْ يُغَيِّرَ مِمَّنْ يَقُولُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ  
فَيَعْرِضُ تَهُمًا فِي النَّارِ يَغْرِضُوهُمْ بِأَشَدِّ  
السُّجُودِ تَأْكُلُ النَّارُ مِنْ إِبْنِ آدَمَ  
إِلَّا أَكْرَ السُّجُودِ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَى النَّارِ  
أَنْ تَأْكُلَ أَكْرَ السُّجُودِ فَيُخْرِجُونَ مِنَ  
النَّارِ قَدًا مَتَّعْتُمْ فَيُصَبِّ عَلَى تَهُمِهِمْ  
مَاءٌ الْحَلِيقُ فَيَنْبَسُتُونَ مِنْهُ كَمَا  
تَنْبَسُ الْحَبَّةُ فِي حَمِيلِ السَّبِيلِ ثُمَّ يَقْرَعُ

انہیں یہ امت رہ جائے گی جس میں مومن اور منافق دونوں  
شامل ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کے سامنے کسی ایسی صورت  
میں جلوہ گر ہوگا جو ان کے لیے اجنبی ہوگی اور فرما بیگا  
میں نہاد رب ہوں میری امت کہے گی ہم تم سے اللہ  
کی پناہ میں آتے ہیں ہم اس جگہ ٹھہریں گے یہاں تک  
کہ ہمارا رب جلوہ گر ہو اور ہم اس کو پہچان لیں، پھر اللہ  
تعالیٰ ان کے سامنے اس صورت میں جلوہ گر ہوگا جو ان  
کے لیے جانی پہچانی ہوگی اور فرمائے گا میں نہاد رب  
ہوں، پھر میری امت میں کرے گی کہ تو واقعی ہمارا  
رب ہے، پھر وہ اپنے رب کے جلوہ کی ابتلا  
کریں گے پھر دوزخ کی پشت پر پل صراط بچھایا جائیگا  
اور میں اور میرے امتی صراط سے پہلے اس پل سے  
گزریں گے اور اس دن رسولوں کے سوا کسی کو اللہ  
تعالیٰ سے بات کرنے کا حوصلہ نہیں ہوگا اور اس دن  
رسولوں کی زبان پر یہی دعا ہوگی اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ  
راے مولیٰ سلامتی سے پاؤ گدار سے اور جہنم میں  
سوداں نامی غار دار جھاڑی کی مثل کانٹے ہوں گے  
پھر آپ نے پرچھا کیا تم نے سوداں جھاڑی کو دیکھا  
ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا جی یا رسول اللہ! آپ نے  
فرمایا وہ کانٹے سوداں جھاڑی کے کانٹوں ہی کی طرح  
ہوں گے لیکن اس کے دندانوں کی لپائی کی مقدار کو  
بغیر اللہ تعالیٰ کے (تکلا سے) کوئی نہیں جانتا اور وہ  
کانٹے لوگوں کو ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے جہنم  
میں گھسیٹ لیں گے اور بعض مومن اپنے نیک اعمال  
کے سبب ان سے محفوظ رہیں گے اور بعض مومن پل  
صراط سے گذر کر جہنم سے نجات پا جائیں گے یہ  
سلسلہ یہی جاری رہے گا (یہاں تک کہ اللہ  
تعالیٰ اپنے بندوں کا فیصلہ کر کے نارغ ہو جائے گا  
پھر وہ ارادہ کرے گا کہ جن لوگوں نے شرک نہیں کیا



اللَّهُ مِنَ الْقَضَاءِ بَيْنَ النَّبِيِّ وَرَبِّهِ  
 رَحِيلٌ مُّغِيلٌ يَتَوَجَّهٌ عَلَى النَّارِ وَ  
 هُوَ أَخْرَجَ أَهْلَ الْجَنَّةِ وَنَحَلَهُ فِي الْجَنَّةِ  
 فَيَقُولُ أَيُّ رَأْيٍ أَصْرَفْتُ وَجْهِي  
 عَنِ النَّارِ فَلَمَّا وَجَّهْتُ قَسْبِي  
 مِنْهُمَا وَآخَرَتِي ذَكَرْتُهَا  
 فَيَسْأَلُ اللَّهَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدْعُوهُ  
 ثُمَّ يَقُولُ اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى هَلْ  
 عَسَيْتَ أَنْ تَعْلَمَ ذَلِكَ بِكَ أَنْ  
 تَسْأَلَ غَيْرَكَ فَيَقُولُ لَا أَسْأَلُكَ  
 غَيْرَهُ وَ يُعْطِي رَأْيَهُ هَرَّةً وَجَلَّ  
 مِنْهُمُوهُ وَ مَوَاتِيْقُ مَا شَاءَ  
 اللَّهُ فَيُصْرِفُ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّارِ  
 فَإِذَا أَقْبَلَ عَلَى الْجَنَّةِ وَرَأَاهَا  
 سَكَتَ مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَسْكُتَ  
 ثُمَّ يَقُولُ أَيُّ رَأْيٍ حَسْبِي  
 إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ  
 أَلَيْسَ قَدْ أُعْطِيتَ عَهْدَكَ وَ  
 مَوَاتِيْقَكَ لَا تَسْأَلُنِي غَيْرَ الَّذِي  
 أُعْطَيْتَكَ وَبَلَدَكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا  
 أَعْدَيْتَكَ فَيَقُولُ أَيُّ رَأْيٍ يَدْعُو اللَّهَ  
 حَتَّى يَقُولَ لَهُ هَلْ عَسَيْتَ أَنْ  
 أُعْطَيْتَكَ ذَلِكَ أَنْ تَسْأَلَ غَيْرَهُ  
 فَيَقُولُ لَا وَرِعَاتِكَ فَيُعْطِي رَأْيَهُ  
 مَا شَاءَ اللَّهُ مِنْ عَهْدِهِ وَ مَوَاتِيْقِ  
 فَيَقْدِمُهُ إِلَى بَابِ الْجَنَّةِ فَإِذَا  
 كَامَ عَلَى بَابِ الْجَنَّةِ أَنْصَقَتْ لَهُ  
 الْجَنَّةُ كَرَامِي مَا فِيهَا مِنَ الْخَيْرِ  
 وَالْشَّرِّ وَرَأْيَهُ فَيَسْكُتُ مَا شَاءَ اللَّهُ

ہے ان میں سے وہ جن کو چاہے محض اپنی رحمت  
 سے جہنم سے نکال دے اس وقت فرشتوں کو حکم  
 دے گا جو لوگ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول  
 اللہ پر تاحیات قائم رہے ان کو جہنم سے نکال دیں  
 فرشتے ان لوگوں کو مسجدوں کے نشانات کو دھبے سے  
 پہچان لیں گے کیونکہ اگاہ ابن آدم کے اعضاء مجبور  
 کے علاوہ تمام جسم کو ملا دے گی اور لوگ جلے ہوئے  
 جسم کے ساتھ جہنم سے نکلے جائیں گے پھر ان  
 پر آب حیات ڈالا جائے گا جس کی وجہ سے یہ لوگ  
 اس طرح تروتازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے  
 کچھڑ میں پڑا ہوا دانہ اگ پڑتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ  
 اپنے ان بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے سے فارغ ہو  
 جائے گا تو ایک شخص ابھی باقی ہو گا جس کا منہ جہنم کی طرف  
 ہو گا اور یہی شخص آخری جنتی ہو گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے عرض  
 کرے گا اے میرے رب میرا منہ جہنم کی طرف سے  
 پھر دے اس کی بددعا مجھے ایسا نہ پہنچاتی ہے اور اس کی تپش  
 مجھے بدلا رہی ہے پھر جب تک اللہ تعالیٰ کی مشیت میں  
 ہو گا وہ مارا رہے گا پھر اللہ تعالیٰ اس کی طرف متوجہ  
 ہو کر فرمائے گا اگر نبی نے تیرا یہ سوال پورا کر دیا تو  
 پھر تو اور سوال کرنے لگے گا وہ شخص کہے گا کہ میں اور  
 کوئی سوال نہیں کروں گا پھر اللہ تعالیٰ اس سے وعدہ کی  
 پختگی پر اپنی مرضی کے مطابق عہد و پیمان لے گا پھر  
 اس کے بعد اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ جہنم کی طرف سے پھر کر  
 جنت کی طرف کر دے گا جب وہ شخص جنت کو  
 اپنے سامنے دیکھے گا تو اللہ کی مشیت کے مطابق کچھ  
 دیر تو چپ رہے گا پھر کہے گا اے میرے رب مجھے  
 جنت کے دروازے تک لے جا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا  
 کیا تو نے مجھ سے پختہ عہد و پیمان نہیں کیسے تھے  
 کہ تو مزید سوال نہیں کرے گا افسوس ہے اے ابن آدم!



أَنْ تَسْكُتَ ثُمَّ يَقُولُ أَيْ مَاتَ  
 أَذْخِلَنِي الْجَنَّةَ فَيَقُولُ اللَّهُ تَعَالَى  
 لَنْ أَلَيْسَ فَتَدْ أُعْطِيَتْ عَنْهُ ذَلِكَ  
 وَمَوَاضِيْعُكَ لَا تَسْأَلُ غَيْرَ مَا  
 أُعْطِيَتْ وَيُلَاقِيكَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا  
 أَحْبَبْتُكَ فَيَقُولُ أَيْ مَاتَ كَلَّا  
 أَكُونَنَّ أَشْفَى خَلْقِكَ كَانَ  
 فَلَا يَزَالُ يَدْعُو اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ  
 حَتَّى يَضْحَكَ اللَّهُ تَبَاهُكَ وَ  
 تَعَالَى مِنْهُ فَإِذَا صَحَّحَكَ اللَّهُ مِنْهُ  
 قَالَ أَدْخِلِي الْجَنَّةَ فَإِذَا أَدْخَلَهَا  
 قَالَ اللَّهُ لَهَا كَسَمْتِ فَيَسْأَلُ مَا بَكَ  
 وَتَقْتَضِي حَتَّى آتِيَ اللَّهُ عَزَّ وَ  
 جَلَّ لَيْدَ كَرُوكَ مِنْ كَذَا وَكَذَا  
 حَتَّى إِذَا انْقَطَعَتْ بِهِ الْأَمَانَةُ  
 قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ ذَلِكَ لَكَ وَ  
 مِثْلُهُ مَعَهُ قَالَ عَطَاءُ بْنُ يَزِيدَ  
 وَ أَبُو سَعِيدٍ الْخُدْرِيُّ مَعَ أَبِي  
 هُرَيْرَةَ لَا يَرَوْهُ عَلَيْهِ مِنْ حَدِيثِهِمْ  
 شَيْئًا حَتَّى إِذَا حَدَّثَكَ أَبُو هُرَيْرَةَ  
 أَنَّ اللَّهَ قَالَ لِذَلِكَ الرَّجُلِ ذَلِكَ  
 لَكَ وَ مِثْلُهُ مَعَهُ فَتَعَالَى أَبُو سَعِيدٍ  
 وَ عَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ مَعَهُ يَا أَبَا  
 هُرَيْرَةَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ مَا حَفِظْتُ  
 إِلَّا قَوْلَهُ ذَلِكَ لَكَ وَ مِثْلُهُ  
 مَعَهُ قَالَ أَبُو سَعِيدٍ أَشْهَدُ أَنِّي  
 حَفِظْتُهُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَوْلَهُ ذَلِكَ  
 لَكَ وَ عَشْرَةٌ أَمْثَالِهِ فَتَالَ

ترکس قدر عہد شکن ہے وہ شخص عزم کرے گا  
 اسے میرے رب! اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہے گا  
 حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ اگر میں نے  
 تیرا یہ سوال بھی پورا کر دیا تو پھر تو اور کچھ نہیں مانگے گا۔  
 وہ شخص کہے گا اسے میرے رب تیری عزت و جلال  
 کی قسم میں ایسا نہیں کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ اس شخص سے  
 اس لئے وعدہ کی پختگی پر اپنی مرضی کے مطابق عہد  
 پیمان لے گا اور اس کو جنت کے دروازے پر کھڑا  
 کر دے گا، جب وہ شخص جنت کے دروازہ پر کھڑا  
 ہو گا تو جنت اپنی تمام نعمتوں کے ساتھ اس کو نظر  
 آئے گی اور وہ اس میں سرور انجیز اور خوشگوار مناظر  
 دیکھے گا، پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کے مطابق کچھ دیر  
 تو وہ چپ رہے گا اس کے بعد کہے گا: اے میرے  
 رب مجھے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس سے  
 فرمائے گا کہ کیا تو نے ابھی پختہ عہد نہیں کیے تھے  
 کہ تو اس کے بعد سوال نہیں کرے گا، افسوس اے  
 ابن آدم تو کس قدر عہد شکن ہے۔ وہ شخص عزم کرے گا  
 اسے میرے رب! میں تیری مخلوق میں سب سے  
 زیادہ بد نصیب ہوں گا کہ جنت کے دروازہ پر کھڑا  
 ہوں اور پھر جنت کے اندر نہ جا سکوں، وہ بارہا بار  
 بار دعا کرتا رہے گا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی شان کے  
 مطابق ہنس اُٹے گی، پھر جب اللہ تعالیٰ نے ہنس پڑیگا  
 تو فرمائے گا: جا جنت میں داخل ہو جا۔ اور جب  
 اس شخص کو اللہ تعالیٰ جنت میں داخل کر دے گا تو پھر  
 فرمائے گا اب اور تمنا کہ وہ شخص اللہ تعالیٰ سے کچھ  
 سوال اور تمنا نہیں کرے گا، پھر اللہ تعالیٰ خود اس کو  
 جنت کی نعمتوں کی طرف متوجہ کرے گا اور جنت کی  
 نعمتوں کی اجناس اسے یاد دلانے کا تاکہ اس کی  
 آرزوئی پر ہی ہو جائیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا



أَبُو هُرَيْرَةَ وَ ذِيكَ الرَّجُلُ الْأَعْرَابِيُّ  
الْجَنَّةَ دُخُولًا الْجَنَّةَ

یہ سب نعمتیں بھی لے لو اور انھی ہی مقدار میں اور نعمتیں  
بھی لے لو، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے بھی  
اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے مطابق بیان  
کیا، صرف اس بات سے اختلاف کیا کہ حضرت ابو ہریرہ  
رضی اللہ عنہ نے جب یہ کہا یہ تمام نعمتیں لے لو اور  
ان کے برابر اور نعمتیں بھی لے لو تو حضرت ابو سعید  
خدری نے کہا اس سے ابو ہریرہ یہ تمام نعمتیں بھی لو اور  
اس کی مثل دس نعمتیں اور لے لو، حضرت ابو ہریرہ نے  
فرمایا مجھے تو یہ حدیث یہی یاد ہے کہ یہ نعمتیں اور  
ان کی ایک مثل لے لو، حضرت ابو سعید نے کہا میں  
اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کا ارشاد اسی طرح یاد ہے کہ یہ نعمتیں بھی لو اور  
ان کی مثل دس نعمتیں اور لے لو، حضرت ابو ہریرہ رضی  
اللہ عنہ نے کہا میں اس شخص کی بات کو رد ہوں جو  
سب سے آخر میں جنت میں داخل ہو گا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا قیامت کے  
دن ہم اپنے رب کو دیکھیں گے؟ اس کے بعد  
حسب سابق حدیث ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
جنت میں سب سے کم درجہ کا وہ شخص ہو گا جس سے  
اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ "تسا کو رد" وہ تساکو سے گا  
پھر اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کیا تم نے تساکو کو رد کیا؟  
وہ کہے گا "ہاں" اللہ تعالیٰ فرمائے گا جاؤ جو  
تسا کی قسم وہ بھی لے لو اور اس جتنا اور بھی لے لو۔

۳۶۰۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الدَّارِمِيُّ  
أَخْبَرَنَا أَبُو الْيَمَانِ أَخْبَرَنَا شُعَيْبٌ عَنْ  
الرُّمَيْثِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَعَطَاءُ  
بْنُ يَزِيدَ الْكَلْبِيُّ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ  
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ تَرَى مَا بَيْنَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ  
بَيْنَ النَّحْوِ مِائَةِ مِثْقَلٍ مِثْقَلٍ حَتَّى يَبْرَأَهُمْ مِنْ سَعْدِ  
۳۶۱۔ وَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ عَنْ مَتَّى عَنْ هَذَا  
حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَرَّ أَحَادِيثُ مِنْهَا وَقَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ  
أَذَى مُتَدَبِّرٍ أَحَدٍ كُسْرٍ مِنَ الْجَنَّةِ أَنْ يَقُولَ لَهُ  
تَكُنْ كَمَا مَشِئْتُمْ فَيَقُولَ لَهُ هَلْ تَمَنَّيْتُمْ



فَيَقُولُ نَعَمْ فَيَقُولُ لَكَ فَارَ لَكَ مَا تَقْنِيَت  
وَمِثْلَهُ مَعَهُ

۳۶۲۔ وَحَدَّثَنَا ثَنَا سَوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ كَانَ  
حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ عَنْ  
زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَافٍ  
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ  
عَنْهُ أَنَّ تَابَسَا فِي مَسْرَعَةٍ مِنْ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ هَلْ تَرَى  
مَتَابَسَا يَوْمَ الْقِيَمَةِ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
نَعَمْ قَالَ هَلْ تَضَامُّونَ فِي  
رُؤْيَا الْقَمَرِ بِالْقَلَمِ يَوْمَ صَحْوَا  
لَيْسَ مَعَهَا سَحَابٌ وَهَلْ تَضَامُّونَ  
فِي رُؤْيَا الْقَمَرِ كَيْفَ الْبَدْرِ صَحْوَا  
لَيْسَ فِيهَا سَحَابٌ قَالُوا لَا يَا  
رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا تَضَامُّونَ  
فِي رُؤْيَا اللَّهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى يَوْمَ  
الْقِيَمَةِ إِلَّا كَمَا تَضَامُّونَ فِي  
رُؤْيَا أَحَدِهِمَا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ  
أَذِنَ مُؤَدُّونَ لِيَتَدَبَّعُوا كُلُّهُمْ  
مَتَابَسَا تَعَبُّوهُ فَلَا يَنْجُو أَحَدٌ  
كَانَ يَتَعَبَّدُ عَدُوًّا لِلَّهِ سُبْحَانَهُ مِنْ  
الْأَصْنَامِ وَالْأَنْصَابِ إِلَّا يَنْسَاطُونَ  
فِي النَّارِ حَتَّى إِذَا لَمْ يَبْقَ إِلَّا مَنْ  
كَانَ يَتَعَبَّدُ اللَّهَ مِنْ بَنِي إِسْرَافِيلَ  
وَعَبِيدِ أَهْلِ الْكِتَابِ فَيُؤَدُّونَ  
الْيَهُودَ فَيُقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ  
قَالُوا كُنَّا نَعْبُدُ عُزَيْرَ ابْنِ اللَّهِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ کچھ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
سے پوچھا کیا ہم قیامت کے دن اپنے رب کو  
دیکھیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
”اے“ پھر آپ نے فرمایا جب سورج نصف النہار  
پر ہو اور اس کے بالمقابل کوئی بادل بھی نہ ہو تو کیا  
تمہیں سورج کو دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے؟ اور  
جب چودھویں شب کو آسمان پر چاند جلوہ آرازم  
اور اس کے بالمقابل کوئی بادل بھی نہ ہو تو کیا چاند کو  
دیکھنے سے تمہیں کوئی تکلیف ہوتی ہے؟ صحابہ نے  
عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا پس جس کیفیت کے ساتھ تم دنیا  
میں سوچو یا چاند کو دیکھتے ہو اسی کیفیت کے ساتھ  
تم قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی ذات کا دیدار کرو گے  
قیامت کے دن ایک اعلان کرنے والا اعلان کریگا  
کہ ہر گروہ اس کی پیروی کرے جس کی وہ دنیا میں عبادت  
کی کرتا تھا۔ اس اعلان کے بعد جس قدر لوگ بھی اللہ  
کے سوا بتوں وغیرہ کی عبادت کرتے تھے سب  
جہنم میں جا کر گریں گے اور صرف وہ لوگ باقی رہیں  
جائیں گے جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے خواہ  
ایک ہوں یا بڑے اور کچھ لوگ اہل کتاب میں سے بھی  
باقی رہیں گے، پھر یہود کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا  
تم دنیا میں کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے ہم  
دنیا میں اللہ تعالیٰ کے بیٹے عزیز کی عبادت کرتے  
تھے، ان سے کہا جائے گا تم جھوٹے ہو، اللہ تعالیٰ  
کا نہ کوئی بیٹا ہے نہ کوئی بیٹا ہے، اب تم کیا  
چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے اے رب! ہم یہاں سے



ہیں ہم کو پانی پلا دے پھر ان سے اشارے سے کہا  
جائے گا تم پانی کی طرف کیوں نہیں جاتے پھر انہیں جہنم کی طرف  
دھکیلا جائے گا وہ جہنم سراب کی طرح دکھائی دے گی پھر  
وہ جہنم میں جا پڑیں گے۔

پھر ایسا یزوں کو پلا یا بائیس  
اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کس چیز  
کی عبادت کرتے تھے وہ کہیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ  
کے بیٹے مسیح کی عبادت کرتے تھے ان سے  
کہا جائے گا تم کوئی اس کی اولاد ہے پھر ان سے کہا  
جائے گا اب تم کیا چاہتے ہو وہ کہیں گے اے  
ہمارے رب ہم بہت پیلے ہیں ہمیں پانی پلا دے  
ان سے اشارے سے کہا جائے گا تم پانی کی طرف کیوں نہیں  
جاتے پھر انہیں جہنم کی طرف دھکیلا جائے گا وہ جہنم  
سراب کی طرح دکھائی دے گی پھر وہ جہنم میں  
جا پڑیں گے۔

یہاں تک کہ صرف وہ لوگ بچ جائیں گے  
جو دنیا میں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے تھے  
خداوند ایک ہوں یا بدکار پھر ان کے پاس اللہ تعالیٰ  
ایک ایسی صورت بھیجے گا جس صورت کو وہ دنیا میں  
کسی نہ کسی وجہ سے مانتے ہوں گے (کہ یہ ان  
کا رب نہیں ہے بلکہ مخلوق ہے) پھر اللہ تعالیٰ  
فرمائے گا اب تمہیں کس بات کا انتظار ہے ہر گز وہ  
اپنے معبود کے ساتھ جا چکا۔ مسلمان عرض کریں گے  
اے بار الہم دنیا میں ان لوگوں سے الگ رہے  
خدا انہم ہم ان کے سب سے زیادہ محتاج تھے  
اور ہم نے ان لوگوں کا کبھی ساتھ نہیں دیا اس صورت  
سے آواز آئے گی میں تبارک ہوں مسلمان کہیں گے ہم تم سے  
کی پناہ میں آتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کس کو

قِيْقَالُ كَذَّبْتُمْ مَا أَتَيْتُمْ بِهِ  
مِنْ مَّوَالِيَةٍ وَلَوْلَا فَتْمَا ذَا  
تَبَعُونَ فَتَالُوْا عَظِيْضًا يَا مَعْشَرَ  
فَاسِقِيْنَ خَلِّصْنَا إِلَيْهِمْ لَا تَرْوُدُوْهُمْ  
فَيُخْشَرُوْنَ إِلَى النَّارِ كَمَا كُنْتُمْ تُخْرَجُوْنَ  
يُخْطَبُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ فَيَتَمَنَّى خَطُوْنَ  
فِي النَّارِ فَمَنْ يَدْعُ إِلَى التَّصَاوِي  
قِيْقَالُ لَهُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ  
فَتَالُوْا تَعْبُدُ الْجَبَرِيَّتَ ابْنَ اِلٰهِ  
قِيْقَالُ لَهُمْ كَذَّبْتُمْ مَا أَتَيْتُمْ بِهِ  
اِلٰهِ مِنْ مَّوَالِيَةٍ وَلَوْلَا قِيْقَالُ  
لَهُمْ مَا ذَا تَبَعُونَ قِيْقَالُوْنَ  
عَظِيْضًا يَا مَعْشَرَ فَاسِقِيْنَ  
وَلَيْسَ اِلٰهِكُمْ اِلَّا تَرْوُدُوْنَ  
فَيُخْشَرُوْنَ إِلَى جَهَنَّمَ كَمَا كُنْتُمْ  
سَرَابٌ يُخْطَبُ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ  
فَيَتَمَنَّى خَطُوْنَ فِي النَّارِ حَتَّى  
اِذَا اَلُّهُ يَبْتَغِيْ اِلَّا مَنْ كَانَ يَتَّبِعُ  
اِلٰهَ مِنْ تَبَرٍّ وَفَاحِدٍ اَتَاهُمُ رَبُّ  
الْعٰلَمِيْنَ فِيْ اَذْفَىْ صُوْرَةٍ مِّنَ الْاَتٰى  
رَاَوْهُ فَيَقِيْلُ فَتَالُ فَمَا ذَا تَبَعُوْنَ  
تَتَّبِعُهُمْ مَّحَلُّ اُمَمٍ مَّا كَانَتْ تَعْبُدُ  
فَتَالُوْا يَا مَعْشَرَ فَاسِقِيْنَ قَتَلْنَا النَّاسَ  
فِي السُّبْحِ اَفَقَرَّ مَا كُنَّا إِلَيْهِمْ وَلَوْ  
لَصَاحِبُهُمْ فَيَقُوْلُ اَنَّا مَرْبُّكُمْ  
فَيَقُوْلُوْنَ لَعُوْدُ يَا اِلٰهَ مِنْكَ لَا  
نُشْرِكَ بِاِلٰهِ شَيْئًا مَّرْتَبِيْنَ اَوْ  
كَلَامًا حَتَّى اَنْ يَبْعُثَهُمْ لِيَكَادُ  
اَنْ يَنْقَلِبَ فَيَقُوْلُ هَلْ يَنْتَظِرُكُمْ



وَيَكُنْ أَيْمَةً فَتَعْرِضُوهٗ يَهْمَا  
 كَيْفَ تُولَدُونَ لَعَلَّ فَيَكْشِفُ عَنْ  
 سَائِقٍ مَّا لَا يَبْغِي مَنْ كَانَ يَسْجُدُ  
 لِلَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مِنْ تِلْكَ آه تَقْسِيمُ اَلَا  
 اَدْرَا اَنَّ اللَّهَ لَهُ بِالْمَسْجُودِ ذِكْرٌ يَبْغِي  
 مَنْ كَانَ يَسْجُدُ اِقْتَاءً وَرِيَاءً  
 اَلَا جَعَلَ اللَّهُ ظَهْرَهُ طَبَقَةً وَاحِدَةً  
 كُلَّمَا اَمْرًا اَنْ يَسْجُدَ تَحَرَّ عَلَى  
 قَفَاهُ ثُمَّ يَرُفَعُونَ رُءُوسَهُمْ  
 وَكَذَلِكَ تَحْتَوِي فِي صُورَتِهِ السَّيِّئِ  
 رَاوًا فِيهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ فَقَالَ اَنَا  
 بِكُمْ كَيْفَ تُولَدُونَ اَمْتٌ مَّا بَنَّا ثُمَّ  
 يُضْرَبُ الْجَسْرُ عَلَى جَهَنَّمَ وَتَحِلُّ  
 السَّفَاحَةُ وَيَهْوُونَ اَللَّهُمَّ سَلِّمْ  
 سَلِّمْ قِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا  
 الْجَسْرُ قَالَ دَخَلَ مَرْكَةً فِيهَا  
 تَحْطِاطِيْفٌ وَكَلَالِيْبٌ فِيهِ وَحَسَنٌ  
 تَكُونُ يَسْجُدُ فِيهَا هَوَاسُكُمْ يُقَالُ  
 لَهَا السَّخْدَانُ كَيْفَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ  
 كَطَرَفِ الْعَيْنِ وَكَالْبَرِّقِ وَكَالْبَرِّقِ  
 وَكَالْقَطْرِ وَكَأَجَاوِيدِ الْهَدْيِ  
 اَلْكِتَابِ فَتَأْخُذُكُمْ وَمَعَهُ دُشٌّ  
 مُرْسَلٌ وَكَأَنَّ دُشًّا فِي نَارِ جَهَنَّمَ  
 حَتَّى اِذَا اخْلَصَ الْمُؤْمِنُونَ مِنْ  
 الدَّارِ كَوَالِدٍ فِي نَفْسِي يَمِيدُ مَا  
 مِنْ اَحَدٍ مِنْكُمْ بِأَمْسٍ مِمَّا قَدْ  
 يَلُو فِي الْاِسْتِقْصَاءِ الْحَقِّ مِنْ  
 الْمُؤْمِنِينَ يَلُو عَزَّ وَجَلَّ يَوْمَ  
 الْقِيَمَةِ لِأَحْوَالِهِمُ الْبَاطِلِ فِي

شریک نہیں کرتے مسلمان یہ کلمات دہاتین بار  
 دہرائیں گے یہ ایسا وقت ہوگا کہ بعض مسلمانوں کے  
 دل ڈھنگانے لگیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا  
 تمہارے علم میں کوئی ایسی نشان ہے جس سے تم  
 اللہ تعالیٰ کو پہچان سکتے ہو؟ مسلمان کہیں گے ہاں  
 پھر اللہ تعالیٰ اپنی پینڈل منکشف فرمائے گا، اسی منظر  
 کو دیکھ کر جو شخص بھی دنیا میں محض اللہ کے خوف اور  
 اس کی رضا کے لیے سجدہ کرتا ہے اس کو مسجد کرنے  
 کی اجازت دی جائے گی، اور جو شخص کسی دنیاوی خوف  
 یا دنیا کاری کے لیے دنیا میں سجدہ کرتا تھا اس کو سجدہ  
 کی اجازت نہیں ملے گی اس کی پیٹھ پر تختہ کی طرح ہو جائے گی  
 اور جب بھی وہ سجدہ کرنا چاہے گا اپنی پیٹھ کے  
 بل گر جائے گا، پھر مسلمان اپنا سر سجدہ سے اٹھائیں گے  
 اور اللہ تعالیٰ اسی صورت میں ہوگا جس صورت میں  
 انہوں نے اسے پہلے دیکھا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا  
 میں تمہارا رب ہوں، مسلمان کہیں گے کہ تو ہمارا رب  
 ہے، پھر جہنم کے اوپر پل صراط بچھا دیا جائے گا  
 اور شفاعت کی اجازت دے دی جائے گی، اس  
 وقت سب کہیں گے اَللّٰهُمَّ سَلِّمْ سَلِّمْ  
 اللہ سلامت رکھ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 سے پوچھا گیا وہ پل کیسا ہوگا؟ آپ نے فرمایا ایک  
 پھسلوان چیز ہوگی اور اس میں دنیا نے وار کانٹے  
 برسوں گے، وہ لہے کے کانٹے سعدان نام جھاڑی  
 کے کانٹوں کی طرح ہوں گے، بعض مسلمان اس پل سے  
 چلک بھٹکنے میں گزر جائیں گے، بعض بجلی کی طرح  
 بعض آندھی کی طرح، بعض پرندوں کی طرح، بعض تیز  
 رفتار اعلیٰ نسل کے گھوڑوں کی طرح اور بعض آدمیوں  
 کی طرح یہ سب صحیح سلامت پار ہو جائیں گے اور  
 بعض مسلمان کانٹوں سے الجھتے ہوئے پار پہنچ جائیں



النَّارَ يَقُولُونَ رَبَّنَا كُنَّا  
 يَتَّبِعُونَ مَعَنَا وَ يَتَّبِعُونَ  
 يَحْجُونَ فَيَقَالُ لَهُمْ أَخْرِجُوا  
 مَنْ عَمَلُهُمْ فَتَحَرَّ مَرْمُومًا هُمْ  
 عَلَى النَّارِ فَيَخْرِجُونَ مَخْلُفًا  
 كَثِيرًا فَتَدَّ أَخَذَتِ النَّارُ إِلَى  
 يَصِفُ سَائِرِهِ وَ إِلَى رُكْبَتَيْهِ  
 ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا مَا بَعَثَ فِيهِمَا  
 أَحَدًا وَ مِمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهِمْ فَيَقُولُ  
 اللَّهُ جَعَلَهُمَا وَ عَمَّا ارْجِعُوا فَتَمَنَّ  
 وَ جَعَلَهُ ثُمَّ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ  
 مِنْ خَيْرٍ مَّا أَخْرِجُوا مِنْهُ فَيَخْرِجُونَ  
 مَخْلُفًا كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ  
 رَبَّنَا لَمْ نَدْعُهُمْ فِيهِمَا أَحَدًا  
 وَ مِمَّنْ أَمَرْتَنَا بِهِمْ ثُمَّ يَقُولُ  
 اللَّهُ ارْجِعُوا فَتَمَنَّ وَ جَعَلَهُ ثُمَّ  
 فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ خَيْرٍ  
 مَّا أَخْرِجُوا مِنْهُ فَيَخْرِجُونَ مَخْلُفًا  
 كَثِيرًا ثُمَّ يَقُولُونَ رَبَّنَا لَمْ نَدْعُهُمْ  
 فِيهِمَا خَيْرًا وَ كَانُوا سَاجِدِينَ  
 الْعَهْدَ رَحِي يَقُولُ إِنَّ لَكُمْ تَصَدِّقًا  
 بِهَذَا الْعَهْدِ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ مِنْ شَيْءٍ  
 إِنَّ اللَّهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ وَ  
 إِنَّ كُلَّ حَسَنَةٍ تَفْعَلُوهَا وَ يُؤْتِ

اور بعض مسلمان کائناتوں سے زخمی ہو کر جہنم میں گر  
 جائیں گے اور قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ  
 میں میری جان ہے جو مومن نجات پا کر جنت میں چلے  
 جائیں گے وہ اپنے ان مسلمان بھائیوں کو جو جہنم میں  
 پڑے ہوں گے جہنم سے چھڑانے کے لیے رابطہ  
 نازی اللہ تعالیٰ سے ایسا جھگڑا کریں گے جیسا جھگڑا  
 کوئی شخص اپنا حق مانگنے کے لیے بھی نہیں کرتا اور  
 اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کریں گے اے ہمارے  
 رب یہ لوگ ہمارے ساتھ روزے رکھتے تھے ہمارے ساتھ نمازیں  
 پڑھتے تھے ہمارے ساتھ حج کرتے تھے ان سے کہا  
 جائے گا جن لوگوں کو تم پہچانتے ہو ان کو دوزخ  
 سے نکال لو ان لوگوں پر دوزخ کی آگ حرام کر دی  
 جائے گی پھر جنتی مسلمان کثیر تعداد میں ان لوگوں کو دوزخ  
 سے نکال لائیں گے جن میں سے بعض کی نصف ہڈیاں  
 کو اور بعض کو ٹخنوں تک دوزخ کی آگ نے جلا ڈالا  
 تھا پھر جنتی لوگ کہیں گے اے اللہ اب ان لوگوں  
 میں سے کوئی باقی نہیں بچا جن کو جہنم سے نکال لائے  
 کا تو نے حکم دیا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا پھر جاؤ اور  
 جس کے دل میں ایک دینار کے برابر بھی نیکی ہے اس  
 کو جہنم سے نکال لاؤ پھر جنتی لوگ کثیر تعداد میں لوگوں  
 کو دوزخ سے نکال لائیں گے پھر اللہ تعالیٰ کی جناب  
 میں عرض کریں گے اے اللہ جن لوگوں کو تو نے جہنم  
 سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم نے ان میں سے کسی کو  
 نہیں چھوڑا اللہ تعالیٰ پھر فرمائے گا جاؤ جس کے دل  
 میں نصف دینار کے برابر بھی نیکی ہو اس کو جہنم سے  
 نکال لاؤ جنتی لوگ پھر جائیں گے اور کثیر تعداد میں  
 لوگوں کو جہنم سے نکال لائیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ  
 کی بارگاہ میں عرض کریں گے اے ہمارے رب جن  
 لوگوں کو تو نے دوزخ سے نکالنے کا حکم دیا تھا ہم



مِنْ لَدُنْهِ أَجْزَاءَ عَظِيمًا فَيَقُولُ  
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَنَنْفَعَنَّ الْهَالِكِينَ  
 وَنَنْفَعَنَّ الْقَائِمِينَ وَنَنْفَعَنَّ الْمُؤْمِنِينَ  
 وَنَحْمَدُ يَتَّقِي إِلَّا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ  
 فَيَقْبِضُ قَبْضَةً مِنْ الْمُتَنَابِرِ  
 فَيُخْرِجُ مِنْهَا قَوْمًا لَمْ يَعْمَلُوا  
 خَيْرًا أَقْطَقَ قَدْرَهُمْ وَأَحْمَدُ مَا  
 قِيلَ فِيهِمْ فِي نَهْمٍ فِي آفَافِ الْجَنَّةِ  
 يُقَالُ لَهُ تِلْكَ الْجَنَّةُ الْحَيَاةُ فَيَخْرُجُونَ  
 كَمَا تَخْرُجُ الْعَبَّةُ فِي حَبِيلِ  
 السَّيْلِ أَلَا كَرَدْتُمَا تَكُونُ إِلَى  
 الْحَجَرِ أَقْدَرُ إِلَى الشَّجَرِ مَا تَكُونُ  
 إِلَى الشَّجَرِ أَوْ صَيْفُ دَاخِضٌ  
 وَمَا يَكُونُ مِنْهَا إِلَى الظِّلِّ يَكُونُ  
 أَبْيَضُ فَقَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 كَأَنَّكَ كُنْتَ تَرَاهِي بِالنَّارِ  
 قَالَ فَيَخْرُجُونَ كَالْمُؤَلُّوْنَ فِي  
 رِقَابِهِمُ الْخَرَّاسُ يَسْمَعُونَ خَفْخَفَهُمْ  
 أَهْلُ الْجَنَّةِ هَلْ لَكُمْ مِنْ عِشْرَةٍ  
 اللَّهُ السَّيِّئِينَ أَذْخَلَهُمُ اللَّهُ  
 الْجَنَّةَ يَغْدِرُ عَمَلُ عَمَلِهِمْ  
 وَلَا تَحْزَنُ كَذَلِكَ مَوْءَاظُهُمْ يَقُولُ  
 إِذْ خَلُّوا الْجَنَّةَ وَمَا رَأَيْتُمْوهُ  
 قَوْمًا لَكُمْ فَيَقُولُونَ رَأَيْتُمْ  
 أَعْطَيْنَا مَا لَمْ نَعْطِ  
 أَحَدًا آمِنَ الْعَالَمِينَ فَيَقُولُ  
 لَكُمْ عِشْرَتِي أَفْضَلُ مِنْ  
 هَذَا فَيَقُولُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 آتِنَا شَيْءًا أَفْضَلَ مِنْ هَذَا

نے ان میں سے کسی کو نہیں چھوڑا اللہ تعالیٰ پھر  
 فرمائے گا جس شخص کے دل میں تم کو ایک ذرہ کے  
 برابر بھی نیکی ملے اس کو جہنم سے نکال لاؤ، جنتی  
 لوگ پھر بائیں گے اور جہنم سے بہت بڑی تعداد  
 میں خلق خدا کو نکال لائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ  
 میں عرض کریں گے اے اللہ اب دوزخ میں نیکی  
 کا ایک ذرہ بھی نہیں ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں  
 اگر تم میری اس بیان کردہ حدیث کی تصدیق نہیں کرتے  
 تو قرآن کریم کی اس آیت کو پڑھو: (ترجمہ) لا یریب اللہ  
 تعالیٰ ایک ذرہ کے برابر بھی کسی کے ساتھ زیادتی  
 نہیں فرمائے گا اور جس شخص نے ایک نیکی بھی کی ہو تو  
 اس کو دگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے اجر عظیم  
 عطا فرمائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا فرشتے  
 انبیاء اور تمام مسلمان شفاعت کر کے فارغ ہو گئے۔  
 اب گنہگاروں کے لیے سوائے رحم الراحمین کے کوئی باقی  
 نہیں رہا، پھر اللہ تعالیٰ ایک مٹھی بھر کر دوزخ میں سے  
 ان لوگوں کو نکال لے گا، جنہوں نے اس کو کوئی نیکی  
 نہیں کی ہوگی، اور وہ لوگ جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے  
 اللہ تعالیٰ ان کو جنت کے دروازہ پر آب حیات کی نہر  
 میں ڈال دے گا اور وہ اس نہر سے اس طرح تروتازہ  
 نکل کر پھرتے ہوں گے جیسے سیلاب کی مٹی میں سے  
 دانہ لگ پڑتا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو دانہ  
 پتھر یا درخت کے پاس آفتاب کے رُخ پر ہوتا ہے  
 دوزرہ یا سبز رنگ کا پروانہ جاتا ہے جو دانہ سائے  
 کی جانب ہوتا ہے اس کا پروا سفید رنگ کا ہوتا  
 ہے، صحابہ کرام نے عرض کیا حضور آپ تو زری معاملات  
 کو اس طرح بیان فرما رہے ہیں جیسے آپ جنگوں میں  
 بانوڑ چلتے رہتے ہوں، آپ نے مسلسل کلام



قَبِيحٌ رَمَى فِي مَكَائِدَ آسَ خَطُّ  
عَلَيْكُمْ بَعْدًا لَا آبَدًا -

ہمارے رکھتے ہوئے (فرمایا وہ لوگ اس نہر کے پلوں  
کی طرح چمکتے ہوئے نکلیں گے اور ان کی گردنوں  
میں سونے کے پٹے پٹے ہوئے ہوں گے  
جن کی وجہ سے اہل جنت انھیں پہچان لیں گے اور  
ان کے بارے میں کہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ  
تعالیٰ نے بنیر کسی ایک عمل کے جہنم سے آزاد کر  
دیا ہے اور جنت میں داخل کر دیا ہے، پھر اللہ  
تعالیٰ ان سے فرمائے گا جنت میں داخل ہو جاؤ اور  
جس چیز کو تم دیکھو گے وہ تمہاری ہو جائے گی، وہ  
لوگ کہیں گے اے ہمارے رب تو نے ہم کو کچھ  
عطا فرمایا ہے جو جہان دلوں میں سے کسی کو عطا نہیں  
فرمایا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے پاس تمہارے  
لیے اس سے افضل چیز ہے وہ لوگ کہیں گے اے  
ہمارے رب وہ کیا چیز ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا  
میری رضا، اس کے بعد اب میں تم سے کبھی ناراض  
نہیں ہوں گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا  
یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہم اپنے رب کو  
دیکھیں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا: جب مطلع صاف ہو تو کیا تمہیں سورج کو  
دیکھنے میں کوئی دشواری پیش آتی ہے؟ ہم نے  
عرض کیا نہیں۔ امام مسلم فرماتے ہیں باقی حدیث حسب  
سابق ہے، البتہ اس سند کے ساتھ اس حدیث  
میں یہ اضافہ ہے کہ جب اللہ ان مسلمانوں کو بخش  
دے گا جنہوں نے کوئی ایک عمل نہیں کیا اور گاتو  
ان سے کہا جائے گا جنت میں جو کچھ تم نے دیکھا  
یہ بھی تم سے لو اور اس بہتیا اور سے لو۔  
حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۳۶۳۳۔ قَالَ مُسْلِمٌ قَرَأْتُ عَلَى عِيسَى بْنِ  
حَمَّادٍ زَعْبَةَ الْمَضَرِيِّ هَذِهِ الْحَدِيثُ فِي الشَّعَلَةِ  
وَقُلْتُ لَهُ أَخَذْتُ بِهَذِهِ الْحَدِيثِ فَقُلْتُ إِنَّكَ  
سَمِعْتَهُ مِنْ كَيْفِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ نَعَمْ هَذَا  
لِعِيسَى بْنِ حَمَّادٍ أَخْبَرَكَ الْكَلْبُ بْنُ سَعْدٍ  
عَنْ خَالِدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِسْحَاقَ هَذَا  
زَيْدِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ إِسْحَاقَ هَذَا  
بِهِمْ عَنْ عَطَاءٍ وَبِهِمْ يَسَّارٌ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ  
بِالْحَدِيثِ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ إِنَّهُ قَالَ  
كُلَّمَا نَا بَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَتَى سَمِعْنَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالِهِ وَسَلَّمَ هَلْ تَقْرَأُونَ فِي رُؤْيَا الشَّمْسِ  
إِذَا كَانَتْ يَوْمَ صَحْوٍ قُلْنَا لَا وَنُسِفَتِ الْحَدِيثُ



یہ کہ محمد تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ پہلے صراطِ ہال سے باریک اور تلوار سے زریاں تیز ہے اور ایک اور سند کے ساتھ یہ اضافہ نہیں ہے۔

— حَقُّ الْقَضَىٰ أَخْرَجَهُ وَهُوَ قَوْلُ حَدِيثٍ لَا يَرْوِيهِ  
حَفْصُ بْنُ مَيْسَرَةَ وَتَرَادَ بَعْدَ قَوْلِهِ بِكَفَرٍ عَمَلٍ  
عَمَلُهُ وَلَا قَدَمٌ قَدْ مَنُوعَةٌ فَيُقَالُ لَهُمْ  
لَكُم مَّا آيَتُهُمْ وَمَعَهُ فَقَالَ أَبُو سَيْبٍ  
يَا مُحَمَّدُ بَلَّغْنِي أَنَّ الْجِسْمَ أَدْنَىٰ مِنَ الشَّعْرِ  
وَأَحَدٌ مِنَ الشَّيْبِ وَلَيْسَ فِي حَيَاتِهِ الْكَيْثُ  
فَيَقُولُونَ رَبَّنَا أَعْطَيْنَا مَا لَمْ نَعْطِ أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ  
وَمَا بَعْدَهُ فَاقْرَأْ عَيْسَىٰ بْنُ حَقَّادٍ -

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ سے بھی کچھ تغیر و تبدل اور بھی بیٹھی کے ساتھ ایک سند سے ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۳۶۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ كَا  
جَعَلَ بَيْنَ عَوْنٍ قَالَ تَأْهِضًا مَرْبُتٌ سَعْدٍ كَالِ تَا  
زَيْدُ بْنُ أَسْلَمَ بِأَسْنَادٍ هَمَّا نَحْوُ حَدِيثِ حَفْصِ  
بْنِ مَيْسَرَةَ إِلَى الْخِيَرَةِ وَقَدْ رَأَى دَلْقَصَ شَيْخًا

### اللہ تعالیٰ کی رویت میں اہل قبلہ کے مذاہب | علامہ فردوسی لکھتے ہیں:

اہل سنت کا مذہب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رویت عقلاً ممکن ہے محال نہیں ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ یہ رویت آخرت میں واقع ہوگی، اور مومن اللہ تعالیٰ کو دیکھیں گے اور کافر نہیں دیکھیں گے، اور اہل بدعت میں سے معتزلہ، خوارج اور بعض مرجئہ کا مذہب یہ ہے کہ مخلوق میں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں دیکھے گا اور اللہ تعالیٰ کی رویت عقلاً محال ہے اور ان کا یہ قول خطا و صریح اور جہل قبیح ہے، کتاب اور سنت کے دلائل اور صحابہ اور ان کے بعد انخيار امت کا اس پر اجماع ہے کہ مومنین کے لیے اللہ تعالیٰ کی رویت آخرت میں واقع ہوگی اور ہمیں سے زیادہ صحابہ سے اس نوع کی احادیث مروی ہیں۔  
اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ رویت ایک قوت ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں پیدا کرتا ہے، اس کے لیے شناع بصری کا اعاطہ کرتا اور مری کا دیکھنے والے کے بالمقابل ہونا شرط نہیں ہے، البتہ ہم جہاں ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اس میں یہ چیز اتفاقاً پائی جاتی ہے لیکن یہ شرط نہیں ہے اور حبیب مومن اللہ تعالیٰ نے کو دیکھی گے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا مقابل جہت میں ہونا لازم نہیں آئے گا، جیسا کہ اللہ تعالیٰ اب ہمیں دیکھتا ہے اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اللہ تعالیٰ، ہمارے بالمقابل ہو۔  
اللہ تعالیٰ کے دکھائی دینے پر حسبِ ذیل آیات دلالت کرتی ہیں:



وجوه ۵ یوم مثلاً ناصراً الی اسبھا ناظرۃ۔  
(قیامت ۲۲۱)

کلا انھد عن سبھ یوم مثلاً لمحجوبون۔  
(مطفئین ۱۵۱)

اور کفار کی آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دیوار سے محرومی حسرت اور عذاب تب ہی ہو سکتی ہے جب مسلمانوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنا دیوار کر کے شادمانی عطا فرمائے۔

ان احادیث میں اس بات پر دلیل ہے کہ مسلمانوں کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیوار حاصل ہو گا۔ عام مسلمان دنیا میں اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتے اور آخرت میں دیکھ لیں گے، اس کا سبب یہ ہے کہ دنیا میں آنکھیں مانی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے، اور قیامت میں انکھوں سے باقی کا جلوہ نہیں دیکھا جاسکتا اور آخرت میں مسلمان بھی ہمیشہ باقی رہیں گے اور ان کی آنکھیں بھی باقی رہیں گی تو بقا کی آنکھوں سے باقی کا جلوہ دیکھ لیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت سے پہلے اپنی آنکھوں سے باقی کا جلوہ دیکھا ہے، اس سے معلوم ہوا تمام انسانوں کی آنکھیں دنیا کی نظر ہیں اور حضور کی آنکھیں بقا کی نظر ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا کسی صورت میں تجلی فرمانے کا بیان | حدیث نمبر ۳۶۲ میں ہے، اللہ تعالیٰ پہلے ایک صورت اور کہیں گے کہ تم ہمارا رب نہیں ہے، پھر ایک صورت میں ظاہر ہو گا تو مسلمان پہچان لیں گے۔

شرع میں منافقین مسلمانوں کے ساتھ شامل رہیں گے اور مسلمانوں کو اپنے لیے دھال بنالیں گے جس طرح دنیا میں یہ معمول تھا بعد میں حوض کوثر پر منافقین کی چھائی کو دی جائے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچا ستھارہ رکھ رہے ہوں گے (فرما کر انھیں مسلمانوں سے الگ کر دیں گے، یا اس موقع پر جب اللہ تعالیٰ فرمائے گا واھتاذوا الیوم ایھا المجموعون "اسے مجھو آج علیحدہ ہو جاؤ")

اللہ تعالیٰ کا پہلے ایسی صورت میں ظاہر ہونا جس کا مومنین انکار کر دیں اور دوبارہ ایسی صورت میں ظاہر ہونا جس صورت کو دیکھ کر مومنین اس کو رب مان لیں۔ اس کی تشریح کے بارے میں ملت حدیثین کا مسلک یہ ہے کہ یہ متشابہات میں سے ہے ہم اس حدیث پر ایمان لاتے ہیں اس کے منشاء اور مطلب کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مضمون کرنے ہیں اور متاخرین میں سے قاضی عیاض وغیرہ نے اس کی توجیہ کی ہے کہ پہلی صورت میں اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کی صورت پیش کرے گا جس صورت سے اس کے حادث اور مخلوق ہونے کے آثار ظاہر ہوں گے، اس لیے مومنین اس صورت کو دیکھ کر کہہ دیں گے یہ ہمارا رب نہیں ہے بعد میں اللہ تعالیٰ ان پر اپنی ایک صفت منکشف فرمائے گا اس صفت کو حدیث میں صورت سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شکل اور صورت سے پاک ہے اور یہ ایسی صفت ہوگی جو مخلوقات کی صفات میں سے کسی صفت کے مشابہ نہ ہوگی اور نہ اس پر آثار و حدوث ظاہر ہوں گے اس لیے اس صفت کی تجلی کو دیکھ کر تمام مسلمان پکار اٹھیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے کیونکہ ان کا اعتقاد ہو گا کہ اللہ تعالیٰ کی مثل کر لی ہے نہیں ہے لہذا جب



وہ ایک بے مثل صفت کر دیجیے گئے تو پہچان لیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے۔

حافظ عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرمایا پہلی بار جو صورت نظر آئے گی اس میں قیامت کی ایسی ہولناکیاں نظر آئیں گی جیسی دہشت ناک ہولناکیاں اٹھوں نے کبھی دنیا میں بھی نہ دیکھی ہوں گی۔ اس لیے وہ کہیں گے کہ ہم اس سے خدا کی پناہ میں آتے ہیں اس کے بعد جو صورت نظر آئے گی اس میں اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم کی تجلیات ہوں گی جن کو دیکھ کر ان کا خوف اور دہشت دور ہو جائے گی اور یہی وہ صورت ہے جس کو ”کشف ساق“ (پنڈلی منکشف کونام) سے تعبیر کیا گیا ہے اور جب مسلمان اللہ تعالیٰ کے بے مثال لطف و کرم کی تجلیات دیکھیں گے تو بے اختیار کہہ اٹھیں گے کہ یہی ہمارا رب ہے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پہلی صورت میں مسلمانوں کے دل میں اللہ تعالیٰ یہ بات پیدا کر دے کہ یہ صورت ان کا رب نہیں ہے اور وہ اپنے جہان سے انکار کر دیں اور دوسری صورت جب نظر آئے جو واقعی اللہ تعالیٰ کا جلوہ ہو تو اللہ تعالیٰ ان کے دل میں یہ بات پیدا کر دے کہ وہ واقعی ان کا رب ہے اور وہ اپنے جہان کی بنا پر کہیں گے کہ یہ ہمارا رب ہے۔ باقی اللہ تعالیٰ کا محشر میں دیدار بطور امتحان ہو گا اور جنت میں دیدار بطور انعام ہو گا۔

### شفاعت کا اثبات اور موحّدین کو روش

#### سے نکالنے کا بیان

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اہل جنت میں سے جسے چاہے گا اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے گا اور اہل جہنم میں سے جسے چاہے گا جہنم میں داخل کر دے گا، پھر فرمائے گا دیکھو جس کے دل میں رائی کے ایک دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال کر پس وہ لوگ جہنم میں سے اس حال میں نکالے جائیں گے کہ ان کا جسم جل کر کوئلہ ہو چکا ہو گا، پھر ان کو آب حیات کا نہر میں ڈال دیا جائے گا اور وہ اس نہر میں سے اس طرح تروتازہ ہو کر نکلتا شروع ہوں گے جیسے دانہ پانی کے بہاؤ والی مٹی میں سے ندی مائل ہو کر آگ پڑتا

ہے۔

امام مسلم ایک اور سند ذکر کر کے فرماتے ہیں کہ

### بَابُ اثْبَاتِ الشَّفَاعَةِ وَ اخْرَاجِ

#### الْمُوحِّدِينَ مِنَ النَّارِ

۳۶۵۔ وَ حَدَّثَنَا هَرُونَ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ عُمَارَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُدْخِلُ اللَّهُ أَهْلَ الْجَنَّةِ الْجَنَّةَ يُدْخِلُ مِنْ شَفَاءٍ يَرْحَمُهُمْ وَيُدْخِلُ أَهْلَ النَّارِ النَّارَ ثُمَّ يَقُولُ انْظُرُوا مَنْ رَجَدْتُمْ فِي قُلُوبِهِمْ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْ نَعْرَةٍ لِمَنْ إِيْمَانٌ فَأَخْرِجُوهُ فَيُخْرِجُونَ مِنْهَا حُمَةً كَيْدًا مَتَّعْتُمْ أَقْبِلُوا فَيُقْبَلُونَ فِي نَهْرٍ الْحَيَوَاتِ أَوْ الْحَيَاءِ فَيُثَبِّتُونَ فِيهِ كَمَا ثَبَّتَ الْحَبَّةُ إِلَى جَانِبِ السَّيْلِ أَلَمْ تَرَوْهَا كَيْفَ تَخْرُجُ صَفْرَاءَ مَلْتَوِيَةً

۳۶۶۔ وَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ



كَاعْقَانِ كَانِ كَا وَكَهَيْبٍ مَّ وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ  
الشَّاهِرِ قَالَ نَا عَنْهُ وَمِنْهُ عَوْنٌ قَالَ أَنَا خَالِدُ  
يُحْيَى عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَقَالَ  
فَيُلْقُونَ فِي نَهْرٍ يُقَالُ لَهُ الْخَبْيَاءُ وَكَأَنَّهُ يُشْكَلُ وَ  
فِي مَدِينَةٍ خَالِدٍ كَمَا تَنبُتُ الْفَسَاءُ فِي جَارِبِ  
السَّيْلِ وَفِي حَدِيثٍ وَكَهَيْبٍ كَمَا تَنبُتُ الْحَبَّةُ فِي  
حَيْسَةٍ أَوْ حَيْسَلَةِ السَّيْلِ -

اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے لیکن  
یہ ہے کہ پہلی روایت میں واہ اُگنے کا ذکر تھا اور اس میں  
کوڑا کرکٹ کے اُگنے کا ذکر ہے۔

۳۶۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرِو بْنِ عَمْرٍو  
قَالَ نَا بِشَرِّ بْنِ أَبِي الْمَفْضِلِ عَنْ أَبِي مُسْلِمَةَ  
عَنْ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَمَّا  
أَهْلُ النَّارِ الَّذِينَ هُمْ أَهْلُهَا فَأَمَّا  
يَوْمَ تَوْنٍ فِيهَا وَلَا يَحْيُونَ وَلَكِنْ كَأَنَّ أَصَابَتَهُمُ  
النَّارُ بِدُكُونِهِمْ أَوْ قَالَ يَخْطَأُ يَأْخُضُ مَا تَنْفَعُ  
اللَّهُ إِمَامَةً حَتَّى إِذَا كَانُوا أَهْلًا أُذِنَتْ  
بِالْشَّفَاعَةِ فَجِئَتْ بِهِمْ صَبَابٌ صَبَابٌ فَبُشِّرُوا  
عَلَى أَنْهَارِ الْجَنَّةِ ثُمَّ قِيلَ يَا أَهْلَ الْجَنَّةِ  
أَفِيضُوا عَلَيْهِمْ فَيُبْسِتُونَ نَبَاتَ الْجَنَّةِ تَكُونُ  
فِي حَيْبِلِ السَّيْلِ فَكَانَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ كَانَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَانَ  
فِي الْبَنَادِيَةِ -

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنمیوں  
سے جو لوگ کافر اور مشرک ہیں وہ نہ تو جہنم میں نہیں  
اور نہ ہی زندگی کا لطف پائیں گے البتہ کچھ مسلمان ایسے  
ہوں گے کہ جن کو ان کے گناہوں کی وجہ سے جہنم میں  
ڈالا جائے گا اور اللہ تعالیٰ ان پر مروت طاری کرے گا  
یہاں تک کہ وہ جل کر کوئلہ ہو جائیں گے پھر جب شفا  
کی اجازت ہوگی تو ان کو گرہ در گرہ ڈالیا جائے گا اور  
انہیں جنت کی نہروں میں ڈال دیا جائے گا پھر اہل جنت  
سے کہا جائے گا ان پر پانی ڈالو جس کے سبب وہ اس  
طرح تروتازہ ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے جیسے پانی  
کے پہاڑ سے اُسنے والی مٹی ہیں ورنہ سر سبز و شاداب  
ہو کر نکل آتا ہے۔ یہ سن کر صحابہ میں سے ایک شخص کہنے  
لگا یہوں گناہ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
جنگل میں رہتے ہوں۔

۳۶۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ  
بَشَّارٍ كَانَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ  
عَنْ أَبِي مُسْلِمَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا نَضْرَةَ عَنْ أَبِي  
سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُ إِلَى قَوْلِهِمْ فِي حَيْبِلِ  
السَّيْلِ وَلَمْ يُدْ كَرَّمَا بَعْدَ لَا -

اسم سلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ حضرت  
ابو سعید خدری کی یہی روایت منقول ہے مگر اس میں واہ کے  
اُگ پرٹنے تک کا ذکر ہے۔

۳۶۹ - وَحَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْتَحَقَّ

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں



بُنِ إِبْرَاهِيمَ الْمُحْطَبِيُّ يُكَلِّمُهُمَا عَنْ جَبْرِئِيلَ قَالَ  
عُثْمَانُ بْنُ جَبْرِئِيلَ عَنْ مُصَنِّدٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ  
عَبِيدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنْ لَدَعَلَهُ  
أَخِي أَوَّاهِلَ النَّارِ عُرْوَةً وَجَاوَنَهَا وَأَخِي أَوَّاهِلَ الْجَنَّةِ  
دُخْرُوكَ الْجَنَّةِ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنَ النَّارِ رَحْبَوًا  
فَيَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ إِذْ هَبْ فَادْخُلِ  
الْجَنَّةَ قَالَ فَيَا رَبِّهَا فَيُعَيَّلُ لَكِنَّهُمَا مَلَأَى  
فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ يَا رَبِّ دَجِدْ لَهَا مَلَأَى فَيَقُولُ  
اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُ إِذْ هَبْ فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ  
فَيَا رَبِّهَا فَيُعَيَّلُ لَكِنَّهُمَا مَلَأَى فَيَرْجِعُ فَيَقُولُ  
يَا رَبِّ دَجِدْ لَهَا مَلَأَى فَيَقُولُ اللَّهُ لَهُ إِذْ هَبْ  
فَادْخُلِ الْجَنَّةَ فَإِنَّ لَكَ مِثْلَ الدُّنْيَا وَعَشْرَةَ أَهْلِهَا  
أَوْ إِنْ لَكَ عَشْرَةٌ أَوْ أَهْلُ الدُّنْيَا قَالَ فَيَقُولُ  
أَتَسْخَرُونِي أَوْ تُضْحَكُونَ بِي قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ وَقَالَ  
لَقَدْ رَأَيْتَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ ضَلِيلًا حَتَّى بَدَأَتْ تَوَاجِدُكَ قَالَ فَكَانَ  
يَقُولُ ذَلِكَ أَذْنَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مِمَّنْ لَكَ

۳۷۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو يَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآبُو  
كَرَيْبٍ وَالتَّفْطِلِيُّ لِي كَرَيْبٍ قَالَ نَأْبُو مُعَاوِيَةَ  
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عُبَيْدَةَ عَنْ  
عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنْ لَدَعَلَهُ أَخِي أَوَّاهِلَ النَّارِ  
عُرْوَةً وَجَاوَنَ النَّارَ رَجُلٌ يَخْرُجُ مِنْهَا رَحْبَوًا  
فَيَقُولُ لَهُ أَطْلِقْنِي فَادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ فَيَدْعُو  
فَيَدْعُو الْجَنَّةَ فَيَجِدُ النَّاسَ قَدْ أَخَذُوا  
الْمَتَاعَ فَيَقُولُ لَهُ أَتَدْرُونَ الزَّمَانَ الَّذِي كُنْتُ فِيهِ  
فَيَقُولُ نَحْمٌ فَيَقُولُ لَهُ تَمَتَّعْ فَيَتَمَتَّعُ فَيَقُولُ  
لَهُ لَكَ الَّذِي تَمَتَّعْتَ وَعَشْرَةُ أَهْلِي الدُّنْيَا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یقیناً  
معلوم ہے کہ سب سے آخر میں جہنم میں سے کرن  
نکلے گا اور سب کے بعد جنت میں کرن داخل ہو گا وہ  
ایک ایسا شخص ہو گا جو کوہوں کے بل گھسٹا ہوا جہنم میں  
سے نکلے گا اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا "جا جنت  
میں داخل ہو جا" جب وہ جنت میں داخل ہو گا تو  
وہ یہ مجھے گا کہ جنت بھر چکی ہے وہ واپس لوٹ آئیگا  
اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرے گا اے میرے  
سب جنت تو بھر چکی ہے اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا  
جا جنت میں داخل ہو جا، وہ جائے گا اور پھر اس کا خیال  
یہ ہو گا کہ جنت تو بھر چکی ہے، وہ پھر لوٹ آئے گا اور عرض  
کرے گا اے میرے رب میں نے تو جنت کو بھرا ہوا  
پایا ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا "جا جنت میں داخل ہو،  
تجھے جنت میں دنیا اور اس کی دس گنا جگہ مل جائے گی" اور  
شخص عرض کرے گا "اے اللہ تو نامک ہو کہ مجھ سے  
مذاق کرتا ہے۔ حضرت ابوسعید خدری کہتے ہیں میں نے  
اس موقع پر حضور کو ہنستے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ آپ کا مبارک  
واہجین ظاہر ہو گئیں پھر حضور نے فرمایا یہ ایک ہفتی کا سبق کم رو رہا ہے  
حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس  
شخص کو یقیناً جانتا ہوں جس کو سب سے آخر میں  
درجہ سے نکالا جائے گا وہ شخص کوہوں کے  
بل گھسٹا ہوا جہنم سے نکلے گا اس شخص سے کہا گیا  
"جلو جنت میں داخل ہو جاؤ" وہ جنت میں جا کر دیکھے گا  
کہ لوگ اپنے اپنے گھروں میں رہ رہے ہیں اس  
شخص سے کہا جائے گا "کیا تیرے وہ وقت یاد سے  
بے گذار کر آئے ہو" وہ اثبات میں جواب دے گا  
پھر اس سے کہا جائے گا "تو وہ تنا کرے گا  
پھر اس سے کہا جائے گا تم نے جو تمنا کی ہے وہ



قَالَ قَيُّوْلُ اَسْتَعُوْذُ بِكَ وَ اَمَّا اَمْكِلُكَ فَكُنْ  
فَلَقَدْ رَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ  
وَسَلَّمَ صَحِيْحَكَ حَتّٰى بَدَأْتَ تَوَاجِدُ ذَا

بھوں سے روادہ تمام دنیا کی دین گنا جگہ بھی نے نوہ شخص  
کہے گا "ترجمہ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو ہاں تک  
ہے حضرت عبد اللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما کر نہیں پڑے اور آپ کی  
ڈاڑھیں ظاہر ہوئیں۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان فرماتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص  
جب کے بعد جنت میں داخل ہو گا وہ گناہ گنا پڑے گا  
اور گستاخا ہوا جہنم سے اس حال میں نکلے گا کہ جہنم  
کی آگ اُسے جلا دیں ہوگی جب جہنم سے نکل جائے گا  
تو پلٹ کر جہنم کی طرف دیکھے گا اور حکیم سے مخاطب  
ہو کر کہے گا بڑی برکت والی وہ ذات ہے جس نے  
مجھ کو تجھ سے نجات دی، اللہ تعالیٰ نے مجھے  
وہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ آدمی و آخرین میں سے  
کس کو بھی ایسی نعمت عطا نہیں فرمائی ہوگی، پھر اس کے  
لیے ایک درخت بلند کیا جائے گا وہ شخص کہے گا  
اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر  
دے تاکہ میں اس کے سایہ کو حاصل کروں اور اس  
کے پھلوں سے پانی پیوں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا  
اے ابن آدم اگر میں نے تیرا یہ سوال پورا کر دیا تو  
پھر تو کوئی اور سوال کرے گا، وہ عرض کرے گا  
پھر میں اسے میرے رب، اور اللہ تعالیٰ اس  
سے سوال نہ کرے گا معاہدہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ  
اس کا عذر قبول کرے گا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا  
جن پر غور کرنا اس کے لیے ممکن نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس  
شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا وہ اس  
کے سامنے میں آرام کرے گا اور اس کے پھلوں کے  
پانی سے اپنی پیاس بجھائے گا پھر اس کے لیے  
ایک اور درخت ظاہر کیا جائے گا جو پہلے درخت

۳۷۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ ثَنَا  
عَفَّانُ بْنُ مُسْلِمٍ ثَنَا حَسَنُ بْنُ سَلَمَةَ  
ثَنَا ثَابِتٌ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ  
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ  
وَسَلَّمَ قَالَ اِنْجُوْا مِنْ يَدِ خُلِّ الْجَنَّةِ  
رَجُلٌ كَلِمَةً يَمِيْشِيْ مَرَّةً وَ يَكْبُوْ  
مَرَّةً وَ تَسْقَعُهُ الْمَاءُ مَرَّةً فَتَاْ ذَا  
مَا جَا وَ مَا هِيَ التَّنَقُّتُ اِلَيْهَا فَتَقَالَ  
ثُمَّ اَرْكَى الْاَرْضُ كَيْفَا فِيْ مِثْلِكَ لَعَنَهُ  
اَعْطَا فِي اللّٰهِ شَيْئًا مَا اَعْطَا  
اَحَدًا اِمِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَ الْاٰخِرِيْنَ  
فَتُزَوِّجُ لَهُ شَجَرَةً فَيَقُوْلُ اَيُّ  
رَبِّ اَذِيْنِيْ مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ  
فَيَكْسُطُ لَهَا يَطْلِيْهَا وَ اَشْرَبَ  
مِنْ مَّارِهَا فَيَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ  
يَا اِبْنَ اٰدَمَ تَعَالٰى اِنْ اَعْطَيْتُكَهَا  
مَا لَمْ تَشِيْ غَيْرَهَا فَيَقُوْلُ لَا يَا رَبِّ  
وَيَعْبَاهُ اَنْ لَا يَسْأَلَ لَكَ غَيْرَهَا  
وَرَبُّهُ تَعَالٰى يَعْطِيْهِ لَكَ لَكَ يَزِيْ  
مَا لَا صَبْرَ لَكَ عَلَيْهِ فَيَدْنِيْهِ مِنْهَا  
فَيَسْطَلُ يَطْلِيْهَا وَ يَشْرَبُ مِنْ مَّارِهَا  
ثُمَّ تَزَوِّجُ لَهُ شَجَرَةً هِيَ اَحْسَنُ  
مِنَ الْاُولٰٓئِ فَيَقُوْلُ اَيُّ رَبِّ اَذِيْنِيْ  
مِنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ لَا تَشْرَبُ مِنْ



مَا تَهَا وَاسْتَظِلَّ بِظِلِّهَا لَا أَسْأَلُكَ  
غَيْرَهَا فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي  
أَنْ لَا تَسْأَلَ لِي غَيْرَهَا فَيَقُولُ لَعَلِّي  
أَذْنَبْتُكَ مِنْهَا تَسْأَلُ لِي غَيْرَهَا  
فَيَعْبَاهُ هَذَا أَنْ تَذِيئَ لَهَا غَيْرَهَا  
وَرَبُّهُ تَعَالَى يَعْبَاهُ لَكَ لَذْنُ يَسْأَلُ  
مَا لَا صَبْرَ لَكَ عَلَيْكَ فَيَذْنُ لِي مِنْهَا  
فَيَسْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَكَثْرَ بَ وَمِنْ  
مَا تَهَا ثُمَّ تَوَكَّلْ لَكَ شَجَرٌ يَحْمِلُ  
بَابَ الْجَنَّةِ هِيَ أَحْسَنُ مِنَ الْأَذْكُنَّ  
فَيَقُولُ أَيُّ رَبِّ أَذْيَمِي مِنْ هَذِهِ  
الشَّجَرَةِ لَا سْتَظِلُّ بِظِلِّهَا وَاشْرَبْ  
مِنْ مَا تَهَا لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا  
فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي  
أَنْ لَا تَسْأَلَ لِي غَيْرَهَا فَتَالِ بَلَى يَا  
رَبِّ هَذِهِ لَا أَسْأَلُكَ غَيْرَهَا وَرَبُّهُ  
تَعَالَى يَعْبَاهُ لَكَ لَذْنُ يَسْأَلُ  
مَا لَا صَبْرَ لَكَ عَلَيْكَ فَيَذْنُ لِي مِنْهَا  
أَذْنُكَ مِنْهَا فَيَسْمَعُ أَصْوَاتَ أَهْلِ  
الْجَنَّةِ فَيَقُولُ أَيُّ رَبِّ أَذْيَمِي مِنْهَا  
فَيَقُولُ يَا ابْنَ آدَمَ مَا يَصِيرُ بِي  
مِثْلَكَ أَمْضِيكَ أَنْ أَعْطَيْتَكَ الدُّنْيَا  
وَمِثْلَهَا مَعَهَا فَيَقُولُ يَا رَبِّ  
أَتَسْتَهْزِئُ مِنِّي وَ أَنْتَ رَبُّ  
الْعَالَمِينَ فَصَحَّحَكَ ابْنُ مَسْعُودٍ فَقَالَ  
أَلَا تَسْأَلُونِي مِمَّ أَصْحَبَكَ فَتَالُوا  
مِمَّ تَصْحَبَكَ فَقَالَ هَكَذَا أَصْحَبَكَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ أَنَّهُ تَصْحَبَكَ يَا رَسُولَ

سے کہیں زیادہ خوبصورت ہوگا وہ شخص عرض کرے گا  
"اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر  
دے تاکہ میں اس کا سایہ حاصل کروں اور اس کا پانی  
پیوں اور اس کے بعد اب میں کوئی اور سوال نہیں  
کروں گا" اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم!  
کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تجھ سے کوئی  
اور سوال نہیں کرے گا اور اب اگر میں نے تجھے  
اس درخت تک پہنچا دیا تو پھر بھی تو مجھ سے کوئی اور  
سوال کرے گا" اللہ تعالیٰ پھر اس سے اس بات  
کا عہد لے گا کہ وہ کوئی اور سوال نہیں کرے گناہ  
اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ معذور ہوگا کیونکہ وہ ایسی  
ایسی نعمتیں دیکھے گا جن کے بغیر صبر نہیں ہو سکتا پھر  
اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دیگا  
وہ اس کے سایہ میں آرام کرے گا اور اس کا پانی پیے گا  
پھر اس کو جنت کے دروازہ پر ایک درخت دکھایا  
جائے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ حسین  
ہوگا پھر وہ شخص کہے گا "اے میرے رب مجھے  
اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے  
سایہ میں آرام کروں اور پھر اس کا پانی پیوں اور اس  
کے بعد میں کوئی اور سوال نہیں کروں گا" اللہ تعالیٰ  
فرمائے گا اے ابن آدم کیا تو نے مجھ سے عہد  
نہیں کیا تھا کہ تو اس کے بعد کوئی اور سوال نہیں کرے گا  
وہ عرض کرے گا اے میرے رب! میں اس کے بعد کوئی سوال نہیں  
کروں گا اور اللہ تعالیٰ اس کو عذر قرار دے گا کیونکہ وہ ایسی نعمتیں  
دیکھے گا جن پر انسان کو صبر نہیں ہو سکتا پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت  
کے قریب کر دے گا جب وہ اس درخت کے قریب پہنچے گا  
تو جنتیوں کی آوازیں سنے گا وہ پھر عرض کرے گا  
اے میرے رب مجھے اس جنت میں داخل کر دے!  
اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم میرے سوالوں



اللَّهُ قَالَ مَنْ ضَعُفَ رَبِّ الْعَالَمِينَ  
حَبِيبٌ قَالَ أَلَسْتَ تُهَيِّجُ مِنِّي وَابْنُ  
رَبِّ الْعَالَمِينَ قِيْلَ لَوْ لَا أَسْتَغْنِي  
وَلَكِنَّ عَلَى مَا أَمْسَأَوْا قَادِرًا

کو کیا چیز روک سکتی ہے کیا تو اس بات پر راضی ہے  
کہ میں تجھے رحمت میں (دینا اور اس جتنی اور جگہ سے  
دوں) وہ شخص عرض کرے گا اسے میرے رب  
تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین  
ہے، یہ حدیث سننا کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی  
پڑے پھر آپ نے حدیث سننے والوں سے  
کہا تم نے مجھ سے پوچھا میں کیوں ہنسا لوگوں  
نے کہا "بتلائیے آپ کیوں ہنستے" حضرت عبداللہ  
بن مسعود نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی  
یہ بات فرما کر ہنستے تھے صحابہ نے پوچھا یا رسول  
اللہ آپ کس وجہ سے ہنستے ہیں۔ آپ نے فرمایا  
اللہ تعالیٰ کے ہنسنے کی وجہ سے جب اس شخص  
نے یہ کہا کہ تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ  
تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:  
میں مذاق نہیں کرتا لیکن میں ہر چیز پر قادر ہوں۔  
حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنتی  
میں سے سب سے کم درجہ کا شخص وہ ہوگا جس کا  
چہرہ اللہ تعالیٰ جہنم سے جلالت کی طرف پھیر دے گا اور  
اس کے لیے ایک سایہ دار درخت بنا دے گا وہ  
شخص کہے گا اے میرے رب مجھے اس درخت  
کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سایہ میں رہوں۔  
امام مسلم فرماتے ہیں اس کے بعد حدیث سابقہ کی شکل  
ہے لیکن اس میں یہ فرقہ نہیں ہے کہ اسے ابن آدم  
تیری آرزوؤں کو کیا چیز ختم کر سکتی ہے اور اس  
میں یہ اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا فلاں  
فلاں چیز کی تمنا کر اور جب اس کی آرزو میں ختم ہو  
جائے گی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا یہ آرزو میں ابھی  
پوری کر لو اور ان کی مثل دس گنا اور سے نو پھر

۳۷۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كَتَا بَحْثِي  
بْنُ أَبِي بَكْرٍ كَتَا بَحْثِي بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ  
أَبِي صَالِحٍ عَنِ الثَّعْلَبِيِّ بْنِ أَبِي عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي  
سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالِهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَدْنَى أَهْلَ الْجَنَّةِ مَقَرَّةً  
رَجُلٌ صَدَقَ اللَّهُ وَجْهَهُ عَنِ النَّكَارِ قِيلَ الْجَنَّةُ  
وَمَقَرُّ لَهَا فَبَعْدُ ذَاتِ ظِلٍّ فَقَالَ آفِي مَاتِ  
فَتَيَّ مَنِي إِلَى هَذِهِ الشَّجَرَةِ أَكُونُ فِي ظِلِّهَا وَ  
سَأَلَ الْحَدِيثَ بِتَحْوِيلِ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ وَلَكِنْ  
يَذْكُرُ قِيْلَ يَا ابْنَ آدَمَ مَا يَغْنِي رِجْلِي وَمِنْكَ  
إِلَى أَحَدِ الْحَدِيثِ وَمَا ذَنْبِي وَفِي كِتَابِ اللَّهِ  
عَمَّ وَجَلَّ مَلَكًا كَذًا كَذًا فَتَدَا انْقَطَعَتْ  
بِزَالَمَانِي قَالَ اللَّهُ عَمَّ وَجَلَّ هُوَ لَكَ  
وَعَشْرَةٌ أَمْثَالِهِمْ قَالَ شَهْرٌ يَدْخُلُ بَيْتَكَ



وَتَدْخُلُ عَلَيْكَ جَنَّاتُ عَدْنٍ مِّنَ الْجَنَّاتِ الَّتِي فِيهَا نَجْمٌ كَأَنَّهُ زُكْرَةٌ مُّكْرَمَةٌ ۚ وَفِيهَا جَنَّاتٌ مِّن دُونِهَا فِيهَا يَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ فِيهَا يَكُونُ لِلَّذِينَ هُمْ فِيهَا مُقِيمُونَ خُفُوفٌ مِّن ثِيَابٍ وَفِيهَا سُرُرٌ مَّرْمُومَةٌ ۚ وَفِيهَا خُفُوفٌ مِّنَ الْفُلِ يَجْرِي فِيهَا مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ فِيهَا يَكُونُ لِلَّذِينَ هُمْ فِيهَا مُقِيمُونَ خُفُوفٌ مِّن ثِيَابٍ وَفِيهَا سُرُرٌ مَّرْمُومَةٌ ۚ وَفِيهَا خُفُوفٌ مِّنَ الْفُلِ يَجْرِي فِيهَا مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ فِيهَا يَكُونُ لِلَّذِينَ هُمْ فِيهَا مُقِيمُونَ خُفُوفٌ مِّن ثِيَابٍ وَفِيهَا سُرُرٌ مَّرْمُومَةٌ ۚ وَفِيهَا خُفُوفٌ مِّنَ الْفُلِ يَجْرِي فِيهَا مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ

اللہ تعالیٰ اس کو اس کے گھر میں داخل کرے گا اور  
خیر سورت آنکھوں والی درجہ میں اس کی زوجیت میں  
داخل ہو کر اس کے پاس آئیں گی اور کہیں گی اللہ تعالیٰ  
کا شکر ہے جس نے تجھ کو ہمارے لیے زندہ کیا  
اور ہم کو تیرے لیے زندہ رکھا وہ شخص کہے گا  
اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی نعمتیں عطا فرمائی ہیں کہ  
کسی کو بھی اتنی نعمتیں نہ دی ہوں گی۔

حضرت سفیان بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ  
برابر خبر بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک بار اللہ  
تعالیٰ سے پوچھا کہ جنت میں سب سے کم درجہ  
کا شخص کون ہو گا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ ایک شخص  
ہو گا جو تمام جنتیوں کے داخل ہونے کے بعد  
جنت میں جائے گا اس سے کہا جائے گا جنت  
میں چلے جاؤ، وہ شخص عرض کرے گا اے میرے  
رب میں جنت میں کہاں جاؤں جنت کے تمام محلات  
اور مراتب و مناصب پر تو لوگوں نے پہلے ہی قبضہ  
کر لیا ہے، اس سے کہا جائے گا کیا تم اس  
بات پر راضی ہو کہ تمہیں جنت میں اتنا علاقہ مل جائے  
جتنا دنیا کے کسی بادشاہ کے ملک کا علاقہ ہوتا  
تھا، وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب میں  
راہی ہوں، اللہ تعالیٰ نے فرماتے گا جاؤ یہ علاقہ بھی  
میرا اس کا پانچ گنا اور سے وہ شخص کہے گا میں  
راہی ہوں اللہ تعالیٰ نے فرماتے گا یہ بھی لاؤ اس  
جیسا دس گنا علاقہ اور لاؤ اس کے خلاف جو چیز  
مہاسے دل کو اچھی لگے اور جو تمہاری آنکھوں  
کو بہائے، وہ شخص عرض کرے گا اے میرے  
رب میں راضی ہوں، پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے  
پوچھا اور جن لوگوں کا جنت میں سب سے بڑا

۳۷۳۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ عَفْرٍاءَ وَالْأَشْعَثِيُّ عَنْ  
سُفْيَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ وَابْنِ أَبِي حَزْرٍ  
عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ  
يُذَكِّرُنَا أَنَّ شَاءَ اللَّهُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
لَقَدْ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ طَرِيفٍ وَابْنِ طَرِيفٍ وَابْنِ طَرِيفٍ  
بُنْتُ سَعِيدٍ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ يُخْبِرُ عَنِ الْمُغِيرَةِ  
بُنْتُ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ وَ  
حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ الْحَكَمِ وَاللُّطْطُ الْأَنْطَلَقِيُّ أَنَّ سُلَيْمَانَ  
بْنَ عُيَيْنَةَ تَابَ مُطَرِّفٌ وَابْنُ أَبِي حَزْرٍ سَمِعْتُ الشَّعْبِيَّ  
يَقُولُ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ يُخْبِرُ عَنِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
إِلَى أَبِي حَزْرٍ قَالَ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
رَبَّهُ مَا أَذَى أَهْلِ الْجَنَّةِ مَقْبُولٌ قَالَ هُوَ مَا جُلَّ  
يَجِيئُ بَعْدَ مَا أُدْخِلَ الْجَنَّةَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَنْ  
لَهُ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ قَبْلَ أَنْ يَرَى كَيْفَ هُوَ  
قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَسْأَلُكُمْ عَنْهُ  
فَيَقُولُ لَهُ أَتُرَى أَنِّي كُنْتُ لَكَ مِثْلُ مَلَكٍ  
مَلَكَ مَلَكِي إِلَهِيًّا فَيَقُولُ رَضِيْتُ رَبِّ  
فَيَقُولُ لَكَ ذَاكَ وَ مِثْلُهُ وَ مِثْلُهُ  
وَ مِثْلُهُ وَ مِثْلُهُ قَدْ قَالَ فِي الْحَافِ مِثْلُهُ رَضِيْتُ  
رَبِّ فَيَقُولُ هَذَا لَكَ وَ عَمْرٍاءُ أَمْرٌ إِلَيْهِ



وَلَكَ مَا اسْتَحَبَّتْ نَفْسُكَ وَكَذَّاتٌ عَلَيْكَ  
فَيَقُولُ لَوْ كُنْتُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّكَ  
فَكَانَ أَوْلَىٰكَ الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانَ عَدُوًّا  
كَرَامَتَهُمْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ عَلَيْهِمْ قَوْلُ  
كَرَعَيْنِ وَكَانَ تَسْمَعُ أَوَّاهًا وَكَانَ يَحْطَرُّ عَلَى  
قَلْبِ بَشِيرٍ قَالَ مِمَّنْ أَهْلُ فِي كِتَابِ اللَّهِ  
عَزَّ وَجَلَّ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمُ  
مَنْ قُرَّةُ أَعْيُنٍ الرَّبِّ

در عجب ہو گا وہ کون لوگ ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے  
فرمایا یہ وہ گروہ ہے جس کو میں نے پسند کر لیا اور  
ان کی عزت و کرامت پر میں نے اپنے ان سے  
مہر لگا دی اور ان کو وہ نعمتیں میں کی جن کو نہ کسی  
آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی  
ذہن میں ان کا تصور آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا ان نعمتوں کی تصدیق قرآن کریم کی اس  
آیت میں ہے: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمُ مَنْ  
قُرَّةُ أَعْيُنٍ کوئی شخص نہیں جانتا کہ ان کی آنکھیں  
کھلی کرنے کے لیے کیا نعمتیں چھپائی ہوئی  
ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ برسر منبر بیان  
کر رہے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ  
تعالیٰ سے پوچھا سب سے کم درجہ کا جنتی کون شخص  
ہے۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث  
عصب مائل ہے۔

۳۴۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ  
أَلَا شَجِيحٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي عَجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ  
الشَّعْبِيَّ يَقُولُ سَمِعْتُ الْمُغِيرَةَ بْنَ شُعْبَةَ  
يَقُولُ عَلَى الْمُنْبَرِ أَنَّ مُوسَىٰ هَكَذَا الْمَثَلُ  
سَأَلَ اللَّهَ تَعَالَىٰ عَنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ مِنْهَا  
حَقًّا وَسَاقِ الْحَقَائِدِ بِمَنْحُومٍ

حضرت ابو کریب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یقیناً  
جانتا ہوں سب کے بعد جنت میں کون شخص داخل  
ہو گا اور سب سے اخیر میں وہ شخص ہے کون کا  
آپ نے فرمایا ایسا شخص ہو گا جس کو قیامت  
کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کیا جائیگا  
اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا: اس شخص  
کے صغیرہ گناہ اس پر پیش کہ وادیر کبیرہ گناہ ابھی  
اشارہ کرو چنانچہ اس پر اس کے صغیرہ گناہ پیش کیے  
جائیں گے اور اس سے کہا جائے گا: "تو نے فلاں  
دن فلاں فلاں کام کیا تھا، اور فلاں دن فلاں فلاں  
کام کیا تھا وہ شخص اثبات میں جواب دے گا اور

۳۴۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُمَيْزٍ  
قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ قَالَ الْأَعْمَشُ عَنْ الْمَعْرُورِ  
ابْنِ سُوَيْدٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنْ لَدَّ عَنْكُمْ  
أَخْرَاجُ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَخُرُوجُ الْجَنَّةِ وَخُرُوجُ أَهْلِ  
النَّارِ خُرُوجًا مِنْهَا رَجُلٌ يُؤْتِيهِ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ فَيُقَالُ أَغْرَضُوا عَلَيْهِ صَغَارَ ذُنُوبِهِ  
وَأَرْفَعُوا عَنْهُ كِبَارَ مَا هَا فَتَعْرِضُ عَلَيْهِ صَغَارُ  
ذُنُوبِهِ فَيُقَالُ عَمِلْتَ يَوْمَ كَذَا وَكَذَا وَكَذَا  
وَكَذَا وَكَذَا وَكَذَا وَكَذَا وَكَذَا وَكَذَا  
فَيَقُولُ نَعَمْ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُنْكِرَ وَهُوَ  
مُسْتَحْيٍ مِمَّنْ كَبَارَ ذُنُوبِهِ أَنْ تُعْرَضُ



عَلَيْهِ قِيْلَ لَهُ فَاِنَّ لَكَ مَكَانَ كُلِّ سَيِّئَةٍ يَحْسَبُ  
قِيْلَ رَّبِّ فَتَدْعِيْهِمْ اَشْيَاءَ لَا اَمْرَ اَهَا  
هَٰهُنَا فَلَقَدْ اَمَّا اَيُّهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ  
وَاٰلِهٖ وَسَلَّم فَصَحَّحَكَ حَتّٰى بَدَتْ نَوَاجِدُكَ

کہے گا کہ میں اپنے اندر ان کاموں سے انکار  
کے سکتے نہیں ہوں اور وہ ابھی اپنے کبیرہ گناہوں  
سے ڈر رہا ہو گا کہ ان کا عتاب نہ شروع ہو جائے  
اس شخص سے کہا جائے گا، جانتے ہو گناہ کسے ملے  
میں ایک نیکی دی جاتی ہے، وہ شخص عرض کرے گا  
میں نے تو اور بھی بہت سارے گناہ کیے تھے جن  
کو اس وقت مجھ پر پیش نہیں کیا گیا، حضرت ابوہریرہ  
کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ یہ فرما کر رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یہاں تک کہ  
آپ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا  
کہ اس سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح  
منقول ہے۔

۳۷۶۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ سُلَيْمٍ قَالَ نَا ابُو مُعَاوِيَةَ  
وَقَدْ كُنِيَ رُوًى وَحَدَّثَنَا ابُو بَكْرٍ بْنُ اَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ  
رُوًى وَحَدَّثَنَا ابُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابُو مُعَاوِيَةَ وَكَلاَهُمَا  
عَنِ الزُّعْمَرِيِّ وَهَذَا اِنْ شَكَاهُ

۳۷۷۔ حَدَّثَنَا ابُو سُلَيْمٍ قَالَ نَا ابُو مُعَاوِيَةَ  
بْنِ مَرْثُومٍ وَكَلاَهُمَا عَنْ رُوًى قَالَ عُبَيْدُ اللّٰهِ حَدَّثَنَا  
رُوًى بْنُ عُبَادَةَ الْقَيْسِيُّ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ  
اَخْبَرَنِي ابُو الزُّبَيْرِ اَنَّ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰهِ  
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ يَسْأَلُ عَنِ النَّوْمِ فَقَالَ نَحْنُ  
نَحْنُ يَوْمًا لَقِيْنَاهُ عَنْ كَذَا وَكَذَا اَنْظُرْ اَيُّ ذَلِكَ  
فَوْقَ النَّاسِ قَالَ قَدْ دَعَى الْاُمَمَ يَا زَيْنَبُ  
كَانَتْ تَعْبُدُ الْاَوَّلَ وَالْاَوَّلَ ثُمَّ رَاَيْنَا رُبَّنَا  
بَعْدَ ذَلِكَ قِيْلَ مَنْ تَنْظُرُونَ قِيْلَ لَوْ  
نَظَرْنَا لَكِ فَيَتَجَلَّى لَهُمْ يَضْحَكُ حَتّٰى  
قِيْلَ يَطْلُقُ بِهِمْ قِيْلَ يَتَّبِعُونَ وَيُعْطَى كُلُّ اِنْسَانٍ  
مِنْهُمْ مِّنْ اَوْ مِّنْ شَوْءٍ اَلَمْ يَتَّبِعُوْنَهُ  
وَعَلَى جَسَدِهِمْ كَلْبٌ وَحَسْبُكَ تَاخُذُ مَنْ  
شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ يَطْلُقُ شَوْءُ الْمُنَافِقِيْنَ شَمَّ  
يَنْجُو الْمُؤْمِنُونَ فَيَنْجُوْا اَوَّلَ مَنْ مَرَّ بِهِ

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت  
جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے لوگ پوچھ رہے  
تھے کہ میدانِ حشر میں لوگوں کا کیا حال ہو گا، حضرت  
جابر نے فرمایا کہ ہم عرصہ حشر میں تمام امتوں سے  
بلندی پر ہوں گے پھر باقی امتوں کو علی الترتیب  
ان کے بتوں کے ساتھ بلایا جائے گا، اس کے  
بعد ہمارا رب جلوہ افروز ہو گا اور فرمائے گا تم کس  
کو دیکھ رہے ہو، لوگ کہیں گے کہ ہم اپنے رب  
کو دیکھ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں تمہارا  
رب ہوں، لوگ کہیں گے کہ ذرا ہم مجھ کو دیکھ تو لیں،  
اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق ہوتا ہو، جلوہ فرمایا  
حضرت جابر نے کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق  
چل پڑے گا اور تمام لوگ اس کے پیچھے چل پڑیں گے  
اور ہر شخص کو ایک نور ملے گا خواہ وہ مومن ہو یا منافق  
اور لوگ اس نور کے پیچھے چلیں گے، پل صراط پر کھنٹے



وَجُؤْهُمْ كَالْقَمَرِ كَيْفَ أَلْبَدَ سَبْعُونَ أَلْفًا  
لَا يَحَاسِبُونَ ثُمَّ إِنَّنْ يَكُونُ مِنْهُمْ خَافِضٌ  
نَجَّوْهُ فِي السَّمَاءِ ثُمَّ كَذَلِكَ ثُمَّ كَجَلَّ الشَّقَاعَةُ  
وَيَشْفَعُونَ حَتَّى يُخْرِجَهُ مِنَ النَّارِ مَنْ قَالَ كَذَلِكَ  
إِلَّا اللَّهُ وَكَانَ فِي قُلُوبِهِم مِّنَ الْغَيْرِ مَا يَرْزُقُ  
شَعِيرَةً فَيُجْعَلُونَ يَوْمَئِذٍ الْجَنَّةِ وَيُجْعَلُ  
أَهْلُ الْجَنَّةِ \_\_\_\_\_ يَرْضَوْنَ  
عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ حَتَّى يَبْسُتُوا كِبَاتُ الْفُتُوحِ  
فِي السَّيْلِ وَيَذْهَبُ حَرَّافُهُ ثُمَّ يُسَالُ حَتَّى  
يُجْعَلَ لَهُ الدُّنْيَا وَغَشَمُهُ أَمَّا لَهَا مَعَهَا

اور انکو دے ہوں گے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ  
چاہے گارہ لکھنے پکڑ دیں گے پھر ساتویں کا  
نور بچھ جائے گا اور مومنین نجات پائیں گے  
نجات پانے والے مسلمانوں میں سے جو پہلا گروہ  
ہوگا ان کے چہرے چودھویں کی رات کے چاند کی طرح  
چمک رہے ہوں گے یہ گروہ ستر ہزار افراد پر مشتمل ہوگا  
اور یہی وہ لوگ ہوں گے جو بلا حساب جنت میں  
داخل ہوں گے پھر وہ لوگ جو ان کے بعد جائیں گے  
ان کے چہرے سب سے روشن سترہ کی  
طرح ہوں گے اس کے بعد شفاعت شروع ہوگی  
اور صلوات شفاعت کریں گے حتیٰ کہ جن لوگوں نے کلمہ  
طیب پڑھا ہوگا اور ایک جوہر کے برابر بھی کوئی رنگ  
کی ہوگی ان کو درجہ سے نکال کر جنت کے  
سامنے ڈال دیا جائے گا پھر جنت والے ان پر  
پانی کے چھینٹے ڈالیں گے جس سے وہ اس طرح  
نمروز تازہ ہو جائیں گے جیسے سیلاب کے پانی کی  
مٹی میں سے دانہ ہر ابرہہ کی شکل آتا ہے ان سے جن  
کے آثار جاتے رہیں گے پھر ان سے ان کی خواہش  
پوری جائے گی اور ان کو دنیا اور اس سے دس گنا  
زائد عطا کر جنت میں دے دیا جائے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ  
کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کریگا۔

حادثہ زید کہتے ہیں کہ میں نے عمرو بن دینار  
سے پوچھا کیا تم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی  
اللہ عنہما سے یہ روایت سنی ہے کہ اللہ تعالیٰ  
شفاعت کے سبب کچھ لوگوں کو جہنم سے نکال

۳۷۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ  
سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ عَنْ عُمَرَ وَأَنَّهُ جَاءَهُمَا مِيعَةٌ  
مِّنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَيْهَا وَسَلَّمَ بِأُذُنَيْهِ  
يَقُولُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُخْرِجُ نَاسًا مِّنَ  
النَّارِ فَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ

۳۷۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الزَّيْنِبِ قَالَ نَا حَمَّادُ  
ابْنُ زَيْدٍ قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ وَبْنِ دِينَارٍ أَسْمِعْتُمْ  
جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ يُخْرِجُهُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ يُخْرِجُ قَوْمًا



مِنَ النَّاسِ بِالشَّقَاعَةِ قَالَ تَعْمَرُ

۳۸۰ - حَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا أَبُو  
أَحْمَدَ الزَّيْبَرِيُّ قَالَ نَا قَيْسُ بْنُ سُلَيْمٍ الْغُبَرِيُّ  
قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ قَالَ نَا جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّ قَوْمًا يُخْرَجُونَ مِنَ النَّارِ يَخْتَرِقُونَ نِيَمًا  
وَالْأَدَايَ وَجُوهَهُمْ حَتَّى يَذُكُّوا

الْجَنَّةَ .

۳۸۱ - وَحَدَّثَنَا حَجَّاجُ بْنُ الشَّاعِرِ قَالَ نَا الْفَضْلُ  
بْنُ دُكَيْنٍ قَالَ نَا أَبُو عَاصِمٍ يَعْنِي مُحَمَّدَ بْنَ أَبِي  
أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ قَالَ كُنْتُ قَدْ  
شَفَعْتُ دَائِي مِنْ رَأْيِ الْخَوَارِجِ فَخَرَجْتُ فِي  
عَصَابَةٍ ذَوِي عَدَدٍ فَرِيدًا أَنْ تَخْرُجَ فَتُخْرِجَ  
عَلَى النَّاسِ قَالَ كَسَرْنَا عَلَى الْوَيْلِ فَذَا  
جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يُحَدِّثُ الْقَوْمَ جَالِسًا إِلَى  
شَارِبَةٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ وَإِذَا هُوَ قَدْ لَكَرَأَجَهُ كَلِمَتَيْنِ قَالَ فَقُلْتُ  
لَمَّا يَا صَاحِبَ رَسُولِ اللَّهِ مَا هَذَا الَّذِي تُخَدِّقُونَ  
وَاللَّهُ يَقُولُ إِنَّكَ مِنْ قَدَحِ النَّارِ فَتَعْدُ  
أَخَذْتَهُ .

وَكَلَّمَ بَا أَرَادَ وَأَنْ يَخْرُجَ فِيهَا  
أُعِيدَ دَائِي فِيهَا فَمَا هَذَا الَّذِي تَقُولُونَ  
قَالَ فَقَالَ أَتَعْرِفُ الْقُرْآنَ قُلْتُ كَعَمَّ قَالَ  
فَهَلْ سَمِعْتَ بِمَقَامِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالِهِ وَسَلَّمَ يَعْنِي الَّذِي يَبْعَثُهُ اللَّهُ فِيهِ  
قُلْتُ تَعْمَ قَالَ بَلَى مَقَامَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ الْمَحْمُودِ الَّذِي يُخْرِجُ  
اللَّهُ بِهِ مَنْ يُخْرِجُ قَالَ كَعَمَّ لَعَنَتْ وَضَعُ الْفَرَادِ  
وَمَرَّ النَّاسِ عَلَيْهِ قَالَ وَآخَافُ أَنْ لَا أَكُونَ

کر جنت میں داخل کر دے گا انہوں نے کہا ہاں !  
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کچھ لوگ  
جہنم سے نکل کر جنت میں ایسی حالت میں داخل ہونگے  
کہ چہرے کے سوا ان کا سارا جسم جل چکا ہوگا۔

یزید فقیر کہتے ہیں کہ میرے دل میں خواہش  
کی اس بات نے گھر کر لیا تھا کہ گناہ کبیرہ کا مرتکب  
ہمیشہ جہنم میں رہے گا، پھر میں نے لوگوں کی کثیر  
جماعت کے ساتھ حج کرنے کا ارادہ کیا اور سوچا کہ  
حج کے بعد اس مسلک کی تبلیغ کریں گے، یزید کہتے  
ہیں کہ جب ہم مدینہ میں پہنچے تو دیکھا کہ حضرت جابر  
بن عبد اللہ رضی اللہ عنہا مسجد نبوی کے ایک ستون کا  
سہارا لیے بیٹھے ہیں اور حدیث بیان کر رہے ہیں  
اور لوگوں کی ایک کثیر جماعت اس حدیث کو سن رہی  
تھی، اچانک حضرت جابر بن عبد اللہ نے جنہیوں  
کا ذکر کیا میں نے ان سے کہا اے صحابہ رسول !  
یہ آپ کیسی حدیث بیان کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ توبہ  
فرماتا ہے : (ترجمہ) اگر یہ جس شخص کو توبہ نے جہنم  
میں ڈال دیا اس کو رسوا کر دیا، اور فرماتا ہے (ترجمہ)  
”جب جہنمی دوزخ سے نکلے گا ارادہ کریں گے  
ان کو دوبار جہنم میں ڈال دیا جائے گا“

آپ ان آیات کے خلاف کیسے حدیث بیان  
کر رہے ہیں ! حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا :  
کیا تم نے قرآن کریم پڑھا ہے ؟ میں نے کہا  
ہاں ! انہوں نے فرمایا کیا تم نے قرآن کریم میں  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مقام پڑھا ہے



أَحْفَظُ ذَٰلِكَ قَالَ غَيْرَ أَكْفَىٰ قَدْ مَرَّ عَمْرَانُ  
قَوْمًا يَخْرُجُونَ مِنَ الْمَنَازِلِ بَعْدَ أَنْ يَكُونُوا  
فِيهَا قَالِ يَعْنِي أَبَا نَعِيمٍ فَيَخْرُجُونَ كَمَا تَكُونُ  
عَيْنُ الشَّامِ قَالَ قَدْ خَلَوْنَ نَهْرًا مِنْ أَنْهَارِ  
الْجَنَّةِ فَيَقْتَسِمُونَ فِيهِ فَيَخْرُجُونَ كَمَا تَقْتَسِمُ  
النَّهْرُ طَيْسٌ فَتَرْجِفُهَا وَتَكُلُّهَا وَيَحْكُمُ أَتْرُونَ  
الشَّيْءَ يَكْذِبُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَتَرْجِفُهَا كَذِبًا وَاللَّوْمَ  
تَحْرِيرَ مَنَاخِيئِهِمْ رَجُلٍ عَلَى أَحَدٍ كَمَا قَالَ  
أَبُو نَعِيمٍ -

جس مقام پر آپ کو مبعوث کیا جائے گا۔ میں نے کہا  
"ہاں" انہوں نے فرمایا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام  
وہ مقام محمود ہے جس پر فائز ہونے کے سبب  
سے اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت کی وجہ سے جہنمیوں  
کو جہنم سے نکال دے گا، یزید فقیر نے کہا پھر  
انہوں نے پل طار اور لوگوں کے اس رنگہ سے  
کی کیفیت کو بیان کیا، یزید نے کہا میرا خیال ہے  
کہ میں اس تذکرہ کو اچھی طرح یاد نہیں رکھ سکتا علم انہوں  
نے یہ فرمایا کہ جہنم میں داخل ہونے کے بعد کچھ لوگ  
جہنم سے نکل آئیں گے، ابو نعیم نے کہا وہ لوگ جہنم  
سے اس حالت میں نکلیں گے جیسے ابوس کی جلی  
ہوئی لکٹیاں ہوتی ہیں، پھر وہ لوگ جنت کی نہروں  
میں سے کس نہر میں داخل ہوں گے اور اس میں  
نسل کریں گے اور پھر اس نہر سے کافذ کی طرح سفید  
ہو کر نکلیں گے۔ یہ حدیث سن کر ہم وہاں سے گئے  
اور ہم نے آپس میں کہا افسوس ہے تم لوگوں پر  
یعنی خارجی لوگوں پر، کیا تھا لاگمان یہ ہے کہ یہ  
شیخ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جہول بات  
منسوب کر سکتے ہیں، چنانچہ بقول ابو نعیم کے سوا  
ایک شخص کے یہ حدیث سن کر سب لوگ خارجیوں کے  
عقائد سے تائب ہو گئے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چار  
آدمی جہنم سے نکال کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے  
جائیں گے، ان میں سے ایک شخص جہنم کی طرف دیکھ  
کر کہے گا اے میرے رب اتنے مجھے اس دوزخ  
سے نکال ہی لیا تو اب دوبارہ اس میں نہ ڈالنا چنانچہ  
اللہ تعالیٰ اس کو جہنم سے نجات دے دے گا۔  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے

۳۸۲ - حَدَّثَنَا هَذَا أَبُو حَالِدٍ الْأَدَوِيُّ قَالَ قَالَ  
حَسَنُ بْنُ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّ وَكَانَتْ عَيْنُ  
أَمْرِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
آلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ يُخْرَجُ مِنَ النَّارِ أَرْبَعَةٌ  
فَيُفْرَضُونَ عَلَى اللَّهِ تَعَالَى فَيُلْقَوْنَ أَحَدَهُمْ  
فَيَقُولُ أَيْ رَبِّ إِذَا أَخْرَجْتَنِي مِنْهَا فَكَلِّ تَعْدِي فِي  
فِيهَا فَيُنْجِيَهُ اللَّهُ مِنْهَا -

۳۸۳ - حَدَّثَنَا أَبُو حَالِدٍ مَوْلَى قُسَيْبِ بْنِ



مُحَمَّدٌ بْنُ الْحَخَّارِيِّ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ  
الْعَبْدِيِّ وَاللَّهُظِيّ كَامِلٌ فَكَانَ  
حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ  
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
يَخْلُقُ اللَّهُ الْمَاسَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
فَيُفْتَتِحُونَ لِمَالِكٍ وَكَانَ ابْنُ  
عَبْدِيهِ فَيُلْقِيهِمْ لِمَالِكٍ فَيَقُولُونَ  
لَوْ اسْتَفْتَقْنَا إِلَى رَبِّنَا حَتَّى  
يُزِيلَنَا مِنْ مَكَانِنَا هَذَا كَالَّذِي  
قَالُوا نُونٌ أَدْرَكَكُمْ فَالْمَلُوكُ  
الْمَلَامُ فَيَقُولُونَ أَمَّا أَدْرَأُ الْخَلْقِ  
فَخَلَقَكَ اللَّهُ بِبَدْنٍ وَلَقَدْ خَرَفَيْكَ مِنْ  
رُوحِهِ وَآمَرَ الْمَلَائِكَةَ فَسَجَدُوا  
لَكَ الشُّعْرُ لَنَا عِنْدَ رَبِّكَ خَلْقِي يَوْمَئِذٍ  
مِنْ مَكَانِنَا هَذَا فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَا كَر  
فَيَدُكُورُ خَطِيئَتُهُ الَّتِي أَصَابَ  
فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ مِنْهَا  
وَلَكِنْ اسْتَوْصُوا حَتَّى أَقُولَ رَسُولِي  
بَعَثَهُ اللَّهُ قَالَ قَالُوا نُونٌ نُوحًا  
عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ  
هُنَا كَرُفِي خَطِيئَتِهِ الَّتِي أَصَابَ  
فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ مِنْهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
الَّذِي اتَّخَذَهُ اللَّهُ خَلِيلًا قَالُوا إِبْرَاهِيمَ  
عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ لَسْتُ هُنَا كَرُفِي  
خَطِيئَتِهِ الَّتِي أَصَابَ فَيَسْتَحْيِي رَبَّهُ تَعَالَى  
مِنْهَا وَلَكِنْ اسْتَوْصُوا مُوسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ  
السَّلَامُ الَّذِي كَلَّمَهُ اللَّهُ وَأَعْطَاهُ التَّوْرَةَ  
قَالَ قَالُوا مُوسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَيَقُولُ

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ  
قیامت کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور وہ  
قیامت کی پریشانی دور کرنے کی کوشش کریں گے  
اور ابن عبید بن جریج یوں بیان کیا ہے کہ ان لوگوں  
کے دلوں میں یہ بات ٹال دی جائے گی کہ کس طرح  
قیامت کی پریشانی کو دور کیا جائے (ہم کسی شخص  
کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شفاعت کرنے کے لیے  
لاتے ہیں تاکہ وہ ہمیں محشر کی پریشانی سے نجات  
دلائے۔ حضرت انس کہتے ہیں کہ پھر وہ لوگ حضرت  
آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے  
آپ آدم ہیں جن کو مخلوق کے والد ہیں، اللہ تعالیٰ نے  
آپ کو اپنے اٹھ ہزار کس سے پیدا کیا اور آپ کے  
جسم میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی، اور فرشتوں کو  
حکم دیا کہ وہ آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ ریز ہوں۔ آپ  
اپنے رب سے ہماری شفاعت کیجئے تاکہ وہ ہم کو  
محشر کی اس پریشانی سے نجات دے۔ حضرت آدم  
علیہ السلام کو اس موقع پر اپنی (اجتہاد میں) خطا یاد آئیگی  
وہ ان لوگوں سے معذرت کریں گے اور فرمائیں گے  
میرا یہ منصب نہیں ہے ان کو اپنے رب سے حیا  
آئے گی البتہ تم حضرت نوح کے پاس جاؤ جو اللہ تعالیٰ  
کے وہ پہلے رسول ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی طرف  
مبعوث کیا تھا، پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت  
میں حاضر ہوں گے ان کو بھی اس وقت اپنی ایک اجتہاد  
خطا یاد آئے گی اور وہ شفاعت سے معذرت  
کریں گے اور فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے  
ان کو اپنے رب سے حیا آئے گی البتہ تم حضرت  
ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے  
اپنا خلیل بنایا ہے۔ پھر لوگ حضرت ابراہیم علیہ السلام  
کے پاس جائیں گے ان کو بھی اس موقع پر اپنی اجتہاد



كُنْتُ هُنَاكُمْ وَبَدَأْتُ بِحَدِيثِهِ السَّيِّئِ  
أَصَابَ فَيَسْتَعِينِي رَبِّي مِنْهَا وَلَكِنْ ائْتُوا  
عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ رُوحَ اللَّهِ  
وَكَلَّمَهُ فَيَا تُونَ عِيسَى عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ  
رُوحَ اللَّهِ وَكَلَّمَهُ فَيَقُولُ كُنْتُ هُنَاكُمْ  
وَالْحَيُّ ائْتُوا مَعَهُ اِحْتَلَى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَبْلًا  
قَدْ عَجَزَ لِمَا تَقْتَضِيهِ مِنْ دَلِيلٍ  
وَمَا تَأْخُذُ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
فَيَا تُونَ فَيَا تُونَ مَا سَأَلْتُ  
عَلَى رَأْيِي فَيَقُولُ دُنْ لِي فَسَلَا  
أَنَا مَرَأًتُكَ وَقَعْتُ سَاجِدًا  
تَبَدَّلْتُ عَنِّي مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ  
يَدَّ عَنِّي فَيَقُولُ يَا مُحَمَّدُ ارْكُزْ  
رَأْسَكَ قُلْ تَسْمَعُ سَلْ تُعْطَ  
إِشْفَعُ تُشْفَعُ قَا رُكُزْ رَأْسِي  
قَا حَمْدًا مَرِيًّا بِتَحْمِينِي يُعْلِمُنِي  
مَرِيًّا عَزَّ وَجَلَّ شَفَعُ أَشْفَعُ  
فَيَحْتَلِي حَتَّى أَقَامُوا خُرُوجَهُمْ  
مِنَ الْمَنَازِلِ قَا وَخَلَّوْهُمُ الْجَنَّةَ  
شَفَعُ أَشْفَعُ قَا رُكُزْ سَاجِدًا فَيَدْعُو  
مَا شَاءَ اللَّهُ أَنْ يَدَّ عَنِّي شَفَعُ  
يُقَالُ لِي مَا دَعَا يَا مُحَمَّدُ قُلْ  
تَسْمَعُ سَلْ تُعْطَ إِشْفَعُ تُشْفَعُ  
قَا رُكُزْ رَأْسِي قَا حَمْدًا مَرِيًّا  
بِتَحْمِينِي يُعْلِمُنِي مَرِيًّا شَفَعُ  
أَشْفَعُ فَيَحْتَلِي حَتَّى أَقَامُوا خُرُوجَهُمْ  
مِنَ الْمَنَازِلِ قَا وَخَلَّوْهُمُ الْجَنَّةَ

خطا یاد آنے کی اور وہ بھی معذرت کر کے فرمائیں گے  
یہ میرا منصب نہیں ہے البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام  
کے پاس جاؤ جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے شرف کلام  
سے نوازا اور ان کو ترغیبات عطا فرمائی حضرت اسرار  
کہتے ہیں کہ پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں  
حاضر ہوں گے ان کو بھی اپنی اجتہاد ہی خطا یاد آنے کی  
اور وہ بھی معذرت کر کے فرمائیں گے میرا یہ منصب  
نہیں ہے البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں  
جاؤ جو روح القدس اور کلمۃ اللہ ہیں پھر لوگ حضرت  
عیسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے جو  
اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ شیعہ اور اس کے پسندیدہ کلمے سے  
پیدا ہوئے لیکن وہ بھی یہ فرمائیں گے کہ یہ میرا منصب  
نہیں ہے البتہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں  
حاضر ہوں جن کے اگلے پچھلے دلاہری اور رب کی اللہ  
تعالیٰ نے دنیا میں منفرد بنا دی تھی حضرت انس  
کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر  
لوگ میرے پاس آئیں گے میں اپنے رب سے  
شفاعت کی اجازت حاصل کروں گا پھر میں دیکھوں گا  
کہ میں اللہ کے حضور مجاہد ہوں ہوں اللہ تعالیٰ جب  
ایک چاہے گا مجھے اس حال میں رہنے دے گا  
پھر مجھ سے کہا جائے گا: اے محمد اپنا مرثیہ لے  
آپ کہیں آپ کی سنی جائے گی مانگیے آپ کو دیا جائے گا شفاعت  
کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی پھر میں اللہ  
تعالیٰ کی ان کلمات سے حمد و ثنا کروں گا جو اللہ  
تعالیٰ نے اس وقت مجھے تعلیم دے گا پھر میں  
شفاعت کروں گا میرے لیے ایک مددگار کر  
دی جائے گی میں اس حد کے مطابق لوگوں کو جہنم  
سے نکال لاؤں گا اور ان کو بہشت میں داخل کروں گا  
پھر میں دوبارہ مجاہد ہوں گا اور اللہ تعالیٰ



قَالَ فَلَا أَدْرِي فِي الثَّلَاثَةِ  
أَوْ فِي الرَّابِعَةِ قَالَ فَأَقُولُ  
يَا سَائِلُ مَا بَقِيَ فِي الثَّلَاثَةِ إِلَّا  
مَنْ حَبَسَهُ الْقُدْرَانُ أَوْ مَنْ  
وَجِبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ وَقَالَ  
ابْنُ عُثَيْمٍ فِي رِوَايَةٍ قَالَ  
قَتَادَةُ وَجِبَ عَلَيْهِ الْخُلُودُ -

جب تک چاہے گا مجھے مجدد میں رہنے دے گا  
پھر کہہ جائے گا اسے محمد اپنا سر اقدس اٹھائیں  
آپ کیسے آپ کی سزا مانے گی، مانگیے آپ کو دیا۔  
جلد نے گا، شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہو  
گی، پھر میں مجدد سے اپنا سر اٹھاؤں گا اور اپنے  
رب کی ان کلمات سے حد کروں گا جن کی وہ مجھے  
اس وقت تعلیم دے گا، پھر میں شفاعت کروں گا  
میرے لیے ایک حد مقرر کی جائے گی اور میں لوگوں  
کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کروں گا، حضرت  
انس کہتے ہیں، مجھ کو صحیح یاد نہیں رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم اس طرح تین یا چار مرتبہ شفاعت کر کے  
لوگوں کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کر دیں گے  
اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے اے میرے  
رب اب جہنم میں صرف وہی لوگ رہ گئے ہیں جن کے  
حق میں تو ان میں دھاب و ذاب واجب کر دیا ہے، یعنی  
کفار

نوٹ: شفاعت کے متعلق مفصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بیان کی ہے وہاں ملاحظہ فرمائیں  
اور اس حدیث میں انبیاء علیہم السلام کی جن ظاہری خطاؤں کا ذکر ہے اس کی توجیہ اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم  
جلد سابع میں حضرت انبیاء کی بحث میں بیان کی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اگلے اور پچھلے مظاہر و ظاہر و ظاہر  
کی حضرت کا جو ذکر کیا گیا ہے اس کی تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث، جلد سادس اور جلد  
سابع میں بیان کی ہے، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۸۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَحُمَدُ  
بْنُ بَشَّارٍ قَالَا قَالَا أَبُو أَرْفَى عَدِي عَنْ سَعِيدٍ  
عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَجْتَمِعُ  
الْمُؤْمِنُونَ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَيَهْتَمُّونَ  
بِذَلِكَ أَوْ يُلْهَمُونَ ذَلِكَ بِمِثْلِ حَدِيثِ  
أَبِي سَوَّامَةَ وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ لَهَا أَمِيَّةُ  
الرَّابِعَةُ أَوْ آخِرُ الرَّابِعَةِ فَأَقُولُ يَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت کے دن تمام  
مسلمان جیسے کیے جائیں گے اور وہ جنت کی تہ سمانیوں  
سے نجات حاصل کرنے کی خود کوشش کریں گے یا  
ان کے دل میں یہ پیدا بات کی جائے گی کہ اے اللہ  
فرماتے ہیں اس کے بعد حدیث سابع کی شکل ہے  
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر  
میں یہ بھی فرمایا پھر میں چوتھی بار ان کی شفاعت کروں گا







وَالْحَدِيثُ إِذَا أَنْتَ مُعْتَبَرٌ مَعَهُ مَكَانَ الدَّعْوَةِ وَدَعْوَةٍ  
 قَالَ يَزِيدُكَ صَحْفًا فِيهَا أَبُو يَسْطَافٍ  
 ۳۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ الرَّبِيعُ الْعَسْكَرِيُّ  
 قَالَ نَا حَسَّادُ بْنُ عَمِيْدٍ قَالَ نَا  
 مَعْبِدُ بْنُ هِلَالٍ الْعَسْكَرِيُّ وَ  
 حَدَّثَنَا هُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَ  
 اللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا حَسَّادُ بْنُ زَيْدٍ  
 عَنْ مَعْبِدِ بْنِ هِلَالٍ الْعَسْكَرِيِّ  
 قَالَ انْطَلَعْنَا إِلَى أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ  
 وَكُنْشَعْنَا بِشَاوِيتٍ مَنَا كُنْشَعِيَّةً  
 إِلَيْهِ وَهُوَ يُصَلِّي الصُّبْحَ فَأَشَاءَهُ  
 لَنَا شَاوِيَةً فَتَدَحَّلْنَا عَلَيْهِ  
 وَاجْلَسْنَا بِهَا مَخَافَةً عَلَى  
 سِرِّيهِ فَقَالَ لَنَا يَا أَبَا حَنْدَةَ  
 إِنَّ لِحَوَانِكَ مِنْ أَهْلِ الْبَقْعَةِ  
 يَسْأَلُونَكَ أَنْ تُحَدِّثَهُمْ حَدِيثَ  
 الشَّعَاعَةِ قَالَ حَدَّثَنَا فَحَدَّثَهُ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
 قَالَ إِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ  
 مَا بَرَّ النَّاسُ بَعْضُهُمْ إِلَى  
 بَعْضٍ فَيَأْتُونَ آدَمَ عَلَيْهِ  
 السَّلَامُ وَالسَّلَامُ فَيَقُولُونَ  
 لَهُ اشْفَعْ لِي بِرَبِّكَ فَيَقُولُ  
 لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ  
 يَا بَرَاهِيمَ فَإِنَّهُ يُخْلِلُ اللَّهُ  
 فَيَأْتُونَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 فَيَقُولُ لَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ  
 عَلَيْكُمْ بِمُوسَى فَإِنَّهُ يُخْلِلُهُ  
 اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَيَقُولُ مُوسَى

مسید بن حلال عنری کہتے ہیں کہ ہم چند لوگ  
 حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جانا  
 چاہتے تھے ان سے ملاقات کے لیے ہم نے  
 حضرت ثابت کی سفارش طلب کی، جب ہم حضرت  
 انس کے پاس پہنچے تو وہ پاشت کی ناز پر رہا ہے  
 تھے، ثابت نے ہمیں بلائے کی اجازت حاصل کی،  
 ہم اندر پہنچے، انہوں نے ثابت کو اپنے پاس تخت  
 پر بٹھا لیا، پھر ثابت نے حضرت انس سے مخاطب  
 ہو کر کہا، اے ابو حندہ (یہ حضرت انس کی کنیت ہے)  
 آپ کے یہ بھری بھالی یہ چاہتے ہیں کہ آپ ان  
 کے سامنے حدیث شفاعت بیان کریں، حضرت  
 انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا جب حشر کا دن برپا ہوگا تو لوگ گھبرا کر ایک  
 دوسرے کے پاس جائیں گے پہلے وہ حضرت آدم  
 علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور ان سے  
 عرض کریں گے کہ اپنی اولاد کے لیے شفاعت کیجئے،  
 حضرت آدم فرمائیں گے میرا یہ مقام نہیں ہے، البتہ تم  
 حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اللہ  
 تعالیٰ کے خلیل ہیں پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خدمت  
 میں حاضر ہوں گے، وہ فرمائیں گے میرا منصب یہ  
 نہیں ہے البتہ تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ  
 وہ اللہ تعالیٰ کے کلیم ہیں، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ  
 السلام کے پاس جائیں گے وہ کہیں گے کہ میرا یہ  
 مقام نہیں ہے، البتہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے  
 پاس جاؤ، وہ اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ ریح ہیں اور  
 اس کے پسندیدہ کلمہ سے پیدا ہوئے پھر لوگ  
 حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے وہ فرمائیں



عَلَيْهِ السَّلَامُ قَيُّوْلُ كَسْتُ  
لَهَا وَلَكِنْ عَلَيْكُمْ يَعْثُورُ  
فَيَا نَفْ رُوْمُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهُ  
قَيُّوْلُ قَيُّوْلُ عَلَيْكَ السَّلَامُ  
قَيُّوْلُ كَسْتُ لَهَا وَلَكِنْ  
عَلَيْكُمْ يَعْثُورُ صَلَّى اللّٰهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَيُّوْلُ  
قَيُّوْلُ اَنَا لَهَا اَنْطَلِقُ فَاَسْتَأْذِنُ  
عَلَى تَرَقِّي قَيُّوْلُ اَنَا قَدْرُ  
بَيْنَ يَدَيْهِ فَاَحْمَدُ بِمَعْنَا  
لَا اَفْتِدُ عَلَيْكَ اَذَنْ اَلَا اَنْ  
يَلْهِيَنَّكَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ شَعْرُ  
اَحْمَدُ لَهَا سَاجِدًا قَيُّوْلُ  
لِي يَا مُحَمَّدُ اَرْفَعُ رَأْسَكَ  
وَقُلْ يُسْمِعُ لَكَ وَسَلْ  
تَغْطِيْهِ وَاشْفَعُ لَشَفْعِهِ قَيُّوْلُ  
يَا رَبِّ اُمِّتِيْ اُمِّتِيْ قَيُّوْلُ  
اَنْطَلِقُ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ  
مَشْقَاتُ حَبِيَّةٍ وَمِنْ بُرَّةٍ اَوْ  
شَعِيْرَةٍ مِّنْ اِيْمَانٍ قَيُّوْلُ  
فِيْمَا قَيُّوْلُ شَعْرُ اَرْجَعُ  
اَلَى تَرَقِّي عَزَّ وَجَلَّ قَيُّوْلُ  
يَسْأَلُكَ الْمَحَامِدُ لَكَ اَحْمَدُ  
لَهَا سَاجِدًا قَيُّوْلُ لِي يَا  
مُحَمَّدُ اَرْفَعُ رَأْسَكَ وَقُلْ  
يُسْمِعُ لَكَ وَسَلْ تَغْطِيْهِ  
وَاشْفَعُ لَشَفْعِهِ قَيُّوْلُ  
يَا رَبِّ اُمِّتِيْ اُمِّتِيْ قَيُّوْلُ  
اَنْطَلِقُ فَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ

میرا یہ مقام نہیں ہے البتہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے  
پاس باوجود پھر تمام لوگ میرے پاس آئیں گے میں ان  
سے کہوں گا کہ اس شفاعت کا کرنا میرا ہی منصب ہے  
پھر میں ان کے ساتھ چلوں گا اور اللہ تعالیٰ سے اجازت  
طلب کروں گا، پھر مجھے شفاعت کرنے کی اجازت  
دی جائے گی، پھر میں اللہ کی بارگاہ میں کھڑا ہوں گا اور  
ان کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا جو اس وقت  
میرے ذہن میں حاضر نہیں ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس  
وقت وہ کلمات میرے دل میں پیدا فرمائے گا،  
پھر میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ میں گر پڑوں گا پھر مجھ  
سے کہا جائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
اپنا سر اٹھاؤ اور کہو تمہاری بات قبول ہوگی، مانگو  
جو کچھ مانگو گے تمہیں دیا جائے گا اور شفاعت  
کرو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی، میں عرض  
کروں گا، رب امتی امتی (اے میرے رب میری امت میری امت)  
پس کہا جائے گا جاؤ جس شخص کے دل میں ایک گندم  
یا جوئے کے دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس کو جہنم سے  
نکال لاؤ، میں ان کو جہنم سے نکال لاؤں گا پھر اللہ  
تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا اور انہیں کلمات سے  
اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا، پھر سجدہ میں گر جاؤں گا پھر  
مجھ سے کہا جائے گا، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
اپنا سر اٹھاؤ اور کہو کہ اے آپ کی بات سنی  
جائے گی اور جو مانگنا ہو وہ مانگیں گے، آپ کو دیا جائے گا  
اور شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول کی جائے گی  
پس میں عرض کروں گا اے میرے رب امتی امتی،  
پھر مجھ سے کہا جائے گا جاؤ جس شخص کے  
دل میں ایک دانہ کے برابر بھی ایمان ہو اس  
کو جہنم سے نکال لاؤ، میں ان کو جہنم سے نکال  
لاؤں گا پھر میں اپنے رب کی بارگاہ میں حاضر ہوں گا



مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ مِّنْ  
إِيمَانٍ فَآخِرُجُهُ مِنْهَا فَتَاَطْلُقُ  
فَتَاَفْعَلُ ثُمَّ أَعُوذُ إِلَى رَبِّي فَآخِرُجُهُ  
بِمِثْلِكَ الْمَعَامِدِ ثُمَّ آخِرُجُهُ  
مَسَاجِدًا قِيَقَالُ لِي يَا مُحَمَّدُ ارْزُقْ  
مَآسِكَ وَتَقُلْ لِي سَمِعْتُكَ وَتَقُلْ  
تُعْطُهُ وَاشْفَعُ لِي ثُمَّ قَاَفْعَلُ  
يَا رَبِّ أُمْنِي أُمْنِي قِيَقَالُ لِي  
الطَّلُوقُ كَمَنْ كَانَ فِي قَلْبِهِ آذَى  
مِّنْ مِثْقَالِ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ  
مِّنْ إِيمَانٍ فَآخِرُجُهُ مِنَ الثَّأْبِ  
فَتَاَطْلُقُ فَتَاَفْعَلُ هَذَا أَحَدُ ثَمَنَاتِ  
النَّاسِ الَّذِي أَنبَأَنَا بِهِ فَتَاَخْرُجْنَا  
مِنْ عَيْدِهِ فَكَلَّمَائَنَا بِظُهُرِ  
الْجَبَّتَانِ فَتَلْنَا نَوَاصِيًا إِلَى الْحُسَيْنِ  
فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ وَهُوَ مُسْتَخْفٍ  
فِي دَارِ أَبِي حَلِيفَةَ قَالَ فَدَعَلْنَا  
عَلَيْهِ فَسَلَّمْنَا عَلَيْهِ قُلْنَا يَا أَبَا  
سَعِيدٍ جِئْنَا مِنْ عَيْدِ أَخِيكَ  
أَبِي حَمزة تَاَفْعَلُ تَسْمَعُ بِمِثْلِ  
حَدِيثٍ حَدَّثَنَا كُمْ فِي الشَّفَاعَةِ  
فَقَالَ هَيْه فَهَذِهِ تَنَاوُذُ الْحَدِيثِ  
فَقَالَ هَيْه قُلْنَا مَا زَادَنَا قَالَ  
قَدْ حَدَّثَنَا بِهِ مُنْذُ عِشْرِينَ  
سَنَةً وَهُوَ يَوْمَئِذٍ جَمِيعٌ وَ  
لَقَدْ تَرَكْتُ شَيْئًا مَّا أَذْرِي أَكْثَرُ  
النَّاسِ أَوْ كَرِهَ أَنْ يُحَدِّثَكُمْ  
فَتَشْكُلُوا أَقْلُنَا لَهُ حَقِّ تَنَا  
فَضَحِكَ وَقَالَ خَلِيقُ الْإِنْسَانِ

اور انھیں کلمات سے اللہ تعالیٰ کی حمد کروں گا اور پھر  
سجدہ میں گر جاؤں گا، پھر مجھ سے کہا جائے گا اے  
محمد! اپنا سر اٹھا لیے اور کہیے آپ کی بات مقبول ہوگی  
اور جو کچھ مانگنا ہو مانگیں! آپ کو دیا جائے گا اور  
شفاعت کیجئے آپ کی شفاعت قبول ہوگی میں عرض  
کروں گا اے میرے رب! امتحا امتح۔ مجھ سے  
کہا جائے گا جاؤ جس کے دل میں رانی کے دانہ سے  
بھی کمتر ایمان ہو اس کو جہنم سے نکال لاؤ، میں ان  
لوگوں کو جہنم سے نکال لاؤں گا۔ یہ حضرت انس رضی  
اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث تھی۔ حدیث سن کر ہم وہاں  
سے چلے گئے اور جب ہم صحرا و جَبَّتَانِ میں پہنچے تو  
ہم نے کہا چلو حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے ملنا  
کر لیں جب ہم ان کے پاس پہنچے تو وہ رجحاج بن  
یوسف کے خزان سے، ابو حلیفہ کے گھر میں چھپے  
ہوئے تھے۔ ہم نے جا کر انھیں سلام کیا اور  
عرض کیا اے ابو سعید ہم آپ کے بھائی حضرت ابو  
حمزہ (حضرت انس) سے مل کر آرہے ہیں انھوں  
نے شفاعت کے بارے میں ہمیں ایک ایسی حدیث  
سنائی ہے جو ہم نے اس سے پہلے نہیں سنی تھی۔  
حضرت حسن بصری نے کہا تمہیں بھی وہ حدیث سناؤ ہم  
نے حدیث سنائی، انھوں نے کہا اور سناؤ، ہم نے عرض  
کیا ہم کو حضرت انس نے اس سے زیادہ حدیث نہیں سنائی  
حضرت حسن بصری رحمہ اللہ نے کہا ہم نے بھی بیس سال  
پہلے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث سنی تھی،  
اس وقت ان کی جرات کا عالم تھا اور اب وہ بوڑھے ہو  
چکے ہیں، ہم کہ جب انھوں نے یہ حدیث سنائی تھی تو  
اس سے زیادہ بیان کیا تھا۔ اب مجھے معلوم نہیں وہ تم  
کو پوری حدیث سنائی بھول گئے یا انھوں نے مصلحتاً  
پوری حدیث نہیں سنائی کہ کہیں تم لوگ نیک عمل کرنا نہ



مِنْ عَجَلٍ مَا ذَكَرْتُ لَكُمْ هَذَا إِلَّا  
وَأَنَا أُبَيِّنُكُمْ أَنْ أَحَدًا تَكْفُرُ  
ثُمَّ أَرْجِعُهُ إِلَى مَوْفَى عَزَّ وَجَلَّ فِي  
الْبَاقِعَةِ فَأَحْمَدُ ذِي بَيْتِكَ  
الْمَحَامِدِ ثُمَّ أَخْبَرُكُمْ مَا جَدَا  
فَيَقُولُ لِي يَا مُحَمَّدُ أَرَأَيْتَ  
دَامَتْكَ وَفِيكَ يُسْمِعُكَ لَكَ وَ  
سَلْ تُعْطَى وَاشْفَعُ لَكُمْ  
فَأَقُولُ يَا رَبِّ ائْزِزْ قِيَمَتِي  
فِيهِمْ فَتَالَ كَذَلِكَ إِيَّاهُ اللَّهُ  
فَيَقُولُ كَيْسَ ذَلِكَ لَكَ أَوْ قَالَ  
كَيْسَ ذَلِكَ إِلَيْكَ وَ لَكِنْ وَ  
يَعْرِفِي وَ جَدَا لِي وَ كَيْسَ يَا قِيَمَتِي  
وَ عَظَمَتِي وَ جَبَرِيَّتِي لَمْ تُخْرِجْ  
مِنَ السَّامِرِ مَنْ تَالَ كَذَلِكَ إِيَّاهُ اللَّهُ  
اللَّهُ فَتَالَ فَتَشْهَدُ عَلَى الْحَسَنِ  
أَمَّا حَدَّثَنَا بِهَذَا سَمِعَ أَنَسُ  
بْنُ مَالِكٍ أَرَاهُ كَمَا كَانَ قَبْلَ  
عِشْرِينَ سَنَةً وَ هُوَ كَيُومُهُ  
جَمِيعَةً

۳۸۸- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ  
وَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُنِيرٍ  
وَ الْغَفَا فِي سِيَرَةِ الْحَدِيثِ إِيَّاهُ

چھوڑ دو، ہم نے عرض کیا حدیث کا جو حصہ حضرت انس  
نے نہیں سنایا وہ کیا ہے یہ سن کر حضرت حسن بھری  
ہنسنے لگے اور فرمایا: خلق الانسان من عجل  
انسان بڑا جلد باز ہے اس میں نے تم کو یہ پکارتا واقعہ  
اسی لئے سنایا تھا کہ حدیث شریف کا جو حصہ حضرت  
انس رضی اللہ عنہ نے تم کو نہیں سنایا وہ سنا دوں پھر  
حضرت انس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
چوتھی بار پھر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے  
اور اہل کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے  
اور سجدہ میں گہ جانیں گے اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا  
محمد ارسلی اللہ علیہ وسلم انا سر اٹھایے اور  
کہیے آپ کی بات سنی جانے کی جو کچھ مانگیں گے آپ  
کو ملے گا اور میں کے بارے میں آپ شفاعت  
کریں گے اس کی شفاعت قبول کی جائے گی حضور  
نے فرمایا میں عرض کروں گا اسے اللہ مجھے ان لوگوں  
کی شفاعت کی اجازت دیکھے جنہوں نے صرف ایک  
بار کلمہ پڑھا ہے اللہ تمہارے فرمائے گا یہ آپ کا  
حصہ نہیں ہے اور یہ شفاعت آپ کی طرف مقرر  
ہے، لیکن مجھے اپنی عزت، جلال، عظمت، جبروت  
اور کھربیاں کی قسم ہے میں ان لوگوں کو جہنم سے ضرور  
نکالوں گا جنہوں نے ایک بار بھی کلمہ طیبہ پڑھا ہے۔  
حدیث کے راوی معبد بیان کر رہے ہیں کہ میں حضرت  
حسن بھری کے حق میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ حدیث  
انہوں نے حضرت انس بن مالک سے سنی ہے اور  
میرا گمان یہ ہے کہ یہ انہوں نے بیس سال پہلے ہی  
سنی ہوگی جس وقت حضرت انس جوان تھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں گوشت پیش کیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



مَا يَزِيدُ أَحَدَهُمَا مِنَ الْحَرْفِ  
بَعْدَ الْحَرْفِ قَالُوا مَا مُحَمَّدٌ بَشَرٌ  
بَشِيرٌ قَالُوا أَبُو حَتَّى عَنْ أَبِي  
مُرَّةٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبِي  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ يَوْمَ مَا يَلْحَقُهُمْ كَرُفِعَ إِلَيْهِ  
الْيَوْمَ رَأْسُهُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهُ فَتَهَسُّ  
مِنْهَا تَهَسُّةً فَقَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ  
يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَهَلْ تَدْرُونَ ذَلِكَ  
يَوْمَ الْقِيَمَةِ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
يَوْمَ الْقِيَمَةِ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ  
فِي صَعِيدٍ وَاحِدٍ فَيَسْمِعُهُمُ  
الْعَاجِئُ وَيَنْفَعُهُمُ الْبَصَرُ وَ  
كَدُّ شَرِّ الْقَتَمِ قَبْلَهُ النَّاسُ  
مِنَ الْعَمَةِ وَالْكَذَّابُ مَا لَا يُطِيقُونَ  
وَمَا لَا يَحْتَسِبُونَ فَيَقُولُ بَعْضُ  
النَّاسِ لِبَعْضٍ أَكْثَرُونَ مَا أَنْتُمْ  
فِيهِ أَمْ أَكْثَرُونَ مَا قَدْ بَلَغَكُمْ  
أَلَّا تَنْظُرُونَ إِلَى مَنْ يَشْفَعُ لَكُمْ  
إِلَى رَبِّكُمْ فَيَقُولُ بَعْضُ النَّاسِ  
لِبَعْضٍ ايْخُوا أَدَمَ فَيَاخُتُونَ  
أَدَمَ فَيَقُولُونَ يَا أَدَمُ أَنتَ أَبُو  
الْبَشَرِ خَلَقَكَ اللَّهُ بِيَمِينِهِ وَنَفَخَ  
فِيكَ مِنْ رُوحِهِ وَأَمَرَ الْمَلَائِكَةَ  
سُجُودَكَ فَذَلِكِ اشْفَعْنَا لَنَا إِلَى رَبِّكَ  
أَلَا تَدْرِي مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَدْرِي  
مَا قَدْ بَلَغْنَا فَيَقُولُ أَدَمُ إِنِّي  
رَبِّي غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ  
يَغْضَبْ قَبْلَكَ وَشَلَّةٌ وَكَسَفٌ

کو چونکہ دینی کا گوشت پسند تھا آپ کو دستی پیش کی گئی  
لہذا آپ نے اس کو دانتوں سے کھانا شروع کر دیا  
پھر آپ نے فرمایا قیامت کے دن میں تمام لوگوں کا  
سر ہار ہوں گا کیا تم جانتے ہو یہ کیسے ہو گا پھر آپ  
نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن تمام اولین  
اور آخرین کو ایک ایسے ہمارے میدان میں جمع کرے گا  
جس میں منادوں کی آواز سب سنیں گے اور وہ سب  
دکھائی دیں گے۔ سوچو نزدیک ہو جائے گا اور  
لوگوں کو ناقابل برداشت بھرا ہوا اور پریشانی کا سامنا ہو گا  
اس وقت بعض لوگ دوسرے لوگوں سے کہیں گے کیا تم  
میں دیکھتے کہ تمہارا کیا حال ہے اور کیا یہ نہیں سمجھتے  
کہ تم کس قسم پریشانیوں میں مبتلا ہو چکے ہو آؤ ایسے  
شخص کو تلاش کریں کہ جو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری  
شفاعت کرے پس بعض لوگ ایک دوسرے سے  
مشورہ کر کے کہیں گے چلو حضرت آدم کے پاس  
چلیں پھر لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں  
گے اور ان سے عرض کریں گے اے آدم علیہ السلام  
آپ تمام انسانوں کے باپ ہیں اللہ تعالیٰ نے  
آپ کو اپنے دست مبارک سے پیدا کیا ہے  
اور آپ میں اپنی پسندیدہ روح پھونکی ہے اور  
تمام فرشتوں کو آپ کی تعظیم کے لیے سجدہ کرنے  
کا حکم دیا تھا آپ اللہ تعالیٰ کے حضور ہماری شفا  
یکجہ کیا آپ نہیں ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ ہم کس پریشانی  
میں ہیں اور کیا آپ ہماری تکلیفوں کا مشاہدہ نہیں  
فرما رہے حضرت آدم علیہ السلام فرمائیں گے آج میرا  
رب اس قدر جلال اور غضب میں ہے کہ کبھی اس  
سے پہلے اس قدر جلال اور غضب میں نہیں آیا اور  
نہ کبھی اس کے بعد اتنے غضب میں آئے گا بات  
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے درخت



يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَارْتَأَتْ نَفْسًا لِي  
عَنِ الشَّجَرَةِ فَغَضِبْتُ نَفْسِي  
نَفْسِي إِذْ هَبُّوا إِلَى عَيْرِي إِذْ هَبُّوا  
إِلَى شُورٍ فَيَا كُنُونْ لَكُنْ هَا فَيَقُولُونَ  
يَا شُورُ أَنتَ أَوَّلُ الرُّسُلِ إِلَى  
الْأَرْضِ وَسَمَّاكَ اللَّهُ عَبْدًا  
شَكُورًا إِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ  
أَلَا تَرَى مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى  
إِلَى مَا فَتَدُ بَلَدَنَا فَيَقُولُ لَكُمُ  
إِنْ رَأَيْتُمْ قَتَلَ غَضِبَ الْيَوْمَ  
غَضِبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ وَلَنْ  
يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَارْتَأَتْ  
قَتْلًا كَانَتْ لِي دَعْوَةٌ دَعَوْتُ  
بِهَا عَلَى قَتْلِي نَفْسِي نَفْسِي  
إِذْ هَبُّوا إِلَى إِبْرَاهِيمَ فَيَا كُنُونْ  
إِبْرَاهِيمَ فَيَقُولُونَ أَنتَ مَرْبِي  
اللَّهُ وَخَلِيلُهُ مِنْ أَهْلِ الْأَرْضِ  
إِشْفَعْ لَنَا إِلَى رَبِّكَ أَلَا تَرَى  
مَا نَحْنُ فِيهِ أَلَا تَرَى مَا فَتَدُ  
بَلَدَنَا فَيَقُولُ لَكُمُ إِبْرَاهِيمَ  
إِنْ رَأَيْتُمْ قَتَلَ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضِبًا  
لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَكَ  
يَغْضَبُ بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَذَكَرَ  
كَذِبَاتِهِ نَفْسِي نَفْسِي إِذْ هَبُّوا  
إِلَى عَيْرِي إِذْ هَبُّوا إِلَى مُوسَى  
فَيَا كُنُونْ مُوسَى عَلَيْكَ السَّلَامُ  
فَيَقُولُونَ يَا مُوسَى أَنتَ رَسُولُ  
اللَّهِ فَضَلَّكَ اللَّهُ بِرِسَالَتِهِ  
وَيَسْأَلُكَ عَلَى النَّاسِ إِشْفَعْ

کھانے سے روکا تھا اور میں نے (بظاہر) اس  
کی نافرمانی کی، آج مجھے صرف اپنی فکر سے ہم میرے  
علاوہ کس اور شخص کے پاس جاؤ، حضرت نوح علیہ  
السلام کے پاس چلے جاؤ، پھر لوگ حضرت نوح علیہ  
السلام کے پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اب  
زمین پر سب سے پہلے رسول بنا کر بھیجے گئے  
اللہ تعالیٰ نے آپ کو شکر گزار بندہ قرار دیا، آپ اللہ  
تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت کیجئے، آپ دیکھ  
رہے ہیں کہ ہم کس حالت میں ہیں اور ہمیں کن تکلیفوں  
کا سامنا ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام ان سے فرمائیں  
گئے آج میرا رب اس قدر سخت غضب کے عالم  
میں ہے کہ پہلے بھی ایسے غضب میں آیا تھا اور نہ  
آئندہ کبھی ایسے غضب میں آئے گا اور بات یہ  
ہے کہ میں نے اپنی قوم کے لیے ہلاکت کی دعا کی  
تھی جس کی وجہ سے آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر  
ہے، جاؤ تم حضرت ابراہیم کے پاس چلے جاؤ، پھر  
لوگ حضرت ابراہیم کے پاس جائیں گے، اور عرض  
کریں گے اب اللہ کے نبی ہیں اور تمام روئے  
زمین میں واحد اس کے خلیل ہیں آپ اپنے رب سے  
ہماری شفاعت کیجئے، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ  
ہم کس حال میں ہیں اور کیا تکلیفیں ہم کو پہنچ رہی ہیں  
حضرت ابراہیم علیہ السلام ان سے فرمائیں گے، آج میرا  
رب اتنے زبردست جلال میں ہے کہ نہ پہلے بھی  
ایسے جلال میں آیا تھا اور نہ بعد میں کبھی ایسے جلال  
میں آئے گا، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی ان زمین  
باتوں کا ذکر کریں گے جن کو لوگوں نے بظاہر جھوٹ  
سمجھا تھا آج مجھے خود اپنی فکر دامن گیر ہے کسی اور کے  
پاس چلے جاؤ۔ جاؤ، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے  
پاس چلے جاؤ، پھر لوگ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی



لَنَا إِلَىٰ رَيْكَ لَا تَدْرِي مَا نَحْنُ  
فِيهِ لَا تَدْرِي مَا قَدْ بَلَغْنَا  
فَيَقُولُ لَهُمْ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
وَالسَّلَامُ إِنَّ رَأَيْ قَدْ شَغِبَ  
الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ يَغْضَبْ قَبْلَهُ  
مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ بَعْدَهُ مِثْلَهُ  
وَأَيُّ قَتَلْتُ نَفْسًا لَمْ أُؤْمَرْ  
بِقَتْلِهَا نَفْسِي نَفْسِي إِذْ هَبُّوا  
إِلَىٰ عِيسَىٰ عَلَيْهِ السَّلَامُ قِيَا تَوْنُ  
عِيسَىٰ فَيَقُولُونَ يَا عِيسَىٰ أَنْتَ  
رَسُولُ اللَّهِ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي  
الْهَيْدِ وَكَلِمَةٍ مِنْهُ أَلْقَاهَا إِلَىٰ  
مَرْيَمَ وَدُرُجٍ مِنْهُ فَانْشَقَّ  
لَنَا إِلَىٰ رَيْكَ لَا تَدْرِي مَا نَحْنُ  
فِيهِ لَا تَدْرِي مَا قَدْ بَلَغْنَا  
فَيَقُولُ لَهُمْ عِيسَىٰ إِنَّ رَأَيْ  
قَدْ غَضِبَ الْيَوْمَ غَضَبًا لَمْ  
يَغْضَبْ قَبْلَهُ مِثْلَهُ وَلَنْ يَغْضَبَ  
بَعْدَهُ مِثْلَهُ وَلَمْ يَدْرُكْ  
ذَنْبًا نَفْسِي نَفْسِي إِذْ هَبُّوا  
إِلَىٰ عِيسَىٰ إِذْ هَبُّوا إِلَىٰ مُحَمَّدٍ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
قِيَا تَوْنُ فَيَقُولُونَ يَا مُحَمَّدُ  
أَنْتَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلَّمْتَ النَّاسَ فِي  
وَعَقَرَ اللَّهُ لَكَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ  
ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ أَشَقُّهُ لَنَا  
إِلَىٰ رَيْكَ لَا تَدْرِي مَا نَحْنُ فِيهِ  
لَا تَدْرِي مَا قَدْ بَلَغْنَا فَنُطْلِقُ  
كَأَيُّ نَحْتِ الْعَرْضِ فَكُنْ سَاجِدًا

خدمت میں حاضر ہوں گے اور عرض کریں گے اے حضرت  
موسیٰ علیہ السلام آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ  
نے آپ کو رسالت اور ہم کلامی دونوں چیزوں کے شرف  
سے نوازا ہے۔ آپ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ہماری شفاعت  
کیجئے کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ ہم کس حال میں ہیں اور  
ہم کو کیسی تکلیفیں پہنچ رہی ہیں، پھر ان سے حضرت موسیٰ  
علیہ السلام فرما دیں گے، میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم عام  
کے بغیر ایک شخص کو قتل کر دیا تھا، آج مجھے خود اپنی نکر  
دامن گیر ہے جاؤ حضرت عیسیٰ کے پاس جاؤ، پھر  
لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور  
عرض کریں گے اے حضرت عیسیٰ! آپ اللہ تعالیٰ کے  
رسول ہیں۔ آپ نے لوگوں سے پگھلوٹے  
میں کلام کیا ہے۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اس کلمہ سے  
پیدا کیا جس کو حضرت مریم کے دل میں پیدا کیا تھا، آپ  
اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ روح ہیں۔ آپ اپنے رب کے  
حضور ہماری شفاعت کیجئے کیا آپ نہیں دیکھ رہے  
کہ ہم کس حال میں ہیں اور ہمیں کیسی تکلیفیں پہنچ رہی  
ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان سے فرمائیں گے بات  
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آج ایسے جلال میں ہے  
کہ نہ کبھی اس سے پہلے ایسے جلال میں تھا اور نہ کبھی  
اس کے بعد ایسے جلال میں ہوگا اور ہر چیز کہ حضرت  
عیسیٰ اپنی کسی (اجتہاد ہی) خطا کا نوکر نہیں کریں گے۔  
تاہم فرمائیں گے آج مجھے خود اپنی نکر دامن گیر ہے میرے  
علاوہ کسی اور شخص کے پاس جاؤ، پھر لوگ میرے پاس آئیں گے  
اور عرض کریں گے اے محمد! آپ اللہ تعالیٰ کے رسول  
ہیں اور آخری نبی ہیں، اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آپ کو مقرر  
کیجئے کیا آپ نہیں ملا خطہ فرما رہے ہیں کہ ہم کس حال میں ہیں۔



کیا آپ مشاہدہ نہیں فرما رہے کہ میں کن تکالیف کا سامنا  
ہے پھر میں عرش کے نیچے جا کر اپنے رب کے حضور  
سجدہ کروں گا، پھر اللہ تعالیٰ میرا سینہ کھول دے گا  
اور میرے دل میں حمد و ثناء کے ایسے کلمات پیدا  
فرمائے گا جو اس سے پہلے کسی کے دل میں پیدا نہیں  
کئے تھے پھر کہا جائے گا اے محمد! اپنا سر اٹھائے  
بلکے آپ کو دیا جائے گا شفاعت کیجئے، آپ کی شفاعت  
قبول ہوگی، میں عرض کروں گا اے رب میری امت کو  
بخش دے میری امت کو بخش دے، کہا جائے گا اے محمد! تم انکرامت  
میں سے جن لوگوں کا حساب نہیں لیا گیا ان کو جنت  
کے دائیں دروازے سے داخل کرو اور یہ لوگ  
جنت کے باقی دروازوں میں سے بھی داخل ہو سکتے  
ہیں۔ اور قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں محمد  
کی جان ہے جنت کے دروازوں کے کواڑوں کے  
درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا فاصلہ ہے مکہ اور مقام احمر  
میں یا مکہ اور مقام بصری میں ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے  
ثرید (گوشت) کے سالن میں ذرے سے جڑے روٹی  
کے ٹکڑے) کا ایک پیالہ رکھا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے پیالہ میں سے بکری کی ایک دستی اٹھائی  
کیونکہ وہ دستی ہی بکری کے گوشت میں آپ کو پیالہ پسند تھی  
آپ نے اس کو دانٹوں سے کھا نا شروع کیا اور  
فرمایا میں قیامت کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا  
پھر دوبارہ آپ نے وہ دستی کھائی اور فرمایا میں قیامت  
کے دن تمام لوگوں کا سردار ہوں گا جب آپ نے  
یہ ملاحظہ فرمایا کہ صحابہ آپ سے اس کا سبب نہیں پوچھتے  
تو آپ نے فرمایا کہ تم نہیں معلوم کرتے کہ اس کا کیا سبب  
ہوگا، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ اس کا کیا سبب

يَذَرْنِي عَرَةً وَجَدَلَةً ثُمَّ يَفْتَحُهُ اللَّهُ  
عَلَيَّ وَيُلْهِيْنِي مِنْ مَّحَامِدِهِ  
وَحُسْنِ الْخَنَاءِ عَلَيْهِ شَيْئًا لَمْ  
يَفْتَحْهُ لِأَحَدٍ قَبْلِي ثُمَّ يَقَالَ  
يَا مُحَمَّدُ اَرْفَعْ رَأْسَكَ سَلْ  
تُعْطَهُ اَشْفَقَ تُشْفِقُهُ فَاَرْفَعُ رَأْسِي  
فَأَقُولُ يَا رَبِّ اَمْحِ اَمْحِ اَمْحِ  
فَيَقَالَ يَا مُحَمَّدُ اَدْخِلِ الْجَنَّةَ  
مِنْ اَمْحِيكَ مَنْ لَا حِسَابَ  
عَلَيْهِ مِنْ بَابِ الْاَيْمَنِ مِنْ  
ابْوَابِ الْجَنَّةِ وَهُمْ مُشْرِكَاؤُ  
النَّاسِ فَيَسْأَلُ ذَلِكَ مِنَ  
الْاَبْوَابِ وَالَّذِي كَفُسَ مُحَمَّدٌ  
بِهِ يَوْمَ لَا رَاقَ مَا بَيْنَ الْمَضْرَا عَيْنِ  
مِنْ مَقَارِيعِ الْجَنَّةِ لَكُمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَهَجَرَ  
اَوْ كَمَا بَيْنَ مَكَّةَ وَبَصْرَى.

۳۸۹۔ حَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ قَالَ  
جَبْرِئِيلُ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْقَعْقَعِ  
عَنْ أَبِي ذُرٍّ عَنْ عَنِ أَبِي هُرَيْرَةَ  
كَانَ وَصَعْتُ بَيِّنَ يَدَيَّ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَصَنَعَهُ  
مِنْ ثَوْبَيْهِ وَكَعْبِهِ وَتَنَاقُلَ النَّبَاةُ  
وَكَانَتْ أَحَبَّ النَّشَاءِ إِلَيْهِ فَتَهَسَّ  
كَهْسَةً فَقَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ  
الْقِيَامَةِ ثُمَّ تَهَسَّ تَهْسَةً أُخْرَى  
فَقَالَ أَنَا سَيِّدُ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ  
فَلَمَّا رَأَى أَصْحَابَهُ لَا يَسْتَكْبِرُونَ  
فَقَالَ أَلَا تَقُولُونَ كَيْدَهُ قَالُوا كَيْفَهُ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ يَوْمَ يَهْجُرُ



النَّاسُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ وَمَا قَالُوا لَكَ  
بِمَعْنَى حَدِيثِ آيَةٍ حَدِيثَانِ عَنْ آيَةٍ لِرُفْعَةٍ  
وَمَا آدَى فِي قِصَّةِ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
وَالشَّكَاةُ قَالُوا ذَكَرْتَهُ فِي الْكَوْكِيبِ  
هَذَا اسْرَقَ وَقَوْلُهُ لِأَلِيهِمْ هُمْ بَلْ فَعَلَهُ  
كَبِيرُهُمْ هَذَا وَقَوْلُهُ إِنْ سَقِيمُ  
قَالَ وَالَّذِي تَفْسُ مَعْتَدٍ بِسِدِّهِ رَأَتْ  
مَا بَيْنَ الْعِصْرَيْنِ مِنْ مَّصَارٍ بِشِعِ  
الْحَقَّةِ إِلَى عِصَاةٍ فِي النَّبَابِ لَكُمَا بَيْنِ  
مَلَكَةٍ وَهَجَرَ أَوْ هَجَرَ مَلَكَةٍ قَالُوا  
أَذْرَيْتَ آيَةَ ذَلِكَ قَالَ

ہو گا؟ آپ نے فرمایا جس دن تمام لوگ اللہ رب  
العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے امام مسلم  
فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث سابق کا مثل بیان  
فرمایا: البتہ اس سند کے ساتھ حدیث میں حضور نے  
یہ اضافہ فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب  
لوگ جائیں گے تو وہ کہیں گے کہ میں نے شانوں  
کو دیکھ کر کہا تھا کیا یہ میرا رب ہے، اور میں نے  
اپنی قوم کے بتوں کے بارے میں کہا تھا بلکہ یہ کام ان  
کے بڑے بت نے کیا ہے، (یعنی میں نے اس  
کی پرستش کو باطل ثابت کرنے کے لیے چھوٹے  
بتوں کو توڑا ہے کہ اس کے سامنے وہ بت ٹوٹتے  
رہے اور وہ کچھ نہ کر سکا) اور انہوں نے فرمایا میں  
نے کہا تھا "میں بیمار ہوں" (یعنی میری قوم بیمار  
ہے) اور جنت کے دروازوں کے دروازوں کے  
کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا کہ احد مقام احمر

۳۹۰. حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَرْفٍ خِيفَةُ  
الْبَجَلِيِّ قَالَ نَامُحْتَهُ بْنُ قُصَيْبٍ  
قَالَ نَا أَبُو مَالِكٍ إِلَى اللَّهِ جَعِي عَنْ  
آيٍ حَارِيْمٍ عَنْ آيٍ هَرِيْرَةٍ وَأَبُو  
مَالِكٍ عَنْ رِبْعِيِّ بْنِ حِرَاشٍ عَنْ  
حَدَّثَنَا كَمَا لَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
يَجْزِي اللَّهُ تَبَارَكَ وَتَعَالَى  
النَّاسَ قِيَمَتُهُمُ الْمُؤْمِنُونَ  
حَقِّي تَوَلَّفَ لَهُمُ الْجَنَّةُ قِيَمَتُونَ  
أَوْ قِيَمَتُونَ يَا أَبَا نَاسٍ اسْتَفْتَنِي  
لَنَا الْجَنَّةَ قِيَمَتُونَ وَهَلْ أَخْرَجَكُمْ  
مِنَ الْجَنَّةِ إِلَّا خَطِيئَةٌ أَرَبِيَكُمْ

حضرت ابو ہریرہ اور حضرت خذیمہ رضی اللہ  
عندہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا اللہ تمہارے قیامت کے دن تمام مسلمانوں  
کو جمع فرمائے گا اور جنت ان کے قریب کر دی  
جائے گی، پھر تمام مسلمان حضرت آدم علیہ السلام کے  
پاس جائیں گے اور عرض کریں گے اے ہمارے  
والد ہمارے لیے جنت کا دروازہ کھول دے وہ  
فرمائیں گے تمہارے باپ کی ایک (اجتہادی) خطا  
نے ہی تو تم کو جنت سے نکالا تھا، میرا یہ مقام نہیں  
ہے جاؤ میرے بیٹے حضرت ابراہیم کے پاس جاؤ  
جو اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم فرمائیں گے کہ میرا یہ  
مقام نہیں ہے، میرے خلیل ہونے کا مقام اہتمام



أَدْرَكْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ أَذْهَبُوا  
إِلَى ابْنِ الْبَتَّاهِ يَخْلِيلُ اللَّهُ  
كَأَنَّهُ يَقُولُ إِذَا هِلْمُ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
كُنْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ إِثْمًا كُنْتُ  
خَلِيلًا مِّنْ ذُرِّيَّةِ سَمَاءٍ وَرَأَى أَعْمَدًا  
إِلَى مُوسَى الَّذِي كَلَّمَهُ اللَّهُ تَكَلَّمَ  
فِيَا تُونِ مَوْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَقُولُ  
كُنْتُ بِصَاحِبِ ذَلِكَ أَذْهَبُوا إِلَى  
عِيسَى كَلَّمَ اللَّهُ وَرُوحِهِ يَقُولُ  
عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ كُنْتُ بِصَاحِبِ  
ذَلِكَ فَيَا تُونِ مُحَمَّدٌ صَلَّي اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَقُولُ دَلِيلُ  
لَهُ وَتُرْسِلُ الْأَمَاتُ وَالرَّحِمَةُ  
فَتَقْرَأُ مَا فِي جَنَابِ الصَّاحِبِ  
يَمِينًا وَشِمَالًا فَيَقُولُ أَوْلَكُمْ  
كَأَنَّهُ يَقُولُ قُلْتُ يَا بَنِي آدَمَ وَآلِهِ  
أَتَيْتُنِي كَمَرِ الْبَرِّ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
أَلَمْ تَرَوْا إِلَى الْبَرِّ كَيْفَ يَهْتَدِ  
يَرْجِعُ فِي طَرَفَةِ عَيْنٍ ثُمَّ كَمَرِ  
الْبَرِّ يَجْعَلُ كَمَرِ الْبَرِّ وَتَمَرِ  
الْبَرِّ يَجْعَلُ يَجْعَلُ يَجْعَلُ  
نَبِيُّكُمْ قَائِلٌ عَلَى الصَّاحِبِ يَقُولُ  
رَبِّ سَلَامٌ عَلَيْكَ حَتَّى تَعْجِدَ أَعْمَالُ  
الْعِبَادِ حَتَّى يَجِيئَ الرَّجُلُ فَتَدَا  
يَسْتَهْطِئُ السَّيْرُ إِلَّا نَحْنُ قَالَ  
وَفِي حَقِّ الصَّاحِبِ الْبَرِّ الْبَرِّ  
مُعَلَّقَةٌ مَّا مَوْسَى تَأْخُذُ مِنْ  
أَمْرٍ بِهِ مَخْذُومٌ شَاحِبٌ وَ

شفاعت سے بہت پیچھے ہے، جاؤ حضرت موسیٰ  
علیہ السلام کے پاس چلے جاؤ، جن کو اللہ تعالیٰ  
نے شرف کلام سے نوازا ہے، پھر لوگ حضرت  
موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں جائیں گے، حضرت  
موسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے میرا یہ منصب نہیں ہے  
جاؤ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ، جو اللہ تعالیٰ  
کے پسندیدہ کلمہ سے پیدا ہوئے اور اس کی  
پسندیدہ روح ہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمائیں گے  
میرا یہ مقام نہیں ہے، جاؤ محمد صلی اللہ علیہ  
وسلم کے پاس جاؤ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کھڑے ہوں گے اور آپ کو شفاعت کی اجازت  
دے دی جائے گی، علاوہ ازیں امانت اور رجم کو  
چھوڑ دیا جائے گا اور وہ دونوں پل صراط کی دائیں  
بائیں کھڑے ہو جائیں گے، تم میں سے پہلا شخص  
پل صراط سے بھلی کی طرح گزرے گا اور دوسرا  
بے، میرے ماں باپ آپ پر ندامتوں، بھلی کی طرح  
کون سی چیز گذرنا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا کہ تم نے بھلی کی طرف نہیں دیکھا کسی  
طرح گذرنا ہے اور ایک جھپکنے سے پہلے روٹ  
آتی ہے اس کے بعد وہ لوگ پل صراط سے گذریں گے  
جو اندھوں کی طرح گذر جائیں گے، اس کے بعد پسندوں  
کی رفتار سے گذریں گے، اسی کے بعد آدمیوں کے  
دوڑنے کی رفتار سے، ہر شخص کی رفتار اس کے  
اعمال کے مطابق ہوگی اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم (پل صراط پر کھڑے ہو کر کہہ رہے ہوں گے  
وہ میرے رب ان کو سلامتی سے گزار دے، ان  
کو سلامتی سے گزار دے، پھر ایک وقت وہ آئیں گے  
کہ بندوں کے اعمال انہیں عاجز کر دیں گے اور لوگوں  
میں چلنے کی طاقت نہیں ہوگی اور وہ اپنے آپ کو



مَكَدُوشٍ فِي النَّارِ وَالَّذِي  
لَنْفُسِ آتِي هَؤُلَاءِ يَبْذَرُونَ إِنْ قَعَدَ  
جَهَنَّمَ كَسْبُعَيْنَ تَحْرِيقًا

گھسٹے ہوئے پل مراط سے گذریں گے اور پل مراط  
کے دونوں جانب لوہے کے کھنڈے لگے ہوں  
گئے اور جس شخص کے پاسے میں حکم ہو گا اس کو یہ پکڑ  
لیں گے بعض ان کی وجہ سے زخمی حالت میں نجات پا  
جائیں گے اور بعض ان سے ابھ کر دوزخ میں گر  
جائیں گے۔ حدیث کے راوی حضرت ابو ہریرہ فرماتے  
ہیں قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ  
کی جان ہے جہنم کی گہرائی ستر سال کی مسافت کے  
برابر ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں وہ پہلا  
شخص ہوں جو جنت میں جائے گا اس کے لیے شفاعت  
کروں گا اور تمام انبیاء سے زیادہ میرے پیروکار  
ہوں گے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت  
کے دن تمام انبیاء سے زیادہ میرے پیروکار  
ہوں گے اور سب سے پہلے میں جنت کا دروازہ  
کھٹکھاؤں گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب  
سے پہلے جنت کے لیے شفاعت میں کروں گا  
تمام انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی پر اتنے اطمینان  
ایمان نہیں لائے جتنے مجھ پر ایمان لائے ہیں حتیٰ  
کہ بعض انبیاء علیہم السلام پر ایمان لائے والا صرف  
ایک شخص ہو گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت  
کے دن جنت کے دروازے پر آ کر اس کو میں

۳۹۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَشُعْبَةُ بْنُ حَزْفٍ  
قَالَ قُتَيْبَةُ نَا جَرِيرًا عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ قُلْفُلٍ عَنْ أَنَسِ  
بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ النَّاسِ يَشْفَعُونَ فِي الْجَنَّةِ وَأَنَا  
أَكْبَرُ الْأَنْبِيَاءِ تَبَعًا

۳۹۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ  
نَا مَعَاوِيَةَ بْنَ هِشَامٍ عَنْ سُلَيْمَانَ عَنْ الْمُخْتَارِ بْنِ  
قُلْفُلٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ الْأَنْبِيَاءِ يَوْمَ  
الْقِيَمَةِ تَبَعًا وَأَنَا أَوَّلُ مَنْ يَفْتَحُ بَابَ الْجَنَّةِ

۳۹۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا  
حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ نَافِعٍ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ  
قُلْفُلٍ قَالَ قَالَ أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَسَلَّمَ أَنَا أَوَّلُ شَخْصٍ  
فِي الْجَنَّةِ لَمْ يُصَدِّقْ نَبِيٌّ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَا  
صَدَّقَتْ إِنْ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ يَتَّبِعُونَهَا يُصَدِّقُهَا  
مِنْ أُمَّتِهِ إِلَّا رَجُلًا وَاحِدًا

۳۹۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو حَازِمٍ عَنْ وَثْقَةَ بْنِ مَعْقِدٍ النَّخَعِيِّ  
عَنْ هَارِثِ بْنِ خَالِدٍ قَالَ لَأَنَا هَارِثُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ  
نَا سُلَيْمَانَ بْنَ الْمُخَرَّبِ عَنْ قَابِطِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ



کھلاؤں گا جنت کا محافظ کہے گا آپ کون ہیں؟ میں کہوں گا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ کہے گا مجھے بھی حکم دیا گیا ہے کہ آپ سے پہلے کسی کے لیے جنت کا دروازہ نہ کھولوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کو ایک دعا کا حق دیا جاتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ستمی طور پر قبول فرماتا ہے میں نے اپنی اس دعا کو خرچ نہیں کیا بلکہ قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے محفوظ رکھا ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کی ایک خاص دعا ہوتی ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں انشاء اللہ اس دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کرنے کے لیے محفوظ رکھوں گا۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ سے ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ نے کعب احبار سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر نبی کے لیے ایک خاص دعا ہوتی ہے جس کو وہ مانگ لیتا ہے اور میرا ارادہ ہے کہ میں انشاء اللہ اس دعا

مَالِكٌ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَاسْتَفْتَيْتُهُمْ كَيْفَ قَوْلُ الْخَائِنِ مَنْ أَنْتَ فَأَقُولُ مُحَمَّدٌ يَقُولُ بِكَ أَمْرٌ لَا أَفْتِي بِهِ إِلَّا بِحَدِّ قَبِيْلِكَ»

۳۹۵۔ حَدَّثَنَا ثَنَا يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ يَدْعُو بِهَا فَإِذَا دُعِيَ أَنْ أَخْبَرَنِي دَعْوَتِي شَفَاعَةً لَأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ

۳۹۶۔ وَحَدَّثَنَا ثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ دُعِيَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي شِهَابٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةً وَإِذَا دُعِيَ أَنْ أَخْبَرَنِي دَعْوَتِي شَفَاعَةً لَأُمَّتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ

۳۹۷۔ حَدَّثَنَا ثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ دُعِيَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ أَبِي شِهَابٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۳۹۸۔ حَدَّثَنَا ثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ عَمْرُو بْنَ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ جَارِيَةَ الثَّقَفِيِّ أَخْبَرَنِي أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَكْتُمُ الْخَبَائِرَ إِنَّ



الرَّبِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ  
يَدْعُو بِهَا فَإِنَّا أُمِرْنَا بِإِشْعَاءِ اللَّهِ أَنْ أُخْتَبِيتِ  
دَعْوَتِي شَفَاعَةً لَمْ يَكُنْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ فَقَالَ كُنْتُ  
لَا فِي هَذِهِ يَوْمَ أَنْتَ سَمِعْتَ هَذَا مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ نَعَمْ

۳۹۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ كُثَيْبٍ  
وَاللَّفْظُ لِأَبِي كُثَيْبٍ قَالُوا إِنَّا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ  
الْأَعْمَشِ عَنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ  
دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ فَتَعَجَّلْ كُلُّ نَبِيٍّ دَعْوَتَهُ  
وَإِنِّي اخْتَبَيْتُ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لَمْ يَكُنْ يَوْمَ  
الْقِيَمَةِ فَهِيَ تَأْتِيكَ إِنْ أَشَاءَ اللَّهُ مِنْ مَكَاتٍ  
مِنْ أُمَّتِي لَا يُشِيرُ لَكَ بِاللهِ شَيْئًا

۴۰۰۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ تَابِعِيُّ  
عَنْ عُمَارَةَ وَهُوَ ابْنُ الْقَعْقَاعِ عَنْ أَبِي زُرْعَةَ عَنْ  
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ مُسْتَجَابَةٌ يَدْعُو  
بِهَا فَيُسْتَجَابُ لَهَا فَيُرْكَاهَا وَإِنِّي اخْتَبَيْتُ  
شَفَاعَةً لَمْ يَكُنْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ

کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے  
لیے محفوظ رکھوں گا، کعب نے حضرت ابو ہریرہ سے  
پوچھا کیا آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
خود یہ حدیث سنی تھی۔ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا  
”ہاں“

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے  
لیے ایک خاص دعا ہوتی ہے جس کو اللہ تعالیٰ  
اپنے فضل سے حتیٰ طور پر قبول فرماتا ہے اور  
ہر نبی نے اپنی اس دعا کو مانگ کر فرج کر لیا اور  
میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت  
کرنے کے لیے اس دعا کو محفوظ رکھا ہے اور  
انشاء اللہ یہ شفاعت میری امت کے ہر اس فرد  
کو شامل ہوگی جو شرک سے بچا رہے گا۔

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کے لیے  
ایک مقبول دعا ہوتی ہے اور میں نے اپنی اس  
دعا کو قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے  
لیے محفوظ رکھا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر  
نبی کو ایک دعا کا حق ہوتا ہے۔ اور ہر نبی نے  
وہ دعا اپنی امت کے لیے (دنیا میں) مانگ لی  
اور میں نے قیامت کے روز اپنی امت کی شفاعت  
کرنے کے لیے اس دعا کو مؤخر کر دیا۔

۴۰۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَسْكَرِيُّ  
قَالَ نَأَى عَنْ كَالِ تَابِعِيَّةٍ عَنْ مُعَاذٍ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ  
قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ  
يَدْعُو بِهَا فِي أُمَّتِهِ فَاسْتَجِيبَتْ لَهَا وَإِنِّي أُمِرْتُ أَنْ  
أُشْعَرَ اللَّهُ أَنْ أُوَخِّجَ دَعْوَتِي شَفَاعَةً لَمْ يَكُنْ



يوم القيمة

٢٠٢ - وَحَدَّثَنَا أَبُو عِيسَى إِبْنُ أَبِي عَمْرٍو  
بْنُ الْمُثَنَّى وَأَبْنُ بِشَّامٍ حَدَّثَنَا وَالتَّفْطِلُ بْنُ عَمْرٍو  
قَالُوا إِنَّا مَعَهُ يَتَوَدَّ ابْنُ بِشَّامٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
أَبُو عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ مَا لَكَ مِنَ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لِكُلِّ نَبِيٍّ  
دَعْوَةٌ دَعَا هَؤُلَاءِ مَعَهُ وَإِنِّي اخْتَبَأْتُ دَعْوَتِي  
فَسَأَلْتُهُ بِمَا يَكُونُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ .

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

٣٣٣. حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَأَى كَثِيرٌ حَوْ  
حَدَّثَنِي أَبُو هَيْمٍ بْنُ سَعِيدٍ الْجَوْهَرِيُّ قَالَ  
نَأَى أَبُو سَامَةَ جَمِيعًا عَنْ مَسْرَعٍ عَنْ قُتَادَةَ هَذَا  
الرِّسَالَةِ غَيْرَ أَنَّ فِي حَدِيثٍ وَكَثِيرٍ قَالَ قَالَ أُعْطِيَ

وَفِي حَدِيثٍ آخَرَ أَنَّ مَاتَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
٣٠٥- وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ  
نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ آبَائِهِ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ كَرِهَ لِمَوْلَاهُ يَنْتَهِكَ مَا كَرِهَ اللَّهُ عَنِ النَّبِيِّ

٢٤ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَحْمَدَ بْنِ أَبِي عَلِيٍّ  
قَالَ سَمِعْتُ زَيْنَ بْنَ أَبِي جَرِيرٍ قَالَ قَالَ أَبُو جَرِيرٍ  
الرَّبِيبُ الْأَشَجُّ جَاءَ بِنْتِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ عَيْنِ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِكُلِّ نَبِيٍّ دَعْوَةٌ  
قَدْ دُعِيَ بِهَا فِي أُمَّتِهِ وَخَبَرْتُ دَعْوِي شَعَاعَةً  
لِلْمُتَّقِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر نبی کی ایک خاص مقبول دعا ہوگی جو اس نے اپنی امت کے لیے کر دی اور میں نے قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لیے اس دعا کو محفوظ رکھا ہے۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی غلطی تبصر کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے  
ساتھ حضرت انس سے ایسی ہی روایت منقول  
ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہر نبی کے لیے ایک دعا ہوتی ہے جس کو اس نے اپنی امت کے لیے مانگ لیا۔ میں نے قیامت کے دن اپنے امت کی شفاعت کے لیے یہ دعا محفوظ رکھا ہے۔



بَارِكْ دُعَاءَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِأُمَّتِهِ وَبِكُلِّ مَشَقَّةٍ عَلَيْهِمْ  
 ۴۰۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَلَى  
 الصَّدَقَةِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي  
 عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بَكْرَ بْنَ سَوَادَةَ  
 حَدَّثَهُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ جُبَيْرٍ  
 عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو بْنِ النَّكَاسِ أَنَّ  
 النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَلَا  
 قَوْلَ اللَّهِ تَعَالَى فِي الْبُرَاهِينِ رَبِّ انْصَنَعْ  
 أَصْلَدُنْ كَيْدِيَا قَتَلِ النَّكَاسِ قَتَلُ  
 تَبَعِي قَاتِلَا مِثْلِي وَمَنْ عَصَا فِي  
 مِثْلِكَ عَقُوهُ رَجِيمٌ الْآيَةُ وَقَالَ  
 عِيْسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ تَعَدَّى بِهِمْ  
 قَاتِلُهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرَ لَهُمْ  
 قَاتِلُكَ أَمَّتِ الْعَرَبُ الْخَكِيمُ فَرَكَ  
 يَتَابِعُ وَقَالَ اللَّهُمَّ أَمِّي أَمِّي  
 وَبَكَى فَقَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ يَا جُبَيْرُ  
 اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ وَرَبِّكَ أَغْلُو  
 فَسَلِّ مَا يُبْكِيكَ كَأَنَّا يَا جُبَيْرُ  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ مَسَّاهُ كَأَنَّهُ يَسْأَلُ  
 اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمَا  
 قَالَ دَهْوً أَغْلُو وَقَالَ اللَّهُ عَزَّ  
 وَجَلَّ يَا جُبَيْرُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ  
 فَقُلْ إِنَّا سُرَّضِيكَ فِي أَمِّيكَ  
 تَوَلَّى تَسْوَكُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امت  
 کے لیے دعا کرنا، رونا اور شفقت فرمانا  
 حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما  
 بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے قرآن کریم میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام  
 کے اس قول کی تلاوت فرمائی (ترجمہ) اے  
 رب میرے ان بھائیوں نے بہت لوگوں کو گمراہ کر  
 دیا ہے جو شخص میرا پیروکار ہو گا وہ میرے  
 راستہ پر ہے، اور جس نے میری نافرمانی کی تو  
 تو اس کو بخشنے والا مہربان ہے اور وہ آیت  
 پڑھی جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ قول ہے  
 (ترجمہ) اے اللہ! اگر تو ان کو غلام سے توبہ  
 تیرے بندے ہیں، اور اگر تو ان کو بخش دے  
 تو تو غالب اور حکمت والا ہے پھر رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم پر گریہ طاری ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ  
 نے فرمایا اے جبرائیل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 کے پاس جاؤ اور ان سے معلوم کرو (حالانکہ اللہ  
 تعالیٰ کو خوب علم ہے) کہ ان پر اس قدر گریہ کیوں  
 طاری ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
 میں حضرت جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور  
 حضور سے معلوم کر کے اللہ تعالیٰ نے کو خبر دی (حالانکہ  
 اللہ تعالیٰ خوب مانتا ہے) اللہ تعالیٰ نے جبرائیل  
 سے کہا اے جبرائیل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)  
 کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ آپ کی امت کی  
 بخشش کے معاملہ میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے  
 اور آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وجاہت اور دیگر فوائد حدیث



کو اپنی امت سے بے پناہ محبت تھی اور آپ اس پر انتہائی شفقت کرتے تھے حتیٰ کہ امت اپنے گناہوں کی وجہ سے جس عذاب کی مستحق ہوگی اس عذاب اور امت کی تکلیف کا تصور کر کے آپ بے اختیار رو پڑتے، حضور کا مقام یہ ہے کہ وہ آقا ہو کر غلاموں کی محبت میں اس قدر روتے ہیں ہم غلام ہو کر بھی کبھی حضور کی محبت میں روئے حضور تو سب قبل میں ہماری تکلیف کے تصور سے ہمارے غم میں روتے ہیں اور ہم نے کبھی یاد کیا کہ ماضی میں فی الواقع حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری خاطر کتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں، طائف کی دادی میں کس طرح حضور پر ہتھروں کی بارش کر کے آپ کو ہلکا ہان کیا گیا، آپ پر کیسی کیسی پھبتیاں کسی گئیں۔ احمد کی گھاسیوں میں آپ کا چہرہ نکال کر کے خون سے سرخ کر دیا گیا، صحن کعبہ میں دین عالمت نانہ میں جودہ کے دوران آپ کی پشت مبارک پر اونٹنی کی گند لگی مثال کر آپ کا مذاق اڑایا گیا!

اس حدیث میں اتھراٹھا کر دے مانگنے کا ثبوت ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا مقام تھا، اگر حضور کی آنکھوں میں آنسو آتے تو اللہ تعالیٰ فرما جبرائیل کہ بھیج کر آپ کو تسلی دلاتا، آپ غمگین ہوتے تو آپ کے غم سے سوزاں کرتا، یہاں غم طلب بابت یہ ہے جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے غلاب پر غمگین ہوتے ہیں اسی طرح امت کے گناہوں پر بھی غمگین ہوتے ہیں، اب سوچئے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مالک اور مولا ہے وہ حضور کو ہمارے عذاب کی وجہ سے غمگین دیکھتا ہے تو آپ کو راضی کرنے کے لیے عذاب نہ دینے کا اعلان کر دیتا ہے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں تو ہم حضور کو گناہوں کی وجہ سے غمگین جان کر گناہ کرنا کیوں نہیں چھوڑتے؟ اللہ اکبر، وہ مالک ہو کر اپنے بندہ کی اتنی قدر افزائی کرتا ہے اور ہم ان کے غلام ہو کر ان کی قدر نہیں کرتے۔

اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی کرنے کے لیے آپ کی امت کے گناہ گاروں کو بخشے گا اور اس سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت وَلَسَوْفَ يَعْطِيكَ رَبُّكَ فَتَرْضَىٰ (ضحیٰ ۵۱) اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے، جی آنحضرت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور اس کی مقبولیت سے متعلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صرف یہ پیغام نہیں بھیجا کہ امت کے بارے میں ہم آپ کو راضی کر دیں گے بلکہ یہ پیغام بھی بھیجا کہ اس معاملہ میں آپ کو رنجیدہ نہیں کریں گے اس سے یہ تسلی دینا مطلب ہے کہ راضی کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بعض امتیوں کو ہم صاف کر دیں گے اور باقی گناہ گاروں کو دوزخ میں ڈال دیں گے۔ کیونکہ بعض کے عذاب سے بھی آپ رنجیدہ ہوں گے بلکہ ہم آپ کی تمام امت کو صاف کر دیں گے اور امت کے کسی فرد کو جہنم میں رہنے نہیں دیں گے تاکہ آپ رنجیدہ نہ ہوں۔



بَابُ بَيَانِ أَنَّ مَنْ مَاتَ عَلَى الْكُفْرِ فَهُوَ  
فِي النَّارِ وَلَا تَنَالُهُ شَفَاعَةٌ وَلَا تَنْفَعُهُ  
قَرَابَةُ الْمُقَرَّبِينَ

جو شخص کفر پر مرادہ دوزخ میں رہے گا ،  
اس کو مقربین کی شفاعت اور قرابت فائدہ  
نہیں دے گی

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک  
شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا  
راخت میں میرا باپ کہاں ہوگا؟ آپ نے فرمایا :  
”جہنم میں“ جب وہ شخص جانے لگا تو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بلایا اور فرمایا میرا باپ  
رہچھا اور تمہارا باپ دونوں جہنم میں ہوں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ”وَإِذْ رَعَيْنَا ثَلَاثَ  
الْأَقْرَبِينَ“ اپنے قریبی رشتہ داروں کو  
دراستیے ”تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملائم  
اور خواص تمام قریش کو جمع کیے فرمایا کہ کعب بن لوی  
کے خاندان والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ، اسے  
مرہ بن کعب کے خاندان والو! اپنے آپ کو دوزخ  
سے بچاؤ۔ اے عبد شمس کے خاندان والو! اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔  
اے عبد مناف کے خاندان والو! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔ اسے  
بنو ہاشم! اپنے آپ کو دوزخ سے نجات دلاؤ۔ اے  
بنو عبد المطلب! اپنے آپ کو دوزخ سے بچاؤ۔ اے  
فاطمہ رضی اللہ عنہا! اپنے آپ کو دوزخ سے  
محفوظ رکھو! کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی چیزوں میں سے  
تمہارے لیے کسی چیز کا از خود مالک نہیں ہوں، ہوا  
اس بات کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں اور میں  
عنقریب تمہیں اس رشتہ داری کا فیض پہنچاؤں گا۔  
امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ  
بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۳۸۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ  
ثَعْلَبَانَ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ سَكَمَةَ عَنْ كَابِثٍ  
عَنِ ابْنِ أَبِي رَجْلٍ قَالَ يَأْتِي رَسُولُ اللَّهِ أَتَيْنَ ابْنِ  
عَلٍّ فِي الْمَنَازِلِ فَقَالَ قَدْ تَقَرَّرَ الْوَجْهُ دَعَا  
فَقَالَ لَا أَتِي وَأَبَاكَ فِي الْمَنَازِلِ

۳۸۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ مَعِينٍ وَمُتَاهِرُ بْنُ حَرْبٍ  
كَانَا نَحْمَدُ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ عَنْ مُوسَى  
بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ  
أَلَيْسَ مَا أَتِي مِنْ عَشِيرَتِكَ الْكَافِرِينَ دَعَا  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قُرَيْشًا  
فَأَجْتَمَعُوا فَخَطَرَ وَخَفِيَ فَقَالَ يَا بَنِي كَعْبٍ  
بْنِ لُؤَيٍّ أَلَيْسَ مَا أَتِيكُمْ مِنَ الْمَنَازِلِ يَا بَنِي  
مُرَّةَ بْنِ كَعْبٍ أَلَيْسَ مَا أَتِيكُمْ مِنَ الْمَنَازِلِ  
يَا بَنِي عَبْدِ شَمْسٍ أَلَيْسَ مَا أَتِيكُمْ مِنَ النَّارِ  
يَا بَنِي عَبْدِ مَنَاظٍ أَلَيْسَ مَا أَتِيكُمْ مِنَ  
الْمَنَازِلِ يَا بَنِي هَاشِمٍ أَلَيْسَ مَا أَتِيكُمْ  
مِنَ النَّارِ يَا بَنِي عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَلَيْسَ مَا أَتِيكُمْ  
مِنَ النَّارِ يَا فَاطِمَةَ أَلَيْسَ مَا أَتِيكُمْ مِنَ  
الْمَنَازِلِ يَا قِيْلَ أَلَيْسَ مَا أَتِيكُمْ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا  
عَبْدُ اللَّهِ لَكُمْ مَرْحَمًا سَأَ يُلْهِمَهَا بِئِلَهِهَا

۳۹۰۔ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ الْقَوَارِيرِيُّ  
كَانَ نَا أَبُو حَوَاسَةَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُمَيْرٍ بِهَذَا



الْإِنْسَانُ وَحَدَّثَنِيكَ جَبْرِيلُ أَنَّكَ وَأَشْبَعُ -

۳۱۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ تَمِيمٍ قَالَ  
قَالَ كُبَيْعُ بْنُ يُونُسَ بْنِ كُبَيْرٍ قَالَ قَالَ لَهْخَامُ بْنُ عُذْرَةَ  
عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا تَزَوَّجْتَ وَأَنْتِ مُدْرُ  
عَشِيرَتِكَ الْأَقْرَبُ يَمِينُ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا فَقَالَ يَا خَاطِمَةُ  
بِذَنْتِ مُحَمَّدًا يَا صَفِيَّةُ بِذَنْتِ عَبْدَ الْمُطَّلِبِ يَا  
بِئْسَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ لَا أَصْلَ لَكَ لَكَ مِنْ اللَّهِ  
شَيْئًا سَكُونِي مِنْ مَنَازِلِي مَا يَشْكُرُ -

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا  
بیان فرماتی ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی، وہ اپنے  
عشیرہ کے اقارب میں - آپ سے قریبی  
رشتہ داروں کو ڈرائے "تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے کمرہ صفا پر بیٹھ کر فرمایا "اے خاٹمہ بنت  
محمد! اے صفیہ بنت عبدالمطلب! اے عبدالمطلب  
کی اولاد میں! (از خود) تم کو عذاب خداوندی سے بچانے  
کا مالک نہیں ہوں۔ البتہ میرے مال سے جو چاہے  
مانگ لو۔"

۳۱۲ - وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَعْنِي قَالَ أَنَا

ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ  
شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَأَبُو سَلَمَةَ  
بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ يُكَذِّبُ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ أُتْرَلِ  
عَلَيْهِ وَأَنْتِ رُحْمَتُكَ الْأَقْرَبُ يَمِينُ يَا مَعْشَرَ  
قُرَيْشٍ اشْكُرُوا الْفَضْلَ مِنَ اللَّهِ لَا أُغْنِي عَنْكُمْ  
مِنْ اللَّهِ شَيْئًا يَا عَبَّاسُ ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ لَا  
أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا صَفِيَّةُ عَمَّةُ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا أُغْنِي  
عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا يَا خَاطِمَةُ بِذَنْتِ مُحَمَّدًا  
سَلِينِي مَا يَشْكُرُ لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ  
شَيْئًا -

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
جب یہ آیت نازل ہوئی، وہ اپنے عشیرہ کے  
اقارب میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
"اے جہانت قریش! اپنے آپ کو لڑاکے (مکہ) پہنچ  
ڈالو، میں (از خود) اللہ کی طرف سے آئی ہوں کسی چیز  
کو نہیں ٹال سکتا۔ عباس بن عبدالمطلب! میں (از خود) اللہ کی  
طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا۔  
اے صفیہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھر بھی! میں (از خود) اللہ  
کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے نہیں ٹال سکتا۔  
اے خاٹمہ بنت محمد! جو میرا چاہے ہر مجھ سے مانگ لو، مجھ میں  
(از خود) اللہ کی طرف سے آئے ہوئے کسی عذاب کو تم سے  
بچانے کا مالک نہیں ہوں۔"

۳۱۳ - وَحَدَّثَنِي عُمَرُ بْنُ الْقَاصِّ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ

بُرْ عَمْرٍو قَالَ قَامَ ابْنُ كَثُوفٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ  
كَثُوفٍ عَنْ الْأَعْرَابِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَرِهَ هَذَا -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ  
بھی حضرت ابوہریرہ سے یہ روایت اسی طرح منقول  
ہے۔

۳۱۴ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ قَالَ نَافِعُ

بْنُ يَزِيدَ بَنْ رَجِيْعٍ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ النَّبِيِّ عَنْ أَبِي

قبیصہ بن مخارق اور زبیر بن عفرہ بیان کرتے  
ہیں جب آیت کہ میرا دانا (عشیرہ) کے اقارب میں -



نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑ کے سب سے اونچے پتھر پر کھڑے ہو کر فرمایا "اے عبد مناف کی اولاد! میں تم کو جہنم کے نذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ میں اراقم اس شخص کی طرح ہیں کہ جس شخص نے دشمن کو دیکھا ہو اور وہ اس دشمن سے اپنے مامدان والوں کو بچانے کے لیے دوڑ پڑا ہو کہ کہیں اس سے پہلے دشمن نہ پہنچ جائے اور با آواز بلند صراحت سے "سور دشمن آ رہا ہے" امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب یہ حکم نازل ہوا کہ آپ اپنے رشتہ داروں اور اپنی قوم کے غفلت و گمراہی سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرف سے اور با آواز بلند فرمایا "سور ہوشیار ہو جاؤ!" لوگوں نے کہا یہ کون پکار رہا ہے تو سب نے کہا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پکار رہے ہیں۔ جب تمام لوگ جمع ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے فلاں کی اولاد! اے فلاں کی اولاد! اے عبد مناف کی اولاد! اے عبد المطلب کی اولاد! ابھر یہ سب لوگ آپ کے قریب ہو گئے آپ نے فرمایا "مجھے یہ بتاؤ کہ اگر میں تم کو یہ اطلاع دوں کہ اس پہاڑ کے دامن سے گھوڑوں پر سوار ایک لشکر نکلے گا تو کیا تم میری اس بات کی تصدیق کرو گے" تمام لوگوں نے جواب دیا "ہم نے آپ کو کبھی جھوٹا نہیں پایا" آپ نے فرمایا "میں تم کو رات کے عذاب شدید سے ڈرا رہا ہوں" حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ اس پر

عُثْمَانُ عَنْ قَبِيصَةَ ابْنِ الْمُخَارِبِ وَهُوَ هَبْرَانِيٌّ عَنْهُ وَقَالَ لَنَا تَزَلَّتْ وَآتَنُ رُغَيْبِي تَكُ الْأَقْرَبِينَ قَالَ أَنْطَقَنِي نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِلَى رُطَمَةٍ قِيْلَ يَجِدُ قَعْلَى أَعْلَاهَا حَجَرًا طَعَنَ كَأُوسِي يَابِئِي عَيْدَ مَنْ أَقْبَى نَدِيرًا شَمًا مَعْلَى وَمَثَلَكُمْ كَمَثَلِ رَجُلٍ رَأَى الْعَدُوَّ وَفَاتَطْلَقَ يَرْبَا أَهْلَهُ فَخَبَّيْ أَنْ يُسَبِّقُوهُ فَجَعَلَ يَهْتَفُ يَا صَبَا حَاةً .

۳۱۵ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَا أَبُو عُثْمَانَ عَنْ زُهَيْرِ بْنِ عُبَيْدٍ وَ قَبِيصَةَ ابْنِ مُخَارِبٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَحْوَلًا .

۳۱۶ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَدَاةِ قَالَ نَا أَبُو سَامَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ عُمَرَ بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَنَا تَزَلَّتْ هَذِهِ الْأَيَّةُ وَآتَنُ رُغَيْبِي تَكُ الْأَقْرَبِينَ وَهَطَلَتْ مِنْهُمْ الْمُخَلَّصِينَ خَرَبَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَتَّى صَوَّعَ الصَّمَا فَهَتَفَ يَا صَبَا حَاةً فَقَالُوا مَنْ هَذَا الَّذِي يَقْبَعُ قَالُوا مُحَمَّدًا فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ يَابِئِي فُلَانٍ يَابِئِي فُلَانٍ يَابِئِي عَيْدَ مَنْ أَقْبَى نَدِيرًا شَمًا مَعْلَى الْمُقْلِبِ فَاجْتَمَعُوا إِلَيْهِ فَقَالَ أَمَا آيَةُ كُنْتُمْ لَوْ أَحْبَبْتُمْ أَنْ تُحِيلًا تَنْخَرُجَ بِسَفْعِ هَذَا الْجَبَلِ أَكُنْتُمْ هَاضِمَةً قَالُوا مَا يَجُوزُ بِنَا عَلَيْكَ كَذِبًا قَالَ فَنَادَى نَدِيرًا لَكُمْ بَيْنَ يَدَيَّ عَذَابٌ شَدِيدٌ قَالَ فَقَالَ أَبُو تَهَبٍ تَبَا لَكَ أَمَا جَمَعْتُمْ لَنَا لِهَذَا أَتَمَّ قَتَلْتُمْ هَذِهِ الشُّوْرَةَ تَبَّتْ يَدَا أَبِي تَهَبٍ وَفَدَّتْ كَذَا خَرَأَ الْأَعْمَشُ إِلَى أَخِيهِ الشُّوْرَةَ .



ابولہب نے کہا (ایسا ذبا اللہ) تم ہلاک ہو جاؤ، کیا تم نے ہم سب کو اسی لیے جمع کیا تھا پھر وہ کھڑا ہو گیا اور سورۃ التبتین (یا نبی اللہ) اسی وقت نازل ہوئی، "ابولہب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو جائیں اور وہ خود بھی ہلاک ہو جائے۔"

اسی سند سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑ پر چڑھ کر فرمایا: "سنو ہشیار ہو جاؤ، جیسا کہ ابواسامہ کی روایت میں ہے اور آیت کریمہ وَآلِیْہِ رَحِیْمٌ تِلْكَ الْاَوْسَرِیْنِ کا ذکر نہیں کیا۔

۴۱۷- وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَآبُو كُرَيْبٍ كَتَاؤَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ صَعِدَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ بِالضُّفَى فَقَالَ يَا صَبَاحَتَا يَتَخَوَّحُنِي هَذَا مَسَامَةً وَكَمْ يَذْكُرُ مُرَوِّاؤُنَا لِهَذَا أَنْذَرُ عَشِيرَتَكَ الْآخَرَةَ بَلِيْنَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا منظر یہ

حدیث نمبر ۴۰۸ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سائل سے فرمایا: میرا باپ (چچا) اور تمہارا باپ دونوں جہنم میں ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کے متعلق اہل سنت کا مسلک یہ ہے کہ حضرت آدم سے لے کر حضرت عبداللہ تک اور حضرت حوا سے لے کر جناب آمنہ تک آپ کے سلسلہ نسب میں جن قدر آباد اور اقامت ہیں وہ سب مومن ہیں، اس موضوع پر علماء اسلام کی مستقل تصانیف ہیں، علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اس موضوع پر متعدد رسائل لکھے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ نے بھی اس موضوع پر شمول الاسلام کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے۔

۱۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

الَّذِي يَرَالَهُ حِينَ تَقُومُ وَتَقْلِبُ فِي الْمَجَادِينِ -

اللہ تعالیٰ آپ کو اب حالت قیام میں بھی ملاحظہ فرماتا ہے اور اس وقت بھی ملاحظہ فرما رہا ہے کہ آپ کا نور سجدہ کرنے والوں میں ایشیت پر منتقل ہو رہا ہے۔

(شعر ۲۱۶۱)

علامہ سیوطی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام رازی متوفی ۶۰۶ھ نے اسرار التنزیل میں اس آیت سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباد و اجداد کے اسلام پر استدلال کیا ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب مابین کی طرف منتقل ہوتا رہا، لہذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں تمام آباد و اہل ایمان مومن ہیں۔

۵۔ علامہ جمال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ ۱۱ التبیان والمختار ص ۵۰



اور علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ ساجدین کی یہ تفسیر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے جس سے آپ کے آثار کرام کا اہان ثابت ہوتا ہے اور جو شخص آپ کے آثار کرام کو کافر کہے میرے خیال میں وہ کافر ہے (۲)۔ امام بخاری اپنی صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بعثت من غیر قوت بخا آدم قرنا ففقدنا

حتى كنت من القرن الذي كنت منه .

میں ہر زمانہ کے بہترین لوگوں میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ جس زمانہ میں میں اب ہوں، اس نے مجھے بھیجا گیا۔

اور علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ امام عبد الرزاق نے اپنی تصنیف میں سند صحیح کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے: روئے زمین پر ہر دور میں کم از کم سات مسلمان ضرور ہے ہیں اور اگر کوئی دور ایسا گذرتا جس میں روئے زمین پر کوئی مومن نہ ہوتا تو زمین اور زمین والے سب ہلاک ہو جاتے۔ علامہ سیوطی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری اور مسلم کی شرائط کے مطابق صحیح ہے۔ ان دونوں حدیثوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب زمین ہر دور میں مومن اور مسلمان لوگوں سے خالی نہیں رہی اور مومن اور مسلمان ہی بہترین لوگ ہیں، اور حضور فرماتے ہیں کہ میرا قصہ ہر دور میں بہترین لوگوں یعنی مسلمانوں میں منتقل ہوتا رہا، تو ثابت ہوا کہ حضور کے تمام آثار و امہات مومن تھے۔

اب رہا یہ سوال کہ اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "میرا اور تمہارا دونوں کا باپ جتنی ہے" اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں حضور کے باپ سے مراد آپ کا چچا ابو طالب ہے اور عرب کا عام اسلوب یہ تھا کہ چچا پر باپ کا اطلاق کر دیا جاتا تھا، قرآن کریم میں بھی اس کی مثال موجود ہے مثلاً حضرت یعقوب حضرت اسحاق کے بیٹے ہیں اور حضرت اسماعیل بھائی ہیں اس لحاظ سے حضرت اسماعیل حضرت یعقوب کے چچا ہوئے لیکن قرآن کریم میں ان پر حضرت یعقوب کے باپ کا اطلاق کیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے حضرت یعقوب نے جب اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم کسی کی عبادت کر گے تو انھوں نے جواب میں کہا: نعبدا الهلک والہ ابائکم ابراہیم واسمعیل (بقراءۃ ۱۳۳)۔ اسحق۔ اسماعیل اور اسماعیل علیہم السلام کے خدا کی عبادت کر رہے گے۔

اس تشریح سے ثابت ہو گیا کہ یہ حدیث حضور کے والدین نے مومن ہونے کے خلاف نہیں ہے۔

اہل بیت اطہار کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا بیان حدیث نمبر ۴۰۹ میں ہے: اے فاطمہ!

۱۔ علامہ سید محمود آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ، روح البانی ج ۱ ص ۱۳۸-۱۳۷، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ امام عبد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۰۳، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، السحاری للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۱۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد



اپنے آپ کو مدح سے محفوظ رکھو، کیونکہ میں اللہ تعالیٰ کی چیزوں میں سے کسی چیز کا از خود مالک نہیں ہوں، سوا اس کے کہ میں تمہارا رشتہ دار ہوں اور میں عنقریب تمہیں اس رشتہ داری کا فیض پہنچاؤں گا۔

اس حدیث کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت کے مالک نہیں ہیں اور خصوصاً حضرت سیدنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور دیگر اہل بیت کرام کی شفاعت کا آپ کو اختیار نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی اجازت اور اس کے بتانے بغیر شفاعت کے مالک و مختار نہیں ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے شفاعت کا مالک و مختار بنا دیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے: اعطیت الشفاعۃ، مجھے شفاعت عطا کر دی گئی ہے (صحیح بخاری ج ۱ ص ۶۲) اور خصوصاً اہل بیت کرام کے بارے میں درج ذیل احادیث ملاحظہ فرمائیں:

علامہ سید ابن عابدین شامی فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل، بیہقی اور حاکم نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوسعید سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برسر منبر فرمایا: یہ کیسے لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کے دن اپنے رشتہ داروں کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ یاد رکھو میں ان کو دنیا اور آخرت دونوں میں اتنے پہنچاؤں گا کہ ۱۰۰ ملے۔

نیز علامہ شامی فرماتے ہیں کہ طبرانی نے مجمع میں سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو عذاب دے گا نہ تمہاری اولاد کو۔ ۱۰ ملے۔

اس کے علاوہ علامہ شامی فرماتے ہیں کہ طبرانی، دارقطنی اور صاحب کتاب فردوس نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے میں اپنے اہل بیت کی شفاعت کروں گا پھر جو ان کے قریب ہوں پھر بقدر شفاعت کروں گا (الحیث صحیح حدیث نمبر ۴۱۶ میں ہے ابوہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تم ہر ایک کو جاؤ (العیاذ باللہ)۔

### گستاخان رسول پر شدت کا بیان

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ گستاخان رسول کو سخت جہاد دینا اللہ تعالیٰ کی سنت ہے۔ ابوہریرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فقط قبائل کے راکھ (مخاض) کہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں پوری سورت نازل کر دی۔ اسی طرح اولیہ بن مغیرہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مجنون فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں قرآن کریم کی سورہ نون میں اس کے دس عیوب بیان فرمائے۔ ماس بن وائل نے حضور کو ابر (منقطع النسل) کہا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت میں سورہ کوثر کی ایک آیت نازل فرمائی۔

اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مالک اور مولیٰ ہے اس کے باوجود اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ رسالہ ابن عابدین ج ۱ ص ۵، مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور

۱۱۔ " " " " رسالہ ابن عابدین ج ۱ ص ۵ " " " "

۱۲۔ " " " " رسالہ ابن عابدین ج ۱ ص ۵ " " " "



سے اس قدر محبت ہے کہ جس نے آپ کی شان میں ایک مرتبہ گستاخی کی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس کی مذمت میں فرمائی اور آیات نازل فرمائی اور اس کی شدت سے مذمت فرمائی کہ مثلاً ابوہریرہ نے ایک لفظ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں اس کے جواب میں پوری سورت نازل فرمائی اس نے ایک بار یہ لفظ کہا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ سورت نازل فرمائی اب جس قدر جن انسان اور فرشتے ہیں وہ سب اور ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کی مذمت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو بہت سے مساوات حتیٰ کہ شرک میں جو میل دی، لیکن پیاسے سے پہلے علیہ التحیۃ والتناہ کے مسائل میں غوری کا سوال کی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو کائنات میں ہر چیز باوجود پرزری اور ذلیل گوارہ ہونے سے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی پرزری گوارہ نہیں ہے۔

بَابُ شَفَاعَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ لِأَيِّ طَالِبٍ وَالتَّخْفِيفُ عَنْهُ  
بِسَبَبِهِ  
نہیں صل اللہ علیہ وسلم کی ابرطالپ کے لیے شفاعت  
اور آپ کے سبب سے اس کے عذاب  
کی تخفیف

حضرت عبا بن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پرچھایا یا رسول اللہ! کیا آپ نے ابرطالپ کو بھی کوئی نفع پہنچایا وہ آپ کی حفاظت کرتے تھے اور آپ کی وجہ سے رگوں پر غنیمت ناک ہونے لگے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا "ہاں" اب وہ جہنم کے سرف بالائی طبقہ میں ہے۔ اور اگر میری شفاعت سے اس کو نفع نہ پہنچتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقہ میں ہوتا۔ حضرت عبا بن عبدالمطلب بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا "یا رسول اللہ! ابرطالپ آپ کی حفاظت کرتا تھا آپ کی خاطر رگوں سے ٹھکرتا تھا کیا ان اعمال نے اس کو کچھ نفع پہنچایا آپ نے فرمایا "ہاں" میں نے اس کو آگ کی گہرائی میں پایا تو میں اسی کو آگ کے اوپر لٹا دیا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ

۳۱۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُثْمَانَ الْقُصَوِيُّ وَ  
مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُعَدِّي حَيْثُ وَصَّعْتُ بَيْنَ  
عَبْدِ الْمَلِكِ الْأَمْوِيُّ وَالْوَلَدِ ابْنِ هَدَاةٍ  
عَنْ عُبَيْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
الْخَرِثِ بْنِ تَرْفِيلٍ عَنْ الْعَبَّاسِ ابْنِ عَبْدِ الْمَطْلِبِ  
أَنَّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تَقْدَرُ أَنْ تَطْلُبَ  
بِقَبِيحٍ وَحَاقَكَ كَانَ يَحْكُظُكَ وَيَعْتَبِرُ لَكَ قَالَ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَعَزُّهُ فِي كَهْفٍ ضَاحٍ  
مِنْ ثَمَرٍ وَكَوَلَا أَفَّا لَكَ فِي الدَّارِ الْأَسْفَلِ مِنَ الدَّارِ  
۳۱۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ  
عَنْ عُبَيْدِ الْمَلِكِ بْنِ عُثْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحَارِثِ  
كَانَ سَمِعْتُ الْعَبَّاسَ يَقُولُ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَتَا  
كَابِيبَ كَانَ يَحْكُظُكَ وَيَسْتَرْ لَكَ وَيَخْطُبُ لَكَ  
فَهَلْ تَعَزُّهُ قَالَ لَعَنَهُ وَحَدَّثَكَ فِي شَمْرَانِ  
مِنْ الثَّأْبِ فَأَخْرَجَكَ إِلَى ضَحْفَانٍ

۳۲۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ



بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَبْدُ  
السَّلَامِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
الْحَارِثِ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ  
وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاوُكِيَّةُ عَنْ  
سُفْيَانَ يَهْدِي الْأَسْنَادَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
آلِهِ وَسَلَّمَ يَنْفَعُ حَدِيثُ أَبِي عَوَّاسَةَ -

۴۲۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاكِبُ  
عَنِ ابْنِ الْأَثَرِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَبَّابٍ عَنْ أَبِي  
سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وآلِهِ وَسَلَّمَ دُرُكْرُوعًا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
فَقَالَ لَعَلَّه تَنْفَعُهُ شِفَاعَتِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَجْعَلُ  
فِي صَحْصَحٍ مِنَ النَّارِ يَبْلُغُهُ لَعْنَتُهُ يَغْلِي مِنْهُ  
وَمَا عُدَّ -

۴۲۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا  
يَحْيَى بْنُ أَبِي بَكْرٍ قَالَ نَا هَمْدُ بْنُ مُعْتَدٍ عَنْ  
سُهَيْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنِ الْعَمَّانِ بْنِ أَبِي عُيَاشٍ  
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ آهْلَ النَّارِ  
عَذَابًا يَتَنَعَلُونَ يَتَعَلِّقُونَ مِنْ قَابِ يَغْلِي وَمَا عُدَّ مِنْ  
عَذَابٍ وَتَعَلِّقُهُ -

۴۲۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا  
عَمَّانُ قَالَ نَا حَمَّادُ بْنُ سَكَمَةَ قَالَ نَا كَابِثُ عَنْ  
أَبِي عَمَّانٍ الْقَهْطَرِيِّ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ آهْلُ  
النَّارِ عَذَابًا أَبَدًا أَبَدًا يَبْلُغُهُ وَهُوَ مُتَنَعِلٌ يَتَعَلِّقُونَ  
بِقَبْرِ بْنِ مِنْهُمَا وَمَا عُدَّ -

۴۲۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ  
وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ حَنْصَلٍ قَالَ  
نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا إِسْحَاقَ يَقُولُ سَمِعْتُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آپ  
کے چچا ابوطالب کا تذکرہ ہوا آپ نے فرمایا تیار  
کے دن میری شفاعت سے اس کو نادمہ پہنچے گا  
اس کو دوزخ کے سب سے بالا کی طبقہ میں لایا جائیگا  
جہاں آگ صحت اس کے ٹخنوں تک پہنچے گی جس  
کی شدت سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جہنم  
میں سب سے کم عذاب جس شخص کو ہوگا اس کو آگ  
کی دو جزئیاں پہنائی جائیں گی جن کی گرمی کی وجہ سے  
اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جہنم  
میں سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا۔ اس کو  
آگ کی دو جزئیاں پہنائی جائیں گی جن سے اس کا دماغ  
کھول رہا ہوگا۔

نہان بن بشیر رضی اللہ عنہ نے دورانِ خطبہ  
فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
سنا کہ قیامت کے دن سب سے کم عذاب



اس شخص کو ہوگا جس کے تلووں کے نیچے اگر  
کے درانگاہے رکھ دیے جائیں گے جن کی وجہ  
سے اس کا دماغ کھول رہا ہوگا۔

الثَّعْمَانُ بْنُ بَشِيرٍ يَخْطُبُ وَيَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ أَهْلَ  
أَهْلِ النَّارِ عَذَابُ آبَاءِ قَوْمِ الْقَيْمَةِ كَرَجْدٍ يُؤْضَعُ  
فِي أَحْمَصٍ قَدْ آمَنَ بِهِمْ كَأَن يَغْلُو مِنْهُمَا وَمَا عَذَابُ  
۲۲۵ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ كَأَبُو  
أَسْمَاءَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِفْرِاسْقَ عَنْ الثَّعْمَانِ  
ابْنِ بَشِيرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
آلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ أَهْلَ النَّارِ عَذَابُ آبَاءِ مَنْ لَمْ  
تَعَارَفْ وَتَشَارَكَ مِنْ قَوْمٍ يَغْلُو مِنْهُمَا وَمَا عَذَابُ  
كَمَا يَغْلُو الْيَمْرُ كُلُّ مَا يَزِي أَن أَحَدًا أَهْلُ مَنَّهُ  
عَذَابُ آبَاءِ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهُمْ عَذَابُ آبَاءِ

حضرت الثمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنہوں  
میں سب سے کم عذاب اس شخص کو ہوگا جس کو اگر  
کے دو جوتیاں نسموں سمیت پہنائی جائیں گی جس کی  
وجہ سے اس کا دماغ اس طرح کھول رہا ہوگا جیسے  
پتیل میں پانی جوش سے کھوٹا ہے۔ وہ کھوٹا  
ہوگا کہ مجھ کو سب سے زیادہ عذاب دیا گیا ہے  
حالانکہ فی الواقع اس کو سب سے کم عذاب ہوگا۔  
اس باب کی احادیث میں ابوطالب کے عذاب میں تخفیف  
کا ذکر ہے، اس پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ ابوطالب

### ابوطالب کے عذاب میں تخفیف کی توجیہ

کفر پر مرمے تھے اور کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوتی۔ قرآن مجید میں ہے :  
لَا يَخْفَفُ عَنْهُمْ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ  
يَنْظُرُونَ۔ (بقرہ ۱۶۲)

ترجیب ابوطالب ایمان نہیں لائے اور ان کا کفر پرمقامت ہوا تو ان کے عذاب میں کیے تخفیف ہوگی؟  
اسی طرح پیر کے دن ابولہب کے عذاب میں تخفیف ہوگی کیونکہ اس نے پیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی ولادت کی خوشخبری سن کر انگلی سے اشارہ کر کے اپنی باندھی ثویبہ کو آواز دیا تھا رہ بخاری ج ۲  
ص ۶۲) لیکن ابولہب بھی ایمان نہیں لایا اور اس کے عذاب میں بھی تخفیف ہوگی اور قرآن کریم میں ہے کہ کفار  
کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن کریم میں جس تخفیف کی نفی ہے وہ مدت  
کے اعتبار سے ہے یعنی کفار کے عذاب مطلق اور دائمی سزا میں تخفیف نہیں ہوگی اور احادیث سے جس  
تخفیف کا ثبوت ہے وہ کیفیت کے اعتبار سے ہے یعنی عذاب ہوگا تو دائمی اور غیر متناہی لیکن اس کی شدت  
کو کم کر دیا جائے گا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں  
ہوگی یہ اللہ تعالیٰ کا عدل ہے اور جن کفار کے عذاب میں اللہ تعالیٰ تخفیف فرمائے گا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ اپنا قانون بیان فرمایا ہے کہ کفار کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن  
یعنی اوقات اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کی عزت افزائی کے لیے اپنے قانون میں استثناء فرما دیتا ہے  
جیسے اللہ تعالیٰ نے قانون بنایا کہ مرتزاعی معاملہ میں دو گواہ ہونے چاہئیں، چنانچہ فرمایا:



و استشهدوا شہیدین من رجالکم

لیکن ایک موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تنہا خزیمہ بن ثابت انصاری کی شہادت کو دو گواہوں کے برابر قرار دے دیا۔ (ابو داؤد ص ۵۰۸) اسی طرح کفار کے بارے میں بھی قانون قریبی ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف نہیں ہوگی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے حق میں شفاعت کر دیں پھر بھی تحقیق نہیں ہو سکتی! ایسا نہیں ہو سکتا یعنی اللہ تعالیٰ اپنے کل اور عمومی قاعدہ میں استثناء کر دے یہ تو ہو سکتا ہے لیکن اپنے محبوب کی بات مثال دے یہ اس کے کم سے منظور نہیں ہے۔

**والدین کریمین کے ایمان پر دلیل** | حدیث نمبر ۲۲۲ سے ۲۲۵ تک میں یہ مذکور ہے کہ سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا، ابوطالب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے اور چچا کی بہ نسبت والدین کا اولاد پر زیادہ احسان ہوتا ہے سواگمہ بالفرق والدین بھی کافر ہوتے تو ان کو ابوطالب سے کم عذاب ہوتا لیکن ان احادیث میں ہے کہ سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ والدین کریمین مومن تھے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بدیع دینی لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کی دلیل ہے۔ کیونکہ لفر کے باوجود ابوطالب کے عذاب میں کمی یا اس کے قریب نہی کی بنا پر ہے۔ اس کی پرورش اور خدمت کی بناء پر اگر حضور کے والدین العیاذ باللہ کافر ہوتے تو ابوطالب کی بہ نسبت عذاب میں کمی کے وہ زیادہ مستحق تھے کیونکہ چچا کی نسبت والدین کا قریب زیادہ ہے اور اگر ابوطالب کے عذاب میں کمی پرورش اور خدمت کی وجہ سے تو پھر کون سی پرورش جزئیت کے برابر ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اولاد والدین کا بڑا ورثہ ہوتی ہے اور کون سی خدمت حمل اور وضع حمل کا مقابلہ کر سکتی ہے کیا کسی پرورش کنندہ یا خدمت گزار کا حق والدین کے حق کے برابر ہو سکتا ہے جن کے حق کو رب العزت نے اپنے حق کے ساتھ شاکر کے فرمایا ہے:

ان اشکری و لو الذریت - (لقمان ۱۳۱)

میرا شکر ادا کرو اور اپنے والدین کا۔

پھر ابوطالب نے جہاں بڑوں خدمت کی چلتے وقت رنج بھی وہ دیا جس کا جواب نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار کلمہ پڑھنے کے لیے فرماتے رہے لیکن اس نے کلمہ نہ پڑھا تھا نہ پڑھا۔ جبم وہ کیا ہے جس کی خدمت نہیں غم جو عجزات دیکھے، محمود کی بیعت اور تمام احوال کو تار بہ تار دیکھتا رہا۔ پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل ار کے باوجود ایمان نہیں لایا۔ اس کے برخلاف والدین کریمین نے نہ نہ مانہ ہوت یا یا نہ ان کی دعوت اسلام دی گئی نہ انہوں نے انکار کیا، ثابت ہوا کہ ہر سناط سے انہیں کا پلہ جاری ہے لہذا اگر العیاذ باللہ والدین کریمین کافر ہوتے اور پرورش کی وجہ سے عذاب کم ہوتا تو سب سے کم عذاب والدین کریمین کو ہوتا۔ حالانکہ یہ بات احادیث صحیحہ کے خلاف ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ سب جہنمیوں میں سب سے کم عذاب ابوطالب کو ہوگا تو ثابت ہوا کہ حضور کے والدین کریمین مومن اور مسلمان تھے۔

۔۔۔ امام احمد رضا فاضل بدیع دینی مؤلف ۱۴۳۱ھ میں شریعت الاسلام ص ۸۰ - ۱۱۱ مشہور فرماتے ہیں







لَيْسُوا إِلَّا بِأُولِيَاءَ قَرَأْتُمْ لَهُمْ آيَاتِ اللَّهِ وَصَالِحِ الْمُؤْمِنِينَ

غیر مسلموں سے ترک محبت اور قطع تعلق پر دلائل  
قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بد مذہب و کفار کو اپنا دوست نہ  
کفر ان کے ساتھ دوستی رکھنے سے سخت منع فرمایا ہے۔ ارشاد ہے:

لَا يَتَّخِذُ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ (ال عمران: ۳۰)  
وَلَا تَوَكَّلْ عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَمَا يَتَّخِذُ الْكَافِرِينَ  
(ہود: ۱۱۳)  
مسلمان مسلمان کے بغیر کفار کو اپنا دوست نہ بنائیں اور جس شخص نے ایسا کیا اس کا اللہ تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں۔  
اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تم کو بھی دوزخ کا عذاب ہوگا۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کفار اور گمراہ فرقوں سے میل جول رکھنا ان سے محبت اور یکجہ گفت کا سلوک کرنا ان سے رشتہ داری اور کھانے پینے کے تعلقات قائم کرنا سب حرام ہیں۔  
وقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ آيَاتِ اللَّهِ يَكْفُرُ بِهَا وَيَسْتَهْزِئُ بِهَا فَلَا تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ إِنَّكُمْ إِذَا  
(انشاء: ۱۰۸)  
اللہ تعالیٰ قرآن میں یہ حکم فرماتا ہے کہ جب تم یہ دیکھو کہ لوگ اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار اور استہزاء کر رہے ہیں تو ان کے پاس اس وقت تک نہ بیٹھو جب تک کہ وہ کسی اور موضوع کو نہ چھیڑ دیں اور اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہارا شمار بھی انہیں لوگوں میں ہوگا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جب کسی بد مذہب اور گمراہ فرقہ کا جلسہ ہو اور اس میں قرآن کریم کی آیات کی معززی تحریف کی جا رہی ہو اور مسلک حق اہل سنت کے دلائل کا مذاق اڑایا جا رہا ہو تو اس جلسہ میں شریک نہ ہو اور ان کی باتیں نہ منور اور اگر مسلمانوں نے ایسا کیا تو ان کا شمار بھی انہی لوگوں میں ہوگا البتہ اگر ان کا جلسہ کسی اور موضوع پر ہو تو ان کے جلسہ یا ان کی مجلس میں شرکت کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

وَإِذَا رَأَيْتَ الَّذِينَ يَخُوضُونَ فِي آيَاتِنَا فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتَّى يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ غَيْرِهِ وَإِمَّا يُنسِيَنَّكَ الشَّيْطَانُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرَى مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ (العام: ۶۵)  
اور جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو ہماری آیات میں تحریف کر رہے ہوں تو ان سے گریز کرو حتیٰ کہ وہ کسی اور موضوع میں بات کرنے لگیں اور اگر کبھی تم شیطان کے بہکانے سے جھول کر ان کی مجلس میں چلے جاؤ تو یاد آئے کہ بعد ان ظالموں کے پاس ہرگز نہ بیٹھو۔

اس آیت سے بھی یہ ثابت ہے کہ گمراہ اور بد مذہب فرقے جب مسلک حق اہل سنت کے دلائل کا مذاق اڑاتے ہیں تو ان کی بات سنیں ان کی مجلس میں بیٹھیں۔  
يُنَاصِحُ الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا أَوْلِيَاءَ كُفَرًا  
اے ایمان والو! اگر تمہارے مال یا پاپا



اخوانکم اولیاء ان استحبوا الکفر علی الایمان  
ومن یتولیهم منکم فاولئک هم الظالمون۔  
(توبہ ۲۲۱)

اس آیت کریمہ کا مفاد یہ ہے کہ اگر کوئی گمراہ فرقہ کفر کی حد تک پہنچ چکا ہے اور کسی مسلمان کے والدین اور رشتہ داروں کا اس سے تعلق ہے تو اس پر لازم ہے کہ وہ ان سے محبت اور دوستی نہ رکھے ورنہ وہ ظالموں میں سے ہوگا۔ غور کیجئے جب ماں باپ کے لیے یہ حکم ہے تو دوسرے بدنہ جب اور گمراہ فرقوں سے محبت اور دوستی رکھنے اور تعلقات قائم کرنے پر کتنی شرم پر سزا ہوگی، حدیث شریف میں ہے:

تیرے نافرمان سے ہم قطع تعلق کرتے ہیں۔  
اور حضرت ابومہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آخر زمانہ میں دین میں دسوکہ دینے والے اور جھوٹے لوگ ظاہر ہوں گے وہ تم سے ایسی ایسی باتیں کریں گے جو تمہارے باپ و اماں نے بھی نہ سنی ہوں گی تم ان سے دور رہنا اور ان کو خود سے دور رکھنا کہیں وہ تم کو گمراہی اور کفر میں نہ ڈال دیں۔ (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰-۱۱)۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى دُخُولِ طَوَائِفٍ مِنَ الْمُسْلِمِينَ  
الْجَنَّةَ بِغَيْرِ حِسَابٍ وَلَا عَذَابٍ

۴۲۸۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَامٍ الْجَلْبُوعِيُّ  
قَالَ نَا الشَّيْبَانِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ  
زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سَلَّمَ قَالَ يَدْخُلُ مِنَ أَهْلِ الْجَنَّةِ سَبْعُونَ  
أَلْفًا بِغَيْرِ حِسَابٍ فَقَالَ لَوْ أَنَّ رُسُلَ اللَّهِ أَدْعَوْا  
اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ قَالَ اللَّهُ اجْعَلْهُ مِنْهُمْ  
فَمَا أَغْنَىٰ عَنْكَ رُسُلُ اللَّهِ أَدْعَاؤُهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ يَجْعَلُ  
مِنْهُمْ مَنَّا سَبَقَكَ بِهَا عِلْمًا شَدِيدًا۔

۴۲۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ  
بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ تَيْمُتُ مُحَمَّدُ بْنُ زَيْدٍ  
قَالَ تَيْمُتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ يَدْخُلُ حَتَّى يَمُوتَ

الْشَّيْبَانِيُّ۔

مسلمانوں کے بعض گروہوں کا بغیر حساب اور  
عذاب کے جنت میں دخول  
حضرت ابومہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے  
ستر ہزار اشخاص جنت میں بغیر حساب، عذاب و عذرا  
ہوں گے۔ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ دعا فرما  
کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں کر دے۔ آپ نے  
فرمایا اے اللہ اس شخص کو ان لوگوں میں سے کر دے  
پھر ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ میرے  
لیے بھی دعا فرمائے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان لوگوں میں سے  
کر دے آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت لے چکا  
امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور گروہ کے ساتھ بھی  
یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔







یہ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان میں سے کرے  
آپ نے فرمایا تم پر عکاشہ سبقت ملے جا چکے ہیں۔

حضرت عمر ان بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری  
امت سے ستر ہزار شخص بلا حساب جنت میں داخل  
ہوں گے، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون  
لوگ ہوں گے؟ آپ نے فرمایا وہ لوگ ہوں گے جو  
بدھم کرائیں گے بدھم شگرفی کریں گے اور بدھم داغ لگائیں  
کر لالچ کرائیں گے اور صرف اپنے رب پر توکل کریں گے۔

حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت  
میں سے ستر ہزار یا ستر لاکھ افراد جنت میں داخل  
ہوں گے (راوی کو یاد نہیں کہ سہیل سے ستر ہزار فرمایا  
یا ستر لاکھ) اور وہ سب ایک دوسرے کا لخت کپڑا  
کراٹھے جنت میں داخل ہوں گے اس وقت تک  
یہ ستر شخص داخل نہیں ہوگا جب تک ان میں سے آخری  
شخص جنت میں داخل نہ ہو جائے، اور ان کے چہرے  
چروہ صوری رات کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔  
حسین بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ میں سید

بن جبر کے پاس بیٹھا تھا انھوں نے پوچھا تم میں  
کسی شخص نے اس ستارہ کو دیکھا ہے جو گدھے  
رات ٹوٹا تھا میں نے کہا کہ میں نے دیکھا تھا پھر میں  
نے دوبارہ کہا کہ میں نماز میں مشغول نہیں تھا لیکن مجھ کو  
پچھونے نے ڈسا ہوا تھا۔ سید نے پوچھا پھر  
تم نے کیا کیا؟ میں نے کہا میں نے دم کلا کے اس  
کا علاج کرایا۔ سید نے پوچھا کہ دم کرا نے پر تم کو  
کس چیز نے ابھارا؟ میں نے کہا شخص کی ایک حدیث  
کی وجہ سے جو اس نے ہم کو سنائی تھی۔ سید بن جبر  
نے پوچھا انھوں نے تم کو کون سی حدیث سنائی تھی؟ میں

۴۳۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ حَرْبٍ كُنَّا حَتَّى أَتَى  
ابْنُ عَبَّاسٍ الْوَارِثُ قَالَا نَا حَاجِبِي بَنُو سَعْدٍ أَتَوْا  
لِحُشْيَمَةَ الْقَحْطَنِيِّ قَالَا يَا الْحَكَمُ بْنُ الْأَعْرَجِ عَنْ  
عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالِهِ وَسَلَّمَ قَالَا لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ  
أَلْفًا بَعِيرًا قَالَا مَنْ هُمُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَنْتَوُونَ  
وَلَا يَتَطَيَّرُونَ وَلَا يَكْتُمُونَ وَعَلَى سُرُورِهِمْ يَخُوفُونَ

۴۳۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حَاجِبَةَ الْعَرِينِ  
يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَارِثٍ عَنْ أَبِي حَارِثٍ عَنْ سَهْلِ ابْنِ  
سَعْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ لَيْدَةُ خَلَّتْ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي سَبْعُونَ أَلْفًا  
أَوْ سِتُّونَ مِائَةً أَلْفٍ لَا يَلْزَمُ فِي أَتَوْ حَارِثِي أَيْ هُمَا  
قَالَ مَعْنَاهُ يَكُونُ أَحَدٌ بَعْضُهُمْ بَعْضًا لَا يَدْخُلُ  
أَوْ لَمْ يَدْخُلْ حَتَّى يَدْخُلَ الْآخَرُ هُمُ وَجُوهُهُمْ عَلَى  
صُورَةِ الْبَعِيرِ لَيْدَةُ الْبَكْدَمِي

۴۳۵۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ  
نَا هُشَيْمٌ نَا حُصَيْنٌ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ  
كُنْتُ عِنْدَ سَعِيدِ بْنِ جَبْرِ قَسَّاسٍ  
أَيْ كُفٍّ مَرَّ أَيْ الْكُفُّ مَرَّ الْقِدْرِ أَيْ الْفَقْرُ  
الْبَارِحَةُ قُلْتُ أَنَا لَمْ قُلْتُ أَمَّا ابْنُ كُفٍّ  
أَكُنْ فِي صَلَواتٍ وَنِيَكِي لَيْدَةُ قَالَتْ  
فَمَا أَصْنَعْتُ قُلْتُ اسْكُرْ قَالَتْ قَالَتْ  
فَمَا حَمَلْتُ عَلَى ذَلِكِ قُلْتُ حَدِيثُ  
حَدَّثَنَا الشَّافِعِيُّ قَالَ وَمَا حَدَّثَكُمْ  
الشَّافِعِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَنْ بُرَيْدٍ عَنْ  
ابْنِ حُصَيْنٍ الْأَسَدِيِّ أَنَّ قَالَا لَوْ قِيلَ



الَّذِينَ عَيَّنُوا وَحَمَدٌ فَقَالَ هَذَا  
 أَحْسَنُ مِمَّنْ انْتَهَى إِلَى مَا سَمِعَ وَلَكِنْ  
 حَدَّثَنَا ابْنُ عَبَّاسٍ عَنْ النَّبِيِّ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
 عُرِضَتْ عَلَيَّ الْأُمَمُ فَتَرَأَيْتُ  
 النَّبِيَّ وَمَعَهُ الرَّهِيظُ وَالنَّبِيُّ  
 وَمَعَهُ الرَّجُلُ وَالرَّجُلَانِ وَالنَّبِيُّ  
 لَيْسَ مَعَهُ أَحَدٌ رَأَوْفٌ لِي سَوَادٌ  
 عَظِيمٌ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ أُمِّي فَبَيْدَ  
 لِي هَذَا مَوْسَى وَقَوْمُهُ وَلَكِنْ انْظُرْ  
 إِلَى الْأَقْنِ فَتَنْظُرُ حَيَاةً اسْتَوَاكَ  
 عَظِيمٌ فَقَالَ لِي انْظُرْ إِلَى الْأَقْنِ الْأَخْرِ  
 فَتَنْظُرُ فَإِذَا اسْوَادَ عَظِيمٌ فَبَيْدَ لِي  
 هَذِهِ أُمَّتُكَ وَمَعَهُمْ سَبْعُونَ أَلْفًا  
 يَدُ خُلُوفِ الْجَنَّةِ يَدَايِرُ حِسَابٍ وَلَا  
 عَذَابُ ابْنِ نُحْرٍ كَهَضٍّ وَكَرَحَلٍ مَرْنَزَةٍ  
 فَخَاصَ النَّاسُ فِي أُمَّةٍ لَكَ الَّذِينَ  
 يَدُ خُلُوفِ الْجَنَّةِ يَدَايِرُ حِسَابٍ وَلَا  
 عَذَابُ ابْنِ نُحْرٍ كَهَضٍّ فَكَلِمَتُهُمُ الَّذِينَ  
 صَحَبُوا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
 وَسَلَّمَ وَقَالَ يَعْصِيهِمْ فَكَلِمَتُهُمُ الَّذِينَ  
 وَلِدُوا فِي الْإِسْلَامِ فَلَمْ يُشْرِكُوا بِاللَّهِ  
 وَذَكَرُوا أَشْيَاءَ وَخَرَجَ عَلَيْهِمْ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
 فَقَالَ مَا الَّذِي تَحْضَرُونَ فِيهِ خَيْرٌ مِنْ  
 فَقَالَ هُمُ الَّذِينَ لَا يَرْحُونَ وَلَا يَسْتَرْحُونَ  
 وَلَا يَنْطَلِقُونَ وَاعْلَى مَا تَرَاهُمْ يَتَوَكَّلُونَ  
 فَقَامَ عَلِيٌّ شَهِيدًا ابْنُ مَعْصَرٍ فَقَالَ أَدْعُ  
 اللَّهَ أَنْ يَجْعَلَ لِي مِنْهُمْ فَقَالَ آمَنَ

نے کہا انھوں نے حضرت بریدہ بن حبیب سلمی سے  
 روایت کیا کہ دم کرنا نظر لگنے اور پھوٹنے و ٹپک  
 کے علاوہ کسی چیز میں زیادہ مفید نہیں ہے۔ سید  
 بن جبیر نے کہا جس شخص نے جو حدیث سنی اور اس  
 پر عمل کیا اس سے ٹھیک کیا لیکن ہم نے حضرت عبد اللہ  
 بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث سنی ہے کہ رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر تمام امتیں پہنچیں  
 گی گھنٹیں میں نے دیکھا کہ بعض نبیوں کے ساتھ دس  
 سے بھی کم امتیوں کی جماعت تھی اور کسی نبی کے ساتھ  
 ایک یا دو انتی تھے، اور کسی نبی کے ساتھ کوئی امتی  
 نہ تھا، پھر میں نے ایک عظیم جماعت دیکھی امیر المومنین  
 کہ شاید یہ میری امت ہے پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ حدیث  
 موسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت میں، البتہ آسمان کے  
 کنارے کی طرف دیکھو کہ اس طرف دیکھا تو ایک عظیم جماعت تھی پھر  
 مجھ سے کہا کہ آسمان کے دوسرے کنارے کی طرف دیکھو تو وہ  
 بھی ایک عظیم جماعت تھی پھر مجھے بتایا گیا کہ یہ تمہاری امت ہے اور ان  
 کے ساتھ ستر ہزار شخص اس لیے ہیں جو بلا حساب و خدایہ جنت میں داخل  
 ہوں گے پھر آپ اللہ کریم تشریف لے گئے بعض مہذب نے کہا کہ شاید  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہوں گے اور بعض لوگ نے کہا شاید وہ لوگ  
 ہوں جو زمانہ اسلام میں پیدا ہوئے اور انھوں نے  
 کسی قسم کا کوئی شرک نہیں کیا۔ اسی طرح صحابہ کرام مختلف  
 قسم کی قیاس آرائیاں کرتے رہے، حتیٰ کہ رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور فرمایا تم کس بات  
 میں غور کر رہے ہو؟ صحابہ کرام نے بتلایا، آپ نے  
 فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو نہ دم کر کے اور نہ کسی سے دم کر لیں  
 اور نہ بدشگونی کریں گے، اور میرے اپنے رب پر توکل  
 کریں گے، پھر حضرت عکاشہ بن محض کھڑے ہوئے  
 اور کہنے لگے آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ  
 مجھے بھی ان لوگوں میں سے کر دے، رسول اللہ صلی



مِنْهُمْ ثُمَّ قَامَ رَجُلٌ آخَرٌ فَقَالَ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ اذْعُرْ اللَّهُ أَنْ يَجْعَلَ لِي  
مِنْهُمْ فَقَالَ سَبِّحْ بِهَا عَمَّا شِئْتَ .

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم انہی لوگوں میں سے ہوا پھر  
ایک اور شخص کھڑا ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ اللہ  
تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان لوگوں میں  
سے کر دے، آپ نے فرمایا عکاشہ تم پر سبقت  
لے چکا ہے۔

۴۳۶- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كَانَ  
كَامُ مُحَمَّدُ بْنُ قُسَيْبٍ عَنْ حَصْبَيْنِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ  
جُبَيْرٍ قَالَ نَا ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَرَضَتْ عَلَيَّ الْأَمَةُ  
ثُمَّ ذَكَرَ بَاقِيَ الْحَدِيثِ ثُمَّ حَدَّثَ نَيْفَ هُشَيْمٍ وَ  
لَهُ يَذْكُرُ أَوَّلَ حَدِيثِهِ .

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھ پر تین پیشین  
کی گئیں۔ اس کے بعد احادیث حسب سابق ہیں۔

حدیث نمبر ۴۲۸ میں ہے، حضرت عکاشہ بن محض رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میرے لیے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ  
مجھے بیز حساب و کتاب کے جنت میں داخل کر دے۔  
علامہ نووی لکھتے ہیں:

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ ستر ہزار اشخاص میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار افراد ہوں گے۔ اس حدیث  
سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دنیا میں شفاعت طلب کرنا جائز اور مجاہد کی سنت ہے۔  
آپ نے جس شخص کی شفاعت قبول نہیں فرمائی وہ اس مرتبہ کا اہل نہ تھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نور نبوت سے جانتے  
تھے کہ تقدیر الہی میں یہ شخص ان ستر ہزار میں نہیں ہے یا اس وجہ سے کہ اگر اس کی شفاعت کر دیتے تو ممکن تھا  
کہ انہیں دیکھ کر ایک ایک کر کے سب شفاعت طلب کرنے لگتے اور یہ مشیت الہی اور منشاء و رسالت کے  
غلاف تھا۔

دم کرانا اور داغ لگوا کر علاج کرانا ترکل کے منافی نہیں ہے۔ | حدیث نمبر ۴۳۲ میں ہے جو لوگ  
داغ لگوا کر علاج نہ کریں، دم نہ  
کرائیں اور صرف اللہ تعالیٰ پر توکل کریں وہ جنت میں بلا حساب و کتاب داخل ہوں گے۔

بعض لوگ اس حدیث کے پیش نظر علاج کرنے کو ترکل کے غلاف سمجھتے ہیں، اس سلسلہ میں گزارش  
ہے کہ ترکل کی تشریح یہ ہے کسی شے کے اسباب حاصل کرنے کے بعد اس شے کے حصول کو اللہ تعالیٰ  
پر چھوڑ دے اور اسباب پر بھروسہ نہ کرے نہ یہ کہ سرے سے اسباب کو ترک کر دے جس طرح بھوک پیاس



دور کرنے کے لیے کھانا پینا، روزی کھانا اور مشکلات ہیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا توکل کے خلاف نہیں ہے ایسی طرح بیماری دور کرنے کے لیے علاج کرنا بھی توکل کے خلاف نہیں ہے، اگر توکل کا مطلب یہی ہوتا جو ان لوگوں نے سمجھا ہے تو حضرت عکاشہ توکل کر کے بیٹھ بائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی دعا کی درخواست نہ کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بیماریوں کے لیے دوائیں تجویز فرمائی ہیں، اپنا اور صحابہ کرام کا علاج فرمایا ہے۔ بخاری شریف میں سہل بن سعد سے روایت ہے کہ جنگ اُمد میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو حضرت فاطمہ نے زخم کو دھویا اور حبيب عمن نہڑکا تراخوں نے چٹائی بلا کر اس میں رکھ دیا۔ سنن ابوداؤد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیماریاں اور دوائیں دونوں اللہ تعالیٰ نے نازل کی ہیں ۱۱۔ اسے اللہ کے بندو دوا استعمال کیا کہ وہ اور حرام سے بچو ۱۲۔ ترمذی شریف میں حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن زرارہ کا داغ لگا کر علاج کیا۔ ۱۳۔ بخاری شریف میں ہے کہ بعض صحابہ کرام نے ایک سانپ کے ڈسے ہوئے شخص کا دم کر کے علاج کیا اور غولن میں چند کبریاں لیں حضور کی خدمت میں آکر یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا تم نے صحیح کام کیا۔ ۱۴۔ ان احادیث سے معلوم ہوا کہ مطلقاً علاج کرنا اور بالخصوص دم کر کے علاج کرنا یا داغ لگا کر علاج کرنا، دونوں صورتیں حضور سے ثابت ہیں اور توکل کے خلاف نہیں ہیں، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سید التوکلین ہیں اور آپ سے یہ دونوں امر ثابت ہیں۔

رہا یہ کہ پھر اس حدیث میں جو داغ لگا کر دم کرانے کو توکل کے خلاف قرار دیا ہے اس کا کیا مطلب ہے اس کے جواب میں علامہ قتیب نے فرمایا اس حدیث میں وہ لوگ مراد ہیں جو حالت صحت میں مرض لاحق ہونے کے خوف سے داغ لگواتے کیونکہ ان کا یہ عمل توکل اور ایمان بالشفیع دونوں کے خلاف ہے اور علامہ خطابی فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے وہ شخص مراد ہے جو داغ لگوانے یا دم کرانے کو صحت کے لیے قرض اور حتی سبب سمجھتا ہو اور یہ سمجھتا ہو کہ اگر یہ علاج نہ کر لیا تو مر جائے گا، کیونکہ اس صورت میں صرف اس علاج پر اعتماد ہوگا اور اللہ تعالیٰ سے شفا کی امید نہ ہوگی۔

اور جب کوئی شخص بیمار ہو اور دوا کو محض سبب کے طور پر استعمال کرے تو علامہ نووی فرماتے ہیں اس صورت میں دوا کرنا، دم کرنا، تقویۃ لشکاکا سبب امور جائز ہیں۔  
علامہ نووی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دم فرمایا ہے اور دم کرانے کا حکم بھی دیا ہے

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ دار محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۱۸۵، مطبوعہ مطبعہ مجتہد پاکستان لاہور، ۱۳۹۵ھ

۳۔ امام ابویوسف یحییٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۹۹، مطبوعہ دار محمد کارخانہ ستارت کتب کراچی

۴۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۰۳، مطبوعہ دار محمد صحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ



قرآن کریم کی آیات اور اللہ تعالیٰ کے اسماء سے جو دم کیا جائے وہ مبارک ہے جن احادیث میں دم کرانے یا کر لے کر ممکن قرار دیا ہے وہ اس قسم کے دم ہیں جن کے الفاظ شرک سے متشابہ ہوں یا زمانہ جاہلیت کے دم کی طرح ہوں یا اس شخص کے جن میں دم کر دیا ہے جو دم کرانے کو علاج کے لیے قطعی سبب سمجھا ہو، اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ باقی بیماریوں کا بہ نسبت نظر لگنے اور دھمک لگ جانے کی صورت میں دم کرنا زیادہ مفید ہے۔

بَابُ بَيَانِ كَوْنِ هَذِهِ الْأُمَّةِ نَصَفَ  
أَهْلِ الْجَنَّةِ

۴۳۷۔ حَدَّثَنَا هَنَّادُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا الْوَلَدِ عَنْ  
عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ رَبِّهِ عَنْ  
عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالِهِ وَسَلَّمَ أَمَّا قَرَضُونَ أَنْ تَكُونُوا رُبْعَ أَهْلِ  
الْجَنَّةِ قَالَ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ أَمَّا قَرَضُونَ أَنْ  
تَكُونُوا ثُلُثًا أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ فَكَبَّرْنَا ثُمَّ قَالَ  
إِنِّي لَا أَسْأَلُكُمْ أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ وَ  
سَأَلْتُكُمْ عَنْ ذَلِكَ مَا الْمُسْلِمُونَ فِي الْكُفَّارِ  
إِلَّا كَشْفَرَةٌ بَيْضَاءُ فِي ثَوْبٍ أَسْوَدَ أَوْ كَشْفَرَةٌ  
سَوْدَاءُ فِي ثَوْبٍ أَبْيَضٍ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کیا تم  
اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد  
تمام جنتیوں کی چوتھائی ہو۔ حضرت ابن مسعود فرماتے  
ہیں ہم نے خوشی سے نصرۃ بکبیر بلند کیا پھر آپ نے فرمایا  
کہ اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد  
تمام جنتیوں کی تہائی ہو۔ حضرت ابن مسعود فرماتے ہیں  
ہم نے خوشی سے نصرۃ بکبیر بلند کیا پھر آپ نے فرمایا  
مجھے امید ہے کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں  
سے آدھی ہوگی اور میرا تم کو بتانا ہوں کہ مسلمان اور  
کافر میں ایسی نسبت ہے جیسے سیاہ بیل میں ایک  
سفید بیل ہو یا سفید بیل میں ایک سیاہ بیل ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ ہم چالیس کے قریب صحابہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے ساتھ ایک ٹھکانے میں بیٹھے ہوئے تھے۔  
آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ جنت  
میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی ایک چوتھائی ہو۔ ہم نے  
کہا ضرور آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں  
ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی تہائی ہو۔ ہم  
نے کہا ضرور آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں  
ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی ایک چوتھائی ہو۔ ہم نے  
کہا ضرور آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں  
ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی تہائی ہو۔ ہم  
نے کہا ضرور آپ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں  
ہو کہ جنت میں تمہاری تعداد تمام جنتیوں کی ایک چوتھائی ہو۔

۴۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَحُمَيْدُ بْنُ  
بَشَّارٍ وَاللَّفْظُ لِابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ سَأَلْنَا مُحَمَّدَ بْنَ  
جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْنَا شُعْبَةَ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ  
بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ لَنَا مَعَ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةٍ نَحْوُ  
مِائَتَيْنِ أَوْ مِائَتَيْنِ رَجُلًا فَقَالَ أَكْرَضُونَ أَنْ  
تَكُونُوا رُبْعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ قَالَ قُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ  
أَكْرَضُونَ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثًا أَهْلِ الْجَنَّةِ  
فَقُلْنَا نَعَمْ فَقَالَ وَاللَّهِ فِي نَفْسِ مُحَمَّدٍ بَيِّنَةٌ  
إِنِّي لَا أَسْأَلُكُمْ أَنْ تَكُونُوا نَصَفَ أَهْلِ الْجَنَّةِ -



وَالَّذِينَ آمَنُوا بِالْحَيَّةِ لَا يَدَّخُلُوهَا إِلَّا أَنْفُسُ مُسْلِمَةٍ  
وَمَا أَنْتُمْ فِي أَهْلِ الْقَوْلِ إِلَّا كَالشَّعْرِ الْبَيْضِ  
فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ وَكَالْقَعْرِ الشَّوَدِ  
فِي جِلْدِ الثَّوْرِ الْأَحْمَرِ

۴۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كُثَيْبٍ  
قَالَ نَأَى أَبِي أَبِي قَالَ نَأَى مَالِكٌ وَهُوَ ابْنُ مَعْمَرٍ عَنْ  
أَبِي السُّخْنِ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ  
خَطَبَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
فَأَسْتَدَّ ظَهْرَهُ إِلَى قَبَةِ آدَمَ فَقَالَ أَلَا يَدَّخُلُ  
الْجَنَّةُ إِلَّا أَنْفُسُ مُسْلِمَةٍ اللَّهُمَّ هَذَا بَلَدُكَ  
اللَّهُمَّ أَهْلُ الْجَنَّةِ أَنْتُمْ وَأَنْتُمْ لَكُمْ أَهْلُ الْجَنَّةِ  
فَقُلْنَا نَعَمْ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ أَنْتُمْ لَكُمْ أَنْ  
تَكُونُوا فُلُكُ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَأَلَوْ الْعَمْرُ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ قَالَ إِنْ لَا مَرَجُوا أَنْ تَكُونُوا أَهْلُ  
الْجَنَّةِ مَا أَنْتُمْ فِي سِوَاكُمْ مِنَ الْأَمْمَةِ إِلَّا كَالْقَعْرِ  
الشَّوَدِ فِي الثَّوْرِ الْأَبْيَضِ أَوْ كَالشَّعْرِ  
الْبَيْضِ فِي الثَّوْرِ الْأَسْوَدِ

۴۴۰۔ حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ الْقَبَسِيُّ  
قَالَ تَابِعُوا لِي عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ  
أَبِي سَعِيدٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
يَا آدَمُ كَيْفَ قَوْلُ بَنِيكَ وَبَعْدَ ذَلِكَ  
الْخَيْرُ فِي يَدَيْكَ فَقَالَ يَقُولُ أَخْبِرْ  
بَعَثَ الْمَنَاسِكَ قَالَ وَمَا بَعَثَ الْمَنَاسِكَ قَالَ  
مِنْ كُلِّ أَلْفٍ تَسْعَ مِائَةٍ وَتِسْعَةٌ وَتِسْعِينَ  
قَالَ فَذَلِكَ حِينَ يَشِيبُ الضَّعِيفُ وَتَضَعُ كُلُّ  
أُمَةٍ حِمْلَ حِمْلَتِهَا وَتَرَى الْمَنَاسِكَ سَكَدِي  
وَمَا هُمْ بِسَكَدِي وَلَكِنْ عَذَابُ اللَّهِ شَدِيدٌ  
قَالَ فَتَأْتِيهِمْ ذَلِكُمْ عَلَيْهِمْ فَتَأْتِيهِمْ

اس کی وجہ یہ ہے کہ جنت میں صرف مسلمان داخل ہونگے  
اور مشرکوں کے مقابلے میں تمہاری تعداد ایسی ہے  
جیسے سیاہ بیل کی کھال میں ایک سفید بال ہو یا سرخ بیل کی  
کھال میں ایک سیاہ بال ہو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ ایک چمڑے کے نیمہ میں رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم ایک رنگاٹے خطبہ دے رہے تھے آپ  
نے فرمایا یاد رکھو جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے،  
اسے اللہ ترگاہ ہو جائے گی میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا  
ہے۔ کیا تم پسند کرتے ہو کہ تم جنتیوں کے چرچائی ہو  
جہنم نے کہا ضرور یا رسول اللہ آپ نے فرمایا کیا تم پسند  
کرتے ہو کہ تم جہنمیوں کے تھانی ہو جہنم نے عرض کیا  
”ضرور یا رسول اللہ“ آپ نے فرمایا مجھے توقع ہے کہ  
تم تمام جنتیوں کے آدھے ہو گئے اور کھیل استوں  
کے مقابلہ میں تمہاری تعداد ایسی ہے جیسے سفید بیل  
میں سیاہ بال یا سیاہ بیل میں سفید بال۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ  
نے حضرت آدم سے فرماتے گا اسے آدم اور عرض کریں گے،  
”بلیک میں تیرے حکم کی بجا آوری کے لیے حاضر ہوں“  
اور کل خیر تیرے اسی قبضہ میں ہے۔ حضور نے فرمایا  
اللہ تعالیٰ نے فرماتے گا ”جہنمیوں کی جماعت نکالو“ جہنم  
آدم پر چھیں گے۔ جہنمیوں کی تعداد کتنی ہے ہر شاہ و گاہ ہر بازار  
میں سے اور سونا ترے جہنمی ہیں۔ آپ نے فرمایا یہی  
دو وقت ہر گاہ جب بچے خون عدا سے لڑتے ہیں  
ہمیں گئے اور ہر حاملہ عورت کا حمل ساقط ہو جائے گا  
اور تمام لوگ تمہیں مدد پر مشرک معلوم ہوں گے۔ حالانکہ وہ  
حقیقت میں مدد پر مشرک نہیں ہوں گے لیکن اللہ تعالیٰ کا عذاب



رَسُولُ اللَّهِ وَآيَاتُكَ الرَّجُلُ فَقَالَ أَلَيْسَ دَا  
فِيَانٌ مِنْ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ أَلَيْسَ وَبِذِكْرِ  
رَجُلٍ قَلِيلٍ تَحْتَهُ قَالَ وَآيَاتِي تَفِيضِي بَيْنَهُ إِي  
لَا ظَمَمُ أَنْ تَكُونُوا رُبْعَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَحَمَدًا  
اللَّهُ وَكَبْرًا تَحْتَهُ قَالَ وَآيَاتِي تَفِيضِي بَيْنَهُ إِي  
لَا ظَمَمُ أَنْ تَكُونُوا ثُلُثَ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَحَمَدًا  
اللَّهُ وَكَبْرًا تَحْتَهُ قَالَ وَآيَاتِي تَفِيضِي بَيْنَهُ إِي  
لَا ظَمَمُ أَنْ تَكُونُوا شَطْرَ أَهْلِ الْجَنَّةِ إِنَّ مَثَلَكُمْ  
فِي الْأَمْوَالِ كَمَثَلِ الشَّعْرِ وَالْبَيْضَاءِ فِي جِلْدِ الثَّوْبِ  
الْأَسْوَدِ أَوْ كَالرُّقْمَةِ فِي ذِرَاعِ الْحَبَابِ

بہت محنت ہے۔ حضرت ابوسعید نے کہا صحابہ یہ حدیث  
سن کر بہت پریشان ہوئے اور عرض کرنے لگے حضور  
پھر دیکھئے کہ ہم جس سے کوئی شئی ہے آپ نے فرمایا تم خوش ہو جاؤ ہزار  
یا جمعہ جامع کے مقابلہ میں تم سے ایک ہو گا۔ آپ نے فرمایا  
اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان  
ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کا چوتھا ہو۔  
پھر ہم نے فرمایا بلکہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر  
آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری  
جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کا تہائی ہو  
ہم نے پھر فرمایا بلکہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء  
کی آپ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری  
جان ہے میری خواہش ہے کہ تم تمام جنتیوں کے نصف  
ہو اور پچھلی امتوں کے مقابلہ میں تمہاری مثال ایسی ہے  
جیسے سیاہیل میں سفید بال ہو یا گدھے کے پیروں میں ایک نشان ہو۔

۸۴۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَكَثِيرٌ  
وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ سَأَلْتُ أَلِيًّا مَعَاوِيَةَ بَلَا هُنَا  
عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْوَسْطَاءِ عَنِ النَّبِيِّ قَالَ مَا  
أَنْتُمْ يَوْمَئِذٍ فِي النَّاسِ إِلَّا كَالشَّعْرِ الْبَيْضَاءِ  
فِي الثَّوْبِ الْأَسْوَدِ أَوْ كَالشَّعْرِ الْبَيْضَاءِ فِي  
الثَّوْبِ الْأَسْوَدِ وَكَذَلِكَ كُنْتُمْ أَوْ كَالرُّقْمَةِ فِي  
ذِرَاعِ الْحَبَابِ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ یہ  
روایت اس طرح منقول ہے کہ قیامت کے دن رگوں  
کے مقابلہ میں تمہاری مثال ایسی ہوگی جیسے سیاہیل  
میں سفید بال یا سفیدیل میں سیاہ بال اور اس  
روایت میں گدھے کے پیروں میں نشان کا ذکر نہیں ہے

علامہ بخاری بن شرف ترمذی لکھتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے فرمایا تم اہل جنت کا بل ہو گے پھر فرمایا تم ثلاث اہل جنت ہو گے، پھر فرمایا  
تم شطر اہل جنت ہو گے اور ہر بشارت پر صحابہ کرام نے خوشی سے فرموا بلکہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی بار  
ہی یہ نہیں فرمایا کہ تم نصف اہل جنت ہو گے، کیونکہ جو بشارت بہ تدریج حاصل ہو وہ دروں میں زیادہ جاگزیں ہوتی ہے  
اور یہ سب اس کو خوش کرنے کا زیادہ قوی سبب ہے اور حبیب انسان کو بار بار انعام ملے تو وہ زیادہ خوش ہوتا ہے  
اور شکر و بشارت سے اس کے دل میں منعم کی زیادہ عظمت پیدا ہوتی ہے اور صحابہ کرام نے بار بار عرش سے فرموا  
بلکہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اس کا شکر ادا کیا،  
اس حدیث میں یہ ہے کہ تم شطر اہل جنت ہو گے، دوسری حدیث میں یہ ہے کہ تم نصف اہل جنت ہو گے ایک



اور حدیث میں ہے کہ الہ جنّت کی ایک سرہیں صفیں ہوں گی اور ان امت کی ان میں سے انھی صفیں ہوں گی، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ یہ امت اہل جنّت کی دو تہائی ہوگی، یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتدبیر کج خبر دی ہو اور آپ نے اسی طرح بتدبیر کج بشارت دی، اور اس کے بہت مظاہر ہیں جیسے پہلے آپ نے فرمایا جماعت کی نماز مستفرد کی نماز پر پچیس درجہ فضیلت رکھتی ہے، پھر فرمایا ستائیس درجہ فضیلت رکھتی ہے، لے آج بروز منگل ۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ ۲۰ جولائی ۱۹۹۳ء کو شرح صحیح مسلم جلد اول کی کتاب الايمان کی شرح مکمل ہوئی، اللہ العالیین مجھے اس کے بعد کتاب الطہارت کو بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد وعلی  
المرسلین خاتمة النبیین قاتل الغر المحجلین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ  
الکاملین الراشدین وانا واجہ الطاہرات اہلہات المؤمنین وعلی سائر اولیاء امتہ  
وعلماء ملتہ اجمعین۔



WWW.MAFSEISLAM.COM



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## کتاب الطہارۃ

امام مسلم نے اپنی صحیح میں پہلے ایمان سے متعلق احادیث کو روایت کیا، کیونکہ تمام اعمال کے مقبول ہونے کی شرط ایمان ہے، ایمان کے بعد سب سے اہم، اقدم اور افضل عمل نماز ہے اور نماز کی شرط طہارت ہے، اس لیے امام مسلم نے ایمان کے بعد طہارت سے متعلق احادیث کو روایت کیا ہے۔ ہم پہلے طہارت کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں گے، پھر طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات اور احادیث کا ذکر کریں گے، پھر طہارت کے مراتب اور درجات کا بیان کریں گے۔ فنقول وبیانہ التوفیق وبہ الاستعانة بلیق۔

## طہارت کے لغوی معنی کا بیان

طہر اور طہارت کا معنی ہے نجاست کی مندر پاک ہونا، عورت کے طہر کے ایام کو اظہار کہتے ہیں اور طہر حیض کی نقیض ہے، ظاہر کا حقیقی معنی ہے جو شخص نجاست سے آلودہ نہ ہو، اور ظاہر کا مجازی استعمال اس شخص کے لیے ہوتا ہے جو عیب سے بری ہو۔

## طہارت کے متعلق قرآن مجید کی آیات

طہارت کی دو قسمیں ہیں، طہارت جسمانیہ اور طہارت نفسانیہ۔ طہارت کے ان دونوں معنوں میں قرآن مجید کی آیات ہیں: اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو اچھی طرح پاکیزگی (غسل) حاصل کرو۔

وان كنتم جنباً فاطهروا۔

(مائیدہ: ۶)

یہ آیت جسمانی طہارت کے متعلق ہے، یعنی پانی یا اس کے قائم مقام چیز کو استعمال کرو۔

ولا تقربوہن حتی یطہرن فاذا طہرن فاتوہن من حیث امرکم اللہ۔ (بقرہ: ۲۲۲)

حیض کروہ پاک ہو جائیں اور جب وہ اچھی طرح پاک ہو جائیں (غسل کر لیں) تو اس محل میں ان سے عمل نہ وجبت کرو، جس محل میں عمل کرنے کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

ان دونوں لفظوں سے مراد یہ ہے کہ جب تک عورت میں حیض ہے پاک ہو کر غسل یا تیمم نہ کر لیں ان سے حقارت نہ کرو۔



فیه رجال یحبون ان ینظفروا و اللہ  
یحب المطہرین۔

اس (مسجد) میں ایسے لوگ ہیں جو عرب پاک کرنے  
کو پسند کرتے ہیں اور اللہ عرب پاک کرنے والوں کو  
پسند فرماتا ہے۔

(توبہ: ۱۰۸)

اس آیت میں طہارت کا معنی ہے پانی سے استنجا کرنا، یہ آیت انصار کے متعلق نازل ہوئی ہے، وہ جب وضو  
قرڑتے تو پھر سے استنجا کرنے کے بعد پانی سے استنجا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی فضیلت میں یہ آیت  
نازل فرمائی۔

و لہم فیہا ازواج مطہرات۔ (بقرہ: ۲۵۱)  
یعنی جنتی مسلمانوں کی ازواج حسیں اور بچوں و بزرگ سے پاک ہوں گی۔ ابراہیم نے کہا اس کا معنی یہ ہے کہ جنتی  
عورتیں کھانے پینے کے بعد ان چیزوں کی محتاج نہیں ہوں گی، جن کی محتاج دنیا کی عورتیں ہوتی ہیں، ان کو حسیں آئیگا  
اور نہ ان کو اس سے طہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اس کے علاوہ ان کو اخلاق اور عفت کی طہارت حاصل  
ہوگی اور وہ تمام انواع طہارت کی جامع ہوں گی، ہر طہرۃ مبالغہ کا صیغہ ہے۔

ان طہمنا بیحی للطائفین و العکذین۔  
اور میرے گھر کو طائفان کرنے والوں اور عکاذ  
کرنے والوں کے لیے پاک رکھوں۔

(بقرہ: ۱۲۵)

ابراہیم نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے کہ میرے بیت کو جنوں سے پاک کرو، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس  
سے دل کی تطہیر پر براکتیجئے کرنا مراد ہے، تاکہ دلی میں سکینہ کا نزول ہو جس کا ذکر قرآن مجید کی اس آیت میں ہے:  
و الذی انزل السکینۃ فی قلوب المؤمنین  
الطینان کو نازل کیا۔

(فتح: ۲۱)

ازہری نے کہا اس آیت کا معنی یہ ہے میرے بیت کو افعال محرمہ سے اور معاصی سے پاک کرو، اسی طرح  
قرآن مجید میں ہے:

رسول من اللہ ینزلوا صحنا مطہرا۔  
اللہ کے پاس ایک عظیم زبول ان پر پاکیزہ صحنوں  
کی تلاوت کرے۔

(بینہ: ۲۱)

یعنی وہ صحیفے میل کچیل اور باطل سے پاک ہیں۔  
ان اللہ یحب المتطہرین۔

بے شک اللہ بہت توبہ کرنے والوں کو پسند  
کرتا ہے اور بہت پاکیزگی اختیار کرنے والوں کو پسند  
کرتا ہے۔

(بقرہ: ۲۲۲)

اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو اپنے نفس کو معاصی کی آلودگی سے پاک رکھتے ہیں۔

انہ لقراٰن کریمہ فی کتاب مکنون ۷۰  
یسب الا المطہرون۔  
یہ شک یہ بڑی عزت والا قرآن ہے، جو  
ایک محفوظ کتاب میں ہے، اس کو صرف پاکیزہ لوگ چھوتے  
ہیں۔

(واقعة: ۵۹-۵۷)



اس آیت میں بھی طہارت سے نفس کی طہارت مراد ہے، یعنی قرآن مجید کے حقائق کی معرفت اسی شخص کو حاصل ہو سکتی ہے جو اپنے نفس کو فساد، جہالت اور احکام شرعیہ کی مخالفت کے میل سے پاک رکھے۔ مصنف کے نزدیک ظاہر یہ ہے کہ اس آیت سے بدن کی طہارت مراد ہے، یعنی جب تک کوئی شخص باوجود ہر وہ قرآن مجید کو نہیں چھو سکتا۔

اولئك الذين لو يرد الله ان يطلعهم قلوبهم  
 یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پاک  
 کر لئے کا ارادہ نہیں فرمایا۔  
 یعنی اللہ تعالیٰ نے ان کے نفوس کو پاکیزہ کر کے اور ان کے دلوں میں ہدایت جاری کرنے کا ارادہ نہیں  
 فرمایا۔  
 وما كان جواب قومهم الا ان قالوا اخرجوم  
 اور قوم مطہ کا منہ بھی جواب تھا کہ انہوں نے  
 من قريبتكم اذهب اناس يتطهرون  
 کہا کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ  
 (اعراف ۸۶)  
 بڑے پارسا بنتے ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے فرمایا:  
 قال يقدم هؤلاء مبتلى من اطهر لكم  
 مطہ نے کہا اے میری قوم! یہ میری (امت کی)  
 بیٹیاں ہیں تم ان سے نکاح کر لو یہ تمہارے لیے  
 (ہود ۷۸)  
 بہت پاکیزہ (حلال) ہیں۔

یعنی میری قوم کی بیٹیاں تمہارے لیے حلال ہیں تو انہوں نے کہا ان کو اپنی بستی سے نکال دو یہ پاکیزگی کے  
 دعویدار ہیں جو مخالفہ کردنوں آیتوں میں طہارت سے طہارت نفس مراد ہے۔  
 ذلك اذكى لكم و اطهر  
 اس نصیحت کو قبول کرنا تمہارے لیے بہت

حسان منظر اور بہت پاکیزہ ٹھیل ہے۔  
 (بقرة ۲۲۳)  
 مطلقہ عورتوں کے اولیاء کو حکم دیا گیا کہ عدت پوری ہونے کے بعد ان عورتوں کو نکاح کرنے سے منع  
 نہ کرو۔ اس نصیحت پر عمل کرنا تمہارے نفسوں کے لیے زیادہ صفائی اور پاکیزگی کا باعث ہے۔ جو اس آیت میں  
 بھی طہارت سے مراد نفس کی طہارت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں طہارت کا اطلاق طہارت نفس اور  
 طہارت بدن دونوں پر کیا گیا ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

طہارت کے متعلق احادیث اور آثار

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا رنہ  
 ٹوٹ جائے اس کی نماز اس وقت تک مقبول نہیں ہوگی

عن ابن ہریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم لا تقبل صلوۃ من احدث حتی  
 يتوضأ۔



جب تک کہ وہ وضو نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میری امت کو قیامت کے دن غرت مجمل (جس کا منہ اوپر ہاتھ پیر سفید ہوں) کہہ کر پکارا جائے گا۔ اسی کا سبب دشمنوں کے آثار ہیں، سو تم میں سے جو شخص اپنی سفیدی زیادہ کرنا چاہتا ہو اور وہ اعضا وضو کو مقررہ حد سے زیادہ دھو کر (اپنی سفیدی کو زیادہ کر لے)۔

عن ابی ہریرۃ قال انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ان امتی یدعون یوم القیامۃ غرتاً مجملین من آثار الوضوء فمن استطاع منکحان یطیل غرتہ فلیفعل بہ

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأ العبد المسلم او المؤمن فغسل وجهہ خرجت من وجہہ کل خطیئۃ نظر الیہا بعینہ مع السماء او مع اخر قطرها او منحر هذا واذا غسل یدیه خرجت من یدیه کل خطیئۃ بطشتھا یدالہ مع السماء او مع اخر قطرها مع السماء حتی یرج نقیاً من الذنوب کما

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندہ مسلم (یا مؤمن) وضو کرتا ہے تو جب چہرے کو دھو تا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کے چہرے سے ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے آنکھوں سے کیا تھا اور جب ہاتھوں کو دھو تا ہے تو پانی کے قطروں کے ساتھ اس کا ہر وہ گناہ دھل جاتا ہے جو اس نے ہاتھوں سے کیا تھا حتیٰ کہ وہ گناہوں سے صاف ہو جاتا ہے۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں:

عن المساجد بن قنفذ انہ اقوال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وهو یقول صلوا علیہ فلم یزد علیہ حتی توضأ ثم اعتذرا الیہ فقال اقوال کرہت ان اذکر اللہ تعالی الا علی طہر

حضرت نہاجہ بن قنفذ رضی اللہ عنہ بیان کر رہے ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے، انھوں نے آپ کو سلام کیا، آپ نے ان کو فرمایا جواب نہیں دیا، حتیٰ کہ آپ نے وضو فرمایا پھر آپ نے جواب میں تاخیر کا عذر بیان کرتے

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۵، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام ابوالحسن محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲، مطبوعہ دار محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ عمان











عن عقبۃ بن عامر الجعفی قال سمعت النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم یقول من توضأ فأسبغ  
الوضوء ثم قام یصلی فصلی صلوۃ یعلم ما یقول  
فیہا حتی یفرغ من صلوۃ کان کھيئۃ  
یوم ولدتہ امہ قال عمر و اجود من هذا  
قال من توضأ فأسبغ الوضوء ثم قام  
فصلی صلوۃ یعلم ما یقول فیہا ثم  
قال فیہا اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد  
ان محمدا عبدا و رسولہ فتحت لہ ثمانیۃ  
ابواب من الجنة یدخل من ایہا شاء ینتہ

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قرأت کرتے ہوئے  
سنا ہے، جس شخص نے اچھی طرح وضو کیا پھر اس نے  
کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو علم ہو کہ وہ نماز  
میں کیا پڑھ رہا ہے تو وہ اس دن کی طرح رہتا ہوں  
سے صاف (ہر بائیس گاہ جس دن وہ اپنی ماں کے  
بطن سے پیدا ہوا تھا، حضرت عمر نے فرمایا اس سے  
زیادہ عمدہ یہ روایت ہے کہ جس شخص نے اچھی طرح  
وضو کیا پھر کھڑے ہو کر اس طرح نماز پڑھی کہ اس کو  
علم ہو کہ وہ نماز میں کیا پڑھ رہا ہے پھر اس نے  
اشہد ان لا الہ الا اللہ و اشہد ان محمدا عبدا و رسولہ  
پڑھا تو اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے  
کھول دیے جائیں گے وہ جس دروازے سے چاہے  
جنت میں داخل ہو جائے گا۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔  
امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عمار بن الخطاب قال قال رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ فاحسن الوضوء  
ثم قال اشہد ان لا الہ الا اللہ و حد لا شریک  
لہ و اشہد ان محمدا عبدا و رسولہ اللهم اجعلنی  
من التوابین و اجعلنی من المتطہرین فتحت  
لہ ثمانیۃ ابواب من الجنة یدخل من  
ایہا شاء ینتہ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص  
نے اچھی طرح وضو کیا، پھر کہا اشہد ان لا الہ الا اللہ  
و حد لا شریک لہ و اشہد ان محمدا عبدا و رسولہ اللہم اجعلنی  
من التوابین و اجعلنی من المتطہرین۔ اس کے  
لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھول دیے جائیں گے  
وہ جس دروازے سے چاہے جنت میں داخل  
ہو جائے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔

- ۱۔ امام عبد الرزاق بن یحیٰ بن یزید صنفی متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۶۶۔ ۲۵، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ  
۲۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۰ھ  
۳۔ امام البرقی عیسیٰ بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۹، مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی  
۴۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۹۰ھ



امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأ الرجل المسلم خرجت ذنوبہ من صفحہ وبصرہ ویدایہ ورجلیہ فان جلس جلس مغفوراً اللہ علیہ

عن ابی سعید انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول الا اذکم علی شیء یکفر اللہ بہ الخطایا ویزید بہ فی الحسنات قالوا بلی یا رسول اللہ قال اسباغ الوضوء عند المکارہ وکثرة الخطا الی ہذا المساجد اللہ

عن یزید بن بشر قال ان اللہ اوحی الی موسی ان توضأ فان لم تفعل فاصابتک مصیبة فلا تلو من الانفسک اللہ

عن سلمان قال اذا توضأ الرجل المسلم وضعت خطایا علی راسہ فتحات کما یتحات عنق النحلة اللہ

عن ابی عثمان قال کنت مع سلمان فاخذ غصنا من شجرة یا بسة فحتمہ ثم قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مسلمان شخص وضو کرتا ہے تو اس کے کان، آنکھ، ہاتھ اور پیروں سے گناہ نکل جاتے ہیں اور جب وہ بیٹھتا ہے تو بخشا ہوا بیٹھتا ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کیا میں تم کو ایسی چیز بتاؤں جس سے اللہ تمہارے گناہ مٹا دے اور نیکیوں کو زیادہ کر دے؟ صحابہ نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا اور زیادہ قدم چل کر ان مساجد میں جانا۔

یزید بن بشر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ آپ وضو کریں، اگر آپ نے وضو نہ کیا اور آپ کو کوئی مصیبت پہنچ گئی تو صرف اپنے نفس کو ملامت کریں۔

سلمان کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص وضو کرتا ہے تو اس کے گناہ اس کے سر پر رکھ دیے جاتے ہیں پھر اس کے گناہ اس طرح جھڑتے ہیں جس طرح کھجور کی شاخیں جھڑتی ہیں۔

ابو عثمان بیان کرتے ہیں کہ میں سلمان کے ساتھ تھا، انھوں نے ایک درخت کی خشک شاخ لی اور اس کے پتے جھاڑے، پھر بیان کیا کہ میں نے

۱۲۰۹	المصنف ج ۱ ص ۱۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت	۱۲۰۹	المصنف ج ۱ ص ۱۵	۱۲۰۹	المصنف ج ۱ ص ۱۵
۱۲۱۰	المصنف ج ۱ ص ۱۵	۱۲۱۰	المصنف ج ۱ ص ۱۵	۱۲۱۰	المصنف ج ۱ ص ۱۵
۱۲۱۱	المصنف ج ۱ ص ۱۵	۱۲۱۱	المصنف ج ۱ ص ۱۵	۱۲۱۱	المصنف ج ۱ ص ۱۵
۱۲۱۲	المصنف ج ۱ ص ۱۵	۱۲۱۲	المصنف ج ۱ ص ۱۵	۱۲۱۲	المصنف ج ۱ ص ۱۵



توضاً فأحسن الوضوء تعاتت خطايا كما  
يتعاتت الوماء بـ

عن ابن عمر يقول من توضأ على طهر  
كتب له عشر حسنات بـ

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال كنا عند رسول الله  
صلى الله عليه وسلم فأتى الغلام فمد يده  
فألقى بطعام فقلت يا رسول الله! ألا تتوضأ  
فقال له أصلي فأتوضأ بـ

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن أبي مالك الأشعري أن رسول الله صلى  
الله عليه وآله وسلم كان يقول الطهور تنسطر  
الأيمان بـ

حکیم ترمذی بیان کرتے ہیں:

عن عبد الله بن بشر المازني رضي الله عنه  
قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم قصوا  
أظفاركم وادفئوا قلوبكم ونظفوا أجسامكم  
ونظفوا لثانكم من الطعام وتسننوا ولا  
تدخلوا على فخر أبصر وفي رواية قلما وتحلا بـ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سننے کے کہ جس شخص  
نے اچھی طرح وضو کیا اس کے گناہ اس طرح جھڑپاتے  
ہیں جس طرح درخت کے پتے جھڑپتے ہیں۔  
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے شخص نے  
بادھوڑ ہونے کے باوجود وضو کیا اس کیلئے وہی نیکیاں  
لکھ دی جاتی ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے  
تھے، آپ بیت اللہ آگے پھر واپس آئے۔ پھر آپ کے پاس کھانا لایا گیا، آپ  
وہی کیا، یا رسول اللہ کیا آپ وضو نہیں کریں گے؟  
آپ نے فرمایا کیوں؟ میں جب ناز پڑھتا ہوں تو وضو  
کرتا ہوں۔

حضرت البراء بن مالک اشجری رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا طہارت  
نصف ایمان ہے۔

حضرت عبد اللہ بن بشر المازنی رضی اللہ عنہ بیان  
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
اپنے ناخن تراش دو، ناخنوں کے تراشے دین کرو،  
انگلیوں کے جوڑ صاف کرو، مسوڑھوں سے طعام کے  
ذرات صاف کرو، دانت صاف کرو اور میرے پاس

۱۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ البیہقی متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۹ھ

۲۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ منشور السنۃ عمان

۳۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۹ھ

۴۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۹ھ

۵۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۱۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۹ھ



گنہ اور بدکردار نہ لے کر نہ آؤ یا پہلے دانتوں کے  
ساتھ نہ آؤ۔

**طہارت کے مراتب اور درجات** | امام غزالی تحریر فرماتے ہیں:  
طہارت کے چار مراتب ہیں: پہلا صحتبہ: ظاہر بدن کو ظاہری  
نجاست اور باطنی نجاست (جنہی جو ناپا بے وضو ہوتا) سے پاک کرنا یہ عام مسلمانوں کی طہارت ہے۔  
دوسرا صحتبہ: ظاہری اعضا کو جہلم اور مہاسی (مثلاً شراب نوشی، زنا کاری، چوری اور قمار وغیرہ) سے پاک کرنا یہ خاص مسلمانوں کی طہارت ہے۔  
تیسرا صحتبہ: دل کو اخلاق مذمومہ (مثلاً بخل، تکبر، ریا کاری، تصنع، ناشکری، اترانے، کینہ اور بغض  
وغیرہ) اور خصال مذمومہ (مثلاً گناہوں سے محبت) سے پاک کرنا یہ عباد صالحین میں سے خواص مومنین  
کی طہارت ہے۔

چوتھا صحتبہ: باطن قلب کو ماسوی اللہ سے پاک کرنا یاں طور کہ دل میں غیر اللہ کا خیال تک نہ آئے یہ  
انبیاء و صلوات اللہ علیہم اور صدیقین کی طہارت ہے۔  
طہارت کا پہلا مرتبہ نیک مسلمانوں کا ہے اور یہ ولایت کا پہلا درجہ ہے، دوسرا مرتبہ مومنین صالحین کا  
ہے، یہ ولایت کا دوسرا درجہ ہے، طہارت کا تیسرا مرتبہ شہداء کا درجہ ہے اور طہارت کا چوتھا مرتبہ انبیاء علیہم  
السلام اور صدیقین کا درجہ ہے۔ اور ہر مرتبہ کی طہارت اس درجہ کا نقص عمل ہے، کیونکہ باطن قلب کی طہارت سے  
مقصود یہ ہے کہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی جلال ذات اور اس کی عظمت اور کبریائی منکشف ہو جائے اور اس  
کے قلب کے باطن میں اللہ تعالیٰ کی معرفت اس وقت تک عدل نہیں کر سکتی جب تک کہ وہ ماسوی اللہ سے گزر  
نہ جائے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

قُلِ اللّٰهُ فَوْذٌ مَّوَدُّوۃٌ فِیْ خُذْ صَبْرًا یَّجْعَلُ لَّکَ  
(انعام: ۱۶۱)

کیونکہ اللہ اور اس کا غیر دونوں ایک قلب میں جمع نہیں ہوتے۔  
وما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ۔  
اللہ نے ایک آدمی کے لیے اس کے سینہ میں  
دو دل نہیں بنائے۔

(احزاب: ۴)  
اور دل کو اخلاق مذمومہ سے پاک کرنے کی غرض یہ ہے کہ وہ اپنے دل میں اخلاق محمودہ اور عقائد مشرورہ  
جاگزیں کرے اور جب تک وہ اپنے دل کو عقائد فاسدہ اور اخلاق مذمومہ سے پاک نہ کرے اس کے دل میں  
اخلاق محمودہ اور عقائد مشرورہ کا عدل نہیں ہو سکتا۔ تو جب تک انسان اپنے قلب کو عقائد فاسدہ سے پاک نہ  
کرے اس کے دل میں عقائد صحیحہ کا حصول نہیں ہو سکتا، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے طہارت  
نصف ایمان ہے، اسی طرح جب تک ظاہری اعضا کو مہاسی اور جہلم سے پاک نہیں کرے گا اس کے اعضا عبادات  
سے مستغف نہیں ہوں گے، اسی لیے ظاہری اعضا کو مہاسی سے پاک کرنا بھی نصف ایمان ہے، سو یہ ایمان



کے مراتب اور مقامات میں اور ہر مرتبہ کے متعدد درجات ہیں اور جب تک انسان نچلے درجہ کو حاصل نہ کر لے اس سے اوپر والے درجہ میں نہیں پہنچ سکتا، جب تک ظاہری اعتناء کو گناہوں سے پاک نہ کر لے دل کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا، اور جب تک دل کی پاکیزگی حاصل نہ کرے باطن قلب کی پاکیزگی حاصل نہیں کر سکتا۔ لہٰذا

## بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ

## وضو کی فضیلت

حضرت ابوالکاسم اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاکیزگی نصف ایمان ہے، الحمد للہ میزان کو بھر دیتا ہے، سبحان اللہ اور الحمد للہ زمین اور آسمان یا ان کے درمیان کو بھر دیتے ہیں، نماز نور ہے، صدقہ دلیل ہے اور صبر ضیاء ہے اور قرآن یا تمہارے رفیق و یار ہو گا یا مخالف اور ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے۔ پھر یا اس جسم کو جہنم سے آزاد کر لیتا ہے یا اس کو مذاب میں ڈال کر ہلاک کر دیتا ہے۔

۴۴۲۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا بَكْرٍ هَذِلًا قَالَ تَابًا قَالَ تَابَ لِي أَنْ تَرَيْدَ إِحْدَاكَ أَنْ تَابًا سَلَا وَحَدَّثَنَا عَنْ أَبِي مَالِكٍ أَنَّ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْكَلْبُ يُسْطَرُّ الْإِيمَانِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَعْلَى الْإِيمَانِ وَتُسَبِّحُ اللَّهُ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ تَعْلَى أَوْ تَعْلَى مَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَالْقُلُوبِ كُفْرًا وَالصَّدَقَاتُ بُرْهَانٌ وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَفْعَلُ ذِكْرًا لِنَفْسِهِ فَمَعِيَ صَبْرًا أَوْ مَعِيَ كِبَارًا

## وضو اور غسل کے لغوی معنوں کی تحقیق

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں: جمہور اہل لغت کے نزدیک وضو اور ظہور کا معنی ہے پاکیزگی حاصل کرنا، وضو اور ظہور کا معنی ہے وہ پانی جس سے پاکیزگی حاصل کی جائے، ابن الانباری اور اکثر اہل لغت نے اسی طرح نقل کیا ہے۔ عیسیٰ ابوحاتم سجستانی، ابویہی اور ایک جماعت کے نزدیک دونوں معنوں کے لیے یہ لفظ وضو اور ظہور ہے، اور صاحب المطالع نے کہا دونوں معنوں کے لیے یہ لفظ وضو ہے۔ وضو کا لفظ وضاء سے اخذ ہے جس کا معنی ہے حسن اور نظافت، نماز کے لیے وضو کو وضو اسی لیے کہتے ہیں کہ اس سے وضو کرنے والے صاف ستھرا اور حسین ہو جاتا ہے، اسی طرح طہارت کی اصل نظافت اور تیز ہے غسل کا معنی ہے پانی اور نہانے اور پانی دونوں کے لیے غسل اور غسل دونوں لفظیں ہیں، بعض کے نزدیک غسل کا معنی ہے دھونا اور غسل کا معنی ہے نہانا مثلاً کہتے ہیں غسل جمعہ سنت ہے اور غسل جنابت واجب ہے اور غسل نہانے کے آلات مثلاً صابن، شپو اور پیری کے بتوں کو کہتے ہیں۔ لہٰذا

طہارت کے نصف ایمان ہونے کی تشریح | حدیث نمبر ۴۴۲ میں ہے: طہور (پاکیزگی) نصف ایمان ہے۔

۱۔ امام محمد بن محمد الزہری متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم مع الاسانید ج ۲ ص ۳۰۶-۳۰۷، مختصراً، مطبوعہ مطبعہ مہینہ مصر ۱۳۱۱ھ  
۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد الصحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ



علامہ یحییٰ بن شرف نوروی لکھتے ہیں:

اس حدیث کا ایک معنی یہ ہے کہ طہارت کا اجر بڑھ کر نصف ایمان تک پہنچ جاتا ہے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ ایمان لانے سے پہلے کے گناہ ایمان لانے سے مٹ جاتے ہیں، اسی طرح وضو سے پہلے کے گناہ وضو سے مٹ جاتے ہیں لیکن ایمان کے بغیر وضو نہیں، مگر اس لیے فرمایا طہور نصف ایمان ہے۔ میرا معنی یہ ہے کہ ایمان سے مراد نماز ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْطِيَہٗ اٰیٰمًا مَّا تَكُوْنُ  
اٰیٰتُ الْفٰلٰقِ کٰی یَہْشٰنَ اٰیٰمِہٖہٗ ہِیَہٗ کہ وہ تمہاری نمازوں

کو ضائع کر دے۔

(بقرہ ۱۲۸)

اور چونکہ صحت نماز کے لیے طہارت شرط ہے، اس لیے طہارت نماز کے لیے بہ منزلہ جز ہے، اس لیے فرمایا طہور نصف ایمان ہے یعنی نماز کا جز ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تصدیق بالقلب اور اطاعت ظاہرہ دونوں ایمان کا جز ہیں اور طہارت نماز کو متضمن ہے جو کہ اطاعت ظاہرہ ہے اس اعتبار سے آپ نے فرمایا طہور نصف ایمان ہے۔

اسی حدیث میں ہے: الحمد للہ میزان کو بھردیتا ہے اور سبحان اللہ اور الحمد للہ آسمان اور زمین یا ان کے درمیان کو بھردیتے ہیں:

توان اور سنت سے یہ ثابت ہے کہ اعمال کو وزن کیا جاتا ہے اور اعمال کم اور زیادہ ہوتے ہیں، اور اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ اگر سبحان اللہ اور الحمد للہ کے ثواب کو مجسم کیا جائے تو ان کی جسامت آسمان اور زمین کو بھر دے گی، اور ان کے ثواب کے زیادہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سبحان اللہ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کے منزہ ہونے اور ہر نقص اور عیب سے بری ہونے کے معنی پر مشتمل ہے اور الحمد للہ کا کلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف مغفرت ہونے، اس کی حمد و ثناء اور اس کا شکر بجالانے پر مشتمل ہے۔

اس حدیث میں ہے: نماز نور ہے:

اس کا معنی یہ ہے کہ نماز معصیت اور بے حیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے اور نیکی اور اچھے کاموں کی ہدایت دیتی ہے جس طرح نور اندھیرا دور کر دیتا ہے اور روشنی پھیلاتا ہے، اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ نماز کی وجہ سے نمازی کا چہرہ قیامت کے دن منور ہوگا، اور دنیا میں بھی نمازی کے چہرے پر نور نازگی ہوگی۔

اس حدیث میں ہے صدقہ برہان ہے:

اس کا معنی یہ ہے کہ قیامت کے دن جب انسان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ اس نے مال کو کہاں صرف کیا؟ تو اس کے صدقات اس سوال کے جواب پر براہین بن جائیں گے۔ اس کا دوسرا معنی یہ ہے کہ مال انسان کو طبعاً عزیز ہوتا ہے اور جب وہ اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرتا ہے اور صدقہ دیتا ہے تو یہ صدقہ کہنا اس کے دینی ایمان کی صداقت پر دلیل بن جاتا ہے۔ لہ

لے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوروی متوفی ۶۷۶ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ نور محمد اعلیٰ المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ



## صبر کا معنی

اس حدیث میں ہے صبر ضیاء ہے:

اس کا معنی ہے جو صبر طریقت میں پسندیدہ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی عبادات میں مشقت اٹھانے پر صبر کرنا ہے، مصیبت کے تقاضے پورے نہ کرنے پر صبر کرنا ہے اور دنیا میں جو اس پر مصائب اور آلام نازل ہوتے ہیں ان پر صبر کرنا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ صبر ایک پسندیدہ عمل ہے اور صبر کرنے والا ہمیشہ تروتازہ رہتا ہے اور ہدایت پر مستقیم رہتا ہے، ابراہیم خراسی نے کہا کتاب اور سنت پر ثابت قدم رہنا صبر ہے، ابن عطیہ نے کہا حوصلہ اور برداشت کے ساتھ مصائب کا سامنا کرنا صبر ہے، اساذر علی وفاقی نے کہا صبر کی حقیقت یہ ہے کہ تقدیر پر اعتراض نہ کرے، البتہ مصائب کا اظہار کرنا صبر کے منافی نہیں ہے، بہ شرطیکہ یہ اظہار بہ طور شکایت نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا:

اِنَّا وَجَدْنَا اَصَابًا رَا نَعْمَ الْعَبْدَانِہٖ اَدَابَہٗ

بے شک ہم نے انھیں صبر کرنے والا پایا،  
وہ کیا خوب بندے تھے بیشک وہ (ہماری طرف)

(ص: ۸۴)

بہت متوجہ رہتے تھے۔

علائکہ حضرت ایوب علیہ السلام نے اپنی تکلیف اور مصیبت کا اظہار کیا:

جب انھوں نے اپنے رب کو پکارا بیشک

اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ اِنِّیْ مَسْنٰی الشَّیْطٰنُ بِنَصْبِ

مجھ کو شیطان نے بیت تکلیف اور دکھ پہنچایا

(ص: ۸۱)

وعذابہ

ہے۔

اور ایوب کو یاد کرو، جب انھوں نے اپنے

وَاِیُّوْبَ اِذْ نَادٰی رَبَّہٗ اِنِّیْ مَسْنٰی الضَّرْبَ

رب کو پکارا کہ مجھے سخت تکلیف پہنچی ہے اور

اَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

تو ارحم الراحمین ہے۔

(انبیاء: ۸۳)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

(اب میرے لیے) صبر ہی فریاد ہے۔

(یوسف: ۸۳)

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب نے کہا:

اور یعقوب نے کہا اے افسوس یوسف

وَقَالَ یَا اَسْفٰی عَلٰی یُوسُفَ وَابِیْنَتِ

(کے فراق) پر اور غم کی وجہ سے ان کی آنکھیں سفید

عِیْنَاہُ مِنَ الْحُزْنِ فَہُوَ کَظِیْمٌ

ہو گئیں، سو وہ اپنے غم کو ضبط کرتے رہے۔

(یوسف: ۸۴)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے کہا:

یعقوب نے کہا میں اپنی پریشانی اور غم کی فریاد

قَالَ اِنَّمَا اَشْکُو اِلٰہِیْ وَحُزْنِیْ اِلٰی اللّٰہِ

اللہ سے ہی کرتا ہوں۔

(یوسف: ۸۶)

سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الصابرین ہیں اس کے باوجود آپ نے اپنے صاحبزادے

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ وارضاه کی وفات پر فرمایا: "اے ابراہیم متباہری جلدی پر ہم غم انگین ہیں"



امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك دخلنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم على ابي سيف الثقفي وكان ظمرا لابراهيم فاحزن رسول الله صلى الله عليه وسلم فقبله وشمعه ثم دخلنا عليه بعد ذلك و ابراهيم يوجود بنفسه فجعلت عيننا رسول الله صلى الله عليه وسلم تنرفان فقال له عبد الرحمن بن عوف وانت يا رسول الله؟ فقال يا ابن عوف انها رحمة ثم اتبعها باخري فقال ان العين تد مع والقلب يحزن و لا نقول الا ما يرضى ربنا و انا بفراقك يا ابراهيم لمحزونون - له

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابراہیم کو دیکھنے کے لیے گئے، وہ حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے والی کے شوہر تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیم کو لیا، ان کو بوسہ دیا اور ان کو سونچا، پھر اس کے ہدم حضرت ابراہیم کے پاس گئے وہ اس وقت اپنی جان کی سخاوت کرتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی درازوں گھول سے آنسو جاری تھے، حضرت عبدالرحمن بن عوف نے کہا یا رسول اللہ! آپ بھی رورہے ہیں، آپ نے فرمایا اسے ابن عوف یہ آنسو رحمت ہیں پھر دوبارہ آپ کے آنسو جاری ہوئے اور فرمایا آنسو رورہی ہے اور دل غمزدہ ہے اللہ ہم وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا دل راحی ہے اور اسے ابراہیم بخاری جہاں پر ہم ٹکیں ہیں۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس قال قنت رسول الله صلى الله عليه وسلم شهوا حين قتل القراء فسمعت رايته رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم حزن حزنا قضا اشده منه - له

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رشتہ قاری شہید ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ماہ تک قنوت نازلہ پڑھتے رہے اور میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنا زیادہ ٹکیں نہیں دیکھا۔

قرآن مجید کی ان آیات گریہ اور عادیث صحیحہ سے یہ واضح ہو گیا کہ مصیبت پر غم کرنا اور اس کا اظہار کرنا مبرکے خلاف نہیں ہے، البتہ مصیبت پر جزع و فزع کرنا اور اس مصیبت کی شکایت کرنا اور آواز سے رونا صبر کے خلاف ہے۔  
اس حدیث میں ہے: قرآن نہا سے حق میں دلیل ہو گا یا نہا کے خلاف۔

۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۴، مطبوعہ دار محمد صالح المنجد، ۱۴۸۱ھ  
۲۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۷۴



یعنی اگر تم قرآن مجید کی تلاوت کرو گے اور اس کے احکام پر عمل کرو گے تو یہ تمہارے حق میں دلیل ہوگا۔  
ورنہ یہ تمہارے خلاف دلیل ہوگا۔

نیز اس حدیث کے آخر میں ہے: ہر شخص جب صبح کو اٹھتا ہے تو وہ اپنے آپ کو فروخت کر دیتا ہے  
پھر اس جسم کو جہنم سے آزاد کرالیتا ہے یا اس کو عذاب میں ڈال کر ہلاک کر دیتا ہے۔

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ ہر انسان مل کر تاسے، بعض انسان اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت کر کے  
اپنے نفس کو اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور اپنے نفس کو جہنم سے آزاد کرالیتے ہیں اور بعض انسان  
شیطان اور خواہش کی اتباع کرتے ہیں اور اپنے نفس کو شیطان کے ہاتھ فروخت کر دیتے ہیں اور  
شیطان ان کے نفس کو جہنم میں ہلاک کر دیتا ہے۔

### نماز کے لیے طہارت کا وجوب

مصعب بن سعد کہتے ہیں جب ابن عمرؓ بیارہ سے تشریف لے کر مدینہ بنے  
رمی اللہ عنہما ان کی عیادت کرنے کے لیے گئے ابن عمرؓ  
نے کہا اے ابن عمرؓ کیا آپ میرے حق میں اللہ تعالیٰ  
سے دعا نہیں کریں گے، حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ  
بغیر طہارت رپا کیزگی، کئے کوئی نماز قبول نہیں ہوتی،  
اور مال حرام سے کوئی صدقہ قبول نہیں ہوتا اور تم بے  
کے حاکم رہ چکے ہو۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان

کی۔

حضرت ابو ہریرہؓ رمی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے  
ہر شخص کو کسی شخص کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک  
کہ وہ وضو نہ کرے۔

### بَابُ وَجُوبِ الطَّهَارَةِ لِلصَّلَاةِ

۴۴۳ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَ قُتَيْبَةُ  
ابْنُ سَعِيدٍ وَ آدِيُّو كَامِلُ الْجَحْدَارِيُّ وَ الْكَفْظُ  
لِسَعِيدٍ قَالُوا نَا أَبُو عَوَّاسٍ عَنْ سَمَاعٍ بْنِ  
حَرْبٍ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ قَالَ دَخَلَ  
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَلَى ابْنِ عَمْرٍو يَتَعَوَّذُ وَ هُوَ  
مَرِيضٌ فَقَالَ لَا تَدْعُ اللَّهَ يَا ابْنَ عُمَرَ  
كَأَلِ ابْنِ سَعْدٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ لَا تُقْبَلُ صَلَاتُكَ بِغَيْرِ طَهَارَةٍ وَ لَا صَدَقَةٌ مِنْ  
غُلُولٍ وَ كُنْتَ عَلَى الْبَغَاةِ

۴۴۴ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَ ابْنُ بَشَّارٍ  
قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ  
أَبُو بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ  
زَائِدٍ قَالَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَ كَيْفَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ  
كُلَّاهُمْ عَنْ سَمَاعٍ ابْنِ حَرْبٍ مِنْهُ الْإِسْتِثْنَاءُ عَنِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمَثَلِهِ

۴۴۵ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَامٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ  
ابْنُ هَمَّامٍ قَالَ نَا مَعْمَرُ بْنُ زَاهِدٍ عَنْ هَمَّامِ ابْنِ  
مُثَنَّبٍ أَرْجُو وَ هَبِ بْنِ مَثَنَّبٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ  
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ



قَدْ كُنَّا أَحَادِيثَ مِنْهَا فَتَنَانُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا تُقْبَلُ صَلَواتُهُ أَحَدًا كَمَا إِذَا أَحَدٌ حَقَّقَ حَقَّقًا

**موجب طہارت کی تحقیق** | حدیث نمبر ۴۴۳ میں ہے: اللہ تعالیٰ بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کرتا۔ علامہ یحییٰ بن شرف نورانی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں نماز کے لیے طہارت کے وجوب کی تصریح ہے اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ نماز کماحقہ کے لیے طہارت شرط ہے، قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ نماز کے لیے طہارت کب فرض ہوئی، ابن الجوزی کا یہ مذہب ہے کہ ابتداء اسلام میں وضو کرنا سنت تھا اور آیت تیمم میں وضو کی فرضیت نازل ہوئی، اور مجہور نے یہ کہا ہے کہ وضو اس سے پہلے فرض تھا اور اس میں بھی اختلاف ہے کہ ہر نماز پڑھنے والے پر وضو فرض ہے یا بالخصوص ہے وضو پر وضو کرنا فرض ہے، بعض متقدمین کا یہ نظریہ ہے کہ ہر نماز کے لیے وضو کرنا فرض ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ  
اے ایمان والو! جب تم نماز پڑھنے (کا ارادہ کرنے) لگو تو اپنے چہرے اور کہنیوں سمیت ہاتھ دھو لو، اور اپنے سروں کا مسح کرو اور ٹخنوں سمیت اپنے پاؤں دھو لو۔ (مائتہ و ۵: ۶)

اور ایک قوم کا یہ نظریہ ہے کہ یہ حکم پہلے تھا، پھر منسوخ ہو گیا، اور ایک قول یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا مستحب ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو بے وضو ہو لیکن ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا مستحب ہے، اس کے بعد تمام اہل فتویٰ اسی قول پر متفق ہیں، اولیٰ میں ان کا اختلاف نہیں ہے اور ان کے نزدیک اس آیت کا سنی یہ ہے کہ جب تم بے وضو ہو اور نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو وضو کرو۔

ہم اسے اصحاب کا اس میں اختلاف ہے کہ وضو کا موجب کیا چیز ہے اور اس میں تین قول ہیں (۱) بے وضو ہونے کے بعد وضو کرنا واجب ہے لیکن اس میں وضعت ہے۔ (۲) وضو کرنا صرف اس وقت واجب ہے جب نماز پڑھنے کا ارادہ کیا جائے (۳) ان دونوں چیزوں میں سے کسی ایک سے وضو واجب ہو جاتا ہے۔ اور ہمارے اصحاب کے نزدیک یہی واجب ہے۔ (مصنف کے نزدیک وضو کرنا اس وقت واجب ہوتا ہے جب انسان بے وضو ہو اور ایسی عبادت کا ارادہ کرے جو بغیر وضو کے صحیح نہیں ہوتی مثلاً نماز پڑھنے، سجدہ تلاوت یا سجدہ شکر کرنے قرآن مجید کو پھونسنے یا طواف گوہر کرنے کا ارادہ کرے)۔

**فائدہ** | طہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء مشافعیہ کے اقوال | امت کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر طہارت کے نماز پڑھنا حرام ہے خواہ وضو سے طہارت حاصل کی جائے یا تیمم سے خواہ فرض نماز پڑھنی ہو یا نفل، سجدہ تلاوت ادا کرنا ہو



یا سجدہ شکر، یا غائر حناہ پر ٹھہری ہو، البتہ امام شافعی اور امام محمد بن جریر الطبری نے یہ کہا ہے کہ نماز حناہ بلا وضو پڑھنا جائز ہے اور یہ مذہب باطل ہے، تمام علماء کا اس کے باطل ہونے پر اجماع ہے، اگر کسی شخص نے عمداً بلا غدر بنیز وضو کے نماز پڑھی تو وہ گنہگار ہوگا، لیکن اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی، ہمارا اور جہود کا یہی مذہب ہے، اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے یہ منقول ہے کہ اس کی تکفیر کی جائے گی کیونکہ وہ نماز کے ساتھ بہو و لعب کر رہا ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ کفر اعتقاد کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس نماز کا اعتقاد صحیح ہے، اور یہ تمام بحث اس وقت سے جب وہ بلا غدر ہے وضو نماز پڑھے، اور اگر وہ مندرجہ ہوا تھا اس کو طہارت کے لیے پانی یا مٹی حاصل نہ ہو تو اس میں چار قول ہیں:

- ۱۔ فقہائے اربعہ کے نزدیک اجماع قول یہ ہے کہ اس شخص پر اس حال میں نماز پڑھنا واجب ہے اور جب اس کو طہارت پر قدرت حاصل ہو تو اس پر نماز کا اعادہ واجب ہے۔
- ۲۔ اس شخص پر بلا طہارت نماز پڑھنا حرام ہے اور اس پر قضاء واجب ہے۔
- ۳۔ اس کے لیے نماز پڑھنا مستحب ہے، اور قضاء کرنا واجب ہے۔
- ۴۔ اس پر نماز پڑھنا واجب ہے اور قضاء کرنا واجب نہیں ہے۔

امام مزنی کا یہی مختار ہے اور اسی قول کی دلیل قوی ہے، اس پر نماز پڑھنا اس لیے واجب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب میں تم کو کسی چیز کا حکم دوں تو اس کو حسب استطاعت کرو اور اس پر اعادہ اس لیے واجب نہیں ہے کہ اس کے حق میں نیا امر نہیں پایا گیا اور ہر وہ نماز جس کو اس کے وقت میں کسی مذکر کی بناء پر کسی فعل کے ساتھ پڑھا گیا اس کے متعلق امام مزنی کا یہی قول ہے۔

**فائدہ الطہورین پر نماز کے وجوب میں فقہاء احناف کا نظریہ** علامہ علاء الدین حاکمی لکھتے ہیں:

پانی و متیاب ہونہ تیم باں لود کہ وہ کسی نجس مکان میں ہو جہاں اس کو تیمم کے لیے پاک مٹی و متیاب نہ ہو، یا اس کو ایسا مرض لاحق ہو جس کی وجہ سے وہ وضو یا تیمم نہ کر سکے اس کو فائدہ الطہورین کہتے ہیں، امام ابو حنیفہ کے نزدیک ایسا شخص نماز کو مؤخر کر دے اور جب طہارت ممکن ہو تو نماز پڑھے اور امام ابو یوسف اور امام محمد کہتے ہیں کہ وہ نمازیوں کے ساتھ تشبیہ کرے اگر خشک جگہ ہو تو وہاں رکوع اور سجود کرے ورنہ کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھے اور قرأت ذکر سے اور جب طہارت دینے پر توانہ دہلے، اسی قول پر فتویٰ ہے امام ابو حنیفہ نے بھی ایسی قول کی طرف رجوع کر لیا ہے اور جس شخص کے اٹھنا اور پیر کھٹے ہوئے ہوں اور چہرے پر زخم ہو وہ بغیر طہارت کے نماز پڑھے گا اور صحیح مذہب کے مطابق اس پر نماز کا اعادہ نہیں ہے۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرین نووی شافعی متوفی ۶۷۱ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۹، مطبوعہ فور محمد امجد المطابع کراچی، ۱۳۵۷ھ

۲۔ علامہ علاء الدین حاکمی حنفی متوفی ۸۰۸ھ، در مختار علی امتیاز المحتار ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ مکتبہ ماحدیہ کوئٹہ



بلا طہارت نماز پڑھنے والے کو کافر قرار دینے کی تحقیق | علامہ ابن عابدین شامی کہتے ہیں جو شخص بلا قدر عمد بغیر طہارت

کے نماز پڑھے تو ادر میں اس کی تکفیر کی ہے اور ظاہر الروایہ میں ہے وہ کافر نہیں ہے، یہ اختلاف اس وقت ہے جب وہ بلا استحقاق بغیر طہارت کے نماز پڑھے اور اگر وہ طہارت کے حکم کو بغیر ضروری جان کر یا اس کا مذاق اڑانے کے لیے بغیر طہارت کے نماز پڑھے تو وہ سب کے نزدیک کافر ہے اور اگر اس کی نیت استعزاء اور سحر یہ کہ نہ ہوا اور اس نے یہ سمجھا ہو کہ اس میں اتنا حرج نہیں ہے بلکہ محض سستی یا علم شرعی سے جہالت کی وجہ سے بلا وضو نماز پڑھی تو یہ کسی کے نزدیک کفر نہیں ہونا چاہیے اور جب کسی چیز کے کفر ہونے یا کفر نہ ہونے میں اختلاف ہو تو ظاہر مذہب عدم تکفیر ہے، بلکہ فقہاء نے کہا ہے کہ اگر مومن کی تکفیر پر دست برداریات متفق ہوں اور ایک شخصیت روایت عدم تکفیر کی ہو تو معنی اس کا صحیح پر لازم ہے کہ اس کی تکفیر نہ کرے۔ لے

فاسقوں کے لیے زجر اوعانہ کی جائے | اس حدیث میں ہے ابن عمر نے حضرت ابن عمر سے کہا آپ میرے لیے دعا کریں، حضرت ابن عمر نے فرمایا:

حدیث میں ہے بغیر طہارت کے نماز مقبول نہیں ہوتی اور مال حرام سے صدقہ قبول نہیں ہوتا اور تم بصرہ کے عالم رہ چکے ہو۔

حضرت ابن عمر کا مطلب یہ تھا کہ حاکم بصرہ، عمر نے کی رہے تھے کہ کثرت حقوقی اللہ اور حقوق اہل بارین اور جن کے قہر اللہ کے اور بندوں کے حقوق، مومن اس کو دنا سے قائم نہیں ہوتا، حضرت ابن عمر کا نشانہ زجر و تزیخ تھا اور اس کو توبہ کرنے اور حق تلفیوں کی عافی کرنے اور آئندہ ظلم نہ کرنے پر برا بیخبر کرنا تھا، ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام اور اخیار تابعین ہمیشہ کفار کے لیے ہدایت کی اور فساق کے لیے توبہ کی دعا کرتے رہے ہیں۔

مال حرام سے استبراء کا طریقہ | جس شخص کے پاس سود، رشوت، چوری اور غصب وغیرہ سے مال حرام

ہو اور اب وہ تائب ہو جاتا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ اتنا مال صاحب حق کو یا اس کے وارثوں کو واپس کر دے، اگر حکومت کا مال یا اسے تو اتنا مال حکومت کے کسی فرد میں داخل کر دے اور اگر اس کے وارثوں کا پتہ نہ ملے تو اسے مال کو اس شخص کی طرف سے کسی فقیر پر صدقہ کر دے اور اس کا ثواب صاحب حق کو پہنچا دے۔

کامل وضو کرنے کا طریقہ

بَابُ صِفَةِ الْوُضُوءِ وَ كَمَالِهِ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے وضو کے لیے پانی

۴۴۶ - وَ حَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ وَ  
يُونُسُ بْنُ عَبْدِ يَزِيدَ وَ بَنُو سَهْلٍ وَ حُكْمَةُ بْنُ يَحْيَى



الَّتِي جِيءَ قَالَا أَنَا ابْنُ وَهَبٍ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ  
أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ  
عُثْمَانَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ دَعَا يُونُسَ  
فَقَتَوْهُمَا فَغَسَلَ كَفَّيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ مَضَى  
اسْتَنْتَزَعَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ  
الْيُمْنَى إِلَى الْمِرْفَقِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى  
حَتَّى ذَلِكَ ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُمْنَى  
إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَهُ الْيُسْرَى حَتَّى  
ذَلِكَ ثُمَّ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ تَوَضُّعًا وَصَلَّى هَذَا الصَّلَاةَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَرَأَ هَذَا الصَّلَاةَ وَصَلَّى  
هَذِهِ الصَّلَاةَ فَكَرَّمَ رُكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ  
غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ  
وَكَانَ عُمَرَاؤُنَا يَقُولُونَ هَذَا التَّوَضُّعُ أَشْبَهُ  
مَا يَتَوَضَّأُ بِهِ أَحَدُ الصَّالِحِينَ

۴۲۷۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَالِعُ بْنُ  
إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَالَ ابْنُ عَيْنٍ ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عَطَاءِ  
بْنِ يَزِيدٍ اللَّيْثِيِّ عَنْ حُمَيْرِ بْنِ مَوْلَى عُثْمَانَ أَنَّهُ  
نَالَ عُثْمَانَ دَعَا يُونُسَ دَاخِرًا عَلَى كَفَّيْهِ ثَلَاثَ  
مَرَّاتٍ فَغَسَلَ يَدَيْهِمَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فِي الْيَدِ الْأَيْمَنِ  
فَمَضَى وَاسْتَنْتَزَعَ ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثَ  
مَرَّاتٍ وَكَفَّيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ  
ثُمَّ مَسَحَ بِرَأْسِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ  
ثُمَّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ تَوَضُّعًا وَصَلَّى هَذِهِ الصَّلَاةَ  
صَلَّى رُكْعَتَيْنِ لَا يُحَدِّثُ فِيهِمَا نَفْسَهُ غُفِرَ لَهُ  
مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ

منگوایا اور وضو کرنا شروع کیا پہلے اپنی ہتھیلیوں کو تین  
مرتبہ دھویا پھر ہاتھ کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار  
اپنے چہرے کو دھویا پھر دایاں ہاتھ کو تین تک تین  
بار دھویا پھر اسی طرح بائیں ہاتھ کو تین تک تین بار دھویا  
پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر دایاں پیر کو تین تک تین  
بار دھویا پھر اسی طرح بائیں پاؤں میں بار دھویا پھر  
انہوں نے کہا جس طرح میں نے وضو کیا ہے اس  
طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو  
کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وضو کرنے کے بعد  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح  
اس طریقہ کے مطابق وضو کرے پھر دو رکعت نماز  
پڑھے اور دوران نماز سوچا بچار نہ کرے قرآن کے  
تمام کچھ (سفرہ) گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں ابن شہاب  
نے کہا ہمارے علماء کہتے ہیں نماز کے لیے جو وضو کیے جاتے ہیں  
ان سب میں یہ کامل ترین وضو ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم حمران بیان کر  
تے ہیں کہ یہ میرا چشم دید واقعہ ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ  
عنہ نے پانی کو ایک برتن منگوایا ان کو تیرہا کر کے تین  
بار اپنے دونوں ہاتھ دھوئے پھر دایاں ہاتھ سے  
برتن سے پانی لیا اور کھلی کی اور ناک کو پانی سے ستا  
کیا پھر تین مرتبہ چہرہ اور کتیروں تک کلایاں دھوئیں  
پھر سر کا مسح کیا پھر تین مرتبہ پیر دھوئے پھر حضرت  
عثمان نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
ہے جس شخص نے میرے اس طریقہ کے مطابق وضو  
کیا اس کے بعد دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ اس  
میں سوچ بچار نہ کیا اس کے تمام سابقہ (سفرہ) گناہ  
معاف کر دیئے جائیں گے۔

سر کے مسح میں تکرار کے مسنون ہونے پر امام شافعی کے دلائل

حدیث نمبر ۲۲۷ میں ہے کہ حضرت  
عثمان رضی اللہ عنہ نے تمام اعضا



وضو کر تین بار دھویا اور سر کا مسح کیا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

سر کے مسح کی تکرار میں علماء کا اختلاف ہے، امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ تین بار سر کا مسح کرنا مستحب ہے، جیسا کہ باقی اعضاء کو تین بار دھونا مستحب ہے، اور امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام احمد اور اکثر مفسرین کا مسلک یہ ہے کہ سر کا مسح ایک بار سے زیادہ نہ کیا جائے اور احادیث صحیحہ میں صرف ایک بار مسح کا ذکر ہے اور بعض احادیث میں مطلقاً مسح کرنے کا ذکر ہے۔ امام شافعی نے صحیح مسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ حضرت عثمان نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا، اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار سر کا مسح کیا اور سر کے مسح کو باقی اعضاء کے تین بار دھونے پر قیاس کیا ہے اور جن احادیث میں ایک بار سر کے مسح کا ذکر ہے ان کو بیان براز پر محمول کیا ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

**سر کے مسح میں تکرار کے مسنون نہ ہونے پر ائمہ ثلاثہ کے دلائل**

مذہب یہ ہے کہ سر کے مسح میں تکرار سنت نہیں ہے، حضرت ابن عمر، سالم، نخعی، مجاہد، طلحہ بن مصرف اور عکرمہ بھی اسی طرح مروی ہے، امام ترمذی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے اکثر کا اسی پر عمل ہے اور بعد کے لوگوں کا بھی اسی پر عمل ہے۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ تکرار سنت ہے، اعرابی نے کہا تین بار مسح کرنا افضل ہے اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے۔

علامہ ابن عبد البر نے کہا سب کا قول یہ ہے کہ سر کا مسح صرف ایک بار ہے اور امام شافعی نے کہا سر کا مسح تین بار کیا جائے گا، کیونکہ امام ابو داؤد نے شقیق بن سلمہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت عثمان بن عفان کو دیکھا انہوں نے تین بار کلاہیاں دھوئیں اور میں بار سر کا مسح کیا، پھر کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے، اور اس کی مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعدد اصحاب سے مروی ہے اور حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت ابن عمر، حضرت ابو ہریرہ، حضرت عبداللہ بن ابی ارنی، حضرت ابی مالک، حضرت ربیع، حضرت ابی بن کعب سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا اور حضرت ابی کی حدیث میں ہے: یہ میرا وضو ہے اور مجھ سے پہلے رسول کا وضو ہے، اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس لیے کہ طہارت میں اصل سر سے ترچہر سے کی طرف اس میں بھی تکرار مسنون ہو گا۔

ہماری دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم میں ہے حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان کیا اور کہا کہ آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اور امام ترمذی نے روایت کیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور ایک بار سر کا مسح کیا اور کہا یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے جس شخص کو یہ پسند ہو کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو دیکھے وہ اس وضو کو دیکھے اور امام ترمذی نے کہا یہ حدیث صحیح ہے، اسی طرح



حضرت عبداللہ بن ابی اوفی، حضرت ابن عباس، حضرت سلمہ بن اکوع اور حضرت ربیع سب نے کہا آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا اور ان صحابہ کا بھی صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کی حکایت کرنا، وائمی عمل کی خبر دینا ہے، اللہ وائمی عمل دہی ہر کتاب ہے جو افضل اور اکل ہو اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے رات کو وضو کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کی حکایت کی ہے اور اس وقت میں افضل عمل ہی کیا جاتا ہے۔ نیز تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور زخم پر پٹی کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کی کسی فرع میں تکرار نہیں ہے تو پھر سر کے مسح میں بھی تکرار نہیں ہوگی اور تکرار کے قائلین نے جو احادیث بیان کی ہیں ان میں سے کسی میں تکرار مسح کی تصریح نہیں ہے۔ امام ابو داؤد نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی تمام صحیح روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ سر کا مسح ایک بار ہے کیونکہ انہوں نے اعضا وضو کر تین تین بار وضو کرنے کا ذکر کیا اور ان احادیث میں یہ مذکور ہے انہوں نے سر کا مسح کیا اور اس کے بعد وہ وضو کر کے دھوئے ہیں بعد کا ذکر کیا ہے اور جس حدیث میں یہ ذکر ہے کہ انہوں نے سر کا تین بار مسح کیا اس کی یحییٰ بن آدم نے روایت کیا ہے اور اس کی دیکھنے نے مخالفت کی ہے اس نے کہا فقط تین بار وضو کیا اور حضرت عثمان سے صحیح روایت یہ ہے کہ انہوں نے تین تین بار اعضا وضو کر دھوئے اور سر کا مسح کیا اور اس کے بعد وہ وضو کر لیا، امام بخاری اور امام مسلم نے اسی طرح روایت کیا ہے، امام ابو داؤد نے کہا یہ صحیح ہے۔ ہم نے جو احادیث بیان کی ہیں وہ صحاح کی روایات ہیں اس سے لازم آیا کہ اس کی مخالفت تقابض ضعیف ہے اور جن احادیث میں یہ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار وضو کیا اس سے مسح کا ماحولی مراد ہے کیونکہ اس حدیث کے راوی جب مسح کا ایک ذکر کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ نے سر کا ایک بار مسح کیا، اللہ تفصیل اجمال کی حاکم اور تفسیر ہوتی ہے اور اجمال تفصیل کا معارض نہیں ہوتا، جس طرح خاص عام کا معارض نہیں ہوتا اور امام شافعی کا سر کے مسح کر باقی اعضا پر قیاس کرنا تیمم سے منظور نہیں ہے، لیکن ہم اس کے مقابلہ میں سر کے مسح کو دھوئے پر قیاس کرتے ہیں کہ جس طرح تیمم کے مسح میں تکرار نہیں ہے اسی طرح سر کے مسح میں تکرار نہیں ہے اور مسح کو مسح پر قیاس کرنا مسح کو دھوئے پر قیاس کرنے کی بہ نسبت زیادہ قوی ہے۔ نیز جب سر پر تین بار مسح کیا جائے گا تو پھر وہ مسح نہیں رہے گا بلکہ وہ دھوئے کے مترادف ہوگا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر پر ایک بار مسح بیان جواز کے لیے کیا ہو اور تین بار مسح افضل امر کے بیان کے لیے کیا ہو اس طرح ان دونوں حدیثوں میں تضاد نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عثمان اور دیگر لوگوں نے ایک بار مسح کر کے یہ کہا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے اور یہ قول اس پر دلالت کرتا ہے کہ آپ دائما اسی طرح وضو کرتے تھے، نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ اسی سے بیان کیا کہ سائلین اور صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وائمی وضو کا طریقہ اور کیفیت معلوم ہو جائے، اگر انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی اور طریقہ سے وضو کرتے ہوئے دیکھا ہوتا تو مطلقاً یہ نہ کہتے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو ہے، اس سے معلوم ہوا کہ شقیق بن سلمہ کی روایت میں جو تین بار سر کے مسح کا ذکر ہے وہ راوی کی خطا ہے، کیونکہ جب تمام راوی ایک شخص سے ایک ہی حدیث کی روایت کریں اور تمام راوی ایک صفت کو بیان کریں اور ایک







یہاں بھی باعمل پر داخل ہے لہذا یہ حدیث بھی اس آیت کی طرح محل ہے، اس لیے اولیٰ یہ ہے کہ امام ابو داؤد کی اس روایت سے استدلال کیا جائے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے ہوئے دیکھا، آپ نے سرخ رنگ کا منقش عمامہ باندھا ہوا تھا آپ نے عمامہ کے نیچے سے لقمہ کاغذ لیا اور سر کے اگلے حصے پر مسک کیا، امام ابو داؤد نے اس حدیث پر سکوت کیا ہے اس لیے یہ حدیث بظاہر حجت ہے اور اس حدیث کا مفاد یہ ہے کہ آپ نے سر کے پچھلے حصے پر مسک کیا اور یہ سر کا چوتھا حصہ ہے جس کو ناصیہ کہتے ہیں، اسی طرح امام بیہقی نے عطاء سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور عمامہ کو ہٹایا اور سر کے اگلے حصے پر مسک کیا، یہ حدیث مرسل ہے اور ہمارے نزدیک حدیث مرسل حجت ہوتی ہے، خصوصاً اس صورت میں جب کہ یہ حدیث متصل سے منقول ہو۔

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ان حدیثوں میں سر کے اگلے حصے پر مسک کرنے کے فعل کا ذکر ہے، اس لیے یہ کب لازم آتا ہے کہ اس سے کم مقدار پر مسک کرنا جائز نہیں ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ چوتھا حصہ مقدار سے کم پر بھی مسک کرنا جائز ہو تا تو بھی صلی اللہ علیہ وسلم اس سے کم مقدار پر بھی مسک کرتے تاکہ امت کو معلوم ہوتا کہ یہ بھی جائز ہے۔

آیت وضو میں بالصلاق کے لیے ہے اور جب کہ راتھ کا سر سے الصاق ہو تو وہ اس کو مستلزم نہیں ہے کہ پورے سر کا مسک کیا جائے، اس لیے اگر کسی شخص نے سر پر لقمہ رکھے اور پچھلے سر پر مسک نہیں کیا تب بھی الصاق ہو جائے گا اور جب سر پر لقمہ رکھے جائیں گے تو چوتھا حصہ پر مسک ہو جائے گا کیونکہ عمامہ لقمہ چوتھا حصہ کے برابر ہوتے ہیں اس لیے چوتھا حصہ کے مسک کی فرضیت قرآن مجید کی اس آیت سے ثابت ہے۔  
**چوتھا حصہ پر مسک کے متعلق احادیث** | جن احادیث سے فقہاء احداث نے مسک کی مقدار کے تعین اور بیان پر استدلال کیا ہے وہ یہ ہیں۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن المغيرة بن شعبه ان النبي صلى الله عليه وسلم مسح على الخفين ومقدم ما عليه وعلى عما مته يته

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مولدہا پر مسک کیا، سر کے اگلے حصے پر مسک کیا اور عمامہ پر مسک کیا۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن المغيرة بن شعبه ان النبي صلى الله عليه وسلم توضأ فمسح قاصيته وعما مته وعلى الخفين يته

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا تو سر کے اگلے حصے

۱۔ علامہ کمال الدین محمد بن عبداللہ المعروف ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ فتح القدیر ج ۱ ص ۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ امام مسلم بن الحجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۲، مطبوعہ نور محمدیہ المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ امام ابو عبدالرحمان احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ سنن نسائی ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ تدیمی کتب خانہ کراچی



پر مسح کیا اور عمامہ اور بندوں پر مسح کیا۔

اس حدیث کو امام ترمذی نے بھی ذکر کیا ہے۔  
امام ابو داؤد وروایت کرتے ہیں:

عن المغيرة بن عبد الله بن النخعي عن النبي صلى الله عليه وسلم  
كان يمسح على الخفين وعلى ناصيته وعلى  
عمامة راسه

میز امام ابو داؤد وروایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالك قال رایت رسول  
الله صلى الله عليه وسلم يمسح برأسه وعلية عمامته  
قطرنية فادخل يده من تحت العمامة  
فمسح مقدم راسه فلم ينقص العمامة شيئا

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم جوڑوں پر مسح کرتے تھے  
سر کے اگلے حصہ پر مسح کرتے تھے اور عمامہ پر۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرتے  
ہوئے دیکھا، آپ نے سر پر رنگ کا منقش قلمری  
عمامہ باندھا ہوا تھا آپ نے عمامہ کے نیچے سے  
ہاتھ داخل کیا اور سر کے اگلے حصہ کا مسح کیا اور عمامہ  
بہنیں کھولا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی احادیث سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے عمامہ پر بھی مسح فرمایا ہے اس کے متعلق تفصیلی بحث ان شاء اللہ ہم باب نمبر ۹۷ میں بیان کریں گے۔

نماز میں منوعہ خطرات اور وساوس کا بیان  
حدیث نمبر ۴۲۷ میں ہے: جس شخص نے میرے اس طریقہ  
کے مطابق وضو کیا اس کے بعد دو رکعت نماز اس طرح  
پڑھی کہ اس میں حدیث نفس (دنیاوی مسائلات میں سوچ و چکا اور غور و فکر) نہ کی اس کے تمام (مغیرہ) نگاہ صاف کرتی جاتی ہے۔  
علامہ بدر الدین حنفی لکھتے ہیں:

تقاضی حیا نے کہا ہے کہ حدیث نفس سے مراد وہ امور ہیں جن کے متعلق انسان قصد غور و فکر کرتا ہے،  
اور جن کاموں کے متعلق انسان پروگرام اور منصوبے بناتا ہے، اور نماز میں جو خیالات انسان کے قصد اور ارادے  
کے بغیر اس کے دماغ میں آتے ہیں وہ حدیث نفس نہیں ہیں، اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ نماز میں بغیر قصد اور ارادے  
کے جو خیالات آتے ہیں ان کے متعلق یہ امید تو ہے کہ وہ نماز قبول ہو جائے گی، لیکن یہ نماز اس کی اس نماز سے کم ہوگی،  
جس نماز میں مطلقاً کوئی خیال نہیں آتا، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نفس اس شخص کے لیے مغفرت کی ضمانت دی ہے جس  
کی نماز میں بالکل خیال نہ آئے، کیوں کہ کم لوگ نماز میں حدیث نفس سے سلامت رہتے ہیں، اور یہ مرتبہ اس شخص کو

۱۔ امام ابویسی محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ج ۱ ص ۱۵، مطبوعہ مکتب خانہ میر محمد کراچی

۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۵۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۷۲، مطبوعہ مکتبہ المدینہ طمان

۳۔ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲۲-۲۱



حاصل ہوتا ہے جو مجاہدہ کر کے شیطان کے قائلے ہونے خیالات کو دور کرتا ہے، حتیٰ کہ وہ اپنی کوشش کی وجہ سے ایک لحظہ کے لیے بھی نماز سے غافل نہیں ہوتا، ایک قول یہ ہے کہ حدیث نفس کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس کا پر عمل خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، جاہ طلبی کے لیے نہ ہو، وہ نماز کے ذریعہ اپنی کسی بڑائی کا طالب نہ ہو، کہ نماز ادا کرنے سے اپنے آپ کو کسی فضیلت کا حامل قرار دیتا ہو، بلکہ وہ اپنے نفس کو حقیر جانتا ہو، کہ مندرجہ اور مشکوٰۃ میں ایک قول یہ ہے کہ اگر حدیث نفس کی نفی سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل دماغ میں دنیا کا کوئی خیال نہ آئے تو یہ بہت مشکل ہے اور اگر اس سے مراد یہ ہے کہ اس کے دل میں اگرچہ بلا قصد خیالات آئیں لیکن وہ کسی خیال پر جمے نہیں تو یہ مخلصین کا عمل ہے۔

علامہ عینی فرماتے ہیں: میں یہ کہتا ہوں کہ حدیث نفس کی دو قسمیں ہیں، ایک قسم وہ ہے کہ کسی چیز کا خیال بہانہ آئے اور اس کو دور کرنا مشکل ہو، دوسری قسم کے وہ خیالات ہیں جن کو منقطع کرنا ممکن ہے، یہاں حدیث نفس کی نفی سے دوسری قسم مراد ہے نہ کہ پہلی، کیونکہ اس میں دشواری ہے۔ نیز بحث باب تقییل سے ہے اس کا اتفاقنا یہ ہے کہ انسان جن چیزوں کو قصداً حاصل کرتا ہے اور جن امور کے متعلق قصداً غور و فکر اور سوج و دھار کرتا ہے اور ان کو دور کرنا ممکن ہے اس کے برعکس دل میں اچانک جو خیالات اور دوسرے آتے ہیں، ان کو دور کرنا مشکل ہے اس لیے وہ معان ہیں، واقعی عیاض نے بسن علامہ سے یہ نقل کیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دل میں اصلاً کوئی خیال نہ آئے، علامہ نووی نے اس کو رد کر دیا ہے اس لیے کہ بلا قصد اور اختیار جو خیالات دل میں آتے ہیں اور پھر انسان ان خیالات پر جمتا نہیں ہے ان کی نفی کرنا اس حدیث سے مراد نہیں ہے پھر حدیث نفس دنیاوی خیالات اور دینی خیالات دونوں کو شامل ہے اور اس حدیث میں صرف دنیاوی خیالات کی نفی مراد ہے، حکیم ترمذی نے یہ روایت بیان کی ہے: "اس دور کث نماز میں دنیا کے متعلق بالکل حدیث نفس نہ کرے پھر وہ اللہ تعالیٰ سے جودعا کرے گا وہ قبول ہوگی" اور جب وہ نماز میں امور آخرت سے متعلق غور و فکر کریگا مثلاً قرآن مجید کی جن آیات کی تلاوت کرتا ہے ان پر غور و فکر کرتا ہے یا دعائیں اور وظائف پڑھتا ہے یا کسی شخص اور مستحب کام میں غور و فکر کرتا ہے تو یہ وہ حدیث نفس ہے جو مفسر نہیں ہے اور صحیح بخاری میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے میں لشکر کی صفیں ترتیب دیتا رہتا ہوں، علامہ نووی فرماتے ہیں: اس حدیث میں ہے کہ اس کے تمام سابقہ گناہ معاف کر دیے جائیں وضو اور نماز کے بعد مغفرت کا بیان | علامہ بدرالدین عینی کہتے ہیں:

اس سے مراد منیرہ گناہ ہیں جیسا کہ صحیح مسلم میں اس کی تصریح ہے (یہ حدیث اگلے باب میں ہے) حدیث کے الفاظ میں بظاہر غور ہے لیکن اس کی صاف کے ساتھ تخصیص کی گئی ہے، اور کبائر قرب سے معاف ہوتے ہیں اس طرح حقوق العباد بھی بندوں سے معاف کرانے سے معاف ہوتے ہیں، البتہ کبائر میں تحقیق ہوجاتی ہیں

۱۔ علامہ بدرالدین محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۴ ص ۷۲، مطبوعہ دارۃ الطباعة المنیرہ مصر ۱۳۳۸ھ  
۲۔ عمدۃ القاری ج ۴ ص ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷



## بَابُ فَضْلِ الْوُضُوءِ وَالصَّلَاةِ عَقِبَهُ

## وضو کرنے کے بعد نماز پڑھنے کی فضیلت

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے فارم حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان عصر کے وقت مسجد کے صحن میں تھے ان کے پاس مؤذن آیا۔ انھوں نے اس سے وضو کر کے پانی منگو کر وضو کیا۔ پھر آپ نے فرمایا اگر قرآن کریم میں رطل علم پھیلانے والے سے ایسے وغیرہ عذاب کا آیت نہ ہوتی تو میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوتی یہ حدیث نہ بیان کرتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے دو تمام (صغیر) گناہ مہان فرمادیتا ہے۔ جو اس نے اس نماز سے پہلے دو سو مرتبہ نماز کے درمیان کیے تھے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث بیان کی ہے۔

۴۴۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُثْمَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَاسْتَعْيَبُ بْنُ الْبَرَاءِ هَيْمُ الْعَنْطَلِيُّ وَالْقَطَرِيُّ الشَّيْبِيُّ قَالَ اسْتَحْيَا اَنَا وَكَانَ الرَّحْمَانُ تَاجِرِي عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ اَنَّ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ عُثْمَانَ ابْنَ عَفَّانَ وَهُوَ يَتْلُو السُّورَةَ فَجَاءَهُ الْمُؤَدُّونُ فَقَالُوا الْعَصْرُ فَذَعَا يَوْضُوءًا فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ وَاللَّهِ لَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا ثَوَدَ اَبِي فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمْ رَافِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ فَيُصَلِّيَ الصَّلَاةَ إِلَّا دَعَمَ اللَّهُ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ الَّتِي تَلِيهَا.

۴۴۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو سَامَةَ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ مَالِكُ كُرَيْبٍ قَالَ نَا وَكَانَ أَبُو شَيْبَةَ قَالَ نَا سَمِعْتُ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ اَبِي سَعْدٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَامَةَ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ كَمَا تَحَدَّثُ الْمَلَائِكَةُ.

حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے عصر کے بعد کہا کہ اگر قرآن کریم کی ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوتی یہ حدیث بیان نہ کرتا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے دو تمام (صغیر) گناہ مہان فرمادیتا ہے۔ جو اس نے اس نماز سے پہلے دو سو مرتبہ نماز کے درمیان کیے تھے۔ عروہ نے بیان کیا کہ حضرت عثمان نے

۴۵۰۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا اَبُو عَنْ صَالِحٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شَيْبَةَ وَابْنُ عُزْرَةَ وَابْنُ يَحْيَى عَنْ حُمُرَانَ اَنَّكَ قَالَ قَدْ تَكُونُ عُثْمَانُ قَالَ وَاللَّهِ لَا أُحَدِّثُكُمْ حَدِيثًا ثَوَدَ اَبِي فِي كِتَابِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ مَا حَدَّثْتُكُمْ رَافِي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا يَتَوَضَّأُ رَجُلٌ مُسْلِمٌ فَيُحْسِنُ الْوُضُوءَ كَمَا تَحَدَّثُ الْمَلَائِكَةُ إِلَّا دَعَمَ اللَّهُ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الصَّلَاةِ الَّتِي تَلِيهَا قَالَ عَزَّ وَآلِ ابْنِ اَبِي شَيْبَةَ وَابْنِ يَحْيَى.



مَا أُنْزِلْنَا مِنْ آيَاتٍ إِلَّا نَزَلْنَا بِهَا حَقْلًا  
الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ

جس آیت کا ذکر کیا وہ یہ ہے: (ترجمہ) ہم نے  
قرآن کریم میں جن ہدایات اور دلائل کو نازل کیا ہے  
جو لوگ ان کو چھپائیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ اور تمام لعنت  
کرنے والے لعنت کرتے ہیں۔

سعید بن عباس کہتے ہیں کہ میرے سامنے  
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کے لیے پانی  
منگایا پھر فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد  
فرمایا جس مسلمان نے جس فرض نماز کا وقت پایا، ابھی  
طرح وضو کیا پھر وضو اور خشوع کے ساتھ نماز پڑھی  
تو وہ نماز اس کے پیچھے تمام گناہوں کا کفارہ ہو جائے گی۔  
جب تک کہ وہ کوئی کبیرہ گناہ نہ کرے۔ اور یہ سلسلہ  
ایک بار ہی رہے گا۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خادم عمران بیان  
کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان کے پاس  
رشتہ کا پانی لے کر آیا، آپ نے اس پانی سے وضو  
کیا پھر فرمایا لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف  
ایسی امانت کو منسوب کرتے ہیں جو میرے علم میں  
نہیں ہیں البتہ میں نے دیکھا ہے کہ حضور نے میرے  
اس وضو کی طرح وضو کیا، پھر فرمایا جس شخص نے اس طرح  
وضو کیا اس کے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور  
اس کی نماز اور مسجد تک چل کر جانا نقل ہو جاتا ہے۔

ابو انس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان نے  
زمین کے قریب وضو کیا، پھر فرمایا کیا میں تم کو نہ دکھلاؤں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا  
کرتے تھے۔ پھر حضرت عثمان نے یہ وضو کر مین تین  
بار دھویا، بعض روایات میں یوں بھی ہے کہ اس وقت

۴۵۱۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بَرٍّ حَمِيدٌ وَحَبَّابُ بْنُ  
الشَّامِيِّ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الْوَلِيدِ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ  
أَبِي الْوَلِيدِ قَالَ قَالَ الشَّامِيُّ بْنُ سَعِيدٍ بْنُ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ  
الْحَاضِرِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ  
عِنْدَ عُثْمَانَ حَدَّثَنَا بِطَرِيقٍ كُنْتُ أَلْتَمِيعُ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَا مِنْ امْرِئٍ  
مُسْلِمٍ تَحَضَّرَ صَلَواتَهُ فَكُنْتُ بِنَا فَدُخِرَ حَسَنٌ وَطُورُهَا  
وَتَحْشَوْهَا وَرُكُوعُهَا إِلَّا كَانَتْ كَعَمَلِهَا لَنَا قَبْلَهَا  
مِنَ اللَّهِ نُوْبَ مَا لَمْ يُوْبَ كَبُرَتْ وَكَذَلِكَ اللَّهُ فَاعْلَمُوا

۴۵۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَاحْمَدُ بْنُ عَبْدِ  
الْعَظِيِّ قَالَا نَحْنُ الْعَرِيزُ وَهُوَ الَّذِي أَوْرَدَهُ عَنِ  
زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ حُمَرَ بْنِ مَرْثَدَةَ عَنْ عُثْمَانَ قَالَ أَتَيْتُ  
عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ بِوَضُوْعٍ فَتَوَضَّأَ ثُمَّ قَالَ إِنَّ نَاسًا  
يَتَحَدَّثُونَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
أَحَادِيثَ لَا أَذْرِجِي مَا هُوَ إِلَّا آيَةُ مَا آتَتْ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ مِثْلَ وَضُوْعِي  
هَذَا ثُمَّ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ هَكَذَا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ  
دُونِهِ وَكَانَتْ صَلَواتُهُ وَتَحْشِوُهُ إِلَى الْمَسْجِدِ نَافِلَةً  
وَرَبِّي يَقُولُ إِنَّ بَيْنَ عَمَلِهِ آيَتِيكَ عُثْمَانَ  
فَتَوَضَّأَ

۴۵۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ بَرٍّ  
أَبِي قُتَيْبَةَ وَهَارِثُ بْنُ حَرْبٍ وَاللُّغْجِيُّ لِقَيْبَةَ وَابْنُ  
بَكْرٍ وَالْوَانِيُّ وَكَيْسُ بْنُ سَعْيَانَ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ  
أَبِي أَمْرِ أَنَّ عُثْمَانَ تَوَضَّأَ بِالْمَقَاعِ عِدَّةً فَقَالَ إِلَّا  
أَمْرِيكُمْ وَضُوْعُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ



وَسَلَّمَ ثُمَّ كَرَّمَنَا فَلَاكًا فَلَاكًا وَزَادَ قَسِيْبَةً  
فِي رِغَائِيْمِهِ قَالَ سَفِيَّانُ قَالَ أَبُو النَّضْرِ عَنْ أَبِي  
أَنَسٍ قَالَ وَعِنْدَهُ رِجَالٌ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

۴۵۴. حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ  
وَالْحُفَافُ بْنُ إِسْرَافِيلَ جَمِيعًا عَنْ وَكِيعٍ قَالَ أَبُو  
كُرَيْبٍ تَابَ وَكِيعٌ عَنْ وَسْعَةَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ شَدَّادٍ  
أَبِي قُحْدَرَةَ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ ابْنَ أَبَانَ قَالَ كُنْتُ  
أَمْرًا لِعُثْمَانَ طَهُوْرًا فَمَا أَفَى عَلَيَّ يَوْمَئِذٍ إِلَّا  
وَهَرٌ يَفِيضُ عَلَيَّ لُطْفَةً وَقَالَ عُثْمَانُ حَدَّثَنَا  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عِنْدَ  
إِنْصِرَافِنَا مِنْ صَلَاتِنَا هَذِهِ قَالَ وَيُسْكِرُ أَمْرَاهَا  
الْعَصْرَ فَقَالَ مَا أَذْرِي أَحَقَّ ثُكْرًا بِشَيْءٍ أَوْ حُكْرًا  
فَلَقَدْ نَأَى رَسُولُ اللَّهِ إِنْ كَانَ خَيْرًا فَهَدَيْتُنَا وَ  
إِنْ كَانَ غَيْرَ ذَلِكَ فَاللَّهُ وَمَا سَوَّلَنَا أَعْلَمُ قَالَ  
مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَنْتَظِرُ قِيَمَتِهِ الطَّهَوْرَةَ الَّتِي كُتِبَ  
اللَّهُ عَلَيْهِ قِيَمَتُهَا هَذِهِ الصَّلَاةُ الْخَمْسُ إِلَّا  
كَامَتْ كَفَّارَاتُ لِمَا بَيْنَهُنَّ

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس اور صحابہ بھی موجود  
تھے۔

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں کہ میں ہر روز حضرت  
عثمان کے وضو کے لیے پانی رکھا کرتا تھا اور حضرت  
عثمان ہمیشہ اس پانی سے کسی تندرست غسل بھی کیا کرتے  
تھے۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ناز سے وضو کرتے ہیں  
کہ ان کی مراد نازت عطر بھی یا نازغ ہونے کے بعد فرمایا  
میں فیصلہ نہیں کر پایا کہ یہی ایک بات تلواریں یا نازیں  
رسول، صحابہ کرام نے وضو کیا یا رسول اللہ اگر وہ بات  
ہم سے حق میں بہتر ہے تو وضو یہ بیان کیجئے اور اگر اس  
کے علاوہ کوئی اور بات ہے تو اللہ قلے اور اس  
کے رسول کو زیادہ علم ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا جو مسلمان شخص اس طرح کال وضو  
کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے اور  
پانچوں نازیں پڑھے تو ان نازیوں کے درمیان جو  
اس نے گناہ کیے ہیں وہ نازیں ان گناہوں کے لیے  
کفارہ بن جائیں گی۔

حمران بن ابان بیان کرتے ہیں کہ بیشتر کے دو رکعت میں  
حضرت ابو بردہ اس مسجد میں بیان کر رہے تھے کہ حضرت عثمان بن عفان  
کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا جس  
شخص نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق پورا وضو کیا  
تو جو گناہ ان فرض نازیوں کے اوقات کے درمیان  
ہوئے ہیں ان کے لیے وہ نازیں کفارہ ہو جائیں گی  
اور ایک اور روایت میں بشر کی حکومت اور فرض نازیوں  
کا ذکر نہیں ہے۔

۴۵۵. حَدَّثَنَا عُمَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ قَالَا فِي  
رَوْحَةَ ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا ثَنَا  
مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَكَانَ جَمِيعًا ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ جَعْفَرِ  
ابْنِ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ حُمْرَانَ ابْنَ أَبَانَ يُحَدِّثُ  
أَبَا بَرْدَةَ فِي هَذَا التَّسْبِيحِ فِي إِصْرَةٍ يُشِيرُ أَنَّ عُثْمَانَ  
ابْنَ عَفَّانَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَكْرَمَ الْوُضُوْعَ كَمَا أَمَرَهُ اللَّهُ عَزَّ  
وَجَلَّ قَالَ الصَّلَاةُ الْمَكْتُوبَاتُ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ  
هَذَا حَدِيثٌ أَبْنِ مُعَاذٍ وَكَانَتْ فِي حَدِيثِ عُمَيْدٍ



فِي إِيمَانِهِ بِشَيْءٍ إِلَّا ذَكَرَ الْمَكْتُوبَاتِ -

حمران بیان کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بہت اچھی طرح وضو کیا، پھر فرمایا میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اس طرح وضو کیا پھر مسجد میں بھی نماز کے قصد سے گیا تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ لکھا ہوں کہ صاف کر دے گا۔

حمران بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے نماز پڑھنے کے لیے اچھی طرح کامل وضو کیا، پھر فرض نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں گیا اور جماعت کے ساتھ نماز پڑھی تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ بخش دیتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا ان کے درمیان واقعہ ہونے والے گناہوں کے لیے گناہ بن جاتا ہے جب تک گناہ کبیرہ کا ارتکاب نہ کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا ان کے

۳۵۶ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَعْمَرُ بْنُ بَكِيدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ هُثَيْلِ بْنِ مَوْلَى عُثْمَانَ قَالَ قَوْمًا عُمَيَّاتُ ابْنِ عَفَّانَ يَوْمًا وَضَوْءٌ حَسَنًا لَمْ قَالَ رَأَيْتُكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَوْمًا فَكَانَ حَسَنَ الْوَضُوءِ لَمْ قَالَ مَنْ قَوْمًا هَكَذَا لَمْ يَخْرُجْ إِلَى الْمَسْجِدِ لَا يَنْهَى إِلَّا الْقَلِيلَ غَيْرَ كَمَا مَاخَذَ مِنْ قَوْمٍ -

۳۵۷ - وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ يُونُسُ بْنُ عَبْدِ الْأَعْلَى قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهْبٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْحَارِثِ أَنَّ الْحَكِيمَةَ بِنْتُ عَبْدِ اللَّهِ الْقُرَشِيَّةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ نَافِعَةَ بِنْتُ جُبَيْرٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي سَلَمَةَ حَدَّثَاهَا أَنَّ مَعَاذَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُمَا عَنْ هُثَيْرِ بْنِ مَوْلَى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَوْمًا لِلصَّلَاةِ فَاسْبِغِ الْوَضُوءَ شَقَرًا مَشَى إِلَى الصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ فَصَلَّاهَا مَعَ النَّاسِ أَوْ مَعَ الْبَحَاةِ أَوْ فِي الْمَسْجِدِ غَفَرَ اللَّهُ لَهُ ذُنُوبَهُ -

۳۵۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَثَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ خَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي سَمْعَانَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءِيُّ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحَارِثِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ الصَّلَاةُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ لِمَا بَيْنَهُنَّ مَا لَمْ تَغْشَ الْكِبَايَرُ -

۳۵۹ - وَحَدَّثَنِي كَثَرُ بْنُ عَلِيٍّ الْجَفَافِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ فَاهِشَامُ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ



درمیان واقع ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ  
بن جاتے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ نمازیں  
اور ایک جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ پڑھنا ایک  
ایک رمضان سے دوسرے رمضان کے درمیان  
رکھنا، ان کے درمیان واقع ہونے والے گناہوں  
کے لیے کفارہ بن جاتے ہیں۔ جب تک گناہ کبیرہ  
نہ کرے۔

اس حدیث میں ہے جو شخص بھی اچھی طرح وضو کرے  
پھر اس کے بعد نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے  
وہ تمام (صغیر) گناہ معاف کر دیتا ہے جو اس نے اسی نماز سے چودہ دوسری نماز کے درمیان کیے تھے۔

الصَّلَاةُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ كَفَّارَاتٌ  
لِّمَا بَيْنَهُنَّ۔

۴۶۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ  
أَبُو نُبَيْلٍ قَالَ نَأَى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
إِسْمَاعِيلَ مَوْلَى زَيْنِ عَدَةَ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ  
الصَّلَاةُ الْخَمْسُ وَالْجُمُعَةُ إِلَى الْجُمُعَةِ وَرَمَضَانَ  
إِلَى رَمَضَانَ مَكْفِرَاتٌ لِّمَا بَيْنَهُنَّ إِذَا اجْتَنَبْتَ  
الْكَبَائِرَ۔

مغفرت کے متعدد اسباب اور ان کے ثمرات

علامہ یحییٰ بن شریف نوری لکھتے ہیں:

دیگر احادیث میں ہے پانچ نمازیں ان کے درمیان ہونے والے گناہوں کے لیے کفارہ ہیں، ایک  
جمعہ سے لے کر دوسرا جمعہ تک جو کہ نماز کفارہ ہے اور ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک رمضان  
کفارہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب وضو سے گناہوں کا کفارہ ہو گیا تو نماز سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟  
اور جب پانچ نمازوں سے کفارہ ہو گیا تو جب تک نماز سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اور جب جمعہ سے کفارہ ہو  
گیا تو رمضان سے کس چیز کا کفارہ ہو گا؟ اسی طرح عرفہ کے دن روزہ بھی دو سال کے گناہوں کا کفارہ ہے  
اور عاشورہ کا روزہ ایک سال کا کفارہ ہے۔ اور جب کسی شخص کی آئین ملائکہ کی آئین کے موافق ہو جائے تو اس  
کے تمام پچھلے گناہوں کی مغفرت ہو جاتی ہے۔ اس حوال کا علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ یہ تمام عبادات گناہوں  
کا کفارہ ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں اگر اس کے صغیر گناہوں میں ان سے مغفرت ہو جاتی ہے، اور اگر اس  
کے صغیر اور کبیرہ گناہ نہ ہوں تو اس کی نیکیاں کچھ دی جاتی ہیں اور اس کے رعبات بلند کر دیے جاتے ہیں اور  
اگر سنائز نہ ہوں اور کبائر ہوں تو امید ہے اس کے کبائر میں تخفیف ہو جائے گی۔ لے

وضو کے بعد مستحب ذکر کا بیان

بَابُ الذِّكْرِ الْمُسْتَحَبِّ عَقِبَ الْوُضُوءِ

حضرت عقب بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ ہم اسے ذرا اونٹوں کو چرانے تھا۔ جب میں اپنی باری

۴۶۱۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ مَعْقِلٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ مَعْقِلٍ قَالَ  
نَأَى عَنْ الرُّحَمَاءِ قَالَ نَأَى عَنْ مَعَاوِيَةَ بْنِ جَبَلٍ



پراثر کر چا کر شام کے وقت آیا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے لوگوں کے سامنے بیان فرما رہے تھے کہ جو مسلمان اچھی طرح وضو کرے اور پھر کھڑا ہو کر حضور قلب کے ساتھ روئے کرے نماز پڑھے اس کے لیے جنت واجب ہو جائے گی میں نے کہا یہ کس حدیث سے ہے؟ آپ نے کہا ایک آواز آئی کہ پہلی حدیث اس سے ہے میں نے عرض کیا میں نے تو یہ ہو کر دیکھا تو وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے انھوں نے کہا میں نے یہ کہا ہے کہ تم اللہ آئے ہو اس سے صلی اللہ علیہ وسلم اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا جو شخص اچھی طرح وضو کرے پھر یہ کہے اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَ رَسُوْلُهُ۔ اس کے لیے جنت کے آسمان دروازے کھول دیے جاتے ہیں جس دروازے سے پاس جنت میں داخل ہو جائے۔

صَالِحٍ عَنْ مَيْبُوعَةَ بِنْتِ يَزِيدٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسٍ الْعَوَّلَانِي عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا عَنْ أَبِي عُمَرَ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ جَبْرِ عَنْ كَعْبٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ كَانَتْ عَلَيْنَا رَعَايَةُ الْإِبِلِ فَجَاءَتْ تَوْبَتِي فَدَوَّخْتُهَا بِعِشِّي فَأَذْرَكْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانِيًا يُحَدِّثُ النَّاسَ فَأَذْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهِ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وَهُوَ عَاثِرٌ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ رُكْعَتَيْنِ مُقْبِلٍ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ إِلَّا وَجِبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ ذَلِكَ مَا أَجَوَدَ هَذَا فَإِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيَّ يَقُولُ الَّتِي قَبْلَهُمَا أَجَوَدَ فَتَنَظَّرْتُ فَإِذَا أَعْمَى فَقَالَ إِنِّي فَتَنُ رَأَيْتُكَ حِثَّ إِلَيْنَا قَالَ مَا مِنْكُمْ قُنْ أَحَدٌ يَتَوَضَّأُ فَيُذِلُّهُ أَوْ يُسِيئُ الْوُضُوءَ لَمْ يَقُولْ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَ رَسُوْلُهُ إِلَّا قُبِحَتْ لَهُ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ النَّبَايَةِ يَدْخُلُ مِنْ أَيِّهَا شَاءَ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت عقبہ بن عامر کی یہ حدیث ایک اور سند سے منقول ہے مگر اس میں یہ الفاظ ہیں جس نے وضو کے بعد کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلَهَ اِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ اَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَ رَسُوْلُهُ۔

۳۶۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَارِ بْنِ الْحَبَابِ قَالَ نَا مَعَاذِ بْنِ صَالِحٍ عَنْ تَيْبَةَ بِنْتِ يَزِيدٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسٍ الْعَوَّلَانِي عَنْ عُثْمَانَ بْنِ جَبْرِ عَنْ كَعْبٍ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ الْجُهَنِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ عَلَيْنَا رَعَايَةُ الْإِبِلِ فَجَاءَتْ تَوْبَتِي فَدَوَّخْتُهَا بِعِشِّي فَأَذْرَكْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانِيًا يُحَدِّثُ النَّاسَ فَأَذْرَكْتُ مِنْ قَوْلِهِ مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ وَهُوَ عَاثِرٌ يَتَوَضَّأُ فَيُحْسِنُ رُكْعَتَيْنِ مُقْبِلٍ عَلَيْهِمَا بِقَلْبِهِ وَوَجْهِهِ إِلَّا وَجِبَتْ لَهُ الْجَنَّةُ فَقَالَ ذَلِكَ مَا أَجَوَدَ هَذَا فَإِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيَّ يَقُولُ الَّتِي قَبْلَهُمَا أَجَوَدَ فَتَنَظَّرْتُ فَإِذَا أَعْمَى فَقَالَ إِنِّي فَتَنُ رَأَيْتُكَ حِثَّ إِلَيْنَا قَالَ مَا مِنْكُمْ قُنْ أَحَدٌ يَتَوَضَّأُ فَيُذِلُّهُ أَوْ يُسِيئُ الْوُضُوءَ لَمْ يَقُولْ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَ رَسُوْلُهُ۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ وضو کے بعد کلمہ شہادت پڑھنا مستحب ہے، یہ متفق علیہ ہے اور یہ ہے اس کے ساتھ متفق یہ ذکر بھی لایا جائے: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَ اجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ جیسا کہ جامع ترمذی میں ہے اور مستحب یہ ہے کہ اس کے ساتھ یہ ذکر بھی لایا جائے: سُبْحَانَكَ اَللّٰهُمَّ وَ بِحَمْدِكَ



أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيكَ لَكَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ. جیسا کہ امام نسائی نے عمل الیوم واللیلۃ میں روایت کیا ہے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ یہ اذکار غسل کرنے والے کے لیے بھی مستحب ہیں۔

## بَابُ آخَرُ فِي صِفَةِ الْوُضُوءِ

## وضو کے طریقہ کی تفصیل

۴۶۳۔ حَدَّثَنَا ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَالَ نَاخَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بْنِ عَمَّادٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْيَمَ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْأَنْصَارِيِّ كَذَلِكَ كُنْتُ كُنْتُ مَسْجُودًا فَقَالَ قِيلَ لَهُ كُنْ وَضُوءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَكَأَيُّهَا كَأَيُّهَا فَتَأْتِيكَ عَلَى يَدَيْهِ تَقْسَلُهَا كَذَلِكَ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ وَاسْتَشْفَقَ مِنْ كَفِّ ذَا جِدَّةٍ فَفَعَلَ ذَلِكَ كَذَلِكَ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ وَجْهَهُ ثُمَّ كَذَلِكَ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ يَدَيْهِ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فَاسْتَخْرَجَهَا فَغَسَلَ رَأْسَهُ فَاقْبَلَ يَدَيْهِ وَأَذْبَرَ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ثُمَّ قَالَ هَكَذَا وَضُوءُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

۴۶۴۔ وَحَدَّثَنَا ثَنَا الْقَاسِمُ بْنُ زَكْرِيَاءَ قَالَ نَاخَالِدُ بْنُ مَخْلَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بَدَلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَكَحْوَهُ وَلَهُ يَدُ كُذِّرَ إِلَى الْكَعْبَيْنِ

۴۶۵۔ وَحَدَّثَنَا ثَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ نَا مَعْرُوفُ قَالَ نَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَكَانَ مَضْمُونًا وَاسْتَشْفَقَ كَذَلِكَ وَكَانَ يَفْعَلُ مِنْ كَفِّ ذَا جِدَّةٍ وَكَانَ

حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم انصاری رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ ہم وضو کے کھلانے کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے۔ انہوں نے ایک برتن میں پانی مٹکایا، برتن ٹیٹھا کر کے دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا اور ایک چلو میں پانی سے کہ اس سے کھلی کی اور اسی کے بقیہ پانی سے ناک میں پانی ڈالا اور یہ عمل تین بار کیا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا اور تین بار چہرہ دھویا، پھر برتن میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا اور دونوں کلاسیاں کہیں سمیت دھو کر بار دھوئیں، پھر برتن سے ہاتھ جھگو کر سر پر سامنے سے پیچھے کی جانب اور پیچھے سے سامنے کی جانب ہاتھ پھیرا، پھر سمیت دونوں ہاتھ دھوئے اس کے بعد کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کرنے کا طریقہ یہی ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہی روایت منقول ہے۔ مگر اس میں کٹھنوں تک کا ذکر نہیں ہے۔

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور تین بار کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اس روایت میں لاوی نے ایک چلو سے کھلی اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں کیا اور سر کے مسح میں یہ وضاحت کی کہ سر کی



بَعْدَ قَوْلِهِ فَأَقْبَلَ بِيَمِينِهِمَا وَأَذْبَرَ يَدَهُ  
بِمُقَدِّمِهِمَا ثُمَّ ذَهَبَ بِيَمِينِهِمَا إِلَى قَفَاكَ  
ثُمَّ رَدَّهُمَا حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَكَانِ الَّذِي  
بَدَأَ مِنْهُ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ

اگلی جانب سے مسح کرتے ہوئے ہاتھ کوئی ٹک لے گئے اور  
پھر واپس اسی جگہ لائے جہاں سے مسح کرنا شروع کیا تھا اور پیروں  
کو دھویا۔

۴۶۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ يَسْرِ الْقُدِّي قَالَ نَاوُفُ بْنُ كَثِيرٍ  
نَاوُفٌ وَبْنُ يَحْيَى يَتْلِيَانِ اسْتَدَاهُمَا فَتَقَالُ الْحَدِيثُ وَقَالَ يَحْيَى  
فَمَضَى وَاسْتَلْشَقَّ وَاسْتَشْرَفَ مِنْ ثَلَاثِ عُرُفَاتٍ وَقَالَ أَيُّهَا  
فَمَسَحَ بِرَأْسِهِ فَأَقْبَلَ بِهِ وَأَذْبَرَ مِرَّةً وَفَاجِدَةً قَالَ يَحْيَى  
أَمَلَى عَلَى وَهَيْبٍ هَذِهِ الْحَدِيثُ وَقَالَ وَهَيْبٌ أَمَلَى عَلَى  
عَمْرِو بْنِ يَحْيَى هَذِهِ الْحَدِيثُ مَرَّتَيْنِ

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ عبد اللہ بن زید کی اسی روایت میں یحییٰ  
بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے تین چلوؤں سے گل کی ناک میں پانی  
ڈالا اور ناک صاف کی اور سر کا مسح ایک بار اس طرح کیا کہ ہاتھوں  
کو سر کی اگلی جانب سے پچھلی جانب کی طرف اور پچھلی جانب  
سے اگلی جانب کی طرف لے گئے۔

۴۶۷۔ حَدَّثَنَا هُرَيْرٌ بْنُ مَعْرُوفٍ حَدَّثَنَا  
هُرَيْرٌ بْنُ سَعِيدٍ الْأَسَدِيُّ عَنْ أَبِي الطَّاهِرِ قَالُوا  
نَاوُفٌ وَهَيْبٌ كَانَا أَخْبَرَانِي عَنْهُ وَبْنُ الْحَارِثِ  
أَنَّ أَبَانَ بْنَ دَاوُدَ حَدَّثَنَا أَنَّ أَبَا كَحْلَةَ حَدَّثَنَا  
أَنَّهُ سَمِعَ هَيْبَ بْنَ مَرْثَدَةَ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَمِعَ أَنَا زِي  
يَدُ كُرْأَنَةَ مَرَّاهُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
آلِهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ فَمَضَى ثُمَّ اسْتَدَاهُمَا ثُمَّ رَدَّهُمَا  
غَسَلَ وَجْهَهُ ثَلَاثًا وَبَدَأَ الْيَمَنِي ثَلَاثًا  
وَالْأُخْرَى ثَلَاثًا وَصَحَّحَ بِرَأْسِهِ بِمَا فِي غَيْرِهِ  
فَقَضَى يَدَيْهِ وَغَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى أَفْتَاهُمَا

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
دھو کر تے ہوئے دیکھا آپ نے پہلے گل کی پھر  
ناک میں پانی ڈالا، پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا، پھر تین بار  
ہاتھوں کو سر پر تین بار ہاتھوں کو سر پر دھویا اور ناک  
پانی سے کر جو ہاتھ دھوئے سے پہچا ہوا نہ تھا سر  
کا مسح کیا اور پیروں کو دھویا حتیٰ کہ ان کو صاف کر دیا۔

ایک چلو یا متعدد چلوؤں سے گل کی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء

حدیث نمبر ۴۶۶ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چلو میں پانی لے کر اس سے گل کی اور اسی کے بقیہ  
پانی سے ناک میں پانی ڈالا۔

علامہ یحییٰ بن شریک نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:  
اس حدیث میں مذہب صحیح مختار پر دلیل ہے کہ تین چلوؤں سے گل کی جائے اور ناک میں پانی ڈالا جائے اور  
سر چہرے سے گل بھی کرے اور ناک میں پانی بھی دے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں کہ اس سے گل کی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے تاہم کہتے  
مستحب یہ ہے کہ ایک ہاتھ میں پانی لے کر اس سے گل کی کرے اور اسی سے ناک میں پانی ڈالے تاہم کہتے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شریک نووی شافعی مترقی ۶/۷۷، شرح مسلم ج ۱ ص ۳۳، مطبوعہ دار الفکر کراچی ۱۳۷۵ھ



جی میں نے ابو عبد اللہ سے سوال کیا آپ کے نزدیک کون سا عمل مستحب ہے ایک چلو سے کھلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا یا ہر ایک کے لیے الگ الگ پانی لینا، انھوں نے کہا ایک چلو سے، کیونکہ حضرت عثمان اور حضرت علی سے اسی طرح روایت ہے اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ ایک برتن میں ڈالے، پھر تین مرتبہ کھلی کی اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالا، اور ان کے لیے ایک چلو میں پانی بیا، یہ امام بخاری کی روایت ہے اور امام بخاری اور امام مسلم کی متفق علیہ روایت ہے کہ آپ نے ایک چلو میں پانی سے کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا۔ یہ غل آپ نے تین بار کیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے ایک ہاتھ سے پانی لے کر تین بار کھلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا۔ اس حدیث کو ائمہ اور ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔ لہذا اگر وضو کرنے والا چاہے قرین چلوں سے کھلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے اور اگر چاہے تو ایک چلو پانی سے کھلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے، جیسا کہ ہم نے امدادیت بیان کی ہیں، اور اگر تین بار چلو میں پانی لے کر کھلی کرے پھر الگ تین بار چلو میں پانی لے کر ناک میں پانی ڈالے تو اسے قرین بھی جائز ہے۔ کیونکہ امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لیا۔ لے

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

فقہا رشافیہ کے اس مسئلہ میں پانچ قول ہیں:

- ۱۔ ایک چلو میں پانی لے کر اس سے تین مرتبہ کھلی کرے اور تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالے۔
- ۲۔ ایک چلو میں پانی لے اور اس سے پہلے کھلی کرے پھر ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار اسی چلو سے کرے۔
- ۳۔ تین چلو سے کھلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یہ عمل تین بار کرے۔
- ۴۔ پہلے ایک چلو پانی سے تین بار کھلی کرے پھر ایک چلو پانی سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔
- ۵۔ چھ چلو پانی لے، پہلے تین چلو سے تین بار کھلی کرے پھر تین چلو سے تین بار ناک میں پانی ڈالے۔

علامہ کرائی نے کہا چوتھا طریقہ افضل ہے اور علامہ قزوینی نے کہا تیسرا طریقہ افضل ہے۔

ابو اہر (معاذ اللہ) میں ابن سائب نے در قول لکھے ہیں ایک قول یہ ہے کہ منہ اور ناک کے لیے ایک چلو پانی لے اور دوسرا قول یہ ہے کہ ایک چلو پانی سے کھلی کرے اور تین بار کھلی کرے پھر ایک چلو پانی سے کھلی کرے اور تین بار ناک میں پانی ڈالے۔ اور فقہا حنابلہ کی تسبیح میں لکھا ہے کہ اس کو اختیار ہے ایک چلو سے تین بار کھلی کرے اور ناک میں پانی ڈالے یا تین چلوں سے اور اگر ہر وضو کے لیے الگ الگ تین چلو سے قرین بھی جائز ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ہمارے اصحاب حنفیہ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ البرجیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر ہاتھ دھوئے حتیٰ کہ ان کو صاف کر دیا، پھر تین بار کھلیاں کیں۔ پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا پھر تین بار چہرہ دھو یا پھر تین بار کھلیاں دھوئیں، پھر ایک بار سر پر مسح کیا، پھر اپنے قدموں کو گھنٹوں تک دھو یا، پھر انھوں نے کھڑے ہو کر وضو کا سچا ہوا پانی پی لیا پھر فرمایا میں

۱۔ علامہ موفقی الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۴۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۳۶-۱۳۵ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۲ھ



نے یہ پسند کیا کہ تم کو دکھاؤں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کرتے تھے اور امام ترمذی کا نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے اس حدیث کا مدلول یہ ہے کہ آپ نے تین بار کھلی کی اور ہر بار کھلی کے لیے الگ پانی یا اسی طرح تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار کے لیے الگ پانی لیا۔ تاہم ایک پورے کھلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھی جائز ہے لیکن ان کے لیے کہ الگ الگ پانی لیا جائے۔

کھلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے لیے الگ الگ پانی لینے پر ہماری دلیل امام طبرانی کی یہ روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا آپ نے تین بار کھلی کی اور تین بار ناک میں پانی ڈالا اور ہر بار نیا پانی لیا۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے اور اس پر سکوت کیا ہے اور ان کا سکوت اس حدیث کی صحت پر ان کے لاشعری ہونے کی دلیل ہے۔

## بَابُ الْإِيتَارِ فِي الْإِسْتِنْجَاءِ الْإِسْتِجْمَارِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص استنجاء کرے تو طاق مرتبہ کرے یعنی ایک، تین، پانچ مرتبہ ہر اس کے مقابلہ میں جفت ہے یعنی دو بار اور چھ بار اور جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے تو ناک میں پانی ڈال کر اس کو صاف کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرے تو غسول میں پانی ڈالے پھر ناک صاف کرے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جو شخص وضو کرے تو ناک صاف کرے اور جو شخص استنجاء

۴۶۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُمَرُ بْنُ الْقَافِ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ لُحَيْمٍ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَاسِئًا عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنِ الْأَعْزَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اسْتَجْمَرَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَجْمِرْهُ وَثَرَا فَرَاذًا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَجْعَلْ فِي أَنْفِهِ مَاءً ثُمَّ لِيَسْتَنْزِلْ۔

۴۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ سَأَلَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ ابْنَ هَشَامٍ قَالَ سَأَلَ مَخْزُومًا عَنْ هَاشِمِ بْنِ مُثَنَّى قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا بِهِ أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَنْزِلْ بِمَنْحَرَيْهِ مِنَ الْمَاءِ ثُمَّ لِيَسْتَنْزِلْ۔

۴۷۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ مَالِكٍ عَنْ ابْنِ مَرْثَدٍ عَنْ أَبِي إِدْرِيسَ



کرے تو طاق مرتبہ کرے۔

الْحَوْلَانِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْجِزْ وَمَنْ اسْتَجْمَعَ فَلْيُؤْتِرْ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت ابو سعید خدریؓ دونوں سے ایسی ہی ایک روایت منقول ہے۔

۴۷۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْجِزْ وَمَنْ اسْتَجْمَعَ فَلْيُؤْتِرْ

حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی شخص ہو تو زمین بائناک میں پانی ڈالے کیونکہ شیطان اس کے ٹھنوں میں رات گزارتا ہے

۴۷۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الْهَكَوِيُّ الْقَبِيصِيُّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَجْمَعَ أَحَدُكُمْ مِنْ مَتَابِعِهِ فَلْيَسْتَنْجِزْ فَلَا تَكُ مَرَاتٍ فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَسِيْتُ عَلَى خَبَاثَتِهِ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص استنجا کرے تو طاق مرتبہ کرے۔

۴۷۳۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَجْمَعَ أَحَدُكُمْ فَلْيُؤْتِرْ

علامہ نوری لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ۴۷۱ میں ہے: جو شخص استنجا (استنجا) کرے تو طاق مرتبہ کرے، استنجا کا معنی ہے بول اور براز کے محل کے بعد بطور مٹاؤ کو چھوٹے چھوٹے پتھروں سے صاف کرنا، علامہ نے کہا ہے کہ استنجا، استنجا اور استنجا کا معنی ہے، بول اور براز کے محل کی تطہیر کرنا، لیکن استنجا کا لفظ پتھروں سے صاف کرنے کے ساتھ مخصوص ہے اور استنجا اور استنجا پانی اور پتھروں کے ساتھ صفائی کے لیے استعمال ہوتے ہیں، طاق مرتبہ استنجا کا معنی یہ ہے کہ تین یا اس سے زیادہ طاق مرتبہ استنجا کیا جائے، خلاصہ یہ ہے کہ صلیح کرنا واجب ہے اور تین مرتبہ



استہار کرنا مستحب ہے ایسی جھوٹا مسلک ہے اور اس کی وہی یہ ہے کہ سنن ابو داؤد میں یہ حدیث سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے استہار کیا وہ طاق مرتبہ کرے جس نے ایسا کر لیا اس نے اچھا کیا اللہ جس نے نہیں کیا اس پر کوئی حرج نہیں۔

حدیث نمبر ۴۵۲ میں ہے: جب تم میں سے کوئی شخص بیدار ہو تو تین بار خاک میں پانی ڈالے کیونکہ شیطان اس کے نعتوں میں رات گزارتا ہے۔ علامہ نورانی لکھتے ہیں:

شیطان کا نعتوں میں رات گزارنا حقیقت پر مبنی عمل ہو سکتا ہے کیونکہ ناک صبح کے ان سوراخوں میں سے ایک ہے جن سے قلب تک پہنچا جاسکتا ہے اور ناک کے سوراخوں میں کوئی بندش نہیں ہے، اللہ حدیث میں ہے کہ شیطان کسی بند چیز کو نہیں کوٹتا، اس لیے جہاں جلتے وقت منہ کو ڈھانپنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس سے استہارہ مراد ہو کیونکہ ناک میں جو گرد وغبار اور طوبت جمع ہوتا ہے، وہ شیطان کے موافق ہے۔ ۱۵

وضو میں مکمل پیروں کے دھونے کا وجوب

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر کو وضو کرتے دیکھا تو کہا اسے عبدالرحمن! اچھی طرح مکمل وضو کرو، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (شک) ایڑیوں کے لیے جہنم کا نذاب ہے

بَابُ وَجُوبِ غَسْلِ الرَّجْلَيْنِ بِكَمَالِهِمَا

۴۵۲ - حَدَّثَنَا هَرُونَ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَ أَبُو الطَّاهِرِ وَ أَحْمَدُ بْنُ عِيْسَى قَالُوا سَمِعْنَا اللَّهَ ابْنَ وَهْبٍ عَنْ مَخْرَمَةَ بِنْتِ يَكِينٍ عَنْ أَبِيهِ سَالِمٍ مَوْلَى شَدَّادٍ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ رَوَّجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ تَوَفَّى سَعْدَ بْنَ أَبِي وَقَّاصٍ فَدَخَلَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ ابْنُ أَبِي بَكْرٍ فَتَوَضَّأَ عِنْدَهَا فَقَالَتْ يَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ أَسْبِغِ الْوُضُوءَ فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَبِئْسَ لِلَّهِ عِقَابٌ مِنَ النَّارِ -

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی روایت منقول ہے۔

۴۵۵ - وَ حَدَّثَنَا قُتَيْبٌ حَزْمَكَةَ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي حَبِيبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ مَوْلَى شَدَّادِ بْنِ الْهَادِ حَدَّثَهُ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى عَائِشَةَ فَدَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِعَثَلِهِ -



مہر کے آزاد کردہ غلام سالم بیان کرتے ہیں کہ  
میں اور عبدالرحمن بن ابی بکر سعد بن ابی وقاص کے جنازہ  
میں جاسے تھے، ہم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے  
عمر کے پاس سے گزرتے تو آپ نے ہمیں رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث سنائی۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی  
اسی روایت منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے  
مدینہ جاسے تھے، ایک جگہ ہم کو پانی نظر آیا اور لوگوں نے  
عمر کے لیے جلدی جلدی کو کرنا شروع کر دیا، جب ہم ان کے  
پاس پہنچے تو ان کی ایڑیاں خشک تھیں اور ان کو پانی نے  
چھوڑا، خشک نہیں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا (خشک) ایڑیوں کے لیے مذاہب کی بلاست ہے،  
مکمل وضو کیا کرو۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی  
اسی طرح یہ روایت منقول ہے مگر اس میں ”وضو مکمل کرو“  
کا جملہ نہیں ہے۔

۴۵۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَأَبُو مَعْنٍ  
الْوُفَائِيُّ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا عِكْرِمَةُ  
ابْنُ عَمَارٍ قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ  
حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ قَالَ نَا أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
قَالَ حَدَّثَنِي سَالِمُ بْنُ مَوْلَى السَّهْمِيِّ قَالَ سَمِعْتُ  
أَنَا وَعَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ أَبِي بَكْرٍ فِي جَنَازَةٍ سَعْدِ  
ابْنِ أَبِي وَقَّاصٍ فَكُنَّا عَلَى بَابِ حُجْرَةٍ  
عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالِهِ وَسَلَّمَ بِحُكْمٍ.

۴۵۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَلَمَةَ بْنُ شَيْبٍ قَالَ نَا  
الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَرَ نَا فُلَيْمَةُ حَدَّثَنِي ثَعْلَبَةُ بْنُ  
عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سَالِمِ بْنِ مَوْلَى سَعْدِ ابْنِ السَّهْمِيِّ  
قَالَ كُنْتُ أَنَا مَعَ عَائِشَةَ فَذَكَرَ عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِحُكْمٍ.

۴۵۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ زُهَيْرٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ  
ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَاتِمٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ عَنْ مَنْصُورٍ  
عَنْ هِلَالِ بْنِ يَمَافٍ عَنْ أَبِي يَحْيَى عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
ابْنِ عَمْرِو قَالَ رَجَعْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مِنْ مَكَّةَ إِلَى الْمَدِينَةِ حَتَّى  
إِذَا كُنَّا بِمَاءِ الْبُقَيْرَيْنِ تَعَجَّلَ قَوْمٌ عِنْدَ الْعَصْرِ  
فَتَوَضَّأُوا وَهُوَ عَجَالٌ فَأَتَيْنَاهُمَا إِلَيْهِمْ وَ  
أَعْقَبَا بِهِمْ تَلَوْرُ نَحْرٍ يَمَسُّهَا السَّمَاءُ كَمَا نَا  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَبَلَ  
لَا عَقَابَ مِنَ النَّارِ أَسْبَغُوا الْوُضُوءَ.

۴۵۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ  
نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْمُثَنَّى  
قَالَ ابْنُ شُبَّانٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا  
شُعْبَةُ بْنُ كَلَّابٍ عَنْ مَنْصُورٍ بَلَّغْنَا أَلَوْسَ سَادَ  
كَيْسٍ فِي حَدِيثٍ شُعْبَةَ أَسْبَغُوا الْوُضُوءَ وَفِي



حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي يَحْيَى الْأَعْمَرِيِّ -

۴۸۰ - وَحَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ كَثِيرٍ وَأَبُو  
كَامِلٍ الْجَعْفَرِيُّ جَمِيعًا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ  
أَبُو كَامِلٍ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ  
يُوسُفَ بْنِ مَاهِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو  
قَالَ تَخَلَّفَ عَنَّا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَ  
سَلَّمَ فِي سَفَرٍ سَافَرْنَا لَهُ فَأَدْرَكْنَا وَقَدْ حَضَرَتْ  
صَلَاةُ الْعَصْرِ فَجَعَلْنَا نَتَمَسَّحُ عَلَى أَرْجُلِنَا  
فَنَادَى دَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّاسِ -

۴۸۱ - حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَمٍ  
الْجَمْعِيُّ قَالَ نَا النَّبِيُّ يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ عَنْ مُحَمَّدٍ  
وَهُوَ ابْنُ بَرَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَمَامِي رَجُلًا تَمَّ بَعْثُ  
عَقِبَةٍ فَقَالَ دَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّاسِ -

۴۸۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي  
شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالُوا نَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ  
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَرَاءٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَأْيَ  
قَوْمًا يَتَوَضَّعُونَ مِنَ الطَّهَرَةِ فَقَالَ أَسْبَحُوا  
الْوُضُوءَ قِيَامِي سَمِعْتُ أَبَا الْقَاسِمِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَيْلٌ لِّدَعْوَا قِيَمٍ  
مِنَ النَّاسِ -

۴۸۳ - وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا  
بَكْرِ بْنُ سَهْلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
دَيْلٌ لِّلْأَعْقَابِ مِنَ النَّاسِ -

حضرت عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ایک  
سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ  
گئے تھے جس وقت آپ کا پس پینچے تو رسول اللہ  
کا وقت اچکا تھا ہم وضو کرنے لگے اور پاؤں پر مسح  
کر دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے با آواز بلند  
فرمایا "عشک" ایڑیوں کے لیے آگ کا عذاب ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
ایک شخص نے وضو میں ایڑی کو نہیں دھویا تھا رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کو کچھ کر فرمایا (عشک)  
ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
لوگ ایک برتن سے پاؤں لے کر وضو کر رہے تھے  
انہوں نے ان لوگوں سے کہا پورا وضو کیا کرو کیونکہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (عشک)  
ایڑیوں کے لیے جہنم کا عذاب ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عشک ایڑیوں پر جہنم  
کا عذاب ہے۔

حدیث نمبر ۴۸۴ میں ہے: (عشک)  
ایڑیوں کے لیے دوزخ کا عذاب

وضو میں پیروں کے دھونے کے متعلق اہل قبلہ کے مذاہب

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:  
اس مسئلہ میں اختلاف ہے، اہل فتوحی فقہاء کی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ پیروں کو ٹخنوں



تک دھونا واجب ہے اور پیروں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور پیر دھونے کے ساتھ مسح کرنا واجب نہیں ہے اور جن لوگوں کا اجماع مستبر ہے ان میں سے کسی ایک کا بھی اس مسئلہ میں اختلاف منقول نہیں ہے اور شیعہ نے کہا ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے اور محمد بن جریر اور رئیس مستبر نہ جہاں نے کہا ہے کہ پیروں پر مسح کرنے اور ان کو دھونے میں اختیار ہے اور بعض اہل ظاہر و غیر مقلدین نے کہا ہے کہ مسح کرنے اور دھونے کو واجب کرنا واجب ہے۔

وضو میں پیروں پر مسح کرنے کے منطقی علماء و شیعہ کے دلائل | علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں: جو لوگ پیروں پر مسح کرنے کے قائل ہیں انہوں نے قرآن مجید میں جرر و زیمیں کی قرأت سے استدلال کیا ہے:

وَامْسَحُوا بِرِءْسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ۔ اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

اس آیت میں مسح کا مفعول پڑھنا ہے، وضو کے اعتقاد چار ہیں، دعا اعضاء کو دھونا جائز ہے اور دو پر مسح کیا جاتا ہے۔ مسح کے قائلین حسب ذیل روایات سے بھی استدلال کرتے ہیں:

۱۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کو یہ روایت پہنچی کہ حجاج نے خطبہ میں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تیروں ہاتھوں اور پیروں کو دھونے کا حکم دیا ہے۔

حضرت انس نے کہا اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا ہے اور حجاج نے بھڑک بولا، پھر انہوں نے پڑھا: وَامْسَحُوا بِرِءْسِكُمْ وَاَرْجُلِكُمْ۔ اپنے سروں اور پیروں پر مسح کرو۔

۲۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا ہے۔

۳۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسح کرنے کا حکم دیا ہے اور لوگ اس کا انکار کر کے دھوتے ہیں۔

۴۔ حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تو میں صلے اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: جب تک تم میں سے کوئی شخص اس طرح مکمل وضو نہیں کرے گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے وضو کرنے کا حکم دیا ہے اس وقت اس کی نماز مکمل نہیں ہوگی، وہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھوئے اور اپنے سر اور پیروں پر مسح کرے۔

۵۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے وضو کیا تو انہوں نے ایک چلو میں پانی لے کر اپنے دائیں و بائیں چھڑکا، جس میں ان کی بھوتی تھی، پھر انہوں نے اس پر مسح کیا، پھر دوسرے چلو میں پانی لے کر اپنے سر پر بھی مل کیا۔

قرآن مجید کی آیت مذکورہ میں جرر کی قرأت اور امارت مذکورہ کے علاوہ شیعہ علماء ایک منطقی دلیل سے بھی استدلال کرتے ہیں:-

جو اعضا وضو میں دھونے جاتے ہیں تیمم میں ان پر مسح کیا جاتا ہے اور جن اعضاء پر وضو میں مسح کیا جاتا ہے تیمم میں ان کو نہ رک کر دیا جاتا ہے، اگر وضو میں پیروں کا دھونا اصل ہوتا تو تیمم میں پیروں پر مسح کیا جاتا اور جب کہ



تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں پر مسح کرنا اصل ہے۔ لے  
**آیت وضو میں قرأت جبر سے علماء شیعہ کے استدلال کے جوابات** | قرآن مجید کی آیت کریمہ میں قرأت  
 جبر کی تقدیر پر جس ار جبکم کا لفظ

ایدا پھر ہے اور اس پر جبر جوار کی وجہ سے ہے، اس کی نظیر یہ آیت ہے:

اِنِّیْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ اَلِیْمٍ۔  
 بے شک میں تم پر دردناک عذاب کے دن کا

خوف رکھتا ہوں

(ہود: ۲۶)

اس آیت میں الیم عذاب کی صفت ہے اس اعتبار سے اس پر نصب (زبر) ہونی چاہیے مگر چونکہ اس  
 کے جوار میں عذاب پر جبر ہے اس لیے اس کو بھی جبر دی گئی اس کو جبر جوار کہتے ہیں اسی طرح ار جبکم کا لفظ وجہ حکم  
 اور ایذا یکساں ہے اس وجہ سے اس پر نصب ہونی چاہیے مگر چونکہ اس کے جوار میں بوجہ حکم چونکہ جبر  
 ہے اس لیے اس کو بھی جبر دی گئی لہذا یہ جبر جوار ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ ار جبکم کا لفظ بوجہ وسکد پر ہے اور اس سے پہلے و امسحوا مقدم  
 ہے لیکن و امسحوا بوجہ وسکد میں مسح کا معنی حقیقی مراد ہے یعنی گیلہ لافٹ پھینا اور و امسحوا بوجہ جبکم  
 میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا، اہل عرب کہتے ہیں مسح المطحوا الارض بارش نے زمین کو نہ جوڑا سو  
 مسح مجازاً دھونے کے معنی میں بھی مستعمل ہے اور یہاں بھی مراد ہے۔ مطحون وغیرہ میں تحقیق اور مطحون میں  
 مجاز مراد ہو سکتا ہے، قرآن مجید میں اس کی نظیر یہ آیت ہے:

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا لَا تَقْرَءُوا الصَّلٰوةَ وَانْتُمْ  
 سَكَاتٌ حَتّٰی تَعْلَمُوْا مَا تَقُولُوْنَ وَلَا جَنْبًا  
 الْاَعَابُ رِیْ سَبِیْلِ حَتّٰی تَقْتُلُوْا۔  
 اے ایمان والو! نشے کی حالت میں نماز کے قریب  
 نہ جاؤ، حتیٰ کہ تم یہ سمجھنے لگو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور نہ  
 جنابت کی حالت میں مسجد کے قریب جاؤ، حتیٰ کہ تم غفل  
 کو غور الّا یہ کہ تم نے (مسجد میں صرف) رستہ طہور رکھا ہو

(نساء: ۴۳)

اس آیت میں ولا جنباً کا لفظ ولا تقریباً الصلوۃ پر ہے، اور اس سے پہلے بھی ولا تقریباً  
 الصلوۃ مقدم ہے لیکن مطحون علیہ میں الصلوۃ کا معنی حقیقی مراد ہے یعنی نماز، اور مطحون میں الصلوۃ کا  
 معنی مجازاً مراد ہے یعنی مسجد اور محل صلوۃ۔ اسی طرح آیت وضو میں و امسحوا بوجہ وسکد میں مسح کا حقیقی  
 معنی مراد ہے اور و امسحوا بوجہ جبکم میں مسح کا مجازی معنی مراد ہے یعنی دھونا۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ ار جبکم اور ار جبکم دو متواتر قراتیں ہیں اور جس طرح قرآن مجید کی  
 آیات میں باجم قاری نہیں ہے اسی طرح قرآن مجید کی قرات میں بھی باجم قاری نہیں ہے اور ار جبکم کا معنی  
 ہے پیروں کا دھونا اور ار جبکم کا معنی ہے پیروں پر مسح کرنا اسی لیے ار جبکم کی قرات اس حال  
 پر محمول ہے جب وضو کرنے والے نے موزے نہ پہنے ہوں اور ار جبکم کی قرات اس حال پر محمول



ہے جب اس نے مونے پہنے ہوئے ہوں، یعنی جب مونے پہنے ہوں تو پیروں پر مسح کرنا اور جب نہ پہنے ہوں تو پیروں کو دھو کر اس طرح ان دونوں قرأتوں میں کوئی تفاوت نہیں رہے گا۔

**علمائے شیعہ کی پیش کردہ روایات کے جوابات** | اس کے جواب میں علامہ نووی لکھتے ہیں،

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے حجاج بن یوسف پر اس سے روایت کیا تھا کہ اس نے آیت وضو سے پیروں کے دھونے پر استدلال کیا تھا، جبکہ اس آیت میں جس کی قرأت بھی ہے، ان کے نزدیک پیروں کے دھونے پر صحیح استدلال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ہے لہذا حضرت انس پیروں کے دھونے میں حجاج کے موافق ہیں اور اس آیت سے پیروں کے دھونے پر استدلال میں اس کے مخالف ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پیروں کے دھونے کے مستحق بہ کثرت احادیث مروی ہیں اور وہ خود بھی اپنے پیروں کو دھوتے تھے۔

علامہ شیعہ نے حضرت ابن عباس کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ وضو میں دو چیزوں کو دھونا ہے اور دو چیزوں پر مسح کرنا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور حضرت ابن عباس سے صرف ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ اور صحیح اور ثبات یہ ہے کہ حضرت ابن عباس وارحیکہ قرأت کرتے تھے، نیز حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما خود اپنے پیروں کو دھوتے تھے اور دھونے کی احادیث روایت کرتے تھے۔ اس لیے اس کے خلاف جو روایات ان سے مروی ہیں وہ صحیح نہیں ہیں۔

اور حضرت رفاع کی روایت میں جو پیروں کے مسح کرنے کا ذکر ہے وہ اس مال پر معمول ہے جب اس نے مونے پہنے ہوں۔ اور حضرت علی سے جو پیروں پر پانی چھڑکنے کی روایت ہے وہ ضعیف ہے، امام بخاری نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے اور اس کے برعکس بہ کثرت صحیح روایات سے یہ ثابت ہے کہ حضرت علی نے وضو کرتے ہوئے ٹھیکین میں پیروں کو دھویا۔ ۱۷

**پیروں کے دھونے کے ثبوت میں احادیث اور آثار کا بیان** | امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن عمر و قال تغلبت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عنانی فی سفر فاد رکنا وقد ارهقنا العصر فوجدنا نتوضأ ونمسح علی ارجلنا فنادی بأعلی صوتہ ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلثاً ۱۸	حضرت عبداللہ بن عمر بن عاص رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم چمچے رہ گئے تھے، پھر آپ نے ہم کو پایا، دورانِ طریق ہم نے عصر کو مؤخر کر دیا تھا، ہم اس وقت وضو کر رہے تھے اور اپنے پیروں پر مسح کر رہے تھے آپ
---	---

۱۷۔ علامہ بیہقی بن شریف نووی متوفی ۶۷۶ھ، المجموع شرح المہذب ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت  
 ۱۸۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۸۵ھ















جب کہ تیمم میں پیروں کو ترک کر دیا جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ وضو میں پیروں کا حکم مسح کرنا ہے۔  
اس دلیل کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ قاعدہ کسی حد تک ان مجید میں مذکور ہے نہ کسی حدیث میں۔ یہ محض ان کی غرضی آخرت ہے۔  
اللہ تعالیٰ نے وضو میں جن اعضاء کو دھونے کا حکم دیا ہے اور وہ چہرہ، اعضاء اور پیروں تو ان کو دھویا جائے گا اور جن عضو پر مسح کا حکم دیا ہے وہ سر ہے تو اس پر مسح کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے تیمم کے لیے قیاس کرنے کا حکم نہیں دیا بلکہ امارت میں صریح حکم ہے کہ چہرے اور اعضاء پر مسح کیا جائے۔  
دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس اور قاعدہ عقل سے ٹوٹ جاتا ہے، کیونکہ تیمم جس طرح وضو کی فرع ہے اسی طرح عقل کی فرع ہے اور جب تیمم میں چہرے اور اعضاء پر مسح کیا جاتا ہے اور باقاعدہ بدن کو ترک کیا جاتا ہے تو چاہیے کہ عقل میں صحت چہرے اور اعضاء کو دھویا جائے اور باقی بدن پر مسح کر لیا جائے اور جب کہ بالاتفاق عقل میں ایسا نہیں کیا جاتا تو معلوم ہوا کہ یہ قاعدہ اور قیاس ناسخ ہے۔

يَا بَنِي آدَمَ وَجُوبُ اسْتِيعَابِ جَمِيعِ اَجْزَاءِ مَحَلِّ الطَّهَارَةِ  
تمام اعضاء وضو کو مکمل طور پر دھونے کا استحباب

۲۸۴ - وَ حَدَّثَنَا ثَنَا سَلَمَةُ بْنُ شَيْبٍ قَالَ نَا  
الْحَسَنُ بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ أَغْوَيْنَ قَالَ مَعْقِلٌ عَنْ  
أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرَوُ ابْنُ  
الْحَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا تَوَضَّأَ فَتَرَكَ مَوْضِعَ طُفْلِ  
عَلَى قَدَمِهِ فَأَبْصَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَسَلَّمَ فَقَالَ ادْرِجْهُ فَأَحْسِنْ وَضُوءَكَ فَرَجَعَهُ ثُمَّ صَلَّى

وضو اور تیمم میں اعضاء طہارت کے کسی جز کی طہارت کے ترک ہو جانے کا حکم

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں جن اعضاء کا دھونا فرض ہے، ان میں سے اگر تھوڑی سی جگہ بھی رہ گئی تو وہ وضو صحیح نہیں ہوگا، اس پر سب کا اتفاق ہے، اور اگر تیمم میں تھوڑی سی جگہ رہ گئی تو اس میں اختلاف ہے ہمارا اور جہولہ کا مذہب یہ ہے کہ یہ تیمم بھی وضو کی طرح صحیح نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ سے اس مسئلہ میں تین روایات ہیں: (۱) اگر نصف سے کم عضو پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔ (۲) اگر ایک درہم سے کم مقدار پر تیمم نہیں ہوا تو جائز ہے۔ (۳) اگر چوتھائی یا اس سے کم وضو کو ترک کر دیا تو جائز ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ اگر کسی شخص نے مسئلہ سے نادانانہ فہم کے بنا پر طہارت کی جگہ طہارت نہیں کی تو اس کی طہارت صحیح ہوگی، اور یہ کہ جس مسئلہ کا علم نہ ہو اس کو ملائمت سے مسئلہ کی تعلیم دینی چاہیے، علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے یہ استدلال بھی کیا ہے کہ وضو میں پیروں کو دھونا فرض ہے، اور مسح کرنا جائز نہیں ہے، کیوں کہ جس شخص کا وضو میں ایک ناخن کے برابر خشک رہ گیا تھا اس کو



نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ وضو کرنے کا حکم دیا۔ ۱۵

بَابُ خُرُوجِ الْخَطَايَا مَعَ مَاءِ الْوُضُوءِ

۳۸۵۔ حَدَّثَنَا سُوَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ

ابْنِ أَنَسٍ حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَالتَّفْطُّ لَكَ قَالَ  
أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ وَهْبٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ  
سَهْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا تَوَضَّأَ الْعَبْدُ الْمُسْلِمُ أَوْ  
الْمُؤْمِنُ فَغَسَلَ وَجْهَهُ خَرَجَ مِنْ وَجْهِهِ كُلُّ  
خَطِيئَةٍ تَطْرَأُ إِلَيْهَا بَعِيْنٌ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ  
قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ يَدَيْهِ خَرَجَ مِنْ يَدَيْهِ  
كُلُّ خَطِيئَةٍ كَانَتْ بَطْشَتَهَا يَدَا أَوْ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ  
أَخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ فَإِذَا غَسَلَ رِجْلَيْهِ خَرَجَتْ  
كُلُّ خَطِيئَةٍ قَشَشَتْهَا رِجْلَاهُ مَعَ الْمَاءِ أَوْ مَعَ  
أَخِرِ قَطْرِ الْمَاءِ حَتَّى يَخْرُجَ كَقِيَّتَا تَيْنِ الدُّكُوبِ.

۳۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَعْمَرٍ عَنْ يَرْبُوعِ

الْقَيْسِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَنْهُ الْوَاحِدَ وَهُوَ ابْنُ زَيْدٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ  
حَكِيمٍ قَالَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى عَنْ حُصَيْنِ  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَوَضَّأَ فَكَانَ حَسَنَ  
الْوُضُوءِ خَرَجَتْ خَطَايَا عَنْهُ مِنْ جَسَدِهِ حَتَّى  
تَخْرُجَ مِنْ تَحْتِ أَظْفَارِهِ.

علامہ نووی کہتے ہیں:

اس حدیث میں گناہوں سے مراد صغیرہ گناہ ہیں، کبیرہ گناہ مراد نہیں ہیں، جیسا کہ دوسری حدیث میں یہ قید  
ہے کہ جب تک وہ کبیرہ گناہ کا ترک نہ ہو، تاہم مابقی نے کہا گناہ جھڑبانے سے مراد یہ ہے کہ وہ گناہ  
مٹا کر دیے جاتے ہیں، نیز کہ گناہ اجسام نہیں ہیں حتیٰ کہ ان کا جسم سے نکلنا یا جھڑنا مقصود ہو، یہ بھی ہو سکتا ہے

۱۵۔ علامہ یحییٰ بن شریف نورانی حوالہ ۶/۲، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعہ دارالحدیث المصریہ کراچی ۱۳۷۵ھ

وضو کے پانی کے ساتھ گناہوں کا جھڑنا:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جب کوئی مؤمن وضو کرے تو جس وقت چہرہ دھوئے  
تو جیسے ہی چہرہ سے پانی گزرتا ہے یا پانی کا آخری  
قطرہ گزرتا ہے اس کے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس  
نے اپنی آنکھوں سے کیے تھے اور جب وہ ہاتھ دھوئے  
ہے تو جیسے ہی ہاتھوں سے لگ کر پانی کے قطرے  
گرتے ہیں اس کے وہ گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے  
ہاتھوں سے کیے تھے، اور جب وہ اپنے پیروں کو دھوئے  
ہے تو جیسے ہی اس کے پیروں سے پانی گزرتا ہے  
اس کے وہ تمام گناہ جھڑ جاتے ہیں جو اس نے اپنے  
پیروں سے کیے تھے، یہاں تک کہ وہ گناہوں سے  
پاک ہو جائے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص  
نے مکمل طور پر اچھی طرح وضو کیا اس کے تمام جسم حتیٰ کہ  
ناخنوں کے نیچے سے بھی گناہ نکل جاتے ہیں۔



کہ گناہ کرنے سے دل میں بوسیاہ نقطہ پیدا ہوتا ہے وہ نقطہ مٹا دیا جاتا ہے نیز اس حدیث میں پیروں کے دھوئے کا ذکر ہے اس میں را فطیروں کے اس قول کا رد ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے، لہ

بَابُ اسْتِحْبَابِ اطَالَةِ الْغُرَّةِ وَ  
التَّحْجِيلِ فِي الْوُضُوءِ  
اعضاؤ وضو کو چمکانے کے لیے مقررہ حد سے  
زیادہ دھونے کا استحباب

نعم بن عبد اللہ بھر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت  
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا انھوں  
نے اپنا چہرہ دھویا، پھر دایاں اور بائیں دست تک دھویا پھر  
بایاں اور بائیں دست تک دھویا، پھر سر کا مسح کیا، پھر دایاں اور  
بائیں پیروں تک دھویا، پھر بایاں اور بائیں پیروں تک  
دھویا، پھر کہنے لگے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے،  
اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت  
کے دن تم اس سال میں انھوں کے گناہوں کا چہرہ اور ہاتھ  
پیروں وغیرہ تک کرنے کی وجہ سے سفید اور چمک رہے  
ہوں گے، لہذا جو شخص تم میں سے طاقت رکھتا ہو  
وہ اپنے ہاتھوں، پیروں، اور چہرہ کی سفیدی اور  
چمک کو اور لمبا اور زیادہ کرے۔

۳۸۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَلَاءِ  
وَالْعَلَاءِ عَنْ زَيْدِ بْنِ زَيْنَبٍ وَحَبِيبِ بْنِ  
حَمِيدٍ قَالُوا سَمِعْنَا ابْنَ عَبَّادٍ عَنْ سُلَيْمَانَ  
بْنِ يَزِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرٍو عَنْ  
الْأَنْصَارِيِّ عَنْ عُثَيْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ السُّجْعَوِيِّ قَالَ  
رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ فَعَسَلَ وَجْهَهُ  
فَأَسْبَغَ الْوُضُوءَ ثُمَّ عَسَلَ يَدَهُ الْيُمْنَى حَتَّى أَفْرَغَ  
فِي الْعَصْدِ ثُمَّ عَسَلَ يَدَهُ الْيُسْرَى حَتَّى أَفْرَغَ  
فِي الْعَصْدِ ثُمَّ مَسَحَ رَأْسَهُ ثُمَّ عَسَلَ رِجْلَهُ  
الْيُمْنَى حَتَّى أَفْرَغَ فِي السَّاقِ ثُمَّ عَسَلَ رِجْلَهُ  
الْيُسْرَى حَتَّى أَفْرَغَ فِي السَّاقِ ثُمَّ قَالَ هَذَا  
رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
يَتَوَضَّأُ وَقَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِنَّكُمْ أَعْمُرُ الْمَسْجِدَ بِثَلَاثِ  
أَلْفِ نَفْسٍ مِنْ إِسْبَاغِ الْوُضُوءِ فَمَنْ اسْتَطَاعَ وَمَنْكُمُ  
قَلِيلٌ عَمَرْتُمْ وَتَحْجَلْتُمْ.

نعم بن عبد اللہ بھر بیان کرتے ہیں کہ میں نے  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو وضو کرتے ہوئے  
دیکھا، انھوں نے اپنے چہرے اور ہاتھوں کو دھویا  
اور گناہ تھا کہ وہ اپنے کندھوں کو بھی دھو ڈالیں گے،  
پھر انھوں نے اپنے پیروں کو دھویا حتیٰ کہ پیروں  
کو بھی دھو ڈالا، پھر کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۳۸۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ هُرَيْرَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي  
قَالٍ حَدَّثَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو  
بْنُ الْحَارِثِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هِلَالٍ عَنْ عُثَيْمِ  
بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّهُ رَأَى أَبَا هُرَيْرَةَ يَتَوَضَّأُ  
فَعَسَلَ وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ حَتَّى كَادَ يَبْلُغَ الْعُنْكَبِينَ  
ثُمَّ عَسَلَ رِجْلَيْهِ حَتَّى رَفَعَهُ إِلَى السَّاقَيْنِ ثُمَّ

لہ۔ علامہ یحییٰ بن عمر بن قریب نے ۶۷۷ھ میں شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۵، مطبوعہ دار محمد بن عبد اللہ السطاحی، کراچی، ۱۳۷۵ھ



فَرَطَهُمْ عَلَى الْخَوْضِ الَّذِي كَانَ رَجُلًا عَنْ  
خَوْضِي كَمَا يَدُ الْبَيْتِ الْقِيَامُ أَنَا دِيَهُمْ  
أَلَا هَلْكَ فِيمَا لَمْ يَتَّهَمُوا قَدْ بَدَلُوا بَعْدَكَ فَأَقُولُ  
سُخْفًا سُخْفًا.

میرے حوض پر آئے گا تو ان کے چہرے اور ہاتھ پاؤں  
اُٹار دھوئے سفید اور چمکدار ہوں گے اور میں ان کے  
استقبال کے لیے پہلے سے حوض پر موجود ہوں گا  
اور سلو! بعض لوگ میرے حوض سے اس طرح دور  
ہوں گے جس طرح بھوکا ہوا لوٹ دھڑک کر دیا جاتا ہے میں  
انہیں آواز دوں گا "اگر آؤ" پھر کہا جائے گا "اٹھو  
نہ آپ کے وصال کے بعد اپنا دین بدل لیا تھا، پھر میں  
کہوں گا "دور ہو جاؤ، دور ہو جاؤ"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان میں تشریف لے  
گئے اور فرمایا اے مومنو! السلام علیکم ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے  
ساتھ لاحق ہوں گے۔ اسی لیے ہیں باقی حدیث حسب سابق  
ہے۔

۴۹۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ كَانَ عَبْدُ  
الْعَزِيزِ يَحْيَى الدَّادَوْدِيُّ حَدَّثَنِي إِسْحَقُ  
بْنُ مُوسَى الْأَنْصَارِيُّ قَالَ كَانَ مَعْنُ قَالَ تَمَّا لَكُمْ  
جَمِيعًا عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ  
أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
خَرَجَ إِلَى الْمُقَبَّرِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَكُمْ  
مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَنَجْعَلَنَّ بِمِثْلِ  
حَوْبِي إِسْحَقُ بْنُ جَعْفَرٍ غَيْرَ أَنَّ حَدِيثَ مَالِكٍ  
فَلَيْدَادَنَ رَجُلًا عَنْ خَوْضِي.

۴۹۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ كَانَ خَلْفُ  
يَعْنَى ابْنُ خَلِيفَةَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي  
حَارِثٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ أَبِي هُرَيْرَةَ وَهُوَ يَتَوَضَّأُ  
لِلْقُبُورِ فَكَانَ يُمَدُّ يَدَهُ حَتَّى يَبْلُغَ إِبْطَهُ فَقُلْتُ  
لَهُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا هَذَا الْوُضُوءُ فَقَالَ يَا بَنِي لُحَيْمٍ  
أَنْتُمْ هُمْئِلَا لَوْ عَلِمْتُ أَنَّكُمْ هُمْئِلَا مَا تَوَضَّأْتُ هَذَا  
الْوُضُوءَ سَمِعْتُ خَلِيلِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
يَقُولُ تَبْلُغُ الْعِلْيَةَ مِنَ الْمَوْتِ مِنْ حَيْثُ يَبْلُغُ  
الْوُضُوءُ.

ابو حازم بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابو ہریرہ  
رضی اللہ عنہ کے پیچھے کھڑا ہوا تھا اور وہ نماز پڑھنے  
کے لیے وضو کر رہے تھے۔ وہ اپنا ہاتھ دھونے کے  
لیے بڑھاتے یہاں تک کہ انھوں کو نبھوں تک وصول ہوتے  
میں نے کہا اے ابو ہریرہ! یہ آپ کس طرح وضو کر رہے  
ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عجمی کے  
بچے! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم یہاں کھڑے ہو تو میں اس قسم  
کا وضو نہ کرتا میں نے اپنے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم سے  
سنا ہے آپ نے فرمایا مومن کے اعضاء میں وہاں تک  
زیور پہنایا جائے گا جہاں تک اس کے وضو کا پانی  
پہنچے گا۔



یہ میرے صحابہ ہیں؟ پھر مجھے ایک فرشتہ جواب دیکھا گیا  
آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بددین میں نئی  
باتیں نکالی تھیں۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا حوض مقام عدن  
سے لے کر مقام الیہیک کے فاصلہ سے زیادہ بڑا  
ہے اور اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری  
جان ہے میں اپنے حوض سے دوسرے لوگوں کو  
اس طرح دودھ کر دوں گا جس طرح کوئی شخص پیرائے اورٹوں  
کو اپنے حوض سے دودھ کرتا ہے، صحابہ کرام نے  
عرض کیا یا رسول اللہ! آپ ہم کو پہچان لیں گے آپ نے  
فرمایا ہاں تم میرے حوض پر جب آؤ گے تو تہا سے پھر  
اور اس قدر پیرائے اورٹوں سے سفید اور چمک دار ہونگے  
اور یہ علامت تہا سے سوا اور کسی میں نہیں ہوگی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان قشرفین لے گئے اور  
فرمایا السلام علیکم اے مومنو! ہم بھی انشاء اللہ تہا سے  
پاس آئے والے ہیں میری خواہش ہے کہ ہم اپنے  
دوہن بھائیوں کو دیکھیں، صحابہ کرام نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے (دوہن) بھائی نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا  
تم میرے صحابہ ہو اور تہا سے (دوہن) بھائی وہ لوگ  
ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے صحابہ کرام نے پوچھا  
یا رسول اللہ! آپ اپنی امت کے ان لوگوں کو کیسے پہچان  
لیں گے جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے آپ نے فرمایا  
یہ بتلاؤ کہ کسی شخص کے ایسے گھوڑے جو سفید چہرے  
اور سفید ٹانگوں والے (بیخ کلیان) ہوں سیاہ  
گھوڑوں میں مل جائیں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کو ان میں  
سے شناخت نہیں کرے گا، صحابہ نے عرض کیا کیوں  
نہیں! یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا میری امت جس وقت

۴۹۱۔ وَحَدَّثَنَا عُمَرَانُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ  
بْنَ مَسِيحٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ رَبِيعِ بْنِ خُوَاشٍ  
عَنْ حَدَّادٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالِهِ وَسَلَّمَ إِنَّ حَوْضِي لَا بَعْدَ مِنْ آيَةٍ مِنْ سَدَنٍ  
وَالَّذِي فِي قَفْصِي يَبِيدُ إِنْ لَمْ يَدُودْ عَنْهُ الرَّجَالُ كَمَا  
يَدُودُ الرَّجُلُ الْإِبِلَ الْغَرَبِيَّةَ عَنْ حَوْضِهِمْ فَالْوَا  
يَا رَسُولَ اللَّهِ وَتَغَيَّرْنَا قَالَ نَحْنُ تَبْدُونَ عَلَى  
غَيْرِ أَمْحَجَلِينَ مِنْ أَثَارِ الْوُضُوءِ لَيْسَتْ لِأَحَدٍ  
غَيْرِكُمْ.

۴۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَمُسْلِمُ بْنُ  
يُونُسَ وَفَتَّيْمَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ جَمِيعًا  
عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ أَبُو كَثِيرٍ نَا سَمِعْتُ  
قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَدَنِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَقَى  
الْمَقْبَرَةَ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَامَ قُصُورُ  
مُؤْمِنِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَا حِصْنُ  
وَدُوتَ أَمَّا قَدْ مَا آيَتَا الْخَوَانَتَا قَالُوا أَوْ كُنَّا  
إِخْوَانَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ أَتُكْفَرُ أَصْحَابِي وَ  
إِخْوَانَتَا الَّذِينَ لَمْ يَأْتُوا بَعْدًا فَقَالُوا كَيْفَ  
تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدَ مِنْ أُمَّتِكَ يَا رَسُولَ  
اللَّهِ فَقَالَ أَدَّ آيَتِ لَوْ أَنَّ رَجُلًا لَمْ يَخْلُفْ عُرِّي  
مُحَبَّبَةً بَيْنَ ظَهْرِي خَيْلٍ دُهِجَ بَهْجًا لَا يَعْرِفُ  
خَيْلَهُ قَالُوا إِبِلِي يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ فَإِنَّهَا  
يَأْتُونَ غَيْرَ أَمْحَجَلِينَ مِنَ الْوُضُوءِ وَ آتَا



نے فرمایا ہے، قیامت کے دن میری امت کا چہرہ اور  
ہاتھ پاؤں انکار و نفور کی وجہ سے سفید اور چمک رہے  
ہوں گے لہذا تم میں سے جو شخص اس سفیدی اور چمک  
کو زیادہ کر سکتا ہو اس کو زیادہ مبارک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرا عرض مقام  
دن سے ہے کہ اگر ایک شخص اسے فاصلہ سے زیادہ بڑھا  
ہے اور اس کا پانی بڑھنے سے زیادہ سفید شہرہ سے  
دور دھرتے زیادہ سفید رہے اور اس کے ہر خوں کی تہہ  
سناووں سے زیادہ ہے اور میں دوسرے لوگوں کو  
اس عرض سے اس طرح روکوں گا جیسے کوئی شخص اپنے  
عرض سے پرانے اونٹوں کو روکتا ہے۔ صحابہ کرام نے  
عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ ہمیں اس دن پہچانیں گے؟  
فرمایا ہاں تم میں ایک ایسی علامت ہے جو دوسری امتوں  
میں نہیں ہوگی تم جس وقت عرض پر میرے پاس آؤ گے  
تو تمہارا چہرہ اور ہاتھ پاؤں انکار و نفور کی وجہ سے سفید اور  
چمکدار ہوں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت عرض  
پر آئے گی اور میں اس وقت میرے لوگوں کو عرض  
سے روکوں گا جیسے کوئی شخص اپنے اپنے خوں سے  
پرانے اونٹوں کو روکتا ہے، صحابہ کرام نے پوچھا  
یا نبی اللہ! آپ ہم کیسے پہچانیں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں  
کیونکہ تمہاری ایک ایسی نشانی ہوگی جو کس امت میں نہیں  
ہوگی تم جس وقت میرے پاس عرض پر آؤ گے تو تمہارا  
چہرہ اور ہاتھ پاؤں انکار و نفور کی وجہ سے سفید اور چمکدار  
ہوں گے اور تم دعا (امت و موت) میں سے ایک گروہ کو  
میرے پاس آئے سے روک دیا جائے گا پس وہ مجھ  
سے نہیں پہنچ سکیں گے میں کہوں گا اے میرے رب

قَالَ سَيَذَرُكَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ  
أَقْبَىٰ يَأْتُونَكَ يَوْمَ الْبَيِّنَاتِ عَمَّا امْتَحِلِينَ مِنْ أَتَى الْوُضُوءَ  
فَمِنْ اسْتَطَاعَ مِنْكُمْ أَنْ يُطِيلَ عَمَّا تَمَّ فَلْيَفْعَلْ۔

۳۸۹۔ حَدَّثَنَا سُرَيْدُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو أَبِي عَمْرٍ  
جَبِيْنًا عَنْ مَرْوَانَ أَنْفَرَادِي قَالَ ابْنُ أَبِي عَمْرٍ سَنَا  
مَرْوَانَ عَنْ أَبِي مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ سَعِيدِ بْنِ طَارِقٍ عَنْ  
أَبِي حَارِثٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنْ حَوْضِي أَبْعَدُ مِنْ أَيْكَةٍ مِنْ  
عَذَابٍ لَهَا أَشَدُّ بِبَيِّنَاتٍ مِنَ الْقُلُوبِ وَأَخْلَى مِنَ  
الْعَسَلِ يَا لَلْبَيْنِ وَلَا يَبْكُ أَكْثَرُ مِنْ عَذَابٍ وَالْحُجُومِ  
وَأَبِي لَا حُجْدَ الْمَاءِ مِنْ عَذَابٍ كَمَا يَصْنَعُ الرَّجُلُ إِبِلَ  
النَّاسِ عَنْ حَوْضِهِمْ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ أَتَعْرِفُنَا  
يَوْمَئِذٍ قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِيْمَاتٌ لَيْسَتْ لِأَحَدٍ مِنَ  
الْأُمَمِ تَرُدُّونَ عَلَىَّ عَمَّا امْتَحِلِينَ مِنْ أَتَى  
الْوُضُوءَ۔

۳۹۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَدَاوُدُ بْنُ عَدُوٍّ  
الْأَعْلَى وَاللَّفْظُ لِدَاوُدَ قَالَ ابْنُ أَبِي عَمْرٍ عَنْ أَبِي  
مَالِكٍ الْأَشْجَعِيِّ عَنْ أَبِي حَارِثٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
تَرُدُّونَ عَلَىَّ الْحَوْضَ دَاوُدُ بْنُ النَّاسِ  
عَنْ كَمَا يَدَّوُدُ الرَّجُلُ إِبِلَ الرَّجُلِ عَنْ إِبِلِهِمْ  
قَالُوا يَا نَبِيَّ اللَّهِ تَعْرِفُنَا قَالَ نَعَمْ لَكُمْ سِيْمَاتٌ  
لَيْسَتْ لِأَحَدٍ غَيْرِكُمْ تَرُدُّونَ عَلَىَّ عَمَّا امْتَحِلِينَ  
مِنْ أَتَى الْوُضُوءَ وَكَيْصَدُّنَ عَنِّي طَائِفَةٌ  
مِنْكُمْ فَلَا يَصِلُونَ دَاوُدُ بْنُ قَوْلٍ يَا رَبِّ هَذَا مِنْ  
أَصْحَابِي فَيَجِئُ بَنِي مَلِكٍ وَهَلْ قَدَرِي مَا  
أُحَدِّثُوا بَعْدَ لِي۔



غُرۃ اور تخیل کے طول میں فقہاء شافعیہ کا نظریہ | اس باب کی احادیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ غُرۃ اور تخیل رجب کے  
اعضائے مخصوصہ قدرہ حدود سے زیادہ دھونا مستحب ہے۔

علامہ یحییٰ بن شریک نووی لکھتے ہیں :

غُرۃ کی تطہیر کا مطلب یہ ہے کہ سر کے مقدم حصہ میں سے کچھ اجزاء کو دھونا اور جو حصہ چہرہ سے متجاوز  
ہو اس کو دھونا اور تخیل میں زیادتی کا یہ مطلب ہے کہ کہنیوں اور ٹخنوں سے زیادہ مقدار کو دھونا، ہمارے اصحاب  
(شافعیہ) کے نزدیک یہ بالاتفاق مستحب ہے، البتہ مستحب کی مقدار میں حسب قول احوال ہیں :

- ۱۔ بغیر کسی قسیم کے کہنیوں اور ٹخنوں کی زیادہ مقدار کو دھونا مستحب ہے۔
- ۲۔ نصف کفائی اور نصف پیدل تک دھونا مستحب ہے۔
- ۳۔ کندھوں اور گھٹنوں تک دھونا مستحب ہے۔

اس باب کی احادیث میں ان تمام اقوال کی گنجائش ہے، علامہ ابوالحسن بن بطال مالکی اور قاضی عیاض مالکی  
نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کہنی اور ٹخنے سے زیادہ کو دھونا مستحب نہیں ہے، یہ دعویٰ قطعاً باطل ہے، یہ دعویٰ کس طرح صحیح  
ہو سکتا ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کہنی اور ٹخنے سے زیادہ دھونا  
ثابت ہے اور یہی ہمارا مذہب ہے اور اس میں ہمارے اصحاب کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اور اگر کوئی شخص اس  
میں اختلاف کرے گا تو ان احادیث سے اس کا رو کر دیا جائے گا۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں :

غُرۃ اور تخیل کے طول میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ یہ | تمام اعضا مخصوصہ میں مبالغہ کرنا مستحب ہے، کیونکہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : ”پورا پورا وضو کرو“ کھلی کرے میں مبالغہ یہ ہے کہ پانی کو منہ کی تمام گہرائیوں میں اچھی  
طرح پھرایا جائے، اور حلق تک پانی کو لایا جائے اور اس کو نگلنا بھی جائز ہے، اور باقی اعضا میں مبالغہ یہ ہے کہ  
انگلیوں میں نمال کیا جائے اور اعضا کو خوب — مل کر دھویا جائے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جب وضو دھونے  
تو کندھوں تک دھوتے اور جب پیر دھوتے تو پیدلیوں تک دھوتے پھر انھوں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے : میری امت قیامت کے دن آئے گی وہاں مالیکہ وہ وضو کے اثر سے  
غُرۃ تخیل ہوگی، سو تم میں سے جو شخص اپنے غُرۃ و سفیدی کو لبا کرنا چاہتا ہو وہ کرے، اسی حدیث کو امام بخاری اور  
امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

علامہ قرطبی مالکی لکھتے ہیں :

غُرۃ اور تخیل کے طول میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ یہ | حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل اور پیدل تک وضو

۱۔ علامہ یحییٰ بن شریک نووی متوفی ۷۴۸ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۶، مطبوعہ دار محمد امجد المصانیف کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ نووی الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۷۲۰ھ، المغنی مع الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۱۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۴ھ



کرتے تھے اور کہتے تھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جہاں تک میوں کا وضو بہنیتا ہے وہاں تک میوں کا زیور پہنچے گا، قاضی عیاض (رامکی) نے کہا کہ لوگوں کا اس کے خلاف پر اجماع ہے ورنہ وضو کی حدود سے تجاوز ہو گا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جس نے وضو میں زیادتی کی اس نے تقدس اور ظلم کیا، دوسرے علماء نے حضرت ابو ہریرہ کے اس نقل کو غریب بنایا، حضرت ابو ہریرہ کا یہ نقل ان کی انفرادیت ہے، انھوں نے اس نقل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل نہیں کیا، بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے مستنبط کیا ہے: **انتم الغر المحجلون** "تم سفید مزہ اور سفید ہاتھ پہرے ہو"۔

نفتا دیا کیونکہ کہا ہے کہ وضو کی حدود مقررہ سے زیادہ وضو مستحب نہیں ہے بلکہ مکروہ ہے کیونکہ یہ دین میں غلو ہے، مستحب یہ ہے کہ انسان دائم الرضو ہے اور وضو کی تجدید کرنا اس کا نام الطائۃ الغرقۃ (سفیدی کو لہا کرنا) ہے، خلاصہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک الطائۃ الغرقۃ کے وضو میں ایک مقررہ حد سے زیادہ وضو یا یہ ان کے نزدیک مکروہ ہے، دوسرا ظلم والوضو رہنا، یہ اس کے نزدیک مطلوب ہے۔

عزہ اور تجیل کے طول میں نفتا ہر اسخاف کا نظریہ | علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ وضو میں غرہ اور تجیل کی زیادتی کے لیے اعضا وضو کو حد سے آگے تک وضو مستحب ہے۔

علامہ ابن بطلال اور علامہ قاضی عیاض کے اوہم سے یہ ہے کہ انھوں نے بنوں تک وضو کرنے کی وجہ سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا رد کیا ہے، اور اس نظر یہ ہیں کسی نے ان کی موافقت نہیں کی، اور امام ابن شیبہ نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بھی گرمیوں میں بنوں تک ہاتھ دھوتے تھے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ علامہ ابن بطلال اور ان کے موافقین نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

من زاد علی هذا اول نفس فقد اساء وظلم۔ جس نے وضو میں اس پر زیادتی یا کمی کی، اس نے بُرا کام کیا اور ظلم کیا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ استدلال قاسد ہے کیونکہ اس حدیث میں قدا کی زیادتی یا کمی مراد ہے مثلاً جس نے تین دفعہ سے زیادہ دھویا، یا کم دھویا، یہی سمجھا کہ تین دفعہ وضو یا تطہیر کے لیے کافی نہیں یا تین دفعہ سے کم دھو کر واجب سمجھا، اسی طرح علامہ ابن بطلال کی یہ تاویل بھی باطل ہے کہ غرہ اور تجیل کے طول سے اس کا دوام مراد ہے، کیونکہ طول کا معنی دوام کرنا بلاشبہ باطل اور قاسد ہے۔

علامہ شامی حنفی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں غرہ اور تجیل میں طول کو طلب کرنے کا بیان ہے، اور البحر المحیط میں مذکور ہے کہ

۱۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن ہمامی قرطبی مترقی ۴۸۷ھ، الکامع لاحکام القرآن ج ۴ ص ۸۷-۸۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت

۲۔ ڈاکٹر عبد بن حلی، الفقہ الاسلامی واولئہ ج ۱ ص ۷۵۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

۳۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی مترقی ۸۵۵ھ، محدۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۰-۲۴۹، مطبوعہ ادارۃ الطبائۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ



غزوہ کو لبیک کرنا مقررہ حد سے زیادہ دھوڑنے سے حاصل ہوگا اور علیہ میں مذکور ہے تجلیل اہل بیت اور پیروں میں ہوتی ہے اور ہمارے فقہاء نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی۔

**حوض سے دُور کیے جانے والوں کی تعین میں مختلف اقوال** | اس حدیث میں ہے: فرشتے کہیں گے کیا آپ نہیں جانتے ہیں اہل بیت نے آپ کے بعد کیا کیا ہے: اور ایک روایت میں ہے اہل بیت نے آپ کے بعد دین بدل دیا تھا پھر میں کہوں گا دُور ہو جاؤ، دُور ہو جاؤ۔

علامہ یحییٰ بن شریک نے اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث سے یہی صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا مراد ہے؟ اس میں علامہ کے مختلف اقوال ہیں، ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حوض پر آنے والے منافق اور مرتد تھے اور یہ ممکن ہے کہ پہلے ان کا غزوہ اور تجلیل کے ساتھ حشر کیا گیا ہو اور چونکہ ان کے اہل بیتوں اور پیروں پر مومنوں کی علامات تھیں اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو! صیحا جی! صیحا جی! (میرے صحابہ، میرے صحابہ) تب آپ سے یہ کہا جائے گا یہ وہ لوگ نہیں ہیں جن سے آپ نے (شفاعت کا) وعدہ کیا تھا، ان لوگوں نے آپ کے بعد دین بدل لیا، یہی اہل بیت نے جو اسلام ظاہر کیا تھا اس پر ان کا خاتمہ نہیں ہوا۔

۲۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مومن تھے، پھر آپ کے بعد مرتد ہو گئے، اہل بیت کہ ان پر غزوہ اور تجلیل کی علامت نہیں ہوگا، لیکن چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو اپنے زمانہ میں پہچانتے تھے اور ان کو مسلمان مانتے تھے اس وجہ سے ان کو بلا میں لگے، تب آپ کو بتایا جائے گا کہ یہ لوگ تو آپ کے بعد مرتد ہو چکے ہیں۔

۳۔ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتے تھے اور ان کا ترجمہ خاتمہ ہوا، یا وہ اہل بدعت مراد ہیں جو اپنی بدعت کا وجہ سے اسلام سے خارج نہیں ہوئے اس قول کی بناء پر قطعیت سے یہ نہیں کہا جائے گا کہ حوض سے دُور کیے جانے والے جتنی تھے بلکہ یہ ہو سکتا ہے کہ حوض سے دُور کیا جانا ان کے لیے سزا ہو، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے اس قول کے قائلین نے کہا ہے کہ ان کے لیے غزوہ اور تجلیل کا ہونا منقح نہیں ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ حوض سے دُور کیا جانا ان کے لیے سزا ہو، پھر اللہ سبحانہ و تعالیٰ ان پر رحم فرمائے اور ان کو بغیر عذاب کے جنت میں داخل کر دے، اس قول کے قائلین نے کہا ہے کہ ان کے لیے غزوہ اور تجلیل کا ہونا منقح نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے لوگ ہوں یا آپ کے بعد کے لوگ ہوں لیکن آپ نے ان کو علامت سے پہچان لیا ہو۔ علامہ ماقظ ابوہریرہ بن عبد البر نے کہا ہے کہ جن لوگوں



نے بھی دین میں کوئی بدعت نکالی ہے ان کو حوض سے دور کیا جائے گا جیسے خوارج، روافض اور باقی اصحاب  
اہل ہند ہیں، اسی طرح جو لوگ حد سے زیادہ ظلم کرتے ہیں حتیٰ کو چھپاتے ہیں اور اذانیہ گناہ کبیرہ کرتے ہیں ایسے  
تمام لوگ اس خطرہ میں ہیں کہ ان کو حوض سے دور کر دیا جائے گا۔

بعض مرتدین کو حوض پر اسیحابی کہنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر اعتراض کے جوابات

بعض لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کلی کا انکار کرتے ہیں وہ اس حدیث سے آپ کے علم کی نفی پر استدلال  
کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ کو علم کلی ہوتا تو آپ حوض پر آئے ہوتے ان مرتدین کو اسیحابی نہ فرماتے، اس کا جواب  
یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انھیں اسیحابی فرمانا عدم علم کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس لیے تھا کہ پہلے ان کو یہ امید ہو  
کہ ان کو پانی ملے گا اور پھر جب ان کو حوض سے دور کیا جائے گا اور ان کی امید ٹوٹے گی تو ان کو زیادہ عذاب ہوگا،  
دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اسیحابی سے پہلے ہنزہ استغناء کا محذوف ہوا یعنی کیا یہ میرے اسیحابی  
ہیں؟ جن کے چہرے سیاہ و اعمال ناسے بائیں ہاتھ میں، آنکھیں نیلی، چہرے تاریک اور دم جھلٹے ہوئے ہیں یہ میرے  
صحابہ ہیں؟ میرے اصحاب کے ترچہ چہرے اور ہاتھ سیر سفید اور روشن ہیں ان کے اعمال ناسے ان کے دائیں  
ہاتھ میں ہیں اور ان کے چہرے کھلے ہوئے اور شاداب ہیں۔ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں مومنوں اور کافروں  
کی جو ملائش بیان کی گئی ہیں کہ ان کے چہرے سفید ہوں گے اور اعمال ناسے دائیں ہاتھ میں ہوں گے اور کافروں  
کے چہرے سیاہ اور اعمال ناسے ان کے بائیں ہاتھ میں ہوں گے ان علامتوں سے میدان محشر میں موجود ہر  
شخص کو علم ہوگا کہ کون کون ہے اور کافروں سے تو یہ کہے ممکن ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم نہ ہو  
کہ کون آپ کا صحابی ہے اور کون نہیں ہے۔ علامہ ابن ابی شیبہ رحمہ اللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا میں امت کے اعمال  
پیش کیے جاتے ہیں سو آپ کو علم تھا کہ کون ایمان پر قائم رہا اور کون مرتد ہو گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ  
آپ تو دنیا میں بیان فرما رہے ہیں کہ میرے حوض پر ایسے ایسے لوگ آئیں گے سو آخرت کا علم تو دور کی بات ہے  
آپ نے دنیا میں ہی اپنے علم کی وسعت کا اظہار فرما دیا ہے۔

شیخ شبیر احمد عثمانی اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ امام بزار نے اپنی سند میں سند جید کے ساتھ یہ روایت کیا ہے:

حیات خیر لکم و ممات خیر لکم تعوض	میری حیات بھی تمہارے لیے خیر ہے اور میری
علیٰ اعمالکم فمات کان من حسن حمدت	وفات بھی تمہارے لیے خیر ہے تمہارے اعمال مجھ پر
اللہ علیہ و ما کان من سیئ استغفرت اللہ	پیش کیے جاتے ہیں، سو جو اچھے اعمال ہوں ان پر
لکم۔	اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں، اور جو بُرے اعمال ہوں میں
	تمہارے لیے ان پر اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔



اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ آپ کو علم تھا کہ حوض پر آنے والے یہ لوگ مرتد تھے، اور صحیح مسلم کے اس باب کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو یہ علم نہیں تھا کہ وہ مرتد ہو چکے ہیں، اس تنازعہ کے چند جوابات ہیں:

- ۱۔ آپ پراست کے اعمال اجمالاً پیش کیے جاتے ہیں مثلاً یہ بتایا جاتا ہے کہ آپ کی امت نے آپ سے ٹل کیے یا بڑے ٹل کیے اور معین طریقہ سے یہ نہیں بتایا جاتا کہ فلاں امتی کا یہ عمل ہے، اس جواب کو علامہ ابی مائی نے ذکر کیا ہے، یہ جواب بہت بعید ہے کیونکہ امام ابن المبارک نے سید بن مسیب سے یہ روایت کیا ہے کہ ہر روز صبح اور شام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی امت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور آپ اپنے امتیوں کو ان نشانیوں اور ان اعمال سے پہچانتے ہیں۔

- ۲۔ بعض علماء نے یہ جواب دیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا الی کو اسیحائی کی نذا فرمانا ان میں زیادہ حسرت اور افسوس پیدا کرنے کے لیے تھا، کیونکہ جب آپ نے ان کو اسیحائی کی نذا کی تو ان کی نجات کی امید پیدا ہو گئی اور مستحقاً مستحقانہ سے وہ امید منقطع ہوئی اور امید کا بندھن ٹوٹ جانا اس کی بہ نسبت زیادہ حسرت اور عذاب کا موجب ہے جس کو پہلے امید تھی کہ ہر روز فرشتوں کا یہ کہنا "افسوس" آپ کے بدویں تبدیل کر دیا تھا اس کے معافی نہیں ہے کیونکہ یہ بھی ان کی امید توڑنے اور عذاب میں زیادتی کے لیے تھا، یہ انتظامی جوابات ہیں جن کو علامہ زرقانی نے شرح المنوط میں ذکر کیا ہے۔

(شیخ عثمانی کہتے ہیں:) میں کہتا ہوں کہ مسند مبارک کی حدیث کے سیاق سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پراست اجابت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور تعداد سے وہ شخص امت اجابت سے خارج ہو جاتا ہے، پس ہر گناہ کے اس کے اعمال آپ پر پیش نہ کئے جاتے ہوں نیز اس حدیث میں ہے جو اعمال آپ پر پیش کیے جاتے ہیں یا وہ اچھے اعمال ہوتے ہیں جن پر آپ اللہ تعالیٰ کی حمد کرتے ہیں یا وہ بُرے اعمال ہوتے ہیں جن پر آپ استغفار کرتے ہیں اور استغفار دلائل حمد ہے نہ لائق استغفار لائق حمد ہو تا تو ظاہر ہے اور لائق استغفار ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے استغفار سے کم تر گناہ کے لیے استغفار سے منع فرمایا:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلَّذِينَ كَفَرُوا وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قَرَابَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْآيَاتُ  
 (صحاح الجہیم)

نبی اور ایمان والوں کے لیے جانتے نہیں کہ وہ مشرکوں کے لیے بخشش طلب کریں خواہ وہ ان کے قریب وار ہوں، جب ان پر یہ ظاہر ہو چکا ہو کہ (وہ مشرک) ورنہ نبی ہیں۔

(توبہ ۱۱۳)

شیخ عثمانی کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان لوگوں کے مرتد ہونے کا علم نہیں ہوا اس لیے آپ نے میدانِ حشر میں ان کو نہیں پہچانا اور ان کو اپنا صحابی لگایا، ہمارے نزدیک شیخ عثمانی کا کلام صحیح نہیں ہے اولاً اس لیے کہ حدیث میں جو ہے مجبوراً امت کے بُرے اعمال پیش کیے جاتے ہیں جن پر میں استغفار کرتا ہوں، اس کا عمل یہ ہے کہ جو لائق استغفار ہوں ان پر استغفار کرتا ہوں، یعنی آپ پراست کے تمام بُرے اعمال پیش کیے جاتے ہیں ان میں سے جو لائق استغفار ہوں ان پر آپ استغفار کرتے

۱۔ شیخ بشیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۴۱۳، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی



ہیں اور حوالاتی استقفا سے ہوں ان پر آپ استقفا نہیں کرتے کیونکہ بعض دیگر امارت میں بغیر استقفا کے بھی برے اعمال کا ذکر ہے۔

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابی ذر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
قال عرضت علی اعمالی امتی حسنہا وسیئہا  
فوجدت فی محاسن اعمالہا الا ذی یماط عن  
الطریق ووجدت فی مساوی اعمالہا النجاسة  
تکون فی المسجد ولا تدفن۔

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھ پر اپنی امت  
کے تمام اعمال پیش کیے گئے، اچھے عمل بھی اور  
برے اعمال بھی میں نے اس کے اچھے اعمال میں  
سے یہ عمل دیکھا کہ تکلیف دہ چیز کو راستہ سے  
ہٹا دیا جائے اور برے اعمال میں سے یہ عمل  
دیکھا کہ مسجد میں بلیغ غصہ کا جائے اور اس کو دفن  
نہ کیا جائے۔

باقی رشتہ عثمانی کا یہ کہنا کہ آپ پر آپ کی امت اجابت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور ارتداد  
کی وجہ سے وہ آپ کی امت سے خارج ہو گیا، اس کا جواب یہ ہے کہ ارتداد کے بعد وہ آپ کی امت سے  
خارج ہوا ہے اس لیے ارتداد کے بعد اس کے اعمال پیش نہیں کیے جائیں گے لیکن ارتداد سے پہلے تو  
وہ آپ کی امت میں تھا اور جب اس نے ارتداد کا برا عمل کیا تو وہ آپ پر پیش نہ کیا گیا کہ آپ کے غلام امتی نے  
یہ برا عمل کیا ہے اس کی وجہ سے وہ آپ کی امت سے خارج ہو گیا۔ نیز کسی چیز کا ظلم احم کی ضد کے ظلم کو  
مستلزم ہوتا ہے مثلاً دن کا ظلم رات کے ظلم کو مستلزم ہے کہ جو وقت دن کی طرح نہیں ہوگا، وہ رات ہوگا،  
اسی طرح اسلام کا ظلم کفر کے ظلم کو مستلزم ہے کہ جو عقیدہ اسلام کی طرح نہیں ہوگا وہ کفر ہوگا، تو جب نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم کو آپ کی تمام امت دکھا دی گئی تو آپ نے جان لیا کہ جو لوگ آپ کو نہیں دکھائے گئے وہ آپ کی امت نہیں  
ہیں تو جب شیخ عثمانی کے بقول یہ مرتدین آپ پر پیش نہیں کیے گئے اور ان کے اعمال آپ کو نہیں دکھائے گئے تو  
آپ نے جان لیا کہ یہ آپ کے امت نہیں ہیں اور آپ کو ان کا ظلم ہو گیا۔ یہ کہ پھر آپ نے ان کو ایمانی کہیں فرمایا تو اس کا  
یہی جواب ہے کہ آپ کا یہ فرمانا یا تو بطور استفہام تھا یا ان میں مزید حسرت، افسوس اور عذاب واقع کرنے کے  
لیے تھا۔ اس حدیث کی بناء پر بعض لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظلم کلمی پر جو اعتراض کرتے ہیں اس کے  
مزید جوابات اور سیر حاصل بحث ہم نے شرح صحیح مسلم جلد سابع میں نوکر کر دی ہے اس لیے اس بحث کو وہاں ضرور  
دیکھ لیا جائے۔

مستقبل کے یقینی امور کے متعلق ان شاء اللہ کہنے کا بیان | حدیث نمبر ۴۴۲ میں ہے: رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان تشریف



نے گئے اور فرمایا: السلام علیکم اے مؤمنو! ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق رہنے والے ہیں؛  
اس حدیث میں قبرستان جانے، اہل قبور کی زیارت کرنے، ان کو سلام کرنے اور ان سے کلام کرنے  
کا ثبوت ہے، علامہ سیوطی نے شرح الصدور میں حضرت ابن عباس کی یہ روایت ذکر کی ہے: جو مسلمان بھی  
اپنے اس مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جس کو وہ دنیا میں پہچانتا تھا اور اس کو سلام کرتا ہے  
تو قبر والا اس کو پہچان کر اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ لہ

اس حدیث پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ موت تو یقینی امر ہے پھر بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیوں فرمایا؛  
ہم بھی ان شاء اللہ تمہارے ساتھ لاحق ہونے والے ہیں، اس سوال کے حسب ذیل جوابات ہیں؛  
۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شک کی وجہ سے ان شاء اللہ نہیں فرمایا بلکہ اللہ کے ذکر سے تبرک حاصل  
کرنے کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۲۔ قرآن مجید میں ہے:

وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَعْمَلُ خَيْرًا إِنَّهُ لَا يَأْتِي الشَّيْءَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ

(کہف: ۲۵)

اور کسی کام کے متعلق آپ ہرگز (یوں نہ کہیں  
کہ میں کل یہ کام کرنے والا ہوں۔ مگر اس کے ساتھ  
ان شاء اللہ کہیں)

لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم پر عمل کرنے کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۳۔ علامہ ابو عمر نے کہا کہ جس کام کا ہونا واجب اور ضروری ہو اس میں بھی ان شاء اللہ کہا جاتا ہے جیسا کہ  
قرآن مجید میں ہے:

لَنَنصُرَنَّ الْمُسْلِمِينَ هَٰذَا أَوْ هَٰذَا وَلَا نَتْرُكُ الْمُسْلِمِينَ

(الفقر: ۴۰)

ان شاء اللہ تم مسجد حرام میں ضرور رہ ضرور داخل  
ہو گے۔

۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی تعلیم اور تادیب کے لیے ان شاء اللہ فرمایا۔

۵۔ جو حسن کلام کا عادی ہو وہ مستقبل میں ہونے والے کلام کے متعلق مادۃً ان شاء اللہ کہتا ہے۔

بعد میں آنے والے امتیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی تحقیق  
اپنے دینی بھائیوں کو دیکھیں۔  
علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ موت کی تمنا کرنا جائز ہے خصوصاً خیر کے لیے اور فضلاء سے ملاقات  
کے لیے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو موت کی تمنا کرنے سے منع کیا ہے اس کا محمل یہ ہے کہ دنیاوی  
مصائب اور مشکلات سے گھبرا کر موت کی تمنا نہیں کرنی چاہیے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم



نے ان کو دنیا کی زندگی میں دیکھنے کی تمنا کی ہو۔ لے  
شیخ عثمانی لکھتے ہیں:

اس حدیث پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے بعد میں آنے والے مسلمانوں کو دیکھنے کی تمنا کیسے کی؟ دراصل  
ہاں ایک آپ حیات تھے اور ان لوگوں کا وجود صرف علم الہی میں تھا خاصہ میں ان کا کوئی وجود نہیں تھا اور معدوم دکھائی  
نہیں دیتا، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ دیکھنے سے مراد علم ہے اور معدوم چیز کا علم ہو سکتا ہے۔ دوسرا جواب  
یہ ہے کہ آپ کی مراد یہ تھی کہ ان کی مثال دکھائی دے جیسے جس طرح دیوار کے عرصے میں آپ کو جنت کی مثال دکھا  
دی گئی تھی، اور آپ کی کرامت کی وجہ سے آپ کو روئے زمین کے تمام مشارقی اور مغارب دکھائیے گئے ہیں،  
اور بعض عارفین نے یہ کہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا علم اللہ تعالیٰ کے علم سے مستفاد ہوتا ہے، اور اللہ تعالیٰ  
کے علم میں ماضی، حال اور مستقبل کا اختلاف نہیں ہوتا، اور جو چیزیں اپنے اپنے زمانہ میں واقع ہوتی ہیں،  
اللہ تعالیٰ ان تمام چیزوں کو بہ یک وقت دیکھتا ہے اسی طرح حالت تجلی میں انبیاء علیہم السلام کا علم ہوتا ہے  
کیونکہ وہ بشری کمالات سے ماضی ہو کر پیدا ہوئے تو وہ عالم موجودات کے لیے آئینہ بن گئے، ان کے دل میں  
تمام حقائق اور دقائق منکشف ہوتے ہیں، لیکن یہ کیفیت اس خاص وقت میں ہوتی ہے، جب ان کے قلب پر  
اللہ تعالیٰ کے علم کی تجلی ہوتی ہے اس وقت وہ ہر چیز کو دیکھ لیتے ہیں خواہ وہ کسی زمانہ میں ہو، اور بعد میں پھر اپنی  
عام حالت کی طرف لوٹ آتے ہیں اور جب کہ تجلی اور کشف کی یہ کیفیت دائمی نہیں ہوتی، اس لیے آپ نے یہ تمنا کی کہ  
آپ کو آپ کے وہ امتی دکھائیے جائیں جو بعد میں آنے والے ہیں اور آپ اس آن میں ان کو دیکھ لیں۔ لے  
حدیث نمبر ۲۹۲ میں ہے: صحابہ کرام نے پوچھا: یا رسول اللہ! کیا ہم آپ کے (دینی) بھائی نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا  
بلکہ تم میرے صحابہ ہو اور ہمارے (دینی) بھائی وہ ہیں جو ابھی تک پیدا نہیں ہوئے۔  
علامہ نووی لکھتے ہیں:

علامہ باجی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ فرمایا بلکہ تم میرے صحابی ہو، اس قول سے  
ان کے (دینی) بھائی ہونے کی نفی نہیں ہوتی، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی لائق نصیحت کو کو فرمایا اور وہ  
صحابہ بیت ہے، لہذا صحابہ (دینی) بھائی بھی ہیں اور صحابی بھی ہیں اور بعد میں آنے والے صرف دینی بھائی ہیں  
صحابہ نہیں ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: **انما المؤمنون اخوة** اس کے سوا اور کچھ نہیں کہہ سکتے  
اہل میں بھائی ہیں۔ لے

میرے استاد محترم حضرت علامہ عطاء محمد صاحب بدایاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس حدیث سے یہ قاعدہ  
مستنبط ہوتا ہے کہ جب کسی معزز اور صاحب نصیبت شخص کا ذکر کیا جائے تو اس کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ شیخ شبیر احمد عثمانی متوفی ۱۳۶۹ھ، فتح الملہم ج ۱ ص ۲۱۵، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کراچی

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ



کہ کیا جائے بلکہ اس کے وصف مخصوص کے ساتھ اس کا ذکر کیا جائے، کیونکہ دینی بھائی کا وصف صحابہ کرام اور بعد کے مسلمانوں کا نام اور شریک تھا اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کا ذکر عام اوصاف کے ساتھ پسند نہیں فرمایا بلکہ ان کے وصف مخصوص صحابیت کے ساتھ ان کا ذکر فرمایا، اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر میں صرف بشر کہنا صحیح نہیں ہے بلکہ افضل البشر یا سید البشر کہنا چاہیے، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فلاموں کے ساتھ اس وصف کو پسند نہیں کیا کہ جو ان میں اور بعد کے مسلمانوں میں مشترک تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے محض بشر کا لفظ کہنا کب پسندیدہ ہوگا جس کی مسلمانوں کے ساتھ بھی تخصیص نہیں کیونکہ بشر تو کفار اور منافقین بھی ہیں، اس لیے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ کے اوصاف مخصوصہ کے ساتھ آپ کا ذکر کیا جائے اور آپ کو افضل البشر، سید البشر، رحمۃ اللعالمین، قائم المرسلین وغیرہ القاب کے ساتھ ملقب کیا جائے۔

عوام کے سامنے شرعی رخصتوں پر عمل کرنے سے پرہیز کیا جائے

حدیث نمبر ۴۹۴ میں ہے: حضرت ابوہریرہ نے کہا: اے نبی کے بچے! اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم یہاں کھڑے ہو تو میں اس قسم کا وضو نہ کرتا۔

علامہ نووی بکھتر ہیں:

حضرت ابوہریرہ کے اس ارشاد سے یہ معلوم ہوا کہ کسی مقتدار اور پیشوا کو جاہلوں اور عام لوگوں کے سامنے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جو کسی ضرورت یا مصلحت کی وجہ سے شریعت میں مباح ہو تا کہ عام لوگوں کو اس سے دوسرہ نہ ہو اور وہ کسی ضرورت کے بغیر اس رخصت پر عمل کرنا نہ شروع کر دیں یا وہ اس رخصت کے ساتھ فرض کا معاملہ نہ کرنے لگیں۔

باب فضل إسباغ الوضوء على المكاره

تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنے کی فضیلت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا میں تم کو ایسی عبادت نہ بتاؤں جس سے تمہارے گناہ مٹ جائیں اور جس سے تمہارے درجات بلند ہو جائیں صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا تکلیف کے وقت مکمل وضو کرنا زیادہ قدم چل کر مسجد کی طرف جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا، اور تمہارے لیے یہی

۴۹۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي ثَابِتٍ وَفَتْنِيَّةٌ مَأْبُوتٌ مُجَرِّمٌ مِمَّا عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَبِي ثَابِتٍ قَالَ إِسْمَاعِيلُ كَانَ أَحْمَدُ بْنُ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَلَا دُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ قَالُوا بَلَى يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى الْمَكَارِهِ وَكَثْرَةُ الْخُطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ وَانْتِظَارُ الْعَقَلَاءِ بَعْدَ الْفُلُوقِ قَالُوا

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۵۱ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۷، مطبوعہ دار الفکر، جامع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ



الرِّبَاطُ .

رباط ہے یعنی اپنے آپ کو عبادت کے لیے  
پابند کر لینا

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ  
بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں رباط کے لفظ  
کو دوبار فرمایا ہے۔

۴۹۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ مَوْسَى الْأَنْصَارِيِّ قَالَ  
تَأْمَنُ قَالَ نَا مَالِكٌ ۚ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى  
قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ  
ابْنُ عُبَيْدٍ الرَّحْمَنِيُّ يَفْعَالُ الرَّحْمَنِيُّ وَكَانَ فِي حَدِيثِ  
شُعْبَةَ وَكَرُّ الرِّبَاطِ وَفِي حَدِيثِ مَالِكٍ وَكَرُّ مَرْبُوتٍ  
قَدْ لَكَ الرِّبَاطُ قَدْ لَكَ الرِّبَاطُ .

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

رباط کا معنی ہے کسی چیز کو کسی جگہ محبوس کرنا، اگر یا اس شخص نے اپنے نفس کو اسی طاعت پر محبوس کر دیا  
یہ بھی احتمال ہے کہ یہ افعال رباط ہے جیسے کہا جاتا ہے اصل جہاد، جہاد النفس ہے، اور یہ بھی احتمال ہے  
کہ یہ رباط متینتر ہے، یعنی یہ رباط کی اقسام سے ہے۔ لہ

### مسواک کا بیان

### بَابُ السُّوَالِ

حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے مسواک  
پر شوال معلوم نہ ہوتا، اور ایک روایت میں ہے اگر  
مجھے اپنی امت پر شوال نہ ہوتا تو میں ان کو ہر نماز  
کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

۴۹۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَعُمَرُ بْنُ الْقَافِلَةِ  
وَرُحَيْمِرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا نَا سَفْيَانُ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ  
عَنِ الْأَعْزَمِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالِهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ لَدَانِ اسْتَشَقَّى عَلَى الْمُسْلِمِينَ  
وَفِي حَدِيثِ زُهَيْرٍ عَلَى أَهْلِ الْأَمْرِ تَهْتَمُّ بِالسُّوَالِ  
عِنْدَ كُلِّ صَلَاةٍ .

حضرت شریح بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت  
عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہونے سے بعد سب سے  
پہلے کیا کام کر کے تھے، حضرت عائشہ نے فرمایا:  
”مسواک“

۴۹۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ  
ثَابِتُ بْنُ يَسْرٍ عَنْ مَسْعُومٍ عَنْ أَبِي مُقَاتِلٍ عَنْ  
أَبِيهِ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ قُلْتُ يَا أُمِّ مَيْمُونَةَ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ بَيْتُهُ  
قَالَتَ يَا السُّوَالِ .

حضرت شریح بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ

۴۹۹۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ تَائِبِ بْنِ الْعَبْدِيِّ



قَالَ نَا عُبَيْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ سَفِيَّاتٍ عَنْ  
الْمِقْدَامِ ابْنِ شَرِيحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ  
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ  
إِذَا دَخَلَ بَيْتَهُ بَدَأَ بِالسَّوَالِ .

حدیثِ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم  
گھر میں داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے مسواک  
کیا کرتے تھے۔

۵۰۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْخَارِزِيُّ قَالَ  
نَا حَمَّادُ بْنُ تَمِيمٍ عَنْ غِيْلَانَ وَهُوَ ابْنُ جَبْرِ  
الْمَعْرُوفِ عَنْ أَبِي بَرْدَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ دَخَلْتُ  
عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَظَلَمْتُ  
السَّوَالِ عَلَيْهِ .

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا  
اور مسواک کی ایک طرف آپ کی زبان پر تھی۔

۵۰۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا  
هُشَيْمٌ عَنْ حُصَيْنٍ عَنْ أَبِي ذَائِلٍ عَنْ حَدِيقَةَ  
قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا قَامَ لِيَتَهَجَّدَ يَشْرُؤُ فَاةً بِالسَّوَالِ .

حضرت حدیقہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تہجد پڑھنے کے لیے  
اٹھتے تو منہ کو مسواک کے ساتھ صاف کیا کرتے  
تھے۔

۵۰۲۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا جَبْرِ  
عَنْ مَنْصُورٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبِي  
ذَائِلٌ عَنْ أَبِي عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي ذَائِلٍ  
عَنْ حَدِيقَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتَهَجَّدُ وَلَمْ  
يَقُولُوا لِيَتَهَجَّجْ .

حضرت حدیقہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو مسواک  
کوٹے تھے۔

۵۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا سَفِيَّاتٌ عَنْ مَنْصُورٍ  
وَحُصَيْنٍ وَالْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي ذَائِلٍ عَنْ حَدِيقَةَ  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا  
قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَشْرُؤُ فَاةً بِالسَّوَالِ .

حضرت حدیقہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اٹھتے تو مسواک  
سے منہ صاف کرتے تھے۔

۵۰۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حَبِيبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ  
قَالَ نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَا أَبُو الْعَمَّوِيلِ  
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ بَاتَ عِنْدَ نَبِيِّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ ایک رات کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
پاس سے رات کے اخیر حصہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ







پکڑا ہوا کوئی بجزی ہوئی ہو یا انگلی سے صاف کرے۔ (مستن اور ثوبتہ میں بھی اس میں داخل ہیں) اور مستحب یہ ہے کہ متوسط ٹکڑی سے مسواک کی جائے، جو بہت سخت جودہ بہت نرم اور مستحب یہ ہے کہ دانتوں میں عرضاً مسواک کی جائے، طولاً مسواک نہ کی جائے تاکہ دانتوں پر لگے ہوئے گوشت سے خون نہ نکلے اور اگر اس کے برخلاف طولاً مسواک کی تو ہر چند کہ یہ مکروہ ہے لیکن مسواک کے حکم پر عمل ہو جائے گا۔ نیز مستحب یہ ہے کہ دانتوں کی اطراف اور ڈاروں پر مسواک کی جائے اور حلق کی چھت پر بھی مسواک کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ پہلے دائیں جانب پھر بائیں جانب مسواک کی جائے اور یہ بھی مستحب ہے کہ بچوں کو مسواک کرنے کی عادت ڈالی جائے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

مسواک کرنا سنت مؤکدہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دن اور رات مسواک کرنے پر دائمی غسل کرتے تھے اور مسواک کے استحباب پر اجماع ہے، حتیٰ کہ امام ابو حامی نے کہا مسواک کرنا وضو کا جزو ہے، اور بہ کثرت احادیث میں اس پر دلالت ہے کہ مسواک کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل تھا، اس سلسلہ میں سب سے قوی اور سب سے صحیح حدیث یہ ہے کہ امام بخاری نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ ”حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت آپ میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے، حضرت عبدالرحمن کے پاس ایک تازہ مسواک تھی، جس کے ساتھ وہ دانت صاف کر رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو لکھنے کی مانند دیکھ کر دیکھ کر کہتے ہیں، میں نے ان سے مسواک لی اس کو کھانا، اس کو صاف کیا پھر وہ مسواک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی، اور آپ نے مسواک کی۔“

مسواک میں عمار کا اختلاف ہے، بعض نے کہا مسواک کرنا وضو کی سنت ہے، اور بعض نے کہا یہ نماز کی سنت ہے اور بعض نے کہا یہ سنت دین ہے یعنی شائر اسلام سے ہے (یہی قول زیادہ قوی ہے اور امام ابو حنیفہ سے منقول ہے، ہذا میں مذکور ہے کہ صحیح یہ ہے کہ مسواک کرنا مستحب ہے، اسی طرح امام شافعی کے نزدیک ہے، ابن حزم نے کہا کہ یہ سنت ہے اور اگر ہر نماز کے لیے مسواک کرنا ممکن ہو تو یہ افضل ہے، اور جو کے دن مسواک کرنا فرض لازم ہے، علامہ ابو حامد اصفہانی اور علامہ ماوردی نے اہل نظام سے نقل کیا ہے کہ مسواک کرنا واجب ہے اور امام اسحاق کا قول ہے کہ اگر عدا مسواک کرے تو ترک کیا تو نادر باطل ہو جائے گی، علامہ نووی نے کہا کہ امام اسحاق سے یہ نقل صحیح نہیں ہے۔

عمارت نزدیک مسواک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ مسواک عرضاً کی جائے طولاً نہ کی جائے، یعنی میں مذکور ہے کہ مسواک دانتوں اور زبان پر کیا جائے، مسواک کرنے کی کوئی مقدار معین نہیں ہے، جب دل مطمئن ہو جائے کہ منہ کی پکڑ اور دانتوں کی پیلاہٹ دور ہو گئی ہے تو بس کرے، مسواک کر دینا نادر ہے پکڑ سے مسواک کرتے وقت تین بار



پانی لینا مستحب ہے، مسواک کی لمبائی ایک باشت اور موٹائی ایک چھینکل کے برابر ہونی چاہیے، مستحب یہ ہے کہ پہلو کے درخت کی مسواک بنائی جائے اور اگر وہ خشک ہو تو اس کو پانی میں بھگو کر نرم کر یا بیلے، جھیل میں مذکور ہے کہ غدرت کے لیے وہاں نہ کرنا مسواک کے قائم مقام ہے اور جب کسی کو مسواک تیسریز ہو تو وہ انگلی سے دانت صاف کر لے، امام بیہقی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگلیوں کو مسواک کرنے کے قائم مقام قرار دیا ہے، امام بیہقی نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے اور اس کو کرنے کے فضائل بہت زیادہ ہیں۔

سنن اور طحاوی میں سے دانت صاف کرنا بھی مسواک کے حکم میں ہے | امام بیہقی نے انگلیوں کو مسواک

کے قائم مقام کرنے کے متعلق متعدد احادیث بیان کی ہیں اور یہ تمام احادیث ضعیف نہیں ہیں۔ امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن انس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال  
تجوز من السواک الاصابہ ۱۰۰  
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انگلیاں مسواک  
کرنے سے کفایت کرتی ہیں۔

امام بیہقی لکھتے ہیں اس حدیث کی سند میں عبدالحکم القسطلی البصری ہے وہ حضرت انس اور حضرت ابو بکر سے منکر احادیث بیان کرتا ہے، یحییٰ بن سعید نے ایک اور سند سے اس حدیث کو حضرت انس سے روایت کیا ہے اور عقبہ بن مکرم نے اس حدیث کی متابعت کی ہے۔

عن انس بن مالک قال قال رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم تجوز الاصابہ مجوز  
السواک ۱۰۰  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انگلیاں  
مسواک کے قائم مقام ہیں۔

امام بیہقی ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں:

عن انس بن مالک ان رجلاً من الانصار  
من بنی عوف قال یا رسول اللہ انک  
وجبت فی السواک فهل دون ذلک من شیء  
قال اصباحک سواک حتی وحنوک تمسحهما  
علی اسمائک انہ لا عمل لمن لا یمیت  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ انصار کے قبیلہ بنو عوف میں سے  
ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ آپ نے ہمیں مسواک  
کرنے کی ترغیب دی ہے کیا اس کے علاوہ بھی کوئی  
چیز ہے؟ آپ نے فرمایا تمہارے دانتوں کے دقت

۱۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، مدۃ القاری ج ۲ ص ۱۸۵ مطبوعہ امانة الطباعة الخيرية مصر، ۱۳۲۸ھ

۲۔ امام ابو نعیم احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱ مطبوعہ نشر السنة لمطان

۳۔ سنن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱



لہ ولا اجولین لا حسبہ لہ ۔

تہناری ووا نگلیاں مسواک میں جن کو تم اپنے وانہوں  
پر پھیرتے ہو، بغیر میت کے کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا،  
اور ثواب کی نیت کے بغیر کوئی اجر نہیں ہوتا۔

امام بیہقی نے اس حدیث کے متعلق لکھا ہے کہ اس کی سند محفوظ ہے۔

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا صبیح تجزی من السوال

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
انگلی مسواک کے قائم مقام ہے۔

ان تمام احادیث سے یہ ظاہر ہو گیا کہ مخصوص کمری سے دانت صاف کرنا اسلام کا مطالبہ نہیں ہے بلکہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصود یہ ہے کہ مسلمان اپنے دانت صاف رکھیں، اس لیے مسکن اور توتھ پیسٹ وغیرہ  
سے دانت صاف کر لیے جائیں تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل ہو جاتا ہے اور اس سے صفت  
کا ثواب ملے گا۔

احکام شرعیہ کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مغرض ہوتا

حدیث نمبر ۲۰۹ میں ہے: اگر مجھے اپنی امت پر  
دشوار نہ ہوتا تو میں ان کو ہر ناز کے وقت مسواک

کرنے کا حکم دیتا۔

دوسرے روایں سنھتے ہیں: اسی حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مستحب کام کا حکم نہیں دیا جاتا، نیز اس حدیث میں یہ دلیل  
بھی ہے کہ جس چیز کے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم وارد نہ ہوا، اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اجتہاد کرنا جائز ہے  
یہ اکثر اصحاب اصول اور جمہور فقہاء کا مذہب ہے اور یہی صحیح ہے۔

اس حدیث کی تفہیم ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اگر امت پر دشوار نہ ہوتا تو آپ امت پر مسواک کو واجب کر دیتے  
اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ جس چیز کو چاہیں امت پر واجب کر دیں اور جس چیز  
سے چاہیں امت کو روک دیں، احکام شرعیہ آپ کی طرف مغرض ہیں لیکن آپ کا احکام نافذ کرنا مشیت الہی کے تابع ہے  
اللہ تعالیٰ بالذات شائع ہے اور آپ بالیقین شائع ہیں۔

کتاب الطہارۃ سے ہے کہ اس باب تک کی شرح ربیعہ فورڈ برطانیہ میں  
لکھی گئی اور میں نے حضرت صاحبزادہ محمد حبیب الرحمن مجوبی بانی صدر الاسلام  
رشید فورڈ کی لائبریری سے استفادہ کیا۔ میں جس جولائی ۱۹۹۳ء کو تبلیغی فورڈ  
پر برطانیہ گیا اور ۲۲ ستمبر ۱۹۹۳ء کو پاکستان واپس آگیا۔

۱۔ امام ابو کبیر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سن کبریٰ ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۲۔ سنن کبریٰ ج ۱ ص ۱۲۱

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نور دمشقی متوفی ۷۴۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد راجع الطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ



## بَابُ خِصَالِ الْفِطْرَةِ

## بعض سنتوں کا بیان

۵۰۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَدَعْرُودُ النَّاقِدُ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ شُعْبَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ تَنَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْفِطْرَةُ خَمْسٌ أَوْ خَمْسٌ مِنَ الْفِطْرَةِ الْخِتَانُ وَالْإِسْتِحْدَادُ وَتَقْلِيدُ الْأُظْفَارِ وَتَنْفُثُ الْإِيطِ وَفَقَّ الشَّارِبِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں سنت ہیں ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، ناخن کاٹنا، بال کے بال نوچنا اور مونچھیں ترشوانا۔

۵۰۶ - حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي الظَّاهِرِ وَحَرْبُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ الْفِطْرَةَ خَمْسٌ أَوْ خَمْسَتَانِ وَالْإِسْتِحْدَادُ وَفَقَّ الشَّارِبِ وَتَقْلِيدُ الْأُظْفَارِ وَتَنْفُثُ الْإِيطِ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پانچ چیزیں سنت ہیں ختنہ کرنا، زیر ناف بال صاف کرنا، مونچھیں ترشوانا، ناخن کاٹنا اور بال کے بال نوچنا۔

۵۰۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَثَيِّبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كُلُّهُمَا عَنْ جَعْفَرٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ أَبِي عُمَرَ أَنَّ الْجَوْرِيَّ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ دُقَّتْ لَنَا فِي قَعِ الشَّارِبِ وَتَقْلِيدُ الْأُظْفَارِ وَتَنْفُثُ الْإِيطِ وَحَلَقُ الْعَانَةِ أَنْ لَوْ تَوَلَّكَ أَكْثَرُ مِنْ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے لیے مونچھیں ترشوانے ناخن کاٹنے، بال نوچنے، زیر ناف بال صاف کرنے کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس دن مقرر فرمائی ہے۔

۵۰۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ قَالَ تَنَا يَحْيَى يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ شَيْبَةَ قَالَ تَنَا أَبِي جَمِيعًا عَنْ عُيَيْنَةَ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْقُوا اللُّحَى -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں مٹاؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ۔

۵۰۹ - وَحَدَّثَنَا هُثَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ ابْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنْ نَافِعٍ عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں مٹانے اور ڈاڑھی بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔



أَمْرًا نَأْيًا حَقًّا الشَّوَارِبَ وَالْعَفَاءَ الْبَحِيَّةَ -  
۵۱۰ - حَدَّثَنَا سَهْلُ بْنُ عَدْنَانَ قَالَ قَالَا يَزِيدُ بْنُ  
زُهَيْرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ مَرْثَدٍ قَالَ نَأْيًا فَمِنْ عَنِ ابْنِ  
عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَسَلَّمَ خَالِفُوا الْمُشْرِكِينَ أَحْضُوا الشَّوَارِبَ وَ  
أَوْضُوا اللَّحَى -

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مونچھیں مٹا کر اور  
ڈاڑھی بڑھا کر مشرکین کی مخالفت کرو۔

۵۱۱ - وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَقَ قَالَ أَنَا ابْنُ  
أَبِي مَرْثَدٍ قَالَ أَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي  
الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ مَوْلَى الْحَرَمِيِّ  
عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذُوا الشَّوَارِبَ وَ  
ارْزُقُوا اللَّحَى خَالِفُوا الْمَجْرُسَ -

حضرت ابومریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آتش پرستوں  
کی مخالفت کرو، مونچھیں ترشوانا اور ڈاڑھی بڑھانا۔

۵۱۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ  
أَبِي قُتَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا أَنَا وَكَيْفَرُ عَنْ  
زَكْرِيَّا بْنِ أَبِي زَائِدَةَ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ  
عَنْ طَلْحِ بْنِ حَبِيبٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ  
عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَلْبَسُوا عَشْمَكُمْ مِنَ الْفَطْرِ وَكُفُّوا الشَّوَارِبَ وَالْعَفَاءَ  
الْبَحِيَّةَ وَالسَّوَالِ وَالسَّيْمَسَاقَ الْمَاءَ وَكُفُّوا  
أَنْظَافَكُمْ وَكُفُّوا الْبِرَاحِمَ وَكُفُّوا الْيَدِيطَ وَكُفُّوا  
الْعَاسِيَةَ وَانْتَقَاصُ الْمَاءِ قَالَ زَكْرِيَّا قَالَ  
مُصْعَبُ بْنُ شَيْبَةَ الْعَاسِيَةُ قَالَ لَا أَنْ فَكُفُّوا  
الْمُصْصَفَةَ مَرَادُ قُتَيْبَةَ قَالَ وَكَيْفَرُ أَيْضًا عَنْ الْمَاءِ يَعْنِي الْإِسْتِنْجَاءَ -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دس چیزیں سنت ہیں  
مونچھیں ترشوانا، ڈاڑھی بڑھانا، سسکا کرنا، ناک میں  
پانی ڈالنا، ناخن ترشوانا، جوڑوں کا دھونا، ہنل کے بال  
نوجھنا، زیر ناف بال مٹا کرنا، استنجا کرنا، رادھی  
دسویں سنت بیان کرنا بھول گیا، لیکن اس کا خیال ہے  
کہ وہ کلی کرنا ہے۔

۵۱۳ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي رَافَةَ  
عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُصْعَبِ بْنِ شَيْبَةَ فِي هَذَا الْإِسْنَادِ  
مُشَدَّدًا غَيْرًا أَنَّهُ قَالَ قَالَ أَبُو ذَرٍّ وَنَسِيْتُ الْعَاسِيَةَ -

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بیان  
کر کے فرمایا اس سند کے ساتھ میں حسب سابق حدیث  
مروم ہے۔

علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

دس چیزوں کے فطرت ہونے سے مراد ان کا سنت ہونا ہے۔ اس حدیث میں فطرت سے مراد  
سنت ہے، خاصہ عیاض نے بھی یہی کہا ہے اور علامہ خطابی نے کہا ہے اس سے مراد انبیاء علیہم السلام کی سنن ہیں



ہیں۔ لے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی بعض حدیثوں میں ہے پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں اور بعض میں ہے دس چیزیں فطرت میں سے ہیں ان میں سے کسی حد میں حصر نہیں ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن الفطوۃ فرما کر دم انحصار کی طرف اشارہ کیا ہے۔

فطرت سے کیا مراد ہے؟ البوسیدان خطابی نے کہا اکثر علماء کا مذہب یہ ہے کہ اس سے مراد سنت ہے، علامہ خطابی کے علاوہ دوسرے علماء نے بھی یہی کہا ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ یہ امور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں میں سے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ فطرت سے مراد دین ہے۔ ان امور میں سے اکثر چیزیں علماء کے نزدیک واجب نہیں ہیں اور بعض امور میں اختلاف ہے، مثلاً ختنہ کرنا، کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا ان کے وجوب میں اختلاف ہے اور واجب کا غیر واجب کے ساتھ مذکور ہونا متفق نہیں ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کلوا من ثمرہ اذا نضج وادعوا الحقہ یومہ  
کی گناہی کے دن اس کا حق ادا کرو۔  
(انعام: ۱۳۱)

اس آیت میں دو حکم ہیں، پھل کھانے کا اور پھلوں کا حق یعنی عشر ادا کرنے کا، پھل کھانا واجب نہیں ہے، اور عشر ادا کرنا واجب ہے، اس سے معلوم ہوا کہ واجب اور غیر واجب کا ایک ساتھ ذکر ہو سکتا ہے۔ لے  
علامہ نووی کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر یہ بحث حدیث میں ہے عشر من الفطوۃ و دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنتوں میں سے ہیں، اس حدیث میں شارع علیہ السلام نے تصریح کر دی ہے کہ یہ دس سنتیں ہیں، اب اگر ختنہ، کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کو واجب کہا جائے تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصریح کی مخالفت لازم آئے گی، اس کے برعکس علامہ نووی نے استدلال میں جو آیت پیش کی ہے اس میں اس آیت کے کسی معین عدد کی تصریح نہیں ہے، یہ درست ہے کہ واجب اور غیر واجب کا ایک ساتھ ذکر کیا جاسکتا ہے لیکن یہ اس وقت ہے جب ان کے متعلق کسی عدد کی تعیین نہ ہو جیسا کہ اس آیت میں ہے لیکن جب دس امور کا ذکر کیا جائے اور یہ تصریح کر دی جائے کہ یہ دس سنت ہیں جیسا کہ اس حدیث میں ہے تو پھر ان میں سے بعض کو واجب کہنا کس طرح درست ہو سکتا ہے!

حدیث میں مذکور دس امور کے احکام شریعہ اور مذاہب کی تفصیل حسب ذیل ہے:

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

(۱) ختنہ کے متعلق فقہاء مذاہب کے نظریات  
امام شافعی اور کثیر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا واجب ہے اور امام مالک اور اکثر علماء کے نزدیک ختنہ کرنا سنت ہے، امام شافعی کے نزدیک ختنہ کرنا مردوں اور عورتوں دونوں پر واجب ہے، مرد پر واجب ہے کہ وہ اس پورے کھال کو کاٹ دے جس نے حشفہ کو چھپایا ہوا

لے۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلط و شافعی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، الکمال الکمال العلم ج ۲ ص ۳۵ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت  
لے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۲۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸ مطبوعہ نور محمد الصحیح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ



ہوتا ہے، حتیٰ کہ پورا حشفہ ظاہر ہو جائے، اور عورت پر واجب ہے کہ فرج کے اوپر جو کھال ہے اس کا پچھلا حصہ کاٹ دے، ہمارے جہور اصحاب کے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ بچپن میں ان دونوں عفتوں کو کرنا جائز ہے واجب نہیں ہے، ایک قول یہ ہے کہ دلی پر واجب ہے کہ بچہ کے بالغ ہونے سے پہلے اس کا حشفہ کرا دے اور ایک قول یہ ہے کہ دس سال سے پہلے حشفہ کرنا حرام ہے اور صحیح قول یہ ہے کہ ولادت کے ساتویں دن حشفہ کرنا مستحب ہے، حنفی مشکل کے متعلق کئی اقوال ہیں ایک قول یہ ہے کہ بلوغ کے بعد اس کا حشفہ کرنا واجب ہے، دوسرا قول یہ ہے کہ جب تک اس کا ذکر یا مونث ہو نا معلوم نہ ہو اس کا حشفہ کرنا جائز نہیں، تیسرا قول یہ ہے کہ جس آدمی سے وہ پیشاب کرے یا جماع کرے اس کا حشفہ کر دیا جائے۔ اگر کوئی شخص بغیر عفتہ کے مرد جسے تو اس میں تین قول ہیں، صحیح اور مشہور قول یہ ہے کہ اس کا حشفہ نہ کیا جائے عواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا، دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا حشفہ کیا جائے، تیسرا قول یہ ہے کہ رُسے کا حشفہ کیا جائے اور چھوٹے کا حشفہ نہ کیا جائے۔  
علامہ ابن قدامہ حنفی مکتبے ہیں:

مردوں پر حشفہ کرنا واجب ہے، اور عورتوں پر حشفہ کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کی عزت کا سبب ہے، امام احمد نے فرمایا مردوں پر یہ حکم شدید ہے کیونکہ مرد جب حشفہ نہیں کرے گا تو اس کی کھال حشفہ پر لٹکی رہے گی اور اس کے اندر جو کچھ ہے اس کی صفائی نہیں ہو سکے گی، اور عورت کا معاملہ آسان ہے، ابو عبد اللہ نے کہا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما مرد کے معاملہ میں سختی کرتے تھے، حضرت ابن عباس فرماتے تھے جو مرد حشفہ نہ کر لے اس کا جج ہے نہ نماز، حسن بھری یہ نصیحت دیتے تھے کہ جو شخص اسلام لائے وہ اگر حشفہ نہ کر لے تو کچھ حرج نہیں ہے، وہ کہتے تھے کہ کئی سیاہ فام اسلام لائے اور ان میں سے کئی کی تعلیق نہیں کی گئی اور نہ ان کا حشفہ کرایا گیا، اور اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے کہ شرمگاہ کا چھپانا واجب ہے تو اگر حشفہ کرنا واجب نہ ہوتا تو حشفہ کرنے کے لیے حفتوں کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز نہ ہوتا، نیز یہ مسلمانوں کے شمار میں سے ہے، اس لیے دیگر شام کی طرح یہ بھی واجب ہو گا اور اگر کوئی بڑھیا یا بڑھیا مسلمان ہو اور حشفہ کرنے سے اس کی جان کو خطرہ ہو تو اس سے حشفہ کا حکم ساقط ہو جائے گا، جیسا کہ غسلی ووضو وغیرہ کا حکم جان کے خطرہ سے ساقط ہو جاتا ہے، ان اگر اس کو خطرہ نہ ہو تو پھر حشفہ کرنا لازم ہے۔ حنفی نے کہا میں نے ابو عبد اللہ سے دیکھا کہ متعلق سوال کیا جب وہ مسلمان ہو تو کیا اس کا حشفہ کیا جائے؟ انہوں نے کہا اس کے لیے حشفہ ضروری ہے میں نے پوچھا اگر وہ بڑھیا یا بڑھیا ہو؟ انہوں نے کہا ان کے لیے حشفہ کرنا مستحب ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسی سال کی عمر میں حشفہ کرایا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

(وَمَا يَكُنْ مِنْكُمْ رَجُلٌ قَدْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ)

(پسند کیا)

(صحیح: ۷۸۰)

ملۃ ابیکہ ابراہیم۔

اور عورتوں کے حق میں بھی حشفہ مشروع ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

عن عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم بن شرف نووی متوفی ۷۴۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۸، مطبوعہ نور محمد ریح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ



علیہ وسلم اذا جلس بين شعبها الأربع ومضى  
الختان الختان فقد وجب الغسل۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مرد  
عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھ جائے اور  
مرد کی ختنہ کی جگہ عورت کی ختنہ کی جگہ کو چھوے تو غسل  
واجب ہو جاتا ہے۔

اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ عورتیں بھی ختنہ کراتی تھیں اور خصال نے اپنی سند کے ساتھ حضرت  
شداد بن اوس سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ختنہ کو نامردوں کے لیے  
سنت ہے اور عورتوں کے لیے تکویم ہے۔ لہ

علامہ درودیر مابکی لکھتے ہیں:  
ولادت کے دن ختنہ کرنا مکروہ ہے کیونکہ یہ یہود کے افعال سے ہے، یہ اس وقت کو ناجائز  
ہے جب بچہ کو نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔ (یعنی سات سال کی عمر میں) مردوں کا ختنہ کرنا سنت ہے اور عورتوں  
کا ختنہ کرنا مستحب ہے اور مستحب یہ ہے کہ عورت کی کھال کاٹنے میں مبالغہ نہ کرے۔ لہ

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:  
عرب عورتوں کا ختنہ بھی کرتے تھے، جصاص نے کتاب ادب القضاہ میں حضرت شداد بن اوس رضی اللہ  
عنه سے روایت کیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ختنہ کو نامردوں کے لیے سنت ہے اور عورتوں  
کے لیے مکرمات (فضیلت) ہے۔ لہ

مالم گیری میں ہے:  
ختنہ کرنے کے حکم میں اختلاف ہے ایک قول یہ ہے کہ ختنہ کرنا سنت ہے، غرائب میں مذکور ہے  
بھی صحیح قول ہے، ختنہ کرنے کے لیے مستحب وقت سات سال سے لے کر بارہ سال کی عمر ہے، سراج میں ہے  
بھی مختار قول ہے، بعض علما نے کہا ہے کہ ولادت سے لے کر سات سال کی عمر تک ختنہ کرنا جائز ہے، اسی  
طرح جواہر الفوائد میں ہے، عورتوں کے ختنہ کے متعلق روایات مختلف ہیں، بعض مشائخ سے منقول ہے کہ یہ  
سنت ہے، شمس الامۃ السکالانی نے خصائص کی ادب الفاضلی میں ذکر کیا ہے کہ عورتوں کا ختنہ کرنا مکرمات (فضیلت)  
ہے، کسی لڑکے کا ختنہ کیا گیا اور پردی کھال نہیں کٹی تو اگر نصف سے زیادہ کھال کٹ گئی ہے تو یہ ختنہ ہے اور اگر  
نصف یا نصف سے کم کھال کٹی ہے تو یہ ختنہ نہیں ہے (خزانة المفتی) سلوۃ النوازل میں مذکور ہے ایک بچہ  
کا ختنہ نہیں کیا گیا اور اب شدت سے کھینچنے کے سوا اس کی کھال کو کاٹا نہیں جاسکتا اور اس کا ختنہ ظاہر ہوا اور کھینچنے  
میں وہ بخون لگتا ہو تو ختنہ کے ماہرین کو دکھایا جائے اگر وہ کہیں کہ اس کا ختنہ کرنا مشکل ہے تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا  
بڑھا اور کمزور شخص اسلام لایا تو اگر ماہرین نے کہا کہ یہ ختنہ کی طاقت نہیں رکھتا تو اس کو چھوڑ دیا جائے گا کیونکہ ختنہ

۱۔ علامہ سقانی الدین ابو محمد عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۶۲، ۶۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ ابوالبرکات سید احمد درودیر مابکی متوفی ۱۱۹۰ھ، الشرح الکبیر ج ۱ ص ۱۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۔ علامہ بدر الدین عمود بن احمد عینی حنفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵ ص ۳۵۷، مطبوعہ ادارۃ المطابع المیریہ مصر ۱۳۴۳ھ



کی وجہ سے واجب کو بھی ترک کر دیا جائے تو سنت کو ترک کرنا اولیٰ ہے (خلاصہ) ایک قول یہ ہے کہ جب بوجھا  
شخص خود حشفہ کر سکتا ہو تو کرے، ورنہ چھوڑ دے، ان اگر اس کے لیے ممکن ہو تو وہ شادی کرے یا حشفہ کرنے  
والی باندی کو خریدے اور وہ اس کا حشفہ کر دیں، بچہ کا حشفہ کیا گیا پھر کھال بڑھ گئی اگر اس کھال نے حشفہ کو  
ٹو حاف لیا ہے تو اس کا دوبارہ حشفہ کیا جائے ورنہ نہیں۔ لے

(۲-۳) زیر ناف بال مونڈنے اور نعل کے بالوں کے اکھاڑنے کا حکم [علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی  
لکھتے ہیں:

زیر ناف بال مونڈنا سنت ہے اور اس سے مراد اس جگہ کی صفائی ہے، اس میں افضل بال مونڈنا ہے،  
اور بال کا ٹھا بھی جائز ہے، اور نوچنا بھی جائز ہے اور چرنے سے بال صاف کرنا بھی جائز ہے، اسی طرح کسی  
اور کیمیائی عمل سے بھی بال صاف کرنا جائز ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ آئینہ تناسل اور اس کے ارد گرد جو بال  
ہیں ان کو کاٹ کر صاف کر دیا جائے۔ اسی طرح عورت کی اندام نہانی کے ارد گرد جو بال ہیں ان کو کاٹ کر صاف کر لیا  
جائے، اور ابوالبباس بن سرج سے منقول ہے کہ حلقہ ورنہ کے ارد گرد جو بال ہوں ان کو بھی کاٹ کر صاف کر  
لیا جائے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگلی اور کچھلی دونوں مشرنگاؤں اور ان کے ارد گرد بالوں کو کاٹ کر صاف کر لیا جائے  
اس کی میعاد کے متعلق یہ قول ہے کہ جب بال لمبے ہوں ان کو کاٹ لیا جائے، اسی طرح مونچھوں کو کاٹنے، منہ  
کے بالوں کو کاٹنے اور ناخن تراشنے کے متعلق کوئی مدت معین نہیں ہے جب بال اور ناخن بڑھ جائیں ان کو کاٹ  
لیا جائے۔ سنت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مونچھیں کاٹنے، ناخن تراشنے، نعل اور زیر ناف بال نوچنے  
کے متعلق ہمارے لیے یہ مدت مقرر کی گئی ہے کہ ہم ان پر چالیس دن سے زیادہ نہ گزرے ورنہ اس حدیث کا  
مطلب یہ ہے کہ ہم ان چیزوں پر چالیس دن سے زیادہ نہ گزرتے ورنہ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان چیزوں  
کو لازماً چالیس دن کے بعد کاٹا جائے۔ لے  
علامہ ابن قدامہ منبلی لکھتے ہیں:

زیر ناف بالوں کو مونڈنا مستحب ہے، کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا  
بے حیائی ہے اس لیے ان بالوں کو زائل کرنا مستحب ہے اور جس چیز سے بھی ان بالوں کو زائل کیا جائے جائز ہے کیونکہ ان بالوں کو زائل کرنا ہے،  
ابو عبد اللہ سے پوچھا گیا اگر کوئی شخص غلے بالوں کو قلعی سے کاٹ دے؟ کہا انشاء اللہ اس کو یہ عمل کافی ہوگا، پوچھا گیا اگر کوئی شخص بال نوچے کہا  
اس کی طاقت کون رکھتا ہے اگر کوئی شخص چوٹے سے ان بالوں کو صاف کرے تو جائز ہے، البتہ کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیوی یا  
لوہڈی کے سر کسی اور شخص کو اپنی شرمگاہ پر طلع ہوئے دے۔ مروی ہے کہ جب کہ ابو عبد اللہ گھر میں زیر ناف چوٹے سے صاف کرتے تھے دس کیلبد  
حمام میں غسل کرتے جاتے تھے، بالوں کو مونڈنا چوٹے سے صاف کرنے سے افضل ہے، کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا چوٹے  
سے بال صاف کرنا بہتر ہے۔ نعل کے بالوں کو نوچنا سنت ہے کیونکہ یہ فطرت (سنت الانبیاء) ہے اور ان بالوں کو چھوڑ دینا بے حیائی ہے

لے۔ ملا نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۷، مطبع کبریٰ امیر، برلاق مصر، ۱۳۱۰ھ

لے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۱ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ



اگر ان بالوں کو مونڈ لیا جائے تو اس سے صاف کر لیا پھر بھی جائز ہے اور بالوں کو زنا الفضل سے کیونکہ یہ حدیث کے موافق ہے۔  
علامہ ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ سروری نے کہا ہے کہ استدلال کا صحیح ہے اس سے زہیر ناف بالوں کو مونڈنا، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اگر زہیر ناف بالوں کو فروج یا جابجے اور نفل کے بالوں کو مونڈ لیا جائے تو یہ کافی ہے کیونکہ مقصود نظافت ہے (علامہ ابی فرات نے ہیں) مونڈنے سے بال زیادہ پیدا ہوتے ہیں اور بالوں کی کثرت سے میل زیادہ ہوتا ہے جس سے بدبو آتی ہے اور زہیر ناف بدبو کا محل نہیں ہے اس لیے زہیر ناف بالوں کو مونڈ لیا جائے اور نفل کے بالوں کو فروج لیا جائے، علامہ نیشاپوری نے کہا ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد کے لیے زہیر ناف بال مونڈنے کی مدت چالیس دن مقرر کی ہے اور نفل کے بال جب بڑھ جائیں تو ان کو فروج سے اور مونچھوں کو لہانہ ہونے دے اور ہر جمہ کو ناخن تراشتے۔ اس حدیث کا تقاضا یہ ہے کہ جب بال یا ناخن بڑھ جائیں تو ان کو کاٹ دیا جائے۔  
علامہ حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

زہیر ناف بالوں کو مونڈنا اور نفل کے پرے بدن کو صاف کرنا ہفتہ میں ایک بار مستحب ہے اور نفل جب کے دن ہے، ہر پندرہ دن کے بعد بھی جائز ہے اور چالیس دن کے بعد تک ترک کرنا مکروہ ہے۔  
علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

فتاویٰ ہندیہ میں مذکور ہے ناف کے نیچے سے بال مونڈنا مشروع کرے، اور اگر چہ نفل کے ساتھ بال صاف کیے (یا کسی اور گھبائی محل سے) تو یہ بھی جائز ہے، اسی طرح فتاویٰ غرائب میں ہے، اسٹاہ میں مذکور ہے کہ غورتوں کے لیے زہیر ناف بالوں کو فروج یا جابجے۔ نفل کے بالوں کو زنا کرنا بھی مستحب ہے، ان کو مونڈنا بھی جائز ہے اور فروج یا جابجے، علق کے بالوں کو مونڈنا ہے، امام ابو یوسف نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں ہے اور شمرا میں ہے، بھنودوں کے بال اور چہرے کے بال مونڈنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ مویش کے مشابہ نہ ہو، چالیس دن سے زیادہ تک زہیر ناف بالوں کو نہ کاٹنا مکروہ تحریمی ہے۔ اور وہ شخص وغیرہ کا مستحب ہے، علامہ ابو السعود نے ابن ملک کی شرح المشارقی سے نقل کیا ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا، ہمارے لیے ناخن تراشنے مونچھیں کاٹنے اور نفل کے بال فروج سے یہ مدت مقرر کی گئی ہے کہ ہم ان کو چالیس راتوں سے زیادہ ترک نہ کریں۔ یہ ان مقتدرات شرعیہ میں سے ہے جس میں اسے کا کوئی نفل نہیں ہے لہذا یہ حدیث حکماً مرفوعہ ہے۔

۱۔ علامہ مفتی المدین عبد اللہ بن احمد بن تدار حنبلی متوفی ۷۲۰ھ، المعجم ج ۱ ص ۶۴ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔  
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ عبد بن محمد بن خلف دمشقانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال العلم ج ۲ ص ۳۶، ۳۹ مطبوعہ دار الفکر بیروت۔  
۳۔ علامہ علاء الدین محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۸۸۰ھ، در مختار ج ۱ ص ۶۴ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۲ھ۔  
۴۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۲۸۵ مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۲۲ھ۔



**مونچھیں کاٹنے کے متعلق مذاہب فقہاء** | علامہ یحییٰ بن شرف نوروی شافعی لکھتے ہیں: مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا سنت ہے، انسان کو اختیار ہے کہ جو مونچھیں تراشے یا کسی اور سے مونچھیں کٹوانے اس کے برعکس بل کے بال اور زیرینات بال دوسروں کے کٹوانا حرمت اور حیا کے خلاف ہے، مونچھیں کاٹنے کی ابتداء دائیں جانب سے کرے، مونچھیں کاٹنے کی حد میں مختار ہے کہ اتنی مونچھیں کاٹے جس سے ہرٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور مونچھوں کو جڑ سے نہ مٹائے جن روایات میں ہے "احفظوا الشعار" مونچھوں کو مٹاؤ، ان کا عمل یہ ہے کہ جو مونچھیں ہڈوں پر ہونٹوں سے لمبی ہو جائیں تو ان کی اس زیادہ مقدار کو مٹاؤ۔  
 علامہ ابی مائی لکھتے ہیں:

بعض روایات میں مونچھوں کے لیے احتیاط کا لفظ ہے، بعض میں جڑ کا اور بعض میں انہماک کا لفظ ہے قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ لہذا کر فہم اور مختلف لے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کے بال جڑ سے اکھاڑ دیے جائیں جیسا کہ ان احادیث کے ظاہر الفاظ کا تقاضا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ مونچھیں مونڈنے کو مشق قرار دیتے تھے اور مونچھیں مونڈنے والے کو سزا دیتے تھے اور ان الفاظ کی تفسیر لگتی ہے کہ مونچھیں کاٹ کر ان کی گلاباؤں کو ہرٹ کا کنارہ ظاہر ہو جائے اور بعض علماء نے یہ کہا کہ دونوں باتوں کا اختیار ہے۔

(علامہ ابی مائی لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ ان الفاظ میں یہ تصریح نہیں ہے کہ مونچھوں کو جڑ سے مونڈ دیا جائے ان تمام الفاظ میں جو معنی مشترک ہے وہ یہ ہے کہ مونچھوں کے لیے بالوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب کسی معاملہ پر غور کرتے تو اپنی مونچھوں کو ہل دیا کرتے تھے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہرٹ پر مونچھوں کو طول کی جانب سے کم نہیں کرتے تھے، اور مقصد یہ ہے کہ کھانے پینے کے دخل کو مونچھیں کم کر کے سات رکھا جائے اور مجوس کی مخالفت کی جائے کیونکہ وہ مونچھوں کو مونڈتے تھے، لہذا استحسن یہ ہے کہ مونچھوں کو طول اور مساحت کی جانب سے کم کیا جائے حتیٰ کہ ہرٹ کے کنارے ظاہر ہو جائیں، بعض مفار بہ جو مونچھوں کو نہیں کاٹتے وہ احتیاط کے امر کی مخالفت کرتے ہیں، کیونکہ احتیاط کا معنی ہے لمبی مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے، علاقہ میں مونچھیں بڑھانے میں کوئی رنجیت بھی نہیں ہے اور مونچھوں کو کاٹنا نہایت کی وجہ سے مشروع کیا گیا ہے، بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ مونچھوں کو کاٹنا واجب ہے کیونکہ احتیاط کا امر کیا گیا ہے، رخسار پر بال ہوتے ہیں شیخ ابوالحسن المنصور ان کو زائل نہیں کرتے تھے اور دوسرے علماء ان بالوں کو زائل کرتے تھے، شیخ رحمہ اللہ نے اسی کو اختیار کیا ہے، معنی پر جو بال ہیں ان کو بھی زائل کیا جائے اس کے برخلاف دائرہ صحت کے نچلے بالوں کو زائل نہ کیا جائے۔

ڈاکٹر وجہ زحیلی لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوروی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد، ص ۱۳۵، ص ۱۳۵۔  
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف دمشقانی ابی مائی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال الملم ج ۲ ص ۳۴، مطبوعہ دار الفکر، بیروت۔



فقہاء حنبلیہ کے نزدیک مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا اور ان کو مٹانا دونوں امر جائز ہیں اور مٹانا اولیٰ ہے۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

اگر میت کی مونچھیں طویل ہوں تو ان کو کاٹ کر کم کرنا مستحب ہے، یہ حسن، بکر بن عبداللہ، سعید بن جبیر اور حنفی کا قول ہے، اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک نے یہ فرمایا ہے کہ میت کی کسی چیز کو کاٹنا نہیں جائز ہے، گار، کیونکہ میت کی کسی چیز کو کاٹنا غیر مستحب ہے، مثلاً عقدہ کرنا، فقہاء شافعیہ کے اس میں دو قول ہیں۔

ہمدانی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے مڑوں کو اس طرح سنوارو جیسی طرح انبیاء و پیغمبروں کو سنوارتے ہو، اور وہ من کو حسین بنایا جاتا ہے اور مونچھوں میں جو چیز قبیح ہو اس کو زائل کیا جائے گا، کیونکہ اس کو اسی طرح چھوڑنے سے میت کی تشکیلی قبیح المنظر ہوگی، اس لیے اس کا ازالہ مشروع ہے جس طرح میت کے کھلے ہوئے منہ اور کھلی ہوئی آنکھوں کو بند کیا جاتا ہے، البتہ اگر وہ غیر مختون ہو تو اس کا عقدہ نہیں کیا جائے گا کیونکہ اس سے میت کو ضرر ہوگا۔ (مونچھیں کاٹنے کے بعد بال میت کے ساتھ کفن میں رکھ دیے جائیں گے)۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

مونچھوں کو کاٹ کر کم کیا جائے حتیٰ کہ وہ بھونٹوں کی طرح ہو جائیں (غیاثیہ) بعض مسلمان مونچھوں کی دو طرفوں کو چھوڑ دیتے تھے۔ ان کو سبالہ کہتے ہیں (غرائب) امام طحاوی نے شرح صحابی الآثار میں ذکر کیا ہے کہ مونچھوں کو کاٹ کر کم کرنا مستحب ہے اور کم کرنے کا معیار یہ ہے کہ مونچھیں اوپر والے ہونٹ کے کنارے سے کم ہوں اور مونچھوں کا موٹا ٹانہ سنت سے اور یہ مونچھیں کاٹ کر کم کرنے سے بہتر ہے، یہ امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ کا قول ہے (محیط السرخسی) مجاہدوں کے لیے ایسی مونچھیں رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ اسلام دشمنوں کو ان کی تشکیلی میت تک معلوم ہو (غیاثیہ)۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں:

مجتہبیٰ میں مذکور ہے مونچھیں مٹانا بدعت ہے اور ایک قول یہ ہے کہ سنت ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی اس کے تحت لکھتے ہیں: مجتہبیٰ نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ملتقیٰ میں مذکور ہے کہ مونچھیں مٹانا سنت ہے، مجتہبیٰ نے امام طحاوی کے حوالے سے لکھا ہے کہ مونچھیں مٹانا سنت ہے اور اس قول کو امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد کی طرف منسوب کیا ہے اور مونچھوں کو کاٹ کر اتنا کم کرنا کہ وہ اوپر والے ہونٹ کے کنارے کے برابر ہو جائیں بالاجماع سنت ہے۔

۱۔ ذاکر و مہر ترحیلی، الفقہ الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۲۰۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۴۸۸ھ، المتکا ج ۲ ص ۲۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۳۔ ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، عالمگیری ج ۵ ص ۲۵۸، مطبوعہ مطبع کبریٰ امیر یہ بلاق مصر، ۱۳۱۰ھ

۴۔ علامہ ابن علی بن محمد حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی الماشی رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مکتبۃ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ

۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی ۱۴۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مکتبۃ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ



مصنف کے نزدیک مونچھیں منڈوانے کی امام ابو حنیفہ کی طرف نسبت صحیح نہیں ہے اور مونچھیں منڈوانا سنت کس طرح ہو سکتا ہے جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں منڈانے کو غار جیوں کی علامت قرار دیا ہے جیسا کہ صحیح بخاری (ج ۲ ص ۱۱۲۸، سنن ابوداؤد (ج ۲ ص ۳۰۳) سنن ابن ماجہ (ص ۱۶) اور مسند احمد (ج ۳ ص ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶) میں اس کی تصریح ہے۔ مونچھوں کے معاملہ میں توسع ہے، مونچھیں باریک رکھنا، جو مونڈ کے کناروں تک مونچھیں رکھنا اور یہی مونچھیں رکھنا بشرطیکہ بالائی ہونٹ کے کناروں سے اوپر ہوں، ہر طرح جائز ہے اور سنت مونچھوں کو کم کرنا ہے۔

علامہ ابن منظور (فرقی) لکھتے ہیں:

**ڈاڑھی کا لغوی معنی**

الذیۃ اسم یجمع من الشعر ما تحت علی  
الصدین والذقن۔

رخساروں اور شورشی پائگے جو منہ بالوں کے مجموعہ کو ڈاڑھی کہتے ہیں۔

علامہ نجفی بن شرف نووی لکھتے ہیں:

**(۵) ڈاڑھی کے متعلق فقہاء مشافعیہ کا نظریہ**

اعفاء التحیۃ کا معنی ہے ڈاڑھی کو چھوڑ دینا، یعنی ڈاڑھی کو برصانہ، الی فارسی ڈاڑھی کہتے تھے، اشریت نے اس سے روک دیا، علماء نے کوکر کیا ہے کہ ڈاڑھی میں بارہ فصلیں مکروہ ہیں اور بعض کی کراہت بعض سے زیادہ ہے، ان کی تفصیل یہ ہے:

- ۱۔ غرض جہاد کے نیز ڈاڑھی کو سیاہ رنگ سے رنگنا۔ ۲۔ مساکین کی نقل میں ڈاڑھی کر زور رنگ سے رنگنا جبکہ اس میں اتباع سنت کا جذبہ نہ ہو۔ ۳۔ گندھک اور دیگر کیمیائی مٹل سے جلد ڈاڑھی کو سفید کر لینا تاکہ لوگ بڑے جانبیں۔ ۴۔ حسن صورت کے لیے ڈاڑھی کے بال نوچنا یا مونڈنا۔ ۵۔ تصنع سے ڈاڑھی کو قطار اور صفت دار بنانا کہ عورتوں کو اچھی لگے۔ ۶۔ رخساروں کے بال برصا کو ڈاڑھی کو زرباؤہ کو نایا عنقہ کے بال کاٹ کر ڈاڑھی کو کم کرنا۔ ۷۔ آرائش کے لیے ڈاڑھی میں گنگھا کرنا۔ ۸۔ سفید بالوں کو نوچنا۔ ۹۔ لہر کے اظہار کے لیے ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے پرانہ رکھنا۔ ۱۰۔ الہار مشیت کے لیے سفید بالوں اور اظہار شباب کے لیے سیاہ بالوں پر فخر کرنا۔ ۱۱۔ ڈاڑھی کے بالوں میں گرہ لگانا اور ڈاڑھی کی مینڈھیاں بنانا۔ ۱۲۔ ڈاڑھی کو مونڈنا یا انگر غوریت کے ڈاڑھی نکل آئے تو اس کا ڈاڑھی مونڈنا مستحب ہے۔

نیز علامہ نووی لکھتے ہیں:

اماریت میں ڈاڑھی کے متعلق اعفوا، اوقوا، ارحوا، ارجوا، وفودا کے الفاظ وارد ہوئے ہیں ان سب کا تقاضا یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، ہمارے فقہاء اور دیگر علماء نے بھی یہی کہا ہے، اقامت عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کا منڈانا، ڈاڑھی کا کتر دانا اور ڈاڑھی کو جلدنا مکروہ ہے البتہ ڈاڑھی کو طول اور غرض سے کاٹنا مستحسن ہے۔ ڈاڑھی کو لمبا کر کے صاف کرنا اور ڈاڑھی کو چھوٹا کرنا مکروہ ہے، متقدمین کا اس میں

۱۔ علامہ جمال الدین محمد بن محمد ابن منظور (الربیع شریف) المدینۃ العربیہ ج ۱ ص ۲۴۳، مطبوعہ نشر و تبیہ الخوانسار قم ایران، ۱۳۰۵ھ



اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کی کوئی حد ہے یا نہیں بعض متقدمین نے ڈاڑھی کی بالکل حد مقرر نہیں کی، البتہ ڈاڑھی کو اس طرح نہ چھوڑ دیا جائے جس سے وہ بُری معلوم ہو اور اس کو کاٹ کر کم کر لے، امام مالک نے بہت لمبی ڈاڑھی کو مکروہ کہا ہے، بعض علماء نے یہ حد مقرر کی ہے کہ قبضہ سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے اور بعض علماء نے یہ کہا ہے کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کے بال کاٹنا مکروہ ہے۔

**ڈاڑھی کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ** | علامہ دشتانی الی مالکی لکھتے ہیں، اقامتی سبب مالکی نے کہا ہے: ڈاڑھی مندرجہ ذیل اور درجہ سے (کٹانا مکروہ ہے، حدیث میں اس کی حد ہے اور لمبی ڈاڑھی رکھنا بھی اسی طرح مکروہ ہے جس طرح کٹانا مکروہ ہے اور ڈاڑھی کو طولاً اور عرضاً کاٹ کر کم کرنا مستحسن ہے، بعض متقدمین نے ڈاڑھی کو کم کرنے کی کوئی حد مقرر نہیں کی اور یہ کہا ہے کہ ڈاڑھی کو حد تسخیر تک نہ چھوڑا جائے اور بعض علماء نے قبضہ کو حد مقرر کیا ہے اور بعض علما نے کہا کہ حج اور عمرہ کے سوا ڈاڑھی کو کم نہ کیا جائے۔ علامہ ابن فرات نے یہ میں کہتا ہوں کہ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم کو ڈاڑھی کے ساتھ مزین کیا ہے اور جب ڈاڑھی زینت ہے اور اس کو طولاً و عرضاً کم کر کے حسین بنانا مستحسن ہے، اور کاٹنے کی حد یہ ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے، جیسا کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے قبضہ سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا تھا، یہ اس شخص کے متعلق ہے جس کی ڈاڑھی زیادہ ہو لیکن جس کی ڈاڑھی زیادہ نہ ہو تو وہ اتنی مقدار کے بعد ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ دے جس سے ڈاڑھی میں حسن ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ جمیل ہے اور جمال کو پسند کرتا ہے اگر یہ اعتراض ہو کہ ڈاڑھی کو طولاً و عرضاً کاٹ کر حسین بنانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے خلاف ہے کہ ڈاڑھی چھوڑ دو، اس کا جواب یہ ہے کہ ڈاڑھی چھوڑنے پر ایشیائے کا حکم مشرکین کی وجہ سے ہے، کیونکہ وہ ڈاڑھی منڈاتے تھے، اور ان سے مخالفت اس طرح ہو گئی کہ یا تو ڈاڑھی بالکل نہ کاٹی جائے یا تحسین کے لیے تھوڑی سی کاٹی جائے، اس لیے صحیح وہی ہے جس کا ہم نے ذکر کیا ہے۔

علامہ ابو الولید باجی مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک ڈاڑھی اور مونچھوں کو اتنی مقدار تک کاٹنا مستحب ہے جس سے ان کا پیدائشی حال متغیر نہ ہو اور ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکل کاٹ دینا مثلاً ہے جیسے عورت کے بطن کے بال کاٹنا مثلاً ہے اس لیے ڈاڑھی اور مونچھوں کو بالکل کاٹنے سے منع کیا جائے لہذا اسی طرح ڈاڑھی اور مونچھوں میں ایسے کام سے منع کیا جائے گا جس سے ان کی خلقت متغیر ہو اور مثلاً کا ان کتاب لازم آئے، اور اگر ڈاڑھی اتنی زیادہ ہو جائے جس کی وجہ سے وہ خوبصورتی کی حد سے نکل جائے اور بھری ہوئی اور منتشر ہونے کی حد کو پہنچ جائے اور اتنی لمبی ڈاڑھی کو باقی رکھنا مثلاً ہو تو اس کو کم کرنا مشروع ہے۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۰۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ نور محمد راجع الطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف دشتانی الی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۲ ص ۱۳۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۔ علامہ ابو الولید سلیمان بن خلف باجی مالکی احمدی متوفی ۴۶۴ھ، المستفتی ج ۳ ص ۳۲، مطبوعہ مطبع السعادة مصر، ۱۳۳۲ھ



ڈاڑھی کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ : ڈاکٹر مرید زحیلی لکھتے ہیں :

و قد حرم الباکلیۃ والحنابلۃ حلقها ولا  
یکرم ما زاد علی القبطۃ ولا اخذ ما تحت حلقہ  
لفعل ابن عمر رضی اللہ عنہ

فقہاء حنبلیہ اور حاکم نے ڈاڑھی مونڈنے کو  
حرام قرار دیا ہے اور قبضہ سے زائد ڈاڑھی کاٹنا  
مکروہ نہیں ہے اور حلق کے نیچے کے بالوں کا  
کاٹنا مکروہ نہیں ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر نے یہ  
بال کاٹے تھے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں :

ڈاڑھی کے متعلق فقہاء احناف کا نظریہ :

علامہ کاکی نے کہہ ہے کہ ہمارے نزدیک ڈاڑھی کا طول ایک قبضہ کی  
مقدار ہے اور اس سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹنا واجب ہے، ابو یوسف اسماعیل نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول سے کاٹ کر کم کرتے تھے، اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو طول اور عرض سے کاٹ کر کم کرتے تھے، ابن کثیر مومنین کہ یہ حدیث اس پر دلالت نہیں کرتی کہ نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو قبضہ کے بعد کاٹتے تھے، اہل اس سلسلہ میں دو اثر مرقی ہیں، امام ابو داؤد اور نسائی نے روایت  
کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، امام بخاری نے بھی اس کو قلیلاً ذکر کیا ہے  
اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹتے تھے، البتہ  
یہ آثار اس حدیث کے معارض ہیں جس میں ہے مونچھوں کو ترشواؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ و رجح، بخاری و صحیح مسلم  
اس کا یہ جواب ممکن ہے کہ ڈاڑھی بڑھانے سے مراد یہ ہے کہ ساری ڈاڑھی کو سنڈایا نہ جائے جس طرح مجوس منڈاتے  
ہیں اس کی دلیل یہ ہے کہ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ مونچھیں ترشواؤ، ڈاڑھیاں  
بڑھاؤ اور مجوس کی مخالفت کرو، کیونکہ مجوس ڈاڑھیاں منڈاتے تھے اور مونچھیں بالکل نہیں کاٹتے تھے، محیط  
میں ہے ڈاڑھی بڑھانے میں اختلاف ہے، بعض علماء نے کہا کہ ڈاڑھی کو چھوڑ دے حتیٰ کہ ڈاڑھی کھنی اور بڑھی  
جو جائے، اور کاٹ کر کم کرنا سنت ہے جو ڈاڑھی قبضہ سے زائد ہو اس کو کاٹ دے۔

غیر علامہ عینی لکھتے ہیں :

اگر یہ کہا جائے کہ اعضا الدھی کا کیا معنی ہے کیونکہ تم جانتے ہو کہ اعضا، اعضاء اور جب  
ڈاڑھی کو چھوڑ دیا جائے تو وہ طولاً عرضاً بہت بڑھ جائے گی اور لوگ اس کا مذاق اڑائیں گے، اس کا جواب یہ ہے  
کہ ڈاڑھی کا بڑھانا ممنوع ہے اور اس کا کاٹنا واجب ہے اور اس کی حد میں متقدمین کا اختلاف ہے کہ جب ڈاڑھی  
طولاً قبضہ سے بڑھ جائے اور عرضاً پھیل جائے تو یہ قبیح ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھوں

۱۔ ڈاکٹر مرید زحیلی، الفقہ الاسلامی وادلہ، ج ۱ ص ۲۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۱۳۲۵-۱۳۲۴، مطبوعہ مطبعہ فنی زابکشتور کھنفر



نے دیکھا کہ ایک شخص نے اپنی ڈاڑھی کو چھوڑا ہوا تھا آپ نے اس کی ڈاڑھی کو کھینچا اور کہا میرے پاس پہنچی لاؤ، پھر ایک شخص سے کہا اس کے ہاتھ کے نیچے جو ڈاڑھی ہو اس کو کاٹ دو، پھر فرمایا جاؤ اپنے ہاتھ کو سنوارو یا خراب کرو تم میں سے کوئی شخص اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتا ہے جیسے وہ درندوں میں سے ایک درندہ ہو، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک قبضہ کے بعد ڈاڑھی کاٹ دیتے تھے، حضرت ابن عمر سے بھی اسی طرح روایت ہے، اور بعض علماء نے یہ کہا کہ ڈاڑھی کو طویلاً عرضاً کاٹنے اور ڈاڑھی کو بہت زیادہ نہ کاٹنے اور انھوں نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی، البتہ میرے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک ڈاڑھی عورت اور بچوں کی غاوت سے بڑی نہ ہو اس کو نہ کاٹنے اور عطا نے کہا کہ جب ڈاڑھی لمبی اور بڑی ہو جائے تو اس کو طویل اور عرض سے چھوڑا سا کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اس پر امام ترمذی کی اس روایت سے استدلال کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم طویلاً و عرضاً ڈاڑھی کو کاٹتے تھے۔ ۱۷

علامہ زبیدی حنفی لکھتے ہیں:

وامتدال بہ الجسمہ علی ان الاذنی فوق اللحية علی جانبها وان لا یقطع منها شیء وهو قول الشافعی واصحابہ وقال عیاض یکبر حلقها وقصرها وتحذیقها وقال القرطبی فی المفہم لا یجوز حلقها ولا تنفیظها ولا قص الکثیر منها قال عیاض واما الاخذ من طولها فحسن قال ویبکوة الشہرکة فی تعظیمها کما یکبر فی قصها وجربها وقد اختلف السلف هل لذلک حد فمنہم من لم یجد شیئاً فی ذلک الا انه لا یتروک بعد الشہرکة ویأخذ منها وکبر ما لک طولها جداً ومنہم من جدد بها زاد علی القیضۃ فیتدال ومنہم من کبره الاخذ منها الا فی حیز او غصن ۱۸

اس حدیث (ڈاڑھیاں بڑھاؤ) سے چھوڑنے یہ استدلال کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے اور اس کو بالکل نہ کاٹا جائے، امام شافعی اور ان کے اصحاب کا یہی قول ہے، اور قاضی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ ڈاڑھی کو مونڈنا اور کاٹنا مکروہ ہے، علامہ قرطبی نے مہتمم میں کہا ہے کہ ڈاڑھی کو مونڈنا، نوچنا اور اس کا زیادہ حصہ کاٹنا جائز نہیں ہے، اور قاضی عیاض نے کہا کہ ڈاڑھی کو طویلاً کاٹنا مستحسن ہے، اور اس کو مد تسخر تک لمبا کرنا مکروہ ہے، اسی طرح اس کو کاٹنا بھی مکروہ ہے، یعنی زیادہ کاٹنا مستفہم کا۔ اس میں اختلاف ہے کہ ڈاڑھی کاٹنے کی کوئی حد ہے یا نہیں، بعض نے کہا اس کی کوئی حد نہیں ہے، البتہ اس کو اتنا لمبا نہ کرے کہ یہ مد تسخر کو پہنچ جائے اور اس سے کچھ قدر کاٹ لے، امام مالک نے اس کے بہت زیادہ طول کو مکروہ کہا ہے اور کہا ہے کہ جب ڈاڑھی قبضہ سے زیادہ ہو تو اس کو کاٹ دیا جائے

۱۷۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، حمدۃ القاری ج ۲۲ ص ۹۷-۹۸، مطبوعہ ادارۃ المطابعۃ النیریہ مصر ۱۳۲۸ھ  
 ۱۸۔ علامہ سید محمد رفیع زبیدی ترمذی متوفی ۱۲۰۵ھ، اشعاف السادة المتقین ج ۲ ص ۴۱۹، مطبوعہ مطبعہ مینیہ مصر ۱۳۱۱ھ



اور بعض نے کہا ہے کچ اور عمرو کے مرنے کے  
سوا ڈاڑھی کو کاٹنا مکروہ ہے۔

اس عبارت میں یہ تصریح ہے کہ جمہور ائمہ کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا اولیٰ ہے، جس کا تقاضا ہے کہ  
ڈاڑھی کاٹ کر کم کرنا خلاف اولیٰ ہے، حرام نہیں ہے۔  
علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

ولا يفعل التطويل اللحية اذا كانت بقدر  
المسنون وهو القبيضة . ۱۷

ڈاڑھی کو لمبا کرنے کے قصد سے تیل نہ لگایا  
جائے جب کہ ڈاڑھی قدر مسنون کے مطابق ہو اور  
وہ (قدر مسنون) قبضہ ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

دهو اى القدر المسنون فى اللحية القبيضة . ۱۸

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبيضة . ۱۹

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ زکریا الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبيضة . ۲۰

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ ذہبی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبيضة . ۲۱

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

بقدر المسنون وهو القبيضة . ۲۲

(اور ڈاڑھی میں) قدر مسنون قبضہ ہے۔

علامہ قاری حنفی لکھتے ہیں:

اقول يلبيح ان يدرج في اخذها لتصريح  
مقدار قبضة على ما هو السنة والاعتدال  
المتعارف . ۲۳

میں کہتا ہوں کہ ڈاڑھی کو اس قدر کاٹنا چاہیے  
کہ اس کی مقدار ایک قبضہ ہو جائے جو کہ سنت اور  
میانہ روی کا متعارف طریقہ ہے۔

۱۷۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی کبر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، درایہ اولین ص ۲۰۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان

۱۸۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، مستخرج القدر ج ۲ ص ۲۰۰، مطبوعہ مکتبہ نوربہ رشتہ سکھ

۱۹۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، ینایہ ج ۱ ص ۱۳۴۲، مطبوعہ مطبعہ منشئ فرانسہ لکھنؤ

۲۰۔ علامہ زکریا الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۸۵۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۲۸۰، مطبوعہ مطبعہ علم مصر ۱۳۱۱ھ

۲۱۔ علامہ عثمان بن ذہبی متوفی ۷۴۳ھ، تبیین السعائف ج ۱ ص ۳۳۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان

۲۲۔ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مائشۃ الدرر والفرح ج ۱ ص ۲۰۸، مطبوعہ مطبعہ جامعہ شرفیہ مصر ۱۳۰۴ھ

۲۳۔ علامہ ابن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، امتزاجات ج ۸ ص ۲۹۱، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان ۱۳۶۰ھ



علامہ علاؤ الدین السبکیؒ لکھتے ہیں:  
بقدر المسنون وهو القبضة۔  
علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

(والسنة فيها القبضة) وهو ان يقبض الرجل  
لحيته مما زاد منها على قبضة قطعه۔

ڈاڑھی میں قدر مسنون قبضہ ہے۔

ڈاڑھی میں سنت قبضہ ہے، اور وہ یہ ہے  
کہ مرد اپنی ڈاڑھی کو مسٹی میں پکڑ کر قبضہ سے زائد کو  
کاٹ دے۔

علامہ طحاویؒ لکھتے ہیں:

واما اللحية فتذكر محمد في الآثار عن الامام  
ان السنة ان يقطع ما زاد على قبضة يده۔

امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ  
سے یہ نقل کیا ہے کہ قبضہ سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا  
سنت ہے۔

قادی عالمگیریؒ میں ہے:

والقن سنة فيها وهو ان يقبض الرجل  
لحيته فان زاد منها على قبضة قطعه كذا ذكر  
محمد رحمه الله في كتاب الآثار عن ابي حنيفة  
رحمه الله تعالى وقال به ناخذ كذا في محيط  
المرحسي۔

ڈاڑھی میں کاٹنا سنت ہے اور وہ یہ ہے کہ  
مرد اپنی ڈاڑھی کو مسٹی میں سے اور مسٹی سے زائد کاٹ  
دے، امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابو حنیفہ  
سے اسی طرح نقل کیا ہے، اور کہا ہے کہ ہم اسی قول  
کو اختیار کرتے ہیں، اسی طرح محیط مرسی میں ہے۔

ہم نے بارہ مستند فقہاء کی عبارات سر یکہ سے یہ واضح کر دیا ہے کہ قبضہ متناہی اور مسنون طریقہ ہے اس  
کو واجب کہنا صحیح نہیں ہے، لہٰذا قادی نے جو لکھا ہے کہ ڈاڑھی کاٹنا عجیوں، فریگیوں اور بے دین قلندرین  
کا طریقہ ہے اس سے ان کی مراد ڈاڑھی کو بہت زیادہ کاٹنا ہے، کیونکہ ملا علی قاریؒ نے قبضہ کو سنت اور  
مستحب بھی لکھا ہے، لکھتے ہیں:

فالتقديرو لو اخذوا حذواحي لحيته طولاً  
واسي ضاً وتوكتفقد المستحب وهو  
مقدار القبضة وهي الحد المتوسط بين

(رسول اللہ ﷺ) نے حضرت ابو قتادہؓ کو  
ڈاڑھی کاٹنے کا حکم دیا تھا اس میں حکماً یہ ارشاد ہے  
کہ اگر تم ڈاڑھی کو طویل اور ضاً اور قدر مستحب چھوڑ دو

۱۔ علامہ علاؤ الدین السبکیؒ متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علیٰ اشیاء الروج ۲ ص ۱۵۵ ج ۵ ص ۳۵۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول

۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۳۵۹،

۳۔ علامہ سید احمد بن محمد طحاویؒ متوفی ۱۲۳۱ھ، عاشیۃ الطحاوی علی مرقا الفلاح ص ۳۱۹، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ ابائی دارالادب مصر ۱۳۵۴ھ

۴۔ علاؤ الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، قادی عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۸، مطبوعہ مطبعہ کبریٰ بلاق مصر ۱۳۱۰ھ

۵۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقا ج ۲ ص ۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ لبنان، ۱۳۹۰ھ



الطہرین المذمومین من ارسالہا مطلقا ومن حلقہا وقصہا علی وجہ استیصالہا  
(تو بہتر ہے) اور وہ قدر مستحب قبضہ کی مقدار ہے  
اور یہ مطلقاً ڈاڑھی چھوڑنے یا منڈوانے اور جڑے  
کاشٹے کی افراط اور تفریط والی مذموم جانہوں میں حد  
موسطی ہے۔

اسی طرح علامہ زبیدی حنفی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک ڈاڑھی بڑھانا مستحب ہے لکھتے ہیں:  
واستدل بہ ان جمہور علی ان الاولیٰ ترک  
اللحمیۃ علی حالہا وان لا یقطع منها  
شیء۔ ۱۔ ۲۔  
اس حدیث میں (واعفوا النخی) سے جمہور  
نے یہ استدلال کیا ہے کہ اولیٰ یہ ہے کہ ڈاڑھی کو  
اپنے مال پر چھوڑ دیا جائے اور اس میں سے کچھ نہ  
کاٹا جائے۔

امام ابو حنیفہ سے لے کر علامہ شامی تک ان تمام مستند اور مسلم فقہانے یہ تصریح کی ہے کہ ڈاڑھی میں قبضہ  
سنت ہے۔ اور ایک متاخر عالم شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنے لائے سے یہ لکھا کہ قبضہ واجب  
ہے اور فقہاء کی ان عبارات میں سنت سے مراد یہ ہے کہ قبضہ کا وجوب سنت سے ثابت ہے اور بعد کے  
بعض علماء نے بھی شیخ رحمہ اللہ کی پیروی کی (واضح ہے کہ شیخ نے قبضہ کو واجب لکھا ہے لیکن وجوب پر کوئی دلیل  
ذکر نہیں کی۔)

ہمارے نزدیک عبارات فقہاء میں شیخ رحمہ اللہ کی یہ تاویل صحیح نہیں ہے کیونکہ تاویل کی ضرورت اس وقت  
ہوتی ہے جب دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ سے قبضہ کا وجوب ثابت ہوتا اور اس کے برخلاف فقہاء نے قبضہ  
کو سنت کہا ہوتا، تب یہ کہنا درست ہوتا کہ یہاں سنت سے مراد یہ ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت  
ہے جب کہ یہاں معاملہ اس کے برعکس ہے، کیونکہ فقہاء کا قبضہ کو سنت اور مستحب کہنا دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ  
کے مطابق ہے، اور اگر دلائل شرعیہ اور قواعد فقہیہ کا ایسا طریقہ ہے، نیز اس تاویل کو جائز قرار دیا جائے تو پھر فقہاء کی  
اصطلاحی تصریحات، باریک اطفال، بن جابیں، اور ہر شخص اپنی رائے کے مطابق فقہاء کی تصریحات کو تبدیل کر کے  
واجب کو کہہ دے گا یہ ثابت کے معنی میں ہے، فرض کو کہہ دے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم نہیں  
ہے لہذا اس کا کرنا ضروری نہیں ہے اور حرام کو کہہ دے گا اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ فرض نہیں ہے، لہذا  
اس کا ترک ضروری نہیں ہے اور اس کا فعل جائز ہے۔ البیاض باللہ۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اپنی تمام ترقی خدمات اور عظمتوں کے باوجود بشر اور انسان تھے، نبی اور رسول نہ  
تھے، ان کی رائے میں غلط ہو سکتی ہے، نیز ان کو ایک محدث کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے ان کو تعزیر نہیں

۱۔ علامہ ابن سلطان محمد نقاری متوفی ۱۰۸۲ھ شرح مسند امام اعظم ص ۲۱۰ مطبوعہ مطبعہ محمدی لاہور ۱۳۰۵ھ  
۲۔ علامہ سید محمد رفیع حسین زبیدی متوفی ۱۲۰۵ھ، امتحان السادة المتعلمین ج ۲ ص ۲۱۹ مطبوعہ مطبعہ سید محمد نصر ۱۳۱۱ھ  
۳۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ، اشعة اللغات ج ۱ ص ۲۱۲، مضافاً مطبوعہ مطبعہ تیج کمار کھنٹر



مانا گیا نہ ان کی کسی کتاب کو کتب قافہ میں شمار کیا گیا ہے اور اگر کوئی شخص شیخ عبدالحق کو معصوم ماننے پر ہی مصر ہو یا ان کو مجتہد مطلق قرار دیتا ہو تو پھر ان تمام فقہاء کی عبارات میں تاویل کرنے کی بجائے خود شیخ رحمہ اللہ کی عبارات میں تاویل کر لی جائے اور یہ کہا جائے کہ شیخ رحمہ اللہ نے جو قبضہ کو واجب کہا ہے تو یہ واجب یعنی ثابت ہے اور یہ جو مکحاسب ہے کہ اس کا وجوب سنت سے ثابت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا ثبوت سنت میں موجود ہے۔ باقی یہ جو کہا جاتا ہے کہ عید واجب ہے اور اس کو سنت کہا گیا ہے اس کا اور دیگر شہادت کا جواب شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیے۔

**ڈاڑھی کے متعلق مصنف کا نظریہ** | نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عَشْرٌ مِنَ الْفَطْرِ وَالْحَقْنِ الشَّادِبِ وَاعْفَاءِ  
الْأَحْيَةِ الْحَدِيثِ - ۱۰

دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں ان میں سے ایک سرچھین کاٹ کر کم کرنا اور دوسری ڈاڑھی بڑھانا ہے۔ (الحديث)

جب زبان رسالت سے ڈاڑھی بڑھانے کو سنت قرار دینے کی تصریح کر دی گئی ہے تو اب بعد کے کسی شخص کو ڈاڑھی میں قبضہ کی مقدار کو واجب قرار دے کر زبان رسالت کو منسوخ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے، بعد کا کوئی شخص کتنا ہی معظّم اور مکرم کیوں نہ ہو اور اس کی دینی خدمات کتنی ہی وسیع کیوں نہ ہوں اس کے قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر ترجیح نہیں دی جاسکتی! اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس چیزوں کا ذکر کر کے ان کا ایک ہی حکم بیان کیا ہے اور وہ ہے فطرت یعنی انبیاء صالحین کی سنت اور وہ دس چیزیں یہ ہیں: سرچھین کاٹ کر کم کرنا، ڈاڑھی بڑھانا، مسواک کرنا، ناک میں پانی ڈالنا، انگلیوں کے جوڑ دھونا، بقل کے بال نرچنا، زیر ناف بال مونڈنا، پانی سے استنجاء کرنا، کھل کرنا اور ختنہ کرنا، عجیب بات یہ ہے کہ یہ لوگ اس حدیث میں مذکور باقی فر چیزوں کو سنت مانتے ہیں اور قبضہ تک ڈاڑھی بڑھانے کو واجب کہتے ہیں جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں مذکور دس چیزوں کو صراحتاً سنت قرار دیا ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کا تقاضا یہ ہے کہ کسی کی اور پیشی اور اپنی رائے کے دخل کے بغیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو من و عن تسلیم کر لیا جائے اور از خود آپ کی حدیث میں کسی ترمیم اور تفسیح کرنے کی جرات نہ کی جائے کیونکہ ہم مومن مبلغ ہیں اور شارح نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

ہمارے نزدیک ڈاڑھی سنڈانا کمزورہ تحریمی یا حرام ملتی ہے اور مطلقاً ڈاڑھی رکھنا واجب ہے (کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی منڈکنے کی مخالفت کا حکم دیا ہے) الاحسان بہ ترتیب صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۸۰ اور چونکہ احکام میں عرف اور عادت کا اعتبار ہوتا ہے اس لیے ڈاڑھی کے تحقیق کے لیے ڈاڑھی کی اتنی مقدار ہونی چاہیے جس پر عرف میں ڈاڑھی کا اطلاق ہو سکے خواہ وہ قبضہ سے ایک آدھ انگلی کم ہو، اور معمولی اور



ضعیف سی ڈاڑھی یا جھنشی ڈاڑھی پرعت اور عادت میں مطلقاً ڈاڑھی کا اطلاق نہیں ہوتا، بلکہ اس کو جھنشی ڈاڑھی یا فریج کٹ ڈاڑھی کہتے ہیں، سو ایسی ڈاڑھی سے ڈاڑھی رکھنے کے حکم پر عمل نہیں ہوگا، اور قبضہ تک ڈاڑھی رکھنا فقہاء کی تصریحات کے مطابق سنت ہے اور بظاہر یہ سنت غیر موکدہ ہے کیونکہ قبضہ کی تاکید کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث منقول نہیں ہے۔

تمام عام مسلمانوں کو حیو اور علماء اور مشائخ کو خصوصاً ایسی ڈاڑھی رکھنا چاہیے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک دراز اور گھنی تھی جو سیدہ مبارک کو بھر لیتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ صورت اور سیرت میں آپ کی کافی اتباع کی جائے۔ اس مسئلہ میں افرات اور تقریط سے بچنا چاہیے، ڈاڑھی دراز اور گھنی رکھنی چاہیے لیکن اگر کسی مسلمان کی ڈاڑھی قبضہ سے کم ہو تو اس کو فاسق معلن کہنے، شرایت میں مداخلت کرنے اور ایک مسلمان کی عزت اور حرمت کو پامال کرنے سے گریز کرنا چاہیے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو نفس اور انانیت کے شر سے محفوظ رکھے، امر اط مستقیم پر قائم رکھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نصیب فرمائے اور بلا دلیل اور بے سند اقوال کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح اور صریح احادیث پر ترجیح دینے کے شر سے محفوظ رکھے۔ آمین

علامہ ابن قدام حنبلی لکھتے ہیں:

۱۔ بکلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کے متعلق مذاہب فقہاء

چیزیں وضو میں واجب ہیں، کیونکہ منہ اور ناک چہروں میں داخل ہیں اور سب کے نزدیک چہرہ کو وضو واجب ہے، ابن المبارک، ابن ابی سیلی اور اسحاق کا یہی مذہب ہے، عطاء سے بھی یہی منقول ہے، اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف ناک میں پانی ڈالنا واجب ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص وضو کرے وہ ناک میں پانی ڈالے، یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور یہ امر (حکم) وجوب کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ ناک ہمیشہ نعلی رہتی ہے اور اس کو بند کرنے کے لیے کوئی چیز غلاف نہیں ہے جیسا کہ منہ ہونٹوں سے بند رہتا ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ غسل میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا دونوں واجب ہیں اور وضو میں دونوں سنت ہیں، فقہاء احناف اور ثوری کا بھی یہی مذہب ہے، کیونکہ غسل میں ہر اس چیز کو دھونا واجب ہے جس کو دھونا ممکن ہو سکا، گھنے بالوں کی بیڑوں کو دھونا واجب ہے اس کے برخلاف وضو میں اس طرح واجب نہیں ہے، اور امام مالک اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ غسل اور وضو دونوں میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے واجب نہیں ہے، حسن، حکم، حاد، قتادہ، ربیعہ، یحییٰ انصاری، لیث اور اوزاعی کا بھی یہی مسلک ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عشر من الفطرة "دس چیزیں فطرت میں سے ہیں اور ان میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر کیا اور فطرت سنت ہے اس سے معلوم ہوا کہ کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا سنت ہے نیز ناک اور منہ باطنی عضو ہیں اس لیے ان کا دھونا واجب نہیں ہے جس طرح ڈاڑھی کے باطن اور آنکھ کے اندرونی حصہ کا دھونا واجب نہیں ہے، نیز وجہ (چہرہ) اس کو کہتے ہیں جو صوابہ (مخاطب کے



بالقابل ہو اور منہ اور ناک کا باطن مخاطب کے مواجہ نہیں ہوتا، ہماری دلیل یہ ہے کہ سنن دارقطنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ وضو میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے بغیر بارہ نہیں نیز جس شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بیان کیا اس نے آپ کی کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا بھی بیان کیا اور آپ کا کسی فعل پر مداومت کرنا اس کے وجوب کا مؤید ہے اور کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا فطرت میں سے ہونا اس کے وجوب کے منافی نہیں ہے، کیونکہ فطرت واجب اور مستحب کو بھی شامل ہے، اسی وجہ سے ختنہ کو بھی فطرت میں شامل کیا گیا ہے حالانکہ ختنہ کرنا واجب ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے جو یہ کہا ہے کہ ناک اور منہ چہرے میں داخل ہیں اور چہرہ کا دھونا واجب ہے یہ اس لیے مخدوش ہے کہ ناک اور منہ کا ظاہر حصہ چہرہ میں داخل ہے اور اس کو دھونا بالاتفاق واجب ہے اور بحث ناک اور منہ کے اندر دھونا حصہ میں ہے اور وہ چہرہ میں داخل نہیں ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا امر استحباب کے لیے ہے، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے متعلق علامہ نووی نے لکھا ہے کہ یہ راویوں کے اعتبار سے اضعیف ہے اور منقطع ہے۔ اور جس فعل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائماً کیا ہو اس کا واجب ہونا لازم نہیں ہے اور نہ یہ وجوب کو ثابت کرنے کا قاعدہ ہے کیونکہ فقہاء حنبلیہ کے نزدیک بھی دانیل عضو کو بائیں سے پہلے دھونا واجب نہیں ہے، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دائیں جانب سے ابتداء کرنے پر موافقت کی ہے، اور تمام محدثین اور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ فطرت کا معنی سنت ہے اور ختنہ پر قیاس صحیح نہیں ہے کیونکہ ختنہ مجامعے نزدیک سنت ہے۔

(۸) انگلیوں کے جوڑ دھونے کے متعلق مذہب فقہاء انگلیوں کے جوڑ دھونا مستقل سنت ہے یہ وضو کے ساتھ مختص نہیں ہے، کانوں کے سوراخ میں جرمیل ہوتا ہے، اس کو نکال کر کان صاف کرنا بھی اس کے ساتھ لاحق ہے، اسی طرح ناک کے اندر جو میل ہوتا ہے، پسینہ اور گرد وغبار کی وجہ سے جم کے جس حصہ پر بھی میل ہو اس کو صاف کرنے کا یہی حکم ہے۔

نیل پالش اور مہندی سے وضو کا حکم علامہ کلاؤ الدین الحسکفی کہتے ہیں: اگر اعضا وضو پر چھریا پسوگ بیٹ لگی ہو اور اس کے نیچے پانی نہ نیچے تو وہ طہارت سے مانع نہیں ہے (کیونکہ اس سے بچنا عاودہ ممکن نہیں ہے، شامی) اور مہندی، میل، خیل اور چکنا ہٹ یا ناخن میں کیچڑ اور چکنا ہٹ ہو تو وہ بھی طہارت سے مانع نہیں ہے (علامہ شامی نے لکھا ہے اگر اعضا وضو پر آٹا لگا ہو تو وہ طہارت سے مانع ہے کیونکہ اس میں لزوجت اور صلابت ہے

۱۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۶ھ، شرح المہذب ج ۱ ص ۳۶۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۔ علامہ عبداللہ بن محمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۹۳، ۱۴۰۵ھ

۴۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ



جو پانی کے نفوذ سے مانع ہے اور اگر اس کی انگوٹھی تنگ ہو تو اس کو تار سے یا اس کو ہلٹے۔ ملے  
اعضاؤ ضرر کو دھونا فرض ہے اس لیے اگر ان پر ایسی چیز لگا ہے جو جسم میں پانی کے نفوذ سے مانع نہیں ہے  
جیسے ہندو نا وغیرہ تو وہ طہارت سے مانع نہیں ہے اور اس پر دھو جاؤ گے اور اگر ایسی چیز ہے جس کا  
جسم ہے اور وہ پانی کے نفوذ سے مانع ہے جیسے نیل پالش تو وہ طہارت سے مانع ہے اور اس پر پانی  
ہاں لے سے وضو نہیں ہوگا۔

(۹)۔ مسواک کے متعلق مذاہب فقہاء | مسواک کے متعلق ہم اس سے پہلے تفصیل سے لکھ چکے ہیں،  
خلاصہ یہ ہے کہ داؤد غلاطی کے نزدیک مسواک کرنا واجب  
ہے اور باقی تمام فقہاء کے نزدیک مسواک کرنا سنت ہے اور جیسا کہ احادیث اور فقہاء کی تصریحات سے  
گذر چکا ہے کہ مفسدین لکڑی سے دانت صاف کرنا شرط نہیں ہے کسی چیز سے بھی دانت صاف کر لیے جائیں  
تو سنت ادا ہو جائے گی۔

(۱۰)۔ پانی سے استنجاء کرنا | اس حدیث میں انتخاص الماء کا لفظ مذکور ہے اس کی تشریح میں علامہ  
نوری لکھتے ہیں:

دیکھنے سے کہا اس سے مراد استنجاء ہے، ابو عبیدہ وغیرہ نے کہا مذکور (شرکاء) کو دھو کر پیشاب  
کو کم کرنا مراد ہے اصل طہارت کے استنجاء ہے، انتضاع کا معنی ہے دھو کر نہ کے بعد شرکاء پر پانی پھینکنا کہ  
قطرہ نکلے گا دوسرے زائل ہو اور ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد پانی کے ساتھ استنجاء کرنا ہے۔

## استنجاء

## بَابُ الْإِسْتِطَابَةِ

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان  
سے مشرکین نے کہا کہ تمہارے نبی تم کو ہر چیز کی تعلیم  
دیتے ہیں حتیٰ کہ قضاء حاجت کا طریقہ بھی بتاتے  
ہیں حضرت سلمان نے کہا ہاں ہم کو رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے قضا حاجت کے وقت قبل کی طرف  
منہ یا پیچھ کر کرنے سے، دائیں لم تھو سے استنجاء کرنے  
تین سے کم پیچھ استعمال کرنے سے، اللہ ڈرنا یا  
گوبر سے استنجاء کر کے سے منع فرمایا ہے۔

۵۱۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ  
أَبُو مُعَاوِيَةَ وَكَثِيرٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ وَحْدَةَ قَالَ  
يَجِيءُ بَنُ يَحْيَى وَاللَّفْظُ لَنَا قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ  
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ  
يَزِيدٍ عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قِيلَ لَهُ كَيْفَ عَلَيْكُمْ بَيْتُكُمْ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْكُمْ وَسَلَّمُوا كُلَّ شَيْءٍ حَتَّى الْخِرَاءَةِ  
قَالَ فَقَالَ أَجَلٌ لَعَنَّا نَأْتِي أَنْ تَسْتَقِيلَ الْبَيْتَ لِقَابِ  
أَوْ بُولٍ أَوْ أَنْ تَسْتَقِيلَ بِالْيَمِينِ أَوْ أَنْ تَسْتَقِيلَ  
بِأَقْلٍ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَابٍ أَوْ أَنْ تَسْتَقِيلَ بِرَجِيْعٍ أَوْ بِعَظْمٍ۔

۱۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی المشی رواج اص ۱۱۳۳ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۶  
۲۔ علامہ سید علی بن شرف ترمذی متوفی ۶۶۶ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ نور محمد الصح المطابع کراچی، ۱۳۲۵ھ۔







أَحَدًا كَرَّ عَلَى حَاجَةٍ فَلَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ وَلَا يَسْتَقْبِلُ بَدَنَهَا.

۵۱۹۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْعُودٍ عَنْ قَعْنَبِ بْنِ نَاسِلٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ يَزِيدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى عَنْ عَقِيقَةَ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ قَالَ كُنْتُ أَصَلِّي فِي الْمَسْجِدِ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ مُسْتَقْبِلًا لِقِبْلَتِهِ فَلَمَّا قَضَيْتُ صَلَاتِي انْعَرَفْتُ إِلَيْهِ مِنْ شَيْئِي فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ يَقُولُ النَّاسُ إِذَا قَعُدَتْ لِلْحَاجَةِ تَكُونُ لَكَ فَلَا تَقْعُدُ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ وَلَا بَيْتِ الْمَقْدِسِ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَكَفْتُ رَقِيتُ عَلَى ظَهْرِي بَيْتَ قَرَأَ آيَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَعَادَ عَلَى كَيْسَتَيْنِ مُسْتَقْبِلَ بَيْتِ الْمَقْدِسِ لِحَاجَتِهِ.

۵۲۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا هُدَّ بْنُ بِشْرِ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا حُجَيْبُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُمَرَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنْ عَقِيقَةَ وَاسِعِ بْنِ حَبَّانَ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ رَقِيتُ عَلَى بَيْتِ أُخْتِي حَلْفَةَ قَرَأَ آيَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَأَعَادَ لِحَاجَتِهِ مُسْتَقْبِلَ الشَّامِ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ.

۵۲۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ ابْنُ مَرْزُوقٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يُمْسِكُنَّ أَحَدُكُمْ ذِكْرًا يَمِينِيَهُ وَهُوَ يَبُولُ وَلَا يَمْسُكُهُ مِنَ الْخَلَاءِ يَمِينِيَهُ وَلَا يَتَنَقَّسُ فِي الْأَتَاءِ.

۵۲۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا وَكِيعٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمْ الْخَلَاءَ فَلَا يَمْسُكُ ذِكْرًا يَمِينِيَهُ.

واسع بن حبان بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کعبہ کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ نماز سے فارغ ہوئے کے بعد جب میں ان کی طرف مڑا تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اگر کہتے ہیں کہ جب تم قضا حاجت کے لیے بیٹھو تو کعبہ کی طرف نہ کرو اور نہ بیت المقدس کی طرف حالانکہ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی چھت پر چڑھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعائے مؤمن پر بیٹھے ہوئے قضا حاجت فرما رہے تھے اور آپ کا منہ بیت المقدس کی طرف تھا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں اپنی بہن ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے گھر کی چھت پر گیا تو دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت فرما رہے تھے، آپ کا منہ مبارک شام کی طرف تھا اور پیٹھ قبلہ کی طرف تھی۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرتے وقت اپنی شرکاء کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجہ کرے اور نہ پانی پیتے وقت برتن میں سالس لے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت اکھلا جائے تو اپنی شرکاء کو دائیں ہاتھ سے نہ چھوئے۔



۵۲۳۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا الثَّقَفِيُّ عَنْ  
أَيُّوبَ بْنِ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي  
قَتَادَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَلَمْ يَكُنْ فِي الْإِسَاءَةِ وَأَنْ يَمْسُ ذَكَرُهُ  
بِيَمِينِهِ وَأَنْ لَمْ يَطْلُبْ بِيَمِينِهِ

۵۲۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الْقُمِيُّ قَالَ  
أَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ الْأَشْعَثِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُسْرُوقٍ  
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ إِنْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالِهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الثَّمِنَ فِي طَهْرِهِ إِذَا تَطَهَّرَ  
فِي تَرَجِيلِهِ إِذَا قَرَّجَلَ فِي أَتْعَالِهِ إِذَا تَعَلَّى

۵۲۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا أَبِي  
قَالِ نَا شُعْبَةَ عَنْ الْأَشْعَثِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُسْرُوقٍ  
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَالِهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ الثَّمِنَ فِي شَايِهِ كُلِّهِ فِي تَعْلِيهِ  
وَتَرَجِيلِهِ وَطَهْرِهِ

۵۲۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ وَقُتَيْبَةُ وَابْنُ  
حُبَيْرٍ وَبُيُوتٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ ابْنُ أَيُّوبَ  
نَا إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَدَنِيُّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي  
هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ اتَّقُوا الدَّعِينَ كَالْوَادِمِ الدَّعِيَّانِ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ  
الَّذِي يَتَخَلَّى فِي ظِلِّهِ النَّاسُ أَوْ فِي ظِلِّهِمْ

۵۲۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا حَالِدُ بْنُ  
عَبْدِ اللَّهِ عَنْ حَالِدِ بْنِ عَطَا وَبْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ عَنْ  
أَبْنِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ دَخَلَ حَائِطًا وَتَبِعَهُ عُلَمَاءُ مَعَهُ مِنْ غُصَا  
وَهُوَ مُعَرَّنَا فَوَضَعَهَا عِنْدَ بِيذَرَةٍ فَقَضَى  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ حَاجَتَهُ  
فَعَدَّ بِرِجْلَيْهِمَا وَهَذَا اسْتَنْجَى بِالْمَاءِ

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں مائیں لیٹا  
خمر گاہ کو دائیں ہاتھ سے چمکے اور دائیں ہاتھ سے  
استنجہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضو کرنے، مانگ لگائے اور  
جوئی پہننے وقت دائیں جانب سے ابتداء کرنے کو پسند  
فرماتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر کام میں دائیں جانب سے ابتداء  
کو پسند فرماتے تھے، خواہ وہ جوئی پہنتا ہو سنگھلی  
کرنا اور یا وضو کرنا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعنت کرنے  
والوں سے بچو صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ لعنت  
کونے والے کون ہیں، آپ نے فرمایا جو شخص لوگوں  
کے راستہ یا ان کے سامنے کی جگہ میں قضا حاجت  
کرے۔ (یعنی یہ فعل لعنت طاعت کا سبب ہے)  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک باغ میں تشریف  
لے گئے اور آپ کے ساتھ ایک لڑکا بھی تھا جو صاب  
سے عمر میں کم تھا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے وضو کے لیے پانی کا برتن لیا ہوا تھا اس نے  
وہ برتن آپ کے پاس رکھ دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے قضا حاجت کی، پانی سے استنجہ  
کیا۔ پھر ہاتھ کے پاس تشریف لائے۔



۵۲۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ تَابَ كَثِيرٌ  
وَعَنْدَنَا عَنْ شُعْبَةَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُنْكَثَرِ  
وَالْقُطَيْبِيُّ قَالَ تَابَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ تَابَ شُعْبَةُ  
عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ أَنَّ أَسْمَعَ بْنَ مَالِكٍ  
يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
يَذُحُّ الْخَلَّةَ فَأَحْمِلُ أَنَا وَخَلَدٌ تَحْوِي إِذَا دَوَّ  
بَيْنَ قَامٍ وَعَتَرَةٍ فَيَسْتَسْبِيحُ بِالنَّوَاءِ -

۵۲۹۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ  
وَالْقُطَيْبِيُّ زُهَيْرٌ قَالَ تَابَ إِسْمَاعِيلُ يُعْنِي ابْنَ عُلَيْيَةَ قَالَ  
حَدَّثَنِي زَوْجُ بْنُ الْقَاسِمِ عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي مَيْمُونَةَ  
عَنْ أَسْمَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَتَبَرَّزُ لِحَاجَتِهِ فَأَتِيهِ بِالنَّوَاءِ  
فَيَتَقَشَّطُ بِهِ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے  
یہ تشریف لے جاتے تو آپ کے ہمراہ میں اور  
ایک مسافر ہم سفر کا ہوتا تھا اور ہم پانی کا برتن اور  
نیزہ لے کر ساتھ لیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم پانی سے استنجاء فرماتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے  
یہ باہر تشریف لے جاتے اور میں آپ کے ساتھ  
پانی لے جایا کرتا تھا جس سے آپ استنجاء فرماتے۔

قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء اربعہ کا نظریہ علامہ بکھنی

نوروی لکھتے ہیں:  
قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کے متعلق فقہاء کے حسب ذیل مذاہب ہیں:  
۱۔ امام مالک اور امام شافعی رحمہما اللہ کا مسلک یہ ہے کہ لول اور براز کے وقت صحرا میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ  
کرنا حرام ہے اور بیت الخلا میں حرام نہیں ہے، حضرت عباس بن عبد المطلب، حضرت عبداللہ بن عمر رضی  
اللہ عنہم اشعری، اسحاق بن راہویہ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مسلک ہے۔  
۲۔ حضرت ابو الیوب انصاری رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابراہیم نخعی، سفیان ثوری، ابی ثور اور دوسری روایت کے  
مطابق امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ صحرا اور بیت الخلا دونوں جگہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف  
منہ کرنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ عروہ بن زبیر اور داؤد ظاہری کا مسلک یہ ہے کہ صحرا اور بیت الخلا دونوں جگہ قضاء حاجت کے وقت منہ کرنا جائز ہے۔  
۴۔ امام احمد اور امام ابو حنیفہ کے ایک قول کے مطابق قضاء حاجت کے وقت صحرا اور بیت الخلا میں قبلہ کی طرف  
منہ کرنا جائز نہیں ہے، البتہ پیٹھ کرنا جائز ہے۔  
امام ابو حنیفہ کے نزدیک قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز ہے نہ پیٹھ کرنا خواہ صحرا اور بیت  
الخلاء سعید بن مسعود (م)۔

ماتعین کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا گیا ہے



مثلاً حضرت سلمان، حضرت ابو ایوب اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث، نیز انہوں نے کہا قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز کی جائے اور یہ علت صحرا اور بیت الخلاء دونوں میں موجود ہے اور اگر بیت الخلاء کی دیوار اس کے اور قبلہ کے درمیان حائل ہوئے تو کافی ہو تو ایسا حائل صحرا میں بھی ہے کیونکہ ہمارے اور کعبہ کے درمیان بیت سے پہاڑ اور وادیاں وغیرہ ہیں۔

جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیچھ کرنے کو مطلقاً جائز کہا ہے انہوں نے صحیح مسلم کی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیچھ کر کے بیٹھے ہوئے دیکھا اور دوسری روایت یہ ہے، امام احمد بن حنبل اور امام ابن ماجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی کہ لوگ قبلہ کی طرف اپنی فروج کو برہنہ کرنا ناپسند کرتے ہیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا لوگ واقعی ایسا کرتے ہیں؟ اپنی فروج (شرمگاہوں) کو جس قبلہ کی طرف کرنا چاہو کر لو۔

جن فقہاء نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف پیچھ کرنے کو جائز اور منہ کرنے کو ناجائز کہا ہے انہوں نے امام مسلم کی اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا ہے۔

جن فقہاء نے صحرا میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیچھ کرنے سے منع کیا ہے اور بیت الخلاء میں منہ یا پیچھ کرنے کو جائز کہا ہے انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے استدلال کیا ہے جس کو ہم نے ابھی صحیح مسلم کے حوالے سے بیان کیا ہے اور حضرت عائشہ کی روایت مذکورہ سے بھلی استدلال کیا ہے، نیز امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے روایت کیا ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصال سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے۔ اور امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے مروان الاسفر کہتے ہیں میں نے دیکھا حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی ازمنی قبلہ کی طرف منہ کر کے بھٹائی پھر اس کی آڑ میں پیشاب کرنے لگے میں نے کہا اے ابو عبدالرحمن کیا اس سے منع نہیں کیا گیا انہوں نے کہا اس سے صرف قضا (خالی میدان) میں منع کیا گیا ہے لیکن جب قہار سے اور قبلہ کے درمیان کوئی چیز عجاب بن جائے تو پھر کوئی حرج نہیں، یہ تمام احادیث اس کی تصریح کرتی ہیں کہ بیت الخلاء میں قبلہ کی طرف منہ یا پیچھ کرنا جائز ہے اور حضرت ابو ایوب، حضرت سلمان اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی احادیث مماثلت پر دلالت کرتی ہیں، اس لیے مماثلت کی احادیث کو صحرا پر محمول کر دیا جائے گا تاکہ مطابقت ہو جائے۔ اور اس میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جب احادیث کو جمع کرنا ممکن ہو تو بعض احادیث کو ترک نہیں کیا جائے گا بلکہ ان احادیث کو جمع کرنا واجب ہے۔ ان فقہاء نے صحرا اور بیت الخلاء میں فرق کیا ہے کیونکہ بیت الخلاء میں قبلہ سے انحراف کرنے میں مشقت ہوگی (میں کہتا ہوں کہ ابتدائے بیت الخلاء قبلہ سے انحراف کر کے بنائے جائیں تو بھیریں مشقت ہوگی، سعیدی طبرانی اور صحرا میں قبلہ سے منحرف ہو کر بیٹھنے میں کوئی مشقت نہیں ہے۔



جن فقہاء نے قبلہ کی طرف مطلقاً پیٹھ کرنے کو جائز کہا ہے ان کے مد کے یہ وہ احادیث سمجھ کافی ہیں جن میں قبلہ کی طرف پیٹھ کرنے سے مراحۃ منع کیا ہے جیسے حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کی روایات ہیں نہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ سمجھتے ہیں:

حضرت ابو ایوب انصاری کی حدیث سے شہر اور صحرا دونوں جگہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث میں دونوں جگہ منہ یا پیٹھ کرنے کا حجاز ہے، امام مالک اور امام شافعی نے ان دونوں پر جمع کیا، حضرت ابو ایوب کی حدیث کو صحرا پر محمول کیا ہے اور حضرت ابن عمر کی حدیث کو شہروں پر۔ علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ محرام میں قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے پر فقہاء کا اتفاق ہے اور شہروں کے بیت الخلاء میں اختلاف ہے اور وجہ اختلاف کی یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ سے قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے کی ممانعت عام ہے اس میں صحرا یا شہر کی قید نہیں ہے اور اس کے معارض حضرت ابن عمر کی حدیث ہے جس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں بیت المقدس کی طرف منہ اور کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے بیٹھے ہوئے تھے، پس جس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو آپ کے فعل پر مقدم کیا اس نے مطلقاً منع کیا ہے اور جس نے قول کو فعل کے قائم مقام کیا اس نے اس قول کے عموم میں حضرت ابن عمر کی حدیث کی وجہ سے تخصیص کر دی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ جس نے ممانعت کی علت قبلہ کی تحریم قرار دی اس نے صحرا اور شہروں دونوں میں منع کیا اور جس نے کہا ممانعت کی علت یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کر کے فرشتے نازل پڑھتے ہیں اس نے شہروں کے بیت الخلاء میں اجازت دی کیونکہ بیت الخلاء کی دلیار اس کے اور فرشتوں کے درمیان داخل اور حجاب جن جاتی ہے۔ علامہ مازری کی تقریر میں غور کیا جائے تو امام ابو حنیفہ کے مسلک کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے کیونکہ قول فعل پر مقدم ہوتا ہے، اس لیے کہ فعل کبھی فاسد علیہ السلام کی خصوصیت میں ہوتا ہے، نیز جب حلال اور حرام کے دلائل میں تقاضا حق اور قواصم تھے دلائل کو ترجیح دی جاتی ہے اس لیے صحیح یہی ہے کہ قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ مطلقاً نہ کی جائے علاوہ محرام، مری یا شہر اور یہی قبلہ کی تعظیم اور تحریم کا تقاضا ہے۔

فقہاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کرنے میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ سمجھتے ہیں:

اکثر اہل علم کے نزدیک کھلی جگہ میں قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ کر کے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے لیکن مشرق یا مغرب کی طرف منہ کرے، حضرت ابو ایوب نے کہا ہم شام میں گئے تو ہم نے کعبہ کی طرف بیت الخلاء سے ہوئے

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی مترقی ۶/۲۷۱، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ دارالحدیث کراچی ۱۳۷۵ھ  
 ۲۔ علامہ ابوالعباس عبد بن خلفہ دمشقی ابن مالکی مترقی ۸/۸۲، اکمال الکمال ج ۲ ص ۳۱، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت



دیجئے ہم کعبہ سے انحراف کر کے بیٹھتے اور اللہ عزوجل سے استغفار کرتے، اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص قضا حاجت کے لیے بیٹھنے سے قبلہ کی طرف منہ کرے نہ قبلہ کی طرف بیٹھ کرے، عروہ بن ربیعہ کہہ دیا کہ وہ منہ کرے قبلہ کی طرف منہ اور بیٹھ کر نا جائز ہے کیونکہ امام ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی طرف منہ کرنے سے منع کیا پھر میں نے آپ کو وصال سے ایک سال پہلے دیکھا آپ قبلہ کی طرف منہ کر کے پیشاب کر رہے تھے یہ حدیث نسخ کی دلیل ہے اور اس کی تقدیم واجب ہے، (ابن کثیر) کہتا ہوں کہ منافقت کی احادیث بخاری اور مسلم کی صحیح حدیثیں ہیں اور امام ترمذی کی یہ روایت ان کی تصریح کے مطابق حسن غریب ہے، اس لیے منافقت کی احادیث اس حدیث پر مقدم ہیں۔ (سعیدی غفرلہ)

بخاری دلیل منافقت کی احادیث صحیحہ ہیں اور حضرت جابر کی حدیث میں یہ احتمال ہے کہ انہوں نے آپ کو کسی عمارت میں دیکھا جو یادوں کوئی حاجب اور عامل ہو اور احتمال کے ساتھ نسخ ثابت نہیں ہوتا، اس لیے ترمذی کی حدیث کو عمارت پر محمول کرنا واجب ہے تاکہ احادیث میں منافقت ہو۔

جب کوئی عمارت ہو یا کوئی حاجب ہو تو پھر قبلہ کی طرف منہ کرنے میں دو قول ہیں:

۱۔ امام ابو حنیفہ اور ثوری کا قول یہ ہے کہ اب بھی قبلہ کی طرف منہ یا بیٹھ کر نا جائز نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ میں بالعموم منافقت کی گئی ہے۔

۲۔ عمارتوں میں قبلہ کی طرف منہ اور بیٹھ کر نا جائز ہے، یہ حضرت عباس اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، امام مالک، امام شافعی اور ابن المبارک کا بھی یہی قول ہے اور یہی صحیح ہے جیسا کہ حضرت جابر کی حدیث کے بیان کردہ عمل سے ظاہر ہے۔

امام احمد سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ غالی جگہ اور عمارت دونوں جگہ قبلہ کی طرف بیٹھ کر نا جائز ہے، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ ایک دن میں حضرت حفصہ کے گھر پر پہنچا تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت کر رہے تھے، آپ کا منہ شام کی طرف تھا اور کعبہ کی طرف بیٹھ تھے۔ میں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر کو دیکھنے میں خطا واقع ہوئی ہے کیونکہ ایسی حالت میں کسی عام شخص کو بھی غور سے نہیں دیکھا جاتا چہ جائیکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو، شاید یہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی بیٹھ سمت کعبہ کی طرف ہو عین کعبہ کی طرف نہ ہو شاید یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ آپ کی خصوصیت ہو کیونکہ کعبہ کی عظمت ہم پر واجب ہے آپ پر نہیں ہے، البتہ جب تحریم اور حاجت میں تقاضا ہو تو تحریم کو ترجیح دینی ہے۔ اس لیے صحیح یہی ہے کہ قضا حاجت کے وقت کعبہ کی طرف منہ یا بیٹھ کر نا مطلقاً منوع ہے خواہ شہر ہو یا صحراء اور یہی امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب مہذب ہے۔

قضا حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا بیٹھ کر نہ میں فقہاء احناف کا نظریہ ہے | امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول اللہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے



صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلة ولا یولھا ظہرہ و یشرقوا او غربوا۔ ۱۷

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص بیت الخلاء آئے تو قبلہ کی طرف نہ گھومے نہ قبلہ کی طرف پشت کرے، مشرق کی طرف نہ گھومے یا مغرب کی طرف۔

اس حدیث کو امام مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۸

علامہ بدر الدین عینی حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف نہ کرنا جائز ہے نہ قبلہ کی طرف پیشہ صحابہ صحرا رکھنا میدان، ہر با کوئی عمارت ہو۔ امام ابو حنیفہ نے اس حدیث کے عموم سے استدلال کیا ہے، اور مجاہد، ابن ابی نعیم، سفیان ثوری، ابو ذر اور ایک روایت کے مطابق امام احمد کا بھی یہی مسلک ہے اور اس حدیث کے راوی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا بھی یہی مسلک ہے، نیز یہ مخالفت قبلہ کی تنظیم کی وجہ سے ہے اور وہ صحرا اور عمارت دونوں میں موجود ہے اور اگر عمارت میں جواز دیوار کے مائل گھسنے کی وجہ سے ہے تو صحرا میں بھی دودھ دراز کے شہر حال ہیں اور ان شہروں اور کعبہ کے درمیان متحدہ پہاڑ حال ہیں، خصوصاً اس لیے کہ زمین گول ہے اس لیے صحرا اور کعبہ میں بالکلیہ موازات نہیں ہے، امام شیبہ نے یہ علت بیان کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ مخلوق صحرا میں غار پڑھتی ہے تو قضاے حاجت کے وقت ان کی طرف منہ اور پیچھ نہ کر دے، یہ علت صحرا میں ہے، عمارت میں نہیں ہے، امام شیبہ کی بیان کردہ یہ علت نص حدیث کے معارض ہے، فقہاء احناف نے اس حدیث کے علاوہ اور متعدد احادیث سے استدلال کیا ہے جن کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ امام ابن حبان نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمار بن حارث بن جریج سے روایت کیا ہے: میں پہاڑ وہ شخص ہوں جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی طرف نہ کرے پیشاب نہ کرے۔

۲۔ امام ابن ماجہ اور امام ابو داؤد حضرت معقل بن ابی معقل سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بول اور براز کے وقت قبلتین کی طرف نہ کرنے سے منع فرمایا۔ (قبلتین سے مراد کعبہ اور بیت المقدس ہے)

۳۔ امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں بول اور براز کے وقت قبلہ کی طرف نہ کرنے سے منع کیا۔

۴۔ امام مسلم، امام ابو داؤد اور امام نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تمہارے لیے بمنزلہ والد ہوں اور تم کو یہ تعلیم دیتا ہوں کہ جب تم میں سے کوئی شخص قضاء حاجت کے لیے جائے تو قبلہ کی طرف نہ کرے نہ پیچھے۔ ۱۹

۱۷۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶، مطبوعہ نور محمد، المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۱۸۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۰، مطبوعہ نور محمد، المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۱۹۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، حلیۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۸-۲۵۹، مطبوعہ دار الفکر، المطابع المنیریہ مصر، ۱۳۳۸ھ



## بَابُ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

## موزوں پر مسح

۵۳۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ وَاسْتَحَقُّ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ أَبِي كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ وَكَرَيْمٌ وَاللَّفْظُ لِيُكَلِّى قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هَاشِمٍ قَالَ قَالَ جَدِّي قَوْلًا مَوْضِعًا وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ قَعِيلٌ كَقَوْلِ هَذَا فَقَالَ لَهُمْ وَآيَةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بَأَنَّهُ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ قَالَ الْأَعْمَشُ قَالَ إِبْرَاهِيمُ كَانَ يُعْجِبُهُمْ هَذَا الْحَدِيثُ لِأَنَّهُ إِسْلَامٌ جَدِيدٌ كَانَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَاءِ ثَلَاثَةً.

۵۳۱۔ وَحَدَّثَنَا كَامِلٌ اسْتَحَقُّ بْنُ إِدْرِيسَ وَعَلِيُّ بْنُ خَشْرَمٍ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ ح وَحَدَّثَنَا كَامِلٌ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا سُفْيَانُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ مُسْهِرٍ كُتِبَ عَنِ الْأَعْمَشِ فِي هَذَا الْأَمْرِ وَيَعْنِي حَدِيثَ أَبِي مُعَاوِيَةَ غَيْرَ أَنَّهُ فِي حَدِيثِ عِيسَى وَسُفْيَانَ قَالَ لَكَانَ أَصْحَابُ عَبْدِ اللَّهِ يُعْجِبُهُمْ هَذَا الْحَدِيثُ لِأَنَّهُ إِسْلَامٌ جَدِيدٌ كَانَ بَعْدَ نُزُولِ الْمَاءِ ثَلَاثَةً.

۵۳۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو خَلِيفَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ شَيْبَةَ عَنْ حَدَّثَنَا قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَانْتَهَى إِلَى سَبَاطِ قَوْمٍ قَبْلَ أَنْ قَائِمًا فَتَنَحَّيْتُ فَقَالَ إِنَّهُ هَذَا تَوَضَّأَ حَتَّى قُتِلَتْ عِندَهُ عَقَبَتُهُ كَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى خُفَّيْهِ.

۵۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا جَدِيدٌ عَنْ

ہمام بیان کرتے ہیں کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کرنے کے بعد وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔ ان سے کسی نے کہا آپ موزوں پر مسح کرتے ہیں حضرت جریر نے کہا ہاں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا ہے اس وقت کہ میں کہ ابراہیمؑ کی ایک حدیث بتا رہا تھا کہ جو حضرت جریر سورۃ مائدہ کے نزول کے بعد اسلام لائے تھے، (سورۃ مائدہ میں آیت وضو ہے یعنی موزوں پر مسح کا حکم، جریر وضو کرنے کے حکم کے بعد نازل ہوا ہے۔)

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا کہ اس سند کے ساتھ کے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جبارہ تھا آپ کو ٹرائف کی جگہ پر آئے اور کھڑے ہو کر پیشاب کیا، میں ایک طرف ہٹنے لگا، آپ نے اشارہ سے مجھے قریب بلایا یہاں تک کہ میں آپ کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا پھر آپ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح فرمایا۔

ابو داؤد بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ



مَقْصُورًا عَنْ آدَمَ فَإِذَا رَأَى أَنَّهُ قَدْ بَدَأَ يُنْقَضُ فِي السُّبُورِ وَيَقُولُ يَا قَوْمُ ذَمَرُوا وَتَقُولُ إِنَّ بَنِي إِسْرَءِيلَ كَانُوا أَصَابَ جِلْدَهُ أَحَدُهُمْ بَنُو قَرْنٍ هَكَذَا لَمَقَارِبُ فَقَالَ حَتَّى يَفْعَلُوا لَوْ دُرْتُ أَنْ مَاجِبَكُمْ لَدَيْهِ هَذَا النَّشِيدَ فَلَمَّا دَايَنِي أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كُنَّا شَيْ قَاتِي مَبْنَاهُ قَوْمَ خَلَفَ حَارِطٌ مَقَامَ كَمَا يَقُولُ أَحَدُكُمْ كِبَالٌ فَأَتَيْتُ بَنَاتِ يَمَنَ فَأَهْلَاهُنَّ أَلَا فَجِئْتُ فَجِئْتُ جِلْدًا عَقِيْبِهِ حَتَّى قَرَعَهُ -

پیشاب کے معاملہ میں بیت احتیاط کرتے تھے اور ایک بوقت میں پیشاب کیا کرتے تھے اور بیان کرتے تھے کہ قوم بنی اسرائیل میں سے جب کسی کو کھال پر پیشاب لگ جاتا تو وہ اس کھال کو کھینچ کر اس سے کاٹ ڈالتے تھے حضرت عذیرہ نے یہ سنا کہ کہا میری خواہش ہے کہ اگر تمہارے پاس اس قدر سختی نہ کرتے تو اچھا تھا کہ ہر ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوڑے کے ایک ڈھیر پر جو ایک دیوار کے نیچے تھا وہاں جا کر کھڑے ہو کر پیشاب کیا میں دُور سے لگا کر آپ نے مجھے قریب آنے کا اشارہ کیا میں آ کر آپ کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا حتیٰ کہ آپ فاسخ ہو گئے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے جب حضور قضا حاجت فرما رہے ہو گئے تو حضرت مغیرہ نے پانی ڈال کر آپ کو وضو دلایا اور آپ نے منہ پر مسح کیا۔

۵۳۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ تَأْتِيكَ نَوَاسِعِدُ ح وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَمَضَانَ بْنِ الْمُهَاجِرِ قَالَ أَنَا التَّيْبُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ ابْنِ أَبِيهِ عَنْ ثَابِتٍ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ السُّفْيَانِ عَنْ أَبِيهِ السُّفْيَانِ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّكَ تَخْرُجُ لِحَاجَتِهِ فَاتَّبِعْهُ الْمُعِينُ بِأَدَاةٍ فِيهَا مَاءٌ فَصَبَّ عَلَيْهِ حِينَ قَرَعَهُ مِنْ حَاجَتِهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ وَفِي رِوَايَةٍ ابْنُ مَرْجٍ مَكَانَ حِينَ حَتَّى -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند کے ساتھ یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرہ اور ہاتھ پیر و جسم پر مسح کیا اور منہ پر مسح کیا۔

۵۳۵۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ سَأَلَنِي أَبُو هَاشِمٍ قَالَ سَمِعْتُ يَحْيَى ابْنَ سَعِيدٍ يَذْكُرُ هَذَا الْإِسْنَادَ وَقَالَ نَفْسُ وَجْهَهُ وَيَذْكُرُ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ مَسَحَ مَسَحَ عَلَى الْخُفَّيْنِ -

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں ایک رات کو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جا رہا تھا اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک نشیب میں

۵۳۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الْقَبِيلِيُّ قَالَ أَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ أَشْعَثَ عَنِ الْأَسْوَدِ بْنِ هِلَالٍ عَنِ السُّفْيَانِ ابْنِ شُعْبَةَ قَالَ سَمِعْنَا أَنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ



مَتَى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِسْلَامُ إِذْ كُنَّا قَعْقَى  
حَاجَةً لَّنَا جَاءَ فَصَبَّيْتُ عَلَيْهِ مِنْ إِذْ وَجَّهْتُ مَعِي  
فَقَوَّضْتُ وَنَسَمْتُ عَلَى حَقِّيهِ -

۵۳۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ كُثَيْبٍ  
قَالَا أَبُو بَكْرٍ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ  
عَنْ مَسْرُوقٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ كُنْتُ مَعَ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِسْلَامُ فِي سَفَرٍ فَقَالَ يَا  
مُغِيرَةُ خُذْ إِذْ وَجَّهًا خُذْهَا ثُمَّ خَرَجْتُ مَعَهُ  
كَأَنِّي لَأُتَلِّقُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِسْلَامُ  
عَلَى تَوَارِي مَعِي فَقَعْقَى حَاجَةً لَّنَا جَاءَ وَ عَلَيْهِ  
جَبَّةٌ هَامِيَةٌ فَصَبَّيْتُ الْكُمَيْنِ كَذَ هَبَّ يُخْرِجُ يَدَهُ  
مِنْ كُمَيْهَا فَخَافَتْ فَأَخْرَجَتْ يَدَهُ مِنْ أَسْفَلِهَا  
فَصَبَّيْتُ عَلَيْهِ فَتَرَجَّأَ وَضَوْءٌ لِّلْعَلَّةِ ثُمَّ  
نَسَمْتُ عَلَى حَقِّيهِ ثُمَّ صَلَّى -

۵۳۸۔ وَحَدَّثَنَا اسْمَعِيلُ بْنُ ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ وَابْنُ  
عَشَرَ مَجِيئًا عَنْ عِيْسَى بْنِ يُوْنُسَ قَالَ اسْمَعِيلُ  
أَنَا عِيْسَى بْنُ يُوْنُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ مُسْلِمٍ عَنْ  
مَسْرُوقٍ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ خَرَجَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَقْعَى حَاجَةً لَّنَا جَاءَ  
تَلْقِيَةً بِإِذْ وَجَّهْتُ عَلَيْهِ فَقَسَلْتُ يَدَهُ ثُمَّ  
غَسَلْتُ وَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَغْسِلَ ذِرَاعَيْهِ فَقَضَا قَتَ  
الْجَبَّةَ فَأَخْرَجَهَا مِنْ تَحْتِ الْجَبَّةِ فَقَسَلَهَا وَ  
نَسَمْتُ رَأْسَهُ وَنَسَمْتُ عَلَى حَقِّيهِ ثُمَّ صَلَّى بِنَا -

۵۳۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ  
قَالَ نَا أَبُو كُرَيْبٍ عَنْ عَامِرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي  
ابْنُ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ

اترے، انصار حاجت کی تر میں جو برتن ساتھ لے کر  
گیا تھا اس سے آپ کو وضو کرایا اور موزوں پر آپ نے  
مسح فرمایا۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ ایک سفر میں وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
جا رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
اے مغیرہ پانی کا برتن ساتھ لے کر چنانچہ میں برتن  
لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل پڑا۔ حضور  
محبوب سے بہت دور چلے گئے حتیٰ کہ میری نظروں سے  
غائب ہو گئے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت  
فرما کر تشریف لائے، آپ نے روی تجتہ پہنا ہوا تھا جس  
کی آستینیں بہت تنگ تھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے آستینوں سے اٹھتا ہوا مکان چاہا تو اتر کر مکمل  
نہ سکے، پھر آپ نے نیچے سے اٹھوں کو نکال دیا پھر  
میں نے آپ کو ناز کے لیے وضو کرایا آپ نے موزوں  
پر مسح کیا پھر غار پڑھی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا حاجت کے لیے  
باہر تشریف لے گئے، جب آپ واپس آئے تو میں پانی  
کا برتن لے کر آیا تاکہ میں آپ کو وضو کراؤں، آپ نے اٹھ  
وہوئے، چہرہ دھویا، پھر کھانیاں دھونے کے لیے اٹھ  
جبتہ سے نکالنے لگے مگر تنگ آستینوں کی وجہ سے  
آپ نے نیچے سے اپنے اٹھوں کو نکال دیا، پھر آپ  
نے کھانیاں دھوئیں، سر کا مسح کیا، موزوں پر مسح کیا، پھر  
ہم کو ناز پڑھائی۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
ایک رات سفر میں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
ساتھ جا رہا تھا آپ نے مجھ سے پوچھا تمہارے پاس



عَلَيْهِ وَالْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فِي مَسِيرٍ فَقَالَ فِي أَمْعِكَ  
مَا؟ قُلْتُ كَعَمْرٍاءَ عَنْ دَاخِلِهِ فَكَشَى حَتَّى  
تَوَارَى فِي سَوَادِ اللَّيْلِ ثُمَّ جَاءَ قَدْ دُعِيَ عَلَيْهِ مِنَ  
الْأَوْدَةِ فَغَسَلَ وَجْهَهُ وَعَلِيَّهِ جُبَّةٌ مِنْ صُوفٍ  
فَلَمْ يَسْطِمْ أَنْ يُخْرِجَ ذِرَاعَيْهِ مِنْهَا حَتَّى أَخْرَجَهُمَا  
مِنْ أَسْفَلِ الْجُبَّةِ فَغَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ  
ثُمَّ أَخَذَ نَيْتَ لَذِيْزَةٍ حَقِيَّةٍ فَقَالَ دَعُوهُمَا فَيَا  
أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرًا تَيْنَ وَمَسَحَ عَلَيْهِمَا-

پانی ہے، میں نے کہا "ہاں" پھر رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سواری سے اترے اور ایک طرف چل پڑے  
یہاں تک کہ رات کی تاریکی میں نظروں سے اوجھل ہو  
گئے، پھر واپس تشریف لائے، میں نے آپ کو دھو  
کر انا شروع کیا، آپ نے اپنا چہرہ دھویا، چونکہ آپ  
نے تنگ اوٹنی جبت پہنا ہوا تھا، اس لیے کلائیوں اس  
میں سے نکال سکے، پھر آپ نے نیچے سے کلائیوں  
نکالیں، پھر کلائیوں دھوئیں اور سر کا مسح کیا، پھر میں نے  
ارادہ کیا کہ آپ کے مونہ سے آثار دل آپ نے فرمایا:  
"رہنے دو میں نے ان کو با وضو پہنا تھا" پھر آپ  
نے مونہ پر مسح کیا۔

۵۳۰۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَالَا شَيْخًا  
بْنِ مَعْمُورٍ قَالَ نَالَ عُمَرَ بْنَ أَبِي دَاوُدَ عَنْ الشَّعْبِيِّ  
عَنْ عُرْدَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّكَ وَصَلَا الشَّيْخَ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْهِ وَسَلَّمَ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلَى  
حُقَيْبٍ فَقَالَ لَنَا فَقَالَ إِيَّا أَدْخَلْتُهُمَا طَاهِرًا تَيْنَ-

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دھو کر لیا آپ نے وضو کیا اور مونہ  
پر مسح کیا اور بتلایا کہ آپ نے مونہ سے با وضو پینے تھے۔

۵۳۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ زُرَيْعٍ  
قَالَ نَالَ يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَالَ حَمِيْدُ الطَّرِيفِ قَالَ  
نَالَ بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُرِّيُّ عَنْ عُرْدَةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ  
بْنِ شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ تَغَلَّفَتْ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْهِ وَسَلَّمَ وَتَخَلَّفْتُ مَعَهُ فَكَلِمًا  
قَضَى حَاجَتَهُ قَالَ أَمْعَكَ مَا؟ فَتَأْتَيْتُهُ  
بِمِطْمَرَةٍ فَغَسَلَ كَعْبِي وَوَجْهَهُ ثُمَّ ذَهَبَ  
يُخْرِجُ عَنْ ذِرَاعَيْهِ قَصَائِدَ كَعْرِ الْجُبَّةِ فَخَرَجَ  
يَدَا مِنْ تَحْتِ الْجُبَّةِ وَأَلْقَى الْجُبَّةَ عَلَى مَتْنِيهِ  
وَعَسَلَ ذِرَاعَيْهِ وَمَسَحَ بِرَأْسِهِ وَغَسَلَ يَدَيْهِ  
وَعَلَى حُقَيْبٍ ثُمَّ دَكَبَ وَرَكِبْتُ فَانْتَهَيْتَا إِلَى  
الْعُودِ وَفَدَا مَوَاتَا فِي الصَّلَاةِ يُصَلِّي بِهِنَّ

حضرت مغیرہ بن شعبہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر  
میں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں بیٹھے  
رہ گئے، آپ قضاء حاجت کے آئے اور پرچھا کیا تمہار  
پاس پانی ہے، میں پانی کا ایک برتن لایا، آپ نے اپنے  
اٹھوں اور چہرے کو دھو یا پھر جبت میں سے کلائیوں  
کو نکالنا چاہا تو اس کے آستینیں تنگ تھیں پھر آپ نے  
جبے کے نیچے سے انھوں کو نکال لیا اور جبہ اتار کر  
کنڈھوں پر ڈال لیا، پھر کلائیوں دھوئیں اور پیشانی کی  
مقدار سر پر مسح کیا اور عمامہ اور مونہ پر مسح کیا، اس کے  
بعد ہم دونوں اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہوئے اور قوم  
سے جا ملے، اس وقت صحابہ کرام نماز شروع کر چکے تھے  
اور عبدالرحمن بن عوف ان کو ایک رکعت نماز پڑھا چکے



عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ وَقَدْ رَكِعَ بِهِمْ  
رَكْعَةً فَلَمَّا أَحَسَّ بِالَّذِي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
ذَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَاذْمًا إِلَيْهِ فَصَلَّى بِهِمْ فَلَمَّا سَلَّمَ  
قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقُمْتُ فَرَكْعَتَا  
الرَّكْعَةِ الَّتِي سَبَقْتَنَا -

٥٣٧ - حَدَّثَنَا أُمِّيَّةُ بْنُ سُلَيْمٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ  
عَبْدِ اللَّهِ عَنْ قَالِدِ بْنِ الْمُخَيْرِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ حَدَّثَنِي  
بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ الْمُخَيْرِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ  
رَجُلًا قَالَ لِرَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْبَيْتِ عَلَيْهِ السَّلَامُ عَلَى الْحُجَّاتِ  
وَمَقْدَامِ رَأْسِهِمْ وَعَلَى عِمَامَتِهِمْ -

٥٣٣ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَلَى قَالِ  
نَا الْمُتَمِيمُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بَكْرِ بْنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ  
الْمُبَارَكِ عَنْ أَبِيهِ عَنِ الرَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
آلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

٥٣٣. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ  
حَاتِمٍ جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى الْقَطَّانِ قَالَ ابْنُ حَاتِمٍ  
يَعْنِي بَنِي سَعِيدٍ عَنِ الْقَاسِمِيِّ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
عَنِ الْحَسَنِ عَنِ ابْنِ الْمُثَنَّى عَنْ بَنِي شُعْبَةَ عَنْ أَبِيهِ  
قَالَ بَكْرٌ وَقَدْ سَمِعْتُ مِنْ ابْنِ الْمُثَنَّى

٥٣٥. وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَوَحِيدُ  
بْنُ الْقَعْقَرَاءِ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ رَحَ وَحَدَّثَنَا شُعْبَةُ  
قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ يُونُسَ بِإِسْنَادٍ مَعْنَى إِدْرِيسَ  
عَنِ الْحَكَمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي كَبِيلٍ عَنْ كَعْبِ  
بْنِ جُرْجُرة عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ  
أَبِيهِ وَاسْلَمَ مَسْرُوعٌ عَلَى الْحَقَائِقِ وَالْخِصَامِ وَفِي  
حَدِيثِ عَلِيِّ بْنِ حَفْصَةَ عَنْ الْحَكَمِ قَالَا حَدَّثَنَا شَيْخُ  
يَزِيدَ ٥

۵۴۶۔ وَحَدَّثَنَا ثَنِيَّةُ بْنُ سُوَيْدٍ عَنْ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ

تھے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد  
محسوس کی تو یہ تھے مٹنے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے انہیں اشارہ کیا کہ نماز پڑھاتے رہیں، پھر انہوں نے  
پوری نماز پڑھا جب انہوں نے سلام بھیجا تو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم اور میں نے کھڑے ہو کر وہ ایک  
ریخت پر بھی جو ہم سے رہ گئی تھی۔

حضرت سفیر ابن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر صبح کیا ،  
سر کے اگلے حصہ پر اور غمامہ پر ۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا ایک  
سند کے ساتھ بھی ایسی روایت منقول ہے۔

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند ذکر کی ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں اور عمامہ پر مسح کیا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی



یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

عَلَى يَعْنِي ابْنَ مُسْلِمٍ فَقَدْ أَخَذَ مِنْهُ بِطَرَفِ الْأُذُنِ  
وَقَالَ فِي الْحَدِيثِ لَا يَنْبَغُ لِمَنْ رَوَى عَنْهُ أَنْ يَكُونَ  
عَلَيْهِ سَلَامٌ -

موزوں پر مسح کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب  
اس باب کی احادیث میں موزوں پر مسح کا بیان  
ہے، علامہ بدر الدین عینی اس موزوں پر

لکھتے ہیں:

ان احادیث سے موزوں پر مسح کرنے کا جواز معلوم ہوا، اور سوا گمراہ بدیہی کے اور کوئی شخص اس کا انکار  
نہیں کرتا، خارجیوں نے کہا موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے اور صاحب البیان نے کہا موزوں پر مسح کرنا عام  
صحابہ کے نزدیک جائز ہے، الا یہ کہ حضرت ابن عباس سے ایک روایت ہے کہ موزوں پر مسح کرنا جائز نہیں ہے  
اور یہ راویوں کا قول ہے، حسن بصری بیان کرتے ہیں کہ میں نے ستر بدیہی صحابہ کو دیکھا وہ سب موزوں پر مسح  
کرنے کے معتقد تھے، اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا اہل سنت و جماعت کی شرائط میں سے یہ  
ہے کہ ہم شیخین اور حضرت عمر کو فضیلت دیتے ہیں اور دو اماموں اور حضرت عثمان اور حضرت علی سے  
محبت کرتے ہیں، موزوں پر مسح کرنے کو جائز کہتے ہیں اور گھڑے میں تیار کردہ جمید کو حرام نہیں کہتے، نیز امام ابو حنیفہ  
نے فرمایا میں نے اس وقت تک موزوں پر مسح کرنے کا قول نہیں کیا جب تک یہ بھڑ پر نصف التہار کی طرح روشن  
نہیں ہو گیا اور موزوں پر مسح کا انکار کرنا کبار صحابہ پر رو کرنا اور ان کو خطا پر قرار دینا ہے لہذا موزوں پر مسح کا انکار  
کو ناجائز سمجھتا ہوں، اسکا وجہ یہ ہے کہ علامہ کرخی نے کہا موزوں پر مسح کے جواز کے منکر پر بیش کفر کا خدشہ کرتا ہوں اور امت  
کا اس میں اختلاف نہیں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا ہے، امام بیہقی نے کہا، حضرت علی  
حضرت ابن عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے اس کی کراہت منقول ہے۔

حضرت علی کی روایت کا جواب یہ ہے کہ سند صحیح کے ساتھ حضرت علی سے موزوں پر مسح کو ثابت ہے اور  
کراہت کی روایت اس درجہ کی نہیں ہے، اور حضرت عائشہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے اس مسئلہ کو حضرت  
علی کے حوالے کر دیا تھا اور حضرت ابن عباس نے اس وقت مکر وہ کہا جب ان کے نزدیک سورہ مانہ کے نزول  
کے بعد موزوں پر مسح ثابت نہیں ہوا تھا، اور جب یہ ثابت ہو گیا تو انہوں نے اس کی طرف رجوع کر لیا۔ امام جوزقانی نے  
کتاب المغنیات میں لکھا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا انکار کرنا ثابت نہیں ہے اور علامہ کاشانی نے کہا حضرت  
ابن عباس کے انکار کی روایت صحیح نہیں ہے کیونکہ اس کی مدار عکرمہ پر ہے اور جب عطا کے پاس یہ روایت پہنچی تو  
اس نے کہا عکرمہ نے جھوٹ بولا اور عطا سے مروی ہے کہ حضرت ابن عباس موزوں پر مسح ہیں لوگوں کی مخالفت کرتے  
تھے اور موت سے پہلے انہوں نے اس مسئلہ میں رجوع کر لیا، علامہ ابن تلام نے منہی میں لکھا ہے کہ امام احمد نے  
فرمایا موزوں پر مسح کے متعلق میرے دل میں کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ اس مسئلہ میں چالیس صحابہ نے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کی مرفوع احادیث بیان کی ہیں، نیز امام احمد نے فرمایا یہ ردحونے سے موزوں پر مسح کو نافضل ہے، کیونکہ  
نحی صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب افضل عمل کیا کرتے تھے، یہ امام شافعی رحمہ اللہ اور اسحاق کا مذہب ہے اور علامہ شافعی



کے ہادیہ میں لکھا ہے موزوں پر مسح کے متعلق احادیث مشہور ہیں اور جو شخص اس کو جائز نہ کہے وہ بدعتی ہے، لیکن جس نے موزوں پر مسح کو جائز نہ کہا اور مسح کے بجائے پیروں کو دھویا اس نے عزیمت پر عمل کیا اور اس کو اجر ملے گا علامہ قرطبی نے امام مالک سے اس کا مثل قول نقل کیا ہے، امام مالک سے اور بھی کئی اقوال مروی ہیں:

- ۱۔ موزوں پر مسح کرنا اصلاً جائز نہیں ہے۔
- ۲۔ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے مگر مکروہ (منزہی) ہے۔
- ۳۔ موزوں پر مسح کرنا بلا تعیین مدت کے ہمیشہ جائز ہے۔ (امام مالک کا یہی قول مشہور ہے)
- ۴۔ تعیین مدت کے ساتھ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔
- ۵۔ مسافر کے لیے جائز ہے اور مقیم کے لیے جائز نہیں ہے۔
- ۶۔ اس کے برعکس قول ہے۔

اسحاق اعلم اور حماد نے کہا پیر دھونے سے مسح کرنا افضل ہے، یہی امام شافعی کا قول ہے اور امام احمد سے بھی ایک روایت ہے۔ ابن منذر نے کہا دونوں مساوی ہیں، امام احمد سے یہ بھی ایک روایت ہے، اصحاب شافعی نے کہا پیروں کا دھونا مسح کرنے سے افضل ہے بہ شرطیکہ سنت سے اعراض کی وجہ سے مسح کو ترک نہ کرے اور اس کے جواز میں شک نہ کرے، علامہ ابن عبد البر نے کہا امام مالک کے سوا دوسرے علم میں اور کوئی غلطیہ نہیں ہے جس نے مسح کا انکار کیا، اور امام مالک سے صحیح روایات اس کے خلاف ہیں۔

علامہ ابن عبد البر کے اس کلام پر یہ اعتراض ہے کہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے کہ مجاہد، سعید بن جبیر اور عکرمہ نے موزوں پر مسح کو مکروہ کہا اور محمد بن علی بن الحسین، ابواسمٰء، ابی نعیم اور قیس بن الربیع سے بھی یہی منقول ہے اور ابوبکر بن ابی داؤد، خواجه اور روافض کا بھی یہی قول ہے۔

امام احمد نے کہا کہ سینتیس صحابی موزوں پر مسح کو جائز کہتے تھے، حسن بن محمد نے چالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے، امام بزار نے اپنی مسند میں بھی یہ ذکر کیا ہے، امام ابن ابی عاتم نے اکتالیس صحابہ کا ذکر کیا ہے، اشراق میں حسن کی روایت سے ستر صحابہ کا ذکر ہے، علامہ ابن عبد البر نے کہا تمام اہل بدر اور صحابہ حدیبیہ اور دیگر مہاجرین اور انصار اور باقی مہاجرین اور انصار اور تابعین اور فقہاء مسلمین موزوں پر مسح کے جواز کے قائل تھے، ہم نے شرح معانی الآثار کی شرح میں موزوں پر مسح کے متعلق چھتیس صحابہ کی روایات کا بیان کیا ہے۔

موزوں پر مسح کے منسوخ نہ ہونے پر دلیل یہ ہے کہ سورۃ مائدہ جس میں آیت دُشِبَ وہ مدنی ہے اور سورۃ مائدہ نازل ہونے کے بعد بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موزوں پر مسح فرماتے رہے ہیں، کیونکہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا اور وہ سورۃ مائدہ نازل ہونے کے بعد اسلام لائے تھے، اسی وجہ سے صحابہ کو ان کی روایت بہت پسند تھی، علامہ نووی نے کہا ہے جب کہ حضرت جریر کا اسلام لانا آخر ہے تو معلوم ہوا ان کی حدیث معمول پر ہے اور ان کی حدیث میں اس بات کا بیان ہے کہ آیت دُشِبَ وہ مدنی ہے پیر دھونے کا حکم اس شخص کے لیے ہے جو روزہ پہنے ہوئے ہو، اس لیے یہ حدیث اس آیت کی محفّض ہے، علامہ خطابی نے کہا ان احادیث میں یہ دلیل ہے کہ صحابہ کا یہ موقف تھا کہ سنت سے قرآن کا نسخ ہو سکتا ہے۔ (حاشیہ صفحہ ۹۴۸)



میں کہتا ہوں کہ یہاں نسخ سے مراد بیان اور مناجات ہے جیسا کہ علامہ نوذوی نے لکھا ہے کہ ان اہل ایشیہ سے یہ واقع ہو گیا کہ آیت دھرم میں پیر دھرم نے کاکلم اس شخص کے لیے ہے جس نے مولے کو پہننے ہوئے ہو۔

علماء پر مسح کرنے کے جواز کے متعلق فقہاء اسلام کے مذاہب

علامہ پر مسیح کرنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد یہ کہتے ہیں کہ اگر کامل وضو کرنے کے علاوہ پہنا ہو تو  
علامہ پر مسیح کرنا جائز ہے جس طرح سوزوں پر مسیح کرنا جائز ہے، جرفقہاء علامہ پر مسیح کرنے کا انکار کرتے ہیں ان کی  
دلیل یہ ہے کہ قرآن مجید میں ہے: **وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ** اپنے سر پر مسیح کرو اور جو شخص علامہ پر  
مسیح کرے گا وہ ستر پر مسیح نہیں کرے گا، اور اس پر اجماع ہے کہ چہرے پر کوئی کپڑا لپیٹ کرے گا اس کپڑے  
پر مسیح کیا جائے تو تیمم میں کافی نہیں ہوگا، اس کا مفاد یہ ہے کہ جس عضو پر مسیح کرنا ہے اس عضو پر کپڑا نہ رکھ کر مسیح  
کیا جائے تو وہ کافی نہیں ہوگا اسی طرح ستر پر علامہ رکھ کر مسیح کیا جائے تو وہ ستر کے مسح سے کفایت نہیں  
کرے گا، علامہ خطابی نے کہا اللہ تعالیٰ نے ستر پر مسیح کرنے کو فرض کیا ہے اور علامہ پر مسیح کرنے والی حدیث  
تاویل کی محتمل ہے تو محتمل چیز کی وجہ سے یقینی چیز کو ترک نہیں کیا جائے گا۔

علامہ ابن منذر نے کہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے امام پر مسج کیا، حضرت عمر، حضرت انس اور حضرت  
ابو امامہ کا بھی یہی قول ہے، حضرت سعد بن مالک اور حضرت ابو دروداہ سے بھی یہی روایت ہے، عمر بن عبد العزیز  
حسن، قتادہ، یحییٰ، ابو اسحاق اور ابو ثور کا بھی یہی نظریہ ہے، اور عروہ، یحییٰ، قاسم، امام مالک، امام شافعی اور  
اصحاب بیضا نے (فقہاء احناف) نے کہا امام پر مسج کرنا جائز نہیں ہے۔

میں ہے کہ یہ جائز ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ یہ جائز نہیں ہے۔ لے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عبدالرحمان بن عوف کی اقتدا میں نماز پڑھنا  
 علیہ وسلم کو آنے میں دیر ہو گئی تو حضرت عبدالرحمن بن عوف نے نماز پڑھائی جب وہ ایک رکعت پڑھا چکے تو نبی صلی  
 اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد میں ایک رکعت ال کی اقتدا میں نماز پڑھی، اس حدیث  
 کا شرح میں علامہ انور دیکھتے ہیں:

اس حدیث میں افضل کا معنوں کی تعداد میں نماز پڑھنے کا جواز ہے اور یہ بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

لـ (أ) حاشية مطبوعه سابقه (علاء الدين محمد بن احمد بن علي حنفى شترى ١٥٨٥٥، عمدة القارى ج ٣ ص ٩٧ - ٩٨، مطبوعه دار الفقه الطبعة الاولى ١٣٣٨هـ)

١٤. علامه بدر الدین محمود بن احمد علی بن صفی متوفی ٨٥٥ هـ، عمدة القاری ج ٣ ص ١٠١، مطبعہ دارالطباعۃ الشریعہ مصر ١٣٢٨ هـ



نے بعض افراد امت کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے، نیز اس سے یہ معلوم ہوا کہ نماز کو اول وقت میں پڑھنا افضل ہے کیونکہ صحابہ نے نماز کو اول وقت میں پڑھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار نہیں کیا نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کو اول وقت پہنچنے میں تاخیر ہو جائے تو جماعت کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ کسی شخص کو آگے کر دیں اور وہ ان کو نماز پڑھائے بشرطیکہ ان کو امام کے حسن خلق پر اعتماد ہو اور یہ کہ امام کو اس سے ایذا نہیں پہنچے گی اور اس سے کوئی فتنہ نہیں اٹکے گا اور اگر ان کو یہ اطمینان نہ ہو کہ امام کو ایذا پہنچے گی تو وہ اول وقت میں الگ الگ نماز پڑھ لیں پھر اگر ان کو دوبارہ جماعت سے نماز پڑھنے کا موقع ملے تو ان کے لیے جماعت سے نماز پڑھنا مستحب ہے یہ حکم صرف ظہر اور عشاء کی نمازیں ہے کیونکہ فجر اور عصر کی نماز کے بعد نفل جائز نہیں ہیں اور ضرب کی نماز تین رکعت ہے اور تین رکعت نفل مشروع نہیں ہیں (مسند ہی غفرلہ)

حضرت عبدالرحمن بن عوف کا نماز پڑھنے کو برقرار رکھنا اور حضرت ابوبکر کا پیچھے ہو جانا اس وجہ سے تھا کہ حضرت عبدالرحمن بن عوف ایک رکعت نماز پڑھا چکے تھے اور آپ اس لیے آگے نہیں بڑھے کہ قوم کی نماز کی ترتیب میں خلل نہ ہو اور حضرت ابوبکر کے واقعہ میں اس طرح نہیں تھا۔ (واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تو وہ پیچھے ہٹ آئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف کو نماز پڑھاتے رہنے کا اشارہ کیا تو انھوں نے نماز پڑھا دی اس کا وجہ یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے الادب فوق الادب پر عمل کیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے الادب فوق الادب پر عمل کیا، ان میں افضل حضرت ابوبکر کا عمل ہے۔

### موزوں پر مسح کی مدت

شرح بن ابی بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہو کر موزوں پر مسح کرنے کی مدت پوچھی، آپ نے فرمایا، حضرت علی بن ابی طالب کے پاس جاؤ اور ان سے یہ مسئلہ دریافت کرو کیونکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکثر سفر میں رہا کرتے تھے۔ ہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسافر کے لیے تین دن اور تین راتوں کی اور مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات کی مدت مقرر فرمائی ہے۔

### بَابُ التَّوَقُّفِ فِي الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ

۵۴۷۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ أَخَا الشَّوْكَانِيِّ عَنْ عَسَدِ بْنِ قَبِيصٍ التَّمَلُّقِيِّ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عُثَيْبَةَ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مَخْمَرٍ عَنْ شُرَيْحِ بْنِ هَارِثٍ قَالَ أَتَيْتُ عَائِشَةَ أَسْأَلُهَا عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ عَلَيْكَ يَا ابْنَ أَبِي طَالِبٍ فَأَسْأَلُ مَا فَيَاكَ كَانَ يُسَافِرُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلْنَا عَنْ جَعْدٍ وَرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَكَيْفَ لِيَهُنَّ لِلْمَسَافِرِ يَوْمًا وَكَيْفَ لِلْمَقِيمِ قَالَ



وَكَانَ سَفِيَانُ إِذَا ذَكَرَ عَنْهُ آتَى عَلَى كَتِفَيْهِ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح موقوف ہے۔

۵۴۸ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَنَا ذُكِرْتُ بِأَبْنِ عَدِيٍّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ تَمِيمٍ بْنِ أَدِیْنَةَ عَنْ الْحَكِيمِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفَكَدَهُ -

شرح بن ابی کتبہ ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے موزوں پر مسح کا مسئلہ پوچھا آپ نے فرمایا حضرت علی کے پاس جاؤ کیونکہ وہ اس مسئلہ کو مجھ سے زیادہ جانتے ہیں، پھر میں حضرت علی کے پاس گیا اور انھوں نے حسب سابق حکم بیان کیا۔

۵۴۹ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ حَزْبٍ قَالَ نَا أَسَدُ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَشْعَثِ عَنِ الْحَكِيمِ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مَحْمُودٍ عَنْ شَرِيحِ بْنِ عَالِيٍّ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْخُفَّيْنِ فَقَالَتْ أَتَيْتُ عَدِيًّا فَتَرَّاهُ أَهْلَكُمْ بِذَلِكَ وَتَرَّاهُ تَمِيمًا فَذَكَرْتُ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ -

علامہ یحییٰ بن شرف ترمذی لکھتے ہیں:

**موزوں پر مسح کرنے کی مدت کا بیان**  
اس حدیث میں جہور فقہاء کے مذہب پر واضح ولادت ہے کہ موزوں پر مسح کی مدت میں تین دن اور تین رات اور حضرت ایک دن ایک رات، امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام احمد اور جہور فقہاء کا یہی مذہب ہے، صحابہ اور تابعین کا بھی یہی نظریہ ہے، امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ مسح کرنے کی کوئی مدت مقرر نہیں ہے، امام شافعی کا بھی یہی قدیم قول ہے اور یہ ضعیف قول ہے، انھوں نے ابوعمارہ کی حدیث سے مدت کو ترک کرنے پر استدلال کیا ہے جس کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے اور اس کے ضعیف پر محدثین کا اتفاق ہے۔

حضرت عائشہ سے جب موزوں پر مسح کا سوال کیا گیا تو انھوں نے سائل کو حضرت علی کے پاس بھیج دیا، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جب محدث اصفیٰ یا عالم سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے تو وہ اس مسئلہ میں اپنے سے زیادہ عالم کے پاس سائل کو بھیج دے۔ لے

**موزوں پر پینے کے وقت طہارت کا طہ کی شرط میں فقہاء کا اختلاف**  
علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں: صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ موزوں پر پینے کے وقت طہارت کا طہ کا ہونا شرط نہیں ہے بلکہ شرط یہ ہے حدیث لاحقہ میں نے سے پہلے طہارت کا طہ ہو اور یہی ہمارا مذہب ہے حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے پیر دھوئے اور منہ سے پین لیا اور پھر باقی وضو کیا اور اس کے بعد اس کا وضو ٹوٹ گیا تو اس کے لیے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ موزوں پر پینے میں حدیث کے حلول کرنے سے مانع ہیں اس لیے منافعت کے وقت کامل طہارت ہونی چاہیے اور وہ منافعت کا وقت (مثلاً) کا وقت ہے حتیٰ کہ اس وقت طہارت ناقص ہو تو موزوں پر حدیث کے لیے رافع بن جابر لکھے۔ (علامہ عینی فرماتے



ہیں:) طہارت کا مکمل کے وقت موزے سینے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اختلاف اس میں ہے کہ موزے پہننے کے وقت طہارت کا مکمل کا ہونا شرط ہے یا حدت کے وقت شرط ہے اور امام شافعی کے نزدیک پہننے کے وقت۔ اور اختلاف کا ثمرہ اس وقت خاص ہو گا جب کوئی شخص پہلے بیروں کو دھوئے اور موزے پہن لے، پھر حدت لاحق ہونے سے پہلے باقی وضو کرے پھر اس کے بعد جب اس کو حدت لاحق ہو تو اس کے لیے موزوں پر مسح کرنا جائز ہے اور امام شافعی کے نزدیک جائز نہیں ہے۔ لہ

موزوں پر مسح کرنے کی شرائط | جن موزوں پر مسح کیا جائے علامہ شرنبلالی نے ان کی حسب ذیل شرائط بیان کی ہیں  
۱۔ موزوں نے ٹخنوں کو تمام جانبوں سے چھایا ہوا ہو۔ (بلکہ پورا قدم ٹخنوں تک چھپا ہوا ہو۔) (درمختار)

- ۲۔ موزوں کو پہن کر (مثلاً تین چار میل تک۔ طحطاوی) چپنا ممکن ہو۔
  - ۳۔ کوئی موزہ قدم کے سامنے کی جانب سے تین انگلیوں کے برابر بچھا ہوا نہ ہو۔
  - ۴۔ کسی چیز سے باندھے بغیر وہ موزہ ٹانگوں سے چٹا رہے۔
  - ۵۔ جب موزوں پر مسح کیا جائے تو اس کی تری موزے کے جرم تک پہنچے۔ لہ
- یہ شرائط چھٹے کے موزوں میں پائی جاتی ہیں سوئی موزوں میں نہیں۔ علامہ شامی نے لکھا ہے کہ اگر بغیر جوتوں کے اُن کے موزے پہن کر تین چار میل سفر کرنا ممکن ہو تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہے۔ لہ ناظرین کے موزے پہن کر بھی اگر بغیر جوتوں کے تین چار میل سفر کیا جاسکے تو ان پر بھی مسح کرنا جائز ہو گا لیکن بظاہر یہ مشکل ہے اور اس شرط کے اعتبار سے من چھٹے کے موزوں پر ہی مسح ہو سکتا ہے۔ لہ

ایک وضو سے متعدد نمازوں کا جواز

بَابُ جَوَازِ الصَّلَاةِ كَثَرًا بِوَضُوءٍ وَاحِدٍ

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک وضو سے تمام نمازیں پڑھیں اور موزوں پر مسح کیا۔ حضرت عمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: حضور! آج آپ نے وہ کام کیا ہے جو اس سے پہلے نہیں کیا تھا، آپ نے فرمایا میں نے یہ کام عمداً کیا ہے۔

۵۵۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ ثُمَيْلٍ قَالَ قَالَ أَبُو قَاتٍ نَاسُفِيَانُ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ مَرْثَدٍ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَالْقَطَطُ لَمْ يَقَالَ ذَا بَحْثِي بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي عَلْقَمَةُ ابْنُ مَرْثَدٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الصَّلَاةَ يَوْمَ الْفَتْحِ بِوَضُوءٍ وَاحِدٍ وَكَانَ عَلَى حَقِيْقَةٍ فَقَالَ لَمَّا عُمَرُ لَقَدْ صَنَعْتَ الْيَوْمَ شَيْئًا لَوْ كُنْتَ تَصْنَعُهُ قَاتَى عَمْدًا صَنَعْتُمْ يَا عُمَرُ

۱۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۰۲ مطبوعہ ادارۃ المطابع المشرقیہ مصر ۱۳۴۸ھ  
۲۔ علامہ حسن بن عمار بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۷۹ھ، راقی الفلاح علی ما مش الطحاوی ص ۷۷ مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البابی (دادلادہ) مصر  
۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۴۲-۲۴۱ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ



علامہ یحییٰ بن شریف ندوی لکھتے ہیں:

ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھنے کے دلائل

۱۔ ہر وہ متعدد قرائن اور نوافل ایک وضو کے ساتھ پڑھ سکتا ہے بعض علماء نے آیت وضو سے یہ استدلال کیا ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو چہرہ دھو اور پیر دھو اور سر کا مسح کرو، اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں بے وضو ہونے کی قید مراد ہے، یعنی جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو ورنہ حائیکہ تم بے وضو ہو تو چہرہ، آہٹہ اور پیر دھو اور سر کا مسح کرو، اس باب کی حدیث کے علاوہ جمہور فقہاء کا استدلال حسب ذیل احادیث سے ہے:

۱۔ امام بخاری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور ہم میں سے کوئی شخص جب تک بے وضو نہ ہو تا اس کو وضو کا فی ہونا تھا۔

۲۔ امام بخاری نے سید بن کھان سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کی نماز پڑھی پھر وضو کیے بغیر مغرب کی نماز پڑھی، اسی طرح جن احادیث میں طرفہ اور سر و لغز میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کر کے پڑھنے کی ہدایت کی گئی ہے، اور یرم خندق میں تھنا نمازوں کو جمع کر کے پڑھنے کی احادیث ہیں اور سفر کے موقع پر نمازیں جمع کر کے پڑھنے کی احادیث ہیں۔

۳۔ امام بخاری نے ہر نماز کے لیے ہر نماز پر ہٹا بالاتفاق مستحب ہے، اس حدیث میں یہ تصریح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم افضل طریقہ عمل کرنے کے لیے ہر نماز کے لیے وضو کرتے تھے اور بیان جواز کے لیے آپ نے فتح مکہ کے موقع پر ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھیں۔

تین بار ہاتھ دھونے سے پہلے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے کی کراہت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نیند سے بیدار ہو تو اس وقت تک برتن میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک اپنے ہاتھ کو تین بار دھو نہ لے، کیونکہ اس کو نہیں معلوم کہ اس کے ہاتھ نے کون کون سی چیزیں چھوئی ہیں۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی

بَايَعُوا هَٰذَا عَمْسَ الْمَوْصِيَّ وَغَيْرِهِ يَدُهُ الْمَشْكُوكُ فِي نَجَاسَتِهَا فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ غَسْلِهَا ثَلَاثًا

۵۵۱۔ حَدَّثَنَا أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ: إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ مِنْ نَوْمِهِ فَلَا يَغُصُّ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ حَتَّى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا حَتَّى لَا يَدَّ رُوحًا أَوْ يَدَّ رُوحًا ثَلَاثًا يَدَّ رُوحًا

۵۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشْجَرِيُّ قَالَا



كَأَدْنِيَّ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ  
بَوْلَاهُ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي زَيْدٍ وَأَبِي صَالِحٍ عَنْ  
أَبِي هُرَيْرَةَ فِي حَدِيثٍ رَفِيعٍ مُعَاوِيَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ وَفِي حَدِيثٍ ذِكْنِيَّ قَالَ  
يَرْفَعُهُ بِمِثْلِهِ

یہ روایت معمول نقلی تفسیر کے ساتھ منقول ہے۔

۵۵۳- وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي تَيْبَةَ وَغَيْرِ النَّاقِدِ  
كَوْزِ هِدْرُ بْنُ حَرْبٍ كَالْوَالِدِ سَمِعًا نَابُونَ سَمِينَةَ عَنْ  
الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ  
كَالْكَافِ الْوَالِدِ قَالَ أَنَا مَعْمَرُ بْنُ الزُّهْرِيِّ عَنْ  
ابْنِ الْمُسَلَّبِ كَالْوَالِدِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ سے  
صحبہ سابق یہ روایت منقول ہے۔

۵۵۴- وَحَدَّثَنِي سَلَمَةُ بْنُ شَلَيْبٍ قَالَ نَا الْحَسَنُ  
بْنُ أَحْمَدٍ قَالَ نَا مَعْقِدٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَخْبَرَنَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَ  
آلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا اسْتَيْقَظَ أَحَدُكُمْ فَلْيُغْرِغْ عَلَى  
يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ قَبْلَ أَنْ يَدْخُلَ يَدَا يَدَا فِي إِسَاءَةٍ  
فَوَاشَةٍ لَا يَدْرِي فِيمَ بَاتَتْ يَدَا يَدَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی  
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی  
شخص بیدار ہو کر پانی کے برتن میں ہاتھ دوانے سے  
پہلے اپنے ہاتھ کو تین بار دھوے اس لیے کہ وہ نہیں  
جانتا کہ نیند میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں رہا ہے۔

۵۵۵- وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ كُنَّا الْمُبَشِّرَ  
يَعْنِي الْحَدَّثَ عَنْ أَبِي الْوَالِدِ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي  
هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنَا نَصْرُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ  
عَنْ هِشَامِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِي  
أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا حَالِدُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ مَحْمُودٍ عَنْ مُحَمَّدِ  
بْنِ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِي  
مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ أَنَا مَعْمَرُ  
عَنْ هِشَامِ بْنِ مُثَنَّى عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ح وَحَدَّثَنِي  
مُعَمَّدُ بْنُ حَارِثٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ بَكْرِ ح وَحَدَّثَنَا  
الْحُلَوِيُّ وَأَبْنُ رَافِعٍ كَالْوَالِدِ الْوَالِدِ قَالَ كُنَّا  
جَمِيعًا أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ بْنُ أَبِي  
مَرْثُومٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ ابْنِ مَرْثُومٍ أَخْبَرَنَا أَنَّهُ سَمِعَ

اہم سلم فرماتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
کہ جو اسانید کے ساتھ جوامادیت مروی ہیں ان میں صرف  
دھونے کا تذکرہ ہے تین بار دھونے کا ذکر نہیں  
ہے۔



أَبَا هُرَيْرَةَ فِي رُؤَايَتِهِمْ جَمِيعًا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهَذَا الْوَحْدِ ثَبَتَ كُلُّهُمْ يَقُولُ حَقًّا  
يُقْسِمُ بِمَا دَلَّ عَلَى بَعْضِ مَا وَجَدَ مِنْهُمْ كَذِبًا إِلَّا مَا قَامَ مِنْهَا  
مِنْ رِوَايَةِ جَابِرٍ وَابْنِ الْمُسَيَّبِ وَآلِهِ سَكَنَ اللَّهُ وَعَبِيدَ اللَّهِ  
ابْنِ شُعْبَةَ وَآلِهِ صَالِحٍ وَآلِهِ دِينَارٍ قَاتٍ فِي حَدِيثِهِمْ  
ذَكَرَ الْمُسْلِمُ -

- باب مذکور سے استنباط شدہ مسائل** | علامہ بیہقی بن شرف نووی لکھتے ہیں:
- علیہ وسلم نے فرمایا: "سورے والا نہیں جانتا کہ اس کا ہاتھ نے رات کہاں گزاری ہے؟" اس کا معنی یہ ہے کہ اہل حجاز پتھروں سے استنجا کرتے تھے اور ان کے شہروں میں بہت گری پڑتی تھی اور جب وہ سورتے تو پسینہ آتا تھا، اور سورے والے کو یہ غصہ ہوتا تھا کہ سورتے وقت اس کا ہاتھ استنجا کی جگہ لگا ہو گا اور گیلی نجاست اس کے ہاتھ پر لگی ہو گی اس لیے اس حدیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:
- ۱۔ جب قلیل پانی رجودہ درودہ سے کم ہو یا میں مقوڑی سی نجاست بھی گر جائے تو وہ پانی نجس ہو جاتا ہے خواہ وہ نجاست اس پانی کے رنگ، بو یا ذائقہ کو تبدیل نہ کرے۔
  - ۲۔ کسی نجس چیز کو پاک کرنے کے لیے سات بار دھونا ضروری نہیں ہے، بلکہ تین بار دھونے سے وہ چیز پاک ہو جاتی ہے۔
  - ۳۔ جس چیز میں نجاست کا وہم ہو اس کو بھی دھونا مستحب ہے۔
  - ۴۔ عبادت میں احتیاط پر عمل کرنا مستحب ہے۔
  - ۵۔ جن چیزوں کا صراحت ذکر کرنا ہے خیال، ہوان کا کیا ہے، ذکر کرنا چاہیے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ ہو سکتا ہے نیند میں اس کا لقمہ ذکر یا دیر پر لگا ہو بلکہ یہ فرمایا وہ نہیں جانتا کہ اس کے ہاتھ نے رات کہاں گزاری! سلمہ
- اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کثیر پانی کے لیے تقیین (دو گھڑے کی مقدار پانی) مبیار نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً لقمہ دھونے کا حکم دیا ہے یہ نہیں فرمایا کہ اگر پانی تقیین سے کم ہو تو پھر لقمہ دھونا۔

کتنے کے جھوٹے کا حکم

بَابُ حُكْمِ وُتُورِ الْكَلْبِ



۵۵۶۔ وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّعْدِيُّ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ مُسَيْهِرٍ قَالَ قَالَ أَبُو الزُّعَمِيُّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَلَعْتَ الْكَلْبَ فِي آتَاءٍ أَحَدٍ كُفِّرَ قَلْبُهُ شَرًّا لِيُغْفَلَ سَبْعَ مَرَّاتٍ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس برتن کو الٹ دو اور اسی کو سات مرتبہ دھو دو۔

۵۵۷۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ قَتَانِي قَالَ قَالَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ ذَكْرِيَّا عَنْ الْأَعْمَشِ بِهَذَا إِلَّا سَنَادُهُ مُشْكَلٌ وَلَمْ يَذْكُرْ قَلْبُهُ شَرًّا .

اہم مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ یہ روایت اسی طرح منقول ہے لیکن اس میں برتن کو الٹنے کا ذکر نہیں ہے۔

۵۵۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَدَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَلَعْتَ الْكَلْبَ فِي آتَاءٍ أَحَدٍ كُفِّرَ قَلْبُهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی ایک شخص کے برتن میں سے کتا پانی پی لے تو اس برتن کو سات مرتبہ دھو دو۔

۵۵۹۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي إِدْرِيسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَهَّرُوا آتَاءَ أَحَدٍ كُفِّرَ إِذَا دَلَعْتَ الْكَلْبَ أَنْ يَغْفَلَ سَبْعَ مَرَّاتٍ أَطْلَعَنِي بِالنَّبَّابِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھو دو اور پہلی بار مٹی سے صاف کرو۔

۵۶۰۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي إِدْرِيسٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ حَسَّانٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سِنِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَهَّرُوا آتَاءَ أَحَدٍ كُفِّرَ إِذَا دَلَعْتَ الْكَلْبَ أَنْ يَغْفَلَ سَبْعَ مَرَّاتٍ .

حضرت ابو ہریرہ نے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد روایات بیان کیں، ان میں سے ایک یہ حدیث بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تمہارے کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھو دو۔

۵۶۱۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي شُعْبَةَ عَنْ أَبِي الْقَاسِمِ سَمِعَ مُطَرِّقَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ ابْنِ السَّكَنِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت عبد اللہ بن مظہر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو کتوں کے قتل کرنے کا حکم دیا، پھر فرمایا انہیں کتوں کے قتل کرنے سے



وَسَلَّمَ بِقَتْلِ الْكَلْبِ شَمَّ قَالَ  
مَا بَالُهُمْ وَيَا لِكَلْبٍ شَمَّ رَحَصَ فِي كَلْبِ الْقَيْدِ  
وَكَلْبِ الْغَنَمِ قَالَ إِذَا قُلْنَا الْكَلْبُ فِي الْإِسَاءِ  
فَاعْيَلُوهُ سَبْعَ مَرَّاتٍ وَغَيْرُ ذَلِكَ الشَّامِتَةُ  
بِالْعَرَابِ

۵۶۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ  
كَانَ إِذَا يُعْنَى ابْنُ الْحَارِثِ سَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ  
حَاتِمٍ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ سَ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ  
بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ كَلْبٌ عَنْ شُعْبَةَ  
فِي هَذَا الْإِسْنَاءِ يَمْثِلُهُ غَيْرَ أَنْ فَإِذَا يَتَى يَحْيَى بْنُ  
سَعِيدٍ مِنَ الْوَلِيدَةِ وَرَحَصَ فِي كَلْبِ الْغَنَمِ وَالْقَيْدِ  
الْوَلِيدِ وَكَانَ ذَكَرَ الْوَلِيدِ فِي الْوَلِيدَةِ عَنْ يَحْيَى

کیا ملے گا؟ پھر شکار کے لیے اور مویشیوں کی حفاظت  
کے لیے کتے رکھنے کی اجازت مرحمت فرمائی اور  
فرمایا جب کتا برتن میں منہ ڈالے تو اس کو سات مرتبہ  
دھوؤ اور اٹھویں مرتبہ اس کو مٹھا سے دھوؤ۔

امام مسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے  
ایک روایت ذکر کی ہے جس میں آپ نے شکار کرنے  
مویشیوں کی حفاظت اور کھیتوں کی حفاظت کے لیے  
کتوں کے رکھنے کی اجازت دی ہے۔

گتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق ائمہ ثلاثہ کا نظریہ علامہ بیہقی بن شرف نوروی شافعی

اس باب کی احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ جس برتن میں کتا منہ ڈالے وہ نجس ہو جاتا ہے، اور اس کو سات مرتبہ  
دھونا واجب ہے۔ ہمارا فقہار شافعیہ، امام مالک، امام احمد اور حنفیہ فقہاء کا مسلک ہے، امام ابو حنیفہ نے کہا اس  
برتن کو تین مرتبہ دھونا کافی ہے۔  
علامہ دشتانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضي عياض مالكي نے کہا ہمارے نزدیک دوسرے جانوروں کی طرح کتا بھی طاهر البین ہے اور اس کے  
جھوٹے برتن کو دھونے کا حکم قہری ہے۔ امام شافعی، امام ابو حنیفہ، عبد الملک اور حنفیہ نے یہ کہا کہ کتا نجس ہے  
مگر امام حنیفہ نے یہ کہا کہ اس کے جھوٹے برتن کو سات دفعہ دھونا مستحب نہیں ہے بلکہ برتن کو صاف کرنا ضروری ہے  
امام ابو حنیفہ کے نزدیک تین بار دھونا ضروری ہے۔ سعیدی عفر لہ  
قاضي ابن العربي نے لکھا ہے کہ حنفیہ نے کہا ہے کہ کتا نجس البین ہے۔  
علامہ ابن قدام حنبلی لکھتے ہیں:

کتے اور خنزیر کے جھوٹے برتن کے متعلق بالاتفاق مذہب یہ ہے کہ اس کو سات مرتبہ دھونا واجب  
ہے، ان میں سے پہلی بار مٹھا سے دھویا جائے اور یہی امام شافعی کا قول ہے۔ اور امام احمد سے ایک یہ روایت

۱۔ علامہ بیہقی بن شرف نوروی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۷ مطبوعہ نور محمد ریح الطالباں کراچی ۱۳۷۵ھ  
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن عبد دشتانی ابی مالکی متوفی ۶۸۰ھ احوال اہل العلم ج ۲ ص ۵۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت



ہے کہ اس کو آٹھ مرتبہ دھونا واجب ہے اور پہلی بار مٹی سے دھویا جائے لیکن پہلی روایت زیادہ صحیح ہے۔  
**کتے کے جھوٹے برتن کو پاک کرنے کے متعلق امام ابو حنیفہ کا نظریہ** | علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:  
 برتن کو سات مرتبہ دھونے کے وجوب کے قائل ہیں نہ پہلی بار مٹی کے ساتھ صاف کرنے کے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جنہوں نے کتے کے جھوٹے برتن کو سات مرتبہ دھونے کی روایت کی ہے انہی سے کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کی قرآن اور فقہاء روایت ہے مرفوعاً بھی اور موقوفاً بھی ان کی تفصیل یہ ہے:

۱۔ امام دارقطنی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی چیز کو گرا دو پھر اس برتن کو تین بار دھو، صحیح تفسیر تفسیر الدین نے "امام" میں کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

۲۔ امام ابن عدی نے کمال میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں منہ ڈال دے تو اس برتن کی چیز کو گرا دو۔ اور اس کو تین مرتبہ دھو۔ (اس حدیث کی سند پر حرج کی گئی ہے اور علامہ عینی نے اس کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔)

امام طحاوی نے کہا ہے کہ سند صحیح کے ساتھ یہ مروی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ کتے کے جھوٹے برتن کو تین مرتبہ دھونے کا حکم دیتے تھے (جیسا کہ دارقطنی کی روایت میں ہے) اس سے یہ معلوم ہوا کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت منسوخ ہو گئی کیونکہ سات مرتبہ دھونے کی روایت کے راوی حضرت ابو ہریرہ ہیں اور راوی جب کسی شے کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے تو پھر یہ روایت حجت نہیں ہے کیونکہ صحابہ کے ایسے یہ جاننے والے نہیں ہیں کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حکم نہ اور اس کے خلاف عمل کرے یا اس کے خلاف فتویٰ دے اس سے اس کی عدالت ساقط ہو جائے گی اور ہمیں حضرت ابو ہریرہ کے ساتھ یہ بدگمانی نہیں ہے اس لیے مانتا ہوں کہ سات مرتبہ دھونے کی روایت ان کے نزدیک منسوخ ہو چکی تھی۔

**باب الثانی عَنِ الْبَوْلِ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ** | **ٹھہرے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے کی حرمانیت**

۵۶۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَمُحَمَّدُ بْنُ رُمَيْحٍ كَذَا أَنَا النَّبِيُّ حَرَمَهُمَا قَتِيلَةً قَالَ نَأْتِيَهُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ كَفَى أَنْ يُبَالَ فِي الْمَاءِ الرَّائِدِ  
 حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شے پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا ہے۔

۱۔ علامہ مفتی عبد الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۷۱۱ھ، المغنی ج ۱ ص ۴۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، ج ۳ ص ۴۱ - ۴۰، مطبوعہ دار الطہارۃ النیرین مصر ۱۳۳۸ھ



۵۶۴۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ تَأْجِدُنِي عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَبْغُوْنَ إِلَّا حَدْ كُفْرٍ فِي الْمَاءِ الْوَائِلِ النَّاسِ شَعْرٌ يَغْتَسِلُ فِيهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص ہرگز نہ پھرے جو نے (ساکن) پانی میں پیشاب نہ کرے پھر اس میں غسل کرنے لگے۔

۵۶۵۔ حَدَّثَنَا مُسَدَّدُ بْنُ زَاهِرٍ قَالَ تَأْجِدُنِي قَالَ أَنَا مَعَكُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرِو بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَذَبَ أَحَادِيثُ مِنْهَا قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَبْغُوْنَ إِلَّا حَدْ كُفْرٍ فِي الْمَاءِ الْوَائِلِ النَّاسِ شَعْرٌ يَغْتَسِلُ فِيهِ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پانی جاری نہ ہو اور پھر اس میں کوئی پیشاب نہ کرے اسے بعد اس میں غسل کرنا شروع کرے۔

کثیر پانی کے معیار میں مذاہب فقہاء | حدیث نمبر ۵۶۴ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس شدہ پانی میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

ہم اسے اصحاب (فقہاء احناف) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ جمع شدہ پانی جو کسی بڑے تالاب کے برابر نہ ہو جب اس میں نجاست گر جائے۔ مگر اس سے وضو کرنا جائز نہیں ہے عدا وہ پانی قلیل ہو یا کثیر اور یہ کہ قلتین (دو گھڑے) کی مقدار حال نجاست ہوتی ہے کیونکہ یہ حدیث مطلق ہے اور یہ اپنے اطلاق سے قلیل بہ کثیر قلتین اور اس سے زیادہ کو شامل ہے اور اگر ہم یہ کہیں کہ قلتین کی مقدار حال نجاست نہیں ہوتی تو اس صافیت کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا علامہ ازہری یہ حدیث قلتین کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی نے کہا ہے کہ ہمارے دلیل حدیث قلتین اور بئر بفسا کی حدیث ہے اور یہ دونوں حدیثیں احناف کے مذاہب کے خلاف اصل صریح ہیں، میں کہتا ہوں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ یہ دونوں حدیثیں ہمارے مذہب کے خلاف ہیں یہی حدیث قلتین نہ ہر سبب کہ بعض محدثین نے اس کو صحیح کہا ہے لیکن وہ متنازعہ و مضطرب ہے، اور قلة (گھڑا) فی نفسہ مجہولۃ المقدار ہے اور جو حدیث بالاتفاق صحیح ہو اس پر عمل کرنا زیادہ قریب اور زیادہ قوی ہے اور یہی بئر بفسا کی حدیث ترمذی اس پر عمل کرتے ہیں کیونکہ اس کو ان کا پانی جاری تھا۔ اگر وہ یہ کہیں کہ تھار کی حدیث ہر قسم کے پانی کو شامل اور عام ہے اور ہماری حدیث قلتین کے ساتھ خاص ہے اور خاص کا عام پر مقدم ہونا مستقیم ہے بلکہ تھار سے لیے بھی اس حدیث کی تخصیص کرنا ضروری ہے، کیونکہ تم کثیر پانی اس کہتے ہو جو دو درودہ سے زائد ہو، اور جب تخصیص کرنا ضروری ہے تو رائے کی بہ نسبت حد



سے تخصیص کرنا اولیٰ ہے۔ اس کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ خاص کو عام پر مقدم کرنا مستحب ہے بلکہ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عمل میں عام خاص پر مقدم ہے کیونکہ ایک حدیث میں ہے "رین سے جو بھی پیدا اور حاصل ہو اس میں عشر ہے" یہ حدیث عام ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک یہ اس خاص حدیث پر مقدم ہے۔ پانچ دس کے کم میں حدیث نہیں ہے، باقی رہا یہ کہنا کہ حدیث سے تخصیص کرنا اسے سے تخصیص کرنے سے اولیٰ ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ درست ہے بشرطیکہ وہ حدیث اجماع کی مخالفت نہ ہو، اور قلیقین کی حدیث خبر واحد ہے اور اجماع صحابہ کے مخالفت ہے کیونکہ چارہ مذموم میں ایک حبشی مگر گیا تو حضرت ابن عباس اور حضرت ابن الزبیر نے یہ فتویٰ دیا کہ کنز کا تمام پانی نکال دیا جائے حالانکہ اس حبشی کا پانی میں کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا تھا اور کنوئیں کا پانی قلیقین سے زیادہ تھا اور اس فتویٰ کا صحابہ میں سے کسی نے انکار نہیں کیا اس لیے یہ اجماع ہو گیا اور خبر واحد و حدیث اجماع کے مخالفت ہو تو مقبول نہیں ہوتی، اور علی بن مدینی نے کہا کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے اور ان کا قول جنت ہے، اور امام ابو داؤد نے کہا ہے کہ پانی کے اندازہ کے متعلق فریقین میں سے کسی کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، صاحب بدائع نے کہا ہے کہ اسی وجہ سے ہمارے اصحاب نے دلائل حمیہ کو چھوڑ کر دلائل حسیہ کی طرف رجوع کیا ہے۔

جمع شدہ پانی کے متعلق باب مذکور کی یہ حدیث عام ہے اور اس میں سب کا اتفاق ہے کہ اس کی تخصیص ضروری ہے، اس لیے پانی سے مراد وہ بڑا قلاب ہے جس کی ایک طرف کو حرکت دی جائے تو اس کی دوسری طرف حرکت نہیں کرتی اور وہ وہ درود ہے یا اس کی تخصیص قلیقین سے ہوگی، جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے یا اس کی تخصیص ان عمومی دلائل سے ہوگی جو اس پر دلالت کرتے ہیں کہ جب تک پانی کے تین اوصاف میں سے کوئی وصف نجاست سے مستغیر نہ ہو وہ پانی پاک ہے، جیسا کہ امام مالک کا مذہب ہے۔

بَابُ الدُّهْيِ عَنِ الْاِغْتِسَالِ فِي الْمَاءِ الْوَاكِدِ

جمع شدہ پانی کے اندر غسل کرنے کی ممانعت

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں (جس پر غسل فرض ہو) جمع شدہ پانی کے اندر غسل نہ کرے کسی شخص نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا پھر وہ شخص کس طرح غسل کرے۔ حضرت ابوہریرہ نے کہا کہ وہ کسی چیز سے پانی لے اور باہر بیٹھ کر غسل کرے۔

۵۶۶۔ وَحَدَّثَنِي هُرَيْرٌ بْنُ سَعِيدٍ الزَّيْلَوِيُّ وَابْنُ الظَّاهِرِ وَأَخْبَدُ بْنُ عَمِيْنٍ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ هُرَيْرٌ كُنَّا ابْنَ وَهْبٍ كُنَّا أَتُحْبَرُ فِي عَمَدٍ وَابْنُ الْحَارِثِ عَنْ يَكْرِيمِ بْنِ الْأَشْجِ أَنْ أَبَا الشَّائِبِ مَوْلَى هِشَامِ بْنِ زُهْرَةَ حَدَّثَنَا أَنَّ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَغْتَسِلُ أَحَدُكُمْ فِي الْمَاءِ الْوَاكِدِ وَهُوَ جُنُبٌ فَقَالَ كَيْفَ يَفْعَلُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَتَّكَدُ



تَنَابُؤًا

بَابُ وَجُوبِ غَسْلِ الْبَوْلِ وَغَيْرِهِ مِنْ  
الْتِّجَاسَاتِ إِذَا حَصَلَتْ فِي الْمَسْجِدِ  
وَأَنَّ الْأَرْضَ يَطْهَرُ بِالْمَاءِ مِنْ غَيْرِ  
حَاجَةٍ إِلَى حَفْرِهَا

جب مسجد پیشاب یا دیگر نجاستوں سے طوٹ  
ہو جائے تو اس کے دھونے کا وجوب اور  
طہارت کے لیے پانی سے دھونے کا  
کافی ہونا

۵۶۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ  
هَاشِمَ بْنَ مُيَسَّرٍ عَنْ كَاتِبٍ عَنْ أَبِي  
بَالٍ فِي الْمَسْجِدِ فَقَامَ إِلَيْنَا بَعْضُ الْعَوْمِ فَقَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَعَاؤُهُ  
وَلَا تَذَرُونَهُ قَالَ هَلُمَّا فَرَعَا دَعَايَ لِيَوْمٍ قَامَ  
فَقَصَبَهُ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں آکر پیشاب کر دیا،  
صحابہ میں سے بعض اس کو منع کرنے کے لیے اٹھے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب  
کرنے سے مت روکو اور جب وہ دیہاتی پیشاب  
کر چکا تو آپ نے پانی کا ایک ڈول منگایا اور اس جگہ  
پر ڈال دیا

۵۶۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ سَمِعْتُ  
سَعِيدَ الْقَطَّانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ الْأَنْصَارِيِّ  
وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ  
جَمِيعًا عَنِ ابْنِ رَازِي قَالَ قَالَ يَحْيَى بْنُ يَحْيَى  
أَنَا عِنْدَ الْعَوْنِ بْنِ مُحَمَّدٍ التَّمَدِيِّ عَنْ يَحْيَى بْنِ  
سَعِيدٍ أَنَّ سَمِعَةَ أَمْسَى ابْنَ مَالِكٍ يَذْكُرُ أَنَّ  
أَعْرَابِيًّا قَامَ إِلَى نَاحِيَةِ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ فِيهَا  
فَصَاحَ بِهِ النَّاسُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَعَاؤُهُ فَلَمَّا فَرَعَا أَهْرَؤُسُ  
الْمَسْجِدِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَدَاؤُوبَ قَصَبَتْ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ ایک دیہاتی مسجد کے ایک کونہ میں آکر کھڑا ہوا اور  
پیشاب کرنے لگا صحابہ کرام نے اس کو دامنہ طہریہ  
کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب  
کرنے سے روک دو جب وہ پیشاب کر چکا تو رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول منگا کر وہ جگہ دھوا دی۔

ن : اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اگر مسجد ناپاک ہو جائے تو اس کو فوراً دھو کر صاف کر لینا چاہیے۔ نیز یہ کہ کسی  
شخص کو برائی سے روکنے کے لیے نرمی سے کام لینا چاہیے، نیز وہ خرابیوں کے مقابلہ میں اگر ایک غلامی کم وجہ  
کی ہو تو اس کو قبول کر لینا چاہیے کیونکہ جس وقت وہ اعرابی پیشاب کر رہا تھا اگر اس کو روکنے کی کوشش کی جاتی تو  
پیشاب اس کے کپڑوں پر گر گیا مسجد کے دوسرے حصوں پر بھی گرتا، اور اگر بدوستی روک دیا جاتا تو اس  
کے بیمار ہونے کا خطرہ تھا جب کہ مسجد کا کچھ حصہ اس کے پیشاب کرنے کی وجہ سے نجس ہو ہی چکا تھا۔



۵۶۹۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَأَلَ  
عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ كَأَنَّكَ تَعْلَمُ بَيْنَ عَمَّارٍ  
قَالَ كَأَنَّكَ تَعْلَمُ بَيْنَ أَبِي طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَنَسُ بْنُ  
مَالِكٍ وَهُوَ عَنْهُ لَأَنَّهُ قَالَ بَيْنَمَا نَحْنُ فِي الْمَسْجِدِ  
مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ إِذْ  
جَاءَ عَمْرُو بْنُ قَتَامٍ يَمُودُ فِي الْمَسْجِدِ فَقَالَ أَصْحَابُ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَهْ مَهْ  
قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا  
تَذِرُوا مَوْهَ وَغَوْهَ فَتَرْكُوهُ حَتَّى يَأْتِيَ شَرًّا رَاحَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ دَعَاةُ  
فَقَالَ لِمَ رَاحَ هَذَا الْمَسَاجِدَ لَا تَقْلَعُوا لِسْتِي وَمِنْ  
هَذَا الْبَسُولِ وَلَا تُقَدِّمُوا إِلَيْنَا هِيَ لِيُكْرِأَ اللَّهُ وَ  
الْقَلْبُ وَفِي آيَةِ الْفُرْجَانِ أَوْ كَمَا قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَتَأْخُذُ  
رُجُلًا مِنَ الْقَوْمِ فَجَاءُوا بِكَ لِيُؤْتِيَ قَتْلَهُ فَتَقْتُلُهُ عَلَيْهِ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں  
بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک ایک اعرابی آیا اور اس  
نے کھڑے ہو کر مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا ٹھہر جا ٹھہر  
جا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو پیشاب  
کرنے سے من روکو اس کو پیشاب کرنے دو  
صحابہ کرام نے اس کو چھوڑ دیا جب اس نے پیشاب  
کر لیا تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو  
اپنے پاس بلایا اور ارشاد فرمایا کہ یہ صحابہ پیشاب اور دیگر  
نہجائے من سے آلودہ کرنے کے لائق نہیں یہ اللہ  
پاک کے ذکر اور نماز اور تلاوتِ قرآن کے لیے  
ہیں، پھر صحابہ میں سے ایک آدمی کو پانی کا ڈول لے کر  
کا حکم دیا وہ شخص پانی کے ڈول کو لایا اور اس نے اس  
پر پانی بہایا۔

**زمین سے نجاست کا اثر زائل ہونے سے اس کے پاک ہونے کا بیان** | حدیث نمبر ۵۶۹ میں  
ہے ایک دیہاتی مسجد  
میں اگر پیشاب کرنے لگا، صحابہ کرام اس کو منع کرنے لگے، یہی صولت اللہ علیہ سلام نے فرمایا اس کو پیشاب کرنے  
سے نہ روکو، پھر آپ نے پانی کا ایک ڈول منگا کر اس جگہ ڈال دیا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام شافعی نے یہ کہا ہے کہ زمین پر کوئی نجاست لگ جائے تو اگر اس پر پانی بہا دیا جائے تو وہ پاک ہو  
جاتی ہے اور بعض علماء نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا ہے کہ زمین پر جب نجاست لگ جائے اور وہ  
وجوب یا حرج سے خشک ہو جائے تو وہ زمین پاک نہیں ہوتی، یہ استدلال بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں  
پانی کا ذکر اس لیے ہے کہ مسجد کو پاک کرنے میں جلدی کرنا واجب ہے اور زمین کو خشک ہونے کے لیے  
چھوڑنے سے اس واجب کی ادائیگی میں تاخیر ہوتی ہے۔

مساجد میں دنیاوی کاموں اور سونے کا حکم | ابھی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مساجد صرت اللہ تبارک کے ذکر  
نماز اور تلاوتِ قرآن کے لیے ہیں۔



علامہ بدر الدین عینی صنفی لکھتے ہیں:

نقطہ ذکر عام ہے، یہ قرآن مجید کی تلاوت، علوم دینیہ کے پڑھنے اور لوگوں کو وعظ کرنے کو شامل ہے اور نماز بھی عام ہے، نیز انفع اور نوافل و عوفل کو شامل ہے، لیکن نوافل کو گھر میں پڑھنا افضل ہے، اس کے علاوہ مسجد میں دنیاوی کام یا ایسی، ہنسنا، بغیر عیت اعتکاف کے مسجد میں بیٹھنا، اور دنیاوی امور میں مشغول ہونا امام شافعی کے نزدیک مباح نہیں ہے اور صحیح یہ ہے کہ مسجد میں عبادت کے لیے بیٹھنا، یا علوم دینیہ پڑھنے کے لیے یا درس اور وعظ کرنے کے لیے یا غار کے انتظار کے لیے اور اس نوع کی دیگر عبادت کے لیے۔ بیٹھنا مستحب ہے اور اس پر ثواب ملے گا، اور ان کے علاوہ باقی کاموں کے لیے مسجد میں بیٹھنا مباح ہے لیکن ان کا نتیجہ اولیٰ ہے مسجد میں سونے کے متعلق امام شافعی کی تصریح ہے کہ یہ جائز نہیں ہے اور امام ابن مقفر نے کہا کہ ابن المسیب حسین، مطاوع اور امام شافعی نے مسجد میں سونے کی نصیحت دی ہے، اور حضرت ابن عباس نے کہا مسجد میں سونے کی جگہ نہ بناؤ اور ان سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے، امام اوزاعی نے کہا مسجد میں سونا مکروہ ہے، امام مالک نے کہا مسازفل کے لیے مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور مقیم کے لیے یہی اس کو درست نہیں سمجھتا، امام احمد نے کہا اگر مسازفل یا اس کی طرح کوئی شخص ہر تو مسجد میں سونے میں کوئی حرج نہیں ہے اور اگر وہاں عادت دیر اور عادت کے سونے کو معمول بنالیا جائے تو یہ جائز نہیں ہے، اور یہی اسحاق کا قول ہے، یحییٰ نے کہا جعفر نقباء مسجد میں سونے کی اجازت دیتے ہیں، وہ حضرت علی بن ابی طالب حضرت ابن عمر اور اہل الصنفۃ رضی اللہ عنہم، اور والی طوالت، طرینہ، ثمانہ بن اثالی اور صفوان بن امیہ کے مسجد میں سونے سے استدلال کرتے ہیں اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں ان کے سونے کا ذکر ہے بلکہ (مصنف کی رائے یہ ہے کہ اس سلسلہ میں امام احمد کا قول صحیح ہے، کیونکہ احادیث میں جن حضرات کے سونے کا ذکر ہے، ان کا بھی کبھی سونا ثابت ہے، ان لوگوں نے مسجد کو سونے کا اٹھ نہیں بنایا تھا) حدیث مذکور سے بعض دیگر استنباط شدہ مسائل | اس حدیث سے مستنبط ہونے والے بعض دیگر مسائل کی تفصیل یہ ہے:

- ۱۔ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں سبقت کوئی چاہیے۔
- ۲۔ صحابہ کرام کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعتراضاتی کو منع کرنے کے لیے آپ سے پرچے لینے وغیرہ، آپ پر سبقت نہیں تھا، کیونکہ شائع علیہ السلام کی طرف سے ان کو برائی کو مٹانے کی عام اجازت تھی اور اب انک اجازت لینے کی ضرورت نہ تھی۔
- ۳۔ اس حدیث میں اہل بیت پر عمل ہے، مسجد کو پیشاب سے نہیں کرنا بھی ایک بلا ہے اور کسی شخص کا پیشاب متقطع کر دینا جس میں اس کے بیمار ہونے کا خدشہ ہو اس سے بڑی بلا ہے اس لیے بڑی بلا کے مقابلہ میں چھوٹی جاکر برداشت کرنے کا حکم دیا اور پیشاب سوکھنے کا انتظار کی بجائے مسجد کو دھوئے کا حکم



و یا تاکہ فری اور قوی طہارت حاصل ہو۔

- ۴۔ جہاں شخص کو آسانی کے ساتھ احکام کی تعلیم دینی چاہیے اور شفقت سے ہمیشہ انا چاہیے۔
- ۵۔ مانع کے نزال کے بعد ازالہ فساد میں جلدی کرنی چاہیے کیونکہ جیسے ہی اعرابی پیشاب سے فارغ ہوا اپنے مسجد کے دھونے کا حکم دیا۔ لے
- ۶۔ مسجد میں وضو کرنا مکروہ ہے، البتہ وضو کے لیے مسجد میں کوئی ٹمک جگہ بنالی جائے تو صحیح ہے۔
- ۷۔ مسجد میں جانوروں، یا گلوں اور ناسمجھ بچوں کا بغیر کسی اہم مقصد کے داخل کرنا مکروہ ہے، کیونکہ ان کی وجہ سے مسجد کی پاکیزگی کا برقرار رہنا مشکل ہے، البتہ یہ حرام نہیں ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا ہے اور آپ کا یہ فعل بیان جواز اور حصول اقتدا کے لیے تھا۔
- ۸۔ مسجد میں نجاست کو داخل کرنا حرام ہے اور جس شخص کے بدن پر نجاست ہو اور اس نجاست سے مسجد کے منکوث ہونے کا اندشہ ہو اس کا مسجد میں داخل ہونا بھی جائز نہیں ہے اور مسجد میں بغیر کسی برتن کے قصد لگوانا حرام ہے اور برتن میں قصد لگوانا مکروہ ہے۔ رچو کہ مسجد میں جنازہ کو داخل کرنے سے مسجد کے منکوث بالنجاست ہونے کا اندشہ ہے اسی لیے فقہاء احناف نے مسجد میں جنازہ رکھنے کو مکروہ کہا ہے البتہ جنازہ مسجد سے باہر ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا اور کرامت جائز ہے اس کی تفصیل کے لیے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کا ضمیمہ ملاحظہ فرمائیں۔ سعیدی عفری
- ۹۔ مسجد میں لیٹنا، پیر پھیلانا، انگلیوں میں انگلیاں ڈالنا بائز ہے کیونکہ یہ تمام امور احادیث صحیحہ مشہورہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے ثابت ہیں۔
- ۱۰۔ مسجد کو نجاست، گھناؤں چیزوں مثلاً ناک، حنوک وغیرہ اور تکلیف دہ چیزوں مثلاً کھنٹے، شیشے کے ٹکڑوں وغیرہ سے پاک اور صاف رکھنا چاہیے، بلند آواز سے باتیں کرنے، خرید و فروخت اور دھوکہ دینا دی کاسوں سے مسجد کو بچانا چاہیے۔ لے

## بَابُ حُكْمِ بَوْلِ الْوَضِيِّ وَ كَيْفِيَّةِ غَسْلِهِ

و دھونے کا حکم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ روگ اپنے (نومولود) بچوں کو حصول برکت کی خاطر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لاتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں برکت کی دعا دیتے اور ان کے منہ میں

۵۷۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ كُرَيْبٍ قَالَ نَا عَيْنَةُ اللَّهِ بْنُ نُمَيْرٍ قَالَ نَا حِشَامُ بْنُ أَبِي يَزِيدٍ عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ تَحَنَّنَ يُسُوُّ لِي بِالصَّبْيَانِ كَيْ يَسْلُوَ

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۲۷، مطبوعہ ادارۃ الطبائع النیریہ مصر ۱۳۲۸ھ  
 ۲۔ علامہ یحییٰ بن شریف لدوی متوفی ۷۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۹، مطبوعہ دار محمد امجد المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ



عَلَيْهِمْ دُعَاؤُهُمْ فَأَتَى يَصِيحِي قَبَالَ عَلَيْهِ قَدَعَا  
بِمَاءٍ قَتْلَهُ بَوْلُهُ وَلَوْ يَغْسِلُهُ .

کوئی چیز چبا کر دیتے، ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں ایک  
بچہ لایا گیا جس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔  
آپ نے پانی منگا کر کپڑوں پر بہایا اور وضو نے میں  
زیادہ مبالغہ سے کام نہیں لیا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک  
شیر خوار بچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا  
گیا، اس نے آپ کی گود میں پیشاب کر دیا۔ آپ نے  
پانی منگا کر اس جگہ بہا دیا۔

۵۷۱۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَى نَا حَبِيبُ  
عَنْ مَسْلَمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَتَى رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّعُ يَتَوَضَّعُ قَبَالَ  
فِي حَبْرَةٍ فَدَعَا بِمَاءٍ فَغَسَّاهُ عَلَيْهِ .

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ ص  
سابق حدیث بیان کی ہے۔

۵۷۲۔ حَدَّثَنَا اشْعَثُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ  
عِيسَى قَالَ كَاهَشَ مِنْهُ الْإِسْكَانُ مِثْلَ حَبْرَةٍ  
ابْنِ شَيْبَةَ .

ام قیس بنت محسن بیان کرتی ہیں کہ وہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک ایسا بچہ لے کر  
آئیں جس نے اچھٹا کھانا کھا کر شروع نہیں کیا تھا، انھوں  
نے اس بچہ کو آپ کی گود میں بٹھا دیا اور اس نے آپ  
کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا۔ آپ نے اس جگہ پانی  
بہا دیا۔

۵۷۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَفِيعٍ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ  
قَالَ أَنَا الْكَلْبِيُّ عَنْ ابْنِ شَيْبَةَ عَنْ عَمْرِو بْنِ  
عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَتَى رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّعُ يَتَوَضَّعُ قَبَالَ  
فِي حَبْرَةٍ فَدَعَا بِمَاءٍ فَغَسَّاهُ عَلَيْهِ .

امام مسلم نے اسی سند کے ساتھ ایک اور حدیث  
بیان کی جس میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ نے پانی منگا کر کپڑوں  
پر بہا دیا۔

۵۷۴۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ  
أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو بْنُ الْقَاسِمِ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ  
عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ ابْنِ  
عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَتَى رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّعُ يَتَوَضَّعُ قَبَالَ  
فِي حَبْرَةٍ فَدَعَا بِمَاءٍ فَغَسَّاهُ عَلَيْهِ .

عتبہ بن مسعود بیان کرتے ہیں کہ ام قیس بنت محسن  
حضرت عائشہ بنت محسن کی بہن تھیں جو بنو اسد بن خزیمہ  
سے تعلق رکھتے تھے اور یہ ان مورثوں میں سے تھیں  
جو سب سے پہلے ہجرت کر کے مدینہ آئیں، اور رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کی وہ بیان کرتی ہیں کہ وہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے ایک

۵۷۵۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ عَنْ ابْنِ الْمُبَارَكِ  
عَنْ عِيسَى قَالَ كَاهَشَ مِنْهُ الْإِسْكَانُ مِثْلَ حَبْرَةٍ  
ابْنِ شَيْبَةَ .







خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرنے میں حیا محسوس کی کیونکہ آپ کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں، میں نے حضرت مقداد بن اسود سے کہا وہ سوال کریں انہوں نے سوال کیا تو آپ نے فرمایا وہ اپنے ذکر کو دھوئے اور وضو کرے۔ اور امام ابو داؤد نے حضرت مقداد بن اسود سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب نے مجھ سے کہا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کروں کہ ایک شخص اپنی اہلیہ کے قریب جائے اور اس کی مذکر نکل آئے تو اس کے لیے کیا شرعی حکم ہے؟ حضرت علی نے کہا یہ سراسر آپ کی صاحبزادی ہیں اس لیے مجھے آپ سے یہ سوال کرنے میں حیا آتی ہے تب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

اِذَا جَدَّ أَحَدُكُمْ فَلْيُصْنَعْ فَرَجَهُ وَلْيَتَوَقَّ  
وَضُوءَ الصَّلَاةِ۔

جب تم میں سے کوئی شخص اس چیز کو پائے  
تو اپنی فرج کو انصاف کرے اور جس طرح غار کے  
لیے وضو کرتے ہیں اس طرح وضو کرے۔

ان دونوں حدیثوں میں ایک ہی واقعہ کا بیان ہے، ایک حدیث میں ہے ذکر کو دھوئے، دوسری حدیث میں ذکر کو نفع کرے اس سے معلوم ہوا کہ نفع کا معنی بھی دھونا ہے نیز اس پر مسبب کا اتفاق ہے کہ جب ذکر پر مذکر نکلے تو اس پر پانی چھڑکنا کافی نہیں ہے بلکہ وضو لازم فرمایا ہے۔ لہذا فقہاء احناف کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں نہایت اور پیشاب سے آلودہ چیزوں کو دھونے کا باہم حکم دیا گیا ہے۔

## بَابُ حُكْمِ الْمَنِيِّ

### منی کا حکم

مقداد اور اسود بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ان ایک مہان آیا صبح کو وہ اپنے کپڑے دھو رہا تھا حضرت عائشہ نے فرمایا اگر تم نے کپڑے پر کوئی داغ دیکھا تھا تو صرف اس جگہ کو دھو لیتے، اور اگر نہیں دیکھا تھا تو کپڑے کے چاروں طرف پانی چھڑک لیتے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے پر اگر منی لگی، موتی توڑیں اس کو زحمت گھسنے کا وجہ ہے (کھرج دیا کرتی تھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کپڑوں کے ساتھ غار پر چڑھ لیا کرتے تھے) اسود اور امام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منی کا حکم پوچھا، آپ نے فرمایا میں اس کو رسول اللہ

۵۷۶۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا حَدَّثَنَا  
ابْنُ عَبَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ  
عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
يُغْسِلُ قُبُورَهُمْ فَغَالَتْ عَائِشَةُ إِذَا كَانَ يَجْعَزُ مَلَكُ  
رَأَى آيَةً أَنْ تُغْسِلَ مَكَاتَهُ فَإِنْ لَمْ تَجْعَزْ فَتَحْتِ  
حَوْلَهُ لَعْنَةً وَأَيُّهَا أَهْلُ كُوفٍ قُوبٍ رَسُوْلُ  
اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَذُكُّوا فَيُصَلِّي  
فِيهِ۔

۵۷۷۔ وَحَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ حَفْصٍ عَنْ يَحْيَى  
قَالَ قَالَ يَحْيَى عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ النَّبِيِّ



صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے کھریج دیا کرتی تھی۔

اسود نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کھرنے  
کے بارے میں حسب سابق روایت نقل کی ہے۔

وَهَمَّامٌ عَنْ عَائِشَةَ فِي الْمَنِيِّ قَالَتْ كُنْتُ أَخْرُجُ  
مِنْ قُرْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
۵۷۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاسَحُوا  
يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ عَنْ هِشَامِ بْنِ سَعْدَانَ ح وَحَدَّثَنَا  
إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ  
كَانَ ابْنُ أَبِي عَرُوفٍ جَبِيئِيًّا عَنْ أَبِي مُصْعَبٍ ح وَحَدَّثَنَا  
أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاسَحْتُهُمْ عَنْ مُعَاوِيَةَ  
ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ  
ابْنُ مَرْثَدٍ عَنْ مَرْثَدِ بْنِ مَرْثَدٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ الْأَعْدَابِ  
ح وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَاسَحْتُهُمْ عَنْ  
مَنْصُورٍ قَالَ كَانَ إِسْرَافِيلُ عَنْ مَنْصُورٍ وَ مُعَاوِيَةَ  
كُلُّهُمَا عَنْ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ  
فِي حَتِّ الْمَنِيِّ مِنْ قُرْبِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَآلِهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجْتُ خَالِدًا عَنْ أَبِي  
مُصْعَبٍ

امام مسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند  
کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۵۷۹ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ نَاسَحْتُ  
جَبِيئَةَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ ابْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ هِشَامِ  
عَنْ عَائِشَةَ بِذَلِكَ يَتَّبِعُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر جس جگہ منی لگی  
ہوتی آپ اس جگہ کو دھو دیتے اور انھی کپڑوں کے ساتھ  
نماز پڑھنے چلے جاتے اور میں آپ کے کپڑوں پر  
بھیگے ہوئے نشانات کو دیکھتی تھی۔

۵۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاسَحْتُ  
مُحَمَّدَ بْنَ بَشِيرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَيْمُونٍ قَالَ سَأَلْتُ  
سُلَيْمَانَ بْنَ يَسَارٍ عَنِ الْمَنِيِّ يُصْنِفُ ثَوْبَ الرَّجُلِ  
أَيُغْسِلُهُ أَمْ يُغْسِلُ الثَّوْبَ فَقَالَ أَخْبَرَنِي عَائِشَةُ  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ  
يُغْسِلُ الْمَنِيَّ ثُمَّ يَخْرُجُ إِلَى الصَّلَاةِ فِي ذَلِكَ  
الثَّوْبِ وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى أَقْرَأِ النَّاسِ فِيهِ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود منی لگے اسود نے کپڑے کو دھو دیتے  
تھے اور بعض روایات میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ  
رضی اللہ عنہا دھو دیتی تھیں۔

۵۸۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَعْفَرِيُّ قَالَ  
نَاسَحْتُ الْوَاحِدَ يَعْنِي ابْنَ زَيْدٍ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ  
قَالَ أَخْبَرَنِي مُبَارَكُ بْنُ وَائِلٍ أَنَّ رَأْسَهُ كُلَّهُ عَنْ عَمْرِو  
ابْنِ مَيْمُونٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مَا مِنْ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ فَخَرَجْتُ



كَمَا قَالَ ابْنُ بَشِيرٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُغَسِّلُ الْمَيِّتَ وَأَمَّا ابْنُ الْمُبَارَكِ  
وَعَبْدُ التَّوَّاجِدِ فَيَقِي حَدِيثَهُمَا قَالَتْ كُنْتُ أَغْسِلُهُ  
فَنُتُوِبَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ

۵۸۲ - وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْحَنْفِيُّ  
أَبُو عَاصِمٍ قَالَ نَأَى أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ شَيْبِ بْنِ  
خُرْقَدَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ شَيْهَابٍ الْخَوْلاَنِيِّ قَالَ  
كُنْتُ نَائِبًا عَلَى عَائِشَةَ فَاحْتَلَمْتُ فِي شَوْبَانَ  
كَفَمَسْتُهَا فِي السَّاءِ فَدَأَسْتُهَا بِإِيمَةٍ لِقَائِهَا  
فَأُخْبِرْتُهَا فَبَعَثْتُ إِلَى عَائِشَةَ فَقَالَتْ مَا  
حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعْتَ بِخَوِيكَ كَأَنَّكَ قُلْتَ  
رَأَيْتُ مَا يَرَى النَّاسُ فِي مَنَامِهِ قَالَ هَلْ رَأَيْتَ  
فِيهِمَا شَيْئًا قُلْتَ لَا قَالَتْ فَكَلِمَاتُ شَيْئًا  
عَسَلْتَهُ لَقَدْ رَأَيْتُنِي وَرَأَيْتُ لَدُخْلَهُ مِنْ تَوْبِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي  
بَطْنِ كُرَيْشٍ

عبد اللہ بن شہاب خولانی بیان کرتے ہیں کہ میں  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے بل مہمان گیا اور  
مجھے احتلام ہو گیا میں نے ان کپڑوں کو پانی میں ڈال  
دیا حضرت عائشہ کی ایک کنیز نے یہ ماجرا دیکھا اور جا کر  
حضرت عائشہ سے بیان کیا حضرت عائشہ نے میری طرف  
کنیز کو بھیج کر پوچھا کہ تم یہ کیڑا کیوں دھو رہے ہو؟  
راوی کہتے ہیں میں نے عرض کیا میں نے ایسا خراب دیکھا  
جو مرد دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے کپڑوں میں اس  
کا کچھ اثر دیکھا؟ میں نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا اگر کسی  
کوئی اثر دکھائی دیتا تب کپڑے کو دھوئے کی ضرورت  
نہیں، اور میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے  
خشک مٹی کو ناخنوں سے کھرپ دیا کیا کرتی تھی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں:  
**مٹی کی طہارت با عدم طہارت میں مذاہب فقہاء**  
امام مالک، اور امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ آدمی کی مٹی کی طہارت میں علماء کا اختلاف ہے  
تر اس کی تطہیر کے لیے اس کو کھر چنا کافی ہے، امام احمد سے بھی ایک ہی روایت ہے، اور امام مالک یہ کہتے ہیں  
کہ مٹی خشک ہو یا تر مٹی آلود کپڑے کو دھونا واجب ہے، اور حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سعد بن ابی وقاص،  
حضرت ابن عمر، حضرت عائشہ، دائود ظاہری اور امام شافعی کا یہ مذہب ہے کہ مٹی پاک ہے، امام احمد سے بھی ایک  
یہی روایت ہے۔

جو فقہاء مٹی کی نجاست کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں مٹی آلود کپڑوں کے دھونے کا بیان  
ہے اور جو فقہاء مٹی کی طہارت کے قائل ہیں ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جن میں مٹی کو کھر چنے کا ذکر ہے اگر مٹی نجس  
ہوئی تو اس کو صرف کھر چنا کافی نہ ہوتا جس طرح جسے ہرنے حرن کو صرف کھر چنا کافی نہیں ہے، اور جن احادیث میں  
مٹی آلود کپڑوں کو دھونے کا ذکر ہے وہ استحباب اور تنزیہ اور نظافت کو اختیار کرنے پر مہموز ہیں، یہ آدمی کی مٹی  
کا حکم ہے اور مال کا ایک شاذ قول یہ ہے کہ ثورت کی مٹی نجس ہے اور مرد کی مٹی نجس نہیں ہے اور اس سے زیادہ



شافہ قول یہ ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی نجس ہے اور صحیح یہ ہے کہ دونوں کی منی طہر ہے اور کیا پاک منی کا کھانا جائز ہے؟ اس میں ہمارے اصحاب کے دو قول ہیں زیادہ ظاہر یہ ہے کہ یہ حلال نہیں ہے کیونکہ یہ گھناؤنی چیز ہے اور ان عجائبات میں داخل ہے جو حرام ہیں۔

اومی کے خلاف باقی جانداروں کی منی میں یہ تفصیل ہے: کتے اور خنزیرہ کی منی بالاتفاق نجس ہے، اور باقی حیوانات کی منی میں یہ قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ تمام حیوانات کی منی پاک ہے خواہ ان کا گوشت حلال ہو یا نہیں، دوسرا قول یہ ہے کہ تمام حیوانات کی منی نجس ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ جن جانداروں کا گوشت حلال ہے ان کی منی پاک ہے، اور جن کا گوشت حرام ہے ان کی منی ناپاک ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

منی کی طہارت کے قائلین کا یہ کہنا کہ ہم نے منی کو کھانے کی احادیث کو منی کی طہارت پر اور منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث کو اختیار لفظاً منی پر محمول لکھا ہے، اس وقت صحیح ہوتا جب ان احادیث میں تضاد ہو تا، حالانکہ ان احادیث میں تضاد نہیں ہے، منی آلود کپڑوں کو دھونے کی احادیث سے صراحتہ ثابت ہے کہ منی نجس ہے اور منی کھانے کی احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مور و میں بند ہیں۔ شریعت میں منی آلود کپڑوں کو دھونے کا حکم دیا گیا ہے اور اس میں اصل وجہ ہے الّا یہ کہ اس کے خلاف کوئی قریبہ صاف ہو، اور یہاں اس کے خلاف کوئی قریبہ نہیں ہے بلکہ اس کے وجہ کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اسی طرح صحابہ نے بھی اپنے کپڑوں پر منی لگے رہے نہیں دی، اور بطور عبادت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی فعل کرنا ہمیشہ کرنا اور کبھی ترک نہ کرنا اس

بعض علامہ نے کہا جس چیز کو خشک حالت میں دھونا واجب نہیں اس کو تر حالت میں دھونا بھی واجب نہیں ہے جیسے ریخت (ناک) اس کا جواب یہ ہے کہ یہ قیاس صحیح نہیں ہے، کیونکہ ریخت نکلنے سے بالکل حدیث (وضو ثلثی) لاحق نہیں ہوتا جبکہ اگر منی فہموت اور تیزی سے نکلے تو اس سے غسل واجب ہو جاتا ہے ورنہ وضو اسی طرح بعض علامہ نے کہا اگر منی نجس ہوتی تو اس کو کھرنے کا کافی نہ ہوتا جس طرح جسے مرنے خون کو کھرنے کا کافی نہیں ہے۔ یہ دلیل بھی صحیح نہیں ہے، کیونکہ جسے مرنے خون کو کھرنے کے متعلق کوئی حدیث وارد نہیں ہے، جب کہ خشک منی کو کھرنے کے متعلق بہ کثرت احادیث ہیں اور یہ احادیث خلاف قیاس ہونے کی وجہ سے اپنے مور و میں بند ہیں۔ بعض علامہ نے یہ کہا کہ منی انبیاء علیہم السلام کی ولادت کی اصل ہے اس لیے پاک ہونی چاہیے اس کا جواب یہ ہے کہ منی دشمنانِ خدا، مثلاً قریعون، اہمان اور البرہل کی ولادت کی بھی اصل ہے، اس لیے نجس ہونی چاہیے، نیز علقہ درجما ہوا خون انسان کی ولادت کے زیادہ قریب ہے اور وہ اس کی اصل ہے پھر خون بھی پاک ہونا چاہیے۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۶۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ نور محمد صحیح الطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، حاشیۃ القاری ج ۳ ص ۱۳۵-۱۳۶، مطبوعہ دار الفکر المشرقیہ مصر ۱۳۷۸ھ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کی طہارت کا بیان | حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کے کپڑوں سے منی کھرچ دیتی تھیں، اس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ آپ کی سنی طاہر تھی، اور اس پر دوسروں کی منی کو قیاس نہیں کیا جاسکتا، اور حتیٰ یہ ہے کہ احکام تکلیف یہ ہیں آپ کا حکم باقی مکلفین کی طرف سے ماسوائے امور کے جن کی خصوصیت کسی دلیل سے ثابت ہے اور آپ کے فضائل کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں، اور ائمہ نے اس کو آپ کے خاصہ میں شمار کیا ہے اور بہت سی کتب میں اس کے خلاف جو لکھا ہے اس کی طرف بالکل التفات نہ کیا جائے کیونکہ تمام ائمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ کے فضائل طاہر ہیں۔ لہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ، آپ کا خون، آپ کا بول (پیشاب) اور آپ کا برا سب امت کے حق میں طاہر تھے، البتہ خون، بول اور برا آپ کے حق میں موجب حد تھے، اب ہم اس سلسلہ میں مستند کتب حدیث سے حاکم بات پیش کرتے ہیں فنقول وبالله التوفیق وبہ الاستعانة بلیق۔

حافظ ابو نعیم اصبہانی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں متعدد خصوصیات تھیں، آپ میں راستہ میں جوتے تو اس راستہ سے گزرنے والے کو آپ کے پسینہ کی خوشبو یا پسینہ کی ہوا کی خوشبو سے پتہ چل جاتا کہ آپ اس راستے سے گزرے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ بیت الخلاء جاتے ہیں لمحہ ہم وہاں کوئی محوہ چیز نہیں دیکھتے، آپ نے فرمایا: اسے عائشہ! کیا تم نہیں جانتی کہ انبیاء علیہم السلام سے جو کچھ خارج ہوتا ہے زمین اس کو نگل لیتی ہے اور اس میں سے کوئی چیز نکلتی نہیں دیتی۔

حضرت اسم ابن ابی النضر رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو گھر کی ایک جانب میں برتن میں پیشاب کرتے تھے، ایک رات میں پیاسی لڑکی

عن جابر قال کان فی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خصال دلت علیہا فی طریق فسلک احد الاطراف انہ سلک من طیب عرقہ او مایع عرقہ۔ لہ

عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت ینا رسول اللہ تاتنی الخلاء فلدنوعی شیئاً من الذی قال یا عائشہ اما علمت ان الارض تنصدم ما ینخرج من الانبیاء فلا یرى منه شیء یت

عن ام ایمن قالت قام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل الی فحارمۃ فی جانب البیت فبان فیہا فقدمت من اللیل وانا عطشانة فشربت

لہ۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی منزلی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۵۲، مطبوعہ دار نشر الکتاب الاسلامیہ لاہور ۱۴۱۱ھ

لہ۔ حافظ ابو نعیم اصبہانی منزلی ۴۳۲ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار الفکر تونس۔

لہ۔ حافظ ابو نعیم اصبہانی منزلی ۴۳۲ھ، دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار الفکر تونس۔



مَا قَبِهَا وَأَنَا لَا أَشْعُرُ فَلَمَّا أَصْبَحَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا أُمَّ أَيْمَنَ قَوْمِي فَأَهْرَبَتْنِي مَا فِي تِلْكَ الْفَخَّارَةِ قُلْتُ قَدَرُ اللَّهِ شَرِبَتْ مَا فِيهَا قَالَتْ فَضَحَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَقٌّ بَدَتْ نَوَاجِذُهُ ثُمَّ قَالَ أَمَا أَنْتَ لَا تَتَجَمِّعِينَ بَطْنُكَ أَبَدًا - ١٤

اور میں نے لاپٹی میں اس برتن میں جو تھا پی لیا، جب صبح ہوئی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ایمن اٹھو اور اس برتن میں جو کچھ ہے اس کو باہر پھینک دو میں نے کہا بھلا اس برتن میں جو کچھ تھا میں نے اس کو پی لیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ سے چمکے کہ آپ کی مبارک ڈالیں، ظاہر ہو گئیں اور آپ نے فرمایا سنا تھا ہے پیٹ میں کبھی دھو نہیں ہو گا۔

حافظ ابی شیبہ نے لکھا ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے اور اس کی سند میں امام ابوالکلام محمد بن حنفیہ راوی ہے۔ ۱۴

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام ابویعلیٰ، امام حاکم، امام دارقطنی اور امام طبرانی نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۵  
عن انس قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي فيطيل القيام - وان النبي صلى الله عليه وسلم قال في بثرة في إصبعه قال غلبت في المدينة بثرة أعذب منها قال وكانوا إذا حضروا استعذب لهم منها وكانوا تسمي في الجاهلية البرود - ١٥

حافظ ابوالعز بن عبد البر ابی ہند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن أمية ابن النبی صلى الله عليه وسلم كان يبول في قدح من عیدان ويوضع تحت سريرہ فبال فيه ليلة فوضع تحت سريرہ فجاءه هذا القدح ليس فيه شيء فقال لامرأة يقال له البركة كانت تخدم لام حبيبة جاءت معها من أرض الحبشة الببول الذي كان في هذا القدح ما فعلت فقالت شر بته يا رسول الله! فقال

حضرت امیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی کے ایک پیالہ میں پیشاب کرتے تھے جو آپ کے تخت کے نیچے رکھا جاتا تھا، ایک رات آپ نے اس میں پیشاب کر کے اس کو تخت کے نیچے رکھ دیا، پھر جب آپ اُسے تو اس پیالے میں کچھ نہیں تھا، حضرت ام حبیبہ کے ساتھ ان کی ایک عمارت حبشہ سے آئی تھیں جن کا نام برکہ تھا، آپ نے ان سے پوچھا اس برتن

- ۱۴۔ حافظ ابوشیخ، صہبائی مترقی ۴۳۲، دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار النفاث  
۱۵۔ حافظ قرطبی، ابن ابی بکر الہیثمی مترقی ۴۰۷، الاستیعاب ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت ۱۴۰۲ھ  
۱۶۔ علامہ جلال الدین سیوطی مترقی ۹۱۱، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نعیدہ رضویہ فیصل آباد  
۱۷۔ حافظ ابوشیخ، صہبائی مترقی ۴۳۲، دلائل النبوة ج ۲ ص ۲۲۲، مطبوعہ دار النفاث



میں جو پیشاب تھا وہ کہاں گیا، انھوں نے کہا یا رسول اللہ  
میں نے اس کو پی لیا، ابو عمر کہتے ہیں کہ یہ برکۃ ام ایمن  
میں ہے۔

ابو عبد اللہ اظن برکتہ ہذا ہی ام ایمن  
المدکورۃ ہے۔

عبد سیر علی نے کھاب ہے اس حدیث کو امام طبرانی اور بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے اور اس میں  
یہ اضافہ ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے برکے سے فرمایا: تم جہنم پر حرام ہو گئیں۔  
حافظ نور الدین ابی نعیم نے کھاب ہے اس حدیث کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے اس کے تمام راوی حدیث  
صحیح کے راوی ہیں سوا عبد اللہ بن احمد بن حنبل اور عقیقہ کے اور وہ بھی ثقہ راوی ہیں۔  
حافظ نور الدین ابی نعیم بیان کرتے ہیں:

عن عبد الله بن الزبير انه اتي النبي صلى الله  
عليه وسلم وهو يحتجم فلبا طرغ قال يا عبد الله  
اذهب بهذا الدم فاهرقه حيث لا يرا احد  
فلبا بوزنات عن رسول الله صلى الله عليه وسلم  
عبدت هذا الدم فحسوته فلما رجعت الى النبي  
صلى الله عليه وسلم قال ما صنعت يا عبد الله قال  
جعلته في مكان ظننت انه خاف عن الناس قال  
لعلك شربته قال نعم قال ومن امرك ان تشرب  
الدم ويل لك من الناس وويل للناس معك  
رواه الطبراني والبيهقي باختصار ورجل البزار  
رجل الصحيح غير حذو بن القاسم وهو ثقة

حضرت عبد اللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ وہ  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے وہاں مالیکہ آپ  
نصف لگا رہے تھے، جب آپ فانی ہوئے تو آپ نے  
فرمایا یہ خون ہے جاؤ اور اس کو ایسی جگہ ڈال دو جہاں  
اس کو کوئی نہ دیکھے، جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم سے اوجھل ہوا تو میں نے اس خون کو چاٹ لیا  
جب میں واپس آیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے  
عبد اللہ تم نے کیا کیا، انھوں نے کہا میں نے اس کو ایسی  
جگہ رکھ دیا کہ میرا گمان ہے اس کو کوئی نہیں دیکھے گا،  
آپ نے فرمایا شاید تم نے اس کو پی لیا ہے، انھوں  
نے کہا ہاں، آپ نے فرمایا تم سے خون پینے کے  
یہ کس نے کہا تھا، تم پر انھوں نے جو لوگوں کی طرف  
سے اور لوگوں پر انھوں نے جو تہاری طرف سے۔ اس  
حدیث کو امام طبرانی نے اور امام بزار نے اختصار سے  
روایت کیا ہے، احمد بن قاسم کے سوا بزار کے تمام  
راوی صحیح کے راوی ہیں اور وہ بھی ثقہ ہیں۔

- ۱۔ حافظ ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ، الاستیعاب ج ۲ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۹۸ھ  
۲۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد  
۳۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۰ھ، معجم الزوائد ج ۸ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۲۰ھ  
۴۔ معجم الزوائد ج ۸ ص ۲۷۰



علامہ سیوطی نے اس حدیث کو حافظ ابو نعیم رافعی اسلمیہ کے حوالے سے بھی لکھا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے "تم کو جہنم کی آگ صرف قسم پر مبنی کرنے کے لیے چھوئے گی۔" ۱۔

عن سفینۃ قال احتجہ النبی صلی اللہ علیہ و  
سلو قال خدا هذا الدم فاذا فذ من الدواب و  
الطیر والناس فتغیبت فشریت ثم ذكرت  
ذلك لم فتحک روایہ الطبرانی والبخاری و  
رجال الطبرانی ثقافت۔ ۲۔

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس مکان، آپ نے فرمایا اس خون کو جانوروں، پرندوں اور لوگوں سے بچا کر دفن کر دو، میں نے چھپ کر اس خون کو پی لیا پھر نبی نے آپ سے اس کا ذکر کیا تو آپ ہنسے۔ اس حدیث کو امام طبرانی، امام دارقطنی نے روایت کیا ہے اور طبرانی کے راوی ثقہ ہیں۔

علامہ سیوطی نے لکھا ہے اس حدیث کو امام ابویعلیٰ، امام ابن ابی عمیر اور امام ترمذی نے سنن کبریٰ میں بھی روایت کیا ہے۔ ۳۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی ہو گیا تو ان کے والد حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون چوس کر بنگلی لیا، ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انھوں نے کہا ہاں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخم کا خون پی رہا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کے خون کے ساتھ میل خون مل گیا ہے اب اس کو آگ نہیں چھوئے گی، اس حدیث کو امام طبرانی نے اوسط میں روایت کیا ہے، اور اس کی سند میں کوئی ایسا راوی نہیں ہے جس کے ضعف پر اتفاق ہو۔

عن ابو سعید الخدری ان اباه مالک بن  
سنان لما أصیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
فی وجہہ یوم احد من دم رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم وازدردہ فقیل لہ ان تشرب الدمار  
فقال نعم اشرب دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ و  
سلو فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالط  
دمی دمه لا تمسه النار وروایہ الطبرانی فی الاوسط  
ولہ اثر فی السننۃ من اجمع علی وضعہ۔ ۴۔

اس حدیث کو علامہ سیوطی نے حاکم کے حوالے سے بیان بھی کیا ہے۔ ۵۔

۱۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۲۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

۳۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد

۴۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ

۵۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، خصائص کبریٰ ج ۲ ص ۲۵۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد



شیخ اشرف علی تھانوی نے ان تمام روایات کو مفتی ابوبنی بخش کا مدحیہ کی کتاب شیعہ الحیث کے حوالے سے ترجمہ کر کے نشر الطیب میں بیان کیا ہے۔  
 شیخ نور شاہ کشمیری نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے فضائل کی طہارت کا مسئلہ مذہب اربعہ کے کتابوں میں موجود ہے۔  
 انبیاء علیہم السلام اور خصوصاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل شریفہ کی طہارت کا مسئلہ میں نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث اور جلد ساوکس میں زیادہ تفصیل اور تحقیق سے لکھا ہے اور اس مسئلہ میں بعض علماء کے جو شبہات ہیں ان کے جوابات نہایت تفصیل اور تحقیق سے ذکر کیے ہیں۔ اہل علم اور اہل نظر کے لیے یہ ابحاث لائق مطالعہ ہیں۔  
**رطوبت فرج کی طہارت یا عدم طہارت کی تحقیق** اس باب کی احادیث میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرؤں سے نکھ

منی کفر دیا کرتی تھیں۔  
 علامہ نووی شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:  
 عورت کی فرج کی رطوبت کی طہارت یا عدم طہارت میں علماء کا اختلاف ہے، زیادہ ظاہر یہ ہے کہ عورت کی فرج کی رطوبت ظاہر ہے۔  
 علماء کی ایک جماعت نے اس حدیث سے عورت کی فرج کی رطوبت کی طہارت پر استدلال کیا ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں احکام محال ہے کیونکہ وہ شیطانِ خراب کی وجہ سے ہوتا ہے، اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرؤں پر جو منی حق ہو جہاں کے سبب سے تھی، اس وجہ سے وہ منی رطوبت فرج سے مل کر گدھری اب اگر یہ رطوبت نجس ہوتی تو اس سے اعتقاد کی وجہ سے منی بھی نجس ہو جاتی اور اس کو کھر چٹا کافی نہ ہوتا بلکہ دھونا پڑتا۔ اور جو علماء رطوبت فرج کی نجاست کے قائل ہیں وہ اس کے دو جواب دیتے ہیں، ایک یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام محال نہیں ہے کیونکہ یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ شیطانِ خراب کی وجہ سے ہو بلکہ بعض اوقات بغیر کسی جواب کے منی زیادہ ہونے کی وجہ سے خارج ہو جاتی ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے یہ منی مقدمات جماع کی وجہ سے خارج ہوئی ہو اور رطوبت فرج سے مختلط نہ ہوئی ہو نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی بن کعب انہ قال یا رسول اللہ! ۱۵۱  
 جامعہ الرجال المرأۃ فلہ یترک؟ قال یغسل ما  
 من المرأۃ منہ ثم یتوضأ ۱۵۲  
 حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں،  
 انھوں نے کہا یا رسول اللہ! جب کوئی مرد کسی عورت  
 سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو وہ آپ نے فرمایا:

- ۱۔ شیخ اشرف علی تھانوی مترقی ۱۳۶۲ھ و نشر الطیب ص ۱۶۲، مطبوعہ تاج کتبہ لیسٹڈ کراچی
- ۲۔ شیخ نور شاہ کشمیری مترقی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۱ ص ۲۵۰ مطبوعہ مطبعہ مجازی مصر ۱۳۵۷ھ
- ۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی مترقی ۶۷۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ نور محمد امج المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ



الفصل احوط و ذالک الآخر

عصمت کے ساتھ جماع کرنے سے اس کے عضو پر جو کچھ لگا ہے اس کو دھو لے اور وضو کر کے نماز پڑھے امام بخاری نے کہا غسل کرنے میں زیادہ احتیاط ہے اور یہی آخری حکم ہے۔

حافظ ابن حجر مستطانی شافعی لکھتے ہیں: عورت کے جسم سے اس کے عضو پر جو کچھ لگا ہے، اس سے مراد رطوبت فرج ہے۔

اس کا مطلب یہ ہے علامہ ابن حجر مستطانی کے نزدیک رطوبت فرج نجس ہے، علامہ عینی نے بھی یہی لکھا ہے۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی حنفی لکھتے ہیں: امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک عورت کی فرج داخل کی رطوبت نجس ہے، اس لیے اگر کوئی شخص احوال کرے اور انزال سے پہلے عضو نکال لے تو عضو کو دھو تا فرغن ہے اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک فرج داخل کی رطوبت بدن کی باقی رطوبتوں کا طرح ہے۔ علامہ ابن مابدین شافعی لکھتے ہیں فرج خارج کی رطوبت بالاتفاق طاهر ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے زیادہ صحیح ر علامہ نووی نے زیادہ ظاہر لکھا ہے۔ سیدی فقرہ ایہ ہے فرج کی رطوبت نجس نہیں ہے، علامہ ابن حجر نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ یہ سفید پانی ہے جو مذی اور پسینہ سے ملتا جلتا ہے اور یہ فرج کے باطن سے نکلتا ہے جس کا دھونا واجب نہیں ہے اور جو پانی فرج سے نکلے وہ قطعاً طاهر ہے اور باطن فرج کے ماوراء سے جو چیز نکلے وہ قطعاً نجس ہے اور ہم باب الاستنجاء کے آخر میں ذکر کریں گے کہ بچے کی رطوبت، بکری کے بچہ کی رطوبت اور انڈے کی رطوبت طاهر ہے۔

بَابُ نَجَاسَةِ الدَّمِ وَكَيْفِيَّةِ غَسْلِهِ عَمَلٌ كِي نَجَاسَتِہٖ اور اس کو دھونے کا طریقہ

۵۸۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكَيْفِيَّةً كَمَا نَا هِشَامُ بْنُ عَمْرٍو وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَالتَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ

سنت اسامہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور کہنے لگی ہم عورتوں میں سے کسی کے

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۵ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۸۱ھ
- ۲۔ علامہ شہاب الدین احمد بن علی بن عبد المستطانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۹۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۸۱ھ
- ۳۔ علامہ بدیع الدین محمد بن احمد بن علی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، حلیۃ القاری ج ۲ ص ۲۵۳، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیریہ بیروت، ۱۳۳۸ھ
- ۴۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی ۱۱۸۸ھ، در مختار علی الممشی و المحتاج ج ۱ ص ۸۸، مطبوعہ مطبعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۳۲ھ
- ۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شافعی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۸، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ



عِشَامُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي قَاطِبَةُ عَنْ أَسْمَاءَ  
قَالَتْ جَاءَتِ امْرَأَتُكَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَسَلَّمَ فَقَالَتْ إِنَّهُ أَنَا يُصِيبُ قَوْلُهَا مِنْ دَعْوِ  
الْمَوْتِ كَيْفَ تَقْتَضِيهِ قَالَ تَحْتَهُ ثُمَّ تَقْرَأُ بِالْكَوْ  
ثَرِ تَنْصَحُهُ ثُمَّ تَقُولُ بَيْتًا -

۵۸۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ كَعْبٍ  
وَحَدَّثَنِي أَبُو الظَّاهِرِ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ  
أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَالِحٍ وَمَالِكُ بْنُ  
أَتِيٍّ وَغَيْرُ ذَيْنَ الْعَارِثِ كُلُّهُمْ عَنْ عِشَامِ بْنِ  
عَمْرٍو وَتَرْجُمَةُ الْإِسْمَاعِيلِيِّ حَتَّى يَخْتَلِفَ يَحْيَى بْنُ سَعْدٍ

کپڑے پر حین (ماہواری) کا خون لگ جاتا ہے اس  
کپڑے کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا پہلے اس پر  
موتے (خون) کو کھرج ڈالے پھر پانی سے دگر  
اس کے بعد پانی بہا کر صاف کرے پھر اس کپڑے  
کے ساتھ نادر پڑھ سکتی ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ  
بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

علامہ یحییٰ بن شریف نووی شافعی لکھتے ہیں:  
اس حدیث سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ خون

نجاست کو زائل کرنے کے متعلق امر مذہب کی آراء

نجس ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے، نیز اس سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ نجاست کو زائل کرنے کے لیے  
مدد کی شرط نہیں ہے، بلکہ اس کو صاف کرنا کافی ہے۔

نجاست کو زائل کرنے کے لیے اس نجاست کو صاف کرنا واجب ہے، اگر نجاست جلی ہو اور نظر نہ آتی  
ہے جیسے پیشاب وغیرہ تو اس کو ایک بار دھونا واجب ہے اور زیادہ دفعہ دھونا واجب نہیں ہے، لیکن دوسری  
اور میری بار دھونا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص عینہ  
سے بیدار ہو تو تین بار دھونے سے پہلے اپنے ہاتھ کو برتن میں نہ ڈالے اور اگر وہ نجاست عینہ ہو اور  
نظر آتی ہو مثلاً خون وغیرہ تو اس کا بیہینہ ازالہ کرنا ضروری ہے اور اس کو دو بار تین بار دھونا مستحب ہے۔ آیا کپڑے  
کو دھونے کے بعد اس کو بچھڑانا بھی شرط ہے؟ اس میں دو قول ہیں، زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ شرط نہیں ہے۔ اگر  
نجاست عینہ کو دھو دیا اور اس کا رنگ نظر آتا رہا تو کوئی حرج نہیں ہے بلکہ طہارت حاصل ہو گئی اور اگر اس کا  
خالقہ باقی رہا تو کپڑا نجس ہے اور خالقہ کو زائل کرنا ضروری ہے اور اگر نجاست کی برباقی رہی تو اس میں امام شافعی  
کے دو قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ وہ طہر ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ وہ طہر نہیں ہے۔

علامہ مرغینانی شافعی لکھتے ہیں

نجاست کی دو قسمیں ہیں مری (دکھائی دینے والی) غیر مری (نہ دکھائی دینے والی) جو نجاست مری ہو  
اس کی طہارت بیہینہ اس نجاست کے زائل ہونے سے ہوگی، کیونکہ نجاست کا بیہینہ اس چیز میں حلول ہو گیا اس  
لیے اس کا زوال ضروری ہے، ہاں اگر اس کا کچھ اثر باقی رہ جائے جس کا زائل کرنا دشوار ہو تو کوئی حرج نہیں،



اس سے معلوم ہوا کہ اگر ایک بار دھونے سے وہ نجاست رائل ہو گئی تو اس کو مزید دھونا ضروری نہیں ہے اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ اور جو نجاست غیر رائل ہو اس کو اس وقت تک دھونا چاہیے جب تک دھونے والے کو اس کی طہارت کا ظن غالب نہ ہو جائے، اس میں مشائخ نے تین بار دھونے کا اندازہ کیا ہے، کیونکہ عین بار دھونے سے ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے، اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیدار ہونے والے شخص کو تین بار ہاتھ دھونے کا حکم دیا ہے، اور ظاہر الروایہ کے مطابق ہر بار پھر دھونا بھی ضروری ہے۔

مقام حیرت یہ ہے کہ فقہاء شافعیہ کثرت کے جھوٹے برقع کو ترسالت مرتبہ دھونا ضروری قرار دیتے ہیں اور جن کپڑے پر پیشاب لگا ہو اس کو ایک مرتبہ دھونے کا کافی سمجھتے ہیں۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى نَجَاسَةِ الْبَوْلِ وَوُجُوبِ  
الْإِسْتِبْرَاءِ

احتراز کا وجوب

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبروں سے گزر رہا تھا، آپ نے فرمایا ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی ایسی وجہ سے نہیں ہو رہا جس سے بچنا دشوار ہو، ان میں سے ایک شخص چٹیل کھایا کرتا تھا، اور دوسرا پیشاب سے بچنے میں احتیاط نہیں کرتا تھا، پھر آپ نے ایک سبز شاع منگائی، اس کے دو ٹکڑے کیے اور ایک ٹکڑا ایک قبر پر گاڑ دیا اور دوسرا دوسری قبر پر پھر فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں خشک نہیں ہوں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسماعیل ثقفی کے ساتھ منقول ہے۔

۵۸۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجِيُّ وَأَبُو كَثِيرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ بَرَكَةَ قَالَ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ أَنَا وَقَالَ الْأَخْطَابُ تَابُوا وَكَيْفَ قَالَ قَالَ الْأَعْمَشُ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا يُحَدِّثُ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى قَبْرَيْنِ قَالَ أَمَّا تَهْمَا لِيُعَذَّبَا وَهَذَا يُعَذَّبَانِ فِي كَيْفٍ أَمَّا أَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِي بِالشَّيْئَةِ أَمَّا الْآخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهِ قَالَ فَدَعَا بِعَسِيبٍ رَطْبٍ فَشَقَّهُ بِأُصْبُعَيْنِ شَقًّا مَرَّسًا عَلَى هَذَا إِذَا جَدَّ وَوَضَعَهُ عَلَى هَذَا ثُمَّ قَالَ لَعَلَّهُ أَنْ يُخَفَّفَ عَنْهُمَا مَا كَفَرُ يَبْسُكَا .

۵۸۶۔ حَدَّثَنَا ثَلَاثَةٌ أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ الْأَذْرِيُّ قَالَ تَابُوا مَعْلَى بْنُ أَسَدٍ قَالَ تَابُوا عَنْهُ الْوَجَاعُ عَنْ سَعْدَانَ الْأَعْمَشِ وَبِهِ الْإِسْكَادُ غَيْرَ أَشَدَّ قَالَ وَكَانَ الْآخَرُ لَا يَسْتَتِرُ عَنِ الْبَوْلِ أَذً مِنَ الْبَوْلِ .



**گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی تحقیق** | حدیث نمبر ۵۸۵ میں ہے ان کو کسی کبیرہ گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں:

پیشاب سے نہ پینا اس لیے کبیرہ گناہ ہے کہ اس کی وجہ سے نماز کا باطل ہونا لازم آتا ہے اور چٹائی کرنا اس لیے گناہ کبیرہ ہے کہ چٹائی کی تشریف ہے:

نقل کلام بعض الی بعض علی جهة الاضاح۔

اور جرمیز فقہ اور فساد کا باعث ہو اس کا گناہ کبیرہ ہونا واضح ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان کو کسی کبیرہ کے سبب عذاب نہیں ہو رہا حالانکہ یہ

گناہ کبیرہ ہیں اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ ان کے زعم میں یہ گناہ کبیرہ نہ تھا، دوسرا جواب یہ ہے کہ کبیرہ کے

گناہ کبیرہ مراد نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ ان گناہوں سے پینا ان کے لیے گناہ بڑا اور دشوار کام نہ تھا۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

گناہ کبیرہ وہ ہے جس کے ارتکاب پر عدل لازم ہو، دوسری تشریف یہ ہے کہ جن کام کے ارتکاب پر وحید

شدید ہو وہ گناہ کبیرہ ہے، اور صغیرہ پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ حدیث میں ہے لا صغیرۃ الا مع الاصرار

”اصرار کے ساتھ گناہ صغیرہ نہیں ہوتا“

علامہ ابن عابدین شافعی لکھتے ہیں:

علامہ ابن نجیم نے گناہوں کے بیان میں ایک

رسالہ تحریر کیا ہے، اس میں ہے: ہر مکروہ تحریمی گناہ

صغیرہ ہے اور گناہ صغیرہ پر دوام کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

اس سے عدالت ساقط ہو جاتی ہے۔

صرح العلامة ابن نجیم فی رسالۃ المؤلفۃ فی بیان

المعاصی بان کل مکروہ تحریمی من الصفات و صرح ایضاً

بانہم بشرط الاستقامۃ علیہا بالصدیقۃ الامانۃ

علیہا ۱۷۷

اس کا حاصل یہ ہے کہ فرض کا ترک اور مرام کا ارتکاب گناہ کبیرہ ہے اور واجب کا ترک اور مکروہ تحریمی کا ارتکاب

گناہ صغیرہ ہے اور صغیرہ پر اصرار گناہ کبیرہ ہے، اصرار کا مطلب یہ ہے کہ بار بار صغیرہ کرے اور اس پر دوام اور

تائب نہ ہو، صغیرہ پر اصرار اس لیے کبیرہ ہے کہ گناہ کرنے والا معصیت پر جہالت اور وسوسہ کرتا ہے اور توبہ میں

کرتا، اور معصیت پر جہالت کرنا، اس کو معمولی سمجھنا اور توبہ نہ کرنا یہ گناہ کبیرہ ہے ورنہ اگر صغیرہ کا تکرار ہو تو یہ گناہ کبیرہ

نہیں ہے تکرار کا مطلب یہ ہے کہ صغیرہ پر دوام اور تائب ہو اور پھر دوبارہ صغیرہ کا ارتکاب کرے اور پھر اس پر

دوام اور تائب ہو یہ تکرار معصیت نہیں ہے، مجبوسے ایک بار ایک علی مجلس میں ایک عالم

نے سوال کیا تھا کہ صغیرہ کے بعد صغیرہ کرنا اسی وجہ کی معصیت ہے یہ کبیرہ کیوں ہوتا ہے، اس وقت میرے تکرار

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۷۲۹ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۱۶، مطبوعہ دارۃ الطبائے المیریہ مصر

۳۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شافعی متوفی ۱۲۵۴ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۳۵، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ



مسیحیت اور اہل مسیحیت کا یہ فرق بیان کیا تھا۔

قبر پر سبز شاخ اور پھول رکھنے کے متعلق فقہاء اربعہ کے نظریات اور بحث و نظر | اس حدیث میں ہے  
وہ علم نے ایک سبز شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ان ٹکڑوں کو ان قبروں پر گاڑ دیا اور فرمایا جب تک یہ ٹکڑے  
نہیں ہوں گی۔ ان سے عذاب میں تخفیف رہے گی۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

علامہ خطابی نے کہا ہے کہ عذاب میں تخفیف کا وجہ، ہر کتاب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شاخ گاڑنے  
کی برکت کی وجہ سے جو، اور اس کی وجہ شاخ کے سبز ہونے کی خصوصیت نہ جو، علامہ نووی نے کہا یہ حدیث اس پر مبنی ہے  
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے تخفیف عذاب کی شفاعت کی تھی اور ان شاخوں کے سبز رہنے تک آپ کی  
شفاعت قبول کر لی گئی۔ ایک قول یہ ہے کہ جب تک شاخ تر رہتی ہے تسبیح کرتی ہے اور جب سوکھ جاتی ہے  
تو تسبیح نہیں کرتی اور قرآن مجید میں ہے:

ان من شجر الا یسبح بحمداہ۔

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔  
اس کا معنی ہے ہر زندہ چیز اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے اور شاخ کی حیات اس وقت تک ہے جب  
تک کہ وہ سر سبز اور تر و تازہ ہو، اور پھر کی حیات اس وقت تک ہے جب تک اس کو توڑا نہ جائے، لیکن  
محققین کا مذہب یہ ہے کہ یہ حمد اور تسبیح اپنے مہم پر ہے۔ اور ہر چیز حقیقتہً تسبیح کرتی ہے اور بعض  
علامہ نے یہ کہا کہ ہر چیز کی تسبیح یہ ہے کہ اس کا وجود مصلحت کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

اس حدیث کی بناء پر علامہ نے قبر کے پاس قرآن مجید کی تلاوت کو مستحب قرار دیا ہے کیونکہ جب شاخ کی  
تسبیح کی وجہ سے تخفیف عذاب مترتب ہے تو تلاوت قرآن کی وجہ سے تخفیف عذاب کی زیادہ توقع ہے،  
اگر یہ کہا جائے کہ جب ہر چیز کا تسبیح کرنا اپنے مہم پر ہے تو اس حدیث میں تخفیف عذاب کو شاخ کے تر  
رہنے تک کیوں موقوف کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے جیسے جنم

کے فرشتوں کی تعداد کی خصوصیت کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔  
شیخ الورشاہ کشمیری اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

عذاب میں تخفیف کی وجہ اس شاخ کی تسبیح کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لمحو کی برکت  
کی وجہ سے ہے، (القول فی رد المحتار) فادنی ہندیہ میں مطالب المؤمنین سے نقل کیا ہے کہ قبروں پر پھول ڈالنا جائز ہے  
اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے میں کہتا ہوں کہ علامہ عینی نے تصریح کی ہے کہ یہ عیبت اور لغو ہے (بلکہ  
علامہ عینی نے اس کے برعکس لکھا ہے جیسا کہ ہم نے ابھی نقل کیا ہے، سعیدی غفر لہ)۔  
شیخ بدر عالم میرٹھی اس کے ماحیہ میں لکھتے ہیں:

۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ و ۱۱۰۵ھ، مطبوعہ ادارۃ المطابع النشیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

۲۔ شیخ الورشاہ کشمیری متوفی ۱۳۵۲ھ، بیض الباری ج ۱ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبع مجازی مصر، ۱۳۵۷ھ



قبروں پر پھول ڈالنے کے مسئلہ میں لوگوں نے غلو کیا ہے اور اس کو تخفیف کی علامت بنا دیا ہے اللہ جو قبروں پر پھول نہیں ڈالتے ان کو دہلیہ کہتے ہیں، تم غور کرو ان قبر والوں کے عذاب میں تخفیف کو بھی صلی اللہ علیہ وسلم کا شفقت سے قرار دینا افضل ہے یا درخت کی تسبیح سے؟ اور اگر یہ لوگ اتباع حدیث کا دعویٰ کرتے ہیں تو قبر پر درخت کا شاخ لگائیں پھول کیوں ڈالتے ہیں؟ اور محدثین کی قبروں پر شاخ لگائیں ذکر مقررین کی قبروں پر اور صحابہ کرام جو حدیث کی ظاہراً و باطناً اتباع کرتے تھے منقول نہیں ہے کہ انھوں نے اس پر عمل کیا تھا عظیم یاد دہنے، اگر اس میں کوئی فائدہ ہوتا تو وہ اس کو ترک نہ کرتے اور یاد دہنے کے بعض اوقات بدعت کا مادہ طاقت ہوتا ہے لیکن اس کی اسی طرف سے ایک خاص حیثیت بنائی جاتی ہے اور خود کو تشریع کے منصب پر فائز کر لیا جاتا ہے یہ لوگ اس آیت کا مصداق ہیں:

الذین ضلّ سعيهم في الحياة الدنيا وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا . (کہف، ۱۸۱)

وہ لوگ جن کی ساری کوششیں دنیا کی زندگی میں گم ہو گئیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم اچھا کام کر رہے ہیں اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوتی تھی تو اس قید کی کیا وجہ ہے کہ جب تک درخت کا شاخ خشک نہ ہو عذاب میں تخفیف رہے گی، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ کی برکت کے اثر کی اتنی ہی مدت تھی جیسا کہ شیخ کشمیری نے لکھا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کی برکت کا کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کی اطاعت اور آپ کے افعال کی اتباع مطلقاً ثابت ہے ماسوا ان کاموں کے جو آپ کی خصوصیت ہوئے اور خصوصیت کا معیار یہ ہے کہ جس کام سے آپ نے امت کو کلی النعم منع فرمایا ہو اور خود اس کام کو کیا ہو جیسے بیک وقت چار سے زیادہ ازدواج کر نکاح میں رکھنا، آپ کی ازدواج سے آپ کے وصال کے بعد نکاح حرام ہونا اور آپ کے ترکہ میں وراثت کا نہ جاری ہونا وغیرہ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کی شاخ کو قبر پر گاڑنے سے منع نہیں فرمایا اس لیے یہ فعل آپ کی خصوصیت نہیں ہے اور آپ کے وصال کے بعد یہ فعل بعض صحابہ سے ثابت ہے، حافظ ابن حجر عسقلانی کی بھی یہی تحقیق ہے جس کو ہم منقریب بیان کریں گے۔

امام بخاری کا ذکر کرتے ہیں:

وأوصى بريد الأسلمي أن يجعل في قبره جريدان .

علامہ بدر الدین عینی صنفی لکھتے ہیں:

حضرت بريد الأسلمي کا ہاتھ چھری میں مروی انتقال ہوا تھا اس میں حکمت یہ تھی کہ کھجور کے درخت کی برکت حاصل کی جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شجرہ طیبہ فرمایا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء کی جائے کیونکہ آپ

۱۔ شیخ بدر عالم سیوطی، حاشیہ مفید الباری ج ۱ ص ۳۱۱، مطبوعہ مطبعہ حجازی مصر ۱۳۵۵ھ

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ



نے درخت کی شاخ کے دو ٹکڑے قبر پر رکھے تھے۔ ۱۷

علامہ بدرالدین عینی کی اس عبارت سے بھی معلوم ہو گیا کہ مقررین کی قبر پر بھی درخت کی شاخ رکھنا جائز ہے کیونکہ امت میں صحابی رسول سے بڑھ کر اور کون مقرب ہو گا، نیز جو عمل عام مسلمانوں کے لیے تخفیف مذاب کا باعث ہوتا جو مقررین کے لیے وہ عمل ترقی درجات کا سبب ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ صحابہ کرام نے اس فعل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت نہیں سمجھا تھا۔

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:

قبرستان سے سرسبز گھاس کا ٹنا مکروہ ہے اور سوکھی ہوئی گھاس کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں ہے جیسا کہ اجماع الراقی، درمقرر اور شرح المنیہ میں ہے، امداد میں اس کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ تروتانہ گھاس اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کرتی ہے جس سے میت کو تسکین ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر سے رحمت نازل ہوتی ہے اور قاضی خاں میں بھی اسی طرح لکھا ہے، علامہ شامی فرماتے ہیں، میں کہتا ہوں اس کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سبز شاخ کو توڑ کر اس کے دو ٹکڑے کیے اور وہ ان دو قبروں پر رکھ دیے جن میں قبر والوں کو مذاب ہو رہا تھا اور اس کی علت ان شاخوں کا خشک نہ ہونا قرار دیا، یعنی ان شاخوں کی تسبیح کی برکت سے ان کے مذاب میں تخفیف ہو گی اور سبز گھاس کی تسبیح خشک گھاس کی تسبیح سے اکمل ہے کیونکہ سبز میں ایک قسم کی حیات ہوتی ہے۔ اور اس عبارت اور اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی وجہ سے سبز شاخ کو قبر پر رکھنا مستحب ہے، ہمارے زمانہ میں اس کے پھولوں کی شاخیں جو قبر پر رکھی جاتی ہیں وہ اسی قیاس پر ہیں، فقہاء شافعیہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور یہ بعض مالکیہ کے اس قول سے اولیٰ ہے کہ مذاب میں تخفیف بھی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور آپ کی دعا سے حاصل ہوئی (یہ علامہ خطابی کا قول ہے) اس لیے مدبروں کا آپ پر قیاس نہیں ہو گا۔ حالانکہ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت بریدہ بن حبیب رضی اللہ عنہ نے یہ وصیت کی تھی کہ ان کی قبر پر دو شاخیں رکھی جائیں۔ ۱۸

علامہ طحاوی اس حدیث کو نقل کرتے کے بعد لکھتے ہیں:

درخت کی شاخ کے سنا میں ہر وہ چیز داخل ہے جس میں کسی بھی درخت کی رطوبت ہو (الی قول) مشکوٰۃ کی شرح میں لکھا ہے، ہمارے متاخرین اصحاب میں سے بعض ائمہ نے فتویٰ دیے کہ پھولوں اور درخت کی شاخوں کو رکھنے کا جو معمول ہے وہ اس حدیث کی وجہ سے سنت ہے اور جب درخت کی شاخ کی تسبیح کی وجہ سے تخفیف کی امید کی جاتی ہے تو قرآن مجید کی تلاوت کی برکت تو بہت عظیم ہے۔ ۱۹

۱۷۔ علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۸ ص ۸۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعة المنیہ، مصر ۱۳۸۰ھ

۱۸۔ علامہ ابن منظور افریقی نے اس کا معنی لکھا ہے ضرب من الریاضین پھولوں کی ایک قسم ہے لسان العرب ج ۶ ص ۱۹، طبع ایران

۱۹۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، نوالہما ج ۱ ص ۸۲۶-۸۲۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ

۲۰۔ علامہ سید احمد بن محمد طحاوی متوفی ۱۱۳۱ھ، عاشیۃ الطحاوی علی مراآقی الفلاح ج ۸ ص ۱۳۷، مطبوعہ مطبعہ طحاوی، ابانہ و اولادہ مصر ۱۳۵۶ھ



علامہ قاری حنفی کہتے ہیں:

وہو۔ ثم افنتی بعض الاثمۃ من متاخری  
اصحابنا بان ما انفکد من وضع الریحان والجرید  
سنۃ لهذا الحدیث۔  
اسی وجہ سے ہمارے متاخرین اصحاب میں سے  
بعض ائمہ نے یہ توی دیا ہے کہ دعوت کی شاعری اور  
پھولوں کو (قبر پر) رکھنے کا معمول اس حدیث کی بناء  
پر سنت ہے۔

اس کے بعد علامہ قاری نے علامہ خطابی کے انکار کا رد کیا ہے۔  
شیخ عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں:

وتمسک کنند این جماعت بایک حدیث در انداختن  
سبزہ و گل را بر قبورے  
جو لوگ زندہ چیز کی تسبیح کے قائل ہیں وہ اس  
حدیث سے قبروں پر سبزہ اور پھولوں کے ڈالنے پر  
استدلال کرتے ہیں۔

علامہ نظام الدین حنفی کہتے ہیں:

وضع الوعد والریاحین علی القبر حسن۔  
حافظ ابن حجر مستطانی شافعی، علامہ خطابی کے  
دلیلی فی السیاق ما یقطع علی امنہ با شمر  
الوضع بیدہ الکریمة بل یحتمل ان یکون امر  
به و قد تاسی بریدۃ بن الحصیب الصحابی  
بذلک فاوصی ان یوضع علی قبرہ جریذان  
دھواوی ان یلقب من غیرہ۔  
پھولوں کا قبروں پر رکھنا مستحسن ہے۔  
اس حدیث کے شروع میں ایسی کوئی چیز نہیں  
ہے جس سے قطعاً طہر پر یہ معلوم ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ  
وسلم نے خود اپنے دستِ کیم سے ان شاخوں کو  
قبر پر رکھا تھا (حتیٰ کہ آپ کی خصوصیت کا دعویٰ کیا جائے)  
بلکہ یہ بھی احتمال ہے کہ آپ نے ان شاخوں کے رکھنے  
کا امر کیا ہو اور حضرت بریدہ بن حبیب صحابی نے آپ  
کی اتباع کی ہے اور اپنی قبر پر شاخوں کے رکھنے  
کی وصیت کی اور اور لوگوں کی بجائے حضرت بریدہ  
کی اتباع کرنا زیادہ مناسب ہے۔

اور کتاب الجنازہ میں حضرت بریدہ کی حدیث کے تحت حافظ ابن حجر مستطانی شافعی کہتے ہیں:  
دکان بریدۃ حمل الحدیث علی عمومہ  
حضرت بریدہ نے اس حدیث کو عموم پر محمول کیا

۱۔ علامہ ابن سلطان محمد القاری متوفی ۱۱۴۴ھ، مرقات ج ۱ ص ۱۵۱، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، طاب ۱۳۹۰ھ

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۷۰، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، طاب ۱۳۹۰ھ

۳۔ علامہ نظام الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۵ ص ۳۵۱، مطبوعہ مطبع امیر کبریٰ، بلاق مصر، ۱۳۱۰ھ (۱۹۹۱ء)

۴۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر مستطانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۳۸، مطبوعہ دار نشر المکتبۃ الاسلامیہ، طاب ۱۳۹۰ھ



وہ بیدار خاصاً ہذا ینک الدرجین ین  
علامہ شریعتی شافعی لکھتے ہیں:

ایضاً وضع الجریب الاخضر علی القبر وکذا  
الریحان ونحوہ من الشیء الرطب ۛ  
حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی لکھتے ہیں:

قال: وقد قيل ان النعني فيه انه يسبح عادماً  
رطباً فيحصل التحقیف ببرکۃ التسبیح وعلی  
هذا فيطرو فی کل ما فيه رطوبة من الاشجار  
وغیرها وکذا لک فیما فیہ برکۃ کالذکر  
وتلاوة القرآن من باب الاولى ۛ

علامہ وشتانی ابی مامی لکھتے ہیں:

وجرى عرف الناس في بعض البلاد بسط  
الغوص علی قبور الموتی فلعلم استئذاناً  
بهذا الحديث (الی قولہ) وادعی بريد  
الاسلمی ان يجعل علی قبره جريد کان  
فعله یسماً بهذا الحديث وفعله صلی  
الله علیہ وسلم ۛ

ڈاکٹر محمد زحلی لکھتے ہیں:

قال الشافعية لا بأس بطيب القبر وقالوا  
ايضاً مع الحنابلة والحنفية: ويندب ان  
يرش القبر بماء ويسن وضع الجريد الاخضر  
والريحان ونحوه من الشیء الرطب علی القبر ۛ

اور اس عمل کو ان دو قبر والوں کے ساتھ مخصوص نہیں قرار دیا۔

قبر پر سبز شاخ کا رکھنا سنت ہے اسی طرح پھول  
اور ہر تر چیز کا رکھنا سنت ہے۔

علامہ خطابی نے لکھا ہے کہ بے شک یہ بھی ایک  
قول ہے کہ شاخ جب تک تر ہوگی تسبیح کرتی رہیگی  
اور تسبیح کی برکت سے عذاب میں تخفیف ہوگی، اس بنا  
پر یہ حکم ہر اس چیز میں جاری ہوگا جس میں تراوٹ ہو  
خواہ وہ درخت ہو یا غیر، اسی طرح جس چیز میں برکت  
ہو جیسے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآن مجید امدان سے  
بہتر یعنی ادنیٰ عذاب میں تخفیف ہوگی۔

قاضی سلیمان مامی نے بیان کیا ہے کہ بعض شہروں  
میں یہ عرف کہ قبروں پر کھجور کے پتے بچاتے ہیں، ان  
کا یہ عمل اس حدیث کی بنا پر ہے، اور حضرت بریدہ سلمی  
نے وصیت کی کہ ان کی قبر پر درشاہیں رکھی جائیں ان کا  
یہ عمل نہیں ملے، اللہ علیہ وسلم کے فعل اور اس حدیث کی اتباع  
پر جہنم ہے۔

فقہاء شافعیہ نے کہا ہے کہ قبر پر خوشبو لگانے  
میں کوئی حرج نہیں ہے، نیز فقہاء شافعیہ عنبلیہ اور عنقیہ  
نے یہ کہا ہے کہ قبر پر پانی کے چھینٹے ڈالنا مستحب  
ہے اور قبر پر سبز شاخ پھول اور کسی تر چیز کو رکھنا سنت ہے۔

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح اباری ج ۳ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

۲۔ علامہ محمد شریعتی، خطیب من قرن العاشر، مفتی المحتاج ج ۱ ص ۳۶۴، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح اباری ج ۳ ص ۲۲۲ مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ بیروت ۱۴۰۱ھ

۴۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن علی وشتانی ابی مامی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال اسم ج ۲ ص ۷۳، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت

۵۔ ڈاکٹر محمد زحلی، الفقه الاسلامی وادلتہ، ج ۱ ص ۵۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ



احمد رضا علی احسان مذاہب اربعہ کے فقہار اور محدثین کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ قبر پر منبر شاخوں اور پھولوں کا رکھنا سنت ہے اور شیخ بدر عالم میرٹھی، شیخ شبیر احمد عثمانی اور شیخ ازہر کشمیری کا اس فعل کو عبث اور بدعت کہنا صحیح نہیں ہے نیز ان حضرات کا یہ کہنا بھی غلط واقع ہے کہ صرف مقبرین کی قبروں پر پھول رکھے جاتے ہیں اور عوام کی قبروں پر پھول نہیں رکھے جاتے، ہم نے عام قبرستانوں میں متعدد عام قبروں پر پھول رکھے دیکھے ہیں، اب بھی کراچی کے کسی قبرستان میں آپ جمرات کو یا شب بارات کو چلے جائیں تو بے شمار عام قبروں پر پھول رکھے ہوئے نظر آئیں گے، اور جس طرح پھولوں کی تسبیح گنہگاروں کے لیے رنج عذاب کا موجب ہے اسی طرح وہ مقبرین کے لیے درجات کی بلندی کا سبب ہے، اسی لیے بلا وجہ مقبرین اور عباد صالحین سے مراد اور مسلمانوں سے مؤمن رکھنا نہیں چاہیے۔

**ایصال ثواب میں مذاہب فقہار اور بحیث و نظر** علامہ بدیع الدین عینی حنفی لکھتے ہیں: علامہ فطالہ نے یہ کہا ہے کہ قبروں پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا مستحب ہے، کیونکہ جب رحمت کی تسبیح سے میت کے عذاب میں تخفیف متوقع ہے، تو تعداد مجید کی برکت اسی سے توقع بہت زیادہ ہے، میں کہتا ہوں کہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہما کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کا میت کو ثواب پہنچتا ہے اور اس کی دلیل حسب قول احادیث ہیں۔

۱۔ امام ابو بکر خبار نے کتاب السنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص قبروں کے درمیان سے گزرا اور اس نے گیارہ مرتبہ قل ھو اللہ احد لینی سورہ اقل کا پڑھا پھر اس کا اجر مردوں کو بخش دیا تو اس کو ان تمام مردوں کی تعداد کے برابر اجر ملے گا۔  
۲۔ اسی کتاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے جو شخص قبرستان میں داخل ہوا اور اس نے سورہ نیس کو پڑھا اللہ تعالیٰ ان کے عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے۔

۳۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور ان کی قبر کے پاس سورہ نیس کی تلاوت کی اس کی مغفرت کر دی جائیگی۔  
۴۔ امام ابو حنیفہ بن شاہین نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے ایک بار یہ پڑھا: ھو العزیز الحکیم ھو رب السموات و رب الارض رب العلمین و رب العظماء و رب الکبریاء ھو العزیز الحکیم ھو رب السموات و رب الارض رب العلمین و رب العظماء و رب الکبریاء۔  
پھر یہ دعا کہ اسے اللہ اس کا ثواب میرے والدین کو عطا فرما تو پھر اس کے والدین کا اس پر کوئی حق ادائیگی نہیں رہے گا۔



علامہ لودوی نے یہ کہہ کر امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ قرآن مجید کا ثواب مرد سے کہ نہیں پہنچتا، یہ احادیث ان پر حجت ہیں لیکن علامہ کا اس پر اجماع ہے کہ دعا سے مردوں کو نفع ہوتا ہے اور ان کو اس کا ثواب پہنچتا ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے:

يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ۖ

وہ کہتے ہیں اے ہمارے رب ہماری مغفرت

فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی مغفرت فرما جو ہم سے

پہلے ایمان لائے ہیں۔

(حشر: ۱۰)

ان کے علاوہ اور بہت سی آیات اور احادیث مشہورہ ہیں، بعض احادیث یہ ہیں:

۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! اہل بقیع فرقہ کی مغفرت فرما۔

۲۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے زندوں اور ہمارے مردوں کی مغفرت فرما۔

نیز احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بیگیوں کا ثواب بھی مردوں کو پہنچتا ہے۔

۱۔ امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اپنے ماں باپ کے مرنے کے بعد

میں کیسے ان کے ساتھ نیکی کروں؟ آپ نے فرمایا: مرنے کے بعد ان کے ساتھ نیکی کا طریقہ یہ ہے کہ تم اپنے

روزوں کے ساتھ ان کے لیے (نفل) روزے رکھو، اور اپنے صدقہ کے ساتھ ان کی طرف سے (نفل)

صدقہ کرو۔

۲۔ کتاب القاضی میں امام ابوالحسن بن الفراء حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا یا رسول اللہ! جب ہم اپنے مردوں کی طرف سے صدقہ کریں اور ان

کی طرف سے حج کریں اور ان کے لیے دعا کریں تو کیا یہ ان کو پہنچتا ہے؟ آپ نے فرمایا: ہاں، اور وہ اس سے

اس طرح خوش ہوتے ہیں جیسے تم میں سے کسی کے پاس طباق پیش کیا جائے تو وہ اس سے خوش ہوتا ہے۔

۳۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا باپ فوت ہو گیا کیا میں اس کی

طرف سے صدقہ کروں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔

۴۔ ابو جعفر محمد بن علی بن حسین بیان کرتے ہیں کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ

کی طرف سے غلام آزاد کیا کرتے تھے۔

۵۔ حدیث صحیح میں ہے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو گئی، اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں

تو کیا اس کو فائدہ پہنچے گا؟ آپ نے فرمایا: ہاں!

اگر یہ اعتراض ہو کہ قرآن مجید میں ہے:

وَأَنْ لَّيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى ۚ

اور یہ کہ آدمی کو اسی چیز کا اجر ملتا ہے جس کی وہ

(عقل) سعی کرتا ہے۔

تو اس آیت میں علامہ کے اٹھا اقرال ہیں:

۱۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا یہ آیت اس آیت سے منسوخ ہے:



وَالَّذِينَ آمَنُوا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِإِيمَانٍ أُولَٰئِكَ مَعَهُمْ فِي سَلَامٍ  
 الْحَقُّنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ -  
 اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے ایمان  
 میں ان کی پیروی کی، ان کی اولاد کو ہم ان کے ساتھ  
 دیں گے۔ (طوسما ۲۱)

- ۱۔ اس آیت میں بتایا ہے کہ باپ کی نیکیوں کی وجہ سے ان کے معصوم بچوں کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا جاتا ہے۔
- ۲۔ حکمران نے کہا کہ یہ آیت حضرت ابراہیم اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی امتوں کے ساتھ خاص ہے اور اس میں اس کی سنی کا اجر بھی ملتا ہے اور ان کے لیے جو سنی کی جاتی ہے اس کا اجر بھی ملتا ہے۔
- ۳۔ ربیع بن انس نے کہا اس آیت میں انسان سے مراد کافر ہے۔
- ۴۔ حسین بن فضل نے کہا یہ طریق عدل انسان کو صرف اپنی سنی کا اجر ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے لیے جو سنی کی جائے اس کا بھی اجر عطا فرماتا ہے۔
- ۵۔ ابو بکر بن وراق نے کہا اس سنی کا سنی ہے ماری، یعنی انسان کو صرف اسی کی نیت کا اجر ملتا ہے۔
- ۶۔ ثعلبی نے کہا کافر کو اپنے اعمال کی صرف دنیا میں جزا ملتی ہے، آخرت میں اس کے لیے صرف سزا ہے۔
- ۷۔ اس آیت میں لام بمعنی علی ہے، یعنی انسان کو صرف اسی کے اعمال کی سزا ملتی ہے۔
- ۸۔ علامہ ابن الزحواکی نے کہا انسان کو صرف اسی کے عمل کی جزا ملتی ہے، لیکن عمل کے اسباب مختلف ہوتے ہیں کبھی وہ خود کسی چیز کو حاصل کرنے کی سعی کرتا ہے اور کبھی وہ کسی چیز کے حصول کے سبب کی سعی کرتا ہے مثلاً وہ خود نیکیاں کرے یا وہ اپنے بیٹے کو قرآن پڑھنا سکھائے اور وہ اس کے لیے قرآن پڑھے یا دین کی خدمت کرے جس کی وجہ سے لوگ اس سے محبت کریں اور اس کو ثواب پہنچائیں۔

### باب مذکور کی حدیث کے دیگر مسائل

- ۱۔ اس حدیث کے بقیہ مسائل حسب ذیل ہیں:
- ۲۔ نزدیک پر سے جسم یا جسم کے کسی حصہ میں روح کے نکلنے کے بعد اس جسم کو عذاب دیا جاتا ہے۔
- ۳۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیشاب مطلقاً نجس ہے، قلیل ہو یا کثیر۔
- ۴۔ استنجاء کرنا واجب ہے اور جس جگہ پیشاب لگ جائے اس کو دھونا واجب ہے۔
- ۵۔ چھلک کر ناجزیم ہے کیونکہ چھلک کرنے والے اور پیشاب کی تسکین سے نہ بچنے والے دونوں کو عذاب ہوا۔
- ۶۔ دونوں قبر والوں کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نام نہیں لیا، تاکہ مرنے والوں کی پردہ دری نہ ہو۔
- ۷۔ یہ واقعہ دوسرے مرتبہ ہوا، حضرت جابر کی روایت میں ہے، ان کو قبر والوں کو عذاب ہوتا تھا اور اس روایت میں عذاب کا سبب نہیں بیان فرمایا، اور اس روایت میں یہ ہے کہ آپ نے ان کی شفاعت کی اور آپ کی شفاعت ان کے حق میں مقبول ہوئی، اور حضرت ابن عباس کی روایت میں یہ بیان ہے کہ ایک چھلک کر تھا اور دوسرا پیشاب کے قطروں سے نہیں بچتا تھا اور اس میں شفاعت کا ذکر نہیں ہے۔



۷۔ ان قبر والوں کے مرنے یا کافر مرنے میں اختلاف ہے ابو موسیٰ نے کہا یہ کافر تھے انھوں نے التریب والتریب میں حضرت جابر سے روایت کیا ہے کہ یہ جو خمار کے دو آدمی تھے جو زمانہ جاہلیت میں مر گئے تھے، اور ایک قل یہ ہے کہ یہ مسلمان تھے اگر یہ کافر ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے دعا نہ فرماتے اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ بعض روایات میں ہے حضرت جابر نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی بنی ہونی بعض نئی قبروں کے پاس سے گزرتے نیز یہ قبریں بقیع میں بقیع مسلمانوں کا قبرستان ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک واقعہ کافروں کی قبروں کا ہو اور دوسرا واقعہ مسلمانوں کی قبروں کا۔ لے

برزخ اور دنیا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیک وقت رابطہ | میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس

سره العزیز نے فرمایا: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بتلایا کہ ان قبر والوں کو عذاب ہو رہا ہے یہ ظاہر فرمادیا کہ اگرچہ میں بظاہر عالم دنیا میں رہتا ہوں لیکن عالم برزخ کے احوال بھی میری نظر سے اور چل نہیں ہوتے کیونکہ عذاب اور ثواب عالم برزخ میں ہوتا ہے، اور جب یہ فرمایا کہ ان میں سے ایک چٹلی کرتا تھا اور دوسرا پیشاب سے نہیں بچتا تھا تو یہ ظاہر فرمادیا کہ میں صرمت عذاب کو نہیں دیکھ رہا بلکہ میں ان کے سبب عذاب کو بھی جانتا ہوں یا یہ بتلادیا کہ میں صرمت ان کے حال کو نہیں دیکھ رہا بلکہ ان کے ماضی اور حال دونوں سے باخبر ہوں اور جب شذخ کے ٹکڑے ان کی قبروں پر رکھ دیے اور فرمایا جب تک یہ خشک نہیں ہوں گے ان کے عذاب میں تخفیف نہ ہوگی، تو یہ ظاہر فرمادیا کہ میں صرمت ان کے عذاب کو دیکھ ہی نہیں رہا بلکہ ان سے اس عذاب کو دور بھی کر سکتا ہوں، نیز آپ نے یہ بتلادیا کہ اے میرے غلامو! اچھی طرح جان لو کہ جب میں مہتاب سے درمیان رہ کر عالم برزخ سے غافل نہیں رہتا تو عالم برزخ میں جا کر مہتاب سے احوال سے کیسے ناواقف ہو سکتا ہوں، اور جب تم میں رہ کر قبر والوں کی مدد کرتا ہوں تو خوب سمجھ لو میں قبر میں جا کر مہتابی مدد کرتا رہوں گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رابطہ ایک عالم میں رہتے ہوئے دوسرے عالم سے منقطع نہیں ہوتا، جب عالم نیند میں ہوں تو بیداری سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا (کیونکہ فرمایا میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے) اور جب عالم دنیا میں ہوں تو برزخ سے تعلق نہیں ٹوٹتا اور جب برزخ میں ہوں تو دنیا سے رابطہ منقطع نہیں ہوتا، بندوں میں رہ کر موتی کو نہیں بھولے اور شب معراج موتی کے پاس جا کر بندوں کو نہیں بھولے۔





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## کتاب الحیض

**حیض اور استحاضہ کا لغوی معنی** علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں: **حیض** نے کہا ہے کہ حیض کا معنی ہے بہنا، جب پانی بہنے لگے تو عرب کہتے ہیں حاض السیل۔ دوسروں نے کہا بزل کے درخت سے خون کے شاخہ سرخ رنگ کا پانی نکلتا ہے تو عرب کہتے ہیں حاضت السمرة۔ استحاضہ اس خون کو کہتے ہیں جو رگ سے نکلتا ہے، عورت کی ماہواری کے مقررہ ایام کے بعد جو خون جاری ہے وہ استحاضہ ہے، ایام حیض میں ناز و سوانہ ہے اور مردوں کی قضا ہے، استحاضہ میں ناز اور روزہ دونوں لازم ہیں۔ لے

**حیض اور استحاضہ کے شرعی معنی میں مذاہب فقہاء** علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: حیض وہ خون ہے جس کو عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کا رحم چھوڑتا ہے، پھر ایام معلوم میں اس خون کے جاری ہونے کی عادت مقرر ہو جاتی ہے، یہ خون بچہ کی پرورش کی حکمت سے پیدا کیا جاتا ہے، جب عورت حاملہ ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ کے احسن سے یہ خون بچہ کی غذا بن جاتا ہے، اسی وجہ سے حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا اور جب وضع عمل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اس خون کو دور دھو دیتا ہے جس سے بچہ غذا حاصل کرتا ہے، یہی وجہ ہے کہ دودھ پلانے والی عورت کو بہت کم حیض آتا ہے اور جب عورت حمل اور رضاعت (دودھ پلانے) سے فارغ ہو جاتی ہے تو اس خون کا کوئی مصروف نہیں رہتا پھر موعایہ خون ہر ماہ میں پیدا یا سات دن نکلتا ہے اور بعض عورتوں کے مزاج اور طبیعت کی وجہ سے یہ مدت کم اور زیادہ بھی ہوتی ہے۔ لے

علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی لکھتے ہیں: عورت کا جو خون اوقات معلوم میں عورت کے بالغ ہونے کے بعد اس کے رحم کے چھوڑنے سے جھڑکا ہوتا ہے اس کو حیض کہتے ہیں اور ان اوقات کے علاوہ جو خون جاری ہوتا ہے اس کو استحاضہ کہتے ہیں، حیض کا خون رحم کی

لے۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۷، ص ۱۴۳-۱۴۴، مطبوعہ نشر ادب بحوثہ بیروت ۱۴۰۵ھ  
لے۔ علامہ مفتی عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۹۰ھ، المغنی ج ۱، ص ۱۸۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ



گہرائی سے نکلتا ہے اور استخاضہ کا خون عاقل (ایک رگ) سے نکلتا ہے، یہ خون رحم کے منہ کے قریب ایک رگ سے نکلتا ہے نہ کہ اس کی گہرائی سے۔  
علامہ وشتانی ابی مائیکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری مائیکی نے لکھا ہے کہ بدن کی گہرائیوں سے عورت کے رحم میں باکر خون گرتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ عین وقفہ وقفہ سے رحم سے گرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی قدرت اور حکمت کے اعتبار سے عورتوں کے حیض اور طہر کی عادات مختلف ہوتی ہیں، علامہ ابو بکر ابن العربی نے کہا انسان، جانور اور خواہشات کے اعتبار سے عورتوں کی عادات مختلف ہوتی ہیں، کبھی یہ مدت کم ہوتی ہے اور کبھی زیادہ، حیض کا خون رحم کی گہرائی سے نکلتا ہے اور استخاضہ کا خون ایک رگ کے منہ سے نکلتا ہے جو رحم کے قریب ہے۔  
علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

حیض وہ خون ہے جس کو اس عورت کا رحم چھوڑتا ہے جو منہ اور بیماری سے بری ہو، رحم کی قید سے استخاضہ اور زخم کا خون نکل گیا اور بیماری سے برادرت کی قید سے نفاس نکل گیا کیونکہ نفاس والی عورت بیمار عورت کے حکم میں ہے۔

علامہ جلال الدین خوارزمی حنفی لکھتے ہیں:  
جو خون عورتوں کے ساتھ منتقل ہیں ان کی تین قسمیں ہیں، حیض، نفاس اور استخاضہ، حیض وہ خون ہے جس کو اس عورت کا رحم چھوڑتا ہے جو منہ اور بیماری سے بری ہو اور نفاس وہ خون ہے جو بچہ کے پیدا ہونے کے بعد جاری ہوتا ہے اور جو خون ان دونوں کے مابین ہے وہ استخاضہ ہے۔  
علامہ ابن قدام حنبلی لکھتے ہیں:

**حیض اور طہر کی مدت میں مذاہب فقہاء**  
کم از کم حیض کی مدت ایک دن اور ایک رات ہے اور زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ شریعت میں حیض کا لفظ بغیر کسی قید کے وارد ہوا ہے اور حیض کی لغت میں کوئی حد ہے نہ شریعت میں اس لیے اس کی تحدید کے لیے عورت اور عادت کی طرف رجوع کرنا واجب ہے، اور حیض میں ایک دن کی عادت بھی پائی گئی ہے، علامہ نے کہا میں نے بعض عورتوں کو دیکھا جن کو ایک دن حیض آتا ہے اور بعض عورتوں کو دیکھا جن کو پندرہ دن حیض آتا ہے، امام احمد نے اپنی سند کے ساتھ شریک سے روایت کی ہے، ہمارے پاس ایک عورت تھی جس کو ہر مہینہ میں پندرہ دن مستقیم حیض آتا تھا اور طہر کم از کم مدت تیرہ دن ہے۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی متوفی ۶۷۲ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۴۱، مطبوعہ دارالحدیث کراچی، ۱۳۴۵ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن قسطلہ وشتانی ابی مائیکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال العلم ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت

۳۔ علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۹۱ھ، نسخ القدیر ج ۱ ص ۱۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ بیروت، بکھر

۴۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ مع فتح القدیر ج ۱ ص ۱۴۱

۵۔ علامہ یوسف الدین عبد اللہ بن احمد بن قدام حنبلی متوفی ۶۴۰ھ، المثنیٰ ج ۱ ص ۱۹۰-۱۸۹، مطبوعہ دارالحدیث بیروت، ۱۴۰۵ھ



علامہ بیہقی بن شرف ندوی لکھتے ہیں:

کم از کم حیض کی مدت ایک دن ہے اور زیادہ سے زیادہ حیض کی مدت پندرہ دن ہے اور عموماً حیض چھ دن سات دن ہوتا ہے اور دو حیضوں کے درمیان کم از کم طہر کی مدت پندرہ دن ہے۔<sup>۱</sup> علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

امام مالک کے نزدیک حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن ہے اور کم از کم حیض کی کوئی مدت نہیں ہے ایک مرتبہ جریر بن نخل آئے امام مالک کے نزدیک وہ بھی حیض ہے، اور طہر کی کم از کم مدت میں امام مالک کے کئی اقوال ہیں، دس دن، آٹھ دن، پندرہ دن، اور سترہ دن، اور زیادہ سے زیادہ طہر کی کوئی مدت نہیں ہے۔<sup>۲</sup> علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہیں، اور جو اس سے کم ہو وہ استحاضہ ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنوا ہی لوشکی اور شادی شدہ کے لیے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور تین راتیں ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے، یہ حدیث امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے کیونکہ وہ ایک دن ایک رات کو بھی حیض کہتے ہیں اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ پر بھی حجت ہے کیونکہ وہ دن اور سیر سے دن کے اکثر حصہ کو بھی حیض کہتے ہیں اور حیض کی زیادہ سے زیادہ مدت دس دن اور دس راتیں ہے، اس کی دلیل بھی حدیث مذکور ہے، اور یہ حدیث بھی امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے کیونکہ انہوں نے زیادہ سے زیادہ مدت کے لیے پندرہ دن کا اندازہ کیا ہے، پھر جو اس مدت سے زائد یا کم ہو وہ استحاضہ ہے، کیونکہ شریعت نے جو مقدار مقرر کر دی ہے وہ کسی اسکی متغیر کر وہ مقدار کو راضی کرنے سے مانع ہے، عورت ایام حیض کے اندر سونا، پہنا اور خیالاً جو سنگ بھی دیکھے وہ میں تہی<sup>۳</sup> علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

فقہاء احناف نے حسب ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

- ۱۔ امام دارقطنی، حضرت ابراہام رحمہ اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کنوا ہی لوشکی یا شادی شدہ کے لیے حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔
- ۲۔ امام دارقطنی، حضرت عائشہ بن اسحق رحمہ اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے۔
- ۳۔ امام ابن ندی نے کمال میں حضرت سہاذ بن جہل رحمہ اللہ عنہ سے روایت کیا ہے حیض تین دن سے کم ہوتا ہے نہ دس دن سے زیادہ۔

۴۔ امام ابن جریر نے "المعلل المتن" میں حضرت ابو سعید خدری رحمہ اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ

۱۔ علامہ بیہقی بن شرف ندوی متوفی ۷۷۶ھ، روحۃ الطالبین ج ۱ ص ۱۳۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۵ھ

۲۔ قاضی ابوالوسید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۳۶، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۳۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایۃ الاولین ص ۲۶، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت تین دن ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت دس دن ہے اور وہ حیضوں کے درمیان کم از کم (پندرہ دن ہے۔

یہ تمام احادیث ضعیف الاسناد ہیں لیکن ان کے تعدد و طریق کی وجہ سے یہ احادیث حسن وغیرہ ہیں۔

## حیض کے مسائل

(۱) عائذہ عورت سے اس کی فرج میں وحی کرنا حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ قُلْ هُوَ أَذًى فَاعْتَزِلُوا  
النِّسَاءَ فِي الْمَحِيضِ وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتَّى يَطْهُرْنَ  
فَإِذَا طَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللَّهُ

(بقرہ ۲۲۲، ۲۲۳)

آپ سے لوگ حیض کے متعلق سوال کرتے ہیں  
آپ کہیے وہ گندگی ہے، پس عورتوں سے حیض (کی  
حالت) میں الگ رہو، اور جب تک وہ پاک نہ ہوں ان  
سے جماع نہ کرو، اور جب وہ پاک ہو جائیں تو ان  
کے پاس آؤ جہاں سے اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔

۲۔ حالت حیض میں روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا منع ہے، روزہ کی قضاء لازم ہے اور نماز کی قضاء ممانعت ہے۔

امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ بات نہیں ہے کہ تم حالت حیض  
میں روزہ رکھتی ہو، نماز پڑھتی ہو۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ بنت جحش رضی اللہ عنہا سے فرمایا:  
جب تم کو حیض آئے تو نماز کو ترک کر دو، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے معاذہ سے کہا: میں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں حیض آتا تھا، میں روزے قضاء کرتی تھی، دیا جاتا تھا اور نماز قضاء کرنے  
کا حکم نہیں دیا جاتا تھا (صحیح بخاری و مسلم)

۳۔ عائذہ عورت کو قرآن مجید پڑھنا ممانعت ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عائذہ اور جنبی قرآن مجید بالکل نہ پڑھیں۔

۴۔ عائذہ عورت کو مسجد میں ٹھہرنا اور اعساکت کرنا منع ہے، کیونکہ حیض جنابت کے حکم میں ہے۔

۵۔ حالت حیض میں عورت کو طلاق دینا حرام ہے۔

امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالت حیض میں طلاق دی تو نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم نے ان کو اس طلاق سے رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا: اس کے حیض سے پاک ہونے تک انتظار کرو۔  
قرآن مجید میں ہے:

جب تم (اپنی) عورتوں کو طلاق دو تو ان کی عدت  
کے وقت (سے پہلے) طہر، میں انہیں طلاق دو۔

اِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلَقُوهُنَّ لَعَدَّتِهِنَّ  
(طلاق ۱۰)

۶۔ حیض منقطع ہونے کے بعد غسل کرنا واجب ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تک تمہارا حیض برقرار



ہے، حضرت زہراؓ اور حبیبہؓ منقطع ہو جائے تو پھر غسل کر کے نماز پڑھو۔

مطلقہ کی مدت تین عین گزارنے سے پوری ہوتی ہے، قرآن مجید میں ہے:

وَالْمُطَلَّاتُ يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ ثَلَاثَةَ قُرُوءٍ (بقرہ ۲۲۸)

اور طلاق پانچے والی عورتیں اپنے آپ کو تین عین تک روکے رکھیں۔ لے

### لبوس مانضہ کے ساتھ لیٹنا

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی کو حیض (ماہوار) آجاتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو چادر باندھنے کا حکم دیتے پھر اس کو اپنے پاس لے لیتے۔

### بَابُ مَبَاشَرَةِ الْحَائِضِ فَوْقَ الْإِذَارِ

۵۸۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَدُحَيْمُ بْنُ حَكْبُوبٍ وَاسْتَحْيُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْلَمْتُ أَنَا وَكَانَ الْأَخْرَانِ كُنَّا جَوَازِئَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا مَرَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَتَا تَزْرُ بِأَذَاهَا ثَمَّ يَبَايِعُهَا.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم (ازواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کوئی عورت ہوتی اور اس کا خون جوش سے نکل رہا ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو چادر باندھنے کا حکم دیتے، پھر اس کو اپنے ساتھ لے لیتے پھر عائشہؓ فرمایا کہ ہمیں اس سے کرن شخص اپنی خواہش کو ضبط کرنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح قادر رہتے۔

۵۸۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ وَحْدَةَ بِنْتِ عَدِيٍّ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ قَالَ أَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ تَأْتِي الْأَسْوَدَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ إِحْدَانَا إِذَا كَانَتْ حَائِضًا مَرَّهَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْ تَأْتِيَهَا فِي قُبُورِ حَبَشِيَّتِهَا ثُمَّ يَبَايِعُهَا قَالَتْ وَآتِيكَهُ يَمْلِكُ إِيَّاهُ كَمَا كَانَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَمْلِكُ إِيَّاهُ.

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج عالت حیض میں چادر باندھ لیتیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ لیٹ جاتے۔

۵۸۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَبَايِعُهَا إِذَا رَوَّهَتْ حَيْضًا.



اعلامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں: **حائضہ عورت سے مباشرت کی اقسام اور ان کے احکام**

**قسم اول:** حائضہ عورت کی فرج میں جماع کے ساتھ مباشرت کی جائز ہے، یہ قرآن مجید کی نص صریح ہست صحیحہ اور اجماع مسلمین سے حرام ہے، ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص حائضہ عورت کی فرج میں جماع کو حلال سمجھے تو وہ کافر مرتد ہو جائے گا، اور اگر کوئی انسان اس کو حلال سمجھے بغیر بھول یا جہالت سے (عام اذیٰں کہ اس کو حیض کا علم نہ ہو یا سند کا علم نہ ہو) حائضہ سے جماع کرے تو اس کا کوئی گناہ ہے نہ کفارہ ہے، اور اگر کسی شخص کو حیض اور مسئلہ کا علم ہو اور وہ عملاً حائضہ سے فرج میں وطی کرے تو یہ گناہ کبیرہ ہے اور اس پر توہ واجب ہے اور کفارہ کے وجوب کے متعلق امام شافعی کا زیادہ صحیح قول جدید، امام احمد کا ایک قول اور امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور جمہور سلف کا یہ قول ہے کہ اس پر کفارہ واجب نہیں ہے اور امام شافعی کے قول ثانی جو قول قدیم اور قول ضعیف ہے، کے مطابق اس پر کفارہ واجب ہے، حضرت ابن عباس، حسن بصری، سعید بن جبیر، قتادہ، اوزاعی، اسحاق اور امام احمد کا دوسرا قول بھی یہی ہے۔ کفارہ کی مقدار میں ان کا اختلاف ہے، بعض نے کہا ایک غلام آزاد کرنا کفارہ ہے اور بعض نے کہا ایک دینار ہے، بعض نے کہا نصف دینار ہے، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیوی سے حالت حیض میں مقاربت کی وہ ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرے۔ یہ حدیث ائمہ حفاظ کے اتفاق سے ضعیف ہے۔

**قسم ثانی:** بات سے اوپر یا گھٹنوں سے نیچے عورت کے جسم کے ساتھ مباشرت کی جائز ہے، اس کو اپنے جسم کے ساتھ لپٹائے یا بوسہ دے، یا اس کو مس کرے یہ قسم تمام علماء کے اتفاق سے حلال ہے اور شیخ ابو حامد غفرانی اور ایک جماعت کثیرہ نے نقل کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبعند کے اوپر سے مباشرت کی تھی۔ **قسم ثالث:** قبل اور دُبُر کے سوانات اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ کے ساتھ مباشرت کی جائز ہے ہمارے اصحاب کے اس میں تین قول ہیں (۱) یہ حرام ہے (۲) حرام نہیں ہے مگر وہ تنزیہاً ہے (۳) اگر کسی شخص کو یہ اعتقاد ہو کہ وہ فرج تک تجاوز نہیں کرے گا خواہ اس کی وجہ ضعف شہوت ہو یا شدت تقویٰ اس کے لیے یہ جائز ہے اور جس کو یہ اعتقاد نہ ہو اس کے لیے یہ جائز نہیں ہے، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور جمہور علماء کے نزدیک یہ طلاق حرام ہے، اور عکرمہ، مجاہد، شعبہ، غنی، حکم، ثوری، اوزاعی، امام احمد بن حنبل، محمد بن حسن، اسحاق بن عمار، ابو یوسف، ابو ثور، ابن المنذر، اور داؤد ظاہری کے نزدیک یہ جائز ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا جماع کے علاوہ ہر کام کرنا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صوف تہبند کے اوپر سے مباشرت کرنا استحباب پر محمول ہے۔

**منکرین حدیث کے ایک اعتراض کا جواب** بعض منکرین حدیث اس حدیث سے ایک مغالطہ سے کہ مسلمانوں کو احادیث سے بدظن کرتے ہیں مغالطہ کی بنیاد یہ ہے کہ اس حدیث میں یہاں مباشرت کا لفظ ہے جو مباشرت سے مانع ہے، مباشرت کے لغوی معنی جسم



کو جسم سے ملانے کے ہیں اور اس حدیث میں یہی معنی مراد ہے اور عرفی معنی جماع ہے، منکر بن حدیث اس حدیث سے یہ ثابت دیتے ہیں کہ ایسا تو باللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندراج مطہرات سے حالت حیض میں جماع کرتے تھے حالانکہ اس مفہوم کے باطل ہونے پر خود نفس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے اندراج کو تہبند باندھنے کا حکم دیتے، پھر ان کو اپنے ساتھ لٹا دیتے، اگر ایسا تو باللہ جماع والا سنی مراد ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چادر باندھنے کا حکم کیوں دیتے؟

### حالتہ کے ساتھ ایک چادر میں لیٹنا

حضرت میمونہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیان کرتی ہیں کہ ایام ماہِ ولادت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ لیٹ جاتے اور ہمارے درمیان صرف ایک کپڑا ہوتا۔

### بَابُ الْإِطْبَاقِ مَعَ الْحَائِضِ فِي الْحَافِ وَاحِدٍ

۵۹۰۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَخْبَأْتُ وَهْبَ عَنْ خُزَيْمَةَ مَرْحُومَةٍ وَحَدَّثَنَا هُرُوفٌ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ بْنُ حَبِيلٍ قَالَا أَخْبَأْتُ وَهْبَ قَالَ أَخْبَرَنِي مَرْحُومَةٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَا ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ مَيْمُونَةَ زَوْجَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَضْطَجِعُ مَعِيَ وَأَنَا حَائِضٌ وَبَيْنِي وَبَيْنَهُ قُوطٌ۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوتی تھی۔ اچانک مجھے حیض آگیا میں چپکے سے بستر سے نکلی اور میں نے اپنے حیض کے کپڑے لے لیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمہیں حیض آگیا ہے، میں نے کہا جی ہاں! حضور نے مجھے بلایا اور میں حضور کے ساتھ اسی چادر میں لیٹ گئی، نیز حضرت ام سلمہ بیان کرتی ہیں کہ وہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ایک برتن سے غسل جنابت کیا کرتے تھے۔

۵۹۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ الْمُثَنَّى قَالَ تَأَمَّلْتُ ابْنَ مَعْقَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ تَأَبَّرَ سَلَمَةُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ رَجُلًا يَدْعُو أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ بَيْنَنَا أَنَا وَمُطَجِّعَةُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي الْخِمْيَةِ إِذْ خُضْتُ فَأَسْلَمْتُ فَأَخَذْتُ قِيَابَ حَيْضَتِي فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنْفُسِي قُلْتُ نَعَمْ فَكَذَّبَنِي فَأَضْطَجَعْتُ مَعَهُ فِي الْخِمْيَةِ قَالَتْ وَكَانَتْ هِيَ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلَانِ فِي الْإِسَاءِ الْوَاحِدِ مِنَ الْجَنَابَةِ۔

نوٹ: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ حالتہ عورت کے ساتھ ایک بستر میں لیٹنا اور سونا جائز ہے جب کہ ان کے درمیان کپڑا حائل ہو، ممنوع صرف یہ ہے کہ حالتہ سے اس کا ناف اور گھٹنوں کے درمیان بلا حجاب جسمانی لذت حاصل کی جائے۔



يَا بَا جَوَارِ غَسْلِ الْحَائِضِ مَرَّاتٍ  
رُوحَهَا وَتَرْجِيلِهِمْ وَطَهَارَةَ سُورِهَا  
وَالِاتِّكَاءِ فِي حَبْرِهَا وَقِرَاءَةِ الْقُرْآنِ  
فِيهِ

عائشہ عورت کے لیے اپنے خاوند کا سر  
دھوئے، بالوں میں کنگھی کرنے کا جواز، اس  
کے جھوٹے کا پاک ہونا، اس کی گود میں سر  
رکھنے اور اس کی گود میں قرآن پڑھنے کا  
جواز

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں  
کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اعتکاف میں بیٹھتے  
تو اپنا سر میرے قریب کر دیتے ہیں آپ کے سر  
میں کنگھی کرتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے تھا  
ماجت کے گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ  
علیہ وسلم کی زوجہ بیان کرتی ہیں کہ جب میں رحلت اعتکاف  
میں ہوتی تو تھا عاجت کے لیے گھر میں داخل ہوتی اور  
گدڑتے ہوئے کسی مریض کی عیادت بھی کر لیتی، اور  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت اعتکاف میں مسجد  
سے اپنا سر حجرہ میں داخل کرتے اور میں اس میں کنگھی  
کر دیتی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعتکاف میں  
سوائے قضا حاجت کے گھر میں تشریف نہیں لے جاتے  
تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ زوجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رحلت  
اعتکاف میں مسجد میں سے اپنا سر میرے حجرہ میں  
داخل فرماتے، میں آپ کا سر وضوئی تھی حالانکہ میں عائشہ  
ہوتی تھی۔

۵۹۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى  
مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عُمَرَ عَنِ  
عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ  
وَسَلَّمَ إِذَا عَتَكَتْ يَدَايَ إِلَى رَأْسِهِ فَأَمَّ جِلْدَهُ وَكَانَ  
لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ الْإِنْسَانِ .

۵۹۳۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ لَأَكُنْتُ ح  
وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَخَا الْكَلْبِيِّ عَنِ ابْنِ  
شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعُمَرَ عَنِ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ كُنْتُ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ إِنْ كُنْتُ زَاكِتُ الْبَيْتِ لِحَاجَةٍ وَالْمَرْءُ  
فِيهِ قَسَمًا أَسْأَلُ عَنْهُ إِلَّا وَأَنَا مَأْمُورَةٌ وَرَأْتُ  
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
لَيَدْخُلُ عَلَى رَأْسِهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ فَأَرْجُلُهُ  
وَكَانَ لَا يَدْخُلُ الْبَيْتَ إِلَّا لِحَاجَةٍ إِذَا كَانَ مُعْتَكِفًا  
وَقَالَ ابْنُ رُمْحٍ إِذَا كَانُوا مُعْتَكِفِينَ .

۵۹۴۔ وَحَدَّثَنَا مَرْوَنُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَدَلِيُّ  
قَالَ تَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ الْخَارِثِ  
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ زُوَيْدٍ عَنْ عُرْوَةَ  
عَنِ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَآلِهِ وَسَلَّمَ أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ



عَلَيْهِ وَالْإِمْسَاجُ وَكَانَ يُخْرِجُ إِلَى رَأْسِهِ مِنَ الْمَسْجِدِ  
وَهُوَ مُجَادِمٌ كَأَنَّ غَيْدَةً وَأَنَا حَاطِئٌ

۵۹۵. وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو حَنِيفَةَ  
عَنْ مَسْلَمٍ قَالَ أَنَا عَنْ رُوَيْدٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ  
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِمْسَاجُ وَكَانَ  
يُخْرِجُ إِلَى رَأْسِهِ حُجْرَتِي فَأَرْجِلُ رَأْسَهُ  
وَأَنَا حَاطِئٌ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا سر میرے حجرے  
کے قریب کرتے اور میں آپ کے سر میں لٹکی کرتی، حالانکہ  
میں عائشہ ہوتی تھی۔

۵۹۶. حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَكَانَ  
حُسَيْنُ بْنُ عَیْبِ عَنْ ذَا أَيْدٍ عَنْ مَعْمُورٍ عَنْ  
إِبْرَاهِيمَ عَنْ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ  
أَغْسِلُ رَأْسَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِمْسَاجُ  
وَسَلَّمَ وَأَنَا حَاطِئٌ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
میں حالت حیض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر دھویا  
کرتی تھی۔

۵۹۷. وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ  
أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَكَانَ  
الْأَحْزَابُ كُنَّا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ ثَابِتِ  
ابْنِ عُبَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ  
كَانَ لِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِمْسَاجُ وَكَانَ  
تَأْتِي لِي مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ إِنِّي  
حَاطِئٌ فَقَالَ إِنَّ حَيْضَتَكَ لَيْسَتْ فِي يَدِي

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا مسجد سے  
جاننا رکھا کر مجھے دسے دور میں سے عرض کیا کہ میں  
حائضہ ہوں، آپ نے فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ سے اٹھتا  
ہے تو نہیں ہے۔

۵۹۸. وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَنَا ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ  
عَنْ حُجَّارٍ وَابْنِ عُبَيْدٍ عَنْ ثَابِتِ بْنِ عُبَيْدٍ عَنِ  
الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَهْدَيْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَالْإِمْسَاجُ أَنَا وَأَنَا وَلَهُ  
الْحُمَةُ مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَتْ فَقُلْتُ إِنِّي حَاطِئٌ فَقَالَ  
إِنَّ حَيْضَتَكَ لَيْسَتْ فِي يَدِي

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ مسجد  
سے آپ کو جاننا رکھا دوں، میں نے عرض کیا میں عائشہ  
ہوں، آپ نے فرمایا تمہارا حیض تمہارے ہاتھ سے اٹھتا ہے تو نہیں  
ہے۔

۵۹۹. وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو حَامِلٍ  
وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ كُلُّهُمْ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ  
زُهَيْرٌ نَافِلِي عَنْ يَزِيدَ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ أَبِي حَازِمٍ  
عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ بَيَّسَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت البرہہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔  
آپ نے فرمایا اسے عائشہ مجھے ایک کپڑا اٹھا دو حضرت  
عائشہ نے عرض کیا میں حائضہ ہوں، آپ نے فرمایا



تہا رخصت تہا سے ہونے میں تو نہیں ہے۔

وَالِہِ وَسَلَّمَ فِی الْمَسْجِدِ فَقَالَ یَا عَائِشَةُ مَا ذَلِیْہِ  
الْکُؤُوبُ فَقَالَتْ اِنِّیْ حَائِضٌ فَقَالَ اِنَّ حَائِضَتَکَ  
لَیْسَتْ فِیْ ذَلِکَ ۔

۶۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو یَعْقُوبَ بْنُ اَبِیْ قُھَیْبَةَ وَزُهَیْرُ ابْنُ  
حَرْبٍ قَالَا ذَاکَ رَوَیْنِیْ عَنْ مَشْعَرٍ وَ سَعْدِیَّانَ عَنْ اَبِیْ یَعْقُوبَ  
ابْنِ شَرِیْحٍ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ کُنْتُ اَلْکُؤُوبُ  
وَ اَنَا حَائِضٌ ثُمَّ اَنَا وَلَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ  
وَسَلَّمَ فَبَیَّعْتُمُ مَا لَا عَلَیْ مَوْضِعٍ فِیْ فِیْشَرَبُ وَ اَلْعَرَقُ  
اَلْعَرَقُ وَ اَنَا حَائِضٌ ثُمَّ اَنَا وَلَہُ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ  
عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَبَیَّعْتُمُ مَا لَا عَلَیْ مَوْضِعٍ فِیْ وَلَہُ  
یَذْکُرُ زُهَیْرٌ فِیْشَرَبُ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
میں پانی پیتی اور پھر وہی برتن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کو دے دیتی، آپ اس جگہ سے پانی پیتے جہاں  
میں نے پانی پیا تھا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔ اور  
میں ہڈی سے گوشت کھاتی پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو دے دیتی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
اسی جگہ سے اس ہڈی سے گوشت کھاتے جہاں  
میں نے کھا یا تھا حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

۶۰۱۔ حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ یَعْقُوبَ قَالَ اَنَا ذَاکَ اَبُو  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْمَکْنِیُّ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اُمِّہِ عَنْ عَائِشَةَ  
اَنَّمَا قَالَتْ کَانَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ  
یَسْکُنُ فِیْ حِجْرِیْ وَ اَنَا حَائِضٌ فَبَیَّعْتُ الْقُرْآنَ ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں،  
میں حائضہ ہوتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری  
گود سے میک کر کے قرآن کریم پڑھتے تھے۔

۶۰۲۔ وَ حَدَّثَنَا زُهَیْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ کَانَ ذَاکَ  
ابْنُ سَلَمَةَ قَالَ مَا قَابِلَتْ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ اَلْیَهُودَ کَانُوْا  
اِذَا حَاصَتْ اَلْمَرْءُ اَوْ فِیْہِمْ لَمْ یُؤَاکِلُوْہَا وَلَمْ  
یُجَامِعُوْہُنَّ فِی الْبُیُوتِ فَسَالَ اَحْمَدُ ابْنُ الْحَدَّادِ  
صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ فَاَنْزَلَ اللہُ حَرَّوْ  
جَلَّ وَ یَسْأَلُوْکَ عَنِ الْمَحِیضِ قُلْ هُوَ اَدْوٰ  
فَاعْتَزِلُوْا النِّسَاءَ فِی الْمَحِیضِ اِلٰی اَخْرِ الْاِیَّامِ  
فَقَالَ رَسُولُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ  
اَصْنَعُوْا کُلَّ شَیْءٍ اِلَّا التَّکَاوُفَ فَبَلَّغَ ذٰلِکَ الْیَهُودَ  
فَقَالُوْا مَا یُرِیْدُ ہٰذَا الرَّجُلُ اَنْ یَّدْعَ مِنْ اَمْرِکُمْ  
شَیْئًا اِلَّا خَالَفْتُمْ فِیْہِ فَجَاءَ اُسَیْدُ بْنُ حُصَیْنٍ وَ  
عَبَّادُ بْنُ یَسْرِ فَقَالَا یَا رَسُولَ اللہِ اِنَّ الْیَهُودَ یَقُوْلُوْنَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودیوں  
میں جب کوئی عورت حائضہ ہوتی تو وہ اس کو اپنے  
ساتھ کھانا کھلاتے اور نہ اپنے ساتھ گھروں میں رکھتے۔  
صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس  
مسئلہ کے متعلق پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل  
فرمائی: (ترجمہ) ”یہ آپ سے حیض کے بارے میں  
سوال کرتے ہیں، آپ فرمائیے کہ حیض نجاست ہے  
اس لیے ایام حیض میں عورتوں سے علیحدہ رہو۔“ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمایا جامع ذکر  
باقی تمام معاملات میں عورتوں کے ساتھ مشغول نہ ہو۔  
یہودیوں کو جب یہ خبر پہنچی تو کہنے لگے ”یہ شخص ہر  
بات میں ہمارے مخالفین کرنا چاہتا ہے۔“ یہ سن کر



كَذَٰلِكَ أَفْلَحَ نَبَاؤُكُمْ فَتَنَّا رَسُولَهُ  
وَلَمْ يَكُن لَّهُ الْهَيْبَةُ وَكُنَّا أَتَى  
قَدْ وَجَدَ عَلَيْهِمَا فَغَرَجَا فَأَسْتَخْلِمَهُمَا هَيْبَتُهُ  
فَمَنْ لَبَّى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ  
فَأَرْسَلَ فِي أَتَارِهِمَا فَمَسَا هُمَا فَغَرَفْنَا أَنْ  
لَمْ يَجِدْ عَلَيْهِمَا

اسید بن حنیف اور عباد بن بشر آئے اور کہنے لگے یا  
رسول اللہ! جب یہودی ہم کو اس طرح کے طعنہ دیتے  
ہی ہیں تو پھر ہم ایام حیض میں اپنی عورتوں سے جانا  
ہی کیوں نہ کر لیا کریں۔ یہ سنتے ہی رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے چہرہ کا رنگ متغیر ہو گیا اور ہم لوگوں نے  
سوچا کہ حضور ان دونوں سے ناراض ہو گئے ہیں وہ دونوں  
(اور کہ) مجلس سے اٹھ کر چلے گئے۔ اسی اثناء میں رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ کا ہدیہ آیا،  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلا کر دودھ پلایا،  
نبی ہیں معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے  
ناراض نہیں ہوئے۔

بیہوی کی رضامندی سے اس سے خدمت لینے کا جواز

اس باب کی احادیث سے حسب ذیل مسائل معلوم ہوئے:  
۱۔ متکلف جب مسجد سے اپنے جسم کا بعض حصہ مثلاً ہاتھ پیر یا سر نکال لے تو اس سے اس کا اعتکاف باطل  
نہیں ہوتا۔  
۲۔ بیوی سے کھانا پکالے، سر دھوئے اور دیگر کاموں کی اس کی مرضی سے خدمت لینا جائز ہے، سنت  
سلف صابکین کے عمل اور اجماع امت سے یہ ثابت ہے، البتہ اس کی مرضی کے بغیر اس سے یہ خدمت لینا  
جائز نہیں ہے، کیونکہ عورت پر صرف یہ لازم ہے کہ وہ لازماً خادند کے گھر رہے اور خادم کو محاسنت  
کرنے دے۔

۳۔ خائفہ عورت جب زہدہ کو غسل دے سکتی ہے تو مردہ کو بھی غسل دے سکتی ہے۔  
۴۔ خائفہ عورت نجس امین نہیں ہے، وہ کھانا پکا سکتی ہے، گھر کے کام کاج کر سکتی ہے اور جسم کو چھو سکتی  
ہے۔ اساتذہ یا گھر کا کوئی بڑا جب شاگردوں یا اپنے چھوٹوں پر ناراضگی کا اظہار کرے تو بعد میں ان کی دیکھنا بھی کر سکتے  
ہے۔

ہدی کا حکم

بَابُ الْمَذْبُوحِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے  
ہدی بہت آتی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

۶۰۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ كُنَّا  
وَكَبِيرٌ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَهَشِيمٌ عَنِ الْأَعْمَشِ



عَنْ مُنْذَرِ بْنِ يَعْقُبَ بْنِ ابْنِ الْحَنَيْدِ عَنِ عَمْرِو بْنِ  
قَالَ كُنْتُ مَعَ آءٍ فُكِنْتُ اسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لِمَكَانِ إِيكُنْجِي فَامْرُتُ  
الْبَيْتِ أَدْبَرَ الدُّسُودِ قَسَا لَهَا فَكَأَلِ يَعْقِبُ دُكْرَهُ  
وَيَتَوَضَّأُ

براہ راست اس کا حکم معلوم کرنے سے مجھے شرم آیا  
تھی کیونکہ حضور کی صاحبزادی میرے نکاح میں تھیں اس  
لیے میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سے کہا  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کا حکم معلوم کرو۔  
جب مقداد نے پوچھا تو آپ نے فرمایا اپنے آنکھوں سے  
کو دھو کر دھو کر لو۔

۶۰۴۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ قَالَ  
تَاخَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا شَعْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي  
سُيَمَانٌ قَالَ سَمِعْتُ مُنْذَرَ عَنِ مُحَمَّدِ بْنِ سَلِيحٍ  
عَنِ عَلِيٍّ أَسْأَلُ اسْتَحْيِي أَنْ أَسْأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَذِي فِي أَجْلِ فَاطِمَةَ  
فَامْرُتُ الْبَيْتِ أَدْبَرَ الدُّسُودِ فَكَأَلِ مِنْهُ الْوَضُوءُ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ (سیدنا)  
فاطمہ رضی اللہ عنہا کی وجہ سے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم سے مذی کے مسائل پوچھنے میں شرم محسوس کرتا تھا  
میں نے حضرت مقداد سے پوچھنے کے لیے کہا رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس سے وضو کر لو۔

۶۰۵۔ وَحَدَّثَنَا هُرَيْرٌ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْلِيُّ وَأَحْمَدُ  
بْنُ حَبِيبٍ قَالَا نَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مُحَمَّدُ بْنُ  
يُونُسَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ يَسَافٍ عَنْ ابْنِ  
عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ أَرْسَلْنَا الْبَيْتَ أَدْبَرَ  
الدُّسُودِ وَرَفَعِي اللَّهُ عَنْهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَأَلَهُ عَنِ النَّبِيِّ يَخْرُجُ مِنَ الْإِنْسَانِ كَيْفَ  
يَفْعَلُ بِهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
تَوَضَّأُ وَانْتَضَعَ فَزَجَّكَ

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے  
مذی کا حکم معلوم کرنے کے لیے حضرت مقداد بن اسود  
رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی شرمگاہ کو  
دھو کر دھو کر لو۔

علامہ یحییٰ بن شریف نوری لکھتے ہیں:

### باب مذکور کی حدیث کے مسائل

اس باب کی احادیث کے مسائل حسب ذیل ہیں:

- ۱۔ مذی نجس ہے، لیکن اس سے غسل واجب نہیں ہوتا، صرف وضو واجب ہوتا ہے۔
- ۲۔ پتھر کے ساتھ صرف برل مبارک میں استنجہ کیا جاسکتا ہے، باقی خون، ہنسی اور مذی وغیرہ کی نجاست کو پانی سے  
دھونا ضروری ہے۔
- ۳۔ فترتی حاصل کرنے کے لیے کسی کو نا بھانا جائز ہے، اور جب یقینی اور قطعی خبر کو حاصل کرنا ممکن ہو تب  
بھی قطعی خبر پر اعتقاد کرنا جائز ہے، کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود سوال کرتے تو ان کو قطعی خبر حاصل ہوتی اس  
کے باوجود انھوں نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے معلوم کر لیا۔
- ۴۔ سسرال والوں کے ساتھ من ادب کے ساتھ رہنا چاہیے اور ان کے سامنے بیوی سے استنجاع



کی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ لے

بَابُ الْغَسْلِ الْوَجْهِ وَالْيَدَيْنِ إِذَا اسْتَيْقَظَ  
مِنَ النَّوْمِ

نیند سے بیدار ہو کر ہاتھ منہ دھونا

۶۰۶۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَالْبُخَارِيُّ  
قَالَا نَاوَيْتُمَا عَنْ سُفْيَانَ عَنْ سَلَمَةَ ابْنِ كَهْمِيلٍ  
عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ فَقَعَضَى مَاصِجَتَهُ ثُمَّ غَسَلَ  
وَجْهَهُ وَيَدَيْهِ ثُمَّ نَامَ۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو کس وقت اٹھے،  
تھوڑا عاجت فرمائی اور اس کے بعد ہاتھ منہ دھو کر سو گئے۔

ت: اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ رات کو اٹھ کر پھر سونا بھی جائز ہے، البتہ جس شخص کو یہ عہدہ ہو کہ اگر وہ سو گیا تو  
اس کی بنا کی عبادت کے محمولات رات میں جائیں گے وہ نہ سوتے۔

بَابُ جَوَازِ نَوْمِ الْجَنْبِ وَاسْتِحْبَابِ  
الْوُضُوءِ لَهُ وَغَسْلِ الْقَرَارِ إِذَا ارَادَ أَنْ  
يَأْكُلَ أَوْ يَشْرَبَ أَوْ يَنَامَ أَوْ يَجَامِعَ

جنبی کے لیے سونے کا جواز اور اس کے  
لیے کھانے پینے کے وقت یا جماع سے  
پہلے استنجاء اور وضو کرنے کا استحباب

۶۰۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الْقُتَيْبِيُّ وَصَحَّاحُ  
بْنِ رُمَيْحٍ قَالَا نَاوَيْتُمَا عَنْ حُرَيْثٍ عَنْ قُتَيْبَةَ بْنِ سَيْبٍ  
قَالَ نَاوَيْتُمَا عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ ابْنِ عَبْدِ  
الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا ارَادَ أَنْ يَنَامَ كَوْضُوهُ كَوْضَا  
وَضُوءُهُ بِالضَّلَاةِ قَبْلَ أَنْ يَنَامَ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجامعت (مجموعہ) کے  
بعد جب سونے کا ارادہ کرتے تو سونے سے پہلے مکمل  
وضو کرتے۔

۶۰۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاوَيْتُمَا  
عَنْ يَحْيَى وَوَعَدُ رَعْنِ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ  
إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ جُنُبًا قَامَ إِذَا  
يَأْكُلُ أَوْ يَشْرَبُ كَوْضَا وَضُوءُهُ بِالضَّلَاةِ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنابت (مجموعہ) میں غسل  
فرمانے کے بعد جب کھانے یا سونے کا ارادہ کرتے  
تو اس سے پہلے مکمل وضو کرتے۔



امام مسلم فرماتے ہیں کہ بعض دیگر اسانید سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پرچھا یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں! وضو کرنے کے بعد۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پرچھا کیا ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے آپ نے فرمایا ہاں! وضو کر کے سو جائے اور پھر اللہ کہ جب چاہے غسل کرے۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ وہ وضو کو جنبی (جس پر غسل واجب ہو) ہو جاتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا استنجاء کر کے وضو کر لو، اور اس کے بعد سو جاؤ۔

عبد اللہ بن ابی قیس کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وتر پڑھنے کا طریقہ پوچھا، آپ نے وہ طریقہ بتلایا دیا، پھر میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پرچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں

۶۰۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ يَزِيدَ قَالََا جَمِيعًا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ وَحَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا ابْنُ كَثِيرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ بْنُ مَعْقِلٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى فِي حَوَائِثِهِ حَدَّثَنَا الْحَكَمُ سَمِعْتُ إِبْرَاهِيمَ بْنَ خَلْدَةَ

۶۱۰۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي بَكْرٍ الْمُقَدَّلِيُّ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ كَالَا نَا وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ كَثِيرٍ وَابْنُ مُعَاذٍ قَالَ ابْنُ كَثِيرٍ نَا ابْنُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ نَا أَبُو سَامَةَ قَالَ نَا عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ عُمَرَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَيُّ حُدُوحَ أَحَدَنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ

۶۱۱۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ نَا عُمَرُ بْنُ أَبِي حَنْظَلَةَ قَالَ نَا يَزِيدُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ شُمَا اسْتَفْتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ هَلْ يَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ لَعَنَ لِيَتَوَضَّأَ ثُمَّ لَيْسَ بِهِ حَتَّى يَغْتَسِلَ إِذَا نَامَ

۶۱۲۔ وَحَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَدَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ دِينَارٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ ذَكَرَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ لَيْسَ بِهِ جُنَابَةٌ مِنَ اللَّيْلِ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَغَسَلَ ذَكَرَكَ لَعَنَ لَعَنَ

۶۱۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ صَالِحٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَيْسٍ قَالَ سَأَلْتُ عَائِشَةَ عَنْ وَثْقِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ الْحَدِيثَ قُلْتُ كَيْفَ كَانَ يَضَعُهُ فِي الْحَبَابَةِ أَكَانَ يَغْتَسِلُ قَبْلَ أَنْ



يَنَامُ أَمْرَيْنَا قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ قَالَتْ كُلُّ ذَلِكَ قَدْ  
كَانَ يُفْعَلُ رَبَّنَا اغْتَسَلَ قَتَامٌ وَدُجِنَا تَوَضُّأً  
قَتَامٌ قُلْتُ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي جَعَلَ فِي الْأُمُورِ سَعَةً

کیا کرتے تھے نیند سے پہلے غسل کرتے تھے یا  
نیند کے بعد حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ دونوں طرح  
کرتے تھے کبھی غسل کر کے سوتے اور کبھی وضو کر کے  
سوتے ہیں نے کہا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے دین  
کے ہر معاملہ میں آسانی فرمائی ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ  
حدیث اسی طرح منقول ہے۔

۶۱۴۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ سُلَيْمِ بْنِ  
الزَّكَاوِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ جَاءَهُ الْإِسْتِغَاثَةُ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے  
کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستر ہو اور پھر دوبارہ  
یہ عمل کرنا چاہے تو درمیان میں وضو کر لیا کرے۔

۶۱۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ  
بُخَيْرَةُ بْنُ حَفْصَةَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ رَجُلٍ جَاءَهُ الْإِسْتِغَاثَةُ  
بَيْنَ مَعَاوِيَةَ الْغَزَايَ كُلَّمَا عَنْ عَائِشَةَ عَنِ أَبِي  
الْمَوْكَلِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَى أَحَدُكُمْ أَهْلَهُ  
ثُمَّ رَأَى أَنْ يُعَوِّذَ فَلْيَتَوَضَّأْ رَأَى أَنْ يُكَبِّرَ فِي  
حِدَايَتِهِ يَنْتَفِخًا وَضَوْءًا وَكَانَ كَقَوْلِهِ آمَنَّا أَنْ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام الزواج مطہرات کے پاس ایک  
غسل سے ہو کر آئے۔

۶۱۶۔ وَحَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ أَحْمَدَ عَنْ أَبِي شُعَيْبٍ  
الْحِمْصِيِّ قَالَ قَالَ ثَابِتُ بْنُ كَثِيرٍ عَنْ  
عَنْ شُعَيْبَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ تَرْوَيْدٍ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُكْرَهُ عَلَى بَنَاتِهِ  
بِغَسْلٍ وَأَحْيَا

**مجاہدیت کے بعد دوبارہ مجاہدیت کرنے یا سونے سے پہلے وضو کرنے کا استحباب**

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اس باب کی تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہے کہ جنبی کے لیے غسل سے پہلے کھانا پینا، سونا اور جملہ گونا گونا چیزیں  
اور اس پر سب کا اتفاق ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ جنبی کا بدن اور اس کا پسینہ پاک ہے، اور ان احادیث میں یہ بات  
بھی ہے کہ ان کاموں سے پہلے جنبی کا وضو کرنا مستحب ہے، خصوصاً اس وقت جب اس عورت سے جماع کرنا  
چاہے جس سے پہلے جماع نہ کیا ہو اس وقت اس لیے ذکر کو دھرنے کا استحباب ہو کر ہے، اور ہر حال میں استحباب ہے



اس کی تصریح کی ہے کہ جنبی کا وضو سے پہلے کھانا پینا اور جماع کرنا مکروہ ہے، اور یہ احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں اور ہمارے نزدیک اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ یہ وضو واجب نہیں ہے، امام مالک اور جمہور کا بھی یہی قول ہے، البتہ بعض مالکیہ اور داؤد ظاہری نے یہ کہا ہے کہ یہ وضو واجب ہے، اور وضو سے مراد نماز کا وضو کامل ہے ایک اعتراض یہ ہے کہ سنن ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حالت جنابت میں سو جاتے تھے اور پانی کو نہیں چھوتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے، دوسرا جواب یہ ہے کہ آپ پانی کو نہیں چھوتے تھے اس سے مراد یہ ہے کہ غسل نہیں کرتے تھے تیسرا جواب یہ ہے کہ بعض اوقات آپ پانی کو بیان جواز کے لیے نہیں چھوتے تھے، کیونکہ اگر آپ ہمیشہ سونے سے پہلے وضو کرتے تو اس سے وضو کرنے کے وجوب کا وہم ہوتا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام ازواج مطہرات کے پاس ایک غسل سحر طواف کرنے سے پہلے کرتے تھے تو یہ بھی احتمال ہے کہ آپ درمیان میں وضو کر لیا کرتے تھے اور یہ بھی احتمال ہے کہ بیان جواز کے لیے وضو کو ترک کر دیا کرتے تھے، کیونکہ سنن ابوداؤد میں یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج کے پاس ایک رات میں گئے اور اس کے پاس غسل کرتے تھے، آپ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ آپ نے ایک ہی غسل پر کھائیت کیوں دکھائی، آپ نے فرمایا اس میں زیادہ پاکیزگی اور طہارت ہے، امام ابوداؤد نے کہا پہلی حدیث زیادہ صحیح ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض اوقات بیان جواز کے لیے غسل نہ کیا جو اہل بعض اوقات حصول فیصلت کے لیے غسل کیا ہو۔

جنابت کے بعد سونے سے پہلے جو غسل کیا جاتا ہے اس کی حکمت کے بیان میں بعض علماء شافعیہ نے کہا تاکہ عذرت میں تخفیف ہو، علامہ مازنی مالکی نے کہا تاکہ وہ طہارت پر سونے اگر اس دوران موت آجائے تو طہارت پر موت آگئے، علامہ مازنی نے کہا اسی قیاس پر حائضہ کو بھی سونے سے پہلے وضو کر لینا چاہیے، اور علماء شافعیہ نے کہا کہ حائضہ کے وضو کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

باقی رہا یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک غسل کے ساتھ تمام ازواج مطہرات کے پاس گئے تو یہ ہو سکتا ہے کہ آپ سب کی رضامندی سے ان کے پاس گئے ہوں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ جس زوجہ کی باری ہو آپ نے اس سے اجازت لے لی ہو اس تاویل کی اس وقت ضرورت ہے جب یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ازواج کی باریوں کی تقسیم واجب تھی اور اگر یہ کہا جائے کہ آپ پر باریوں کی تقسیم واجب نہیں تھی تو پھر کسی تاویل کی ضرورت نہیں رہے۔

**نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کی تعداد کی تفصیل اور تحقیق** | امام بخاری روایت کرتے ہیں: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رات اور دن کے کسی ایک حصہ میں تمام ازواج کے پاس جاتے تھے اور وہ گیارہ ازواج تھیں، اور کہا کہ میں نے حضرت انس سے پوچھا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طاقت رکھتے تھے؟ حضرت انس نے کہا جہاں ہم یہ کہتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی قوت دی گئی ہے۔

۱۔ علامہ یحییٰ بن شریف ندوی متوفی ۱۳۷۲ھ، شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۸۶ھ



علامہ بدرالدین طبعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

امام بخاری نے حضرت انس کی دوسری روایت جو ذکر کی ہے اس میں نو ازواج کا ذکر ہے، ان میں تطہیق اس طرح ہے کہ اس وقت نو ازواج تھیں اور وہ بانندیاں تھیں، حضرت ماریہ اور حضرت ریحانہ ..... یہ فعل صرف آپ کی آخری عمر میں منظور ہو سکتا ہے جب آپ کے عقد میں نو ازواج اور دو بانندیاں تھیں، اور یہ معلوم نہیں ہوا کہ آپ کے عقد میں گیارہ ازواج جمع ہوئی ہوں، کیونکہ آپ نے کل گیارہ ازواج سے نکاح کیا ان میں سے پہلی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا تھیں اور ان کی حیات میں آپ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ حضرت خدیجہ کے بعد آپ نے حضرت سودة سے نکاح کیا، پھر حضرت عائشہ سے، حضرت عائشہ کی خصوصی خدمت میں ہوئی، پھر آپ نے حضرت ام سلمہ سے نکاح کیا، پھر حضرت حفصہ اور حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا، پھر حضرت زینب بنت جحش سے نکاح کیا، پھر حضرت جعفر سے، پھر حضرت صفیہ، حضرت ام حبیبہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے، یہ وہ ازواج مطہرات ہیں جن سے آپ کا نکاح بھی ہوا اور خصوصی بھی ہوئی اور ان کو آپ کے ساتھ شب بے شب گزارنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ یہ تفصیل قول مشہور کے مطابق ہے۔

نہی صلے اللہ علیہ وسلم کی ازدواج کی تعداد، ان کی ترتیب اور ان میں سے جو آپ پہلے فوت ہوئیں اور جو بعد میں فوت ہوئیں، جن سے دخل کیا اور جن سے دخل نہیں کیا اور جن کو پیغام دیا اور نکاح نہیں کیا اور جنہوں نے خود کو آپ پر پیش کیا ان کے متعلق کافی اختلاف ہے۔

جن ازدواج سے آپ کا نکاح اور رخصتی ہوئی ان کے ترتیب و درجہ استقامت

۱۔ حضرت حمید کبہ بنت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہا (۳) حضرت سوده بنت زمعہ (۴) حضرت عائشہ بنت ابی بکر (۵) حضرت حفصہ بنت عمر بن الخطاب (۶) حضرت ام سلمہ بنت عبد المطلب (۷) حضرت جبرئیلہ بنت اکملث، یہ غزوہ بدر میں قید ہو کر آئی تھیں (۸) حضرت زینب بنت جحش (۹) حضرت زینب بنت خویلد (۱۰) حضرت ریحانہ بنت زید، یہ بنو قریظہ سے تھیں، اور ایک قول ہے بنو نضیر سے تھیں، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ۱۲ ہجری میں قید ہو کر آئی تھیں، آپ نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، جب آپ حجۃ الوداع سے واپس آئے تو یہ فوت ہو گئیں اور ان کو بقیع میں دفن کیا گیا (۱۱) حضرت ام حبیبہ رحمۃ بنت ابوسفیان (۱۲) حضرت صفیہ بنت حنی بن اخطب، یہ حضرت اروان علیہ السلام کی اولاد میں سے تھیں، غزوہ خیبر میں قید ہوئیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آزاد کر کے ان سے نکاح کر لیا، (۱۳) حضرت میمونہ بنت الحارث، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرما دیا کہ عہدہ ۱۲ ہجری میں طرۃ القضاء کے موقع پر مکہ سے واپس آؤ۔ صرف کے مقام پر نکاح کیا۔ (۱۴) حضرت فاطمہ بنت السخاک (۱۵) حضرت اسماء بنت النعمان۔ جن ازدواج سے نکاح ہوا اور نصیحت بھی ہوئی اور بن سے مرت نکاح ہوا اور نصیحت نہیں ہوئی، اور جن کو نکاح کا بیعت نامہ دیا اور نکاح نہیں ہوا:

دیا اور نکاح نہیں ہوا:  
 (۱) حضرت ربیعہ بنت زید، ان کا ذکر ہو چکا ہے۔ (۲) حضرت کلثومہ، ان کا نام عمرہ بنت عبدالمطلب یا عالیہ بنت عبدالمطلب ہے۔ زہری نے کہا میں نے اسے علیہ وسلم نے حضرت عالیہ سے نکاح کیا، رخصتی بھی ہوئی، اور آپ نے طلاق دے دی اور ایک قول یہ ہے کہ رخصتی کے بغیر طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ یہ فاطمہ بنت الضحاك ہیں، زہری نے کہا آپ نے ان سے



نکاح کیا انہوں نے آپ سے پناہ مانگی، تو آپ نے ان کو طلاق دے دی، (۳) اسماء بنت النخاع، آپ نے ان سے نکاح کیا اور ان کو طلاق دے دی، ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے پناہ مانگی تھی، (۴) قبیلة بنت قیس، ان کے بھائی نے ان کا آپ سے نکاح کیا، آپ کے وصال کے بعد یہ اور ان کا بھائی دونوں سرحد، مرگئے، (۵) ملیکہ بنت کعب، ایک قول یہ ہے کہ انہوں نے آپ سے پناہ مانگی تھی، (۶) اسماء بنت الصلت السلمیہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور انہیں سے پہلے یہ فوت ہو گئیں، (۷) ام شریک از دیہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصتی سے پہلے ان کو طلاق دے دی تھی، انہوں نے خود کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ہر کیا تھا اور یہ ایک تنیک خاتون تھیں، (۸) عولہ بنت بزیل، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا تھا، مگر یہ آپ تک پہنچنے سے پہلے فوت ہو گئیں، (۹) شرانہ بنت اسحاق، یہ حضرت وجہ کلبی کی بہن تھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی، یہ آپ سے پہلے فوت ہو گئیں، (۱۰) سہیلہ بنت اسلم، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا پھر انہوں نے علیہ کی طلب کی آپ نے ان کو الگ کر دیا، (۱۱) عترۃ بنت معادیہ الکندریہ، ان تک پہنچنے سے پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو گیا، (۱۲) جلیبہ بنت جندب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا اور رخصتی نہیں ہوئی، (۱۳) غنارہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا، پھر ان کے پہلو میں سفیدی دیکھی اور ان کو الگ کر دیا، (۱۴) بنت یزید، ان کے ساتھ رخصتی نہیں ہوئی، (۱۵) صفیہ بنت بشامہ، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قید میں تھیں، آپ نے ان کو اختیار کر لیا، (۱۶) حضرت ام لوی فاختہ بنت ابی طالب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح پیغام دیا، انہوں نے کہا میں مصیبت زدہ ہوں اور اپنا عقد پیش کیا، آپ نے ان کا عقد قبول کر لیا، اما حبیبہ بنت عامر، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، پھر آپ کو معلوم ہوا کہ یہ تنگی میں تھیں تو آپ نے ارادہ ترک کر دیا، (۱۷) حمزہ بنت عمن مزی، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا، ان کے والد نے کہا ان میں عیب ہے، اما حبیبہ بنت جندب، والد نے ان کو دیکھا تو ان کو جس ہو گیا، (۱۸) سہوہ ترشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نکاح کا پیغام دیا یہ اس وقت مصیبت زدہ تھیں انہوں نے حضرت کریم نے ان کے لیے دعا کی اور رشتہ ترک کر دیا، (۱۹) انابہ بنت حمزہ بن عبد المطلب، ان کو آپ پر پیش کیا گیا آپ نے فرمایا یہ میری رضائی بھتیجی ہے، (۲۰) حمزہ بنت ابی سفیان بن حرب، ان کی بہن حضرت ام حبیبہ نے ان کو پیش کیا، آپ نے فرمایا ان کی بہن نبی حضرت ام حبیبہ سے نکاح کیا، اس لیے یہ مجھ پر حلال نہیں ہیں، (۲۱) علیہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پاس حضرت عائشہ کو بھیجا، انہوں نے ناپسند کیا تو آپ نے ارادہ ترک کر دیا، (۲۲) عرب کی ایک خاتون ان کا نام معلوم نہیں ہوا، آپ نے ان کو نکاح کا پیغام دیا پھر ترک کر دیا، (۲۳) ورتہ بنت ام سلمہ، آپ کو ان کی پیشکش کی گئی آپ نے فرمایا یہ میری رضائی بھتیجی ہیں، (۲۴) امیر بنت خراجل، صحیح بخاری میں ان کا ذکر ہے، (۲۵) حبیبہ بنت اسلم الانصاریہ، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کا ارادہ کیا پھر ترک کر دیا، (۲۶) فاطمہ بنت شریح، ابو عبیدہ نے ان کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج میں ذکر کیا ہے، (۲۷) حضرت مالیکہ بنت نخبیان، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے نکاح کیا یہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں، پھر آپ نے ان کو طلاق دے دی۔

ملاحظہ یہ ہے کہ چودہ ازواج سے آپ کا نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی اور ان کو آپ نے طلاق دے کر الگ نہیں کیا۔ پندرہ عاتقین سے نکاح ہوا اور رخصتی نہیں ہوئی، بعض کو آپ نے طلاق دے دی، بعض رخصتی سے پہلے فوت ہو گئیں اور بعض کی رخصتی سے پہلے آپ کا وصال ہو گیا، اور ان خواتین کو آپ نے نکاح کا پیغام دیا اور کس وجہ سے نکاح نہیں ہو سکا اور



ایک زوجہ کچھ عرصہ ساتھ رہیں اور بعد میں آپ نے ان کو طلاق دے کر الگ کر دیا، مشہور یہ ہے کہ آپ کی گیارہ ازواج تھیں اور جس وقت آپ کا وصال ہوا ہے اس وقت نو ازواج مطہرات حیات تھیں۔

**نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تعدد ازواج کے اعتراضات کے جوابات** | اس حدیث میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تین مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں تین مردوں کی طاقت کا ذکر ہے اور امام ابو یوسف نے مسند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے کہ آپ کو چار مردوں کی طاقت دی گئی تھی، اور امام ترمذی نے جنت کی صفت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں آج اپنی جماعت کی قوت ہو گی، عرض کیا گیا، یا رسول اللہ! کیا وہ اس کی طاقت رکھے گا؟ آپ نے فرمایا اس کو سو مردوں کی طاقت دی جائے گی، اور امام حاکم نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب ہم نے چالیس کو سو میں ضرب دی تو اس کا حاصل چار ہزار ہوا، یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں چار ہزار مردوں کی طاقت ہے، اور علامہ ابن العربی نے ذکر کیا ہے کہ اس حدیث کے اعتبار سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جماعت کی قوت حاصل تھی (آپ چار ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے اس کے باوجود صرف گیارہ ازواج پر قناعت کی) اور کھانے میں بھی آپ قناعت سے کام لیتے تھے اور میں طرح امور شرعیہ میں اللہ تعالیٰ نے آپ میں فضیلتیں جمع کی تھیں، اسی طرح امور دنیاویہ میں بھی آپ کے اندر فضیلتیں جمع کی تھیں تاکہ داریں میں آپ کا حال کامل ہو۔

میری کو نام مردوں کی بہ نسبت بہت زیادہ طاقت دی جاتی ہے، حضرت داؤد علیہ السلام کی سوا ازواج تھیں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی نوے ازواج تھیں اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم چار ہزار مردوں کی طاقت رکھتے تھے اس کے باوجود آپ نے صرف گیارہ ازواج پر قناعت کی، اللہ تعالیٰ تصور غلط ہے کہ آپ نے قناعت شہرت کے لیے زیادہ شایاں نہیں کی، کیونکہ مشہور کا زور جوانی کے ایام میں ہوتا ہے آپ نے پچیس سال کی عمر میں ایک بیوہ خاتون سے نکاح کیا، اور پچیس سال کا عمر صرف ان ہی کے ساتھ گذرا اور دوسرا عقد نہیں کیا، پچاس سال کی عمر کے بعد آپ نے چند اور عقد کیے اور یہ عقد تبلیغی مسکنوں کی وجہ سے کیے، کیونکہ نکاح کے نزدیک ایک اور خاندان سے رابطہ قائم ہو جاتا ہے اور ان کے ساتھ ملنے جلنے سے تبلیغ کے زیادہ مواقع پیش آتے ہیں، دوسری وجہ یہ ہے کہ تعدد ازواج کی وجہ سے آپ کے گھر کے حالات اور خانگی معاملات کو دیکھنے والیاں اور امدت تک پہنچانے والی زیادہ خواتین ہو گئیں اور گھر پر معاملات سے متعلق احادیث کی نشر و اشاعت کے زیادہ ذرائع فراہم ہو گئے، نیز آپ نے بیک وقت نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا اور امت کو یہ بتلایا کہ تم چار ازواج میں عدل کرنا لکھتے ہو اور میں نے ہر ایک وقت نو ازواج میں عدل کر کے دکھایا ہے، سلام ہو اس نبی پر جس کا عمل ہر میدان میں قبول سے بڑھ کر ہے!



یہ بحث ہم نے شرح صحیح مسلم ج ۳ ص ۲۰۶-۲۰۷ میں بھی کی ہے لیکن بعض چیزوں کی یہاں زیادہ تفصیل ہے

## بَابُ وَجُوبِ الْغُسْلِ عَلَى الْمَرْأَةِ بِخُرُوجِ الْحَيْضِ مِنْهَا

### وجوب

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اسحاق کی دادی ام سلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اس وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی حضور کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہ! اگر کوئی عورت اس طرح کا خواب دیکھے جیسے مرد خواب دیکھتا ہے تو وہ کیا کرے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (درمیان میں) برہن ہوئیں اسے ام سلیم تھا کہ اسے اتھو خاک آلود ہوں حضرت عائشہ کا یہ کہنا بطور ملامت نہ تھا کہ تم نے تو عورتوں کو شرمندہ کر دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ سے فرمایا بلکہ تھا کہ اسے اتھو خاک آلود ہوں (پھر حضرت ام سلیم سے مخاطب ہو کر فرمایا) اسے ام سلیم جب عورت ایسا خواب دیکھے تو اس کو غسل کرنا چاہیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اگر کوئی عورت ایسا خواب دیکھے جیسے مرد خواب دیکھتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب عورت ایسا خواب دیکھے تو غسل کرے عورت ام سلیم کہتی ہیں کہ مجھے شرم تو آئی تاہم میں نے پوچھا کیا واقعی ایسا ہوتا ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں! اگر ایسا نہ ہو تو بچوں کی مشابہت کیسے ہو مرد کا پانی گڑھا اور سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے ان میں سے جس کا پانی غالب ہو یا سابق ہو بچہ اسی کے مشابہ ہوتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

۶۱۷۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ قَالَ نَاعِمٌ بْنُ يُونُسَ الْحَنْفِيُّ قَالَ نَا عِنْدَ مَتَّى بْنِ عَمْرٍاءَ قَالَ قَالَ إِسْحَقُ بْنُ طَلْحَةَ حَدَّثَنِي أَحْسَنُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ جَاءَتْ أُمُّ سَلِيمٍ وَوَجَّهَتْهُ إِسْحَاقُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ لَهَا وَعَايِشَةُ عِنْدَ نَا رَسُولِ اللَّهِ الْمَرْأَةُ تَذِي مَا تَذِي الرَّجُلُ فِي النِّمَامِ فَتَذِي مِنْ نَفْسِهَا مَا يَذِي الرَّجُلُ مِنْ نَفْسِهِ فَقَالَتْ مَا تَشَاءُ يَا أُمُّ سَلِيمٍ فَصَدَحَتْ النِّسَاءُ تَرَبَّتْ كَيْفَ تَرَبَّتْ قَوْلُهَا تَرَبَّتْ كَيْفَ تَرَبَّتْ تَحِيْرُ فَقَالَ بَعَايِشَةُ بَلْ أَتَيْتُ فَتَرَبَّتْ كَيْفَ تَرَبَّتْ كَعَمَّ فَلْتَحْتَسِلْ يَا أُمُّ سَلِيمٍ إِذَا سَأَلَتْ ذَلِكَ۔

۶۱۸۔ حَدَّثَنَا عَبَّاسُ بْنُ الْوَلِيدِ قَالَ نَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ قَالَ نَا سَعِيدُ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَحْسَنَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُ أَنَّ أُمُّ سَلِيمٍ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا مَا لَتْ يَوْمَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْمَرْأَةِ تَذِي مَا تَذِي الرَّجُلُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَتْ ذَلِكَ الْمَرْأَةُ فَلْتَحْتَسِلْ فَقَالَتْ أُمُّ سَلِيمٍ فَاسْتَحْيَيْتُهُ مِنْ ذَلِكَ فَقَالَتْ وَهَلْ يَكُونُ هَذَا فَقَالَ يَوْمَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ كَيْفَ يَكُونُ الشُّبُهَةُ إِنَّ مَاءَ الرَّجُلِ خَلِيطٌ أَبْيَضٌ وَمَاءُ الْمَرْأَةِ دَرَقِيٌّ أَصْفَرٌ كَيْفَ أَتِيَهُمَا عِلَاوَسَبَقَ يَكُونُ مِنَ الشُّبُهَةِ۔

۶۱۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ بْنُ رَشِيدٍ قَالَ نَا صَالِحُ



ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت عذاب میں وہ چیز صیغے جوہر و عذاب میں دیکھتا ہے یا آپ نے فرمایا اگر اس سے وہی چیز نکلے جوہر دے نکلتی ہے تو اس پر غسل فرض ہے۔

بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَأَى بِي مَا لَكَ إِلَّا شَجَعِي عَنْ أَكْثَرِ  
بْنِ مَالِكٍ قَالَ سَأَلْتُ أُمَّهُ هَؤُلَاءِ مَسْئُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَذَاءِ تَرَى فِي مَتَابِعِهَا مَا  
يَرَى الرَّجُلُ فِي مَتَابِعِهِ فَقَالَ إِذَا كَانَ مِنْهَا مَا  
يَكُونُ مِنَ الرَّجُلِ فَلْتَغْتَسِلْ.

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت  
ام سلمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں  
اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ حق بات کو (شرم کی وجہ  
سے) ترک نہیں کرتا کیا احکام سے عورت پر بھی غسل فرض  
ہوتا ہے یا آپ نے فرمایا ان جب وہ نہی دیکھوے۔  
حضرت ام سلمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! کیا عورت کو بھی عظام  
ہوتا ہے یا آپ نے فرمایا تناسل سے اچھڑا ہوا فاک اورو ہوا  
اگر یہ بات نہ ہوتی تو کچھ اس کے مشابہ کیسے ہوتا۔

۴۲۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى النَّخَعِيُّ قَالَ أَنَا  
أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ  
زَيْنَبِ بِنْتِ أَبِي سَلَمَةَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ جَاءَتْ  
أُمَّ سَلَمَةَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ  
الْحَقِّ قَبْلَ عَلَى الْمَرْأَةِ مِنْ غُسْلٍ إِذَا احْتَمَلَتْ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَعَمْ إِذَا  
رَأَتْ الْمَاءَ فَقَالَتْ أُمُّ سَلَمَةَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَوْ  
تَحْتَلِكُمُ الْمَرْأَةُ فَقَالَ تَرِيدِينَ يَدَايَ فِيمَ يُسْقِمُهَا وَلَكِنَّهَا -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور فرمایا اس سند  
کے ساتھ روایت میں یہ اضافہ ہے۔ حضرت ام سلمہ رضی  
اللہ عنہا نے ام سلمہ سے فرمایا تم نے تو عورتوں کو شرمندہ  
کر دیا۔

۴۲۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَدُرَيْرِيُّ بْنُ  
حَرْبٍ قَالَا نَا وَكَيْفُ سِرٍّ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ  
نَا سَمِعَانُ جَمِيعًا عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ وَهَذَا الْإِسْنَادُ  
مِثْلُ مَعْنَاهُ وَهَذَا قَالَتْ كَلْتُ فَصَنَعَتِ الْبُكَاءَ -  
۴۲۲ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ ابْنُ الْكَلْبِ  
قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي جَعْفَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْخِي عَقِيلُ بْنُ  
خَالِدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ أَنَّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ هَؤُلَاءِ  
بْنُ الرَّكْبِيِّ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ أَخْبَرَتْهُ أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ أُمِّ بَكْرِ ابْنَةَ طَلْحَةَ  
وَحَدَّثَتْ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِغُفَى  
حَدَّثَتْ هِشَامُ خَيْرَانِ قِيَرٍ قَالَ قَالَتْ هَؤُلَاءِ قَدْ  
لَمَّا أَتَى ذَلِكَ الْوَجْهُ الْمَرْأَةُ ذَلِكَ -

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان  
کی اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ ام سلمہ کی بات سن کر حضرت  
عائشہ نے ان کے کہان پر انہوس ہے کیا عورت بھی اس قسم  
کے عذاب دیکھتی ہے۔

۴۲۳ - حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَاقَ بْنُ مُوسَى الرَّائِي وَ  
سَهْلُ بْنُ عَمَّانٍ وَابْنُ كُرَيْبٍ وَالثَّقَفِيُّ ابْنُ كُرَيْبٍ  
قَالَ سَهْلٌ نَا قَالَ الْأَخْبَرَاتُ أَنَا ابْنُ أَبِي رَاشِدٍ هَؤُلَاءِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
ایک عورت نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا  
کہ جب عورت کو عظام ہو اور وہ نہی بھی دیکھے تو کیا اس



عَنْ أَبِيهِ عَنْ مُطْعِمِ بْنِ شَيْبَةَ عَنْ سَافِعِ بْنِ  
عَبِيدِ اللَّهِ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ  
أُمِّمًا قَالَتْ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
هَلْ تَغْتَسِلُ الْمَرْءُ إِذَا اخْتَلَعَتْ دَأْفِصَرَتِ  
الْمَاءُ فَقَالَ نَعَمْ فَقَالَتْ لَهَا عَائِشَةُ تَوَيْتَ يَدَ اللَّهِ  
قَالَتْ قَالَتْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ دَعِيهَا وَهَلْ يَكُونُ الشَّيْبُ إِلَّا مِثْلَ قَبْلِ  
ذَلِكَ إِذَا عَلِمَ مَا وَفَّاهَا مَاءَ الرَّجُلِ أَشْبَهُ الْوَلَدُ  
أَحْوَالَهُ إِذَا عَلِمَ مَاءَ الرَّجُلِ مَاءَ مَا أَشْبَهُ أَعْمَامَهُ

پرسنل واجب ہے آپ نے فرمایا ہاں حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا نے اس عورت سے کہا تمہارے ہاتھ خاک  
آلودہ اور نمی ہوں، حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سن کر فرمایا اس کو پھیر دو اولاد  
کی مشابہت اسی وجہ سے ہوتی ہے جب عورت کا پانی  
مرد کے پانی پر غالب آجائے تو بچہ اپنے ماموں کے  
مشابہ ہوتا ہے اور اگر مرد کا پانی عورت پر غالب آ  
جائے تو بچہ اپنے چچاؤں کے مشابہ ہوتا ہے۔

بَابُ بَيَانِ صِفَةِ مَنِي الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ  
وَأَنَّ الْوَلَدَ مَخْلُوقٌ مِنْ مَّا شِئِمَا

۶۲۳۔ حَدَّثَنِي الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ الْخَلَوَاتِيُّ قَالَ  
كَانَ أَبُو قَتَابَةَ وَهُوَ كَرِيمٌ بَنِي قَافِرٍ قَالَ كَانَ مَخْلُوقًا  
يَعْنِي ابْنَ سَلَمَةَ عَنْ أَبِي يَحْيَى أَخَاهُ أَنَّهَا سَمِعَتْ أَبَا  
سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو سَلَمَةَ الرَّحْبِيُّ أَنَّ قُتَيْبَةَ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَتَنَ  
كُنْتُ قَامًا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَجَاءَ عِيْزَةُ مِنْ أَهْلِ الْيَهُودِ فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ  
يَا مَخْلُوقَةَ فَدَعَا دُعَاءَ كَهَاءٍ يُفْصِرُ عَنْهَا فَقَالَ  
لِيَدَّعِيَهَا فَقُلْتُ لَا أَفْعُلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ  
الْيَهُودِيُّ إِنَّهَا كَذَّابَةٌ يَا سَمِيحَ الْكُذِّبِ سَمَاءُ بِمِ  
أَهْلِكَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِنَّ الشَّيْءَ مَخْلُوقٌ الْيَهُودِيُّ سَمَاءُ بِمِ أَهْلِي فَقَالَ  
الْيَهُودِيُّ جِئْتُ أَسْأَلُكَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْتَفَعَلَ كُنْهُ إِنْ كَذَبْتَ  
قَالَ أَسْمَعُ يَا دُفَى فَتَنَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَهُودِيٌّ مَعَ فَقَالَ سَلْ فَقَالَ الْيَهُودِيُّ  
أَنْ يَكُونَ النَّاسُ يَوْمَ تَبْدُلُ الْأَرْضَ غَيْرَ الْأَرْضِ

مرو اور عورت کی منی کی خصوصیات اور یہ کہ  
بچہ ان کے پانی سے پیدا ہوتا ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عظیم حضرت قربان  
رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے پاس کھڑا ہوا تھا، علامہ بیہودہ میں سے ایک  
عالم حضور کے پاس آیا اور کہنے لگا "السلام علیک یا محمد"  
میں نے اس کو زور سے دھکا دیا جس سے وہ گرتے  
مگر نے بچا۔ کہنے لگا تم نے مجھے کیوں دھکا دیا  
میں نے کہا تم نے یا رسول اللہ کیوں نہیں کہا، کہنے  
لگا ہم ان کو اسی نام سے پکارتے ہیں جو نام ان کے  
گھر والوں نے رکھا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے فرمایا میرے گھر والوں نے جو میرا نام رکھا  
ہے وہ محمد ہی ہے۔ یہودی نے کہا میں آپ سے  
کچھ سوال کرنے آیا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا اگر میں تم کو کچھ بتا دوں تو تم کو کچھ فائدہ پہنچے گا؟  
اس نے کہا میں غور سے آپ کی بات سنوں گا، رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک تھکے سے زمین پر گریں  
تھے آپ نے فرمایا "پرچھو" یہودی کہنے لگا جب  
زمین اور آسمان بدل چکے ہوں گے اس وقت لوگ



وَالشُّلُوتُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 نَحْمُ فِي الظُّلَمَةِ دُونَ النُّجُوسِ قَالَ فَمَنْ أَذَلُّ النَّاسِ  
 إِجَارَةً قَالَ فَقَرَأَ الْمُتَحَارِيرُونَ قَالَ أَلَيْسَ دُونَنَا  
 نَحْمُ فِي الظُّلَمَةِ دُونَ النُّجُوسِ قَالَ رِيَاءٌ وَكَيْدٌ  
 الشُّلُوتُ قَالَ فَمَا عَدَاؤُهُ عَلَى أَكْرَهَا قَالَ يَنْحَرُّ  
 لِقَوْمِ النَّجَّةِ الَّذِينَ كَانُوا كُلُّ مَنٍ أَطْلُوفُهَا  
 قَالَ فَمَا شَرُُّ الْبُحْمِ عَلَيْهِ قَالَ مِنْ عَيْنٍ قَبِيحَةٍ فَسَمِعَ  
 سَلَسِيلًا قَالَ حَدَّثْتُ قَالَ وَحَدَّثْتُ أَمَا لَكَ عَنْ  
 شَيْءٍ لَا يَعْلَمُهُ أَحَدٌ مِنَ أَهْلِ الْأَرْضِ إِلَّا رَيْحٌ أَوْ  
 رَجُلٌ أَوْ جَلَدٌ قَالَ يَنْفَعُكَ إِنْ حَدَّثْتُكَ قَالَ  
 أَمْعُ يَأْذُنِي قَالَ بَعَثْتُ أَمَا لَكَ عَنِ الْوَلَدِ قَالَ  
 مَا أَمَرَ الرَّجُلَ أَبْيَضَ وَمَا أَمَرَ السُّوَادَ أَضْفَرُ مَاذَا  
 اجْتَنَعَا كَعَلَامَتِي الرَّجُلُ صَبِيحُ الْمَرْأَةِ أَذْكَرُ  
 يَأْذُنُ الْوَلَدِ وَإِذَا عَلَامَتِي الْمَرْأَةُ صَبِيحُ الرَّجُلِ  
 أَذْكَرُ يَأْذُنُ الْوَلَدِ عَمْرٌ وَجَلَدٌ قَالَ أَلَيْسَ دُونَ لَقَدْ حَدَّثْتُ  
 دَرَأَكَ كُنِيئِي ثُمَّ انْقَرَفَتْ فَذَهَبَ فَقَالَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَأَلَنِي هَذَا عَنِ  
 النَّبِيِّ سَأَلَنِي عَنْهُ وَمَا لِي عِلْمٌ بِشَيْءٍ مِنْهُ حَقٌّ  
 إِنَّمَا لِي اللَّهُ بِهِ

کہاں ہوں گے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ  
 اندھیرے میں پل صراط کے قریب ہوں گے اس نے  
 پوچھا سب سے پہلے پل صراط سے کون گزے گا؟  
 آپ نے فرمایا فقراء و مہاجرین اس نے پوچھا وہ جنت  
 میں داخل ہوں گے تو سب سے پہلے انہیں کیا کھلایا جائیگا؟  
 آپ نے فرمایا کھلی کی گلیجی کا ٹکڑا اس نے پوچھا اس کے بعد  
 انہیں کیا کھلایا جائے گا؟ آپ نے فرمایا ان کے لیے جنت  
 کا وہ بیل خرچ کیا جائے گا جو جنت میں چرا کرتا تھا اس  
 نے پوچھا اس کے بعد انہیں کیا پلا یا جائے گا؟ آپ نے  
 فرمایا انہیں ساسیل نامی ایک چشمرے سے پانی پلایا جائیگا۔  
 اس یہودی عالم نے کہا آپ نے سچ فرمایا لیکن میں آپ سے  
 وہ بات پرچھنے آیا ہوں جس کو روئے زمین پر نبی کے  
 سوا صرف ایک یا دو آدمی جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا  
 اگر میں تم کو وہ بات بتلاؤں تو تم کو فائدہ پہنچے گا، اس نے  
 کہا میں غور سے سنوں گا، اس نے کہا میں آپ سے یہ پچھنے  
 آیا ہوں کہ کچھ کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا مرد  
 کا پانی سفید اور عورت کا پانی زرد رنگ کا ہوتا ہے جب  
 یہ دونوں پانی ملائے اور مرد کی منی عورت کی منی پر غالب  
 ہو جائے تو اللہ کے حکم سے بچہ پیدا ہوتا ہے، اور اگر  
 عورت کی منی مرد کی منی پر غالب ہو جائے تو اللہ کے حکم  
 سے بچی پیدا ہوتی ہے، یہ یہودی نے کہا بلاشبہ آپ نے  
 سچ فرمایا اور آپ حقیقتہً اللہ کے نبی ہیں، پھر وہ یہودی  
 چلا گیا، اس کے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 فرمایا کہ جن چیزوں کے بارے میں پوچھا میں ان کی طرف متوجہ  
 نہیں تھا، پھر اللہ تعالیٰ نے مجھے ان چیزوں کی طرف متوجہ  
 کر دیا۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے فرمایا اس  
 سند کے ساتھ بھی یہ حدیث مرسل ہے۔

۲۲۵۔ وَحَدَّثَنَا نُبَيْعُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو الرَّحْلِي  
 الدَّارِيُّ قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَّانٍ قَالَ فَمَعَاوِيَةُ  
 ابْنُ سَلَامٍ فِي هَذِهِ الْأَسَانِدِ بِسُيْلِهِ عَمْرُوَّةٌ قَالَ كُنْتُ



قَالَتْ أَيْمَنَهُ دَسُورٌ أَلَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ نَأَيْدٌ يُكِيدُ الشُّرُكِينَ وَكَانَ ذَكَرُهُ وَأَنْتَ ذَكَرُ  
كُلِّ بَيْتٍ أَدَّكَرُوا أَوْ أَيْشَاءَ

## بَابُ صِفَةِ غَسْلِ الْجَنَابَةِ

۴۲۴ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الْقَسْبِيُّ قَالَ أَنَا  
أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ  
قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
أَغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ يَبْدَأُ بِغَسْلِ يَدَيْهِ ثُمَّ  
يُغْرِغُ بِسَاقِيهِ عَلَى يَسَارِهِ فَيَغْسِلُ قَرْحَهُ ثُمَّ  
يَتَوَضَّأُ وَضُوءَهُ لِلصَّلَاةِ ثُمَّ يَأْخُذُ الْمَاءَ  
فِيهِ يَحُلُّ أَصَابِعَهُ فِي أُصُولِ الشَّعْرِ حَتَّى إِذَا دَايَ  
قَدَا اسْتَبَدَّ أَحَقَنَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ حَقَنَاتٍ ثُمَّ  
أَخَاضَ عَلَى سَائِرِ جَسَدِهِ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ

۴۲۵ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَدُهَيْشُ  
بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَأْجِرُ لِرَوْحٍ وَحَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ  
قَالَ قَالَ عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ  
نَأْيُ بْنُ قُبَيْرٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ الْإِسْنَادُ وَكُنِينَ  
فِي حَدِيثِهِمْ غَسَلَ الرَّجُلَيْنِ

۴۲۸ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَنَا  
وَكُتَيْبَةُ قَالَ نَأْجِرُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَبَدَأَ  
فَغَسَلَ كَفَيْهِ قَلْبًا ثُمَّ ذَكَرَ نَحْوَ حَدِيثِ أَبِي  
مَعَاوِيَةَ وَكَوْنَهُ كَوْنَهُ غَسَلَ الرَّجُلَيْنِ

۴۲۹ - وَحَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ قَالَ نَأْجِرُ  
بْنُ عُمَرَ وَقَالَ نَأْيُ بْنُ عُمَرَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ  
عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ بَدَأَ فغَسَلَ  
يَدَيْهِ قَبْلَ أَنْ يَحُلَّ يَدَهُ فِي الْإِدْنِ وَكُوْنَهُ

## غسل جنابت کا طریقہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو  
پہلے اپنے دونوں ہاتھ دھرتے پھر دائیں ہاتھ سے پانی  
ہاتھ پر پانی ڈال کر استنجا کرتے اس کے بعد مکمل وضو کرتے  
پھر پانی سے سر پر ڈالتے اور انگلیوں کی مدد سے بالوں  
کی جڑوں تک پانی پہنچاتے پھر جب دیکھتے کہ سر صاف  
ہو گیا ہے تو تین مرتبہ سر پر پانی ڈالتے پھر تمام بدن پر  
پانی ڈالتے اور پھر پیر دھو لیتے۔

امام مسلم ایک اور سند کے ساتھ بھی روایت بیان  
کرتے فرماتے ہیں کہ اس روایت میں بعد میں پیروں کے  
دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کی ابتدا دونوں ہاتھ  
دھونے سے کی۔۔۔۔۔ اس روایت میں بھی پیروں کے  
دھونے کا ذکر نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو  
برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اس کو تین بار دھو لیتے  
پھر اس کے بعد مکمل وضو فرماتے۔



مِثْلُ رُؤُوسِهِ لِلْمَقْلُوبَةِ -

۴۳۰ - وَحَدَّثَنِي عَلِيُّ بْنُ مُحَمَّدٍ السَّعْدِيُّ كُنَانِي تَارِغِيسِي بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشَ عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ قَالَ حَتَّةُ بِنْتُ خَالَتِي مَيْمُونَةَ قَالَتْ أَدْنَيْتُ لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَسَلَةً مِنْ الْبَحَائِمِ فَغَسَلَ كَفَّيْهِ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا ثُمَّ أَدْخَلَ يَدَهُ فِي إِذْنَاءِ شَحْرِ أَقْدَرِيهِ عَلَى فَرْجِهِ وَغَسَلَ بِشِمَالِهِ ثُمَّ صَوَّبَ بِشِمَالِهِ الْأَرْضَ فَدَلَّهَا دَلًّا شَدِيدًا ثُمَّ قَرَأَ رُؤُوسَهُ لِلْمَقْلُوبَةِ ثُمَّ أَهْرَمَ عَلَى نَاسِمٍ ثَلَاثَ حَقَائِدَ بِمِلْءٍ كَفِّهِ ثُمَّ غَسَلَ سَائِرَ جَسَدِهِ ثُمَّ تَنَحَّى عَنْ مَقَامِهِ ذَلِكَ فَغَسَلَ رِجْلَيْهِ ثُمَّ أَقْبَضَتْهُ يَأْمُنُ دَيْلَ فَرَدَّهَا -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میری خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل جنابت کے لیے پانی رکھا، پہلے آپ نے دونوں ہاتھوں کو دھویا دویا تین بار، پھر برتن سے پانی لے کر بائیں ہاتھ کے استنجا کیا، پھر بائیں ہاتھ کو زمین پر رگڑ کر خوب صاف کیا، پھر انکل وٹو کیا، پھر دونوں ہاتھوں سے چلو پھو کر تین مرتبہ سر پر پانی ڈالا، پھر تمام بدن کو دھویا، پھر اس جگہ سے ہٹ کر دوسری جگہ جا کر پیروں کو دھویا، پھر میں آپ کے لیے تریہ لے کر آئی لیکن آپ نے واپس کر دیا۔

۴۳۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ وَالْبُخَارِيُّ ابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ كُرَيْبٍ وَالْأَشْجَرُ وَإِسْحَاقُ بْنُ كَلْبٍ عَنْ وَكِيعٍ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابْنُ كُرَيْبٍ قَالَا أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ كَلَاهُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِهِمَا إِحْرَاقُ ثَلَاثِ حَقَائِدَ عَلَى الرَّأْسِ وَفِي حَدِيثِ وَكِيعٍ وَصَفَتْ الرُّؤُوسَ كُلُّهَا قَدْ كَرَّاهُ مُصَضَّةً وَالْإِسْنَادُ شَاقٌّ فِيهِ وَلَيْسَ فِي حَدِيثِ ابْنِ أَبِي مُعَاوِيَةَ ذِكْرُ الْيَسْتَدِيلِ -

اہم سلم بیان کرتے ہیں کہ یہ روایت دیکھنے سے بھی مروی ہے اس میں ناک اور منہ میں پانی ڈالنے کا ذکر ہے اور مواد سے بھی مروی ہے اور اس میں تریہ کا ذکر نہیں ہے۔

۴۳۲ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ كُنَانِي تَارِغِيسِي بْنُ يُونُسَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ سَالِمِ بْنِ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُونَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَقْبَضَ يَمِينَهُ دَيْلَ فَمَلَأَ يَمِينَهُ وَجَعَلَ يَقُولُ بِالنَّمَاءِ هَكَذَا يَعْنِي يَمُوتُ -

حضرت ميمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تریہ لایا گیا تو آپ نے انہیں یا اور انھوں سے پانی کو بدن سے جھاڑنے لگے۔

۴۳۳ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَدَنِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو عَاصِمٍ عَنْ حَنْظَلَةَ بْنِ أَبِي سُكَيْنَ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کا ارادہ کرتے تو (دو دو دان کا قسم کا) ایک برتن نکالتے پھر



اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا اِغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ دَعَا  
يَكْفِيهِ نَحْوُ الْغُلَابِ فَاحْدَ يَكْفِيهِ بَدَنُهُ يَشُقُّ  
وَأَسِيرَ الدِّمَنِ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ لَمْ يَكُنْ  
بِهِمَا عَلَى تَأْسِيرِهِ

اس سے پانی لے کر پہلے سر کی دائیں جانب دھوئے،  
پھر بائیں جانب پھر دونوں اعضاء سے پانی لے کر سر  
پر بہاتے۔

## وضو کے مسائل

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

وضو اور غسل کو شروع کرنے سے پہلے اعضاء دھونے مستحب ہیں اور اگر ان پر نہایت سخت لگی ہو تو  
پھر اعضاء دھونے واجب ہیں غسل سے پہلے وضو کرنا صحت ہے، بعض اوقات آپ وضو کے ساتھ پیر دھو لیتے، جیسا کہ حضرت  
عائشہ رضی اللہ عنہا کی بعض روایات میں ہے اور بعض اوقات غسل کرنے کے بعد پیر دھوتے جیسا کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی  
حدیث میں ہے، ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ اگر جگہ صاف ہو تو پیر پہلے دھوئیں ورنہ بعد میں، سر اور واڑھی میں عدال کرنا چاہیے  
ہم سے نزدیک یہ غسل میں واجب اور وضو میں سنت ہے، دونوں اعضاء سے چلوے کر سر پر تین مرتبہ پانی ڈالنا چاہیے،  
جسم کو دنا مستحب ہے، ان احادیث سے معلوم ہوا کہ غسل جنابت میں طاک میں پانی ڈالنا اور غرگے کرنا مشروع ہے،  
فقہاء احناف کی دلیل قرآن مجید کی یہ آیت ہے:

اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو ابھی طرح اپنے

وان كنتم جنباً فاطهروا۔

بدن کو پاک کرو۔

(مشکوٰۃ: ۶)

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمام بدن کو پاک کیا جائے اور بدن ناک اندرون کو بھی شامل ہے، صحیح بخاری میں  
ہے کہ پہلے آپ اپنے اعضاء کو مٹی یا روڑے سے رگڑ کر صاف کرتے (اس میں صابن سے غسل کرنے کی اصل ہے)  
غسل پر دوسرے میں کرنا چاہیے خواہ گھر میں غسل کیا جائے غسل کا سامان منگوانے میں کسی سے مدد لینا جائز ہے اور بیوی  
کا غار وند کی خدمت کرنا مشروع ہے، ترمذی کے استہلال میں کئی قول ہیں، علامہ تہجدی نے کہا حضرت میمونہ کا تولیہ چستیں کرنا  
اس کی دلیل ہے کہ آپ نہانے کے بعد تولیہ استعمال کرتے تھے، اور اس وقت کسی وجہ سے تولیہ ترک کر دیا، یہ  
بھی ہو سکتا ہے کہ تولیہ اس لیے والیں کیا ہو کہ اس کو سنت لازم نہ سمجھ لیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس وقت بدن  
کو خشک رکھنا مقصود ہو اس لیے تولیہ کی ضرورت نہ ہو کیونکہ امام ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کیا ہے کہ نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک کپڑا تھا جس سے آپ وضو کے بعد منہ پر نکھتے تھے، امام نسائی نے روایت کیا ہے  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک رسال یا کپڑا تھا جس سے آپ وضو کے بعد منہ پر نکھتے تھے۔ لے

غسل جنابت کے لیے پانی کی مستحب

مقدار شوہر اور زوجہ کا ایک برتن سے

پانی لے کر غسل کرنا

بَابُ الْقُدْرَةِ الْمُسْتَحَبِّ مِنَ الْمَاءِ فِي غُسْلِ

الْجَنَابَةِ وَغُسْلِ الرَّجُلِ وَالْمَرْأَةِ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ فِي

حَالَةٍ وَاحِدَةٍ وَغُسْلِ أَحَدِهِمَا بِقَضِيلِ الْآخَرِ

۱۱۳۸  
۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۳ ص ۱۶۵-۱۶۲، مطبعة ادارة الطباعة النيرة بمصر



۶۳۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَدَرْتُ عَلَى  
مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ شَهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ  
عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ  
يَغْتَسِلُ مِنْ رَأْسِهِ وَهُوَ الْغَرَقُ مِنَ الْبَحَايَةِ .

۶۳۵۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قَدَرْتُ لَيْثًا  
وَحَدَّثَنَا ابْنُ رُمَيْحٍ أَخْبَرَنَا الْكَلْبِيُّ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ  
بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَعُمَرُ بْنُ الْوَلِيدِ وَ  
زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا أَتَيْنَا سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ  
عَنْ عُمَرُوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ فِي الْقَدَرِ وَهُوَ الْغَرَقُ وَ  
كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَهُوَ فِي الْإِنَاءِ وَالْوَحِيدِ وَفِي  
حَدِيثِ سُفْيَانَ مِنْ رَأْسِهِ وَاحِدٌ قَالَ قُتَيْبَةُ كَانَ  
سُفْيَانُ وَالْغَرَقُ تَلَاكَةً صَحِيحٌ .

۶۳۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ اللَّهُ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ  
قَدَرْتُ شُعْبَةَ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ حَفْصٍ عَنْ أَبِي سَكْمَةَ ابْنِ  
عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَائِشَةَ أَنَا وَأَخُوهُمَا  
مِنَ الرُّضَاعَةِ فَبَايَعْنَا عَنْ غُسْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مِنَ الْبَحَايَةِ فَدَعَا بِنَاءَهُ قَدَرًا لِلصَّاعِ  
فَاغْتَسَلَتْ وَبَيْنَمَا دَبَّيْنَاهَا سُرًّا وَأَخْرَجَتْ عَلَى  
رَأْسِهَا ثَلَاثًا قَالَ وَكَانَ أَدْرَأُ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْخُذُ مِنْ رُءُوسِهِمْ حَتَّى تَكُونَ  
كَالْوَحْرَةِ .

۶۳۷۔ وَحَدَّثَنَا هَارُوتُ بْنُ سَعِيدٍ الرَّبِيعِيُّ قَالَ  
نَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَخْرُومَةُ بِنْتُ بُكَيْرٍ عَنْ  
أَبِيهِ عَنْ أَبِي سَكْمَةَ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ قَالَ كُنْتُ  
عَائِشَةَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
اغتسل يَدُورِيْنِيْنِمْ فَهَبَتْ عَلَيْهِمَا مِنَ السَّمَاءِ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جنابت کے لیے ایسا  
برتن استعمال کرتے تھے جس میں تین صاع واساڑھے تیرہ  
لیٹر پانی آتا تھا ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں  
تین صاع (ساڑھے تیرہ لیٹر) پانی کی مقدار کے ایک  
برتن سے میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم دونوں  
اکٹھے غسل کرتے ۔

ابو سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہ  
صدیقہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی (دودھ شریک) بھائی حضرت  
عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت  
عائشہ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل  
جنابت کتنے پانی سے کرتے تھے، حضرت عائشہ نے  
ایک صاع (ساڑھے چار لیٹر) پانی منگایا اور اپنے  
اوپر ہمارے درمیان پرودہ ڈال کر غسل کرنے لگیں،  
آپ نے سر پر تین بار پانی ڈالا۔ ابو سلمہ کہتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سر کے لیے  
بال کاٹ دیجی تھیں، یہاں تک کہ وہ صرف کندھوں کے  
برابر رہ جاتے تھے ۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت کرتے تو  
دائیں ہاتھ کو پانی سے دھو کر غسل کی ابتدا کرتے پھر  
دائیں ہاتھ سے نہاست پر پانی ڈالتے اور بائیں ہاتھ  
سے اس کو صاف کرتے، اور اس عمل سے فارغ ہو کر



مصر پر پانی ڈالتے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں  
میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مل کر ایک برتن سے  
 غسل کرتے، اور ہم دونوں بھی ہوتے تھے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں چار لیٹر کے  
 قریب ایک برتن سے پانی لے کر وہ اور رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم غسل کیا کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں  
 کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے  
 باری باری پانی لے کر غسل جنابت کرتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں  
 کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے  
 پانی لے کر جنابت کا غسل کرتے، حضور مجھ سے پہلے  
 پانی لے لیتے اور میں کھتی میرے لیے بھی آٹھوڑی تھی  
 میرے لیے بھی توڑ چھوڑی تھی۔

حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اور  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے  
 کر غسل کرتے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا  
 کے بچے ہوتے پانی سے غسل کرتے تھے۔

فَعَسَلَهَا ثُمَّ صَبَّ الْمَاءَ عَلَى الْأَذَى الَّذِي بِهِ  
 يَمِيزُونِمْ وَغَسَلَ عَنْهُ بِشَمَالِهِ حَتَّى إِذَا فَرَغَ  
 مِنْ ذَلِكَ صَبَّ عَلَى رَأْسِهِ قَالَتْ عَائِشَةُ كُنْتُ  
 أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَتَحْنُ جُثَيَانِ - ۶۳۸  
 وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَأْتِيَانِي  
 قَالَ كَأَنَّكَ عَنْ يَزِيدٍ عَنْ عِمْرَانَ عَنْ حَفْصَةَ بِنْتِ  
 عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي بَكْرٍ وَكَأَنَّكَ تَحْتِ الْمُسَدِّ بْنِ  
 الرَّبِيعِ عَنْ عَائِشَةَ إِذَا كُنْتَ تَغْتَسِلُ فِيهِ وَالنَّيْضُ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ لَيْسَ كَلَاكَةً  
 أَهْدَادٍ أَوْ قَرِيبًا مِنْ ذَلِكَ .

۶۳۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمٍ بْنُ قَعْنَبٍ  
 قَالَ أَنَا أَفْكَرُ بَنِي حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ  
 عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
 اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ تَخْتَلِفُ أَيْدِيَانَا  
 نَحْنُ مِنَ الْبَحْنَانِ .

۶۴۰ - وَحَدَّثَنَا كَايُحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو  
 نَحِيمَةَ عَنْ عَامِرٍ الْأَحْوَلِ عَنْ مُعَاذَةَ عَنْ عَائِشَةَ  
 قَالَتْ كُنْتُ أَغْتَسِلُ أَنَا وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ مِنْ إِنَاءٍ وَاحِدٍ وَبَيْنَهُ وَاحِدٌ قَبِيضًا دُرِّي حَتَّى  
 أَقُولَ دَعُونِي دَعُونِي قَالَتْ وَهَذَا جُثَيَانِ .

۶۴۱ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ  
 أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ قُتَيْبَةُ نَأْتِيَانِ  
 عَنْ غَيْرِ وَعَنْ أَبِي الشَّعَثَاءِ وَعَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَشْبَهْتُهَا  
 مَلَأْتُهُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا أَتَمَّا كَانَتْ تَغْتَسِلُ فِيهِ  
 وَالنَّيْضُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي إِنَاءٍ وَاحِدٍ .

۶۴۲ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ  
 بْنُ حَاتِمٍ قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ نَأْتِيَانِ  
 بَنُ بَكْرٍ قَالَ أَنَا ابْنُ مُجَرِّجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْ وَثْقَى  
 دِينَارٍ قَالَ أَكْبَرُ بَعْلِي وَالْأُفْ فِي يَغْطُرُ عَلَى بَالِي



أَنَّ أَبَا الشَّعْثَانِ أَخْبَرَ فِي عَنِ أَبِي عُبَيْدٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَغْتَسِلُ بِفَضْلِ مَيْمُونَةٍ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا مُعَاذُ بْنُ أَمٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ زَيْنَبَ بِنْتَ أُمِّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا أَنَّ أُمَّ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهَا قَالَتْ كَانَتْ رَحَى وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ لَابٍ فِي إِذْنَيْهِ الْوَاحِدِ مِنَ الْجَنَابَةِ -

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر غسل جنابت کرتے تھے۔

۶۳۳ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا فِي حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عُبَيْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ أَبِي مَهْدِيٍّ قَالَا نَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَدْرِ قَالَ سَمِعْتُ أَسْمَاءَ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِخَمْسِ مَكَارٍ يَتَوَضَّأُ بِمَكْرٍ وَكَانَ ابْنُ مُثَنَّى يَخْمِسُ مَكَارٍ وَكَانَ ابْنُ مُعَاذٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَكَانَ يَكْرِئُ خَبْرًا - ۶۳۵ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا وَكَانَ عَنْ مَسْحَرٍ عَنِ ابْنِ جَبْرِ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ بِالْمَدَى وَيَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ إِلَى خُمُسَةِ أَكْمَادٍ -

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (تقریباً) پورے سات لیٹر پانی سے غسل کرتے تھے اور تقریباً ایک لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوا لیٹر پانی کی مقدار سے وضو کرتے اور تقریباً سات لیٹر پانی سے غسل کرتے۔

۶۳۶ - وَحَدَّثَنَا أَبُو حَامِلٍ التَّجَدِيدِيُّ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيٍّ كَلَامًا عَنْ يَشَارِ بْنِ الْمُغَفَّلِ قَالَ أَبُو حَامِلٍ نَابِغَةُ قَالَ نَا أَبُو رِيحَانَةَ عَنْ سَيْفِيَّةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ الْقَاعَ مِنَ الْمَاءِ مِنَ الْجَنَابَةِ وَيُؤَمِّقُهُ السُّدَّ -

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابی رسول نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساڑھے چار لیٹر پانی سے غسل کرتے تھے۔ اور سوا لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے۔

۶۳۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عُلَيٍّ عَنْ وَحْدَةَ بِنْتِ عُرَيْقٍ ابْنِ حُجْرٍ قَالَ نَا لِسَمْعِيلٍ عَنْ أَبِي رِيحَانَةَ عَنْ سَيْفِيَّةَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ صَاحِبُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَغْتَسِلُ بِالصَّاعِ وَيَتَوَضَّأُ بِالْمَدَى -

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابی رسول نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساڑھے چار لیٹر پانی سے غسل کرتے تھے اور سوا لیٹر پانی سے وضو کرتے تھے۔



نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج مطہرات کے ساتھ غسل کرنے کی وضاحت | حدیث نمبر ۶۳۶ میں ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے پانی لے کر اگلے غسل کرتے تھے۔

احادیث صحیحہ کی روشنی میں وضو کے لیے ایک لیٹر پانی کافی ہے اور غسل کے لیے چار لیٹر پانی کافی ہے حضرت عائشہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ایک ساتھ غسل کرتے تھے تو وہ کپڑے پہن کر غسل کرتے تھے۔ امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن مولی عائشہ قالت ما رايت خريج رسول الله صلى الله عليه وسلم قط - له

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے غلام بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کبھی نہیں دیکھی۔

علامہ قاری اور علامہ مناوی نے اس روایت کا بھی نوکر کیا ہے:

وجاء في رواية عنها ايضا ما رايت منه و  
لا راى منى يعنى العرج س - له

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی ہے میں نے کبھی حضور کی شرمگاہ دیکھی نہ آپ نے کبھی میری شرمگاہ دیکھی۔

کیونکہ عورت کا پورا جسم واجب الاستبراء ہوتا ہے، اس لیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لباس پہن کر غسل کرتی بعض احادیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کے بچے ہوئے پانی سے وضو کرنے سے منع فرمایا ہے، اور جب حضرت عائشہ اور حضور ایک برتن سے پانی لے کر غسل کریں گے تو لازم آئے گا کہ جس برتن سے حضرت عائشہ نے پانی لیا ہو اس کے بعد آپ اسی برتن سے پانی لیں، اس سے عورت کے بچے ہوئے پانی سے غسل کرنا لازم آئے گا، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا منع فرمانا تنزیہ کے لیے تھا اور عمل بیان جواز کے لیے ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غسل کر کے دکھانا اور اس پر اعتراض کا جواب | حدیث نمبر ۶۳۶ میں ہے دو

آدمیوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے غسل کے پانی کی مقدار پوچھی تو آپ نے سارے چار لیٹر پانی منگا یا اور حجاب کے نیچے ان کو غسل کر کے دکھا دیا۔

اس حدیث پر منکرین حدیث اعتراض کرتے ہیں کہ ان احادیث کو ماننے سے لازم آتا ہے کہ اجنبی مرد حضرت عائشہ سے سوال کرتے تھے اور وہ ان کو غسل کر کے دکھا دیتی تھیں، اس کا جواب یہ ہے کہ وہ مرد اجنبی نہ تھے،

۱۔ امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۵۹۷، مطبوعہ دارمحد تجارت کتب کراچی

۲۔ علامہ ابن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۳ھ، مجمع الوسائل ج ۲ ص ۲۱۷، مطبوعہ دارمحد المطابع کراچی



ان میں سے ابو سلمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی بھتیجے تھے اور دوسرے عبداللہ بن جریذ آپ کے رضاعی بھائی تھے، غرض دونوں محرم تھے، آپ نے حجاب کی اوٹ میں غسل کیا، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ ازواج مطہرات کپڑوں کے ساتھ غسل کرتی تھیں اور اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ ان کو شرح صدر ہو جائے کہ اتنی مقدار پانی غسل کے لیے کافی و مختار ہے۔

علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا اس حدیث کا ظاہر یہ ہے کہ ان دونوں نے سر اور جسم کے اس بالائی حصہ میں غسل کا عمل کیا، جس کو دیکھنا محرم کے لیے ہائز ہے اور اگر انھوں نے اس عمل کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا تو حضرت عائشہ کے پانی منگوانے اور ان کی موجودگی میں غسل کرنے کا کوئی خائدہ نہ تھا، حضرت عائشہ نے سر کا انتظام سر اور چہرے کے پچھلے حصہ کے لیے کیا تھا جس کو دیکھنا محرم کے لیے ہائز نہیں ہے۔

اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عملی طور پر بھی کسی چیز کی تعلیم دینا ہائز ہے کیونکہ قرآن تعلیم کی برکت میں تعلیم دینے میں زیادہ رائج ہوتی ہے۔ بعض علماء (ملاحظہ مسقطانی) نے کہا ہے کہ ان کا سوال غسل کی کیفیت اور غسل میں پانی کی مقدار دونوں سے متعلق تھا، حضرت عائشہ نے دونوں چیزوں کی رہنمائی کی، سر پر پانی بہا کر غسل کی کیفیت کو بتایا اور بائیں صاع (ساتھ چار لیٹر) پانی سے غسل کر کے یہ بتا دیا کہ پانی کی اتنی مقدار غسل کے لیے کافی ہے۔

اس حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج سر کے بال کاٹ لیتی تھیں حتیٰ کہ وہ مفرہ کی مقدار دہراتے تھے۔

**عورتوں کے سر کے بال کاٹنے کی تحقیق**

علامہ نووی لکھتے ہیں:

مفرہ، لبتہ سے بڑے بال جوڑتے ہیں اور لم کتہ عورتوں تک ہوتے ہیں، یہ امام لغت اصحی کا قول ہے، تنافی عیاض رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ عرب کی عورتیں میں لمبے بالوں کی چوٹیاں اور مینڈھیاں رکھنے کا معمول تھا، اور شامی نے صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ عمل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کیا، کیونکہ انھوں نے آپ کے وصال کے بعد زینت کو ترک کر دیا تھا اور وہ لمبے بال رکھنے سے مستثنیٰ ہو گئیں تھیں، دوسرے علماء نے لکھا ہے بلکہ اس عمل کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ہونا مستحب ہے، اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ عورتیں اپنے بالوں کو کچھ کاٹ کر تخفیف کر سکتی ہیں۔

اس حدیث اور علامہ نووی کی اس شرح کی وجہ سے بعض علماء موجودہ زمانہ میں عورتوں کے سر کے بال کاٹنے کے طریقہ کو جائز کہتے ہیں، اہلکے نزدیک ان کا یہ استدلال صحیح نہیں ہے، اولاً اس لیے کہ امام بخاری نے اس حدیث کو عبد اللہ بن محمد کی سند سے روایت کیا ہے۔ اور اس میں یہ اضافہ نہیں ہے کہ "ازواج مطہرات سر کے لمبے بال کاٹ دیتی تھیں"۔ ثانیاً

۱۔ علامہ جرالدین محمد بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۳ ص ۱۹۸-۱۹۹، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرة مصر ۱۳۴۸ھ

۲۔ علامہ عینی بن شرف ترمذی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۹۸، مطبوعہ نور محمد اجمع المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۳۔ امام ابو طالب محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۹، مطبوعہ نور محمد اجمع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ



امام مسلم نے اس حدیث کو عبید اللہ بن معاذ عنہری کی سند سے روایت کیا ہے جس میں یہ اضافہ ہے، اور ہر چند کہ بعض محدثین نے ان کی تشریح کی ہے، تاہم امام ابن مبین کی ان کے متعلق رائے یہ ہے:

ابن سعیدہ و شباب و عبید اللہ بن معاذ یسوا اصحاب حدیث یسوا بکثیری و بلہ  
ابن سعیدہ و شباب، اور عبید اللہ بن معاذ عنہری، اصحاب حدیث نہیں ہیں، یہ کچھ بھی نہیں ہیں۔

مثلاً ازواج مطہرات سر کے بال کٹوا کر بھی کندھوں سے نیچے تک بال رکھتی تھیں اور ان کا بال کٹوانا ترک نہایت کے لیے تھا اور اس زمانہ میں عورتوں کے بال کٹوانا حصولِ زینت کے لیے ہوتا ہے اور ان کے بال کندھوں سے اوپر تک کٹے ہوئے ہوتے ہیں۔ رابعاً اس زمانہ میں عورتیں جن قدر بال کٹوا کر کم کر لیتی ہیں اس سے ان کے بال مردوں کے مشابہ ہو جاتے ہیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں، امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابن عباس قال لعن اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المتشبهین من الرجال بالنساء والمتشبهات من النساء بالرجال۔  
حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی اور مردوں کی مشابہت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بھی روایت کیا ہے۔  
اس حدیث کی بناء پر حضرات ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا بال کٹانا اتنی مقدار پر محمول ہے جس سے مردوں کی مشابہت نہ ہو، علاوہ ازیں یہ عمل انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دھماکے کے بعد اپنے اجتہاد سے ترکِ زینت کے لیے کیا تھا، ان کے اس عمل کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید اور تشریح حاصل نہیں ہے اور حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے منع فرمایا ہے، وہ حدیث مقدم ہے اس لیے فیشن اور حصولِ زینت کے لیے عورتوں کا سر کے بال کٹا کر مردوں کی مشابہت کرنا جائز نہیں ہے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ اقَاصَةِ الْمَاءِ عَلَى الرَّأْسِ  
وَعَلْيِهِ شَلَا شَا  
غسل میں سر وغیرہ پر تین مرتبہ پانی ڈالنا

- ۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی بن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۴۹، مطبوعہ دائرة المعارف کی ہند، ۱۳۴۴ھ
- ۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۴۲، مطبوعہ دار المعرفۃ الشیخ المطالبیہ کراچی ۱۳۸۱ھ
- ۳۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۴۱، مطبوعہ مطبعہ محبتی پاکستان لاہور ۱۳۵۵ھ
- ۴۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۳۹۶، مطبوعہ دار فہرست کتب کراچی
- ۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ابی شیبہ متوفی ۲۷۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۳۸، مطبوعہ مطبعہ محبتی پاکستان لاہور
- ۶۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۳۳، ۳۲۹، ۳۴۵، ج ۲ ص ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ



حضرت جابر بن مسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غسل کے بارے  
میں بحث کرنے لگے ایک شخص نے کہا کہ میں تو اس طرح  
اپنے سر کو دھوتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
من کر فرمایا میں اپنے سر پر پانی کے تین پلو ڈالتا ہوں۔

حضرت جابر بن مسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
میں صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے غسل جابت کا ذکر  
ہوا تو آپ نے فرمایا میں تو اپنے سر پر تین مرتبہ پانی  
ڈالتا ہوں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں، وہ ثقیف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں حاضر ہوا اور کہنے لگا ہمارا علاقہ بیت المقدس ہے  
ہم غسل کیسے کیا کریں؟ آپ نے فرمایا میں تو سر پر تین  
مرتبہ پانی ڈالتا ہوں۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل جابت کرتے  
تو اپنے سر پر تین پلو پانی ڈالتے، ان سے حسن بن محمد نے  
کہا میرے بال تو بہت زیادہ ہیں، حضرت جابر کہتے ہیں  
میں نے کہا اسے میرے بھتیجے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کے بال تھامے بالوں سے زیادہ لمبے اور پاکیزہ تھے۔

۶۴۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَثَعْلَبَةُ بْنُ سَيْفٍ  
وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ تَابِيحِي أَنَا وَقَالَ الزُّهْرَانِ  
تَابِيحِي الْأَخْوَصُ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ صُرَدٍ  
عَنْ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ قَالَ تَسَاءَلْنَا فِي الْغُسْلِ عَنْهُ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا بَعْضُ الْقَوْمِ  
أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أَغْسِلُ رَأْسِي بِكَأْسٍ أَوْ كَأْسَيْنِ فَقَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَّا أَنَا فَإِنِّي أَغْسِلُ عَلَى  
رَأْسِي ثَلَاثَ أَكْفِثَ .

۶۴۹۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ تَابِيحِي  
بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ تَابِيحِي عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ سُلَيْمَانَ  
بْنِ صُرَدٍ عَنْ جَبْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ دُكِرَ عَنْهُ الْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ  
فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَأُغْرِغُ عَلَى رَأْسِي ثَلَاثًا .

۶۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاسْمَاعِيلُ بْنُ  
سَالِحٍ قَالَ أَنَا مُشَيْخٌ عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ  
عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ وَحْدَ ثَقِيفٍ سَأَلُوا النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالُوا إِنَّ أَرْضَنَا أَرْضٌ  
بَارِدَةٌ كَيْفَ يَغْتَسِلُ فَقَالَ أَمَّا أَنَا فَأُغْرِغُ عَلَى  
رَأْسِي ثَلَاثًا كَالْإِبْرَةِ سَالِحِي رَوَيْتُهُ عَنْ مُشَيْخٍ قَالَ  
أَنَا أَبُو بَشِيرٍ وَقَالَ إِنَّ وَحْدَ ثَقِيفٍ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ .

۶۵۱۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ تَابِيحِي  
الْمُطَّابِقُ يَقُولُ الثَّقِيفِيُّ قَالَ تَابِيحِي عَنْ أَبِي بَشِيرٍ عَنْ  
جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِذَا اغْتَسَلَ مِنْ جَنَابَتِهِ حَبَّتَ عَلَى رَأْسِهِ ثَلَاثَ  
حَقَنَاتٍ مِنْ مَاءٍ فَقَالَ لَهُ الْعَسَنُ ابْنُ مُحَمَّدٍ إِنَّ  
شَعْرِي كَثِيرٌ قَالَ جَابِرٌ فَقُلْتُ يَا ابْنَ أَخِي كَانَ شَعْرُ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكْثَرَ مِنْ شَعْرِكَ وَ  
أَطْيَبَ .

نوٹ: اس باب کی احادیث میں علمی مسائل میں بحث اور مسائل کا ثبوت ہے، اور امام اور اساتذہ کے سامنے اس



کے شاگردوں کے بحث کرنے کا بیان ہے، نیز ان احادیث میں غسل کے وقت سر پر تین بار پانی ڈالنے کا بیان ہے اور ہمارے فقہاء نے اس پر قیاس کر کے تمام بدن پر تین مرتبہ پانی ڈالنے کو لازم کیا ہے، نیز جب وضو میں اعضا کو تین بار دھونا مستحب ہے تو غسل میں تمام بدن کو تین بار دھونا بہ طریق اولیٰ مستحب ہونا چاہیے۔

## بَابُ حُكْمِ ضَعْفِ الْمَغْتَسِلَةِ

## غسل میں مینڈھیوں کا حکم

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنے سر پر بہت کس کر مینڈھیاں باندھتی ہوں کیا میں غسل جنابت کے لیے انھیں کھول لیا کروں، آپ نے فرمایا: نہیں، تھکے سے سر پر صحت میں چلو پانی بہا لینا کافی ہے۔ پھر اپنے تمام بدن پر پانی بہا لینا تو غم پاک ہو جاؤ گی۔

۴۵۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ  
الْثَّاقِفِيُّ بْنُ إِسْرَافِيلَ وَابْنُ أَبِي عُمَرَ كُلُّهُمْ عَنْ  
ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ أَنَا سَفِيَّانَ عَنْ أَكْبُوبَ بْنِ  
مُوسَى عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْقُمْمِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
ابْنِ زَائِدٍ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ قَالَتْ قُلْتُ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي أَمْرَأَةٌ أَكْثَرُ ضَعْفًا رَأَيْتُ أَقَاتُفُهُ  
يُغْسَلُ الْجَنَابَتِ قَالَ لَا تَأْكُلِي كَيْفَ أَنْ تَحْتَمِي عَلَى  
رَأْسِكَ قُلْتُ فَكَيْفَ تَقْبِضِينَ عَلَيْكَ الْبَاءَ  
فَتَطْهَرِينَ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ اس کی  
طرح کی روایت منقول ہے مگر اس میں جین اور جنابت کا  
ذکر ہے۔

۴۵۳ - وَحَدَّثَنَا عَنْهُمَا الثَّاقِفِيُّ قَالَ تَأْيِذُ  
بْنِ هَارُونَ ح وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ تَأْيِذُ  
الْثَّاقِفِيُّ قَالَ أَنَا الْقَوْمِيُّ عَنْ أَكْبُوبَ بْنِ مُوسَى  
وَهَذَا إِسْنَادٌ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الرَّزَّاقِ أَقَاتُفُهُ  
لِلْجَنَابَةِ وَالْجَنَابَةُ كَقَالَ لَا تُشْرَكُ كَرِيْمَتِي حَدِيثُ  
ابْنِ عُيَيْنَةَ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ اس کی  
کہ روایت منقول ہے اس میں غسل جنابت میں مینڈھیاں کھولنے  
کا ذکر ہے جین کا ذکر نہیں ہے۔

۴۵۴ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الدَّارِمِيُّ  
قَالَ تَأْيِذُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ تَأْيِذُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ زَكْرِيَّ  
عَنْ زَوْجِ بْنِ الْقَاسِمِ قَالَ تَأْيِذُ بْنُ مُوسَى  
بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَكَانَ أَحْلَاهُ فَأَغْسَلَهُ مِنَ الْجَنَابَةِ  
وَلَمْ يَذْكُرِ الْحَقِيقَةَ -

عبید بن عمیر بیان کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ  
رضی اللہ عنہا کو یہ خبر پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر عورتوں کو  
غسل کے وقت مینڈھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں حضرت  
عائشہ نے فرمایا عبداللہ بن عمر پر تعجب ہے کہ وہ عورتوں

۴۵۵ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابْنُ بَكْرِ بْنُ  
أَبِي شَيْبَةَ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ  
يَحْيَى أَنَا السَّمْعِيُّ عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ عَنْ أَكْبُوبَ بْنِ مُوسَى  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمِيرٍ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَمَرَ



يَا مَعْشَرَ النِّسَاءِ إِذَا اقْتَسَلْتُنَّ فَلْيَنْتَضِضْنَ رُءُوسَهُنَّ  
فَقَالَتْ يَا عَجِيْبًا لِّمَنِ عَمَلُ هَذِهِ النِّسَاءِ إِذَا  
اقْتَسَلْنَ أَنْ يَنْتَضِضْنَ رُءُوسَهُنَّ أَكَلًا يَا مَعْشَرَ  
النِّسَاءِ لِمَ تَعْمَلْنَ رُءُوسَهُنَّ لَعَدَا كُنْتُمْ أَغْتَابِلُ أَتَا  
دَرْسُؤُكُمُ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَأَاكُمُ وَاجِدًا  
وَمَا أَرَى نِدًا عَلَى أَنْ قَدْ غَرَّ عَلَى رَأْسِي تَكَلَّمَ  
إِحْدَاهَا غَابَ

کو غسل کے وقت بیٹھیاں کھولنے کا حکم دیتے ہیں وہ  
عورتوں کو سر منڈوانے کا حکم کیوں نہیں دیتے !  
حالاتیکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک  
بیڑن سے پانی لے کر غسل کرتی تھی اور اپنے بالوں پر سر  
صرف تین بار پانی ڈالتی تھی ۔

ن : جمہور فقہاء کا مذہب یہ ہے کہ جب غسل کرنے والی عورت کے سر کے بالوں میں بالوں کو کھولے بغیر پانی پہنچ  
جائے تو اس کے لیے سر کے بالوں کو کھولنا ضروری نہیں ہے اور اگر بالوں کو کھولے بغیر اس کے سر میں پانی پہنچے تو  
پھر بالوں کو کھولنا واجب ہے ، اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث اس پر محمول ہے کہ ان کے سر کے بالوں میں  
پانی پہنچ جاتا تھا ۔

### بَابُ اسْتِحْبَابِ اسْتِعْدَالِ الْمُغْتَسِلَةِ مِنَ الْحَيْضِ

### عائضہ کا غسل کے بعد خون کی جگہ خوشبو لگانے

#### کا استحباب

فَرَضَ مَنْ مَسَّكَ فِي مَوْضِعِ الدَّمِ  
۶۵۶ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مُحَمَّدٍ النَّاقِدُ وَابْنُ  
أَبِي عَمْرٍَا حَبِيبًا عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ سَمِعْتُ  
ابْنَ عُيَيْنَةَ عَنْ مَسْعُودَةَ بِنْتِ صَفِيَّةَ عَنْ أُمِّ مَيْمُونَةَ  
قَالَتْ سَأَلْتُ أُمَّ رَأْسَةَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَيْفَ تَغْتَسِلُ مِنْ حَيْضَتِهَا قَالَتْ كَذَكَرْتُ أَنَّكَ عَمَلُهَا  
كَيْفَ تَغْتَسِلُ ثُمَّ تَأْخُذُ فَرُوسَةً وَمِنْ مَسْكِ فَتَطْلُقُ  
بِهَا قَالَتْ كَيْفَ أَنْظُرُ بِهَا قَالَتْ تَطْلُقُ بِهَا وَتُسْحَى  
اللَّهُ وَاسْتَعْرَضَ أَشْهَارُ كُنْتُ سَمِعًا ابْنَ عُيَيْنَةَ يَبْدُو عَلَى  
وَجْهِهِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ وَاجْتَنَابَتْهَا إِلَى وَتَعَرَّفَتْ  
مَا أَرَادَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ تَتَّبِعِي بِهَا  
أَقْدَارَهُمْ وَكَانَ ابْنُ أَبِي عَمْرٍَا فِي رِوَايَتِهِ فَقُلْتُ تَتَّبِعِي  
بِهَا أَشْهَارَهُمُ

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان  
کرتی ہیں کہ ایک عورت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے  
سوال کیا کہ وہ حیض کے بعد کس طرح غسل کرے ؟ حضرت  
عائشہ کہتی ہیں کہ حضور نے اس کو طریقہ بتلایا اور فرمایا کہ غسل  
کے بعد مشک لگا دیا اور ایک کپڑے سے اس سے پاکیزگی حاصل  
کرے وہ کہنے لگی کیسے پاکیزگی حاصل کروں ؟ آپ نے فرمایا  
اس سے پاکیزگی حاصل کرو ، اس نے کہا کیسے آپ نے سجان  
اللہ فرما کر در شرم سے اپنا چہرہ چھپایا حضرت عائشہ کہتی ہیں  
کہ میں نے اس کو اپنی طرف کھینچا اور اس کو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کا مطلب سمجھایا اور کہا مشک لگے پھر  
اس کپڑے سے محسن کے آثار مٹا دو ۔

### ۶۵۷ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ أَنَّ أَرْمِيَّ قَالَ

### حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک

نَاحِيَانِ قَالَ تَأْمُرُ هَيْبًا قَالَ مَا مَنَعُكَ عَنْ أَمِيرٍ عَنْ  
عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ وہ  
پاکیزگی حاصل کرنے کے لیے کس طرح غسل کرے ؟



كَيْفَ اغْتَسَلَ عِنْدَ الظُّهْرِ فَقَالَ خُذْنِي قِرْمَةً  
مُسْتَكَّةً فَتَوَضَّأْتُ بِهَا ثُمَّ ذَكَرْتُ حَدِيثَ سُبْحَانَ  
۶۵۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُنْتَنَى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا  
الْبُخَارِيُّ نَحْنُ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَا نَا مَعْبُودٌ عَنْ ابْنِ أَبِي  
بَنِی الْمُهَاجِرَةِ قَالَ سَمِعْتُ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ  
أَسْمَاءُ سَأَلَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ غَسْلِ  
الْحَيْضِ فَقَالَ تَأْخُذُ أَحَدًا كَثْرًا مَاءً هَذَا وَسَدْرَ تَهَا  
فَتُطَهَّرُ فَمَنْ خَسِرَ الظُّهُرَ ثُمَّ نَضَبَتْ عَلَى رَأْسِهَا  
فَقَدْ لَكَ ذَلِكَ مَشِيئَةً أَحَى تَبْلُغَ شَوْوَنَ رَأْسِهَا  
ثُمَّ نَضَبَتْ عَلَيْهَا الْمَاءَ ثُمَّ تَأْخُذُ قِرْمَةً مُسْتَكَّةً  
فَتُطَهَّرُ بِهَا فَقَالَتْ أَسْمَاءُ وَكَيْفَ أَتُطَهَّرُ بِهَا  
فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ تَطَهَّرِي بِهَا فَقَالَتْ عَائِشَةُ كَأَنَّهُ  
تُخْفِي ذَلِكَ تَتَّبِعِينَ أَتَرَانِي وَسَأَلَهُ عَنْ غَسْلِ  
الْبِطَانَةِ فَقَالَ تَأْخُذُ مَاءً فَتُطَهَّرُ فَمَنْ خَسِرَ الظُّهُرَ  
أَوْ تَبْلُغَ الظُّهُرَ ثُمَّ نَضَبَتْ عَلَى رَأْسِهَا فَقَدْ لَكَ  
حَتَّى تَبْلُغَ شَوْوَنَ رَأْسِهَا ثُمَّ تَغْفِي عَلَيْهَا الْمَاءَ  
فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَغْفِي الْبِطَانَةَ نِسَاءً إِلَّا خَصَرًا لَكِ  
يَكُونُ يَسْمَعُونَ الْحَيَاءَ أَنْ يَتَفَقَّهْنَ فِي الْيَدَيْنِ .

۶۵۹ - وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ نَا إِف  
قَالَ نَا شُعْبَةُ بْنُ الْأَسَدِ وَتَعْرَةَ قَالَ قَالَ سُبْحَانَ  
اللَّهُ تَطَهَّرِي بِهَا وَاسْتَقَرَّ .

۶۶۰ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَابْنُ بَكْرِ بْنُ  
أَبِي شَيْبَةَ كِلَاهُمَا عَنْ أَبِي الْأَخْوَصِ عَنْ ابْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ  
بَيْنَ مُهَاجِرَةٍ عَنْ صَفِيَّةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا قَالَتْ  
دَخَلْتُ أَسْمَاءُ بِدَنَتْ شَكْلَ عَلِيٍّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ

آپ نے فرمایا کسی کپڑے پر مشک لگا کر پاکیزگی حاصل  
کرنا اس کے بعد بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت  
اسماء نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حیض  
کے بعد غسل کس طرح کیا جائے؟ آپ نے فرمایا پہلے پانی کو  
پیری کے پتوں کے ساتھ ملا کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے  
پھر اچھی طرح وضو کرے، پھر تین بار اپنے سر پر پانی ڈالے  
اور سر کو خوب مل کر دھوے حتیٰ کہ پانی بالوں کی جڑوں  
تک پہنچ جائے پھر اپنے بدن پر پانی ڈالے پھر ایک  
کپڑے میں مشک لگا کر اس سے پاکیزگی حاصل کرے  
حضرت اسماء نے کہا کس طرح پاکیزگی حاصل کروں؟ آپ  
نے فرمایا سبحان اللہ اس سے پاکیزگی حاصل کرو پھر حضرت  
عائشہ نے چپکے سے خون کا اثر مٹا دیا پھر حضرت  
اسماء نے حضور سے غسل جنابت کے بارے میں پوچھا  
آپ نے فرمایا پہلے پانی لے کر وضو کرو، پھر تین بار  
اپنے سر پر اچھی طرح سے پانی ڈالو حتیٰ کہ پانی بالوں  
کی جڑوں تک پہنچ جائے پھر سارے بدن پر پانی بہا دو  
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انصاری حوریں بھی  
کیا عرب تھیں وہ دین مسائل معلوم کرنے میں حیا و تنبیہ  
کرتی تھیں۔

امام مسلم ایک اور سند سے یہ روایت بیان کرتے  
ہیں جس میں کچھ نقلی تغیر ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
اسماء بنت شکیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں حاضر ہوئیں اور پوچھا حیض سے پاکیزگی کے لیے  
ہم کس طرح غسل کریں؟ بقیہ حدیث حسب سابق ہے۔



تَغْتَسِلُ إِذَا أَخَذَ إِذَا أَطْمَرَتْ مِنَ الْمَجْنُونِ وَسَاقِ  
الْحَدِيثِ وَلَا يَكُونُ فِيهِ غُسْلُ الْجَنَانِ.

مت: اس باب کی احادیث سے مراد یہ ہے کہ مسنونہ یہ ہے کہ جنس سے غسل کرنے والی عورت مشک (یا کوئی اور خوشبو) سے کر دے یا کسی نرم کپڑے میں رکھے اور غسل کرنے کے بعد اس کو اپنی فرج میں رکھے، نفاس سے غسل کرنے والی عورت کے لیے بھی یہ مستحب ہے، جہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ مشک کے استعمال سے مراد کسی خوشبودار اسٹیمل کرنا ہے تاکہ بدبو زائل ہو جائے، یہ عمل ہر حالت کے لیے مستحب ہے خواہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

بَابُ الْمُسْتَحَاضَةِ وَغُسْلِهَا وَصَلَوَتِهَا

مستحاضہ کے غسل اور اس کی نماز کے احکام

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت ابی جہش نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کرنے لگیں: یا رسول اللہ! میں ماہانہ رستی ہوں یعنی ہر وقت ماہوار سی کا خون جاری رہتا ہے اور کبھی پاک نہیں رہتی کیا میں نماز پھر وضووں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک رگ سے خون نکلتا ہے، حیض نہیں ہے۔ جب حیض آئے تو نماز کو چھوڑ دو۔ اور جب حیض ختم ہو جائے تو غسل کر کے نماز شروع کر دو۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ یہ حدیث بیان کی اور بتلایا کہ اس میں کچھ لفظی تغیر ہے۔

۶۶۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُوَيْبٍ قَالَا نَاذِكِيَّةٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ جَاءَتْ قَاتِلَةُ بِنْتُ حَبِيشٍ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي امْرَأَةٌ اسْتَحَاضُ فَلَا أَطْمَرُ أَفَأَدْعِي الصَّلَاةَ قَالَ لَا إِنَّمَا ذَلِكَ يَذُرُّ وَكَأَنَّكِ بِالْحَيْضَةِ فَإِذَا أَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ كَذَبِي الصَّلَاةَ فَإِذَا أَذْكَرَتْ فَاغْسِلِي عُثْرَكَ الْمَاءَ مَرَّةً صَبِيحًا.

۶۶۲۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ مُحَمَّدٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَبَنُو حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَاجِيَةُ رَضَوْنَ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ قَالَ نَافِيَةُ رَضَوْنَ وَحَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ نَافِعٍ رَضَوْنَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ عَنْ أَبِيهِ حَدِيثٌ وَاسْتَأْذَنُوا فِي حَدِيثِ قُتَيْبَةَ عَنْ بَحْرِ بْنِ جَزَاءٍ عَنْ قَاتِلَةَ بِنْتِ حَبِيشٍ ابْنِ عَبْدِ الْمُقْلَبِ بْنِ أَسَدٍ وَهِيَ امْرَأَةٌ وَمِنَا فِي حَدِيثِ حَمَّادِ بْنِ زَيْدٍ رَضَوْنَ وَحَدَّثَنَا تَرْكَانُ بْنُ كُرَّةٍ.

۶۶۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قَالَتْ رَضَوْنَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَ أَنَا اللَّيْثُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اسْتَحَاضْتُ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ام حبیبہ بنت جحش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا مجھے ہر وقت حیض آتا ہے۔ آپ







إِلَى قَوْلِهِ تَعْلَوْ حَمْدُ اللَّهِ الْمَاءَ وَلَمْ يَذْكُرْ مَا بَعْدَهُ -  
 ۶۶۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ كُنَّا مَعَ  
 بَنِي عَمِيْنَةَ عَنِ ابْنِ أَبِي عَمْرٍاءَ عَنْ عَمْرِوَةَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ  
 ابْنَ عَبَّاسٍ كَانَتْ تَسْتَحْضَا عَنْ سِتْرِهِ سِنِينَ يَدْحُو  
 حَيْثُ يَشْرُوهُ -

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا، اس سند  
 کے ساتھ بھی اس قسم کی روایت منقول ہے

۶۶۶ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْهِرٍ قَالَ أَقْبَلَ النَّبِيُّ  
 وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ تَابَ النَّبِيُّ عَنْ  
 ابْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِوَةَ عَنْ عَمْرِوَةَ  
 عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ سَأَلَتْ رَسُولَ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّمِ فَقَالَتْ مَا فِئْتُهُ  
 رَأَيْتُ وَمَوْلَاهَا مَرْذُوقٌ وَمَا فَفَعَالَ تَهَا وَسُئِلَ اللَّهُ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْكَيْتُ قَدْ رَمَا كُنْتُ  
 تَحْيِيَّتُكَ حَيْثُ تَكُنْ تَحْيِيَّتُكَ وَصَلَّى -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
 ام حبیبہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خون کے  
 بارے میں دریافت کیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا  
 نے کہا کہ میں نے ان کے ہاں سے کامر بن عمار سے  
 سنا ہوا دیکھا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 فرمایا جتنے دن تم کو حیض قرار دو، ان دنوں کو حیض قرار دو  
 اس کے بعد غسل کر کے نماز پڑھو۔

۶۶۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُسْهِرٍ عَنْ قُتَيْبَةَ بْنِ سَعِيدٍ  
 تَابَ ابْنُ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ جَعْفَرٍ عَنْ عَمْرِوَةَ عَنْ عَمْرِوَةَ  
 عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا قَالَتْ إِنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ سَأَلَتْ رَسُولَ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّمِ فَقَالَتْ مَا فِئْتُهُ  
 رَأَيْتُ وَمَوْلَاهَا مَرْذُوقٌ وَمَا فَفَعَالَ تَهَا وَسُئِلَ اللَّهُ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمْكَيْتُ قَدْ رَمَا كُنْتُ  
 تَحْيِيَّتُكَ حَيْثُ تَكُنْ تَحْيِيَّتُكَ وَصَلَّى -

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
 حضرت عبدالرحمن بن عوف کی زوجہ حضرت ام حبیبہ بنت  
 محسن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں،  
 اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خون  
 آنے کی شکایت کی، آپ نے فرمایا کہ جتنے دن تم کو  
 حیض قرار دو، ان دنوں کو حیض قرار دو، اس کے بعد غسل کرو  
 وہ ہر نماز کے وقت غسل کر لی جائیں۔

مت، اس باب کی اماریت میں کہاوت کو زائل کرنے کا حکم دیا ہے اور یہ کہ خون نجس ہے، اور خون نکلنے سے  
 وضو ٹوٹ جاتا ہے، اس باب کی اماریت اخلاف کے مسلک پر قوی جہت دیں۔

عائفہ پر نماز کی قضا نہیں صرف روزہ کی  
 قضا ہے۔

بَابُ الْجُزْءِ قِصَا الصَّوْمِ عَلَى الْحَائِضِ دُونَ  
 الصَّلَاةِ

معافہ بیان کرتی ہیں کہ ایک عورت نے عائشہ  
 صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کیا ماہِ رجب کے ایام میں

۶۶۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الزَّيْنِبِ الرَّهْزَانِيُّ قَالَ سَأَلْتُ  
 عَنْ أَيُّوبَ عَنْ أَبِي قَلَابَةَ عَنْ مَعَاذَةَ عَنْ قَالَ -



وَحَدَّثَنَا أَحْمَدُ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي رَافِعٍ عَنْ مَعَاذَةَ أَنَّ  
أُمَّتًا سَأَلَتْ عَائِشَةَ فَقَالَتْ أَتَقْعِي إِحْدَا اثْنَا  
الْعَشْرَةَ أَيَّامًا مَحِيضًا فَقَالَتْ عَائِشَةُ أَحَدُ وَرَيْتُ  
أَنْتِ قَدْ كَانَتْ إِحْدَا اثْنَا عَشْرَ عَامٍ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ لَا تَوُ مَرَّ بِقَضَاءٍ.

۶۴۰. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمُ  
بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةَ عَنْ يَزِيدَ قَالَ سَمِعْتُ مَعَاذَةَ  
أَنَّهَا سَأَلَتْ عَائِشَةَ أَتَقْعِي الْعَاشِرَ وَالْعَلَاةَ فَقَالَتْ  
عَائِشَةُ أَحَدُ وَرَيْتُ أَنْتِ قَدْ كُنْ سِتًّا أَوْ سَبْعًا  
اللَّهُ صَلَّي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْضُنْ أَفَامَرَهُنَّ أَنْ  
يَجُوزِينَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ يَعْنِي يَقْضِينَ.

یہ نماز قضاء کرنی چاہیے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا  
کہیں تم حورو پر (خوارج میں سے) تو نہیں ہو؟ ہم (خوارج رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی) ماہِ حور ہی آتی تھی اور رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم ہم کو نماز قضا کرنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ انھوں نے حضرت عائشہ رضی  
اللہ عنہا سے پوچھا کیا ایامِ حیض میں نماز قضا کرنی چاہیے  
حضرت عائشہ نے پوچھا کیا تم حورو پر ہو؟ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کی (خوارج) عائشہ ہر تین تین (تو سیرا حضور ان کو  
نماز قضا کرنے کا حکم دیتے سنتے)؟

۶۴۱. وَحَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ  
قَالَ أَنَا مَعْمَرٌ عَنْ عَاصِمٍ عَنْ مَعَاذَةَ سَأَلَتْ  
عَائِشَةَ فَقُلْتُ مَا بَالُ الْعَاشِرِ تَقْعِي الْقِسْمَ وَلَا  
تَقْعِي الصَّلَاةَ فَقَالَتْ أَحَدُ وَرَيْتُ أَنْتِ قُلْتُ لَسْتُ  
بِحَدُورِي وَ لَكِنِّي أَسْأَلُ قَالَتْ تَنْتِ يَعْصِيكَ  
ذَلِكَ فَتَوُ مَرَّ بِقَضَاءِ الْقِسْمِ وَلَا تَوُ مَرَّ بِقَضَاءِ  
الصَّلَاةِ.

و: یہ حکم متفق علیہ ہے تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت پر نماز اور روزہ  
واجب نہیں ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس پر روزہ کی قضا واجب ہے اور نماز کی قضا واجب نہیں ہے علماً  
نے کہا ہے کہ ان میں فرق یہ ہے کہ نمازیں زیادہ ہیں اور دن میں بار بار پڑھی جاتی ہیں اس کے برعکس روزے صرف  
سال میں ایک بار واجب ہوتے ہیں۔

معاذہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اس کا کیا سبب ہے کہ عائشہ  
عورتِ روزہ تو قضا کرتی ہے نماز قضا نہیں کرتی حضرت  
عائشہ نے پوچھا کیا تو حورو پر ہے؟ میں نے عرض کیا میں  
حورو پر نہیں ہوں نکاح جانا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا  
جیسا کہ ایام میں ہمیں روزوں کی قضا کا حکم تو دیا جاتا تھا  
اور نمازوں کی قضا کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان  
کرتی ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئی، تو حضرت فاطمہ  
رضی اللہ عنہا نے پردہ پکڑ رکھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ

بَابُ تَسْتَرِ الْمُغْتَسِلِ بِثَوْبٍ وَنَحْوِهِ

۶۴۲. وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ عَلِيَّ  
مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ أَنَّ أَبَا مَرْثَدَةَ مَوْلَى أُمِّ هَانِئٍ  
بِنْتِ أَبِي كَلَابٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَمَةَ أُمَّ هَانِئٍ بِنْتِ أَبِي  
كَلَابٍ تَعَوَّنَ وَحَبَّتْ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان  
کرتی ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئی، تو حضرت فاطمہ  
رضی اللہ عنہا نے پردہ پکڑ رکھا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ



وَسَلَّمَ عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدَهُ مُدْبِرًا يَحْتَسِلُ وَكَانَ لِحَمَةٍ  
ابْنُهُ تَسْتَحْرِ مَا يَحْتَابُ

۶۴۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُمَيْرٍ بْنُ الْقَاسِمِ قَالَ قَالَ  
الْبُخَارِيُّ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ  
أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ مَوْلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَأْخُذُ بِمَكَّةَ قَامَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى خَيْلِهِمْ فَسَمِعْتُ عُمَرَ  
قَالَ لَمْ أَكُنْ أَتِيهِ قَالَ لَمْ أَتِيهِ قَالَ لَمْ أَتِيهِ قَالَ لَمْ أَتِيهِ  
رُكْعَاتٍ سُبْحَةَ الصُّبْحِ

۶۴۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ قَالَ أَبُو أُسَامَةَ  
عَنِ الْوَلِيدِ بْنِ كَثِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ  
الْأَسَدِيِّ قَالَ فَسَمِعْتُ ابْنَهُ حَاطِمًا يَحْتَابُ بِمَكَّةَ  
أَحْتَسِلُ أَحَدًا قَالَ لَمْ أَتِيهِ قَالَ لَمْ أَتِيهِ قَالَ لَمْ أَتِيهِ  
سَجْدَاتٍ وَذَلِكَ صَحِيحٌ

۶۴۵ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ  
قَالَ أَنَا مُوسَى الْقَاسِمِيُّ قَالَ قَالَ أَبُو كُرَيْبٍ عَنْ  
عَنْ سَالِمِ بْنِ أَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ  
عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ وَصَنَعْتُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
سَلَامًا فَسَمِعْتُهُ قَالَتْ فَحَسَلْتُ

علیہ وسلم اس کی اورٹ میں نہا رہے تھے۔

حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ وہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تختہ کے بلند حصے میں تھے اور غسل کرنا چاہتے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پردہ کی اورٹ کی اسل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا اپنے گرد پیٹھا اور چاشت کی آخر رکعتیں پڑھیں۔

امام مسلم اسی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے چادر سے پردہ ڈالا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، پھر ایک کپڑا پیٹ کر چاشت کی آخر رکعات پڑھیں۔

حضرت ام المؤمنین سیدہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غسل کا کاپالی رکھا، پردہ ڈالا، پھر آپ نے غسل فرمایا۔

مت: اس باب کی احادیث میں یہ دلیل ہے کہ انسان محرم کی موجودگی میں پردہ کی اورٹ میں نہا سکتا ہے، اور اپنی بیٹی سے خدمت سے سکتا ہے، اور ان احادیث میں یہ بیان ہے کہ چاشت کی نماز سنت ہے اور اس کی آخر رکعات ہیں۔

## بَابُ تَحْرِيمِ النَّظَرِ إِلَى الْعَوْمَرَاتِ

۶۴۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَالَ زَيْدُ  
الْحَكْبَابِيُّ عَنِ الصَّخَّارِيِّ بْنِ عُمَرَ قَالَ أَخْبَرَنِي زَيْدُ  
بْنُ أَشْكَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْأَخْمَرِيِّ  
عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ  
لَا يَنْظُرُ الرَّجُلُ إِلَى عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَى

## بَابُ تَحْرِيمِ تَعْرِينِ الْغَائِبَةِ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی مرد کو کسی مرد کی شرنگاہ کی طرف نہ دیکھے اور نہ کوئی عورت کسی عورت کی شرنگاہ کی طرف دیکھے، اور زور مرد پر نہ ہو کہ ایک کپڑے میں نہ لپٹیں، نہ وہ عورتیں پر نہ ہو کہ ایک کپڑے میں لپٹیں۔



مَوْتَرَةُ الْمَذَاقَةِ وَلَا يَفْعَلُ الرَّجُلُ إِلَى الرَّجُلِ فِي  
كُتُوبٍ وَاحِدَةٍ وَلَا تَفْعَلُ الْمَذَاقَةُ إِلَى الْمَذَاقَةِ فِي  
الْكُتُوبِ الْوَاحِدَةِ.

۶۷۷۔ وَحَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ عَدُونٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ وَحَدَّثَنَا  
بُزْجَانُ بْنُ أَهْلَ الْبَيْتِ أَنَّ هَذَا يَكْفِيكَ قَالَ أَنَا الطَّعْنُ الْخَالِجُ  
عُثْمَانُ بْنُ مَيْمُونَةَ الْوَسْطَانِ كَانَ عَوْنُهُ عَوْنُ رَجُلٍ وَنَحْنُ الْمَذَاقَةُ.

محارم اور اجنبی مردوں اور عورتوں کا ایک دوسرے کی شررگاہ اور باقی بدن کو دیکھنے کے

### شرعی احکام

مرد کا مرد کی شررگاہ کو دیکھنا حرام ہے اور عورت کا عورت کی شررگاہ کو دیکھنا حرام ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اسی طرح مرد کا اجنبی عورت کی شررگاہ کو دیکھنا اور عورت کا اجنبی مرد کی شررگاہ کو دیکھنا بالاجماع حرام ہے البتہ بیوی اور شوہر ایک دوسرے کے تمام بدن کو دیکھ سکتے ہیں اور مخصوص شررگاہ کو دیکھنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کے تین قول ہیں ایک یہ ہے کہ بلا ضرورت دیکھنا ہر ایک کے لیے مکروہ ہے، دوسرا یہ ہے کہ بلا ضرورت دیکھنا حرام ہے تیسرا یہ ہے کہ مرد کے لیے حرام ہے اور عورت کے لیے مکروہ ہے اور عورت کی باطن فرج کو دیکھنا شدید مکروہ ہے۔

مرد کے لیے اپنی محرم عورتوں کو دیکھنے کے متعلق حکم یہ ہے کہ عام حالات میں کام کاج اور خدمت کے وقت جتنا جسم دکھائی دیتا ہے اتنا جسم دیکھ سکتا ہے (یعنی چہرہ، ہاتھ اور سیر) اسی طرح عورت کے لیے اپنے محرم مردوں کو دیکھنے کا حکم ہے، ناف اور گھٹنے کے درمیان جسم کو کسی کے لیے دیکھنا جائز نہیں ہے۔  
مرد کے لیے اجنبی عورت کے پردے سے بدن کو دیکھنا حرام ہے، اسی طرح عورت کے لیے اجنبی مرد کے پردے سے بدن کو دیکھنا حرام ہے، خواہ وہ ایک دوسرے کو شہوت کے ساتھ دیکھیں یا بغیر شہوت کے، یہ حکم اس وقت ہے جب کوئی ضرورت شرعیہ نہ ہو، لیکن جب کوئی ضرورت شرعیہ ہو، مثلاً عید و فرود و عیادت، علاج اور شہادت کے وقت اجنبی عورت کے چہرہ کو دیکھنا جائز ہے، لیکن اس حالت میں بھی شہوت کے ساتھ دیکھنا حرام ہے، تنہائی میں کسی شخص کا ضرورت کی وجہ سے اپنی شررگاہ کو پرہیز کرنا جائز ہے اور بلا ضرورت مکروہ ہے، ایک قول یہ ہے کہ حرام ہے۔  
ستر اور حجاب کی زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد خامس میں بیان کی ہے۔

تنہائی میں برہنہ غسل کرنے کا جواز

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

بَابُ جَوَازِ الْإِغْتِسَالِ عُرْيَانًا فِي الْخَلْوَةِ

۶۷۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَافِرٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ الْوَدَّاعِ



قَالَ اَتَا مَعْمَرٌ عَنْ هَذَا مِنْ مَكِّيٍّ قَالَ هَذَا اَمَّا حَدَّثَنَا  
 اَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 فَذَكَرَ احَادِيثَ وَنَهَاهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَغْتَسِلُونَ عَرَاءَ يَنْقُضُو  
 بَعْضُهُمْ عَلَى سَائِرِهِمْ وَبَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَكَانَ مُوسَى يَغْتَسِلُ وَنَهَاهُ  
 فَقَالَ وَاللَّهِ مَا نَسْتَعْمُ مُوسَى اَنْ يَغْتَسِلَ مَقْتَالًا لَكَ اَنْتَ  
 اَوْ قَالَ قَدْ هَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ قَوْمَهُ قَوْمَهُ عَلَى  
 حَجَرٍ فَقَرَأَ الْحَجَرُ بِشَوْبِهِ قَالَ فَجَعَلَ مُوسَى  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيهِمْ يَقُولُ تَوْبَنِي تَجْرُؤَنِي جَوْ  
 حَتَّى تَفْطَرْتُ بَنُو إِسْرَائِيلَ اِلَى سَائِرِهِمْ مُوسَى  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ وَقَالُوا وَاللَّهِ مَا يَمُوسَى مِنْ بَابٍ  
 فَكَانَ الْحَجَرُ حَتَّى تَفْطَرُ الْيَمِينُ قَالَ مَا خَذَ ثَوْبَهُ  
 فَطَفِقَ يَأْتِي حَجَرَهُمْ مَا قَالَ اَبُو هُرَيْرَةَ وَاللَّهِ اِنَّ  
 بِالْحَجَرِ كَذِبٌ يَسْتَكْبِرُ اَوْ سَتِيكْبِرُ صَرَبٌ مُوسَى  
 بِالْحَجَرِ

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل ہر روز غسل  
 کیا کرتے تھے اور ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھتے  
 رہتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام انکے جاگتہاں  
 میں غسل کیا کرتے تھے۔ بنو اسرائیل نے کہا قسم بخدا  
 موسیٰ کے تنہائی میں نہانے کی ضرورت یہ وجہ ہے کہ ان  
 کو ہر نیا کی بیماری ہے ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 غسل کرنے گئے اور کپڑے اتار کر ایک پتھر پر رکھے  
 وہ پتھر ان کے کپڑے کے کچھ پر چھا گیا پھر حضرت موسیٰ  
 علیہ السلام اس پتھر کے نیچے نیچے دوڑے اور کہنے  
 لگے اے پتھر میرے کپڑے دو، اے پتھر میرے  
 کپڑے دو، یہاں تک کہ بنو اسرائیل نے حضرت  
 موسیٰ علیہ السلام کے سراپا کو دیکھ لیا اور کہنے لگے خدا  
 کی قسم موسیٰ میں کوئی بیماری نہیں ہے۔ اس وقت پتھر  
 کھڑا ہو گیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دیکھا اپنے  
 کپڑے لیے اور پتھر کو مارنا شروع کیا۔ حضرت ابو ہریرہ  
 رضی اللہ عنہ نے کہا اس پتھر پر حضرت موسیٰ علیہ السلام  
 کی ضرب سے چھ بیماریاں نشان تھے۔

علامہ بدر الدین عینی جعفی لکھتے ہیں:

### تنہائی میں پردہ کے ساتھ غسل کرنے کی فضیلت

ان امارت میں یہ دلیل ہے کہ جب انسان  
 کو یہ المیہ ہو کہ اس کو کوئی دیکھنے والا نہیں ہے، تو وہ تنہائی میں ہر روز غسل کر سکتا ہے، اور وہاں علاج  
 کی ضرورت سے انسان کسی اجنبی کی شرمگاہ کو دیکھ سکتا ہے، اور ان امارت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ  
 کا بیان ہے کہ پتھر ان کے کپڑے لے گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ضرب سے پتھر میں نشان پڑ گئے، اور  
 ان میں یہ دلیل ہے کہ انبیاء علیہم السلام صبر اور سیرت کے اعتبار سے مخلوق میں کامل ترین ہوتے ہیں اور اللہ  
 تعالیٰ ان کو محبوب اور تقاضا سے پاک رکھتا ہے، اور یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تقاضائے بشریت سے  
 پتھر پر ضرب لگائی۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ عام انسانوں کے حق میں بھی شرمگاہ کھولنا حرام ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ سب  
 کچھ کیسے صادر ہوا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہماری شریعت ہے ان کی شریعت میں ایک دوسرے کے ساتھ  
 ہر روز غسل کرنا جائز تھا، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام حیا کی وجہ سے تنہائی میں غسل کرتے تھے۔

امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کوئی شخص تنہائی میں ہر روز ہونکے کہنے



آپ نے فرمایا لوگوں کی بہ نسبت اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔

## بَابُ الْإِعْتِنَاءِ بِحِفْظِ الْعَوْرَةِ

۶۷۹۔ وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ بْنُ مَيْمُونٍ جَمِيعًا عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ بَكْرِ قَالَ أَمَّا ابْنُ جُرَيْجٍ ۖ وَحَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَاللَّفْظُ لَهَا فَكَانَ إِسْحَقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ رَافِعٍ تَابَعَهُ الرَّبَاقِيُّ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَتَقْبِضُ فِي عَمْرٍاءِ بْنِ وَثْنٍ أَوْ أَسْمَاءِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ لَنَا بَنِيَّتُ الْكُفَيْتِ عَبْدِ اللَّهِ النَّخَعِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَبَا عَنْ يَنْعَلَيْنِ حَاجَرَةَ فَكَانَ الْعَبَّاسُ وَالنَّخَعِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ إِذَا رَكَ عَلَى عَاتِقِكَ مِنَ الْحِجَارَةِ فَفَعَلَ فَخَرَّ إِلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِنْ زِلْتِ إِذَا رَأَيْتِ فَتُحَدِّثِي عَلَيْنَا إِنْ زِلْتِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ فِي رَوَايَتِهِ عَلَى رَقَبَتِكَ وَلَمْ يَفْعَلْ عَاتِقَكَ

۶۸۰۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَارُ بْنُ عُبَادَةَ قَالَ نَارُ بْنُ جُرَيْجٍ قَالَ إِسْحَقُ كَانَ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِيهِ وَثْنٍ أَوْ أَسْمَاءِ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ يَقُولُ لَنَا بَنِيَّتُ الْكُفَيْتِ عَبْدِ اللَّهِ النَّخَعِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَبَا عَنْ يَنْعَلَيْنِ حَاجَرَةَ فَكَانَ الْعَبَّاسُ وَالنَّخَعِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اجْعَلْ إِذَا رَكَ عَلَى عَاتِقِكَ مِنَ الْحِجَارَةِ فَفَعَلَ فَخَرَّ عَلَى الْأَرْضِ وَطَمَحَتْ عَيْنَاهُ إِلَى السَّمَاءِ ثُمَّ قَامَ فَقَالَ إِنْ زِلْتِ إِذَا رَأَيْتِ فَتُحَدِّثِي عَلَيْنَا إِنْ زِلْتِ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ فِي رَوَايَتِهِ عَلَى رَقَبَتِكَ وَلَمْ يَفْعَلْ عَاتِقَكَ

۶۸۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ يَحْيَى الْأُمَوِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ تَابَعْتُ ابْنَ حَكِيمٍ بْنَ عَمْرٍاءِ بْنِ

## شمر گاہ چھپانے کی کوشش کرنا

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب (آپ کے بچپن میں) کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت عباس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پتھر اٹھا اٹھا کر لاسے تھے، حضرت عباس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تم اپنا تہبند اتار کر پتھر کے نیچے کندھے پر رکھ لو، سو آپ نے ایسا کر لیا، آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر پڑے اور آپ کی آنکھیں آسمان کی طرف لگ گئیں، پھر آپ کھڑے ہوئے اور فرمایا میرا تہبند میرا تہبند ہے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم دیا گیا، بعض روایت میں ہے کہ کندھے کی بجائے اپنی گردن پر تہبند رکھ لو۔

حضرت جابر بن عبد اللہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کی تعمیر کے لیے لوگوں کے ساتھ مل کر پتھر اٹھا اٹھا کر لاسے تھے، اور آپ نے تہبند پہنا ہوا تھا آپ کے چچا عباس نے کہا اسے ہتھیے اپنی چادر اتار کر کندھے پر رکھ لو اور اس کے اوپر پتھر رکھو، حضرت جابر کہتے ہیں کہ آپ نے اتار کر اسے کندھے پر رکھ لیا، آپ فوراً بے ہوش ہو کر گر گئے، اس کے بعد آپ کو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔

حضرت مسور بن محرز رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک بھاری پتھر اٹھا کر لارہا تھا اور میں نے



حَتَّيْفُ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبِي أَنَّهُ مَاتَ بَيْنَ سَنَدِ  
بَيْنِ حَتَّيْفِ الْأَنْصَارِيِّ عَنِ الْأَمْسَرِيِّ بْنِ مَخْرَمَةَ قَالَ  
أَقْبَلْتُ بِحَبْرٍ أَوْ حَيْلَةٍ ثَقِيلَةٍ وَوَعَلَى إِيَّاهُ تَوَفِيْعُ  
قَالَ فَكَانَ حَتَّيْفٌ إِذَا دُيِّ وَمِنْهُ الْحَبْرُ لَحْرًا سَتِطْعَمُ أَنْ  
أَضَعَهُ حَتَّى يَنْتَحِثَ بِهِ إِلَى مَوْضِعِهِمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْجِعْ إِلَى قَوْمِكَ فَخَذَّ ذُوهُ  
وَلَا تَمْشُوا عَرَائِيْ

چوتھا ساتھ بندہ ہمارا ہوا تھا، اچانک میرا بندہ کھل  
گیا اور میرے کندھے پر دھنی پتھر تھا، اس دھبے  
میں تو بندہ کو اٹھا نہیں سکا یہاں تک کہ میں نے پتھر کو اس  
کی جگہ نہیں پہنچا دیا یہ دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا جا کر اپنا بندہ لو اور اس کو ہمارا بندہ اور تنگے بدل  
نہ بھرا کرو۔

فت: اس باب کی احادیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی کرم کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچپن  
میں ہی زمانہ جاہلیت کے بڑے اخلاق سے محفوظ اور مومن تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طبیعت حیا کے باوجود اپنے چچا کا حکم ماننے کے لیے  
تہنید آنا دیا تھا لیکن چونکہ یہ فعل آپ کی پاکیزہ فطرت اور طہارح کے خلاف تھا اس لیے آپ فرما رہے ہو کہ اگر گئے گئے ان احادیث سے یہ بھی  
معلوم ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے حسن اخلاق اور حیا کامل پر پیدا کیا تھا حتیٰ کہ آپ کو زاری لڑکی سے بھی زیادہ حیا دار تھے۔  
علامہ بدرالدین عینی لکھتے ہیں:

زہری نے بیان کیا ہے کہ جس وقت قریش نے کعبہ کو بنایا اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم بالغ نہیں ہوئے تھے  
ابن القین نے کہا اس وقت آپ کی عمر پندرہ سال تھی، اور شہر یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو سے نکاح کے دس سال بعد قریش  
نے کعبہ کی تعمیر کی، اس وقت آپ کی عمر پینتیس سال تھی، اسی چیز کی محبت ابن اسحاق نے تصریح کی ہے، علامہ سیوطی نے کہا ہے  
کہ ہر کتاب سے یہ واقعہ دوبارہ بارہا ایک بار کعبہ کی مرمت ہوئی، ہر بار ایک بار کعبہ کو بنایا گیا، ہر بار

## بَابُ التَّسَرُّعِ عِنْدَ الْبَوْلِ

## تسارعت کے وقت پر وہ کرنا

۶۸۲۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ وَسَعِيدُ اللَّهِ  
ابْنُ مُحَمَّدِ بْنِ أَنَسٍ وَالْقَاسِمِيُّ قَالَ مَا قَعِدْتُ وَ  
هُوَ ابْنُ مَيْمُونٍ قَالَ تَامَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ  
يَعْقُوبَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ سَعْدِ مَوْلَى الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَعْفَرٍ قَالَ أَرَاهُ حَتَّى دَسَّوْنُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَتِ يَوْمَ خَلْقِهِ قَامَ سِرًّا إِلَى  
جَدِّهِ ثُمَّ لَا أَحَدًا ثُمَّ يَمُوتُ آخِرًا مِنَ النَّاسِ وَكَانَ أَحَدًا  
كَأَسْتَنْزِيهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِحَاجَتِهِمْ هَدَفَتْ أَوْ حَاطَتْ تَحْتَ الْإِنِّ أَمَامَهُ فِي حَوَائِثِهِمْ يَتَعَبَى حَاطَتْ تَحْتَ الْإِنِّ

حضرت عبد اللہ بن جعفر بیان کرتے ہیں کہ ایک  
مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے  
سرایا، پھر میرے کان میں ایک راز کی بات کہی  
جس کو میں سمجھی بیان نہیں کر سکتا رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کو تسارعت کے وقت کھجور کے درختوں کی  
اور سے زیادہ پسند تھا۔



## غسل جماع کے احکام

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی پیر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ گیا جب عمر بنی سالم کے محل میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت نقبان کے مکان پر بٹھ گئے اور حضرت نقبان کو اذان دیا، وہ اپنا تہبند باندھتے ہوئے دروازے سے نکلے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے تم کو وقت سے پہلے بلا لیا، حضرت نقبان نے پوچھا یا رسول اللہ! یہ بتلائیے کہ جو شخص اپنی بیوی سے ہم بستری میں مشغول ہو اور انزال (خروج منی) سے پہلے اس سے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ غسل انزال سے واجب ہوتا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ آپ نے فرمایا غسل انزال سے واجب ہوتا ہے۔

ابو العلاء ابن شجر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض احادیث بعض دوسری احادیث کو منسوخ کر دیتی ہیں جس طرح قرآن کی ایک آیت دوسری آیت کو منسوخ کر دیتی ہے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک انصاری کے مکان سے گزر رہا تھا، آپ نے ان کو بلوایا، وہ اس حال میں گھر سے

بَابُ بَيَانِ أَنَّ الْجَمَاعَ كَانَ فِي أَوَّلِ الْإِسْلَامِ لَا يُوجِبُ الْغُسْلَ إِلَّا أَنْ يُنْزَلَ الْمَنِيَّ وَبَيَانِ لَسَّخِهِ وَأَنَّ الْغُسْلَ يَجِبُ بِالْجَمَاعِ ۶۸۳ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَيَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَفُتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الْأَخْطَرُونَ نَا إِسْمَاعِيلُ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيذٍ يَعْنِي ابْنَ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ الْهَدَّادِيِّ عَنْ أَبِيهِ قَالَ تَخَرَّجْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ رَاثِثَيْنِ إِلَى قُبَاٍ حَتَّى إِذَا كُنَّا فِي بَعْضِ سَالِحٍ وَقَفَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى بَابِ عَثْبَانَ فَصَارَ حَرِيمٌ فَخَرَجَ يَجُودًا لَرَاهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَجْلِسْنَا الرَّجُلُ فَقَالَ عَثْبَانُ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَرَأَيْتَ الرَّجُلَ يُعْبَدُ عَنْ أَهْلَائِهِ وَكَفَرِيَّتِهِ مَا ذَا عَلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَيْتُمَا أَلَمَّا مَرَّ مِنَ الْعَوْدِ ۶۸۴ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأَيْكِيُّ قَالُوا ابْنُ وَهْبٍ أَخْبَرَنِي عَنْهُ وَابْنُ الْحَارِثِ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ كُنَّا مَعَ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ حَدَّثَهُ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْهَدَّادِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا كُنَّا الْمَاءَ مِنَ الْمَاءِ ۶۸۵ - حَدَّثَنَا عُثَيْبُ بْنُ مَعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَ نَا الْمُعْتَمِرُ قَالَ نَا أَبِي قَالَ نَا أَبُو الْعَلَاءِ وَابْنُ الشَّحِيرِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَلْسَخُ حَدِيثَهُ بَعْضُهُ بَعْضًا كَمَا يَلْسَخُ الْقُرْآنُ بَعْضُهُ بَعْضًا

۶۸۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عُثْمَانُ بْنُ شُعْبَةَ ۶۸۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا بَشَّارُ قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ



ابن ابی اسلمہ کہ ان کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ہم نے تم کو وقت سے پہلے بلایا اس لئے کہا ہاں۔ یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا جب بھی تم کو بغیر انزال کے علیحدہ ہونا پڑے تو تم پر غسل واجب نہیں ہے صرف وضو کر لیا کرو۔

حضرت ابو بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ ہم بستری ہو اور بغیر انزال کے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا اس کے جسم پر عورت کے اندام نہانی سے نکل کر جو چیز نکلے ہو اس کو دھوے پھر وضو کرے۔ اس کے بعد نماز پڑھ سکتا ہے۔

حضرت ابو بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی بیوی سے ہم بستری ہو پھر انزال سے پہلے علیحدہ ہو جائے تو وہ اپنے آلہ کو دھو کر وضو کرے۔

ابو بن خالد جہنی بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال سے پہلے علیحدہ ہو جائے تو اس کے لیے کیا حکم ہے؟ حضرت عثمان نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ وہ شخص اپنے آلہ کو دھوئے اور اس کے بعد وضو کرے۔

الْحَكِيمُ عَنْ ذَكَرَ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّ عَلَى رَجُلٍ مِنَ الْأَنْصَارِ فَأَرْسَلَ إِلَيْهِ فَعَدَّ حُرُودَ أَسْنَةٍ يَقْطُرُ فَقَالَ لَعَنَّا أَعْمُومَتَاكَ كَأَنَّ نَعْدِيَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ إِذَا أُعْجِلْتَ أَوْ أُفْحِطْتَ فَلَا غُسْلَ عَلَيْكَ وَعَلَيْكَ الْوُضُوءُ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ إِذَا أُعْجِلْتَ وَافْحِطْتَ .

۶۸۷ - حَدَّثَنَا أَبُو الدَّرَهِمِ الرِّمَالِيُّ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ بَنِي مُرَّةٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي كُرَيْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْعَلَاءِ وَاللَّفْظُ لَنَا قَالَ قَالَ أَبُو مُعَاوِيَةَ قَالَ تَاهِشَامُ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ كَعْبٍ قَالَ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الرَّجُلِ يُعْجِلُ مِنَ التَّمَوُّدِ رَجُلًا يَكْبَسُ فَكَانَ يُغْسِلُ مَا أَصَابَهُ مِنَ الْمَاءِ أَوْ لَوْ يَتَوَضَّأُ وَيُغْتَسِلُ . ۶۸۸ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ سَأَلْتُ عَنْ هَاشِمِ بْنِ مُرَّةٍ قَالَ قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي كُرَيْبٍ عَنْ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ كَعْبٍ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ الرَّجُلُ يَا قِيَاهُكَ فَحَرُّكَ يُغْرِلُ قَالَ يُغْسِلُ ذَكَرَكَ وَيَتَوَضَّأُ .

۶۸۹ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَعَبِيدُ بْنُ حُصَيْنٍ قَالَا سَأَلْنَا عَمْرًا بْنَ عَبْدِ اللَّهِ الْقَمَرِيَّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ ذَكْوَانَ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَافٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ تَابِيَةَ بْنَ خَالِدٍ الْجَهَنِّيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمْرًا بْنَ عَفَّانٍ قَالَ قُلْتُ أَرَأَيْتَ إِذَا أَحْبَبْتُمُ الرَّجُلَ امْتَرَأْتُمْ وَلَمْ يُغْسِلْ قَالَ عَمْرَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلْعَقْلِ وَيُغْسِلُ ذَكَرَهُ قَالَ عَمْرَانُ سَمِعْتُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .



۶۹۰۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ بْنُ عَبْدِ الْقَهْمَرِ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي عَنِ ابْنِ أَبِي عَتَاةٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي خَبْرَةَ عَنْ أَبِي مَرْثَدَةَ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْوَلِيدِ أَنَّ أَبَا أَيُّوبَ الْخُبَيْرِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ سَمِعَةَ ذَلِكَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو الوارث انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح روایت کیا ہے۔

۶۹۱۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ عَشَانَ الْمُسْتَعِيزِيُّ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالُوا حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ قَتَادَةَ وَمَطَرٍ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ أَبِي دَاوُدَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جَلَسَ بَيْنَ شُعْبَيْهِمَا الْأَذْرِيْعُ ثُمَّ جَعَلَهُمَا فَقَدْ وَجَبَ عَلَيْهِ الْغُسْلُ فِي حَيَاتِهِ مَطَرٌ وَإِنْ لَمْ يُنْزَلْ قَالَ زُهَيْرٌ مِّنْ بَيْنَهُمَا بَيْنَ شُعْبَيْهِمَا الْأَذْرِيْعُ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی مرد عورت کی چار شاخوں کے درمیان بیٹھے پھر اس کو تنکاف سے تو اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کو انزال ہو یا نہ ہو۔

عورت کی چار شاخوں سے مراد اس کے اتر اور ٹانگیں ہیں اس حدیث کا مقصد یہ ہے کہ جب مرد کے عضو تناسل کا سر عورت کی اندام نہانی میں غائب ہو جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو اور یہ حدیث ان تمام بھیل احادیث کے لیے ناسخ ہے جن میں گدرا ہے کہ بغیر انزال کے غسل واجب نہیں ہوتا۔

۶۹۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ وَهَّابٍ عَنْ ابْنِ جَبَلَةَ قَالَ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ وَحْدَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنِي وَهْبُ بْنُ جَعْفَرٍ كَلَامًا عَنْ شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ غَيْرَ أَنَّهُ فِي حَيَاتِهِ شُعْبَةُ ثُمَّ اجْتَمَعَتْ وَكَهْ يَكْفُلُ وَإِنْ لَمْ يُنْزَلْ.

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ یہ حدیث کئی اسامید سے مروی ہے جن سے صرف شعبہ کا سند کے ساتھ انزال کا ذکر نہیں ہے۔

۶۹۳۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ قَالَ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْأَنْصَارِيُّ قَالَ تَابَعْتُ مُحَمَّدَ بْنَ هِشَامٍ قَالَ تَابَعْتُ يَحْيَى بْنَ هِلَالٍ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ عَنْ وَحْدَةَ بْنِ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُثَنَّى قَالَ تَابَعْتُ الْأَعْلَى وَهَذَا أَحْوَشُهُ قَالَ تَابَعْتُ هِشَامَ عَنْ حُصَيْنِ بْنِ هِلَالٍ وَكَأَنَّكَ الْإِسْنَادُ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى كَانَ

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مہاجرین اور انصار کا اس بات میں اختلاف ہوا کہ بغیر انزال کے غسل واجب ہو یا نہیں انصاری صحابی یہ کہتے تھے کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے اور مہاجرین کہتے تھے کہ صرف ہجرت کرنے سے غسل واجب ہو جاتا ہے حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا



اُخْتَلَفَ فِي ذَلِكَ رَحْمَةُ اللَّهِ عَلَيْهَا جِدَّتِهَا وَالْأَنْصَارُ  
قَالَ الْأَنْصَارُ يُؤْتُونَ لَدَيْ جِبِّ الْعُسْلُ إِلَّا مِنَ النَّاقِ  
أَوْ مِنَ الْمَاءِ وَكَانَ الْمَاءُ جُرْدُونَ بَنِي إِدَا حَاكَطَ قَفَا  
وَجِبِّ الْعُسْلُ قَفَا أَبُو مُوسَى قَا قَا أَشْفِيَكُمْ  
مِنْ ذَلِكَ فَقُمْتُ قَامَتَا دَنْتُ عَلَى عَائِشَةَ فَأَكْتُ  
بِي فَقُلْتُ تَهَيَّأَا أُمَامَةُ أَوْ بِنَا أُمَامَةُ مِثْلِي إِيَّا  
أَبِي بِنَا أَنْ أَسْأَلَكِ عَنْ بَنِي إِدَا أَسْأَلُكَ  
فَقَالَتْ لَا تَسْأَلُنِي أَنْ كَسَا كَيْ عَمَّا كُنْتُ سَائِلًا  
عَنْهُ أُمَّكَ الْيَوْمَ وَلَكِنَّكَ قَا كَمَا أَنَا مَثَلُكَ قُلْتُ  
مَتَا يُوجِبُ الْعُسْلُ قَالَتْ عَلَى الْغَيْبِ سَقَطَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا جَلَسَ  
بَيْنَ شَعْبَيْهِمَا الْأَرْبَعِ وَمَشَى الْبُعْدَانُ الْبُعْدَانُ فَقَدْ  
وَجِبَ الْعُسْلُ

۴۹۴. حَدَّثَنَا عَارُذُونَ بْنُ مَعْرُوفٍ وَهَبُ قَالَ أَخْبَرَنَا  
أَبْنُ سَعِيدٍ الْأَدَبِيُّ قَالَ لَنَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنَا  
عَبْدُ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عُبَيْدٍ عَنْ أَبِي الثَّوْبَانِ عَنْ جَابِرِ بْنِ  
عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ كَلْبِ بْنِ مَعْلُومٍ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ لَمَّا رَجَلَا سَقَلْ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ الرَّجُلِ يَهْمَا مِ  
أَهْلِكَ ثُمَّ يَكْمِلُ هَلْ عَلَيْهِمَا الْعُسْلُ وَعَائِشَةُ  
بِحَالِهَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِيَّا  
لَا فَعَلَ ذَلِكَ أَنَا وَهَلَا هَكَذَا تَعْتَمِدُ

## غسل جنابت کا سبب

علامہ بیہقی بن شرف نووی لکھتے ہیں:

حدیث نمبر ۶۹۱ میں ہے جب نم میں سے کوئی شخص عورت کی چار شاخوں کے درمیان  
بیٹھے اور اس کو تمسک کرنے سے قراں اس پر غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔

امت کا اب اس پر اجماع ہے کہ جماع سے غسل واجب ہو جاتا ہے خواہ اس کے ساتھ انزال ہو یا نہ ہو،  
بعض صحابہ کا یہ قول تھا کہ غسل صرف انزال سے واجب ہوتا ہے، پھر ان میں سے بعض نے رجوع نہ کیا اور بعض میں سب  
کا اس پر اجماع ہو گیا کہ غسل صرف دخول سے واجب ہو جاتا ہے، حضرت ابو ہریرہ کی نیز بحث حدیث پر قلم  
نقہ کار اٹھل ہے، اور جس حدیث میں ہے: غسل صرف انزال سے واجب ہو جاتا ہے یہ سنو غ ہے یا اس کا منحل یہ ہے کہ خواب



میں کچھ دیکھنے سے غسل اس وقت واجب ہوتا ہے جب انزال بھی ہو یا اگر کوئی شخص فرج میں دخول کیے بغیر مباشرت کے  
تصرف انزال کے بعد غسل واجب ہوگا۔

اگر کوئی شخص مباشرت کی فرج یا دربر یا مرد کی دربر یا کسی جانور کی فرج میں حشفہ (آلہ تناسل کا سر) غائب کر دے تو اس  
پر غسل واجب ہوگا، خواہ جس میں دخول کیلئے وہ زندہ ہو یا مردہ، چھوٹا ہو یا بڑا، خواہ عمداً ہو یا کسی نا اہل اختیار امور  
یا جبراً، ان تمام صورتوں میں فاعل اور مفعول پر غسل واجب ہے الا یہ کہ مفعول غیر مکلف ہو، اگر سمجھ دار بچہ یا بچی ہو تو وہ جنب  
ہوگا اور اس کے ولی کو اسے غسل کرنے کا حکم دینا چاہیے۔

## بَابُ الْوُضُوءِ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ اُگ سے پکی ہوئی چیز کو کھانے کے بعد وضو کا وجوب

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُگ سے  
پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے، عبد اللہ  
بن ابراہیم بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ  
مسجد میں وضو کر رہے تھے اور وضو کرنے کی وجہ انھوں  
تویہ بیان کی کہ میں نے پیڑ کے ٹکڑے کھائے تھے  
اور میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سن لیا  
کہ اُگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے  
....، مگر وہ کہتے ہیں میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ  
عنها سے سن لیا، آپ فرماتی تھیں کہ میں نے رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے سن لیا کہ اُگ سے پکی ہوئی چیز  
کھانے کے بعد وضو کرنا چاہیے۔

۶۹۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ  
النَّيْتِ قَالَ قَالَ ثَعْلَبُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ قَالَ ثَعْلَبُ بْنُ جَعْفَرٍ  
ابْنُ حَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْمَلِكِ  
ابْنُ أَبِي بَكْرِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْحَارِثِ بْنِ هِشَامٍ  
أَنَّ حَارِثَ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ  
ابْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يَقُولُ الْوُضُوءُ مِمَّا مَسَّتِ النَّارُ قَالَ ابْنُ  
شِهَابٍ أَخْبَرَنِي عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ  
ابْنَ ابْنِ أَبِي هَاشِمٍ قَالَ أَخْبَرَهُ أَنَّ حَارِثَ بْنَ  
هَاشِمٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ حَارِثَ بْنَ زَيْدٍ الْأَنْصَارِيَّ  
مِنْ أَشْوَاطِ أَقْطِطِ أَخْبَرَهُ يَزِيدُ بْنُ سَمْعَانَ  
رَسُولَ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ الْوُضُوءُ مِمَّا مَسَّتِ  
النَّارُ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ خَالِدٍ  
ابْنُ سَعْدٍ وَابْنُ عُثْمَانَ وَآكَأُ أَخْبَرَهُ هَذَا الْحَدِيثُ  
أَنَّ سَالَةَ عَنْ وَثَّابِ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنِ الْوُضُوءِ مِمَّا  
مَسَّتِ النَّارُ فَقَالَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ أَنَّ زَيْدَ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْوُضُوءُ مِمَّا مَسَّتِ  
النَّارُ۔



۶۹۶۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْكُودٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ نَأْمَلُكَ عَنْ تَرِيْدِ بْنِ أَشْكِرَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ كَثِيفَ شَاةٍ لَحْمٍ صَلِيٍّ وَلَوْ يَتَوَضَّأُ.

۶۹۷۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَأْيَقِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ هَشَامٍ عَنْ مُرَّةٍ قَالَ أَخْبَرَنِي وَهْبُ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي عَقِبَةَ عَنْ وَحْدَةَ ثَعْلَبِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ وَحْدَةَ ثَعْلَبِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ غُرْقًا أَوْ لَحْمًا لَحْمٍ صَلِيٍّ وَلَوْ يَتَوَضَّأُ أَوْ لَوْ يَتَوَضَّأُ مَا دَرَأَ. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْقَشِيرِ قَالَ نَأْيَقِي عَنْ سَعِيدِ بْنِ هَشَامٍ عَنْ مُرَّةٍ قَالَ أَخْبَرَنِي وَهْبُ ابْنُ كَيْسَانَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِي عَقِبَةَ عَنْ وَحْدَةَ ثَعْلَبِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَرُ مِنْ كَثِيفٍ يَأْكُلُ مِنْهَا شَحًّا صَلِيٍّ وَلَوْ يَتَوَضَّأُ.

۶۹۹۔ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبُ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَأْيَقِي وَهْبُ قَالَ أَخْبَرَنِي عَمْرُو بْنُ دِينَ الْحَارِثِيُّ عَنْ ابْنِ شَهَابٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أُمِّ مَيْمَةَ الْقُشَيْرِيَّةِ عَنْ أَبِي مَرْيَمَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْتَرُ مِنْ كَثِيفٍ مَا كَلَّ مِنْهَا فَدَعَا إِلَى الصَّلَاةِ فَتَأَمَّ وَطَرَحَ الشَّيْئَتَيْنِ وَصَلَّى وَلَوْ يَتَوَضَّأُ.

۷۰۰۔ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ وَحْدَةُ ثَعْلَبِيُّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِي مَرْيَمَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَمْرُو وَحْدَةُ ثَعْلَبِيُّ يُكَبِّرُ بَيْنَ الْأَشْجَرِ عَنْ مُرَّةٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ وَحْدَةَ ثَعْلَبِيِّ عَنْ عَلِيِّ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَكَلَ مِنْهَا كَثِيفًا لَحْمٍ صَلِيٍّ وَلَوْ يَتَوَضَّأُ.

۷۰۱۔ قَالَ عَمْرُو وَحْدَةُ ثَعْلَبِيُّ جَعْفَرُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کے شاد کا گوشت کھایا پھر ناز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری پر لگا ہوا گوشت یا صفت گوشت کھایا (راوی کہ شک ہے کہ حضرت ابن عباس نے کیا کہا تھا) پھر ناز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا یا پانی کو ہاتھ میں لگایا۔

عمر بن امیہ کے والد بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے شاد کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے تھے، پھر آپ نے ناز پڑھی اور آپ نے وضو نہیں فرمایا۔

عمر بن امیہ ضمری کے والد بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بکری کے شاد کا گوشت چھری سے کاٹ کر کھا رہے ہیں، اسی وقت ناز کی اقامت (بکیر) ہوئی، آپ نے چھری پھینک دی، ناز پڑھا اور وضو نہیں فرمایا۔

حضرت ام المومنین مینورہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لہان بکری کے شاد کا گوشت کھایا پھر آپ نے ناز پڑھی اور وضو نہیں فرمایا۔

حضرت ابو رافع بیان کرتے ہیں کہ میں اس بات پر



گواہ ہوں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے  
بکری کا کھجی بھرنے والا تھا آپ کھجی کھا رہے تھے پھر  
آپ نے ناز پڑھی اور وہ منہ نہیں فرمایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دھڑیاں اور  
پھر پانی منگوا کر کھلی، اور فرمایا اس میں ایک قسم کی چکنائی  
جرتی ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بھی اسی قسم کی  
ایک روایت نقل کی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑے پہنے،  
پھر ناز کے لیے نکلے، اس وقت آپ کے پاس ایک  
شخص گوشت اور روٹی کا ہدیہ لایا۔ آپ نے اس میں  
تین لقمے کھائے اور لوگوں کو ناز پڑھائی، اور پانی کو  
بانتھ نہیں لگایا۔

امام مسلم بیان فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے  
حضرت ابن عباس سے یہ حدیث مروی ہے لیکن اس  
میں ناز پڑھنے کا ذکر ہے اور لوگوں کو ناز پڑھانے  
کا ذکر نہیں ہے۔

يَعْقُوبُ بْنُ الْأَشْجَعِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجَةِ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ عَدَّاهُ وَحَدَّثَ نَحْنُ  
سَعِيدُ بْنُ أَبِي هَدَّادٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ  
نَافِعٍ عَنْ أَبِي غَطَفَانٍ عَنْ أَبِي نَافِعٍ قَالَ أَشْهَدُ  
لَكُمُتُ أَشْيَوْفِي لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بَطْنِ الشَّاةِ كُرْمَ صَلَاحٍ وَلَحْدٍ يَتَوَصَّلُ -

۴۰۲ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ تَأَلَيْتُ  
عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَرِبَ كَبْشًا  
لَهُ دُعَايَمَاءٌ فَتَمَضَّضَ وَقَالَ إِنَّ لَنَا دَسَسًا -

۴۰۳ - وَحَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ حَدَّثَنَا  
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ ذَاخِرُ بْنُ عَمْرٍو وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ  
ابْنُ حَرْبٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنِ الْأَوْزَاعِيِّ  
وَحَدَّثَنِي حَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ  
قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ مُلْتَمِشٍ وَعَنِ ابْنِ شِهَابٍ  
بِإِسْنَادِ عُقَيْلٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ فِي مِثْلِهِ -

۴۰۴ - وَحَدَّثَنِي عَبْدُ بْنُ حُجْرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ  
ابْنِ جَعْفَرٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَطَاءٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَمَعَ عَلَيْهِ نَبِيًّا بَدَأَ لَهُ  
تَحَرُّجًا إِلَى الصَّلَاةِ فَأَتَى بِهِمَا تَحْبِيزًا وَلَحْدًا قَالُوا  
كَلِمَتَ لَقْمٍ ثُمَّ صَلَّى بِالنَّفَاسِ وَمَا مَشَرَ  
مَاءً -

۴۰۵ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ سَامَةَ  
عَنِ ابْنِ أَبِي هَدَّادٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
عَطَاءٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَنَافِعِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
يَسْعَى حَيْثُ ابْنُ حَرْبٍ حَدَّثَهُ وَفِيهِ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ  
شَهِدَ ذَلِكَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ  
صَلَّى وَلَمْ يَقُلْ بِالنَّفَاسِ -



ت: جوہر صحابہ تابعین اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ آگ کی پکی ہوئی چیز کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور میں حدیث میں یہ وارد ہے کہ اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے وہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے منسوخ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ آگ کی پکی ہوئی چیز سے وضو نہیں کرتے تھے یہ حدیث جامع ترمذی ابن ابی داؤد اور سنن نسائی میں ہے اور اس کا دوسرا محل یہ ہے کہ اس سے مراد لغوی وضو ہے یعنی اٹھ دھونا اور کھانا۔

اذن کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم

بَابُ الْوُضُوءِ مِنْ لَحْمِ الْإِذِلِّ

حضرت جابر بن سمرہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا بکری کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا اگر چاہو تو وضو کرو، اور اگر چاہو تو نہ کرو اس شخص نے پوچھا کیا ہم اذن کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کریں۔ آپ نے فرمایا ہاں اذن کا گوشت کھانے کے بعد وضو کیا کرو۔ اس شخص نے پوچھا کیا میں بکری کے بالے میں نماز پڑھ لیا کروں آپ نے فرمایا ہاں اللہ پوچھا کیا میں آٹھ گنا نماز پڑھ لیا کروں آپ نے فرمایا نہیں۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی جابر بن سمرہ والی روایت کی شکل منقول ہے۔

۴۰۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ قُصَيْدُ بْنُ عَمْرٍو الْجَعْفَرِيُّ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا بَكْرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثُوفٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَوْهُمُ مِنَ لَحْمِ الْإِذِلِّ قَالَ إِنْ شِئْتُمْ فَتَوَضَّأُوا إِنْ شِئْتُمْ فَلَمْ تَتَوَضَّأُوا قَالَ أَتَوْهُمُ مِنَ لَحْمِ الْإِذِلِّ فَقَالَ تَعَدُّ فَتَتَوَضَّأُوا مِنَ لَحْمِ الْإِذِلِّ قَالَ أَصَلَّى فِي مَسْرَاحِيهِ الْغَتَمِ قَالَ تَعَدُّ قَالَ أَصَلَّى فِي مَسْرَاحِيهِ الْإِذِلِّ قَالَ لَا ۴۰۷۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا بَكْرٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَوْهَبٍ وَاشْتَدَّ مِنْ أَجْلِ الشُّعْبَةِ وَكَثُرَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي كَثُوفٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ عَنْ أَبِي كَثُوفٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَجَشِي حَيَاتِهِ أَقْبَى كَامِلٍ عَنْ أَبِي كَثُوفٍ أَنَّ

ت: جوہر صحابہ تابعین اور ائمہ اربعہ کا مذہب یہ ہے کہ اذن کا گوشت کھانے سے وضو نہیں ٹوٹتا اور امام احمد بن حنبل اور بعض محدثین کا مذہب یہ ہے کہ اذن کا گوشت کھانے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے امام احمد نے اس باب کی حدیث سے استدلال کیا ہے اور جوہر فقہاء نے اس کو وضو لغوی یعنی کھانا پر موقوف کیا ہے۔





بِأَنَّكَ الدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ مَنْ تَيَقَّنَ  
الظَّهَارَةَ ثُمَّ شَكَّ فِي الْحَدِيثِ فَلَهُ  
أَنْ يُصَلِّيَ بِظَهَارَتِهِ تِلْكَ

بہ شخص کو وضو کا یقین ہو پھر وضو ٹوٹنے کا  
شک ہو جائے تو وہ اس وضو سے نماز  
پڑھ سکتا ہے

۴۰۸۔ وَحَدَّثَنَا عَنْهُ وَالثَّانِيَةُ وَدُهَيْرُ بْنُ  
حَرْبٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَبْرِ  
عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سَعْدُ بْنُ  
عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَعِيدٍ وَعَبْدِ بْنِ تَيْمِيَّةٍ  
عَنْ حَبِيبَةَ شَكَّى إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
الرُّجُلُ يُخْبِلُ الْيَمِينُ أَتَى يَحْدُ الْفَتَى فِي الْعَلَوَةِ  
كَأَنَّهُ لَا يَنْصَرِفُ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ يَجِدَ رِيحًا  
قَالَ أَبُو بَكْرٍ وَدُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ فِي رِوَايَةٍ أُخْرَى هُوَ جَدُّ الْفَتَى وَرَبُّهَا

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
شکایت کی کہ انھیں نماز کے درمیان وضو ٹوٹنے کا شک  
لاحق ہوتا رہتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا اس وقت نماز نہ توڑو جب تک کہ تمہیں بدبو محسوس  
نہ ہو جائے یا تم (ریح کی) آواز نہ سن لو۔

۴۰۹۔ وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَتْ تَأَخَّرْتُ  
عَنْ سَهْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا وَجَدَ أَحَدُكُمْ فِي  
بَطْنِهِ خَيْطًا فَاسْكَلْ عَلَيْهِ أَفْخَرِجْ مِنْهُ شَيْءًا أَوْ كَا  
فَلَا يَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتَّى يَسْمَعَ صَوْتًا أَوْ  
يَجِدَ رِيحًا۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے  
کسی شخص کے پیٹ میں کھڑ بڑ ہو اور اسے شک  
ہو جائے کہ اس کے پیٹ میں سے کچھ نکلا ہے یا نہیں  
تو اس وقت تک کہ مَسْجِد سے باہر نہ نکلے جب تک کہ  
ریح کی بُری یا آواز محسوس نہ ہو۔

علامہ یحییٰ بن شریف نووی لکھتے ہیں:

**شک سے یقین راکل نہیں ہوتا**

اس حدیث میں اسلام کے اصول اور قواعد میں سے ایک عظیم اصل اور  
قاعدہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر کسی کو شک ہو کہ اسے کچھ خطن شک پیدا ہو تو وہ شک اس میں کوئی گھبراہٹ نہیں دے گا، جھجھکاہٹ نہ کرے اور غبار کا  
بھی مسک ہے، البتہ امام مالک کا یہ قول ہے کہ اگر اس کو خارج از نماز شک واقع ہوا تو وضو کرے اور دوسرا قول یہ  
ہے کہ اس پر ہر حال میں وضو لازم ہے۔

مردار اور جانور کی کھال کا رنگنے سے پاک ہونا

بِأَنَّكَ الدَّلِيلُ عَلَى أَنَّ مَنْ تَيَقَّنَ  
الظَّهَارَةَ ثُمَّ شَكَّ فِي الْحَدِيثِ فَلَهُ  
أَنْ يُصَلِّيَ بِظَهَارَتِهِ تِلْكَ



حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی باندی کو کسی شخص نے حدیقہ میں ایک بکری دی، اور وہ مری گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گذرے تو آپ نے فرمایا تم لوگوں نے اس کا کھال کیوں نہ اتار لی؟ رنگنے کے بعد اس کی کھال سے فائدہ حاصل کرتے! ان لوگوں نے عرض کیا، حضور یہ تو مر مار ہے۔ آپ نے فرمایا مر مار جانور کا حصہ کھانا حرام ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردار کھجور کا دھنیا  
جو حضرت یحییٰ بن زکریاؑ کو صدقہ میں ملی تھی اسے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں نے اس کا کھال کھائے ناموز  
کیوں نہ اٹھایا، انھوں نے عرض کیا یہ تو مردار ہے آپ  
نے فرمایا مردار جانور کا صرٹ کھانا حرام ہے ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مردہ بھری پیشی چھڑی  
دیکھی جو حضرت میمونہ کی بامی کو صدقہ میں ملی تھی، نبی کریم صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے اس کی کھالی کیوں نہ آمار لی اقم  
اس کو رنگ لیتے اور اس سے نفع اٹھاتے۔

حضرت مہینہ رسی الشہ نہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک زوجہ سے ان ایک بچی

١٠٠ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ  
إِبْنِ شَيْبَةَ وَعَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ وَابْنُ أَبِي عَمْرٍو جَمِيعًا  
عَنِ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ يَحْيَى أَنَا سَفِيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ  
الْأُجْرِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ  
قَالَ لُصِيْقٌ عَلَى مَوْلَاكِ لَيْمُونَةٌ يَسَاقُ كَمَا تَت  
فَتَرَاهَا تَسُوكُ اللَّهُ صَتَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ  
هَذَا أَحَدُ ثَمَرَاتِهَا بِهَا هَذَا بَعْدُ مَوْلَاكِ فَانْتَفَعْتُمُوهَا  
فَقَالُوا إِنَّهَا مَيْمُونَةٌ فَقَالَ إِنَّمَا حُدِّثَ أَكْثَرُهَا قَالَ  
أَبُو بَكْرٍ وَابْنُ أَبِي شَمْرَةَ فِي حَدِيثَيْنِ عَنْ مَيْمُونَةٍ .

۱۱۰. وَ حَدَّثَنِي أَبُو نَضْرَةَ وَ حَدَّثَكَ قَالَ  
ثَابِتٌ وَ هَبْ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ  
عَنْ عُثَيْبِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُثَيْبَةَ عَنْ أَبِي  
عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَجَدَ شَاةً مَيْتَةً أُعْطِيَتْهَا مَرْكَاةٌ لِمَيْمُونَةَ وَ مِنْ  
الْقَدَاقَةِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
هَذَا اسْتَفْعَلَكُمْ بِجَلْدِهَا قَالُوا لِمَ يَا مَيْمُونَةُ قَالَ إِنَّ

٤١٢. وَحَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الْحَلَوَانِيِّ وَعَبْدُ بْنُ حُسَيْنٍ  
جَمِيعًا عَنْ يَحْيَى بْنِ إِسْرَافِيلَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ  
حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي شَرَهَابٍ وَهَذَا إِسْنَادُ  
تَحْوِيلٍ وَأَيْتُهُ يُوَسِّنُ .

١٣٠ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ  
مَعْتَدٍ الزُّهْرِيُّ وَالْفَقُّهُ لَا بَيْنَ أَبِي عُمَرَ قَالَا مَا  
سُئِلَ عَنْ عُمَرَ وَعَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِشَاةٍ  
مُطْرَدَةٍ حَرًّا أُعْطِيَتْهَا مَرَلًا لَمْ يَمُوتْ تَمَرًا وَفَتِ  
الْقَدَقِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا  
أَخَذُوا إِيَّاهَا قَدْ بَغَوْهُ فَأَتَقَمَّوْا بِهَا -

٤٣- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عُمَرَ الشَّافِعِيُّ قَالَ  
كَأَبْرُ عَائِشَةَ قَالَتْ يَا ابْنَ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْ



بُنِي دِينَارًا قَالَ اخْتَبِرْ فِي عَطَاءٍ مِنْهُمْ حَتَّى  
أَخْبَرَ بَنِي عَبَّاسٍ أَنَّ مَيْمُونًا أَخْبَرَهُ أَنَّ دَاجِنَةَ  
كَانَتْ يَبْعُونَ نِسَاءَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَمَا تَرَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَلَا أَتَاكُمْ بِهَا فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا

۱۵۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا  
عَبْدَ الرَّحِيمِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ أَبِي  
سُلَيْمَانَ عَنْ عَطَاءٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِطَائِفَةٍ يَمْشُونَ فَمَرَّ فَقَالَ  
أَلَا أَتَاكُمْ بِهَا فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِهَا

۱۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا سُلَيْمَانُ  
بْنُ يَزِيدٍ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَسْلَمَ أَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ بْنَ  
وَعَلَةَ أَخْبَرَهُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ سَمِعْتُ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا دَخَلْتَ  
الْمَدِينَةَ فَقَدْ ظَهَرَ

۱۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو  
التَّائِبُ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ  
وَأَسْلَمُ بْنُ إِسْحَاقَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ وَكِيعٍ عَنْ سُلَيْمَانَ  
مَوْلَاهُ عَنْ مَيْمُونِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ وَهْبٍ  
عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ

۱۸۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ  
إِسْحَاقَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ نَا وَكَانَ ابْنُ مَنْصُورٍ أَمْسَا  
عَنْهُ وَابْنُ الرَّبِيعِ قَالَ نَا يَحْيَى بْنُ أَبِي يَزِيدٍ  
بْنِ أَبِي حَبِيبٍ أَنَّ أَبَا الْحَبِيبِ حَدَّثَنَا قَالَ دَأْبُ  
عَلَى ابْنِ وَهْبٍ السَّبْخِيُّ قَرَأَ مَسْنُوءَهُ فَقَالَ  
مَا لَكَ تَمَسَّنَهُ قَدْ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ  
إِنَّا نَكُونُ بِالنَّمْرِ بَ وَمَعَنَا الْبُرْبُرُ وَالْمَجُوسُ  
تُؤْتِي بِالْكَبِشِ قَدْ دَخَلْنَا وَدَخَلْنَا نَا كُلُّ  
دَابَّاتِهِمْ وَيَا لَوْنَا بِالسَّقَاءِ يَجْعَلُونَ فِيهِ

ہی ہوئی تھی اور وہ مر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
تم نے اس کی کھال کیوں نہ اتار لی پھر تم اس سے نفع حاصل  
کرتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت میمون کی باندی کی  
دریاس بکری کے پاس سے گذرے، آپ نے فرمایا تم  
نے اس کی کھال سے نفع کیوں نہ اٹھایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کھال  
کو رنگ لیا جائے تو وہ پاک ہو جاتی ہے۔

اسم سلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی اس  
حدیث کی شکل منقول ہے۔

ابو اسخیر کہتے ہیں کہ میں نے ابن وعلہ سبئی کو ایک  
پرستین (چمڑے کی قمیض یا کوٹ) پہنے ہوئے دیکھا  
میں نے اس پرستین کو کھپو کر دیکھا اس نے کہا تم اس  
کو کیوں چھو کر دیکھ رہے ہو، میں نے حضرت عبداللہ  
بن عباس سے اس بارہ میں مسئلہ معلوم کر لیا تھا میں نے  
کہا تھا کہ ہم مغرب ممالک میں رہتے ہیں اور ہمارے  
ساتھ قوم برابر آتش پرست لوگ رہتے ہیں وہ کبھی  
ذبح کرتے ہیں، ہم ان کا فریج نہیں کھاتے، اور ہمارے  
پاس وہ مشک لاتے ہیں جس میں وہ چرلی ڈالتے ہیں



الْوَدَّ لَكَ قَتَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَدْ سَأَلْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ فَقَالَ وَبَا عُمَرُ طَهُورُهُ ۖ

۶۱۹- وَحَدَّثَنِي إِسْحَقُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَبُو بَكْرِ ابْنُ إِسْحَقَ عَنْ عَبْدِ بْنِ الزَّيْبِعِ قَالَ أَتَانِي يَحْيَى بْنُ أَبِي يَحْيَى عَنْ جَعْفَرِ بْنِ زَيْبَعَةَ عَنْ أَبِي الْعَبْدِ حَتَّى قَالَتْ كَانَ حَتَّى ابْنُ أَبِي وَهْبَةَ السَّيِّدِي قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ قُلْتُ إِنَّا نَكُونُ بِالنَّعِيرِ قِيًّا بَيْنَنَا النَّمْلُ يَأْتِي شِقَاقَ قِيَّتِهِمَا الْمَاءُ وَالْوَدَّ فَقَالَ اشْرَبْ فَقُلْتُ أَرَأَيْتَ تَدَاءُ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ وَبَا عُمَرُ طَهُورُهُ ۖ

ریسن کر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہم نے یہ مسئلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا آپ نے فرمایا کھال کی پاکیزگی رنگنے سے حاصل ہوجاتی ہے۔ ابن دلا سیبی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس سے پوچھا ہم سفر کی محاکم میں رہتے ہیں ہمارے پاس آتش چست شکوں میں پانی اور چربے لے کر آئے ہیں آپ نے فرمایا: اس سے پانی پی لیا کرو، میں نے پوچھا کیا آپ اپنی راسے سے فرماتے ہیں، حضرت ابن عباس نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ کھال رنگنے سے پاک ہوجاتی ہے۔

### وباغت سے کھال کے پاک ہونے میں مذاہب فقہاء علامہ بیہقی بن شرف خودی شافعی لکھتے ہیں:

مدار کی کھال کو رنگنے اور رنگنے سے اس کے پاک ہونے میں سات مذاہب ہیں:

- ۱- حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ: کتے اور خنزیر کے سوا ہر کھال رنگنے سے پاک ہوجاتی ہے اور حجام میں سے کسی ایک سے پیدا ہوا اس کی کھال بھی پاک نہیں ہوتی، اور اس کے علاوہ کھالیں رنگنے سے پاک ہوجاتی ہیں، کھال کا ظاہر بھی اور باطن بھی اور اس کا اثر اور خشک چیزوں میں استعمال جائز ہے خواہ وہ کھال حلال جانور کی ہو یا نہیں۔
- ۲- حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم، امام احمد کا مشہور قول اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ رنگنے سے کوئی کھال پاک نہیں ہوتی۔
- ۳- امام اوزاعی، ابن المبارک، ابو ثور اور اسحق بن راہویہ کا مذہب یہ ہے کہ حلال جانور کی کھال رنگنے سے پاک ہو جاتی ہے اور حرام جانور کی کھال رنگنے سے پاک نہیں ہوتی۔
- ۴- امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ خنزیر کے سوا تمام کھالیں رنگنے سے پاک ہوجاتی ہیں۔
- ۵- امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تمام کھالیں رنگنے سے پاک ہوجاتی ہیں مگر کھال کا ظاہر ہی حصہ پاک ہوتا ہے، باطنی حصہ پاک نہیں ہوتا، اور اس کو خشک چیزوں میں استعمال کرنا جائز ہے اور اثر چیزوں میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے اور اس کے اوپر ہی حصہ پر ناز پر بھی ہا سکتی ہے۔
- ۶- ولید و ظاہری، غیر متقدمین اور امام ابو یوسف سے ایک روایت یہ ہے کہ بہ شمول کتے اور خنزیر، رنگنے سے تمام کھالیں ظاہر اور باطن پاک ہوجاتی ہیں۔



۴۔ نہری اور فقہاء شافعیہ کا ایک قول یہ ہے کہ رنگے بغیر بھی ہر مردار کی کھال سے نفع اٹھانا جائز ہے اور اس کا اثر اور عفاک چیزوں میں استعمال جائز ہے۔

**و باعث شدہ کھال کے شرعی احکام** | ہر اس چیز کے ساتھ مردار کی کھال کو رنگنا جائز ہے، جو کھال کے فضلات کو پاک اور صاف کر دے، اور اس سے کھال کا فساد (سڑنا اور بد بو دار ہونا) محتم ہو جائے، مثلاً انار کے چمکوں، قنطاری کے پتوں، نوشادر (اور دیگر کیمیائی اجزاء) سے فقہاء شافعیہ کے نزدیک دھوپ میں سکھانے سے کھال پاک نہیں ہوتی اور فقہاء احناف یہ کہتے ہیں کہ دھوپ میں رکھنے سے بھی کھال پاک ہو جاتی ہے، لاکھ اور سو سے کھال پاک نہیں ہوتی، آیا نجس دواؤں سے کھال پاک ہوتی ہے یا نہیں اس میں دو قول ہیں۔

جب کھال پاک ہو جائے تو اس سے نفع حاصل کرنا بالاتفاق جائز ہے اور اس کو فروخت کر کے متعلق دو قول ہیں، زیادہ صحیح قول یہ ہے کہ جائز ہے، اور آیا کھال کا کھانا جائز ہے؟ اس میں تین قول ہیں زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ کسی حال میں جائز نہیں، دراصل قول یہ ہے کہ جائز ہے، تبسیر قول یہ ہے کہ ملال جانوروں کی کھال کو کھانا جائز ہے اور حرام جانور کی کھال کو کھانا جائز نہیں ہے (یہ تفصیل مردار کی کھال کے متعلق ہے جس کو رنگ کر پاک کر لیا گیا ہو) جب مردار کی کھال رنگنے سے پاک ہو جائے تو فقہاء شافعیہ کے نزدیک اس کے بال پاک نہیں ہوتے کیونکہ ان کے نزدیک مردار کے بال نجس ہیں، فقہاء احناف کے نزدیک مردار کے بال پاک ہیں، (لہذا یہ)۔

## بَابُ التَّيَمُّمِ

تیمم

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں گئے، جب مقام بیدل یا ذوات الکبیش پر پہنچے تو میرا ارٹھ کر گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر کوٹھارے کرنے کے لیے ٹک گئے، اور آپ کے ساتھ تمام قافلہ رک گیا، اس جگہ پانی تھا اور نہ صحابہ کے ساتھ پانی تھا، صحابہ نے حضرت ابو بکر سے شکایت کی اور کہنے لگے کہ تم نہیں دیکھ رہے کہ (حضرت) عائشہ نے کیا کیا ہے؟ تمام لوگوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہرایا، اس مقام پر پانی ہے

۴۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّهَا خَالَتْ حَرَجِيًّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ اسْفَارِهِ حَتَّى إِذَا كُنَّا بِالْبَيْدِ آوَيْنَا إِلَى الْكَبِيشِ انْقَطَعَ عَقْدِي فِي قَعَامِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى التَّيَمُّمِ قَامَ النَّاسُ مَعَهُ وَكَيْسُوا عَلَى مَا وَدَّ كَيْسَ مَعَهُ مَا وَدَّ قَالُوا يَا بَنِي قَطْلُوا أَلَا تَقْدِرُ عَلَى مَا تَصْنَعُ عَائِشَةُ أَهَكَامَثِ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ







میں برکت رکھ دی۔

شقیق بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا حضرت ابوموسیٰ نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے مخاطب ہو کر فرمایا، اگر کسی شخص پر غسل فرض ہو اور اس کو ایک ماہ تک پانی نہ مل سکے تو وہ شخص کس طرح نمازیں پڑھے گا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا وہ شخص تیمم کرے خواہ اس کو ایک ماہ تک پانی نہ ملے، حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا، پھر آپ سورہ مائدہ کی اس آیت کا کیا جواب دیں گے فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا "جب تم پر پانی نہ مل سکے تو پاک مٹی سے تیمم کرو" حضرت عبداللہ نے فرمایا مجھے حدیث ہے کہ اگر اس آیت کی بناء پر لوگوں کو تیمم کی اجازت دے دی جائے تو وہ پانی ٹھنڈا لگنے کی بناء پر بھی تیمم کرنا شروع کر دیں گے حضرت ابوموسیٰ نے فرمایا کیا آپ نے حضرت عمار کی یہ حدیث نہیں سنی انھوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا، راستہ میں رجب میں آیا تو مجھ پر غسل فرض ہو گیا۔ پس میں حاک پر اس کا طرح لوٹ پورٹ ہوئے لگا جس طرح جاندہ لوٹ پورٹ ہوتے ہیں، پھر رجب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس واقعہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا تمہارے لیے یہ کافی تھا کہ تم اس طرح کرتے پھر آپ نے دو لڑکوں کو زمین پر ایک مرتبہ مائے اور پائیں اٹھائے دامن پر مسح کیا اور دونوں حقیلیوں کی پشت پر اور چہرہ پر مسح کیا، حضرت عبداللہ بن مسعود نے کہا کیا تمہیں چہ نہیں کہ حضرت عمر نے حضرت عمار کی حدیث پر اطمینان نہیں کیا تھا۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے ساتھ مثل سابق روایت نوکر کی، لیکن اس میں اتنا فرق ہے کہ رسول اللہ

۲۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ لُمَيْزٍ جَمِيعًا عَنْ أَبِي مُعَاوِيَةَ قَالَ أَبُوبَكْرٍ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللَّهِ وَأَبِي مُوسَى فَقَالَ أَبُو مُوسَى يَا أَبَا عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَرَأَيْتَ لَوْ أَنَّ رَجُلًا أَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا كَيْفَ يَصْنَعُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَا يَتَكَيَّمُ فَإِنَّ لَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا فَقَالَ أَبُو مُوسَى فَكَيْفَ يَغْتَسِلُ فِي الْأَيَّامِ فِي مَسْجِدِ الْمَسْأِذَةِ فَلَمْ يَجِدْ مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ لَوْ دَخَلَ لَهْفٌ فِي هَذِهِ الْأَيَّامِ لَا فَشَكَ إِذَا بَرَدَ عَلَيْهِ الْمَاءُ أَنْ يَتَكَيَّمُوا بِالصَّعِيدِ فَقَالَ أَبُو مُوسَى لِعَبْدِ اللَّهِ أَلَمْ تَسْمَعْ قَوْلَ عُمَارَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي حَاجَةٍ فَأَجْنَبْتُ فَلَمْ أَجِدِ الْمَاءَ فَتَمَرَعْتُ فِي الصَّعِيدِ كَمَا تَمَرَعُ الْبَنَاتُ شَمْرًا أَتَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرْتُ ذَلِكَ لَهُ فَقَالَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ يَدَايِكَ هَكَذَا ثُمَّ خَضَعْتُ يَدَايَ إِلَى الْأَرْضِ فَغَرَسْتُ وَاحِدَةً ثُمَّ مَسَحْتُ بِشِمَالِي عَلَى الْيَمِينِ وَظَاهِرُ كَفِّي وَوَجْهِي فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ أَوَلَمْ تَرَ عُمَرُ لَمْ يَقْتَرِحْ بِقَوْلِ عُمَارَ.

۲۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَعْفَرِيُّ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ كَانَ نَا الْأَعْمَشِ عَنْ شَقِيقٍ قَالَ قَالَ



صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور چہرے اور ہاتھوں پر مسح کیا اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا غسل جنابت کی خاطر، تھارے لیے اس قدر تیمم کافی ہے۔

ابری بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہنے لگایا میں بھٹی ہو گیا اور مجھے پانی نہیں مل سکا، حضرت عمر نے فرمایا نماز مسٹ پڑھ۔ حضرت عمار کہنے لگے، اے امیر المؤمنین کیا آپ سحر یا دہشیں جب میں اور آپ ایک سفر میں تھے۔ ہم دونوں بھٹی ہو گئے اور ہمیں پانی نہیں ملا، آپ نے پھر مال نماز نہیں پڑھی، لیکن میں زمین پر لوٹ پرٹ ہو گیا اور میں نے نماز پڑھ لی وجہ حضور کی خدمت میں میں پہنچا اور ائمہ عمر (کیا) تو بھی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے لیے آٹا کا لالہ ہے کہ تم دونوں ہاتھ زمین پر مارتے پھر چھونک مار کر گرداڑا دیتے پھر ان کے ساتھ اپنے چہرہ اور ہاتھوں پر مسح کرتے، حضرت عمر نے کہا اے عمار خدا سے ڈرو اور حضرت عمار نے کہا اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث کسی اور سے نہ بیان کروں، امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے یہ اضافہ کیا کہ حضرت عمار کے جواب کے بعد حضرت عمر نے فرمایا ہم تمہاری روایت کا بوجھ نہیں پڑھتے ہیں۔ امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ مثل سابق حدیث بیان کی جس میں حضرت عمار کا یہ قول ہے کہ اے امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ نے آپ کی اطاعت مجھ پر واجب کی ہے اگر آپ فرمائیں تو میں یہ حدیث کسی سے بیان نہ کروں۔

أَبُو مُوسَى لَعَبْدِ اللَّهِ وَ سَأَلَ الْحَدِيثَ يَقْتَضِيهِ نَحْوُ حَدِيثِ أَجْمَعٍ مَعَاوِيَةَ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ هَكَذَا وَ هَكَذَا بِرَيْكَ يَدًا مَسْحَةً وَ جِهَةً وَ كَفْيَةً - ۲۴ - وَ حَدَّثَنَا قُتَيْبٌ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ شُعْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا قُتَيْبٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي رَافٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَقْبَلَ عَمَّا رَأَى أَنَّهُ قَدْ كُفِيَ يَأْمُرُ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا آتَاكَ أَنْتَ فِي سِرٍّ فَيَا جَنْبَكَ فَلَمْ تَجِدْ مَا يَأْمُرُكَ أَنْتَ فَلَمْ تَقُلْ وَ أَمَّا أَنَا فَتَسَعَّلْتُ فِي الثَّرَابِ وَ صَدَّقْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ يَدَايَكَ الْأَرْضَ لَمْ تَنْفَعْ لَمْ تَنْسَحْ بِهِمَا وَ جِهَتَكَ وَ كَفْيَكَ فَقَالَ عُمَرُ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْمَاءَ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ لَمْ أَجِدْ بِهِ قَالَ الْحَكَمُ وَ حَدَّثَنَا قُتَيْبٌ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي رَافٍ عَنْ أَبِيهِ مِثْلَ حَدِيثِ قُتَيْبٍ قَالَ وَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ قُتَيْبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّبِيِّ وَ كَرَّرَ الْحَكَمُ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ نَسْرُ لَيْلِكَ مَا كُفِيَكَ -

۲۵ - وَ حَدَّثَنَا قُتَيْبٌ عَنْ سَعِيدِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَكَمُ قَالَ سَمِعْتُ دُرَّاهِمَ بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي رَافٍ قَالَ قَالَ الْحَكَمُ وَ قَالَ سَمِعْتُ مِنْ ابْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي رَافٍ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَجُلًا أَقْبَلَ عَمَّا رَأَى أَنَّهُ قَدْ كُفِيَ يَأْمُرُ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا آتَاكَ أَنْتَ فِي سِرٍّ فَيَا جَنْبَكَ فَلَمْ تَجِدْ مَا يَأْمُرُكَ أَنْتَ فَلَمْ تَقُلْ وَ أَمَّا أَنَا فَتَسَعَّلْتُ فِي الثَّرَابِ وَ صَدَّقْتُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّمَا كَانَ يَكْفِيكَ أَنْ تَقُولَ يَدَايَكَ الْأَرْضَ لَمْ تَنْفَعْ لَمْ تَنْسَحْ بِهِمَا وَ جِهَتَكَ وَ كَفْيَكَ فَقَالَ عُمَرُ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْمَاءَ فَقَالَ إِنْ شِئْتَ لَمْ أَجِدْ بِهِ قَالَ الْحَكَمُ وَ حَدَّثَنَا قُتَيْبٌ عَنْ أَبِيهِ مِثْلَ حَدِيثِ قُتَيْبٍ قَالَ وَ كَرَّرَ الْحَكَمُ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ نَسْرُ لَيْلِكَ مَا كُفِيَكَ -







مارنا ضروری ہیں، ایک ضرب سے چہرے پر مسج کیا جائے اور ایک ضرب سے کہنیوں سمیت اعضاء پر مسج کیا جائے۔ حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر، حسن بصری، شعبی، سالم بن عبداللہ بن عمر، سفیان ثوری، امام مالک، امام ابو حنیفہ اصحابِ راستے اور دوسرے تمام فقہاء رضی اللہ عنہم کا یہی مسلک ہے، عطاء، مکحول، اوزاعی، امام احمد، اسحاق، ابن المنذر اور عاتقہ الحدیثین کا مسلک یہ ہے کہ چہرے اور اعضاء کے لیے صرف ایک ضرب واجب ہے۔ نہ ہر کسی نے یہ کہا، آخر کہ اعضاء پر نیوٹوں تک مسج کرنا واجب ہے، علامہ خطابی نے کہا ہے کہ اس میں علماء کا اختلاف نہیں ہے کہ کوئی سے ماوراء تیمم نہیں ہے، اور ابن سیرین سے منقول ہے کہ تیمم میں تین ضربات ہیں، ایک ضرب چہرے کے لیے دوسری ضرب ہتھیلیوں کے لیے اور تیسری ضرب کلائیوں کے لیے۔

علی کا اس پر اجماع ہے تیمم حدیث اصغر کے لیے بھی ہے اور حدیث اکبر رضی، عائشہ اور نضام کے لیے بھی ہے، سلف اور خلف میں سے اس کا کوئی مخالف نہیں ہے، ماسوا حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کے، ایک قول یہ بھی ہے کہ ان دونوں نے اس قول سے رجوع کر لیا تھا، جنہی کے لیے تیمم کے جواز کے ثبوت میں بکثرت احادیث مشہورہ مروی ہیں، جب جنہی تیمم سے ناز پڑھ لے تو اس پر غسل کرنا بالاجماع واجب ہے اس میں صرف ابو سلمہ عبدالرحمن تابعی کا قول مخالف ہے لیکن یہ قول بالاجماع مسترد ہے اور احادیث صحیحہ مشہورہ میں وارد ہے کہ جب پانی مل گیا تو جنہی سے غسل کرنا واجب ہے، وہ اگر اتنا پانی ہو تو اپنی شرمگاہوں کو دھو کر تیمم کریں اور ناز پڑھ لیں اور اگر انہوں نے اپنی شرمگاہیں دھو لیں تو ان پر ناز کا اعادہ نہیں ہے، اور اگر مرد نے اپنے آگے کو نہیں دھو یا اور اس پر طوبت فرج لگی ہوئی تھی تو جس قول کے مطابق طوبت فرج نہیں ہے اس کو ناز کا اعادہ کرنا ہوگا وہ نہیں، جس شخص نے کسی مرض یا زخم کی وجہ سے تیمم کیا تو اس پر ناز کا اعادہ نہیں ہے اور جس نے پانی کے نہ ہونے کی وجہ سے تیمم کیا تو اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر ناز پانی نہیں ہوتا، مثلاً سفر میں ہے تو اس پر اعادہ واجب نہیں ہے، اور اگر وہ ایسی جگہ ہے جہاں پر کبھی کبھی پانی نہیں ہوتا اور اکثر ہوتا ہے تو اس پر ناز کا اعادہ ہے، جو شخص ویرانہ، انگریزی میل کی مسافت پر سفر سے دور ہو اور اس کو پانی دستیاب نہ ہو تو وہ فقہاء احادیث کے نزدیک تیمم کر سکتا ہے اور اس پر ناز کا اعادہ نہیں ہے۔

امام شافعی، امام احمد، ابن المنذر، داؤد دلمی، اور اکثر علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ تیمم صرف ایسی پاک مٹی کے ساتھ ہوتا ہے جس کا غبار وضو کے ساتھ لگ جائے، اور امام ابو حنیفہ اور امام مالک یہ کہتے ہیں کہ زمین کی تمام اقسام تیمم کرنا جائز ہے، مٹی کہ جس سے چہرے پر مسج کرنا جائز ہے، اور بعض اصحاب مالک نے یہ کہا ہے کہ جو چیز زمین کے ساتھ متصل ہو، اس کے ساتھ تیمم کرنا بھی جائز ہے اللہ عرفت کے متعلق ان کی دو روایتیں ہیں، اور اوزاعی اور سفیان ثوری نے یہ کہا کہ برف اور ہر وہ چیز جو زمین پر ہو اس کے ساتھ تیمم کرنا جائز ہے۔ فقہاء اربعہ ائمہ اکثرین کا مذہب یہ ہے کہ تیمم حدیث کو زائل نہیں کرتا بلکہ ناز کو مباح کرتا ہے اس کے ساتھ فرض ناز اللہ جس قدر چاہیں نوافل پڑھ سکتا ہے، اور ایک تیمم کے ساتھ دو فرض جمع نہ کیے جائیں، اگر تیمم سے فرض پڑھنے کی نیت کی تو اس سے نفل بھی پڑھ سکتا ہے اور اگر تیمم سے نفل کی نیت کی ہو تو اس سے نفل پڑھنا



جائز ہے فرض جائز نہیں ہے، وہ ایک تیمم سے فرض نماز اور نماز جنازہ پڑھ سکتا ہے اور وہ نماز کا وقت شروع ہونے سے پہلے تیمم نہ کرے، جس شخص نے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا تھا اگر اس نے نماز کے دوران پانی دیکھ لیا تو اس کی نماز باطل نہیں ہوگی اور وہ نماز پوری کر سکتا ہے۔ ۱۔

علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

امام ابوحنیفہ اور امام محمد کے نزدیک ہر اس چیز سے تیمم کرنا جائز ہے جو زمین کی جنس سے ہو، مثلاً مٹی، ریت، چونا، پتھر، زرخیز وغیرہ، پتھر وغیرہ سے تیمم کے لیے یہ شرط نہیں ہے کہ اس پر غبار بھی ہو، تیمم کرنے والا جب طہارت یا نماز کی نیت کرے تو جائز ہے، تیمم کے ساتھ فرائض اور نوافل جس قدر چاہے پڑھ سکتا ہے اور جب تک اس کا عذر قائم رہے وہ ایک تیمم کے ساتھ کئی فرائض پڑھ سکتا ہے اور اگر پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا اور نماز کے دوران اس نے پانی دیکھ لیا تو اس کا تیمم ٹوٹ جاتا ہے گا۔ ۲۔

علامہ بدر الدین عینی نے بیان کیا کہ اس حدیث سے حسب ذیل مسائل حدیث تیمم سے استنباط شدہ مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

- ۱۔ بعض علماء (علامہ ابن حجر عسقلانی) نے اس حدیث سے یہ استدلال کیا کہ اس جگہ قیام کرنا جائز ہے، جہاں پانی نہ ہو اور اس راستہ پر سفر کرنا جائز ہے جہاں پانی نہ ہو، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی ہی جگہ سفر اور قیام کیا تھا۔
- ۲۔ کسی شادی شدہ خاتون کی شکایت اس کے والد سے کرنا خواہ اس کا خاوند موجود ہو، صحابہ کرام نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اس لیے شکایت کی تھی کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے، اور صحابہ کرام آپ کو غیند سے بیدار نہیں کرتے تھے۔
- ۳۔ کسی فعل کی نسبت اس کے سبب کی طرف کرنا، کیونکہ پانی نہ ملنے کا سبب حضرت عائشہ کے بار کا گم ہونا تھا۔
- ۴۔ کسی شخص کا اپنی بیٹی کے پاس جانا خواہ اس وقت اس کا خاوند موجود ہو، جب اس کو یہ معلوم ہو کہ اس کا خاوند اس پر راضی ہوگا۔
- ۵۔ کسی شخص کا اپنی بیٹی کو سرزنش کرنا خواہ وہ بیٹی شادی شدہ ہو اور صاحب منصب ہو۔
- ۶۔ اگر کسی شخص کو ایسی تکلیف یا آفت پہنچے جو حرکت اور اضطراب کا موجب ہو تو وہ صبر کرے اور اپنے جہم کو ہلنے سے باز رکھے جبکہ اس کی حرکت سے کسی سولے والے، بیمار یا نازمی یا قاری یا علم میں مشغول شخص کی تشریف آوری بے آرامی کا خدشہ ہو۔

۷۔ سفر میں تنہا کی زحمت، یہ اس قول پر ہے کہ آپ پر تنہا کی نماز واجب تھی۔

۸۔ پانی کو تلاش کرنا صرف اس وقت واجب ہوتا ہے جب نماز کا وقت آجائے، کیونکہ عمر بن حارث کی روایت

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۷۵۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ ابراہیم بن ابی بکر دینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ص ۳۸-۴۲، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۳۷۵ھ



میں ہے ناز کا وقت آگیا تب پانی کو تلاش کیا گیا۔

۹۔ آیت وضو کے نازل ہونے سے پہلے وضو واجب تھا، اسی وجہ سے ان کو بہت تشویش اور عدم الاحق ہوا کہ وہ ایسی جگہ ٹھہرے ہیں جہاں پانی نہیں ہے، اور حضرت ابو بکر نے حضرت عائشہ پر نازاٹکی کا اظہار کیا، علامہ ابن عبد البر نے کہا ہے کہ تمام اہل سیرت اس پر متفق ہیں کہ جب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ناز فرما دیا ہے، آپ نے وضو کے ساتھ ناز پڑھا ہے (آیت وضو آیت تیمم کے ساتھ نازل ہوئی ہے یہ سورت مائدہ کی آیت نمبر ۶ ہے) اگر یہ اعتراض ہو کہ وضو پہلے ہی واجب تھا تو آیت وضو کو نازل کرنے میں کیا حکمت تھی؟ اس کا جواب یہ ہے تاکہ آیت وضو کی قرینیت کی قرآن مجید میں تلاوت ہو۔ نیز پہلے وضو کی قرینیت سنت سے ملتی اور اب وضو کی قرینیت قرآن مجید سے ہو گئی، بعض روایات میں ہے کہ حضرت اسحاق اعرابی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سوار لائے تھے ایک دن انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں چاہتی ہوں تو تیمم کی آیت نازل ہو گئی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کا واقعہ بھی بارگاہِ محمد نے دیکھا ہو، کیونکہ مری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کرتا تھا اور ساری حالات تھا۔

۱۰۔ اس حدیث میں تیمم میں نیت کے وجوب پر دلیل ہے کیونکہ تیمم کا معنی ہے قصد کرو۔

۱۱۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ تندرست، مریض، بے وضو اور جنبی سب کے لیے تیمم مشروع ہے، حضرت عمر اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما جنبی کے لیے تیمم جائز نہیں قرار دیتے تھے، لیکن فقہاء میں سے کسی نے ان کے قول پر عمل نہیں کیا، کیونکہ احادیث صحیحہ میں جنبی کے لیے تیمم کا جواز ثابت ہے۔

۱۲۔ اس حدیث میں سفر میں تیمم کرنے کے جواز کی دلیل ہے، اس پر سب کا اجماع ہے، اور سفر میں تیمم کرنے میں امکانات ہیں، امام مالک اور ان کے اصحاب کا مسلک یہ ہے کہ سفر اور حضر میں تیمم کرنا مساوی ہے، جب پانی نہ ملے، یا مریض، یا خوف شدید یا وقت بچانے کے خوف سے پانی کو استعمال کرنا مشکل ہو، علامہ ابو یوسف اور عبد البر مالکی نے کہا کہ امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا بھی یہی قول ہے، امام شافعی نے کہا جو شخص تندرست ہو اور مقیم ہو اس کے لیے تیمم کرنا جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کو اپنی جان کی ہلاکت کا خوف ہو، علامہ طبرسی نے کہا امام ابو یوسف اور امام زفر کے نزدیک مقیم کے لیے مریض اور خروج وقت کے خوف کی وجہ سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے، امام شافعی، لیث اور طبرسی نے یہ بھی کہا ہے کہ جب خروج وقت کا خوف ہو تو تندرست اور بیمار دونوں تیمم کر سکتے ہیں، وہ نماز پڑھ لیں اور ان پر عائدہ لازم ہے، اور عطاء بن الی رباح نے یہ کہا ہے کہ جب پانی دستیاب ہو تو مریض اور غیر مریض دونوں تیمم نہ کریں۔ میں کہتا ہوں کہ علامہ ابن عبد البر کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ خروج وقت کے خوف سے تیمم جائز ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک مقیم کے لیے خروج وقت کے خوف کے سبب سے تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔

۱۳۔ امن کے زمانہ میں اراج کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے اگر ایک شخص کی کئی بیویاں ہوں تو وہ کسی ایک کے ساتھ ملے جائے، اور قرعہ اندازی کر کے اس کے جاننا مستحب ہے جس کے نام کا قرعہ نکلے، امام مالک الشافعی



اور امام احمد کے نزدیک قرعہ اندازی کرنا واجب ہے۔

- ۱۳۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مال حلال محترم ہے اس کو ضائع نہ ہونے دیا جائے یہ امر بارہ درہم کی مالیت کا قتل
- ۱۵۔ مال کی حفاظت کرنے کا جہاد عوام اس کی تلاش میں اتنا وقت لگے کہ ناز کے لیے پانی نہ مل سکے۔
- ۱۶۔ گم شدہ چیز کو تلاش کرنا توکل کے خلاف نہیں ہے، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔
- ۱۷۔ اگر کسی ایک فرد کا نقصان ہو تو سب لوگوں کو مل کر اس کے تدارک کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بار کو تمام قافلے مالوں نے مل کر تلاش کیا۔
- ۱۸۔ کسی چیز کو عاریتہ لینے کا جہاد اور عاریتہ کی اہمیت چیر کے ساتھ اس کے مالک کی اجازت سے سفر کرنے کا عودت کا اپنے غاوند کی خاطر دریافت کرنے کے لیے بار اور دیگر زیورات پہننا۔
- ۲۰۔ شوہر کا اپنی بیوی کے لاف پر ستر رکھ کر سونے کا جہاد۔
- ۲۱۔ کسی مصلحت کی وجہ سے مشقت کو برداشت کرنا۔ کیونکہ حضرت ابو بکر کے چکیاں لینے کے باوجود حضرت عائشہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے آرامی کے خدشہ سے اپنے آپ کو ہٹنے سے باز رکھا۔
- ۲۲۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی برکت سے آیت تیمم کا نازل ہونا اور حضرت عائشہ کی تسبیحیت۔
- ۲۳۔ اگر آیت تیمم نازل نہ ہوتی تو لوگ حضرت عائشہ پر طعن کرتے کہ ان کی وجہ سے انھوں نے بے وضو نماز پڑھی، عائشہ تمنا نے آیت تیمم نازل فرما کر حضرت عائشہ سے اس طعن کو دور کیا اور جو لوگ حضرت عائشہ کی شکایت کر رہے تھے وہی حضرت عائشہ کی برکت کو بیان کرنے لگے۔
- ۲۴۔ اللہ تعالیٰ کو حضرت عائشہ پر طعن یا ان کی مذمت گوارہ نہیں ہے، جب منافقین نے ان پر تہمت لگائی تو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی دس آیات میں ان کی برأت بیان فرمائی اور ان کی برکت سے حدیث کا قانون نازل کیا جس کی وجہ سے قیامت تک تمام غواہین کی عزتیں محفوظ ہوئیں اور اس موقع پر ان کی برکت سے آیت تیمم نازل فرمائی جس کی وجہ سے قیامت تک کے تمام مسلمانوں کو یہ سہولت حاصل ہوئی کہ اگر وہ بیمار ہوں یا ان کو سفر میں پانی نہ ملے تو وہ تیمم کر لیں۔ اے

**حضرت عائشہ کے گم شدہ بار کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی بحث** | اس حدیث میں ہے: حضرت عائشہ نے فرمایا: ہم نے اس اونٹ کو اٹایا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے سے بار نکل آیا۔

علامہ یحییٰ بن شریک لڑوی لکھتے ہیں:

صحیح بخاری میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو بھیجا تو اس کو مار مل گیا، ایک روایت میں دو شخصوں کا ذکر ہے، اور یہ ایک ہی واقعہ ہے، علامہ نے کہا ہے کہ جس شخص کو بھیجا وہ حضرت اسید بن حضیر اور ان کے متبعین تھے، وہ گئے تو ان کو کچھ نہیں ملا، پھر واپسی میں حضرت اسید کو اس اونٹ کے نیچے سے وہ بار مل گیا۔ اے

۱۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، مدار النصارى ج ۲ ص ۷۷۰، مطبوعہ ادارۃ المطابع النیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۲۔ علامہ یحییٰ بن شریک لڑوی متوفی ۷۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۱۷۰، مطبوعہ دار الفکر للطباعة و النشر، ۱۳۷۵ھ



بعض لوگ اس حدیث سے علم رسالت پر طعن کرتے ہیں کہ اگر آپ کو غیب کا علم دیا گیا ہوتا تو آپ کو علم ہوتا کہ ہمارے کہاں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا علم تدریجی ہے، مثلاً یہ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کی ترجمان سے بشادی، مثلاً یہ کہ اگر آپ علی المرتضیٰ دیتے کہ ہمارے کہاں ہے تو ایت تیمم کے نازل ہونے کا واقعہ اور طریقہ ہمیں نہ آتا، اور وہ تمام مسائل معلوم نہ ہوتے جن کا ہم نے علامہ شافعی کے حوالے سے ذکر کیا ہے۔

**تیمم کے بعض مسائل** | حدیث نمبر ۶۶۱ میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دیوار سے تیمم کیا۔ یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ اس وقت پانی انہیں تھا، کیونکہ جب پانی موجود ہو اور اس کے استعمال پر قدرت ہو تو تیمم جائز نہیں ہے، خواہ فرض نماز، نماز عید، یا نماز جنازہ کے وقت ہونے کا خوف ہو، یہ امام شافعی کا مذہب ہے۔ اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ عید اور جنازہ کے وقت ہونے کے خوف کی وجہ سے تیمم جائز ہے، کیونکہ ان کی تضاد نہیں ہے۔ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ مٹی کی جنس سے تیمم کرنا ضروری ہے اور اس پر غبار ہونا ضروری نہیں جیسا کہ احسان کا مذہب ہے کیونکہ عام طور پر دیوار پر غبار نہیں ہوتا۔ اگرچہ اعتراض ہو کہ دیوار کے مالک کی اجازت کے بغیر آپ نے کیسے تیمم کر لیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ دیوار صراحہ تھی، یا کسی ایسے شخص کی دیوار تھی جس کو آپ جانتے تھے اور آپ کو علم تھا کہ آپ کے تصرف سے اس کو اعتراض نہیں ہوگا، اس حدیث میں نوافل کے لیے تیمم کرنے پر بھی دلیل ہے، پیشاب کرتے وقت جس نے آپ کو سلام کیا آپ نے اس کا فوراً جواب نہیں دیا، اس میں دلیل ہے کہ قضاء حاجت کے وقت سلام کرنا مکروہ ہے اور اگر کوئی سلام کرے تو اس حالت میں اس کا جواب دینا بھی مکروہ ہے، اسی طرح اس حالت میں اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول کا ذکر کرنا بھی مکروہ ہے، اسی طرح جماع کی حالت میں بھی ذکر کرنا مکروہ ہے اور اس حال میں مطلقاً کلام کرنا مکروہ ہے نیز یہی ہے لیکن ضرورت کے مواقع مستثنیٰ ہیں مثلاً کسی نابینا کو کہیں کی طرف بڑھتا ہوا دیکھتے قرینہ سے۔ لے

### مسلمان کے نجس نہ ہونے پر دلیل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ کے کسی راستہ میں ان کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ وہ جنبی تھے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ چپکے سے غسل کرنے کے لیے چلے گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تلاش کیا، جب ابوہریرہ آئے، تو آپ نے پوچھا اے ابوہریرہ تم کہاں تھے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! جب آپ نے مجھ سے ملاقات کی، اس وقت میں جنبی تھا، میں نے

### بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجَسُ

۲۶۸ - وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ تَابِعِي يَعْقِبُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا وَحْدَةُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَبِي شَيْبَةَ وَالْقَاسِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي طَلُوبٍ مِنْ حُلِيِّ الْمَوَدَّةِ وَهُوَ جَدْبٌ قَدْ نَسِلَ فَذَهَبَ فَأَعْتَمَلَ فَتَقَفَّهَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا جَاءَهُ قَالَ آيَنَ كُنْتُ يَابَا هُرَيْرَةَ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ لَقِيْتَنِي وَأَنَا جَدْبٌ



فَكَرِهْتُ أَنْ أَجَالِسَكَ حَتَّى أَغْتَسِلَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: سَبَّحَانَ اللَّهِ إِنَّ الْمُتَوَضَّعَ لَا يَنْجَسُ -

۴۶۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كَعْبٍ قَالَا: سَمِعْنَا عَنْ مِسْعَرٍ عَنْ قَاصِلٍ عَنْ أَبِي ذَائِلٍ عَنْ حُذَيْفَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقِفُ دَهْرًا جَنْبَ قَبْجَاءَ مَعْنَى مَا غَسَلَ ثَمَّ حَاءَ فَقَالَ كُنْتُ جَنْبًا قَالَ إِنَّ الْمُتَسَلِّحَ لَا يَنْجَسُ -

اس حالت میں آپ کے ساتھ بلا غسل رہنا ناپسندیدہ تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سبحان اللہ من کس نہیں ہوتا۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس حال میں ملاقات ہوئی کہ وہ جنبی تھے، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الگ ہو کر غسل کرنے چلے گئے، جب وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں غسل کر کے حاضر ہوئے تو ربطہ عذرا عرض کیا کہ میں جنبی تھا، آپ نے فرمایا سبحان اللہ! من کس نہیں ہوتا۔

حدیث نمبر ۴۶۹ میں ہے۔ مومن نجس نہیں ہوتا۔ علامہ یحییٰ بن سنیٹ نووی لکھتے ہیں:

### آدمی کے جسم کی طہارت کا بیان

مسلمان خواہ زندہ ہو یا مردہ یہ حدیث اس کی طہارت میں اصل مطلب ہے، زندہ مسلمان کی طہارت پر مسلمانوں کا اجماع ہے حتیٰ کہ بیٹ کا بچہ جو اس کی مال سے سا قلم ہو جائے اور اس پر فرج کی رطوبت لگی ہوئی ہو وہ بھی طہارت ہے، یہ زندہ مسلمان کا حکم ہے اور مردہ تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام شافعی کے اس میں دو قول ہیں، صحیح یہ ہے کہ وہ طہار ہے اس لیے اس کو غسل دیا جاتا ہے، امام بخاری نے حضرت ابن عباس سے تعلیق طہارت کی ہے کہ مسلم کس نہیں ہوتا، خواہ زندہ ہو یا مردہ، اور کافر کے متعلق فقہاء شافعیہ اور حنفیہ مسک یہ ہے کہ وہ مسلمان کے حکم میں ہے، یعنی وہ بھی پاک ہے خواہ زندہ ہو یا مردہ، اور قرآن مجید میں جو ہے: اِنَّمَا الْمَشْرُكُونَ نَجِسٌ - مشرکین نجس ہیں، اس سے ان کے اعتقاد کی نجاست مراد ہے یہ مراد نہیں ہے کہ ان کے اعضا بول اور براز کی طرح نجس ہیں، اور یہاں یہ ثابت ہو گیا کہ آدمی طہارت ہے خواہ مسلم ہو یا کافر تو اس کا پسینہ، لعاب اور آنسو بھی پاک ہیں، لہذا مشرکین کے کپڑوں سے ناز پڑھنا جائز ہے اور کسی مانع چیز کو ان کے ساتھ تناول کرنا جائز ہے، اس کے دلائل سنت اور اجماع سے مشہور ہیں۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ اہل فضل کا احترام کرنا مستحب ہے، اور اہل فضل کے مصاحب کی تعظیم اور توقیر کرنی چاہیے۔ فقہاء نے کہا ہے کہ طالب علم کے لیے مستحب یہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کے پاس سب سے اچھے لباس اور سب سے بہتر حیثیت میں حاضر ہو، جن بالوں کو کاٹنا چاہیے وہ کٹے ہوئے ہوں، ناخن کٹے ہوئے ہوں اور بدبو دار اور ناپسندیدہ لباس سے پاک ہو، کیونکہ اس میں علم اور علماء کا احترام ہے۔ لے



بَابُ ذِكْرِ اللَّهِ تَعَالَى فِي حَالِ الْجَنَابَةِ  
وَعِوَاظِهَا

۴۳۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ وَ  
إِسْرَافِيلُ بْنُ مُوسَى قَالَا أَنَا ابْنُ أَبِي نَافِعَةَ عَنْ أَبِيهِ  
عَنْ خَالِدِ بْنِ سَعْدَةَ عَنِ الْبَلْهِيِّ عَنْ عُزْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ  
قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللَّهَ  
عَلَى كُلِّ أَحْيَانٍ

جنابت ہو یا غیر جنابت ہر حال میں اللہ تعالیٰ  
کا ذکر

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے۔

جلہبی اور مانع کے لیے قرآن مجید کی تلاوت ممنوع ہے۔  
اعلام یحییٰ بن شریک نووی کہتے ہیں:

تسبیح، تحمید، تہلیل، تکبیر اور دوسرے اذکار کے جائز کے لیے یہ حدیث اصل ہے، فقہاء کا اختلاف  
اس میں ہے کہ آیا جنبی اور مانع کے لیے قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے یا نہیں، جمہور فقہاء کے نزدیک بیہوشوں  
پر قرآن مجید کی تلاوت کرنا حرام ہے، ہمارے نزدیک اس میں ایک آیت یا آیت کے جزیں کوئی فرق نہیں ہے ان  
سب کا پڑھنا جنبی اور مانع پر حرام ہے، اگر جنبی نے بسم اللہ یا الحمد للہ کہا اور اس سے قرآن مجید کی تلاوت کا قصد  
کیا تو یہ حرام ہے اور اگر اس سے فکر کا قصد کیا یا کسی چیز کا قصد نہیں کیا تو حرام نہیں ہے، اور جنبی اور مانع کے لیے  
دل میں قرآن مجید کی آیات کو پڑھنا، اور صحیفہ کریم کو دیکھنا جائز ہے (اللہ تعالیٰ چھوڑنا چاہتا ہے) اور ان کے لیے  
مستحب ہے کہ غسل کے وقت ذکر کے قصد سے بسم اللہ پڑھ لیں۔ بول بہار اور جامع کے وقت اللہ تعالیٰ  
کا ذکر کرنا مکروہ ہے، اس حدیث سے مقصود یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اور غالب اوقات میں زبان سے  
اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے تھے خواہ وضو سے ہوں، بے وضو ہوں یا جنبی ہوں اللہ بول بہار وغیرہ کے حال میں آپ  
زبان سے فکر نہیں کرتے تھے، لیکن آپ کا دل ہر وقت یاد خدا میں مشغول رہتا تھا۔

بَابُ جَوَازِ أَكْلِ الْمُحْدِثِ الطَّعَامِ وَآلِهَةِ لَأَكْرَاهَةِ  
فِي ذَلِكَ وَأَنَّ الْوُضُوءَ لَيْسَ عَلَى الْفَوْرِ

۴۳۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الشَّيْبِيُّ وَأَبُو الزَّيْنَبِ  
الْمَوْهَبِيُّ قَالَا يَحْيَى بْنُ أَحْمَدَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ أَسَدُ  
الْبَلْبَاسِ أَخْبَرَنَا عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ  
الْحُوَيْرِثِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

بے وضو کے کھانے کا جواز اور علی الفور  
وضو کا واجب نہ ہونا  
حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیت اکمل سے آئے تو  
آپ کے سامنے کھانا لایا گیا۔ حاضرین نے آپ کو وضو  
یاد کرایا آپ نے فرمایا کیا میں نماز کا ادا وہ کر رہا ہوں جو



وضو کروں۔

خَرَجَ مِنَ الْخَلَاءِ فَإِذَا يَطْعَامٌ كَذَلِكَ الْوُضُوءُ  
فَقَالَ أَيُّيُّهُ أَنْ أُصَلِّيَ فَأَتَوْضَأُ

۳۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلَ سَعِيدُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَعِيدٍ عَنْ سَمِعَةَ ابْنِ عَتَّابٍ يَقُولُ كُنَّا عِنْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَجَاءَ مِنَ الْغَائِطِ دُفْقٌ يَطْعَامٌ فَقِيلَ لَهُ أَلَا تَتَوَضَأُ قَالَ لَا صَلَّيْتُ فَأَتَوْضَأُ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تھے۔ آپ بیت الحنظل سے آئے تو آپ کے سامنے کھانا لایا گیا، اور آپ کو وضو یاد دلایا گیا، آپ نے فرمایا کیوں؟ میں جس وقت نماز پڑھتا ہوں اس وقت وضو کرتا ہوں۔

۳۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا مُعْتَدِلٌ لِيْنُ مَسْلُومٍ الْخَاشِعِ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ عَنْ سَمِعَةَ ابْنِ عَتَّابٍ أَنَّهُ سَمِعَ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ يَقُولُ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الْغَائِطِ فَكُنَّا جَاءَ قَدِيمٌ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللَّهِ أَلَا تَتَوَضَأُ قَالَ لَمْ أَلْطَلُوهُ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الحنظل سے غائب ہوئے، آپ کے سامنے کھانا لایا گیا، عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا آپ وضو نہیں فرمائیں گے؟ آپ نے فرمایا کس وجہ سے؟ کیا نماز پڑھتی ہے؟

۳۴۔ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ سَمِعَةَ ابْنِ عَتَّابٍ قَالَ سَأَلَ سَعِيدُ بْنُ الْحُوَيْرِثِ عَنْ سَمِعَةَ ابْنِ عَتَّابٍ يَقُولُ لَمَّا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَضَى حَاجَتَهُ مِنَ الْخَلَاءِ فَقَرَّبَ إِلَيْهِ طَعَامٌ فَأَكَلَ ثُمَّ يَمْسُ مَاءً قَالَ كُنَّا فِي مَقَرٍّ وَبَيْنَ دِينَارٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِيلَ لَهُ إِنَّكَ لَمْ تَتَوَضَأُ قَالَ مَا أَكْرَدْتُ صَلَاةً فَأَتَوْضَأُ وَرَعَاهُ مُحَمَّدٌ أَنَّهُ سَمِعَهُ مِنْ سَعِيدِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الحنظل سے غائب ہو کر آئے، اور آپ نے وضو کیسے بغیر کھانا کھایا، بعض روایات میں یہ زیادتی بھی ہے کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ وضو نہیں کریں گے، فرمایا میرا نماز پڑھنے کا ارادہ نہیں ہے جو وضو کروں۔

ن: علماء کا اس پر اجماع ہے کہ بغیر وضو کے کھانا پینا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کا ذکر کرنا، قرآن مجید پڑھنا (پھیرنا نہیں) اور درود شریف وغیرہ پڑھنا جائز ہے، اور اس میں سے کوئی کام مکروہ نہیں ہے، احادیث صحیحہ اور اجماع امت سے اس پر دلائل موجود ہیں۔

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا أَرَادَ دُخُولَ الْخَلَاءِ

بیت الحنظل جانے کے وقت کی دعا۔

۳۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَخْبَرَنَا أَبُو

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول



رَبِّهِ وَقَالَ يَحْيَىٰ أَيُّضًا أَنَا هَشِيمٌ كَلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ  
الْعَزِيزِ بْنِ مَهْبُوبٍ عَنْ أَنَسٍ فِي حَيَاتِهِ حَمَادٌ  
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا دَخَلَ  
الْكَنِيْفَ قَالَ اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبَيْثِ  
وَالْخَبَائِثِ.

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب بیت اکرام میں داخل ہوتے  
تو یہ دعا پڑھتے تھے اللهم انی اعوذ بک من الخبیث والخبائث  
(اے اللہ! میں ناپاک اور ناپاک چیزوں سے تیری پناہ  
میں آتا ہوں)۔

۳۶۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ  
بْنُ حَرْبٍ قَالَا قَالَا سَمِعَ إِبْرَاهِيمَ بْنَ هُرَائِرٍ عَنْ  
عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مَهْدِيٍّ الرَّسَّادِ قَالَ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ  
الْخُبَيْثِ وَالْخَبَائِثِ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اکرام جاتے وقت یہ الفاظ  
کہتے: اعوذ باللہ من الخبیث والخبائث۔

ن: اس حدیث میں خبیث اور خبائث سے پناہ مانگنے کی دعا ہے، اس سے مراد شر ہے، ایک قول یہ ہے اس  
سے کفر مراد ہے، ایک قول یہ ہے کہ خبیث سے مراد شیاطین ہیں اور خبائث سے مراد معاصی ہیں، ابن الاعرابی  
نے کہا کلام عرب میں خبیث مکروہ کہتے ہیں، خبیث کلام سے مراد گالی ٹھہرنا ہے، خبیث ملت سے مراد کفر ہے  
خبیث طعام سے مراد حرام ہے، خبیث مشروب سے مراد مضر ہے، تغافر حاجت سے پہلے یہ دعا بیت اکرام  
کے ساتھ ناس نہیں ہے، اگر کسی جنگل یا میدان میں تغافر حاجت کرنے تو اس سے پہلے بھی یہ دعا مانگے۔

بَابُ الدَّلِيلِ عَلَى أَنَّ نَوْمَ الْجَالِسِ لَا  
يَقْصُرُ الْوُضُوءَ

بیٹھنے کی حالت میں نیند سے وضو نہیں  
ٹوٹتا

۳۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا سَمِعَ  
ابْنَ عُكَيْبَةَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ حَزْزَنٍ قَالَ سَمِعَ  
عَبْدَ الْوَارِثِ كَلَاهُمَا عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ أَنَسٍ قَالَ  
إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَرَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ نِيحَ لِرَجُلٍ وَفِي حَدِيثِ عَبْدِ الْوَارِثِ وَ  
نِيحَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَخَّرُ الرَّجُلُ حَتَّى  
أَقَامَ إِلَى الصَّلَاةِ حَتَّى تَأْمَ الْعُزْمَةُ.

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نماز  
کی اقامت کہی گئی، اور جب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک  
شخص سے سرگرمیوں میں مصروف رہے حتیٰ کہ لوگوں  
کو نیند آگئی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف  
لائے اور لوگوں کو نماز پڑھائی۔

۳۸۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ  
قَالَ نَأَىٰ قَالَ تَأَخَّرَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ بْنِ مَهْبُوبٍ  
مِيقَةَ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ وَالنَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَأَخَّرُ وَجْهًا فَلَمَّا بَوَّأَ يَتَأَخَّرُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک شخص سے سرگرمی فرما  
رہے تھے کہ نماز کی اقامت کہی گئی اور آپ بہ ستور  
سرگرمی فرماتے رہے، یہاں تک کہ آپ کے اصحاب



حَتَّى تَأْتِيَ نِيَابَتُهَا فَتُحْجَلُ فَتُصَلِّي بِوَجْهِهَا

۳۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ النَّخَاعِيُّ قَالَ

كَانَ لِي زَوْجَاتُ الْحَارِثِ بْنِ كَثْفَةَ تَأْتِيَنِي عَنْ كَثْفَةَ

قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ كَانَ أَحَبَّ رُسُلِ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِيَابَتُهَا فَتُصَلِّي وَكَأَنَّ

يَتَوَضَّأُونَ قَالَ قُلْتُ سَمِعْتُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ إِنْ وَانْدَه

۴۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ سَعِيدٍ بِإِسْنَادٍ مَعْمُورٍ

قَالَ تَحْبَبُ نِيَابَتُهَا فَتُحْجَلُ فَتُصَلِّي عَنْ أَنَسٍ أَكْثَرُ

قَالَ إِذَا أُقِيمَتْ صَلَاةُ الْعِشَاءِ فَتُحْجَلُ فَتُصَلِّي

حَاجَةً فَتَأْتِيَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِيَابَتُهَا

حَتَّى تَأْتِيَ الْقَوْمُ أَوْ يَبْعَثُ الْقَوْمُ فَتُصَلِّي

سو گئے پھر آپ تشریف لائے اور انہیں نماز پر بحال

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ سو جاتے پھر نماز پڑھتے

اور وضو نہیں کرتے تھے شیعہ کہتے ہیں میں نے قناد سے کہا تم نے اس

حدیث کو خود حضرت انس سے سنا ہے! انہوں نے کہا ہاں! خدا کی قسم!

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ عشاء

کی نماز کی اقامت کہہ دی گئی تھی کہ ایک شخص نے حضور

سے عرض کیا کہ مجھے آپ سے ایک کام ہے آپ اس

سے سرگوشیوں میں بات کرتے رہے حتیٰ کہ کچھ لوگ

سو گئے پھر انہوں نے نماز پڑھی۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

اگر ایک جماعت کی موجودگی میں ایک شخص کسی دوسرے

شخص سے سرگوشی کرے تو وہ جائز ہے اور ایک آدمی کی موجودگی میں دو آدمیوں کی ایک دوسرے سے سرگوشی

منع ہے۔ نماز کی اقامت کے بعد کسی اہم معاملہ میں گفتگو کرنا جائز ہے اور کسی غیر اہم معاملہ میں اقامت کے بعد

گفتگو کرنا منع ہے اور جب کوئی امور مجتمع ہوں تو ان میں سے اہم امر کو مقدم کیا جائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

نماز کی اقامت کے بعد اس شخص سے دین کے کسی ایسے اہم معاملہ میں سرگوشی کی جو جماعت شروع کرانے پر مقدم

تھی، اور اس حدیث میں یہ بیان ہے کہ جو شخص بیٹھا ہوا ہو اس کا وضو نہیں ٹوٹتا، اور اس باب میں بھی مسئلہ مقصود ہے

اس مسئلہ میں فقہاء کے حسب ذیل مذاہب ہیں:

۱۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ، سعید بن ابی مسیب اور شیعہ کا مذہب یہ ہے کہ کسی حال میں بھی مینو وضو

کو نہیں توڑتی۔

۲۔ حسن بصری، مزنی، ابو عبیدہ قاسم بن سلام، اسحاق بن راہویہ اور امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ

مینو ہر حالت میں وضو توڑ دیتی ہے۔

۳۔ زہری، ربیع، ازہلی، امام مالک اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ گہری مینو ہر حالت میں وضو توڑ دیتی

ہے اور ہلکی مینو کسی حالت میں وضو نہیں توڑتی۔

۴۔ امام ابو حنیفہ، داؤد ظاہری اور امام شافعی کا ایک غیر معروف قول یہ ہے کہ جب انسان کو نماز کی ہنیت مثلاً قائم

رکھنا، سجود اور قہرہ میں مینو کے قواسم سے اس کا وضو نہیں ٹوٹتا، خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز میں نہ ہو، اور اگر

انسان چپٹ لیٹا ہو یا کھڑے کے بل لیٹا ہو تو اس حالت میں مینو سے اس کا وضو ٹوٹ جائے گا۔

۵۔ امام احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ صرف رکوع اور سجود کی حالت میں مینو سے وضو ٹوٹ جائے گا۔



۶۔ امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ صرف مسجد کی حالت میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔  
۷۔ امام شافعی کا ایک ضعیف قول یہ ہے کہ غار کی کسی حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا اور خارج از نماز نیند سے وضو ٹوٹ جائے گا۔

۸۔ امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ جب انسان اپنی مقعد کو زمین پر جا کر بیٹھا ہو تو اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ورنہ اس کا وضو ٹوٹ جائے گا خواہ اس کی نیند گہری ہو یا ہلکی اور خواہ وہ نماز میں ہو یا نماز سے خارج ہو امام شافعی کے نزدیک نیند فی نفسہ حدث نہیں ہے البتہ وہ خروج ریح کی علامات ہے، اس لیے جب وہ مقعد کو جھٹکے بغیر بیٹھے گا تو خروج ریح کا ظن غالب نہیں ہوگا، اور اصل میں طہارت باقی ہے، اس لیے اس حالت میں وضو نہیں ٹوٹے گا۔

اس پر اتفاق ہے کہ جب جنون سے عقل غائب ہو، بے ہوشی ہو، شراب، بھنگ، نیند یا کسی دوا کا نشہ ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جائے گا، خواہ کم ہو یا زیادہ اور خواہ مقعد زمین پر جمی ہو یا نہیں، اعدیہ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے کہ آپ کا نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

آج بروز منگل ۱۰ جمادی الثانیہ ۱۴۱۳ھ / ۲۴ ستمبر ۱۹۹۲ء کو کتاب الطہارۃ ختم ہو گئی، اللہ العالیین اس جلد کا بقیہ حصہ بھی مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔  
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام  
علی سیدنا محمد خاتم النبیین افضل المرسلین قائد القوال المحجلین وعلیٰ اذواجہ اہلبات المؤمنین و  
الطیبین الطاہرین واهل بیتہ الکاملین الراشدین وسانئرا ولیآء امتہ وعلما وملتہ اجمعین۔





بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## کتاب الصلوٰۃ

نماز اسلام کی تمام عبادات کی جامع اور خلاصہ ہے، نمازی جب تشہد میں بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتا ہے، اپنی زبان، بدن اور مال کے اللہ تعالیٰ کے احکام سے وابستہ ہونے کا اظہار کرتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں سلام عرض کرتا ہے، درود پڑھتا ہے اور قول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرتا ہے، پھر اسلام علیہ دلائل عباد اللہ الصالحین کہہ کر تمام مسلمانوں کی خیر خواہی کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے پہلے اللہ باریک کھڑا ہوتا ہے پھر چھک ہاتا ہے، پھر قرائع اور ناجزی کے آخری مرتبہ میں سجدہ میں جاگتا ہے، رکوع اور سجود میں اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے، اپنے گناہوں پر توبہ کا اظہار کر کے اپنے اور عام مسلمانوں کے لیے دعا مانگتا ہے یعنی دیر نماز میں مشغول رہتا ہے اللہ تعالیٰ کے منہ کو وہ تمام کاموں سے رکا رہتا ہے، مسجد میں نماز کے دوران احتکات کی سداوت حاصل کرتا ہے کعبہ کی طرف منہ کر کے حج کے استعینا کر رہتا ہے، کھانے پینے سے رکے رہ کر روزہ کی چاشنی حاصل کرتا ہے، شیطان کے وسوسہ کے خلاف نماز پڑھ کر شیطان سے جہاد کرتا ہے، بدن اور لباس کی پاکیزگی کے لیے پیسے خرچ کر کے اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتا ہے۔ نماز کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اعتدال اور اس کے خوف کا اظہار ہوتا ہے، کیونکہ اگر وہ بے وضو یا ناپاک کپڑوں سے نماز پڑھ لے تو خدا کے سوا کون جان سکتا ہے اس کا پاک بدن پاکیزہ لباس اور با وضو نماز پڑھنا اس کی نیت کے اعتدال اور خدا غوثی کی دلیل ہے۔ گرمیوں کی گرم و صرب میں ظہر کی نماز پڑھنے کے لیے جانا اور سردیوں کی بچ بستر راتوں میں ٹھنڈے پانی سے وضو کر کے صبح اور عشاء کی نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں جانے سے نمازی اپنے بدن سے مجاہد کرتا ہے، کاروبار اور دوست احباب کی محفل چھوڑ کر نماز پڑھ کر اپنے نفس سے جہاد کرتا ہے۔ فرض یہ کہ نماز میں توحید و رسالت کی گواہی ہے، راہ خدا میں مال خرچ کرتا ہے، حج کا قصد ہے، روزہ کی لذت ہے، قرآن کریم کی تلاوت ہے، اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح ہے۔ اس کی عبادت تعظیم ہے اللہ کے رسول کی غلامانہ تحکیم ہے، مسلمانوں کی خیر خواہی ہے۔ اپنے اور دوسرے مسلمانوں کے لیے دُعا ہے۔ اعتدال و نیت ہے، خوف خدا ہے، تمام برے کاموں سے بچتا ہے، شیطان سے نفس کی خواہشوں سے، اور اپنے بدن سے جہاد ہے۔ اعتکات ہے، اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا اظہار ہے، اپنے گناہوں کا اعتراف ہے، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہے، مومن کی سراج ہے، مراقبہ ہے، مجاہدہ ہے، مشاہدہ ہے، سب کچھ ہے۔



قرآن کریم میں نوٹے مرحہ سے زیادہ ناذ کا ذکر کیا گیا ہے۔ ناذ اسلامی عبادات کا سب سے پہلا رکن ہے۔ تمام عبادات میں صرف ناذ ہی کی یہ خصوصیت ہے جو امیر و غریب، بوڑھے اور جوان، مرد اور عورت، صحت مند اور بیمار، ایک پر یکساں فرض ہے۔ یہی وہ عبادت ہے جو کسی حال میں ساقط نہیں ہوتی، اگر کھڑے ہو کر ناذ نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھو، اگر بیٹھ بھی نہیں سکتے تو لیٹ کر پڑھو، اگر بول نہیں سکتے تو اشاروں سے پڑھو، (دارقطنی) اگر کھڑے نہیں سکتے تو چلتے ہوئے پڑھو (ابوداؤد) حالت جنگ یا سفر میں اگر سواری سے اتر نہیں سکتے تو سواری پر پڑھو، بہر حال ناذ کسی حال میں مسلمان سے ساقط نہیں ہوتی۔ (ابوداؤد، ترمذی)

ایمان لانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو سب سے پہلے جن حکم کے ساتھ مکلف کیا ہے وہ ناذ ادا کرنا ہے۔ اسلام قبول کرنے کے بعد کسی شخص پر ایک دن بھی نہیں گزرتا، مگر ادا کی ناذ کے ذریعہ اس شخص کا کھرا یا کھوٹا ہونا پرکھا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس دین میں خدا کے سامنے جھکنا ہو اس میں کوئی جھلائی نہیں، نیز آپ نے فرمایا: ناذ دل کی روشنی ہے، ناذ میری آنکھوں کی ٹنڈک ہے۔ آپ نے فرمایا: کفر اور ایمان کے درمیان صرف ناذ سے امتیاز ہوتا ہے۔ ”من الموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بار بار عشی طاری ہوتا تھی جب ہوش آتا سب سے پہلے ناذ کے بارے میں پوچھتے تھے کہ حیات ظاہری کے آخری لمحہ میں آپ کی زبان پر جو مفظ بار بار آتا تھا وہ ناذ ”الصلوٰۃ“ تھا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ انسانوں سے پوچھا ہے کہ جب تم پر مصیبتیں آتی ہیں، جب سمندر میں طوفان اٹھتا ہے اور جب تمہارا جہاز بھڑکیں پھڑکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جس کو تم پکارتے ہو، تمہاری کھیتوں میں سبزہ کون لگاتا ہے، تمہارے پھلنے کے لیے آسمان سے بارشوں کے ذریعہ اور زمین میں کنوؤں اور چشموں کے سبب پانی کا گھس نے انتظام کیا ہے، تمہارے سانس لینے کے لیے فضاؤں میں غواؤں کے سمندر کس نے رداں و رداں کیے ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ تم سے یہ تمام نعمتیں چھین لے تو کائنات میں کس کی شکایت ہے جو ان نعمتوں کو دے گا، پھر ان تمام نعمتوں کا شکر ادا کرے گا، یہ ناذ پڑھنا اس کا کتنا مستلیم احسان ہے۔

جب مصیبتوں کی سختی اور تکالیف کی شدت حد سے بڑھ جاتی ہے، جب انسان کی روح مضطرب، دل بے چین اور ذہن ماؤں ہو جاتا ہے تو اسے اپنے درد کا درماں اور دکھ کا علاج صرف ناذ ہی میں ملتا ہے۔ جب تک کسی مسلمان میں رتی حیات باقی ہے جب تک اس کے ہوش و حواس سلامت ہوں، ناذ اس سے ساقط نہیں ہوتی، قرآن اور حدیث میں ناذ کی بہت زیادہ تاکید کی گئی ہے، ناذ کی ادائیگی میں سستی کو نفاق کی علامت اور عذاب کا استحقاق بتایا گیا ہے۔ ناذ کے ترک کو کفر کی نشانی قرار دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ناذ دین کا ستون ہے، یہ وہ فرض ہے جو اسلام کے ساتھ ساتھ نازل ہوا اور اس کی تکمیل شیعہ معراج امر کی گئی۔

قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق دنیا میں کوئی رسول یا نبی ایسا نہیں آیا جس نے اپنا امت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے خود ناذ پڑھائی ہو یا ناذ کا حکم دیا ہو، حضرت ابراہیم فرماتے ہیں:



رب اجعلنی متقیہ الصلوٰۃ ومن ذریعتی . اے میرے رب مجھ کو اور میری اولاد کو نماز پڑھنے

والا بنا :

(ابراہیمہ : ۴۰)

حضرت اسماعیل کے بارے میں قرآن میں ارشاد ہے :  
وكان يأمرا أهله بالصلاة - (مريمہ : ۵۵)

حضرت لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہیں :-

يا بني اقم الصلاة - (لقمان : ۱۷)

حضرت موسیٰ سے ارشاد ہوا :

اقم الصلاة لذكوري - (طہ : ۱۳)

بنی اسرائیل کو حکم ہوا :

واقموا الصلاة - (بقعہ : ۴۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں :

واوصاني بالصلاة - (مريمہ : ۳۸)

اللہ تعالیٰ نے مجھے نماز کا حکم دیا ہے ۔  
اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں ، اور یہ صرت اس امت کی خصوصیت ہے ۔ اس سے پہلے کسی امت پر پانچ نمازیں فرض نہیں ہوئیں ، حتیٰ کہ بنی اسرائیل پر بھی صرف دو نمازیں فرض ہوئی تھیں ۔  
امام نسائی نے حدیث صحیحہ کو اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اس کے آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے نماز کی تخفیف کے ذکر کیا ہے :

ثم رددت الى خمس صلوات قال فارجع الى ربك فاستعمله التخفيف فأنته فوضع على بني اسرائيل صلوتين فمما قاموا بهما .

”فرضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا) پھر میں پانچ نمازیں لے کر لوٹا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے رب سے مزید تخفیف کا سوال کیجئے ، کیونکہ بنی اسرائیل پر صرف دو نمازیں فرض کی گئی تھیں ، لیکن ان کو بھی دو پڑھنے کے ۔“

اس کے علاوہ نماز کے سلسلہ میں امت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ ان پانچ نمازوں سے عشاء کی نماز اس سے پہلے کسی امت پر فرض نہیں کی گئی ۔

امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت معاویہ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں :

فقال اعتموا بهذه الصلوة فانك قد فضلتم بها على سائر الامم ولما تصلوها امتا  
”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ، اس نماز (عشاء) کو تاخیر سے پڑھا کرو کیونکہ تم کو اس نماز

سے قاضی بیضاوی نے لکھا ہے کہ بنی اسرائیل پر پچاس نمازیں فرض ہوئی تھیں لیکن یہ صحیح نہیں ہے ۔

لفہ : امام ابو عبد الرحمن نسائی سنن ۳۰۳ ، سنن نسائی ج ۱ ص ۵۲ ، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور



فیہ کلام

کہ جب سے پچھلی تمام امتوں پر نصیحت دی گئی ہے  
اور تم سے پہلے کسی امت نے یہ نماز نہیں پڑھی۔

اس سلسلہ میں ایک تیسری خصوصیت یہ ہے کہ ان پانچ نمازوں میں سے ہر ایک نماز کسی دیکھی اور العزم  
جی نے پڑھی ہے گویا اہلبیاد سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پڑھی ہوئی تمام نمازیں اس امت پر فرض کر دی گئیں  
اور یہ ہمارے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔

علامہ طحاوی امام رافعی کی شرح مسند شافعی کے حوالے سے لکھتے ہیں:

حدیث شریفین میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے صبح کی نماز پڑھی، حضرت داؤد علیہ السلام نے ظہر کی نماز  
پڑھی، حضرت سلیمان علیہ السلام نے عصر کی نماز پڑھی، حضرت یحییٰ علیہ السلام نے مغرب کی نماز پڑھی اور حضرت  
یونس علیہ السلام نے عشاء کی نماز پڑھی۔

عشاء کی نماز اس امت سے پہلے حضرت یونس علیہ السلام نے پڑھی ہے لیکن ان کی یا کسی نبی کی امت نے  
یہ نماز نہیں پڑھی، عشاء کی نماز اس سے پہلے صرف نبی نے پڑھی تھی، امتوں میں سے صرف حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم کی امت کو اس نماز کے پڑھنے کا شرف حاصل ہوا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ نماز پہلی وحی کے ساتھ فرض ہو گئی تھی، جبرائیل علیہ السلام نے دیکھا کہ پھر  
اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا، پھر آپ نے جبرائیل کے ساتھ نماز پڑھی (السیرۃ النبویہ ابن ہشام متوفی  
۲۱۳ھ علیٰ إمام، الروض اللائف ج ۱ ص ۱۸۲ ایضاً انسان الیون ج ۱ ص ۴۲۶)

ورہ سزل ورجو کہ میں نازل ہونے والی ابتدائی سورتوں میں سے ہے) سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام پر رات کی نماز فرض تھی، جس کو آپ اور صحابہ کرام باجماعت ادا کرتے تھے (پھر کچھ ہجرت سے  
پہلے دو دو رکعات کی نمازیں فرض تھیں، اسی لیے اغلب یہ ہے کہ یہ نماز بھی دو رکعات کی ہوتی تھی)۔  
رات کی نماز کے علاوہ حضور اور صحابہ کرام پاشت اور عصر کے وقت بھی نماز پڑھتے تھے۔  
حافظ ابن حجر نے ابن سعد کی سند کے ساتھ عزیزہ بنت جبراء سے یہ روایت ذکر کی ہے۔

وكان المسلمون قبل ان تغرب الشمس  
الشمس يصلون الضحی والعصر وكان النبي صلى  
عليه وسلم واصحابه اذا صلوا اخراستحارۃ قوافی  
الشعاب فصلوها فداؤی۔

پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے  
پاشت اور عصر کے وقت نماز پڑھتے تھے اور پچھلے  
پھر نماز پڑھنے کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور  
صحابہ گھاٹیوں میں منتشر ہو کر علیحدہ علیحدہ نماز پڑھتے تھے۔

عبد الملک بن ہشام فرماتے ہیں:

۱۔ امام ابوداؤد سجستانی متوفی ۲۰۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۶۱، مطبوعہ مطبعہ مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ علی بن برکان الدین حلبی متوفی ۱۰۴۴ھ، انسان الیون ج ۲ ص ۱۴۶، مطبوعہ مصر

۳۔ حافظ ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، الامار ج ۳ ص ۶۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت



ابن اسحاق نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ گھاٹیوں میں کفار سے چپے چپے نماز پڑھتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے ساتھ سعد بن ابی وقاص بھی تھے اور مکہ کی کسی گھاٹی میں نماز پڑھ رہے تھے، اچانک کفار کا ایک گروہ آگیا انھوں نے نماز کی مذمت شروع کی، اور مسلمانوں سے لڑنا شروع کر دیا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے اونٹ کی ایک بڑی بڑی کافر کو مار دی اور اس کا سر بچاڑ دیا، اسلام کی راہ کا قہر کا بہا یا جانے والا یہ پہلا خون تھا۔ ۱۰

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ:  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور ابوہریرہ اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے کسی ایک نے کہا کہ کوئی شخص ایسی محبت کو سکتا ہے کہ فلاں کے گھر جو آج اونٹنی ذبح ہوئی ہے اس کی اوچھری لا کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر اس وقت رکھ دے جب وہ سجدے میں ہوں، یہ سن کر سب سے بد بخت انسان (عقبة بن ابی معیط) اٹھا اور اس نے وہ اوچھری لا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر سجدہ کی حالت میں رکھ دی۔ بالآخر اس کو سیدنا فاطمہ رضی اللہ عنہا نے آپ کی پشت سے اٹھا کر پھینک دیا۔ ۱۱

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک طویل حدیث روایت کرتے ہیں جس کا علاحدہ باب ہے کہ حضرت ابوبکر کے نماز پڑھنے کی وجہ سے کفار پریشان ہوتے تھے کہ ان سے قرآن سن کر رگ کھیں اسلام قبول نہ کریں، انھوں نے آپ کو تنگ کیا یہاں تک کہ حضرت ابوبکر حبشہ کی طرف ہجرت کے لیے تیار ہو گئے، ابن و غنم نے آپ کو روک لیا اور کفار سے یہ کہا کہ اب تمہیں ان سے شکایت نہ ہو گی، حضرت ابوبکر نے اپنے گھر کے صحن میں نیاز پڑھنے کی جگہ بنالی، اور بلند آواز سے نماز میں قرآن کریم پڑھنے لگے، جس کو سننے کے لیے کفار کی عورتیں اور بچے جمع ہو جاتے تھے۔ ۱۲

حافظ ابن کثیر نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ تمام واقعات بعثت کے پانچ سال بعد شہب ابی طالب میں محصور ہونے اور اس حصار کے توڑنے کے بعد واقع ہوئے۔ ۱۳  
 اس تمام تفصیل سے یہ بتلانا مقصود تھا کہ پانچ سالوں کی فریقیت شہب معراج سے ہوئی ہے اس سے پہلے رات کی ایک نماز مسلمانوں پر فرض تھی، اور ان کے مختلف اوقات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نمازیں پہلے کفار سے چھپ کر اور بعد میں علی الاعلان پڑھا کرتے تھے۔ ۱۴  
 تارک صلوٰۃ کے بارے میں فقہاء کے حسب ذیل ساکب ہیں:

۱۰۔ محمد بن عبد اللہ بن ہشام متوفی ۲۱۳ھ، السیرۃ النبویہ علی ما مشی الروض الالفت ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ لبنان

۱۱۔ علامہ علاء الدین بن ترکانی، البحر المنقح علی ما مشی فیہ ج ۱ ص ۱۲۱، مطبوعہ نشر السنۃ لبنان

۱۲۔ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۷، مطبوعہ مجمع المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۱۳۔ حافظ ابن کثیر متوفی ۷۴۴ھ، البدایہ والنہایہ جز ۳ ص ۱۵، مطبوعہ دار الفکر بیروت



امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک جن شخص نے وقت گزر جانے کے بعد بھی فرض نماز نہیں پڑھی، اس کو حداً متوار سے قتل کر دیا جائے گا، تاہم وہ شخص ان کے نزدیک مرتد نہیں ہوا۔  
امام احمد بن حنبل کے نزدیک ایسا شخص مرتد ہو گیا اور اس کو قتل کر دیا جائے گا۔  
امام ابو حنیفہ کے نزدیک جو شخص نماز پڑھے اس کو قید کر دیا جائے گا اور اس کو قتل نہ کرے گا۔  
بیہاں تک کہ وہ تائب ہو کر نمازی بن جائے۔

غیر مقلدین کا مسلک بھی اللہ ثلاثہ کی طرح یہ ہے کہ تارک الصلوٰۃ کو قتل کر دیا جائے گا۔  
اللہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے:

فان تابعدا قاصوا الصلوٰۃ و اقاموا الزکوٰۃ

وہی تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔

(توبہ: ۵)

لیکن یہ آیت احناف پر حجت نہیں ہے کیونکہ اس میں مفہوم مخالف سے استدلال کیا گیا ہے، یعنی اگر وہ نماز نہ پڑھیں تو ان کا راستہ نہ چھوڑ دو اور مفہوم مخالف سے کوئی حکم ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ کتب اصول میں مقرر ہے۔  
ثانیاً اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ نماز نہ پڑھنے والوں کا راستہ نہ چھوڑ دو اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ان کو قتل کر دو، اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کو قید کر لو اور ان کو اس وقت تک سزا دو جب تک وہ تائب ہو کر نمازی نہ بن جائیں اور یہ مطلب دیگر دلائل سے مویہ بھی ہے۔

دوسری دلیل ان کی یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال (جہاد) کروں، یہاں تک کہ وہ توحید اور رسالت کی گواہی دیں، نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، (الحديث)۔

اس حدیث میں بھی اولاً تو مفہوم مخالف سے استدلال ہے اور وہ احکام میں معتبر نہیں ہے، ثانیاً مفہوم مخالف کی صورت میں بھی نماز نہ پڑھنے والے سے قتال اور جہاد کا حکم ثابت ہوتا ہے نہ کہ اس کو قتل کرنے کا اور قتال اور جہاد اسی صورت میں ہو گا جب کہ نماز نہ پڑھنے والا نماز پڑھنے سے انکار اور نہ پڑھنے پر اصرار کرے، اور ایسی صورت میں احناف کے نزدیک بھی اس سے جہاد واجب ہے۔ بحکث اس میں ہے کہ جو شخص کسبی یا غفلت سے نماز نہیں پڑھتا، لیکن اس کے باوجود نماز پڑھنے سے انکار بھی نہیں کرتا اس کا کیا حکم ہے، ایسے شخص کو قتل کرنا کسی دلیل سے ثابت نہیں ہے، اس کو راہ راست پر لانے کا وہی طریقہ صحیح ہے جو امام اعظم نے تجویز کیا ہے۔

غلا وہ انہیں ان حضرات کے نزدیک بھی زکوٰۃ نہ دینے والے کو قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے جبراً زکوٰۃ

۱۔ محمد بن علی بن محمد شرمکانی متوفی ۱۲۵ھ، نیل الاوطار ج ۱ ص ۳۴۱، مطبوعہ مصر

۲۔ امام بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۲، مطبوعہ المطابع کراچی



رسول کی جائے گی (غیر اس کے لیے قتال کرنا پڑے) اور حدیث شریف میں نماز اور زکوٰۃ دونوں کا ایک حکم بیان کیا گیا ہے۔ اس سے لازم آیا کہ نماز نہ پڑھنے والے کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا بلکہ اس سے جبراً نماز پڑھوانا جائے گی خواہ اس کے لیے قتال کرنا پڑے۔  
جو شخص مستی اور غفلت سے نماز ترک کرتا ہے اس کو قتل نہ کرنے پر امام اعظم کی دلیل یہ حدیث ہے جسے شیخ ولی الدین تبریزی بخاری اور مسلم کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا يحل دم امرئ مسلم يشهد ان لا اله الا الله وافي رسول الله الا باحدى ثلاث النفس بالنفس والشبيب الزاني والمارق لدينه التارك للجماعة - لے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی توحید اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہو، اس کو صرف تین وجہ سے قتل کرنا جائز ہے وہ کسی شخص کو قتل کر کے، شادی شدہ زانی ہو یا اپنا دین چھوڑ کر مسلمانوں کی جماعت سے نکل جائے۔ (متفق علیہ)

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضور کو قتل کرنے کے سوا اور کسی وجہ سے مسلمان شخص کو قتل کرنا جائز نہیں ہے، اور تارک الصلوٰۃ پھر حال مسلمان ہے اس لیے اس کو قتل کرنا ناجائز ہوگا۔ نیز جو شخص مستی یا غفلت سے نماز چھوڑ دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر قضاء واجب کی ہے اگر اس کو قتل کرنا مطلوب ہوتا تو اس پر قضاء لازم کرنے کا کوئی معنی نہ ہوتا۔

امام نسائی اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:  
حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو نماز کے وقت سو جاتا ہے یا غفلت سے نہیں پڑھتا، آپ نے فرمایا اس کا کفارہ یہ ہے کہ جب اس کو ناپید آئے اس کو ادا کر لے۔ لے

اس تحقیق اور تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ تارک نماز کے بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک قرآن اور حدیث کے مطابق ہے اور ائمہ ثلاثہ اور غیر مقلدین نے تارک نماز کے بارے میں جو تشدید کی ہے اور اس کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، کتاب و سنت میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

X

لے۔ شیخ ولی الدین تبریزی متوفی ۷۴۲ھ، مشکوٰۃ ص ۲۹۹، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی  
سے۔ حافظ ابو عبد الرحمن نسائی متوفی ۳۰۳ھ، نسائی ج ۱ ص ۱۸۱ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

## اذان کے مباحث

**اذان کی ابتداء کا بیان** اذان کے پہلے سال شروع ہوئی، اور یہ امت محمدیہ کی خصوصیت ہے۔ اذان کے تدبیر اللہ تعالیٰ کی تعظیم و تحکیم، کلمہ شہادت اور شائر اسلام کا اظہار ہوتا ہے۔ اذان دین اسلام کا علامہ ہے، اس میں مؤذن اللہ اکبر کہہ کر اللہ تعالیٰ کی اوجہیت اور استحقاق عبادت کا اعتراف کرتا ہے۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ کہہ کر اللہ تعالیٰ کی توحید کی شہادت دیتا ہے، اشہد ان محمد رسول اللہ کہہ کر سیدنا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ حی علی الصلوٰۃ کہہ کر احکام کے مکلف ہونے کا اعتراف کرتا ہے۔ حی علی الفلاح کہہ کر آخرت پر ایمان کا اظہار کرتا ہے۔ اذان کے ذریعہ مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی دعوت دی جاتی ہے، پھر اس دعوت کے بعد جو مسلمان اپنے گھروں، کارخانوں اور دکانوں سے اٹھ کر نماز کے لیے چل دیتے ہیں وہ اپنے اس عمل سے ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار بندے ہیں، اور جو اذان سن کر نماز پڑھنے نہیں جاتے وہ اپنی بے عملی سے ظاہر کر دیتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے غافل اور بے پرواہ ہیں، اس طرح اذان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزار اور غیر اطاعت گزار بندوں کے درمیان فرق ہو جاتا ہے۔ اگر اذان کے سبب نماز کا ایک وقت معین نہ ہوتا، اور ہر شخص کو آزادی ہوتی کہ جس وقت چاہے نماز پڑھے اور جس وقت چاہے نماز پڑھے تو مسلم معاشرہ میں اللہ تعالیٰ کے فرائض وار اور غیر فرائض وار افراد کے درمیان فرق نہ ہو سکتا اور معاشرہ کے نا اہل افراد کی اصلاح کا کوئی ذریعہ نہیں نہ ہوتا۔ روزمرہ کی پانچ نمازوں اور جمعہ کے لیے اذان دینا سنت ہو گدہ ہے، اور اگر کسی شہر کے نام نوگ اذان دینا ترک کر دیں تو امام محمد کے نزدیک ان سے قتال کرنا اور امام ابو یوسف کے نزدیک ان کو سزا دینا واجب ہے۔ اذان کے کلمات کو خاموش ہو کر سنا اور ان کے جواب میں سسرون کلمات کہنا مستحب ہے، اور اذان سن کر مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کے لیے جانا واجب ہے۔

ایک مسلمان گفتگو میں، خرید و فروخت میں، دفتر کارخانے یا گھر کے کاموں میں مشغول اور منہمک ہو اور جیسے ہی اذان کی آواز آئے اور وہ سب کچھ چھوڑ کر خاموشی سے آواز سننے لگے تو اس کا یہ عمل ظاہر کرے گا کہ واقعی وہ اللہ تعالیٰ



کا بندہ ہے اور ہر چیز پر اللہ تعالیٰ کے نام کی تسلیم کو ترجیح دیتا ہے، جو لوگ قومی ترانے کو تعظیم سے سننے پر زور دیتے ہیں آخر وہ پانچ نازوں کی افواہوں کی تعظیم اور غمزدگی کیوں نہیں سنتے؟ اللہ تعالیٰ سے رحمت اور مغفرت کے حصول کا ذریعہ نواز ہے اور اس کا پیشکش خیر اور مستحکم اذان ہے، اسی وجہ سے بعض علماء نے قند سیرت کی ہے کہ مصائب کو دور کرنے کے لیے اذان دینی چاہیے۔

**قبر پر اذان دینے کی تحقیق** علامہ شامی فرماتے ہیں کہ علامہ خیر الدین رطبی نے البحر الرائق کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ بعض کتب شافعیہ میں مرقوم ہے کہ نوموود، غمزہ، سرگ، میں مقبوضہ عفتہ سے مدبروش اور بدعتی شخص کے کان میں اذان دینا، جہاد میں نھان کی جنگ کے وقت اور آگ لگنے کے وقت اذان دینا سنت ہے، اسی طرح میت کو قبر میں اتارنے کے وقت بھی اذان دینے کو مسنون لکھا ہے تاکہ میت کی انتہاء ابتداء کے اور موت پیدا نش کے موافق ہو جائے، یعنی جس طرح دنیا میں آتے وقت اذان سنی تھی اسی طرح دنیا سے جاتے وقت بھی اذان سن کر ہمارے، علامہ ابن حجر مکی نے میت کو قبر میں اتارنے کے وقت اذان دینے کے مسنون ہونے کو مسترد کر دیا ہے، لیکن علامہ خیر الدین رطبی سختی فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اس کے مسنون ہونے میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔

علامہ ازہر ابن حجر کو زیادہ سے زیادہ اس موقع پر اذان کے مسنون ہونے میں تردد ہے، لیکن دفن کے وقت اذان کے منتخب ہونے میں کسی شخص کو شبہ نہیں ہونا چاہیے، کیونکہ اذان اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کے حصول کا ذریعہ ہے اور جب غمزہ، بیمار، آگ میں جلتے واسے یا جس شخص کو جن سنگ کر رہا ہو، ان سب کے لیے اذان دینا مستحب ہے، ترجیح شخص اپنے سفر کی آخری منزل میں جاری ہو اس کے لیے اذان دینا بطریق اصلی مستحب ہوگا کیونکہ ایک معنوم، غصب ناک اور مرگ زود شخص کی نسبت میت کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور مغفرت کا زیادہ ضرورت ہے، کیونکہ یہ سفر آخرت کی پہلی منزل ہے۔ اس جگہ اگر آسانی ہو تو باقی منازل زیادہ آسان ہوتی ہیں، اور اگر اس جگہ مشکل ہو تو باقی منازل زیادہ مشکل ہوتی ہیں، تاہم اس محل کے ساتھ فرض اور واجب کا سا معاملہ نہیں کرنا چاہیے۔

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کی تحقیق** اذان کے سلسلہ میں ایک بحث یہ بھی آئی ہے جاتی ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی ہے یا نہیں دی؟ امام ترمذی نے جامع ترمذی میں اپنی سند کے ساتھ ایک حدیث ذکر کی ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ ایک سفر کے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دی ہے۔

فأذن رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو على راحلته وإقاماً۔  
دی اور اقامت کہی۔

لیکن ملا علی قاری رحمہ الباری نے فرمایا کہ امام ترمذی نے اس حدیث کا اختصار کیا ہے کیونکہ سند امام احمد بن حنبل

۱۔ علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، والتمتہ راج امی ۳۵۵، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبولیہ ۱۳۲ھ

۲۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ، جامع ترمذی ص ۸۶، مطبوعہ مکتبہ محمدیہ دار فائزہ تجارت کتب کوچی



میں اس سند کے ساتھ یہ حدیث موجود ہے اور اس میں یہ تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال کو حکم دیا اور انہوں نے اذان اور اقامت کہی۔<sup>۱</sup>

اس حدیث کے بارے میں ممکن ہے کہ اعلیٰ قاری رحمہ اللہ کی یہ رائے درست ہو لیکن علامہ رافعی نے بلال رضی اللہ عنہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان دینے کے ثبوت میں ایسی حدیثیں ذکر کیں ہیں جن میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی فرماتے ہیں کہ

وفي السراج روى عقبة بن عامر قال كنت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فلما زالت الشمس اذن بنفسه واقام وصلى الظهر وقال السيوطي خلفت بعديث آخر مرسلا اخرج به سعيد بن منصور ما في سننه قال اذن رسول الله صلى الله عليه وسلم مرة فقال حي على الفلاح وهذه لا يقبل التأويل بله

حضرت عقبة بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ میں سفر میں تھا۔ جب ظہر کا وقت ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ظہر کی اذان اور اقامت کہی اور علامہ سیوطی نے فرمایا مجھے اس موضوع پر ایک اور حدیث مرسل ملی گئی جس کو سید بن منصور نے اپنی سنن میں بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور بار اذان دی اور فرمایا حی علی الفلاح۔ علامہ رافعی فرماتے ہیں کہ ان حدیثوں میں کسی قسم کی تاویل کی گنجائش نہیں ہے۔

علامہ زرقانی نے بھی مرقا امام الماک کی شرح میں علامہ سیوطی کی شرح بخاری کے حوالے سے منشی سید بن منصور کی اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔<sup>۲</sup>

میز علامہ زرقانی الموابہب اللہ فیہ کی شرح میں لکھتے ہیں:

جامع ترمذی کی روایت سے علامہ نووی نے شرح المہذب میں یہ استدلال کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفر میں اذان دی ہے، لیکن اسی سند کے ساتھ مسند احمد اور دارقطنی میں یہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان دینے کا حکم دیا تو مؤذن نے کھڑے ہو کر اذان دی۔ اس لیے علامہ سیوطی اور علامہ ابن حجر عسقلانی کے رائے یہ ہے کہ جامع ترمذی کی روایت میں اختصار ہے اور اس میں سبب کی طرف اشارہ ہے، ہاں علامہ سیوطی بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں مجھے ایک اور مرسل حدیث ملی ہے جس کو امام سید بن منصور نے سنن میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ ابویکہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا یہ روایت تاویل کو قبول نہیں کرتی (علامہ سیوطی کی عبارت ختم ہوئی) اس سے یہ یقین حاصل ہوتا ہے کہ یہ سند و واقعات ہیں کیونکہ ان کی سندیں مختلف ہیں، اور جس شخص نے یہ کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عبادت

۱۔ علامہ ابن سلطان محمد انصاری متوفی ۱۰۱۳ھ، مرقاة ج ۲ ص ۴۲، مطبوعہ مکتبۃ امدادیہ قسطنطنیہ ۱۳۹۰ھ

۲۔ شیخ عبد القادر رافعی مفتی دیار مصریہ، تقریرات رافعی ج ۱ ص ۴۰، مطبوعہ مکتبۃ ماجدیہ کوئٹہ

۳۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۲۴۲ھ، شرح الموطا ج ۱ ص ۱۳۳، مطبوعہ المطبعة الخیریہ مصر



کر نہیں کیا وہ غافل ہے اور تحفہ میں لکھا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ اذان دی اور کہا اشہد ان محمد ا رسول اللہ۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کی تفصیلات کو بیان فرمایا کہ قیامت کے دن مؤذنین کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی، اس کے باوجود آپ نے ہمیشہ اذان نہیں دی کیونکہ آپ اذان کی بہ نسبت زیادہ افضل کاموں میں مشغول رہتے تھے، مثلاً جہاد، مقدمات کے فیصلے، احکام شرعیہ کی تبلیغ وغیرہ، شیخ ابوالحسن شافعی اور علامہ نیشاپوری نے اس کی یہ توجیہ کی ہے کہ اگر آپ اذان دیتے تو جہاں تک آواز پہنچتی ان سب لوگوں پر مسجد میں آنا فرض ہو جاتا اور اس سے لوگ مشقت میں پڑ جاتے۔ ۱

علامہ شامی نے بھی علامہ زرقانی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار سفر میں اذان دی مگر انہوں نے اشہد انی رسول اللہ لقل کیا ہے۔ ۲

قرآن مجید میں ہے ا

لقد کان لکھ فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

یعنی ہر عمل کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں نمونہ ہے تو ضرور ہی ہوگا کہ اذان کے لیے بھی آپ کی زندگی میں نمونہ ہو، نیز کون عبادت اس وقت تک مرتبہ کمال کو نہیں پاسکتی جب تک کہ اس عبادت کے عابد خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوں، اس لیے اذان کو کمال اور عروج تک بھی حاصل ہوگا جب اذان اعمال رسول اللہ کے حامن سے وابستہ ہو اور آپ کی سنت ہو۔

**وقت سے پہلے اذان دینے کی تحقیق** | امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کسی اذان کو بھی اس کے وقت سے پہلے دینا جائز نہیں ہے، کیونکہ اذان کا مقصد مسلمانوں کو یہ بتانا ہے کہ نماز کا وقت شروع ہو گیا ہے، اگر نماز کے وقت سے پہلے اذان دی جائے تو اول تو یہ مقصد فوت ہو جائے گا، ثانیاً ہو سکتا ہے کہ وقت سے پہلے اذان کی صورت میں کوئی شخص اذان سن کر نماز پڑھ لے اور وقت سے پہلے بالاتفاق نماز نہیں ہوتی، پس اس صورت میں قبل از وقت نماز پڑھنے کی وجہ سے جس کی نماز جمیں ہوگی، اس کا فائدہ وار وقت سے پہلے اذان دینے والا ہوگا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ا

المؤذن مؤذن۔ (جامع ترمذی ص ۵۵)

”مؤذن امین ہوتا ہے“

کیونکہ مسلمانوں کی نمازیں اس کی امانت ہوتی ہیں، اس کے برخلاف امام شافعی کے نزدیک فجر کی اذان وقت سے پہلے دینا جائز ہے، ان کا دلیل یہ حدیث ہے:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں

۱۔ علامہ محمد عبد الباقی زرقانی متوفی ۱۲۲ھ، شرح المواہب اللغویہ ج ۱ ص ۲۸۱-۲۸۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت  
 ۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۰، مطبوعہ مطبع عثمانیہ استنبول ۱۳۳۰ھ



عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه قال ان بلال لا یؤذن بلیل  
فکلوا واشربوا حتی یؤذن ابن ام مکتوم۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلال رات کے  
وقت اذان دیتے ہیں پس تم کھاتے پیتے رہو حتیٰ کہ  
ابن ام مکتوم اذان دیں۔

(بخاری ج ۱ ص ۸۷)

اس حدیث سے یہ تو ثابت ہوتا ہے کہ فجر سے پہلے رات کو اذان دی گئی لیکن یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ اذان  
فجر نماز کے لیے تھی، اگر یہ نماز فجر کی اذان ہوئی تو دربارہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم سے اذان دلوانے کی کیا ضرورت  
تھی؟ ثانیاً یہ کہ اس حدیث میں یہ بھی تصریح ہے کہ یہ اذان (رمضان میں) سحری کے لیے موقی تھی اور اس پر مزید  
تقریب یہ ہے کہ امام بخاری اس باب میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا بلال کی اذان سن کر کوئی شخص سحری کھانا نہ چھوڑے، کیونکہ ان کی اذان اس لیے موقی تھی کہ سحری کے لیے  
تہجد پڑھنے والا تہجد ختم کر دے یا سونے والا بیدار ہو جائے (بخاری ج ۱ ص ۸۷) نیز امام ابو داؤد  
اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت بلال نے طلوع  
فجر سے پہلے اذان دے دی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان دہرانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ یہ اعلان کیس  
کہ انھوں نے بھولے سے اذان دے دی تھی۔ اسی باب میں امام ابو داؤد ایک اور سند کے ساتھ حضرت بلال  
رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تؤذن  
حتى یقبین لك الفجر۔ (سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۷۹)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس وقت  
تک اذان نہ دو جب تک کہ فجر ظاہر نہ ہو جائے۔

## بَابُ بَدَأِ الْاَذَانَ

## اذان کی ابتداء

۴۳۱۔ حَدَّثَنَا اِبْنُ اَبِي اَیْمَانَ اَنْحَظِلِي قَالَ  
اَنَا مَحْمُودُ بْنُ يَكْرِ ح وَحَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا  
عَبْدَ الرَّحْمَنِ اَوْ قَالَ اَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ ح وَحَدَّثَنِي طَرَاوُذُ  
بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ نَا حَجَّابُ بْنُ مَحْمُودٍ قَالَ  
قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ اُحْبَبْتُ فِي نَافِعٍ مَوْلَى ابْنِ عُمَرَ عَنْ  
عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ قَالَ كَانَ الْمُسْلِمُونَ جِئْنَ  
قَدِ مَوَالِدِيَّةً يَجْتَمِعُونَ فَيَتَحَيَّوْنَ الصَّلَاةَ وَ  
كَيْسُ مِيَاوِي بِهَا أَحَدًا فَتَكَلَّمُوا يَوْمًا فِي ذَلِكَ فَكَانَ  
بَعْضُهُمْ تَخِيَةً وَأَنَا قَوْسًا مِثْلًا نَا قَوْسُ النَّصَّارِ  
وَقَالَ بَعْضُهُمْ قَرْنَا مِثْلَ قَرْنِ الْإِبْهَامِ وَفَقَالَ هُمُ  
أَوْ لَا تَبْعُحُونَ رَجُلًا يُنَادِي بِالصَّلَاةِ قَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا بَلَالُ قُمْ فَتَادِ بِالصَّلَاةِ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ مدینہ میں آنے کے بعد مسلمان نماز کے وقت  
جمع ہو کر نماز پڑھ لیتے اور اس وقت کوئی شخص اذان  
نہیں دیتا تھا، ایک دن صحابہ نے اس مسئلہ میں گفتگو  
کی، بعض نے کہا عیسائیوں کی طرح ناقوس بٹالوا بعض  
نے کہا یہودیوں کی طرح سینگ بٹالو، حضرت عمر نے  
کہا ایک آدمی کہہ یوں نہیں مقرر کر لیتے جو نماز کے  
وقت لوگوں کو آواز دے کہ بلائے، رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے بلال انھوں اور لوگوں کو  
نماز کے لیے بلاؤ۔



(ناقص سے مراد ہے بڑی ٹنڈی پر پھوٹی ٹنڈی مارنا)۔

**اذان کی مشروعیت کا بیان** | اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اہم امور میں باہمی مشورہ کرنا چاہیے، اور یہ کہ صحابہ کرام اسلام کی روح اور اس کے تقاضوں سے باخبر تھے، وہ سمجھتے تھے کہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے، اس لیے اس کے ارکان کی ادائیگی کے لیے ایک مربوط نظام ہونا چاہیے، لہذا نازوں کی ادائیگی کے لیے بھی ایک وقت مقرر ہو اور سب مسلمان اس وقت میں نماز ادا کریں، تاکہ امت ایک وقت پر مجتمع ہو اور وحدت ملی قائم رہے، اس سبب سے تعین وقت کی علامت پر انھوں نے باہم غور و فکر اور مشورہ کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں اور عیسائیوں کے طریقہ کو ناپسند فرمایا کیونکہ اسلام اپنے لیے ایک مستقل نظام کا متقاضی ہے، اسلام کسی اور مذہب کا تابع نہیں، بلکہ تمام مذاہب کا ناسخ اور مستقل دین ہے جس طرح عبادات میں اسلام کسی کا تابع نہیں بلکہ سب سے منفرد اور ممتاز دین ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اپنے تمدن اور معاشرت، تہذیب اور ثقافت میں بھی منفرد اور یگانہ ہوں، اور کسی قوم کی ثقافتی اقتدار کی پیروی نہ کریں، خصوصاً یہودیوں اور عیسائیوں کی تہذیب اور ثقافت سے اپنے آپ کو بالکل الگ رکھیں۔

حضرت عمرؓ نے جو کہا نماز کے وقت لوگوں کو آواز دے کہ بلایا جائے، یہ اذان کی معروف صورت نہیں تھی اس سے محض دعوت اور ندا مقصود تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس طے کر پسند کر لیا، اس میں ان کی فراست اور صحت رائے کی دلیل ہے۔

اس واقعہ کے بعد حضرت عبداللہ بن زیدؓ نے خواب میں ایک فرشتہ کو اذان کے کلمات کہتے سنا، امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن زیدؓ کہتے ہیں کہ ایک صبح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو میں نے اپنا خواب بیان کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم بلالؓ کے ساتھ کھڑے ہو کہ ان کو خواب میں سنئے جو کلمات بتلاؤ اور پھر یہ ان کلمات کے ساتھ اذان دیں، کیونکہ ان کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے، جب حضرت عمرؓ نے اذان کی آواز سنی تو وہ دوڑتے ہوئے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے میں نے بھی خواب میں یہ کلمات سنے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہی کا شکر ہے اور وہی لائق ستائش ہے۔ اے

اذان کی مشروعیت کا مدار حضرت عبداللہ بن زیدؓ یا حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے خواب پر نہیں ہے۔ کیونکہ اصحاب کے خواب وحی نہیں ہیں اور نہ وہ شائع ہیں، اذان کی مشروعیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے ہوئی ہے جو آپ نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ کو دیا جس میں فرمایا کہ یہ کلمات بلالؓ کو سکھائو تاکہ وہ اذان دیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



حکم نہ دیتے تو ہزار صحابہ کرام بھی ان کلمات کو خواب میں سن لیتے تب بھی اذان ان خوابوں سے مشروع نہ ہوتی۔ علامہ زرقانی نے لکھا ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس خواب کے ساتھ ہی نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی گئی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خواب کے مقتضی کے مطابق اذان دینے کا حکم دیا ہو مگر آپ پر یہ نہیں کہ آپ کو اس حکم پر جبر قرار رکھا جائے یا نہیں، یہ جواب اس نظریہ پر مبنی ہے کہ آپ احکام شریعیہ میں اجتہاد کرتے تھے لہٰذا نیز یہ وہم نہیں کرنا چاہیے کہ اس خواب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کلمات کا علم نہ تھا کہونکہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شب معراج فرشتہ سے اذان کے کلمات سنے تھے اور یہ بات تحقیقی سے ثابت ہے یہ علامہ جلال الدین خوارزمی تحریر فرماتے ہیں کہ ابو جعفر محمد بن علی بیان کرتے ہیں کہ اذان کا ثبوت صحابہ کرام کے خوابوں سے نہیں ہوا بلکہ شب معراج جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد اقصیٰ پہنچے تو حضرت جبرائیل نے اذان دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء علیہم السلام اور فرشتوں کو نازل پڑھائی۔ تھ امام بخاری نے اس حدیث کو اپنی سند کے ساتھ تفصیل سے بیان کیا ہے تھ، جس کا ہم مختصر یہ علامہ سیبسی کے حوالے سے ذکر کریں گے۔

علامہ زرقانی ان احادیث کے متعلق بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں: امام طبرانی نے حضرت ابن عمر سے روایت کیا ہے کہ شب معراج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اذان کی وحی کی گئی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان سکھائی، اس حدیث کا سند میں طلحہ بن زید متروک راوی ہے، اور امام دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب نازل فرماں کی گئی تو حضرت جبرائیل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان دینے کا حکم پیش کیا، اس حدیث کی سند میں شعیف ہے، امام ابن مردودہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب مجھے معراج کرائی گئی تو حضرت جبرائیل نے اذان دی، فرشتوں نے یہ گمان کیا کہ شاید حضرت جبرائیل نازل پڑھائیں گے، لیکن حضرت جبرائیل نے مجھے آگے کیا اور میں نے نماز پڑھائی، اس حدیث کی سند میں مجہول راوی ہیں اور سند بخاری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کی تعلیم دینے کا ارادہ کیا تو آپ کے پاس حضرت جبرائیل برقی سے گئے آپ اس پر سوار ہوئے والی نزلہ اس حدیث میں ہے کہ پھر ایک فرشتہ حجاب سے نکلا اور اس نے کہا اللہ اکبر، الحدیث، اس کی سند میں ایک متروک راوی ہے، اور اگر یہ حدیث صحیح ہو تو اس کو اس پر محمول کیا جائے گا کہ اس کے واقعات متعدد ہوں اور یہ واقعہ مدینہ منورہ میں ہوا ہو، اور حتیٰ یہ ہے کہ ان احادیث میں سے کوئی حدیث جس سند صحیح نہیں ہے اور

تھ۔ علامہ محمد عبدالباقی زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح موطا امام مالک ج ۱ ص ۱۲۲، مطبوعہ مطبعۃ الخیر یہ مصر

تھ۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۲۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۲۰۶، مطبوعہ تیج کمار لکھنؤ

تھ۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علیٰ ما مشی من صحیح التقدیر ج ۱ ص ۲۱۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر (علوم القرآن ج ۱ ص ۱۲۹)

تھ۔ امام ابوبکر محمد بن عمرو بن عبدالحق العسکری البزار متوفی ۲۹۲ھ، البحر الزخار المعروف بمسند البزار ج ۲ ص ۱۳۶، ۱۳۷، مطبوعہ مکتبہ



امام ابن المنذر نے وثوق سے کہاہے کہ جب سے نماز مکہ میں فرض ہوئی ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم بغیر اذان کے نماز پڑھتے تھے، حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں ہجرت کی پھر الان کے سلسلہ میں مشورہ ہوا جیسا کہ حضرت ابن عمر کی روایت میں اور حضرت عبداللہ بن زید کی روایت میں ہے۔  
 میں کہتا ہوں کہ یا علویث اگرچہ سنداً ضعیف ہیں لیکن یہ متعدد طرق اور اسامید سے مروی ہیں اور حدیث ضعیف جب طرق متعدد سے مروی ہو تو وہ حسن وغیرہ ہو جاتی ہے۔ اب یہ سوال ہے کہ صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر اور حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہم کی روایت سے یہ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کا علم نہیں تھا، اور طبرانی، دارقطنی، ابن کرم و دیگر بزرگ وغیرہ کی روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے اذان کا علم تھا، اس ظاہری تضاد کو علامہ سیوطی نے دور کیا ہے۔  
 علامہ سیوطی لکھتے ہیں :

صحابی کی زبان سے اذان کہ جاری کرانے میں حکمت یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اذان کو سات آسمانوں کے اوپر سنا تھا، اور یہ وحی سے فوری ذریعہ تھا پھر جب اذان کی مشروعیت نماز کی فرضیت سے متاخر ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اذان کی خبر دینے کا ارادہ کیا تو ایک صحابی نے خواب دیکھا اور اس کو آپ سے بیان کیا اور یہ خواب اس اذان کے موافق تھا جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سن چکے تھے اس لیے آپ نے فرمایا اسے شک یہ خواب حق ہے اور اس وقت آپ کو معلوم ہوا کہ آسمان میں اذان سنوانے سے اللہ تعالیٰ کی مراد یہ تھی کہ یہ زمین میں سنت ہو جائے اور اس کی مزید تقویت حضرت عمر کے خواب سے ہوئی کیونکہ حضرت عمر کی زبان سے حق جاری ہوتا ہے، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر سے اذان کی خبر دلوانے میں حکمت یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت زیادہ ہو اور دوسروں کی زبانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر بلند ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت مستحکم ہو اور آپ کی شریعت کی تقویت ہو، اور اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے **وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ** قرآن کے ذکر کی بلندی یہ ہے کہ آپ کے غیر کی زبان سے آپ کا ذکر بلند کیا جائے، اگر یہ کہا جائے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سات آسمانوں کے اوپر اذان سنوائی گئی یہ کس کی نصیحت ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ اس حدیث کو امام ابو بکر بزاز نے اپنی سند میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اذان کا علم دینے کا ارادہ کیا تو حضرت جبرائیل آپ کے پاس براق کو لے کر آئے، آپ اس پر سوار ہو کر اس حجاب تک پہنچے جو اللہ تعالیٰ کے قریب ہے اس وقت ایک فرشتہ اس حجاب سے نکلا، آپ نے پرچھا اسے جبرائیل یہ کون ہے حضرت جبرائیل نے کہا یہ اللہ کی مخلوق میں سب سے مقرب فرشتہ ہے اور میں جب سے پیدا ہوا ہوں میں نے اس سے پہلے اس کو نہیں دیکھا، اس فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا، میں اکبر ہوں، میں اکبر ہوں، پھر اس فرشتہ نے کہا اشھد ان لا الہ الا اللہ تو حجاب کی اوٹ سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں اللہ ہوں اور میرے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، پھر فرشتہ نے کہا اشھد ان محمد رسول اللہ



تو حجاب کے تیجے سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں نے محمد کو رسول بنایا، پھر فرشتہ نے کہا جی علی الصلوٰۃ حتی علی الافلاح، پھر فرشتہ نے کہا اللہ اکبر اللہ اکبر، تو حجاب کی ادب سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا میں اکبر، مولیٰ، پھر اس نے کہا لا الہ الا اللہ تو ماوراء حجاب سے آواز آئی میرے بندہ نے سچ کہا ربی اللہ مولیٰ میرے سوا کوئی الہ نہیں! پھر فرشتہ نے محمد علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو اگے کو دیا، اور آپ نے آسمان والوں کو نماز پڑھائی، ان میں حضرت آدم اور حضرت نوح تھے۔ ابو جعفر محمد بن علی کہتے ہیں اس دن اللہ نے آپ کو تمام آسمان اور زمین والوں پر فضیلت عطا فرمائی۔

علامہ سیسی فرماتے ہیں میرے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے، کیوں کہ اس کی تائید معراج کی دوسری آعاد سے ہوتی ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کو زمین پر فرض کرنا تھا اور اس کی فرضیت کا بیان اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ میں کیا اور اس حدیث میں نماز کے اعلان یعنی اذان کا بیان ہے جس کا حکم حرم قدس کے ماوراء سے دیا گیا۔ ۱۷

پہلے مسند بزار طبع نہیں ہوئی تھی اب اکھبر اللہ یہ کتاب بیروت میں طبع ہو گئی اور ہم نے اصل کتاب میں یہ حدیث دیکھ لی ہے ملاحظہ فرمائیں۔ ۱۸

علامہ بیہقی نے بھی مسند بزار کے حوالے سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ ۱۹

بَابُ الْأَمْرِ بِشَفْعِ الْإِذَاذِ الْقَائِمَةِ  
الْقَامَةِ إِلَّا كَلِمَةً فَإِنَّهَا  
مُتَنَاءٌ

اذان کے کلمات کو دو دو مرتبہ اور ایک کے  
سوا اقامت کے کلمات کو ایک ایک مرتبہ کہنے  
کا حکم

۴۲۲۔ حَدَّثَنَا خُذْتُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ نَاحَتْهُ  
بُخَيْرٌ رَضِيَ عَنْهُ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا سَمِعْتُ  
بُخَيْرَةَ جَمِيعًا عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي خَالِدٍ  
عَنْ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ رَضِيَ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دُعِيَ إِلَى الصَّلَاةِ فَادْعُ بِأَوَّلِ  
الْأَقَامَةِ دَعَاً يَحْيِي فِيهِ حَيَاتِي ثُمَّ عَنِ ابْنِ عُكَيْمٍ فَكَانَتْ  
يَوْمَئِذٍ قَوْلًا لِلْإِقَامَةِ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال  
کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان میں دو دو بار کلمات کہیں اور  
اقامت میں ایک ایک بار۔ ابوبکر کی سند میں ہے :  
تدقامت الصلوٰۃ کے سوا۔

۱۷۔ امام ابوالقاسم عبدالمجید بن عبد اللہ سیسی متوفی ۵۸۱ھ۔ الرضوالنعت ج ۲ ص ۲۰۔ ۱۹۔ مطبعہ مکتبہ فاروقیہ عمان ۱۳۹۹ھ  
۱۸۔ امام ابوبکر احمد بن محمد بن عمرو بن عبد السلام علی بنی بزار متوفی ۲۹۲ھ۔ التجرانہ فی الخوارق بسند البزار ج ۲ ص ۱۴۵۔ ۱۹۔ مطبعہ مکتبہ  
علوم القرآن بیروت ۱۴۰۹ھ۔ ۳۔ حافظ نور الدین ابی نعیم متوفی ۸۰۰ھ۔ کشف الاستار فی مناقب الأئمة البزار ج ۱ ص ۱۵۹۔ ۴۔ مطبعہ مکتبہ الرضا بیروت  
۱۴۰۹ھ۔ حافظ نور الدین ابی نعیم متوفی ۸۰۰ھ۔ مجمع الزوائد ج ۱ ص ۳۲۹۔ مطبعہ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴۰۲ھ



۴۳۳۔ وَحَدَّثَنَا اسْلَمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ اَنَا عِنْدَ الْوَهَّابِ الثَّقَفِيِّ قَالَ نَا خَالِدَ الْحَدَّادِ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ ذَكَرْنَا اَنْ يُعَلِّمُوْا وَفَتَّ الصَّلَاةَ يَتَنَبَّأُ بِتَغْيِرِ قُوَّةٍ فَذَكَرْنَا اَنْ يُنَوِّرُوْا اَنَامًا اَوْ يَضْرِبُوْا قَافُوْسًا قَامَ مِرْيَلَانٌ اَنْ يَشْفَعَ الْاَذَانَ وَيُوْتِرَ اِلَاقَامَةً۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے نماز کے وقت کی ایسی علامت مقرر کرنے کے بارے میں مشورہ کیا جس سے ان کو نماز کے وقت کا پتا چل جائے، بعض نے کہا، نماز کے وقت آگ روشن کرنی چاہیے، بعض نے کہا، ناقوس بجانا چاہیے پھر بلال کو حکم دیا گیا کہ اذان میں دو دوسری کلمات کہیں اور اقامت میں ایک ایک بار۔

۴۳۴۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مَعْمَدٍ عَنْ حَاتِمِ بْنِ قَحْطَبَةَ قَالَ نَا جَعْفَرُ قَالَ نَا وَهَيْبُ بْنُ خَالِدٍ الْحَدَّادُ عَنْ اَبِي هُرَيْرَةَ الْاَسَدِيِّ كُنَّا نَكْتُمُ النَّاسَ ذَكَرُوْا اَنْ يُعَلِّمُوْا بِعَدَلٍ حَدِيثِ الثَّقَفِيِّ غَيْرَ اَنَّهُ قَالَ اَنْ يُنَوِّرُوْا اَنَامًا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بلال کو کلمات اذان میں دو دوسری اور کلمات اقامت ایک ایک بار کہنے کا حکم ہوا۔

۴۳۵۔ وَحَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُحَمَّدٍ الْقَوَارِيرِيُّ قَالَ نَا عِيْدَةُ الْوَارِثِ بْنِ سَعْدٍ وَعَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ عِيْدِ الْمَجِيْدِ كَاذَنَا اَيْشُوْبُ عَنْ اَبِي قِلَابَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنْ يَشْفَعَ الْاَذَانَ وَيُوْتِرَ اِلَاقَامَةً۔

کلمات اقامت کی تعداد میں مذاہب اربعہ حدیث نمبر ۴۳۲، میں ہے: اذان میں کلمات اذان دو دو بار کہیں اور اقامت میں کلمات اقامت ایک ایک بار۔

علامہ یحییٰ بن شرف نوروی شافعی لکھتے ہیں:

کلمات اقامت کی تعداد میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام احمد، امام شافعی کا مشہور مذہب اور جمہور علماء کا یہ قول ہے کہ اقامت کے گیارہ کلمات ہیں: اللہ اکبر، اللہ اکبر، اللہ اکبر، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ، لا الہ الا اللہ۔ امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ اقامت کے دس کلمات ہیں، دو تہات اقامت الصلوٰۃ کو دو بار نہیں کہتے یہ امام شافعی کا قدیم قول ہے اور ہمارا ایک شافعی قول یہ ہے کہ اقامت کے آٹھ کلمات ہیں، اس میں کوئی کلمہ مذہب نہیں ہے، اور امام ابوحنیفہ کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے ستر کلمات ہیں، و اذان کا طرح ہر کلمہ کا کلمہ کرتے ہیں اور یہ مذہب شافعی ہے۔



کلمات اقامت کی تعداد میں امام ابو حنیفہ کے مذہب پر دلائل | ان احادیث کے پیش نظر امام

احمد بن حنبل کا مذہب یہ ہے کہ اذان میں کلمات دو دو مرتبہ کہے جائیں اور اقامت میں قد قامت الصلوٰۃ کے سوا سب کلمات ایک ایک مرتبہ کہے جائیں۔ اس کے برعکس امام اعظم حضرت ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اقامت میں بھی اذان کی مثل دو دو بار کلمات کہے جائیں، اور ان احادیث کا مطلب یہ ہے کہ اذان کے الفاظ میں سے ایک لفظ کو دو لفظوں کی مقدار کے برابر پینچ کر پڑھا جائے، کیونکہ اذان میں آہستہ آہستہ اعلان کرنا مقصود ہوتا ہے اور اقامت (تجکیر) میں ایک لفظ کو ایک لفظ کی مقدار کے برابر پڑھا جائے، کیونکہ اقامت میں سرعت مقصود ہوتی ہے۔

رہا یہ کہ امام اعظم کے مسلک پر کیا دلیل ہے جس کی وجہ سے ان احادیث کا یہ ترجیح کی گئی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ بحکث احادیث سے ثابت ہے کہ اذان اور اقامت دونوں میں الفاظ اذان کو دو دو بار پڑھا جائے ملاحظہ فرمائیے!

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبد اللہ بن زید سے روایت کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن زید قال کان اذان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شقاً شقاً فی الاذان و الاقامة۔ ۱۰

حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اذان اور اقامت دونوں میں کلمات اذان اور کلمات اقامت دو دو بار پڑھے جاتے تھے۔

واضح ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ وہ صحابی ہیں جنہوں نے غراب میں فرشتہ کو اذان اور اقامت کہتے سنا پھر دوبار رسالت میں یہ غراب بیان کیا اور اس کے بعد سرکار ابد قرار صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اذان دینے کا حکم دیا۔

یہ امام ترمذی نے اپنی جامع میں اور امام ابو داؤد نے اپنی سنن میں متعدد اسانید کے ساتھ حضرت ابو داؤد رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے۔

الاقامة سبع عشرة كلمة۔ ۱۱

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۲

اور یہ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جب کلمات اقامت کو اذان کی طرح دو دو بار پڑھا جائے۔

اس کے علاوہ امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ ابن ابی سیل سے روایت کرتے ہیں کہ!

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کو نماز کے لیے ایک مقررہ وقت پر جمع کرنے کے طریقہ پر غور کر

۱۰۔ امام ابو نعیم محمد بن نعیم ترمذی متوفی ۲۵۵ھ، جامع ترمذی ص ۵۵، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی کتب گراچی

۱۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۵۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ لاہور ۱۴۰۵ھ

۱۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۵۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۴۳، مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ لاہور ۱۴۰۵ھ



رہے تھے تو اس وقت آپ کی خدمت میں ایک انصاری صحابی آئے اور عرض کیا

یا رسول اللہ انی لما رجعت لدارایت من  
اہتمامک دایت رجلا کان علیہ ثوبین اخضرین  
فقام علی المسجد فاذا نثر تعدا تعدا ثم قام فقال  
مثلها الا انه یقول قد قامت الصلوة فقلن رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لقد ارسل اللہ خیرا فہ  
بللا فلیؤذن بہ

یا رسول اللہ جب میں آپ کو طریقہ وقت متعین کرنے  
کے بارے میں متفکر دیکھ کر گھر گیا تو اس کے بعد میں  
نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا جس نے دو سبز کپڑے  
پہنے ہوئے تھے وہ شخص مسجد میں کھڑا ہوا تھا اس  
نے اذان دی پھر وہ تھوڑی دیر بیٹھا اور پھر اس نے  
اذان کی مثل کلمات کہے اور اخیر میں قد قامت الصلوة  
بھی کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے  
اچھا خواب دیکھا بلال کہ یہ کلمات بتلا کر ان سے اذان  
دراؤ۔

اس حدیث کو امام البراد نے ایک اور سند کے ساتھ بھی ابن ابی سیلی سے روایت کیا ہے اور ان دونوں  
حدیثوں میں اس بات کی تصریح ہے کہ اذان اور اقامت میں قد قامت الصلوة کے سوا اور کوئی فرق نہیں  
ہے، نیز اذان اور اقامت دونوں میں کلمات اذان کو دو بار کہا جاتا ہے۔  
امام البراد کے علاوہ اس حدیث کو ابن ابی سیلی سے حافظ بیہقی نے بھی روایت کیا ہے (سنن کبریٰ  
ج ۱ ص ۲۹)۔

حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

کان عبد اللہ بن زید الانصاری یؤذن للنبی صلی  
اللہ علیہ وسلم یشفع الاذان والاقامة۔  
حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اذان دیتے تھے اور  
اذان اور اقامت میں دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

نیز حافظ ابن ابی شیبہ اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

ان بللا کان یثنی الاذان والاقامة۔  
حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں  
دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

اور امام طحاوی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن بلال انہ کان یثنی الاذان والاقامة۔  
حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان اور اقامت میں

۱۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۷۷۵ھ، سنن البراد ج ۱ ص ۴۱، مطبوعہ مطبعہ مجتہبان پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

۲۔ حافظ ابو عبد اللہ ابن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ، مصنف ابن ابی شیبہ ج ۱ ص ۱۳۸، مطبوعہ مکتب

۳۔ امام ابو جعفر طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح معانی الآثار ج ۱ ص ۹۲، مطبوعہ مطبعہ مجتہبان لاہور



دو دو بار کلمات کہتے تھے۔

یہ حدیث مصنف عبد الرزاق اور سنن دارقطنی میں بھی مذکور ہے۔

علامہ زرقانی نے امام ابن حبان کے حوالہ سے ذکر کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
الاذان والاقامۃ واحدۃ۔ ۱۰

امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے اپنی اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو محمد ذرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اذان اور اقامت سکھوائی، اور فرمایا کہ اقامت کے یہ سترہ کلمات ہیں:

اور فرمایا کہ اقامت کے یہ سترہ کلمات ہیں، اللہ اکبر  
اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ، اشہد ان لا الہ الا اللہ،  
اشہد ان محمد رسول اللہ، اشہد ان محمد رسول اللہ، حی علی الصلوٰۃ  
حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، قد قامت  
الصلوٰۃ، قد قامت الصلوٰۃ۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر،  
لا الہ الا اللہ۔

والا قامة سبع عشر كلمة الله اكبر الله اكبر  
الله اكبر الله اكبر اشهد ان لا اله الا الله اشهد  
ان لا اله الا الله اشهد ان محمد رسول  
الله اشهد ان محمد رسول الله حي على  
الصلوة حي على الصلوة حي على الفلاح  
حي على الفلاح قد قامت الصلوة قد  
قامت الصلوة الله اكبر الله اكبر لا اله الا الله۔ ۱۱

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے بھی روایت کیا ہے۔ ۱۲

اس حدیث میں اس بات کی مکمل وضاحت ہے کہ اقامت میں دو دو کلمات کہے جاتے ہیں اور احناف کثر جم اللہ  
کامسک ان تمام امارت کے مطابق ہے، اس لیے اقامت کے بارے میں علامہ ردی کا احناف کے مسک پر شاذ  
قرار دینا درست نہیں ہے، بلکہ تحقیق یہ ہے کہ اس باب میں ائمہ ثلاثہ کا مسک خود شاذ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کے مؤمنین اور عہد صحابہ و تابعین کے مؤمنین کے طریقہ کے مخالف ہے، حتیٰ کہ علامہ کاسانی تحریر فرماتے ہیں کہ:

وقال ابو حنيفة النخعي كان الناس يشفون

ابراہیم بنی جیسے صادق القول نے فرمایا کہ  
ہمیشہ سے مسلمان کلمات اقامت کو دو دو مرتبہ کہتے آئے  
تھے یہاں تک کہ بنی امیہ نے خروج کیا اور کلمات اقامت  
کو ایک ایک بار کہنا شروع کیا۔ اور یہ عمل بدلتا ہے۔  
الحمد للہ ان تمام حوالوں سے احناف اور جم اللہ کے مسک کی حقانیت آفتاب نیم روز سے بھی زیادہ روشن ہو گئی۔

الاقامة حتى يخرج هؤلاء يعني بني امية فافردوا  
الاقامة ومثله لا يكذب وأشار الى كون الاقامة  
بدلت۔ ۱۳

## بَابُ صِفَةِ الْاَذَانِ

### اذان کا طریقہ

۱۔ علامہ محمد بن عبدالحق زرقانی متوفی ۱۱۲۲ھ، شرح المواہب اللدنیہ ج ۳ ص ۱۳۱، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت  
لکے۔ ۱۴ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۰، مطبوعہ کالمقاہ نور محمد کراچی  
لکے۔ ۱۵ امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ص ۱۰، مطبوعہ مطبعہ مکتبہ ثانی لاہور  
لکے۔ ۱۶ علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی متوفی ۸۷ھ، ابدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۲۸، مطبوعہ المکتبۃ المدینہ کراچی۔ ۱۷







## اذان میں ترجیح کرنے کی تحقیق

امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہیے۔ اس کے برخلاف امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اذان کے شروع میں دو مرتبہ اللہ اکبر کہنا چاہیے، امام مالک اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں، جب کہ قبیلہ اللہ کا استدلال دوسری احادیث سے ہے، جن میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے، مثلاً ابن ماجہ اور ابو داؤد نے ابو محذورہ سے یہی حدیث روایت کی ہے، اور اس میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے، دیکھئے سنن ابن ماجہ ص ۵۲ اور سنن ابو داؤد ص ۷۳۔

ان کے علاوہ حافظ بیہقی نے ابو محذورہ سے اذان کے جو کلمات روایت کیے ہیں، ان میں اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کا ذکر ہے۔

اور ان احادیث کے تمام راوی ثقہ ہیں اور ثقہ راوی کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، اس لیے یہ احادیث مسلم شریف کی حدیث پر ترجیح دیں اور حدیث مسلم مرجح ہے، نیز اس کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیگر مؤثر قول سے بھی ہوئی، کیونکہ عبد اللہ بن زید جو اذان کے باب میں اصل ہیں ان کی اذان میں بھی اللہ اکبر کا چار مرتبہ ذکر ہے اور بلال بھی چار مرتبہ اللہ اکبر کہتے تھے۔ دیکھئے سنن ابو داؤد ص ۳۱، سنن ابن ماجہ ص ۵۲، بہر حال اسی تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ اذان کے شروع میں چار مرتبہ اللہ اکبر کہنا احادیث سے ثابت اور ترجیح سے ہے اور اس کے برخلاف امام مالک کا مسلک صحیح نہیں ہے۔

امام مالک اور شافعی کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیح کرنا چاہیے، یعنی اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اشہد ان محمد رسول اللہ کو پہلے دو مرتبہ آہستہ آواز سے کہنا چاہئے اور بعد میں دو مرتبہ بلند آواز سے کہنا چاہئے اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ اذان میں ترجیح نہیں کرنی چاہئے، یعنی باقی کلمات اذان کی طرح شہادتین کو بھی صرف دو مرتبہ پڑھنا چاہئے اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ ہر دو کو اختیار ہے خواہ ترجیح کرے یا نہ کرے۔

امام مالک اور امام شافعی کی دلیل حدیث مذکور ہے، جس میں ابی ابو محذورہ نے ترجیح روایت کی ہے احادیث اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ ابو محذورہ نے کفار کے خوف سے شہادتین کو آہستہ آہستہ پڑھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ان سے بلند آواز سے شہادتین کو پڑھا دیا۔

ثانیاً ابو محذورہ جو کچھ پہلے کافر تھے اور اسلام کو ناپسند کرتے تھے، اس لیے انھوں نے شہادتین کو آہستہ پڑھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے دل میں شہادتین کو راسخ کرنے کے لیے دوبارہ بلند آواز سے شہادتین کے کلمات کو پڑھا دیا، لہذا اس حدیث سے ترجیح کا مسنون ہونا ثابت نہیں ہوتا۔

امام مالک اور امام شافعی کی دوسری دلیل وہ حدیث ہے جس کو امام ابو داؤد نے مذکورہ ذیل سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حد ثنا مسود ثنا الحارث بن عیینہ عن محمد بن عبد الملک بن

ابی محمد ذوق عن ابیہ عن جدہ قال قلت یا رسول اللہ علی منی منۃ

الاذان قال فممن مقدم راسی قال تقول اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ

لہ حافظ ابو عمرو یوسف بن عبد اللہ بن محمد بن عبد البر مالکی متوفی ۴۶۳ھ الا شیخ ابی ہاشم الاشیعاب ۴۶۴ھ مطبوعہ دار الفکر بیروت



اَکْبَرُ اللّٰهِ اَکْبَرُ تَرْفَعُ بِهَا صَوْتُكَ تَحْتَ قَوْلِ الشَّهَادَةِ اِنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ  
اشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ  
اشْهَدُ اَنْ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ تَحْقِيقُ بِهَا صَوْتُكَ  
تَحْتَ تَرْفَعُ بِهَا صَوْتُكَ اشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(الحديث)

پھر تقدیم فرمایا اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر اللہ اکبر  
بلند آواز سے کہو پھر اشہدان لا الہ الا اللہ اشہدان  
لا الہ الا اللہ اشہدان محمد رسول اللہ اشہدان محمد  
رسول اللہ آہستہ آواز سے کہو اس کے بعد بلند آواز  
سے شہادتین کے کلمات کو دو بارہ کہو۔

اس حدیث کی سند ضعیف ہے لہذا اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، اس حدیث کی سند میں ایک  
راوی عمار بن عبید ہے، ابن حنین نے اس کو ضعیف قرار دیا۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں یہ مصنف بکھیر  
ہے، دوسرا راوی محمد بن عبد الملک ہے، اس کے بارے میں ابن یقطان نے ذکر کیا ہے کہ یہ مجہول ہے  
اس کے بعد ابو مخذومہ کے بیٹے کا ذکر ہے، ان کے بارے میں علی بن مدینی کہتے ہیں کہ ابو مخذومہ کے بیٹوں  
سے روایت کرنے والے تمام راوی ضعیف ہیں۔

اور اگر شافعی و مالکی حضرات کو اس ضعیف سند حدیث سے ہی استدلال کرنے پر اصرار ہو تو ان کی حدیث  
میں گذارش ہے کہ علامہ ابن حبان نے طبرانی کے حوالے سے اسی قسم کی سند سے ایک روایت ذکر کی ہے جس میں  
تصریح ہے حضرت ابو مخذومہ افان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو:

حضرت ابو مخذومہ کے پوتے کے بیٹے بیان  
کرتے ہیں کہ میں نے اپنے دادا عبد الملک بن ابی  
مخذومہ سے سنا ہے وہ کہتے ہیں کہ انھوں نے اپنے  
والد حضرت ابو مخذومہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک ایک حرف افان  
القاء کی، اللہ اکبر اللہ اکبر آخر تک، اور اس افان میں  
انھوں نے ترجیع کا ذکر نہیں کیا۔

روی الطبرانی فی الاوسط حدثنا احمد بن عبد البر  
بن عبد اللہ البغدادی حدثنا ابو جعفر الفیضی حدثنا  
ابو اہیم بن اسماعیل بن عبد الملک بن ابی مخذومہ قال  
سمعت جدی عبد الملک بن ابی مخذومہ یقول سمع اباہ  
ایما مخذومہ یقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم افان  
اذان حرفاً حرفاً اللہ اکبر اللہ اکبر الخ آخرہ و  
لہذا ذکر ترجیعاً

علامہ یہ ہوا کہ جس حدیث میں ابو مخذومہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اذان کی تعلیم دینے اور ترجیع کا  
ذکر ہے وہ مؤول ہے اور جس حدیث میں ترجیع کا حکم ہے وہ ضعیف سند ہے، اور بر تقدیر تنزل اس کا  
مسار من طبرانی میں مذکور ہے، وہیں حالات افان میں ترجیع کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتی۔

احناف جو کہتے ہیں کہ افان میں ترجیع نہیں ہے اس کی دلیل حضرت عبد اللہ بن زید کی حدیث ہے جس میں  
ترجیع نہیں ہے اور یہ سب کے نزدیک مسلم ہے۔

اس کے علاوہ تحقیق یہ ہے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنی اذان میں ترجیع نہیں کرتے تھے۔

- ۱۔ امام ابو داؤد سجستانی متوفی ۲۴۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۲، مطبوعہ مطبعہ مہتمیاتی پاکستان لاہور  
۲۔ علامہ علاؤ الدین ابن ترکمانی متوفی ۴۲۵ھ، المعجم النسخی علی ما مشی البیہقی ج ۱ ص ۳۹۲، مطبوعہ نشر السنۃ عمان  
۳۔ علامہ ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۱۲، مطبوعہ مکتبہ فوریہ رضویہ سکھر



علامہ احمد قسطلانی نے لکھا ہے کہ بلال لا یدعی " بلال اذان میں ترجیح نہیں کرتے تھے۔ (شرح المصابیح  
الدریۃ للذرقانی ج ۱ ص ۱۳۷)

اور علامہ ابن ترکانی تحریر فرماتے ہیں:

وقال ابن الجوزی لا یختلف فان بلال کان

اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ حضرت بلال اذان

میں ترجیح نہیں کرتے تھے۔

لا یدعی۔

اور علامہ زملینی فرماتے ہیں کہ اول تو اذان میں ترجیح کی زیادتی ثابت نہیں، اور اگر بالفرض والتقدیر ثابت ہو  
بھی تو یہ زیادتی منسوخ ہو چکی ہے، کیونکہ حضرت بلال کی اذان آخری اذان ہے، کیونکہ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم حنین سے واپس مدینہ تشریف لے گئے تو حضرت بلال کو ان کی اذان اور اقامت پر مقرر رکھا۔ اس  
کے بعد فرماتے ہیں:

قيل لابي عبد الله يحيى احمد بن حنبل اليس حديث ابو جعفر

بعد حديث عبد الله بن ثابت ان اذان حاديث ابي جعفر بعد فتح

مكة فقال اليس قد رجع النبي صلى الله عليه وسلم الى المدينة

فاذن بلال على اذان عبد الله بن ثابت له

امام احمد بن حنبل سے یہ کہا گیا کہ حدیث ابن

محمد ورنہ حدیث عبد اللہ بن زید کے بعد ہے کیوں کہ

حدیث عبد اللہ بن زید فتح مکہ سے پہلے ہے اور حدیث

ابی محمد ورنہ فتح مکہ کے بعد ہے امام احمد نے اس کے جواب میں

فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ پہنچ کر حضرت بلال کو حضرت عبد اللہ

بن زید کی اذان پر مقرر نہیں رکھا۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زید کی اذان میں ترجیح کی زیادتی جن احادیث صحیحہ میں مذکور  
ہے۔ وہ تعلیم پر محمول ہیں، اور جن احادیث میں یہ تصریح ہے کہ ہر اذان میں ترجیح کی جائے وہ سب سند کے اعتبار  
سے صحیح نہیں ہیں، علامہ ازیں اسی قسم کی احادیث سے اس کے برعکس عدم ترجیح بھی ثابت ہے۔ اور اگر بالفرض  
ان کو مان بھی لیں تو حضرت بلال کی اذان سے ترجیح منسوخ ہے یہ شافعیہ کے دلائل کے جوابات ہیں، اور اخلاف  
کی دلیل یہ ہے کہ اذان میں اصل عبد اللہ بن زید کی حدیث ہے جس میں ترجیح نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے حضرت بلال کو اخیر وقت تک انہی کی اذان پر مقرر رکھا، اس تفصیل سے ثابت ہو گیا کہ اذان کی صحیح  
کیفیت جو احادیث سے ثابت ہے، وہ اذان میں ترجیح کا وہ برتاؤ ہے، اور وہی احسان کثر جم اللہ کا مذہب ہے۔

ایک مسجد میں دو مؤذن رکھنے کا استحباب

باب استحباب إتيان المؤذنين للمسجد الواحد

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے حضرت

بلال اور نابینا صحابی حضرت ابن اُم مکتوم۔

۴۷۷۔ حَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ قَالَ سَأَلْتُ فِي قَالَ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ عَنْ

تَأْيِيدِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وَسَلَّمَ مُؤَذِّنًا يَدُلُّ ابْنَ أُمِّ مَكْتُومٍ الْأَعْمَى۔



۴۸۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُسَيْرٍ قَالَ نَأَىٰ عَنْهُ قَالَ ثَابِتٌ  
اللَّهِ قَالَ نَأَىٰ الْقَائِمُ عَنْ عَائِشَةَ وَثَلَّةَ

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔  
مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مؤذن تھے حضرت بلال اور حضرت ابن ام مکتوم، جو مسجد نبوی میں اذان دیتے تھے، مگر میں حضرت ابو محمدؓ مؤذن تھے اور قبا میں سعد قرظی رضی اللہ عنہ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایک مسجد میں ایک سے زیادہ مؤذن مقرر کیے جاسکتے ہیں اور یہ کہ نابینا شخص بھی اذان دے سکتا ہے بشرطیکہ کوئی شخص اس کو وقت کی خبر دے، نیز یہ کہ کسی شخص کا پہچان بتلانے کے لیے اس کا کوئی پیدائشی عیب ذکر کر دیا جائے مثلاً نابینا، یا مسکرا، یا نادغیرہ تو یہ غیبت نہیں ہوتی غیبت تب ہوتی جب اس کا عیب بیان کر لے سے اس کی مذمت کرنا مقصود ہو۔ غیبت کی مکمل تحقیق شرح صحیح مسلم جلد ہجاء میں ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابن ام مکتوم کی سوانح  
حضرت ابن ام مکتوم کا پورا نام عمرو بن ام مکتوم ہے، زیادہ مشہور یہی نام ہے بعض حضرات نے عبد اللہ بن ام مکتوم بھی ذکر کیا ہے۔ ابن ام مکتوم ان صحابہ میں سے تھے جو مکہ میں ابتداً اسلام لائے تھے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی غزوہ میں تشریف لے جاتے تھے حضرت ابن ام مکتوم کو ناز پڑ جانے کے لیے اپنا خلیفہ اور نائب مقرر کر جاتے۔ ابن عبد اللہ نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ غزوات میں حضرت ابن ام مکتوم کو اپنا خلیفہ بنایا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جنگ قادسیہ میں آپ شہید ہو گئے، اور بعض مؤرخین نے ذکر کیا ہے کہ جنگ قادسیہ میں آپ واپس آ گئے تھے اس کے بعد آپ وفات پا گئے۔ آپ کے بارے میں قرآن کریم میں سورہ عبس اور غیر اولی الضرر ایک آیت نازل ہوئی۔

بَابُ جَوَازِ اَذَانِ الْاَعْلٰی اِذَا كَانَ مَعَهُ بَصِيْرٌ

۴۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيٰى ابْنُ زَيْدٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ  
اَنَّهُ سَمِعَ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ ابْنُ مَسْكُودٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ  
كَانَ ابْنُ اُمِّ مَكْتُومٍ يُؤَذِّنُ لِرَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ اَعْلٰی

امام مسلم نے اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔  
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اذان دیتے تھے اور وہ نابینا تھے۔



قَالَ تَابِعِيُّ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ وَهْبٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ عَبْدِ اللَّهِ وَ  
سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ ابْنُ سَلَامٍ وَصَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : علامہ زکریا مچھتے ہیں :

جب نابینا کے ساتھ بصیر ہو تو اس کی اذان صحیح ہے اور بوجہ کراہت جائز ہے، جیسے حضرت بلال اور حضرت  
ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہما دو مؤذن تھے۔ ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ صرف نابینا کو مؤذن رکھنا مکروہ ہے۔

بَابُ الْإِمْسَاكِ عَنِ الْإِعَارَةِ عَلَى قَوْمٍ  
فِي دَارِ الْكُفْرِ إِذَا سَمِعَ فِيهِمُ الْإِذَانَ  
سننے کے بعد ان پر حملہ کرنا بھی مکروہ ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طلوع فجر کے وقت  
(کفار کی بستیوں پر) حملہ کرتے اور کان لگا کر اذان  
سننے، اگر کسی بستی سے اذان کی آواز آتی تو حملہ  
نہ کرتے، ورنہ حملہ کر دیتے۔ آپ نے ایک  
شخص کو کہتے ہوئے سنا اللہ اکبر اللہ اکبر، رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، علی الفطرة یعنی یہ شخص  
مسلمان ہے، پھر اس نے کہا اشہد ان لا اله الا اللہ  
اشہد ان لا اله الا اللہ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا جہنم سے آزاد ہو گیا، صحابہ کرام نے اس  
شخص کو دیکھا تو وہ ایک بکریاں چرانے والا تھا۔

۵۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ وَهْبٍ قَالَ تَابِعِيُّ  
يَعْنِي ابْنَ سَعِيدٍ عَنْ حَمَّادٍ وَبْنِ سَلَمَةَ قَالَ تَابِعِيُّ  
عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَيِّرُ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ وَكَانَ يَسْمَعُ  
الْإِذَانَ فَإِنْ سَمِعَهُ أَذَانًا أَمْسَكَ وَلَا إِذَا سَمِعَهُ  
رَجُلًا يَقُولُ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الْفِطْرَةِ ثَلَاثَتَانِ  
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللَّهِ  
وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَخَرَجَتْ مِنَ الْمَنَازِلِ فَمَنْظَرُهَا فَإِذَا هُوَ سَارِعٌ  
مَعْرَى.

مت : اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ جس جگہ اذان وہی جاری ہو وہاں حملہ نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ اذان کی آواز  
ان کے مسلمان ہونے کی دلیل ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ توحید و رسالت کی گواہی کا اظہار اسلام ہے۔  
اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ کسی شخص کو تنہا کسی جگہ میں گناہ پڑھنی پڑے، تو اس کو اذان دینی چاہیے، اور  
یہ کہ اذان شمار اسلام سے ہے، نیز اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر دلیل ہے، کیونکہ  
آپ نے اس بکریاں چرانے والے کو جہنم سے نجات پانے کی بشارت دی اور آخرت کے احوال امور  
غیب سے ہیں۔

✱



يَا أَيُّهَا اسْتَجَابَ الْقَوْلَ مِثْلَ قَوْلِ الْمُؤَدِّينَ  
لَمَنْ سَمِعَهُ ثُمَّ يُصَلِّي عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثُمَّ يَسْأَلُ لَهُ الْوَسِيلَةَ

۵۵۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَدَأْتُ عَلَى  
مَالِكٍ عَنْ ابْنِ رِشْدَانَ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيدَ اللَّيْثِيِّ  
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ إِيَّاكُمْ اسْمِعْتُمْ الشَّيْءَ فَقُولُوا مِثْلَ مَا  
يَقُولُ الْمُؤَدِّونَ۔

۵۵۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَمَةَ الْأَمَّادِيُّ قَالَ  
كَأَنَّكَ اللَّهُ يُنْزِلُ وَهَبَ عَنْ حَبِيبَةَ فَسَعِيدُ بْنُ أَبِي  
أَيُّوبَ وَغَيْرُهُمَا عَنْ كَعْبِ بْنِ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَتِيٍّ وَبْنِ الْأَعْمَاسِ أَنَّ سَمِعَهُ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِيَّاكُمْ اسْمِعْتُمْ الْمُؤَدِّينَ  
فَقُولُوا مِثْلَ مَا يَقُولُونَ ثُمَّ صَلُّوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مَنْ  
صَلَّى عَلَيَّ صَلَوةً صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ بِهَا عَشْرًا ثُمَّ سَلَا  
اللَّهُ إِلَى الْوَسِيلَةِ فَإِنَّمَا مَنَزَلَتْنِي فِي الْجَنَّةِ أَنْ تَقْبَلَنِي  
إِلَّا بِعَبْدٍ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ وَأَرْجُو أَنْ أَكُونَ أَكْفَحُو  
كَفَنَ سَأَلَ اللَّهُ إِلَى الْوَسِيلَةِ حَلَّتْ عَلَيْهِ الشَّقَاعَةُ۔

۵۵۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَدَأْتُ عَلَى  
مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْقَافِي قَالَ قَالَ لَا سَمْعِيلُ بْنُ  
جَعْفَرٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ عَمْرِو بْنِ عُمَيْدٍ عَنْ حَبِيبِ بْنِ عَمْرِو  
الرَّحْمَنِ بْنِ آسَافٍ عَنْ حَقْوِينَ بْنِ عَامِرٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ  
الْحَطَّابِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّاهُ عَمْرَيْنِ الْحَطَّابِ قَالَ  
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَانَ  
الْمُؤَدِّونَ اللَّهُ أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ فَقَالَ أَحَدُكُمْ اللَّهُ  
أَكْبَرُ اللَّهُ أَكْبَرُ ثُمَّ قَالَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ

اذان کا جواب دینے اور پھر نبی صلی اللہ  
علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھنے اور آپ کے  
لیے وسیلہ کے سوال کرنے کا استحباب

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب  
تم اذان سنو تو اس کے جواب میں وہی کلمات کہو جو  
مؤذن نے کہے ہیں۔

حضرت عبد اللہ بن عمر بن العاص رضی اللہ عنہما  
بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا  
جب تم مؤذن سے اذان سنو تو اس کی مثل کلمات کہو پھر  
مجھ پر رکھ دو پڑھو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک بار درود  
پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا  
ہے۔ پھر میرے لیے جنت میں "وسیلہ" کی دعا مانگو،  
کیونکہ وہ جنت کا ایک ایسا مقام ہے جو اللہ تعالیٰ  
کے بندوں میں سے صرف ایک بندہ کو ملے گا، اور  
مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہوں گا اور جو شخص میرے  
لیے اس مقام کی دعا مانگے گا اس کے حق میں میری رحمت  
واجب ہو جائے گی۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب  
مؤذن اللہ اکبر اللہ اکبر کہے تو تم میں سے ہر ایک کو اس  
اس کے جواب میں اللہ اکبر اللہ اکبر کہے، پھر مؤذن  
اشہد ان لا اله الا اللہ کہے تو وہ بھی اشہد ان لا اله الا  
اللہ کہے پھر مؤذن کہے اشہد ان محمد رسول اللہ تو  
وہ بھی اشہد ان محمد رسول اللہ کہے پھر مؤذن حی  
علی الصلوٰۃ کہے تو وہ کہے لا حول ولا قوۃ الا باللہ،







الجنة۔ لہ

راکھوں پہاٹگوشتے رکھ کر چرے میں اس کی قیادت  
کر کے اس کو جنت کی صفوں میں داخل کر دوں گا۔

اسی کے متقارب المعنی حدیث علامہ طحاوی نے بھی مرفوعاً ذکر کی ہے اور یہ تصریح کی ہے کہ فضائل اعمال  
میں اسی قسم کی احادیث کافی ہیں۔ لہ

اور علامہ علی قاری رحمہ الباری نے تحریر کیا ہے:

وکل ما يروى في هذا فلا يصح رفعه اليه  
قلت اذا ثبتت على الصحيح فيمكن العمل به  
لقوله عليه السلام عليكم بسنتي وسنة الخلفاء  
الراشدين۔ لہ

علامہ سخاوی نے کہا انگوشتے چرے کے بارے  
میں احادیث کی اسانید صحیح نہیں ہیں ایسی حسن یا ضعیف  
ہیں۔ علامہ علی قاری اس کے جواب میں فرماتے ہیں جب  
صحیح سند سے ثابت ہو گیا کہ حضرت ابو بکر صدیق نے  
اذان میں انگوشتے چرے کی تویہ ہمارے عمل کے لیے  
کافی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا: ”میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت پر  
عمل کرو“

اذان سننے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا اس حدیث میں

اللہ علیہ وسلم نے اپنے لیے دو دعائیں کر کے کے لیے فرمایا ایک دُعا رحمت یعنی درود شریف، دوسرے وسیلہ  
یعنی جنت میں مقام خاص کے حصول کی دُعا۔

لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کوئی شخص اس قصہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دُعا  
رحمت (درود شریف) کرے کہ اس کی دُعا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی فائدہ پہنچے گا اور اس کی دُعا سے  
آپ کو کوئی رحمت حاصل ہوگی ایسا سچا یقیناً گمراہی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خود رحمت مجسم ہیں۔  
رحمت لقا لہین ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہمیشہ آپ پر رحمت نازل فرماتا رہتا ہے اس کے فرشتے آپ کے لیے  
طلب رحمت کرتے ہیں۔ بلکہ آپ کے روضہ انور پر ہزار فرشتے کھڑے درود پڑھتے ہیں۔ لہ

اس لیے اذان سن کر جو شخص درود پڑھے وہ یہ سمجھ کر پڑھے کہ اس درود پڑھنے میں میرا فائدہ ہے اور  
اللہ تعالیٰ اس بہاد سے مجھ پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔ نیز جب میں سرکار پر درود پڑھوں گا اور آپ کے

لہ۔ علامہ سید محمد امین ابن فابین ثانی متوفی ۱۲۵۲ھ رد المحتار ج ۱ ص ۳۷۰، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

لہ۔ علامہ سید احمد طحاوی متوفی ۱۲۳۱ھ حاشیۃ الطحاوی علی مرقی الفلاح مطبوعہ مطبعہ معتمدی البانی داودہ مصر ۱۲۵۷ھ

لہ۔ علامہ بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، موضوعات کبیر ص ۴۲، مطبوعہ مطبعہ مجتبیٰ دہلی، کبریٰ میریہ برائے مصر ۱۳۱۳ھ

لہ۔ علامہ حسن بن منصور اور حنفی المعروف بقاضی عثمان متوفی ۲۹۵ھ فتاویٰ قاضی خاں علی الشافعی ج ۱ ص ۳۱۹، مطبوعہ مطبعہ



لیے دعا رحمت کروں گا تو میرا شمار بھی آپ کے خیر خواہوں اور ملک خوار غلاموں میں ہو جائے گا۔

**اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کے معمول کا شرعی حکم** | اس حدیث میں یہ ظاہر اذان سننے پڑھنے کا حکم ہے، لیکن بعض علماء نے لکھا ہے کہ یہ حکم اذان دینے والے کو بھی شامل ہے، اور اس حدیث میں درود شریف پڑھنے کو سہر یا جہر کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا، اس لیے اذان کے بعد آہستہ درود شریف پڑھنا اور بلند آواز سے پڑھنا ہر طرح جائز ہے۔ بعض مساجد میں اذان سے پہلے درود شریف پڑھا جاتا ہے، ہر چند کہ اذان سے منقطع پہلے درود شریف پڑھنا بھی جائز ہے، تاہم اگر اذان کے بعد درود شریف پڑھا جائے تو اس حدیث کے مطابق ہو گا۔ نیز اذان کے بعد درود شریف ہمیشہ جہر کے ساتھ نہ پڑھا جائے بلکہ کبھی آہستہ اور کبھی جہر کے ساتھ پڑھا جائے تاکہ یہ لازم نہ آئے کہ اپنی خواہش سے درود شریف کو ملّا جہر کے ساتھ مقید کر لیا ہے، بعض مساجد میں اذان سے پہلے داتا جہر سے درود شریف پڑھتے ہیں ہر چند کہ اس کے جواز کی بھی گنجائش ہے تاہم بہتر طریقہ یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے دور میں اذان دی جاتی تھی اسی طرح اذان دی جائے اور اذان کے ساتھ اپنی طرف سے کسی سابقہ اور لاحقہ کا اضافہ نہ کیا جائے، تاہم جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی بناء پر اذان سے کچھ پہلے یا کچھ بعد درود شریف پڑھتے ہیں اس کو بدعت سیئہ کہنا بھی حد اعتدال سے تجاوز ہے۔

**اذان سے پہلے درود شریف پڑھنے کی ابتداء کب سے ہوئی؟** علامہ علائی لکھتے ہیں:

اذان کے بعد سلام پڑھنے کی ابتداء مسیحیوں نے  
بھجری کے ربیع الآخر میں پیر کی شب عشاء کی اذان سے  
ہوئی۔ اس کے بعد جمعہ کے دن اذان کے بعد سلام پڑھا  
گیا، اس کے دس سال بعد مغرب کے مواتیم نمازوں  
میں درود تہ سلام پڑھا جانے لگا اور مغرب میں بھی یہ بدعت حسنہ ہے۔

مؤرخوں نے جمہور اور صحیح کے علاوہ فرائض کی  
تمام ازانوں کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ  
وسلام پڑھنا شروع کر دیا ہے، وہ ان نمازوں میں صلوٰۃ  
وسلام کو اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اور مغرب کی اذان  
میں صلوٰۃ وسلام بالکل نہیں پڑھتے کیونکہ اس کا وقت تنگ

التسلیم بعد الاذان حدث فی ربیع الآخر سنۃ  
سبعاً وثمانین وثمانین فی عشاء لیلة  
الاثنين ثم یوم الجمعة ثم بعد عشر مستین  
حدث فی البکل الا المغرب ثم فیہا مرتین وهو  
بدعة حسنة

علامہ سخاوی لکھتے ہیں:

قد احدث المؤمنون الصلوٰۃ والسلام  
علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عقب الاذان  
للغرض الخمس الا الصبح والجمعة فامتنع  
یقدمون ذلک فیما علی الاذان والا المغرب  
فانہم لا یفعلونہ اصلاً لضیق وقتہا وکان ابتداء

علامہ علائی قالین الحنفی مرقی ۱۰۸۰ھ در مختار علی امثل المروج ۳۷۲ھ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۲ھ



حدث ذلك من أيام السلطان الناصر صلاح الدين  
ابن المظفر يوسف بن ايوب واصله واما تبديل  
ذلك لانه لما قتل الحاكم بن العزيز امرت اخته  
بقتل الملك ان يسلمو على ولده الظاهر فسلمو  
عليه بما صومته السلام على الامام الظاهر ثم  
استمر السلام على الخلفاء بعده خلفا بعد خلف  
الى ان ابطله الصلاح المذكور جوده خيرا وقد  
اختلف في ذلك هل هو مستحب او مكروه او  
يدعى او مشروع واستدل الاول بقوله تعالى  
وافعلوا الخير ومعلوم ان الصلوة والسلام  
من اجل القرب لانيبها وقد تواردت الاخبار  
على الاحت على ذلك مع ما جاء في فضل الدعاء  
عقب الاذان والمثنت الاخير من الليل وقرب  
الفجر والصواب انه بدعت حسنة يوجبها الله  
بحسن نية يله

جو تاس ہے۔ اس کی ابتداء سلطان ناصر صلاح الدين المظفر  
يوسف بن ايوب کے زمانہ میں اس کے حکم سے ہوئی اس  
سے پہلے جب ملک ابن العزيز قتل کیا گیا تھا تو ابن العزيز  
کی بہن جو بادشاہ کی بیٹی تھی اس نے حکم دیا کہ رازان کے  
بعد اس کے بیٹے ظاہر پر سلام پڑھا جائے جس کی  
یہ صورت تھی "السلام على الامام الظاهر" پھر  
اسی کے بعد یہ طریقہ اس کے خلفاء میں جاری رہا تا آنکہ  
سلطان صلاح الدين نے اس کو ختم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے  
اس کو جزائے خیر سے۔ اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام  
پڑھنے میں اختلاف ہے کہ یہ مستحب ہے، مکروہ  
ہے، بدعت ہے یا جائز ہے۔ اس کے استحباب پر  
اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا گیا ہے،  
ترجمہ "نیکی کے کام کرو" اور یہ بات واضح ہے کہ  
صلوٰۃ و سلام عبادت کے قصد سے پڑھا جاتا ہے،  
خصوصاً جب کہ اس کی ترغیب میں کثیر احادیث وارد  
ہیں، علاوہ ازیں اذان کے بعد دعا کرنے اور تہائی  
رات کے اخیر میں دعا کرنے کی مفیدیت میں بھی  
احادیث ہیں اور صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے  
اور اس کے فاعل کو حسن نیت کی وجہ سے اجر ملے گا۔

علامہ شافعی، اور علامہ طحاوی اور علامہ ابن حجر مکی نے فتاویٰ کبریٰ میں اس کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے  
اور اس عبارت کو مقرر رکھا ہے۔  
علامہ سخاوی اور علامہ ملائی کی عبارت سے یہ واضح ہو گیا کہ اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام آٹھویں صدی ہجری  
میں سلطان صلاح الدين ابو المظفر کے حکم سے پڑھنا شروع کیا گیا، چودھویں صدی کے اخیر سے پانچویں تا زون  
کی اذان سے پہلے یا بعد میں صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے۔  
ہر چند کہ اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے استحباب، جواز، کراہت اور بدعت ہونے میں علماء کا اختلاف

۱۔ علامہ شمس الدین سخاوی متوفی ۹۰۲ھ، القول البدیع ص ۱۹۳۔ ۱۹۴، مطبوعہ لائٹانی کتب خانہ سیالکوٹ

۲۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۳۶۲، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ

۳۔ علامہ سید احمد طحاوی متوفی ۱۲۳۸ھ، حاشیۃ الطحاوی علی مرقاۃ المفاریح ص ۱۴۴، مطبوعہ مطبعۃ البابۃ، الطبعة الثانیہ ۱۳۵۹ھ



رہا ہے تاہم مستند علماء نے اس کو بدعت حسنہ قرار دیا ہے۔

اس تمام تر تفصیل کے باوجود یہ حقیقت نگاہوں سے اوجھل نہیں ہونی چاہیے کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام کچھ وقفہ سے پڑھیں اور کبھی کبھی ترک بھی کر دیں تاکہ ان پڑھ لوگ اور آئے والی نسلیں صلوٰۃ و سلام کو اذان کا جزء سمجھ لیں، اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی سے جب اقامت سے پہلے درود شریف پڑھنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ کے پیش نظر بھی یہ خطرہ تھا اس لیے آپ نے فرمایا:

درود شریف قبل اقامت پڑھنے میں حرج نہیں مگر اقامت سے قبل پہلے یا درود شریف کی آواز، آواز اقامت سے ایسی جدا ہو کہ اقیار ہے اور عوام کو درود شریف جزا اقامت نہ معلوم ہو رہے۔

**اذان سے پہلے یا بعد درود شریف پڑھنے کی بحث میں حرج آخر** | اگر اذان اور اقامت سے قبل فصل کر کے

درود شریف جہ کے ساتھ مل کر پڑھا جائے تو درود شریف پڑھنے کے استعجاب کے عمومی دلائل کی بناء پر اس کو ناجائز یا بدعت سیرۃ کہنا تو باطل ہے اور اس کے جائز اور استعجاب میں بھی کوئی شک نہیں ہے لیکن اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مدینہ منورہ میں دس سال اذان دی جاتی رہی، خلفاء راشدین کے دور میں تیس سال اذان دی جاتی رہی اور سو سال تک عہد صحابہ و تابعین میں اذان دی جاتی رہی اور کسی دور میں بھی اذان سے پہلے یا بعد فصل کر کے جہراً درود شریف نہیں پڑھا گیا اور آٹھ صدیوں تک مسلمان اسی طریقہ سے اذان دیتے رہے تو آیا اذان دینے کا افضل طریقہ وہ ہے جس طریقہ سے عہد رسالت اور عہد صحابہ میں اذان دی جاتی تھی یا وہ افضل طریقہ ہے جو آٹھویں صدی میں ایجاد ہوا؟ اگرچہ اذان کا درود شریف بھی ناجائز یا بدعت سینہ نہیں ہے لیکن ہم پوری امانت اور دیانت اور شرح صدر کے ساتھ یہ کہتے ہیں کہ اذان دینے کا افضل طریقہ وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے جس طریقہ سے آپ کے سامنے ہمیشہ اذان دی جاتی رہی!

اس بحث کے دوران یہ حدیث بھی پیش نظر رہنی چاہیے:

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی

اللہ عنہما کے پہلے میں ایک شخص کو چھینک آئی تو اس نے

کہا الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ

عنہما نے فرمایا کہ (عام حالات میں) میں بھی کہتا ہوں،

الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ - لیکن رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چھینک کے جواب

عن نافع بن رجب عطفی الی جناب ابن عمر

فقال الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ فقال

ابن عمر وانا قول الحمد للہ والسلام علی رسول

اللہ ولیس هذا علمنا رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علمنا ان نقول الحمد للہ

۱۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی مرقی ۱۳۴۱ھ، فتاویٰ رضویہ ج ۲ ص ۲۵۱، مطبوعہ کتب خانہ دارالاشاعت فیصل آباد ۱۴۰۰ھ



علی کل حال۔ لے

کی اس طرح تعلیم نہیں دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ ہم چھینک کے بعد الحمد للہ علی کل حال کہیں۔

اس شخص نے جو چھینک کے بعد الحمد للہ والسلام علی رسول اللہ کہا تو اس کی یہ وجہ نہیں تھی کہ وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا تھا اور نہ یہ بات تھی کہ حضرت ابن عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی بنا پر اس کو چھینک کے بعد درود شریف پڑھنے سے منع کر رہے تھے، ان کا مطلب صرف اتنا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عبادات جس طرح شروع اور مقرر فرمائی ہیں، ان کو کسی ترمیم اور اضافہ کے بغیر ادا کرنا اتباع رسول اور جماعت صحابہ کے ساتھ وابستگی ہے اور اپنی رائے سے ان میں کسی سالیقہ اور لاحقہ کا اضافہ کرنا بہر حال لائق ستائش نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہونے کی توجیہ

اس حدیث میں ہے جو شخص مجھ پر ایک بار درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے یعنی درود شریف پڑھنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک رحمت نازل ہوتی ہے اور پڑھنے والے پر دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اس سے یہ ہم نہ ہو کہ پڑھنے والے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ رحمت ملتی ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو ایک رحمت نازل ہوتی ہے وہ آپ کے مقام کے لحاظ سے نازل ہوتی ہے اور ہم پر جو دس رحمتیں نازل ہوتی ہیں وہ ہماری حیثیت اور ہماری قوت برداشت کے لحاظ سے ہوتی ہیں، مثلاً ایک شخص کو ایک ہزار کا ایک ٹوٹ دیا جائے اور دوسرے شخص کو ایک ایک کے دس ٹوٹ دیے جائیں تو جس شخص کو دس ٹوٹ ملے ہیں وہ یہ نہ سمجھے کہ اس ہزار کے ایک ٹوٹ سے مقابلہ میں مجھے زیادہ سہم ملی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اور ہم میں ایک اور ایک ہزار کی نسبت بھی نہیں ہے جو فرق ہمارے اور حضور کے مقام میں ہے وہی فرق ان نازل ہونے والی رحمتوں میں ہے۔

اذان کی تفصیلات اور اذان سن کر شیطان کا بھاگنا

بَابُ فَضْلِ الْاَذَانِ وَهَرَبِ الشَّيْطَانِ عِنْدَ سَمَاعِهِ

حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کے پاس مرفون نے اکران کو نماز کے لیے بلایا تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۴۵۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ قَالَ كَانَتْ قُبَّةٌ لِبَنِي يَجْلُبِي عَنْ عَقِيْمٍ كَانَتْ عِنْدَ مُعَاوِيَةَ ابْنِ أَبِي سُفْيَانَ وَجَاءَهُ الْمَوْدُونُ يَدْعُوهُ إِلَى

۱۔ امام ابو یوسف محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ جامع ترمذی ص ۳۱۱، مطبوعہ نور محمد کارخانہ ستارہ کتب کراچی



علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب مژدوں ٹھیں گے تو ان کی گردنیں سب سے بلند ہوں گی۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے اسی حدیث کی مثل روایت بیان کی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ شیطان اذان کی آواز سن کر مقام روحاء تک بھاگ جاتا ہے۔ البوسغیان نے بیان کیا کہ روحاء مدینہ سے چھتیس میل ہے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان جب اذان سنتا ہے تو گردن آواز سے ریگ خارج کرنا لگتا ہوا بھاگتا ہے تاکہ اذان کی آواز د سن سکے، جب اذان سن کر بر جاتی ہے تو پھر آکر لوگوں کے دلوں میں دوسرے ڈالتا ہے، جب اقامت دیکھتا ہے تو پھر بھاگ جاتا ہے تاکہ آواز د سن سکے اور جب مؤذن اقامت کہہ چکتا ہے تو پھر آکر دوسرے ڈالنے لگتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مؤذن

الصلوٰۃ فقال معاویۃ سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول المؤمن أطول الناس أعتافاً یوم القیامۃ۔

۴۵۷۔ وحدثنا یزید بن حرقان بن منصور قال أنا أبو عاصم قال قال سفيان عن طلحة بن یحیی عن عیسیٰ ابن طلحة قال سمعت معاویۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجئکم۔

۴۵۸۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید و عثمان بن إیفہ شیبۃ و اسحق بن إبراہیم قال اسحق أنا قال الأحراب ناجری عن الزعفی عن ابن سفيان عن جابر قال سمعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یقول إن الشیطان إذا سمع النداء بالصلوٰۃ ذهب حتی یكون مکان الروحاء قال سفيان فسألته عن الروحاء فقال هی من المدینۃ سبعة و ثلثون میلًا۔

۴۵۹۔ وحدثنا أبو یزید بن ایفہ قتیبۃ و أبو کریب قالنا أبو معاویۃ عن الزعفی عن یونس بن شداد۔

۴۶۰۔ حدثنا قتیبۃ بن سعید و زهير بن حرب و اسحق بن إبراہیم و القبطی قتیبۃ قال اسحق أنا قال الأحراب ناجری عن الزعفی عن ابن سفيان عن جابر عن ابن سفيان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال إن الشیطان إذا سمع النداء بالصلوٰۃ أحوال تہ صراط حتی لا یستقیم صوتہ فإذا سکت رجعة فوسوس وإذا سمع الإقامة ذهب حتی لا یستقیم صوتہ فإذا سکت رجعة فوسوس۔

۴۶۱۔ حدثنا یزید بن حرقان بن منصور قال قال سفيان عن طلحة بن یحیی عن عیسیٰ ابن طلحة قال سمعت معاویۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یجئکم۔



افران دیتا ہے تو شیطان پیچھے ہٹ کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

سبیل کہتے ہیں کہ مجھے میرے والد نے نبی ﷺ کے پاس بھیجا، میرے ساتھ ایک ساتھی بھی تھا۔ اچانک ایک دربار سے کسی شخص نے اس کا نام لے کر آواز دی، اس نے دربار کی طرف سر اٹھا کر دیکھا تو کچھ نظر آیا، میں نے اس واقعہ کا اپنے والد سے ذکر کیا۔ انھوں نے کہا اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تمہارے ساتھ یہ واقعہ پیش آئے گا تو میں تمہیں نہ بھیجتا، آئندہ جب تم کوئی ایسی آواز سنا تو اذان دیا کرو، شیطان تمہارے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت سنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اذان دی جاتی ہے تو شیطان پیچھے ہٹ کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب اذان ہوتی ہے تو شیطان پیچھے ہٹ کر گوز لگاتا ہوا بھاگ جاتا ہے تاکہ اذان کی آواز نہ سن سکے اور جب اذان ہو چکی ہے تو پھر روٹ آتا ہے اور جب تکبیر شروع ہوتی ہے تو پھر واپس بھاگ جاتا ہے اور جب تکبیر ختم ہو جاتی ہے تو پھر واپس آ جاتا ہے اور انسان کے دل میں خیالات نکلتے ہیں اور اس سے کہتا ہے کہ فلاں چیز یاد کرو، فلاں چیز یاد کرو، حالانکہ وہ چیزیں اسے پہلے یاد نہیں ہو تیں، حتیٰ کہ نمازی بھول جاتا ہے اس نے کتنی رکعات نماز پڑھی ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے اسی کی مثل ایک روایت بیان کی ہے اس میں یہ فرق ہے کہ نماز کی مسجد میں نہیں آتا کس طرح نماز پڑھے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَدَّنَ الْمُؤَذِّنُ أَذْبَرَ الشَّيْطَانَ وَلَهُ حَصَاصٌ.

۷۲۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا بَعِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا دَوْعٌ عَنْ سُهَيْلٍ قَالَ أَرَسَلَنِي إِلَى ابْنِ أَبِي حَادٍ كَتَمَ قَالَ وَمَعِيَ غُلَامٌ أَوْ صَبَابٌ لَنَا فَتَنَادَاهُ مُتَاوِدٍ مِّنْ حَاوِطٍ يَأْتِيهِمْ قَالَ وَأَتَمَرْتُ الْيَدَى مَعِيَ عَلَى الْحَاوِطِ فَلَمْ يَرْشِيْنَا كَذَبْتُ ذَلِكَ رَأَيْتُ قَالَ لَوْ شِئْتُ لَكَلْتُ لَقِي هَذَا لَمْ أَمْ سِلْكَ وَلَكِنْ إِذَا سَمِعْتَ صَوْتًا فَتَنَادٍ بِالصَّلَاةِ قِيَامِي سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا تَوَدَّى بِالصَّلَاةِ وَدَّى وَلَهُ حَصَاصٌ.

۷۲۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا بَعِيْدُ يَعْنِي ابْنَ زُرَيْعٍ قَالَ نَا دَوْعٌ عَنْ سُهَيْلٍ قَالَ أَرَسَلَنِي إِلَى ابْنِ أَبِي حَادٍ كَتَمَ قَالَ وَمَعِيَ غُلَامٌ أَوْ صَبَابٌ لَنَا فَتَنَادَاهُ مُتَاوِدٍ مِّنْ حَاوِطٍ يَأْتِيهِمْ قَالَ وَأَتَمَرْتُ الْيَدَى مَعِيَ عَلَى الْحَاوِطِ فَلَمْ يَرْشِيْنَا كَذَبْتُ ذَلِكَ رَأَيْتُ قَالَ لَوْ شِئْتُ لَكَلْتُ لَقِي هَذَا لَمْ أَمْ سِلْكَ وَلَكِنْ إِذَا سَمِعْتَ صَوْتًا فَتَنَادٍ بِالصَّلَاةِ قِيَامِي سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِنَّ الشَّيْطَانَ إِذَا تَوَدَّى بِالصَّلَاةِ وَدَّى وَلَهُ حَصَاصٌ.

۷۲۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَطَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ مَثْنَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِ غَيْرِ ذَلِكَ قَالَ حَتَّى يَظُلَّ الرَّجُلُ إِنْ قَدَّرَ كَيْفَ صَلَّى.



**قیامت کے دن مؤذنوں کی لمبی گردنیں ہونے کی تشریح** | حدیث نمبر ۵۶، میں ہے: قیامت کے دن جب مؤذن اٹھیں گے تو ان کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی۔

قیامت کے دن مؤذنوں کی گردنیں سب سے لمبی ہوں گی، اس کا مطلب یہ ہے کہ مؤذن میدان حشر میں سب سے ممتاز اور منفرد نظر آئیں گے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ ان کو ثواب زیادہ ملے گا اور انہیں کثیر ثواب کو دیکھنے کا اشتیاق ہوگا اور جس شخص کو کسی چیز کے دیکھنے کا اشتیاق ہو وہ گردن اٹھا اٹھا کر دیکھتا ہے اس لیے ان کی گردنیں لمبی نظر آئیں گی۔  
تیسرا مطلب یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی زیادہ امید ہوگی، اور جس شخص کو کسی چیز کی امید ہوتی ہے وہ گردن اٹھا اٹھا کر اس چیز کو دیکھتا ہے۔

چوتھا مطلب یہ ہے کہ مؤذن اپنے اعمال پر پامانہ اور شرمسار نہیں ہوں گے کیونکہ جو نامور اور شرمسار ہو اس کی گردن جھکی ہوئی ہوتی ہے اور ان کی گردنیں بلند ہو جائیں گی۔

پانچواں مطلب یہ ہے کہ میدان حشر کی گرمی سے تمام لوگ پسینہ میں گردن تک ڈوبے ہوئے ہوں گے اور مؤذنوں کی گردنیں بلند ہوں گی۔

چھٹا مطلب یہ ہے کہ چونکہ مؤذن کی اذان سن کر لوگ مساجد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں تو نمازی تابع اور مؤذن متبوع ہوا اور متبوع چونکہ سردار ہوتا ہے اس لیے اس کی گردن بلند ہوگی، تاکہ اس کا سر نمایاں نظر آئے۔

ساتواں مطلب یہ ہے کہ گردن لمبی ہونے سے مؤذن کے اعمال کی کثرت کی طرف اشارہ ہے اور یہ کثرت اس وجہ سے ہے کہ مؤذن کی اذان سن کر جس قدر لوگ نماز پڑھنے آئیں گے ان تمام کے اعمال مؤذن کے نام اعمال میں کئے جائیں گے، اگرچہ نمازیوں کے اپنے اپنے ثواب میں کمی نہیں ہوگی۔

حدیث نمبر ۶۰، میں ہے: جب شیطان اذان کی آواز سنتا ہے تو گرز مگانا ہوا بھاگتا ہے۔

علمائے بیان کیا ہے کہ شیطان یہ حرکت اس لیے کرتا ہے تاکہ وہ اذان کی آواز نہ سنے اور اس کو قیامت کے دن اذان کی شہادت پر مجبور نہ ہونا پڑے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذان کی آواز کو جو بھی سنے اور انسان سنتا ہے وہ قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا، قاضی عیاض نے کہا جنتوں اور انسانوں میں سے جو مومن ہیں وہ اس کی شہادت دیں گے اور کافر شہادت نہیں دیں گے نہ وہ شہادت کے اہل ہیں، نہ ان کی شہادت قبول ہوگی، ایک قول یہ ہے کہ اذان سننے والے شہادت دیں گے، جو عادت سنتے ہیں، ایک قول یہ ہے کہ بلکہ تمام حیوانات اور جمادات شہادت دیں گے اور اللہ تعالیٰ ان میں اذان کا اور پاک اور معرفت پیدا کر دے گا، شیطان پیچھے پھیر کر اس لیے بھاگتا ہے کہ اذان میں قواعد اسلام اور دین کے ضابطہ کا اظہار اور اعلان ہے۔

**اقامت کے دوران امام اور نمازیوں کے صحیح علی الصلاح پر کھڑے ہونے کی تہنیت**

ہمارے زمانہ میں اس مسئلہ میں کافی بحث کی جاتی ہے کہ جب مؤذن اقامت کہے تو امام اور مقتدی اقامت



کی ابتداء سے کھڑے ہوں، یا جب مؤذن حی علی الصلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں، اور یہ بحث اس حدیث میں ہے جب امام عراب یا مصلیٰ نے امامت پر موجود ہو، ہم پہلے حدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا ذکر کریں گے اور مذہب احناف کو بیان کریں گے اور اس کے بعد باقی ائمہ کے مذاہب کا ذکر کریں گے، **وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ**

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی قتادۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اقيمت الصلوٰۃ فلا تقوموا حتی تردفی۔ ۱۰  
حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز کی اقامت کہی جائے تو تم اس وقت تک نہ کھڑے ہو جب تک کہ تم مجھے دیکھ نہ لو۔

علامہ بدر الدین علی بن حنفی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

مستفہدین کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ لوگ ناز کے لیے کس وقت کھڑے ہوں، امام مالک اور جہد رطلاد کا مسلک یہ ہے کہ اس میں قیام کی کوئی حد مقرر نہیں ہے، لیکن امام ملا نے یہ کہا ہے کہ جب مؤذن اقامت شروع کرے تو اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوئے تھے جب مؤذن **قد قامت الصلوٰۃ** کہتا تھا، اور پھر امام اللہ اکبر کہتا تھا، اس کو امام ابن ابی شیبہ نے سید بن مفصل سے روایت کیا ہے، اور حمید بن مسیب اور عمر بن عبد العزیز سے یہ روایت ہے کہ جب مؤذن اللہ اکبر کہے تو کھڑے ہونا واجب ہے، اور جب وہ حی علی الصلوٰۃ کہے تو بعضیں برابر کر لی جاتیں اور جب وہ لا الہ الا اللہ کہے تو امام اللہ اکبر کہے، اور امام ملا کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو، امام اللہ اکبر نہ کہے، اور مصنف میں ہے کہ ہشام نے مؤذن کے **قد قامت الصلوٰۃ** کہنے سے پہلے کھڑے ہونے کو مکروہ کہا ہے، اور امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ مستحب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک لوگ کھڑے نہ ہوں، امام ابو یوسف کا بھی یہی قول ہے، اور امام احمد کا مذہب یہ ہے کہ جب مؤذن **قد قامت الصلوٰۃ** کہے اس وقت لوگ کھڑے ہوں، امام زفر کا بھی یہی قول ہے، امام ابو حنیفہ اور امام محمد کا یہ قول ہے کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ کہے اس وقت لوگ صفوں میں کھڑے ہوں اور جب مؤذن **قد قامت الصلوٰۃ** کہے تو امام اللہ اکبر کہے، کیونکہ مؤذن شرعاً امین ہے اور اس نے ناز کے حکیم کی خبر دی ہے تو اس کی تصدیق واجب ہے اور جب امام مسجد میں نہ ہو تو جہد رطلاد کا مذہب یہ ہے کہ لوگ اس وقت تک کھڑے نہ ہوں جب تک کہ امام کو دیکھ نہ لیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے: **ناز کی اقامت** لکھا گئی جو ہم کھڑے ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے سے پہلے ہم نے صفیں درست کر لیں۔



اور ایک روایت میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی، ایسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سے پہلے صفوں کو درست کر لیتے۔ اور ایک روایت میں ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نماز کی اقامت کہی جاتی اور لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی جگہ پر کھڑے ہونے سے پہلے صفیں درست کر لیتے" اور حضرت جابر بن سمروہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ سورج کے زوال کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان دیتے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے (حجرو سے) باہر آنے سے پہلے اقامت نہ کہتے اور جب آپ باہر آتے اور وہ آپ کو دیکھ لیتے تو اقامت کہتے، ان روایات کا صحیح بخاری کی مذکورہ حدیث سے تقاضا ہے، اور ان میں تطبیق اس طرح ہے کہ حضور کے آنے سے پہلے صفیں درست کرتے، اوقات ایک یا دو مرتبہ کسی عذر کی وجہ سے یا بیان جواز کے لیے ہوتے، یا یہ پہلے کے اوقات میں انداس کے بعد آپ نے فرمایا: تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک کہ مجھے نہ دیکھ نہ لو۔" لے

علامہ نووی نے بھی ان احادیث کے جواب میں یہی لکھا ہے کہ یہ بیان جواز یا عذر کی وجہ سے ایک یا دو مرتبہ کے اوقات میں یا یہ پہلے کے اوقات میں اور بعد میں آپ نے پہلے کھڑے ہونے سے اس حدیث میں منع فرما دیا "تم اس وقت تک کھڑے نہ ہو جب تک مجھے نہ دیکھ نہ لو۔" لے

حافظ ابن حجر مستدرک نے بھی یہی جواب دے کر کیے ہیں۔ لے

عالمگیری میں ہے:

اگر امام کے علاوہ کوئی اور شخص اذان دے اور نماز امام کے ساتھ مسجد میں ہوں تو جب مؤذن حی علی الصلا کہے تب امام اور نمازی کھڑے ہوں، ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک یہی صحیح ہے۔

ان كانت المؤذن غير الامام وكان يقوم مع الامام في المسجد فانه يقوم الامام والقوم اذ قال المؤذن حي على الصلاه عند غلغلة الشلالة وهو الصحيح

علامہ شرنبلالی لکھتے ہیں:

نماز کے مستحبات میں سے یہ ہے کہ جب اقامت کہنے والا حی علی الصلا کہے تو نمازی اور امام کھڑے ہو جائیں بشرطیکہ امام محراب کے قریب حاضر ہو، کیونکہ مؤذن نے کھڑے ہونے کا حکم دیا ہے، اس لیے اس پر عمل کیا جائے، اور اگر امام حاضر

وهن الاوب والقيام اي قيام القوم والامام ان كان حاضرا بقرب المحراب حين قيل اي وقت قول المقيم حي على الصلاه لانه امر به في محراب وان لم يكن حاضرا يقوم كل صف حين يبتغي اليه الامام في الاظهر

- ۱۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد بیہقی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القاری ج ۵ ص ۱۵۴-۱۵۳، مطبوعہ دارۃ المطابع الخیریہ مصر، ۱۳۳۸ھ
- ۲۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۷۴۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
- ۳۔ حافظ احمد بن علی بن محمد استقلال شافعی متوفی ۸۵۴ھ، نسخ الباری ج ۲ ص ۲۲۰، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۳۸۱ھ
- ۴۔ علاء الدین حنفی متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۵۰، مطبوعہ مطبعہ امیر کبریٰ بولانی مصر، ۱۳۱۰ھ



نہ ہو تو جس صفت کے پاس سے امام گزرتے وہ لوگ کھڑے ہو جائیں۔

علامہ طحاوی لکھتے ہیں:

وإذا أخذ المؤذن في الإقامة قد دخل رجل المسجد فإنه يقعد ولا ينتظر قائما فإنه مكروه كما في المصنوعات قهستان في بيعهم منه كراهة القيام ابتداء الإقامة والناس عند الغافلون به

جب مؤذن نے اقامت شروع کی اور اس وقت کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے اور کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے۔ مفسرات اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ اقامت کے شروع میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں۔

حی علی الصلاح پر کھڑا ہونا مستحب ہے اس لیے اس سے پہلے کھڑا ہونا مستحب کے خلاف ہے اور حاشیہ طحاوی اور اسی طرح عالمگیری میں جو اس کو مکروہ لکھا ہے اس سے مراد مکروہ تنزیہی ہے اور دراصل یہ خلاف اولیٰ ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ مستحب کے ترک پر ملامت نہیں کی جاتی، اس لیے جو لوگ اقامت کے وقت پہلے سے کھڑے ہو جائیں ان کو ملامت نہیں کرنا چاہیے اور مستحب کے ساتھ واجب کا معاملہ نہیں کرنا چاہیے کیونکہ کسی مستحب کو ترک کرنے میں اتنی قباحیت نہیں ہے جتنی کسی مستحب کو واجب قرار دینے میں قباحیت ہے۔ اور اگر کچھ لوگ حی علی الصلاح پر اٹھنے والوں کو ملامت کریں کہ یہ دیر سے اٹھتے ہیں اور ان کو اقامت کی ابتداء میں کھڑا ہونا چاہیے تھا تو یہ اور زیادہ مذموم ہے۔

علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

سب مؤذن قد قادت الصلوٰۃ کہے اس وقت کھڑے ہونا مستحب ہے۔

علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

امام شافعی اور ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ جب تک مؤذن اقامت سے فارغ نہ ہو اس وقت تک کسی کا کھڑا نہ ہونا مستحب ہے۔

امام مالک فرماتے ہیں:

واما قيام الناس حين تقام الصلوة فآني له اقامت کے وقت لوگ کب کھڑے ہوں؟ میں

۱۔ علامہ حسن بن حماد بن علی شرنبلالی حنفی متوفی ۱۰۶۹ھ، مرقاۃ المفلاح ص ۱۱۶، مطبوعہ مطبعۃ ابائی وادلاء مصر ۱۳۵۶ھ

۲۔ علامہ احمد بن محمد بن اسماعیل طحاوی حنفی متوفی ۱۲۳۱ھ حاشیہ الطحاوی علی مرقاۃ المفلاح مطبوعہ مطبعۃ ابائی وادلاء مصر ۱۳۵۴ھ

۳۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المنتقى ۵ ص ۲۷۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۴۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۷۴۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع لکھنؤ، ۱۳۷۵ھ



اسمع في ذلك بعدد يقام له الا في اري ذلك  
على قدر طاقتة الناس فان منهم الثقيل و  
الخفيف ولا يستطيعون ان يكونوا كرجل  
واحد له

نے اس مسئلہ میں کسی حد کو نہیں سنا البتہ میری رائے  
ہے کہ یہ لوگوں کی طاقت پر موقوف ہے کہیر تک بعض  
کا بدن جاری ہوتا ہے اور بعض کا ہلکا اور سب کے  
ایک آدمی کی طرح نہیں ہو سکتے۔

بَابُ اسْتِحْبَابِ رَفْعِ الْيَدَيْنِ حَذْوًا لِّلْيَكْبَتَيْنِ مَعَ  
تَكْبِيرَةِ الْاِحْرَامِ وَالزُّكُوفِ وَفِي الرَّفْعِ مِنَ الزُّكُوفِ

مبکیر احرام کے ساتھ رکوع میں اور رکوع سے  
سراٹھاتے وقت کندھوں تک رفع یدین

کرنے کا استحباب

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ  
جب نماز شروع کرتے تو اٹھتوں کو کندھوں تک  
بلند کرتے اسی طرح رکوع میں جانے سے پہلے اور  
رکوع سے سراٹھاتے وقت اور دو سجدوں کے  
درمیان رفع یدین (بلند کرنا) نہیں کرتے تھے۔

وَاَنَّهُ لَا يَفْعَلُهُ اِذَا رَفَعَ مِنَ السُّجُودِ

۴۵۔ حَكَتْنِي يَحْيَى بْنُ يَحْيَى الْقُمَيْنِيُّ وَصَاحِبُهُ  
بْنُ مَنْصُورٍ وَابْنُ بَكْرِ بْنِ أَبِي شَيْبَةَ وَهَمُّوهُ وَالتَّارِقَةُ  
وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ ثَابِتٍ كُلُّهُمْ عَنْ سُفْيَانَ  
بْنِ عُيَيْنَةَ وَالْقَظَفِيُّ لِيَحْيَى قَالَ نَافِعُ بْنُ عُيَيْنَةَ  
عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِحِ بْنِ أَبِيهِ قَالَ تَأْتِيَتْ رَسُولَ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اقْتَسَمَ الصَّلَاةَ رَافِعَ  
يَدَيْهِ حَتَّى يُعَادِيَ مَكْبَتَيْهِ وَقِيلَ اَنْ يَذْكُرَكَ اِذَا رَفَعَهُ  
مِنَ الزُّكُوفِ وَكَذَلِكَ فَفَعَلْنَا بَيْنَ السُّجُودَيْنِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے  
کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے بالمقابل  
رفع یدین کرتے پھر اللہ اکبر کہتے اور اسی طرح رکوع میں  
جانے سے پہلے اور رکوع سے سراٹھا کر رفع یدین  
کرتے اور سجدہ سے سراٹھا کر رفع یدین نہیں کرتے  
تھے۔

۴۶۔ وَحَكَتْنِي مُحَمَّدُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ قَالَ نَافِعُ  
الرُّومِيُّ اِنْ قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَكَتْنِي ابْنُ قِيَامٍ  
عَنْ سَالِحِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ ابْنِ ابْنِ مَعْمَرٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا قَامَ لِلصَّلَاةِ رَافِعَ  
يَدَيْهِ حَتَّى تَكُونَ يَدَايَهُ وَمَكْبَتَيْهِ ثُمَّ يَذْكُرُ اِذَا رَفَعَهُ  
اَنْ يَذْكُرَكَ فَفَعَلَ بِمِثْلِ ذَلِكَ حَتَّى اَرَفَعَهُ مِنَ الزُّكُوفِ  
فَعَلَ بِمِثْلِ ذَلِكَ وَلَا يَفْعَلُهُ حِينَ يَذْكُرُ رَأْسَهُ مِنَ  
السُّجُودِ

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنے

۴۷۔ حَكَتْنِي مُحَمَّدُ بْنُ نَافِعٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ  
هُوَابْنِ الْمُثَنَّى قَالَ نَا الْكَيْتُ عَنْ عَقِيلٍ وَحَدَّثَنِي



کے لیے کھڑے ہوتے تو کندھوں کے بالمقابل رہنے  
یدین کرتے اور پھر اللہ اکبر کہتے۔

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ قُتَيْبَةَ قَالَ قَالَ نَاسِلَمَةُ بْنُ سَيْفَانَ  
قَالَ أَتَا عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَتَا يُؤَسُّسُ وَلَا هَمَّ عَنِ الرَّهْرِ  
بِهَذَا الْإِسْنَادِ كَمَا قَالَ ابْنُ جُرَيْجٍ كَانَتْ دُسُورُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ لِلطَّلَاوَةِ رَفَعَ يَدَيْهِ  
حَتَّى تَكُونَا حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ ثُمَّ كَثَّرَ.

ابو قتیبہ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضرت مالک بن  
حورث رضی اللہ عنہ کو دیکھا جب وہ نماز شروع کرتے  
تو اللہ اکبر کہہ کر رفع یدین کرتے اور جب رکوع میں  
جانے کا ارادہ کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب  
رکوع سے سر اٹھاتے تو رفع یدین کرتے اور انھوں  
نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی  
طرح کرتے تھے۔

۴۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ لَنَا خَالِدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ  
عَنْ خَالِدٍ عَنْ أَبِي قِلَابَةَ أَنَّ رَأَى مَا لَكَ ابْنُ  
الْحَكِيمِ إِذَا صَلَّى كَثَّرَ دُسُورَهُ يَدَيْهِ إِذَا أَرَادَ  
أَنْ يَزِيدَ دُسُورَهُ يَدَيْهِ فَإِذَا رَفَعَهُ دُسُورَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ  
رَفَعَهُ يَدَيْهِ وَحَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
دَسُورَهُ كَانَ يَفْعَلُ لِهَذَا.

حضرت مالک بن حورث رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اللہ اکبر کہتے  
تو انھوں کو کانوں کے بالمقابل کرتے اور جب رکوع  
سے سر اٹھاتے تو سین اللہ لمن حمد فرماتے اور اسی  
طرح رفع یدین کرتے۔

۴۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَامِلٍ الْجَعْفَرِيُّ قَالَ قَالَ نَاسِلَمَةُ  
عَوَانَةُ عَنْ قُتَيْبَةَ عَنْ قُتَيْبَةَ بْنِ مَعَاذٍ عَنْ مَالِكِ  
بْنِ الْحَكِيمِ أَنَّ دُسُورَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَانَ إِذَا كَثَّرَ دُسُورَهُ يَدَيْهِ حَتَّى يُحَاذِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ  
وَإِذَا رَفَعَهُ دُسُورَهُ مِنَ الرَّكْعَةِ قَالَ سَمِعَ اللَّهَ يَمُنْ  
حِينَئِذٍ فَعَلَّ مِثْلَ ذَلِكَ.

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کر کے کہا حضرت  
مالک بن حورث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں

۵۰۔ وَحَدَّثَنَا كَامِلُ بْنُ مَحْمُودٍ عَنْ الْمُتَّقِيِّ قَالَ قَالَ ابْنُ  
أَبِي عَدِيٍّ عَنْ مَعْنٍ عَنْ قُتَيْبَةَ قَالَ لَنَا الْإِسْنَادُ



أَنَّهُ رَأَى نَجَّيَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَكَالَ  
حَتَّى يَتَحَادَّثَا بِمَا كُودَا عَنْ أَدْنَى نَبِيٍّ -  
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کانوں کی لڑکھائی کرتے ہوئے دیکھا۔

علامہ یحییٰ بن شرف نووی کہتے ہیں:

**رفع یدین کی حکمتیں** | امام شافعی نے فرمایا میں رفع یدین اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لیے کرتا ہوں، بعض علماء نے کہا اس میں اطاعت گزاری کا اظہار ہے اور قیدی جب مغلوب ہو جاتا ہے تو اطاعت گزاری کے طور پر اپنے لہجہ بلند کرتا ہے، بعض نے کہا اس میں نماز کی تعظیم کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا اس میں امور دنیا کو ترک کرنے اور بالکلیہ ناز اور اپنے رب سبحانہ کی طرف متوجہ ہونے کا اشارہ ہے، بعض نے کہا اس میں نماز میں دخول کی طرف اشارہ ہے، بعض نے کہا تاکہ ہر آدمی میں رفع یدین کرنے سے جان لے کہ وہ نماز میں شروع ہو گیا ہے، بعض نے کہا اس میں شرک سے برأت کا اظہار ہے اور بعض نے کہا کہ رفع یدین نماز کی زینت ہے۔

علامہ دشتانی ابی ماسکی لکھتے ہیں:

**رفع یدین کی حد میں مذاہب فقہاء** | امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ کندھوں تک لمبا اٹھائے اور ان سے ایک روایت سینہ تک لمبا اٹھانے کی ہے اور ایک روایت کانوں تک لمبا اٹھانے کی ہے۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ہمارا اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کندھوں کے بالمقابل لمبا اٹھائے اس حیثیت سے کہ اس کی انگلیوں کی اطراف کانوں کے اوپری حصہ کے انگوٹھا کانوں کی نوک کے اور پتھیدیاں کندھوں کے بالمقابل ہوں۔ علامہ ابن قدامہ مثنبی لکھتے ہیں:

نمازی کو اختیار ہے کہ وہ کانوں کے اوپری حصہ تک لمبا اٹھائے یا کندھوں تک اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ دونوں امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، کندھوں تک لمبا اٹھانے کی حدیث حضرت ابو جہد اور حضرت ابن عمر سے مروی ہے، اور یہ امام شافعی اور اسحاق کا قول ہے اور کانوں تک لمبا اٹھانے کی حدیث حضرت داؤد بن جبہ اور حضرت مالک بن عیمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور بعض علماء (مثلاً امام اعظم رحمہ اللہ) اس کے قائل ہیں اور امام احمد کا میلان پہلی حدیث کی طرف زیادہ ہے، ائمہ کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے پوچھا کہ تک لمبا اٹھائے، تو انہوں نے کہا کندھوں تک لمبا اٹھائے، کیونکہ حضرت ابن عمر سے اسی طرح روایت ہے اور جس نے کہا کانوں تک لمبا اٹھائے تو وہ بھی مستحسن ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی حدیث کے راوی زیادہ ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ قریب ہیں، اور دوسرا اعلیٰ بھی جائز ہے کیونکہ اس کی روایت بھی صحیح ہے اور

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۷۴۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۵۵ھ

۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن علی دشتانی ابی ماسکی متوفی ۸۲۸ھ، الکمال اکمال المسلم ج ۲ ص ۲۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۷۴۷ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الفکر، بیروت ۱۳۵۵ھ



ہر کتاب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ایک طریقہ پر نکل کیا اور کبھی دوسرے طریقہ پر۔

ماظف المرغینانی حنفی تھے ہیں: نمازی اپنے انگلیوں کو کانوں کے مقابل تک اٹھائے، ہمارے دلیلی حضرت وائل بن حجر حضرت برادر اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک اٹھوں کو بلند کرتے اور رفع یدین ہرے کو نماز کی خبر دینے کے لیے ہے اور یہ کانوں تک اٹھانے سے ہو گا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت حالت عذر پر محمول ہے۔

کانوں تک اٹھانے کے متعلق اعاویث اور آثار امام مسلم روایت کرتے ہیں:

حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو کانوں تک اٹھاتے۔

عن مالك بن الحويرث ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا كبر رفع يديه حتى يحاذي بها اذنيه۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب نماز شروع کی تو آپ نے تکبیر کہی اور اٹھ بلند کیے، ہمارے بیان کیا کہ کانوں تک اٹھاتے۔

عن وائل بن حجر انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم رفع يديه حين دخل في الصلوة كبر وصفهما حيال اذنيه۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو کانوں تک اٹھاتے۔

عن البراء بن عازب قال، كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا صلى رفع يديه حتى يكون ابهاما حذو اذنيه۔

اس حدیث کو امام دارقطنی نے بھی متعدد اسانید سے روایت کیا ہے اور اس کی بعض اسانید سے روایت ہے آپ صوفی پہلی بار رفع یدین کرتے تھے اور بعض اسانید سے یہ روایت ہے پھر نماز کے اختتام تک دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

۱۔ علامہ موفق الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ صلی متوفی ۶۲۰ھ، المستخرج ص ۷۸۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت،

۲۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ الاولین ص ۸۴، مطبوعہ مطبع محمد علی کارخانہ تنہاد کتب کراچی

۳۔ امام ابوالکسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ھ

۴۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۷۵ھ

۵۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۳۰۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

۶۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۲۷۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۳ - ۲۹۴، مطبوعہ نشر السنہ عمان















بھی مستحب ہے، امام مالک سے بھی ایک ہی روایت ہے، امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ تشہد اول سے اٹھتے وقت رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے اور یہی قول صحیح ہے، کیونکہ اسی سلسلہ میں حضرت ابن عمر سے صحیح بخاری میں حدیث ہے، اور سنن ابوداؤد اور جامع ترمذی میں حضرت ابو حمید ساعدی سے روایت ہے، ابو یوسف بن منذر ابویعلیٰ طبری اور بعض محدثین نے کہا ہے کہ سجدہ میں رفع یدین کرنا بھی مستحب ہے، امام ابو حنیفہ، فقہاء کوفہ اور امام مالک کا مشہور مذہب یہ ہے کہ تکبیر و تحریمہ کے مابین رفع یدین کرنا مستحب نہیں ہے، اور اس پر اجماع ہے کہ نماز کے کسی رکن میں بھی رفع یدین واجب نہیں ہے، البتہ داؤد ظاہری سے یہ حکایت ہے کہ تکبیر و تحریمہ میں رفع یدین واجب ہے۔

علامہ دمشقی ابی مالکی لکھتے ہیں:

علامہ مازری مالکی نے کہا ہے کہ رفع یدین کے عمل میں اختلاف ہے، امام مالک سے زیادہ مشہور روایت یہ ہے کہ رفع یدین تکبیر و تحریمہ کے ساتھ مختص ہے کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر و تحریمہ میں رفع یدین کرتے تھے اور پھر نہیں کرتے تھے، اور ایک مشہور روایت یہ ہے کہ تکبیر و تحریمہ کے علاوہ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد بھی رفع یدین ہے، کیونکہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی طرح مروی ہے۔

علامہ المرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

صرف تکبیرۃ الاولیٰ میں رفع یدین کرے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، صرف سات مواقع پر رفع یدین کیا جائے، تکبیرۃ الافتتاح، تکبیرۃ القنوت، تکبیرات الیدین اور چار حج کے مواقع ہیں، تکبیر و عرفات، تکبیرۃ الحجرتین، تکبیرۃ الصفا والمروة اور تکبیرۃ الاستقام، اور جن احادیث میں رکوع اور رکوع کے بعد رفع یدین مذکور ہے وہ ابتداء پر محمول ہے، اسی طرح حضرت ابن الزبیر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

امام ابن عیینہ نے بیان کیا ہے کہ امام اوزاعی اور امام ابو حنیفہ کہہ میں لکھتے ہوئے، امام اوزاعی نے کہا آپ رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین نہیں کرتے اس کا کیا سبب ہے؟ امام حنیفہ نے فرمایا کیونکہ اس مسئلہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صحیح حدیث منقول نہیں ہے، امام اوزاعی نے کہا کیسے نہیں ہے؟ زہری نے سالم سے انھوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم افتتاح نماز کے وقت ————— رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے، امام ابو حنیفہ نے کہا مجھے حماد نے ابیہم سے انھوں نے علیہ اور اسود سے انھوں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نووی شافعی متوفی ۶۷۲ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۶۸، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی، ۱۴۱۳ھ

۲۔ علامہ ابوعبد اللہ محمد بن خلعة دمشقی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال العلم ج ۲ ص ۱۲۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۳۔ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہایہ اولین ص ۱۹۳، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی



حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے، پھر بائیں  
 رفع یدین نہیں کرتے تھے، امام ابو زاعری نے کہا میں آپ کو از زہری اور سالم از عبد اللہ بن عمر حدیث بیان کرتا ہوں اور  
 آپ مجھے از حماد از ابراہیم حدیث بیان کرتے ہیں، امام ابو حنیفہ نے فرمایا حماد، زہری سے زیادہ نقیہ ہیں اور  
 ابراہیم، سالم سے زیادہ نقیہ ہیں، اور علقمہ حضرت ابن عمر سے تفقہ میں کم نہیں ہیں ہر چند کہ ان کو شرف صحابیت  
 حاصل ہے لیکن اسود کو زیادہ فضیلت حاصل ہے، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود تو وہ حضرت عبد اللہ بن مسعود ہیں، امام  
 ابو حنیفہ نے راویوں کے تفقہ کو علو اسناد پر ترجیح دی، اور ہمارے نزدیک یہی مذہب صحیح ہے، اور امام طحاوی  
 اور امام بیہقی نے سند صحیح کے ساتھ اسود سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب پہلی تکبیر کے وقت  
 رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور انہوں نے کہا ابراہیم اور شعیب بھی اسی طرح  
 کرتے تھے، حاکم نے اس کا سارہ ضعیف حدیث سے کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد  
 رفع یدین کرتے تھے اور امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے اور ان کے  
 بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور امام ترمذی نے جو روایت کیا ہے کہ حضرت علی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد اور دو رکعتوں کے بعد رفع یدین کرتے تھے وہ  
 حدیث اس حدیث سے منسوخ ہے کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ سجدوں کے بعد رفع یدین منسوخ ہے۔  
 رفع یدین کے مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور آثار صحابہ بہت زیادہ ہیں اور امام طحاوی  
 وغیرہ نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد ترک رفع یدین اور رفع یدین کرنا  
 دونوں امر احادیث اور آثار سے ثابت ہیں اور تمار میں سے وقت ترجیح کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک  
 ترجیح ترک رفع یدین کو ہے کیونکہ پہلے نماز میں گفتگو کرنا اور جنس نماز کے علاوہ افعال کرنا مباح تھے، پھر  
 ان کو منسوخ کر دیا گیا اس لیے یہ مستحب نہیں ہے کہ تکبیر و تحریم کے علاوہ رفع یدین کو بھی منسوخ کر دیا گیا ہو،  
 اسی قول (اور نسخ یہ دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک شخص کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے  
 ہوئے دیکھا تو کہا پھوڑو، یہ وہ کام ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے کیا اور پھر ترک فرما دیا، اور حضرت ابن مسعود  
 رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے رفع یدین کیا، اور آپ نے رفع یدین ترک  
 کیا تو ہم نے رفع یدین ترک کر دیا، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا، ائشو و بشیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم  
 میں سے کوئی شخص بھی تکبیر و تحریم کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتا تھا، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے جو رکوع  
 کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین کی روایت ہے وہ منسوخ ہے، کیونکہ مجاہد نے کہا میں نے دو سال حضرت  
 ابن عمر کی اتالیقی میں نماز پڑھی اور میں نے ان کو پہلی تکبیر کے علاوہ کبھی رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا اور جب  
 راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو اس کی روایت ساقط ہو جاتی ہے۔ لے

رکوع سے قبل اور رکوع کے بعد رفع یدین کے منسوخ ہونے پر فقہاء احناف کے دلائل

امام مسلم روایت کرتے ہیں:

لے۔ علاء الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۴۱-۲۴۰، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ کھڑ



عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال مالي اراكم داعي ايدوكم كافها اذ ناب خيل شمس اسكنوا في الصلوة الحديث -

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا وہ ہے کہ میں تم کو سرکشی گھوڑوں کی دھول کی طرح رنغ یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں؟ نماز سکون کے ساتھ پڑھو۔

اس حدیث کی بعض علماء نے یہ تاویل کی ہے کہ بعض صحابہ نماز کے بعد ہاتھ سے اشارہ کر کے سلام کرتے تھے اس حدیث میں اس سے منع کیا گیا ہے، یہ تاویل صحیح نہیں ہے بلکہ اس حدیث میں اس رنغ یدین سے منع کیا گیا ہے جو نماز میں کیا جانا تھا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں سکون کا حکم دیا ہے، عبد اللہ بن قبطیہ کی روایت میں جو دھول بائیں سلام پھیرتے وقت ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرنے سے منع کیا ہے وہ دوسرا واقعہ ہے۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رنغ یدین کرتے تھے، لیکن یہ روایت منسوخ ہے کیونکہ حضرت ابن عمر و رنغ یدین نہیں کرتے تھے، اور جب راوی کا عمل اس کی روایت کے خلاف ہو تو وہ روایت اس کے نزدیک منسوخ قرار دی جاتی ہے۔

امام طحاوی روایت کرتے ہیں:

عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر فلم يكن يدفع يديه الا في التكبير الا في الاولى من الصلوة -

مجاہد بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عمر کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے وہ نماز کی صرف پہلی تکبیر میں رنغ یدین کرتے تھے۔

نیز امام بخاری اور امام مسلم کے اسناد، امام حمیدی نے اپنی مستدریج حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صرف تکبیر و تحریر کے وقت رنغ یدین کرتے تھے اور رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رنغ یدین نہیں کرتے تھے (مسند حمیدی ج ۲ ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ مدینہ منورہ) مسند حمیدی کی یہ روایت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ حضرت ابن عمر کی مشہور روایت جس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رنغ یدین کا ذکر ہے پہلے کا واقعہ ہے اور اس حدیث سے منسوخ ہو چکا ہے۔

**تبکیرہ تحریر کے علاوہ رنغ یدین کے ترک پر فقہاء احناف کی مؤید احادیث اور آثار !!**

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن علقمة قال قال عبد الله بن مسعود

علقمة بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود

۱۔ امام ابو حسیں مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۲ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۸۱، مطبوعہ دار المسعود الصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ  
 ۲۔ امام ابو جعفر احمد بن محمد طحاوی متوفی ۳۲۱ھ، شرح صانی الآثار ج ۱ ص ۱۳۳، مطبوعہ مطبعہ مجتہبی پاکستان لاہور ۱۳۷۱ھ







امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن علقمة عن عبد الله قال: صليت

مع النبي صلى الله عليه وسلم، مع أبي بكر، ومع عمر  
رضي الله عنهما فلم يرفعا أيديهما الا عند  
التكبير الاولى في افتتاح الصلوة -

علقمة کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود نے کہا  
میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور  
حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ نماز پڑھی یہ سب  
نماز کے شروع میں صرف پہلی تکبیر کے وقت رفع  
یدین کرتے تھے۔

امام بیہقی اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں یہ محمد بن جابر کا تفسر ہے اور وہ ضعیف ہے اور حماد کے سوا  
دوسرے راوی نے اس کو ابراہیم سے مرسل روایت کیا ہے اور حضرت ابن مسعود کا یہ فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک  
مرفوع نہیں کیا۔

علامہ ابن الترمذی لکھتے ہیں: امام ابن عدی نے ذکر کیا ہے کہ اسحاق اپنے سے افضل اور اوثق شیوخ کی  
جماعت پر محمد بن جابر کو ترجیح دیتے تھے، ان سے بڑے بڑے ائمہ نے احادیث روایت کی ہیں مثلاً ایوب  
ابن عون، ہشام بن حسان، سفیان اور شعبہ وغیرہم، فلاس نے کہا وہ صدوق ہیں، امام ابن حبان اور حماد بن ابی  
سیلمان نے ان کو ثقات میں داخل کیا ہے، بخاری کے سوا ایک جماعت نے ان سے احادیث روایت کی ہیں  
اور یحییٰ قطان، احمد بن عبد اللہ بن یحییٰ نے ان کو ثقہ قرار دیا اور شعبہ نے کہا وہ صدوق ہیں اور جب اصل میں اختلاف  
اور رفع مع الوقت میں تارضی ہو تو اصل اور رفع کو ترجیح دی جاتی ہے کیونکہ ائمہوں نے زیادتی کی ہے اور ثقہ کی  
زیادتی مقبول ہوتی ہے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه و

سلم قال لا ترفع الايدي الا في سبع مواطن حين  
يفتتح الصلوة وحين يدخل المسجد الحرام فينظر  
الى البيت وحين يقوم على الصفا وحين يقوم  
على المروة وحين يقف مع الناس عشية  
عرفته ويجمع والمقامين حتى يركب  
الجمال - رواه الطبراني في الكبير والوسط  
وفي الاستاذ الاول محمد بن ابي ليلى وهو

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صرف سات مواقع پر  
رفع یدین کیا جائے، نماز کے افتتاح کے وقت جب  
مسجد حرام میں داخل ہو کر بیت اللہ کو دیکھے جب صفا  
پر کھڑا ہو، جب مروة پر کھڑا ہو، جب میدان عرفات  
میں لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو، مزدلفہ میں اور رمی جمار  
کے وقت، امام طبرانی نے اس حدیث کو معجم کبیر اور  
معجم اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کی پہلی سند میں

۱۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۹۵، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۲۔ امام ابو بکر احمد بن حنبل بیہقی متوفی ۲۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۸۰ - ۸۱، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۳۔ علامہ ملاؤ الدین علی بن عثمان ماروقی الشیخ ابن الترمذی متوفی ۸۲۵ھ، المعجم الاوسط مع الہیثمی ج ۲ ص ۸۰، مطبوعہ نشر السنۃ عمان



سببی الحفظ و حدیث حسن ان شاء اللہ رلہ محمد بن ابی سلیٰ ہے وہ بدھافظ ہے اور اس کی حدیث حسن ہے۔  
 عاقل الہیثی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس اور حضرت ابن عمر دونوں کی روایت سے بھی ذکر کیا ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے۔  
 امام حمیدی روایت کرتے ہیں:

عن سالم عن عبد اللہ بن عمر قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا افتتح الصلوۃ رفع یدیه حد و تکبیرہ و اذا ادا ان یرکع و بعد ما یرفع رأسہ من الرکوع فلا یرفع ولا بین السجدةین۔  
 حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے افتتاح کے وقت کندھوں تک رفع یدین کرتے اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے اور دو سجدوں کے درمیان رفع یدین کرتے تھے۔

امام ابن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن عاصم بن کلیب عن ابیہ ان علیا کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوۃ ثم لا یعود۔  
 عن الشعبي انه كان يرفع يديه في اول التكبير ثم لا يرفعهما۔  
 عن ابراهيم انه كان يقول اذا كبرت في فاتحة الصلوۃ فارفع يديك ثم لا ترفعهما فيما بقي۔  
 عاصم بن کلیب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ افتتاح نماز کے وقت رفع یدین کرتے تھے اس کے بعد نہیں کرتے تھے۔  
 شعبی پہلی تکبیر کے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر نہیں کرتے تھے۔  
 ابراہیم غنی کہتے ہیں جب فاتحہ نماز کے شروع میں اللہ اکبر کہو تو رفع یدین کرو پھر آئی نماز میں رفع یدین نہ کرو۔

۱۔ عاقل نور الدین علی بن ابی بکر الہیثی متوفی ۵۰۰ھ، مجمع الزوائد ج ۳ ص ۲۳۸، مطبوعہ دار الکتاب العربی ۱۴۰۲ھ

۲۔ مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۰۳

۳۔ امام البرکۃ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۷-۲۳۶، مطبوعہ ادارة القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

۴۔ عاقل عبد اللہ بن زبیر حمیدی متوفی ۲۱۹ھ، المسند ج ۲ ص ۲۷۷، مطبوعہ دار المکتب بیروت

۵۔ امام البرکۃ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۲۳۶، مطبوعہ ادارة القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ

۶۔ المصنف ج ۱ ص ۲۳۶

۷۔ المصنف ج ۱ ص ۲۳۶







میں مذکور ہے کہ مشرہ مشرہ صرف مجیر افتاح میں رفع یدین کرتے تھے، یہ حضرت ابن عباس سے مروی ہے، اور حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت جابر بن عمر، حضرت بلال بن عازب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہم سے بھی روایت ہے۔

**حضرت برادر کی حدیث میں یزید کے تفرد اور ضعف کا جواب** | ہمارے اصحاب نے حضرت بلال بن عازب رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ ”نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لیے اللہ اکبر کہتے تو کافروں کی ٹوٹیک رفع یدین کرتے اور پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے“ اس حدیث کو امام ابو داؤد نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام طحاوی نے اس کو تین سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے، اور امام ابن ابی شیبہ نے روایت کیا ہے، امام ابو داؤد نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو شعیب، خالد اور ابن ادریس نے از یزید بن ابی زیاد از عبد الرحمن بن ابی یعلیٰ از برادر روایت کیا ہے اور انھوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ ”آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے“ خطابی نے کہا سوا شریک کے یہ کسی نے نہیں کہا، ابو عمر نے کہا اس میں یزید متفرد ہے، حفاظ نے اس حدیث کو برادر سے روایت کیا ہے اور یہ روایت نہیں کیا کہ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے“ برادر نے کہا یزید کی رفع یدین والی حدیث میں پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے“ صحیح نہیں ہے، عباس دوری نے بھی بن مسعود سے نقل کیا ہے یہ صحیح الاسناد نہیں ہے، امام احمد نے کہا یہ حدیث ضعیف ہے، پہلے یزید اس حدیث میں غلط نہیں کہتا تھا پھر اس کو یہ لفظ تلقین کیے گئے تو کہنے لگا۔

ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ امام ابو داؤد کے قول کے معارض ”کمال“ میں امام ابن عدی کا یہ قول ہے اس حدیث کو اشعیب شریک اور ان کے ساتھ ایک جماعت نے یزید سے روایت کیا ہے اور ان سب نے یہ کہا ہے کہ ”آپ پھر دوبارہ رفع یدین نہیں کرتے تھے“ اس سے معلوم ہوا کہ شریک اس لفظ کی زیادتی میں متفرد نہیں ہے، اس جواب سے علامہ خطابی کا اعتراض بھی ساقط ہو گیا، اگر یہ کہا جائے کہ یزید ضعیف ہے اور اس زیادتی میں متفرد ہے تو میں کہوں گا کہ یہ غلط ہے کیونکہ عیسیٰ بن عبد الرحمن نے بھی اس حدیث کو ابن ابی یعلیٰ سے روایت کیا ہے، اسی طرح امام طحاوی نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور اس میں یہ اشارہ ہے کہ یزید کی اس حدیث میں متابعت کی گئی ہے اور وہ متفرد نہیں ہے اور یزید بنی لفظ ثقہ ہے، حلی نے کہا وہ جائز الحدیث ہے، اور یعقوب بن سفیان نے کہا کہ وہ مقبول القول، عدل اور ثقہ ہے، امام ابو داؤد نے کہا ہر چند کہ اس کے غیر کی حدیث مجھے زیادہ پسند ہے لیکن میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے اس کی حدیث کو ترک کیا ہو، اور ابن شایبہ نے کتاب الثقبہ میں لکھا ہے، احمد بن صالح نے کہا یزید ثقہ ہے اور جو شخص اس پر جرح کرے وہ مجھے پسند نہیں ہے، امام ابن خزییمہ نے اپنی صحیح میں اس کی حدیث کو روایت کیا ہے، ساجی اور امام ابن حبان نے کہا وہ صدوق ہے، امام مسلم نے اس کی حدیث کو روایت کیا ہے، امام بخاری نے اس سے استنباط کیا ہے، اس لیے یہ ہو سکتا ہے کہ یزید نے ایک دفعہ اس حدیث کا بعض حصہ بیان کیا ہو یا اس کو اجمالاً بیان کیا ہو، اور بعد میں اس کو مکمل بیان کر دیا ہو۔



**غیبت رفع یدین کی احادیث ابتداء اسلام کے زمانہ پر محمول ہیں** | جن احادیث سے دوسرے ائمہ نے استدلال وقت اور رکوع کے اٹھ کر رفع یدین کرتے تھے وہ ابتداء اسلام پر محمول ہیں بعد میں اس عمل کو منسوخ کر دیا گیا اور اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر نے ایک شخص کو کعبہ میں فائز میں رکوع کے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے فرمایا ایسا نہ کرو یہ اللہ کا کام ہے جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا اور پھر اس کو ترک کر دیا اور اس کے منسوخ ہونے کی تائید اس سے ہوئی ہے کہ امام طحاوی نے اپنی سند سے بیان کیا ہے کہ مجاہد نے کہا میں نے حضرت ابن عمر کے چچے نازد پر بھی ہے وہ حضرت یحییٰ ولدی کے وقت رفع یدین کرتے تھے، اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ نے بھی روایت کیا ہے مخالف کہتے ہیں کہ یہ حدیث مشکوٰۃ کیونکہ طاؤس نے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت ابن عمر رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے، اس کا جواب یہ ہے کہ ہو سکتا ہے کہ حضرت ابن عمر پہلے رفع یدین کرتے ہوں اور جب ان کے نزدیک نسخ ثابت ہو گیا تو پھر انہوں نے رفع یدین ترک کر دیا۔

**حضرت ابو حمید ساعدی کی روایت سے استدلال کا جواب** | اگر مخالف حضرت ابو حمید ساعدی کی حدیث سے استدلال کریں تو اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو داؤد نے اس حدیث کو کئی سندوں کے ساتھ امام احمد سے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع کے وقت رفع یدین کا ذکر نہیں ہے، اور جس سند کے ساتھ اس میں رفع یدین کا ذکر ہے وہ عبدالحمید بن جعفر سے روایت ہے اور وہ ضعیف ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ وہ مسلم کے رجال میں سے ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مسلم کے رجال سے ہونا اس کے ضعف کے منافی نہیں ہے، اور اگر تخم یہ مان لیں تو یہ حدیث ایک اور وجہ سے اسلول ہے اور وہ یہ ہے کہ محمد بن عمر اور ابن عطاء نے اس حدیث کو حضرت ابو حمید سے نہیں سنا، اور نہ ابو قتادہ وغیرہ نے جن کا ان کے ساتھ ذکر ہے، کیونکہ حضرت ابو حمید و ولید بن یزید بن عبد الملک کی خلافت میں فوت ہو گئے تھے اور اس کی خلافت ایک سو پچیس ہجری میں تھی، اسی وجہ سے ابن حزم نے کہا ہے کہ عبدالحمید بن جعفر کو محمد بن عمر اور ابن عطاء سے روایت کرنے میں وہم ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ امام عقیلی نے کتاب المعرفۃ میں لکھا ہے کہ امام بخاری نے تاریخ کبیرہ میں ذکر کیا ہے کہ عبدالحمید نے حضرت ابو حمید سے سماع کیا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ امام شعبی نے یہ تصریح کی ہے کہ اس نے حضرت ابو حمید سے سماع نہیں کیا اور اس باب میں اہنی کی بات حجت ہے۔

**حضرت ابو ہریرہ کی روایت سے استدلال کا جواب** | اگر مخالف حضرت ابو ہریرہ کی اس روایت سے استدلال کرے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے افتتاح، رکوع اور سجدے کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اسماعیل بن عیاش سے مروی ہے اور مخالفین اس کو غیر شامیین میں حجت نہیں مانتے، امام نسائی نے کہا اسماعیل ضعیف ہے، امام ابن حبان نے کہا وہ حدیث میں بہت خطا کرتا تھا، اور وہ لائق استدلال نہیں



ہے، امام ابن خزیمہ نے کہا اس سے استدلال نہیں کیا جاتا۔

**حضرت وائل بن حجر کی روایت سے استدلال کا جواب** | اگر مخالف حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کریں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کی تکبیرہ اولیٰ، رکوع کے وقت اور رکوع سے نماز اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے، اس کو امام ابو داؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے معارضی وہ حدیث ہے جس کو ابراہیم نخعی نے حضرت ابن مسعود سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکبیرہ اولیٰ کے سوا رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا، حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت حضرت وائل سے زیادہ مقدم ہے اور وہ آپ کے اہل کرب سے زیادہ سمجھتے تھے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ پسند کرتے تھے کہ نماز میں مہاجرین آپ کے قریب ہیں اور اہل انار کو غلط رکھیں، اور حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بہ کثرت حاضر ہوتے تھے اور حضرت وائل بن حجر مدینہ میں ۹۰ میں مسلمان ہوئے تھے اور ان کو قبل کے اسلام قبول کرنے میں بائیس سال کا عرصہ ہے، یہی وجہ ہے کہ جب سفیرہ نے حضرت وائل کی یہ حدیث بیان کی تو ابراہیم نے کہا اگر حضرت وائل نے ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہے تو حضرت ابن مسعود نے پچاس مرتبہ آپ کو رکوع کے وقت اور اس کے بعد رفع یدین کرتے ہوئے نہیں دیکھا، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ ابراہیم کی روایت متصل نہیں ہے کیونکہ انھوں نے حضرت عبد اللہ بن مسعود کو نہیں پایا، حضرت ابن مسعود مدینہ میں مدینہ یا کوفہ میں فوت ہوئے تھے اور ابراہیم ۵۰ھ میں پیدا ہوئے جبکہ امام ابن حبان نے تصریح کی ہے قرین ثبوت لگا کہ ابراہیم کی عادت یہ ہے کہ وہ اس حدیث میں ارسال کرتے ہیں جس کی صحت ان کے نزدیک ثابت ہو اور اس کی بہ کثرت روایات، اصل اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک جماعت کی روایت واحد کی روایت سے زیادہ قوی اور زیادہ اولیٰ ہے۔

**حضرت علی کی روایت سے استدلال کا جواب** | اگر مخالف حضرت علی کی روایت سے استدلال کرے جس کو سنن اربہ نے روایت کیا ہے اور اس میں رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کا ذکر ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی نے اس کے برعکس ترک رفع یدین کی روایات بھی مروی ہیں، امام طحاوی اور امام ابن ابی شیبہ نے مسلم بن کلیب سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نماز کی تکبیرہ اولیٰ میں رفع یدین کرتے تھے اور اس کے بعد رفع یدین نہیں کرتے تھے، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رکوع سے پہلے اور بعد رفع یدین کرتے ہوئے دیکھا ہو اور پھر اس کو ترک کر دیا ہو اس لیے اس کا محمل یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس کا فضوٹ ہونا ثابت ہو گیا تھا، اور غاصم بن کلیب کی روایت امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔



نازیں ہاتھ باندھنے کی جگہ میں مذاہب فقہاء | علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام احمد سے یہ روایت ہے کہ دونوں ہاتھ نان کے نیچے باندھے جائیں، حضرت علی، حضرت ابوہریرہ، ابوحنبلہ، یحییٰ، ثوری اور اسحاق وغیرہ کا یہی مسلک ہے، کیونکہ امام ابو داؤد، اور امام احمد نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر نان کے نیچے رکھا جائے اور یہ طریقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر محمول ہے، اور امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ دونوں ہاتھ نان کے اوپر باندھے جائیں، سعید بن جبیر اور امام شافعی کا یہی قول ہے کیونکہ حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو آپ نے دونوں ہاتھ ایک دوسرے کے اوپر رکھ کر سینہ پر باندھے، امام احمد سے تیسری روایت یہ ہے کہ اس میں اختیار ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دونوں امر مروی ہیں۔ ۱۔ ۲۔ علامہ دمشقی ابی مالکی لکھتے ہیں:

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے، امام مالک اور جہور کا قول یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر رکھنا سنت ہے، کیونکہ یہ ڈرنے والے کی صفت ہے، امام مالک، لیث اور ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا مکروہ ہے، اس کی وجہ یہ حدیث ہے کہ کوئی اس کو واجب نہ اعتقاد کرے، دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ باطن کے خلاف ہے، (یعنی ظاہر خشوع ہے اور باطن میں اگر خشوع نہیں ہوتا) امام مالک نے فرض نماز میں ہاتھ باندھنے کو مکروہ کہا ہے نہ کہ نفل میں، امام اوزاعی اور فقہاء کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ ہاتھ باندھنے اور ہاتھ چھڑنے میں اختیار ہے۔ ۳۔ علامہ نووی شافعی لکھتے ہیں:

ہمارا اور جہور کا مشہور مذہب یہ ہے کہ نان کے اوپر سینہ پر ہاتھ رکھے جائیں، امام ابوحنیفہ، سفیان ثوری، اسحاق بن راہویہ، ابو اسحاق مروزی، کا مذہب یہ ہے کہ نان کے نیچے ہاتھ رکھے جائیں، حضرت علی سے اس مسلک میں دو روایتیں ہیں، امام احمد سے بھی دو روایتیں ہیں، تیسری روایت اختیار کی ہے، امام مالک سے دو روایتیں ہیں ایک یہ ہے کہ سینہ کے اوپر ہاتھ باندھے جائیں، دوسری روایت یہ ہے کہ ہاتھ چھوڑ دیے جائیں، جہور سائیکہ کا مشہور قول یہی ہے۔ ۴۔ علامہ مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

نمازی وایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر نان کے نیچے رکھے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر نان کے نیچے رکھے، یہ حدیث امام مالک پر جمبت ہے کیونکہ ان کا

۱۔ علامہ مرفق الدین عبد الباقی ابن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المنہج ج ۱ ص ۲۸۲ - ۲۸۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ۔  
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال العلم ج ۲ ص ۱۵۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت۔  
 ۳۔ علامہ یحییٰ بن حشر نووی شافعی متوفی ۶۷۴ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۷، مطبوعہ نور محمد، ص ۱، المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ۔



قول ہاتھ چھوڑنا ہے اور امام شافعی پر حجت ہے کیونکہ ان کا قول سینہ پر ہاتھ باندھنا ہے اور نواف کے نیچے ہاتھ رکھنا تنظیم کے زیادہ قریب ہے۔ لہ

ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے متعلق احادیث اور آثار | امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ قال ان من السنة في الصلوة وضع الالكف على الالكف تحت السرقة۔  
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نواف میں سنت یہ ہے کہ ہتھیلیوں کو ہتھیلیوں پر نواف کے نیچے رکھا جائے۔

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن علی رضی اللہ عنہ انه كان يقول ان من سنة الصلوة وضع اليمين على الشمال تحت السرقة۔  
حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نواف میں سنت یہ ہے کہ دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن أبي جحيفة ان عليا قال من السنة وضع الكف على الكف في الصلوة تحت السرقة۔  
ابو جحیفہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا سنت یہ ہے کہ نواف میں ہتھیلی کو ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

برصغیر کے ناشرین نے سنن ابو داؤد کے نسخوں کے متن میں اس حدیث کو شامل نہیں کیا البتہ حاشیہ میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث صرف ابن الاثرانی کے نسخہ ابو داؤد میں ہے۔  
امام ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

عن علقمة بن وائل بن حجاج عن ابيه قال رايته النبي صلى الله عليه وسلم يضع يمينه على شماله في الصلوة تحت السرقة۔  
علقمہ بن وائل بن حجاج روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نواف میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر ناف کے نیچے رکھا۔

- ۱۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اولین ۸۷۰، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی  
۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۱ ص ۱۵۱، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ  
۳۔ امام دارقطنی علی بن عمر متوفی ۲۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۸۶، مطبوعہ نشر السنۃ لبنان  
۴۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۰۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۴۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت  
۵۔ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۱۰، مطبوعہ ولی محمد رشید سنن کراچی  
۶۔ امام ابوبکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۴۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۹۰، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۶ھ







ابن عباسؓ نے سینہ پر ہاتھ باندھے، اس ردرج کے متعلق ابن عدی نے کہا کہ یہ ثابت اور یزید رقاشی سے غیر محفوظ احادیث روایت کرتا ہے، ابن حبان نے کہا یہ موضوعاً احادیث روایت کرتا ہے اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے، ابن عدی عمر و ثوری نے کہا یہ ثقات سے منکر احادیث روایت کرتا ہے اور یہ سارق الاحادیث ہے، ابو یعلیٰ ماضی نے اس کو ضعیف کہا ہے، پھر امام بیہقی نے ابو مجلز سے بات کی اور پر ہاتھ باندھنے کو نقل کیا ہے، یہ صراحت غلط ہے ابو مجلز کا مذہب بات کے نیچے ہاتھ باندھنا ہے جیسا کہ ابو عمر نے سند جید کے ساتھ شہید کیا اور امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں بیان کیا ہے، ابن مبین نے بھی امام بیہقی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ افعال نے بغیر سند کے ابو مجلز کی طرف سے یہ کیے منسوب کر دیا۔

ابن حزم نے کہا ہے کہ ہم نے حضرت ابو ہریرہ سے یہ روایت کیا ہے ناز میں نان کے نیچے ہاتھ پر  
ہاتھ رکھے جائیں، اور حضرت انس نے کہا تین چیزیں اخلاق نبوت سے ہیں، جلدی افطار کرنا، دیر سے سحری  
کھانا اور ناز میں نان کے نیچے ہاتھ پر دایاں ہاتھ رکھنا۔ اے  
خلاصہ یہ ہے کہ سینہ پر ہاتھ باندھنے والی تمام احادیث سند اضعیف ہیں اور نان کے نیچے ہاتھ باندھ  
والی احادیث میں سے صرف ایک حدیث کی سند کو امام بیہقی نے ضعیف کہا ہے حالانکہ یہ حدیث مستند و اسانید  
سے ثابت ہے اس لیے یہ حدیث راجح ہے نیز فقہاء احناف نے دونوں حدیثوں پر عمل کیا ہے ہر دون کے  
حق میں نان کے نیچے ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا ہے کیونکہ اس میں زیادہ ادب اور زیادہ تواضع اور  
تذلل ہے اور غلطیوں کے حق میں سینہ پر ہاتھ باندھنے والی احادیث پر عمل کیا ہے کیونکہ غلطیوں کے لیے اس  
میں زیادہ سستی ہے۔

رگوں سے اٹھنے کے علاوہ ہر قدم اٹھتے  
وقت اور جھکتے وقت بمبکیر کا ثبوت

بَابُ اثْبَاتِ التَّكْدِيرِ فِي كُلِّ خُصْنٍ وَرَفْعٍ فِي  
الصَّلَاةِ الْأَرْفَعَةِ مِنَ الرُّكُوعِ يَقُولُ فِيهِ سَمِعَ اللَّهُ  
لِمَنْ حَمْدُهُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو نماز پڑھ کر دکھائی جس میں ہر بار جب جھکتے یا اٹھتے تو تکبیر کہتے، جب نماز سے فارغ ہوتے تو انھوں نے کہا خدا کی قسم جس تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھنا شروع

٤١. حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى  
مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
أَنَّ أَبَاهُ رَوَاهُ كَانَ يُصَلِّي لَهُمْ فَيَكْبِرُ كُلَّمَا خَفَعَ  
وَرَفَعَ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ وَاللَّهِ إِنِّي لَا أَسْبِغُكُمْ صَلَاةَ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

٤٢٠ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ سَأَلْتُ الرَّزَّازِيَّ  
قَالَ تَابَتْ جُرَيْجٌ قَالَ أَخْبَرَنِي ابْنُ شَرِقَابٍ عَنْ



إِنِّي بَكْرٌ بَيْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ  
كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ  
إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ يَقُومُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ  
ثُمَّ يَقُولُ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ حِينَ يَرْفَعُ  
صَلْبَهُ مِنَ الرُّكُوعِ ثُمَّ يَقُولُ وَهُوَ قَائِمٌ رَبَّنَا  
وَلَكَ الْحَمْدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَهْوِي سَاجِدًا  
ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ  
يَسْجُدُ ثُمَّ يُكَبِّرُ حِينَ يَرْفَعُ رَأْسَهُ ثُمَّ يَقُولُ  
مِثْلَ ذَلِكَ فِي الصَّلَاةِ كُلِّهَا حَتَّى يَقْضِيَهَا وَيُكَبِّرُ  
حِينَ يَقُومُ مِنَ الْمَشْنَى بَعْدَ الْجُزْأَيْنِ ثُمَّ  
يَقُولُ أَبُوهُ يَرَى رَأْيِي لَا شَيْءَ كُمْ صَلَاةُ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

کرتے تو پہلے قیام کے وقت تکبیر کہتے، پھر رکوع کے  
وقت تکبیر کہتے، رکوع سے کھڑے ہوتے وقت  
فرماتے سَمِعَ اللہ لِمَنْ حَمِدَہ، اور جب سجدے کھڑے  
ہوتے تو فرماتے رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ پھر سجدہ میں جاتے  
وقت تکبیر کہتے پھر سجدہ سے سر اٹھاتے وقت تکبیر  
کہتے، پھر سجدہ میں جاتے وقت تکبیر کہتے، پھر سجدہ  
سے اٹھتے وقت تکبیر کہتے پھر تمام رکعات میں اسی طرح  
کرتے حتیٰ کہ نماز پوری ہو جائے۔

دورگت کے بعد جب تشہد سے  
فارغ ہوتے تو پھر اللہ اکبر کہہ کر اٹھتے، حضرت ابو ہریرہ  
بیان فرماتے تھے کہ تم میں سب سے زیادہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ میں نماز پڑھتا ہوں۔

۴۳۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ سَأَلْتُ  
مُحَمَّدَ بْنَ النَّبِيِّ عَنْ عَقِيلِ بْنِ أَبِي شِهَابٍ  
قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو بَكْرٍ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْحَدِيثُ  
أَنَّهُ سَمِعَ أَبَاهُ يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ يُكَبِّرُ حِينَ  
يَقُومُ بِمِثْلِ حَدِيثِ ابْنِ جُرَيْجٍ وَكَثَرَتْ كُفْرُ  
قَوْلِ ابْنِ هُرَيْرَةَ رَأَيْتُ أَشْبَهُكُمْ صَلَاةَ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز کے لیے  
قیام فرماتے تو اللہ اکبر کہتے، باقی حدیث مثل سابق ہی  
لیکن اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہ کا یہ قول نہیں  
ہے کہ میں تم سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کے مشابہ نماز پڑھتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جب مروان  
مدینہ کا حاکم بنا کر گیا تو آپ نماز کے قیام کے وقت اللہ اکبر کہتے  
باقی حدیث مثل سابق ہے اور نماز پوری کرنے کے  
بعد اہل مسجد سے مخاطب ہو کر کہتے کہ بخدا میں تم سب  
سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ  
نماز پڑھتا ہوں۔

۴۴۔ وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ عَمِيْرٍ قَالَ سَأَلْتُ  
وَهْبَ بْنَ أَبِي حَمْرَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ أَبِي شِهَابٍ قَالَ  
أَخْبَرَنِي أَبُو سَمَةَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ يَرَى  
كَانَ حِينَ يَسْتَحَلُّهُ مَرَدًّا عَلَى الْمَدِينَةِ إِذَا قَامَ  
لِلصَّلَاةِ الْمَكْتُوبَةِ كَبَّرَ قَدْ كَرِهَتْهُ حَيْثُ ابْنِ  
جُرَيْجٍ وَفِي حَدِيثِهِمْ كَذَا قَضَاهَا وَسَلَّمَ أَقْبَلَ  
عَلَى أَهْلِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ دَأْبُ نَفْسِي بِمِثْلِهِ رَأَيْتُ



لَا شَبِيهَ لَكُمْ صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِهْرَانَ الرَّازِيُّ قَالَ تَأْتِيهِ بَنُو مُسْلِمٍ قَالَ تَأْتِيهِ دُرَّاعِي عَنْ يَحْيَى ابْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ كَانَ يُكَيِّرُ فِي الصَّلَاةِ كُلَّمَا رَكَعَ وَرَضِعَ فَقُلْتُ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ مَا هَذِهِ التَّكْيِيرُ فَقَالَ لَمْ أَهْوَ لَصَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

ابو سلمہ کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے تمام اشتغالات میں اللہ اکبر کہتے تھے جس نے حضرت ابو ہریرہ سے پوچھا اسے ابو ہریرہ یہ کیسی تکبیریں ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز ہے۔

۶۶۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ تَأْيِقُوبُ يَعْنِي ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَهِيلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّهُ كَانَ يُكَيِّرُ كُلَّمَا خَفَضَ رُكُوعَهُ وَيُحَدِّثُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَنْعَلُ ذَلِكَ -

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نماز کے تمام اشتغالات میں تکبیر کہتے اور حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح نماز پڑھتے تھے۔

۶۶۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَخَلْفُ بْنُ هِشَامٍ جَمِيعًا عَنْ كَثِيرٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا حَقَّادُ بْنُ تَمِيمٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ جَرِيرٍ عَنْ مُطَرِّبٍ قَالَ صَلَّيْتُ أَنَا وَغَيْرِي أَنَّ ابْنَ حَقِيصٍ خَلَفَ عَلَيَّ فِي أَحَدِ ظَلَيْبٍ وَكَانَ إِذَا تَجَدَّ كَبَّرَ إِذَا رَكَعَ رَأْسَهُ كَبَّرَ وَإِذَا نَهَضَ أَهْبَقَ مِنَ التَّوَلَّعَتَيْنِ كَبَّرَ فَلَمَّا انْتَهَى مَا مِنَ الصَّلَاةِ قَالَ أَسَدُ يَعْنِي ابْنَ أَبِي ثَعْلَبَةَ قَالَ لَقَدْ صَلَّى بِنَا هَذَا صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَذْوَ قَالَ قَدْ ذَكَرْنَا هَذَا صَلَوةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مطرب کہتے ہیں کہ میں نے اور عمران بن حصین نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی امتداد میں نماز پڑھی، وہ جب سجدہ کرتے تو تکبیر کہتے، جب سجدہ سے سر اٹھاتے تو تکبیر کہتے اور جب دو رکعت کے بعد کھڑے ہوتے تو تکبیر کہتے۔ مطرب کہتے ہیں جب ہم نماز سے فارغ ہوئے کہ عمران نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا انہوں نے تم کو اسیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز پڑھائی ہے یا یہ کہا کہ انہوں نے مجھے میرا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز یاد دلائی۔

نماز کی تکبیرات میں مذاہب ائمہ فقہار احناف کے نزدیک تکبیر تحریر قرآن سے کیونکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَتَهْتِكُ فَكَيِّرُ - (حد ش ۳۱)

اے رب کی تکبیر کر، یعنی اللہ اکبر کہو۔

اور نماز کی باقی تکبیرات سنت ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اعرابی کو نماز کی تعلیم دی تو تکبیر تحریر کے علاوہ باقی تکبیرات کا ذکر نہیں فرمایا۔

امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک تکبیر تحریر واجب ہے اور باقی تکبیرات سنت ہیں، اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک تمام تکبیرات واجب ہیں۔ (فتح القدیر ج ۱ ص ۲۳۹، نووی علی شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۶۹، اكمال اکمال المسلم ج ۲ ص ۱۴۷)







نہ پڑھے۔

شہاب قال أخبرني محمد بن الزبير عن  
عبد بن الصامت قال قال رسول الله صلى  
الله عليه وسلم لا صلوة لمن لم يقرأ بآية القرآن.

۴۸۰۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ أَبِي حَنْبَلٍ عَنْ  
نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِآيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ .  
وَحَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ قَالَ نَأْيُ عَنْ  
صَالِحِ بْنِ أَبِي شَهَابٍ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ الزُّبَيْرِ  
الَّذِي مَثَرُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي  
وَجْهِهِ مِنْ بَيْرِهِ هَذَا أَخْبَرَهُ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ الصَّامِتِ  
أَخْبَرَهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ لَا صَلَاةَ لِمَنْ لَمْ يَقْرَأْ بِآيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ .

۴۸۱۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ بْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
حَبِيبٍ قَالَ نَأْيُ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْوَهْدِيِّ  
بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَمِثْلَهُ وَمِمَّا إِذَا قُضِيَ عِدَاةُ .

۴۸۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو إِسْحَقَ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ  
أَنَا سَفِيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ مَنْ صَلَّى صَلَاةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِآيَةٍ مِنَ الْقُرْآنِ  
فَبُيِّنَ خِلَافُهَا ثَلَاثًا غَيْرَ تَمَامٍ فَقِيلَ لِي هِيَ تِلْكَ  
إِنَّمَا تَكُونُ وَمِمَّا إِذَا قُضِيَ عِدَاةُ الْإِمَامِ فَقَالَ أَقْرَأْ بِهَا فِي نَفْسِكَ  
فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قِيمَتُ الصَّلَاةِ بَيْنِي وَبَيْنَ  
عَبْدِي بِصَفِيَّتِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ الْعَبْدُ  
الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ . قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ حَمْدِي فِي  
عَبْدِي وَإِذَا قَالَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ . قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَ  
جَلَّ أَتَيْتَنِي عَبْدِي وَإِذَا قَالَ مَا لَكَ يَوْمَ الْيَوْمِ .  
قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَقَالَ مَرْثُةٌ فَوَضَّحَ لِي عَبْدِي  
فَإِذَا قَالَ إِيَّاكَ تَعْبُدُ وَإِيَّاكَ تَسْتَعِينُ . قَالَ هَذَا  
بَيْنِي وَبَيْنَ عَبْدِي وَلِعَبْدِي مَا سَأَلَ فَإِذَا قَالَ  
رَاحِدًا لِقَدْرِهِ الْمُسْتَقِيمُ . صِرَاطُ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ

حضرت عباد بن صامت رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس  
شخص کا نماز (کامل) نہیں ہوگا، جو قرآن (سورۃ)  
فاتحہ نہ پڑھے۔

اہم مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ بیان  
فرمایا کہ اس سند سے بھی ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے  
نماز پڑھی اور اس میں ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کو نہ  
پڑھا تو اس کا نماز ناقص ہے یہ کلمہ آپ نے تین  
بار کہا اور فرمایا کہ وہ نام تام ہے۔ حضرت ابو ہریرہ  
رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ بسا اوقات ہم امام کی اقتداء  
میں نماز پڑھتے ہیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ  
نے جواب دیا، سورۃ فاتحہ کے سوا کسی اور کلمہ  
کیزکو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
سنا ہے آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے  
کہ میرے اور میرے بندہ کے درمیان صلات  
(سورۃ فاتحہ) کے درختہ کر دیے گئے اور  
میرا بندہ جو مانگے گا وہ اس کو ملے گا جب بندہ  
کتاب الحمد لله رب العالمین تو اللہ تعالیٰ  
فرماتا ہے میرے بندے میری حمد کہ جب وہ  
کتاب الرحمن الرحیم تو اللہ عزوجل فرماتا ہے



عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ .  
 قَالَ هَذَا الْعَبْدُ لِي وَلِْعَبْدِي مَا سَأَلَ قَالَ  
 سُفْيَانُ حَدَّثَنِي بِه الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
 ابْنُ يَعْقُوبَ دَخَلْتُ عَلَيْهِ وَهُوَ مَرِيضٌ فِي  
 بَيْتِهِ فَسَأَلْتُهُ أَنَا عَنْهُ .

میرے بندہ نے میری تعریف کی، جب وہ کہتا  
 ہے مالکِ یوم الدین تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے  
 میرے بندہ نے میری تعظیم کی اور ایک بار فرمایا  
 بندہ نے اپنے آپ کو مجھے سونپا اور جب وہ کہتا  
 ہے ایاک نعبدہ ایاک نستعین تو اللہ تعالیٰ  
 فرماتا ہے یہ میرے اور میرے بندہ کے ایمان  
 ہے اور میرا بندہ جمانگے گا وہ اس کو ملے گا اور  
 جب وہ کہتا ہے اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین  
 انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین  
 اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ میرے بندہ کے لیے ہے  
 اور میرا بندہ جمانگے گا وہ اس کو ملے گا۔  
 امام مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے  
 اس حدیث کی ایک اور سند بیان کی۔

۷۸۳۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكِ  
 بْنِ أَنَسٍ عَنِ الْعَلَاءِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَهُ  
 أَبَا الشَّائِبِ مَوْلىَ هِشَامِ بْنِ زَمْرَةَ يَقُولُ سَمِعْتُ  
 أَبَاهُ زَمْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 ۷۸۴۔ وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ  
 الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ  
 بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ يَعْقُوبَ أَنَّ أَبَا الشَّائِبِ مَوْلىَ  
 بَنِي عَبْدِ اللَّهِ بْنِ هِشَامِ بْنِ زَمْرَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ  
 سَمِعَ أَبَاهُ زَمْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَوةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمِّ  
 الْقُرْآنِ يَمُوتُ حَيًّا يَتُوبُ سُفْيَانُ وَفِي حَدِيثٍ شَبِيهٍ  
 قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ قَسَمْتُ الصَّلَاةَ بَيْنِي وَبَيْنَ  
 عَبْدِي نِصْفَيْنِ فَنِصْفُهَا لِي وَنِصْفُهَا لِعَبْدِي .

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص  
 نے نماز پڑھی اور ام القرآن کو نہ پڑھا، باقی  
 حدیث مثل سابق ہے اور یہ فرمایا کہ نماز میرے  
 اور میرے بندہ کے درمیان آدمی آدمی سے  
 نصف میرے لیے ہے اور نصف میرے  
 بندے کے لیے۔

۷۸۵۔ حَدَّثَنِي أَحْمَدُ بْنُ جَعْفَرٍ الْمُعَقَّرِيُّ  
 قَالَ نَا النَّضَرُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ نَا أَبُو أُوَيْسٍ  
 قَالَ أَخْبَرَنِي الْعَلَاءُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي الشَّائِبِ  
 وَكَأَنَّا جُلِيسَتِي أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلَّى صَلَوةً

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس  
 شخص نے نماز پڑھی اور ام القرآن (سورۃ فاتحہ)  
 کو نہ پڑھا تو آپ نے تین بار فرمایا کہ اس کی نماز  
 ناقص ہے۔



لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأَمْرِ النَّبِيِّ كَمَا أَجَبَ يَقُولُهَا فَلَا تَأْمُرُوا بِشَيْءٍ حَتَّى يُؤْمَرَ بِهِ

۴۸۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ كَثِيرٍ قَالَ نَأَى أَبُو سَامَةَ عَنْ حَبِيبِ الشَّيْبَانِيِّ قَالَ سَمِعْتُ عَطَاءَ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا صَلَاةَ إِلَّا بِقِرَاءَةِ آيَةٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَمَا أَعْلَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْلَنًا لَكُمْ وَمَا أَحْقَاةُ أَحْقِيَاتِ لَكُمْ

۴۸۷۔ حَدَّثَنَا ثَنَا عَمْرُو بْنُ الْقَاسِمِ وَهُوَ هَمْدَانِيُّ حَدَّثَنَا حُذَيْفَةُ بْنُ الْيَافَرِ وَكَانَ نَأَى عَنْهُمَا عَمْرُو بْنُ الْيَافَرِ قَالَ أَنَا ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي كُلِّ صَلَاةٍ يُقْرَأُ فَمَا أَسْمَعْنَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَا أَحْقَى مِنَّا أَحْقِيَاتُ وَمَنْكُمُ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ أَرَأَيْتَ إِنْ لَمْ يَأْتِ عَلَى أَمْرِ النَّبِيِّ فَقَالَ إِنْ يَأْتِ عَلَيْهَا فَهُوَ خَيْرٌ وَإِنْ انْتَهَيْتِ إِلَيْهَا أَجَدَاتُ عَنْكَ

۴۸۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا يَزِيدُ يَحْيَى ابْنُ زُرَيْعٍ عَنْ حَبِيبِ السَّعْدِيِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فِي كُلِّ صَلَاةٍ قِرَاءَةٌ فَمَا أَسْمَعْنَا النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَسْمَعْنَا لَكُمْ وَمَا أَحْقَى مِنَّا أَحْقِيَاتُ وَمَنْكُمُ قِرَاءَةٌ بِأَمْرِ الْكِتَابِ فَقَدْ أَحْبَرَأْتُ وَمَنْ بَرَأَ فَهُوَ أَفْضَلُ

۴۸۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَأَى يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ عَنْ حَبِيبِ اللَّهِ قَالَ ثَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْمَسْجِدَ فَدَخَلَ رَجُلٌ فَصَلَّى ثُمَّ جَاءَ فَسَلَّمَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكَرَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نماز قرآن پڑھنے کے بغیر نہیں ہوگی جس نماز میں آپ نے قرآن بلند آواز سے پڑھا اس میں ہم نے بھی بلند آواز سے پڑھ کر سنایا اور جس نماز میں آپ نے چپکے چپکے پڑھا تو ہم نے بھی اس میں چپکے چپکے پڑھا۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے جس نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا اس میں ہم تم کو قرآن سناتے ہیں، اور جن نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ آہستہ قرأت کی، ہم بھی آہستہ آہستہ قرأت کرتے ہیں، ایک شخص نے پوچھا اگر میں سورۃ فاتحہ پر زیادتی نہ کروں تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اگر زیادتی کرو تو بہتر ہے ورنہ سورۃ فاتحہ کا پڑھ لینا کافی ہے۔

عطاء کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہر نماز میں قرآن پڑھا جائے گا، جن نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قرآن سنایا ہم تم کو قرآن سناتے ہیں اور جن نمازوں میں حضور نے آہستہ قرآن پڑھا ہم آہستہ پڑھتے ہیں جس نے نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھی وہ اس کے لئے کافی ہے اور جس نے اس سے زیادہ پڑھا وہ افضل ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں آئے ایک آدمی (اعرابی) نے اگر نماز پڑھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر سلام عرض کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جاؤ نماز پڑھو، تمہاری نماز نہیں ہوئی،



اس نے پھر اسی طرح نماز پڑھی، اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا آپ نے فرمایا: **وَعَلَيْكَ اِسْلَامُ** جازم نماز پڑھو، تباری نماز نہیں ہوتی، اس طرح حین بارگاہ پھر اس آدمی نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق تورے کر بھیجا ہے میں اس سے ابھی نماز نہیں پڑھ سکتا، مجھے نماز سکھائیے، آپ نے فرمایا: **اجب تم نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو کر** سیکھ کر پھر قرآن کا جو حصہ تم کو سہولت سے یاد ہو، اس کو پڑھو پھر رکوع کر و علیٰ کہ اطمینان سے رکوع کر لو، پھر رکوع سے سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاؤ پھر اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے سر اٹھا کر اطمینان سے بیٹھ جاؤ پھر ناک کی ہر حرکت اسی طرح پڑھو۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے مسجد میں اگر نماز پڑھی، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد کے ایک گوشہ میں بیٹھے ہوئے تھے، باقی حدیث مثل سابقہ ہے۔ اور اس میں یہ اضافہ ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو تو مکمل وضو کرو پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو کر تکبیر تحریر یہ کہو۔

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ خُرُجَةَ الرَّجُلِ فَصَلَّيْتُ كَمَا كَانَ صَلَّيْتُ ثُمَّ جَاءَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَلَّمَ عَلَيَّ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ وَعَلَيْكَ السَّلَامُ ثُمَّ قَالَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ حَتَّى تَعْلَ ذَلِكَ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ فَقَالَ الرَّجُلُ وَاللَّهِ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا أُخْبِرْتُ غَيْرَ هَذَا عَلَيَّ فَقَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اقْرَأْ مَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْآنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ مَرَّكَ ثُمَّ ارْقِعْ حَتَّى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْقِعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ افْعَلْ ذَلِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا

۷۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَأَى أَبُو سَامَةَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُنِيرٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ مُنِيرٍ قَالَ نَأَى قَالَ نَأَى عُبَيْدُ اللَّهِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي نَاحِيَةٍ وَسَاقِ الْهَدْيِ يَغْتَلِ هَذَا الْقَصَّةَ وَمَا دَفِيئُهُ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلَاةِ فَكَبِّرْ ثُمَّ اسْتَقِيلِ الْيَقِيْلَةَ فَكَبِّرْ

قرأت خلف الامام میں فقہاء ثنائیہ کا نظریہ | حدیث نمبر ۷۹ میں ہے: جو شخص سورۃ فاتحہ پڑھے اس کی نماز رکائی نہیں ہوتی۔

علامہ یحییٰ بن شریف نوروی شافعی لکھتے ہیں:

اس حدیث سے نماز میں سورۃ فاتحہ کی قرأت کا وجوب ثابت ہوتا ہے اور اس سورۃ کا نماز میں پڑھنا متعین ہے، اس کے سوا کوئی دوسری سورۃ اس سے کفایت نہیں کرتی، الا یہ کہ کوئی شخص اس کی قرأت سے عاجز ہو، یہ امام مالک، امام شافعی، جمہور فقہاء صحابہ، تابعین اور بعد کے علماء کا مذہب ہے، اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اور ایک قلیل جماعت کا یہ نظریہ ہے کہ نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب نہیں ہے، بلکہ قرآن مجید کی کسی ایک آیت کا پڑھنا واجب ہے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو کچھ تم آسانی سے



پڑھ سکودہ پڑھو یا (علامہ نووی نے یہ صحیح نہیں لکھا، امام ابوحنیفہ کے نزدیک نماز میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض نہیں ہے کیونکہ قرینت قطعی الثبوت اور قطع الدلیلہ دلیل سے حاصل ہوتی ہے اور اس حدیث کی بناء پر امام ابوحنیفہ غائب میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کو واجب کہتے ہیں، امام اقلیہ کا مذہب ہم ان شاء اللہ عنقریب بیان کریں گے غلام رسول سعیدی (عقلاً) اور جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "ام القرآن (سورۃ فاتحہ) کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی" اگر انھوں نے کہا اس سے مراد یہ ہے کہ نماز کامل نہیں ہوتی تو یہ غلات ظاہر ہے بلکہ یہی ظاہر ہے کیونکہ اس باب کی حدیث نمبر ۴۸ میں ہے جس نے سورۃ فاتحہ کو نہیں پڑھا اس کی نماز ناقص ہے، یہ کلمہ آپ نے عین بار فرمایا اور ناقص کے مقابلہ میں کامل ہے، اگر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا فرض ہو تا تو آپ فرماتے جس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی اس کی نماز باطل ہے۔ غلام رسول سعیدی (عقلاً)۔ اور اس کی تائید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اسی حدیث سے ہوتی ہے وہ نماز کافی نہیں ہوتی جس میں سورۃ فاتحہ کی قرأت نہ کی جائے اس حدیث کو امام ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں سند صحیح کے ساتھ بیان کیا ہے، اور ابوہریرہ بن حبان نے بھی بیان کیا ہے، اور جس حدیث میں ہے جو کچھ تم آسانی سے پڑھ سکودہ پڑھو، وہ سورۃ فاتحہ پڑھنے پر محمول ہے کیونکہ اس کا پڑھنا آسان ہے، یہ جواب صحیح نہیں ہے کیونکہ حدیث میں لفظ "ما" ہے جو عام ہے یعنی (عقلاً)۔

اس حدیث میں امام شافعی اور ان کے موافقین کے مذہب پر دلیل ہے، جو یہ کہتے ہیں کہ امام معتزلی اور متغیر و سب پر سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، معتزلی پر سورۃ فاتحہ پڑھنے کے وجہ کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ سے کسی نے کہا ہم امام کے پیچھے ہوتے ہیں تو کیا کریں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا سورۃ فاتحہ کو دل میں پڑھو اس کا معنی ہے اس کو چپکے چپکے پڑھو جس کو تم خود سنو اور بعض مالکیہ نیزم نے جو اس کا عمل بیان کیا ہے کہ سورۃ فاتحہ کے معانی میں تدبر کو یہ غیر مقبول ہے، کیونکہ قرأت کا اطلاق صرف زبان کی اس حرکت پر ہوتا ہے جو سنائی دے، اس وجہ سے اس پر اتفاق ہے کہ جنہی اور علق اگر زبان کی حرکت کے بغیر قرآن مجید کے معانی میں تدبر کریں تو اس پر قرأت کا اطلاق نہیں ہوگا۔ علامہ نووی کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، زبان کی جو حرکت سنائی دے خواہ آہستہ یا زور سے وہ قرأت لفظی ہے قرأت نفسی نہیں ہے، قرأت نفسی کا معنی یہی ہے کہ الفاظ کے معانی میں تدبر کیا جائے جیسا کہ علامہ نووی نے بعض مایکھ سے نقل کیا ہے، اور اگر بیعتی قرآن کے معنی میں تدبر کرے تو اس کو قرأت نفسی کہہ سکتے ہیں۔

علامہ ابن قدامہ منبلی کہتے ہیں:

قرأت خلف الامام میں فقہاء حنبلیہ کا نظریہ صحیح مذہب یہ ہے کہ ہر حرکت میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، یہ امام مالک، امام اوزاعی اور امام شافعی کا مذہب ہے، امام احمد سے ایک روایت



یہ ہے کہ نازکی صرف دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا واجب ہے، غنمی، ثوری اور امام ابو حنیفہ سے بھی اسی طرح روایت ہے، کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرو اور دوسری دو رکعتوں میں تسبیح کرو، نیز اگر باقی رکعات میں قرأت واجب ہوتی تو چہری نمازوں میں ان میں جہر سے قرأت واجب ہوتی، جس بصری سے روایت ہے کہ اگر ایک رکعت میں بھی قرأت کر لی — تو کافی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فاقرءوا مما تيسر من القرآن (مزمّل: ۲۰) قرآن سے جتنا (تم پر) آسان ہو پڑھ دیا کرو۔

اور امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ اگر تین رکعات میں قرأت کر لی تو کافی ہے کیونکہ وہ نماز کا اکثر حصہ ہیں، ہماری دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعات میں سورۃ فاتحہ اور کوئی اور سورت پڑھتے تھے، پہلی رکعت میں زیادہ قرأت کرتے اور دوسری میں کم، اور کبھی ہم کو قرأت سناتے تھے، اور دوسری دو رکعت میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے، نیز امام بخاری اور امام مسلم کی روایت میں ہے: اس طرح نماز پڑھو جس طرح تم مجھے نماز پڑھتے ہوئے دیکھتے ہو اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چار رکعت میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز (کامل) نہیں ہوتی، اور حضرت ابو سعید اور حضرت عبادہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ ہم ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کو پڑھیں، نیز جس شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تھی اس کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی پہلی رکعت سکھائی تو اس کو فرمایا تمام رکعات اس طرح پڑھو اور یہ حکم تمام رکعات میں قرأت کو بھی شامل ہے، حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے ایک رکعت نانہ پڑھی اور اس میں قرأت نہیں کی تو اس کی یہ نماز صرف امام کے پیچھے ہو سکتی ہے۔ (اس سے یہ معلوم ہوا کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض نہیں ہے، سعید بن جبیر اس حدیث کو امام مالک نے مؤطا میں روایت کیا ہے، اور اس سے پہلے جو حضرت علی کا اثر بیان کیا گیا ہے اس کی سند میں حارث انور ہے اور اس کو شعبی نے کذاب کہا ہے، نیز حضرت عمر اور حضرت جابر نے اس کی مخالفت کا ہے۔)

نیز علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں:

امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد کچھ دیر غاموش رہے اور آرام کرے تاکہ اس وقفہ میں مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ لیں تاکہ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھنے میں امام کے ساتھ کھینچا تائی نہ کریں، امام ابو زاعری، امام شافعی اور اسحاق کا مذہب ہے، امام مالک اور اصحاب طائفہ نے اس کو مکروہ کہا ہے۔ تاہم دلیل یہ ہے کہ امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو رکعتیں یاد رکھے ہیں، ایک سکتہ تکبیرہ تکبیرہ کے بعد اور ایک سکتہ غنیمۃ الغنیمۃ علیہم ولا الضالّین۔ کہ قرأت کے بعد، عمران نے اس کا احکام کیا اور ان دونوں نے حضرت ابی بن کعب



کو خط لکھا انھوں نے جواب دیا کہ سہ کر یہ حدیث محفوظ ہے اور ابو سلمہ بن عبدالرحمن نے کہا امام کے لیے قرائت کے  
 میں ان میں سورۃ فاتحہ کی قرات کو غنیمت جانو ایک سکتے نماز کے شروع کے وقت ہے اور ایک سکتے جب  
 وہ ولا الضالین کہے، عروہ بن زبیر نے کہا میں امام کے ان دو سکتوں کو غنیمت جانتا ہوں جب وہ غیر المنعرب  
 علیہم ولا الضالین کہتا ہے تو میں اس وقت سورۃ فاتحہ پڑھ لیتا ہوں اور جب وہ سورۃ غم کرتا ہے  
 تو میں رکوع سے پہلے قرات کر لیتا ہوں یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ کا پڑھنا  
 ان کے نزدیک معروف تھا۔

علامہ دمشقانی الی مالکی کہتے ہیں:

**قرأت خلف الامام میں فقہاء مالکیہ کا نظریہ** | تاویض جہاں مالکی نے بیان کیا ہے کہ اشعرب مالکی  
 ابن وجیب مالکی اور کوفیوں کا قول یہ ہے کہ امام کے پیچھے کسی حال میں قرات نہ کی جائے، صحیح مسلم میں حضرت  
 ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے ان سے کہا گیا کہ بعض اوقات ہم امام  
 کے پیچھے جوتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ نے کہا اس وقت اپنے دل میں پڑھو، اس حدیث کا معنی یہ ہے  
 کہ جب امام قرات کرے تو اس کے معانی میں تدبر کرو، تابعین کی ایک جماعت کا یہ قول ہے کہ امام کے پیچھے  
 کسی حال میں قرات نہ کی جائے اور کہتے ہیں کہ صرف رخصت، لائے جائیں اور خود کو جس آواز نہ گئے، اور جس نے خود  
 کو سنایا اس نے اچھا کیا، امام مالک اور ان کے امام اصحاب اور بہت سے معتقدین نے یہ کہا ہے مقتدی امام  
 کے ساتھ تری نمازوں میں پڑھے اور جہری نمازوں میں نہ پڑھے، امام احمد نے یہ کہا ہے کہ امام کے پیچھے جہری  
 اور جہری دونوں نمازوں میں سورۃ فاتحہ پڑھے، امام شافعی کے اس میں میں قول میں ایک قول کو غنیمت کی طرح ہے  
 ایک قول امام احمد کی مثل ہے اور ایک قول جہور صحابہ اور تابعین کی مثل ہے، امام احمد اور داؤد ظاہری کے نزدیک  
 سورۃ فاتحہ کا تری نمازوں میں پڑھنا فرض ہے ہمارے نزدیک اس میں اختلاف ہے، ایک قول سنت ہے  
 اور ایک قول مستحب ہے۔

علامہ مرغینانی حنفی کہتے ہیں:

**قرأت خلف الامام میں فقہاء احناف کا نظریہ** | مقتدی امام کے پیچھے قرات نہ کرے، ہمارے میں  
 یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرات اس کی قرات ہے (سنن ابن ماجہ  
 و ترمذی) اور اس پر صحابہ کا اجماع ہے، یہ سن امام اور مقتدی دونوں کے درمیان مشترک ہے لیکن مقتدی کا کام یہ  
 ہے کہ وہ خاموش رہے اور نہ ہی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے، جب امام قرات کرے تو خاموش رہو، امام  
 محمد سے ایک روایت یہ ہے کہ احتیاطاً قرات کرنا مستحسن ہے اور امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف کے نزدیک  
 امام کے پیچھے قرات کرنا مکروہ ہے کیونکہ اس پر وعید ہے۔

۱۔ علامہ سرفی الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۲۲۰ھ، المنی ج ۱ ص ۲۹۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۵ھ  
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلف دمشقانی الی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکالی الکمال المصنف ج ۲ ص ۱۵۰-۱۴۹، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ



علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں تمام نازیروں کو قرأت کرنے کا حکم دیا ہے فاعلموا ما تیسر منہ " جس قدر قرآن مجید آسانی سے پڑھ سکتے ہو پڑھو " اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی حکم ہے کوئی نماز قرآن مجید پڑھے بغیر نہیں ہوتی " لیکن جب حدیث صحیح میں وارد ہے " جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے " قرآن آیت اور حدیث کے عموم کی تخصیص کرنا واجب ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قاعدہ ہے " اس لیے مقتدی اس حکم کے عموم سے خارج ہے نیز اس پر اجماع ہے کہ رکوع میں نماز کو پانے والا نماز کی رکعت کو بالکتابہ حالانکہ اس رکعت میں اس نے قرأت نہیں کی ہے " اس سے معلوم ہوا کہ مدرک رکوع بھی قرأت کے عمومی حکم سے خارج ہے " اس طرح جس حدیث میں ہے " اللہ اکبر پھر تم کو جس قدر قرآن یاد ہے پڑھو " یہ بھی مقتدی کے غیر بد محمول ہے تاکہ دلائل میں تطبیق ہو " بلکہ یہ کہا جائے گا کہ مقتدی کے لیے بھی شرفاً قرأت ثابت ہے " کیونکہ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے " اگر مقتدی نے قرأت کی تو ایک نماز میں دو قرأتیں ہو جائیں گی " یہ حدیث مستند و آسانید سے حضرت جابر بن عبد اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے " امام دارقطنی " امام بیہقی اور امام ابن عدی نے کہا ہے کہ اس حدیث کا مرفوع ہونا ضعیف ہے " اور صحیح یہ ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے " مستند راویوں نے اس حدیث کو ارسال سے بیان کیا ہے " ایک سند سے امام ابو حنیفہ نے بھی اس کو مرسل روایت کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے نزدیک حدیث مرسل محبت ہے اور اس سے صحت نظر کر کے ہم یہ کہتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ نے سند صحیح کے ساتھ اس حدیث کو مرفوعاً بھی روایت کیا ہے " امام محمد بن الحسن نے اپنی مؤلفا میں روایت کیا ہے از ابو حنیفہ از ابو الحسن موسیٰ بن ابی عائشہ از عبد اللہ بن شداد از جابر رضی اللہ عنہ از نبی صلی اللہ علیہ وسلم " آپ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو بے شک امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے " اس حدیث کو سفیان " شریک " جریر اور ابوانہ جیر نے اپنی اپنی آسانید صحیحہ کے ساتھ اپنی اپنی مسانید میں مرفوعاً روایت کیا ہے اور سفیان کا سند امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے " اس لیے مخالفین کا اس حدیث کو مرسل قرار دینے پر اصرار کرنا باطل ہے " کیونکہ اگر ثقہ راوی کسی حدیث میں مستفرد ہو تو اس کو قبول کرنا واجب ہے اور رفع ارسال پر زیادتی ہے اور ثقہ اگر مستفرد ہو تب بھی اس کی زیادتی مقبول ہوتی ہے " چہ جائیکہ یہاں چار سے زائد ثقہ راوی اس حدیث کو مرفوعاً روایت کر رہے ہیں اور ثقہ راوی کبھی حدیث کی ایک سند کو ارسال سے بیان کرتا ہے اور کبھی اتصال سے " امام ابو عبد اللہ حاکم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فاکہ پڑھائی " آپ کے پیچھے ایک شخص قرأت کر رہا تھا " نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی اس کو نماز میں قرأت سے روکتے رہے جب وہ شخص نماز سے فارغ ہوا تو اس نے اس صحابی سے کہا کیا تم مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں قرأت کرنے سے منع کرتے ہو ؟ وہ دونوں تکرار کرنے لگے " حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا " نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہوتی ہے " امام ابو حنیفہ نے ایک روایت سے بیان کیا ہے کہ ظہر یا عصر کی نماز میں ایک شخص نے قرأت کی تو اس کو ایک صحابی نے منع کیا " محدث " اس سے معلوم ہوا کہ حدیث کی اصل یہ واقعہ ہے اور حضرت جابر رضی



اللہ عزوجل نے بھی پر راطقہ بیان کیا اور کبھی صرف اس کا حکم بیان کر دیا اور کبھی امام کے پیچھے قرأت کی ممانعت کو بیان کیا۔

اس حدیث کے معارضیہ روایت ہے مجھ سے قرآن کیوں کہیں یا ہمارا ہاتھ اگر کسی مقتدی نے ضرور قرآن پڑھنا ہو تو وہ صرف سورہ فاتحہ پڑھے، اسی طرح امام ابو داؤد اور امام ترمذی نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے فجر کی نماز پڑھ رہے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید پڑھا تو آپ پر قرآن پڑھنا دشوار ہوا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا: شاید تم اپنے امام کے پیچھے قرآن پڑھ رہے تھے، ہر گز نہ کہہنا، ان بابائوں اللہ آپ نے فرمایا سورہ فاتحہ کے اس طرح نہ کرو کیونکہ جو سورہ فاتحہ نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جس حدیث میں امام کے پیچھے قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے اس کی سند زیادہ قوی ہے اور اس میں ممانعت علی الاطلاق ہے اس لیے قوت سند اور علم کی وجہ سے وہ حدیث ان احادیث پر مقدم ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی حدیث دیگر احادیث سے مؤید ہے، ہر چند کہ ان کی اس امید ضعیف ہیں اور صحابہ کے مذاہب سے بھی مؤید ہے حتیٰ کہ صاحب ہلدیہ نے یہ کہا کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے پر اجماع صحابہ ہے، وہ احادیث حسب ذیل ہیں:

۱۔ امام مالک نے اپنی مؤطا میں ازناہن ابن عمر رضی اللہ عنہما روایت کیا: جب تم میں سے کوئی شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے تو امام کی قرأت اس کے لیے کافی ہے اور جب وہ تنہا نماز پڑھے تو قرأت کرے، اور حضرت ابن عمر امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے۔

۲۔ امام دارقطنی نے اس حدیث کو مرفوعاً بیان کیا ہے اور یہ کہا اس کا مرفوع ہو نا لای کا وہم ہے لیکن یہ حکم مرفوع ہے کیونکہ حضرت ابن عمر کا یہ قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماج پر محمول ہے۔

۳۔ امام ابن عدی نے کمال میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے، اس حدیث کی سند میں اسماعیل اضعیف تھوڑی ہے اس کا کوئی متابع نہیں ہے۔

امام ابن عدی کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے، بلکہ اسماعیل کا متابع ہے نصر بن عبد اللہ، امام طبرانی نے معجم اوسط میں نصر بن عبد اللہ از حسن اس حدیث کو روایت کیا ہے اور حسن سے سند او متناہی روایت ہے امام طبرانی نے اس حدیث کو حضرت ابن عباس سے بھی مرفوعاً روایت کیا ہے لیکن اس میں کلام ہے۔

۴۔ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ عبد اللہ بن مقاسم نے حضرت عبد اللہ بن عمر حضرت زید بن ثابت اور حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہم سے سوال کیا تو انہوں نے کہا کسی نماز میں بھی امام کے پیچھے قرأت نہ کرو۔

۵۔ امام محمد بن حسن نے اپنی مؤطا میں اپنی سند کے ساتھ ابوداؤد سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت



عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے کہا خاموش رہو نماز میں صرف ایک تشکل ہے اور یہاں سے لیے امام کافی ہے، اور اسی کتاب میں حضرت سعد کے بعض بیٹوں نے روایت کیا ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے اس کے منہ میں انگٹے ڈال دوں، اس کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے نگران کی روایت میں ہے میں اس کے منہ میں پتھر ڈال دوں۔

۷۔ امام محمد نے اپنی موطا میں اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انھوں نے کہا جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے کاش اس کے منہ میں پتھر جوتے، اس اثر کو امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔

۸۔ امام طحاوی نے اپنی سند کے ساتھ ابوہریرہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت ابن عباس سے پوچھا کیا میں امام کے ہوتے ہوئے قرأت کر دوں؟ انھوں نے کہا نہیں!

۹۔ امام ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت نہ کرو خواہ جہری نماز ہو یا سری۔

۱۰۔ امام عبدالرزاق نے روایت کیا ہے کہ حضرت ثعلبی نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے غلطی میں خطا کی۔

۱۱۔ امام نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کیا ہر نماز میں قرأت ہے فرمایا: انصار کے ایک شخص نے کہا قرأت واجب ہو گئی، حضرت ابوہریرہ کہتے ہیں میں نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور کہا جب امام کسی قوم کو نماز پڑھائے تو اس کی قرأت قوم کے لیے کافی ہے۔ اگر مؤخر الذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام نہ ہو بلکہ حضرت ابوہریرہ کا کلام ہو تو یہ ایک ہو سکتا ہے کہ پہلے وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ روایت کریں کہ ہر نماز میں قرأت ہے، پھر امام کی قرأت کو مقتدی کی قرأت قرار دیں، یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب ان کو یہ علم ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتدی کی قرأت کو امام کی قرأت قرار دیا ہے۔

اسی طرح کبار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے امام کے پیچھے قرأت کی مماثلت منقول ہے، ان میں حضرت علی المرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کے اہل شامل ہیں، اور محدثین نے ان تمام صحابہ کے اسناد کو ضبط کیا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قرأت نماز کا ایک رکن ہے اور اس میں امام اور مقتدی دونوں مشترک ہیں، ہم کہتے ہیں کہ دونوں مشترک ہیں، لیکن مقتدی کا حصہ قرآن مجید مستنا اور نماز میں رہنا ہے، کیونکہ قرأت سے مطلوب ہمدرد اور تفکر ہے اور اس پر عمل کرنا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: کتاب انزلناک الیک مبارک لیدبوا



آیات - آپ کی طرف نازل فرمائی ہے تاکہ وہ اس کی آیات میں خود کریں۔ (حدیث ۲۹۱)

اور یہ مقصد اسی وقت حاصل ہوگا جب وہ قرآن مجید کو سنیں گے، جیسے جمعہ کا خطبہ و خطبہ اور تذکیر کے لیے مشروع کیا گیا ہے تو اس کا سنا واجب ہے تاکہ اس کا فائدہ حاصل ہو یہ نہیں کہ ہر شخص اپنے نفس کو خطبہ دینے لگے اس کے برخلاف باقی ارکان مشروع کے لیے مشروع کیے گئے ہیں اور مشروع رکوع اور سجود سے حاصل ہوتا ہے۔ اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ یہ وجہ تو صرف چہرہ نماز میں درست ہو سکتی ہے اور قرأت خلف الامام کا اختلاف تو صرف نماز میں ہے اس میں یہ فائدہ کس طرح حاصل ہوگا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن مجید میں دو چیزوں کا حکم دیا گیا ہے سننے کا اور خاموش رہنے کا:

وإذا قرأ القرآن فاستمعوا له وأنصتوا لعلکم ترحمون۔ (انفال ۲۰۴)  
امام مسلم روایت کرتے ہیں:

عن ابو ہریرۃ اذا قرأ فأنصتوا۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو۔

امام مسلم نے فرمایا ہے یہ حدیث صحیح ہے (صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۲، مطبوعہ دار محمد صالح المنجد کراچی) خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید اور احادیث میں دو چیزوں کا حکم ہے، سننے کا اور خاموش رہنے کا اور جب امام زور سے قرأت نہ کرے اور اس کے یہ سننا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے خاموش رہنا تو ممکن ہے، محیط میں مذکور ہے کہ مقتدی سے قرأت ساقط نہیں ہوتی لیکن امام کی قرأت اس کی قرأت ہے حتیٰ کہ وہ امام کے ساتھ قیام میں شریک ہو جائے جو قرأت کا محل ہے اور صحرا جواب یہ ہے کہ ہم یہ نہیں مانتے کہ مقتدی کے لیے بھی قرأت ممکن ہے کیونکہ اگر مقتدی کو رکعت فوت ہونے کا خوف ہو (اور وہ رکوع میں لی جائے) تو اس کی نماز جائز ہے، خواہ وہ بالکل قرأت نہ کرے اور اس کے جواز پر اجماع ہے مثلاً جب ایک شخص امام کو رکوع میں پاس لے اور اگر مقتدی کے لیے بھی قرأت ممکن ہو تو اس نذر کی وجہ سے اس سے قرأت ساقط نہ ہوتی، جیسے رکوع اور سجود اس سے ساقط نہیں ہوتے، اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ سے قیام ساقط نہیں ہوتا؟ تو ہم کہیں گے نہیں کیونکہ اگر کوئی شخص رکوع کی حالت میں اللہ اکبر کہے تو یہ جائز نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ کھڑا ہو کر اللہ اکبر کہے، البتہ قیام کا امتداد رکوع کے فوت ہونے کے خدشہ کی وجہ سے اس سے ساقط ہو جاتا ہے اور قیام کا فرض ادنیٰ قیام سے حاصل ہو جاتا ہے جیسے رکوع ساقط ہونے سے حاصل ہو جاتا ہے امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:



عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال من ادرك ركعة من الصلوة فقد ادركها قبل ان يقيح الامام فصيلية

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے اُم کی پشت سیدھی ہونے سے پہلے امام کو رکوع میں پایا اس نے نماز کی رکعت پکڑ لیا۔

**سورۃ فاتحہ کی عدم فرضیت پر قرآن مجید، احادیث اور آثار صحابہ سے استدلال** اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا

فاقرءوا ما تيسر من القرآن - (مزل ۲۱)

اس آیت سے معلوم ہوا اللہ تعالیٰ نے نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور معین سورت کے پڑھنے کو فرض نہیں کیا، بلکہ قنوم اور اطلاق سے یہ حکم دیا ہے کہ جس قدر آسان ہو اتنا ہی پڑھ لیا کرو، اور اگر سورہ فاتحہ کو نماز میں فرض کیا جائے تو قرآن مجید کا طبر واحد سے طرح ہونا یا خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی، اور یہ جائز نہیں ہے

اور امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دخل المسجد فدخل رجل فصلى فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فرد وقال ارجع فانك لم تصل فارجع فعدلى كما صلى ثم جاء فسلم على النبي صلى الله عليه وسلم فقال ارجع فصل فانك لم تصل ثلثا فقال والذي بعثت بالحق ما احسن غير ه فعلمني فقال اذا قمت الى الصلوة فاذكر ثما قرء ما تيسر معك من القرآن ثم اركع حتى تطمئن راكعا ثم ارفع حتى تعتدل قائما ثم اسجد حتى تطمئن ساجدا ثم ارفع حتى تطمئن جالسا واغفل في صلواتك كلها

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں داخل ہوئے تو ایک شخص آیا اور اس نے نماز پڑھ لی پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے اس کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا جاؤ اور اگر پھر تم نے نماز نہیں پڑھی، وہ لوٹ گیا اور پھر پہلے کا طرح نماز پڑھی، پھر آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا، آپ نے فرمایا بارگاہ نماز پڑھو، تم نے نماز نہیں پڑھی، یہ رکعت تہی بارگاہ اس کے بعد اس نے کہا اس ذات کا قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے، میں اس سے بھی نماز نہیں پڑھ سکتا، آپ مجھے تعلیم دیجئے، آپ نے فرمایا جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اللہ اکبر کہو، پھر قرآن مجید کے جزم آسانی کے ساتھ پڑھ سکتے ہو وہ پڑھو پھر تم رکوع کرو حتیٰ کہ تم اطمینان سے رکوع کرو، پھر رکوع سے

۱۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۴۰، مطبوعہ نشر السیۃ عمان

۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ دار محمد بن عبد الوہاب المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ



کھڑے ہو اٹھی کہ سیدھے ہو جاؤ، پھر سجدہ کرو حتیٰ  
کہ تم اطمینان سے سجدہ کرو، پھر سجدہ سے اٹھو حتیٰ  
کہ اطمینان سے بیٹھ جاؤ اور پوری نماز میں اس طرح  
یہ کرو۔

اس حدیث کو امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے  
صحابہ ستر کی اس حدیث میں بھی نہیں صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً قرآن مجید پڑھنے کی تعلیم دی ہے اگر  
نماز میں سورہ فاتحہ کو پڑھنا فرض ہوتا تو جس شخص نے اچھی طرح نماز نہیں پڑھی تھی نہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو سورہ  
فاتحہ پڑھنے کی ہدایت فرماتے کیونکہ یہ تعلیم کا موقع تھا، جب یہاں بھی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ فرمایا  
کہ جو تم کو آسان لگے وہ پڑھ لیا کرو تو معلوم ہوا کہ نماز میں مطلقاً قرآن مجید پڑھنا فرض ہے خصوصاً سورہ فاتحہ  
پڑھنا فرض نہیں ہے، اور جس حدیث میں یہ ہے کہ فاتحہ کتاب کے بغیر نماز نہیں ہوتی اس کا مطلب یہ ہے  
کہ فاتحہ کتاب کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی جس طرح حدیث میں ہے مسجد کے پڑوسی کی مسجد کے بغیر نماز  
نہیں ہوتی یعنی کامل نماز نہیں ہوتی، اور جس طرح حدیث میں ہے جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو نہیں ہوتا  
یعنی کامل وضو نہیں ہوتا اور حدیث میں ہے جو شخص رات سیر ہو کر گذرے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو وہ  
مومن نہیں ہے یعنی مومن کامل نہیں ہے اور اسی طرح قرآن مجید میں ہے۔

اگر یہ لوگ اپنے عہد کے بعد اپنی قسمیں توڑ

و ان نکثوا ایمانہم من بعدا عہدہم

دی اور تہا سے دین میں طعنہ لڑی کہ میں تو ان سے  
جنگ کرو، ان لوگوں کی قسمیں (کامل) نہیں ہیں۔

و طعنوا فی دینکم ففعلوا الذمۃ الکفر

انہم لا ایمان لہم۔ (توبہ ۱۲۶)

صلی اللہ تعالیٰ نے کافر کفر واروں کی قسموں کا ذکر کیا پھر فرمایا ان کی قسمیں نہیں ہیں اس کا یہی مطلب ہے  
کہ ان کی قسمیں کامل نہیں ہیں، اسی طرح قرآن مجید اور احادیث میں مطلقاً اتنے قرآن مجید کا پڑھنا لازم کیا جس کا  
پڑھنا آسان ہو پھر حدیث میں آپ کا ارشاد ہے سورہ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی تو اس کا بھی یہی مطلب ہے  
کہ سورہ فاتحہ کے بغیر نماز کامل نہیں ہوتی، اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ دوسری روایات میں سے  
سورہ فاتحہ کے بغیر نماز ناقص ہے اور ناقص کامل کے مقابلہ میں ہے اور آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ سورہ فاتحہ

۱۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ نور محمد امج المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

۲۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۵۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۲۲، مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۳۰۵ھ

۳۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۷۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۴۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۸۹، " "

۵۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۳۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۷۵، " "



کے بغیر نماز باطل ہوتی ہے نیز اس پر اجماع ہے کہ جس شخص کو رکوع مل جائے اس کو نماز کی وہ رکعت مل جاتی ہے اگر نماز میں سورہ فاتحہ فرض ہوتی اور نماز کا رکن ہوتی تو اس کے بغیر وہ رکعت شمار نہیں ہوتی جیسے رکوع اور سجود کے بغیر رکعت کا شمار نہیں ہوتا۔

امام کے پیچھے سورہ فاتحہ نہ پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل اور بحث و نظر اپنا سنا کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له امام فقرأ آة الامام له قذاة له  
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو وہ امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔

اس حدیث کی سند پر یہ اعتراض ہے کہ اس کی سند میں جابر بن عبد اللہ جعفی ہے اور وہ مجروح و مجرب ہے خود امام ابو حنیفہ نے بھی اس کو کتاب کہا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ نے خود بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے:

قال محمد اخيراً ابو حنیفة قال حدثنا ابو الحسن بن ابی عائشة عن عبد الله بن شاذان بن الهاد عن جابر بن عبد الله عن النبي صلى الله عليه وسلم انه قال من صلى خلف الامام فان قذاة الامام له قذاة  
امام ابو حنیفہ از ابو الحسن بن شاذان حضرت جابر روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس کی قرأت ہے۔

امام دارقطنی اور امام بیہقی نے اس حدیث پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس حدیث کو حضرت جابر سے صرف ابو حنیفہ اور حسن بن عمارہ نے روایت کیا ہے اور امام دارقطنی نے کہا یہ دونوں ضعیف ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ امام دارقطنی کا امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہنا خود ضعیف قول ہے اور لائق حد مذمت ہے امام دارقطنی نے مقدم صحابہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے اور ہر چند کہ انھوں نے ان میں سے بعض احادیث کو ضعیف کہا ہے لیکن جب کوئی ضعیف حدیث مستند و طرق سے مروی ہو تو وہ حسن لغیرہ ہو جاتی ہے، خصوصاً جب کہ اس کی سند دیگر ملے۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ مشرقی ۲۷۳، سنن ابن ماجہ ص ۱۶۱ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۱۷۰ امام محمد بن حسن شیبانی مشرقی ۱۸۹، موطا امام محمد ص ۳۲۳، مطبوعہ نور محمد المطابع کراچی

۱۷۱ علامہ عینی لکھتے ہیں اگر دارقطنی میں ادب اور حیا ہو تو وہ امام ابو حنیفہ کو ضعیف نہ کہتے جس کے علوم سے مشرق اور مغرب مستفید ہوا ہے، امام ابن مسین نے کہا کہ امام ابو حنیفہ ثقہ اور مامون ہیں، کسی نے ان کی تضعیف نہیں کی، شعبہ بن حجاج ان کو حد بیان کرنے کے لیے لکھتے تھے، شعبہ کہتے تھے امام ابو حنیفہ ثقہ اور حدیث میں صدوق ہیں، بڑے بڑے از شافعی عبد اللہ بن مبارک، سفیان بن عیینہ، سفیان ثوری، حماد بن زید، عبد الرزاق، امام مالک، امام شافعی اور

امام احمد نے ان کی فضیلت بیان کی ان اکابر کے مقابل میں دارقطنی کی کیا حیثیت ہے جس کی کتاب (سنن دارقطنی) میں عادی سقیمہ، معلولہ، مکرہ، غریبہ اور موضوعہ بھری پڑی ہیں، یہ محض دارقطنی کا خاصہ تضعیف ہے جس کی بنا پر اس نے امام ابو حنیفہ کو ضعیف کہا (عندنا کج ہاں)



صحیح الاسانید احادیث ہوں۔

امام دارقطنی روایت کرتے ہیں:

عن جابر بن عبد اللہ قال: صلی بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلقہ رجل یقرء فتھا رجل من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما انصرفا، تنأ زعاً فقال: انتھانی عن القراءة خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتنا زعاً حق، بلغ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من صلی خلف امام فان قراتہ لہ قراۃ وروا لا للیت، عن ابی یوسف عن ابی حنیفہ۔ لہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھانی آپ کے پیچھے ایک شخص نماز میں قرآن مجید پڑھ رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی نے اس کو منع کیا، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو وہ دونوں بحث کرنے لگے، اس نے کہا کیا تم مجھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت سے منع کرتے ہو؟ بحث کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ خبر پہنچی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے کسی امام کے پیچھے نماز پڑھی تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کو یسٹ نے بھی از ابی یوسف از ابی حنیفہ روایت کیا ہے۔

(امام دارقطنی نے اس سند کو بغیر حرج کے ذکر کیا ہے۔)

اس حدیث کو امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے اور نکاح ہے کہ ایک جماعت نے اس حدیث کو امام ابی حنیفہ کے مولا روایت کیا ہے اور عبد اللہ بن مبارک نے اس کو ان سے سنا روایت کیا ہے اور یہی محفوظ روایت ہے۔ لہ، امام عبد الرزاق نے بھی اس حدیث کو سنا روایت کیا۔ لہ

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز میں سورہ سبح اسم ربك الاعلیٰ پڑھائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہو کر پوچھا

عن جابر بن عبد اللہ ان رجلاً قرأ خلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسبح اسم ربك الاعلیٰ فلما انصرف النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من قرأ منکم بسبح اسم ربك الاعلیٰ؟ فسکت

لہ۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۲۵-۳۲۴، مطبوعہ نشر السنۃ عمان

لہ۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۱۵۹

لہ۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۶، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ







سلمہ اقرأ خلف الامام او انصت قال بل انصت فانہ یکفیک تقریدہ غسان وهو ضعیف ۔ ۱۰

عن الشعبي قال : قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا قرأ خلف الامام هذا مرسلاً ۔ ۱۱

عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال تكفیک قرأت الامام حافظ او جهراً هامم ليس بالقوي ۔ ۱۲

عن جابر بن النبی صلى الله عليه وسلم قال من كان له امام فقرأ معه له قرأة جابر وليث ضیفان ۔ ۱۳

عن مختار بن عبد الله بن ابي ليلى عن ابيه قال : قال علي رضي الله عنه من قرأ خلف الامام فقد خطأ الفطرة ۔ ۱۴

عن عبد الله بن ابي ليلى قال قال علي رضي الله عنه من قرأ خلف الامام فقد خطأ الفطرة ۔ ۱۵

(امام دارقطنی نے اس حدیث کو بغیر جرح کے ذکر کیا ہے)۔

(امام دارقطنی نے اس حدیث کو بھی بغیر جرح کے ذکر کیا ہے)۔

شخص نے بھی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا میں امام کے پیچھے قرأت کروں یا خاموش رہوں؟ آپ نے فرمایا خاموش رہو، امام کی قرأت تمہیں کافی ہے اس حدیث کی روایت میں غسان مستفرد ہے اور وہ ضعیف ہے۔ شعبی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کے پیچھے نماز میں قرأت نہیں ہے، یہ حدیث مرسل ہے۔

اس حدیث کی سند کے متعلق امام دارقطنی نے کچھ اسے کہ وہ حضرت علی کی مذکورہ حدیث سے زیادہ صحیح ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام نماز میں ستر قرأت کرے یا چھرا تہیں امام کی قرأت کافی ہے۔ اس حدیث کی سند میں عاصم قوی نہیں ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔ اس حدیث کی سند میں جابر اور لیث ضعیف ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے سنت میں خطا کی

۱۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۱ مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۲۔ " " " " سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۱ " " " "

۳۔ " " " " سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۱ " " " "

۴۔ " " " " سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۱ " " " "

۵۔ " " " " سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۲ " " " "

۶۔ " " " " سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۲ " " " "



اس حدیث کو امام ابن ابی شیبہ اور امام عبدالرزاق نے بھی روایت کیا ہے۔  
 عن السمخثاری بن عبد اللہ ان علیاً قال انما  
 یقرأ خلف الامام من لیس علی الفطرۃ ۱۱۴۳  
 (امام دارقطنی نے اس حدیث کی سند کو بھی بغیر جرح کے نوکر کیا ہے۔)

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اگر  
 نماز میں قرأت ہے تو آپ نے فرمایا یا ابی العباس کہ ایک شخص نے کہا  
 یہ قرأت واجب ہو گئی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 نے مجھ سے فرمایا اور ان حاکم میں حضور کے سب  
 سے زیادہ قریب تھا، آپ نے فرمایا میرا گمان ہے کہ  
 یہ ہے کہ امام کی قرأت قوم کے لیے کافی ہے، امام  
 دارقطنی نے کہا کہ اس قول کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 کا ارشاد قرار دینا زید بن حباب کا وہم ہے، صحیح ہے  
 کہ یہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تو یہ احناف کے مذہب کے صریحہ مطابق  
 ہے اور اگر یہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا قول ہے تو ظاہر ہے کہ وہ یہ بات اپنی رائے سے نہیں کہہ سکتے اور  
 وہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے بعد ہی یہ کہہ سکتے ہیں۔  
 اس حدیث کو امام نسائی اور امام بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
 کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص  
 کا امام ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔  
 اس حدیث کی سند میں ابو یحییٰ التیمی اور محمد بن عباد

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی  
 اللہ علیہ وسلم من کان اماماً فقرأ لہ قرأتہ  
 ابو یحییٰ التیمی ومحمد بن عباد ضعیفان۔

- ۱۔ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ، المصنف ج ۱ ص ۳۷۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱۴۰۲ھ
- ۲۔ امام عبدالرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المصنف ج ۲ ص ۱۳۷، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ
- ۳۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳، مطبوعہ نشر السنۃ لبنان  
 ۱۱۴۳ سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۲۳
- ۴۔ امام ابوعبدالرحمان احمد بن شیبہ نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ فرم محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۵۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۶۳-۱۶۴، مطبوعہ نشر السنۃ لبنان
- ۶۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۳











العصر شيئاً فقال، لا يله

اور عصر میں امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں یا نہیں  
نے کہا نہیں!

## قرأت خلف الامام کی ممانعت کی ایک حدیث پر اعتراض کے جوابات | امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انما جعل الامام لیوتبر بہ بهذا الخبر زاد و اذا قرء فانصتوا لیست بمعفوظة الوحد عندنا من ابی خالد۔ ۱۷

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو امام اس لیے بنایا گیا ہے کہ اس کی آواز اُن کی جائے۔ اس حدیث میں حضرت ابو ہریرہ نے یہ الفاظ زیادہ کیے جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، امام ابو داؤد نے کہا یہ زیادتی یعنی جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، محفوظ نہیں ہے، ہمارے نزدیک یہ ابو خالد کا وہم ہے۔

علامہ منذری مکتھتے ہیں:

اس حدیث کو امام نسائی اور امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے، امام داؤد کا ابو خالد پر وہم اور تقریر کا اعتراض صحیح نہیں ہے، اس کا پورا نام سلیمان بن حیوان الاحمر ہے، یہ ان ثقہ راویوں میں سے ہے جس سے امام بخاری رحمہ اللہ امام مسلم نے اپنی صحیح میں استدلال کیا ہے، اس کے علاوہ وہ اس زیادتی میں متفق نہیں ہے، اس حدیث میں اس کی متابعت ابو سعد محمد بن سعد انصاری اشجلی مدنی نے بھی کی ہے اور اس نے ابن عبدان سے سنا ہے جس کی یحییٰ بن یحییٰ اور محمد بن عبد اللہ عفری اور ابو عبد الرحمن نسائی نے توثیق کی ہے اور اس زیادتی کو امام نسائی نے ابو خالد احمد اور محمد بن سعد کی دو سندوں سے روایت کیا ہے، امام مسلم نے بھی اس زیادتی کو حضرت ابو موسیٰ اشجری کی روایت سے درج کیا ہے، یہ سند از جریر بن عبد الحمید بن سلیمان الکلبی از قتادہ ہے، امام دارقطنی نے کہا سلیمان بنی کی قنادہ روایت میں سے کسی نے متابعت نہیں کی، دیگر حفاظ نے اس زیادتی کا ذکر نہیں کیا اور ان کا اس کی مخالفت کرنا اس کے دھم کی دلیل ہے، لیکن امام مسلم کے نزدیک سلیمان بنی کا قنادہ سے تقریر اس حدیث میں مقرر نہیں کیونکہ وہ ثقہ اور حافظ ہے، امام مسلم نے کہا یہ حدیث میرے نزدیک صحیح ہے۔ ۱۸

نیز امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں:

عن حطان بن عبد اللہ الرقائنی بهذا الحدیث زاد فاذا قرء فانصتوا قال ابو داؤد قولہ وانصتوا لیس بمعفوظ لہ یجی بہ

حطان کی روایت میں یہ اضافہ ہے جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو، امام ابو داؤد نے کہا تو خاموش رہو، یہ الفاظ محفوظ نہیں ہیں، سلیمان بنی

۱۷۔ امام عبد الرزاق بن ہمام متوفی ۲۱۱ھ، المعصف ۱۵۱ھ، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۰ھ

۱۸۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۰۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۸۹، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور ۱۳۸۵ھ

۱۹۔ حافظ ذکی الدین ابو محمد منذری متوفی ۷۵۶ھ، مختصر ابو داؤد ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت



الاسلیمان التیمی فی هذا الحدیث ۱۱۴۴ کے سوا کسی نے اس حدیث میں ان الفاظ کو روایت نہیں کیا۔

امام ابو داؤد کے اس اعتراض کا جواب بھی علامہ منذری کی تقریر سے ظاہر ہو گیا۔

امام مسلم کی جس عبارت کا علامہ منذری نے حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے ۱

حدثنا اسحق بن ابراہیم سیمان تمیمی سے اور یہ سب التیمی کل هؤلاء عن قتادة في هذا الاستناد بمنزلة في حديث جابر عن سليمان عن قتادة من الزيادة فاذا قرأنا نصتوا (الی قولہ) فقال له ابو بكر فحديث ابو هريرة فقال هو صحيح يعني و اذا قرأنا نصتوا فقال هو عندی صحيح فقال لم لم تضعه ها هنا قال ليس كل شيء عندی صحيح وضعت ها هنا انما وضعت ها هنا ما اجمعوا عليه ۱۱۴۴

اسحق بن ابراہیم سیمان تمیمی سے اور یہ سب قتادہ سے اس سند کی مثل روایت کرتے ہیں اور جریر نے سیمان تمیمی سے انھوں نے قتادہ سے اس زیادتی کو روایت کیا ہے جب امام قرأت کرے تو خاموش رہو ۱۱۴۴ ابو بکر نے امام مسلم سے کہا حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث موجب امام قرأت سے خاموش رہ کر کیسی حدیث ہے؟ امام مسلم نے کہا یہ میرے نزدیک صحیح حدیث ہے، ابو بکر نے کہا پھر آپ نے اس کو یہاں درج کیوں نہیں کیا؟ امام مسلم نے کہا میں نے ہر اس حدیث کو یہاں درج نہیں کیا جو میرے نزدیک صحیح ہو بلکہ میں نے ہر اس حدیث کو یہاں پر درج کیا ہے جس کی صحت پر سب کا اجماع ہو۔

امام مسلم نے اس حدیث کے صحیح ہونے کی واضح تصریح کی ہے اس کے باوجود مخالفین کا یہ کہنا کہ حضرت ابو ہریرہؓ سے اس روایت میں ابو خالد مستغروب سے بالکل غلط ہے کیونکہ امام نسائی نے ابو خالد کے علاوہ ابوسعید محمد بن سعد انصاری سے بھی اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے۔

محمد بن سعد بن محمد بن عجلان عن محمد بن اسلم سے وہ ابو صالح سے وہ حضرت ابو ہریرہؓ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا بلکہ ہے کہ اس کی اقتدا کی جائے، جب وہ اللہ اکبر کہے

انحبرنا محمد بن عبد الله بن مبارك حدثنا محمد بن سعد بن عجلان عن محمد بن اسلم عن أبي صالح عن أبي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما الامام ليس قوله فاذا اكبر فكبوا

۱۱۴۴۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۴۵ھ سنن ابو داؤد ج ۱ ص ۱۴۰ مطبوعہ مطبعہ مجتہبان پاکستان لاہور ۱۳۰۵ھ  
۱۱۴۵۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۱۴ مطبوعہ دار محمد الصالح المطابع کراچی ۱۳۴۵ھ



وإذا قرءوا فاستمعوا قال ابو عبد الرحمن كان  
المعمری يقول هو ثقة يعني محمد بن سعد  
الانصاری لہ  
تواتر اکبر کچھ اور وجہ وہ قرأت کرے تو خاموش رہے  
رہو، امام نسائی کہتے ہیں کہ معمری کہتے تھے کہ محمد بن  
انصاری ثقہ ہے۔

اس حدیث کو امام ابن ماجہ نے بھی روایت کیا ہے۔ لہ  
امام دارقطنی نے اس حدیث کو ابو خالد احمد سے روایت کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ محمد بن سعد اشہل نے  
اس کی متابعت کی ہے، نیز انھوں نے اس حدیث کو محمد بن سعد اشہل سے بھی روایت کیا ہے اور اس کی  
تشریح کیا ہے، ایک اور سند کے ساتھ انھوں نے اسماعیل بن ابان غزوئی سے روایت کیا ہے اور نسائی  
کو ثقہ نہ کہا ہے، نیز انھوں نے اس کو عمر بن عامر سے بھی روایت کیا ہے۔

حدثنا محمد بن ہارون الحنفی  
ثنا محمد بن یحیی القطعی ثنا صالح بن زحر  
ثنا عمر بن عامر وسعيد بن ابی عمير وثنا عن  
قتادہ عن یونس بن جبیر عن حطان بن عبد اللہ  
الرقاشی قال: صلی بنا ابو موسی فقال ابو موسی  
ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یعلمنا  
اذا صلی بنا قال: انما جعل الامام لیوتعبہ فاذا  
کبر فکبروا واذا قرأ فاستمعوا۔  
سالم بن جورج کہتے ہیں کہ میں عامر اور سعید بن  
ابی عمرو، قتادہ سے وہ یونس بن جبیر سے حطان  
سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کو حضرت ابو موسیٰ نے  
نماز پڑھائی تو حضرت ابو موسیٰ نے کہا رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھاتے وقت یہ تعلیم دیتے  
کہ امام کو اس کیلئے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتدار  
کی جائے، جب وہ تکبیر کہے تو تکبیر کھڑے اور جب وہ  
قرأت کرے تو خاموش رہو۔

امام دارقطنی نے لکھا ہے کہ سالم بن جورج قری نہیں ہے لیکن انھوں نے اس حدیث کو اور بھی کئی اسناد  
سے روایت کیا ہے۔ لہ  
بہر حال اس تفصیل سے واضح ہو گیا کہ ابو خالد کے متعدد متابع ہیں اور مخالفین کا اس حدیث کو ابو خالد کا  
تقریباً صحیح نہیں ہے۔

امام بیہقی نے بھی اس حدیث کو ابو خالد کے علاوہ دیگر اسانید سے بیان کیا ہے۔ لہ  
امام احمد اس حدیث کو ایک اور سند سے روایت کرتے ہیں:  
حدثنا عبد اللہ حدثنی ابی حداد ثنا سعد  
الصناعانی محمد بن میسرہ حدثنا محمد بن عجلان  
عبد اللہ اپنے والد سے وہ سعد سے وہ  
محمد بن میسرہ سے وہ محمد بن عجلان سے وہ اپنے

- ۱۔ امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۲۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ دار فواد تجارت کتب کراچی
- ۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن یزید ابن ماجہ متوفی ۲۴۳ھ، سنن ابن ماجہ ص ۱۶۱
- ۳۔ امام علی بن عمر دارقطنی متوفی ۳۸۵ھ، سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۳۱-۲۲۸، مطبوعہ نشر السنۃ طہان
- ۴۔ امام الدیلمی احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۱۵۶-۱۱۵







- ۱۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نماز نصف کر دی گئی ہے، سورہ فاتحہ مراکتہ میں ہے اور نماز کا حقیقی معنی مراد ہے۔  
یہ جواب مترشح حکم ہے کیونکہ حدیث میں پوری سورہ فاتحہ کی سات آیات کا ذکر کیا گیا ہے اور الحمد للہ رب  
العالمین سے شروع اور ولا الضالین پر ختم ہے جب کہ نماز یہاں ختم نہیں ہوتی۔ (سعیدی غفرلہ)  
۲۔ اس حدیث میں سورہ فاتحہ کی آیات کا ذکر کیا گیا ہے۔

گملاسم اللہ الرحمن الرحیم فاتحہ آیت ہے، یہ جواب اجماع کے خلاف ہے۔ (سعیدی غفرلہ)

- ۳۔ مراد یہ ہے جب بندہ بسم اللہ پڑھتا ہو اور الحمد للہ رب العالمین پر ختم کرے۔  
یہ جواب حدیث میں زیادتی کو مستلزم ہے، اگر بسم اللہ یہاں مراد ہوتی تو حدیث کے سیاق و سباق کے اعتبار  
سے یوں ہوتا جب بندہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کہتا ہے تو میں کہتا ہوں بندہ نے میرا نام لیا۔ (سعیدی غفرلہ)  
نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھنے پر فقہار حنبلیہ کے دلائل ہیں:

اکبر ال علم کے نزدیک نماز میں سورہ فاتحہ اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کا پڑھنا مشروع  
ہے، امام مالک اور اوزاعی یہ کہتے ہیں کہ نماز میں سورہ فاتحہ کی ابتداء میں بسم اللہ نہ پڑھے جیسا کہ حضرت انس کی حدیث  
ہے اور عبد اللہ بن مسفل کہتے ہیں کہ میرے والد نے مجھے (نماز میں) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے  
ہوئے سنا تو فرمایا اے بیٹے یہ بدعت ہے اور تم بدعت سے بچو، اور میں نے اپنے والد سے زیادہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی کو بدعت سے بغض رکھنے والا نہیں دیکھا، میرے والد نے کہا میں نے  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، اور میں نے  
ان میں سے کسی کو نماز میں بسم اللہ پڑھتے ہوئے نہیں سنا، تم بھی نہ پڑھا کرو، میں جب نماز پڑھتا ہوں تو الحمد  
للہ رب العالمین کہتا ہوں۔ اس حدیث کو امام حریری نے اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ  
یہ حدیث حسن ہے۔

(علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں ہمارے دلیل یہ ہے کہ امام نسائی نے روایت کیا ہے نعیم جعفر نے کہا کہ میں نے  
حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو انھوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو پڑھا پھر سورہ فاتحہ کو پڑھا  
پھر کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے مشابہ  
نماز پڑھا رہا ہوں، اور ابن منذر نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں بسم اللہ  
الرحمن الرحیم پڑھی، اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت کا جواب یہ ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم اور خلفاء راشدین سے بسم اللہ کو جہراً نہیں سنا وہ بسم اللہ کو آہستہ پڑھتے تھے اور اس کی صراحت شعبہ اور  
شیبان کی حدیث میں ہے وہ قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ  
سے سنا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں



ان میں سے کوئی بھی جہراً بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں پڑھتا تھا اور ایک روایت میں ہے وہ سب آہستہ سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے اور ابن شاذلی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر سرّاً (آہستہ) بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے تھے اور عبداللہ بن مغفل کی روایت کا بھی یہی محل ہے تاکہ احادیث میں تطبیق ہو۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھیں جہراً نہ پڑھیں، اس کے برعکس امام شافعی بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نماز میں جہراً پڑھتے ہیں، علامہ ابن قدامہ کے ذکر کردہ تمام دلائل امام ابو حنیفہ کے مذہب کے موافق ہیں، اور ربیعہ بسم اللہ کا سورہ فاتحہ کا جزء نہ ہونا تو وہ صحیح مسلم کی زیر بحث حدیث سے بالکل واضح ہے۔

**فرض نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نہ پڑھنے پر فقہاء مالکیہ کے دلائل** علامہ دغستانی ابی مالکی لکھتے ہیں:

قاضی عیاض نے کہا ہے کہ اس حدیث میں یہ دلیل ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم سورہ فاتحہ کا جز نہیں ہے، کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں، پہلی تین آیات میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء ہے اور آخری تین آیات میں بندہ کے سوال اور دعا ہیں اور ایک آیت درمیان میں ہے۔ ایاک نعبد و ایاک نستعین اور اسی طرح یہ سات آیات ہیں، اگر بسم اللہ بھی سورہ فاتحہ میں ہوتی تو ثنائی چار آیات ہوتیں اور بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سورہ فاتحہ نصف نصف تقسیم نہ ہوتی، حالانکہ حدیث میں ہے سورہ فاتحہ اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان نصف نصف تقسیم کی گئی ہے۔

بعض روایات میں ہے بندہ کہتا ہے بسم اللہ الرحمن الرحیم تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ نے میرا ذکر کیا، یہ محمد بن سہمان کی روایت ہے اور وہ ضعیف راوی ہے اور اس نے اس زیادتی میں تمام حفاظ اور ثقات کی مخالفت کی ہے۔

علامہ ابن رشد مالکی لکھتے ہیں:

نماز میں قرأت کے افتتاح کے وقت بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے میں فقہاء کا اختلاف ہے، امام مالک نے فرض نماز میں سورہ فاتحہ یا کسی اور سورت سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے سے منع کیا ہے، آہستہ سے نہ بلند آواز سے، اور نقلی نمازوں میں جائز کہا ہے، امام ابو حنیفہ ثوری اور امام احمد نے کہا ہے کہ سورہ فاتحہ کے ساتھ ہر رکعت میں پست آواز سے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھیں، امام شافعی نے کہا جہری نمازوں میں جہراً بسم اللہ پڑھیں اور سری نمازوں میں آہستہ سے بسم اللہ پڑھیں، ان کے نزدیک یہ سورہ فاتحہ کی ایک آیت ہے، امام احمد، ابو ثور، اور ابو حنیفہ کے نزدیک بھی یہ

۱۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن قدامہ مغربی متوفی ۷۲۰ھ، المستمجد ج ۱ ص ۲۸۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ  
۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن قسطلانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکال اکمال العلم ج ۲ ص ۱۵۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ



ایک آیت ہے، آیا امام شافعی کے نزدیک یہ ہر سورت کی ایک آیت ہے یا یہ صرف سورۃ نمل اور سورۃ فاتحہ کی ایک آیت ہے، اس میں ان کے دو قول ہیں اس کے بعد علامہ ابن رشد نے حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن مسفل کی احادیث سے بسم اللہ کے سورۃ فاتحہ کے جز نہ ہونے پر استدلال کیا ہے، اس کے بعد انھوں نے لکھا ہے کہ قاضی نے امام شافعی کا رو کر دیا، مگر یہ کہ سورۃ نمل کے علاوہ بھی اگر بسم اللہ الرحمن الرحیم کسی سورت کا جز ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بیان کر دیتے، کیونکہ قرآن مجید قرآن مجید قرآن مجید سے منقول ہے اور یہ حجت قاطعہ ہے، یہ حال بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن مجید کی آیت ہے اور سورۃ نمل کا جز ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کا قرآن مجید کا جز ہونا مختلف قید ہے، امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک جز نہیں ہے اور امام شافعی اور امام احمد کے نزدیک جز ہے۔

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ستر پڑھنے پر فقہاء احناف کے دلائل | امام ابو حنیفہ کے نزدیک جہی نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو ستر پڑھا جائے گا کیونکہ وہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے اور نہ کسی اور سورت کے اوّل میں اس کا جز ہے۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم و  
ابا بکر وعمر کانوا یفتتحون الصلوٰۃ بالحمد  
للہ رب العالمین۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر اور حضرت  
عمر رضی اللہ عنہما نماز کا افتتاح الحمد للہ رب  
العالمین کے ساتھ کرتے تھے۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن ابن عبد اللہ بن مسفل قال سمعت ابا  
وانا فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم  
فقال لای بنی محدث ایاک والحدث ولو  
اراحدا من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کان یغض الیہ الحدث فی الاسلام یعنی  
منہ وقال وقد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم ومع ابی بکر وعمر وعثمان فلو اسمع  
احدا منهم یقولہا فلا تقلہا اذا انت صلیت

حضرت عبداللہ بن مسفل رضی اللہ عنہ کے بیٹے  
کہتے ہیں میرے والد نے مجھ سے نماز میں بسم  
اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے سن یا انھوں  
نے مجھ سے کہا کہ بیٹے یہ بدعت ہے،  
تم بدعت سے بچو، اور میں نے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو بھی اپنے  
والد سے زیادہ بدعت سے بغض رکھنے والا  
نہیں دیکھا۔

۱۔ قاضی ابوالوید محمد بن احمد بن رشد مالکی اندلسی متوفی ۵۹۵ھ، ہدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۰-۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت  
۲۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت  
۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت



فقل الحمد لله رب العلمین . هذا حديث حسن والعمل عليه عند اکثر اهل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم منهم ابو بکر وعمر وعثمان وعلی

انہوں نے کہا۔  
میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نمازیں پڑھی ہیں، میں نے ان میں سے کسی کو بھی نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا، سو تم نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ پڑھا کرو جب تک تم نماز شروع نہ کرو کہو الحمد لله رب العلمین۔ یہ حدیث حسن ہے اس پر خلفاء راشدین اور اکثر اہل علم صحابہ کامل سہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ سے پڑھنے والی صرف دو حدیثیں ہیں، ایک حضرت انس سے مروی ہے اور دوسری حضرت عبداللہ بن مغفل سے، اس کے برعکس نماز میں بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے والی احادیث بہ کثرت ہیں جو تقریباً بیس صحابہ سے مروی ہیں، نیز آہستہ سے پڑھنے والی احادیث ایک واقعہ (جہر سے پڑھنے) کی نفی کی احادیث ہیں اور جہر سے پڑھنے والی احادیث ایک واقعہ (جہر) کے اثبات کی احادیث ہیں اور جب نفی اور اثبات میں تضاد ہو تو اثبات کو نفی پر ترجیح ہوتی ہے، اور تمیز الاعتراضیہ ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے آہستہ سے پڑھنے کا انکار بھی منقول ہے کیونکہ امام احمد اور امام دارقطنی نے روایت کیا ہے کہ سید بن زید نے حضرت انس سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد لله رب العلمین پڑھتے تھے تو حضرت انس نے کہا تم نے مجھ سے ایسی چیز کا سوال کیا ہے جو مجھے یاد نہیں ہے یا کہا جس کا تم سے پہلے کسی نے مجھ سے سوال نہیں کیا، امام دارقطنی نے کہا اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پہلے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ کثرت اسناد کا اعتبار اس وقت ہوتا ہے جب دلیل صحیح ہو، اور بسم اللہ کو جہر سے پڑھنے کے متعلق کوئی صحیح اور مرتجح حدیث نہیں ہے، اس کے برعکس اختفاء سے متعلق صحیح اور مرتجح احادیث ہیں، نیز احاف کی ایک جماعت کثرت روایات کی وجہ سے حدیث کو ترجیح نہیں دیتے۔ دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ بسم اللہ کو آہستہ سے پڑھنے والی احادیث بھی ثابت ہیں اور ان کی حقیقت اثبات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آہستہ سے بسم اللہ پڑھتے تھے اگرچہ صریحاً نفی ہے کہ آپ جہر سے نہیں پڑھتے تھے، علاوہ ازیں یہ قاعدہ بھی مختلف فیہ ہے اور تمیز سے

۱۔ امام ابوالحسن محمد بن حسن ترمذی متوفی ۵۲۷ھ، جامع ترمذی ص ۴۳-۴۴ مطبوعہ دارالحدیث کراچی



اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حضرت انس کے انکار کی حدیث صحیح بخاری کی حدیث کے پاسے کی نہیں ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ دارقطنی کی روایت حضرت انس کے بڑھاپے کی رطوبت ہو اور بڑھاپے میں انسان بعض باتیں بھول جاتا ہے۔ لہ

**سورہ فاتحہ میں یا کسی اور سورت کے اقل میں بسم اللہ الرحمن الرحیم اس کا جز نہیں ہے**

امام طحاوی نے کہا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کو نازل میں جہراً نہیں پڑھا تو ثابت ہو گیا کہ بسم اللہ سورہ فاتحہ کا یا کسی بھی سورت کا جز نہیں ہے کیونکہ اگر یہ سورت کا جز ہوئی تو آپ سورت سے پہلے اس کو جہراً پڑھتے، کیا یہ معلوم نہیں کہ سورہ نمل میں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے اس کو جہراً پڑھا جا جب ہے اور یہ ثابت ہے کہ جس طرح نازل میں ثنا اور امود باللہ کو آہستہ پڑھا جاتا ہے، اسی طرح بسم اللہ کو بھی آہستہ پڑھا جاتا ہے۔

تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم کو جہاں بھی لکھا جائے وہ قرآن مجید کی آیت ہے، اس کے باوجود وہ ہر سورت کا جز نہیں ہے، بلکہ ہر سورت کے شروع میں ایک آیت لکھی گئی ہے اور ہر سورت سے پہلے ایک الگ آیت کی تلاوت کی جاتی ہے جیسا کہ آپ نے اس وقت بسم اللہ کی تلاوت کی جب آپ پر انا اعطینا لکھنا نازل ہوئی اس بناء پر شیخ حافظ الدین نسفی نے کہا ہے کہ یہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورتوں کے درمیان فصل کے لئے نازل ہوئی ہے اور حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کسی سورت کا فصل اسی وقت پہنچاتے تھے جب آپ پر بسم اللہ نازل ہوئی تھی، ایک روایت میں ہے کہ آپ کسی سورت کا اختتام اسی وقت پہنچاتے تھے۔ اس حدیث کو امام ابو داؤد اور عاکم نے شیخین کی شرط پر روایت کیا ہے، اگر یہ اعتراض ہو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سورہ کوثر سے پہلے بسم اللہ پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ وہ سورت کا جز ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اقل میں بسم اللہ ہے بلکہ یہ اس پر دلیل ہے کہ یہ ایک الگ آیت ہے اور ہر سورت سے پہلے بسم اللہ کے نہ ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حدیث ابو الوحی میں ہے فرشتہ نے نازل ہو کر آپ سے تم میں بار کہا کہ پڑھیے پھر کہا اقرأ باسمہ الذی خلق، اگر بسم اللہ ہر سورت سے پہلے ایک آیت ہو تو فرشتہ آپ سے کہتا پڑھیے بسم اللہ الرحمن الرحیم اقرأ باسمہ الذی خلق نیز اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ ابو داؤد و ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ میں یہ حدیث ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید کی ایک سورت نے ایک شخص کی شفاعت کی تھی کہ اس کی مغفرت کر دی گئی اور وہ ہے تبارک الذی بیدہ المثلث، امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے، امام احمد نے اس کو اپنی مسند میں اور امام ابن حبان نے اس کو اپنی صحیح میں روایت کیا



ہے اور عالم نے مسدک میں اگر بسم اللہ ہر سورۃ کے اوّل میں ہر قی تر آپ بسم اللہ الرحمن الرحیم تبارک الذی بیدہ الملک فرماتے۔

بَابُ ذَهَبِ الْمَأْمُومِ عَنْ جَهْدِهِ  
بِالْقِرَاءَةِ خَلْفَ مَا هُوَ

### کی ممانعت

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز پڑھائی، پھر فرمایا تم میں سے کسی نے میرے پیچھے یہ آیت پڑھی تھی، اصبغ اسمہ ربک الاعلیٰ، ایک شخص نے کہا میں نے پڑھی تھی اور میں نے اس کو پڑھنے سے خیر کے سوا اور کسی چیز کا ارادہ نہیں کیا، آپ نے فرمایا میں نے یہ جانا کہ تم میں سے کوئی شخص میری قرات کو ابھارا ہے۔

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز پڑھائی، ایک شخص نے آپ کے پیچھے اصبغ اسمہ ربک الاعلیٰ۔ پڑھنا شروع کر دیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے پوچھا تم میں سے کسی نے قرات کی یا کون قرات کرنے والا تھا، ایک شخص نے کہا "میں" آپ نے فرمایا مجھے یوں محسوس ہوا کہ تم میں سے کوئی میری قرات میں خلل ڈال رہا ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور اس کے بعد فرمایا کہ قتادہ اسی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

۴۱۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَقَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَكَلَاهُمَا عَنْ أَبِي عَوَانَةَ قَالَ سَعِيدُ حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَوْفَى عَنْ يَحْيَى بْنِ حَصِينٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَاةَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَقَالَ أَيْكُمْ قَرَأَ خَلْفِي رَسْتَبِيرَ أُمِّمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَقَالَ رَجُلٌ أَنَا وَلَوْ أَنَّهُ دَرَبَهَا إِلَّا الْخَيْرَ قَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَ بَيْنَهُمَا۔

۴۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ كَثِيرٍ قَالَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَافِعُ عَنْ قَتَادَةَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ أَوْفَى يُحَدِّثُ عَنْ يَحْيَى بْنِ حَصِينٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَعَلَ رَجُلٌ يَقْرَأُ خَلْفَهُ رَسْتَبِيرَ أُمِّمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَيْكُمْ قَرَأَ آدَ أَيْكُمْ الْخَيْرُ قَالَ رَجُلٌ أَنَا فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَ بَيْنَهُمَا۔

۴۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَافِعُ بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَوْفَى عَنْ يَحْيَى بْنِ حَصِينٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى الظُّهْرَ فَجَعَلَ رَجُلٌ يَقْرَأُ خَلْفَهُ رَسْتَبِيرَ أُمِّمِ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ أَيْكُمْ قَرَأَ آدَ أَيْكُمْ الْخَيْرُ قَالَ رَجُلٌ أَنَا فَقَالَ قَدْ عَلِمْتُ أَنَّ بَعْضَكُمْ خَالَجَ بَيْنَهُمَا۔



عَنْ قَتَادَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: صَلَّى  
الْقَوْمَ وَقَالَ قَدْ حَلَلْتُ أَنْ يَتَعَصَّكُمْ خَالَ حَبِيْبُهُمْ .  
ظہر کہ نماز پڑھائی۔ اور فرمایا مجھے محسوس ہوا کہ تم میں سے  
بعض نے میری قرأت میں خلل ڈالا ہے۔

**قرأت خلف الامام سے مخالفت کی علت** علامہ خطابی لکھتے ہیں :  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو اس لیے منع کیا کہ آپ  
کے پڑھنے کے ساتھ ساتھ وہ شخص بھی پڑھ رہا تھا اور دو قراتیں ایک دوسرے میں داخل ہو رہی تھیں اور  
ایک دوسرے کو پہنچ رہی تھیں، البتہ سورہ فاتحہ کو پڑھنا ہر حال میں واجب ہے اگر امام کے ساتھ کے  
درمیان پڑھ سکتا ہے تو نبیاء و رتبہ امام کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔  
میں کہتا ہوں کہ اس حدیث میں امام کے پیچھے قرأت سے مخالفت کی علت یہ بیان کی ہے کہ دو قراتیں جمع  
اور متداخل ہونے سے امام کی قرأت میں خلل ہوتا ہے اور سورہ فاتحہ کو امام کے پیچھے پڑھا جائے تو یہ علت  
بھر بھی موجود ہے، اور وہ جسکے ابو داؤد اور جامع ترمذی کی روایت میں ہے کہ سورہ فاتحہ کے علاوہ امام  
کے پیچھے قرأت نہ کرے، یہ حدیث اول قرآن مجید کے مزاحم ہے کیونکہ قرآن مجید میں قرأت کے وقت  
سننے اور چپ رہنے کا حکم دیا ہے، تاہم یہ حدیث ان احادیث اور آثار سے مزاحم ہے جن میں امام کے  
پیچھے قرأت سے منع کیا گیا ہے اور وہ احادیث اور آثار ابو داؤد اور ترمذی کی اس روایت سے زیادہ قوی ہیں۔  
نیز علامہ خطابی لکھتے ہیں :

اس مسئلہ میں علامہ اختلافات سے صحابہ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ انہوں نے امام کے پیچھے قرأت  
کو واجب کیا اور دوسرے صحابہ سے یہ مروی ہے کہ وہ امام کے پیچھے قرأت نہیں کرتے تھے، اور فقہاء کے  
اس میں تین قول ہیں :

- ۱۔ مکحول، اوزاعی، امام شافعی اور ابو ثور یہ کہتے ہیں کہ نماز سری ہو یا چھری امام کے پیچھے قرأت ضروری ہے۔
- ۲۔ زہری، امام مالک، ابن المبارک، امام احمد بن حنبل اور اسحاق یہ کہتے ہیں کہ سری نمازوں میں امام کے پیچھے  
قرأت کرے اور چھری نمازوں میں امام کے پیچھے قرأت نہ کرے۔
- ۳۔ سیبان ثوری اور اصحاب رائے یہ کہتے ہیں کہ نماز سری ہو یا چھری امام کے پیچھے بالکل قرأت نہ کرے  
انہوں نے اس پر عبد اللہ بن شداد کی ایک مرسل حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس شخص کا امام  
ہو تو امام کی قرأت اس شخص کی قرأت ہے۔  
یہ علامہ خطابی کا ہے جاتقصیب ہے ورنہ یہ حدیث سند متصل کے ساتھ بھی مروی ہے جیسا کہ ہم  
تفصیل سے بیان کر چکے ہیں۔

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ زمانہ رسالت میں صحابہ کرام نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ علامہ عبد بن محمد بن ابراہیم خطابی متوفی ۳۸۸ھ، معالم السنن ج ۱ ص ۳۹۴، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت

۲۔ معالم السنن ج ۱ ص ۳۹۴



کے پیچھے قرآن کریم نہیں پڑھا کرتے تھے، ایک صحابی نے آپ کے پیچھے قرآن مجید پڑھا تو حضور سے اس کو ٹوک دیا، اس حدیث سے علاوہ نووی کا یہ بھیجنا کہ ناز میں یا بعد از نماز کے پیچھے قرآن کریم پڑھتے تھے صحیح نہیں ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کس نے سب سے پہلے اللہ کے رب کے اسم رکھ کر پڑھا ہے تو میں ایک صحابی نے جواب دیا اور اس کو بھی ٹوک دیا گیا، اور جب سری نازوں (جس میں امام آہستہ پڑھتا ہے) میں مقتدی کا پڑھنا منع ہے تو جہری نازوں میں بطریق اولیٰ ممنوع ہو گا کیونکہ ان میں امام بلند آواز سے قرآن پڑھتا ہے اور اس میں امام کی قرأت میں غلطی کا زیادہ اندیشہ ہے، علاوہ ازیں قرآن مجید کی تلاوت کے وقت خاموش رہنا اور اس کو سنا نفل کتاب سے فرض ہے۔

بسم اللہ کو سرّاً پڑھنے والوں کے لئے لائل  
حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر حضرت  
عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں ناز پڑھی  
مگر میں نے ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمن  
الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

بَابُ حُجَّةٍ مَنْ قَالَ لَا يَجْهَرُ بِالسَّبَلَةِ  
۴۹۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ  
كِلَاهُمَا عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ قَالَ ابْنُ الْمُثَنَّى نَأْمُ مُحَمَّدُ بْنُ  
يَعْقُبٍ قَالَ نَأْشَعُهُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ  
قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَأَرَأَيْتَ بَكَرًا وَعُمَرَا وَقَتَادَةَ فَلَمَّا أَتَمُّوا أَحَدًا  
مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

امام مسلم نے ایک اور سند بیان کی ہے کہ  
کہ حضرت انس نے یہی فرمایا تھا۔

۴۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَأْ أَبُو  
دَاوُدَ قَالَ نَأْ شُعْبَةُ قَالَهُ الْإِسْنَادُ وَهَذَا قَالَ  
شُعْبَةُ فَقُلْتُ لِقَتَادَةَ أَسَمِعْتَهُ مِنْ أَنَسٍ قَالَ  
نَعَمْ نَحْنُ سَأَلْنَاهُ عَنْهُ

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جیسا کہ  
اللہم وجعلك مباركاً واسعاً وتعالى جدك ولا اله  
غيرك۔ بلند آواز سے پڑھتے  
تھے۔ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
تھے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور  
حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ  
عنہم کی اقتداء میں ناز پڑھی، یہ سب الحمد للہ  
رب العالمین سے قرأت شروع کرتے تھے اور  
بسم اللہ الرحمن الرحیم کو قرأت کے اوّل

۴۹۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ صُهَيْرٍ أَنَّ الرَّازِيَّ  
قَالَ نَأْ الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ قَالَ نَأْ الْأَوْثَرُ أَرَعَنِي  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَانَ يَجْهَرُ بِقَوْلِهِ  
الْكَلِمَاتِ يَقُولُ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ  
تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالَى جَدُّكَ وَكَذَلِكَ غَيْرُكَ  
عَنْ قَتَادَةَ أَنَّهُ كَتَبَ إِلَى الْأَوْثَرِ عَنِ يَحْيَى  
عَنْ أَنَسٍ أَنَّ ابْنَ مَالِكٍ أَتَاهُ حَدَّثَهُ قَالَ صَلَّيْتُ  
خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَرَأَيْتَ بَكَرًا وَعُمَرَا  
وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ فَمَا كَانُوا يَسْتَنْتِقُونَ



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ فِي أَوَّلِ قُرْآنِهِ وَلَا فِي آخِرِهِ هـ

۹۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحَانَ قَالَ سَأَلَ  
الْوَلِيدُ بْنُ مُسْلِمٍ عَنِ الدَّوْنَاذِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي  
إِسْحَاقُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي طَلْحَةَ أَنَّ سَمِعَةَ  
أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَكْذِبُ كَذِبًا كَثِيرًا

نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کے متعلق مذاہب ائمہ کا خلاصہ

نام: ابوحنیفہ  
کتاب: مسند

ہے کہ سورۃ نمل میں جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ قرآن مجید کی آیت ہے اس کے علاوہ کسی ایک سورت سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ اس سورت کا جز ہے ہر سورۃ سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم مذکور ہے وہ سورت کا جز نہیں ہے بلکہ ایک سورۃ کو دوسری سورۃ سے ممتاز کرنے کے لیے ہر سورۃ کی ابتداء میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کو لکھا گیا ہے۔

اسی طرح سورۃ فاتحہ سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے وہ سورۃ فاتحہ کا جز نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین جہری غمازوں میں بسم اللہ کو بلند آواز سے نہیں پڑھتے تھے۔  
البتہ سورۃ فاتحہ سے پہلے ہر رکعت میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا اخاف کے نزدیک سنت ہے خواہ فرض ثانیہ ہو یا نفل۔ بعض نقباء اخاف نے ہر رکعت میں بسم اللہ پڑھنے کو واجب لکھا ہے ان احادیث میں فقہاء اخاف کے مذہب پر واضح دلیل ہے۔

الم نامک کے نزدیک فرض نماز میں خواہ وہ سری ہو یا جبری بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا مکروہ ہے البتہ نقل نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ پڑھ سکتا ہے۔

امام احمد بن حنبل کے نزدیک بسم اللہ سورہ فاتحہ کا ترجمہ ہے، تاہم ان کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ کو جہیری نمازوں میں آجستہ پڑھا جائے گا اسی طرح سری نمازوں میں بھی۔

امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جذبہ اور اس کو چھری غاروں میں بلند آواز سے پڑھا کر غاروں میں آجستہ پڑھنا فرض ہے۔ اگر بسم اللہ پڑھی تو غار باطل ہو جائے گی۔ امام شافعی کا یہ مذہب شاذ ہے اور احادیث صحیحہ کے خلاف ہے۔ اس پر تفصیلی بحث ہم باب نمبر ۱۵ میں کر چکے ہیں۔

یَا أَبَیْ مُحَمَّدٍ مَنْ قَالَ الْبِسْمِلَةَ آيَةً مِنْ جَنَّاتِ لُغْوِیْنَ كُنْزٍ وَبِکَ سُوْرَةُ تَوْبَةٍ كَسُوْرَةٍ

۶۸۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ السَّعْدِيُّ قَالَ  
بِسْمِ اللَّهِ هِر سَوْرَتِ كَا حَزْمِ هِ ان كِ لَ لَ لَ  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے



ثُمَّ قَالَ ابْنُ مُسْهِرٍ قَالَ نَا الْمُعْتَمَرُ ابْنُ قُلَيْبٍ  
عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ  
أَبِي شَيْبَةَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ  
عَنِ الْمُعْتَمَرِ عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ قَالَ بَيَّعَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ بَيْنَ  
أَظْهُرِ نَا إِذَا أَعْطِيَ إِعْقَاءً ثُمَّ رَفَعَ مَأْسَةً  
مُتَبَيِّعًا فَقُلْنَا مَا أَضْحَكَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ  
تَرَلْتُ عَلَى إِيْقَاسٍ ثُمَّ رَفَعَ مَأْسَةً  
الرَّحِيمِ إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكُوفَةَ فَصَلِّ بِرَبِّكَ  
وَأَنْتَ حَرَانُ شَايَتِكَ هُوَ الَّذِي شَفَعَنِي  
أَتَدْرُونَ مَا الْكُوفَةُ فَقُلْنَا اللَّهُ وَرَسُولُهُ  
أَعْلَمُ قَالَ فَإِنَّهُمْ وَوَعْدَنِي بِمَا عَزَّ  
وَجَلَّ عَلَيْهِ تَعَيَّرَ كَثِيرٌ وَهُوَ حَوْضٌ يَرُدُّ عَلَيْهِ  
أُمِّي يَوْمَ الْقِيَمَةِ أَيْمُهُ عَدَدُ النَّجْمِ وَتَحْتَهُ  
الْعَبْدُ مِنْهُمْ قَوْلُ سَابِثِ بْنِ إِدْرِيسَ  
فَيَقُولُ مَا تَدْرِي مَا أَخَذْتُ يَعْنِيكَ إِذَا  
ابْنُ حَجْرٍ فِي حَدِيثِهِ بَيَّنَّ أَظْهُرِ نَا فِي التَّسْبِيحِ  
وَقَالَ مَا أَحْكَمَتْ بَعْدَكَ -

۴۹۹ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ  
قَالَ أَنَا ابْنُ فَصِيلٍ عَنْ مُعْتَمَرِ بْنِ قُلَيْبٍ  
قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ أَعْطَى رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِعْقَاءً ثُمَّ يَتَحَوَّ  
حَدِيثُ ابْنِ مُسْهِرٍ غَيْرُ أَثَرٍ قَالَ نَهَضَ وَعَدَنِي  
بِأَنِّي عَزَّ وَجَلَّ فِي الْبَحْتِ عَلَيْهِ حَوْضٌ وَكَوْنُهُ كَوْنُ  
أَيْمُهُ عَدَدُ النَّجْمِ -

ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں  
تشریف فرما تھے۔ اچانک آپ کو اونگھ اٹھی پھر آپ  
نے مسکراتے ہوئے سر اٹھایا ہم نے عرض کیا یا رسول  
اللہ آپ کس وجہ سے مسکراتے ہیں۔ آپ نے فرمایا  
ابھی مجھ پر یہ سورۃ نازل ہوئی ہے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ  
الرَّحِیْمِ اَنَا اَعْطَيْتَاكَ الْكُوفَةَ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَاعْبُدْ  
اَنَا شَانُكَ هُوَ الْاَبْتَدَ - پھر آپ  
نے فرمایا تم جانتے ہو کوثر کیا ہے؟ ہم نے عرض  
کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے۔ آپ  
نے فرمایا کوثر وہ نہر ہے جس کا میرے رب نے  
مجھ سے وعدہ کیا ہے اس میں خیر کثیر ہے، وہ  
ایک حوض ہے جس پر میری امت کے لوگ قیامت  
کے دن پانی پینے کے لیے آئیں گے، اس کے  
برتن ستاروں کے برابر ہیں، ایک شخص کو حوض  
کوثر سے پشایا جانے کا میں کہوں گا اسے میرے  
رب پر میری امت میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا  
تم (از خود) نہیں جانتے کہ انھوں نے کہا ہے کہ  
نیا دین اختراع کر لیا تھا اور ایک روایت میں یہ بھی  
نوکری ہے کہ یہ واقعہ مسجد میں پیش آیا تھا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اونگھ اٹھی، امام مسلم  
فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حدیث مثل سابق ہے۔  
البتہ اس میں یہ ہے کہ کوثر جنت میں ایک نہر ہے  
جس کا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے اس  
پر ایک حوض ہے، اس روایت میں یہ نہیں ہے  
کہ اس کے برتن آسمان کے ستاروں کے برابر  
ہیں۔

ہر سورت کے اول میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے جزو ہونے کے دلائل | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



نے سورہ کوثر سے پہلے جو بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تلاوت کی اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہر سورت کے اول میں بسم اللہ اس سورۃ کا جز ہو، اگر ایسا ہوتا تو اھراً باسم ربك الذي خلق سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم نازل ہوتی، نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چہرے نمازوں میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کی چہرے تلاوت کرتے، نیز ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک سورت مسلمانوں کی شفاعت کرے گی اور وہ ابتداء اللہی بیداء الملک ہے اگر ہر سورت کے اول میں بسم اللہ اس کا جز ہوتی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بسم اللہ الرحمن الرحیم تبارک الذی بیداء الملک۔ اس لیے تحقیق یہ ہے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم قرآن مجید کی ایک آیت ہے جو سورۃ کے درمیان فصل کے لیے نازل ہوئی ہے اور یہ دلیل یقین کی ایک سورت کا جز ہے، ہر سورت کا جز نہیں ہے۔ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سورہ کوثر سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنا فصل اور ابتداء کے لیے تھا، یا تینا تھا۔

علامہ دمشقی ابی ماسکي لکھتے ہیں:

کسی شخص نے یہ قول نہیں کیا کہ بسم اللہ سورہ کوثر کی آیت ہے اور نہ اس حدیث سے یہ لازم آتا ہے کہ بسم اللہ ہر سورت کا جز ہو۔

**رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کا بیان** | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں اور لگائی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کا دیکھنے کے لیے مسجد میں سونا جائز ہے، البتہ مسجد میں سونے کو عادت نہیں بنانا چاہیے۔

حوض کوثر، اس کے بزموں کی تعداد، وہاں امتوں کے پانی پینے کے لیے آنا اور تر و گول کا لٹا دیا جانا، یہ سب احوال آخرت اور امور غیب میں سے ہیں، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں نہ جانتے تو ہم کو پتا نہ چلتا۔ اس غیب کی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس غیب کی خبر دی، اس سے معلوم ہوا کہ جب تک کسی شخص کو غیب کا علم اور اس پر ایمان نہ ہو وہ مسلمان نہیں ہو سکتا، البتہ امور غیب کی جزئیات میں فرق ہے، عام مسلمانوں، اولیاء اللہ، صحابہ کرام میں سے ہر شخص کو اس کے ظرف کے مطابق غیب کا علم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام مخلوقات سے زیادہ امور غیب کا علم ہے۔ اور مطلقاً عالم الغیب صرف اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔ ہر چیز کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا الہی سے علم غیب حاصل ہے لیکن مطلقاً یہ نہیں کہنا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غیب کا علم ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ آپ غیب پر مطلق ہیں یا آپ پر غیب ظاہر کیا گیا ہے یا آپ کو علم غیب عطا کیا گیا ہے کیونکہ جب مطلقاً علم غیب کا ذکر کیا جائے تو اس سے مقابلاً علم ذاتی ہوتا ہے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح فرمایا ہے۔

العلیہ بیرو

لہ۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ دمشقی ابی ماسکي ستر فی ۸۲۸ھ، اکالی اکال المجلد ۲ ص ۵۷، مطبوعہ دار الکتب



علم مافی الغد کے بارہ میں ام المؤمنین کا قول ہے جو یہ کہے کہ حضور کو علم مافی الغد تھا وہ جھوٹا ہے اس سے مطلق علم کا انکار نیکان محض جہالت ہے، علم جبکہ مطلق بولا جائے محض صواب کہ غیب کی طرف مضامین ہو تو اس سے مراد علم ذاتی ہوتا ہے، اس کی تشریح ماشیہ کثافات پر میر سید شریف رحمہ اللہ نے کر دی ہے اور یہ یقیناً حق ہے کوئی شخص کسی مخلوق کے لیے ایک ذرہ کا بھی علم ذاتی مانے یقیناً کافر ہے۔

بَابُ وَضْعِ يَدِ الْيَمَنِ عَلَى الْيُسْرَى  
بَعْدَ تَكْبِيرَةِ الْإِحْرَامِ تَحْتَ صَدْرِهِ  
فَوْقَ سُرَّتِهِ وَوَضْعِهِمَا عَلَى الْأَرْضِ  
حَذْوً وَمَنْ كَيِّسَهُ

سینہ کے نیچے اور نات کے اوپر  
دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے اوپر رکھنا  
اور زمین پر دونوں ہاتھوں کو کندھے  
کے بالمقابل رکھنا

۸۰۰۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَافِعَانُ  
قَالَ نَافِعُ بْنُ حَبَّادٍ قَالَ كَانَ حَدَّثَنِي عَبْدُ  
الْجَبَّارِ بْنُ دَاوُدَ عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ دَاوُدَ عَنْ مَوْلَى  
لَهُمَا أَنَّهُمَا حَدَّثَا عَنْ أَبِيهِ دَاوُدَ بْنِ جُنْدٍ  
أَنَّهُ تَأَمَّلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكَعَ يَدَيْهِ  
حِينَ دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَصَفَّ هَتَمًا حَيَاتًا  
أَوْ تَبَّهَ ثُمَّ انْتَحَفَ يَخُوبُهُ ثُمَّ وَضَعَ يَدَهُ الْيَمَنِيَّةَ  
عَلَى الْيُسْرَى فَلَمَّا أَدَا أَنْ يُذَكِّرَ أَخْرَجَ يَدَيْهِمَا  
مِنَ الْخُوبِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا كَثَرُ فَرَكَهُمَا فَلَمَّا قَالَ  
سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ لَمْ يَدِرْ يَدَيْهِمَا فَلَمَّا سَجَدَ سَجَدَ بَيْنَ كَعْبَيْهِ

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ انھوں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے نماز شروع کرتے وقت کانوں کے  
بالمقابل انھوں کو بلند کیا اللہ اکبر کہا پھر ہاتھ کپڑے  
میں پیٹ لیے، پھر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ کے  
اوپر رکھا پھر جب آپ رکوع کرنے کا ارادہ کرتے  
تو ہاتھ کو کپڑے سے نکال کر رافع یدین کرتے پھر  
رکوع کرتے پھر جب سمع اللہ لمن حمدہ کہتے تو  
رفع یدین کرتے، پھر جب سجدہ کرتے تو دو ہتھیلیوں  
کے درمیان سجدہ کرتے۔

نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کا خلاصہ

نماز میں ہاتھ باندھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کا خلاصہ

ذیل میں:

۱۔ امام مالک کے نزدیک ہاتھ چھوڑ کر نماز پڑھنا چاہیے، ان کے نزدیک ہاتھ باندھ کر نماز پڑھنا  
فرض میں مکروہ ہے، نقل میں جائز ہے۔

۱۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی متوفی ۱۳۲۰ھ، المغلوٹ ج ۲ ص ۲۷۶-۲۷۷، مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور ۱۳۳۸ھ  
۲۔ علامہ ابوالولید ابن رشید قرطبی متوفی ۵۹۰ھ، ہامیۃ المجتہد ج ۱ ص ۹۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت



- ۲۔ امام احمد بن حنبل کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے نزدیک سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر رکھے اور ہاتھ نائ کے نیچے باندھے۔
- ۳۔ امام ابو حنیفہ کے نزدیک دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر رکھے اور بائیں ہاتھ کے نیچے پر دائیں ہاتھ کے انگوٹھے اور پھنگل سے حلقہ بنائے۔ مرد نائ کے نیچے ہاتھ باندھے اور عورت سینہ کے اوپر۔
- ۴۔ امام شافعی کے نزدیک مرد اور عورت دونوں کے نزدیک سنت یہ ہے کہ دائیں ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ پر رکھیں اور سینہ پر ہاتھ باندھیں۔
- امام شافعی کے مسلک پر مذکور ذیل حدیث دلیل ہے جس کو امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

مؤمل بن اسماعیل عن الثوراني عن عامر بن كليب عن ابيه عن وائل انه رأى النبي صلى الله عليه وسلم وضع يمينه على شماله ثم وضعها على صدره۔

مؤمل کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت وائل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے اپنے سینہ کے اوپر دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھا۔

لیکن علامہ ابن ترکمانی فرماتے ہیں کہ صاحب کمال نے ذکر کیا ہے کہ مؤمل نے اپنی حدیث کی کتابیں دفن کر دی تھیں اور وہ محض اپنے حلقہ سے احادیث نقل کرتا تھا اور یہ شخص کثیر الخطا تھا۔ امام بخاری نے کہا کہ یہ منکر الحدیث تھا۔ ابو حاتم نے کہا کہ اس کی روایات میں بہت غلطیاں ہوتی تھیں۔ بیہقی سے اس قسم کی دو حدیثیں احادیث اور بیان کیں لیکن ان سب کی اسانید میں شدید ضعف ہے، امام بیہقی کی ذکر کردہ احادیث کی اسانید پر جرح کرنے کے بعد علامہ ابن ترکمانی احسان کے مسلک پر استدلال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن حزم، وينا عن ابي هريرة قال وضع الكف على الكف في الصلوة تحت السرة وعن انس قال ثلاث من اخلاق النبوة تعجيل الاخطاء وتأخير السحور ووضع اليد اليمنى على اليسرى في الصلوة تحت السرة۔

ابن حزم نے حضرت ابو ہریرہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے فرمایا نماز میں نائ کے نیچے ہاتھ پر ہاتھ رکھا جائے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ تین چیزیں نبوت کے اخلاق میں سے ہیں، روزہ جلوی اظہار کرنا، ویرہ سے سحر کرنا، اور نماز میں نائ

۱۔ علامہ عبد الرحمن الجزيري، الفقه على المذاهب الاربع ج ۱ ص ۲۵۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت  
 ۲۔ امام ابو یوسف احمد بن محمد بیہقی متوفی ۴۵۸ھ سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۰ مطبوعہ نشر السنۃ عمان  
 ۳۔ علامہ ابن ترکمانی متوفی ۷۴۵ھ، البحر المستقی علی البیہقی ج ۲ ص ۳۲، مطبوعہ نشر السنۃ عمان







کے لیے ہیں۔ اسے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں ہم پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں پر اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ — بلاشبہ محمد رسول اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ اسی حدیث کی مثل بیان کی ہے لیکن اس میں یہ نہیں ہے کہ اس کے بعد جو چاہے دعا مانگے۔

امام مسلم نے ایک اور سند کے ساتھ پہلی حدیث کی مثل بیان کی ہے اس میں حسب خواہش دعا کرنے کا ذکر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مشہد میں بیٹھے تھے اس کے بعد پہلی حدیث کی مثال بیان کی اس میں حسب خواہش دعا کرنے کا بھی ذکر ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مشہد کی تعلیم اس حال میں دی کہ میری تحصیل آپ کی دونوں تحصیلوں کے درمیان تھی اور یہ تعلیم ایسے دی گئی کہ آپ مجھے قرآن کی کبھی سورت کی تعلیم دیتے تھے اس کے بعد انھوں نے مشہد کا پورا واقعہ اسی طرح بیان کیا کہ پہلی حدیث میں ذکر ہر چکا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں مشہد کی اس طرح

۸۰۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ مَنصُورٍ بِهَذَا الرَّسَادِ مِثْلَهُ وَلَمْ يَذْكُرْ لَمْ يَتَحَيَّرْ فِي مَسْئَلَةٍ مَا شَاءَ

۸۰۳۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا حُسَيْنُ الْجَعْفَرِيُّ عَنْ سَائِدَةَ عَنْ مَنصُورٍ بِهَذَا الرَّسَادِ مِثْلَ حَدِيثِهَا وَذَكَرَ فِي الْحَدِيثِ ثُمَّ لَيْتَ خَيْرٌ بَعْدَ مِنَ الْمَسْئَلَةِ مَا شَاءَ أَوْ مَا أَحَبَ

۸۰۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الرَّعَشِيِّ عَنْ شَيْبَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ كُنَّا إِذْ اجْلَسْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الصَّلَاةِ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَنصُورٍ وَكَانَ ثُمَّ لَيْتَ خَيْرٌ بَعْدَ مِنَ السَّعَاءِ

۸۰۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ نَا سُفْيَانُ بْنُ زَيْدٍ سَيْفِي عَنْ سَمِعَةَ مَجَاهِدًا يَقُولُ حَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَعْدٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ يَقُولُ عَلِمَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّشَهُّدَ كَقِيَّتَيْنِ كَقِيَّةٍ كَمَا يَعْلَمُنِي الشُّرَكَاءُ مِنَ أَهْلِ بَنِي قَاتِظٍ التَّشَهُّدَ بِمِثْلِ مَا أَقْتَضَى

۸۰۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا لَيْثٌ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زُمَيْرٍ بَيْنَ الْمُهَاجِرِ قَالَ



ثَا لَيْثٌ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ  
طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا التَّشَهُُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا  
السُّورَةَ وَمِنَ الْقُرْآنِ فَمَا كَانَ يَقُولُ التَّحِيَّاتُ  
الْعِبَادَ كَأَنَّ الصَّلَوَاتِ الْعِظِيمَاتِ لِلَّهِ أَلَسَّامُ  
عَلَيْكَ إِنَّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ الْمَلَامُ  
عَلَيْنَا وَعَلَى عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ  
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ  
اللَّهِ وَفِي رِوَايَةِ ابْنِ رُمَيْحٍ كَمَا يُعَلِّمُنَا الْقُرْآنَ -  
۸۰۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلَ  
يَحْيَى بْنُ أَدَمَ قَالَ سَأَلْتُ الرَّحْمَنَ بْنَ حَنْبَلٍ قَالَ  
حَدَّثَنِي أَبُو الزُّبَيْرِ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا  
التَّشَهُُّدَ كَمَا يُعَلِّمُنَا السُّورَةَ وَمِنَ الْقُرْآنِ -

۸۰۸ - حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَحُثَيْبَةُ بْنُ  
سَعِيدٍ وَابْنُ كَامِلٍ الْجُعْفِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَبِيبٍ  
السَّكَلِيُّ الْأُمَوِيُّ وَالْفَقُّ بْنُ كَامِلٍ قَالُوا  
أَبُو عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ يُونُسَ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ  
حَقْلَانَ ابْنِ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيِّ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ  
أَبِي مُوسَى الْأَشْعَرِيِّ صَلَوةً كُنَّا لَانَ عِنْدَ  
الْعُدَّةِ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ اقْرَأِ الصَّلَوةَ  
يَا لَيْبٍ وَالزُّكُوفَ فَلَمَّا قَضَى أَبُو مُوسَى الصَّلَوةَ  
وَسَلَّمَ انْصَرَفَ فَقَالَ أَيُّكُمْ الْقَائِلُ كَلِمَةً  
كَذَا وَكَذَا قَالَ قَامَ مِّنَ الْقَوْمِ ثُمَّ قَالَ أَلَيْكُمْ الْقَائِلُ  
كَلِمَةً كَذَا وَكَذَا قَامَ مِّنَ الْقَوْمِ فَقَالَ لَعَلَّكَ يَأْخُطُّ  
فَلَمَّا قَالَ مَا قُلْتُمْهَا دَلَعَهُ وَهَبْتُ أَنْ يَنْبَكِعَنِي  
بِهَا فَقَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْقَوْمِ إِنَّا قُلْتُمْهَا وَكَلَامُ  
بِهَا إِلَّا الْخَيْرَ فَقَالَ أَبُو مُوسَى مَا تَعْلَمُونَ كَيْفَ  
تَقُولُونَ فِي صَلَاتِكُمْ هَذَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ

تعلیم دیتے تھے جس طرح میں قرآن کریم کی کس سورت  
کی تعلیم دیتے تھے آپ فرماتے التحیات المبارکات  
الصلوات الطیبات لله السلام عليك ايها النبي  
ورحمة الله وبركاته السلام علينا وعلو  
الله الصالحين اشهدان لا اله الا الله واشهد  
ان محمدا رسول الله

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تشہد اس طرح  
سکھاتے جس طرح قرآن کریم کی کوئی سورت سکھاتے  
ہوں۔

طلحان بن عبد اللہ رقاشی بیان کرتے ہیں کہ  
ایک مرتبہ میں نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ  
عنہ کے ساتھ نماز پڑھی جب وہ قعدہ کے قریب  
تھے تو ایک شخص نے کہا یہ نماز نیکی اور پاکیزگی کے  
ساتھ پڑھی گئی ہے جب وہ نماز سے فارغ  
ہو گئے تو انھوں نے مرکز دیکھا اور پوچھا تم میں سے  
کس نے یہ بات کہی۔ سب خاموش رہے انھوں  
نے پھر دوبارہ پوچھا کہ تم میں سے کس نے یہ بات  
کہی تھی۔ لوگ پھر خاموش رہے۔ اس موقع پر حضرت  
ابو موسیٰ نے مجھ سے کہا اے طلحان! شاید تم نے  
یہ کلمہ کہا ہے؟ میں نے کہا میں نے نہیں کہا، تم نے تو  
آپ کا ذکر تھا پھر لوگوں میں سے ایک شخص نے کہا میں  
نے یہ کلمہ کہا تھا اور میری نیت سوائے اللہ کے  
اور کچھ نہ تھی، حضرت ابو موسیٰ نے فرمایا کہ تم نہیں  
جانتے نماز میں کیا کہنا چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ



عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطْبَتَا فَبَيَّنَ لَنَا سُنَّتَنَا وَعَلَّمَنَا صَلَاتَنَا قَالَ إِذَا صَلَّيْتُمْ قَا قِيَمُوا صُفُوفَكُمْ ثُمَّ لِيَوْمُكُمْ أَحَدُكُمْ قِيَادًا كَثِيرًا إِذَا قَالَ غَيْرَ الْمُغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ يُجِيبُكُمْ اللَّهُ قِيَادًا كَثِيرًا وَرُكْعَةً كَثِيرًا إِذَا رُكِعُوا قِيَادًا إِلَّا مَا رَزَقَكُمْ قَبْلَكُمْ وَيَزِدُّكُمْ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِتْلَكَ يِتْلَكَ وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ يَسْمَعُ اللَّهُ لَكُمْ قِيَادًا اللَّهُ تَبَارَكَ وَقَعَالَى قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ إِذَا رُكِعُوا وَسَجَدُوا كَثِيرًا وَأُتِجِدُوا قِيَادًا إِلَّا مَا رَزَقَكُمْ قَبْلَكُمْ وَيَزِدُّكُمْ قَبْلَكُمْ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قِتْلَكَ يِتْلَكَ وَإِذَا كَانَ عِنْدَ الْقُعْدَةِ فَلْيَكُنْ مِنْ أَوَّلِ قَوْلٍ أَحَدُكُمْ أَتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتِ الصَّلَوَاتُ لِلَّهِ أَسْلَامٌ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَبَرَكَاتُهُ الشُّدَّةُ عَدِيَّتَا عَلَى عِيَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ

علیہ وسلم نے ہمیں خطبہ دیا اور ہم کو نماز کا مکمل طریقہ بتلادیا، آپ نے فرمایا جب تم نماز پڑھنے لگو تو سب سے پہلے اپنی صفیں درست کرو پھر تم میں سے کوئی شخص امامت کرے جب امام تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو، اللہ تعالیٰ تمہاری اس دعا کو قبول فرمائیگا پھر جب وہ تکبیر کہے کہ رکوع کرے تو تم بھی تکبیر کہو کہ رکوع کرو، امام تم سے پہلے رکوع کرے گا اور تم سے پہلے رکوع کرے سر اٹھائے گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح تہا اتمل اس کے مقابلے میں ہو جائے گا اور جب امام سمع اللہ لمن حمد کہے اللہ ربنا ولک الحمد کہو، اللہ تعالیٰ تمہارا قول سنتا سے اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اللہ تعالیٰ نے سمع اللہ لمن حمد جاری کر دیا، پھر جب امام تکبیر کہے کہ سجدہ کرے تو تم بھی تکبیر کہو کہ سجدہ کرو، امام تم سے پہلے سجدہ کرے گا اور تم سے پہلے سجدہ کرے سر اٹھائے گا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا یہ عمل امام کے مقابلہ میں ہوگا اور جب امام قعدہ میں بیٹھ جائے گا تو تم سب سے پہلے یہ کہو التحیات الطیبات الصلوٰات للہ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ السلام علینا وعلى عبد الله الصالحين أشهد ان لا اله الا الله وأشهد ان محمدًا عبده ورسوله

امام مسلم نے تین اور اسانید بیان کر کے قاعدہ سے بھی یہ حدیث روایت کی لیکن اس میں یہ الفاظ لایاؤ ہیں جب امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور لا ایل الا اللہ کے علاوہ اور کسی سند کے ساتھ یہ الفاظ مروی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی کی زبان پر سمع اللہ لمن حمدہ جاری کرتا ہے۔ اس حدیث کا سند میں البرکات نے

۸۰۹۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ تَنَا أَبُو سَامَةَ قَالَ تَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرُوبَةَ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو عَمْرٍو بْنُ الْعَسَّاسِ قَالَ تَنَا مَعَاذُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ تَنَا أَبِي ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ تَنَا جَعْفَرُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْقَنْجِيُّ كُلُّ هَؤُلَاءِ عَنْ قَتَادَةَ فِي هَذِهِ الْإِسْنَادِ بِإِسْلَامٍ وَفِي حَدِيثِ جَعْفَرِ بْنِ عَمْرٍو



امام مسلم سے بحث کی تو امام مسلم نے فرمایا سیمان (اس سند کا ایک راوی) سے زیادہ تمہیں اور کون حافظ ملے گا، ابو بکر نے پوچھا کہ پھر ابو ہریرہ کی روایت کیسی ہے جس میں یہ ہے کہ جب امام قرأت کرتے تو تم خاموش رہو، امام مسلم نے کہا کہ وہ حدیث صحیح ہے ابو بکر نے کہا پھر آپ نے اس سند کے ساتھ اس حدیث کو اپنی اس کتاب میں ذکر کیوں نہیں کیا امام مسلم نے فرمایا میں نے اس کتاب میں ہر حدیث کو ذکر نہیں کیا جو صرف میرے نزدیک صحیح ہو بلکہ میں نے اس کتاب میں ان احادیث کو ذکر کیا ہے جن کے صحیح اور نے پر سب کا اتفاق ہے۔

سَيَمُنُ عَنْ قَتَادَةَ مِنَ الزِّيَادَةِ وَإِذَا قَرَأْتَ فَانصِتْ  
وَكَيْسٌ فِي حَدِيثٍ أَحَدٍ مِنْهُمْ كَانَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
قَالَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَهُ  
اللَّهُ يَمُنُّ حَمْدَهُ إِلَّا فِي رَدِّ آيَةٍ أَوْ فِي كَاوِلٍ وَحَدَّثَهُ  
عَنْ أَبِي عَوَّامَةَ كَانَ أَبُو شَلْحَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ  
ابْنُ أُخْتِ أَبِي النَّضْرِ فِي هَذَا الْحَدِيثِ فَقَالَ  
مُسْلِمٌ يُرِيدُ أَحْفَظَ مِنْ سَيَمُنَ فَقَالَ لَهُ أَبُو بَكْرٍ  
فَحَدَّثْتُ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ هُوَ صَحِيحٌ يَحْفَظُ  
إِذَا قَرَأَ فَانصِتُوا فَقَالَ هُوَ عِنْدِي صَحِيحٌ  
فَقَالَ لِعَلَّكُمْ تَضَعُوهُ هَهُنَا فَقَالَ كَيْسٌ كُلُّ شَيْءٍ  
عِنْدِي صَحِيحٌ وَضَعْتُهُ هَهُنَا إِنَّمَا وَضَعْتُهُ هَهُنَا  
مَا أَجْمَعُوا عَلَيْهِ.

امام مسلم نے ایک اور سند سے ساتھ حدیث بیان فرمائی اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر سنا اللہ لمن حمدا جاری کر دیا۔

۸۱۰۔ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ بْنُ الرَّاحِمِيِّ وَأَبْنُ أَبِي  
عَمْرٍو عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ مَطَرٍ عَنْ قَتَادَةَ بِهَذَا  
الْوَسْطَاءِ كَقَالَ فِي الْحَدِيثِ قَالَ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ  
قَطَعَنِي عَلَى لِسَانِ نَبِيِّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَهُ  
اللَّهُ يَمُنُّ حَمْدَهُ.

**تشہد میں نماز واجب النہی** امام ابو حنیفہ کے نزدیک نماز میں تشہد اول اور ثانی دونوں واجب ہیں، امام مالک رضی اللہ عنہ کے نزدیک دونوں تشہد سنت ہیں، امام شافعی کے نزدیک تشہد اول سنت ہے اور تشہد ثانی واجب ہے، اور امام احمد کے نزدیک اول تشہد واجب اور ثانی تشہد فرض ہے۔ امام اعظم اور امام احمد کے نزدیک حضرت عبداللہ بن مسعود کے تشہد کی روایت پر حنا افضل ہے کیونکہ یہ حدیث صحت کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے۔ اور امام شافعی کے نزدیک حضرت عبداللہ بن عباس کی روایت کو پڑھنا افضل ہے کیونکہ اس میں لفظ مبارکات ثلاثہ ہے اور امام مالک کے نزدیک حضرت عمر کی روایت کو پڑھنا افضل ہے (نور علی شرح مسلم ج ۱ ص ۱۳۳ مع تفسیر)

سلام ایک دعائیہ کلمہ ہے جس شخص کو سلام کیا جائے، اس شخص کے حق میں سلامتی کی دعا کی جاتی ہے۔ صحابہ کرام جب السلام علی اللہ کہتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو روک دیا، کیونکہ اللہ تعالیٰ عین سلام ہے اور وہ سلامتی کی دعا سے پاک ہے۔

**تشہد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قصد سلام عرض کرنے کی تحقیق** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ یقین کی کہ



ناز میں السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا کرو، یعنی قصد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام عرض کرو۔

علامہ دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ نماز کے تشہد میں جب السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ (اسے نبی آپ پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں) کہا جائے تو حضور پر قصد اسلام کرنے کی نیت نہ کرے بلکہ نیت کرے کہ اللہ تعالیٰ نے شب سراج جو اللہ تعالیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو سلام پڑھا تھا میں اس سلام کی نقل اور حکایت کر رہا ہوں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ قرآن میں ہم پڑھتے ہیں یا بنی اسرائیل: اسے بنی اسرائیل، تو اس تلاوت سے بنی اسرائیل کو پکارنا مقصود نہیں ہوتا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے جو بنی اسرائیل کو خطاب کیا تھا، ہم تلاوت کر کے اس کی نقل و حکایت کرتے ہیں۔

علامہ دیوبند کا یہ قول اس بنیاد پر مبنی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریب اور بعید سے ہر نماز کا سلام نہیں سنتے اور نہ حضور کو قصد سے پکارنا جائز ہے اس لیے نماز میں جب السلام علیک ایہا النبی کہا جائے تو انشاء اور قصد اسلام نہ کرے بلکہ شب سراج جو اللہ تعالیٰ نے سلام کیا تھا اس سلام کی نقل اور حکایت کرے۔ شیخ رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں:

اگر کسی کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود خطاب سلام کا سنتے ہیں، وہ کفر ہے خواہ سلام ملکہ کہے یا السلام للی النبی کہے، اور جس کا عقیدہ یہ ہے سلام و صلوٰۃ آپ کو پہنچایا جاتا ہے ایک ملائکہ کی جماعت اس کام کے واسطے مقرر ہے جیسا کہ احادیث میں آیا ہے تو دونوں طرح پڑھنا مباح ہے پس بعد اس کے سہ کہ اگر ابن مسعود نے بعد وفات شریف کے صیف بدل دیا ہے تو کوئی حرج نہیں کسی منطقت کو یہ ہو گا اور جو اصل تعلیم کے موافق پڑھا جائے جب جس حرج نہیں کہ مقصود حکایت ہے۔

اسی عقیدہ کی پہلی بنیاد ہی غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود صلوٰۃ و سلام نہیں سنتے، حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ قوت اور قدرت عطا فرمائی ہے کہ زندگی میں بھی اور بعد از وصال بھی دور و نزدیک سے جہاں سنتے ہیں، البتہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے دیے بغیر حضور کے سلام کا مقصد رکھنا باطل اور شرک ہے اور یہ بات صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی مخصوص نہیں ہے کسی بھی شخص کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ وہ از خود سنتا ہے تو یہ شرک ہے۔ ابن قیم جوزی طبرانی کی سند کے ساتھ حضرت ابو درود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لیس من عبد یدعی انہ یلقی صوته  
 حیث کان قد اوجعہ وفانک قال وبعد وذا  
 الحدیث سنہ

کوئی شخص مجھ پر درود نہیں پڑھتا، مگر اس کی آواز مجھے پہنچتی ہے خواہ وہ کہیں اس صحابہ نے عرض کیا آپ کی وفات کے بعد بھی، فرمایا میری وفات

سنے۔ شیخ رشید احمد گنگوہی مرقی ۱۳۲۳ھ، فتاویٰ رشیدیہ کالم ص ۸۸، مطبوعہ محمد سعید اینڈ سنز کراچی  
 شیخ ابن قیم جوزی مرقی ۷۵۷ھ، حلاۃ الانہام ص ۶۳، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد



کے بعد بھی میرے

امام رازی تحریر فرماتے ہیں:

وَكَذَلِكَ الْعَبْدُ إِذَا وَاطَّبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بِلَدَّةِ  
ذَلِكَ النُّورِ الْمَقَامِ الَّذِي يَقُولُ اللَّهُ كُنْتُ لَهُ سَمْعًا وَبَصَرًا  
فَإِذَا صَارَ لَوْرُ جَلَالِ اللَّهِ سَمْعًا لَهُ مَجْمَعُ الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ  
وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ بَصَرًا لَدَرَى الْقَرِيبِ وَالْبَعِيدِ  
وَإِذَا صَارَ ذَلِكَ النُّورُ يَدًا لَهُ قَدَرُ عُلُوِّ التَّصَوُّفِ فِي  
الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبَعِيدِ وَالْقَرِيبِ ۞

جب بندہ مسلسل عبادت کرتا ہے تو وہ اس  
مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ  
فرماتا ہے کہ میں اس بندہ کی آنکھیں اور کان ہوجاتا ہوں  
اور حبیب اللہ تعالیٰ کا نور اس کے کان ہوجاتا ہے تو وہ  
قریب اور بعید کو یکساں سنتا ہے۔ اور جب یہ نور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہے تو  
وہ قریب اور بعید کو یکساں دیکھتا ہے اور جب یہ نور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہے تو  
وہ مشکل اور آسان، قریب اور بعید کے تحریف پر یکساں قادر ہوجاتا ہے۔

امام رازی نے جس حدیث قدسی کا حوالہ دیا ہے اس کا امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ اللَّهَ قَالَ مَنْ عَادَلَنِي وَلِيَاقْتَدِ ادْمَتَ بِالْخُرْبِ  
وَمَا تَقَرَّبَ إِلَيَّ عَبْدِي بِشَيْءٍ أَحَبَّ إِلَيَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ  
عَلَيْهِ وَلَا يَزَالُ عَبْدِي يَتَقَرَّبُ إِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتَّى أَجِيبَهُ  
فَكَنتُ مَعَهُ الَّذِي يَسْعَى بِهِ دَبِيرُهُ الَّذِي يَمْشِي بِهِ  
وَيَدُهُ الَّتِي يَبْطِشُ بِهَا وَرَجُلٌ يَمْشِي بِهَا  
الْحَدِيثُ ۞

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے ولی سے  
عبادت رکھتا ہے میں اس سے اعلان جنگ کر  
دیتا ہوں، اور بندہ فرائض کی ادائیگی کے فریضہ میرا  
سب سے زیادہ قرب حاصل کرتا ہے پھر میرا بندہ  
نوافل کے فریضہ مجھ سے مسلسل قرب حاصل کرتا  
رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا  
ہوں اور جب میں اس کو اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو  
میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے  
اور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا  
ہے اور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ  
(چیزوں کو) پکڑتا ہے اور اس کے پیر ہوجاتا ہوں  
جس سے وہ چلتا ہے۔

شیخ انور شاہ کشمیری اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں۔

اس حدیث کی سند پر شیخ اشرف علی تھانوی نے برادر نوادر میں ۲۷۲ پر جرح کیا ہے جس کا ممکن نہ ہو سکتا جو بکر  
بالخیر حصہ دوم میں ۲۲۸ پر ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ امام فخر الدین رازی المستوفی ۶۰۶، تفسیر کشمیری ج ۵ ص ۴۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۳۵۸ھ

۲۔ امام ابو عبد اللہ البخاری المستوفی ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۳، مطبوعہ دار محمد الصغیر المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ



جب وحشت سے فی انا اللہ (میں اللہ ہوں)  
کہ آواز نکلتی ہے تو جو شخص مسلسل عبادت کر کے  
قرب الہی حاصل کر چکا ہو تو کیونکر اللہ تعالیٰ کی آنکھیں اس  
کاں نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ابن آدم جو صورت رحمتی پر  
پیدا کیا گیا ہے کسی طرح بھی موسیٰ علیہ السلام کے سخت  
سے کم نہیں ہے۔

فانہ اذا حرم للشجرة ان يتادى فيها  
يا فی انا اللہ ذما بال المتقرب ان لا يكون اللہ  
سمعه وبصره کیف و این ادبر الذی حق علی  
صورۃ الرسالہ لیس بادون من شجرة مرموہ  
علیہ الصلوٰۃ والسلام

بخاری شریف کی حدیث قدسی اور اس کی شرح جو امام رازی اور شیخ ابوہریرہ کا شہیری نے کی ہے اس  
سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہو جاتی ہے کہ جب عبادت گزاروں کو اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتا ہے تو ان کی اپنی صفات  
محو ہو جاتی ہیں، اور وہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے بنتے ہیں۔ اس کی صفت بصارت سے دیکھتے  
ہیں، اور اس کی صفت قدرت سے تصرف کرتے ہیں، جو شخص ان محبوبانِ خدا کے قریب و بعید سے سنتے  
کا انکار کرتا ہے وہ درحقیقت ان کا انکار نہیں کرتا، بلکہ اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت اور بصارت کا انکار  
کرتا ہے، اور جب عام محبوبانِ حق کے قرب کا یہ مقام ہے تو غور کیجئے جو ستیہ المرسلین ہیں، یا علت ایجاد نام  
ہیں، تمام انبیاء اور اولیاء کے سرور ہیں، نہایت ذاتِ قوسین اور ادنیٰ کے مقام پر فائز ہیں ان کے  
قرب خداوندی کا کیا عالم ہو گا، حق یہ ہے کہ باقی انبیاء اور اولیاء صفاتِ خداوندی کے مظہر ہیں اور سیدنا محمد  
صلی اللہ علیہ وسلم حق کی ذات کے بھی مظہر ہیں اور صفات کے بھی، لہذا وہ جس آواز کو جہاں کہیں سے سنتے ہیں  
اللہ تعالیٰ کی صفت سماعت سے سنتے ہیں اس سے یہ کہنا قطعاً غلط ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درود  
سے صلوٰۃ و سلام نہیں سنتے۔

خویشیہ رشید احمد گنگوہی بھی تسلیم کرتے ہیں:

یہ جو آپ کو معلوم ہے کہ خدا سے غیر اللہ تعالیٰ کو دور سے شرک حقیقی جب ہوتا ہے کہ ان کو عالمِ سامع مستقل  
عقیدہ کرے ورنہ شرک نہیں، مثلاً یہ ماننے کے اللہ تعالیٰ ان کو مطیع فرمانا دے گا، یا باؤہ تعالیٰ ان کو انکشاف ہو  
جاوے گا۔ ۲

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جو مسلمان بھی یا رسول اللہ کہہ کر خطاب کرتا ہے۔ وہ آپ کو مستقل سامع  
اور عالم اعتقاد نہیں کرتا۔ بلکہ بقول شیخ گنگوہی کے یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یہ آواز سنا دیتا ہے یا بقول شیخ  
کشمیری کے یہ سمجھتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صفاتِ اللہ کے مظہر ہیں اور اس کی صفت سماعت  
سے بنتے ہیں۔

یہ تمام بحث اس سلسلہ میں مثنیٰ کہ نازی جب تشہد میں بیٹھے تو اس اعتقاد سے اسلام بلیک ایہا النبی

۱۔ شیخ محمد ابوہریرہ شہیری مترقی ۱۳۵۲ھ، فیض الباری ج ۲ ص ۲۶۹، مطبوعہ مطبع مجازی مصر ۱۳۵۰ھ  
۲۔ شیخ رشید احمد گنگوہی مترقی ۱۳۵۲ھ، فتاویٰ رشیدیہ کمال محبوب ص ۶۸، مطبوعہ محمد سیدانہ سنز کراچی







ذلت علیہ

کی بارگاہ میں سلام کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج کی نقل اور حکایت کا قصہ نہ کرے۔

اور علامہ ابن عابدین شامی فرماتے ہیں:

لا يقصد الاخبار والحكاية عما وقع في المعراج منه صلى الله عليه وسلم ومن ربه سبحانه.

تشہد پڑھتے وقت واقعہ معراج میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان جو مکالمہ ہوا تھا اس کی نقل اور حکایت کا قصہ نہ کرے۔

علامہ شرنبلالی حنفی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

فيقصد المصلي انشاء هذه الالفاظ مرادة له قاصدة معنا لا الموضوعية له من عبادة كانه يحیی الله سبحانه تعالى ويسلم على النبي صلى الله عليه وسلم.

نمازی تشہد میں ان الفاظ کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے۔

اور علامہ طحاوی تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

لا حكاية سلام رسول الله صلى الله عليه وسلم.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کی حکایت نہ کرے۔

اور فقہ حنفی کی مشہور کتاب عالمگیری میں ہے:

والايد من ان يقصد بالفاظ التشهد معانيها التي وضعت لها من عبادة كانه يحیی الله تعالى ويسلم على النبي.

نمازی کے لیے ضروری ہے کہ الفاظ تشہد سے ان کے معانی کا قصد کرے گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عبادت کا ہدیہ پیش کر رہا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور سلام عرض کر رہا ہے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی رحمہ اللہ تشہد کی بحث میں فرماتے ہیں:

والاشهاد كذا يعقو معاني التشهد لسان المصلي يقصد بهذا الالفاظ معانيها مرادة له على

بہم نے الفاظ تشہد کے بعض معانی محض اس لیے ذکر کیے ہیں کہ جب نمازی یہ الفاظ پڑھے تو ان

- ۱۔ علامہ زین الدین حصکفی متوفی ۱۰۸۸ھ، درمختار علی باب مشن الرد ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۰ھ
- ۲۔ علامہ سید ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ
- ۳۔ علامہ حسن بن عمار شرنبلالی متوفی ۱۰۶۹ھ، مراقی الفلاح ص ۱۰، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ الباقی دارالادب بصرہ ۱۳۵۶ھ
- ۴۔ علامہ احمد طحاوی حنفی متوفی ۱۱۳۱ھ، حاشیۃ المصنف علی الدر المختار ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۵ھ
- ۵۔ علامہ نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ، فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۳۰۷ (مصری)



وجه الانشاء كما صرح به المجتبی بقوله ولا  
يدان ان يقصد بالفاظ التشهد معناها  
التي وضعت لها من عند كانه يحيى الله ويقيم  
على النبي صلى الله عليه وسلم

علامہ عبد الوہاب شمرانی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

انما امر الشارح المصلي بالصلاة والسلام  
على رسول الله صلى الله عليه وسلم في التشهد  
لبنية الغافلين في جلوسهم بين يدي الله  
عن وجل على شهو دينهم في تلك الحاضرة  
فانه لا يفارق حضرة الله ايدا فيخاطبونه  
بالسلام مشافهة

معانی کا قصد کرے گریا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں  
عبادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں  
سلام کا تحفہ پیش کر رہا ہے، اسی طرح مجتبیٰ نے بیان  
کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نمازی کو تشہد میں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام عرض کرنے کا اس  
یہ حکم دیا ہے تاکہ جو نمازی فطرت سے اللہ کی بارگاہ  
میں پہنچے ہیں وہ اس حقیقت پر متنبہ ہو جائیں کہ اس  
بارگاہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی موجود ہیں،  
کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ  
میں سے کبھی جدا نہیں ہوتے، اس لیے نمازی رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر قصد صلوٰۃ  
وسلام عرض کرے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ ال عرفان کا قول نقل کرتے ہیں:

ان المصلين لما استفتحوا باب الملكوت  
باللحيات اذن لهم بالدخول في حريم  
الذي لا يموت فقرت اعينهم بالمناجات  
فتبهموا على ان ذلك بواسطة بنى الرحمة  
وبركة متابعت فاذا التفتوا فاذا الحبيب  
في حرم الحبيب حاضر فاقبلوا عليه  
فماثلين السلام عليك ايها النبي ورحمة  
الله وبركاته

نمازیوں نے جب عبادت کے تحفے پیش  
کر کے باب ملکوت پر دستک دی تو اعلیٰ بارگاہ  
الہمیت میں دخول کی اجازت مل گئی اور اللہ تعالیٰ  
سے مناجات کرنے کے سبب ان کی آنکھیں ٹھنڈی  
ہو گئیں، پھر ان کو بتایا کہ یہ مرتبہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کی رحمت برکت اور آپ کی پیروی سے ملتا  
ہے جب وہ اس تنہیہ سے متوجہ ہوئے تو دیکھا  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہیں تو  
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو  
کر سلام عرض کیا السلام عليك ايها النبي ورحمة الله وبركاته۔

۱۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۷۹۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ مطبعہ علیہ مصر ۱۳۱۱ھ  
۲۔ عارف ملازم عبد الوہاب شمرانی متوفی ۹۷۳ھ، المیزان الکبریٰ ج ۱ ص ۱۷۷، مطبوعہ مطبعہ مصطفیٰ البانی وادلاد بمصر ۱۳۵۹ھ  
۳۔ علامہ بدر الدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، حدة القامی جزء ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بمصر ۱۳۴۸ھ



تشہد کی بحث میں پہلے ہی عبارت حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ نے فتح الباری ج ۲ ص ۴۵۸ پر علامہ محمد بن عبد الباقی زرقانی مائیکی متوفی ۱۱۲۲ھ نے شرح المواہب اللغز ج ۲ ص ۳۲۶ پر مولانا عبدالحیٰ عکرمی متوفی ۱۳۰۲ھ نے سایہ ج ۲ ص ۲۲۰ پر اور شیخ شبیر احمد عثمانی دیرہندہ نے فتح المبین ج ۲ ص ۱۱۱ میں بیان کیا ہے۔

اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی بیان فرماتے ہیں:

وَقَالَ بَعْضُ الْعَرَفِيِّينَ إِنَّ ذَلِكَ سِرٌّ بَادٍ الْحَقِيقَةُ الْمَحْمُودِيَّةُ فِي ذَوَاتِ الْمَوْجُودَاتِ وَ أَفْرَادِ الْكَائِنَاتِ كُلِّهَا فَهُوَ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ جُودٌ وَ حَاضِرٌ فِي ذَوَاتِ الْمُتَعَالِينَ وَ حَاضِرٌ عِنْدَهُمْ فَيَنْبَغِي لِلْمُؤْمِنِ أَنْ لَا يَقْفَلَ عَنْ هَذَا الشَّهَادَةِ عِنْدَ هَذَا الْخَطِّ ابْ لِيُنَالِ مِنْ أَثَوَارِ الْقُلُوبِ وَ يَقُوْمَ بِأَسْرَارِ الْمَعْرِفَةِ صَلَوَاتُ اللَّهِ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَسَلَّمَ

بعض عارفین نے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشہد میں سلام اس وجہ سے مومن کیا جاتا ہے کہ حقیقت محمدی نہ صرف یہ کہ تمام موجودات کے خدہ فردہ میں اور تمام حوادث کے ہر فرد میں موجود ہے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام عرض کرتے وقت مومن آپ کے مشاہدہ سے غافل نہ ہوں تاکہ انوار قلب اور اسرار معرفت حاصل کر لیں اسے اللہ کے رسول آپ پر صلوة و سلام ہو۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے یہی مضمون اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۰۱ اور مدارج النور ج ۱ ص ۳۲ (طبع نوربہ رومیہ) میں بیان کیا ہے اور اسی مضمون کو تلخیص کے ساتھ خیر مقلدین کے مستند عالم دین نواب صدیق حسن بھوبالی نے بھی مسلک الختم شریع بلوغ المرام ج ۱ ص ۴۵۹ میں بیان کیا ہے۔

مولانا عبدالحق کے والد مولانا عبدالحق عظیم نرنکی علی کہتے ہیں:

تشہد کا یہ حصہ بھی اسی قسم ہے اسلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تشہد کے ان کلمات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے جس کا لازمی ہے کہ حقیقت محمدیہ موجود میں جلوہ گر ہے اور مرتبہ کے باطن میں موجود ہے یہ کیفیت حالت نماز میں پورے طور پر پیدا ہو جاتی ہے اس طرح خطاب کا کامل سا پیدا ہو جاتا ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب کر دیا جاتا ہے بعض صوفیاء نے فرمایا ہے جب اللہ کی حمد و ثناء سے مشرف ہو گیا تو گویا اسے حرم الہی میں داخلہ کی اجازت مل گئی اور اس کی تعبیر روشن ہو گئی تو اس نے حبیب کو حرم حبیب میں حاضر پایا اور محبوب کی طرف متوجہ ہو گیا اور کہہ اٹھا کہ اسلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نازعی تشہد میں اسلام علیک ایہا النبی کہتے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہنے کا قصد کرے اس بات پر اب تک ہم نے قرآن، حدیث اور فقہاء اسلام کے دلائل پیش کیے ہیں اب ہم قارئین کے

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ، اشعۃ اللمعات ج ۱ ص ۱۰۱، مطبوعہ لاہور

۲۔ مولانا عبدالحق عظیم نرنکی علی متوفی ۱۲۸۵ھ، نور الایمان ص ۴۲، مطبوعہ ہند



کے سامنے اس حقیقت کو عقل و دلیل سے پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ اس مسئلہ کا کوئی پتہ روشن نہ رہے۔ جس وقت نمازی نماز شروع کرتا ہے اور اللہ اکبر کہتا ہے اس وقت وہ مخالفین کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی تحکیم اور درجہ بزرگی (مذکور) اپنے رب کی تحکیم کر کے تقاضوں پر عمل کا قصد کرتا ہے۔ جب قیام میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو فاقہ و افاضت سے اللہ عزوجل کے حکم پر عمل کرنے کا قصد کرتا ہے، ان دونوں صورتوں میں نہ کسی فرشتہ کی تحکیم کی حکایت اور نہ کسی قاری کی تلاوت قرآن کی حکایت کرتا ہے۔

رکوع دھو میں وضو باطمینان بکثرت اپنے رب کی تسبیح بیان کرو، اور مسجد اقصیٰ و بک الدعویٰ اپنے رب اعلیٰ کی تعظیم کرو، کے حکم کی تعمیل کا قصد کرتا ہے کسی فرشتہ کی تسبیح کی حکایت نہیں کرتا۔ اخیر میں جب دعا مانگتا ہے اور کہتا ہے رب اجعلنی من الصلوة و ابرہم، تو حضرت ابراہیم کی مانگی ہوئی دعا کی حکایت نہیں بلکہ اپنے لیے دعا کا قصد کرتا ہے۔

اسی طرح جب السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر نماز ختم کرتا ہے تب بھی کسی کے سلام کی حکایت نہیں کرتا بلکہ دائیں بائیں بیٹھے ہوئے لوگوں یا فرشتوں کو سلام کرنے کا قصد کرتا ہے۔ خود فرمائیے تحکیم تحریر سے کہ سلام تک نمازی تمام نماز میں نماز کے ہر جزو کی ادائیگی سے اس جزو کا قصد کرتا ہے ایک حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر جب سلام عرض کرنے کا وقت آئے تو نمازی آپ کو سلام کرنے کا قصد نہ کرے بلکہ معراج کی نقل اور حکایت کرے!

مخالفین کا امام جب نماز پڑھتا ہے تو دائیں اور بائیں جانب سلام پھیرتے وقت دائیں اور بائیں جانب والے معتدلوں کو سلام کا قصد کرتا ہے، جس قدر درجہ و الم کا مقام ہے ان لوگوں سے وینادی و نغیرہ سلام نہیں سلام کرنا ہو تو قصد اور اداۃ سلام کرتا ہے اور جن کا نام لینے کی وجہ سے یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں ان کو سلام کرنے کا موقع ہو تو قتل و حکایت سلام کرتے ہیں۔

اس تفصیل اور تحقیق سے بہت سے مسائل حل ہو جاتے ہیں مثلاً یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا جائز ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دور و نزدیک سے سلام پڑھنے والوں کا سلام کیساں سنتے ہیں، لغو رسالت "یا رسول اللہ" لگانا جائز ہے۔

بَابُ الصَّلَاةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ التَّشَهُّدِ

تشہد کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و تشریف پڑھنے کا بیان

۸۱۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى التَّمِيمِيُّ قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ نَعِيمِ بْنِ نَعِيمٍ الْمُصَنِّعِ أَنَّ مُحَمَّدَ بْنَ نَعِيمٍ النَّهْدِيُّ زَيْدَ الْأَنْصَارِيِّ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ زَيْدٍ هُوَ الَّذِي كَانَ أَرَى النَّبِيَّ آتِ

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم سعد بن عبادہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے۔ بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ



وَالصَّلَاةُ أَخْبَرَهُ عَنْ أَبِي مُسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ  
 أَقْبَانَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَدَخَلَ  
 فِي مَجْلِسِ سَعْدِ بْنِ عُبَادَةَ فَقَالَ لَهُ بَشِيرُ بْنُ  
 سَعْدٍ أَمَرَنَا اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ يَا  
 رَسُولَ اللَّهِ فَكَيْفَ نُصَلِّيَ عَلَيْكَ قَالَ فَسَكَتَ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى تَمْتَلَيْتَ  
 أَنْتَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُولُوا أَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ  
 مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ  
 كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ فِي الْعَالَمِينَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ وَالسَّلَامُ كَمَا قَدْ  
 عَلِمْتُمْ -

اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ  
 (رود و شریف) پڑھیں، پس ہم کس طرح آپ پر رود  
 پڑھیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے حتیٰ کہ  
 ہم نے سوچا کاش اس نے سوال نہ کیا ہوتا پھر رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس طرح کہا کرو:  
 اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد  
 کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما  
 بارکت علی آل ابراہیم فی العالمین انک حمید  
 مجید -

ترجمہ: اے اللہ محمد اور آل محمد پر رحمت فرما جیسا کہ  
 تو نے آل ابراہیم پر رحمت نازل فرمائی اور محمد اور  
 آل محمد پر برکت نازل فرما جیسا کہ تو نے آل ابراہیم پر  
 تمام جہانوں میں برکت نازل فرمائی ہے، بے شک تو  
 تعریف کے لائق اور بزرگ ہے اور معلوم پڑھو جس  
 طرح تمہیں معلوم ہے۔

۸۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَمُحَمَّدُ بْنُ  
 بَشَّارٍ وَالثَّقَلَانِ ابْنُ الْمُثَنَّى قَالَا كُنَّا مَعَ مُحَمَّدِ بْنِ  
 جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةَ عَنْ الْحَكَمِ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ  
 أَبِي نِيْلَى قَالَ لَقِيتُ كَعْبَ بْنَ عُجْرَةَ فَقَالَ لَا  
 أَهْدِي لَكَ هَدًى كَرَّجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا فَقَدْ عَرَفْنَا كَيْفَ  
 سَلَّمْ عَلَيْكَ فَكَيْفَ نُصَلِّيُ عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا  
 أَللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا  
 صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ فَلَمْ  
 يَأْمُرْكَ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مُجِيدٌ -

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
 کہ ہم اسے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے  
 ہم نے عرض کیا میں معلوم ہو گیا کہ (نازل میں) آپ پر سلام کس  
 طرح پڑھیں، آپ ہی بتائیے کہ آپ پر صلوٰۃ کس طرح پڑھا  
 کریں آپ نے فرمایا میں کہہ دو اللہم صل علی محمد  
 وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم  
 انک حمید مجید ۰ اللہم بارک علی محمد  
 وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراہیم  
 انک حمید مجید ۰

اسم سلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی  
 ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

۸۱۳۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَابْنُ كُرَيْبٍ  
 قَالَا نَا وَكِيعٌ عَنْ شُعْبَةَ وَمُسْعَرٍ عَنِ الْحَكَمِ  
 رَوَاهُ الْإِسْنَادُ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي حَتْمٍ فِي حَدِيثٍ مِثْلِهِ -



۸۱۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَحْيَى قَالَ تَابَ إِسْمَاعِيلُ بْنُ كَثِيرٍ عَنِ الْأَعْمَشِ وَعَنْ مِسْعَرٍ وَعَنْ مَالِكِ بْنِ مَعْمَرٍ كُلُّهُمْ عَنِ الْحَكَمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَسَدِيِّ عَنْهُ مِثْلَهُ عَنِ أَنَسٍ قَالَ وَبَارِكُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَلَوْ يَعْلُ اللَّهُ بِهِ۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی مثل سابق حدیث مروی ہے مگر اس میں اللہ تعالیٰ کا لفظ نہیں ہے وبارک علی محمد ہے۔

۸۱۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سَلَمَةَ قَالَ تَابَ دَوْحٌ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ قَابِضٍ وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لَهُ قَالَ أَنَا وَدَوْحٌ عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَكْرِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَمْرِو بْنِ سَلَمَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو حَمِزٍ السَّاعِدِيُّ أَنََّّهُ قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَيْفَ تُصَلِّيَ عَلَيْكَ قَالَ قُولُوا اللَّهُمَّ صَلِّ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ وَذُرِّيَّتِهِ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ كَمَا بَارَكْتَ عَلَى إِبْرَاهِيمَ إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔

ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم آپ پر صلوٰۃ کس طرح پڑھیں، آپ نے فرمایا میں کہوں اللہم صل علی محمد وعلیٰ ازواجہ وذریتہ کما صلیت علی آل ابراہیم وبارک علی محمد وعلیٰ ازواجہ وذریتہ کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید مجید۔

اسے اللہ محمد اور ان کی ازواج اور اولاد پر رحمت نازل فرما جس طرح تو نے ابراہیم کی اولاد پر رحمت نازل فرمائی اور محمد اور ان کی ازواج اور اولاد پر برکت نازل فرمادیا کہ تو نے ابراہیم کی آل پر برکت نازل فرمائی اسے شک تو لائق ستائش اور بزرگ ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص محمد پر ایک بار درود شریف پڑھے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

۸۱۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ وَفَتْنَةُ بْنُ سَيْفٍ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا إِنَّا سَمِعْنَا عِلًّا وَهَؤُلَاءِ جَعْفَرُ بْنُ الْعَدَاةِ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلَّى عَلَيَّ وَاجِدَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ عَشْرًا۔

نماز میں درود شریف پڑھنے کے متعلق ائمہ مذاہب کی آراء ہیں: علامہ یحییٰ بن شرف نووی لکھتے ہیں:

تشہد اخیر کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ (درود شریف) کے وجوب میں علماء کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ، امام مالک اور جمہور فقہاء کا مسلک یہ ہے کہ یہ درود سنت ہے اور اگر کسی نے درود کو ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح ہے، اور امام احمد اور امام شافعی کا مسلک یہ ہے کہ درود واجب ہے، اگر کسی نے یہ درود ترک کر دیا تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی، حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے اسی عرت مروی ہے، شبہی کا بھی یہی مذہب ہے، فقہاء شافعیہ درود کے وجوب پر اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، حضرت ابوسعید انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ ہم آپ پر صلوٰۃ (درود)



کیسے پڑھیں آپ نے فرمایا پڑھو اللہ صلی علیہ وسلم اور امر و جہد کے لیے جوتا ہے۔ اس دلیل کے ساتھ یہ حدیث بھی ملانی چاہیے جب ہم آپ پر نماز پڑھیں تو کس طرح صلوٰۃ پڑھیں، آپ نے فرمایا تم پڑھو اللہ صلی علیہ وسلم علیٰ محمد و علیٰ آل محمد الخ یہ زیادتی صحیح ہے۔ اس زیادتی کے ساتھ اس حدیث کو امام ابو حاتم بن حبان اور امام حاکم ابو عبد اللہ نے اپنی اپنی صحیح میں روایت کیا ہے، حاکم نے کہا یہ زیادتی صحیح ہے اور حضرت قتالہ بن عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دیکھا اس نے نماز پڑھی نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی نہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس شخص نے جلدی کی ہے، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلا کر فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے رب کی حمد و ثناء سے ابتداء کرے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے اور چاہے دعا کرے، حاکم نے کہا یہ حدیث مسلم کی شرط پر صحیح ہے۔

علامہ کا اس میں اختلاف ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آل کا مصلحت کون ہیں، ازہری اور دیگر محققین نے کہا اس سے مراد جیسے امت ہے اور سہ اقول یہ ہے کہ اس سے مراد خراشم اور بنو عبد المطلب ہیں، اور تیسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور آپ کی ذریت ہیں۔ علامہ مرغینانی حنفی سمجھتے ہیں:

نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا ہمارے نزدیک فرض نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ فرض ہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابن مسعود کو تشہد سکھانے کے بعد فرمایا جب تم پر پڑھو یا یہ کہہ دو تو تمہاری نماز پوری ہو گئی، اور اگر تم کھڑے ہو کر ناچا ہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہو تو بیٹھ جاؤ، علامہ کوئی نے کہا ہے کہ نماز کے علاوہ ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا واجب ہے، اور امام طحاوی نے کہا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے آپ پر درود پڑھنا واجب ہے۔

علامہ مرغینانی نے حضرت ابن مسعود کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے وہ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۳۹، طبع بھٹائی پاکستان اور سنن کبریٰ للبیہقی ج ۲ ص ۱۰۵ طبع قحان میں ہے۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی سمجھتے ہیں:

نماز میں درود شریف پڑھنے کے وجہ سے کوئی دلیل نہیں ہے، شافعی میاض مالکی نے کہا نماز میں درود شریف کو واجب کہنا امام شافعی کا شاذ قول ہے، سلف میں سے کسی نے یہ قول نہیں کیا، طبری، قشیری اور فقہاء کی ایک جماعت نے ان پر تشکیک کیا ہے اور علامہ خطابی جو شافعی المذہب ہیں انھوں نے بھی اس کی مخالفت کی ہے، علامہ خطابی نے کہا امام شافعی سے پہلے کسی نے نماز میں تشہد کو واجب نہیں کہا۔

علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۷۷۱ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۰۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

علامہ ابوالحسن ۱۸۰ھ ابی بکر المرغینانی حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہدایہ اذہین ص ۹۳، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی

علامہ کمال الدین ابن ہمام حنفی متوفی ۸۷۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر



علامہ ابن عمام کا غلام خطابی سے یہ نقل کرنا صحیح نہیں ہے کہ انھوں نے نماز میں درود پڑھنے کے مسئلہ میں امام شافعی کی مخالفت کی ہے۔  
 غلام خطابی کہتے ہیں:

سنن ابو داؤد میں ہے: آپ نے ہمیں یہ امر کیا ہے کہ ہم آپ پر صلوٰۃ پڑھیں۔ اور امر واجب پر صلوٰۃ کرتا ہے کیونکہ آپ کا امر لازم ہے اور اس کی اطاعت کرنا واجب ہے اور آپ کا یہ ارشاد تم پر حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ امر ہے، جس کے مطابق عمل کرنا واجب ہے اور اس کو ترک کرنا جائز نہیں ہے، نیز اللہ تعالیٰ نے آپ پر صلوٰۃ پڑھنے کا حکم دیا:

یا ایہذا الذین آمنوا صلوا علیہ وسلم تسلیما (سورۃ التوبہ ۵۶) اسے ایمان والو! نبی پر صلوٰۃ و سلام پڑھو۔ اور یہ حکم نماز کی طرف راجع ہے کیونکہ اگر یہ حکم غیر نماز کی طرف راجع ہو تو یہ مستحب ہے اور اس حکم کو نماز کی طرف راجع کیا جائے تو پھر یہ فرض ہے، کیونکہ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے کہ غیر نماز میں آپ پر درود شریف پڑھنا فرض نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں امر نماز کی طرف راجع ہے اور آپ پر نماز میں درود پڑھنا فرض ہے اور اصحاب اسے نے یہ کہہ دیا ہے کہ تشہد پڑھنا اور نماز میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا مستحب ہے واجب نہیں ہے۔  
 تشہد کے متعلق غلام خطابی کا احاطہ کے مذہب کو نقل کرنا صحیح نہیں ہے، احاطہ کے نزدیک تشہد کو پڑھنا واجب ہے اور قدر تشہد۔ بیضا فرماتا ہے۔

غلام نووی اور غلام خطابی نے حدیث میں صلوٰۃ پڑھنے کے امر سے جو واجب پر استدلال کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ امر تعلیم اور ارشاد کے لیے ہے واجب کے لیے نہیں ہے اور اس پر تریب سنن ابو داؤد، سنن دارمی اور ابن ابی شیبہ کی یہ حدیث ہے: آپ نے حضرت ابن مسعود سے فرمایا جب تم نے یہ پڑھ لیا یا یہ کہ یا تو تمہارا ہی نماز پوری ہوگی اور اس میں درود شریف کا ذکر نہیں ہے، اور غلام خطابی نے قرآن مجید کی آیت سے جو استدلال کیا ہے اس کی تقریر صحیح نہیں ہے، کیونکہ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ خارج از نماز درود شریف پڑھنا واجب نہیں ہے بلکہ ہم میں ایک بار نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا فرض ہے یا جس طرح امام شافعی نے کہا جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا جائے تو آپ پر درود شریف پڑھنا فرض ہے، اس لیے اس آیت میں امر واجب کے لیے ہے اور یہ خارج از نماز پر محمول ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی دعا کو حضرت ابراہیم کے درود کے ساتھ تشبیہ دینے کی توجیہات

ابن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ ان صلوٰۃ اور درود شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذکر



ابراہیم کا ذکر کیوں کیا گیا ہے، اس کا ایک جواب یہ ہے کہ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے لیے دعا مانگی تھی۔ ان کی اس نیکی کی جزا دینے کے لیے نازل کے درود میں ان کا نام شامل کر دیا گیا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قیامت تک کے تمام مسلمانوں کے لیے دعا مغفرت کی تھی:

«بنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم»

اے اللہ امیری، میرے ماں باپ کی اور تمام

مسلمانوں کی قیامت کے دن بخشش فرما۔

بقوم الحساب۔ (ابراہیم ۴۰)

پہنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ نماز کے درود شریف میں حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر کریں۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قاعدہ یہ ہے کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں، مثلاً کہتے ہیں فلاں چیز آفا کی طرح روشن ہے، لہذا آفتاب روشنی میں قوی ہوا، اور وہ چیز ضعیف ہوئی، اس درود میں کہا گیا ہے کہ اے اللہ سیدنا محمد اور آل محمد پر ایسی رحمت نازل فرما جبرائیم اور ایل ابراہیم پر نازل فرمائی تھی، لہذا اذ روئے قاعدہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر قوی رحمت نازل ہو، ناقراہ پائی، اور حضور اور آپ کی آل پر ضعیف رحمت نازل ہو، لازم آیا، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تنہا حضرت ابراہیم اور ان کی آل سے افضل ہیں بلکہ جمیع انبیاء و رسل سے افضل ہیں، اس سوال کا ایک جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ صرف نزول رحمت میں ہے، اس کی کیفیت میں نہیں ہے، حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر رحمت اس کیفیت سے نازل ہوئی جو ان کے مقام کے لائق تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پر رحمت، آپ اور آپ کی آل کے شایان شان نازل ہوئی۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ آل ابراہیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں، اس لیے صلوة کی تشبیہ صرف حضرت ابراہیم سے نہیں دی گئی بلکہ حضرت ابراہیم اور ان کی اولاد میں بشمول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جن نذر انبیاء علیہ السلام شامل ہیں سب سے تشبیہ دی گئی ہے۔ اب ایک جانب (مضبہ) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور آپ کی اولاد ہے جو غیر انہی ہیں۔ دوسری جانب (مضبہ) میں حضور کے ساتھ مستند انبیاء ہیں اور جو رحمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر افراد غیر انبیاء پر نازل ہوگی، وہ رحمت یقیناً اس رحمت سے قوی ہوگی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر افراد غیر انبیاء پر نازل ہوگی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ غلط گمان نہیں ہے بلکہ علت اور سبب کے لیے اس صورت میں مصلیٰ یہ ہو گا کہ اے اللہ سیدنا محمد اور آل سیدنا محمد پر صلوة نازل فرما کیونکہ تو نے ابراہیم اور آل ابراہیم پر صلوة نازل فرمائی ہے۔

چوتھا جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور ان کی آل پر اللہ تعالیٰ نے ایک رحمت نازل فرمائی، جن کا اس درود میں ذکر ہے اور ایک نازی جب یہ درود پڑھتا ہے تو حضور اور آپ کی آل کے لیے اس رحمت کی دعا مانگتا ہے، دوسرا پڑھتا ہے تو دوسری رحمت کی دعا مانگتا ہے، علیٰ ہذا القیاس قیامت تک جتنے مسلمان درود شریف پڑھتے رہیں گے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اس قدر رحمتیں حاصل ہوتی رہیں گی۔



اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس درود میں حضرت ابراہیم کے لیے زمانہ ماضی میں نازل کی گئی ایک رحمت کا ذکر ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیامت تک کے لیے شمار و حقوق کا ذکر ہے۔  
 درود شریف کی بحث میں ایک یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ درود ابراہیمی نازک کے ساتھ خاص ہے یعنی ناز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی درود شریف پڑھا جاسکتا ہے، نواز کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور الفاظ سے بھی درود شریف پڑھا جاسکتا ہے۔  
 امام احمد بن حنبل اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

اقبل رجل حتى جلس بين يدي النبي صلى الله عليه وسلم ونحن عندنا فقال يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اما السلام فقد عرفناه فكيف نصلي عليك اذا نحن صليتنا في صلواتنا صلى الله عليك قال فسميت رسول الله صلى الله عليه وسلم حق احببت ان الرجل له يثله فقال اذا انت صليته فقولوا اللهم صل على محمد والحديث له

ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور سامنے آکر بیٹھ گیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ اسلام پڑھنے کو تو ہم نے سمجھ لیا اب فرمائیے کہ ہم نماز میں آپ پر صلوٰۃ کیسے پڑھیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، یہاں تک ہم نے سوچا کاش وہ سوال ہی نہ کرتا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب نماز میں تم صلوٰۃ پڑھو تو یہیں پڑھنا: اللہم صل علی محمد

علامہ شامی لکھتے ہیں:

**درود شریف میں سیدنا محمد کہنے کا بیان**

ہے علامہ حنفی حنفی، علامہ نووی شافعی وغیرہ کی یہی تحقیق ہے، کیونکہ اس میں اس حکم پر عمل جمی ہے اور زیادتی بھی ہے، یہ ادب کا تقاضا ہے اور لفظ سیدنا کو ترک کرنے سے بہتر ہے، اور جس حدیث میں سے مجھے سہوار نہ کہو وہ باطل ہے اس کی کوئی اصل نہیں ہے۔ ایک اعتراض یہ ہے کہ ہمارے امام نے کہا ہے کہ اگر تشہید میں زیادتی کی یا کسی کی تریہ مکررہ ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ تشہید میں زیادتی نہیں ہے بلکہ درود میں زیادتی ہے البتہ تشہید میں آپ کے نام مبارک سے پہلے سیدنا نہ کہے۔

**جن مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے**

درود شریف کو ہر وقت بقدر الامکان پڑھنا مستحب ہے، بشرطیکہ کوئی مانع نہ ہو، علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ حسب ذیل مواقع پر درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔ ۱۔ جمعہ کے دن اور جمعہ کی رات کو۔ ۲۔ جمعہ، اتوار اور پیر کے دن، کیونکہ ان تینوں دنوں کے متعلق احادیث وارد ہیں۔ ۳۔ صبح کے وقت۔ ۴۔ شام کے وقت۔ ۵۔ مسجد میں دخول اور خروج کے وقت۔ ۶۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر شریف کی زیارت کے وقت۔ ۷۔ عفا پر۔

۱۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۱۱۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ  
 ۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۵۹، مطبوعہ مکتبہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ







کیونکہ اللہ تعالیٰ اولیٰ و آخر درود شریف کو قبول فرمائے گا اور اس کے کرم سے یہ بعید ہے کہ درمیان میں کیے ہوئے سوال کو رد فرما دے، نیز علامہ قاسمی نے اس کی شرح میں لکھا ہے کہ کل اعمال میں سے بعض مقبول ہوتے ہیں اور بعض مردود، سوائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھے ہوئے درود کے وہ صرف مقبول ہے مردود نہیں ہے، علامہ باجی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب تم اللہ عزوجل سے دعا کرو تو اپنی دعائیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑھا ہوا درود مقبول ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہ بیٹ بعید ہے کہ وہ دعا کے بعض حصہ کے قبول کرے اور بعض کو رد کر دے شیخ ابو طالب مکی اور حجت الاسلام امام غزالی نے بھی اس حدیث کا ذکر کیا ہے، عراقی نے کہا مجھے یہ مرفوع حدیث نہیں ملی، یہ حضرت ابو درداد رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔

درود شریف کے قطعی طور پر مقبول ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ بالکل رد نہیں ہوتا جب کہ بعض اوقات کلمہ شہادت رد کر دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے علامہ سنوسی وغیرہ نے اس پر اعتراض کیا ہے اس لیے سلف کے کلام کو اس معنی پر محمول کرنا چاہیے کہ درود شریف دعا ہے اور بعض دعائیں مقبول ہوتی ہیں اور بعض مردود، اللہ تعالیٰ کبھی بندہ کی دعا کو بعینہ منظور فرمالتا ہے اور کبھی اپنی حکمت کے تقاضے سے اس دعا کو کسی اور صورت میں مقبول فرماتا ہے، اس لیے درود شریف دعا کے عام حکم سے خارج ہے کیونکہ اللہ سبحانہ خود ہمیشہ ہمیشہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا رہتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے عباد و مومنین پر احسان فرمایا اور انہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنے کا حکم دیا تاکہ ان کو درود شریف پڑھنے کی وجہ سے زیادہ مشرف اور فضیلت حاصل ہو، ورنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب سبحانہ کے درود پڑھنے کی وجہ سے لوگوں کے درود سے مستثنیٰ ہیں، اس لیے جب مومن درود شریف پڑھ کر رب سبحانہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول رحمت کو طلب کرتا ہے تو یہ دعا قطعی طور پر مقبول ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ آپ پر دائم رحمت نازل فرماتا رہتا ہے، اور باقی دعاؤں اور عبادات کا یہ حکم نہیں ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ درود شریف قطعی طور پر مقبول ہے، اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کو قطعی طور پر ثواب ملے گا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس نے آپ پر نزول رحمت کا جو سوال کیا ہے تو یہ دعا مقبول ہے اور اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے گا باقی رات کو اب تیرا اپنی شرائط کے ساتھ ملے گا، ہماری اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ یہ جو سلف نے کہا ہے کہ درود شریف قطعاً مقبول ہے اس کی سند قوی ہے اور وہ سند یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ آپ پر ہمیشہ رحمت نازل فرماتا ہے۔

درود شریف پڑھنے کا فائدہ آیا صرف پڑھنے والے کو پہنچتا ہے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی؟



درود شریف پڑھتے وقت پڑھنے والا صرف یہ نیت کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی اطاعت کر رہا ہے اور اس دعا کے ذریعے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا رہا بلکہ خود کو فائدہ پہنچا رہا ہے، کیونکہ ابراہیم علیہ السلام اور ابوبکر بنی النضر اور ایک جماعت کے نزدیک یہ مختار ہے کہ درود شریف کا فائدہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہنچتا بلکہ درود شریف پڑھنے والے کو فائدہ ہوتا ہے، اسی طرح علامہ سنوسی نے کہا ہے کہ درود شریف پڑھنے سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو، اس کے برعکس بالی دھار سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ پڑھنے والے کو ان دعاؤں سے فائدہ پہنچے، اور علامہ کشمیری اور قرطبی کا نظریہ، یہ ہے کہ درود شریف سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور پڑھنے والے دونوں کو نفع پہنچتا ہے، ہر حال یہ تقدیر پر یہ ایک عبادت ہے جس سے اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کیا جاتا ہے۔

علامہ ابن ہمام نے زاد الفقیر میں لکھا ہے کہ زندگی میں ایک بار درود شریف پڑھنا فرض ہے، اور جب بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو آپ پر درود شریف پڑھنا واجب ہے، الایہ کہ مجلس واحد ہو اور بار بار آپ کا نام پیا جائے اس صورت میں ہر بار درود شریف پڑھنا مستحب ہے۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

**غیر انبیاء علیہم السلام پر استقلالاً صلوٰۃ نہ پڑھنے کی تحقیق**

ہے کہ غیر انبیاء پر استقلالاً صلوٰۃ نہ پڑھی جائے، لہذا یہ نہ کہا جائے اللہم صل علی ابی بکر، یا اللہم صل علی البتہ تبعاً ان پر صلوٰۃ پڑھی جاسکتی ہے مثلاً یہ کہنا جائز ہے اللہم صل علی محمد وال محمد واصحابہ وازواجہ وذریۃ۔ جیسا کہ احادیث میں ہے، امام احمد اور ایک جماعت نے یہ کہا ہے کہ ہر مومن پر استقلالاً صلوٰۃ پڑھنا جائز ہے، انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اللہم صل علی الی اور فی السیرۃ قرآن مجید کا اس آیت کے موافق ہے:

شواذی یصلو علیکم وصلاتکم

وہی ہے جہم پر درود بھیجتا ہے اور اس کے فرشتے۔

(بخاری ج ۱، ص ۲۲۱)

اور جہم کی دلیل یہ ہے کہ اس چیز کا تعلق ترقیت اور صفت مہمکین کے استقلال سے ہے اور ان سے یہ استقلال منقول نہیں ہے، بلکہ انہوں نے صلوٰۃ کے ساتھ انبیاء کو مخصوص کیا ہے، جیسے اللہ تعالیٰ کو تقدیس اور تسبیح کے ساتھ مخصوص کیا ہے مثلاً کہا جاتا ہے اللہ سبحانہ، اللہ عزوجل، اللہ تبارک و تعالیٰ اور یوں نہیں کہا جاتا کہ عزوجل، حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی عزوجل ہیں، اور سورۃ احزاب کی آیت اور حضرت ابراہیم کی حدیث کا یہ جواب دیا ہے کہ یہ صرف رحمت کے معنی میں ہے اور اس میں وہ تنظیم اور ترقیر نہیں ہے جو انبیاء کے لیے فقط صلوٰۃ میں ہوتی ہے، اہل اصحاب، ازواج اور فریت پر بالیقہ مکملہ بھیجی جاسکتی ہے۔



فقہاء شافعیہ کا اس میں اختلاف ہے کہ اگر غیر انبیاء پر صلوٰۃ بھیجی جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ آیا وہ مکروہ ہے یا محض ترک ادب ہے اور صحیح اور مشہور یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، شیخ ابو محمد جویری نے یہ کہا ہے کہ سلام بھی صلوٰۃ کے معنی میں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صلوٰۃ و سلام کا ایک ساتھ ذکر کیا ہے، اس لیے انبیاء علیہم السلام کے علاوہ کسی غائب شخص کے لیے سلام کا لفظ بھی استعمال نہ کیا جائے مثلاً یوں نہ کہے ابو بکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام سلام کا لفظ صرف زندہ مخاطب اور مکرول کے لیے ہے مثلاً السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ علامہ بدر الدین یعنی حنفی لکھتے ہیں:

جو علماء حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے غیر پر بالا استقلال صلوٰۃ کے قائل ہیں صحیح بخاری کا اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں:

عن عبد اللہ بن ابی اوفی قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اتاہ قوم بصدقتہم قال اللہ صلی علی آل فلان فأتاکہ ابی بصدقۃ فقال اللہ صلی علی آل ابی اوفی۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۳)

حضرت عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب آپ کے پاس لوگ صدقہ لے کر آتے تو آپ دعا فرماتے: اے اللہ! آل فلان پر صلوٰۃ نازل فرما، میرے والد آپ کے پاس صدقہ لے کر آئے تو آپ نے دعا کی اے اللہ! ابو اوفی کی آل پر صلوٰۃ نازل فرما۔

امام احمد کا بھی یہی قول ہے، اور امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ غیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام پر استقلال صلوٰۃ نہ کی جائے، لہذا یہ نہ کہا جائے اللہ صلی علی آل ابی بکر وغیرہ البتہ ان پر تبعاً صلوٰۃ پڑھنی جائے، اور اس حدیث کا یہ جواب ہے کہ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے آپ جس کو چاہیں وہ عطا کر دیں اور کسی اور کے لیے یہ عطا نہیں ہے۔

غیر انبیاء علیہم السلام کو علیہ السلام کہنے کی تحقیق علامہ نووی نے علامہ جویری سے جو یہ نقل کیا ہے کہ آپ کے لیے علیہ السلام نہیں کہنا چاہیے، اس لیے حضرت علی علیہ السلام یا حضرت ابو بکر علیہ السلام نہیں کہا جائے گا یہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ احادیث صحیحہ میں غائب کے لیے بھی علیہ السلام کی تصریح ہے۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

ان عائشۃ قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا عائشۃ هذا جبرائیل یقرئک السلام فقلت وعلیہ السلام ورحمۃ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے عائشہ یہ جبرائیل ہیں تم کو سلام کہہ رہے ہیں میں نے

۱۔ علامہ کبیری بن شرف نووی متوفی ۷۲۹ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۷۵ھ

۲۔ علامہ بدر الدین محمد بن احمد یعنی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۹ ص ۹۵، مطبوعہ ادارۃ الطبائع السیرہ مصر ۱۳۳۸ھ



اللہ و بركاتہ، توی مالہ الاماری علیہ

کہا و علیہ السلام درجۃ اللہ و بركاتہ آپ وہ دیکھتے ہیں جو  
میں آئیں دیکھتی۔

اس حدیث کو امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام احمد اور امام دارمی نے بھی روایت کیا ہے۔  
نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں۔

عن اسامة بن مایہ قال ارسلت بعت  
النبی صلی اللہ علیہ وسلم الیہ ان ابنا لی  
قبض فانتنا خا، سل یقر فی السلام —  
الحديث ۱۷

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عاجز آدمی نے آپ کے  
پاس پیغام بھیجا کہ ان کا عاجز آدمی فوت ہو گیا، آپ نے فرمایا  
لا یش، آپ نے ان کے پاس پیغام بھیجا اور سلام کہہ دیا۔

اور امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں۔  
عن غالب قال انما جلوس بیاب الحسن  
اذ جاءہ رجل فقال حدثنی ابی عن جدی  
قال یحدثنی ابی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم فقال ایہ فاقراہ السلام فقال  
خاتیتہ فقلت ان ابی یقرک السلام فقال  
علیک و علی ابیک السلام۔ ۱۷

غالب بیان کرتے ہیں کہ میں حسن کے دروازہ  
پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آکر کہا مجھ سے  
میرے والد نے میرے دادا سے روایت کر  
کے بیان کیا ہے کہ مجھے میرے والد نے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا اور کہا جا کر حضور  
کو سلام پیش کر دو انھوں نے کہا میں آپ کی خدمت  
میں حاضر ہوا اور عرض کیا میرے والد آپ کو سلام عرض  
کرتے ہیں، آپ نے فرمایا تم پر اور تمہارے والد پر  
سلام ہو۔

علامہ یحییٰ بن شہر بن فروی لکھتے ہیں:

جب کسی شخص کے پاس کسی قاصد یا خط کے ذریعہ کسی کا سلام پہنچے تو اس پر اس سلام کا جواب دینا واجب  
ہے، علامہ واحدی اور دوسرے علماء نے بھی اسی طرح ذکر کیا ہے۔

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۲، ج ۲ ص ۹۲۳-۹۲۴، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۲۔ امام ابو داؤد سیفیان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
- ۳۔ امام ابو یوسف محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۳۸۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی
- ۴۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۶۱-۲۵۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۴۰۸ھ
- ۵۔ امام عبد اللہ بن عبد الرحمن دارمی متوفی ۲۵۵ھ، سنن دارمی ج ۲ ص ۱۸۹، مطبوعہ نشر السنۃ عمان
- ۶۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۱۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
- ۷۔ امام ابو داؤد سیفیان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۳۵۴، مطبوعہ مطبع مجتہبی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ



بیز کھتے ہیں؟ جب کوئی شخص کسی شخص کے ہاتھ سلام بھیجے اور قاصد یہ کہے کہ خصال شخصیں تم کو سلام کرتا ہے تو اس پر علی الغر جواب دینا واجب ہے، اور لانے والے کو بھی سلام کہنا مستحب ہے اور اس کو یوں کہنا چاہیے وعلیک وعلیہ السلاہ علامہ نورانی نے اس تقریر پر صحیح بخاری کی اول الذکر اور امام ابو داؤد کی مذکورہ حدیث سے استدلال کیا ہے۔ لے

قاصد یہ ہے کہ متعدد احادیث صحیحہ میں غائب کو علیہ السلام کہنے کی تصریح ہے، اور اموات کو سلام کہنے کی بھی تصریح ہے اور یہ علامہ جوینی کو بھی تسلیم ہے تو پھر ابو بکر علیہ السلام یا علی علیہ السلام کہنے پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

اس مسئلہ پر ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی کی کتاب الزکوٰۃ میں حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کی حدیث کی تشریح میں بحث کیا ہے اور بعض وجوہ سے وہاں زیادہ تفصیل کی ہے۔

بَابُ التَّسْبِيحِ وَالتَّحْمِيدِ وَالتَّكْوِينِ سَمِعَ اللّٰهُ مِنْ حَمْدِهِ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَوْ اَمِيْنُ كَا

بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس وقت امام صحابہ میں حمد کہے تو تم رہنا تک الحمد کہو جس کا یہ قول فرشتوں کے قول کے مطابق ہو جائیگا اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی مثل سابق حدیث مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو کیونکہ جس شخص کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو جائے گی اس کے تمام پچھلے (صغیرہ) گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

۸۱۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ سُكَيْتٍ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْإِمَامُ سَمِعَ اللَّهُ يَمُنْ حَمْدًا فَتَرَكُوا آلَهُمْ وَتَنَازَلُوا إِلَى حَمْدِهِ فَإِنَّهُ مَنْ قَاتَلَ قَوْلَهُ قَوْلَ الْمَلِكِ كَرِهُتُمْ لَهُ مَا تَقَعَدُونَ مِنْ دُونِهِ۔ ۸۱۸۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ تَابِعُتُ يَحْيَى بْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَعْنَى حَدِيثِ سُكَيْتٍ۔

۸۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أُمَّ حَبْرَاءَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَّنَ الْإِمَامُ فَتَمَنَّا

لے۔ علامہ یحییٰ بن شرف نورانی متوفی ۷۷۶ھ الاذکار ص ۲۲۱، مطبوعہ دار الفکر بیروت



فَإِنَّمَا مِنْ دَاخِلِ تَابُوتٍ تَامِيْنُ السَّمَاءِ شَفِيرٌ لَهُ  
مَا تَعْتَدُونَ فِيهِ قَالَ ابْنُ شَهَابٍ كَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ أَمِيْنٌ -

٨٣٠ - حَدَّثَنَا حُزْمَةُ بْنُ يُعْيُحَى قَالَ أَتَانِي  
وَهْبٌ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسْتَيْبِ قَائِلُ  
مَلِكَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّ أَبَاهُ يُزَيْجُ قَالَ  
سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
حَدِيثٌ هَالِكٌ وَكَفَى ذِكْرُ قَوْلِ ابْنِ شِهَابٍ

٨٢١ - حَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَتَالَ  
حَدَّثَنِي ابْنُ وَهَبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عَنْ أَبِي  
يُؤُسَ حَدَّثَنَا عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ كُفْرِي  
الْقَتْلُ أَوْ إِمِينٌ أَوْ الْمَدِينَةُ فِي السَّمَاءِ أَوْ مِثْنُ كَذَابِي  
أَحَدُهُمَا أَلَا أُخْبِرُ غَيْرَ كَذِبًا مَقْتَدَرًا مِنْ دُونِي -

٨٢٢- حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مَسْكُومَةَ الْقَعْنَبِيُّ  
قَالَ قَالَ الْمُعَيَّيْدَةُ عَنْ أَبِي الزَّيْنَادِ عَنِ الْأَعْلَشِ عَنْ  
أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ أَحَدُكُمْ آمِينَ وَالْمَلَكُ فِي  
السَّمَاءِ آمِينَ تَوَافَقَتْ إِحْدَاهُمَا الْأُخْرَى  
عَقِبَتْهُمَا تَقْدَرُ مِنْ دُونِهِمَا -

٨٢٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ دَاوُدَ قَالَ سَأَلَ  
عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ هَذَا مِنْ مَوْلَاهُ عَنْ  
أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِسَلَامٍ

٨٢٣ - حَدَّثَنَا مُجِيبُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَأَلَ  
يَعْقُوبُ بْنُ يَعْنَى ابْنَ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ مَوْلَى أَبِي  
أَرْبَعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا قَالَ الْعَبْدُ أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ  
الْعَذَابِ فَقَالَ اللَّهُ قُلْتُ أَمِينٌ  
فَوَاقَى قَوْلَهُ قَوْلَ أَهْلِ الشَّيْطَانِ هَكَذَا مَا

ابن مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں آمین کہتا ہے تو فرشتے آسمان میں آمین کہتے ہیں، پس دو میں سے ایک کی آمین دوسرے کے موافق ہو جاتی ہے (ترمذی کے) سچے تمام منبر/محدثانہ مداف کہ دوسے جانتے ہیں۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا  
تم میں سے کوئی شخص آئین کہتا ہے تو آسمان پر فرشتے  
آئین کہتے ہیں، پس دوسروں سے ایک کی آئین دوسرے  
کے سوا حق ہو جاتی ہے تو (منازیہ کے) کچیلے تمام  
(صغیرہ) گناہ مفاوت کر دیے جاتے ہیں۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اسی  
کے مثل حدیث مروی ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب امام غیر المنضرب علیہم ولا الضالین کہے اور اس کے پیچھے مقتدی آئیں کہیں اور آمین پڑھنے والوں کا قول فرشتوں کے موافق ہو جائے تو نائنہما کے پچھلے تمام گناہ (صغیرہ) معاف ہو جاتے ہیں۔



تَقَدَّرَ مِنْ ذَلِكَ

**آمین کہنے کے متعلق فقہاء شافعیہ کا نظریہ** | علامہ یحییٰ بن شرف نوروی لکھتے ہیں: اس باب کی احادیث سے معلوم ہوا کہ امام، مقتدی اور منفرد سب کے لیے سرور فاتحہ کے بعد آمین کہنا مستحب ہے، اور یہ کہ مقتدی امام کے ساتھ آمین کہے، امام سے پہلے کہے اور نہ امام کے بعد، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جب امام والا الضالین کہے تو آمین کہو، امام، منفرد اور مقتدی کے لیے جہراً آمین کہنا مستحب ہے، امت کا اس پر اجماع ہے کہ سہری نماز میں امام، مقتدی اور منفرد آمین کہیں، اور جمہور کے نزدیک اسی طرح جہری نمازوں میں، اور امام مالک رحمہ اللہ کا قول ہے کہ جہری نمازوں میں امام آمین نہ کہے، امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، کو فہمیں اور امام مالک کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر کہیں جائے اور اکثر میں کا مذہب ہے کہ آمین بالجہر کہی جائے۔

**آمین کہنے کے متعلق فقہاء مالکیہ کا نظریہ** | تاجی عیاض مالکی نے کہا ہے کہ اس پر اتفاق ہے کہ مقتدی امام اور مقتدی سہری نمازوں میں آمین کہیں، اور جہری نمازوں میں اختلاف ہے، ایک جماعت کا قول ہے کہ آمین کہے، امام مالک کے اس میں دو قول ہیں، امام مالک اور کوئیوں کا قول یہ ہے کہ آہستہ آمین کہے، اور امام شافعی اور محدثین کا قول یہ ہے کہ جہراً آمین کہے، احادیث میں دونوں امروں پر دلالت ہے، ایک قول یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء اسلام میں جہراً آمین کہتے تھے، ہاں کہ آپ لوگوں کو یہ تعلیم دیں کہ وہ کیسے آمین کہیں، اسی وجہ سے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کہا ہے کہ آپ بلند آواز سے آمین کہتے تھے جیسے ہمیں آمین کی تعلیم دے رہے ہوں۔

(علامہ اتی فرماتے ہیں) میں کہتا ہوں کہ معروف یہ ہے کہ آمین آہستہ کہی جائے، اس میں اختلاف ہے کہ سہری نماز میں مقتدی آمین کس طرح کہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ غور و فکر کر کے آمین کہے، ایک قول یہ ہے کہ وہ آمین نہ کہے، کیونکہ آمین کلام ہے اور اس کو اپنے مقام پر کہنا مباح ہے (یعنی ولا الضالین کے بعد) اور جب وہ سوچ کر آمین کہے گا تو اس کو صحیح مقام پر نہیں کہے گا۔

**آمین کہنے کے متعلق فقہاء حنبلیہ کا نظریہ** | علامہ ابن قدامہ حنبلی لکھتے ہیں: سنت یہ ہے کہ امام اور مقتدی جہری نمازوں میں آمین بالجہر کہیں اور سہری نمازوں میں آہستہ آمین کہیں، امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ آہستہ آمین کہیں، امام مالک کا بھی ایک قول یہی ہے کیونکہ آمین ایک دعا ہے لہذا دعا تشہد کی طرح اس کو بھی آہستہ کہنا مستحب ہے، ہمارے دلیل یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آمین اور آواز بلند کی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام

۱۔ علامہ یحییٰ بن شرف نوروی شافعی متوفی ۶۷۹ھ شرح مسلم ج ۱ ص ۱۷۶، مطبوعہ نور محمد، مطبعہ کراچی، ۱۴۰۵ھ  
 ۲۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن خلفہ وشتانی ابی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال الکمال، ج ۲ ص ۱۷۶-۱۷۷، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت



کی آئین کے وقت آئین کہنے کا حکم دیا ہے تو اگر بعد آواز سے آئین نہ کہی گئی تو یہ اس پر چسپاں نہیں ہوگی اور انھوں نے جو آئین کے دعا جو کہنے سے آہستہ آئین کہنے پر استدلال کیا ہے وہ باطل ہے کیونکہ سورہ فاتحہ بھی دعا ہے اور اس کو جہراً پڑھا جاتا ہے اور تشہید کے بعد کہ دعا تشہید کے تابع ہے اور تشہید آہستہ پڑھا جاتا ہے، اس لیے اس کو بھی آہستہ پڑھا جائے گا، اور آئین قرأت کے تابع ہے، لہذا جب جہراً قرأت ہوگی تو آئین بھی جہراً کہی جائے گی۔

**آئین کہنے کے متعلق فقہاء احناف کا منظر یہ** | علامہ رفیع بن حنفی لکھتے ہیں:

مقتدی ہیں، امام مالک یہ کہتے ہیں کہ امام آئین نہ کہے کیونکہ (صحیح سنہ کی) حدیث میں ہے جب امام ولا الضالین کہے تو آئین کہو، اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر دیا ہے کہ امام صرف ولا الضالین کہے اور مقتدی صرف آئین، لیکن یہ استدلال صحیح نہیں ہے کیونکہ اس حدیث کے آخر میں ہے "کیونکہ امام آئین کہتا ہے" اور آئین آہستہ کہیں، کیونکہ حضرت ابن مسعود سے روایت ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے، سبحانک اللہم، اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، اور آمین، کتاب الآثار لا امام محمد ص ۱۶ طبع ادارۃ القرآن کراچی، نیز آئین و دعا میں اصل احناف ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

امام احمد، امام ابو داؤد و طیالسی اور امام ابو یعلیٰ نے اپنی مسانید میں، امام طبرانی نے اپنی معجم میں، امام دارقطنی نے اپنی سنن میں اور حاکم نے مستدرک میں علقمہ بن وائل سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی، جب آپ نے غیور المفضوب علیہم ولا الضالین پڑھا تو پھر فرمایا آئین اور آئین آہستہ کہی، حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح الاسناد ہے اور اس کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت نہیں کیا۔

اگر یہ اعتراض ہو کہ امام ابو داؤد اور ترمذی نے حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ولا الضالین پڑھتے تو بلند آواز سے آئین کہتے، امام ترمذی کی روایت میں ہے آپ آواز کو کھینچتے یعنی آئین کو مد سے پڑھتے۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن ہے۔ اسی طرح امام نسائی نے عبد الجبار بن وائل سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے آئین کہی، اور امام ابو داؤد، اور امام ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ جب آپ آئین کہتے تو صفت اولیٰ میں آپ کی آواز سنائی دیتی اور امام ابن ماجہ کی روایت میں ہے مسجد گونج اٹھتی، اس حدیث کو امام ابن حبان نے اپنی صحیح میں، حاکم نے مستدرک میں

۱۔ علامہ سرفراز الدین عبداللہ بن احمد بن قدامہ حنبلی متوفی ۶۲۰ھ، المستدرک ج ۱ ص ۲۹۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ ابو الحسن علی بن ابی بکر رفیع بن حنفی متوفی ۵۹۳ھ، ہایہ اربعین ص ۸۷، مطبوعہ کارخانہ محمد علی کراچی



اور دارقطنی نے اپنی سنن میں روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کی سند صحیح ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ابو داؤد اور امام ترمذی کی روایت کے معارض دوسری روایت ہے جس کو امام ترمذی نے علق بن وائل کے والد سے روایت کیا ہے اور اس میں ہے آپ نے بہت آواز سے آمین کہی اگر کہا جائے کہ اس حدیث کی سند میں شعبہ ہے جس نے کئی جگہ غلط کی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ شعبہ کی غلطی نکالنا خود غلط ہے کیونکہ شعبہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں، دوسرا اعتراض یہ ہے کہ اس میں علقہ نے زیادتی کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ علقہ ثقہ راوی ہے اور ثقہ کی زیادتی مقبول ہوتی ہے، تیسرا اعتراض یہ ہے کہ امام دارقطنی نے کہا اس حدیث میں شعبہ کو وہم ہوا ہے، اصل روایت یہ ہے آپ نے مد کے ساتھ آمین کہی، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ شعبہ کا وہم نہیں ہے بلکہ سفیان کا وہم ہے جس نے مد کے ساتھ پڑھنے کی روایت کی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ دونوں سندیں صحیح ہوں، اور بعض علما نے یہ کہا ہے کہ جہر کے ساتھ آمین کہنے کی اور بہت آواز کے ساتھ آمین کہنے کی دونوں روایتیں صحیح ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ سے جو آمین بالجہر کی روایت ہے اس کی سند میں بشر بن رافع ابوالاسباط حارثی ہے اور یہ ضعیف راوی ہے، امام بخاری، امام ترمذی، امام نسائی، امام احمد اور امام ابن مبین نے اس کو ضعیف کہا ہے، امام ابن القطان نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے، وہ اس حدیث کو حضرت ابو ہریرہ کے علم زاد و بلند سے روایت کرتا ہے اور عبد اللہ مجہول الحال ہے، اور بشر کے علاوہ کسی اور نے اس حدیث کو عبد اللہ سے روایت نہیں کیا، اس وجہ سے یہ حدیث صحیح نہیں ہے، اور اس تقریر سے ظاہر ہے کہ یہ کہنا ساقط ہو گیا کہ یہ حدیث شیخین کی شرط پر صحیح ہے اور دارقطنی نے جو اس کی تحسین کی ہے وہ بھی ساقط ہو گئی۔

ہمارے اصحاب نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس کو امام محمد نے کتاب الآثار (ص ۱۶۱) میں ابراہیم نخعی سے روایت کیا ہے کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے اَعُوذُ بِاللّٰهِ، بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ، اَمِیْن اس حدیث کو امام عبد الرزاق نے بھی اپنی مصنف میں روایت کیا ہے اور اس میں سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کا جگہ سُبْحَانَكَ الْحَمْد ہے اور امام طبرانی نے تہذیب الآثار میں ابوداؤد سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی میں سے کوئی بھی بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ جہر کے ساتھ کہتا تھا نہ آمین، نیز ہمارے اصحاب کے اس سے بھی استدلال کیا ہے کہ آمین دعا ہے اور دعائیں اصل اخفاء ہے اس لیے آمین کو بھی آہستہ کہنا چاہیے۔ ۱۷

علامہ ابن تہامہ غیبی کا دعا تشہد سے معارضہ صحیح نہیں ہے، کیونکہ اگر ایک چیز کسی جگہ اصل کے خلاف ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کو ہر جگہ خلاف اصل پر محمول کیا جائے۔

آمین بالسر پر دلائل امام بخاری روایت کرتے ہیں:

۱۷۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۶ ص ۵۲۔ ۵۰ مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ



عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا من الامام فامضوا فانه من واقع تامینہ تا مین السلا تکمۃ عقلمہ ما تقدم من ذنبہ ۔ ۱۱۹۲

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام امین کہے تو آمین کہو، کیونکہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہو گئی، اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ اس حدیث میں فرشتوں کی آمین سے موافقت کرنے کی بات کی گئی ہے اور فرشتے آمین کہتے ہیں اس لیے ان سے موافقت اس وقت ہوگی جب آمین کہیں ہوں گے امام ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن علقمۃ بن وائل عن ابیہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قرأ غیر المعضوب علیہم ولا الضالین فقال امین وحققت بیہا صوتہ ۔ ۱۱۹۳

علقمہ بن وائل اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر المعضوب علیہم ولا الضالین پڑھا اور آمین کہیں کہیں۔

امام محمد روایت کرتے ہیں:

عن ابراہیم قال: اربع یخافنہن الامام، سبحانک اللہم وبحمدک والتعوذ من الشیطن وبسم اللہ الرحمن الرحیم، وامین قال محمد وہ فاحذو وهو قول ابی حنیفہ ۔ ۱۱۹۴

ابراہیم کہتے ہیں کہ چار چیزوں کو امام آہستہ کہے، سبحانک اللہم، اعوذ باللہ من الشیطن الرحیم، بسم اللہ الرحمن الرحیم، و امین، امام محمد نے کہا ہم بھی اسی پر عمل کرتے ہیں اور اسی امام ابو حنیفہ کا قول ہے۔

باب ۱۵۱: اَتَمَّامُ الْمَأْمُومِ بِالْإِمَامِ

امام کی اقتداء کرنے کا بیان

۱۲۵۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عَاصِمٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ قَالَ أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَلَمٌ وَالْقَافَةُ وَرُحَيْدٌ بْنُ حَرْبٍ وَأَبُو كُرَيْبٍ جَمِيعًا عَنْ سُفْيَانَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ قَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَمْسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی پر سے گر پڑے اور آپ کی دائیں جانب کڑھی ہو گئی۔ ہم آپ کی عیادت کے لیے حاضر ہوئے اس وقت نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

- ۱۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۸، مطبوعہ دار محمد الصحیح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ  
 ۲۔ امام ابو حنیفہ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۴۹ھ، جامع ترمذی ص ۱۶۳، مطبوعہ دار محمد کاغذہ تجارت کتب کراچی  
 ۳۔ امام محمد بن حسن شیبانی متوفی ۲۸۹ھ، کتاب الآثار ص ۱۱۴، مطبوعہ دار القرآن کراچی، ۱۳۰۴ھ



سَقَطَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَرِينٍ  
فَجُعِلَتْ شِقَّةُ الْإِيمَانِ قَدْ خَلَّتَا عَلَيْهِ  
لَعُودُهُ فَخَصَّصَتْ الصَّلَاةُ فَصَلَّى بِمَا قَاعِدًا  
فَصَلَّيْنَا وَمَا آوَاكَ قَعُودًا فَلَمَّا قَضَى الصَّلَاةَ  
قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ مُرِيئُكُمْ بِهِ كَيْدًا أَكْبَرُ  
فَكَيِّدُوا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا رَفَعَ فَارْتَعُوا  
وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا آمَنَّا وَ  
لَكَ الْحَمْدُ كَيْدًا أَصْلَى قَاعِدًا فَصَلُّوا قَعُودًا  
أَجْمَعُونَ

۸۲۶۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبٌ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَالَيْتُ  
مُحَمَّدَ بْنَ مُحَمَّدٍ بْنِ رُمَيْحٍ قَالَ أَنَا النُّعْمَانُ بْنُ  
شِهَابٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ خَرَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ قَرِينٍ فَجُعِلَتْ شِقَّةُ الْإِيمَانِ قَدْ خَلَّتَا  
۸۲۷۔ حَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ  
قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي  
أَنَسُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
صَرَعَ عَنْ قَرِينٍ فَجُعِلَتْ شِقَّةُ الْإِيمَانِ يَتَخَوُّ  
خَدْيَتَيْهِمَا وَإِذَا قِيَاةً أَصْلَى قَاعِدًا فَصَلُّوا  
قِيَامًا

۸۲۸۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى  
عَنْ مَالِكِ بْنِ أَنَسٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَنَسِ أَنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكِبَ قَرِينًا فَصَرَعَ  
عَنْ قَرِينٍ فَجُعِلَتْ شِقَّةُ الْإِيمَانِ يَتَخَوُّ خَدْيَتَيْهِمَا  
وَقِيَاةً أَصْلَى قَاعِدًا فَصَلُّوا قِيَامًا  
۸۲۹۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ أَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ  
قَالَ أَنَا مَعْنُ بْنُ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَنَسُ  
بْنُ مَالِكٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ  
مِنْ قَرِينٍ فَجُعِلَتْ شِقَّةُ الْإِيمَانِ وَمَا فِي  
الْحَدِيثِ وَلَا يَسُ فَيُرِيدُ لَا يُؤْنَسُ وَمَالِكُ

نے ہم کو بیٹھ کر نماز پڑھائی، ہم نے بھی آپ کے پیچھے  
بیٹھ کر نماز پڑھی، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نماز پڑھ چکے تو آپ نے فرمایا امام اس سے بنایا جاتا  
ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے۔ جب امام تکبیر کہے تو  
تکبیر کہو، اور جب امام سجدہ کرے تو سجدہ کرو اور  
جب وہ سجدہ سے سر اٹھائے تو سجدہ سے سر  
اٹھاؤ اور جب امام سمع اللہ لمن حمد  
کہے تو سر ہٹاؤ، وَلَكَ الْحَمْدُ کہو اور جب وہ  
بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر  
پڑے اور آپ کی کھال چھل گئی، پھر آپ نے ہمیں  
بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر  
پڑے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی۔ اس  
حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد  
بھی ہے کہ جب امام کھڑے ہو کر نماز پڑھانے  
تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی پر سوار  
ہوئے، آپ اس سے گر گئے اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل  
گئی اس حدیث میں یہ بھی ارشاد ہے کہ جب امام  
کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گر پڑے  
اور آپ کی دائیں جانب کی کھال چھل گئی۔



٨٣٠ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ  
عَبْدَ اللَّهِ بْنَ سُلَيْمَانَ عَنْ هَذَا مِنْ أَبِيهِ عَنْ  
عَائِشَةَ قَالَتْ اشْتَكَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ مَا حَلَّ عَلَيْهِ تَأْسٍ مِنْ أَمْرٍ يَحْدُثُ  
فَصَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا  
فَصَلُّوا بِصَلَاتِهِ قِيَامًا قَائِمًا أَوْ سِجْمًا  
أَجْلِسُوا أَوْ جَلَسُوا فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ إِنَّا جُعِلَ  
إِلَيْنَا لِيُوقَفَ بِهِ فَإِذَا رَكَعَ قَامَ فَعُودًا وَإِذَا رَفَعَ  
قَامَ فَعُودًا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا

٨٣١ - حَدَّثَنَا أَبُو الرَّبِيعِ الدَّهْرَانِيُّ قَالَ نَا  
حَمَّادُ بْنُ يَحْيَى ابْنُ زَيْدٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي  
شَيْبَةَ وَابْنُ كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ شُمَيْرٍ وَحَدَّثَنَا  
ابْنُ شُمَيْرٍ قَالَ نَا إِسْحَاقُ بْنُ عِيسَى عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْوَةَ  
بِهَذَا الْإِسْنَادِ بِحَوْلِهِ -

[illegible]

حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے، چند صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عیادت کے لیے آئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تھے اور صحابہ کرام کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بیٹھنے کا اشارہ کیا، صحابہ بیٹھ گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا: انام صرفت اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے، اللہ اجب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو، جب وہ رکوع سے سر اٹھائے تو تم بھی رکوع سے سر اٹھاؤ، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھا رہے تو تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی مثل سابق حدیث مروی ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے، ہم نے آپ کی اقتدا میں نماز اس مکان میں پڑھی کہ آپ بیٹھے ہوئے تھے اور حضرت ابو بکر لوگوں کو آپ کی تکبیر سنارہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور جیسی کھڑے ہو چکے کہ ہمیں بیٹھنے کا اشارہ کیا، تم بیٹھ گئے اور ہم نے آپ کی اقتدا میں بیٹھ کر نماز پڑھ لی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر کر فرمایا تم نماز بیٹھو اور رسول کا فضل کہہ رہے تھے، ان کے سردار بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور وہ ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں، پس اس طرح نہ کیا کرو، اپنے اصحابوں کی اقتدا کرو، اگر وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھائیں



تو کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر وہ بیٹھ کر نماز پڑھائیں تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔

حضرت مابری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھانی اور حضرت ابو بکر آپ کے پیچھے تھے، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر کہتے تو حضرت ابو بکر بھی ہمیں سنانے کے لیے تکبیر کہتے، باتی حدیث مثل سابق ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، لہذا اس سے اختلاف نہ کرو۔ جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، اور جب وہ رکوع کہے تو رکوع کرو، اور جب وہ سمیع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم اللہم ربنا لک الحمد کہو، اور جب وہ سجود کہے تو سجود کرو، اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس کی مثل حدیث مروی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں تعلیم دیتے تھے کہ امام پر بیعت نہ کرو، جب امام تکبیر کہے تو تکبیر کہو، اور جب وہ رکوع کہے تو رکوع کرو، اور جب وہ سمیع اللہ لمن حمدہ کہے تو اللہم ربنا لک الحمد کہو۔

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حضرت ابو ہریرہ سے اس کی مثل حدیث مروی ہے اور ایک روایت میں ہے وہ اصحاب کے بعد ان کو پڑھانے سے پہلے منہ اٹھاؤ۔

۸۳۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا حُسَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الرَّاسِبِيِّ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ قَالَ صَلَّى بِنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَبُو بَكْرٍ خَلْفَهُ فَإِذَا كَبَّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ أَبُو بَكْرٍ لِيَسْمَعَنَا ثُمَّ ذَكَرْتُ حَوَاشِيَّ التَّيْسِ .

۸۳۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا السَّغْفَرِيُّ قَالَ يَعْنِي الْحِزَّاجِيُّ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنِ الْأَعْرَابِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتِيَهُمْ فَلَا تَخْتَلِعُوا عَلَيْهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَأَذْكِعُوا وَإِذَا قَامَ فَاقْبَلُوا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِذَا صَلَّى جَالِسًا فَصَلُّوا جُلُوسًا أَجْمَعُونَ .

۸۳۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ .

۸۳۶۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَإِبْنُ حَزْمٍ قَالَا أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ نَا الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُعَلِّمُنَا يَقُولُ كَرُّنَا رُودَا الْإِمَامَ إِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا قَالَ وَلَا الضَّالِّينَ فَقُولُوا آمِينَ وَإِذَا رَكَعَ فَأَذْكِعُوا وَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ .

۸۳۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ يَعْنِي النَّوْفَلِيُّ عَنْ سَهْلِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ .



قَوْلُهُ وَلَا الرِّمَاسَاتَيْنِ فَقُولُوا آمِينَ وَلَا تَزْفَعُوا قَبْلَهُ.

۸۳۸۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ سَأَلَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَاسُ شُعْبَةَ سَمِعُوا مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ نَاسُ شُعْبَةَ عَنْ بَنِي مُعَاوَةَ وَالتَّقِطِ لَمْ يَقَالْ نَاسُ شُعْبَةَ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ عَطَاءٍ سَمِعَ أَبَا عَلْقَمَةَ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ الرَّجُلُ جُمُعَةً فَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا أَفْضَلُوا أَفْعَدًا فَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَاقْبَلُوا زَيْتًا لَكَ الْجَنَّةُ فَإِذَا قَامَ قَوْلُ أَهْلِ الْأَرْضِ قَوْلُ أَهْلِ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

۸۳۹۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي نَافِعٍ قَالَ سَأَلَ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ حَدَّثَنَا قَالَ سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يَقُولُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا قَامَ جُعِلَ الرِّجَالُ لِيَوْمِ قَوْمِهِمْ فَإِذَا الْبُرْقُوكُ يُرَادُ الرُّكْعَةُ فَإِذَا كَعَدُوا فَإِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ فَقُولُوا اللَّهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ فَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا أَفْضَلُوا أَفْعَدًا فَإِذَا صَلَّى قَاعِدًا أَفْضَلُوا أَفْعَدًا أَجْمَعِينَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا امام قہال ہے جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بیٹھ کر نماز پڑھو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمد کہے تو تم رناتاک الحمد کہو اور جب زمین والوں کا قول آسمان والوں کے موافق ہو جائے گا تو ان کے کچھلے (منفیہ) گناہ مٹا کر دیے جائیں گے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام صرف اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے۔ لہذا جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو، جب وہ رکوع کرے تو تم رکوع کرو اور جب وہ سمع اللہ لمن حمد کہے تو تم المسبحہ کہنا لک الحمد کہو جب وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

حدیث نمبر ۸۲۰ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑی سے گرنے کی حکمتیں

برگئے اور آپ نے کئی دن بیٹھ کر نماز پڑھائی۔  
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھوڑی سے گرنے اور زخمی ہونے کی متعدد حکمتیں ہیں، بعض ازاں یہ ہیں:  
 ۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و بچو کر کرنی شغف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں الوہیت (خدا ہونے) کا اعتقاد کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ گھوڑی سے گرنے اور زخمی ہونے سے پاک ہے۔  
 ۲۔ اگر کوئی شخص کبھی سواری سے گر جائے تو اس کا مذاق نہ اڑایا جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی سواری سے گرے تھے۔

۳۔ کوئی شخص سواری سے گر جائے تو وہ اس میں غفلت محسوس نہ کرے، کیونکہ اس کی کیا حیثیت ہے محبوب رب العالمین بھی گھوڑی سے گرے تھے۔



- ۴۔ سواری سے گرنے والے کے لیے تسلی ہو کہ وہ اس حال میں بھی شرف بالائزہ حاصل کر رہا ہے۔
- ۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کھال پھیل گئی اور آپ زخمی ہو گئے تو زخمیوں کے لیے تسلی کا سامان مہیا ہو گیا کہ یہ حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی گذرا ہے۔
- ۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخمی ہونے سے صحابہ کرام کو شرف عیادت حاصل ہوا۔
- ۷۔ یہ معلوم ہوا کہ استافریا شیخ اعلیل ہو تو اس کی عیادت کرنی چاہیے۔
- ۸۔ آیام ملاکت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات امت کے لیے نمونہ بن گئے۔
- ۹۔ عذر کی حالت میں بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز ہے۔
- ۱۰۔ بعض روایات میں ہے کہ صحابہ کرام گھر سے مرے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بیٹھ کر نماز پڑھنے کا اشارہ کیا اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پس پشت بھی دیکھتے ہیں اور یہ کہ نماز کی حالت میں عمل قلیل جائز ہے۔

امام کے لیے **ما بینا لك الحمد** کہنے کی مشروعیت میں مذاہب ائمہ | اسکا حدیث میں سے سبب  
امام سمعہ اللہ عنہ

کہے تو **ما بینا لك الحمد** کہہ۔  
اس حدیث میں امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے موقف پر دلیل ہے کہ امام من سمعہ اللہ عنہ کہے اور مقتدی صرف **ما بینا لك الحمد** کہے، اس کے برعکس امام شافعی اور امام احمد یہ کہتے ہیں کہ امام یہ دونوں کلمات کہے، ہماری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تقسیم کر کے ہر ایک کا حصہ بیان فرما دیا ہے کہ امام سمعہ اللہ عنہ کہے اور مقتدی **ما بینا لك الحمد** کہے اور تقسیم شرکت کے منافی ہے۔  
علامہ ابن تہامہ مبنی لکھتے ہیں:

**ما بینا لك الحمد** کو بنا ہر نمازی کے لیے مشروع ہے، یہ امام احمد سے ایک روایت ہے، اور یہی امام شافعی کا مذہب ہے، امام احمد سے دوسری روایت یہ ہے کہ مقتدی **ما بینا لك الحمد** نہ کہے صرف دونوں کلمات کو جمع کر سکتا ہے، اور امام مالک اور امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے کہ امام کے لیے یہ دونوں کلمات مشروع نہیں ہیں، کیونکہ امام بخاری اور امام مسلم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب امام سمعہ اللہ عنہ کہے تو **ما بینا لك الحمد** کہہ۔

جب امام بیٹھا ہو تو اس کے پیچھے مقتدیوں کے بیٹھنے کے متعلق مذاہب ائمہ

علامہ یحییٰ بن شریف نووی لکھتے ہیں:  
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "جب امام بیٹھ کر نماز پڑھے تو بیٹھ کر نماز پڑھو۔" امام احمد بن حنبل

۱۔ علامہ مونی الدین عبد اللہ بن احمد بن تہامہ حنبلی مترن ۴۲، ۱۱۹۷، المفتی ج ۳، ۳۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ



اور اذنا غنی نے یہ کہا ہے کہ جب امام بیٹھا ہو تو مقتدی بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں جیسا کہ اس حدیث کے ظاہر کا تقاضا ہے، امام مالک سے ایک روایت یہ ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اسی امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہیں جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو، کھڑے ہو کر نہ بیٹھ کر، امام ابو حنیفہ، امام شافعی اور جمہور فقہاء نے یہ کہا ہے کہ جو شخص قیام پر قادر ہو اس کا اس امام کے پیچھے بیٹھ کر پڑھنا جائز نہیں ہے جو بیٹھ کر نماز پڑھ رہا ہو، اس کے لیے صرف کھڑے ہو کر نماز پڑھنا جائز ہے، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ نبی ﷺ نے اپنے مرعہ وفات میں بیٹھ کر نماز پڑھی، اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ آپ کے پیچھے کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے، امام مسلم نے اس کے بعد ایک مرتب حدیث و روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم حضرت ابو بکر کی بائیں جانب کھڑے ہو گئے، رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم بیٹھ کر نماز پڑھا کرتے، حضرت ابو بکر کھڑے ہو کر آپ کی امتداد میں نماز پڑھ رہے تھے، اور باقی صحابہ حضرت ابو بکر سے تعبیرات سن کر نماز پڑھ رہے تھے۔

نیز جمہور فقہاء کی دلیل یہ آیت ہے:

دقو موافقہ قانتین - (بقرہ ۲۳۸) اور اللہ کے سامنے ادب سے کھڑے  
اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نماز میں قیام کو فرض کر دیا ہے، اگر بالفرض یہ حدیث نہ ہوتی تو رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل یہ تھا کہ امام کس عذر کی وجہ سے بیٹھا ہو، پھر بھی مقتدی کھڑے ہو کر نماز پڑھیں تب  
بھی اس باب کی حدیث کی وجہ سے قرآن مجید کی اس آیت کو منسوخ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ خبر واحد کی وجہ سے  
قرآن مجید منسوخ نہیں ہو سکتا، نیز نماز میں قیام فرض ہے، امام نے اگر کسی عذر کی وجہ سے اس فرض کو ترک  
کر دیا ہے تو مقتدی کے لیے نیز کسی عذر کے فرض کو ترک کرنا کب جائز ہو گا؟

بَابُ اسْتِخْلَافِ الْإِمَامِ إِذَا عَرَضَ لَهُ عُدَّةٌ  
مِنْ مَرِيضٍ وَسَفِيرٍ وَغَيْرِهِمَا مَنْ يُصَلِّي  
بِالنَّاسِ وَإِنْ مَنْ صَلَّى خَلْفَ إِمَامٍ جَالِسٍ  
لِعَجْزِهِ عَنِ الْقِيَامِ لَزِمَهُ الْقِيَامُ إِذَا قَدَّرَ  
عَلَيْهِ وَلَسِيَ الْقُعُودُ خَلْفَ الْقَائِمِ فِي حَقِّ

حضرت نبيير الله بن عبد الله بن عباس رضي الله عنهم

۸۴۰. حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يُونُسَ



قَالَ نَا مَا آتَدَهُ قَالَ نَا مُوسَى ابْنُ  
 أَبِي عَاصِمٍ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
 قَالَ دَخَلْتُ عَلَى عَاصِمٍ فَقُلْتُ لَهَا  
 أَدْرِيَتِيْنِي عَنْ مَكْرَمٍ رَسُولِ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بَلَى فَقُلْتُ  
 التَّيْبُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَلَّى  
 النَّاسُ قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا  
 رَسُولَ اللَّهِ قَالَ صَنَعُوا لِي مَاءً فِي  
 الْبُخْصِ فَقَعَلْنَا مَا عَمَلْنَا بِهِ ثُمَّ  
 ذَهَبَ لِيَسْتَوِي قَاعِي عَلَى عَاصِمٍ ثُمَّ  
 أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا لَا  
 هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَالَ  
 صَنَعُوا لِي مَاءً فِي الْبُخْصِ فَقَعَلْنَا  
 مَا عَمَلْنَا بِهِ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَسْتَوِي قَاعِي  
 عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا  
 لَا هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 قَالَ صَنَعُوا لِي مَاءً فِي الْبُخْصِ فَقَعَلْنَا  
 مَا عَمَلْنَا بِهِ ثُمَّ ذَهَبَ لِيَسْتَوِي قَاعِي  
 عَلَيْهِ ثُمَّ أَفَاقَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ  
 قُلْنَا لَا هُمْ يَنْتَظِرُونَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 اللَّهُ قَالَتْ وَالنَّاسُ عُكُوفٌ فِي الْمَسْجِدِ  
 يَنْتَظِرُونَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ يَصَلُّونَ الْعِشَاءَ الرَّجُلُ قَالَتْ  
 فَأَسْأَلُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ مَا جَلَدَ إِلَى أَبِي تَكْرِي أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ  
 فَتَأْتَاهُ الرَّسُولُ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مَعْزُكُ أَنْ تُصَلِّيَ  
 بِالنَّاسِ فَقَالَ أَبُو تَكْرِي وَكَانَ رَجُلًا رَقِيقًا  
 يَا عُمَرُ صَلِّ بِالنَّاسِ قَالَ فَقَالَ عُمَرُ

بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ  
 عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے آپ سے عرض  
 کیا کیا آپ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
 مرض (وفات) کے متعلق نہیں بیان کریں گی حضرت  
 عائشہ نے فرمایا کیوں نہیں، میں صلی اللہ علیہ وسلم  
 بیمار ہو گئے آپ نے پوچھا کیا لوگوں نے نماز  
 پڑھ لی ہے ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ!  
 وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا اچھا  
 میرے لیے ٹب میں پانی رکھو ہم نے پانی رکھا  
 اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غسل کیا، غسل  
 کے بعد آپ اٹھنے لگے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
 پر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر آپ ہوش میں آئے  
 تو آپ نے فرمایا کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟  
 ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ وہ آپ کا انتظار کر  
 رہے ہیں، آپ نے فرمایا میرے لیے ٹب میں  
 پانی رکھو، ہم نے پانی رکھ دیا، آپ نے غسل فرمایا  
 غسل کے بعد آپ اٹھنے لگے تو آپ پر پھر بے ہوشی  
 طاری ہو گئی، پھر آپ ہوش میں آئے تو آپ نے پوچھا  
 کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ ہم نے عرض کیا  
 نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں  
 آپ نے فرمایا میرے لیے ٹب میں پانی رکھو، ہم  
 نے پانی رکھا، آپ نے غسل کیا اس کے بعد آپ  
 اٹھنے لگے تو پھر بے ہوش ہو گئے جب ہوش میں  
 میں آئے تو پھر دریافت کیا کیا لوگوں نے نماز پڑھ  
 لی ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ! وہ آپ  
 کا انتظار کر رہے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
 نے فرمایا کہ لوگ مسجد میں بیٹھے عشاء کی نماز کے لیے  
 آپ کا انتظار کر رہے تھے، حضرت عائشہ نے  
 فرمایا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر



رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص کریم پیغام سے  
کر بھیجا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، اسی شخص نے حضرت  
ابوبکر کے پاس جا کر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا ہے کہ

آپ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت ابوبکر بہت رفیق  
القلب تھے، انہوں نے حضرت عمر سے کہا اے عمر  
تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ، حضرت عمر نے کہا آپ امامت  
کے زیادہ حقدار ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ پھر ان  
ایام میں حضرت ابوبکر امامت کراتے تھے، پھر جب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ افادہ محسوس  
فرمایا تو آپ در آمدیوں کے سہارے ظہر پڑھنے کے  
لیے مسجد میں تشریف لائے، ان دو میں سے ایک  
حضرت عباس تھے اس وقت حضرت ابوبکر لوگوں کو نماز  
پڑھا رہے تھے، جب ابوبکر نے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو (مصلیٰ سے) پیچھے ہٹنے  
لگے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی  
اللہ عنہ کو پیچھے نہ ہٹنے کا اشارہ کیا اور دونوں سے  
فرمایا مجھے ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دو، انہوں نے سہل  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دیا،  
حضرت ابوبکر کھڑے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی اقتداء کرنے لگے، اور لوگ حضرت ابوبکر کی بحکایت  
سن کر نماز پڑھتے رہے جب کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر امامت فرما رہے تھے، بعید اللہ  
کہتے ہیں کہ میں عبد اللہ بن عباس کے پاس گیا اور میں  
نے کہا کیا میں آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
ایام خلافت کی حدیث و مسائل جو میں نے حضرت عائشہ  
سے سنی ہے، انہوں نے کہا سناؤ میں نے وہ  
روایت سنائی، انہوں نے حدیث میں کسما چیز سے  
اختلاف نہیں کیا سوا اس بات کے کہ انہوں نے پوچھا

أَنْتَ أَحَقُّ بِذَلِكَ قَالَتْ فَصَلَّى بِهِمْ  
أَبُو بَكْرٍ يَتْلُو آذَانَ شُعْبَانَ رَسُوْلَ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَدَ مِنْ تَفْسِيهِ  
خِطَّةً فَخَوَّبَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ أَحَدُهُمَا  
الْعَبَّاسُ لِصَلَاةِ الظُّهْرِ وَأَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي  
بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَأَى أَبُو بَكْرٍ ذَهَبَ لِيَتَأَخَّرَ  
فَأَوْحَى إِلَيْهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنْ لَا يَتَأَخَّرَ وَقَالَ لَهُمَا اجْلِسَا فِي إِلَيَّ  
جُلِيْمَ فَأَجْلَسَا لَهُ إِلَى جَنْبِ أَبِي بَكْرٍ وَكَانَ  
أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي وَهُوَ قَائِمٌ بِصَلَاةِ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْمَنَامُ  
يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ وَالنَّبِيُّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَائِمٌ قَالَ عُبَيْدُ  
اللَّهُ فَكَحَلْتُ عَلَى عَبْدِ اللَّهِ يُبِ  
عَبَّاسٍ فَقُلْتُ لَهُ أَلَا أَرْضَى عَيْنَكَ مَا  
حَدَّثَنِي عَائِشَةُ عَنْ مَكْرِهِ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ هَاتِ قَعْرَتَكَ  
حَيَّا يُكْفَى عَلَيْكَ فَمَا أَتَكَرَّ عَنْهُ شَيْئًا  
عَبْدَ آتَمًا قَالَ أَسَمَّيْتُ لَكَ الرَّجُلَ  
الَّذِي كَانَ مَعَ الْعَبَّاسِ قُلْتُ لَا قَالَ  
هُوَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ .



کیا حضرت عائشہ نے حضرت عباس کے ساتھ ملے  
دوسرے شخص کا نام بتایا تھا میں نے کہا نہیں !  
فرمایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سمیونہ رضی اللہ عنہا کے گھر  
ابتداء بیمار ہوئے ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے تمام ازواج مطہرات سے حضرت عائشہ کے گھر  
ایام ملائت میں رہنے کی اجازت طلب کی تمام ازواج  
نے آپ کو اجازت دے دی ، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل بن عباس اور ایک  
اور شخص کے سپاہی سے چل کر اس حال میں گئے کہ آپ  
کے پیر زمین پر گھسٹ رہے تھے ۔ عبید اللہ  
کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس نے مجھ سے پوچھا کہ  
جس شخص کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نام نہیں  
لیا جانتے ہو وہ کون تھا وہ " حضرت علی " تھے  
رضی اللہ عنہ ۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی  
اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم بیمار ہوئے اور آپ کا در و شہید ہو گیا تو آپ  
نے تمام ازواج مطہرات سے میرے گھر ایام ملائت  
میں رہنے کی اجازت طلب کی ، تمام ازواج نے اجازت  
دے دی ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں  
کے ساتھ اس حال میں تشریف لائے کہ آپ  
کے پیر زمین پر گھسٹ رہے تھے ، ایک حضرت  
عباس تھے اور دوسرے ایک اور شخص ، عبید اللہ  
کہتے ہیں میں نے یہ حدیث حضرت ابن عباس سے  
بیان کی تو حضرت ابن عباس نے فرمایا تمہیں معلوم ہے  
وہ دوسرا شخص کون تھا جس کا حضرت عائشہ نے نام  
نہیں لیا ، میں نے عرض کیا نہیں فرمایا وہ حضرت علی

۸۴۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَافِعٍ وَعَبْدُ بْنُ حُمَيْدٍ  
وَاللَّقْطُذِيُّ بْنُ رَافِعٍ قَالُوا سَمِعْنَا عَبْدَ الرَّزَّاقِ قَالَ  
أَنَا مَعَهُ قَالَ الرَّزَّاقِيُّ وَأَخْبَرَنِي عَبْدُ اللَّهِ  
بْنُ عَمْرِو بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَتَبَةَ أَنَّ عَائِشَةَ أَخْبَرَتْهُ  
أَنَّهَا كَانَتْ أَوَّلَ مَا اسْتَعَاذَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَيْتِ مَيْمُونَةَ وَاسْتَأْذَنَ  
أَزْوَاجَهُ أَنْ يُعْرَضَ فِي بَيْتِهَا قَائِمَةً قَالَتْ  
فَخَدَجَ وَيَدُّ لَهُ عَلَى الْفَضْلِ بْنِ عَبَّاسٍ وَ  
يَدُّ عَلَى رَجُلٍ أُخْرٍ وَهُوَ يَحْطُ بِرَجُلَيْنِ فِي  
الْأَرْضِ فَقَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَحَدَّثَنِي بِهِ ابْنُ  
عَبَّاسٍ فَقَالَ أَتَدْرِي مِنَ الرَّجُلِ الَّذِي لَهُ  
تُسَمَّى عَائِشَةُ وَهُوَ عَلَى رِضَى اللَّهِ عَنْهُ .

۸۴۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ  
الْيَمَنِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي  
عَقِيلُ بْنُ حَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي  
عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَتَبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ  
أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَتْ لَمَّا تَعَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ وَاسْتَدْرَجَهُمْ وَجَعَلَ اسْتِأْذَنَ أَزْوَاجَهُ  
فِي أَنْ يُعْرَضَ فِي بَيْتِي قَائِمَةً لَهُ فَخَدَجَ بَيْنَ  
رَجُلَيْنِ أَحْطَ بِجَلَدَةٍ فِي الْأَرْضِ بَيْنَ بَيْنِ  
بَيْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَبَيْنَ رَجُلٍ أُخْرٍ قَالَ  
عَبْدُ اللَّهِ فَإِذَا خَبَرْتُ عَبْدَ اللَّهِ بِأَنَّهَا قَالَتْ عَائِشَةُ  
فَقَالَ لِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبَّاسٍ هَلْ تَدْرِي مِنَ  
الرَّجُلِ الْأُخْرَى الَّذِي لَهُ تُسَمَّى عَائِشَةُ قَالَ



قُلْتُ لَا قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هُوَ عَلِيٌّ -

۸۴۳- حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ بْنُ  
الْكَثِيرِ قَالَ حَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ أَبِي جَدَّةٍ قَالَ حَدَّثَنَا  
عَقِيلُ بْنُ خَالِدٍ قَالَ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ أَخْبَرَنِي  
عَبِيدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَجْفَةَ بْنِ مَسْعُودٍ  
أَنَّ عَائِشَةَ زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَتْ لَعَنَهُمُ أَجَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ذَلِكَ وَمَا حَصَلَنِي عَلَى كَثْرَةِ  
مُدَّاجَعِهِمْ إِلَّا أَنَّهُ لَمْ يَقَعْ فِي قَلْبِي أَنْ يُحِبَّ  
النَّاسُ بَعْدَكَ رَجُلًا قَامَ مَقَامَ آبَاكَ أَوْ رَأَى  
إِنِّي كُنْتُ أَمْرِي أَنَّهُ لَنْ يَقُومَ مَقَامَهُ أَحَدًا  
إِلَّا يَكْتَسِبَ مِنَ النَّاسِ بِمَا فَارَدْتَ أَنْ يَقْدِرَ  
ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ -

۸۴۴- حَدَّثَنَا ثَعْلَبَةُ بْنُ مَحْمُودٍ بْنُ أَبِي  
بُنْ حَسْبٍ وَاللَّفْظُ لِأَبِي دَاوُدَ قَالَ حَدَّثَنَا  
قَالَ ابْنُ دَاوُدَ نَا عَبْدَ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرُ  
قَالَ الزُّهْرِيُّ وَأَخْبَرَنِي حَمْرَةُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ  
بْنِ عَمْرٍو عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَمَّا دَخَلَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَنِي قَالَ مُرُّوا  
أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقُلْتُ  
يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَقِيقٌ إِذَا  
قَرَأَ الْقُرْآنَ لَا يَسْلُكُ دُمْعَةً فَكَلِمَاتُ  
غَيْرِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ وَاللَّهِ مَا لِيَ إِلَّا كَدَاهِيَّةٌ  
أَنْ يَكْتَسِبَ مِنَ النَّاسِ بِأَوَّلِي مَنْ يَقُومُ فِي مَقَامِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَسَأَلَ  
فَرَأَجَعَهُمْ مَرَّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا فَقَالَ لِيُصَلِّ بِالنَّاسِ  
أَبُو بَكْرٍ فَإِنَّكُمْ مَوَاجِبُ يُؤْتَفَقُ -

۸۴۵- حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا  
أَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْدٌ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى

تَحْتَهُ (رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر  
صدیق رضی اللہ عنہ کے امام نہ بنانے پر رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم سے اصرار کیا، اور اس کی وجہ یہ  
تھی کہ مجھے اس بات کا خیال نہ تھا کہ لوگ اس شخص  
سے محبت کریں گے جو آپ کی جگہ کھڑا ہو، بلکہ میرا  
خیال یہ تھا کہ جو شخص آپ کی جگہ کھڑا ہوگا لوگ اس سے  
بے لگونی لیں گے اس لیے میں نے پایا کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر کی جگہ کسی اور شخص کو  
امام بنالیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے گھر تشریف لائے  
تو آپ نے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں  
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ابوبکر رقیق القلب ہیں  
جب وقرآن شریف کی تلاوت کرتے ہیں تو اپنے  
آنسوؤں کو نہیں روک سکتے، آپ حضرت ابوبکر کی جگہ  
کسی اور شخص کو ناز پڑ جانے کا حکم دے دیں۔  
حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ قسم بخدا یہ بات میں نے  
صرف اس وجہ سے کہی تھی کہ میں لوگ یہ بے لگونی نہ  
ہیں کہ جو شخص سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کے محل پر کھڑا ہوا وہ ابوبکر تھے، آپ فرماتی ہیں  
میں نے دو تین بار اصرار کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا ابوبکر رضی اللہ عنہ جماعت کرائیں تم  
یہ سخت علیہ السلام کے عہد کی عورتوں کی طرح ہو۔  
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور حضرت بلال



وَاللَّهُ فُطِّلَهُ قَالَ أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ  
 الْأَعْمَشِ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَائِشَةَ  
 قَالَتْ لَمَّا تَعَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ جَاءَ بِكُلِّ يُؤْذِنُهُ بِالصَّلَاةِ فَقَالَ  
 مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَتَأْتَتْ  
 فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ  
 أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُمْ مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ  
 النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ قَالَ مُرُوا أَبَا بَكْرٍ  
 فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ قَالَتْ فَقُلْتُ لِحَقِصَةِ قَوْلِي  
 لَهُ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ أَسِيفٌ وَإِنَّهُ مَتَى يَقُمْ  
 مَقَامَكَ لَا يُسْمِعُ النَّاسَ فَلَوْ أَمَرْتَ عُمَرَ  
 فَقَالَتْ لَهُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ كُنَّ لَانْتَنَ صَوَاحِبُ يُوسُفَ  
 مُرُوا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقُلْتُ  
 فَلَمَّا دَخَلَ فِي الصَّلَاةِ وَجَدَ رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَقْسِمِ حَقَّةٍ فَقَامَ  
 يُهَادِي بَيْنَ رَجُلَيْنِ وَرَجُلَةٍ تَحْطَانِ فِي  
 الْأَرْضِ قَالَتْ فَلَمَّا دَخَلَ الْمَسْجِدَ سَمِعَ  
 أَبَا بَكْرٍ جَسَدَهُ وَهَبَ يَتَأَخَّرُ فَأَذِنَ إِلَيْهِ  
 رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَكَانَكَ  
 فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى  
 جَلَسَ عَنْ يَسَارِ أَبِي بَكْرٍ فَتَأْتَتْ فَكَانَ رَسُولُ  
 اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ  
 جَالِسًا وَأَبُو بَكْرٍ قَائِمًا يَقْتَدِي أَبُو بَكْرٍ  
 بِصَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَقْتَدِي  
 النَّاسُ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے لیے بلانے  
 آئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”  
 البرکے سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں“ حضرت عائشہ  
 فرماتی ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! البرکے بیت  
 رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے  
 تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا سکیں گے آپ حضرت عمر کو  
 امامت کے لیے فرمائیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا ”البرکے سے کہو کہ وہ لوگوں کو جماعت  
 کرائیں“ حضرت عائشہ فرماتی ہیں پھر میں نے حضرت  
 حفصہ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
 عرض کرو کہ البرکے رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی  
 جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو قرآن نہیں سنا  
 سکیں گے آپ حضرت عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں  
 حضرت حفصہ نے یہی کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا تم حضرت یوسف کے زمانہ کی عورتوں  
 کی طرح اور البرکے سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں۔  
 حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب حضرت البرکے نے  
 نماز شروع کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
 عرض میں کیفیت محسوس کی آپ دو آدمیوں کے ہمارے  
 آگے اور آں حالیکہ آپ کے پیروں سے  
 لکیریں پڑ رہی تھیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں جب  
 آپ مسجد میں آئے تو حضرت البرکے نے آپ کی آہٹ  
 محسوس کی تو صلی سے پیچھے ہٹ گئے، رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ اپنی جگہ  
 کھڑے رہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں  
 آکر حضرت البرکے کی بائیں جانب بیٹھ گئے، حضرت  
 عائشہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر  
 جماعت کرا رہے تھے اور حضرت البرکے کھڑے  
 ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتداد میں



ناز پڑھ رہے تھے اور لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی تکبیرات پر ناز ادا کر رہے تھے۔  
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مرض وقت میں (بعض روایات میں سے کہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لا کر (حضرت) ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بٹھا دیا گیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جماعت کو انے لگے اور حضرت ابو بکر بلند آواز سے تکبیر پڑھتے رہے۔

۸۴۶ - حَدَّثَنَا مُنْجَابُ بْنُ الْحَارِثِ التَّمِيمِيُّ قَالَ أَخْبَأْتُ مُسَيْمِرًا وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ أَنَا عِيْسَى يَعْنِي ابْنَ يُوْنُسَ يَلَاكُمَا عَنِ الرَّغَشِ مِنْ هَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ وَفِي حَدِيثِهِمَا لَمَّا مَرَضَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَدَّ يَدَهُ الْيَمَانِيَّ قُوْفِي رَفِيَهُ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ مُسَيْمِرٍ قَاتِي يَرْسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى أُجْلِسَ إِلَى جَنْبِهِ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسَمِعُهُمُ التَّكْبِيرَ وَفِي حَدِيثِ عِيْسَى فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَبُو بَكْرٍ إِلَى جَنْبِهِ وَأَبُو بَكْرٍ يُسَمِعُهُمُ النَّاسَ -

۸۴۷ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا نَا ابْنُ نُمَيْرٍ عَنْ هِشَامٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَأَبُو ظَهْرٍ مَتَقَابِرُهُ قَالَ نَا ابْنُ قَتَالَةَ هِشَامٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَمَرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبَا بَكْرٍ يُصَلِّي بِالنَّاسِ فِي مَرَضِهِ فَكَانَ يُصَلِّي بِهِمْ قَالَ بَرْدٌ وَهُوَ كَوَاجِدٌ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تَقْسِيمِ جَنْفَةٍ وَخَرَجَ وَإِذَا أَبُو بَكْرٍ يُؤَمِّرُ النَّاسَ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو بَكْرٍ اسْتَأْخَرْنَا مَا نَالِيَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ آتَى كَمَا أَتَتْ فَجَلَسَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَنَازَهُ إِلَى بَكْرِ إِلَى جَنْبِهِ فَكَانَ أَبُو بَكْرٍ يُصَلِّي بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالنَّاسُ يُصَلُّونَ بِصَلَاةِ أَبِي بَكْرٍ -

۸۴۸ - حَدَّثَنَا ثَوْبِيُّ عَنْهُ وَالتَّائِيْدُ وَحَسَنُ الْحَكْوَانِيُّ وَعَبِيدُ بْنُ حُمَيْدٍ قَالَ عَبْدُ أَحِبْرِ فِي وَقَالَ الْأَخْرَانِ نَا يَعْقُوبُ وَهَذَا ابْنُ إِبْرَاهِيمَ بْنِ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری میں مکم دیا کہ ابو بکر جماعت کو انیں، حضرت ابو بکر ناز پڑھاتے رہے، عہدہ کہتے ہیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آرام محسوس ہوا تو آپ باہر تشریف لائے، اس وقت حضرت ابو بکر جماعت کو انے لگے، جب (حضرت) ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹے لگے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ سے ان کو وہیں کھڑے رہنے کے لیے فرمایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آکر حضرت ابو بکر کے پہلو میں بیٹھ گئے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کو انی اور لوگوں نے حضرت ابو بکر کی تکبیروں کی آواز سن کر ارکان ناز ادا کیے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں (حضرت) ابو بکر جماعت کو انے لگے حتیٰ کہ پیر



سَعْدٍ قَالَ نَأْيَ عَنِ صَلَاحٍ عَنِ ابْنِ شَهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي  
أَسْبُ بْنُ مَالِكٍ أَنَّ أَبَا بَكْرٍ كَانَ يَصَلِّيَ لَهْدًا وَجِبِ  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي تُوِيَ فِيهِ  
حَتَّى إِذَا كَانَ يَوْمُ الْإِثْنَيْنِ وَهُوَ صَفُوفٌ فِي  
الْصَّلَاةِ كَشَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتْرَ  
الْحُجْرَةِ فَنَظَرَ إِلَيْنَا وَهُوَ قَائِمٌ كَانَ وَجْهَهُ وَرَقْمُ  
مُصْحَفٍ ثُمَّ تَبَسَّمَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
صَاحِبًا قَالَ فَبِهِتْنَا وَنَحْنُ فِي الصَّلَاةِ مِمَّنْ  
فَرَجَّ بِحُزْنٍ مِنَ الْيَقِينِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَكَصَّ  
أَبُو بَكْرٍ عَلَى عَقِبَتَيْهِ لِيَصِلَ الصَّفَّ وَكَلَّمَ ابْنُ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَارِجًا لِلصَّلَاةِ فَأَسَارَ  
إِلَيْهِمْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدِيهِمْ أَنْ  
أَتَمُّوا صَلَاتَهُمْ قَالَ ثُمَّ دَخَلَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَارِئُ الشُّرْحِ قَالَ كَثُرَتْ فِي  
رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ يَوْمِهِ  
ذَلِكَ -

۸۴۹ - وَحَدَّثَنَا فِيهِ عَمْرُو النَّاقِدُ وَرَحِمَهُ  
حَرْبٍ قَالَ كُنَّا سُبْحَانَ بْنِ عُيَيْنَةَ عَنِ الرَّهْزِيِّ  
عَنِ أَبِي قَالَ أَخْبَرَنِي نَظَرْتُهَا إِلَى رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَشَفَ السَّارَةَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ  
بِهَذِهِ الْقِسْمَةِ وَحَدَّثَنَا صَلَاحٌ أَخْبَرَنَا شَيْخُهُ -  
۸۵۰ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ نَافِعٍ وَعَمْرُو  
بْنُ حُمَيْدٍ بِجَمِيعَةٍ عَنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمُرُ  
عَنِ الرَّهْزِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَسْبُ بْنُ مَالِكٍ قَالَ لَنَا  
كَانَ يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ بَتَّخُو حِدَاثَتَهُمَا -

۸۵۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَهَامُ بْنُ  
بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَا نَحْنُ الْقَمَدُ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي يُحَدِّثُ  
قَالَ نَحْنُ الْعَزِيزِيُّ عَنِ أَبِي قَالَ لَوْ يَخْرُجُ الْيَتَانِي  
اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا نَأْفِقُ قِيمَتِ الصَّلَاةِ

کے دن جب تمام صحابہ صفت باندھے نماز پڑھ  
رہے تھے تو اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے حجرہ کا پردہ اٹھایا پھر کھڑے ہو کر ہمارے طرف  
دیکھا اس وقت آپ کا رخ انور ورق قرآن کی طرح  
گلتا تھا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا کر اپنے  
حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کی تشریف آورسی اور زیارت سے  
ناز کی حالت میں ہم خوشی سے دیوانے ہو گئے  
اور حضرت ابو بکر اس گمان سے کہ رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے تشریف لارہے ہیں  
پیچھے ہٹ کر صف میں ملنے لگے تو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ  
کر کے صحابہ سے فرمایا کہ تم اپنی نماز پوری کرو  
پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ میں واپس چلے  
گئے اور پردہ گرا دیا اور اسی روز رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم نے وصال فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
میں نے آخری بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو  
پہرے کے دن اس وقت دیکھا جب آپ نے حجرہ  
کا پردہ اٹھا کر دیکھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے ساتھ  
بھی حضرت انس سے ایسی ہی حدیث مروی ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک ہمارے  
پاس تشریف نہیں لائے اور ان ایام میں حضرت  
ابو بکر جماعت کراتے رہے اس کے بعد ایک



دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (حجرہ کے) پردہ کے پاس کھڑے ہوئے اور پردہ اٹھا دیا، پھر جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رخ انور دکھائی دیا اور ہم نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کریبا سے بڑھ کر خوبصورت کوئی چیز نہیں دیکھی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی طرف اشارہ کیا کہ وہ آگے بڑھ کر ناز پرٹھائیں، اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجرہ کا پردہ گرا دیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک ہم آپ کا چہرہ نہ دیکھ سکے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہو گئے اور جب آپ کا مرض شدید ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں، (حضرت عائشہ نے) کہا یا رسول اللہ! (حضرت) ابوبکر رقیق القلب ہیں جب وہ آپ کی جگہ مصطفیٰ پر کھڑے ہوں گے تو ہلکتے دیکر اسکیں گے۔ آپ نے حضرت عائشہ سے فرمایا ابوبکر سے کہو کہ وہ جماعت کرائیں، تم تو پر سرف علیہ السلام کے زمانہ کی عورتوں کی طرح ہو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے آخری لمحہ تک حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نماز پڑھاتے رہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیمار ہونا آپ کے شافی الامراض ہونے کے منافی نہیں ہے۔

قَدْ هَبَ ابُوبَكْرٍ يَتَقَدَّمُ فَقَامَ نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجِيَابِ قَرَفَةً قَلَمًا وَصَدَّحَ لَنَا وَجْهًا نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا نَنْظُرُ مَا نَنْظُرُ مَا نَنْظُرُ كَأَنَّا أَصْحَابُ إِلَيْنَا مِنْ وَجْهِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ وَصَدَّحَ لَنَا قَاوِي نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِهِ إِلَى أَبِي بَكْرٍ أَنَّهُ يَتَقَدَّمُ مَرَّ خِي نَبِيُّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْجِيَابِ قَلَمًا تَقْدِيرًا عَلَيْهِ حَتَّى هَاتَتْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۸۵۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلَ حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ حُمَيْدٍ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ عَنْ أَبِي مُوسَى قَالَ مَرَّ بِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاسْتَدْرَكْتُهُ فَقَالَ مُودًا أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَقَالَتْ مَائِشَةُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّ أَبَا بَكْرٍ رَجُلٌ رَفِيقٌ مَتَى يَلْعَنُ مَعَا مَلَكٌ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ مَرِيءٌ أَبَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ بِالنَّاسِ فَإِنَّكَ صَوَابٌ يُؤَسِّفُ قَالَ فَصَلَّى بِهَذَا أَبُو بَكْرٍ حِينَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

حدیث نمبر ۸۴۲ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہو گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بے ہوشی طاری ہونے سے یہ ثابت ہوا کہ انبیاء علیہم السلام کا مرض میں مبتلا ہونا جائز ہے تاہم ایسے امراض جن سے لوگ طبعا نفرت کرتے ہیں، جیسے بدن میں کیڑے پڑ جانا یا جو نشان نبوت کے خلاف ہوں، مثلاً جنون وغیرہ وہ انبیاء علیہم السلام کو لاحق نہیں ہوتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخیر عمر میں دوسرا وہ بے ہوشی کے مرض میں مبتلا ہوئے اور اس مرض کے دوران خالق



حقیقی سے جاملے۔ اس میں یہ بتلانا مقصود تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد بیماروں کو شفا پایا  
کی مثلاً حضرت ابو بکرؓ کی زہر خوردہ ایڑی میں لعاب دہن لگایا تو وہ ٹھیک ہو گئے (مشکوٰۃ ۵۶۶)۔ حضرت علیؓ  
کی دھکتی ہوئی آنکھ میں لعاب دہن لگایا تو ٹھیک ہو گئی (بخاری ج ۱ ص ۴۱۳)۔ حضرت قتادہ بن نعانؓ کا کچھ  
کا ڈھیلا نکل گیا، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے، آپ نے لعاب دہن لگا کر ڈھیلا ان کی آنکھ  
میں رکھ دیا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ روشن ہو گئی، (اصابہ ج ۲ ص ۲۲۵)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
ان بیماروں کو محض اپنے لعاب دہن سے شفا دے کر یہ بتا دیا کہ میں تم جیسا نہیں ہوں اور خود یہی وہی  
کے مرض میں مبتلا رہ کر یہ سمجھا دیا کہ میں خدا جیسا نہیں ہوں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

ممکن میں یہ قدرت کہاں واجب میں عبودیت کہاں  
برزخ ہیں وہ سر نہاں یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

حضرت ابو بکرؓ کا امامت کو اسے سے غدر پیش کرنے کا سبب

رضی اللہ عنہ نے حضور  
صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے باوجود حضرت عمرؓ کو امامت کرنے کے لیے کہا اس کی وجہ یہ تھی کہ حضرت ابو بکرؓ  
بہت زیادہ رقیق القلب تھے انہیں خدشہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی وجہ سے غیر موجودگی  
میں غماز پڑ جانے کے سبب ان پر رنج و غم کا ایسا غلبہ طاری ہو گا کہ وہ اپنے آنسوؤں کو اور بے اختیار  
نکل جانے والے سیکڑوں کو روک نہ سکیں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب امام کو غدر لاحق ہو تو وہ کسی دوسرے شخص کو اپنا خلیفہ  
مقرر کر سکتا ہے، نیز اس حدیث سے حضرت ابو بکرؓ کی تمام صحابہ کرام پر فضیلت ثابت ہوئی ہے، کیوں کہ  
نگاہ رسالت میں اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے علاوہ کوئی اور شخص افضل ہوتا تو آپ اس کو امام بنانے  
کا حکم دیتے، اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ حضور کے بعد خلافت کے سبب سے زیادہ مستحق حضرت ابو بکرؓ  
نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ  
عنہ کا مقام ہے کیونکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رقت قلبی کی بنا پر جب خود کو معذور پایا تو تمام صحابہ میں  
سے صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غماز پڑ جانے کے لیے کہا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ افضل جب اپنا  
حق مغضول کو پیش کرے تو اس کو چاہیے کہ وہ حق افضل ہی کو ترا دے اور اس کو نہ قبضہ کرے، جیسا کہ حضرت  
عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکرؓ کی پیشکش کش کے باوجود حضرت ابو بکرؓ کو امام بنایا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایام علالت میں سترہ نمازیں پڑھائیں۔  
عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کرنے کا بیان

۱۔ ملا علی بن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۲ھ، مرقات ج ۱ ص ۹۶، مطبوعہ مکتبۃ ابراہیم خان ۱۳۹۰ھ



حضرت ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگے۔

حضرت ابو بکرؓ نے نماز پڑھا رہے تھے، اور اسی دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لے گئے اور حضرت ابو بکرؓ نے عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنظیم کی اور خود پیچھے جھٹ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مصلے پر بٹھا دیا اور اپنی امامت کو نماز کے درمیان سے چھوڑ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکرؓ کو اس فعل سے نہیں روکا اور یہ انہیں فرمایا کہ عبادت کے دوران تم میری تنظیم کو رہے ہو، اس سے معلوم ہوا کہ یہ کہنا غلط ہے کہ: "اور شیخ یا اسی جیسے اور بنگلہ کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی جہت کو لگا دینا اپنے میل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے بڑا ہے، کیونکہ شیخ کا خیال تو تنظیم اور بزرگی کے ساتھ انسان کے دل میں چھٹ جاتا ہے اور میل اور گدھے کے خیال کو تو نہ اس قدر پسندیدگی ہوتی ہے اور نہ تنظیم بلکہ حقیر اور ذلیل ہوتا ہے اور بغیر کی یہ تنظیم اور بزرگی جو نماز میں ملحوظ ہو وہ شرک کی طرف پھینک کر لے جاتی ہے۔" غور فرمائیے اس عبارت کے پیش نظر نماز میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف تنظیم سے خیال لانا شرک قرار پایا تو عین حالت نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بالفعل تنظیم کرنا کتنا بڑا شرک ہو گا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو حضرت ابو بکرؓ کو اس شرک سے درو کا تو آپ پر کیا حکم لگے گا۔

نیز امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله صليت مع النبي صلى الله عليه وسلم ليلة فلاميزل قائما حتى همت بأمر سوء قلنا ما همت قال همت أن أقول واذا النبي صلى الله عليه وسلم في

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تہجد کی نماز پڑھی، آپ بہت دیر تک کھڑے رہے، حتیٰ کہ میں نے ایک بری بات کا ارادہ کیا، ہم نے پوچھا آپ نے کیا ارادہ کیا تھا، کہا میں نے یہ ارادہ کیا تھا کہ میں بیٹھ جاؤں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا رہنے دوں۔

نعی نماز بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے لیکن حضرت ابن مسعود نے اس کو بُرا جانا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کھڑے رہیں اور وہ بیٹھ جائیں اس لیے ان کا یہ قیام صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تنظیم کا وجہ سے تھا، اور یہ تنظیم عین حالت نماز میں تھی۔

حضرت ابو بکرؓ کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کا بیان

علامہ علی قاری فرماتے ہیں کہ:

۱۔ شیخ اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم ص ۸۶ (ناری) مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور  
۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۵۲، ۱۵۳، مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ



امام نسائی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ جو آخری نماز پڑھی ہے وہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی ہے، اور مسلم شریف کی اس روایت میں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کا ذکر ہے، یہ ہفتہ یا اتوار کے دن ظہر کی نماز تھی، اور پیر کے دن صبح کی نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی، روایہ کہ بخاری اور مسلم کی روایات میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن صبح کی نماز کی جماعت کے وقت حجرہ سے باہر نکلے اور لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر خوش ہو کر واپس چلے گئے قرۃ مجید کی پہلی رکعت کا واقعہ ہے کیونکہ موسیٰ بن عقبہ نے منازی میں اور ابوالآحود نے عروہ سے روایت کیا ہے کہ پیر کی صبح کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بخارا تہ تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضل بن عباس اور ایک نوجوان کے سہارے مسجد میں تشریف لے گئے، اور لوگ اس وقت حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ایک رکعت پڑھ چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر کے پیلوں میں کھڑے تھے، حضرت ابوبکر نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو آگے کر دیا اور یہ دوسری رکعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں ادا کی، اس کے بعد آپ نے جو رکعت رہ گئی تھی وہ پڑھی۔

یہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری نماز تھی، اس کے بعد آپ کا وصال ہو گیا، بہر حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے اس حال میں تشریف لے گئے کہ نماز میں حضرت ابوبکر کو امام بنایا اور خود آپ نے اور تمام صحابہ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز پڑھی۔ سہ اور یہ حضرت ابوبکر کی خلافت کی طوٹ واضح اشارہ ہے، اور علامہ علی بنی نے تحریر فرمایا ہے کہ ایام و منات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عین بارگاہِ نبوی کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔ ۱۷

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا نام نہیں پایا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ سنا کہ آپ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض تھا بلکہ اس کی وجہ یہ تھی کہ سنی دارِ قطنی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جانب تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ تھے اور دوسری جانب کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ ہوتے تھے کبھی اسامہ بن زید اور کبھی فضل بن عباس رضی اللہ عنہم تو چونکہ دوسری جانب کوئی مبین شخص نہیں تھا۔ اس لیے آپ نے ”رجل آخر“ دوسرا شخص فرمایا تاکہ اس لفظ کا عموم میں ان صحابہ کو شامل ہے۔ ۱۸

حضرت ابوبکر کی اقتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کے متعلق احادیث

اہم ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ قالت صلی رسول اللہ صلی اللہ عن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

۱۷۔ علامہ قاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقاة المفاتیح ج ۳ ص ۱۰۲، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان، ۱۳۹۰ھ

۱۸۔ علامہ بدرالدین عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۵، ص ۱۹۰، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية مصر، ۱۳۴۸ھ

۱۹۔ علامہ قاری ج ۵ ص ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴



علیہ وسلم خلف ابی بکر فی مرضہ الذی مات  
فیہ قاعدۃ ۱۰۰

جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات  
ہوئی اس میں آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں  
بیٹھ کر نماز پڑھی۔

امام نسائی روایت کرتے ہیں:

عن انس قال آخر صلوٰۃ صلاھا رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع القوم صلی فی  
ثوب واحد متوشحاً خلف ابی بکر ۱۰۰

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ  
جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی  
اقتداء میں پڑھی دراک مالیکہ آپ نے ایک چادر  
پہنی ہوئی تھی اور سینہ پر اس کی گمرہ باندھی ہوئی  
تھی۔

امام احمد روایت کرتے ہیں:

عن انس قال آخر صلوٰۃ صلاھا  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
مع القوم صلی فی ثوب واحد  
متوشحاً خلف ابی بکر ۱۰۰

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کے ساتھ  
جو آخری نماز پڑھی وہ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں تھی  
دراک مالیکہ آپ نے ایک چادر پہنی ہوئی تھی اور  
سینہ پر اس کی گمرہ باندھی ہوئی تھی۔

اس حدیث کو امام ابن حبان نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ابویعلیٰ روایت کرتے ہیں:

عن انس قال صلی رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم خلف ابی بکر جالسا  
فی ثوب متوشحاً فی مرضہ الذی  
مات فیہ ۱۰۰

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
جس مرض میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات  
ہوئی اس میں آپ نے حضرت ابوبکر کی اقتداء میں  
ایک چادر پہن کر نماز پڑھی دراک مالیکہ آپ نے سینہ  
پر اس کی گمرہ باندھی ہوئی تھی۔

۱۰۰۔ امام ابویعلیٰ محمد بن یحییٰ ترمذی متوفی ۲۵۹ھ جامع ترمذی ص ۱۷۹، مطبوعہ دار محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۱۰۱۔ امام ابوعبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۱ ص ۱۰۰

۱۰۲۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۳ ص ۲۲۳، ۲۱۷، ۱۵۹، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

۱۰۳۔ حاکم فی المستدرک علیٰ ابی بکر البیہقی متوفی ۸۰۰ھ، معارج الظلمات الی زوائد ابن حبان ص ۱۰۵، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۱۰۴۔ حاکم احمد بن علی المثنیٰ التیمی متوفی ۳۰۰ھ، مسند ابویعلیٰ ج ۴ ص ۳۴۱، ۳۸۲، ۳۸۷، ۳۸۸، مطبوعہ دارالماحول تراث بیروت ۱۴۰۵ھ



امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

اخبرنا ابو عبد الرحمن السلمی من اصل

کتابہ ثنا ابو العباس الاصم ثنا ابو امیہ یعنی الطرسوسی

ثنا شباہ بن سوار ثنا شعبہ ثنا نعیم بن ابی ہند قال

سمعت ابی فائل یحدث عن مسروق عن عائشہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہا ان ابابکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صلی بالناس

فی رجب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الصف و

ھکذا رواہ بادل بن المحبر عن شعبہ (واخبرنا) ابو

عبد اللہ الحافظ انبا عبد اللہ بن محمد الفاکھی

ثنا ابن ابی مسرور ثنا بادل بن المحبر فذکرہ بشئ

روایۃ الطرسوسی عن شباہ بن سوار (وینا) عن الش

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی خلف ابی بکر

رضی اللہ عنہ قال الشافعی رحمۃ اللہ لوصلی رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خلف ابی بکر فمروا بمحمد ذاک

ان یكون صلی خلفه ابوبکر اخری قال الشیخ وقد ذهب

موسی بن عقبہ فی مغازیہ ان ابابکر صلی من صلاۃ

الصبح یوم الاثنين رکعتا وھو الیوم الذی توفی فیہ

النبی صلی اللہ علیہ وسلم فوجد النبی صلی اللہ علیہ

وسلم فی نفسه لحقة فخرج فصلی مع ابی بکر رکعتا

فلما سلم ابوبکر قام فصلی الركعة الاخری فیصل

ان تكون هذه الصلاۃ مراد من ذوی الفہ صلی

خلف ابی بکر فی مرقنہ فاما الصلاۃ التي صلاھا

ابوبکر خلفہ فی مرقنہ فھي صلوۃ الظهر یوم

الاحد او یوم السبت کما روینا عن

عائشہ وابن عباس فی بیان الظہر فلا

تكون بينهما منافاة ویصح الاحتجاج

بالخبر الاول - لہ

نیز امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی مترقی ۴۵۸ھ سن ۱۰۶۷ھ ص ۸۳ مطبوعہ نشر السنۃ لبنان

مداقل

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گرد و روتا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو نماز پڑھائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفت میں تھے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی، امام شافعی رحمہ اللہ نے کہا اگر ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھی ہو تو وہ اس کے خلاف نہیں ہے کہ دوسری بار حضرت ابوبکر نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی ہو، امام موسیٰ بن عقبہ نے مغازی میں لکھا ہے کہ پیر کے دن صبح کو حضرت ابوبکر نے ایک رکعت نماز پڑھائی، اور اسی دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی، اس دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاتہ محسوس ہوا، تو آپ نے اگر حضرت ابوبکر کے ساتھ ایک رکعت نماز پڑھی، جب حضرت ابوبکر نے سلام پھیرا تو آپ نے دوسری رکعت پڑھی، جن لوگوں نے مرض وفات میں حضرت ابوبکر کے پیچھے حضور کے نماز پڑھنے کی روایت کی ہے، ہر کتاب اس سے یہی مراد ہوا، اور حضرت ابوبکر نے جو نماز یا مہر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پڑھی تھی (جس کا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ذکر ہے) وہ تھتہ یا آوار کے دن ظہر کی نماز تھی جس کو حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے روایت کیا ہے پس دونوں مدثوں میں تضاد نہیں ہے۔



وفي هذه الرواية الصحيحة، ان النبي صلى الله عليه وسلم تقدم في تلك الصلاة، وعلق ابو بكر رضي الله عنه صلاته بصلوته. وكذلك رواه الاسود بن يزيد وابن اخيه عروة بن الزبير وكذلك رواه الامرقه بن شرحبيل عن عبيد الله بن عباس. وقد اخبرنا ابو الحسن محمد بن الحسين العلوي، قال: اخبرنا ابو حامد بن عرق قال: حدثنا ابراهيم بن عبد الله قال: حدثنا شاذان بن سوار، قال: حدثنا شعبة، عن نعيم بن ابي هند، عن ابي وائل، عن مسروق، عن عائشة، قالت: صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في مرضه الذي مات فيه خلف ابي بكر فاعدا، وكذلك روى عن الاسود عن عائشة في احدى الروایتين عن الاعمش

امام بخاری اور امام مسلم کی صحیح روایت میں یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھ کر مصلیٰ پر کھڑے ہو گئے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ (الحی قول) اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں حضرت ابو بکر کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھی۔

امام بیہقی نے اس حدیث کی متعدد اسانید بیان کیں پھر ایک اور سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر کی اقتداء میں ایک کپڑا اپنے سر سے ناز پڑھی جس کی دو طرفوں میں رسیاں تھیں گرہ لگی ہوئی تھی جب آپ نے اسٹخنے کا ارادہ کیا تو فرمایا اسامہ بن زید کو بلاؤ۔ وہ آئے تو آپ نے ان کے سینہ سے اپنی پشت کی ٹیک لگائی، یہ آپ کی پڑھی ہوئی آخری نماز تھی اس میں یہ دلیل ہے کہ آپ نے حضرت ابو بکر کی اقتداء میں جو نماز پڑھی وہ صبح کی نماز تھی اور یہی آپ کی آخری نماز تھی جس میں آپ نے حضرت اسامہ کو بلا یا تھا۔

یہ روایات اس پر دلالت کرتی ہیں کہ ایام مرض میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار خود صحابہ کو نماز پڑھائی (جس کا صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ذکر ہے) اور ایک مرتبہ حضرت ابو بکر کے پیچھے نماز پڑھی جیسا

اخبرنا ابراهيم بن سعيد محمد بن موسى بن الفضل، قال: حدثنا ابو العباس محمد بن يعقوب قال: حدثنا محمد بن اسحاق الصطافي قال: حدثنا ابن ابي مريم، قال: اخبرنا يحيى بن ايوب قال: حدثنا حميد الطويل عن ثابت البناني، حدثه عن انس بن مالك ان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى خلف ابي بكر رضي الله عنه في ثوب واحد مزد مخالفين طرفيه فلما اراد ان يقوم، قال: ادع لي اسامة بن زيد، فجاء فاستد ظمراة الى نحوه فكانت آخر صلاة صلاها

وفي هذا دلالة على ان هذه الصلاة التي صلاها خلف ابي بكر كانت صلاة الصبح فانها آخر صلاة صلاها، وهي التي دعا اسامة بن زيد حين فرغ منها فاوضاه في مسيرته

۱۔ امام ابو بکر احمد بن حنبل بیہقی سنن ۸۵۸، دلائل النبوت ج ۲، ص ۱۹۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت



بما ذكره اهل المغاربة - قلت فالذي قد علم  
هذه الروايات مع ما تقدم ان النبي صلى الله عليه وسلم  
صلى خلفه في تلك الايام التي كان يصلي بالناس  
مرة وصلى ابو بكر خلفه مرة وعلى هذا احملهما  
الشافعي رحمه الله في مغازي موسى بن عقبة وغيره  
بيان الصلوة التي صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم  
بعضها خلف ابي بكر، وهي صلاة الصبح من يوم  
الاثنين، وفيما روينا عن عبيد الله عن عائشة  
وابن عباس بيان الصلوة التي صلاها ابو بكر خلفه  
بعد ما افتتحها بالناس، وهي صلاة الظهر  
من يوم السبت، والاحد، فليتأنيب ان  
حافظ نور الدين الهيثمي بيان کرتے ہیں:  
عن جابر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم  
صلى خلف ابي بكر رواه الطبراني في الصغير  
والاوسط - ۱۱۱

کہ امام شافعی اور امام موسیٰ بن عقبہ نے بیان کیا ہے  
کہ آپ نے حضرت ابو بکر کے پیچھے جو نماز پڑھی وہ  
پیر کے دن صبح کی نماز تھی، اسے صحیح کی نماز کی دوسری رکعت  
تھی، صحیح بخاری میں جو ذکر ہے کہ آپ نے پیر کے  
دن صبح کی نماز میں جبرو سے مکمل کر صحابہ کو نماز پڑھتے  
ہوئے دیکھا اور واپس چلے گئے وہ پہلی رکعت  
کا واقعہ ہے، اور حضرت عائشہ اور حضرت ابن عباس  
سے جو روایات ہیں کہ ایام وفات میں رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم آئے، اور حضرت ابو بکر پیچھے ہو  
گئے اور حضور نے نماز پڑھا، یہ ہفتہ یا اتوار  
کے دن ظہر کی نماز تھی، سوال حدیثوں میں کوئی خاص نہیں ہے

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت  
ابو بکر کی اقتداء میں نماز پڑھی، اس کو امام طبرانی  
نے صغیر اور اوسط میں روایت کیا ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نماز پڑھانے کے متعلق علماء شیعہ کا نظریہ ابراہیم  
اصلی لکھتے ہیں:

جب بھی صلے اللہ علیہ وسلم کا مرض غریب ہو گیا  
تو آپ نے حضرت ابو بکر کو حکم دیا کہ وہ صحابہ کو نماز  
پڑھائیں، اور ان کے لیے حضرت ابو بکر نے کتنی  
نمازیں پڑھائیں اس میں اختلاف ہے، ضعیف کا زعم  
یہ ہے کہ حضرت ابو بکر نے صحابہ کو صرف ایک نماز  
پڑھائی تھی اور بعد میں ناسی ہے جن میں رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تھے اور حضرت  
علی اور حضرت فضل کے درمیان ان کے کندھوں کے

فلما اشتد به المرض امر ابا بكر ان  
يصل بالناس وقد اختلفت في صلوة به  
فالشيعة تزعم انه لم يصل بها الا صلوة  
واحدة وهي الصلوة التي خرج رسول الله  
صلى الله عليه وسلم منها يتهاذى بين  
علي والفضل فقام في المحراب مقاماً  
وتأخو ابو بكر والصحيح عندي وهو الاكثر  
الاشهر انها لم تكن آخر الصلوة في حياته

۱۱۔ امام ابو بکر احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، دلائل النبوت ج ۲، ص ۱۹۳-۱۹۴، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت  
۱۲۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۴، ص ۲۶، مطبوعہ دار الکتب العربیہ بیروت ۱۴۰۲ھ



صلی اللہ علیہ وسلم بالناس جماعة و  
ان ابابکر صلی بالناس بعد ذلک  
یومین ثمرات یلہ

سہل سے چل کر گئے تھے، پھر آپ محراب میں  
حضرت ابوبکر کی جگہ کھڑے ہوئے اور وہ پیچھے  
ہٹ گئے اور میرے نزدیک صحیح یہ ہے اور  
یہی جمہور کا مختار ہے اور شہور ہے کہ یہ نبی صلی  
اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ کی آخری جماعت کرانے  
کی نافرمانی تھی، اس کے بعد حضرت ابوبکر نے دو  
دن صحابہ کو نمازیں پڑھائیں پھر آپ کی وفات ہو گئی۔

جب امام کے آنے میں وسیع ہو تو کسی اور  
شخص کو امام بنانے کا جواز

حضرت سہیل بن سعدی رضی اللہ عنہ بیان  
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو قریظہ  
بن عوف کے ہاں صلح کرانے تشریف لے گئے،  
جب نماز کا وقت آگیا تو موزن حضرت ابوبکر کے پاس  
گیا اور کہنے لگا اگر آپ جماعت کو اس میں نہیں سمجھتے  
کہوں، انھوں نے کہا ہاں، حضرت سہیل کہتے ہیں کہ  
حضرت ابوبکر نے جماعت شروع کرادی، اور  
اسی اشارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف  
لے آئے اور (پہلی صف میں جا کر کھڑے ہو گئے  
حضرت ابوبکر چونکہ انتہائی اہٹاک اور استغراق سے  
نماز پڑھتے رہے صحابہ کرام نے جب دیکھا  
کہ حضرت ابوبکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
آگے کا پتا نہیں چلا، تو انھوں نے اتر کر اٹھانا  
شروع کیے، جب بکثرت اٹھ مارنے کی آواز  
سنانی دی، تو حضرت ابوبکر متوجہ ہوئے اور  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز میں دیکھا۔ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں اشارہ کیا کہ اسی

بَابُ تَقْدِيمِ الْجَمَاعَةِ مَنْ يُصَلِّي بِهِمْ إِذَا  
تَأَخَّرَ الْإِمَامُ وَكَوْنِهَا فَوْا مُفْسِدَةً بِالتَّقْدِيمِ  
۸۵۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى  
مَالِكٍ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ السَّعْدِيِّ  
أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَهَبَ إِلَى  
بَنِي عَوْفٍ مِنْ عَوْفٍ لِيُصَلِّيَ بَيْنَهُمْ فَجَاءَتْ  
الصَّلَاةُ فَجَاءَ الْمُؤَدِّنُ إِلَى أَبِي بَكْرٍ فَقَالَ أَصَلِّي  
بِالنَّاسِ فَأَبَيْتُمْ قَالَ نَعَمْ قَالَ صَلَّى أَبُو بَكْرٍ  
قَالَ فَجَاءَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَالنَّاسُ فِي الصَّلَاةِ فَتَخَلَّصَ حَتَّى وَقَفَ فِي  
الصَّفِّ فَصَفَّقَ النَّاسُ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ لَا يَلْتَفِتُ  
فِي الصَّلَاةِ فَلَمَّا أَكْثَرَ النَّاسُ التَّصْفِيقَ انْتَفَتَ  
قَرَأَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاشَارَ  
إِلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ  
امْكُثْ مَكَانَكَ فَزَفَعَ أَبُو بَكْرٍ يَدَيْهِ نَحْوَهُ  
اللَّهُ عَلَى مَا أَمَرَكَ بِهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَلِكَ ثُمَّ اسْتَأْخَرَ أَبُو بَكْرٍ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ حَتَّى اسْتَوَى فِي الصَّفِّ وَ  
تَقَدَّمَ الرَّسُولَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



ثُمَّ انْصَرَفَ فَقَالَ يَا أَبَا بَكْرٍ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَتَّخِذَ إِذَا أَمَرْتُكَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ مَا كَانَ لِابْنٍ قُحَاظَةٌ أَنْ يُصَلِّيَ بَيْنَ يَدَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا لِي بِمَا أَتَيْتُكُمْ أَكْثَرُكُمْ التَّصْفِيقُ مَنْ تَابَهُ شَيْءٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيَسْتَبِحْ فَإِنَّهُ إِذَا سَبَّحَ انْتَفَتَ إِلَيْهِ رَأْسُهَا التَّصْفِيقُ لِلنَّسَاءِ

طرح نماز پڑھاتے رہیں، حضرت ابو بکر نے دونوں ہاتھ بلند کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم پر اللہ تعالیٰ کی حمد کی پھر حضرت ابو بکر صلی اللہ علیہ وسلم نے صفت میں مل گئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صلی پر اگر (بقیہ نماز کی) جماعت کرائی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر سے فرمایا اے ابو بکر میرے حکم دینے کے بعد تم کو دعا کرائے سے کس چیز نے روکا تھا، حضرت ابو بکر نے جواب دیا "ابن تمنا" سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ ہوتے وہ جماعت کرائے "پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تم اس قدر کثرت سے ہاتھ پر ہاتھ کیوں مار رہے تھے، جب نماز میں کوئی امر حادث ہو تو سبحان اللہ کہہ کر۔ جب سبحان اللہ کہا جائے گا تو امام متوجہ ہو جائے گا، البتہ عزرائیں (امام کو ٹوکنے کے لیے) ہاتھ پر ہاتھ ماریں۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان کی ہے اس میں یہ ہے کہ ابو بکر نے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور اسے پاؤں دھو کر صفت میں مل گئے۔

۸۵۴۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ الْعَزِيزِ يَعْنِي ابْنَ أَبِي حَازِمٍ مَرَّةً قَالَ قُتَيْبَةُ تَنَايَعُ قَوْمٌ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْقَادِرِيُّ كَلَامُهُ عَنْ أَبِي حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ بِمِثْلِ حَدِيثِ مَا لَكَ وَفِي حَدِيثِهِمَا قَدْ رَأَى أَبُوبَكْرٍ يَدِيهِ يُحَمِّدُ اللَّهَ وَرَجَعَهُ الْقَهْقَرَى وَرَأَى حَتَّى قَامَ فِي الصَّلَاةِ ۸۵۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَرْزُوقٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا عَبْدِ اللَّهِ الرَّحْمَنِيَّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا حَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ الشَّاعِرِيِّ قَالَ دَهَبَ بَيْنِي وَاللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيُ بَيْنَ بَنِي عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ بِمِثْلِ حَدِيثِهِمْ وَرَأَى حَتَّى رَمَى اللَّهُ صَلَّى

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی عمر بن عوف میں صلح کرائے تشریف لے گئے، (بقیہ حدیث حسب سابق ہے) البتہ اتنا اضافہ ہے کہ جب آپ آئے تو آپ مغفول کو چیر کر پہل صفت میں شامل



اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ فَتَعْرِقُ الْصُفُوفَ حَتَّى تَأْمُرَ عِنْدَ الصَّيْفِ  
السَّقْدَمِ وَفِيهِ أَنْ أَبَا بَكْرٍ رَجَعَ الْقَهْمِي

٨٥٦ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَحَسَنُ بْنُ سَعِيدٍ  
الْحَمَلِيُّ جَمِيعًا عَنْ عَبْدِ الرَّمَّانِ قَالَ قَالَ ابْنُ رَافِعٍ  
نَاغِيَةُ الرَّمَّانِ قَالَ نَاثِرُ بْنُ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي  
ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُذَيْفَةَ بْنِ يَسَادٍ أَنَّ عُمَرَ وَ  
ابْنَ الْمُغِيرَةِ ابْنَ شُعْبَةَ أَخْبَرَا أَنَّ الْمُغِيرَةَ ابْنَ  
شُعْبَةَ أَخْبَرَهُ أَنَّ عَمَّامَةَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمَّا قَالَ الْمُغِيرَةُ قَسَمَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ الْخَاشِطِ وَ  
حَمَلَتْ مَعَهُ إِذَا وَكَ قَبْلَ صَلَوةِ الْفَجْرِ فَلَمَّا  
رَجِعَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَتْ  
أَخَذَتْ أَهْرَاقَ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْإِدَاءِ وَ  
غَسَلَتْ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ غَسَلَتْ وَجْهَهُ  
ثُمَّ ذَهَبَ يُخْرِجُ جَبَّتَهُ عَنْ ذِرَاعِيهِ فَضَاقَ  
كُلَّمَا جَبَّتَهُ فَأَدْخَلَ يَدَيْهِ فِي الْجَبَّةِ حَتَّى  
أَخَذَ ذِرَاعِيَهُ مِنْ أَسْفَلِ الْجَبَّةِ وَغَسَلَ  
ذِرَاعِيَهُ إِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ تَوَضَّأَ عَلَى خَفِيٍّ  
ثُمَّ أَقْبَلَ قَالَ الْمُغِيرَةُ فَأَقْبَلَتْ مَعَهُ حَتَّى  
بَلَغَ الثَّمَامَ قَدْ قَدَّمَ مَوَاعِدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ  
فَصَلَّى لَهُمْ فَأَذْرَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَحَدَ الْوَلَعَتَيْنِ فَصَلَّى مَعَ النَّاسِ الْوَلَعَةَ الْثَوْنَةَ  
فَلَمَّا سَلَّمَ عِنْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ قَامَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِهِنَّ صَلَوةً فَأَفْرَعَ ذَلِكَ الْمُسْلِمِينَ  
فَاكْتَرُوا التَّسْبِيحَ فَلَمَّا قَضَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ صَلَوةً أَقْبَلَ عَلَيْهِمْ ثُمَّ قَالَ احْسِنُوا وَقَالَ قَدْ  
أَمَرْتُكُمْ بِغَيْطِهِمْ أَنْ صَلُّوا الصَّلَوةَ لَوْ قَرَّبَتْهَا

۸۵۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ وَالْحَلَوَانِيُّ

ہو گئے اور حضرت ابو بکر اسے پاؤں پیچھے لٹکے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ تبوک کے جہاد میں تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قضا و حاجت کے لیے باہر نکلے، میں پانی کا ایک گڈول لے کر آپ کے ساتھ صبح کی نماز سے پہلے چلا، جب آپ لوٹے تو میں گڈول سے آپ کے ہاتھوں پر پانی ڈالنے لگا، آپ نے تین بار دونوں ہاتھوں کو دھویا پھر منہ دھویا، اس کے بعد آپ جب اپنے بازوؤں پر چڑھانے لگے تو آستینیں تنگ تھیں، اس لیے آپ نے اپنے دونوں ہاتھ جے کے اندر کیے اور اندر کی جانب سے باہر نکال لیے اور پھر ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھویا اور مڑوں پر مسح کیا اور پھر چل پڑے، میں بھی آپ کے ساتھ چلا جب پیچھے تو دیکھا کہ لوگوں نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کو امام بنالیا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رکعت ملی، آپ نے دوسری رکعت لوگوں کے ساتھ پڑھی جب حضرت عبدالرحمن بن عوف نے سلام پھیرا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم دوسری رکعت پڑھنے کے لیے کھڑے ہوئے تو لوگ پریشان ہو گئے اور انھوں نے کثرت سے سبحان اللہ کہنا شروع کر دیا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پوری کر لی تو ان کی جانب متوجہ ہوئے اور فرمایا تم نے اچھا کیا یا فرمایا تم نے ٹھیک کیا اور بروقت نماز پڑھنے پر ان کی تعریف فرمائی۔

پسند آئے تو کوئی شخص جماعت کراہے۔  
امام سلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند ہے



بھی یہ روایت منقول ہے اس میں یہ ہے کہ منیرہ کہتے ہیں کہ میں نے عبدالرحمن بن عوف کو کچھ کھانے پر بلایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے

وہ۔

قَالَ نَاعَبِدُ الرَّسْمَ اِنْ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ شِهَابٍ عَنْ اِسْمَاعِيلَ بْنِ مُخْتَدٍ بْنِ سَعْدٍ عَنْ حَمْرَةَ بِنْتِ اَلْعُيَيْنَةِ تَخَوُّ حَيَاتِ يَعْنَادٍ قَالَ الْفَيْرَةُ فَأَمَّا ذُنُّ قَابِضٍ عِنْدَ الرَّحْمَنِ بْنِ سَعْدٍ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعْنَا .

باب مذکور کی احادیث کے مسائل | اس باب کی احادیث سے حسب ذیل مسائل مستنبط ہوتے ہیں:

۱۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسجد کا مقرر شدہ امام اگر ناز کے وقت پر نہ آ سکے تو کوئی اور شخص اس کی جگہ جماعت کرا سکتا ہے۔

۲۔ مؤذن رسول نے تمام صحابہ کے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکر سے جماعت کرانے کے لیے عرض کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مؤذن رسول اور تمام صحابہ کرم کے ذہنوں میں یہ بات موجود تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر سب سے افضل ہیں اور وہی جماعت کرانے کے اہل ہیں۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناز کی کچھ مقدار حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھی اور یہ حضرت ابوبکر کی اہم فضیلت ہے۔

۴۔ تمام صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر بہ کثرت ہاتھ پر ہاتھ مار کر آواز پہلایا اور اس کا سبب صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتدی ذریعہ بلکہ امام بنیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم صحابہ کرام نے عین حالت ناز میں کی اس سے معلوم ہوا کہ ناز میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر یا آپ کا نام آئے تو آپ کا تصور تعظیم سے کرنا لازم ہے۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو جماعت کراتے رہنے کا اشارہ کیا اس کے باوجود حضرت ابوبکر پیچھے ہٹ کر صفت میں مل گئے، اس سے معلوم ہوا کہ ادب کا مقام حکم پر مقدم ہے۔

۶۔ ناز میں حضرت ابوبکر کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر پیچھے ہٹنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے سبب تھا اس سے معلوم ہوا کہ عین حالت ناز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم جائز ہے۔

۷۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امام کو متنبہ کرنے کے لیے مردوں کو حکم دیا کہ وہ سبحان اللہ کہیں اور عورتوں کو حکم دیا کہ وہ ایک ہاتھ کی سبیل دروسے ہاتھ کی پشت پر ماریں اور یہ اس لیے تھا کہ عورت کی آواز بھی عورت ہے، اور بلا ضرورت شرعیہ عورت کو اجنبی مردوں کے سامنے بولنا جائز نہیں ہے۔

۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبدالرحمن بن عوف کی اقتداء میں بھی ناز پڑھی ہے (اس موقع پر حضرت ابوبکر موجود نہ تھے)۔

۹۔ لوگوں کے درمیان صلح کرانے کی فضیلت، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنو عمرو بن عوف کے



اس صلح کرانے گئے

- ۱۰۔ امام کی غیر موجودگی میں اس شخص کو امام بنایا جانے جو باقی لوگوں میں سب سے افضل ہو۔
- ۱۱۔ مؤذن کو چاہیے کہ وہ اس موقع پر کسی افضل شخص سے نماز پڑھانے کے لیے کہے اور وہ اس کی موافقت کرے۔
- ۱۲۔ ضرورت کی بناء پر نماز میں مڑ کر دیکھنا، کیونکہ حضرت ابو بکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مڑ کر دیکھا۔
- ۱۳۔ جب کوئی نعمت ملے تو اللہ تعالیٰ کے شکر ادا کرنے کا استحباب، کیونکہ حضرت ابو بکر نے اس پر اللہ کی حمد کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امامت کو برقرار رکھا۔
- ۱۴۔ نعمت کے حصول پر نماز ہی میں اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے اور دعا کے لیے دعا اٹھانے کا جواز۔
- ۱۵۔ نماز میں ایک دو قدم چلنے کا جواز، کیونکہ حضرت ابو بکر نماز میں پیچھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔
- ۱۶۔ درمیان نماز میں کسی دوسرے شخص سے نماز پڑھوانے کا جواز۔
- ۱۷۔ جب مقبوع اور مطاع اپنے تابع اور مطیع کو اس کے اعزاز و اکرام کے لیے کسی کام کا حکم دے تو اس کے لیے اس کا کہنا ضروری نہیں ہے بلکہ اس کو ذکرنا جائز ہے، اور یہ اس کے حکم کی مخالفت نہیں ہے بلکہ اس کا ادب اور تواضع ہے۔
- ۱۸۔ حضرت ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے باوجود مصیٹے سے پیچھے ہو گئے اور حضرت عبدالرحمن بن عوف آپ کے حکم پر عمل کر کے نماز پڑھاتے رہے۔ حضرت ابو بکر نے الادب فوق الامر پر عمل کیا اور حضرت عبدالرحمن بن عوف نے الامر فوق الادب پر عمل کیا۔
- ۱۹۔ اکابر کے سامنے ادب کرنا لازم ہے۔
- ۲۰۔ نماز کو وقت مقررہ پر ادا کرنے کی فضیلت۔
- ۲۱۔ علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اگر عورتوں نے امام کو متنبہ کرنے کے لیے تالی بھائی تو نماز فاسد ہو جائے گی، کیونکہ تالی بھانا لہو و لعاب ہے۔

امام کو متنبہ کرنے کے لیے مرد سبحان اللہ

کہیں اور عورتیں لا تھو پر لا تھو یاریں

حضرت ابومریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد سبحان اللہ کہیں اور عورتیں لا تھو پر لا تھو یاریں۔

بَابُ تَسْبِيحِ الرَّجُلِ وَتَصْفِيْقِ الْمَرْأَةِ

إِذَا نَابَهُمَا شَيْءٌ فِي الصَّلَاةِ

۸۵۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَغُنْدَرُ الْقَافِلُ وَمُحَمَّدُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا حَدَّثَنَا شُعْبَانُ بْنُ حَجَّيْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ رَجَا سَكَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَحَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَحَرَمَلَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَا نَابَنِي وَهَبٍ



قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي  
سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ وَابْنُ سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
أَنَّهُمَا سَمِعَا أَبَاهُمَا يَزِيدَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ التَّسْبِيحُ لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ  
لِلتَّسْبِيحِ وَادَّخَرْتُكُمْ فِي رِوَايَتِهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ وَقَدْ  
رَأَيْتُ رِجَالًا مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ يَسْتَبْشِرُونَ وَيُسَبِّحُونَ.

۸۵۹. وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ قَالَ الْقَعْلُ  
يَعْنِي ابْنَ عِيَّانٍ ۛ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ قَالَ يُونُسُ  
مُعَاوِيَةَ ۛ وَحَدَّثَنَا الْحُفَافُ بْنُ بُرَّانٍ قَالَ قَالَ  
يَعْنِي يُونُسُ كُتَيْبَةَ عَنْ الرَّعْشِيِّ عَنْ أَبِي  
صَالِحٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ.

۸۶۰. وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ زَاوِيَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ الرَّحْمَنِ  
قَالَ نَاعِمَةُ عَنْ هَمَّامٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ النَّبِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ وَنَادَى فِي الصَّلَاةِ.

بَابُ الْأَمْرِ بِتَحْسِينِ الصَّلَاةِ وَإِتْمَامِهَا  
وَالْخُشُوعِ فِيهَا

۸۶۱. حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ الْعَلَاءِ  
الْهَمْدَانِيُّ قَالَ قَالَ يُونُسُ أَسَمَةُ عَنْ الزُّبَيْدِيِّ  
ابْنِ كُرَيْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي سَعِيدُ بْنُ أَبِي سَعِيدٍ الْمَقْبُرِيُّ  
عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَئِذٍ انْصَرَفَتْ وَكَانَ  
يَا حُلَّانُ إِلَّا حُسَيْنٌ صَلَوَاتُكَ إِلَّا يَنْظُرُ انْصَلَى  
إِذَا صَلَى كَيْفَ يَصَلِّي لِنَفْسِهِ إِيَّاهُ وَاللَّهُ لَا يَغْفِرُ  
مَنْ ذَرَأَ إِيَّاهُ كَمَا أَبْغَضَ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ.

۸۶۲. حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ مَالِكٍ  
ابْنِ أَنَسٍ عَنْ أَبِي زَيْنَادٍ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے  
بھی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے ایسی ہی روایت  
کی ہے۔

امام مسلم نے ایک اور سند سے بھی حدیث  
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایسی ہی روایت بیان  
کی لیکن اس میں نماز کا بھی اضافہ ہے۔

نماز کو مخصوص خشوع اور اچھی طرح سے پڑھنے  
کا حکم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک روز جماعت  
کرنے کے بعد ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا  
اے شخص! تم نے نماز اچھی طرح کی ہے لیکن ادھر  
کیا نماز کی نماز پڑھتے وقت یہ گور نہیں کرتا کہ وہ  
کس طرح نماز پڑھ رہا ہے! وہ شخص اپنے لیے  
نماز پڑھتا ہے! سمجھا! اس بات میں کوئی شک  
نہیں کہ میں تم کو پس پشت بھی یقیناً ایسے ہی دیکھتا  
ہوں جیسا کہ سامنے سے دیکھتا ہوں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم یہ سمجھتے



نہ تھا راکھ کو غصہ ہو تا ہے نہ سجود اور بے شک  
میں تم کو اپنی پس پشت سے جھونکھتا ہوں۔  
حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے  
ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجود  
اچھی طرح ادا کیا کرو قسم اللہ کی بلا شک و شبہ میں تمہیں  
اپنی پس پشت سے جھونکھتا ہوں۔ بعض دفعہ فرمایا  
میں تم کو تمہاں سے رکوع اور سجود کی حالت میں جھونکھتا  
رہتا ہوں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی  
کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رکوع اور سجود پورا  
پورا کیا کرو پس بجا ملے اپنی پشت کے پیچھے سے  
تم کو تمہاں سے رکوع اور سجود کی حالت میں جھونکھتا  
رہتا ہوں۔

قَالَ هَلْ تَرَوْنَ قَبْلِي هَهُنَا فَوَاللَّهِ لَا يَخْفَى عَلَيَّ رُكُوعُكُمْ  
وَلَا سُجُودُكُمْ وَإِنِّي لَأَرَاكُمْ مِمَّنْ دُمَا يَدُ ظَهْرِي  
۸۶۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا  
نَحْنُ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ تَأْتِيهِ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ  
يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ أَتَيْتُمَا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَوَاللَّهِ إِنِّي  
لَأَرَاكُمْ مِمَّنْ بَعْدِي وَرَجِمَا قَالَ مِنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا  
رَكَعْتُمْ وَتَسَجَّدْتُمْ۔

۸۶۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو عَيسَى التَّمِيمِيُّ قَالَ نَا  
مَعًا يُعْنَى ابْنُ وَشَّامٍ قَالَ أَنَا فِي حَرْفٍ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ  
بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا ابْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ سَيِّدِ بْنِ كِلَابٍ  
عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ أَتَيْتُمَا الرُّكُوعَ وَالسُّجُودَ فَوَاللَّهِ إِنِّي  
لَأَرَاكُمْ مِمَّنْ بَعْدِ ظَهْرِي إِذَا مَارَكَعْتُمْ وَإِذَا مَسَجَّدْتُمْ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بصارت کے والٹی ہونے کا بیان | امام بخاری کی روایت کرتے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا  
تم یہ سمجھتے ہو کہ میں صرت سامنے دیکھتا ہوں تم  
بجائے مجھ پر تمہاری نماز کی ظاہری حالت پر شبہ و شک  
ہے اور باطنی حضور خیر ہے۔ یہ شک اب نہیں رہے گا مجھے سے پہلے

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم قال هل ترون قبلي ههنا والله ما  
ينحني علي ركو عكم ولا خشوعكم واني  
لا اراكم من دماما ظهري۔

بخاری اور مسلم کا ان احادیث مذکورہ سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے دوران  
اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ طاقت سے سامنے اور پس پشت سب کچھ دیکھتے تھے اور نمازیوں کے احوال  
میں سے کوئی حال آپ کی نگاہ سے مخفی نہ تھا۔ ان کا رکوع اور سجود، ظاہر اور باطن شہادت اور حقیقت  
سب آپ کے سامنے عیاں اور بیاں تھا یہ تو نماز کے دوران کی کیفیت تھی اور نماز کے علاوہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی کیفیت اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے۔

حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما ایک طویل حدیث کے ضمن میں بیان فرماتے ہیں جس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی



اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من شیء کما کن اریته الا ما یتہ فی  
مقامی هذا حتی الجنة والنار۔ ۱۷اس مقام پر مجھے ہر وہ چیز دکھادی گئی جو میں  
نے اس سے پہلے نہیں دیکھی تھی یہاں تک کہ جنت  
اور دوزخ بھی دکھادی گئی۔اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھنے کی یہ صفت دائمی تھی یا عارضی  
راقم الحروف کا فرق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت دائمی تھی کیونکہ نازک کے اندر ابیدہ باہر تمام کائنات  
کو تمام جہات سے دیکھنا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ وہ نعمت دے کر اس وقت  
تک واپس نہیں لیتا جب تک بندہ ناشکری نہ کرے اور اگر شکر ادا کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس نعمت میں زیادتی  
فرماتا ہے، ارشاد ہے:

لئن شکرت لآزیدنک۔

اگر تم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو تو اللہ تعالیٰ تمہارا

نعمتوں میں زیادتی کرے گا۔

(ابراہیم: ۷)

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی شخص شکر گزار نہیں ہے پس ثابت ہوا کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کے دیکھنے کی اس کسفت میں ترقی تو متوقع ہے کسی ممکن نہیں، اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں یہ صفت دائمی علیٰ درجہ الترقی ثابت ہے۔  
نیز اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مطلق کر کے فرماتا ہے:

وقل دینا فی علمنا۔

آپ دعا مانگیں کہ اسے اللہ میرے علم میں

زیادتی عطا فرما۔

(طہ: ۲۰)

عذر فرمائیے کہ جب اللہ تعالیٰ کا مقصود یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی ہو  
اور کائنات کو ہمہ جہات سے دیکھنا علم کا سبب ہے اور دائماً دیکھنا علم میں زیادتی کا سبب ہے تو اللہ  
تعالیٰ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی کا خواہاں ہے وہ آپ کو حقائق اشیاء ایک بار دکھا کر  
روک لے گا یا دائماً علی سبیل الترقی دکھاتا رہے گا!  
نیز قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اور یہ رسول تم پر گواہ ہوں۔

و یكون الوسی علیکم شہیداً۔ (بقرة: ۱۴۳)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام امت کے گواہ ہیں اس لیے ضروری ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
قیامت تک کے تمام امتیوں اور ان کے احوال و اعمال کو دیکھ کر گواہی دیں، اگرچہ سن کر بھی دی جاتی  
ہے لیکن گواہی میں اصل یہ ہے کہ دیکھ کر گواہی دی جائے اور کامل گواہ وہی ہوتا ہے جو واقعہ کو دیکھ کر گواہی دے  
اللہ! اللہ! وہ ایسے گواہ ہیں کہ روز محشر اپنی امت کی گواہی دیں گے آخرت میں انبیاء سابقین کی گواہی دیں گے میدان



حشر میں جب کفار انبیاء علیہم السلام کی ہر حجت اور ہر دلیل کو روک دیں گے تو انبیاء کا واحد منہارا حضور کی شہادت ہوگی وہ کیسا عجیب وقت ہوگا کجب کفار نبیوں کو جھٹلا چکے ہوں گے اور نبیوں کی نگاہیں آپ کے چہرہ کی طرف لگی ہوئی ہوں گی، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھیں گے اور انبیاء علیہم السلام کے حق میں گواہی دے کر ان کی صداقت پر جہر لگادیں گے، انبیاء علیہم السلام سرخرو ہوں گے اور کفار جھوٹے ہو جائیں گے اللہ تعالیٰ اس واقعہ کی منتظر کشی کرتے ہوئے فرماتا ہے!

تکلیف اذا جئنا من کل امۃ بشہید وجئنا  
بک علی ہولاء شہیداً۔  
وہ کیسا سماں ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک  
گواہ لائیں گے اور ان تمام گواہوں پر آپ کی شہادت  
پیش کریں گے۔ (نساء: ۱۳۱)

اللہ اللہ! وہ کس کس کے گواہ ہیں دنیا میں لوگوں نے خدا کو جھٹلایا تو خدا کی ذات پر گواہی دی آخرت میں کفار  
نے۔ انبیاء کو جھٹلایا تو انبیاء کی رسالت پر گواہی دی اور جب آخرت میں امت کو گواہی کی ضرورت  
پڑی تو ان کی صداقت پر گواہی دی۔

کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ شہادت سن کر بھی ہوتی ہے اس لیے ہو سکتا ہے آپ نے امت کے  
حق میں سن کر گواہی دی ہوگی، امت کی ذات و صفات اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے بڑھ کر تو نہیں ہیں  
جب انھوں نے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی گواہی سن کر نہیں دیکھ کر وہی ہے قرامت کے اعمال و  
احوال کس شمار قطار میں ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں دیکھ نہ سکتے!

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی دیکھو شہید! کی تفسیر میں فرماتے ہیں:  
یعنی ہاں رسول شہادت گزارا کہ اوہ مطلع  
امت بخبر نبوت بر مرتبہ ہر مرتبہ بدین خود کہ در  
کدام درجہ از دین من رسیدہ و حقیقت ایمان او  
پیمیت و حجاب ہے کہ بر آن از ترقی مجزب مانند است  
کدام است پس او سے شناسد گناہاں شمارا و  
درجات شمارا و اعمال نیک و بد شمارا و اخلاص  
و نفاق شمارا۔  
اور تہاں سے اچھے سے اعمال اور اخلاص و نفاق  
کو پہچانتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہ ہونے کی بحث میں یہ بات بالکل بے غبار ہو کر سامنے آگئی،  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر چیز کو ہمہ جہت سے دیکھنے کی صفت والہی تھی، وہ جب حیات  
ظاہری سے اس کائنات میں جلوہ افروز تھے اس وقت بھی سب کو دیکھ رہے تھے اور جب کہ قبرانہ



ہیں ہیں اب بھی سب کو ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

ایک اور وجہ سے غور فرمائیں کہ کسی شخص کو کوئی نعمت داتا دینے کی پار و جہیں ہوتی ہیں اول یہ کہ دینے والے میں نعمت دینے سے کوئی کمی آجاتی ہو، اس لیے وہ نعمت واپس لے لیتا ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ دینے والے میں تو کمی نہیں آتی لیکن لینے والا اس نعمت کا اہل نہیں ہوتا نعمت کو ضائع کر دیتا ہے اس لیے نعمت واپس لے لی جاتی ہے تیسری وجہ یہ ہے کہ لینے والا نعمت دینے والے کی مرضی کے خلاف کام کر کے اس کو ناراض کر دیتا ہے اس لیے وہ نعمت واپس لے لیتا ہے، چوتھی وجہ یہ ہے کہ نعمت لینے والے سے زیادہ کوئی اور محبوب ہوتا ہے اس لیے وہ اس سے نعمت لے کر اپنے محبوب کو دے دیتا ہے۔

اب سوچئے اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی یہ عظیم نعمت دینے سے اس کے ہاں کوئی کمی نہیں کمی ہوتی تو ابتداً خود بتا ہی نہیں، اس لیے پہلا سبب نہیں ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی اور اہل اور نعمت رکھنے کا محتاجیت والا بھی نہیں، اس وجہ سے دوسرا سبب بھی نہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مرضی کے خلاف کام کر کے اس کو ناراض کرنے والے ہیں بلکہ ان کا تو یہ مقام ہے کہ خود اللہ تعالیٰ ان کی شتا کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

قل ان اتبع الا ما یوحی الی۔  
آپ فرما دیجیے کہ میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کے  
بغیر کوئی کام نہیں کرتا۔

(احقاف: ۹)  
پھر اللہ تعالیٰ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ناراض ہونا کیونکہ ممکن ہے جبکہ اس نے دنیا اور آخرت  
میں خود آپ کو راضی کرنے کے اعلان فرمائے ہیں:

فسبح و اطراف النهار لعلک ترضی۔  
آپ صبح شام تسبیح کریں تاکہ آپ اللہ سے  
راضی ہو جائیں۔

(طہ: ۱۳۰)  
ولسوف یعطیک ربک فترضی۔  
وہ دے گا کہ آپ کو راضی کر دے گا۔

(جنح: ۵)  
اس لیے نعمت دے کر واپس لینے کا تیسرا سبب بھی نہیں ہو سکتا، یہ کیا نعمت واپس لینے کا چوتھا  
سبب تو وہ یہ ہے کہ نعمت لینے والا اللہ کا محبوب نہ ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر  
اللہ کا کوئی محبوب نہیں ہے تو یہ کیسے ممکن ہے اللہ تعالیٰ اپنے حبیب کو کوئی نعمت اور کمال عطا  
کرے اور پھر واپس لے لے۔

عبارت محبت میں بھی کوئی شخص اپنے محبوب کو کوئی چیز دے کر واپس نہیں لیتا، محبت ٹوٹ جائے  
تب بھی وسیع النظرات محب، محبوب سے چیز واپس نہیں لیتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اللہ کے  
حقیقی محبوب ہیں جہاں محبت میں ٹوٹنے کا تصور بھی نہیں، پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب  
کو کوئی نعمت دے اور پھر واپس لے لے۔

خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے اندر اور نماز کے باہر  
ہر جہات دیکھنے کی طاقت عطا فرمائی اور یہ نعمت دے کر واپس نہیں لی بلکہ دائماً عطا فرمائی ہے، کیوں کہ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کائنات میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ شکر گزار بندے ہیں اور شکر کرنے پر اللہ تعالیٰ نعمت میں زیادتی کرتا ہے، دوسرے اس لیے کہ اللہ کا مطلوب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم میں زیادتی ہو اور زیادتی اس نعمت کے دوام سے حاصل ہوگی میرے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کے احوال و اعمال پر گواہ بنایا اور جنہوں نے خدا کی ذات و صفات کی گواہی بھی دیکھ کر دی ہے، وہ امت کے احوال و اعمال کی گواہی بغیر دیکھنے کے کیسے دیں گے اور یہ جب ہی ہوگا جب یہ نعمت دائمی ہو چلتی رہے یہ ہے کہ قافرن محبت میں یہ ہے کہ محبوب کو کوئی نعمت دے کر اس سے واپس نہیں لیتے اس لیے یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی یہ نعمت دینا دیا ہے اور علی الترتیب دی ہے۔

ہذا تم کدائی سخن گویمت

کہ والا تری زانچہ من گویمت

اہل علم کی ضیافت طبع کے لیے مسروض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: واللہ افلا ما اکہ من دماء طہری (سحاری) یہ جملہ اسمیہ سے جس میں خبر فعل مضارع ہے جو کہ دوام تجدیدی پر دلالت کرتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوام کو قسم ات اور لام خبر میں تاکیدوں سے مزین فرمایا آخر کوئی وجہ تو تھی جو اس دوام کو سرکار نے اس قدر مذکور فرمایا، نیز دوام تجدیدی انقطاع آنی کے منافی نہیں ہوتا، اس لیے جن احوال میں یہ آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فلاں چیز کو نہیں دیکھا وہ اس دوام کے منافی نہیں، دوسرا جواب یہ ہے کہ بسا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجلیات الہیہ کے مشاہدہ میں مستغرق اور منہک ہوتے اور جب وہ اس کے جلوؤں میں کھوئے ہوتے ہیں تو مخلوق کو بظاہر دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھتے اور ایسے ہی عالم میں بعض چیزوں کی طرف آپ کی توجہ نہیں ہوتی، اس لیے آپ کے دائمی علم اور دائمی رویت پر کوئی اشکال نہیں ہوتا کہ اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت دوام سے مراد یہ ہے کہ اللہ نے آپ کو جب سے علم اور رویت دی جب سے دوام ہے اور یہ دوام بھی تجدیدی ہے جس میں مختلف حکمتوں کی وجہ سے انقطاع آتا رہتا ہے اس لیے اس دوام کو اللہ تعالیٰ کے دوام ثبات سے کوئی نسبت نہیں جہاں ایک لحظہ کے لیے بھی انقطاع متصور نہیں ہے۔

میرے شیخ حضرت علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہ اسی موضوع پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں! جبرائیل علیہ السلام نے شوق صدر مبارک کے بد قلب طہر کو جب زمزم کے پانی سے دھویا تو فرما لے گئے: قلب سدید فیہ عینان تبصوان واذنات تسمعون - ترجمہ: قلب مبارک ہر قسم کی جگہ سے پاک ہے اور بے عیب ہے۔ اس میں دو آنکھیں ہیں جو دیکھتی ہیں، اور دو کان ہیں جو سنتے ہیں۔ (فتح الباری جلد ۱۲ ص ۴۱)

قلب مبارک کے یہ کان اور آنکھیں عالم سموات سے وراہ الوراء حقائق کو دیکھنے اور سننے کے لیے ہیں جیسا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:



افادری مالا ترون واسمع مالا

تسمعون۔

میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔

جب اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بطور خرقی عادات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں آنکھیں اور کان پیدا فرما دیے ہیں تو اب یہ کہنا کہ ماوراء عالم محسوسات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیکھنا اور سننا احیاناً ہے، دائمی نہیں قطعاً باطل ہو گیا، جب ظاہری آنکھوں اور کانوں کا ادراک دائمی ہے تو قلب مبارک کے کانوں اور آنکھوں کا ادراک کیونکر عارضی اور احیاناً ہو سکتا ہے؟ البتہ حکمت الہیہ کی بناء پر کسی امر خاص کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دھیان نہ رہنا اور عدم التفات کا حال طاری ہو جانا اگر انہوں نے جس کا کوئی منکر نہیں ہے اور وہ علم کے منافی نہیں ہے، لہذا اس حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت بالکل مانع ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا باطنی سماع اور بصری غرضی انہیں بلکہ دائمی ہے۔ لہذا شیخ خلیل احمد انبیٹھوی لکھتے ہیں:

خود فخر عالم علیہ السلام فرماتے ہیں: لا ادعی ما یفعل فی ولا یکدر الحدیث اور شیخ عبدالحق روایت کرتے ہیں کہ مجھ کو دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہیں ملے۔ اس حدیث میں روایت کی نفی ہے، علم اور بصر کی نفی نہیں ہے، اور روایت کا معنی ہے اپنی عقل سے از خود جانتا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امور غیبیہ کو اللہ تعالیٰ کی تعلیم سے جانتے ہیں از غور نہیں جانتے، اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس روایت کو بے اصل قرار دے کر مسترد کر دیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

صواب آنست کہ چنانکہ قلب شریف آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم واسطہ وصولی در درک و علم معقولات و اور خواص لطیف الہیہ و اعلاطہ و در درک محسوسات و مختصہ و جہات مشرکہ و در درک یک جہت گردانیدہ و اللہ اعلم و این جا اشکال می آید کہ در بعضی روایات آمدہ است کہ گفت آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کہ من بندہ ام غیر ائمہ اچہ و پس این دیوار است و جوابش آنست کہ این سخن اصلی ندارد و روایت بلکن صحیح نشدہ است و اگر باشد گفتیم کہ آن انکشاف مخصوص بحال نماز است و اگر عام است موقوف باعلام الہی و خلق اور است علم را چنانچہ در سائر معنیات

صحیح یہ ہے کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب کے ادراک میں وسعت ہے اور وہ تمام معقولات کو محیط ہے اسی طرح آپ کے جو اس لطیفہ بھی تمام محسوسات کو محیط ہیں، اور شش جہات آپ کے سامنے ایک جہت کے حکم میں ہیں، واللہ اعلم، اس جگہ یہ اشکال ہے کہ بعض روایات میں ہے: میں بندہ ہوں اور یہ بھی جانتا کہ اس دیوار کے پیچھے کیا ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں ہے اور اس کو روایت کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر بالفرض یہ روایت صحیح ہو تو جواب یہ ہے کہ آپ کا بصری

۱۔ علامہ سید احمد کاظمی شریفی ۱۴۱۶ھ، مقالات کاظمی ج ۱ ص ۱۴۲، مطبوعہ مکتبہ فریدیہ راجہ امیرال

۲۔ شیخ خلیل احمد سہارنپوری ۱۳۲۶ھ، براین قاطعہ ص ۵۱، مطبوعہ مطبعہ بلالی لاہور



است و ولایت می کند بر آن حدیثی که واقع شده است که  
 یک باری ناقه آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم گم شد بعضی منافقان  
 گفتند کہ ظہر خرافا آسمان میدہد و در نمی یابد کہ ناقہ او کیست  
 چون این سخن منافقان بآن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم رسید گفت  
 من نہیں دانم و در نمی یابم مگر آنچه بدانند و در یابند مرا و در  
 من متصل ہوں گفت کہ تحقیق راہ نمود مرا پروردگار تعالی بران  
 ناقہ کہ وی در موضع است چنین و چنین بند شدہ است ہماروی  
 در درختی پس رفتند آنجا و یافتند و چنانکہ شہ دارہ بود پس آن حضرت  
 صلی اللہ علیہ وسلم نمی یابد مگر آنچه دریا باند و دریا پروردگار تبارک  
 تعالی خواہ در نماز باشد یا در غیر آن قلا اشکال رہے

و بچھنا نماز کے ساتھ مخصوص ہے اور اگر آپ  
 کا دیکھنا ہر حال میں سامنے اور پس پشت یکساں ہے  
 تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم دینے پر موقوف ہے اور تمام امور  
 عینیہ کا علم آپ کو اسی طرح ہے، بعض منافقین نے  
 اعتراض کیا کہ آپ آسمان کی خبریں دیتے ہیں اور آپ کہ  
 یہ خبر نہیں کہ آپ کی اور شئی کہاں ہے، جب رسول اللہ  
 صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے فرمایا میں  
 بندہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے بتلانے بغیر کسی چیز کو  
 نہیں جانتا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بتا دیا کہ اور شئی  
 غلاں جگہ ہے اور اس کی جہاز غلاں درخت سے  
 اٹکی ہے، پھر لوگ گئے اور آپ کی خبر کے مطابق  
 وہاں اور شئی مل گئی، پس حالت نماز ہو یا غیر نماز اللہ  
 تعالیٰ کے بتلانے بغیر رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
 وسلم کو کسی چیز کا علم نہیں ہوتا اس لیے کوئی اشکال نہیں ہے۔

امام سے پہلے رکوع و سجود وغیرہ کرنے کی  
 ممانعت

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک  
 دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی  
 نماز سے فارغ ہونے کے بعد ہماری طرف  
 متوجہ ہوئے اور فرمایا اسے لوگو! میں تمہارا امام  
 ہوں، تم رکوع و سجود قیام اور نماز کے اتمام میں  
 مجھ پر سبقت نہ کیا کرو، بلا زین و شک عن تہیں  
 سامنے اور پس پشت سے (یکساں) دیکھتا ہوں۔  
 پھر فرمایا تم اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد کی جان ہے  
 اگر تم ان حقائق کو دیکھ لو جن کو میں دیکھتا ہوں تو  
 تم منکر کم اور روضہ زیادہ، صحابہ کرام نے عرض کیا

بَابُ تَحْرِيمِ مَبْنِ الْاِمَامِ بِرُكُوعٍ وَ  
 سَجُودٍ وَ نَحْوِهِمَا

۸۶۳۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ عَلِيُّ  
 بْنُ مُحَمَّدٍ وَ الْفَضْلُ بْنُ يَزِيدَ وَ بَكْرِ بْنُ مَرْثَدَةَ وَ ابْنُ جُرَيْجٍ وَ ابْنُ  
 جَبْرِ قَالُوا عَلِيُّ بْنُ مَسْلَمَةَ عَنِ الْمُخْتَارِ بْنِ قُلَيْبٍ عَنْ أَبِي  
 قَالٍ مَوْلَى بَنِي رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ  
 يَوْمَ قَسَمْنَا فُتُوحِي الصَّلَاةَ أَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوُجُوهِهِ قَالِ  
 يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي إِمَامُكُمْ فَلَا تَسْبِقُونِي بِالرُّكُوعِ  
 وَالسَّجْدِ وَ لَا بِأَيِّ نَامِرٍ وَ لَا بِأَيِّ نَوْصَةٍ وَ لَا فِي  
 أَدَاكُمُ مِنْ أَمَانِي وَ مِنْ تَحْتِي ثُمَّ قَالَ وَ الَّذِي  
 نَفْسِي بِيَدِهِ لَوْ مَا آيَتُهُ مَاءَ آيَةٍ لَضَجَّكُمْ  
 قَلِيلًا وَ لَكَيْتُمْ كَثِيرًا قَالُوا مَا دَأَيْتَ يَا رَسُولَ



اللّٰهُ قَالَ رَأَيْتُ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ .

یا رسول اللہ! آپ نے کیا دیکھا؟ فرمایا میں نے جنت اور دوزخ کو دیکھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ حضرت انس سے ایک اور سند سے ابھی یہ روایت مروی ہے۔

۸۶۵- حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا جَرِيرٌ  
ح وَحَدَّثَنَا ابْنُ نُمَيْرٍ وَاسْحَقُ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ ابْنِ  
قُضَيْلٍ جَمِيعًا عَنِ الْمُحْتَارِ بْنِ قُلْقُلٍ عَنْ أَنَسٍ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِهَذَا الْحَدِيثِ وَكَوْنِ فِي حَدِيثِ جَرِيرٍ وَكَرْبَا لِيُضَوَّفَ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص امام سے پہلے میرا اثنا تا ہے کیا وہ یہ خوف نہیں کرتا کہ اللہ اس کا سر گدھے کے سر (کی طرح) بنا دے۔

۸۶۶- حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ عَشَامٍ وَأَبُو الرَّبِيعِ  
الزُّهَرِيُّ وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ كُلُّهُمْ عَنْ حَمَّادٍ قَالَ  
خَلْفُ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ مُحَمَّدٍ بْنِ زَيْدٍ قَالَ  
نَا أَبُو هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
مَا يَخْشَى الَّذِي يُرْفَعُ رَأْسُهُ قَبْلَ الْإِمَامِ  
أَنْ يُجَوَلَ اللَّهُ رَأْسُهُ نَاسُ الْحِمَارِ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اپنی ناز میں امام سے پہلے اپنا سر اٹھاتا ہے کیا اس کو یہ خوف نہیں ہے کہ اللہ اس کی صورت گدھے کی صورت (کی طرح) بنا دے۔

۸۶۷- حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ مَرْثَدٍ وَزُهَيْرُ بْنُ  
حَدَّادٍ قَالَا نَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ عَنْ يُونُسَ  
عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَأْمَنُ الَّذِي  
يُرْفَعُ رَأْسُهُ فِي صَلَاتِهِ قَبْلَ الْإِمَامِ أَنْ يُجَوَلَ  
اللَّهُ صُورَتَهُ فِي صُورَةِ حِمَارٍ .

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا اس شخص کو یہ خوف نہیں ہے کہ اللہ اس کے سر کو گدھے کے سر (کی طرح) بنا دے۔

۸۶۸- حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ سَلَامٍ الْجَمْعِيُّ  
وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ  
الرَّبِيعِ ابْنُ مُسْلِمٍ ح وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ ابْنُ مُعَاوِيَةَ  
قَالَ نَا زَيْدٌ قَالَ نَا شُعْبَةُ ح وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي  
قُبَيْبَةَ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ كُلُّهُمْ عَنْ  
مُحَمَّدِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا يَأْمَنُ الَّذِي يَهْدَأُ غَيْرَ أَنْ فِي  
حَدِيثِ رَبِيعِ بْنِ مُسْلِمٍ أَنْ يَقْضَى اللَّهُ وَجْهَهُ حِمَارًا .

علامہ ابن حجر کہتے ہیں کہ احادیث سے ثابت ہے کہ اس امت کو اللہ تعالیٰ نے سچے گدھے کی صورت میں مسخ کرنے کی ترجیح دی۔



غلاب سے محفوظ رکھا ہے، اس وجہ سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام پر سبقت کرنے کی وجہ سے مقتدی کا چہرہ کیونکر مسخ ہوگا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسخ صورتِ حق میں ہوگا یا صورت سے مراد صفت ہے یعنی اس میں گدھے کی صفت پیدا ہو جائے گی یا مطلب یہ ہے کہ بالعموم مسخ نہیں ہوگا اگر کسی ایک آدمی شخص کی صورت مسخ ہوگئی تو وہ عموم کے منافی نہیں ہے۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ رَفْعِ الْبَصَرِ إِلَى السَّمَاءِ فِي الصَّلَاةِ ناز میں آسمان کی طرف دیکھنے کی نیت

۸۶۹۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ كُرَيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمُسْتَبِيِّ عَنْ كَيْسِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَتْ يَمِينُ أَحَدٍ مَرَّةً يَرْتَفِعُ فِي الصَّلَاةِ إِلَى السَّمَاءِ وَلَا تَرْجِعُ إِلَيْهِمْ

حضرت جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ ناز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی بیانی جاتی رہے گی۔

۸۷۰۔ حَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي طَاهِرٍ وَعَلَمٌ وَابْنُ سَوَادٍ قَالَا نَا ابْنُ وَهَبٍ قَالَ حَدَّثَنِي اللَّيْثُ عَنْ سَعْدِ بْنِ جَعْفَرِ بْنِ رَبِيعَةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَيْسَتْ يَمِينُ أَحَدٍ مَرَّةً يَرْتَفِعُ فِي الصَّلَاةِ إِلَى السَّمَاءِ وَلَا تَرْجِعُ إِلَيْهِمْ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو لوگ ناز میں آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتے ہیں وہ باز آجائیں ورنہ ان کی بیانی جاتی رہے گی۔

علامہ نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں ناز کے دوران آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے پر شدید وعید ہے، اور اس ممانعت پر اجماع ہے، قاضی عیاض نے کہا ہے کہ ناز کے علاوہ دعا کے دوران آسمان کی طرف دیکھنے کی کثرت میں اختلاف ہے۔ شرح نے اس کو بھی ٹکڑہ کہا ہے اور اکثر علماء نے جائز کہا ہے، انھوں نے کہا آسمان دعا کا قبلہ ہے مہیا کہ ناز کا قبلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَفِي السَّمَاءِ مَرْجِعُكُمْ وَمَوَاقِعُكُمْ

اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور تم کو تم سے وعدہ کیا جاتا ہے

(خواریات ۲۲)

بَابُ الْأَمْرِ بِالسُّكُونِ فِي الصَّلَاةِ وَالنَّهْيِ عَنِ الْإِشَارَةِ بِالْيَدِ وَرَفْعِهَا عَنِ السَّلَامِ وَاتِّمَامِ الصُّفُوفِ الْأَوَّلِ وَالَّتِي فِيهَا وَالْأَمْرُ بِالْاجْتِمَاعِ

سکون کے ساتھ نماز پڑھنے کا حکم، سلام کے وقت ہاتھ اٹھانے اور ہاتھوں سے اشارہ کرنے کی ممانعت اور پہلی صف کو مکمل کرنے اور مل کر کھڑے ہونے کا حکم



۸۴۱- حَدَّثَنَا أَبُو يَكْرِبٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا أَنَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ مَافِعٍ عَنْ تَمِيمِ بْنِ طَوْقَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا بَا أَرَأَيْتُمْ دَارِعِي أَيْدِيَكُمْ كَمَا تَقْعَا أَذُنَابُ خَيْلِ شُئْسِ اسْكُنُوا فِي الصَّلَاةِ قَالَ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا خَرَأَنَا حَقًّا فَقَالَ مَا بَا أَرَأَيْتُمْ عَيْنِ كَالِ ثُمَّ خَرَجَ عَلَيْنَا فَقَالَ أَلَا تَصُفُّونَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِندَ رَبِّهَا قَالَ يَسْتَوُونَ الصَّفَّ الْأَوَّلَ وَيَتَوَاصُونَ فِي الصَّفِّ -

۸۴۲- حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجَرِيُّ قَالَ نَا وَكَثِيرٌ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي بَرَّاهِيمَ قَالَ أَنَا جَيْسِيُّ بْنُ يُونُسَ قَالَ جَمِيعًا حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ يَهْدُ الْإِسْنَادُ يَتَوَقَّعُ

۸۴۳- حَدَّثَنَا أَبُو يَكْرِبٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا وَكَثِيرٌ عَنْ مُسْعِرٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَنَا قَالَ أَنَا ابْنُ أَبِي مَرْثَدَةَ عَنْ مُسْعِرٍ قَالَ حَدَّثَنِي عُثَيْبُ بْنُ اللَّهِ بْنِ الْقَبْطِيَّةِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كُنَّا إِذَا صَلَّيْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللَّهِ وَاسْقَارُ يَدَيْهِ إِلَى الْأَجَابِينَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَا تَوَمَّوْنَ يَا بَنِي يَكْرُبَ كَمَا تَقْعَا أَذُنَابُ خَيْلِ شُئْسِ اسْكُنُوا يَكْفِي أَحَدًا كَمَا أَنَّ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى فُحْدٍ ثُمَّ لَيْسَ لَهُ عَلَى آخِرِهِ مَنْ عَلَى يَمِينِهِ وَشِمَالِهِ -

۸۴۴- وَحَدَّثَنَا ابْنُ الْقَاسِمِ بْنُ زَكْرِيَّا قَالَ نَا عُثَيْبُ بْنُ اللَّهِ بْنِ مُوسَى عَنْ إِسْرَائِيلَ عَنْ خُرَاتٍ يَعْنِي الْقُرْآنَ عَنْ عُثَيْبِ بْنِ اللَّهِ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَكُنَّا

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا وجہ ہے کہ میں تم کو سرکش گھوڑوں کی دھڑوں کی طرح ناز میں نہ بیٹھ کرتے ہوئے دیکھتا ہوں انار سکون کے ساتھ پڑھا کرو۔ پھر دوبارہ تشریف لائے تو ہم کو متفرق حلقوں میں بیٹھے ہوئے دیکھا، پھر آپ نے فرمایا کہ تم متفرق طور پر کیوں بیٹھتے ہو اتم اس طرح صف کیوں نہیں بناتے جس طرح ملائکہ اپنے رب کے سامنے صف بناتے ہیں، آپ نے فرمایا وہ پہلے پہل صف پوری کرتے ہیں اور صف میں ایک طرف کے ساتھ مل کر کھڑے ہوتے ہیں۔ امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ حدیث اسی طرح مروی ہے۔

الْإِسْنَادُ يَتَوَقَّعُ

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ناز پڑھتے (تو سلام پھیرنے کے وقت) السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتے اور دونوں جانب ہاتھ سے اشارہ کرتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نفل سے منع فرمایا اور فرمایا کہ تم سرکش گھوڑوں کی دھڑوں کی طرح اشارہ کیوں کرتے ہو؟ تمہارے لیے یہ کافی ہے کہ تمہارے ہاتھ زانوں پر ہوں اور تم اپنے بھائی کی طرف دائیں بائیں سلام پھیرو۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ناز پڑھی جب ہم سلام پھیرتے تو اٹھوں کے اشارہ سے "السلام علیکم" "السلام علیکم"۔



إِذَا سَلَّمْنَا قُلْنَا يَا دِينَا السَّلَامُ عَلَيْكُمْ السَّلَامُ  
عَلَيْكُمْ فَتَنْظُرُ إِلَيْنَا وَمُتَوَلِّئِينَ صَلَّيَ اللَّهُ عَلَيْكَ  
وَسَلَّمَ قَالَ مَا شَأْنُكُمْ ثَلَاثُ يَوْمٍ يَا دِينُكُمْ كَالْمَا  
أَذْنَابُ خَيْلٍ شُئِبِ إِذَا سَلَّمَ أَحَدُكُمْ فَلْيَلْتَمِصْ  
إِلَى صَاحِبِهِ وَلَا يُؤْخِرْ بِيَدِهِ

کہتے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف  
دیکھ کر فرمایا کیا وجہ ہے کہ تم سرکش گھوڑوں کی دُموں  
کی طرح ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہو! جب تم میں سے  
کسی شخص نے سلام کرنا ہو تو اپنے ساتھی کی طرف  
موجہ ہو اور ہاتھ سے اشارہ نہ کرے۔

رفع یدین کا منسوخ ہونا

اس حدیث میں احزان کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ نماز میں رکوع سے  
پہلے اور اس کے بعد رفع یدین کا حکم ابتداءً امر تھا بعد میں اس کو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نے منسوخ کر دیا۔ جیسا کہ اس حدیث میں صراحت ہے۔ امام مسلم اور بعض دوسرے حضرات  
اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ صحابہ سلام پھیرنے کے بعد ایک دوسرے کو ہاتھ کے اشارہ  
سے سلام کیا کرتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث میں اس سے منع کیا ہے لیکن  
یہ بات درست نہیں ہے کیونکہ وہ الگ واقعہ ہے جو نماز سے خارج کا ہے اور یہ الگ واقعہ ہے  
جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ نماز میں رفع یدین سے منع فرمایا ہے کیونکہ آپ نے فرمایا  
ہے اسکنوا فی الصلوٰۃ۔ نماز سکون سے پڑھو اور ہاتھ کے اشارہ سے سلام کرنے کا واقعہ دوسرا  
ہے جو نماز سے خارج ہے جو کہ دوسری احادیث میں مذکور ہے، ان دونوں حدیثوں کو خلط کرنا درست  
نہیں ہے۔ اس مسئلہ کی پوری تحقیق (باب: ۱۴۸) ”رفع یدین“ میں گذر چکی ہے۔

بَابُ تَسْوِيَةِ الصُّفُوفِ وَاقَامَتِهَا وَ  
فَضْلِ الصَّفِّ الْأَوَّلِ فَالْأَوَّلِ مِنْهَا وَ  
الْإِزْدِحَامِ عَلَى الصَّفِّ الْأَوَّلِ وَالْمُسَابَقَةِ

عَلَيْهَا وَتَقْدِيمِ أُولَى الْفَضْلِ وَتَقْرِيرِهِمْ مِنَ الْإِمَامِ

۸۴۵۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَمِعْتُ اللَّهَ  
بْنَ إِدْرِيسَ وَأَبُو مُعَاوِيَةَ وَوَكَيْعٌ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ  
عُمَادَةَ بْنِ عَبْدِ الْقَحْطَبِيِّ عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَنْ أَبِي مُسْعُودٍ  
قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَمْسُجُ  
مَنْ كَبِنَا فِي الصَّلَاةِ وَيَقُولُ اسْتَوْذُوا وَلَا تَخْتَلِفُوا  
فَتَخْتَلِفَ قُلُوبُكُمْ لِيَلْبِسَنِي مِنْكُمْ أَوْ كَوَالِ الْأَحْكَامِ  
وَاللَّهِ ثُمَّ الَّذِينَ يَكُونُ هَهُنَا الَّذِينَ يَكُونُ هَهُنَا قَالَ  
أَبُو مُسْعُودٍ فَإِنَّكُمْ الْيَوْمَ أَشَدَّ اخْتِلَافًا

حضرت ابو مسعود بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے وقت ہمارے کندھوں  
پر ہاتھ پھیرتے اور فرماتے بلا برکھڑے ہو آگے  
پہنچے کھڑے نہ ہو، ورنہ تمہارے دل مختلف ہو  
جائیں گے، میرے قریب بالغ اور مقلند لوگ  
کھڑے ہوں، پھر حمدان کے قریب ہوں اور پھر جو  
ان کے قریب، حضرت ابو مسعود کہتے تھے کہ آج تو  
تم لوگوں میں بدلتا اختلاف ہو گیا ہے۔



امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

۸۷۶ - وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ أَمَّا جَدُّي ۖ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُثْمَرَ قَالَ أَمَّا يَعْنِي ابْنُ يُونُسَ ۖ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُمَرَ قَالَ نَا ابْنُ عُيَيْنَةَ بِهَذَا الْإِسْنَادِ نَحْوَهُ -

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باغ اور غنچہ لوگ میرے قریب کھڑے ہوں پھر جو ان کے قریب ہوں اس طرح تین بار فرمایا: نیز آپ نے فرمایا بازار کی گھوڑاؤں سے بچو۔

۸۷۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَبِيبٍ الْحَارِثِيُّ وَصَالِحُ بْنُ حَاتِمٍ وَدَدَانُ قَالَ لَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرْعَةَ قَالَ حَدَّثَنِي خَالِدُ الْحَدَّادُ عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِيَلْبِسُوا مِنْكُمْ أَوْلُوا الْأَحْلَامِ وَاللَّهْيُ ثُمَّ الَّذِينَ يَكُونُ نَهْمُهُمْ قَلْبًا وَإِيَّاكَ لَوْ دَهِسَتْ أَبْصَارُ السَّمَوَاتِ -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صفوں کو درست رکھا کرو کیونکہ نماز کی صفوں کو درست کرنا نماز کے تمام میں سے ہے۔

۸۷۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يَقُولُ عَنْ أَبِي نَاسٍ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَوِّدُوا صُفُوفَكُمْ فَإِنْ كُنْتُمْ فِي الصَّفِّ مِنْ تَمَامِ الصَّلَاةِ - ۸۷۹ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ هَرَجَرٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيزِ يُرْوَاهُ أَبُو مُثَنَّى عَنْ أَبِي بَنٍ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيْمُّوا الصُّفُوفَ فَإِنِّي أَرَى الْكُفْرَ خَلْفَ ظَهْرِي -

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفوں کو مکمل کیا کرو کیونکہ میں تمہیں پس پشت بھی دیکھتا ہوں۔

۸۸۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ نَا زَيْدُ الرَّزَاقِ قَالَ نَا مَعْمَرٌ عَنْ هِشَامِ بْنِ صُغَيْبٍ قَالَ نَا هِشَامُ بْنُ هُرَيْرَةَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كُنَّا نَحْدِثُ مِنْهَا وَمَا أَقْبَمُوا الصُّفُوفَ فِي الصَّلَاةِ فَإِنَّ أَقَامَةَ الصَّفِّ مِنْ حُسْنِ الصَّلَاةِ -

حضرت ابوسریحہ رضی اللہ عنہ نے کئی احادیث بیان کیں جن میں سے ایک یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نماز کی صفوں کو درست رکھو کیوں کہ صفوں کی درستی نماز کے حسن میں سے ہے۔

۸۸۱ - حَدَّثَنَا أَبُو يَزِيدَ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا عُثْمَرُ عَنْ شُعْبَةَ ۖ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُدَّثَّى وَابْنُ بَشَّارٍ قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مَرْثَدَةَ قَالَ سَمِعْتُ سَالِمَ بْنَ أَبِي الْجَعْدِ الطَّغَفَايَ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَتَسَوْنَ صُفُوفَكُمْ أَوْ لَيُنَالِقَنَّ اللَّهُ بَيْنَ يَدَيْكُمْ -

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی صفوں کو درست رکھو ورنہ اللہ تمہارے درمیان پھوٹ ڈال دے گا۔

۸۸۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ يَمَالِيَةَ بْنِ سَوَّابٍ قَالَ سَمِعْتُ النُّعْمَانَ بْنَ بَشِيرٍ

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں



کو اس طرح درست کرتے تھے جس طرح تیروں کو برابر کر کے رکھتے ہیں، یہاں تک کہ آپ نے خیال فرمایا کہ ہم نے (صفت درست کرنا) سمجھ لیا ہے پھر ایک دن آپ نماز پڑھنے کے وقت شریف لائے اور تجھ کو کہنا چاہتے تھے کہ آپ نے جب شخص کو دیکھا جس کا سینہ صفت سے باہر نکلا ہوا تھا، اس وقت آپ نے فرمایا کہ اللہ کے بندو! اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو ورنہ اللہ تمہاری تمنا سے درمیان بھٹ ڈال دے گا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر کوئی مسطح ہو جائے گا اذان دینے اور صفت اول میں بیٹھنے کا کتنا اجر ہے اور ان کو قمرہ اندازی کے سوا ان کاموں کا موقع دینے تو وہ ضرور قمرہ اندازی کریں گے اور اگر ان کو سخت دیر میں نماز کے لیے جانے کے ثواب کا پتا چل جائے تو وہ ضرور جانیں گے اور اگر انہیں پتا چل جائے کہ مشاء اور مہج کی نماز میں جانے کا کتنا ثواب ہے تو وہ ان نمازوں کو پڑھنے کے لیے ضرور جانیں خواہ ان کو گھسٹ کر جانا پڑے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ لوگوں کو پیچھے جھٹکے ہوئے دیکھا آپ نے فرمایا آگے بڑھنا اور میری پیروی کرو اور میرے بعد رہو تمہاری پیروی کریں گے اور ایک جگہ پیچھے ہٹتی رہے گی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل سے نوازے گا۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے

يَقُولُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْسَ يَتَوَضَّأُ حَتَّىٰ كَانَتْهُمَا يَسْوِي بِهَا الْيَقْدَارَ حَتَّىٰ تَرَىٰ إِنَّا قَدْ عَقَلْنَا عَنْهُ شَيْءَ خَرَجَ يَوْمَافَقَامَ حَتَّىٰ كَادَ يُكْرَهُ فَرَأَىٰ رَجُلًا يَأْتِيَا صَدَاةً مِنَ الصَّغْرِ فَقَالَ عِبَادَ اللَّهِ لَتَسَوْنَ صُفُوفَكُمْ أَوْ لِيُحَايِقَنَّ اللَّهُ بَيْنَ وَجْهِكُمْ.

۸۸۳۔ حَدَّثَنَا حَسَنُ بْنُ الرَّبِيعِ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَا نَا أَبُو الْأَخْوَصِ ۚ وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَّانَةَ كَرِهْلَهُ أَيْسَنَّا وَتَحْوَهُ.

۸۸۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَدَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ شُعْبَةَ مَوْلَىٰ أَبِي يَكْرِ عَنْ أَبِي صَالِحٍ السَّهْمَانِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ يَعْلَمُ النَّاسُ مَا فِي الْبَدَآءِ وَالصَّغْرِ لَآذَلُوا شَعْرَتَهُمْ وَجَدُوا أَنَّهُ لَاسْتَبَهْمُوا عَلَيْهِ لَا اسْتَبَهْمُوا وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْقَهْرِ جِئُوا لَا اسْتَبَهْمُوا عَلَيْهِ وَلَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الْعُسْمَةِ وَالصُّغْرِ لَآتَوَهُمَا وَلَوْ حَبَوَا.

۸۸۵۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخٍ قَالَ نَا أَبُو الْأَشْهَبِ عَنْ أَبِي نُعْمَةَ الْعَبْدِيِّ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَىٰ فِي أَصْحَابِهِ تَاخَّرًا فَقَالَ لَهُمْ تَقَدُّمُوا وَاتَّقُوا فِي ذَلِكُمْ يَكُ مِنْ بَعْثِكُمْ لَا يُزَالُ قَوْمٌ يَتَأَخَّرُونَ حَتَّىٰ يُؤَخَّرَهُمُ اللَّهُ.

۸۸۶۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ



النَّارِ فَقَالَ نَامُ مُحَمَّدٌ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الرَّقَاشِيُّ قَالَ  
نَايُشَرُّنُ مَنْصُورٍ عَنِ الْبَحْرِ يُرِي عَنْ أَبِي قُصَّةٍ  
عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ رَأَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَوْماً فِي مَرْجٍ الْمَسْجِدِ فَكَانَ مِثْلَهُ

کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ  
لوگوں کو مسجد کے آخر میں دیکھا اس کے بعد مثل سابق  
حدیث ہے

۸۸۷۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ دِينَارٍ وَمُحَمَّدُ بْنُ  
حَرْبٍ الْوَاسِطِيُّ قَالَا نَا عَمَّا مِّنَ الْهَيْثِمِ أَبُو قُطَيْبٍ  
قَالَ نَا شُعْبَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ جِلَاصٍ عَنْ أَبِي  
رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ لَوْ تَعْلَمُونَ أَوْ يَعْلَمُونَ مَا فِي الصَّفِ  
الْمَقَامِ لَكَانَتْ كُمْ عَمَةً وَقَالَ ابْنُ حَرْبٍ الصَّفِ الْأَوَّلُ مَا كَانَتْ إِلَّا مَرَّةً

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہیں معلوم ہو  
جائے کہ پہلی صف میں کھڑے ہونے کا کتنا اجر ہوتا  
ہے تو تم اس کے لیے قریب انداز ہی کیا کرو۔

۸۸۸۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا حَبِيبُ  
عَنْ سَهْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُ صُفُوفٍ  
الزَّجَالِ الْأُولَى وَشَرُّهَا آخِرُهَا وَخَيْرُ صُفُوفٍ  
الْبَسَامِ آخِرُهَا وَشَرُّهَا أُولَاهَا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردوں کی  
بہترین صف پہلی ہے اور بدترین آخری اور عورتوں  
کی بہترین صف آخری ہے اور بدترین صف پہلی ہے۔

۸۸۹۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ  
يَعْنِي الدَّرَّادِي عَنْ سَهْمِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ الْأَسَدِيِّ

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ  
بھی یہ حدیث منقول ہے۔

### اسباب فضیلت کو مجالس میں مقدم رکھنے کا بیان

علامہ یحییٰ بن شریف نووی کہتے ہیں:  
اس باب کی احادیث میں یہ ذکر ہے کہ افضل شخص

کو صف اول میں اور امام کے قریب کھڑے ہونا چاہیے اور اس میں اس کی فضیلت کے اظہار اور اعزاز و اکرام  
کا بیان ہے، نیز کبھی امام کو کسی شخص کے خلیفہ بنانے کی ضرورت پیش آتی ہے تو افضل شخص کو خلیفہ بنانے کا  
موقع ہوگا، نیز جو شخص علم اور عقل میں زیادہ ہوگا وہ نور سے نماز پڑھے گا اور امام کو سہوہ پر متنبہ کر سکے گا،  
اور یہ امر صرف نماز کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ سنت یہ ہے کہ صاحب فضیلت کو ہر مجلس میں مقدم رکھنا  
چاہیے اور قضاء، ذکر، مشاورت، جہاد، امامت، صلوة، تدریس، افتاء اور سماع حدیث کی تمام مجالس میں  
صاحب فضیلت شخص کو صدر مجلس کے قریب بٹھانا چاہیے اور لوگوں کو علم، دین، عقل، شرف، عمر اور کھنوکھے  
مرتبہ کے اعتبار سے اپنے مرتبہ کے مطابق بٹھانا چاہیے، اور احادیث صحیحہ میں اس کی تائید ہے یہ  
حدیث نمبر ۸۸۴ میں ہے اگر لوگوں کو تپا چل جائے کہ عترة (عشائر)

عشائر کی نماز کو عترة کہنے کی توجہ یہ اور صحیح کی نماز میں کتنا اجر ہے تو ان کو اگر گھسٹ گھسٹ کر بھی نماز پڑھنے



کے لیے انا پڑھے تو وہ انہیں گئے۔

علامہ یحییٰ بن شریک نووی لکھتے ہیں:

اس حدیث میں عشاء اور صبح کی نمازوں پر بہت زیادہ براہِ گنیمت کیا ہے اور ان کے عظیم اجر و ثواب کا بیان کیا ہے۔ کیونکہ ان نمازوں کو پڑھنے کے لیے بیتِ اور آرام کو چھوڑنے کے لیے بہت مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے، اسی وجہ سے یہ دونوں نمازیں منافقین پر دشوار تھیں۔

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز کو عتمة فرمایا ہے، حالانکہ حدیث میں عشاء کی نماز کو عتمة کہنے کی ممانعت ہے، کیونکہ عتمة کا معنی اندھیرا ہے اور نماز نور ہے اس کا جواب یہ ہے کہ آپ کا عشاء کو عتمة فرمانا بیانِ جواز کے لیے ہے اور یہ کہ ممانعت تحریم کے لیے نہیں تھی، دوسرا جواب یہ ہے کہ دیہاتی مغرب کی نماز کو بھی عشاء کہتے تھے، اگر آپ یہاں عشاء کا لفظ فرماتے تو وہ اس کو مغرب پر محمول کر لیتے، اس لیے آپ نے عتمة کا لفظ فرمایا۔

مردوں کے پیچھے نماز پڑھنے والی غریب  
مردوں سے پہلے سجدے سے سر نہ اٹھائیں

بَابُ ۱۶۷ أَمْرُ النِّسَاءِ الْمُصَلِّيَّاتِ وَمَنْ آوَى  
الرِّجَالِ أَنْ لَا يَرْفَعَنَّ رُؤُوسَهُنَّ مِنَ  
السُّجُودِ حَتَّى يَرْفَعَ الرِّجَالُ

حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ مرد تنگی کی وجہ سے بچوں کی طرح تہینہ لگے میں بائندھ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تھے، اس موقع پر کچھ شخص نے کہا کہ اسے عورتوں کی نماز میں (سجدہ کے وقت) مردوں سے پہلے اپنا سر نہ اٹھایا کرو۔

ن: اس حدیث میں شرمگاہ کے شر کا حکم ہے، عورتوں کو مردوں سے پہلے سجدے سے سر اٹھانے سے اس لیے منع کیا ہے کہ کہیں سجدہ سے اٹھتے وقت مرد کی شرمگاہ کھل جائے اور اس پر عورت کی نظر پڑ جائے۔

بَابُ ۱۶۸ خُرُوجُ النِّسَاءِ إِلَى الْمَسْجِدِ إِذَا كُنَّ يَتَرَقَّبْنَ  
عَلَيْهِنَّ فِتْنَةٌ وَأَنْهَأْنَ تَخْرِجَ مُطَيَّبَةٍ  
مِنْ جَانِبِ الشَّرْطِ

۱۶۸۔ عوامہ یحییٰ بن شریک نووی شافعی متوفی ۶۷۶ھ، شرح مسلم ج ۱ ص ۱۸۲، مطبوعہ دار محمد صالح المطابع کراچی ۱۴۰۵ھ



٨٩١ - حَدَّثَنَا عَنْ وَالشَّاقِدِ وَرُحَيْدِ بْنِ حَرْبٍ  
جَمِيعًا عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ رُحَيْدُ بْنُ مَسْفِيانَ بْنُ  
عُيَيْنَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ مِمَّنْ سَأَلَنَا حَدَّثَ عَنْ أَبِيهِ  
يُنْلِقُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا  
اسْتَأْذَنْتَ أَحَدَكُمْ فَأَمَّا أَنْتَ إِلَى الْمَسْحَدِ فَلَا يَمْنَعُ

٨٩٢ - حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ  
وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ عَمْرِو بْنِ شِهَابٍ قَالَ  
أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ  
قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ  
لَا تَمْنَعُوا نِسَاءَكُمْ الْمَسَاجِدَ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ إِلَيْهَا  
قَالَ فَقَالَ بِلَالُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ وَاللَّهِ لَمَنْعُهُنَّ قَالَ  
فَأُخْبِرَ عَبْدُ اللَّهِ فَسَبَّ سَبًّا مَسِيئًا مَا سَمِعْتُهُ  
سَبَّ مِثْلَهُ قَطُّ وَقَالَ أَخْبِرْكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ وَاللَّهِ لَمَنْعُهُنَّ -

٨٩٣- حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ تَمِيمٍ  
قَالَ نَأْيُ بْنُ أَبِي رَاسٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ  
عَنِ النَّبِيِّ عَمَّا رَأَى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ قَالَ لَا تَمْنَعُوا أَمَاءَ اللَّهِ مَسَاجِدَ اللَّهِ -

٨٩٣- حَدَّثَنَا ابْنُ سَمِيْعٍ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَنِ الْقَوْلِ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
إِذَا اسْتَأْذَنَ نِسَاءً كُنَّ عَلَى الْمَسَاجِدِ فَأَذْنُو لَهُنَّ -

٨٩٥ - حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ  
عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا النِّسَاءَ  
مِنَ الْحُرِّ وَجِزَالِي الْعَسَاجِدِ بِاللَّيْلِ فَقَالَ ابْنُ  
عَبْدِ اللَّهِ ابْنُ عُمَرَ لَا تَدْعُهُنَّ يَخْرُجْنَ فَيَتَّخِذْنَ  
دَعَاكَ قَالَ هَاجَرَةُ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا وَقَالَ

حضرت عبدالعزیز عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی شخص کی عزت مسجد میں جانے کی اجازت مانگے تو اسے منع نہ کرو۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو مسجد میں جانے سے منع نہ کرو۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بیٹے بلال نے کہا تم بخدا اہم ان کو مسجد میں جانے سے ضرور منع کریں گے، راوی کہتا ہے کہ پھر عبداللہ بن عمرؓ بلال پر اس قدر شدید ناراض ہوئے کہ اتنا کسی اور پر ناراض نہیں ہوئے تھے، اور فرمایا کہ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتا ہوں، اور تم کہتے ہو کہ میں ضرور منع کروں گا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی بندگیوں کو مساجد میں جانے سے نہ روکو۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب  
تمہاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو انہیں  
اجازت دو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تمہاری موتیں رات کو مسجد میں جانے کی اجازت مانگیں تو ان کو مسجد میں جانے سے روکو حضرت عبد اللہ بن عمر کے بیٹے نے کہا ہم ان کو اجازت نہیں دیں گے ورنہ یہ رُسے کاموں کے لئے بہانہ بنالیں گی۔ راوی



أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ تَقُولُ لَا تَدْعُهُمْ

کہتا ہے کہ پھر حضرت عبداللہ بن عمر نے اپنے بیٹے کو غروب ڈانٹا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم بات انہیں دیں گے۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنی عورتوں کو رات کے وقت مسجد میں جانے کی اجازت دو، ان کے بیٹے واقعہ نے کہا پھر یہ عورتیں اسی اجازت کو برائی کا بہانہ بنالیں گی یہ سن کر حضرت عبداللہ بن عمر نے ان کے سینہ پر مارا اور فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم انکار کرتے ہو۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عورتوں کو مسجد میں جانے کے ثواب سے روکو جب وہ تم سے اجازت لیں ان کے پیچھے ہٹالے کہ تم سبھاہم ان کو ضرور روکیں گے حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرتا ہوں اور تم کہتے ہو کہ ہم ان کو ضرور روکیں گے۔

ترغیب ثقیفہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم (عورتوں) میں سے کوئی عشا رک نماز پڑھنے بلے تو خرشبہ لگا کر نہ جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت حضرت زینب رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غیب تم میں

۸۹۶۔ حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ خَازِمٍ قَالَ أَنَا يَحْيَى عَنْ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ

۸۹۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ حَارِثِ بْنِ رَافِعٍ قَالَ مَا شَبَّابَةٌ قَالَتْ حَدَّثَنِي وَدْقَاءُ عَنْ عَمْرِو بْنِ مُبَاهِدٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَوَّالَتِ الْمَسَاجِدَ إِلَى الْمَسَاجِدِ فَقَالَ ابْنُ كَثِيرٍ يَقَالُ لَهُ وَإِذَا إِذَا تَنَعَّدَتْ دَعَا قَالَ فَصَرَبَ فِي صَدْرِهِ وَكَانَ أَكْبَرُ ذَلِكَ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ لَهُ

۸۹۸۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَأَلَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ الْمُقَرَّبِيُّ قَالَ تَأْسَعِيدُ يَعْنِي ابْنُ أَبِي أَيُّوبَ قَالَ فَكَعْبُ بْنُ عَفْقَةَ عَنْ يَكْدِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عُمَرَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَمْنَعُوا الْمَسَاجِدَ حُطُّوْهُنَّ مِنَ الْمَسَاجِدِ إِذَا اسْتَأْذَنَكُمْ فَقَالَ بِلَالٌ وَاللَّهِ لَتَمْنَعُنَّ فَقَالَ لَهُ عَبْدُ اللَّهِ أَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَتَقُولُ أَنْتَ لَتَمْنَعُنَّ

۸۹۹۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْإِسْنَادِ قَالَ قَالَ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي مَعْرُوفٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ بُسَيْرِ ابْنِ سَعِيدٍ أَنَّ مَالِكَ بْنَ النَّفْعَةِ كَانَتْ تَحَدِّثُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ إِذَا شِيعَتْ إِحْدَاكُمُ الْعِشَاءَ فَلَا تَطْيِبْ بِتِلْكَ التِّلْكَ

۹۰۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ الْقَطَّانُ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ حَدَّثَنِي بِكَيْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَشْجَرِ عَنْ بُسَيْرِ



بْنِ سَعْدٍ عَنْ زَيْنَبِ امْرَأَةِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَتْ قَالَ لَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَهْبَهَتْ إِحْدَاكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا تَمْسُ طِلْبًا.

سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے۔

۹۰۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَاسْمَعِيلُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ يَحْيَى أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ مُعْتَدٍ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قُرَّةٍ عَنْ يَزِيدَ بْنِ حُصَيْنَةَ عَنْ نُسَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي قُرَّةٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ امْرَأَةً أَصَابَتْ بِخُورٍ فَلَا تَشْهَدْ مَعَنَا الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو عورت خوشبو لگائے وہ ہمارے ساتھ شام کی نماز میں شریک نہ ہو۔

۹۰۲۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ مُسْلِمَةَ بْنِ قَعْبٍ قَالَ نَاسِطِيَانُ يَعْنِي ابْنُ يَكْدَلٍ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ سَعِيدٍ عَنْ عَمْرَةَ بِنْتِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهَا سَمِعَتْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا رَوَى ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَقُولُ كَوَافَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى مَا أَحَدٌ مِنَ النِّسَاءِ كَسَعَفَتِ الْمَسْجِدَ كَمَا مُنِعَتْ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَآئِيلَ قَالَ فَقُلْتُ لِعَمْرَةَ نِسَاءُ بَنِي إِسْرَآئِيلَ مُنِعْنَ الْمَسْجِدَ قَالَتْ كَعَمْرَ.

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس (بنی اسرائیل) کو دیکھ لیتے جو عورتیں اب کرتی ہیں قرآن کو مسجد میں آنے سے روک دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا۔ میں نے عورت سے پوچھا کیا بنی اسرائیل کی عورتوں کو مسجد میں آنے سے روک دیا گیا تھا، انھوں نے کہا ہاں!۔

۹۰۳۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَاصِبُ الْقَوَائِبِ يَعْنِي الثَّقَفِيُّ حَدَّثَنَا عَمْرٌ وَابْنُ أَبِي قُرَّةٍ قَالَ نَاسِطِيَانُ بْنُ عَيْنَةَ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاصِبُ الْقَوَائِبِ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ قَالَ أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ كُلُّهُمُ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ.

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ دیگر اسانید سے بھی یہ روایت منقول ہے۔

### مساجد میں عورتوں کے جانے کی ممانعت کے دلائل

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو عورتوں کو مساجد میں جانے سے

روکنے کو منع فرمایا ہے یہ بھی تنزیہی ہے، امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا ہے کہ جو ان عورتیں مطلقاً نماز پڑھنے کے لیے مسجد میں نہ جائیں اور بوڑھی عورتیں مغرب، عشاء اور فجر کی نمازوں میں جا سکتی ہیں۔ امام اعظم کی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خوشبو لگا کر عورتوں کو مسجد میں جانے سے منع فرمایا ہے (مسلم) نیز مسند بنار میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قدمیت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ مردو جہاد فی سبیل اللہ میں حصہ لے کہ ہم پر سبقت کر گئے، اہم یہ کتاب



کس طرح پائیں، آپ نے فرمایا "تم میں سے جو عورت گھر پر بیٹھی گی وہ مجاہدین فی سبیل اللہ کا ثواب پائے گی" (بحوالہ رد المحتار ج ۲ ص ۲۲) نیز احادیث مسلم میں یہ حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کل کی عورتوں کا بناؤ سنگھار دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جاتے سے روک دیتے۔ اور موجودہ دور میں عورتوں کی نمود و نمائش بناؤ سنگھار عریاں لباس اور ہزاروں میں سے ملے لگوں کی کثرت خصوصیت کے ساتھ اس کا تقاضا کرتی ہے کہ عورتوں کو گھروں میں پابند رکھا جائے اور مجمع نماز کو چھراغ محفل ثنائے سے روکا جائے۔

عورت اپنے خاوند کی اجازت سے والدین کی ترہارت، اقا رب کی عبادت اور تعزیت کے لیے پردہ کے اہتمام کے ساتھ گھر سے باہر جاسکتی ہے یا پھر حج کے لیے خاوند یا کسی محرم کے ساتھ جاسکتی ہے اس کے علاوہ عورت کو قون فی بیوتک (احزاب ۳۳) "اپنے گھروں میں رہو" کے حکم کے مطابق گھر کی چار دیواری میں رہنا چاہیے اور نماز گھر میں پڑھنی چاہیے۔ حدیث نمبر ۹۰۲ میں ہے: حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آج کل کی عورتوں کا بناؤ سنگھار دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں آنے سے روک دیتے۔

علامہ بدرالدین عینی حنفی لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس زمانہ میں عورتوں کے میک اپ میں طرح طرح کی بٹا اور منکرات کو دیکھ لیتیں تو اس سے بھی زیادہ شدت سے عورتوں کے مساجد میں جانے کا انکار کرتیں۔ خصوصاً شہر کی خواتین کا میک اپ، کیونکہ اس کی خرابیاں بیان سے باہر ہیں۔ (راوندی ج ۱ ص ۱۰۰) اور آج کل بیوی پارلر میں جس طرح عورتیں میک اپ کرتی ہیں اگر علامہ عینی اس کا مشاہدہ کر لیتے تو مارے حیرت کے بے ہوش ہو جاتے۔ (بعض خدایاں حسب ذیل ہیں:

۱۔ عورتوں کا تنگ، چست اور نیم عریاں لباس پہن کر گھر سے باہر نکلنا۔  
ب۔ عورتوں کا بے نقاب ہو کر مردوں کی بھینٹ میں خوشبو لگا کر بازاروں میں شاپنگ کے لیے ناز و انداز سے چلنا۔

ج۔ عورتوں کا بے پردہ مختلف سواریوں پر سوار ہو کر جانا۔  
د۔ ساحل سمندر پر مردوں کے ساتھ مخلوط ہو کر بلند آواز سے باتیں کرتے ہوئے جانا۔  
و۔ بیویوں کا خاوندوں پر حکم چلانا اور ان کو اپنا تابع بنا کر رکھنا۔  
و۔ مردوں کی بھینٹ میں عورتوں کا بلند آواز سے چیزیں فروخت کرنا۔ ہمارے زمانہ میں عورتوں کا سیل گول ہونا، دفاتر، بینکوں، ہسپتالوں اور ہوائی جہاز کی مرد سفر میں اجنبی مردوں کے ساتھ مخلوط رہ کر کام کرنا۔

ز۔ عورتوں کا بطور موسیقی گول ٹیڑب افلاقی کاموں میں مشغول رہنا۔  
ج۔ شرین اور ہوائی جہاز وغیرہ میں بے پردہ اجنبی مردوں کے ساتھ سفر کرنا۔



ط۔ بعض عورتوں کا جسم فرش کی لیے بس شاپس، پارکوں، تفریحی گاہوں اور مرقوں میں گاہوں کو ناز و انداز  
کا مختلف ترتیباً اور تحریکات سے اپنی طرف مائل کرنا اور گناہ کی دعوت دینا۔  
ح۔ کلبوں، حماموں اور سونگ پول میں عورتوں کا اجنبی مردوں کے ساتھ حیرنا اور ان کے جسم کو مساج کرنا۔  
د۔ عورتوں کا مردوں کے ساتھ رقص کرنا۔  
ه۔ عورتوں کا اجرت پر گانا سنانا، اکٹ کے نام پر ٹاوی ڈنکوں اور ریڈیو پروگراموں میں اجنبی مردوں  
کے ساتھ کام کرنا۔

۲۔ موڈل گرل بننا اور فلم شوڈیز میں اداکاری کے جوہر دکھانا جس میں اجنبی مردوں کے ساتھ ناچ، گانا، ہم  
آغوش ہونا اور دیگر غش کام شامل ہیں، پھر اسٹیج اور اسکین پر اپنے حسن و جمال اور جسم کے نیم غریاں  
نشیب و فراز کو نئے نئے زاویوں سے دکھانا۔  
و۔ اجنبی مردوں کے ساتھ، کرکٹ، بالی، فٹ بال کیلٹنا اور موڈ میں حصہ لینا۔  
س۔ عورتوں کا لیڈر بننا، اجنبی مردوں سے ملنا اور مردوں کے اجتماع میں جوش و خروش سے  
تقریریں کرنا۔

ع۔ عورتوں کا اپنے مطالبات کے جوس نکالنا اور مظاہرے کرنا۔  
ف۔ روپہ کو بطور سکرافٹ لگے میں ڈالنا اور سینہ کھلا چھوڑ کر بازاروں اور تفریح گاہوں میں گھومنا۔  
من۔ عورتوں کا فوج اور پولیس میں بھرتی ہونا۔  
ش۔ مخلوط تعلیم کا اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں میں عام ہونا، اور مردوں کا عورتوں کو اور عورتوں کا مردوں  
کو پڑھانا، اسی طرح جنس مخالف کو سیکرٹری رکھنا۔

یہ اور اس جیسی بہت سی غیر شرعی باتیں ہیں جن کو اب عورتوں نے ایجاد کر لیا ہے اور فحش اور  
اس قدر غلبہ ہو گیا ہے کہ ایک شریف اور با حیا خاتون کا پردہ کی حد میں گھر سے نکلتا بھی ابتلا مصیبت  
کے خطرہ سے خالی نہیں رہا، ایک طرف مسجد میں باجماعت نماز پڑھنے کی فضیلت ہے اور دوسری طرف  
اس کے مقابلہ میں فسق و فجور میں مبتلا ہونے اور عزت اور عصمت کے لٹ جانے کا شدید خطرہ ہے  
اور ایسی شکل میں جب کم فائدہ زیادہ نقصان اٹھانے کے خطرہ پر موقوف ہو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
اور اسلام کی ہدایت یہ ہے کہ اس کم فائدہ کو ترک کر دیا جائے اور زیادہ نقصان اٹھانے کا خطرہ نہ  
مول لیا جائے، اس لیے حضرت عائشہ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عورتوں کے ایجاد کیے ہوئے  
ان نئے کاموں کو دیکھ لیتے تو ان کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے۔

اگر یہ کہا جائے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کیسے جان لیا کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کاموں  
کو دیکھ لیتے تو عورتوں کو مساجد میں جانے سے منع فرما دیتے، اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت عائشہ کو معلوم  
تھا کہ دین اسلام کا قاعدہ یہ ہے کہ فتنہ اور فساد کی جڑ کاٹ دی جائے اور جس چیز میں فتنہ اور فساد کا خطرہ  
ہو اس کو ترک کر دیا جائے (جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خواہش کے باوجود کعبہ کو منہدم



کر کے اس کی بناء ابراہیم پر مد بارہ تعمیر نہیں کی، (بخاری ج ۲ ص ۲۴) نیز حضرت عائشہ نے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بھی دو کاموں کا اختیار دیا گیا تو آپ نے ان میں سے آسان کام کو اختیار فرمایا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو (شمالی ترمذی ص ۵۹۶)۔ نیز صحیح مسلم میں ہے جب تم میں سے کوئی عورت مسجد میں جائے تو خوشبو نہ لگائے، اور سنن ابوداؤد میں ہے عورتیں بر بودار حالت میں مسجد جائیں، ان احادیث میں بھی یہ اشارہ ہے کہ جب عورتیں خوشبو نہ لگائیں اور غاصرہ لباس پہننے کی عادی ہوں تو پھر ان کو مسجدوں میں جانے سے منع کیا جائے یہ شرح صحیح مسلم جلد خامس میں ہم نے عورتوں کے ستر و حجاب، گھر سے باہر نکلنے اور مسجد میں نماز پڑھنے کی ممانعت کے متعلق زیادہ تفصیل سے احادیث کی روشنی میں لکھا ہے اور صاحب المہمان کیسے ہیں۔

بَابُ التَّوَسُّطِ فِي الْقِرَاءَةِ فِي الصَّلَاةِ  
الْجَهْرِيَّةِ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْإِسْرَارِ إِذَا خَافَ مِنَ الْجَهْرِ مَفْسِدَةً

بہری نازوں میں متوسط آواز کے ساتھ  
قرآن مجید پڑھنا

۹۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو جَعْفَرٍ مُحَمَّدُ بْنُ الصَّبَّاحِ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْقَاسِمِ عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ قَالَ ابْنُ الْقَتَّابِ تَابَهُ هُشَيْمٌ قَالَ أَنَا أَبُو بَشِيرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَجْهَرُوا بِصَلَاتِكُمْ وَلَا تَخَافُتُمْ بِهَا قَالَ تَزَلَّتْ وَتَمَوَّلَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَتَوَارِجَكُمْ فَكَانَ إِذَا صَلَّى بِأَصْحَابِهِ رَفَعَهُ صَوْتَهُ يَا لِقَوْمٍ إِنِّي هَادٍ لَّسَمِيعٍ ذَلِكَ الْمَشْرِعُ كُنْتُمْ سَبِّحُوا الْقُرْآنَ وَمَنْ أُنذِرَكُمْ وَمَنْ جَاءَهُ بِهِ فَقَالَ اللَّهُ تَعَزَّ وَجَلَّ لِيُنَبِّئَكُمْ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا تَجْهَرُوا بِصَلَاتِكُمْ فَسَمِعَهُ الْمَشْرِعُ كُنْتُمْ قَرَأْتُمْ وَلَا تَخَافُتُمْ بِهَا قُلْنَا فَصَلَّابُكُ أَسْمِعُهُمُ الْقُرْآنَ وَلَا تَجْهَرُ ذَلِكَ الْجَهْرُ وَابْتِغَاءَ بَيْنَ ذَلِكَ سَبِيلًا يَقُولُ بَيْنَ الْجَهْرِ وَالْإِسْرَارِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم کی آیت مبارکہ وَلَا تَجْهَرُوا بِصَلَاتِكُمْ وَلَا تَخَافُتُمْ بِهَا کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتب میں چھپ کر بلند آواز سے قرآن پڑھ کر صحابہ کو جماعت کرتے، مشرکین جب قرآن سنتے تو قرآن مجید کو قرآن مجید نازل کرنے والے اللہ تعالیٰ کو اور قرآن لانے والے کو بڑا کہتے، اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا اس قدر بلند آواز سے قرآن مجید پڑھیں کہ مشرکین سن لیں اور یہ آنا آہستہ پڑھیں کہ آپ کے صحابہ بھی دسن سکیں، بلند آواز سے پڑھیں کہ درمیان قرآن شریف پڑھیں۔

۹۰۵۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا يَحْيَى بْنُ زَكْرِيَّا عَنْ هِشَامِ بْنِ عَمْرٍو عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى وَلَا تَجْهَرُوا بِصَلَاتِكُمْ وَلَا تَخَافُتُمْ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ کریمہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے وَلَا تَجْهَرُوا بِصَلَاتِكُمْ وَلَا تَخَافُتُمْ بِهَا کے معنی میں نازل ہوئی ہے۔

المعجم بصری، ص ۱۳۲

۱۔ علامہ بدرالدین محمد بن احمد بیہقی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۷ ص ۱۵۹-۱۵۸، موفیہ و مفصل لطیفہ آواز الطباع



بِمَا قَالَ أُنْزِلَ بِهَا فِي الدُّعَاءِ -

۹۰۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَقَالَ نَاحِيَةُ  
يَعْنِي ابْنَ تَمِيمٍ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ  
قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي اسْمَاءَ وَوَكِيلٌ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُوَيْلِبٍ  
قَالَ نَافِعُ بْنُ مَعَادٍ كُلُّهُمْ عَنْ هِشَامِ بْنِ هِشَامٍ الْإِسْكَانِيُّ  
مُتَّفَقٌ

### بَابُ الْأَسْتِغَاثَةِ لِلْقُرْآنِ

۹۰۷ - وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَأَبُو بَكْرِ بْنُ  
زَيْدٍ شَيْبَةَ وَاسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ كُلُّهُمْ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ  
قَالِ أَبُو بَكْرِ بْنُ جَعْفَرِ بْنِ عَبْدِ الْحَمِيدِ عَنْ مُوسَى  
بْنِ عَائِشَةَ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي  
قَوْلِهِ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا نَزَلَ عَلَيْهِ جِبْرِيلُ يَأْتِيهِ  
كَانَ مِمَّا يُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَهُ وَشَفَقَتِيهِ فَيَشْتَدُّ عَلَيْهِ  
فَكَانَ ذَلِكَ يُعْرِضُ مِنْهُ فَأَنزَلَ اللَّهُ تَبَارَكَ وَ  
تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ أَخَذَ  
إِنْ عَلَيْنَا جُمُوعَهُ وَقَرَأْنَاهُ أَنْ عَلَيْنَا أَنْ نَجْمَعَهُ  
فِي صَدْرِكَ وَكُرْآنَهُ فَتَقْرَأُ أَفَ كَيْدًا كَرَأَيْنَاهُ  
فَاتَّبَعْنَا قُرْآنَهُ قَالَ أَنْزَلْنَاهُ فَنَاسْتَهْمُ لَهُ إِنْ  
عَلَيْنَا بَيِّنَاتٌ أَنْ تُبَيِّنَهُ لِسَانَكَ فَكَانَ إِذَا  
أَتَاهُ جِبْرِيلُ أَخَذَ قِيدًا دَهَبٍ قَرَأَ مَا كُنَّا  
وَعَدْنَا اللَّهُ تَعَالَى -

۹۰۸ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَافِعُ  
عَوَاكَةَ عَنْ مُوسَى بْنِ أَبِي عَائِشَةَ عَنْ سَعِيدِ  
بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ فِي قَوْلِهِ تَعَالَى لَا تُحَرِّكْ  
بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يُعَالِجُ مِنَ التَّنْزِيلِ شِدَّةً كَانَ يُحَرِّكُ  
شَفَقَتِيهِ فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ أَنَا أَخَذْتُ كَهْمَا لَكَ

امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند کے  
ساتھ بھی یہ روایت منقول ہے۔

### قرآن مجید سننے کا حکم

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما آیت سب رکہ  
لا تحرك به لسانك کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جب  
جبرائیل وحی لے کر نازل ہوتے تو رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم (یا دکر نے کی خاطر) اپنی زبان مبارک اور  
ہونٹوں کو جلدی جلدی ہلاتے، اس وقت اللہ تبارک  
و تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی لا تحرك به لسانك  
لتعجل به ان علينا جود قرآنہ آپ یا دکر نے کی خاطر  
زبان کو جلدی دہلاتے، قرآن کو آپ کے سینہ میں جم  
کر لیا اور آپ سے پڑھوانا ہم سے فرمے اور  
فلا اقرأناہ فاجعہ قرائتہ کی تفسیر میں فرمایا جب ہم  
آپ پر قرآن نازل کریں تو آپ فوراً سے سنیں اور ان  
علینا بیان کی تفسیر میں فرمایا ہم آپ کی زبان سے  
قرآن بیان کریں گے، اس کے بعد جب جبرائیل  
آتے تو آپ گردن جھکا کر بیٹھ جاتے اور جب وہ  
چلے جاتے تو آپ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق  
پڑھنا شروع کر دیتے۔

حضرت ابن عباس لا تحرك به لسانك لتعجل به  
کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن  
کے نزول کے وقت بہت مشقت اٹھاتے تھے  
اور اپنے ہونٹ ہلاتے تھے یہ کہہ کر حضرت  
ابن عباس نے سعید بن جبیر سے کہا میں تم کو ہونٹ  
ہلا کر دکھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم



كَمَا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحَرِّكُهُمَا  
فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ فَقَالَ سَعِيدٌ أَنَا أَحَرُّكُهُمَا كَمَا  
كَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ يُحَرِّكُهُمَا فَحَرَّكَ شَفَتَيْهِ كَانَزَلَ  
اللَّهُ تَعَالَى لَا تُحَرِّكُ بِهِ لِسَانَكَ لِتُجْعَلَ فِيهِ رِئَاسَةً  
عَلَيْنَا جَمَعَهُ وَقُرْآنَهُ قَالَ جَمَعَهُ فِي صَدْرِكَ لَمْ تَقْرَأْهُ  
فَإِذَا قَرَأَهُ فَأَتَّبِعْ قُرْآنَهُ قَالَ فَاسْتَمِعْ وَأَنْصِتْ  
ثُمَّ لَنْ عَلَيْنَا أَنْ تَقْرَأَ أَهْكَ قَالَ فَكَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا آتَاهُ جَبْرِيلُ اسْتَمَعَ قِيَادًا  
أَنْطَلَقَ جَبْرِيلُ قِرَاءَةَ الْبَيِّنَاتِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَمَا أَقْرَأَ.

ہوٹ ہلاتے تھے پھر سعید نے کہا میں تم کو ہرٹ  
ہلا کر دکھاتا ہوں جس طرح حضرت ابن عباس نے ہرٹ  
ہلائے تھے، اس مرتبہ پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیات  
نازل فرمائیں لا تحرك به لسانك لتعجل به ان علينا جمعه وقراءته  
حضرت ابن عباس نے اس کی تفسیر میں کہا کہ  
قرآن مجید کو آپ کے سینہ میں جمع کریں گے اور آپ سے  
پیشوا بنیں گے اور فاذا قرأه فاتبع قراءته  
اس کی تفسیر میں فرمایا آپ خاموشی سے قرآن مجید میں  
پھر نرم پر لازم ہے کہ ہم آپ سے قرآن مجید پڑھیں  
اس کے بعد جب جبرائیل علیہ السلام آئے تو رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید سنتے اور جب جبرائیل  
چلے جاتے تو آپ اس کی قرات کے مطابق قرآن  
مجید پڑھتے۔

### قرآن مجید سننے کا شرعی حکم | قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

وَإِذَا قَرَأْتَ الْقُرْآنَ فَاسْتَمِعْ لَهُ وَأَنْصِتْ لَهُ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ۔ (احزاب: ۲۱)

علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں:  
نار اور خارج از نماز دونوں جگہ قرآن مجید کا سننا مطلقاً واجب ہے، کیونکہ یہ نیت اگرچہ نادر کے  
مستقل نازل ہوئی ہے لیکن اعتبار عموم الفاظ کا ہوتا ہے خصوصیت سبب کا اعتبار نہیں ہوتا، پھر قرآن مجید  
کا سننا اس وقت واجب ہے جب کفار غرض ہو، اسی وجہ سے قہر میں بکھارے کہ جب گھر میں کچھ  
قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور گھر والے کام میں مشغول ہوں تو وہ قرآن مجید کے نہ سننے میں معذور ہیں، بشرطیکہ  
اس نے ان کے کام میں شروع ہونے سے پہلے پڑھنا شروع کیا ہو، ورنہ وہ معذور نہیں ہیں، اسی طرح  
قرآن مجید پڑھنے کے دوران فقرہ کو پڑھنے کا حکم ہے، اور اللہ تعالیٰ میں خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ ایک  
شخص فقرہ کو پڑھ رہا ہے اور اس کے پاس کوئی شخص قرآن مجید کی تلاوت کر رہا ہے اور پڑھنے والے کے  
لیے قرآن مجید سننا ممکن نہیں ہے، تو اس کا گناہ پڑھنے والے پر ہوگا، اسی طرح اگر کوئی شخص صحبت  
پر قرآن مجید پڑھے اور لوگ سونے ہوئے ہوں تو پڑھنے والا گناہ گار ہوگا، کیونکہ اس کے نہ سننے  
کا سبب وہ شخص ہے یا اس لیے کہ وہ ان کو بیدار کر کے انہیں ایسا رہنمائی دے، شرح المنیر میں لکھا ہے  
کہ قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے، کیونکہ قرآن مجید کا حق یہ ہے کہ اس کی طرف توجہ کی جائے تاکہ قرآن مجید



کا پڑھا جانا ضائع نہ ہو، اور بعض لوگوں کے سننے سے یہ مقصد پورا ہو جاتا ہے، جس طرح سلام کے جواب کے لیے سب کا جواب دینا ضروری نہیں ہے، بعض کا جواب دینا کافی ہے تاکہ مسلمان کا حق ادا ہو جائے، البتہ قرآن مجید پڑھنے والے پر قرآن مجید کا احترام کرنا واجب ہے۔ بایں طور کہ وہ بازاروں میں اور لوگوں کی مشغولیت کی جگہوں میں قرآن مجید نہ پڑھے، اور اگر اس نے ایسی جگہوں پر قرآن مجید پڑھا تو وہی قرآن مجید کے احترام کو ضائع کرنے کا سبب ہو گا اور نہ سننے کا گناہ اسی کو ہو گا اور جو لوگ مشغول ہیں ان کو گناہ نہیں ہو گا، تاکہ لوگ حرج میں مبتلا نہ ہوں، اور قاضی القضاۃ یحییٰ منقار زادہ نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں یہ ثابت کیا ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض عین ہے۔ لے

تحقیق یہی ہے کہ قرآن مجید کا سننا فرض کفایہ ہے۔

علامہ آؤسی حنفی لکھتے ہیں:

مقدمہ مفسرین نے مجاہد سے نقل کیا ہے کہ یہ آیت نازل اور خطبہ جمعہ کے متعلق نازل ہوئی ہے اور ہماری اصحاب کی کتابوں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کا سننا مطلقاً واجب ہے اور خلاصہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص فقہ رکھو رکھو اس کے پاس کوئی شخص قرآن مجید پڑھ رہا ہو اور اس کے لیے قرآن سننا ممکن نہ ہو تو اس کا گناہ پڑھنے والے پر ہو گا۔ لے

باہر کے لاؤڈ اسپیکر پر تراویح اور شبینوں کا شرعی حکم | ہمارے ہاں عام رواج یہ ہے

کہ مساجد میں باہر کے لاؤڈ اسپیکر پر تراویح اور شبینہ پڑھتے ہیں جس کی آواز باہر بازاروں، دکانوں اور محلے کے گھروں میں جاتی ہے، لوگ اپنے اپنے کام میں مشغول ہوتے ہیں اور قرآن مجید نہیں سن سکتے جس سے قرآن مجید کا احترام ضائع ہوتا ہے، اس کا گناہ اور وبال ان لوگوں پر ہو گا جو باہر کے اسپیکر کو کھول دیتے ہیں مسجد کی انتظامیہ پر واجب ہے کہ وہ صحت اندرز کے اسپیکر کھولیں یا بغیر اسپیکر کے تراویح اور شبینہ پڑھیں۔

صحیح کی نماز میں جہراً قرأت کرنا اور چٹوں پر قرآن مجید پڑھنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے سامنے قرآن پڑھا اور ان کو دیکھا، بلکہ اصل واقعہ یہ

بَابُ الْجَهْرِ بِالْقِرَاءَةِ فِي الصُّبْحِ وَالْقِرَاءَةِ عَلَى الْحِجْرِ

۹۰۹۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ حَزْزَفٍ قَالَ نَأْبُو عَوَاتَةَ عَنْ أَبِي يَشْرِ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ مَا قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۵۱۰-۵۰۹، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۳۶ھ

۲۔ علامہ سید محمد آؤسی حنفی متوفی ۱۲۶۰ھ، روح المعانی ج ۹ ص ۱۵۳، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت



وَسَلَّمَ عَلَى الْجَنَّةِ وَمَا رَأَى هُمْ أَنْ يَنْتَهِى رَسُولُ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي كَأَيِّفٍ مِنْ أَصْحَابِهِ  
 عَامِدِينَ إِلَى سُورٍ عَكَاظٍ وَقَدْ حِيلَ بَيْنَ الشَّيْطَانِ  
 وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ وَأَرْضِ سَلَّتْ عَلَيْهِمُ الشُّهُبُ  
 فَدَجَعَتِ الشَّيَاطِينُ إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا مَا لَكُمْ  
 قَالُوا حِيلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ وَأَرْضِ  
 عَلَيْنَا الظُّهُبُ قَالُوا مَا ذَاكَ الْأَرْضُ كُنِيَ وَهَذَا  
 فَاضِرٌ بَعْدَ مَا يَدَى الْأَرْضِ وَمَعَادٍ بَيْنَا كَانَتْ لِرُؤَا  
 مَا هَذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَنَا وَبَيْنَ السَّمَاءِ فَانْظُرُوا  
 يَهْرُ يُؤْتِ مَسَارِقَ الْأَرْضِ وَمَعَادٍ بَيْنَنَا وَهَذَا  
 النَّفَرُ الَّذِينَ أَخَذُوا أَنْفُسَهُمْ مَتَةً وَهُوَ يَخْلُ  
 عَامِدِينَ إِلَى سُورٍ عَكَاظٍ وَهُوَ يُصَلِّي  
 يَا أَصْحَابِهِمْ صَلُّوا لِرُؤَا الْخَيْرِ كَلَّمَا سَمِعُوا النَّفَرَانَ  
 اسْتَمَعُوا لَهُ وَقَالُوا هَذَا الَّذِي حَالَ بَيْنَنَا  
 وَبَيْنَ خَيْرِ السَّمَاءِ فَدَجَعُوا إِلَى قَوْمِهِمْ فَقَالُوا  
 يَا قَوْمَنَا إِنَّا سَمِعْنَا قُرْآنًا نَجِيًّا يَهْدِي إِلَى  
 الْوَسْطِ قَامَتَا بِهِ وَلَكِنْ نُنْفِرُكَ بِرُؤْيَا أَحَدَا  
 فَاتَّكَلَّ اللَّهُ عَلَى نَبِيِّهِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ  
 عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُلْ أَوْحَى إِلَيَّ أَنَّهُ اسْمِعْ  
 كَقَرْنَيْنِ الْجَنَّةِ

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے  
 ساتھ عکاظ کے بازار کی طرف جارہے تھے اور  
 اس وقت جنات کا آسمان پر باران اور وہاں سے  
 خبریں لاتا بند ہو چکا تھا اور ان پر شہاب ثاقب  
 پھینکے جانے لگے، اس موقع پر جنات اپنی قوم  
 کے پاس گئے اور پوچھا کیا ماجرا ہے، قوم نے  
 کہا ہمارے اور آسمان کی خبروں کے درمیان کوئی  
 چیز حائل ہو گئی ہے اور ہم پر شہاب ثاقب پھینکے  
 جاتے ہیں، انہوں نے کہا کہ اس کا سبب ضرور کوئی  
 لیا واتھ ہے اس لیے تمام مشرق اور مغرب میں  
 پھرو اور دیکھو وہ کیا چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی  
 خبروں کے درمیان حائل ہو گئی ہے، اس کے بعد  
 جنات نے زمین کے تمام مشرق و مغرب  
 کا دورہ کیا ان میں سے کچھ تہامہ گئے، اس  
 وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عکاظ کے  
 بازار میں مقام نخل میں صحابہ کو کرم کو صبح کی نماز پڑھا  
 رہے تھے جب جنات نے قرآن مجید کی آواز  
 سنی تو فوراً سے سنا شروع کر دیا اور کہنے لگے  
 کہ یہی وہ چیز ہے جو ہمارے اور آسمانی خبروں  
 کے درمیان حائل ہو گئی ہے پھر وہ اپنی قوم کے  
 پاس واپس گئے اور کہنے لگے اے قوم! ہم  
 نے ایک عجیب کلام سنا ہے جو سیدھی راہ کی  
 طرف ہدایت دیتا ہے ہم اس پر ایمان لاتے  
 ہیں اور اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک  
 نہیں ٹھہراتے اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے  
 نبی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت  
 نازل کی قل ادھی الی انما استہم نفر من الجن  
 "آپ کہتے کہ مجھ پر یہ وحی نازل کی گئی ہے کہ جنات  
 کی ایک جماعت نے قرآن سنا۔"



۹۱۰۔ حَكَمْتُ نَبَا مُحَمَّدٍ بَنِي الْعَمَّتِ قَالَتْ سَدَّ ثِقَتِي  
عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ دَاوُدَ عَنْ عَامِرٍ قَالَ سَأَلْتُ  
عَلْقَمَةَ هَلْ كَانَ ابْنُ مَسْعُودٍ يَشْهَدُ مَعَ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْحِجْرِ قَالَ  
فَقَالَ عَلْقَمَةُ أَنَا سَأَلْتُ ابْنَ مَسْعُودٍ  
فَقُلْتُ هَلْ شَهِدَ أَحَدٌ مِنْكُمْ مَعَ رَسُولِ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةَ الْحِجْرِ  
قَالَ لَا وَلَكِنَّا كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَقَدْ هَا  
فَأَلْتَمَسْنَا لَا فِي الْأَذْوِيَّةِ وَالشَّعَابِ  
فَقُلْنَا اسْتَطِينَةِ أَوْ اغْتِيلِي قَالَ فَبَسْنَا  
يَسِيرَ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ فَلَمَّا أَصْبَحْنَا  
إِذَا هُوَ جَاءَهُ مِنْ قِبَلِ حِرَاءٍ قَالَ فَقُلْنَا  
يَا رَسُولَ اللَّهِ فَقَدْ تَأَلَّفَ فَظَلَمْنَاكَ فَكُلُّ  
نَجْدَةٍ لَيْسَتْ بِنَا يَسِيرَ لَيْلَةٍ بَاتَ بِهَا قَوْمٌ  
فَقَالَ أَتَانِي دَاغِي الْحِجْرِ فَذَهَبْتُ مَعَهُ  
فَقَرَأْتُ عَلَيْهِمُ الْقُرْآنَ قَالَ فَأَنْطَلَقْتُ بِهَا  
فَإِذَا أَنَا أَتَاةٌ هُمُ وَأَنَا رِيَّةٌ إِلَيْهِمْ وَ  
سَأَلُوهُ الرِّوَادَ فَقَالَ لَكُمْ كُلُّ عَظْمٍ ذِكْرٌ  
اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ يَقَعُ فِي آيِدِيكُمْ أَوْ قَرْمًا  
يَكُونُ لَحْمًا وَكُلُّ بَقْعَةٍ عَلَيْكُمْ لَذَّةٌ آيَتُكُمْ  
فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
لَا تَسْتَنْجُوا بِهِمَا فَمَا شَهَمَا طَعَامٌ  
إِذَا دَانِيَكُمْ

عام کہتے ہیں کہ میں نے علقمہ سے پوچھا  
کیا حضرت عبداللہ بن مسعود علیہ السلام نے رات سے  
ملاقات کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
ساتھ تھے، علقمہ نے کہا میں نے یہ بات حضرت  
عبداللہ بن مسعود سے پوچھی تھی کہ کیا آپ میں سے کوئی  
لیلۃ الحجن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
تھا انھوں نے فرمایا نہیں لیکن ایک رات ہم رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے (اچانک)  
آپ نگاہوں سے اوجھل ہو گئے، ہم پیاروں  
کی نگاہوں اور دلوں میں آپ کو تلاش کرنے لگے  
ہم نے سوچا کہ (شاید) آپ کو جن سے گئے یا کسی  
نے آپ کو ہمد کر دیا، وہ رات ہم نے سخت بے  
چینی سے گزاری، جب صبح ہوئی تو ہم نے دیکھا  
کہ آپ (غار) حرا کی جانب سے آ رہے ہیں، ہم  
نے غرض کیا یا رسول اللہ رات کو آپ ہم سے اوجھل  
ہو گئے، ہم نے بہت دھوڑا لگا آپ انہیں ملے۔  
یہ رات ہم نے اس طرح گزاری جیسے کوئی قوم سخت  
کرب اور بے چینی سے رات گزارتی ہے آپ  
نے فرمایا میرے پاس جنات کی طرف سے ایک  
ناجیہ آیا تھا میں اس کے ساتھ گیا اور جنات کے  
ساتھ قرآن پڑھا پھر آپ ہمیں اپنے ساتھ لے  
گئے اور ہم کو جنات کے اور ان کی آگ کے آثار  
دکھائے، جنات نے آپ سے اپنی خوراک کے  
بارے میں پوچھا، آپ نے فرمایا ہر وہ جانور جس کو  
اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا اس کی ہڈی تمہاری خوراک  
ہے، تمہارے پاس آتے ہی وہ گوشت سے  
پھر ہو جائے گی اور ہر اونٹ کی بینگنی تمہارے  
جانوروں کا پارہ ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا ان دو قول چیزوں سے استنجاء



کہ کیا کرو، کیونکہ یہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے  
اہم مسلم نے ایک اور سند سے یہ حدیث بیان  
کی اور اس میں صرف یہ اضافہ ہے کہ وہ تمام جن  
جزیرہ کے تھے۔

۹۱۱۔ وَحَدَّثَنَا ثَنِيَّةٌ عَنْ أَبِي بَنْجَرٍ الشَّعْبِيِّ  
قَالَ نَأْتِيْنَا عُمَيْلَ بْنَ إِدْرِيسَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ  
الْمُسْتَدِ إِلَى قَوْلِهِ دَامَ مَا يَمُرُّ بِهِمْ قَالِ  
الشَّعْبِيُّ وَسَأَلُوهُ الزَّادَ وَكَانُوا مِنْ جَنَةِ الْجَزِيرِ  
إِلَى أَجْرِ الْحَدِيثِ مِنْ قَوْلِ الشَّعْبِيِّ مُفَقَّدًا مِنْ حَدِيثِ عُمَيْلِ اللَّهِ

اہم مسلم نے ایک اور سند بیان کی اور کہا  
اس سند کے ساتھ روایت میں حدیث کا آخری حصہ  
نہیں ہے۔

۹۱۲۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ  
قَالَ قَاتِلُ اللَّهِ بْنُ إِدْرِيسَ عَنْ دَاوُدَ بْنِ  
الشَّعْبِيِّ عَنْ عُلُقَمَةَ عَنْ عُمَيْلِ اللَّهِ عَنْ النَّبِيِّ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِي قَوْلِهِ وَأَكْأَمَرُ بِمَا يَمُرُّ بِهِمْ كَثْرًا مَّا يَخْتَلَفُ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ میں جنات سے ملاقات کی رات کو رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں تھا اور  
میری یہ تسامحی کہ کاش میں رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم کے ساتھ ہوتا۔

۹۱۳۔ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا  
كَأَلِدَ بْنَ عُمَيْلِ اللَّهِ عَنْ كَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي  
مَعْشَرٍ عَنْ إِدْرِيسَ عَنْ عُلُقَمَةَ عَنْ عُمَيْلِ اللَّهِ  
قَالَ لَمَّا كُنَّا بَيْنَ الْجَنِّ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ دَوْدَتْ إِيَّايَ كُنْتُ مَعَهُ

معن کے والد نے مسروق سے پوچھا کہ  
جس رات جنات نے قرآن سنا اس رات نبی  
صلی اللہ علیہ وسلم کو کس نے خبر دی تھی اسروق  
نے کہا مجھ تمہارے باپ یعنی ابن مسعود نے  
بتلایا ہے کہ آپ کو ایک درخت نے جنات کی  
خبر دی تھی۔

۹۱۴۔ حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مُحَمَّدٍ الْجَرَوِيُّ وَ  
عُمَيْلُ اللَّهِ بْنُ سَعِيدٍ قَالَا نَأْتِيْنَا سَامَةَ عَنْ شُعْبَةَ  
عَنْ مَعْنٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبِي قَالَ سَأَلْتُ مَسْرُودًا  
مَنْ أَذَنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْجَنِّ  
لَيْلَةَ اسْتَمْعَمُوا الْقُرْآنَ فَقَالَ حَدَّثَنِي أَكْبُوكُ  
يَعْنِي ابْنَ مَسْعُودٍ أَذَنَهُ بِهَذِهِ شَجَرَةٍ

جنات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے متعلق دو متعارض حدیثوں میں تطبیق

اور جنات کے مکلف ہونے کا بیان

حدیث نمبر ۹۰۹ میں حضرت عباس کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنات سے ملاقات نہیں  
ہوئی اور حدیث نمبر ۹۱۰ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنات سے ملاقات  
ہوئی ہے، اس تضاد کو ملامت نے اس طرح دور کیا ہے کہ حضرت ابن عباس نے اوائل نبوت کے واقعہ کا ذکر کیا  
ہے اس وقت جنات نے اتفاقاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیچ کا ناز میں قرآن سن لیا تھا، اس سے



یہ بھی معلوم ہوا کہ اوائل نبوت میں صبح کی نماز باجماعت فرض ہو چکی تھی اور حضرت عبداللہ بن مسعود نے جس طاقات کا ذکر کیا ہے وہ بعد کا واقعہ ہے۔

اس بات میں تمام علماء کا اتفاق ہے کہ جنات احکام شریعہ کے مکلف ہیں، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِعِبَادَتِي - میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت

(ذاریات ۵۶)

علامہ ابن حجر مکی، علامہ سبکی سے نقل فرماتے ہیں کہ جنات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تمام احکام کے مکلف ہیں اور بعض علماء سے نقل کرتے ہیں کہ جنات مختلف عقائد پر مشتمل ہیں مثلاً رافضیہ وغیرہ بدعتیہ فرماتے بھی ہیں، نیز ابن حجر فرماتے ہیں کہ ابن تیمیہ نے ذکر کیا ہے کہ علماء کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ تمام احکام شریعہ میں جن ہماری طرح مکلف ہیں نیز علامہ ابن حجر فرماتے ہیں کہ جنات میں سے جو عورتیں ہیں وہ نماز پڑھتے ہیں روزے رکھتے ہیں، حج کرتے ہیں اطواف کرتے ہیں، قرآن پڑھتے ہیں اور انسانوں سے اس طرح علوم سیکھتے ہیں کہ انھیں پتا نہیں چلتا۔ ۱۷

علامہ نووی فرماتے ہیں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ جو جن کفار میں سے ہیں ان کو آخرت میں عذاب ہوگا، کیونکہ قرآن کریم میں ہے:

لَا مَلْئِكَةَ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ -

میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے بھروں گا۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ مؤمنین اور نیک جن جنات میں داخل ہو کر جنت کی نعمتوں سے بہرہ کدندہ ہوں گے یا ان کو جانوروں کی طرح مٹی بنا دیا جائے گا، صحیح مذہب یہی ہے کہ وہ جنت میں جائیں گے اور یہی سن بصری، ضحاک، مالک بن انس اور ابن ابی سیل وغیرہم کا مسلک ہے۔ ۱۸

جنات کے متعلق زیادہ تفصیل اور تحقیق ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثانی میں بیان کی ہے اور عوام میں جو مشہور ہے کہ جن انسان کے جسم پر تصرف کرتے ہیں اس کے متعلق ہم نے زیادہ تفصیل کے ساتھ شرح صحیح مسلم جلد سابع میں لکھا ہے۔

## ظہر اور عصر کی نمازوں میں قرات

## بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ

حضرت ابوقتاہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ظہر اور عصر کی نماز پڑھانے پر پہلی دو رکعتوں میں سورہ فاتحہ اور کوئی دوسری سورہ

۹۱۵ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى الْعَدَنِيُّ قَالَ كَانَتْ أَرْبَعُ عَدَاتِي عَنِ الْحَجَّاجِ يَعْنِي الصُّوْفَاتِ عَنْ يَحْيَى وَهُوَ ابْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي

۱۷۔ علامہ ابن حجر عسقلانی کی متوفی ۹۷۴ھ فتاویٰ ابن حجر ص ۴۰، مطبوعہ مطبع مصطفیٰ البابی واولادہ بمصر، ۱۳۵۴ھ  
۱۸۔ علامہ محمد بن ابی الدین نووی متوفی ۷۷۲ھ، شرح صحیح مسلم علی ذیل مسلم ج ۱ ص ۱۸۵، مطبوعہ دار محمد ص ۱۸۵، المطابع المکیہ ۱۳۵۵ھ



قَتَادَةَ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي قَتَادَةَ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِنَا فَيَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِقَاتِلَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَيُسَمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا وَكَانَ يُطَوِّلُ الرَّكَعَةَ الْأُولَى مِنَ الظُّهْرِ وَيَقْصُرُ الثَّانِيَةَ وَكَذَلِكَ فِي الْعِشَاءِ

۹۱۶ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلَ يَحْيَى بْنُ هَادُونَ قَالَ أَسْأَلُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ بِقَاتِلَةِ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَيُسَمِعُنَا الْآيَةَ أَحْيَانًا قَدْ يَعْرِفُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ بِقَاتِلَةِ الْكِتَابِ

۹۱۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَأَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ جَمِيعًا عَنْ هُشَيْمٍ قَالَ يَحْيَى بْنُ هُشَيْمٍ عَنْ مَسْئُورٍ عَنِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كُنَّا نَحْمِلُ قِيَامَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ فَحَرَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ قَدْ قَرَأَ آيَةَ الْقُرْآنِ تَنْزِيلَ الشَّهَادَةِ وَحَذَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْقَصِصِ مِنْ ذَلِكَ وَحَرَرْنَا قِيَامَهُ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى قَدَرِ قِيَامِهِ فِي الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَفِي الْأُولَيَيْنِ مِنَ الظُّهْرِ وَفِي الْأُولَيَيْنِ مِنَ الْعَصْرِ عَلَى الْقَصِصِ مِنْ ذَلِكَ وَلَمْ يَذْكُرْ أَبُو بَكْرٍ فِي رِوَايَةِ التَّحْزِيلِ وَقَالَ قَدْ تَلَّيْنِ آيَةَ

۹۱۸ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ خَرُوفٍ قَالَ قَالَ أَبُو عَوَانَةَ عَنْ مَسْئُورٍ عَنِ ابْنِ أَبِي شَيْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الظُّهْرِ فِي الرَّكَعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ فِي كُلِّ رَكَعَةٍ قَدْ

پڑھا کرتے تھے اور کبھی کبھی میں (تسليم کیسے) سنا تے بھی تھے اور ظہر کی پہلی رکعت میں دوسری رکعت کی نسبت زیادہ قرأت کرتے تھے، اسی طرح صبح کا نماز میں کرتے تھے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور ایک ایک سورت پڑھا کرتے تھے، اور کبھی کبھی ایک آیت بھی پڑھتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم ظہر اور عصر کی نمازوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام کا اندازہ کرتے تھے تو معلوم ہوا کہ آپ ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں اتنی ویر قیام کرتے تھے جتنی ویر میں سورۃ الم نشرہ مل السجدہ پڑھی ہوتی تھی اور ظہر کی آخری دو رکعتوں میں اس سے نصف مقدار تک قیام کرتے اور عصر کی پہلی دو رکعتوں میں آپ ظہر کی آخری دو رکعتوں کے برابر قیام کرتے اور عصر کی آخری دو رکعتوں میں پہلی دو رکعتوں کی نسبت نصف قیام کرتے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی پہلی دو رکعتوں میں تیس آیات کی مقدار قرأت کرتے تھے اور آخری دو رکعتوں میں پندرہ آیات کے برابر یا اس (تیس آیات) کی اسی مقدار اور عصر کی پہلی دو رکعتوں



میں پندرہ آیتوں کی مقدار قمرات کرتے اور آخری دو رکعتوں میں اس کی آدھی مقدار۔

حضرت جابر بن سمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ اہل کوفہ نے حضرت عمر بن خطاب سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ناز پڑھانے کی شکایت کی۔ حضرت عمر نے حضرت سعد کو بلوایا اور ان سے اہل کوفہ کی شکایت کا ذکر کیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ان کو اس طرح ناز پڑھاتا ہوں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناز پڑھاتے تھے، میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قیام کرتا، سون اور آخری دو رکعتوں میں اس سے کم۔ حضرت عمر نے حضرت سعد سے کہا اے ابواسحاق تم سے مجھے بھی حسن ظن تھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

حضرت جابر بن سمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر نے حضرت سعد سے کہا کہ لوگ تمہاری ہر بات کی شکایت کرتے ہیں حتیٰ کہ ناز پڑھانے کی بھی شکایت کرتے ہیں، حضرت سعد نے کہا میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قیام کرتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں کم اور جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناز پڑھائی تھی میں اس میں کوئی کمی نہیں کرتا، حضرت عمر نے فرمایا تم سے یہی حسن ظن تھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی یہ روایت منقول ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ اہل کوفہ کی شکایت پر حضرت سعد نے کہا یہ وہی

تَلَايْنِ آيَةً وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْ رَخَّسَ عَشْرَ آيَةٍ أَوْ قَالَ يَصِفُ ذَلِكَ وَفِي الْعَصْرِ فِي رُكْعَتَيْنِ الْأُولَيَيْنِ فِي كُلِّ رُكْعَةٍ قَدْ رَخَّسَ آيَةً خَمْسَ عَشْرَةَ وَفِي الْأُخْرَيَيْنِ قَدْ رَخَّسَ ذَلِكَ۔

۹۱۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ نَا هُشَيْمٌ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ عَنْ سَمُرَةَ أَنَّ أَهْلَ الْكُوفَةِ شَكَّوْا سَعْدًا إِلَى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَذَكَرُوا مِنْ صَلَواتِهِ قَدْ سَلَّ عَلَيْهِ عُمَرُ فَقَدِمَ عَلَيْهِ قَدْ كَرَلَهُ مَا عَابُوهَا مِنْ أُمْرِ الصَّلَاةِ فَقَالَ إِنْ لَمْ يَكُنْ بِهِمْ صَلَاةٌ دَسَّوْا اللَّهَ صَلَاتِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَحْرَمُ عَنْهَا إِنْ لَمْ أَذْكُرْ بِهِمْ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخْرَيَيْنِ فِي الْأُخْرَيَيْنِ فَقَالَ ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ يَا أَبَا اسْحَقَ۔

۹۲۰۔ حَدَّثَنَا مُتَّابُ بْنُ سَعِيدٍ وَابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ ابْنِ أَبِي هَيْمَةَ عَنْ جَرِيرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ بْنِ عَمْرِو بْنِ جَابِرٍ إِلَى الْإِسْنَادِ۔

۹۲۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مُقَدِّسٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي حَوْنٍ قَالَ سَمِعْتُ جَابِرَ بْنَ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ عُمَرُ لِسَعْدٍ قَدْ شَكَّوْكَ فِي كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى فِي الصَّلَاةِ قَالَ أَمَا أَنَا قَامَ مَدَّ فِي الْأُولَيَيْنِ وَأُخْرَيَيْنِ مَا أَقْتَدَايْتُ بِهِمْ مِنْ صَلَاةٍ دَسَّوْا اللَّهَ صَلَاتِي اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَلِكَ الظَّنُّ بِكَ أَوْ ذَلِكَ ظَنِّي بِكَ۔

۹۲۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا ابْنُ إِسْحَاقَ عَنْ مُسَجِرٍ عَنْ عَبْدِ الْمَلِكِ وَابْنِ حَوْنٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ بِمَعْنَى حَدِيثِهِمْ وَنَا إِدَقَّ قَالَ يُعْلَمُنِي



الْأَخَرَاتِ بِالصَّلَاةِ -

۹۲۳ - حَدَّثَنَا إِدْرِيسُ بْنُ رَسِيْدٍ قَالَ نَالُوْنِيذِ  
يَعْقُبِي ابْنُ مُسْلِمٍ عَنْ سَعِيدٍ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ  
عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَلْبِ عَنْ قَزَعَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ  
الْخُدْرِيِّ قَالَ لَقَدْ كَانَتْ صَلَاةُ الظُّهْرِ تَقَامُ  
فِي ذَهَبٍ الدَّاهِبِ إِلَى الْبَقِيْعِ فَيَقْفِي حَاجَتَهُ  
ثُمَّ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَأْتِي دَرَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الزَّكَاةِ الدُّوْلَى مِمَّا يَطْوِرُ لَهَا -

۹۲۴ - وَحَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ  
نَالُوْنَا الرَّحْمَنِ بْنُ قَهْقَرٍ عَنْ مَعَاوِيَةَ بْنِ  
صَالِحٍ عَنْ تَرْبِيعَةَ قَالَ حَدَّثَنِي قَزَعَةُ قَالَ أَتَيْتُ  
أَبَا سَعِيدٍ الْخُدْرِيَّ فِي رَجَاِ اللهِ عَنْهُ وَهُوَ مُكْتَوِّ  
عَلَيْهِ فَلَمَّا تَفَرَّقَ النَّاسُ عَنْهُ قُلْتُ إِنِّي لَمْ سَأَلْكَ  
عَمَّا مَالِكَ هُوَ رَاَوْ عَنْهُ قُلْتُ أَسَأَلُكَ عَنْ  
صَلَاةِ دَرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَالِكَ  
فِي ذَلِكَ مِنْ خَيْرٍ فَأَعَاوَهَا عَلَيْهِ فَقَالَ كَانَتْ  
صَلَاةُ الظُّهْرِ تَقَامُ فَيَنْطَلِقُ أَحَدُنَا إِلَى الْبَقِيْعِ  
فَيَقْفِي حَاجَتَهُ ثُمَّ يَأْتِي أَهْلَهُ فَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ  
يَرْجِعُ إِلَى الْمَسْجِدِ وَدَرَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الزَّكَاةِ الدُّوْلَى -

مجھے نماز سکھاتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ ظہر کی جماعت کٹھن ہو جاتی اور پھر کوئی شخص  
بقیہ جا کر اپنا کام کر آتا پھر وضو کرتا اور رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم ایسی پہلی رکعت میں ہوتے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز اس قدر طویل پڑھتے  
تھے۔

تقریب بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید خدری  
کے پاس گیا اس وقت وہاں بہت سے لوگ موجود  
تھے، جب وہ آدمی چلے گئے تو میں نے کہا میں  
آپ سے وہ باتیں پوچھنے نہیں آیا جو باتیں یہ لوگ  
پوچھ رہے ہیں بلکہ میں آپ سے رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں پوچھنے آیا  
ہوں حضرت ابوسعید نے فرمایا کہ اس سوال میں تیرے  
بے بھلائی نہیں ہے (کیونکہ تم ایسی نماز نہیں پڑھ  
سکتے) اس نے جب زیادہ اصرار کیا تو حضرت  
ابوسعید خدری نے فرمایا ظہر کی جماعت کٹھن ہو جاتی  
اور ہم میں سے کوئی شخص بقیہ جا کر اپنے کام سے  
نامتھ ہو کر آجاتا پھر اپنے گھر سے وضو کر کے مسجد  
میں جاتا تو ابھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پہلی رکعت  
میں ہوتے۔

### بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الصُّبْحِ

۹۲۵ - حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ نَا  
حَبِيبُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ وَحْدَةَ بَنِي  
مُحَمَّدٍ رَأْفَةَ وَثَقَامَ بَا فِي التَّفْظِ قَالَ نَا  
عَيْنُ الرَّسَائِقِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ سَمِعْتُ  
مُحَمَّدَ بْنَ عُبَادَةَ بْنَ جَعْفَرٍ يَقُولُ أَسْمَعُ فِي أَوَّلِ سَلَاةِ

### صبح کی نماز میں قرات

حضرت عبد اللہ بن سائب رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مکہ  
مکرمہ میں صبح کی نماز پڑھائی اور سورۃ المؤمنون کی قرات  
شروع کی، جب موسیٰ و ہارون علیہما السلام کا ذکر آیا  
یا عیسیٰ علیہ السلام کا (راوی کو شک ہے) تو رسول اللہ



صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانسی آگئی تو آپ نے قرأت برتن  
کر دی اور رکوع میں چلے گئے۔

بْنِ سَفِيَانَ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَعَبْدُ اللَّهِ  
ابْنُ الْمُسَيَّبِ بْنِ الْعَلَاءِ قَالُوا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الشَّائِبِ قَالَ  
صَلَّى لَنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُبْحَ بِمَكَّةَ فَأَسْتَفْتَهُ  
سُورَةُ الْمُؤْمِنِينَ حَتَّى جَاءَ ذِكْرُ مُوسَى وَهَارُونَ أَوْ ذِكْرُ عِيسَى  
مُحَمَّدُ بْنُ عَبَادٍ يَشْكُ أَوْ اخْتَلَفُوا عَلَيْهِ أَخَذَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُجْلَةً فَرَكَّعَ وَعَبْدُ اللَّهِ ابْنُ الشَّائِبِ حَاضِرٌ ذَلِكَ  
فِي حَدِيثٍ عَنْهُ الزَّادِيُّ فَصَدَّقَ فَرَكَّعَ وَفِي حَدِيثٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ وَكَعْبٍ يَقُولُ ابْنُ الْعَاصِ .

حضرت عمر بن حنظل نے روایت کی کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کرتے  
ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
صبح کی نماز میں والیل اذا عسى ساء۔

۹۲۶ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَأَلْتُ  
يَحْيَى بْنَ سَمْعَانَ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ  
قَالَ نَا وَكَيْفُهُمْ وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ وَاللَّفْظُ لَهُ  
قَالَ أَنَا ابْنُ يَشْرِ عَنْ مَسْعَرٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ التَّيْمِيِّ  
بْنِ سَمْعَانَ عَنْ عَمْرِو بْنِ حَرْبٍ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْقُبْحِ وَالْقَبْلِ إِذَا اسْتَعَسَّ

حضرت مقبیر بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امتداء  
میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی آپ نے سورۃ  
والقرآن المجید۔ والخل باسقات تک پڑھی میں اس  
آیت کو دہراتار تار تار پڑھ رہا تھا کہتا ہے مجھے پتا نہیں  
نے کیا کہا۔

۹۲۷ - حَدَّثَنَا أَبُو كَامِلٍ الْجَعْفَرِيُّ قُتَيْبُ  
بْنِ حُسَيْنٍ قَالَ نَا أَبُو عَوَانَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ  
عَنْ قُطَيْبَةَ بْنِ مَالِكٍ قَالَ صَلَّيْتُ وَصَلَّى بِنَا رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُبْحًا قَاءَ وَالْعُصْرَانِ  
الْمَجِيدِ حَتَّى قَرَأَ وَالنَّخْلَ بِاسِقَاتٍ كَأَنِّي لَجَعَلْتُ  
أُرْدُو حَادِلًا أَوْ مَرِيضًا مَا قَالَ -

حضرت قطیب بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے  
صبح کی نماز میں سنا آپ پڑھ رہے تھے۔ والخل  
باسقات لھا طلع نصیب۔

۹۲۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا  
شَرِيكَ وَابْنُ عُيَيْنَةَ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ قُطَيْبَةَ  
بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْقُبْحِ وَالْقَبْلِ بِاسِقَاتٍ لَهَا طَلَعُ نُصَيْدٍ -

زیاد بن علقمہ اپنے چچا سے روایت کرتے  
ہیں کہ ان کے چچا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
کی امتداء میں صبح کی نماز کی پہلی رکعت میں والخل  
باسقات لھا طلع نصیب۔ کی قرأت کی اور بسا اوقات

۹۲۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ نَا مُحَمَّدُ  
بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ زِيَادِ بْنِ عِلَاقَةَ عَنْ  
عِيَمٍ أَنَّهُ صَلَّيْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقُبْحَ  
قَرَأَ فِي رُكْعَتِهِ وَالنَّخْلَ بِاسِقَاتٍ لَهَا طَلَعُ نُصَيْدٍ



وَرَبَّنَا قَالَ قَا -

۹۳۰ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَا  
حُسَيْنُ بْنُ عَلِيٍّ عَنْ مَرْثَةَ قَالَ قَا سَمَاعُ بْنُ  
حَرْبٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْقَجْرِ بِقَاتٍ وَالْقُرْآنِ  
الْمَجِيدِ وَكَانَ صَلَاتُهُ بَعْدَ تَخْفِيفٍ -

۹۳۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَحُمَّدُ  
بْنُ رَافِعٍ وَالْفُطَيْلِيُّ رَافِعُ قَالَ قَا جَابِرُ بْنُ  
أَدَمَ قَالَ قَا دُرَّ هَيْدَرُ عَنْ سَمَاعٍ قَالَ سَأَلْتُ جَابِرَ  
بْنَ سَمُرَةَ عَنْ صَلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فَقَالَ كَانَ يُخَوِّفُ الصَّلَاةَ وَلَيَقْبَلُ صَلَاةَ مَنْ لَمْ يَكُنْ  
وَأَنْبَأَنِي أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَكُونُ فِي  
الْقَجْرِ بَيْنَ وَالْقُرْآنِ الْمَجِيدِ وَتَجُورُهَا -

۹۳۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى قَالَ قَا جَابِرُ بْنُ  
بْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ قَا شُعْبَةُ عَنْ سَمَاعٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ  
سَمُرَةَ قَالَ قَا كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ  
فِي الظُّهْرِ بِالنَّبْلِ إِذَا يَقْتَضِي وَفِي الْعَصْرِ تَعَوَّذُكَ  
وَفِي الصُّبْحِ بِطُولٍ مِنْ ذَلِكَ -

۹۳۳ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَا  
أَبُو أَدَا الطَّيَالِسِيُّ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ سَمَاعٍ عَنْ  
جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَ  
فِي الصُّبْحِ بِطُولٍ مِنْ ذَلِكَ -

۹۳۴ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ  
قَالَ قَا تَابِرُ بْنُ هَازِمٍ عَنْ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ أَبِي  
الْمِنْهَالِ عَنْ أَبِي بَرْزَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَانَ يَقْرَأُ فِي صَلَاةِ الْعِشَاءِ مِنَ الْمَشْرِقِ إِلَى الْمَغْرِبِ -

۹۳۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ قَا دَكْبَرُ عَنْ  
سُقَيَّاتٍ عَنْ خَالِدِ بْنِ الْحَدَّادِ عَنْ أَبِي الْمِنْهَالِ عَنْ

کہتے ہیں کہ آپ نے سورہ ق کو پڑھا۔  
حضرت جابر بن سمورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز کی پہلی  
رکعت میں قاء والقرآن المجید پڑھتے اور دوسری  
رکعت میں تخفیف کرتے۔

سماک کہتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر بن سمورہ  
رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز  
کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم تخفیف سے نماز پڑھتے تھے  
اور لوگوں کی طرح لمبا نماز ہمیں پڑھتے تھے بلکہ صبح  
کی نماز میں قاء والقرآن المجید۔ یا اس کی  
مثل سورتیں پڑھتے تھے۔

حضرت جابر بن سمورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں  
واللہ اکبر اذا یحشی اور عصر کی نماز میں اس  
کی مثل قرات کرتے تھے اور صبح کی نماز میں اس سے  
لمبی قرات کرتے۔

حضرت جابر بن سمورہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں  
سبح اسم ربك الاعلیٰ اور صبح کی نماز میں اس  
سے لمبی قرات کرتے تھے۔

حضرت ابو بزرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں ساٹھ تہن  
سے لے کر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

حضرت ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں



ساتھ آیتوں سے لے کر سو آیتوں تک پڑھتے تھے۔

أَفِي بَرَاءَةٍ إِلَّا سَلَّيْنِي قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الْقَجْرِ بَيْنَ التَّيْسَتَيْنِ الْحَالِيَتَيْنِ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا نے مجھ کو سورۃ والمزملات خرافا پڑھتے ہوئے سنا وہ کہتے تھیں اسے میرے بیٹے تھا کہ اس سورۃ کو پڑھنے سے مجھے یاد آ گیا کہ میں نے آخری مرتبہ یہ سورۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مغرب کی نماز میں سنی تھی۔

۹۳۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ إِنَّ أَمْرًا لَفُضِّلَ بِهِ الْحَارِثُ سَمِعْتُهُ وَهُوَ يَقْرَأُ الْمُرْسَلَاتِ عُرْفًا فَقَالَتْ يَا بَنِي لَعَنَ ذَكَرْتَنِي يَقْرَأُ تِلْكَ هَذِهِ السُّورَةَ لَهَا نَهَارًا لآخر ما سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِهَا فِي الْمَغْرِبِ -

ایک اور سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے مگر اس میں یہ اضافہ ہے کہ پھر آپ نے اپنی وفات تک نماز میں پڑھا۔

۹۳۷ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَغَمْرَةُ النَّاقِدُ قَالَا نَسَفِيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَحَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو النَّاقِدُ قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي عَصَابٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ كَثْمَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ ثُمَّ أَدْرَجَ حَدِيثَ صَالِحٍ ثُمَّ مَا صَلَّى بَعْدَ حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ -

حضرت جابر بن مسلم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مغرب کی نماز میں سورۃ طہ پڑھی۔

۹۳۸ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَبْرِ عَنْ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ بِالطَّوَرِ فِي الْمَغْرِبِ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

۹۳۹ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَا نَسَفِيَانُ ح وَحَدَّثَنِي حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ ح وَحَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَحَدَّثَنَا حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ أَنَا مَعْمَرُ ح وَحَدَّثَنَا عَمْرُو النَّاقِدُ قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي عَصَابٍ عَنْ صَالِحٍ عَنْ كَثْمَةَ عَنْ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ ثُمَّ أَدْرَجَ حَدِيثَ صَالِحٍ ثُمَّ مَا صَلَّى بَعْدَ حَتَّى قَبَضَهُ اللَّهُ عَزَّ وَجَلَّ -



عَنِ الزُّهْرِيِّ بِهَذَا الْإِسْنَادِ مِثْلَهُ -

## بَابُ الْقِرَاءَةِ فِي الْعِشَاءِ

۹۴۰ - حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ قَالَنَّا أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ فِي الْعِشَاءِ ثَلَاثَ صَلَوَاتٍ: صَلَاةُ الْغَدَاةِ، وَصَلَاةُ الْوُجُودِ، وَصَلَاةُ الْغَدَاةِ الْآخِرَةِ». وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: «كَانَتْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ صَلَوَاتٍ: صَلَاةُ الْغَدَاةِ، وَصَلَاةُ الْوُجُودِ، وَصَلَاةُ الْغَدَاةِ الْآخِرَةِ». وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ: «كَانَتْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثُ صَلَوَاتٍ: صَلَاةُ الْغَدَاةِ، وَصَلَاةُ الْوُجُودِ، وَصَلَاةُ الْغَدَاةِ الْآخِرَةِ».

۹۴۱ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعِيْنٍ قَالَنَّا أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ فِي الْعِشَاءِ ثَلَاثَ صَلَوَاتٍ: صَلَاةُ الْغَدَاةِ، وَصَلَاةُ الْوُجُودِ، وَصَلَاةُ الْغَدَاةِ الْآخِرَةِ».

۹۴۲ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَعِيْنٍ قَالَنَّا أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ أَبِي نَضْرَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: «إِنَّ فِي الْعِشَاءِ ثَلَاثَ صَلَوَاتٍ: صَلَاةُ الْغَدَاةِ، وَصَلَاةُ الْوُجُودِ، وَصَلَاةُ الْغَدَاةِ الْآخِرَةِ».

## عشاء کی نماز میں قنات

حضرت براد بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی ایک رکعت میں سورہ والذین والذین پڑھی

حضرت براد بن عازب بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی آپ نے سورہ والذین والذین پڑھی۔

حضرت براد بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عشاء کی نماز میں سورہ والذین والذین سنا، آپ کے ملازم کسی شخص کو میں نے ایسی خوشگفتاری سے قرآن پڑھتے ہوئے نہیں سنا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ معاویہ بن جبلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے پھر اگر اپنی قوم کو نماز پڑھاتے تھے، ایک رات انھوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی پھر اگر اپنی قوم کو جماعت کرائی اور اس میں سورہ بقرہ شروع کر دی، ایک شخص سلام پھیر کر جماعت سے نکل گیا اور اپنی علیحدہ نماز پڑھ کر چلا گیا، لوگوں نے اس سے کہا کیا تم منافق ہو گئے ہو؟ اس نے کہا نہیں، مجھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت



أَمْعَابُ تَوَاضِعُ تَعْمَلُ بِالنَّهَارِ وَأَنْ مَعَاذًا  
مَنْ مَعَكَ الْوَيْسَاءُ فَفَتَتَمَّ بِسُورَةِ  
الْبَقَرَةِ فَأَقْبَلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
عَلَى مَعَاذٍ فَقَالَ يَا مَعَاذُ أَفَكَانَ أَنْتَ إِفْرًا  
يَكُنْ أَفْرًا يَكُنْ أَفْرًا سَقِيَانُ فَقُلْتُ لَعَنَهُ  
أَنْ يَا الرَّبِّ بَرِحَ دَنَّا عَنْ جَابِدَانَا قَالَ أَفْرًا  
وَالشَّمْسُ وَضَحَّحَهَا وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى وَسَبَّحَ  
اسْمُ رَبِّكَ الْأَعْلَى فَقَالَ عَدُوٌّ وَنَحْوُ هَذَا -

میں حاضر ہوں گا اور تمہاری شکایت کروں گا پھر وہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گیا اور کہنے  
لگا یا رسول اللہ! ہم دن بھر انہوں پر پانی لا کر لاتے  
ہیں اور معاذ آپ کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھ کر آیا،  
پھر اگر ہماری جماعت کران، اور نماز میں سورۃ بقرہ  
شروع کر دی، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساذکی  
طرح سترجہ ہوئے اور فرمایا اسے معاذ! کیا تم فقہ پر  
مور (نماز میں) غلام نکال سورت پڑھا کر وہ حضرت  
جابر کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
الشمس وضححها واللیل اذا يغشى، سبح اسم ربك الاعلى  
جیسی سترجہ میں بتائی تھیں۔

۹۲۴ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ سَمِعْتُ  
رَوَّاحَ بْنَ ابْنِ رُمَيْحٍ قَالَ أَكَا الْكَيْتِ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ  
عَنْ جَابِرِ أَنَّهُ قَالَ صَلَّى مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ الْأَنْصَارِيُّ  
بِأَصْحَابِهِ الْعِشَاءَ فَطَوَّلَ عَلَيْهِمْ فَأَلْفَضَتْ رَجُلٌ  
مِنَّا فَصَلَّى فَأَخْبَرَ مَعَاذٌ عَنْهُ فَقَالَ إِنَّهُ مَنَافِقٌ  
فَلَمَّا بَلَغَ ذَلِكَ الرَّجُلُ دَخَلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَخْبَرَهُ مَا قَالَ مَعَاذٌ  
فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَتَرِيدُ أَنْ  
تَكُونَ قَتْلَانًا يَا مَعَاذُ إِذَا مَمَتِ النَّاسُ خَافُوا  
بِالشَّمْسِ وَضَحَّحَهَا وَسَبَّحَ اسْمُ رَبِّكَ الْأَعْلَى  
وَأَخْرَأَ بِاسْمِ رَبِّكَ وَاللَّيْلُ إِذَا يَغْشَى -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
ساذ بن جبل انصاری نے اپنے ساتھیوں کو عشاء  
کی جماعت کران اور نماز میں قرأت بہت لمبی کر دی  
تو ہم میں سے ایک شخص نے جماعت سے علیحدہ  
ہو کر نماز پڑھی، حضرت معاذ کو جب اس بات کا پتا  
چلا تو انہوں نے کہا کہ وہ شخص منافق ہے اور  
جب اس شخص تک یہ بات پہنچی تو وہ رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور بتایا  
کہ (اس بناء پر) حضرت معاذ نے اس کو منافق  
کہا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت  
معاذ سے کہا۔ اسے معاذ! کیا تم فقہ پر پانا چاہتے  
ہو! جب تم جماعت کرو تو الشمس وضححها،  
سبح اسم ربك الاعلى، اخرا باسم ربك  
اور واللیل اذا يغشى - (جیسی)

۹۲۵ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا مُشَيْمٌ  
عَنْ مَثُورٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
أَنَّ مَعَاذَ بْنَ جَبَلٍ كَانَ يُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ معاذ بن جبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ  
عشاء کی نماز پڑھتے پھر جا کر اپنی قوم کو عشاء کی نماز



اللَّهُ صَلَّى وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ الْآخِرَةَ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلَى قَوْمِهِ فَيُصَلِّيُ بِهِمْ تِلْكَ الصَّلَاةَ - پڑھاتے۔

۹۴۶ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ أَبِي الْأَيْمَنِ الْقَظْرِيِّ قَالَ قَالَ أَبُو الْأَيْمَنِ عَنْ هَمْدَانَ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ كَانَ مُعَاذٌ يُصَلِّيَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعِشَاءَ ثُمَّ يَأْتِي مَسْجِدَ قَوْمِهِ فَيُصَلِّيُ بِهِمْ - حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عشاء کی نماز پڑھتے پھر اپنی مسجد میں جا کر لوگوں کو جماعت کراتے۔

**متنفل کی اقتداء میں مغفرت کی نماز کی مانعت میں مذاہب اربعہ اور جمہور فقہار کے دلائل**

اس باب کی تمام احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ عشاء کی نماز دوبار پڑھتے تھے ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں اور ایک بار اپنی قوم کو مسجد میں جا کر عشاء کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھاتے تھے۔ امام شافعی نے ان احادیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ حضرت معاذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں فرض پڑھتے اور اپنی قوم کو جا کر جب عشاء کی نماز پڑھاتے تو وہ نفل کی نیت کر لیتے اور قوم فرض کی نیت کرتی پھر امام شافعی یہ اجتہاد کرتے ہیں کہ امام نفل پڑھ رہا ہو اور مقتدی اس کے پیچھے فرض پڑھیں تو یہ جائز ہے اس کے برخلاف امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ ہے کہ نفل پڑھنے والے کی اقتداء میں فرض نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔  
امام اعظم اور دوسرے ائمہ کی دلیل یہ ہے کہ امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں:

عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إنما جعل الإمام ليؤتم به فلا تختلفوا عليه الحديث - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام کو اس لیے امام بنایا جاتا ہے کہ اس کی اتباع اور پیروی کی جائے لہذا

امام سے اختلاف نہ کرو۔  
اور اس سے بڑھ کر امام کی مخالفت کیا ہوگی کہ امام نے نفل کی نیت کی ہو اور مقتدی فرض کی نیت کر لیں، اس لیے جب امام نے نفل کی نیت کی ہو تو اس کے پیچھے فرض پڑھنا جائز نہیں ہے، اگر یہ کہا جائے مقتدی کی اقتداء میں نفل پڑھنے سے بھی تو امام سے اختلاف ہوگی اس کا جواب یہ ہے کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد فرض ہو جاتی ہے حتیٰ کہ اگر اس کو توڑ دے تو اس کا اعادہ کرنا واجب ہے۔  
دوسری دلیل یہ ہے کہ امام ترمذی اپنی جامع میں روایت کرتے ہیں:

۱۔ عبد الرحمن بن عذری، کتاب الفقہ علی المذہب الاربعہ ج ۱ ص ۱۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت  
۲۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری سنن ۲۵۶، صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت، ۱۳۸۱ھ



عن أبي هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الإمام رضا من رسله

حضرت ابو جہر رحمہ اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا امام ضامن ہے۔

یعنی امام کی نماز مقتدی کی نماز کو مستغن اور شامل ہوتی ہے اور اعلیٰ ادنیٰ کو شامل ہو سکتا ہے، ادنیٰ اعلیٰ کو شامل نہیں ہوتا لہذا فرض تو نفل کو شامل ہو سکتا ہے، یعنی مختصر میں کی اقتدار میں مستغن کی نماز ہو سکتی ہے لیکن نفل فرض کو شامل نہیں ہو سکتا اور نفل پڑھنے والے کی اقتدار میں فرض پڑھنے والے کی نماز نہیں ہو سکتی۔

علامہ نووی نے حدیث معاف سے متفق کے پیچھے فرض پڑھنے پر استدلال کیا ہے اور کہتے ہیں کہ جمہور اس حدیث کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ حضرت معاف نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نفل کی نیت کی تھی اور اپنی قوم کو ناز پڑھاتے وقت فرض کی نیت کی تھی یا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی میں حضرت معاف اپنی قوم کو فرض ناز پڑھاتے رہے یا یہ کہ یہ حدیث منسوخ ہے پھر فرماتے ہیں کہ یہ سب بے اصل باتیں ہیں جو اس حدیث صحیح کے مزاحم نہیں ہو سکتیں۔

علامہ نووی نے اجمہور کے جوابات کے سلسلہ میں جتنی باتیں کہی ہیں وہ سب بجائے خود بے اصل ہیں۔ اجمہور نے حدیث معاذ کے چند جواب دیئے ہیں:

۱۔ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ و شہاد کی ناز و وجہ پڑھتے تھے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں پڑھتے پھر اپنی قوم کو جا کر پڑھاتے تھے حضرت معاذ بن جبل نے عورت نہیں بیان کیا کہ وہ کس جگہ کیا نیت کرتے تھے اب یہاں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں وہ نفل پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو جا کر فرض پڑھاتے ہوں۔

۲۔ دوسرا احتمال یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں فرض پڑھتے ہوں اور اپنی قوم کو فرض پڑھانے کے لیے نفل کی نیت کرتے ہوں، امام شافعی اسی کے قائل ہیں لیکن اہل علم پر مخفی نہیں کہ صرف احتمال سے کوئی دعویٰ ثابت نہیں جوتا، خصوصاً اس وقت جب کہ مخالفت احتمال زیادہ قوی ہو چکی ہو کہ جب دوسرے دلائل سے (جو اوپر گزر چکے ہیں) یہ ثابت ہو چکا کہ مستقل کے پیچھے مفتقرض کی ناز نہیں ہوتی تو حضرت معاذ کے اس نفل کو اسی صورت پر محمول کیا جائے گا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار میں نفل پڑھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ پڑھاتے دیکھ کر اسی طریقہ سے جبکہ فرض پڑھاتے تھے۔

۳۔ اور اگر بالفرض مان بھی لیا جائے کہ سنت مساند و دونوں جگہ فرض پڑھتے تھے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مساند صحابین میں امام احمد بن حنبل ثعلبی نے اور شرجی عافی الیہ آثار میں اپنی اسانید کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب اعرابی نے حضرت معاذ کی لمبن قرأت کرنے کی شکایت کی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تَكُنْ فِتْنًا كَمَا اَنَّ تَصْلَى مَعِيَ وَامَّا  
ان تَخْشَعَ عَنِ قَوْمِكَ -

اے سناؤ قلنہ منت ڈالو یا صرت میری اقتدا میں نماز  
پڑھو اور با اپنی قوم کو سختی سے نماز پڑھانے

۱۰۰۔ امام ابوعلیسی شریفی متوفی ۷۵۹ھ۔ جامع ترمذی ص ۱۰۵، مطبوعہ نور محمد کازخانہ تجارت کتب گراچی

۷۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، سند امام احمد بن حنبل ج ۵ ص ۷۷، مطبوعہ مکتبہ اسلامی بیروت، ۱۳۹۶ھ

۳۷۹ - امام ابو جعفر طحطاوی شریفی: شرح مسائل الآثار ج ۱ ص ۲۷۹، مطبوعہ نور محمد، صبح الطالب کراچی







## بَابُ أَمْرِ الْأَرْمَةِ بِتَخْفِيفِ الصَّلَاةِ فِي قَامٍ

۹۴۷۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا هُشَيْمٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنْ قَيْسِ عَنْ أَبِي مَسْعُودٍ الْأَنْصَارِيِّ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنِّي لَكَ أَخَذْتُ عَنْ صَلَاةِ الصَّغِيرِ مِنْ أَجْلِ فُلَانٍ وَمِمَّا يُطِيلُ بِهَا حَمَا دَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَقْصِدَ فِي مَوْعِظَةٍ قَطُّ أَشَدُّ مِمَّا هُضِبَ يَوْمَئِذٍ فَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ مِنْكُمْ مُنْفَرِّقِينَ بَيْنَ قَوْمِكُمْ وَأَمَّا النَّاسُ فَلَيْسَ جَزَاءُ مَنْ وَمِمَّا أَيْدِي الْكِبِيرِ وَالصَّغِيرِ وَذَلِكَ الْحَاجَةُ۔

۹۴۸۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو مَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمٌ وَكَثِيرٌ وَحَدَّثَنَا ابْنُ عُثَيْمٍ قَالَ نَا أَبِي حَزْمٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي عُثَيْمٍ قَالَ نَا سُلَيْمَانُ كُلُّهُمْ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ خَالِدٍ الْإِسْكَانِي بِمِثْلِ حَدِيثِ هُشَيْمٍ۔

۹۴۹۔ حَدَّثَنَا مُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا الْمُغِيرَةُ وَهُوَ ابْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ الْجَدِّي عَنْ أَبِي الزُّنَادِ عَنْ الْأَعْمَشِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَمَرَ أَحَدُكُمْ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِيهِمُ الصَّغِيرَ وَالْكَبِيرَ وَالصَّغِيرَ وَالْكَبِيرَ فَإِذَا صَلَّى وَخَذَهُ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ۔

۹۵۰۔ وَحَدَّثَنَا ابْنُ أَبِي رَافِعٍ قَالَ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ نَا مَعْمَرُ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُتَيْبٍ قَالَ هَذَا مَا حَدَّثَنَا أَبُو هُرَيْرَةَ عَنْ مُحَمَّدٍ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ كَرَأَ حَدِيثَ مِنْهَا وَقَالَ

## أَمْرٌ كَوْتَحْفِيفِ سَ نَمَازِ پُر حَافِ نَہِ کَافِ مَ

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ میں فلاں شخص کی لمبی قرات کرنے کی وجہ سے صبح کی نماز سے رو جاتا ہوں (حضرت ابو مسعود کہتے ہیں کہ میں نے اس دن سے پہلے نصیحت کے موقع پر کبھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے زیادہ غصب میں نہیں دیکھا تھا، آپ نے فرمایا اسے لوگو! تم میں سے بعض اشخاص لوگوں کو دین سے متنفر کرتے ہیں، تم میں سے جو شخص بھی نماز پڑھانے کو تخفیف کرے، اس لیے کہ اس کے پیچھے بوڑھے، کمزور اور غریب و محتاج اشخاص بھی ہوتے ہیں۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی حدیث سابقہ کی مثل روایت منقول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص جماعت کرانے کو تخفیف کرے (یعنی زیادہ لمبی نماز پڑھائے) اس لیے کہ جماعت میں بچے، بوڑھے، کمزور اور بیمار بھی ہوتے ہیں اور جب تنہا نماز پڑھے تو جس طرح چاہے پڑھے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھانے کو تخفیف سے پڑھائے، کیونکہ جماعت میں بوڑھے بھی ہوتے



قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ  
أَمْرًا أَحَدُكُمْ النَّاسَ فَلْيُخَفِّفْ الصَّلَاةَ فَإِنَّ  
فِيهِمْ الضَّعِيفَ وَإِذَا قَامَ وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ  
صَلَاتَهُ تَامًا مَشَافًا .

۹۵۱ - وَحَدَّثَنَا ثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا  
ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شَهَابٍ  
قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا  
هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا مَاتَ أَحَدُكُمْ  
لِلنَّاسِ فَلْيُخَفِّفْ فَإِنَّ فِي النَّاسِ الضَّعِيفَ وَالشَّقِيقَ وَالْعَاجِزَ .

۹۵۲ - وَحَدَّثَنَا ثَنَا نَبِيُّ الْمَلِكِ بْنُ شُعَيْبٍ  
الْكَلْبِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي قَالَ حَدَّثَنِي الْكَلْبِيُّ بْنُ  
سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شَهَابٍ قَالَ  
أَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا  
هُرَيْرَةَ يَقُولُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِشَلِّهِ غَيْرَ أَنَّهُ قَالَ بَدَلًا لِلشَّقِيقِ الْكَبِيرِ .

۹۵۳ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ  
قَالَ أَنَا أَبِي قَالَ قَامَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ عُمَرَ قَالَ قَامَ  
مُوسَى بْنُ طَلْحَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ بْنُ أَبِي  
الْعَاصِ الثَّقَفِيُّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ لَمَّا أَمَرَ حُومَلَةَ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنِّي  
أَجِدُ فِي نَفْسِي شَيْئًا قَالَ أَوْفِدْهُ فَيَجْلِسُ بَيْنَ  
يَدَيْهِ ثُمَّ وَصَّه كَقَدْرٍ فِي صَدْرِهِ بَيْنَ كَفَيْهِ  
ثُمَّ قَالَ تَحَوَّلْ فَوَضَعَهَا فِي ظَهْرِي بَيْنَ كَتِفَيْ  
ثُمَّ قَالَ أَمَرَ حُومَلَةَ فَقَالَ أَمَرَ حُومَلَةَ فَلْيُخَفِّفْ  
فَإِنَّ فِيهِمْ الْكَبِيرَ فَإِنَّ فِيهِمْ التَّامِرَ مَضَى فَتَكَرَّرَ  
فِيهِمْ الضَّعِيفُ وَإِنَّ فِيهِمْ الْعَاجِزَ فَإِذَا مَاتَ  
أَحَدُكُمْ وَحْدَهُ فَلْيُصَلِّ كَيْفَ شَاءَ .

۹۵۴ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ

ہیں اور کمزور بھی اور جب اکیلا نماز پڑھے تو جس طرح  
چاہے پڑھے ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں  
سے کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھائے تو ضعیف کر کے  
کیونکہ لوگوں میں کمزور، بیمار اور ضرورت مند بھی ہوتے ہیں

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی  
یہ روایت اس طرح منقول ہے مگر اس میں بیمار کی  
جگہ بڑھے کا لفظ ہے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ  
تم اپنی قوم کو امامت کیا کرو، میں نے عرض کیا یا رسول  
اللہ مجھے کچھ بھیج یک محسوس ہوتا ہے آپ نے فرمایا  
میرے قریب ہر پھر آپ نے اپنا ہاتھ میرے  
سینہ کے درمیان میں رکھا، پھر کہا پیٹھ موڑ لو پھر  
میرے کندھوں کے درمیان اپنا ہاتھ رکھا پھر  
فرمایا اپنی قوم کو امامت کراؤ اور جو شخص جماعت کرے  
اسے ضعیف سے کام لینا چاہیے کیوں کہ لوگوں  
میں بڑھے بھی ہوتے ہیں اور ان میں مریض بھی  
ہوتے ہیں اور ان میں ضرورت مند بھی ہوتے ہیں  
اور جب تم میں سے کوئی شخص اکیلا نماز پڑھے  
تو جس طرح چاہے پڑھے۔

حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفی رضی اللہ عنہ



قَالَ نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ عَمْرِو بْنِ مُرَّةٍ  
قَالَ سَمِعْتُ سَعِيدَ بْنَ الْمُسَيَّبِ قَالَ حَدَّثَنِي عُثْمَانُ  
بْنُ أَبِي الْعَاصِ قَالَ أَخْبَرَنَا عَنْهُ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَمَمْتَ قَوْمًا فَارْخُفْ بِهِمُ الصَّلَاةَ

۹۵۵ - حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ عِشَامٍ وَابُو الزَّيْبِ  
الرَّهْمِيُّ قَالَ نَافِعُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَانَ يُرْجِزُ فِي الصَّلَاةِ وَيَتَمَنَّى

۹۵۶ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَفُتَيْبَةُ  
بْنُ سَعِيدٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ فُتَيْبَةُ نَافِعُ  
عَوَانَةُ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ رَسُولِ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ مِنْ أَخْفِ النَّاسِ صَلَوةً فِي تَمَنٍّ

۹۵۷ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَفُتَيْبَةُ  
ابْنُ سَعِيدٍ وَعَلِيُّ بْنُ حُجْرٍ قَالَ  
يَحْيَى بْنُ يَحْيَى أَنَا وَقَالَ الزُّهْرِيُّ نَافِعُ بْنُ  
يَعْقُوبَ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ شَرِيكَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
نَمِيرٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّهُ قَالَ مَا صَنَعْتُ دَرَأَ

إِقَامَةٍ أَخَفَ صَلَوةً وَلَا أَدْرَكَ صَلَوةً مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

۹۵۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا جَعْفَرُ  
بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ شَرِيكَ بْنِ الْبَنَانِيِّ عَنْ أَنَسِ قَالَ كَانَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْمَعُ بُكَاءَ  
الصَّغِيرَةِ مَعَ أُمِّهَا وَهُوَ فِي الصَّلَاةِ فَيَقْرَأُ بِالشُّوْبَةِ  
الْحَقِيقَةِ أَوْ بِالشُّوْبَةِ الْقَصِيرَةِ

۹۵۹ - وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مِنْهَالٍ الصَّدُوقُ  
قَالَ نَافِعُ بْنُ زُرَّيْعٍ قَالَ نَافِعُ بْنُ سَعِيدٍ بَنِي  
عَمْرٍو عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ  
قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا  
لَدَخَلَ الصَّلَاةَ أَرِيدَ إِطْلَاقَهَا فَاسْمَعْ بِكُفِّكَ  
الصَّغِيرَةَ فَتُخَفِّفْ مِنْ شِدَّةِ دُجْدِ أُمِّهَا

بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
جو مجھے آخری نصیحت کی تھی وہ یہ تھی کہ جب تم  
جماعت کراؤ تو اس میں تخفیف سے کام لو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز تخفیف سے  
اور کامل پڑھاتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سب لوگوں کی  
بہ نسبت تخفیف سے اور کامل پڑھاتے تھے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان  
کرتے ہیں میں نے کسی امام کی اقتداء میں رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بہ نسبت کامل اور تخفیف  
سے نماز نہیں پڑھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں کسی  
ایسے بچہ کے رونے کی آواز سننے پر اپنی  
ماں کے ساتھ ہر تار چھوڑی سورت پڑھ کر  
نماز میں تخفیف کر دیتے۔

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں  
نماز پڑھانی شروع کرتا ہوں اور اسے لہا کرے  
کا ارادہ کرتا ہوں، پھر کسی بچہ کے رونے  
کی آواز آتی ہے تو اس خیال سے نماز میں تخفیف  
کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو اس کے رونے کی



وجہ سے سخت تکلیف ہوگی۔

**مغرب کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قرات کرنے کی توجیہ** | اس باب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں، بوڑھوں اور ضرورت مند لوگوں کی رعایت سے اللہ کو نماز میں تخفیف کرنے کا حکم دیا ہے، یعنی نماز میں کم قرات کیا کریں، حالانکہ بعض احادیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اوقات مغرب کی نماز میں دو پارے بھی قرات کی ہے۔ امام ابوداؤد و ترمذی روایت کرتے ہیں:

عن مروان بن الحکم قال قال لی زید بن ثابت مالم یقرأ فی المغرب بقصاص المفضل وقد رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقرأ فی المغرب بطولی الطویلین قال ما طوی الطویلین قال الاعراف والاخر الانعام وسالت انا ابن ابی ملیکۃ فقال لی من قبل نفسه المأثرة والاعراف شیء

مروان بن الحکم کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا تم مغرب میں چھوٹی چھوٹی سورتیں کیوں پڑھتے ہو؟ حالانکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مغرب کی نماز میں لمبی لمبی سورتیں پڑھتے ہوئے دیکھا ہے، اس نے کہا وہ لمبی لمبی سورتیں کون سی تھیں، انھوں نے کہا ایک اعراف اور دوسری انعام، اور میں نے ابن ابی ملیکہ سے سوال کیا تو انھوں نے اسی طرح سے سورۃ مائدہ اور سورۃ اعراف بتائی۔

سورۃ اعراف سوا پارے کی ہے اور سورۃ انعام پورے پارے کی ہے اور سورۃ مائدہ ایک پارے کی ہے اس حدیث میں یہ احتمال بھی ہے کہ آپ مغرب کی ایک رکعت میں سورۃ اعراف اور دوسری میں سورۃ انعام یا سورۃ مائدہ پڑھتے تھے، اور یہ بھی احتمال ہے کہ دونوں رکعتوں میں سورۃ اعراف پڑھتے تھے اور کبھی سورۃ انعام اور کبھی سورۃ مائدہ پڑھتے تھے۔ یہ حال مغرب کی نماز میں آپ دو پاروں کی مقدار اور یا سوا پارہ کی مقدار قرات کرتے تھے جب کہ مغرب کی نماز کا وقت بھی کم ہوتا ہے۔

اس پر یہ اشکال ہے کہ آپ نے لمبی نماز پڑھانے سے منع فرمایا ہے، کیونکہ نمازیوں میں کمزور، بیمار اور کام کر جانے والے لوگ بھی ہوتے ہیں اور خود آپ نے مغرب کی نماز میں تقریباً دو پارے قرات کی ہے اس کے جواب میں ملا علی قاری رحمہ اللہ الباری نے یہ فرمایا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن پڑھتے تھے تو اس کے سننے میں سننے والوں کو ایسا کیفیت اور سرور آتا تھا اور ان پر اس طرح وجد طاری ہوتا تھا کہ کمزوروں کو اپنی کمزوری بھول جاتی تھی، بیماروں کو بیماری بھول جاتی تھی اور کام والوں کو کام بھول جاتے تھے لہذا ان کی یہ تماشق تھی کہ کاش ان کو قیامت تک کی عمر بھی ملے تو وہ یوں ہی آپ کے پیچھے اس نماز میں گزر جائے

۱۳۰۵ھ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۱۱۸، مطبوعہ مطبعہ مجتہبات پاکستان لاہور



اور میرا ذوق یہ ہے کہ آپ کے پیچھے جب کمر نماز پڑھتے تو ان کی کمزوری دور ہو جاتی تھی، یہاں  
کی بیماری جاتی رہتی تھی اور کام والوں کے کام بن جاتے تھے اور یہ شک ہے کہ مغرب کی نماز میں قوت  
کم ہوتا ہے لیکن جب آپ قرأت کرتے تھے تو وقت کی بعضیں بھی رنگ جاتی تھیں اور گردشیں نیل  
نہاں بھی ٹھہر جاتی تھیں۔

بعد میں آنے والے نمازی کے لیے امام کا رکوع کو لمبا کرنے کا شرعی حکم [علامہ علاء الدین  
حنفی لکھتے ہیں،

کسی نمازی کو جماعت میں شامل کرنے کے لیے امام کا قرأت کو لمبا کرنا یا رکوع کو لمبا کرنا مکروہ  
تحریمی ہے، جب کہ وہ پہچان دے کہ فلاں شخص اگر ایسا کرے اور اگر اس کو پتہ نہ ہو کہ کون ہے تو پھر  
مکروہ نہیں ہے اور اگر وہ شخص اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لیے ایسا کرے تو بالاتفاق مکروہ  
نہیں ہے، لیکن یہ نادر ہے اور اس کا نام مندہ یا رکھا گیا ہے اس لیے اس سے احتراز کرنا چاہیے  
علامہ ابن عابدین شامی حنفی لکھتے ہیں :

بدائع اور ذخیرہ میں امام ابو یوسف سے منقول ہے کہ میں نے امام ابو حنیفہ اور امام ابن ابی لیلیٰ  
سے اس کے متعلق سوال کیا تو ان دونوں نے اس کو مکروہ کہا، اور امام ابو حنیفہ نے فرمایا مجھے ایسے  
امام کے متعلق بہت بڑے گناہ یعنی شرک کا خدشہ ہے، امام محمد نے بھی اس کو مکروہ کہا ہے، امام مالک اور  
امام بیہقی کے قول حدیث میں بھی اس کو مکروہ قرار دیا ہے، بعض لوگوں نے امام اعظم کے کلام کا یہ مطلب لیا کہ وہ  
شخص حقیقتہً مشرک ہے اور اس کا خون مباح ہے لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ ان کی اس سے مراد شرک فی العمل  
ہے کیونکہ اس کے رکوع کا اول حصہ اللہ کے لیے تھا اور اس کے رکوع کا آخری حصہ آنے والے نمازی  
کے لیے اس کی تکحیر نہیں کی جائے گی، کیونکہ اس امام نے اس نمازی کے لیے نفل اور عبادت کا ارادہ  
نہیں کیا۔

اگر امام کو پتہ نہ چلے کہ کون اگر ایسا ہے اور وہ عبادت پر امانت کے قصد سے رکوع کو لمبا کر دے  
تو کوئی حرج نہیں ہے بشرطیکہ اپنی عادت سے صرف ایک یا دو تیس بیس زیادہ پڑھتے تاکہ باقی نمازیوں  
پر دشوار نہ ہو تاہم افضل یہی ہے کہ ایسا نہ کرے، کیونکہ یہ عبادت میں ایسا کام کرنے سے جس میں عدم  
افضل کا شبہ ہے اور بلاشبہ اس کا ترک افضل ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کام میں  
شبہ ہو اس کو ترک کر دو، اور وہ کام کرو جس میں شبہ نہ ہو، کیونکہ اگرچہ اس میں بظاہر عبادت پر معاشرت  
ہے لیکن اس میں حقیقتہً نماز میں سستی اور بروقت جماعت میں شامل نہ ہونے اور جماعت میں ملنے کے  
اہتمام نہ کرنے پر معاشرت ہے اس لیے اس کو ترک کرنا اولیٰ ہے۔

عثمانیہ استنبول ۱۳۲۲ھ

الحمد لله علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ در مختار علی الممشی و المختار ج ۱ ص ۲۶۲ مطبوعہ مطبعہ



بعد میں آنے والے نمازی کو رکعت میں شامل کرنے کے لیے رکعت کو لمبا کرنا شرط مذکور کے ساتھ جائز ہے خصوصاً فجر کی نماز میں پہلی رکعت کو لمبا کرنا بالاتفاق مستحب ہے اور باقی نمازوں میں اختلاف ہے کیونکہ صبح کا وقت نیند اور غفلت کا ہوتا ہے اس لیے پہلی رکعت میں زیادہ قرات کی جاتے تاکہ زیادہ نگ شامل ہوں، صحابہ کرام نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال سے یہی سمجھا ہے، عبد اللہ بن مبارک، اسحاق، ابراہیم اور ثور بن سے منقول ہے کہ امام کے لیے مستحب یہ ہے کہ پانچ تسبیحات پڑھے تاکہ اس کے ساتھ ملنے والا تین تسبیحات پڑھ سکے، اس اعتبار سے بعد میں آنے والے نمازی کی مدد کرنے کا قصد کرنا افضل ہے بشرطیکہ اس کے دل میں اس کی محبت کا خیال یا اس سے حیاء کا خیال نہ آئے، اسی بنا پر معراج میں لکھا ہے کہ اس کو اجر ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: **تَعَادَنُوا عَلٰی الْبُیُوتِ وَالْمَسْكُوٰی**۔ دینیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو، اور مفتی میں لکھا ہے کہ ثور بن کو ویر سے اقامت کہنا اور امام کا لوگوں کو شامل کرنے کے لیے لمبی قرات کرنا محرم ہے، یہ اس وقت ہے جب وہ دنیا داروں کو رکھ کر نے کے لیے ایسا کرے اور دوسرے نمازیوں پر یہ تاخیر و شغل ہو، خلاصہ یہ ہے کہ بیک اور صالح آدمیوں کے لیے معمولی تاخیر کرنا مکروہ نہیں ہے۔

مصنف کی رائے یہ ہے کہ بعد میں آنے والے نمازیوں کو شامل کرنے کے لیے قرات لمبی کرنا یا رکوع میں تسبیحات کو زیادہ پڑھنا کم از کم خلاف اولیٰ ضرور ہے کیونکہ اس میں بعد میں آنے والوں کی تسبیح اور بروقت جماعت میں شامل نہ ہونے پر ملامت ہے، امام کو چاہیے کہ اپنی عادت کے مطابق غائبین قرات کرے اور رکوع میں اپنی عادت کے مطابق تسبیحات پڑھے اور اللہ کی عبادت میں بس اس کی نیت رکھے اور کسی اور کی نیت کو اس میں شریک نہ کرے اور اگر اس نے آنے والے کو پہچان کر نماز کو لمبا کیا تو وہ دین دار اور دنیا دار تو پھر اس عمل کے مکروہ تحریمی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔

بَابُ رَاغِبٍ اِلَى اَرْكَانِ الصَّلَاةِ وَ نَمَازِ كَے اَرْكَانِ مِیں اَعْتَدَالِ كَرْنَا اور نماز

تَخْفِيفِهَا فِی تَمَامِ كُوْمَل كَرْنِے مِیں تَخْفِيف كَرْنَا

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کو نور سے دیکھا تو میں نے مشاہدہ کیا کہ آپ کا قیام رکوع، رکوع کے بعد سیدھے کھڑے ہوتا پھر سجدہ دو سجدوں کے درمیان بیٹھنا پھر سجدہ اور اس کے بعد بیٹھنا، نماز سے فارغ ہونے

۹۶۰۔ حَدَّثَنَا حَامِدُ بْنُ سُلَيْمٍ الْبَكْرِيُّ أَوْحَىٰ دَ أَبُو كَامِلٍ مُّصَلِّ بْنِ حُسَيْنٍ الْجَعْفَرِيِّ يَرْفَعُهَا عَنْ أَبِي عَوَّادَةَ قَالَ حَامِدٌ تَأَبَّرَ عَوَّادَةُ عَنْ هَذَا بِنِ ابْنِ حُمَيْدٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي كَيْلَانَ عَنِ النَّبَّازِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ رَفَعْتُ الصَّلَاةَ مَعَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدْتُ قِيَامًا

۱۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متون ۱۲۵۳ھ رد المحتار ج ۱ ص ۴۶۲ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۴۲۰ھ



فَرَكْعَتَهُ فَاَعْتَدَ الْاَلَمَ بَعْدَ رُكُوعِهِ فَسَجَدَ ثُمَّ جَلَسَ بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ  
فَسَجَدَ ثُمَّ جَلَسَ وَمَا بَيْنَ التَّسْلِيمِ وَالْاِقْبَاصِ قَرِيبًا مِّنَ السَّجْدَةِ سَبْعٌ بَرَابَرٌ تَحْتَهُ۔

۹۶۱۔ حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ مُعَاذٍ الْعَنْبَرِيُّ  
قَالَ نَا اَبِي قَتَالٍ نَاشِعْبَةُ عَنِ الْحَكَمِ قَتَالٍ  
غَلَبَ عَلَى الْكُوفَةِ رَجُلٌ كَرِهَ سَمَاءَ كَرَمَانَ  
ابْنِ الْاَشْعَثِ فَاَمَرَ اَبَا عُبَيْدَةَ تَابَنَ عَبْدُ اللَّهِ  
اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ كَانَ يُصَلِّيَ قِيَادًا رَفَعَ  
رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَامَ قَدْرَ مَا اَقْرَأَ اَللّٰهُ  
رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ يَلَا السَّمَوَاتِ وَيَلَا الْاَرْضِ  
وَيَلَا مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ اَهْلِ الشَّامِ  
وَالسَّجْدَةِ لَمَّا نَعِيَ لَمَّا اَعْطَيْتُ وَلَا مُعْطَى  
مَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْدُمُ اَللّٰهُ مِنْكَ الْجَدُّ  
قَالَ الْحَكَمُ قَدْ كَرِهْتُ ذَلِكَ لِعَبْدِ الرَّحْمَنِ  
بْنِ اَبِي لَيْلَى فَقَالَ سَمِعْتُ اَبَا بَرْزَاءَ بَنَ عَزِيزٍ  
يَقُولُ كَانَتْ صَلَوةُ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَاتِي اَللّٰهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرُكُوعُهُ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ  
مِنَ الرُّكُوعِ وَسَجُودُهُ وَمَا بَيْنَ السَّجْدَتَيْنِ  
قَرِيبًا مِّنَ السَّجْدَةِ قَالَتْ شُعْبَةُ قَدْ كَرِهْتُ  
لِعُمَيْرِ بْنِ مُرَّةٍ فَقَالَ قَدْ رَأَيْتُ اَبِي اَبِي لَيْلَى  
قَلَّمَ تَكُنْ صَلَوةً هَكَذَا۔

۹۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ  
قَالَا نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ  
الْحَكَمِ اَنْ مَطَرُ بْنُ نَاجِيَةَ لَمَّا ظَهَرَ عَلَى الْكُوفَةِ  
اَمَرَ اَبَا عُبَيْدَةَ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ وَسَاقِ الْحَدِيثَ۔



۹۶۳۔ حَدَّثَنَا خَلْفُ بْنُ هِشَامٍ قَالَ قَالَ نَاحِثُ  
بْنُ عَمْرٍو عَنْ ثَابِتٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ إِنْ لَمْ يَكُنْ  
أَنْصَرِي يَكُونُ كَمَا نَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْيِي بِنَا قَالَ تَكَانَ أَنَسُ يَقْتَعِمُ  
شَيْئًا لَا أَرَاكَ تَصْنَعُونَ كَاتٍ إِذَا دَفَعَ رَأْسَهُ  
مِنَ التَّكْوِيمِ انْتَصَبَ قَائِلًا مَا حَتَّى يَقُولَ  
الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ وَإِذَا دَفَعَهُ رَأْسَهُ مِمَّنْ  
التَّجْدَةِ مَكَتَ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ قَدْ نَسِيَ

۹۶۴۔ وَحَدَّثَنِي أَبُو بَكْرِ بْنُ نَافِعٍ الْعَدَوِيُّ  
قَالَ نَابِهْرُ قَالَ نَاحِثُ قَالَ أَنَا قَائِلٌ عَنْ  
أَنَسٍ قَالَ مَا صَلَّيْتُ خَلْفَ أَحَدٍ أَوْ جَزَّ صَلَاةً  
مِنَ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فِي تَمَامٍ كَانَتْ صَلَاةُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُتَقَدِّمَةً وَكَانَتْ صَلَاةُ أَبِي بَكْرٍ مُتَقَدِّمَةً فَلَمَّا كَانَ مَعَهُ  
بَنُو الْخَثَّابِ مَدَّ فِي صَلَاةِ الْفَجْرِ وَكَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ  
يَتَنَ حَيْدًا كَانَتْ حَتَّى يَقُولَ قَدْ أَزْهَرَ  
ثَوْرٌ يَنْجُدُ وَيَقْعُدُ بَيْنَ الْعَبْدَيْنِ حَتَّى  
يَقُولَ قَدْ أَزْهَرَ

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
میں تمہیں ایسی نماز پڑھانے میں کوئی کمی نہیں کرتا جیسی  
نماز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھاتے تھے لہٰذا  
(ثابت) کہتا ہے کہ میں تم لوگوں کی نماز میں وہ چیز نہیں  
دیکھتا جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نماز میں تھی، وہ جب  
رکوع سے سر اٹھا کہ کھڑے ہوتے تو قعدہ میں اتنی  
دیر لگاتے کہ کئی شخص گمان کرتا کہ شاید آپ بھول گئے  
میں اس طرح جب سجدہ کر کے بیٹھتے تو اتنی دیر  
لگاتے کہ لوگ سمجھتے کہ شاید آپ بھول گئے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں  
نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نماز کسی شخص کے  
پیچھے نہیں پڑھی جو تخفیف سے ہونے کے باوجود  
کمال حد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے تمام  
ارکان متناسب ہوتے تھے اسی طرح حضرت ابو بکر  
صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز بھی متناسب ہوتی تھی حضرت  
عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں صبح کی نماز لیا پڑھتے  
تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح اللہ من حدود  
کہتے تو اتنی دیر کھڑے رہتے کہ ہم یہ گمان کرتے کہ  
شاید آپ بھول گئے، اسی طرح دو سجدوں کے درمیان  
آپ اتنی دیر بیٹھتے کہ ہمیں یہ دہم ہوتا کہ شاید آپ  
بھول گئے۔

رکوع اور سجود میں مقدار قیام کے برابر سبجات پڑھنے کی توضیح | یہ حدیث یا تو اپنے ظاہری  
معنی کے مطابق ہے

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنی دیر میں قیام کرتے اتنی ہی دیر رکوع، سجود اور رکوع کے بعد کھڑے ہونے  
اور سجدہ کے بعد بیٹھنے میں لگاتے، اس صورت میں اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بیان جواز کے لیے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کبھی اس طرح بھی نماز پڑھتے نہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اس طرح نماز پڑھتے  
تھے ورنہ اکثر احوال میں آپ لمبا قیام کرتے تھے یہاں تک مغرب کی نماز میں سورہ اعراف اور انعام پڑھا کرتے  
تھے (نہی وجہ ہے کہ عبدالرحمن بن ابی سیل عام حالات میں اس طرح نماز نہیں پڑھتے تھے) دوسرا مطلب اس  
حدیث شریف کا یہ ہے اگر حضور نماز کے قیام میں لمبی قرات کرتے تو رکوع میں بھی زیادہ سبجات پڑھتے اور



اس کے بعد قوم رکوع سے سر اٹھا کر کھڑے رہنا میں بھی زیادہ دیر کھڑے رہتے اور اسی مناسبت سے پھر سجدہ میں بھی زیادہ تسبیحات کرتے اور دونوں سجدوں کے درمیان بھی اسی تناسب سے زیادہ دیر بیٹھتے اسی طرح آپ کی نماز کے تمام ارکان متناسب اور معتدل ہوتے یہ نہیں کہ قیام میں تو سورہ بقرہ پڑھ لی جائے اور رکوع اور سجدہ میں صرف پانچ سات تسبیحات پڑھ لی جائیں۔

باب ۱۰ مُتَابَعَةُ الْإِمَامِ وَالْعَمَلُ بَعْدَهُ  
امام کی پیروی کرنا اور اس کے عمل کے بعد عمل کرنا

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (اور وہ مجھ سے نہیں ہیں) کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے تھے یہ رکوع سے سر اٹھاتے تو میں نے نہیں دیکھا کہ کسی شخص نے سجدہ میں جانے کے لیے اپنی کمر تھکانا، مگر حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جبین اقدس زمین پر رکھ دیتے اس کے بعد سب سجدہ میں جاتے۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں (اور وہ مجھ سے نہیں ہیں) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مع اللہ لمن حمدہ فرماتے تو ہم میں سے کوئی شخص بھی اپنی پشت کو نہیں جھکاتا تھا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں چلے جاتے پھر آپ کے بعد ہم سجدہ میں جاتے۔

حضرت برادر بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے جب حضور رکوع کرتے تو صحابہ رکوع کرتے اور جب حضور رکوع سے سر اٹھاتے تو فرماتے مع اللہ لمن حمدہ تو ہم کھڑے ہوئے حضور کو دیکھتے رہتے تھے حتیٰ کہ آپ جبین اقدس

۹۶۵ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ يُونُسَ قَالَ نَاذُ هَيْدَرُ قَالَ نَا أَبُو اسْحَقَ ح وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَبُو خَيْثَمَةَ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُكَ وَبِأَنَّهُ كَانَ يَقُولُونَ خَلَفَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوعِ لَمْ يَرَأِ أَحَدًا يَحْيَى ظَهَرَ حَتَّى يَضُمَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَبْهَتَهُ عَلَى الْأَرْضِ ثُمَّ يَخْرُجُ مِنْ رَأَاهُ مُجَدًّا -

۹۶۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي بَكْرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ سُلَيْمَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو اسْحَقَ قَالَ حَدَّثَنِي خُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ يَزِيدَ قَالَ حَدَّثَنِي الْبَرَاءُ وَهُوَ غَيْرُكَ وَبِأَنَّهُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَالَ سَمِعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ ثُمَّ يَخْرُجُ أَحَدًا وَمِنَّا ظَهَرَ حَتَّى يَقَعُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدًا ثُمَّ يَقَعُ سُجُودًا بَعْلًا -

۹۶۷ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ مَهْمُودٍ الْأَنْطَلَقِيُّ قَالَ نَا بَرَاهِيمُ بْنُ مُحَمَّدٍ أَبُو اسْحَقَ الْقُدَارِيُّ عَنْ أَبِي إِسْحَقَ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ مَحَارِبِ بْنِ دَعَارٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ يَقُولُ عَلَى الْيَمِينِ حَدَّثَنَا الْبَرَاءُ أَنَّهُ كَانَ إِذَا يَقُولُونَ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ



يَا ذَا رَعْمَ رَأْسِهِ مِنَ الزُّكُوفِ فَقَالَ سَمِعَ اللَّهُ يَنْحَدُّكُمْ  
لَمْ تَزَلْ قِيَامًا حَتَّى تَرَكَ قَدَمَكَ وَهَمَّ جَهَنَّمَةُ فِي الزُّكُوفِ ثُمَّ تَلَمَّحَتْ

حضرت برادر بن عاتق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے کہ میں نے کوئی شخص سجدہ کرنے کے لیے اٹھ کر نہیں جھکنا تھا جب تک کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے نہ دیکھ لیتا۔

۹۶۸۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَاتِبٌ ثَمَمِيٌّ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ عَنِ الْحَكْمِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى عَنِ النَّبِيِّ قَالَ كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ عَنِ الْحَكْمِ يَخْرُجُ مِمَّا ظَهَرَ لَهُ حَتَّى تَرَكَ قَدَمَهُ سَجْدًا وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سَمْعَانُ حَدَّثَنَا الْكُوفِيُّونَ أَبَانُ وَغَيْرُهُ قَالَ حَتَّى تَرَكَ يَسْجُدَ

حضرت عمرو بن حریث رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں صبح کی نماز پڑھی اس وقت آپ یہ آیات تلاوت فرماتے تھے فلا فسح بالحنس الجوار الكنس۔ اللہ ہم میں سے کوئی شخص اس وقت تک اپنی پشت نہیں جھکاتا تھا جب تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوری طرح سجدہ میں نہ چلے جاتے۔

۹۶۹۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ عَنِ الْحَكْمِ يَخْرُجُ مِمَّا ظَهَرَ لَهُ حَتَّى تَرَكَ قَدَمَهُ سَجْدًا وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سَمْعَانُ حَدَّثَنَا الْكُوفِيُّونَ أَبَانُ وَغَيْرُهُ قَالَ حَتَّى تَرَكَ يَسْجُدَ

ف رکوع سے سر اٹھانے کے بعد امام کیا کہے اس میں احناف اور شوافع کا اختلاف ہے، شوافع کہتے ہیں کہ سمع اللہ لمن حمدہ اور سبحنا للک الحمد۔ دونوں کلمات کہے جبکہ احناف یہ کہتے ہیں کہ لا احمدا مع اللہ لمن حمدہ کہے اور مقتدی سبحنا للک الحمد کہیں اس حدیث میں احناف کے مسلک پر واضح دلیل ہے۔

ان احادیث سے صحابہ کرام کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت کا اظہار بھی ہوتا ہے کیوں کہ ان کے لیے نماز میں جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ممکن ہوتا وہ آپ کو دیکھتے رہتے تھے۔

نمازی رکوع سے سر اٹھا کر کیا کہے

حضرت ابن ابی اونی رضی اللہ عنہ بیان کرتے

بَابُ مَا يَقُولُ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الزُّكُوفِ

۹۷۰۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْرُجُ عَنِ الْحَكْمِ يَخْرُجُ مِمَّا ظَهَرَ لَهُ حَتَّى تَرَكَ قَدَمَهُ سَجْدًا وَقَالَ زُهَيْرٌ حَدَّثَنَا سَمْعَانُ حَدَّثَنَا الْكُوفِيُّونَ أَبَانُ وَغَيْرُهُ قَالَ حَتَّى تَرَكَ يَسْجُدَ



ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع سے اُٹھتے  
مبارک اٹھاتے تو یہ کلمات فرماتے اللہم ما بنا لك  
الحمد ملأ السموات وملأ الارض وملأ ما شئت  
من شیء بعد۔

اے اللہ! تو اس تعریف کا مستحق ہے جس سے تمام  
آسمان اور زمین بھر جائیں اور اس کے بعد تو چاہے  
وہ بھر جائے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان  
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات  
کے ساتھ دعا مانگتے تھے (ترجمہ) اے اللہ! تو  
ہی اس حمد کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور  
زمین بھر جائیں اور اس کے بعد جس طرف کو تو چاہے  
وہ بھر جائے۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ بیان  
کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کلمات  
کے ساتھ دعا فرماتے تھے (ترجمہ) اے اللہ! تو  
ہی اس حمد کے لائق ہے جس سے آسمان اور  
زمین بھر جائیں اور جس طرف کو تو چاہے وہ بھر جائے  
اے اللہ! مجھے برے آدمیوں اور عورتوں سے پانی  
سے پاک کر دے اے اللہ! مجھے گناہوں  
اور خطاؤں سے ایسا پاک صاف کر دے جیسے  
سفید کپڑا میل کچیل سے صاف ہو جاتا ہے۔  
امام مسلم بیان کرتے ہیں کہ ایک اور سند سے  
بھی یہ روایت اسی طرح منقول ہے۔

مَعَاذِ يَمَآةٍ وَكَيْفَ عَنِ الْأَعْمَاشِ عَنْ حَبِيبِ بْنِ الْحَسَنِ  
عَنِ ابْنِ أَبِي أَوْفَى قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَ ظَهْرَهُ مِنَ الرُّكُوعِ قَالَ  
يَمَعَ اللَّهُ لِمَنْ حَمِدَهُ اللَّهُ مَا بَنَى لَكَ الْحَمْدُ  
مِلْءَ السَّمَوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ  
مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ۔

۹۶۱۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ  
قَالَا نَحْنُ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَاشِعَةُ عَنْ حَبِيبِ بْنِ  
الْحَسَنِ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي أَوْفَى قَالَ كَانَ رَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَدْعُو بِهَذَا الدُّعَاءِ اللَّهُمَّ  
رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا  
شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ۔

۹۶۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى وَابْنُ بَشَّارٍ  
قَالَا بْنُ مُثَنَّى نَحْنُ مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَاشِعَةُ  
عَنْ جَعْفَرِ بْنِ أَبِي نَازِرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ أَبِي  
أَوْفَى يُحَدِّثُ عَنِ الدَّيْثِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ اللَّهُمَّ مَا بَنَى لَكَ الْحَمْدُ مِلْءَ السَّمَوَاتِ  
وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ اللَّهُمَّ  
ظَهْرِي بِالشَّلْبِ وَالْبُرْدِ وَمَاؤِ الْبَارِدِ اللَّهُمَّ  
ظَهْرِي مِنَ الدُّرُوبِ وَالْخَطَايَا كَمَا يَنْقَى الشَّرْبُ  
الْأَبْيَضُ مِنَ التُّوسِجِ۔

۹۶۳۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو عُبَيْدٍ اللَّهُ بْنُ مُعَاذٍ قَالَ  
نَا ابْنُ حَرْمٍ وَحَدَّثَنِي دُرَيْدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ نَا يَزِيدُ  
بْنُ هَارُونَ كَلَامًا عَنْ شُعْبَةَ بْنِ الْأَسَدِ فِي رِوَايَةٍ  
مُعَاذٍ كَمَا يَنْقَى الشَّرْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّرَنِ وَفِي  
رِوَايَةٍ يَزِيدُ مِنَ الدَّائِسِ۔

۹۶۴۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ  
الدَّارِمِيُّ قَالَ أَنَا مَرْوَانُ بْنُ مُحَمَّدٍ الدَّامِغِيُّ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رکوع



قَالَ نَاسِعِيْنَةُ بِنْتُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عَنْ عَطِيَّةِ بْنِ قَيْسٍ عَنْ قُرْعَةَ بِنْتِ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَفَعَهُ دَأَسَهُ مِنَ الزُّكُوفِ قَالَ مَا بَقِيَ لَكَ الْحَمْدُ مِلْدُ السَّمَوَاتِ وَمِلْدُ الْأَرْضِ وَمِلْدُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ أَهْلِ الشَّيْءِ وَالْمَجْدِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ أَلْفَهُمْ لَا مَا يَعْزِلُ مَا أَعْطَيْتَ وَلَا صُعُطِي لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ.

سے سراٹھاتے تو فرماتے (ترجمہ) اے اللہ! تو ایسی حمد کا مستحق ہے جس سے تمام آسمان اور زمین بھر جائے اور جس طرف کو تو چاہے وہ بھر جائے تو یہی ثناء اور حمد کے لائق اور بندے کے قول کا سب سے زیادہ حقار ہے اور ہم سب تیرے بندے ہیں اے اللہ جو چیز تو عطا کر دے اے کوئی چھیننے والا نہیں اور جس سے تو کوئی چیز لے لے اے کوئی دینے والا نہیں اور تیرے مقابلہ میں کسی کو شمش کرانے والے کی کو شمش سرور مند نہیں ہے۔

۹۷۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا هُشَيْمُ بْنُ نَسِيرٍ قَالَ أَنَا وَهشامُ بْنُ حَسَّانَ عَنْ قَلْبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا رَفَعَهُ دَأَسَهُ مِنَ الزُّكُوفِ قَالَ أَلْفَهُمْ مَا بَقِيَ لَكَ الْحَمْدُ مِلْدُ السَّمَوَاتِ وَمِلْدُ الْأَرْضِ وَمِلْدُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ أَهْلِ الشَّيْءِ وَالْمَجْدِ لَا مَا يَعْزِلُ مَا أَعْطَيْتَ وَلَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ وَلَيْسَ فِيهِ أَحَقُّ مَا قَالَ الْعَبْدُ وَكُلُّنَا لَكَ عَبْدٌ.

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع سے سراٹھاتے تو فرماتے: اللَّهُمَّ مَا لَكَ الْعَبْدُ مِلْدُ السَّمَوَاتِ وَمِلْدُ الْأَرْضِ وَمِلْدُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ أَهْلِ الشَّيْءِ وَالْمَجْدِ لَا مَا يَعْزِلُ مَا أَعْطَيْتَ وَلَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ اس حدیث میں احق ما قال العبد والجد وكلنا لك عبد کے الفاظ نہیں ہیں۔

۹۷۶ - وَحَدَّثَنَا ابْنُ نَسِيرٍ قَالَ نَا حَفْصُ قَالَ نَاهِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ قَالَ نَا قَيْسُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ عَطَاءٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَوْلُهُ مِلْدُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدَ أَهْلِ الشَّيْءِ وَالْمَجْدِ لَا مَا يَعْزِلُ مَا أَعْطَيْتَ وَلَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ.

امام مسلم نے ایک اور سند سے یہ روایت نقل کی ہے جس میں مِلْدُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدِ أَهْلِ الشَّيْءِ وَالْمَجْدِ کے بعد تک دعا منقول ہے اور اس کے بعد کے الفاظ نہیں ہیں۔

حمد سے زمین اور آسمان کے بھر جانے کی تشریح کا ایک مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد کو اگر محسوس کیا جائے تو اس کے جسم سے تمام آسمان اور زمین بھر جائیں اور یا جو طرف تو چاہے وہ بھر جائے یعنی اس کی حمد کو اگر جسمانی شکل دے دے وہی جائے تو تمام آسمان اور زمین مل کر بھی اس کا احاطہ نہیں کر سکتے اور چونکہ انسان کی نظر میں آسمان اور زمین کے علاوہ اور کوئی طرف نہیں ہے اس لیے فرمایا اور جو طرف تو چاہے وہ بھر جائے۔



خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد لا محدود ہے تمام آسمانوں اور زمینوں میں بھی اس کی حمد نہیں  
سما سکتی بلکہ اس کے بعد اور طرف کی ضرورت پڑے گی، دو کبر مطلب یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی  
نعمتوں پر جس قدر بھی حمد کرے وہ کم ہے بلکہ اس کی کسی ایک نعمت پر حمد کر کے — زمین اور آسمانوں  
کو بھر دے تب بھی وہ اس کی پوری حمد نہیں کر سکا کیونکہ نہ وہ آسمانوں اور زمین کو اپنی حمد سے بھر سکتا  
ہے اور نہ اس کے پار اس کی رسائی ہے۔

تیسرا مطلب اس کا یہ ہے کہ حمد کا سبب اللہ تعالیٰ کا احسان ہے اور اس کے اپنی مخلوق پر اتنے احسان  
ہیں کہ اگر تمام آسمانوں اور زمین میں اس کے احسانات کو مجسم کر کے رکھ دیا جائے تو وہ اس کا احاطہ نہیں کر سکتے  
بلکہ ان کے علاوہ اور طرف کی بھی ضرورت پڑے گی۔

اس باب میں جتنی دعاؤں کا ذکر ہے علامہ ابن قاری نے صحیح ابن حبان اور سنن دارقطنی کی احادیث کے حوالے  
سے ذکر کیا ہے کہ تجزیہ تحریر کے بعد جتنی دعاؤں کا ذکر ہے وہ نماز کی ابتدائی حالت پر محمول ہے یا داخل پر۔

بَابُ النَّهْيِ عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ فِي  
الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

۹۷۷۔ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُنْصَرِّجٍ وَأَبِي بَكْرٍ بْنُ  
أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالُوا سَمِعْنَا مِنْ سُلَيْمَانَ  
بْنِ أَبِي حَتْمَةَ فِي سُلَيْمَانَ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ ابْنِ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ سُلَيْمَانَ  
بْنِ مَعْبُدٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَتْ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّيْءَ مَا وَدَّ  
النَّاسُ أَنْ يَكُونُوا مِنْ مُبَشِّرَاتِ النَّبِيِّ إِلَّا الْوُفَا  
الْقَائِلَةَ بِرَأْيِهَا الْمُسْلِمَةُ أَوْ كَرَى لَهُ أَلَا وَإِي هَيْتُ  
أَنْ أَقْرَأَ الْقُرْآنَ رَأْيًا أَوْ سَاجِدًا فَإِنَّمَا الرُّكُوعُ  
فَعَلِمُوا فِيهِ الرَّبَّ وَفَعَلُوا الشُّجُودَ فَاجْتَمَعُوا فِي  
الَّذِي عَادُوا أَنْ يُسْجَبَابَ لَكُمْ قَالُوا قَالُوا ابْنُ عَبَّاسٍ  
حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ مُنْصَرِّجٍ عَنْ سُلَيْمَانَ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مرض وفات  
میں) حجرہ کا پردہ اٹھایا اس وقت اصحاب کرام حضرت  
ابوبکر کی امتداد میں صفت باندھے کھڑے تھے  
آپ نے فرمایا اے لوگو! اشارت نبوت میں  
سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں جنہیں  
ایک مسلمان خود دیکھتا ہے یا اس کے لیے  
کوئی اور شخص دیکھتا ہے اور یاد رکھو مجھے رکوع  
اور سجدہ کی حالت میں قرآن پڑھنے سے منع  
کیا گیا، رکوع تو اس میں سبحان رب العظیم کہو اور  
سجدہ میں خود کوشش سے دعا مانگو امید ہے  
کہ تمہاری دعا مقبول ہوگی۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان  
کرتے ہیں کہ مرض الموت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم نے (حجرہ کا) پردہ اٹھایا اس وقت آپ کے  
سر پر پٹی بندھی ہوئی تھی، آپ نے یمن بار فرمایا

۹۷۸۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ سَمِعْتُ  
بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ سُلَيْمٍ عَنْ  
ابْنِ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مَعْبُدٍ عَنْ أَبِيهِ  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كَشَفَتْ عَلَيْنَا رَسُولُ



اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَرَوْنَهُمْ مَعَهُ مُعْصِرِينَ  
فِي مَوَاصِعِهِ الَّذِينَ مَاتَ فِيهِ فَقَالَ اللَّهُمَّ بَلِّغْهُ  
ثَلَاثَ مَرَّاتٍ اللَّهُ لَمْ يَبْنِ مِنْ مُبَشِّرَاتِ الْمُبَشِّرَةِ  
إِلَّا الرُّبَا الصَّالِحَةُ يَوْمَهَا الْعَبْدُ الصَّالِحُ أَوْ  
تَرَى لَمْ تُكْمَلْ دَكْرُ بَيْتِ حَدِيثِ سَفِيَانِ -

۹۷۹ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَحْزَمَةُ قَالَ  
ثَابِتٌ وَهَبٌ عَنْ يُونُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ حَدَّثَنِي  
إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حُنَيْنٍ أَنَّ أَبَاهُ حَدَّثَنَا أَنَّ  
سَمِعَهُ عَلَى بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ خَتَمَانِي رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أَهْلَ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا -  
۹۸۰ - وَحَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ مُحَمَّدُ بْنُ  
الْعَدَاوِيِّ قَالَ نَأَى أَبُو سَامَةَ عَنْ التَّوَلِيدِ يَغْنِي  
ابْنُ كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ  
بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ  
يَقُولُ خَتَمَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَزَّ وَجَلَّ الْقُرْآنَ وَكَانَ كَرِيمًا وَسَاجِدًا -

۹۸۱ - وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ نَأَى  
ابْنُ أَبِي مَرْيَمَةَ قَالَ أَكَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ  
أَخْبَرَنِي تَرْيُكَ بْنُ أَشْكَةَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ  
بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّ  
قَالَ خَتَمَانِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَزَّ وَجَلَّ  
الْقُرْآنَ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ وَكَذَا أَقُولُ خَتَمَانِي -

۹۸۲ - وَحَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَمُحَمَّدُ  
بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَأَى أَبُو عَامِرٍ الْعَقَدِيُّ قَالَ نَأَى  
دَاوُدُ بْنُ قَيْسٍ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ  
بْنِ حُنَيْنٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَلِيِّ بْنِ  
خَتَمَانِي جَعَلَنِي اللَّهُ رَاكِعًا أَوْ سَاجِدًا -

۹۸۳ - وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ  
عَلَى مَالِكٍ عَنْ ثَابِتٍ ۷ وَحَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ عَمْرِو بْنِ حَقَّادٍ  
الْبَصْرِيُّ قَالَ نَأَى أَنَا الثَّانِي عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي حَبِيبٍ

اسے اللہ میں نے پہنچ کر دیا ہے نیز فرمایا  
بشارات نبوت میں سے اب صرف اچھے خواب  
باقی رہ گئے ہیں جس کو نیک شخص دیکھتا ہے  
یا اس کے لیے کوئی اور دیکھتا ہے۔ بقیہ  
حدیث مثل سابق ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان  
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
مجھے رکوع اور سجدہ میں قرآن مجید پڑھنے سے منع  
فرمایا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان  
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے  
مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت میں قرآن کریم پڑھنے  
سے منع فرمایا۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع اور سجدہ  
میں مجھے قرآن شریف پڑھنے سے منع کیا اور میں  
یہ نہیں کہتا کہ تم کو منع کیا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ میرے محبوب نے مجھے رکوع اور سجدہ کی حالت  
میں قرآن کریم پڑھنے سے منع کیا ہے۔

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے رکوع کی  
حالت میں قرآن کریم پڑھنے سے منع کیا ہے اس



روایت میں مسجد کا ذکر نہیں ہے

وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ نَا بَنُ أَبِي  
عَدِيْلٍ قَالَ نَا الطَّحَاكُ بْنُ عُثْمَانَ ۚ وَحَدَّثَنَا  
الْمُقَدَّمِيُّ قَالَ نَا يَحْيَىٰ وَهُوَ الْقَطَّانُ عَنِ ابْنِ مُحَمَّدٍ  
ۚ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ سَعِيدٍ الْأُبُلِيُّ قَالَ نَا ابْنُ  
وَهْبٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَسَامَةُ بْنُ زَيْدٍ ۚ وَحَدَّثَنَا  
يَحْيَىٰ بْنُ أَبِي زُبَيْرٍ وَفَتَيْبَةُ وَابْنُ حُجْرٍ قَالُوا نَا إِبْرَاهِيمُ  
يَعْنُونَ ابْنَ جَعْفَرٍ قَالَ أَخْبَرَنَا فِي مُحَمَّدٍ وَهُوَ ابْنُ  
عَمْرِو ۚ وَحَدَّثَنِي هَارُونُ بْنُ السَّرِيِّ قَالَ نَا عَبْدُ  
عَنْ مُحَمَّدٍ ابْنِ إِسْحَاقَ كُلُّهُ هُوَ كَذِبٌ عَنْ إِبْرَاهِيمَ  
بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَلِيٍّ الْأَعْلَى  
الطَّحَاكُ وَابْنُ مُحَمَّدٍ قَالُوا نَا عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ  
عَنْ عَلِيٍّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّمَهُمْ  
قَالُوا نَهَانَا عَنْ قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ وَأَنَّا أَكْرَمُ وَلَمْ يَذْكُرُوا  
فِيهِ وَابْتِهَمُوا اللَّهَ عَنْهَا فِي الشُّجْرِ كَمَا ذَكَرَ الزُّهْرِيُّ  
وَبَاهُذِ ابْنُ أَسْلَمَ وَالْوَلِيدُ بْنُ كَثِيرٍ وَهَارُونُ بْنُ كَثِيرٍ ۚ

امام مسلم نے ایک اور سند سے مثل سابق حدیث  
ذکر کیا ہے۔

۹۸۴. وَحَدَّثَنَا ۙ فَتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ عَنْ  
حَاجِرِ بْنِ إِبْرَاهِيمَ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدٍ عَنْ هُشَيْبِ  
بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ عَلِيٍّ وَ  
لَمْ يَذْكُرْ فِي الشُّجْرِ ۚ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں  
کہ مجھ کو ذکر میں قرآن کریم پڑھنے سے روکا گیا ہے۔

۹۸۵. وَحَدَّثَنِي عَمْرُو بْنُ عَلِيٍّ قَالَ نَا  
مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بَكْرِ بْنِ جَعْفَرٍ  
عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَنْبَلٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهُمَا قَالَا  
يُحْمِلُتَانِ آخِرُ الْقُرْآنِ وَأَنَّا أَكْرَمُ لَا يَذْكُرُ فِي  
الْإِسْنَادِ عَلَيْهِمَا ۚ

حدیث نمبر ۹۸۴ میں ہے بشاراتِ نبوت  
میں سے اب صرف اچھے خواب باقی رہ گئے ہیں۔  
اس فرمان میں یہ اشارہ ہے کہ آپ کی وفات کا وقت اب قریب ہے اور یہ کہ آپ کے بعد اب کوئی نبی  
نہیں آئے گا کیونکہ آپ کے فرمان کے مطابق آپ کے بعد صرف اچھے خواب باقی رہ جائیں گے اور وحی کا  
سلسلہ منقطع ہو جائے گا۔



لما تم یقوام عزت کی حالت ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا کلام پڑھا جاتا ہے اور رکوع اور سجود و رکعت کی حالت میں جن میں بندہ اللہ تعالیٰ سے گریہ کرتا ہے اس لیے رکوع اور سجود میں قرآن پڑھنے سے منع فرمایا تاکہ اللہ کے کلام اور بندہ کے کلام کے محل میں فرق نہ رہے۔

امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام شافعی کے نزدیک رکوع اور سجود میں تسبیحات پڑھنا سنت ہیں البتہ امام احمد نے ان تسبیحات کو واجب قرار دیا ہے، جمہور کی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعراسی کو جو نماز کی تسبیح دی اس میں ان تسبیحات کا ذکر نہیں کیا، نیز اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ سجود میں بھی دعا مانگی جائے جمہور اللہ کا یہی مسلک ہے اور مسجد میں سبحان ربی الاعلیٰ کہے۔ ابو داؤد، ابن ماجہ، امام احمد، حاکم، نیشاپوری، طحاوی، بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب آیت مبارکہ تسبیح یا سبوح یا ربک العظیم نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا اس پر اپنے رکوع میں عمل کرو یعنی سبحان ربی العظیم کہو اور جب سبوح یا ربک الاعلیٰ نازل ہوئی تو فرمایا اس پر اپنے سجود میں عمل کرو یعنی سبحان ربی الاعلیٰ کہو۔

عن عقبہ بن عامر الجعفی رضی اللہ عنہ  
اللہ قال لما نزلت تسبیح یا سبوح یا ربک العظیم  
قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجعلوها  
فی دو رکعت فلما نزلت سبوح اسد یا ربک الاعلی  
قال لنا اجعلوها فی سجود کھ۔

حاکم نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح الاسناد ہے لیکن شیخین نے اس کو روایت نہیں کیا۔

### رکوع اور سجود میں کیا کہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بندہ سجود کی حالت میں اپنے رب سے بہت زیادہ قریب ہوتا ہے اس لیے تم سجود میں بہ کثرت دعا کیا کرو۔

### بَابُ مَا يَقُولُ فِي الرُّكُوعِ وَالسُّجُودِ

۹۸۶۔ حَدَّثَنَا هَارُونُ بْنُ مَعْرُوفٍ وَعَبْدُ اللَّهِ بْنُ سَوَادٍ قَالَا سَمِعْنَا عُبَيْدَ اللَّهِ بْنَ وَهْبٍ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عُمَارَةَ بْنِ قَيْسٍ عَنْ سُبْحِيِّ مَوْلَى أَبِي بَكْرٍ أَنَّ سَمِعَ أَبَا صَالِحٍ ذَكَرَ أَنَّهُ يُحَدِّثُ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ فَأَكْثِرُوا الدُّعَاءَ فِي السُّجُودِ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں

۹۸۷۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ وَيُونُسُ بْنُ

سلفہ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن مسلمہ و عثمان ابی مالک متوفی ۲۸۸ھ، اکمال الکمال المسلم ج ۱ ص ۲۷۶ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ حافظ ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۸۷ مطبوعہ نشر السنۃ عمان

۳۔ امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۲ ص ۴۷۷ مطبوعہ دار الایض والنشر والتوزیع



عَبْدُ اللَّهِ قَالَ أَنَا ابْنُ وَطِيحٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ  
عُمَارَةَ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ سُهَيْبِ بْنِ أَبِي كَثِيرٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنْ  
أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ  
فَإِذَا سَجَدَ وَهُوَ يُغْفِرُ لِي ذُنُوبِي كُلَّهُ وَجَلَدَهُ وَادَّاهَ وَ  
أَخْرَجَهُ دَعَا نَبِيَّهُ وَبَسْرَةً -

۹۸۸ - حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ وَرَأْسُ  
بْنِ أَبِي هَيْثَمٍ قَالَا نَا جَرِيرُ بْنُ مَنصُورٍ عَنْ أَبِي الطَّيْهَانِ  
عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتُمُ أَنْ يَقُولَ فِي رُكُوعِهِ  
وَسُجُودِهِ سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ  
اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي يَا ذَا الْقُرْآنِ اللَّهُمَّ اغْفِرْ لِي -

۹۸۹ - حَدَّثَنَا أَبُو ذَرٍّ عَنْ أَبِي سَلِيمَةَ قَالُوا  
كَذُيْبٍ قَالَا نَا أَبُو مَعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ  
عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكْتُمُ أَنْ يَقُولَ قَبْلَ أَنْ يَمُوتَ  
سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ أَسْتَغْفِرُكَ وَ  
أَتُوبُ إِلَيْكَ قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا هَذَا  
أَكَلِمْتُ النَّبِيَّ أَرَأَيْكَ أَحَدًا شَفَعَا لِقَوْلِهِمَا قَالَى جُعِلَتْ  
لِي عِلَامَةٌ فِي أُمِّي إِذَا رَأَيْتُهَا فَلْتُمَهَا إِذَا جَاءَ كَعْرُ  
اللَّهُ وَالْفَتْحُ إِلَى أَخْرِ السُّورَةِ -

۹۹۰ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ رَافِعٍ قَالَ تَنَا  
يَحْيَى بْنُ أَدَمَ تَنَا مَفْضَلُ بْنُ الْأَعْمَشِ عَنْ مُسْلِمٍ  
بْنِ صَبِيحٍ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَا  
دَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُدًّا نَدَى عَلَيْهِ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں یہ دعا مانگتے  
تھے اللہم اغفر لی ذنوبی کلہ و دہ و جلہ و اولہ و اخرہ  
و هذا یومہ و سورۃ - اے اللہ میرے تمام  
گناہ مہات فرما دے، نماز وہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ اقل  
ہوں یا آخر، ظاہر ہوں یا باطن -

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود میں بہ کثرت  
پڑھتے سبحانک اللہم بنا و بحمدک  
اللہم اغفر لی - اے اللہ! ہمارے رب  
تو ہی پاک ہے اور حمد تجھ ہی کو نہایت ہے، اے  
اللہ میری مغفرت فرما، یہ دعا مانگ کر رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کی اس آیت پر عمل کرتے تھے  
فسبح بحمد ربک واستغفر لہ اسْتَغْفِرُ رَبِّی  
کی پاکیزگی اور حمد بیان کر و اور اس سے مغفرت مانگو  
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال سے پہلے کثرت  
یہ کلمات فرماتے تھے سبحانک اللہم بنا و بحمدک

استغفرک و اتوب الیک -  
میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ نے اب یہ کلمات  
کیوں پڑھنے شروع کر دیے، جنہیں میں آپ  
کو پڑھتے ہوئے دیکھتی ہوں، آپ نے فرمایا  
اللہ تعالیٰ نے میری امت کی ایک علامت مقدر کر  
رکھی ہے جب میں امت میں اس علامت کو دیکھتا  
ہوں تو سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح پڑھتا ہوں یعنی  
اس سورت میں جو حکم ہے اس پر عمل کرتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب  
سے سورۃ اذا جاء نصر اللہ والفتح آپ پڑھنا شروع فرماتے  
اس وقت سے میں دیکھتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم جب بھی نماز پڑھتے تو یہ دعا مانگتے:



إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ يُقِيمُوا صَلَواتَهُ إِلَّا دَعَا  
أَوْ قَالَ فِيهَا سُبْحَانَكَ مَا رَفَعُ وَيَحْمَدُكَ اللَّهُمَّ  
أَهْلِيهِ لِي.

۹۹۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُحَمَّدٍ بْنِ الْمُثَنَّى قَالَ حَدَّثَنَا  
عَبْدُ الرَّحْمَنِ قَالَ نَا دَاوُدَ بْنَ عَاصِمٍ عَنْ مَسْرُوقٍ  
عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يُكَلِّمُنِي قَوْلَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَيَحْمَدُ اللَّهَ أَسْتَغْفِرُ  
اللَّهِ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ قَالَتْ فَقُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ  
أَرَأَيْكَ تُكَلِّمُنِي قَوْلَ سُبْحَانَ اللَّهِ وَيَحْمَدُ اللَّهَ أَسْتَغْفِرُ  
اللَّهِ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ فَقَالَ خَبَرَنِي مَا قَالَتْ إِنْ سَأَلْتَنِي  
عَنْ ذَلِكَ أَمَرْتُ بِإِذَا رَأَيْتَهَا أَكْثَرْتُ مِنْ قَوْلِ  
سُبْحَانَ اللَّهِ وَيَحْمَدُ اللَّهَ أَسْتَغْفِرُ اللَّهَ وَأَتُوبُ إِلَيْهِ  
فَقَدْ رَأَيْتَهَا إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ رَفَعْتُ يَدَيَّ  
وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْعُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَسْمَاءًا  
فَسُبْحَانَ اللَّهِ حَمْدُ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ  
كُنَّا أَهْلًا.

سبحانک دیو و بھمدک اللہم اغفر لی \* اے  
میرے رب تو پاک ہے اور تجھی کو حمد و ثناء ہے  
اے اللہ! میری مغفرت فرما۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہ کثرت فرماتے  
تھے سبحان اللہ و بھمدہ استغفر اللہ و اتوب الیہ  
اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح کے ساتھ میں اس سے  
مغفرت طلب کرتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں (میں نے  
عرض کیا یا رسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ بہ کثرت  
یہ دعا فرماتے ہیں سبحان اللہ و بھمدہ استغفر اللہ  
و اتوب الیہ - آپ نے فرمایا مجھے میرے  
پروردگار نے خبر دی ہے کہ میں غنیمت یہ اپنی امت  
میں ایک نشانی دیکھوں گا اور جب میں اس نشانی کو  
دیکھ لوں تو کثرت سے سبحان اللہ و بھمدہ  
استغفر اللہ و اتوب الیہ - پڑھوں اور  
میں نے اب وہ نشانی دیکھ لی اور وہ یہ ہے :

اذا جلد نصر اللہ و الفتح و رايت الناس يدعون في دين الله اسما  
في دين الله افنوا حيا فسيح بحمد ربك  
و استغفره انه كانت توابا  
و يعني فتح مکہ کے بعد لوگوں کا جو حق و جوق دین اسلام  
میں داخل ہونا اور اس نعمت پر اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح  
بیان کرنا اور اس سے مغفرت چاہنا۔

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا  
بیان کرتی ہیں کہ ایک رات مجھے رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم نہیں ملے، میں یہ سمجھی کہ شاید آپ بعض دوسری  
ازواج کے پاس گئے ہیں، میں نے آپ کو دھونڈا  
اور میں پھر واپس آئی تو آپ کھڑے یا سجدہ میں تھے،  
اور یہ پڑھ رہے تھے سبحانک و بھمدک  
لا الہ الا انت راے اللہ حمد اور تسبیح بخیر ہی

۹۹۲ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ حَسَنِ الْعُلَوَانِيُّ وَمُحَمَّدُ بْنُ  
كَافِرٍ قَالَا نَا عَبْدَ الرَّحْمَنِ قَالَ نَا ابْنُ جُرَيْجٍ قَالَ  
قُلْتُ لِعَطَاءٍ كَيْفَ تَعْمَلُ أَنْتَ فِي التَّوَكُّلِ قَالَ أَمَّا  
سُبْحَانَكَ وَيَحْمَدُ لَكَ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ فَأُخْبِرُنِي  
ابْنُ أَبِي مَلِيكَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أَتَقَدِّدُ النَّبِيَّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ لَيْلَةٍ فَظَنَنْتُ أَنَّهُ ذَهَبَ  
إِلَى بَعْضِ نِسَائِهِ فَتَجَسَّسْتُ شَوْراً جَعَلْتُ فَإِذَا







آیا طول قیام میں زیادہ فضیلت ہے یا کثرت سجود میں؟ | نماز کے ارکان کی ایک دوسرے پر افضلیت میں تین مذاہب ہیں

امام ترمذی اور امام بخاری کا مسلک یہ ہے کہ کثرت رکعت اور سجدہ کرنا اور سجدہ کو لمبا کرنا افضل ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا نقطہ نظر یہ ہے کہ طول سجود (طول قیام سے) افضل ہے کیونکہ اس حدیث شریف میں مذکور ہے کہ نمازی کو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے نیز نماز سے مقصود تذلل اور خضوع ہے اور انتہائی ذلت سجدہ کی حالت میں ہوتی ہے، کیونکہ نمازی سجدہ کی حالت میں اپنے جسم کا عظیم ترین حصہ یعنی اپنا چہرہ اس جگہ رکھ دیتا ہے جو بیرون تلے روندی جاتی ہے، اپنی پیشانی کو خاک پر رکھ دیتا ہے، نیز امام غزالی نے یہ حدیث ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب ابن آدم سجدہ کی قرأت کرتا ہوا سجدہ کرتا ہے تو شیطان رونتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور کہتا ہے اے افسوس! اسے سجدہ کا حکم ہوا اور اس نے سجدہ کر لیا اور اس کو جنت مل جائے گی اور مجھے سجدہ کا حکم ہوا اور میں نے انکار کیا اور مجھے دوزخ ملے گی، نیز فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز ہمیشہ خاک پر سجدہ کیا کرتے تھے۔ ۱۰

اس حدیث شریف کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے قرب پر قرآن کریم بھی ناظر ہے، (واستجدوا قرباً علیٰ) "سجدہ کر کے اللہ تعالیٰ کے قریب ہو" نیز فرمایا سبھاھد فی وجوہہ من انثر السجود والنجۃ: ۱۹، ان (صحابہ کرام) کی علامت یہ ہوگی کہ ان کی پیشانی پر سجدہ کا نشان ہو گا، ان دلائل کے پیش نظر امام شافعی طول سجود کو طول قیام پر فضیلت دیتے ہیں اور امام ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے کہ طول سجود کی بہ نسبت طول قیام افضل ہے، کیونکہ حدیث شریف میں تصریح ہے:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الصلوٰۃ طول القنوت ۱۱  
حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے ارکان میں سب سے افضل قیام ہے۔

نیز قیام میں قرآن کریم کی تلاوت ہوتی ہے اور سجدہ میں تسبیح کی جاتی ہے اور تلاوت قرآن تسبیح سے افضل ہے، علاوہ ازیں قیام میں مشقت ہوتی ہے اور سجدہ میں آرام ہے اور حدیث شریف میں ہے: حضرت ابن عباس کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کون سا عمل افضل ہے فرمایا جس میں زیادہ مشقت ہو۔  
عن ابن عباس قال مثل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الاعمال افضل فقال احسنھا۔ ۱۲

۱۰۔ امام محمد غزالی متوفی ۵۰۵ھ، احیاء العلوم ج ۱ ص ۱۵۵، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت  
۱۱۔ امام ابوالحسن مسلم بن حجاج، نقیض التوفی ۲۶۱ھ صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۸، مطبوعہ دار صادر المطابع کراچی، ۱۳۵۵ھ  
۱۲۔ علامہ ابن اثیر متوفی ۶۰۶ھ، نہایہ ج ۱ ص ۴۲۰، مطبوعہ مکتبۃ مطبوعاتی ایران ۱۳۶۴ھ



هُوَ رَکِيعٌ اَوْ سَاجِدٌ يَقُولُ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ  
اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ اَنْتَ مَقْدُودٌ لِذِي اَنْتَ وَاُنْجِي اِنِّي لَكُنِي  
شَاوِنٌ وَاِنَّكَ لَكُنِي اَحْوَرُ -

کوزیا ہے اور تیرے سوا کوئی مستحق عبادت  
نہیں ہے) میں نے کہا میرے ماں باپ آپ  
پر خدا ہوں میں کیا سمجھ رہی تھی اور آپ کس حال میں  
ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک  
رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے  
بستر پر نہیں دیکھا، میں آپ کو ڈھونڈنے لگی تو میرے  
ہاتھ آپ کے گلے پر پڑا اور وہ انکھلیکہ آپ  
سمجھ میں تھے اور آپ کے دونوں پیر کھڑے  
تھے اور آپ اس وقت یہ پڑھ رہے تھے ا

اللهم اني اعوذ بربطك من سخطك ومعافاك ذلك  
من عقوبتك واعوذ بك منك لا احمي نفسك  
عليك انت كما اثنيت على نفسك  
”اے اللہ! میں تیرے صفہ سے تیری خوشنودی  
کی پناہ میں آتا ہوں اور تیری سزا سے تیری معافی  
کی پناہ میں آتا ہوں اور تجھ سے ڈر کر تیری ہی  
پناہ میں آتا ہوں، میں میری حمد و ثناء ایسی نہیں کر  
سکا جیسی حمد و ثناء تو خود اپنے لیے کرتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رکوع اور سجود  
میں یہ پڑھتے تھے: سبوح قدوس ربنا ورب  
الملائكة والروح۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے  
بھی حضرت عائشہ صدیقہ سے ایسی ہی روایت منقول  
ہے۔

۹۹۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا  
أَبُو سَامَةَ قَالَ حَدَّثَنِي عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عُمَرَ عَنْ  
مُحَمَّدِ بْنِ يَحْيَى بْنِ حَبَّانَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنْ  
عَائِشَةَ قَالَتْ فَقَدْ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً مِنَ الْبَرَاءِ كَأَنَّهُ لَمْ يَمْسُ  
فَوَقَعَتْ يَدَايَ عَلَى بَطْنِ قَدَامِهِ وَهُوَ فِي الْمَسْجِدِ  
وَهُمَا مَنْصُوبَتَانِ وَهُوَ يَقُولُ اللَّهُمَّ اِنِّي اَعُوذُ  
بِرَبِّكَ مِنْ سَخَطِكَ وَبِعَافَاكَ مِنْ  
عُقُوبَتِكَ وَاَعُوذُ بِكَ مِنْكَ لَا اُحْمِي نَفْسًا  
عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلَى نَفْسِكَ -

۹۹۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَا  
مُحَمَّدُ بْنُ بَشِيرٍ الْعَدَنِيُّ قَالَ نَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي عَرَبَةَ  
عَنْ قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَيْخٍ  
أَنَّ عَائِشَةَ نَبَّأَتْ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ  
فَاِذْ كُوِّعَ وَمُسْجُودٌ مُسْبُوحٌ قَدْ دُفِنَ رَبُّنَا  
وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ -

۹۹۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا أَبُو  
دَاوُدَ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ أَخْبَرَنِي قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ مُطَرِّفَ  
بْنَ عَبْدِ اللَّهِ ابْنَ الشَّخِيرِ قَالَ أَبُودَاوُدَ وَحَدَّثَنِي هِشَامُ عَنْ  
قَتَادَةَ عَنْ مُطَرِّفٍ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِهَذَا الْحَدِيثِ -



اب سوال یہ ہے کہ تمام انبیاء معصوم ہوتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو سید المرسلین ہیں،  
برقم کے گناہ خواہ صغیرہ ہوں یا کبیرہ، سہواً ہوں یا عمدہ، الظہار نبوت سے پہلے ہوں یا بعد ان سبب سے  
معصوم ہیں بلکہ محققین کی تحقیق یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اجتہاد کی خطا سے  
بھی معصوم رکھا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مغفرت طلب کرنے کا حکم کس حکمت کی بناء پر دیا اور رسول اللہ  
صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز اس قدر کثرت سے استغفار کس سبب سے کرتے تھے، اس کے متعدد  
جوابات ہیں:

- ۱۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار فرمانا عبودیت کا تقاضا تھا یا  
اللہ تعالیٰ کی طرف افتقار اور احتیاج کی وجہ سے تھا۔
- ۲۔ علامہ دمشقی فرماتے ہیں کہ آپ کا استغفار کرنا بطور نوافل تھا یا ترقی درجات کے اعتبار سے  
یعنی جب آپ ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف ترقی کرتے تو پہلے مرتبہ کو دیکھ کر توبہ اور استغفار  
کرتے (اگرچہ آپ کا ہر مرتبہ عزت و جلال کے اعتبار سے تمام انبیاء کے مراتب سے بلند تر ہے  
سید محمد غفرلہ)
- ۳۔ ابن بطل فرماتے ہیں کہ انسان فطرۃً حق عبادت ادا کرنے سے قاصر ہے اگر وہ زندگی کا ہر  
سائنس عبادت میں گزار دے، پھر بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا نہیں کر سکتا، لہذا آپ کا توبہ  
و استغفار کرنا اس قصور فطری کی بناء پر ہے۔
- ۴۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں لامحدود ہیں اور انسان کا شکر کرنا محدود ہے اور ظاہر ہے کہ متناہی شکر غیر متناہی  
نعمتوں کا مستحق نہیں ہو سکتا، اس لیے انسان اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے مطابق شکر ادا کرنے سے  
فطرۃً عاجز ہے اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا توبہ و استغفار کرنا اس عجز فطری کی بناء پر تھا۔
- ۵۔ علامہ قاری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرشتوں رسالت، معراج امت اور تبلیغی امور  
میں اشتغال کی وجہ سے بعض اوقات مشاہدہ ذات و صفات میں مہلک نہ رہتے اور اس وجہ  
سے استغفار کرتے۔
- ۶۔ کھانے پینے، اٹھنے بیٹھنے اور دیگر مباح امور میں مشغول ہونے کی وجہ سے بعض دفعہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطالعات و صفات میں مستغرق نہ رہتے، اس وجہ سے استغفار کرتے۔
- ۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات امور طبعیہ مثلاً بول و براز اور جنابت وغیرہ کے عارض ہونے  
کی وجہ سے مشاہدات و صفات نہ کرتے، اس بناء پر استغفار فرماتے۔
- ۸۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض احوال میں عوارض بشریہ (مثلاً تیند وغیرہ) عارض ہونے کی وجہ سے  
زبان سے اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ فرماتے (اگرچہ دل یا دہلی میں مشغول ہوتا) اس وجہ سے استغفار  
فرماتے۔
- ۹۔ انبیاء سابقین نے استغفار کیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء علیہم السلام کی صفات



کے جامع ہیں اس لیے استغفار فرماتے۔

- ۱۰۔ علامہ زرقانی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو تعلیم دینے کی غرض سے استغفار فرمایا۔
- ۱۱۔ علامہ جلال الدین محلی لکھتے ہیں کہ آپ نے استغفار اس لیے فرمایا کہ جب ہم توبہ اور استغفار کریں تو ہمیں آپ کی اتقہ اور کرم سے کاشف حاصل ہو جائے۔
- ۱۲۔ شیخ ابوسعود لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاجزی اور انکسار کے لیے استغفار کیا۔
- ۱۳۔ امام غزالی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال اور مقام ہر آن میں پہلی آن سے بلند تھا تھا اور حضور اس پہلی آن کے لحاظ سے استغفار فرماتے۔
- ۱۴۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کرنا امر تعبدی تھا جس طرح آپ کعبہ سے افضل ہونے کے باوجود کعبہ کا طواف کیا کرتے تھے۔

۱۵۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت کرتا ہے: ان الله يحب التوابين (بقرہ ۲۲۲) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے کے لیے توبہ فرماتے تھے۔

۱۶۔ علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ جس طرح پلک جھپکائے بغیر اگر ہم نگاتار کسی چیز کو دیکھیں تو اس سے ہمیں مشقت ہوگی اور اگر دیکھنے کے دوران ایک آن کے لیے پلک جھپکائیں تو یہ پلک جھپکانا نظر کے لیے حجاب ہونے کے باوجود رحمت ہوگا اور اس سے ہماری نظر کے تسلسل میں کوئی قابل ذکر فرق نہیں ہوگا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس عالم کے مشاہدہ میں مشغول ہوتے ہیں تو اس کا تسلسل مشاہدہ کرتا آپ کے لیے باعث مشقت ہوگا اس لیے گاہے گاہے آپ کے قلب پر انوار و تنجیات کا حجاب چھا جاتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انه ليغان علي قلبي۔ میرے دل پر ابر آ جاتا ہے۔ ہر چند کہ یہ حجاب آپ کے تسلسل مشاہدہ میں کوئی قابل ذکر فرق پیدا نہیں کرتا تاہم آپ اپنے مقام عالی کے پیش نظر اس حجاب کی وجہ سے بھی توبہ اور استغفار فرماتے۔

۱۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کثرت استغفار کا سبب ”امت میں کثرت کی علامت“ بتلایا یا تو اس سے مراد یہ ہے کہ فتح مکہ کے بعد مسلمانوں کا بہ کثرت مسلمان ہونا اللہ تعالیٰ کے نفع و نصرت عطا کرنے کی علامت تھی۔ اس علامت کے ظہور پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح بیان کرتے اور اعترافِ نعمت کے طور پر بصورت استغفار شکر ادا کرتے یا جس طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ فتح مکہ کے بعد لوگوں کا بہ کثرت مسلمان ہونا آپ کی وفات اور وصال کے قرب کی علامت تھی اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمد و تسبیح اور توبہ و استغفار کرتے۔

حدیث نمبر ۹۹۳ میں ہے حضرت عائشہ کا کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلوے سے لگا دوں گا حالیکہ آپ سجدہ میں تھے۔



عورت کے لمس سے وضو ٹوٹنے میں مذاہب فقہاء امام مالک کا مسلک یہ ہے کہ اگر عورت کے جسم کے لمس سے لذت حاصل ہو تو وضو ٹوٹ جاتا ہے، امام شافعی کا مذہب یہ ہے کہ لذت حاصل ہو یا نہ ہو مطلقاً جسم عورت کے لمس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک عورت کے جسم کا لمس وضو ٹوٹنے کا سبب نہیں ہے، یہ حدیث امام اعظم کی موید ہے کیونکہ اس حدیث میں مذکور ہے کہ ام المؤمنین حضرت عائشہ نے حضور کے کندھوں کو اپنے لگا یا در آں حاکمیکہ حضور سجدہ میں تھے اور حضور بدستور نماز میں مشغول رہے، معلوم ہوا کہ عورت کے جسم کے لمس سے وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز۔

جس طرح اللہ تعالیٰ خود اپنی حمد و ثنا فرماتا ہے کوئی اور نہیں کر سکتا | حدیث نمبر ۹۹۲ میں ہے اے اللہ میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تعریف تو اپنی خود فرماتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبر یہ فرمایا کہ اے اللہ! میں تیری ایسی تعریف نہیں کر سکتا جیسی تعریف تو خود اپنی کرتا ہے اس جملہ سے آپ نے یہ ظاہر فرمایا کہ تعریف کسی صفت پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی صفات غیر متناہی ہیں اور کوئی مخلوق غیر متناہی چیزوں کا علم اور ادراک نہیں رکھتی اس لیے ان صفات پر اللہ تعالیٰ ہی اپنی تعریف کر سکتا ہے کسی مخلوق میں یہ طاقت نہیں کہ تعریف نعمت پر ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی نعمتیں بھی غیر متناہی ہیں اس لیے ان کی تعریف بھی کسی مخلوق کی طاقت میں نہیں ہے اور یا تعریف ذات کی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات اور حقیقت کسی مخلوق کو معلوم نہیں اس لیے ان کی تعریف کرنا کسی کی طاقت میں نہیں ہے یا اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے مراتب غیر متناہی ہیں اور مخلوق کو جس قدر معرفت ہوگی وہ متناہی ہوگی اس لیے اس کی تعریف وہ خود ہی کر سکتا ہے اور جیسی تعریف وہ خود کرتا ہے کوئی نہیں کر سکتا۔

سبوح کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر عیب سے پاک ہے اور قدوس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ہر اس چیز سے پاک ہے جو اس کی شان کے لائق نہیں جیسے شریک و غیرہ اور رب الملائک والروح میں روح سے مراد حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں۔

بَابُ فَضْلِ السُّجُودِ وَالْحَثِّ عَلَيْهِ

سجدہ کی فضیلت اور اس کی ترغیب

۹۹۶۔ وَحَدَّثَنِي زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ سَمِعْتُ الْوَلِيدَ بْنَ مَسْلَمَةَ قَالَ سَمِعْتُ الْأَوْدَاعِيَّ قَالَ حَدَّثَنِي الْوَلِيدُ بْنُ هِشَامٍ الْمُعِيطِيُّ قَالَ حَدَّثَنِي

معدان بن طلحہ ہمیری بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے سنا اور میں نے ان سے عرض کیا



مَعْدَانُ بْنُ أَبِي طَلْحَةَ الْيَعْمَرِيُّ قَالَ لَقِيتُ ثَوْبَانَ  
مَوْلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْتُ  
أَخْبِرْنِي بِعَمَلٍ أَعْمَلُهُ يُدْخِلُنِي اللَّهُ بِرَحْمَتِهِ  
أَوْفَتَانِ قُلْتُ يَا حَبِيبَ الْأَعْمَالِ إِلَى اللَّهِ فَسَكَتَ  
ثُمَّ سَأَلْتُهُ فَكُنْتُ لَمْ سَأَلْتُهُ الثَّالِثَةَ فَقَالَ سَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْكَ  
يَكْفُورُ الشُّجُودَ لِلَّهِ فَإِنَّكَ لَا تَسْجُدُ لِلَّهِ  
تَسْجُدَةً إِلَّا مَا فَعَلَكَ اللَّهُ بِهَا رَجَعْتَ وَحَظَّ  
عَنْكَ بِهَا خَطِيئَةٌ قَالَ مَعْدَانُ ثُمَّ لَقِيتُ  
أَبَا الثَّوْدَةَ آتَاهُ فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ لِي وَمِثْلُ مَا قَالَ  
لِي ثَوْبَانُ -

مجھے ایسا عمل بتلائیے جس کو کرنے سے اللہ تعالیٰ  
مجھے جنت میں داخل کر دے یا یہ کہا کہ مجھے وہ عمل  
بتلائیے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ محبوب  
ہو۔ حضرت ثوبان نمازش رہے میں نے دوبارہ  
سوال کیا وہ پھر خاموش رہے، میں نے سہارا  
سوال کیا تو انھوں نے فرمایا کہ میں نے بھی رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تھی تو  
آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے لیے کثرت  
سجود کو لازم کہو اللہ تعالیٰ کے لیے صرف ایک  
سجدہ کر لے۔ اللہ تعالیٰ تمہارا ایک گناہ مٹا دے گا سدا  
کہتے ہیں کہ اس کے بعد میری ملاقات حضرت ابوہریرہ  
رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان سے بھی  
یہی سوال کیا اور انھوں نے بھی حضرت ثوبان  
والا جواب دیا۔

حضرت ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ عنہ بیان  
کرتے ہیں میں رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ  
وسلم کی خدمت میں رہا کرتا تھا اور آپ کے استنجا  
اور وضو کے لیے پانی لاتا ایک مرتبہ آپ نے  
فرمایا "ما لک کیا مانگتا ہے" میں نے عرض کیا  
میں آپ سے جنت کی رفاقت مانگتا ہوں آپ  
نے فرمایا اس کے علاوہ اور کچھ میں نے کہا  
مجھے یہی کافی ہے آپ نے فرمایا تو پھر زیادہ  
سجدے کر کے اپنے معاملے میں میری مدد کرو۔

۹۹۶ - حَدَّثَنَا الْحَكَمُ بْنُ مُوسَى أَبُو صَالِحٍ  
قَالَ نَا مَعْقِلُ بْنُ بَرِيَادٍ قَالَ سَمِعْتُ الْأَوْزَاعِيَّ  
قَالَ حَدَّثَنِي يَحْيَى بْنُ أَبِي كَثِيرٍ قَالَ حَدَّثَنِي  
أَبُو سَلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنِي رَبِيعَةُ بْنُ كَعْبٍ الْأَسْلَمِيُّ  
قَالَ كُنْتُ أَتَيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ فَأَتَيْتُهُ بِوُضُوئِهِ وَحَاجَتِهِ فَقَالَ لِي سَلْ  
فَقُلْتُ أَسْأَلُكَ مِمَّا فَتَنَكَ فِي الْبَحْتِ فَقَالَ أَوْ  
غَيْرَ ذَلِكَ قُلْتُ هُوَ ذَلِكَ قَالَ مَا عِنِّي عَمَلِي  
تَفْسِيكَ بِكَثْرَةِ الشُّجُودِ -

کثرت سجود اور طول قیام کے ثواب میں موازنہ  
مٹا ہے۔

حضرات شافعیہ اس حدیث کے پیش نظر یہ کہتے ہیں، کثرت سجود اور طول قیام سے افضل ہے  
کیونکہ ایک سجدہ کرنے سے ایک نیکی ملتی ہے اور ایک گناہ مٹ جاتا ہے تو نرازی جتنے سجدے



کرے گا اس کو اتنی نیکیاں ملیں گی اس لیے کثرتِ سجود، طولِ قیام سے افضل ہے ان کی اس دلیل کے جواب میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایک سجدہ سے ایک نیکی ملتی ہے لیکن نماز کی حالتِ قیام میں نمازی جب قرآن کریم پڑھتا ہے تو قرآن کریم کے ہر حرف کے پڑھنے پر دس نیکیاں ملتی ہیں اس لیے جتنا طولِ قیام ہوگا اتنا زیادہ قرآن کریم پڑھا جائے گا اور اسی کے حساب سے اتنی زیادہ نیکیاں ملیں گی، کیونکہ حدیث شریف میں ہے: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص قرآن کریم کا ایک حرف پڑھتا ہے اس کو ایک نیکی ملتی ہے جو کہ دس کے برابر ہے اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ اتنا ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف، یام دوسرا حرف ہے اور میم تیسرا حرف ہے یعنی صرف الف پڑھنے سے تیس نیکیاں ملتی ہیں، اس طرح نماز میں جتنا طولِ قیام کرے گا اس کی نیکیوں میں اس قدر اضافہ ہوتا چلا جائے گا اور نیکیوں کا حصول گناہوں کے مٹنے کو مستلزم ہے، قرآن کریم میں ہے:

ان الحسنات یذہبن السيئات - ہودہ ۱۱۳

بے شک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔

نیز حدیث شریف میں ہے:

عن ابن عباس قال مثل رسول الله صلى الله عليه وسلم اى الاعمال افضل فقال احسنها -

حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کون سا عمل زیادہ افضل ہے، فرمایا جس عمل میں زیادہ مشقت ہو۔

اور بالکل واضح بات ہے کہ طولِ قیام میں کثرتِ سجود کی بہ نسبت زیادہ مشقت ہے، کیونکہ بہا اوقات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے مبارک پاؤں پر درم آجاتا جبکہ سجدہ میں نمازی کو آرام ملتا ہے اس اعتبار سے بھی طولِ قیام کثرتِ سجود سے افضل ہے اور ایک حدیث میں صاف مذکور ہے کہ:

عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم افضل الصلوة طول القنوت -

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز کے ارکان میں سب سے افضل ارکان طولِ قیام ہے۔

(صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۵۸ - جامع ترمذی ج ۱ ص ۸۰)

حدیث شریف میں اتنی واضح صراحت کے بعد اس امر میں بحث کرنے کی مطلقاً گنجائش نہیں رہتی کہ سجدہ افضل ہے یا قیام کیونکہ اس حدیث میں قیام کے افضل ارکان صلوٰۃ ہونے کی روشن تصریح ہے اور یہی اخلاف کا مسلک ہے۔

۱۔ علامہ علاؤ الدین علی متقی متوفی ۹۷۴ھ، جامع ترمذی و مستدرک بحوالہ کنز العمال ج ۱ ص ۵۱۹، مطبوعہ بیروت ۱۴۰۵ھ  
۲۔ علامہ محمد بحر بن ابی شیر متوفی ۶۰۶ھ، النہایۃ فی غریب الحدیث والافراج ص ۲۴۰، مطبوعہ ایوان ۱۳۶۴ھ



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار اور آپ کی عطا کی وسعت | حدیث نمبر ۹۹ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ما لک کیا مانگتا ہے"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا "ما لک کیا مانگتا ہے" اس پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا اور آخرت کی تمام نعمتیں آپ کی ملک اور اختیار میں دے دی تھیں کہ جس کو چاہیں جتنا پائیں (بشرط مراعات تقدیر) عطا کریں۔

علامہ سنوسی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضور کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ: اطلب هذا او غيره مما شئت بطلب رفاقت جنت یا اس کے علاوہ کچھ اور چاہو طلب کرو۔

اور علامہ قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

ويؤخذ من إطلاقه عليه السلام  
بأن السؤال إن الله تعالى مكنه من إعطاء كل ما  
أراد من خزان الحق ومن ثم قال اثمتنا من  
خصائمه عليه السلام أنه يخصص من شاء فيما  
شاء كجعله شهادة خزيمة بن ثابت بشهادتين  
(رواه البخاري) وفي ترويضه في النياحة لا  
عظيمة في آل فلان خاصة (رواه مسلم)  
قال النووي للنسائي إن يخصص من العموم  
ما شاء وبالتفصيل بالعناق لا في بردة  
بن نيار وغيره وذكر ابن سبغ في خصائمه  
وغيره إن الله تعالى أقطع أرحم الأرحمة  
يعطي منها ما شاء لعن شاء -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مطلباً فرمایا "ما لک جو مانگتا ہے" اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو خزان حق سے جو چاہیں عطا کرنے پر قادر فرما دیا ہے، اسی وجہ سے ہماری اُمم نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ ہے کہ آپ جس شخص کو جس حکم کے ساتھ چاہیں خاص فرما دیں جیسے حضرت خزيمة بن ثابت رضی اللہ عنہ کی ایک شہادت کو آپ نے دو شہادتوں کے برابر کر دیا۔ (بخاری) نیز آپ نے ام علیہ رضی اللہ عنہا کو ایک خاص خاندان کے لیے نوے کی اجازت دی (مسلم) علامہ نووی لکھتے ہیں کہ شائع عام احکام سے جس کو چاہے خاص کر دے جیسے ابو بکر بن نيار اور ان کے علاوہ بعض صحابہ کے لیے چھ ماہ کا بکرا قربانی کے لیے جائز کر دیا اور ابن سبغ نے حضور کی خصوصیات میں ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت کی زمین کا مالک بنا دیا ہے کہ آپ

۱۔ علامہ ابو نعیم احمد بن یوسف سنوسی مالکی متوفی ۵۵۵ھ، مکمل اکمال العلم ج ۲ ص ۱۱۱، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

۲۔ علامہ ابن سلطان محمد القاری متوفی ۱۰۱۴ھ، مرقات ج ۲ ص ۲۳۴، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ لبنان، ۱۳۹۰ھ







بَابُ ۱۸۲ اَعْصَاءِ السُّجُودِ وَالتَّهْنِ عَنْ  
كَفِّ الشَّعْرِ وَالتَّوْبِ وَعَقْفِ الرُّأْسِ  
فِي الصَّلَاةِ

اعضائے سجود کا بیان اور سر پر جوڑا  
باندھنے اور نماز میں کپڑے موڑنے  
کی ممانعت

۹۹۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ قَابُوسَ بْنَ الرَّبِيعِ  
الْقُرَظِيَّ قَالَ قَالَ أَنَا وَقَالَ أَبُو الرَّبِيعِ نَاحِيَةُ  
بْنِ دِينَارٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ  
أَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَنْ يُسَجَّدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَنَهَى أَنْ يُكْفَ  
شَعْرُهُ أَوْ تَبَابُهُ هَذَا أَحَدُ نَحْوِ يَحْيَى وَقَالَ أَبُو  
الرَّبِيعِ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَنَهَى أَنْ يُكْفَ  
شَعْرُهُ أَوْ تَبَابُهُ الْكُفَّيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ  
وَالْجَنَاحَيْنِ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات  
ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا اور نماز کی حالت  
میں بالوں کو سنوارنے اور کپڑے سمیٹنے سے منع  
کیا گیا ہے۔ یہ حدیث صحیحہ کی روایت کے مطابق  
ہے اور ابوالریث کی روایت میں سات ہڈیوں پر  
(سجدہ کرنے) اور بالوں کو سنوارنے اور کپڑوں  
کو سمیٹنے کی ممانعت کا ذکر ہے وہ سات ہڈیاں  
پیر میں، دو آستھیلیاں، دو گھٹنے، دونوں قدم اللہ  
پیشانی۔

۹۹۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ سَمِعْتُ  
مُحَمَّدَ وَهُوَ ابْنُ جَعْفَرٍ قَالَ سَمِعْتُ عَنْ عَمْرِو  
بْنِ دِينَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ  
النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمُرْتُ أَنْ  
أُسَجَّدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ وَلَا أَكْفَ ثَوْبًا وَشَعْرًا -  
۱۰۰۰ - حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ  
عَبَّاسٍ عَنْ ابْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ  
أَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يُسَجَّدَ عَلَى سَبْعَةٍ وَ  
نَهَى أَنْ يُكْفَ الشَّعْرَ وَالتَّبَابَ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سات راعضائے  
پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور یہ کہ (نماز میں)  
نہ بالوں کو سنواروں اور نہ کپڑوں کو موڑوں۔

۱۰۰۱ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ سَمِعْتُ  
قَالَ نَافِعُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ طَاوُسٍ عَنْ  
أَبْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
قَالَ أَمُرْتُ أَنْ أُسَجَّدَ عَلَى سَبْعَةِ أَعْظُمٍ الْجَنَاحَيْنِ  
وَالْأَشَارَيْنِ عَلَى الْكُفَّيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْأُظْرَافِ

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے  
سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا پیشانی پر اور اپنے ہاتھوں  
سے ناک کی طرف اشارہ کر کے فرمایا اور دونوں ہاتھوں دونوں گھٹنوں  
اور دونوں قدموں کی انگلیوں پر اور یہ حکم دیا گیا ہے کہ نہ بالوں کو



الْقَدَمَيْنِ وَلَا تَكُنْتَ الشَّيْبَابَ وَلَا الشَّعْرَ -

۱۰۰۲ - حَدَّثَنَا أَبُو الطَّاهِرِ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ حَدَّثَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ طَاوُسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَمَرْتُ أَنْ أُجْعَلَ عَلَى سَبْعٍ وَلَا أَكُنْتُ الشَّعْرَ وَلَا الشَّيْبَابَ الْجَبَّهَةَ وَالْأَنْفَ وَالْيَدَيْنِ وَالرُّكْبَتَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ -

۱۰۰۳ - حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَادٍ الْعَامِرِيُّ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ أَنَا عَمْرُو بْنُ الْحَارِثِ أَنَّ بَكْبَكًا أَحَدَهُمَا أَنَّ كُرَيْبًا مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ مِنْ حَدِّهِمَا عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَبَّاسٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا دَايَ عَبْدُ اللَّهِ بَنِي الْحَارِثِ يُصَلِّي ذَا أَسْءَلُ مُعَقَّدٌ مِنْ ذِمَّتِهِ فَقَامَ فَجَعَلَ يَحْكُمُ فَلَمَّا انْقَضَتْ أَقْبَلَ عَلَى ابْنِ عَبَّاسٍ فَقَالَ مَا لَكَ وَذَا بَنِي إِسْرَافِيلَ مِنْهُنَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُونَ إِنَّهُمَا مَثَلُ هَذَا مَثَلُ الْإِنْفِ يُصَلِّي وَهُوَ مُكْتَوِفٌ -

منواروں اور کپڑوں کو مٹاؤں -

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے سات (اعضائے بدن) پر سجدہ کا حکم دیا گیا اور یہ کہ نہ بالوں کو منواروں اور نہ کپڑوں کو مٹاؤں پیشانی اور ناک دونوں بالحقہ دھو گھسنے اور دونوں قدم

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبداللہ بن عمارت کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا اور انھوں نے سر کے پیچھے بالوں کا جوڑا باہر ہوا تھا حضرت ابن عباس نے کمرے ہو کر وہ جوڑا کھولنا شروع کر دیا عبداللہ بن عمارت نماز پڑھ کر حضرت ابن عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا تم میرے سر کو کیوں چھیڑ رہے تھے حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جو شخص بالوں کا جوڑا باہر دھو کر نماز پڑھے وہ اس شخص کی طرح ہے جس کی مشکیں کس ہوئی ہوں اور وہ نماز پڑھتا رہے -

حدیث نمبر ۹۹۸ میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے کا حکم دیا -

امام ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل تمام ائمہ حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سات اعضا پر سجدہ کرنا مشروع ہے جن میں پیشانی، اور بائیں اور دائیں ہاتھ اور دو قدم شامل ہیں، البتہ ناک کے بارے میں اختلاف ہے -

امام ابو حنیفہ کے نزدیک پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک پر سجدہ کرنا فرض ہے اور پیشانی کے ساتھ ناک بھی ناکنا سنت یا مستحب ہے۔ اگر ناک نہ لگی تب بھی سجدہ ہو جائے گا کیونکہ اس بابہ کی پہلی حدیث میں ناک کا ذکر نہیں ہے اگر واجب ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر موقع پر پیشانی



کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کرتے، فقہاء احناف میں سے امام ابو یوسف اور امام محمد کے نزدیک بلا قدر ناک پر بھی سجدہ کرنا واجب ہے اور اگر قدر ہو اور ناک نہ لگے تو کوئی حرج نہیں ہے، امام ابو حنیفہ سے بھی ایک روایت اس کے مطابق ہے۔ ۱۷

امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ اگر پیشانی پر سجدہ کیا اور ناک نہ لگی تو کوئی حرج نہیں اور اگر ناک پر سجدہ کیا اور پیشانی نہیں لگی تو سجدہ نہیں ہوگا، ان کا استدلال بھی اسی حدیث سے ہے جس سے امام اعظم کا استدلال ہے۔ ۱۸

امام شافعی کے نزدیک سجدہ میں ناک اور پیشانی دونوں کا لگانا واجب ہے ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشانی کے ساتھ ناک کا بھی ذکر کیا ہے جیسا کہ حدیث ۱۷۱ میں ہے اور وہ پیشانی اور ناک دونوں کو ملا کر ایک مفرد قرار دیتے ہیں تاکہ اعضاء کی تعداد سات سے متجاوز نہ ہو، تاہم ان کا ایک قول امام اعظم کے موافق بھی ہے اور یہی محتاج ہے کیونکہ حضرت جابر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا اور ناک نہیں لگائی۔ ۱۹

امام احمد بن حنبل پیشانی کے ساتھ ناک پر سجدہ کو بھی جائز قرار دیتے ہیں، ان کا استدلال اس حدیث سے ہے:

عن حکمۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا صلوة لمن لا یمسبب النہ من الارض فانسیب الجنبۃ۔ (دار قطنی ج ۱ ص ۱۲۸)

حکمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کی پیشانی کے ساتھ ناک (سجدہ میں) نہیں لگتی اس کی نماز نہیں ہوتی۔

ابن قدامہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرسل ہے۔ ۲۰

فقہاء احناف کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ نفی کمال پر محمول ہے اسی طرح جن احادیث میں ناک کا ذکر کیا گیا ہے وہ بھی استحباب پر محمول ہیں، امام اعظم کے مسلک کی تائید میں وہ احادیث ہیں جن کو ائمہ سنی نے روایت کیا ہے کہ "حضرت ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ہے، پیشانی و دو گھٹنے اور دو پیروں کی انگلیاں۔" (بخاری باب السجود علی سبعة اعضاء مسند باب اعضاء السجود اور ایضاً نسائی باب السجود علی السبعة من) ترمذی باب السجود علی سبعة اعضاء ابن ماجہ باب آداب السجود۔) ان تمام احادیث میں ناک کا ذکر نہیں ہے۔

۱۷۔ علامہ ابن ہمام حنفی متوفی ۸۷۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۲، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھ

۱۸۔ علامہ ابن رشد مالکی متوفی ۵۹۵ھ، بدایۃ المجتہد ج ۱ ص ۱۰۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۱۹۔ ابوالاسحاق ابراہیم بن علی شافعی فیروز آبادی متوفی ۴۷۶ھ، المہذب ج ۱ ص ۸۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت

۲۰۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی متوفی ۷۲۰ھ، المغنی ج ۴ ص ۴۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ



نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

بایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یسجد

باعتی جیہتہ علی قعاص الشعر۔

(دارقطنی ج ۱ ص ۳۳۹)

حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیشانی کے اوپر واسے سے پر سجدہ کر رہے تھے۔

اسی تمام بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ سجدہ میں پیشانی کا لگانا فرض ہے اور اس کے ساتھ ہاتھ کا لگانا سنت یا استحباب ہے، امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا یہی مسلک ہے، امام شافعی کا بھی مختار قول یہی ہے البتہ امام احمد بن حنبل نامک اور پیشانی دونوں کو سجدہ میں لگانا واجب قرار دیتے ہیں۔

امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد کا مشہور مسلک یہ ہے کہ نمازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر گھٹنے رکھے پھر ہاتھ پھر چہرہ اور امام مالک کا مسلک اور امام احمد سے ایک روایت یہ ہے کہ نمازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے ہاتھ پھر گھٹنے رکھے ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد

احدکم فلیضع یدہ قبل رکبتيہ ولا

یبرک بربک البعیر۔ (سنن ترمذی ج ۱ ص ۳۹)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص سجدہ کرے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھے اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔

اور جو بزرگ دلیل یہ حدیث ہے:

عن وائل بن حجر قال بایت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا سجد وضع

رکبتيہ قبل ید ید و اذا انقضی رفع ید ید قبل

رکبتيہ اخرجہ البراء وود والنسائی والترمذی

قال الخطابی ہذا الصرح من حدیث

ابی ہریرۃ وسامی عن ابی سعید قال

کنا نضع الیدین قبل الرکبتین فامونا

بوضع الرکبتین قبل الیدین“ و ہذا

یدل علی نسخ ما تقدم وقد روی

الاشترم حدیث ابی ہریرۃ اذا سجد

احدکم فلیضع یدہ قبل رکبتيہ قبل ید ید ولا یبرک بربک الفحل۔

حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا آپ نے ہاتھوں سے پہلے گھٹنوں کو رکھا اور جب سجدہ سے اٹھے تو گھٹنوں سے پہلے ہاتھ اٹھائے، اسی حدیث کو البراء وود، ترمذی اور نسائی نے اپنا اپنی سند کے ساتھ بیان کیا ہے اور خطابی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی حدیث سے زیادہ قوی ہے، اور حضرت ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ ہم سجدہ میں گھٹنوں سے پہلے ہاتھ رکھا کرتے تھے تو ہمیں حکم دیا گیا کہ ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھیں اور یہ حدیث حضرت ابوہریرہ کی روایت کے منسوخ

لہ۔ علامہ ابن تہامہ صلی ترمذی ج ۲ ص ۲۳۰، المفتی ج ۱ ص ۳۰۴، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ



ہونے پر دلیل ہے، اثرم نے ابو ہریرہ سے  
اسی یہ روایت کی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص  
سجدہ کرے تو ہاتھوں سے پہلے (زمین پر)  
گھٹنے رکھے اور اونٹ کی طرح نہ بیٹھے۔

اثرم کی روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت مضطرب ہے اور حضرت ابو سعید کی روایت  
سے معلوم ہوا کہ حضرت ابو ہریرہ کی روایت منسوخ ہے اس لیے اس منسوخ اور مضطرب روایت کو چھوڑ  
کہ حضرت وائل بن جبہ کی حدیث پر عمل کرنا چاہیے کہ نازی سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے پھر ہاتھ  
پھر چہرہ رکھے اور جب سجدہ سے اٹھے تو پہلے چہرہ پھر ہاتھ اور گھٹنے اٹھائے۔

بعض متاخرین مشائخ، احناف،  
سجدہ میں پیر زمین پر رکھنے کی فرقی کی تحقیق

کہا ہے کہ سجدہ میں دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے اور بعض (صاحب اختلاف) نے کہا ہے کہ  
صرف ایک پیر کا رکھنا فرض ہے، لیکن یہ اقوال صحیح نہیں ہیں کیونکہ ہمارے ائمہ نے یہ تصریح کی ہے  
کہ سجدہ میں صرف چہرے کے بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے، اور ہاتھوں، گھٹنوں اور پیروں کا رکھنا  
فرض نہیں ہے۔

مولانا امجد علی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

پیشانی کا زمین پر چنا سجدہ کی حقیقت ہے، اور پاؤں کی ایک انگلی کا پیٹ لگنا شرط۔ تو اگر  
کسی نے اس طرح سجدہ کیا کہ دونوں پاؤں زمین سے اٹھے رہیں نازنہ ہونی چکے اگر صرف انگلی کی نوک  
زمین سے لگی جیب بھی نہ ہونی اس مسئلہ سے بہت لوگ غافل ہیں۔ (در مختار، فتاویٰ رضویہ)۔  
مولانا امجد علی رحمہ اللہ نے یہ صحیح لکھا ہے کہ سجدہ کی حقیقت پیشانی کا زمین پر رکھنا ہے، البتہ ان  
کا یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ پیروں کا زمین پر رکھنا شرط ہے۔

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

سجد سجد سجود وضع جہتہ بالارض یتہ  
سجدہ کا معنی ہے پیشانی کو زمین پر رکھنا۔  
علامہ عسکری حنفی لکھتے ہیں:

دقی السجود اساس جہتہ وانقہ  
امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک پیشانی یا  
ناک کو زمین پر رکھنا سجدہ ہے۔  
علی الارض عن ابی حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ یتہ

۱۔ مولانا امجد علی متوفی ۱۳۷۶ھ، بہار شریعت ج ۲ ص ۵۸، مطبوعہ شیخ غلام علی اینڈ سنز کراچی (اپریل ۱۳۷۳ھ)  
۲۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم بن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۳ ص ۲۰۲، مطبوعہ المکتبۃ الترغویہ  
۳۔ شمس اللہ محمد بن احمد عسکری متوفی ۸۳۳ھ، مبسوط ج ۱ ص ۱۸۹، مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۹۸ھ



علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

وسجد علی انفسہ وجہت لان النبوا صلی  
 اللہ علیہ وسلم واطلب علیہ فان اقتصر علی  
 احدہما جاز عندی حیثہ رحمہ اللہ وقال  
 لا یجوز الاقتصار علی الالف الا من قدر  
 وهو ما ایت عنہ لقولہ علیہ السلام امرت  
 ان اسجدوا لی سبعة اعظم ومنہما الجہۃ  
 والاف حیثہ رحمہ اللہ ان السجود یتحقق  
 برکبہ بعین الوجه وهو المأمور بہ الا ان  
 الضاد والزین خارج بالاجماع والمذکور  
 فیما روى الوجه فی المشہور ووضعت  
 الیدین والركبتین سنة عندنا لتحقق  
 السجود دونہما ذاماً وضمت القدمین  
 فقد ذکر القادوری انہا فريضة في  
 السجود - ۱۰

نمازی ناک اور پیشانی پر سجدہ کرے، کیونکہ  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر دوام کیا ہے، اگر ان  
 میں سے کسی ایک پر اقتصار کیا تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ  
 ان کے نزدیک یہ بھی جائز ہے، امام ابو یوسف اور امام  
 محمد کے نزدیک بلا غدر ناک پر اقتصار کرنا جائز  
 نہیں ہے، امام اعظم سے بھی ایک روایت اسی  
 طرح ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:  
 مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں سات ہڈیوں پر سجدہ  
 کروں، اور آپ نے پیشانی کو ان میں سے شمار  
 کیا، امام ابو حنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ چہرے کے  
 بعض حصہ کو رکھنے سے سجدہ متحقق ہو جاتا ہے  
 اور قرآن مجید میں اسی کا حکم دیا گیا ہے، البتہ ٹھوڑی  
 اور رخسار بالا جماع سجدہ سے خارج ہیں، اور  
 مشہور روایت میں چہرہ کا ذکر ہے، اور اقول  
 اور گھٹنوں کا رکھنا ہمارے نزدیک سنت ہے  
 کیونکہ ان کے بغیر بھی سجدہ متحقق ہو جاتا ہے  
 ربط دونوں پیروں کا زمین پر رکھنا تو قدری نے  
 ذکر کیا ہے کہ یہ بھی سجدہ میں فرض ہے۔

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مرفوعہ میں ہے "مجھے سات ہڈیوں اور پیشانی پر سجدہ کرنے  
 کا حکم دیا گیا ہے، اور آپ نے ناک، اٹھنوں اور قدوں کی اطراف کی طرف اشارہ فرمایا اور نمازی  
 کپڑے اور بال نہ موڑے" اس حدیث سے ان اعضاء پر سجدہ کرنے کا فرضیت ثابت نہیں ہوتی  
 کیونکہ یہ حدیث ظنی الثبوت اور ظنی الدلالة ہے، کیونکہ امرت "مجھے حکم دیا گیا ہے" یہ لفظ وجوب اور  
 استحباب دونوں میں مستعمل ہے، اس لیے صاحبین کا پیشانی اور ناک دونوں پر سجدہ کرنے کو فرض قرار  
 دینا موجب اشکال ہے، کیونکہ اس صورت میں خبر واحد سے قرآن مجید پر زیادتی لازم آتی ہے، اور امام  
 ابو حنیفہ کی طرح صاحبین کے نزدیک بھی یہ جائز نہیں ہے۔ ۱۰

۱۰۔ علامہ ابن الحسن علی بن ابی یحییٰ زین الدین متوفی ۵۹۳ھ، ۱۱۰۰ھ، ۱۱۰۰ھ، مطبوعہ کارخانہ محمد علی گڑھی

۱۱۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۷۶۰ھ، ۱۳۵۰ھ، ۱۳۵۰ھ، مطبوعہ مطبعہ علیہ مصر، ۱۳۱۱ھ



اور علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں:

ان لفظ الموت مستعمل فیما هو اعلم  
من الندب والوجوب وهو معنی طلب  
منی ذلك، ثم هو فی النجاسة وجوب  
وفی غیرها معھا نداء او فی الندب  
بخصوصہ۔

اموت (مجھے حکم دیا گیا ہے) کا لفظ وجوب  
اور استحباب میں عام ہے، اور اس کا معنی ہے بجز  
اس کو طلب کیا گیا ہے، اور یہ پیشانی میں  
وجوب کے لیے ہے اور باقی میں وجوب کے  
ساتھ استحباب کے لیے یا بالخصوص استحباب  
کے لیے ہے۔

اور علامہ جلال الدین خوارزمی لکھتے ہیں:

اما اعضاء السجود فسبعة وفريضة  
السجود تتعلق ببعضها واحد منها في قول  
ابن حنيفة رحمه الله وهو الوجه۔

سجدہ کے سات اعضاء میں اور سجدہ کی  
فرضیت ان میں سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک  
صرف ایک عضو کے ساتھ متعلق ہے اور وہ چہرہ  
ہے۔

علامہ ابن نجیم، علامہ ابن ہمام اور علامہ خوارزمی کی عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن مجید میں سجدہ کا حکم  
دیا گیا ہے اس لیے سجدہ فرض ہے اور سجدہ کی حقیقت زمین پر چہرہ کو رکھنا ہے اور زمین پر پیشانی  
یا ناک گھسنے سے زمین پر چہرہ لگ جاتا ہے، اس لیے پیشانی یا ناک میں سے کسی ایک کے گھسنے سے  
فرض سجدہ ادا ہو جاتا ہے اور حدیث میں جن سات اعضاء پر سجدہ کا حکم دیا گیا ان میں سے صرف  
پیشانی کو زمین پر رکھنا فرض ہے جو کہ قرآن مجید کے مطابق ہے اور باقی اعضاء یعنی دونوں ہاتھ،  
دونوں گھٹنے اور دونوں پیرسوان کا زمین پر رکھنا مستحب ہے، کیونکہ خبر واحد سے فرضیت ثابت  
نہیں ہوتی اور علامہ مرغینانی نے قدوری سے جو یہ نقل کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کا زمین پر رکھنا فرض  
ہے تو اس کے متعلق علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وذكر القداوری ان وضعتما فرض وهو  
ضعيف واما الیعدات فنظاها الرواية عدم  
افتراض وضعها قال فی التجنیس والاختصاص  
وعليه فتوى مشائخنا۔

قدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں  
کا رکھنا فرض ہے، یہ ضعیف قول ہے اور  
راہم حقوں اور گھٹنوں کا رکھنا ترظاہر الروایۃ کے  
مطابق ان کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے، تجنیس اور خلاصہ  
الفتاویٰ میں لکھا ہے ہمارے مشائخ کا اسی پر

۱۔ علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدر ج ۱ ص ۲۶۴، مطبوعہ مکتبہ ندویہ دہلی سکھر

۲۔ علامہ جلال الدین خوارزمی، کفایہ علی لم مشن فتح القدر ج ۱ ص ۲۶۵، " " "

۳۔ علامہ زین الدین ابن نجیم مصری متوفی ۹۰۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۸، مطبوعہ مکتبہ ندویہ دہلی سکھر



فتویٰ ہے۔

نیز علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

وذهب شيخ الاسلام الى ان وضعها سنة فتكون المكروه تنزيهية - له

اور شیخ الاسلام کا مذہب یہ ہے کہ دونوں بیرون کا سجدہ میں زمین پر رکھنا سنت ہے اور دونوں کا اٹھانا مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ حنفی لکھتے ہیں:

وذكر انهما كلهما تاشي ان الدين والقدين سواء في عدم الغريضة وهو الذي يدل عليه كلام شيخ الاسلام في مبسوطه و هذا الحق رتبه

امام ترمذی نے لکھا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر فرض نہ ہونے میں برابر ہیں ا بسوط میں شیخ الاسلام کا کلام بھی اسی پر ولالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔

علامہ بدر الدین عینی حنفی لکھتے ہیں:

قد ورد في كنفها اور جصاص نے یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں زمینی بیرون کا رکھنا فرض ہے اور جلالی نے یہ ذکر کیا ہے کہ یہ سنت ہے، قدوری کی عبارت کا تقاضا یہ ہے کہ اگر ایک پیر اٹھا لیا تو جائز نہیں ہے، اور خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھا ہے کہ اگر ایک پیر اٹھا لیا تو جائز ہے، اور اس کو مکروہ نہیں کہا، اور فتاویٰ قاضی غاں میں اس کو مکروہ لکھا ہے اور جامع ترمذی میں لکھا ہے کہ اگر دونوں پیر اور دونوں ہاتھ نہیں رکھے تو جائز ہے اور محیط میں لکھا ہے کہ اگر سجدہ کے وقت دونوں گھٹنے زمین پر نہیں رکھے تو جائز نہیں ہے۔

علامہ ابن ہمام حنفی لکھتے ہیں:

بیرون کا رکھنا سجدہ میں اس لیے فرض ہے کہ اگر سجدہ میں دونوں پیر اٹھا لیے تو یہ تنظیم اور اجلال کے بجائے تلاعب سے زیادہ مشابہ ہے اور ایک انگلی کا رکھنا کافی ہے اور وجہ میں لکھا ہے کہ دونوں بیرون کا رکھنا فرض ہے، اگر ایک پیر گر لگا اور ایک کو اٹھا لیا تو یہ کراہت کے ساتھ جائز ہے یعنی مکروہ تنزیہی ہے۔

علامہ ابن ہمام کی اس عبارت پر یہ اعتراض ہے کہ فرضیت قطعی الثبوت اور قطعی الدلالتہ دلیل سے ثابت ہوتی ہے جیسا کہ خود انھوں نے شروع میں لکھا ہے، محض کسی کی رائے سے فرضیت ثابت

- ۱۔ علامہ زین الدین بن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۰۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۱۸، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر
- ۲۔ علامہ ابن فرات زحرفی متوفی ۸۸۵ھ، درر الاحکام فی شرح غرر الاحکام ج ۱ ص ۵۵، مطبوعہ مطبعہ منشی نواکشر لکھنؤ ۱۹۱۱
- ۳۔ علامہ بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، بنایہ ج ۱ ص ۶۵۳، مطبوعہ مطبعہ منشی نواکشر لکھنؤ
- ۴۔ علامہ کمال الدین بن ہمام متوفی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۶۵، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر



نہیں ہوتی اور تلاعب کے ساتھ مشابہت کا جواب یہ ہے کہ فرض کیجئے کسی نے ایک پیر بہت زیادہ اٹھا لیا تو یہ بھی تلاعب کے مشابہ ہے حالانکہ صرف ایک پیر کو اٹھانے سے صاحب اعتدال تمام غائبی خاں اور اکثر فقہاء کے نزدیک نماز جائز ہے نیز تلاعب کے ساتھ مشابہت اس وقت ہوگی جب دونوں پیر بہت زیادہ اٹھا لیے جائیں اور اگر دونوں پیر زمین پر گئے نہ ہوں صرف معمولی سے اٹھے ہوئے ہوں تو یہ تلاعب کے ساتھ مشابہ نہیں ہے، حاصل بحث یہ ہے کہ سجدہ میں گھٹنوں کا طرح بالخصوص پیروں کا زمین پر رکھنا بھی فرض نہیں ہے، ان پیشانی کو زمین پر رکھنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں یا پیروں میں سے کسی ایک کو بھی زمین پر رکھا جائے، اس لیے سجدہ میں ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں اور پیروں میں سے کسی ایک کا لامل التین زمین پر رکھنا فرض ہے خصوصیت کے ساتھ پیروں کا رکھنا فرض نہیں ہے، اللہ یہ فرض ظنی ہے جو حکماً واجب ہے۔

علامہ باری حنفی لکھتے ہیں:

تقدمی نے ذکر کیا ہے کہ سجدہ میں پیروں کو زمین پر رکھنا بھی فرض ہے، پس جب نمازی نے سجدہ کیا اور اپنے دونوں پیروں کا انگلیوں کو زمین سے اٹھا لیا تو یہ جائز نہیں ہے، اسی طرح کریم اور جصاص نے بھی ذکر کیا ہے اور اگر ایک پیر کو رکھا تو یہ جائز ہے اور قاضی خاں نے کہا مکروہ ہے، اور امام ترمذی نے ذکر کیا ہے کہ دونوں ہاتھ اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں، مبسوط میں شیخ الاسلام کا کلام علی اسی پر دلالت کرتا ہے اور یہی حق ہے۔

وَأَمَّا وَضْعُ الْقَدَمَيْنِ فَقَدْ ذَكَرَ الْقَدَوِيُّ أَنَّهُ فَرَضَ فِي السُّجُودِ فَإِذَا سَجَدَ وَرَفَعَ أَصَابِعَ رِجْلَيْهِ عَنِ الْأَرْضِ لَا يَجُوزُ كَذَا ذَكَرَهُ الْكُوفِيُّ وَالْجَصَّاسُ مَنْ دَلَّوْهُ وَضَعَهُ أَحَدًا هُمَا جَائِزٌ قَالُوا قَاضِي خَانَ وَيَكْرَهُ وَذَكَرَ الْأَمَامُ التِّرْمِذِيُّ أَنَّ الْيَدَيْنِ وَالْقَدَمَيْنِ سَوَاءٌ فِي عَدَمِ الْفَرِيضَةِ وَهُوَ الَّذِي يَدُلُّ عَلَيْهِ كَلَامُ شَيْخِ الْإِسْلَامِ فِي مَبْسُوطِهِ وَهُوَ الْحَقُّ - لہ

علامہ علاؤ الدین کا سانی حنفی لکھتے ہیں:

واختلف في محل إقامة فرض السجود قال أصحابنا الغلظة هو بعض الوجه وقال مقرر والشأ ففرض السجود فرض على الأعضاء السبعة الوجه واليدين والركبتين والقدمين احتجاً بما روي عن النبي صلى الله عليه وسلم إنما قال أمرت

سجدہ میں کس چیز کو قائم کرنا فرض ہے اس میں اختلاف ہے، ہمارے اصحاب ثلاثہ نے یہ کہا ہے کہ چہرہ کے بعض حصہ کو رکھنا سجدہ میں فرض ہے امام شافعی اور امام زفر نے یہ کہا ہے کہ سجدہ میں سات اعضاء چہرہ، دو ہاتھ دو گھٹنے اور دو پیروں کا رکھنا فرض ہے ان کی دلیل یہ حدیث ہے کہ نبی صلی



ان اسجد على سبعة اعظم الوجوه واليدین  
والرکبتین والذین بین ولنا ان الامر تعلی  
بالسجود مظلة آمن شیر تعین عنوضه  
الاعتدال بسماع علی تعین بعرض الوید  
فلا یجوز تعین غیره ولا یجوز تقیید  
مطلق الکتب بخبر الواحد فمن حمله علی  
بیان السنۃ عملاً بالدلیلین ثم اختلفت  
اصحابنا الثلاث فی ذلك الی حضرت  
قال ابو حنیفۃ هو الجسۃ او لا نف یشیر  
عین حتی لیرفع احد قما فی حال  
الاختیار یجوز یر

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے سات پیروں پر سجدہ  
کرنے کا حکم دیا گیا ہے، چہرہ، دو ہاتھ اور گھٹنے  
اور دو پیروں اور ہمارا دلیل یہ ہے کہ سجدہ کرنے  
کا حکم دیا گیا ہے، اور اس میں کسی قسم کے رکھنے  
کی تعمیل نہیں کی، پھر اس پر اجماع منقول ہو گیا کہ چہرہ کے  
بعض حصہ کو رکھنا فرض ہے، اس لیے اب کسی اور  
عضو کو معین کرنا جائز نہیں ہے اور کتاب کے مطلق  
حکم کو خبر واحد سے معین کرنا جائز نہیں ہے، اس  
لیے ہم باقی اعضا کے رکھنے کو سنت پر معمول  
کرتے ہیں تاکہ دونوں ویلوں پر ٹپل ہو، پھر ہمارے  
اصحاب ثلاثہ کا اس میں اختلاف ہے کہ چہرہ کا وہ  
بعض حصہ کن سا ہے جس کا سجدہ میں رکھنا فرض  
ہے، امام ابو حنیفہ نے فرمایا وہ پیشانی یا ناک  
سے لائے انہیں، حتیٰ کہ اگر اس نے حالت اختیار  
میں ان میں سے کسی ایک کو بھی رکھ دیا تو سجدہ ادا ہو  
جائے گا۔

خبر فرمائیے کہ جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث صحیح سے بھی سجدہ میں پیروں کے رکھنے کی فرضیت  
ثابت نہیں ہو سکتی تو تدوری، جصاص، کرخی اور صاحب الخلافہ میں یہ طاقت کہاں سے آئے گی کہ ان کے اقوال  
کی بناء پر سجدہ میں پیروں کا رکھنا فرض ہو جائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مترجہ ارشاد سے تو پیروں  
کے رکھنے کی فرضیت ثابت نہ ہو اور خبر واحد سے قرآن مجید کے مطلق کی تفسیر لازم آئے اور یہ جائز نہ ہو اور  
تدوری، جصاص اور کرخی کے اقوال اودان کی آراء سے فرضیت ثابت ہو اور قرآن مجید کے مطلق کی تفسیر  
جائز ہو جائے فیہ الا یست!

خاتم المحققین علامہ سید محمد امین ابن عابدی شامی رحمہ اللہ نے اس مسئلہ پر بہت تفصیل سے اور دقیق  
گفتگو کی ہے کہ آیا سجدہ میں پیروں یا گھٹنوں کا رکھنا فرض ہے یا نہیں، اہل علم کی فیضیت طبع کے لیے ہم اس  
عیادت کا ترجمہ پیش کر رہے ہیں:

ہا یہ میں یہ لکھا ہے کہ تدوری نے یہ ذکر کیا ہے کہ پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ میں فرض ہے جب  
تلاز میں سجدہ کیا اور دونوں پیروں کی انگلیوں کو اٹھایا تو یہ جائز نہیں ہے، کرخی اور جصاص نے بھی اسی



طرح لکھا ہے اور اگر صرف ایک پیر کو رکھنا تو قاضی خاں نے کہا یہ مکروہ ہے اور امام ترمذی نے یہ نوکر کیا ہے کہ دونوں اہل سنت اور دونوں پیر عدم فرضیت میں برابر ہیں، مہسوط میں شیخ الاسلام کے کلام کی بھی اسی پر ولادت ہے اور اسی طرح نہایہ اور عنایہ میں ہے، مجتہا میں لکھا ہے میں کہتا ہوں کہ مختصر کرنا، محیط اور قدوری کی عبارت کا ظاہر یہ ہے کہ جب نمازی نے ایک پیر رکھا اور ایک اثنا تہریہ جائز نہیں ہے، اور میں نے بعض نسخوں میں لکھا اس میں دو روایتیں ہیں، فیض اور خلاصہ میں یہ لکھا ہے کہ اگر ایک پیر رکھا اور ایک اثنا تہریہ جائز ہے، اس لیے اب اس مسئلہ میں تین روایات ہو گئیں، (۱) دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے (۲) ایک پیر کا رکھنا فرض ہے (۳) کسی پیر کا رکھنا بھی فرض نہیں ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ پیروں کا رکھنا سنت ہے، البحر الاقویٰ میں لکھا ہے کہ شیخ الاسلام کے نزدیک دونوں پیروں کا رکھنا سنت ہے تو دونوں پیروں کا اثنا تہریہ مکروہ تشریحی ہو گا، فتاویٰ میں اسی تیسری روایت کو اختیار کیا ہے اور لکھا ہے یہی حق ہے اور درہمیں اس کو بہ قرار رکھا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سجدہ کا تحقق پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے اور اس کو فرض کہنے سے خبر واحد سے کتاب پر زیادتی لازم آئے گی، لیکن شرح منیر میں اس تحقیق کو مدد دیا ہے، اس میں لکھا ہے کہ کوئی فقہی روایت اس کی موافقت نہیں کرتی اور روایت اس کی نفی کرتی ہے، کیونکہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے اور جب ہمارے ائمہ کی تمام روایات اس پر متفق ہیں کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے اور کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ یہ فرض ہیں تو اب اگر پیروں کا رکھنا بھی فرض نہ ہو تو سجدہ میں ہاتھوں گھٹنوں اور پیروں کو زمین پر رکھے بغیر پیشانی کو زمین پر رکھنا کیسے ممکن ہو گا، اس لیے زمین پر پیشانی کا رکھنا دونوں پیروں یا ایک پیر کے زمین پر رکھنے پر موقوف ہو گا اور فرض کا مقدمہ (موقوف علیہ) بھی فرض ہوتا ہے اس لیے جب سجدہ میں زمین پر پیشانی رکھنا فرض ہے تو زمین پر دونوں پیروں یا کسی ایک پیر کا رکھنا بھی فرض ہو گا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ تقریر سراسر غلط ہے اقول تو اس لیے کہ شارح منیر کا یہ کہنا غلط ہے کہ کوئی رقت اس کی موافقت نہیں کرتی، کیونکہ ہم پہلے باحوالہ بیان کر چکے ہیں کہ ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک سجدہ میں صرف سجدہ کا بعض حصہ رکھنا فرض ہے اور باقی اعضاء کا رکھنا سنت ہے، مہسوط، ہارہ اور ہائیک الصنائع کے حوالے گذر چکے ہیں اور شیخ الاسلام اور امام ترمذی کے حوالوں سے یہ تصریح گذر چکی ہے کہ پیروں کو سجدہ میں رکھنا فرض نہیں ہے، سنت ہے، نیز شارح منیر کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ کسی روایت میں یہ نہیں ہے کہ ہاتھوں اور گھٹنوں کا رکھنا فرض ہے، کیونکہ محیط کے حوالے سے یہ گذر چکا ہے کہ گھٹنوں کو زمین پر رکھے بغیر سجدہ جائز نہیں ہے، اور شارح منیر نے یہ جو کہا ہے کہ فرض کا موقوف علیہ بھی فرض ہوتا ہے یہ صحیح ہے، لیکن زمین پر پیشانی کا رکھنا صرف زمین پر پیر رکھنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ اگر نمازی تہ دونوں ہتھیلیاں اور گھٹنوں کے رکھ دے اور میرزہ کے تب بھی زمین پر پیشانی رکھی جاسکتی ہے اور ہیئت



سجدہ متحقق ہو سکتی ہے یا مرن گھٹنے اور پٹیلیاں رکھے اور پیرہ رکھے پھر بھی ہیئت سجدہ متحقق ہو سکتی ہے اگرچہ کامل اور سنت کے مطابق ہیئت سجدہ پیروں کے رکھنے سے ہوگی اس لیے مرن پیروں کو سجدہ کا موقوف علیہ کہنا غلط ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ دونوں گھٹنے اور دونوں پیروں میں سے کوئی ایک عضو لا علی التین ہیئت سجدہ کا موقوف علیہ ہے، یا خصوصاً پیروں کا زمین پر رکھنا سجدہ کا موقوف علیہ نہیں ہے۔ فاغتند هذا التحذیر فانہ من خاصات هذا الكتاب۔  
اس کے بعد علامہ شامی لکھتے ہیں:

شرح منیہ کی تقریر کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ مصنف نے شرح الجمع میں یہ لکھا ہے کہ سجدہ میں لا تقول اور گھٹنوں کا رکھنا سنت ہے کیونکہ سجدہ کی ماہیت پیشانی اور پیروں کے رکھنے سے حاصل ہوتا ہے، اسی طرح کفایہ میں زامری، کرنی اور سراج کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اگر کسی نے سجدہ میں دونوں پیروں کو اٹھا لیا تو سجدہ نہیں ہوگا اور اگر ایک پیر کو اٹھا لیا تو سجدہ ہو جائے گا، فیض میں لکھا ہے اسی پر فقہی ہے اور علیہ میں لکھا ہے اس کی زیادہ ترجیح یہ ہے کہ یہ واجب ہے اور دلیل کے اعتبار سے متوسط قول یہ ہے کہ لا تقول اور گھٹنوں کا زمین پر رکھنا واجب ہے اور پیروں کا رکھنا بھی واجب ہے، البحر الرائق اور مشرب الیہ میں بھی اسی قول کو اختیار کیا ہے، میں کہتا ہوں جن مشائخ نے پیروں کے رکھنے کو فرض نہیں کہا ہے اس کو بھی وجوب پر محمول کر دیا جائے اور شیخ الاسلام اور امام ترمذی نے جو فرضیت کا نقل کیا ہے وہ وجوب کے ثبوت کے منافی نہیں ہے، اور قدوری نے جو پیروں کے رکھنے کو فرض نہیں کہا ہے تو اس کی تاویل یہ ہے کہ فرض کا اطلاق کبھی واجب پر بھی کر دیا جاتا ہے اور شرح منیہ نے جو عنایہ کی عبارت پر بحث کی ہے اس پر یہ اعتراض ہے کہ زمین پر پیشانی کا رکھنا پیروں کے رکھنے پر موقوف نہیں ہے بلکہ پیشانی کے رکھنے کا توقف لا تقول اور گھٹنوں پر زیادہ واضح ہے تو سجدہ میں پیروں کے زمین پر رکھنے کو فرض کہنا ترجیح بلا مرجح ہے، بلکہ ترجیح بالمرجح ہے اور فقہی روایات میں یہ لکھا ہے کہ پیروں کا اٹھانا جائز نہیں ہے یہ نہیں لکھا کہ پیروں کا رکھنا فرض ہے اور عدم جواز وجوب کے خلاف پر بھی صادق آتا ہے، فرضیت کا قول صرف قدوری کا ہے اسی وجہ سے البحر الرائق میں لکھا ہے کہ قدوری کا یہ قول ضعیف ہے، حاصل بحث یہ ہے کہ کتب مذہب میں پیروں کے رکھنے کو فرض نہیں لکھا ہے اور دلیل اور قواعد کے اعتبار سے اس کا فرض نہ ہونا راجح ہے، اسی لیے عنایہ اور قدوری میں لکھا ہے کہ یہی حق ہے پھر اس کی ترجیح یہ ہو سکتی ہے کہ فرض کی نقل کو وجوب پر محمول کر دیا جائے۔

علامہ شامی نے البحر الرائق کے حاشیہ پر بھی یہی تقریر لکھی ہے لیکن یہاں زیادہ تفصیل کی ہے۔  
علامہ شامی کی اس عبارت میں بھی تشکیک ہے، حق یہ ہے کہ زمین پر پیشانی کا رکھنا خصوصیت کے ساتھ

۱۔ علامہ سیّد محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۶-۲۶۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ۔  
۲۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، رد المحتار علی اشعار رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۴ھ۔



پیروں پر موقوف نہیں ہے بلکہ دونوں ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں اور پیروں میں سے کسی ایک پر اعلیٰ التین موقوف ہے اس لیے ہاتھوں کے ساتھ ان دو اعضاء میں سے کسی ایک کا زمین پر رکھنا واجب ہے اور دونوں کا بیک وقت رکھنا سنت ہے، اور جب نمازی نے سجدہ میں دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں رکھے ہوئے ہوں اور دونوں پیر زمین سے اٹھ جائیں تو یہ مکروہ تنزیہی ہے اس سے نازنا سد نہیں ہوگی الا یہ کہ کوئی نمازی مد فاشش تک پیر بالکل اوپر اٹھائے تو یہ عمل تلاعب کے ساتھ مشابہ ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہوگا۔

سجدہ میں کسی ایک انگلی کے پیٹ لگانے کے فرض نہ ہونے کی تحقیق | ہمارے زمانہ میں یہ مشہور ہے

دیا گیا کہ سجدہ میں کم از کم ایک انگلی کا پیٹ لگانا بائیں طرف کہ انگلی کا پیٹ قبلہ کی طرف ہو، فرض ہے اور اگر سجدہ میں کسی انگلی کا پیٹ زمین پر نہیں لگا تو نازنا سد ہر جگہ لگے گی، یہ قول بھی بلا دلیل اور باطل ہے کیونکہ جب پیر کا رکھنا ہی فرض نہیں ہے تو کسی انگلی کا پیٹ لگانا کیسے فرض ہوگا! اور اس کی بنیاد و مختار کی ایک عبارت ہے جس کو ہم پیش کر رہے ہیں:

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی لکھتے ہیں:

يفترض وضع اصابع القدم ولو  
واحدة نحو القبلة والاله تجزؤ الناس  
عنه غافلون۔

سجدہ میں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کر کے رکھنا خواہ ایک انگلی ہو یہ فرض ہے ورنہ نازنا سد نہیں ہوگی اور لوگ اس مسئلہ سے ناواقف ہیں۔

علامہ ابن عابدین شامی اس عبارت کے متعلق لکھتے ہیں: بلکہ اس بات کی تصریح کی گئی ہے کہ قبلہ کی طرف انگلیوں کو متوجہ کرنا سنت ہے اور اس کا ترک مکروہ تنزیہی ہے جیسا کہ برجنہری اور قہستانی میں ہے اور اس کی تفصیل عنقریب آئے گی۔

۱۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، در مختار علی احسن رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۷ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ  
۲۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۲۶۷  
۳۔ زمین پر سہولت کے ساتھ پیشانی رکھنا تو دو اعضاء پر موقوف ہے، دونوں ہاتھوں کے ساتھ دونوں گھٹنوں یا پیروں میں سے کوئی ایک لعل التین تاہم ایک عضو کے ساتھ بھی پیشانی زمین پر رکھی جاسکتی ہے مثلاً دونوں ہاتھ زمین پر رکھیں اور گھٹنیں اور پیر دونوں زمین سے اٹھالیں یا دونوں گھٹنیں زمین پر رکھیں اور دونوں ہاتھ اور دونوں پیر زمین سے اٹھالیں، مگر اس میں دشواری ہے، خلاصہ یہ ہے کہ صرف ہاتھوں سے بھی سجدہ ہو سکتا ہے اور صرف گھٹنوں سے بھی سجدہ ہو سکتا ہے، البتہ صرف پیروں سے سجدہ نہیں ہو سکتا بایں حوالہ کہ صرف پیروں کے زور پر پیشانی کو زمین پر رکھا جائے اور ہاتھوں اور پیروں کو نہ رکھا جائے اور (حاشیہ صفحہ ۲۸۱ آئندہ صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے)



پھر اس کی تفصیل میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

صاحب تنویر الابصار کے ماتن نے لکھا ہے انگلیوں کی اطراف کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے اور اگر نہیں کیا تو یہ مکروہ ہے، جس طرح اگر لٹا غدر ایک پیر کو رکھا اور دوسرے کو اٹھایا تو یہ مکروہ ہے، اسی طرح صاحب ہدایہ نے تجنیس میں لکھا ہے اور علامہ رملی نے حاشیہ البیہ میں لکھا ہے کہ یہ سنت ہے اور اس کو بر جہدی اور حاوی سے نقل کیا ہے اور اس کی مثل حیا سنوی اور قستانی نے جلالی سے نقل کیا ہے اور علیہ میں لکھا ہے کہ مسجد کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف متوجہ کرے، کیونکہ صحیح بخاری اور سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خانہ سے بیان میں منقول ہے جب نمازی مسجد گرے تو اپنے ہاتھوں کو بچھائے اور سیکڑے بغیر زمین پر رکھے اور اپنی انگلیوں کی پیروں کو قبلہ کی طرف کرے، اور ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ پیر رکھنے کے بارے میں تین اقوال ہیں فرضیت، وجوب اور سنیت (یہاں علامہ شامی کو تسامح ہوا ہے انھوں نے پہلے یہ تین قول بیان کیے تھے لا دونوں پیروں کا رکھنا فرض ہے (۲) ایک پیر کا رکھنا فرض ہے (۳) کسی پیر کا رکھنا فرض نہیں ہے سعیدی غفرلہ)۔ اور پیر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ پیر کی انگلیاں رکھ جائیں خواہ ایک انگلی رکھ جائے اور کتب مذہب میں پہلا قول مشہور ہے، اور ابن امیر حاج نے علیہ میں دوسرے قول کو ترجیح دی ہے اور یہاں تصریح کی ہے کہ انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے، اس سے معلوم ہوا کہ اصل اختلاف صرف پیروں کے رکھنے یا نہ رکھنے میں ہے، پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے میں نہیں ہے، اور پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف کرنے کے متعلق ہمارے تمام فقہاء کا ایک ہی قول ہے کہ یہ سنت ہے، اس کے برعکس صاحب درمختار نے شارح منیہ و راہدی معتزل کی اتباع میں اس کو فرض کہا ہے اور اس کی تائید اس سے ہوئی ہے کہ محقق ابن ہمام نے زاد الفقیر میں لکھا ہے کہ مسجد کی سنتوں میں سے یہ ہے کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کیا جائے، اور گھٹنوں کو زمین پر رکھا جائے اور پیروں کے رکھنے کے حکم میں اختلاف ہے۔ اس عبارت میں ہمارے موقف کی تصریح کی ہے کیونکہ علامہ ابن ہمام نے وثوق سے کہا کہ انگلیوں کے سروں کو قبلہ کی طرف کرنا سنت ہے، اور یہ کہا کہ اصل اختلاف پیروں کے رکھنے کے حکم میں ہے کہ آیا پیروں کو رکھنا فرض ہے یا واجب ہے یا سنت ہے اس تحریر کو غنیمت سمجھو کیونکہ میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو اس پر متنبہ ہوا ہو۔

میں نے یہ بات واضح کرنے میں بہت تفصیل اور تحقیق کی ہے کہ مسجد میں دونوں یا کسی ایک

(حاشیہ صفحہ سابقہ) تعجب اور حیرت اس پر ہے کہ شارح نے مسجد میں صرف ہاتھوں اور صرف گھٹنوں کے رکھنے کو فرض نہیں کیا جن میں سے ہر ایک مسجد کا مستقل موقوف علیہ ہے، اور پیروں کے رکھنے کو فرض کہا ہے، جن کے بغیر

مسجد ہو سکتا ہے، الغرض پیروں کو زمین پر رکھنے کا مسجد میں کوئی دخل نہیں ہے۔ سعیدی غفرلہ) ۱۳۲۰ھ



پیر کا رکھنا فرض نہیں ہے نہ واجب ہے اور نہ کسی ایک انگلی کے پیٹ کا ملنا سجدہ میں فرض یا واجب ہے، اور جب سجدہ میں نمازی کے دونوں ہاتھ اور دونوں گھٹنے زمین پر ہوں اور اس کے دونوں یا ایک پیر زمین سے اٹھ جائے یا اس کی کسی بھی انگلی کا پیٹ زمین پر نہ لگے تو اس کی نماز قاسد نہیں ہوتی، البتہ اگر کسی کے غلات ہے اور صحن محو و متضرر بھی ہے، ہاتھ سے زمانہ میں بعض متشدد لوگ نماز میں لوگوں کی انگلیاں دیکھتے رہتے ہیں اور اگر کسی امام کی نماز میں کوئی انگلی زمین سے نہ لگے تو اس امام کے غلات فتوؤں کا طوفان اٹھا لیتے ہیں اور اس طرح کو سجدہ سے نکال کر دم لیتے ہیں، کیونکہ عام دستیاب اردو کی کتابوں میں یہ مسئلہ کھایا ہوا ہے کہ سجدہ میں کسی ایک انگلی کا پیٹ زمین پر رکھنا فرض ہے، ہر چند کہ بعض متاخرین مشائخ احناف نے اسی طرح کھایا ہے لیکن ان کا یہ قول صریح قرآن مجید، احادیث اور امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد اور ان کے بعد شیخ الاسلام، امام نسفی، امام ترمذی، علامہ محمد باری صاحب شامیہ، علامہ صاحب درر غرہ، علامہ شامی اور دیگر محققین کی تصریح کے غلات ہے، کیونکہ سجدہ کی حقیقت صرف پیشانی یا ناک کو زمین پر رکھنا ہے اور بس! البتہ اس کے حلق کے لیے ہاتھوں کے ساتھ گھٹنوں یا پیروں میں کسی ایک کا لای علی التبعین زمین پر رکھنا واجب ہے، کیونکہ فرض کا مقدمہ فرض ہوتا ہے اور چونکہ یہ فرض ظنی ہے اس لیے یہ ممکن واجب ہے۔

میں نے نہیں دیکھا کہ اس سے پہلے کسی اور نے اس موضوع پر اتنی تفصیل سے کھایا ہو اور چونکہ لوگوں میں مشہور وہی ہے جو عام دستیاب اردو کی کتابوں میں کھایا ہوا ہے اس لیے بعض نابالغ فہموں اور متشدد لوگوں کو ضرور اس سے اضطراب ہو گا، لیکن میں اظہار حق میں کبھی لوگوں کے چین بہ چین ہونے کی پرواہ نہیں کرتا، اہم کو یہ بات ہمیشہ ملحوظ رکھنی چاہیے کہ ہم صرف ملنے ہیں شارع نہیں ہیں، کسی چیز کو فرض یا واجب اور سنت یا مستحب قرار دینا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے، ہم نیز دین شرعی کے کسی چیز کو فرض نہیں کہہ سکتے، جن بعض فقہاء نے سجدہ میں سر رکھنے کو فرض کہا انہوں نے بالخصوص پیروں کے زمین پر رکھنے کو سجدہ کا موقوف علیہ سمجھ لیا، یہ ان کی اجتہادی خطا ہے جس میں وہ عند اللہ ماجد ہیں۔ لیکن ہم پر یہ واضح ہو گیا کہ بالخصوص پیروں کا رکھنا سجدہ کا موقوف علیہ نہیں ہے، قریم کو جان بوجھ کر مکھی پر ٹکھ کر مارنا نہیں چاہیے اور اس پر خواہ مخواہ اصرار نہیں کرنا چاہیے اللہ تعالیٰ ان فقہاء کے درجات بلند کرے وہ یقیناً تعلقہ اور تقویٰ میں ہم سے بہت بلند اور برتر تھے اور ہم ان کی گمراہی کو بھی نہیں سمجھتے، لیکن اس کے باوجود وہ بشر اور انسان تھے اور اجتہادی خطاؤں سے منزہ انہیں تھے اور نہ ہم میں، اگر چند مسائل میں ان کی اجتہادی خطا نکلیں آئے تو اس سے ان کی علمی عظمتوں میں کوئی فرق نہیں آتا وہ یقیناً علمی دنیا میں فقہ کے آفتاب اور ماہتاب ہیں اور ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ دین اسلام آسان ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سہل اور آسان احکام بیان کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے بلاوجہ سخت اور دشوار فترے تلاش کر کے مسلمانوں کو مشکل میں مبتلا نہیں کرنا چاہیے۔ واخود دعوانا ان الحمد لله رب العالمین



اصحابہ الکاملین الراشدین والہ الطیبین الطاہرین واذواجہا اہل بیت المؤمنین وعلی جمیعہ اولیاء امتہ وعلما وملتہ اجمعین۔

**نماز میں کپڑا موڑنے یا اڑسنے اور بال سنوارنے کا شرعی حکم** | حدیث نمبر ۹۹ کے آخر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں کپڑوں کو موڑنے سے اور حدیث نمبر ۱۰۰۴ میں بالوں کو سنوارنے سے منع فرمایا ہے۔ ان احادیث میں نماز کی حالت میں کپڑے موڑنے یا بالوں کا جوڑا بنانے سے منع کیا گیا ہے امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک اس طرح نماز پڑھنا مکروہ تفریحی ہے اور جس شخص نے کپڑے موڑ کر نماز پڑھی اس کی نماز ہو جائے گی ان کی دلیل اس باب کی آخری حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ عبد اللہ بن حارث بالوں کا جوڑا بنائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ان کے بالوں کو کھول دیا اور نماز دہرانے کا حکم نہیں دیا اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی تفریحی ہے۔ احناف کی کتب میں مذکور ہے کہ نقباء حنفیہ کا کپڑا موڑنے میں اختلاف ہے بعض نقباء کے نزدیک اگر نمازی کہنیوں تک آستین چڑھائے تو مکروہ ہے اور اگر کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائے تو مکروہ نہیں ہے اور بعض نقباء کے نزدیک مطلقاً مکروہ ہے۔

علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

في الخلاصة ان لا يكره كذا في شرح منية المصلي ويدخل ايضاً في كفت الثوب تشمير كفه كما في فتح القدير وظاهره الاطلاق وفي الخلاصة ومنية المصلي قيد انكراهية بان يكون رافعاً كفيه الى المرفقين وظاهره انه لا يكره اذا كان يرفعها الى ما دونها وظاهر الاطلاق لصدق كفت الثوب على الكل وذكر في المجتبى في كراهية تشمير الكمين قولين۔

”خلاصہ“ میں مذکور ہے کہ نمازی کا کپڑا موڑنا مکروہ نہیں ہے، اسی طرح شرح منية المصلي میں ہے اور کپڑا موڑنے میں آستینوں کا اڑنا بھی شامل ہے اسی طرح فتح القدير میں ہے اور یہ بظاہر مطلق ہے لیکن ”خلاصہ“ اور ”منية المصلي“ میں ہے کہ اگر آستینوں کو کہنیوں تک چڑھالیا تو مکروہ ہوگا اور کہنیوں سے کم تک آستین چڑھائی میں تو مکروہ نہیں ہوگا لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہر حال میں مکروہ ہوگا کیونکہ کپڑا موڑنے کا اطلاق ضرورت پر آتا ہے اور ”مجتبى“ میں آستین چڑھانے کا کراہت کے بارے میں دو قول ذکر کیے گئے ہیں۔

بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جن نقباء نے نماز میں کپڑا موڑنے کو مکروہ قرار دیا ہے اس سے مراد

۱۔ علامہ موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن تدار حنبلی متوفی ۷۲۰ھ، المستفیج ص ۱۷۰، مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱۴۰۵ھ

۲۔ علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۷۹۰ھ، البحر الرائق ج ۲ ص ۴۳، مطبوعہ مطبعہ علمیہ مصر، ۱۳۱۱ھ



مکروہ تحریمی ہے اور جن فقہاء نے کراہت کی نفی کی ہے اس نفی سے مراد بھی مکروہ تحریمی کی نفی ہے اور مکروہ تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے اسی طرح نماز میں کپڑا لٹکانے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور علامہ ابن عابدین شامی نے تصریح کی ہے کراہت ثابت کرنے والوں کی مراد کراہت تحریمیہ ہے اور نفی کرنے والے بھی کراہت تحریمیہ کی نفی کرتے ہیں، کراہت تنزیہی ان کے نزدیک بھی ثابت ہے بلکہ کپڑا موڑنے میں استینوں کو چڑھانا، پانچوں کو موڑنا اور میٹھے کے قریب شلوار یا جامہ کو اڑھس لینا یہ سب شامل ہیں اور یہ فعل مکروہ تحریمی ہے، علامہ شامی نے لکھا ہے جس شخص نے نماز کے واجبات میں سے کسی واجب کو ترک کیا یا کسی مکروہ تحریمی کا ارتکاب کیا اس پر واجب ہے کہ وقت میں نماز کا اعادہ کرے، اگر وقت نکل گیا تو وہ گنہگار ہوگا، اور وقت نکلنے کے بعد اعادہ کرنا افضل ہے، اعادہ کے وجوب میں اختلاف ہے، شرح اصول بزودی میں تصریح ہے کہ اگر کسی غیر فاسد کی وجہ سے فعل ہو تو اعادہ واجب نہیں ہے، اور جامع غرضاشی میں ہے اگر اس نے تصدیق والے کپڑے میں نماز پڑھی تو نماز مکروہ تحریمی ہے اور اس کا اعادہ واجب ہے اور مبسوط کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اعادہ کرنا مستحب ہے، تاہم اعادہ کو وجوب پر محمول کرنا چاہیے جیسا کہ ہدایہ اور دوسری کتب فقہ میں اس طرف اشارہ ہے۔ ۵

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عبد اللہ بن حارث کے سر کا جوڑا ان کی نماز کی حالت میں کھول دیا، اس کے فرائض بیان کرتے ہوئے علامہ نووی نے لکھا کہ نماز کی حالت میں بھی نیکی کا حکم دینا اور بُرائی سے روکنا چاہیے نیز مسلمان جس بُرائی کو مٹانے کے شاد سے خواہ نماز کی حالت ہو اور یہ کہ خبر واحد مقبول ہوتی ہے۔

بَابُ الْإِعْتِدَالِ فِي السُّجُودِ وَدَعْنِ الْكَفَّيْنِ عَلَى الْأَرْضِ وَرَفْعِ الْيَمَنِ الْفَخَذَيْنِ عَنِ الْجَنْبَيْنِ وَرَفْعِ الْبَطْنِ عَنِ الْفَخَذَيْنِ فِي السُّجُودِ

اعتدال سے سجدہ کرنا، سجدہ میں زمین پر ہتھیلیاں رکھنا، کہنیوں کو پہلوؤں سے اوپر رکھنا اور پیٹ کو رانوں سے اوپر رکھنا

۱۰۰۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ نَاوُكَيْفَةُ عَنْ شُعْبَةَ عَنْ كَثَّادَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَدِلُوا فِي السُّجُودِ وَلَا

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ سے اعتدال سے کرو اور تم میں سے کوئی شخص کلائیوں

۵۔ علامہ ابن عابدین شامی مرقاۃ ۱۲۵۲، منقذہ السائل علی حاشیۃ البحر الرائق ج ۲ ص ۲۲، مطبوعہ مطبعہ علیہ مصر ۱۳۱۱ھ  
۶۔ رد المحتار ج ۱ ص ۶۷۷، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ



يَبْسُطُ أَحَدُ كُفْرِيٍّ رَأْسَهُ رُبَّمَا طَالَ الْكَلْبُ

کہ (سجدہ میں) کتے کی طرح نہ بچھلے۔

نوٹ: یہ حکم دوں کے لیے ہے مگر تین کی نادر کا طریقہ انشاء اللہ عنقریب شرح میں آئے گا۔

۱۰۰۵۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَابُوسُ بْنُ شاذٍ

امام مسلم کہتے ہیں ابن جعفر کی روایت میں ہے تم

میں سے کوئی شخص اپنی کلاٹیاں کتے کی طرح نہ بچھلے۔

حَنِيبٌ قَالَ نَا خَالِدٌ يَعْنِي ابْنَ الْحَارِثِ قَالَ نَا

شُعْبَةُ بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي حَدِيثِ ابْنِ جَعْفَرٍ وَكَأَنَّ

يَبْسُطُ أَحَدُ كُفْرِيٍّ رَأْسَهُ رُبَّمَا طَالَ الْكَلْبُ

۱۰۰۶۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا عِنْدَ

حضرت ہارثی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم سجدہ کرو

تو اپنی ہتھیلیاں زمین پر رکھو اور کہنیاں زمین سے

بلند رکھو۔

اللَّهِ بْنِ إِسْحَاقَ بْنِ إِبْرَاهِيمَ بْنِ أَبِي بَكْرٍ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدْتَ

فَضَعْ كَفَيْكَ وَارْقُمْ مِرْقَيْكَ

۱۰۰۷۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ نَا بَكْرٌ

وَهُوَ ابْنُ مَعْمَرٍ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَبِي الْأَعْرَجِ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ بْنِ مُجَلِّمَةَ أَنَّ رَسُولَ

اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا صَلَّى قَرَعَ يَدَيْهِ

يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدَأَ بِبَيِّنَاتٍ رُبَّمَا طَالَ الْكَلْبُ

۱۰۰۸۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ قَالَ أَنَا

عَبْدُ اللَّهِ بْنُ وَهَبٍ قَالَ أَنَا عَمْرُو بْنُ سَوَّادٍ

وَاللَّيْثُ بْنُ سَعْدٍ وَكَأَنَّ ابْنَ جَعْفَرٍ عَنْ أَبِي بَكْرٍ

بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَفِي رِوَايَةِ عَمْرٍو بْنِ الْحَارِثِ

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ

لِيَجْعَلَ فِي سَجْدَةٍ حَتَّى يَلِيَّ وَصَحْرًا رُبَّمَا طَالَ

فِي رِوَايَةِ اللَّيْثِ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا سَجَدَ

قَرَعَ يَدَيْهِ حَتَّى يَبْدَأَ بِبَيِّنَاتٍ رُبَّمَا طَالَ الْكَلْبُ

۱۰۰۹۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَابُوسُ بْنُ شاذٍ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا عِنْدَ

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ يَحْيَى أَنَا عِنْدَ

بُنِ الْأَصْبَحِ عَنْ مِثْمَرَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ تَوَضَّعَتْ بَهْمَةٌ أَنْ تَمُوتَ يَدَيْهِ تَمُوتُ

حضرت عمرو بن مارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے

ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سجدہ کرتے

تو اپنے ہاتھوں کو کشادہ رکھتے یہاں تک کہ آپ

کی ہاتھ کی سفیدی (یا سفیدی کا جگہ سفید) نظر آتی اور

بیشک کہ روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم جب سجدہ کرتے تو اپنے ہاتھوں کی سفیدی

بہار رکھتے حتیٰ کہ میں آپ کی ہاتھوں کی سفیدی دیکھ لیتا۔

حضرت ام المؤمنین میمونہ رضی اللہ عنہا بیان

کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح

سجدہ کرتے کہ اگر بکری کا بچہ آپ کی ہاتھوں کے درمیان

میں سے گزرنا چاہتا تو گزر جاتا۔



حضرت ام المؤمنین سمیرہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ فرماتے پشت سے آپ کی ہاتھوں کی سفیدی نظر آتی اور جب آپ بیٹھتے تو بائیں ہاتھ پر بیٹھتے۔

۱۰۱۰۔ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ الْحَنْظَلِيُّ قَالَ أَمَّا مَرْوَانُ بْنُ مُعَاوِيَةَ الْقَزَائِيُّ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَصَمِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِ أَنَّ أَخْبَرَ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ حَوَى بَيْنَ يَدَيْهِ وَخَفِيَ حَتَّى يُرَى وَخَفِيَ الْخَلِيفَةُ مِنْ وَرَائِهِ وَإِذَا قَعَدَ أَطْمَأَنَّنَ عَلَى فَخِذِهِ الْيُسْرَى.

حضرت سمیرہ بنت حارث رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت سجدہ فرماتے تو دونوں ہاتھوں کو در پہلوؤں سے ہٹا رکھتے حتیٰ کہ پشت سے آپ کی ہاتھوں کی سفیدی نظر آتی۔

۱۰۱۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَغُثَيْرُ بْنُ الْغَزْوِيِّ وَاسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِيَعْنِي وَقَالَ إِسْحَقُ أَنَا وَقَالَ الْأَخْرَمِيُّ نَا وَكَيْنٌ قَالَ نَا جَعْفَرُ بْنُ بُرْقَانَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ الْأَصَمِ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا سَجَدَ جَانِبِي حَتَّى يُرَى مِنْ خَلْفِهِ وَخَفِيَ الْخَلِيفَةُ قَالَ وَكَيْنٌ كَعْنِي بَيْنَا صَهْبًا.

ن : نماز کو دوسری طرف سے لکھا ہے کہ اس بیعت سے سجدہ کرنے میں زیادہ تواضع اور تفل ہے۔

نماز کی جامع صفت، نماز کا افتتاح اور نماز کا اختتام، رکوع اور سجود کا طریقہ

بَابُ مَا يُجْمَعُ صِفَةُ الصَّلَاةِ وَمَا يُفْتَعُ بِهِ وَيُخْتَصَرُ بِهِ وَصِفَةُ الزُّكُوفِ

مع اعتدال، چار رکعت کی نماز میں ہر دو رکعت کے بعد تشہد و وسجدوں

وَالِإِعْتِدَالِ مِنْهُ وَالسُّجُودِ وَالِإِعْتِدَالِ

کے درمیان اور تشہد اول میں بیٹھنے

مِنْهُ وَالتَّشَهُّدِ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ مِنَ

الرباعية وصفة الجلوس بين السجدين

وَالِإِعْتِدَالِ مِنْهُ وَالتَّشَهُّدِ بَعْدَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ مِنَ

کے طریقہ کا بیان

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کا افتتاح اللہ اکبر سے کرتے اور قرأت

وَفِي الشَّهَادَةِ الْأُولَى

۱۰۱۲۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ نَا أَبُو حَالِدٍ يَعْنِي الْأَحْمَرُ عَنْ حُسَيْنِ أَعْلَمَ حَدَّثَنَا إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَاللَّفْظُ لِيَقَالَ



أَنَا عِيسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ تَا حَسْبُكَ الْمُعَلِّمُونَ عَنْ بَدِ يَلِ  
 جَبِ مَيْسَرَةً مِّنْ أَوَّلِ الْجَوَارِ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ  
 تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ كَانَتْ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 يَسْتَقْرِئُ الصَّلَاةَ بِالْقِيَامِ وَالْقِيَامِ بِالْحَسَنَةِ بِاللَّحْظِ  
 رَبِّ الْعُلَمَاءِ وَكَانَ إِذَا دَعَا لَمْ يَسْخَرْ رَأْسَهُ وَلَمْ  
 يُصَوِّبْهُ وَلَكِنْ بَيْنَ ذَلِكَ وَكَانَ إِذَا دَفَعَ رَأْسَهُ مِنْ  
 الرُّكُوعِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ قَائِمًا وَكَانَ إِذَا رَفَعَ  
 رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ لَمْ يَسْجُدْ حَتَّى يَسْتَوِيَ جَالِسًا  
 وَكَانَ يَقُولُ فِي كُلِّ رُكْعَتَيْنِ التَّحِيَّاتُ وَكَانَ يُفَرِّشُ  
 رِجْلَهُ الْيُسْرَى وَيَنْصِبُ رِجْلَهُ الْيُمْنَى وَكَانَ  
 يَنْهَى عَنِ عَقْبَةِ الشَّيْطَانِ وَنَهَى أَنْ يُفَرِّشَ الرَّجُلُ أَفْرَاقَ الشَّعْرِ  
 وَكَانَ يَخْتِمُ الصَّلَاةَ بِالسَّلَامَةِ فَإِذَا قَامَ ابْنُ كَيْسَرٍ عَنْ  
 أَبِي خَالِدٍ وَكَانَ يَنْهَى عَنِ عَقْبِ الشَّيْطَانِ

الحمد لله رب العالمین سے شروع کرتے اور رکعت  
 میں پشت کو بالکل سیدھا رکھتے، سر نیچا رکھتے نہ  
 اوپر اور کوع سے جب سر اٹھاتے تو سیدھے  
 کھڑے ہوئے بغیر سجدہ نہ کرتے اور جب سجدہ  
 سے سر اٹھاتے تو دوسرا سجدہ اس وقت تک  
 نہ کرتے جب تک سیدھے بیٹھ نہ جاتے، ہر  
 دو رکعات کے بعد التحیات پڑھتے (بیٹھتے وقت)  
 بائیں پیر بچھاتے اور دایاں پیر کھڑا رکھتے۔  
 شیطان کی طرح بیٹھنے اور درندوں کی طرح کلاٹیاں  
 بچھانے سے منع فرماتے اور سلام کے ساتھ  
 نماز کو ختم کرتے اور ایک روایت میں ہے کہ آپ  
 عقبہ شیطان سے منع کرتے تھے۔ (عقبہ  
 شیطان کی تشریح صحیح شرح میں ملاحظہ کریں۔)

### بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ کے سورۃ فاتحہ کے جز نہ ہونے پر دلائل حدیث

پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الحمد لله رب العلمین سے قرأت شروع کرتے تھے۔  
 امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک بسم اللہ سورۃ فاتحہ کی جز نہیں ہے، اس لیے نماز میں بسم اللہ الرحمن  
 الرحیم۔ کو آہستہ پڑھا جائے گا اور جہراً (بلند آواز سے) قرأت الحمد لله رب العلمین سے  
 شروع کی جائے گی اور امام شافعی اور احمد بن حنبل کے نزدیک بسم اللہ سورۃ فاتحہ کا جز ہے اس لیے جہری  
 نماز میں بسم اللہ کو بھی الحمد کے ساتھ بلند آواز سے پڑھا جائے گا۔ (مسند ابن قدامہ ج ۱ ص ۲۸۵) (نودوی ص ۱۹۴)  
 ج ۱ ص ۱۹۴) اس حدیث میں امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے مسلک پر واضح دلیل ہے کہ جہری نماز میں بسم اللہ  
 کہ بلند آواز سے نہیں پڑھا جائے گا، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہری نماز میں قرأت الحمد لله  
 رب العلمین سے شروع کرتے تھے، اس کی تائید بخاری شریف کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے۔  
 عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم  
 وابابا بكرا وعمر كانوا يفتتحون الصلوة بالحمد  
 لله رب العلمين -  
 (صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۳)  
 حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
 نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما  
 نماز (میں قرأت) الحمد لله رب العلمین  
 سے شروع کرتے تھے۔

علامہ نودوی نے امام شافعی کی طرف سے اس حدیث کے جواب میں یہ کہا ہے کہ الحمد لله رب  
 العلمین سے مراد سورۃ فاتحہ ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ قرأت سورۃ فاتحہ سے



شروع کرتے تھے اور بسم اللہ چونکہ سورۃ فاتحہ کی جز ہے تو قرأت بسم اللہ سے شروع کرتے تھے۔ علامہ نووی کا یہ جواب اس لیے صحیح نہیں ہے کہ ترمذی شریف میں صراحۃً بسم اللہ کو بعد آواز سے پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد نے نماز میں مجھ سے بسم اللہ کو چہرہ استخوانوں نے مجھ سے فرمایا اسے بیٹے بدعت سے بچو اور وہ صحابہ کرام میں سب سے زیادہ بدعت کو برا جانتے تھے انھوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز میں پڑھی ہیں اور میں نے ان میں سے کسی سے بسم اللہ کو پڑھتے نہیں سنا، جب تم نماز پڑھو تو (چہرہ) بسم اللہ نہ پڑھا کرو، بلکہ الحمد للہ رب العلمین سے قرأت شروع کرو۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ کو نماز میں آہستہ اور الحمد للہ رب العلمین کو چہرہ نماز میں بلند آواز سے پڑھنا چاہیے، اس کے ثبوت میں مزید یہ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس بن مالک سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی اقتداء میں نماز پڑھی اور میں نے ان میں سے کسی سے نہیں سنا کہ انھوں نے بلند آواز سے بسم اللہ پڑھی ہو، ایک روایت میں ہے کہ وہ صبح بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھتے تھے ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھا کرتے تھے (ان روایات کو ابن شاکب نے بیان کیا)۔

عن عبد اللہ بن مسعود قال سمعتنی ابی و انی فی الصلوٰۃ اقول بسم اللہ الرحمن الرحیم فقال لی ابی حتی حدت ایاک والمحدث قال ولما اراد احد من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یبغض الیہ المحدث فی الاسلام یعنی منہ قال وقد صلیت مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومع ابی بکر وعمر ومع عثمان فلما سمع احدا منهم یقولہا فلا تقلہا اذا انت صلیت فقل الحمد للہ رب العلمین۔  
(جامع ترمذی ج ۱ ص ۵۰ مطبع سعید ایتھنکینی)

عن قتادہ قال سمعت انس بن مالک قال صلیت خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر وعمر قلہ اسمع احدا منهم یجہد بسم اللہ الرحمن الرحیم وفی لفظ کلہم یخفی بسم اللہ الرحمن الرحیم وفی لفظ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان لیسر بسم اللہ الرحمن الرحیم وابی بکر وعمر رواہ ابن شاکبین۔



ان امارتوں سے ثابت ہو گیا کہ نماز صریحاً ہر حال میں بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھنی چاہئے گی اور صریحاً نماز میں بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر قرأت الحمد للہ رب العالمین سے ربا آواز بلند کی جائے گی اور بسم اللہ الرحمن الرحیم کو آہستہ پڑھنا اور الحمد للہ رب العالمین کو بلند آواز سے پڑھنا اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ ہم اللہ الرحمن الرحیم سورہ فاتحہ کا جز نہیں اور یہی امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مسلک ہے۔

**تشہد کے متعلق ائمہ مذاہب کی آرا**  
اس حدیث میں ہر دو رکعت کے بعد التَّحِيَّات پڑھنے کا بھی ذکر ہے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک دونوں قعدوں کے بعد تشہد پڑھنا واجب ہے اس پر فریل یہ ہے کہ بغیر کسی اختلاف کے تواتر کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ دو رکعت کے بعد التَّحِيَّات پڑھتے تھے اور آپ نے فرمایا صلوا كما صليت رسول الله صلى الله عليه وسلم (مسند ج ۱ ص ۱۱۵) اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھنا، ہوا دیکھتے ہو میرا آپ کا حکم ہے قُلُوا التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ التَّحِيَّاتُ لِلَّهِ پڑھو فرض اس لیے نہیں ہے کہ آپ نے التَّحِيَّاتُ سبواً رو جانے سے سجدہ ہو کر کے نماز ادا کی ہے اگر یہ فرض ہوتا تو اس کے بغیر نماز نہ ہوتی، (منہج بن قدام ج ۱ ص ۳۱) علامہ ابن قدام نے تشہد کی بحث میں تشہد کے واجب ہونے کی تصریح کی ہے لیکن ان کے دلائل سے پتا چلتا ہے کہ وہ واجب بمعنی فرض سے رہے ہیں خلاصہ یہ ہے کہ امام احمد کے نزدیک تشہد فرض ہے۔

مسک شافعی کی مستند کتاب مہذب میں مذکور ہے کہ تشہد سنت ہے۔  
علامہ ابواسحاق شیرازی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:  
وان كانت الصلوة تزيد على ركعتين  
جلس في الركعتين للتشهد لقول الخلف عن  
السلف عن النبي صلى الله عليه وسلم وهو  
سنة  
اسی طرح علامہ ابن رشد نے بیان کیا ہے کہ امام مالک کے نزدیک بھی تشہد سنت ہے۔  
علامہ ابن رشد لکھتے ہیں:

فذهب مالك وابو حنيفة وجماعة الى  
ان التشهد ليس بواجب  
امام ابو حنیفہ کی طرف جو علامہ ابن رشد نے تشہد کے وجوب کی نفی کی نسبت کی ہے ہو سکتا ہے کہ یہ وجوب بمعنی فرض ہو کیونکہ فرض پر واجب کا اطلاق بھی کر دیتے ہیں اور اس طرح پر یہ بھی ممکن ہے کہ مالکیہ نے علامہ ابن قدام متولی ۸۶۱ھ، فتح القدیر ج ۱ ص ۲۷۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ سکھر

لکھا۔ علامہ ابوالوہید محمد بن احمد ابن رشد مالکی قرطبی متولی ۵۹۵ھ، اہل بیت المحیتر ج ۱ ص ۹۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت



کے نزدیک بھی تشہد فرض نہ ہو بلکہ واجب ہو لیکن ظاہر یہ ہے کہ ان کے نزدیک تشہد سنت ہی سے کہیں  
علامہ عبدالرحمن جزیری نے بھی یہ تصریح کی ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے نیز علامہ ابن رشد کی طرح  
علامہ نووی نے بھی یہی کہا ہے کہ مالکیہ کے نزدیک تشہد سنت ہے۔

تشدید میں بیٹھنے کے طریقہ میں ائمہ مذاہب کی آراء | اخوات کے نزدیک نماز میں بیٹھنے کی تمام  
صوراتوں میں سنت طریقہ یہی ہے کہ دایاں  
پیر کھڑا کیا جائے اور بائیاں پیر بچھا لیا جائے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس زیور بخت روایت  
میں ملاحظہ مذکور ہے۔

علامہ نور دہی لکھتے ہیں کہ امام مالک کے نزدیک لازمی بیٹھنے کی تمام صورتوں میں تورک صفت ہے یعنی  
 پایاں پیر نیچے سے نکال کر سرین پر بیٹھ جائیں (جیسے غور تیں بیٹھتی ہیں) امام شافعی کے نزدیک پہلے  
 قعدہ میں تورک اور دوسرے قعدہ میں تورک کے ساتھ بیٹھنا (شرح نور دہی) منسوخ  
 ج ۱ ص ۱۹۵ - امام احمد بن حنبل کے نزدیک بھی سجدہ کے بعد بیٹھنے کا طریقہ اخراجات کے مطابق ہے۔  
 علامہ ابن قدام لکھتے ہیں:

السنة : ان يجلس بين النبيين مفترشا  
وهو ان يثنى رجله اليسرى فيبسطها ويجلس  
عليها وينصب رجله اليمنى ويخرجها من تحت  
ويجمل بطون أصابعه على الأرض معتمدا عليها  
لتكون أطراف أصابعها الى القبلة قال ابو حنيفة  
في صفة صلاة رسول الله صلى الله عليه وسلم  
ثلاثي رجله اليسرى وقعد عليها ثم اعتدل  
حتى رجم كل عظم في موضع ثم هو سا جدا  
وفي حديث النبي صلى الله عليه وسلم الذي  
بعثه عائشة وكان يفرش رجله اليسرى  
وينصب اليمنى رلة

(محقق علیہ)

نماز میں بیٹھنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ  
دوسرے دو رکعت کے درمیان پیر بچھا کر بیٹھے اس کا  
طریقہ یہ ہے کہ بائیں پیر موڑ کے بچھا لے اور  
اس پر بیٹھ جائے اور دایاں پیر اس طرح یہ مچھکڑا  
کر لے کہ اس کی انگلیاں زمین پر قبضہ کی طرف جمی رہیں  
ابو حمزہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز  
کا طریقہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ حضور بائیں  
پیر موڑ کر بچھا کے اس پر بیٹھ جاتے اور بائیں  
سیدھے بیٹھتے حتیٰ کہ ہر ٹہنی اپنی جگہ پر آجاتی پھر  
اس کے بعد دوبارہ سجدہ کرتے اور حضرت عائشہ  
رضی اللہ عنہا نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کی صفت  
بیان کی ہے اس میں بھی ہے کہ حضور بائیں پیر  
بچھا لے اور دایاں کھڑا رکھتے یہ حدیث بخاری  
اور مسلم دونوں میں ہے۔

امام مالک جس توہم کے قائل ہیں اس کو بعض علماء اقطاع سے بھی تعبیر کرتے ہیں اس کے بارے



یہ علامہ ابن قدام کہتے ہیں:

دیکھو الاقواء دھوان یقرش قد میہ و

یجلس علی عقیبہ۔ ۱۷

اقواء مکروہ ہے اور وہ یہ ہے کہ دونوں پیر

بچھا کر ان کی ایٹریوں پر بیٹھا جائے۔

در اصل اقواء کے دو معنی ہیں ایک وہ جس کو تورک سے تعبیر کرتے ہیں اور جو امام مالک کا طریقہ ہے جس کا یہاں بیان ہے، یہ حدیث سے ثابت ہے اور اقواء کا ایک معنی یہ ہے کہ دونوں گھٹنے کھڑے کر کے سر میں پر بیٹھا جائے اس اقواء کو حدیث میں عقبۃ الشیطان اور اقواء الکلب کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اس کے استحباب کا کوئی قائل نہیں ہے۔

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی احادیث سے ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں علی الموم والاسترافق وایاں پیر کھڑا کر کے اور بایاں پیر بچھا کر بیٹھتے تھے، علامہ نووی نے امام شافعی کے مسلک کو ثابت کرنے کے لیے لکھا ہے کہ بعض احادیث میں یہ بھی آیا ہے کہ حضور تورک کے ساتھ بیٹھتے تھے اس لیے دونوں احادیث جمع کرنے کے لیے انھوں نے کہا کہ پہلے قدم میں پیر تورک کے بیٹھے اور دوسرے میں تورک کے ساتھ۔ لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام طریقہ بغیر تورک کے صرف بایاں پیر بچھا کر بیٹھنا تھا۔ امام بخاری نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے اور صحت کی تقدیر پر اس کو کبرسنی پر محمول کیا ہے البتہ بیان جواز کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تورک کے ساتھ بھی بیٹھتے ہیں اس لیے یہ حدیث کبرسنی یا مذہب کی حالت پر محمول ہے۔

نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنے میں ائمہ مذاہب کی آرا  
کو ختم کرتے تھے۔ امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک نماز کو سلام کے ساتھ ختم کرنا فرض ہے، ان کی دلیل یہ حدیث ہے:

هفتاء الصلوۃ الطموم، وتحريمها

التكبير وتحليلها التسليم۔ ۱۸

نماز کی گنجی پاکیزگی ہے اور اس کی تحریم تکبیر

ہے اور اس کی تحلیل (نماز کو ختم کرنا) سلام پھیرنا

ہے۔ چونکہ پاکیزگی اور تکبیر تحریمہ دونوں فرض ہیں اس لیے اگر ٹلا اثر کہتے ہیں سلام پھیرنا بھی فرض ہونا چاہیے لیکن یہ دلیل صحیح نہیں ہے کیونکہ قرآن فی الذکر قرآن فی الحکم کو مستلزم نہیں ہوتا اس کے علاوہ یہ حدیث خبر واحد سے ہے اور خبر واحد سے فرضیت ثابت نہیں ہوتی۔

احناف کے نزدیک سلام فرض نہیں ہے کیونکہ مسند امام احمد بن حنبل میں روایت ہے حضرت

۱۷۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدام حنبلی متوفی ۴۲۰ھ، المغنی ج ۱ ص ۳۸، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ

۱۸۔ امام ابو نعیم محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۷، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی



عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشہد کی تعلیم دی اور اٹھواں ان محمد بن عبدہ و رسولہ کے بعد فرمایا:

فَاذَا قَضَيْتَ هَذَا وَقَالَ فَاذَا فَعَلْتَ هَذَا

فَقَطِّ قَضَيْتَ صَلَوَتَكَ فَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَقُومَ فَتَقُمْ وَأَنْ

شِئْتَ أَنْ تَقْعُدَ فَاقْعُدْ - ۱۷

جب تم نے تشہد پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تہارہی نماز پوری ہوگئی۔ اب تم اگر کھڑا ہونا چاہتے ہو تو کھڑے ہو جاؤ اور اگر بیٹھنا چاہتے ہو تو بیٹھ جاؤ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سلام فرض نہیں بلکہ قعدہ اخیرہ فرض ہے کیونکہ آپ نے فرمایا کہ جب تم نے یہ پڑھ لیا یا یہ کر لیا تو تہارہی نماز ہو گئی اور نہ سلام کا ذکر فرمایا نہ اختتام نماز کو سلام پر موقوف کیا بلکہ قعدہ اخیرہ پر اختتام کو موقوف کیا اور وہ احناف کے نزدیک فحل ہے، سلام کے فرض نہ ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اس اعرابی کو نماز کی تعلیم دی جس نے نماز ٹھیک سے نہیں پڑھی تھی اور فرمایا تھا صل فانك لم تفعل۔ تو اس میں آپ نے سلام کا ذکر نہیں کیا (وہ بھیجیے بخاری ج ۱ ص ۱۰۹) حالانکہ باقی فرائض ذکر کیے اگر سلام فرض ہوتا تو اس کا بھی ذکر فرماتے۔

البتہ احتیاطاً احناف نے سلام کو واجب قرار دیا ہے۔

نماز سے باہر آنے کے لیے احناف کے نزدیک نماز کو ختم کرنا فرض ہے اور اس کی فرضیت پر دلیل یہ ہے کہ مثلاً عصر کی نماز کا شروع کرنا فرض ہے اور عصر اس وقت شروع ہوگی جب ظہر ختم ہو اگر کوئی شخص ظہر اور عصر کا سارا وقت ظہر میں خرچ کر دے تو عصر کی نماز کیسے شروع ہوگی اس لیے مثلاً ظہر کا ختم کرنا فرض ہے تاکہ عصر شروع ہو۔ اور یہ ضروری ہے کہ نماز کو قصد کسی ایسے فعل کے ساتھ ختم کیا جائے جو از قبیل عبادت ہو ایسے فعل کے ساتھ نماز کو ختم نہ کیا جائے جو نماز کے منافی ہو مثلاً کسی سے بات کرنا یا قہقہہ لگانا اور نہ نماز باطل ہو جائے گی۔

خروج بصلوۃ کی تحقیق عام طور پر مشہور یہ ہے کہ اگر نماز تشہد کی مقدار بیٹھنے کے بعد نماز کے منافی کوئی کام کرے تو نماز پوری ہو جائے گی اور سلام نہ کرنے کی بنا پر سجدہ سہو لازم آئے گا اور اگر قعدہ سے پہلے نماز کے منافی کوئی عمل بلا قصد سرزد ہو گیا تو بالاتفاق نماز باطل ہو جائے گی (کیونکہ قعدہ اخیرہ جو فرض ہے ستر دک ہو گیا) اگر قعدہ اخیرہ کے بعد فعل منافی سرزد ہوا تو امام اعظم ابوحنیفہ کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی (کیونکہ اس نے قصد نماز کو ختم نہیں کیا) اور صاحبین کے نزدیک ہو جائے گی۔ ۱۸

علامہ ابوسعید بروعی نے امام اعظم کے اس قول سے یہ مسئلہ مستنبط کیا کہ امام اعظم کے نزدیک خروج بصلوۃ نماز کے منافی کسی عمل کو قصد کر کے نماز ختم کرنا فرض ہے، کیونکہ دوسرے فرض کو ادا کرنا

۱۷۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی متوفی ۲۴۵ھ سنن ابوداؤد ج ۱ ص ۳۹، مطبوعہ ۱۳۲۷ھ  
۱۸۔ علامہ محمد بن علی بن محمد حنفی حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ، مختار علی المشن رد المحتار ج ۱ ص ۵۷۷، مطبوعہ مکتبۃ عثمانیہ استنبول، ۱۳۲۷ھ



اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ پہلے فرض کو ختم نہ کیا جائے اور فرض اس وقت ختم ہوگا جب نماز کے منافی کام کیا جائے کیونکہ اگر موافق کام کیا تو وہ نماز میں سے ہی ہوگا اور جس چیز پر فرض موقوف ہو وہ بھی فرض ہوتا ہے۔ اس لیے خروج بصدقہ فرض ہوگا لیکن علامہ کرخی نے کہا کہ یہ غلط ہے کیونکہ مطلقاً خروج کسی معصیت (مثلاً عمداً وضو توڑنے) سے بھی ہو سکتا ہے اگر بالفرض خروج بصدقہ فرض ہو بھی تو وہ اس عمل کے ساتھ خاص ہوگا جو عبادت ہو جیسے سلام، علامہ ابو سعید برومی نے اس مسئلہ کو بارہ مسائل سے مستنبط کیا ہے جن میں امام اعظم اور صاحبین کا نماز توڑنے اور نہ توڑنے کا اختلاف ہے۔ مثلاً جو شخص تیمم کر کے نماز پڑھ رہا ہو وہ اگر مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد پانی دیکھ لے تو امام اعظم کے نزدیک اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور صاحبین کے نزدیک اس کی نماز پوری ہو جائے گی، اس سے ابو سعید برومی نے استنباط کیا کہ مقدار تشہد بیٹھنے کے بعد اگر نمازی سے کوئی فعل منافی نماز بلا قصد صادر ہو جائے تو امام اعظم کے نزدیک نماز باطل ہوگی اور صاحبین کے نزدیک صحیح ہوگی، اور خروج بصدقہ کی فرضیت کا قول کیا لیکن علامہ کرخی نے اس کا رد کیا اور فرمایا پانی دیکھنے کی صورت میں اس کا فرض تیمم سے وضو کی طرف متغیر ہو جاتا ہے اور اصل منافی صلاۃ سے فرض باطل ہو جاتا ہے، علامہ برومی کی تحریر کے کی منافقت ہلایہ اور اس کی شروحات میں ہے اور کنز الدانی اور کانی میں بھی اسی طرح ہے، اشیع ابو منصور مائتیری کا بھی یہی عقار ہے اور صاحب تہذیب البصار اور دیگر محققین نے علامہ کرخی کی منافقت میں فرمایا کہ خروج بصدقہ فرض نہیں ہے بلکہ علامہ ابن نجیم کہتے ہیں کہ علامہ کرخی فرماتے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک اس بات پر اتفاق ہے کہ خروج بصدقہ فرض نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا جب تم نے یہ (تشہد) پڑھ لیا یا یہ کہ لیا تو تمہاری نماز پوری ہو گئی اگرچہ چاہو تو کھڑے ہو جاؤ اور چاہو تو بیٹھ جاؤ اور امام اعظم نے خروج بصدقہ کے فرض ہونے کی تصریح نہیں کی ہے یہ صرف علامہ برومی نے بارہ مسائل سے استخراج کیا ہے اور یہ ان کی غلطی ہے اگر بالفرض خروج بصدقہ فرض ہو تو کسی عبادت مثلاً نفل سلام کے ساتھ مختص ہوگا، امدان بارہ مسائل میں فرض کی تنبیہ ہے بخلاف نماز میں کلام کے کیونکہ یہ قاطع لازم ہے اور عمداً وضو توڑنا اور تشہد لگانا نماز کو باطل کر دیتا ہے نہ کہ تغیر کرتا ہے مجتہدین میں ہے ہمارے محققین نے علامہ کرخی کے قول کو اختیار کیا ہے ہر ارجح الدرایہ میں ہے شمس اللہ اکلوانی نے فرمایا صحیح وہی ہے جو علامہ کرخی کا قول ہے۔

علامہ کرخی شمس اللہ اکلوانی، زبیری الدین ابن نجیم، علامہ زبیری، صاحب تہذیب البصار، صاحب مجتہدین اور علامہ شامی کی تصریحات کے مطابق خروج بصدقہ فرض نہیں ہے اور یہی قول روایت اور دلالت کے موافق ہے۔

نواب ثلاثہ کے علامہ نے خروج بصدقہ کی بناء پر فقہاء احناف کو تنقید کا نشانہ بنایا۔ علامہ ابن قدامہ حنبلی اور علامہ

۱۔ علامہ ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۱ ص ۴۱۸، ج ۲ ص ۵۶، مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول ۱۳۲۷ھ۔  
 ۲۔ علامہ زبیری الدین ابن نجیم حنفی متوفی ۹۷۰ھ، البحر الرائق ج ۱ ص ۳۷۶، مطبوعہ مکتبہ مامیہ کوئٹہ



فردی شافعی اور علامہ دمشقی نے کہا کہ امام ابوحنیفہ کے نزدیک وضو توڑ دینے سے بھی نماز کا پورا کرنا جائز ہے اور بعض لوگوں نے قریباً یہ کہا کہ ابوحنیفہ کے نزدیک گزر مارنے سے بھی نماز پوری ہو جاتی ہے، اس لیے میں نے ضروری خیال کیا کہ اس مسئلہ میں امام اعظم ابوحنیفہ کا موقف ظاہر کر کے حق کے چہرے حجاب اٹھاؤں۔

**سلام کے طریقہ میں مذاہب اربعہ** امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک سلام پھیرا جائے یا نہ جیسا کہ صحیح مسلم کی حدیث نمبر ۱۶۱۵ سے واضح ہے، امام مالک کے نزدیک صرف سامنے کی جانب منہ کر کے کہا جائے، سلام علیکم ورحمۃ اللہ، علامہ ابن قاسم مالکی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ امام حنبل سامنے کی طرف منہ کر کے کہے، السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور منفرہ اور مقتدی داہن بائیں منہ کر کے دو مرتبہ سلام پھیریں۔ ۱۷

**بَابُ السُّتْرَةِ الْمُصَلِّيِّ وَدُّبِ الصَّلَاةِ** نمازی کے سترہ اور سترہ کی طرف منہ کر کے نماز  
**إِلَى سُتْرَةٍ وَالتَّهْنِي عَنِ الْمَأْوِ بَيْنَ** پڑھنے کا استحباب، نمازی کے سامنے  
**يَدَيِ الْمُصَلِّيِّ وَحُكْمُ الْمَأْوِ وَدَفْعُ** سے گزرنے کی ممانعت اور گزرنے والے  
**الْمَاءِ وَجَدَائِزُ الْإِعْتِزَالِ بَيْنَ الْمُصَلِّيِّ** کا حکم اور گزرنے والے کو روکنا، نمازی  
**وَالصَّلَاةِ إِلَى الرَّاحِلَةِ وَالْأَمْرِ** کے سامنے لیٹنا، سواری کی طرف  
**بِالدُّنْيَا مِنَ السُّتْرَةِ دَبَّانِ** منہ کر کے نماز پڑھنا، سترہ کے قریب  
**السُّتْرَةِ وَمَا يَتَعَلَّقُ** ہونے کا امر اور سترہ اور اس کے متعلق

امور کا بیان

بِذَلِكَ

۱۷۔ علامہ عبد اللہ بن احمد بن قدامہ مغربی متون، ۶۲۰، مفتی ابن قدامہ ج ۱ ص ۳۲۳، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۱۴۰۵ھ  
 ۱۸۔ علامہ ابو عبد اللہ محمد بن غفرہ دمشقی ابن مالکی متون، ۸۴۸، اکمال اکمال المعجم ج ۲ ص ۲۶۸، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ



حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص جب نماز پڑھے تو اپنے سامنے پالان کی پچھلی کٹڑی کے برابر کوئی چیز رکھ لے، پھر اس کے آگے سے گزرنے والے کی پرواہ نہ کرے۔

حضرت طلحہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نماز پڑھتے تھے اور ہاتھ ہمارے سامنے سے گزرتے تھے ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا آپ نے فرمایا کہ اگر پالان کی پچھلی کٹڑی کے برابر کوئی چیز تمہارے سامنے ہو تو پھر اس کے آگے سے کسی چیز کا گزرنا تمہارے لیے مضر نہیں ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نازی کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ پالان کی پچھلی کٹڑی کے برابر ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نازی کے سترہ کے بارے میں پوچھا گیا آپ نے فرمایا کہ پالان کی پچھلی کٹڑی کے برابر ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عید کی نماز پڑھنے جاتے تو نیزہ گاڑنے کا حکم دیتے، آپ کے سامنے نیزہ گاڑ دیا جاتا، پھر لوگوں کو عبادت کراتے، آپ سفر میں اس کا اہتمام کرتے تھے اس

۱۰۱۳۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَثَيِّبُ بْنُ سَيْفٍ وَابْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالُوا قَالَ أَنَا وَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ تَابُوا الْأَحْوَصَ عَنْ يَعْقُوبَ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلْتُمْ أَحَدَكُمْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَمِثْلُ مَوْجِزَةِ الرَّحْلِ فَلْيَقِفْ وَلَا يَبْأَلِ مِنْ مَرٍّ وَرَأَاهُ ذَلِكَ۔

۱۰۱۴۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ كَثِيرٍ نَاعِمٌ وَبْنُ عَبِيدٍ الْقَلْبَانِيُّ عَنْ يَعْقُوبَ بْنِ حَرْبٍ عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كُنَّا نَصَلِّيُ وَالْمَاءُ آتٍ كَمَا بَيْنَ أَيْدِيْنَا فَهَذَا كَرْنَا ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ وَمِثْلُ مَوْجِزَةِ الرَّحْلِ تَكُونُ بَيْنَ يَدَيْ أَحَدِكُمْ فَكُلُّهُ لَا يَصْرُفُ مَا مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ وَقَالَ ابْنُ كَثِيرٍ فَكُلُّهُ مَرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ۔

۱۰۱۵۔ حَدَّثَنَا زُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ تَابَعْتُ اللَّهَ بْنَ يَزِيدَ قَالَ أَنَا سَعِيدُ بْنُ أَبِي أَيُّوبَ عَنْ أَبِي الْأَمُوذِ عَنْ عُمَرَ وَثَقَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ سُفْرَةٍ الْمُصَلِّيِّ فَقَالَ وَمِثْلُ مَوْجِزَةِ الرَّحْلِ۔

۱۰۱۶۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ نُمَيْرٍ قَالَ تَابَعْتُ اللَّهَ بْنَ يَزِيدَ قَالَ أَنَا حَبِيبُ عَنْ أَبِي الْأَمُوذِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عُمَرَ وَثَقَ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَلَّمَ سُبْحًا فِي مَرَّةٍ قِيلَ لَهُ عَنْ سُفْرَةٍ الْمُصَلِّيِّ فَقَالَ كَمَوْجِزَةِ الرَّحْلِ۔

۱۰۱۷۔ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ تَابَعْتُ اللَّهَ بْنَ نُمَيْرٍ وَحَدَّثَنَا ابْنُ كَثِيرٍ وَالثَّقَلِيُّ لَمْ يَذْكُرْ قَالَ تَابُوا قَالَ تَابَعْتُ اللَّهَ عَنْ قَافِرٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا خَرَجَ يَوْمَ الْعِيدِ أَمَرَ بِالْحُزْبِيَّةِ فَتَوَضَّعَ بَيْنَ يَدَيْهِ



فَيُصَلِّي إِلَيْهَا وَالنَّاسُ وَدَّ آهَ وَكَانَ يَقَعْلُ ذَلِكَ فِي  
السَّحَرِ فَمِنْ كَذَلِكَ هَذَا الْمَرَّةَ.

۱۰۱۸۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ مَعِينٍ  
ثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي عَدِيٍّ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ تَافِعٍ عَنْ  
أَبِي عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَوَكَّرُ  
وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَغْرُزُ الْعَتَرَةَ وَيُصَلِّي إِلَيْهَا زَاوَابُ  
أَبِي شَيْبَةَ قَالَ عَبْدُ اللَّهِ وَهِيَ الْحَرْبَةُ.

۱۰۱۹۔ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ قَالَ تَابِعَةُ  
بْنُ سُلَيْمَانَ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ تَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ  
أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَخْرُجُ  
مَرَّاجِلَتَهُ وَهُوَ يُصَلِّي إِلَيْهَا.

۱۰۲۰۔ وَحَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَابْنُ  
مَعِينٍ قَالَا نَا أَبُو حَالِدٍ الْأَحْمَرُ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ  
عَنْ تَافِعٍ عَنْ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
كَانَ يُصَلِّي إِلَى رَاجِلَتِهِ وَقَالَ ابْنُ مَعِينٍ أَنَّ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى إِلَى بَعِيرِهِ.

۱۰۲۱۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرٍ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ  
بْنُ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ زَيْدِ بْنِ زُهَيْرٍ نَا وَكِيعٌ  
قَالَ نَاسُفِيَانُ قَالَ تَابِعُ بْنُ إِفْرَافَةَ عَنْ  
أَبِيهِ قَالَ أَقْبَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
بِمَكَّةَ وَهُوَ يَأْتِي بِطَلْعٍ فِي قَبْلِهِ لَهُ حَمَلٌ آدَمٌ أَكْرَمُ  
قَالَ فَتَخَرَّجَ بِلَالٌ يَوْمَئِذٍ فَمِنْ قَائِلٍ وَ  
تَاخِرٍ قَالَ فَتَخَرَّجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
وَسَلَّمَ وَعَلَيْهِ حُلَّةٌ حَمْرٌ آدَمٌ فَآخِرِي أَنْظُرُوا إِلَى  
بَيَاضِ سَاقِيهِ قَالَ فَتَوَضَّأَ وَأَذَّنَ بِلَالٌ قَالَ  
فَجَعَلْتُ أَتَّبِعُهُ قَالَا هَهُنَا وَهَهُنَا يَقُولُ يَمِينًا  
وَشِمَاكًا يَقُولُ حَى عَلَى الصَّلَاةِ حَى عَلَى الْفَلَاحِ  
قَالَ ثُمَّ دُرُكًا لَمْ عَتَرَهُ فَتَعَدَّاهُ فَصَلَّى  
الظُّهْرَ وَكَعْتَرَيْنِ يَمِينًا يَدَيْهِ الْجَمَارُ وَالْكَأْبُ

بنام پر حکام بھی نیزہ رکھتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیزہ کاڑ کر اس  
کی طرف نماز پڑھتے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی آڑ میں نماز  
پڑھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی کی آڑ میں نماز پڑھ  
لیتے تھے اور ایک روایت میں اونٹ کا ذکر ہے۔

حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں  
کہ میں مکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں حاضر ہوا آپ مقام الطحی میں سرخ چمڑے کے  
ایک خیمہ میں تشریف فرما تھے اس وقت حضرت  
بلال (رضی اللہ عنہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے  
وضو کا بچا ہوا پانی لے کر باہر نکلے لوگوں نے اس  
پانی کو مل لیا کسی کو پانی مل گیا اور کسی نے اس پانی کو  
چھٹک لیا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ ملے  
(دو چادریں) پہنے ہوئے نکلے گریں اس وقت  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پٹھالیوں کی سفیدی  
کی طرف دیکھ رہے ہوں آپ نے وضو فرمایا اور حضرت  
بلال نے اذان دی میں ان کے منہ کی طرف دیکھتا  
رہا وہ منہ کو دائیں بائیں کر کے حی علی الصلوٰۃ اور



لَا يَمْنَعُهُ ثُمَّ صَلَّى الْغَضَاءَ دُكْعَتَيْنِ ثُمَّ لَمْ يَزَلْ  
يُصَلِّي دُكْعَتَيْنِ حَتَّى رَجَعَ إِلَى الْمَدِينَةِ

حی علی الافلاح کہتے تھے پھر آپ کے لیے نیزہ  
لگا ڈالیا اور آپ نے آگے بڑھ کر ظہر کی دو رکعات  
پڑھائیں (بوجہ سفر کے) آپ کے آگے سے گدھے  
اور کتے گزرتے رہے، لیکن آپ نے انہیں  
نہیں روکا پھر اس کے بعد آپ نے عصر کی دو رکعات  
پڑھیں، پھر آپ یونہی (چار رکعات والی نماز کی) دو رکعات  
پڑھتے رہے یہاں تک کہ مدینہ لوٹ آئے۔

حضرت ابو جمیض رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرخ چمڑے  
کے خیمہ میں دیکھا وہ کہتے ہیں کہ میں نے بلال کو دیکھا  
کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا بچا ہوا  
پانی لے کر نکلے میں نے دیکھا کہ لوگ اس پانی کو  
لینے کے لیے چھٹنے لگے پھر جس کو پانی مل گیا اس  
نے بدن پر مل لیا اور جس کو پانی نہیں ملا اس نے  
اپنے ساتھی کے ماتھے سے اٹھ کر لیا، پھر میں  
نے دیکھا کہ بلال نے ایک نیزہ نکال کر گاشا ادا صل  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سرخ خیمہ پہنے ہوئے اس کو  
سمٹتے ہوئے نکلے اور غریبوں کی طرف کھڑے  
ہو کر لوگوں کو دو رکعات نماز پڑھائی، اور میں نے  
دیکھا کہ آدمی اور جانور اس نیزہ کے سامنے سے گزر رہے

یہ کہ کب تک امام کا مہرہ پوری جاہلت کا مہرہ ہوتا ہے۔ سعیدی اور ابن  
ادام مسلم سے ابو جمیض سے اس کی شکل ایک اور  
روایت ذکر کی ہے، لیکن اس میں یہ اضافہ ہے حضرت  
بلال (رضی اللہ عنہ) دوپہر کے وقت نکلے اور اذان  
دی۔

۱۰۲۲- حَدَّثَنِي مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ قَالَ سَأَلَ  
بَهْزًا قَالَ سَأَلْتُ أَبَا ذَرٍّ قَالَ قَالَ حَدَّثَنِي عَنْ  
بْنِ أَبِي جَحْفَةَ أَنَّ أَبَا ذَرٍّ سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي قُبَّةِ حَمْرَاءَ مِنْ آدَمَ كَانَ وَ  
آيَةُ يَلَاذُ أَخْذَجَ وَضَوْءَ قَرَأَتِ الْقَاسِ  
يَلْكَدُ رُؤُوسَ ذَلِكَ الْوَضَوْءَ مِمَّنْ أَصَابَ مِنْهُ شَيْئًا  
تَمَسَّحَ بِهِ وَمِنْ لَدُنْ يُصِيبُ مِنْهُ أَخْذَجٌ مِنْ بَلْبٍ  
يَدُ صَاحِبِهِ ثُمَّ رَأَيْتُ يَلَاذُ أَخْذَجَ عَنْزَةً شَرُكَوْغًا  
وَعَنْزَجَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي مَكَّةَ  
حَمْرَاءَ مُشْتَرَا فَوَصَلَنِي إِلَى الْعَتَرَةِ بِأَلْتِاسِ  
دُكْعَتَيْنِ وَآيَةُ الْقَاسِ وَالْآدَمِ يَمْرُؤَنَ  
بَيْنَ يَدَيِ الْعَتَرَةِ

۱۰۲۳- حَدَّثَنِي الرَّسُولِيُّ بْنُ مَسْعُودٍ عَنْ أَبِي ذَرٍّ  
حَمِيدٍ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا جَعْفَرٍ عَنْ سُرْبٍ قَالَ أَنَا أَبُو عَمِيرٍ  
مِنْ وَحْدَةِ بَنِي التَّائِبِ بْنِ ذَكْوَانَ قَالَ نَأْتِيهِمْ بَيْنَ  
عَلِيٍّ عَنْ زَائِدٍ قَالَ نَأْتِيهِمْ بَيْنَ مَعْرُوفٍ وَلَا شَأْنًا  
عَنْ عَوْنِ ابْنِ أَبِي جَحْفَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ النَّسَائِيِّ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَخَوَّصُ بَيْنَ شَيْئَانِ وَ  
عَبْرَ وَبَنِي زَائِدٍ تَأْمُرُ يَدُ بَعْضُهُمْ عَلَى بَعْضٍ وَفِي  
حَدِيثٍ مَالِكٍ مِنْ مَعْرُوفٍ قُلْنَا كَانَ بِالْمَدِينَةِ حَمْرَاءُ



بَدَلًا فَتَأْتِي بِالصَّلَاةِ -

١٠٣٣ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مُثَنَّى وَمُحَمَّدُ  
 بْنُ بَشَّارٍ قَالَ ابْنُ مُثَنَّى نَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ  
 نَا شُعْبَةَ عَنِ الْعَلَوِيِّ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا جَحِيفَةَ قَالَ  
 سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَأْتِيهِمْ  
 إِلَى الْبَيْطِ حَامِلًا فَتُؤَخَّصُ فَصَلَّى الظُّهْرَ وَرَكَعَتَيْنِ وَأَعْمَسَ  
 وَرَكَعَتَيْنِ وَبَيَّنَّ يَدَيْهِ عَنَّا قَالَ شُعْبَةُ وَكَانَ فِيهِ

حضرت ابو جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو پہر کو بطحار کی طرف  
گئے، آپ نے وضو کیا اور ظہر اور عصر کی دو دو رکعات  
پڑھیں۔ آپ کے آگے نیزہ تھا جس کے پار دو تہیں  
اور گدھے گزر رہے تھے۔

عَنْ عَنِ أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَكَانَ يُسَمَّى وَكَانَ  
 ١٠٣٥ - حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ أَبِي حَبِيبٍ وَنُوحُ بْنُ  
 حَارِثٍ قَالَا نَأْتِي تَهْدِي قَالَ تَأْتِي بِأَلْسِنَةٍ  
 جَمِيعًا مِثْلَهُ وَرَأَيْتُ فِي الْحِكْمِ فَجَعَلَ النَّاسُ  
 يَا أَحَدُونا مِنْ فَضْلِ وَعَمْرُوهُ

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی ایسی ہی روایت ہے لیکن اس میں یہ زیادتی بھی ہے کہ لوگ آپ کے وقت سے بچے ہوئے پانی کو حاصل کر رہے تھے۔

١٠٢٦ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ  
عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ  
عُبَيْدِ اللَّهِ عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أَقْبَلْتُ دَاكِبًا عَلَى  
أَتَانٍ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ قَدْ نَاهَزْتُ الْإِحْتِلَامَ وَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي يَأْتَانِسُ  
بِمَنْى فَمَدَدْتُ يَدِي الصَّفِي فَتَزَلَّتْ فَارْتَلْتُ  
الْأَتَانَ تَرْتَلُهُ وَدَخَلْتُ فِي الصَّفِي فَلَمْ يُكْرِزْ لِي عَلَى أَحَدٍ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں میں زمانہ میں بلوغت کے قریب تھا میں گدھی پر سوار ہو کر آیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منیٰ میں جماعت کو اس سے تھے میں صف کے سامنے آگھر انرا اور گدھی کو چرنے چھوڑ دیا وہ چرنے لگی اور میں صف میں شریک ہو گیا اور مجھ پر کسی نے اعتراض نہیں کیا۔

١٠٢٤ - حَدَّثَنِي حُزَيْمَةُ بْنُ عَمْرِو بْنِ قَالٍ أَنَا أَبُو وَهْبٍ  
قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ أَخْبَرَنِي  
عُبَيْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عُتْبَةَ أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ  
عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ أَقْبَلَ عَلَى حِمَايَرٍ وَرَسُولُ  
اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَتَاهُ يُصَلِّي بِنِيٍّ فِي  
حُجَّةِ الْوُدَّاءِ يُصَلِّي بِالنَّاسِ قَالَ فَسَادَ الْخُمْرُ بَيْنَ  
يَدَيْ بَعْضِ النَّاسِ ثُمَّ تَوَلَّى عَنْهُمْ فَصَفَّ مَعَ النَّاسِ

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع کے موقع پر منیٰ میں جماعت کرا رہے تھے حضرت ابن عباس گدھے پر سوار ہو کر آئے، گدھا بعض حضوں کے سامنے سے گذرا وہ اس سے اتار کر صفت میں شامل ہو گئے۔

١٠٢٨ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَغَيْرُهُ وَالْقَاسِمُ  
مَا سَمِعُوا مِنْ أَبِي بَرَكَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ الرَّبِيعِ بْنِ جَدَّةٍ  
أَلَّا سَأَدَ قَالَ وَاللَّيْلَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصَلِّي بِهَا

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند کے ساتھ روایت ہے اس میں ہے کہ آپ عرفات میں نماز پڑھ رہے تھے۔



۱۰۲۹ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَعَبْدُ بْنُ  
حُمَيْدٍ قَالَا أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ إِسْحَاقَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَعْمَرُ بْنُ الزُّهْرِيِّ  
بِهَذَا الْإِسْنَادِ وَلَمْ يَذْكُرْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ وَلَا عَمْرُوَةَ وَكَانَ  
فِي تَجَرُّدِ الْوَدَاعِ أَوْ يَوْمَ الْفَتْحِ -

۱۰۳۰ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى  
مَالِكٍ عَنْ زَيْدِ بْنِ أَسْلَمَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي  
سَعِيدٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى  
اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا  
يَذْكُرْ أَحَدًا إِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِيَكُنَّ أَلَا مَا اسْتَطَاعَ  
فَإِنْ أَفَى فَلْيَقَاتِلْ فَإِنَّهُ هُوَ شَيْطَانٌ -

۱۰۳۱ - حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ فَرُّوخَ كَانَ نَسَا  
سُكَيْتَانِ بْنِ السُّغَيْرِ قَالَ نَا ابْنُ هِلَالٍ يَعْنِي حُسَيْنًا  
قَالَ بَيْنَمَا أَنَا وَصَاحِبِي تَلُوْنَا تِلْكَ الْكُرْحِيْنَ إِذْ قَالَ  
أَبُو صَالِحٍ السَّمَانُ أَخَا أَحَدِ قُلُوبَ مَا سَمِعْتُ مِنْ أَبِي  
سَعِيدٍ وَرَأَيْتُ مِنْهُ قَالَ بَيْنَمَا أَنَا مَعَ أَبِي سَعِيدٍ  
يُصَلِّي يَوْمَ الْجُمُعَةِ إِلَى شَيْءٍ يَسْتُرُكَ مِنَ النَّاسِ  
إِذْ جَاءَ رَجُلٌ فَكَلَّمَ مِنْ أَبِي مُعَيْطٍ إِذَا دَأْبُ  
يَجْتَنَانِ بَيْنَ يَدَيْهِ كَذَبَ فِي نَحْوِهِ فَتَنَظَّرَ فَلَمْ  
يَجِدْ مَسَاحًا إِلَّا بَيْنَ يَدَيْهِ فَأَبَى سَعِيدٌ فَعَادَ فَنَظَرَ  
فِي نَحْوِهِ أَشَدَّ مِنَ الدَّعَةِ الْأُولَى فَمَثَلَ قَائِمًا  
فَتَنَانِ مِنْ أَبِي سَعِيدٍ ثُمَّ دَرَجَ النَّاسُ فَتَنَحَّضَ فَدَخَلَ  
عَلَى مَرْوَانَ فَخَذَّكَ ابْنُ يَحْيَى قَالَ وَدَخَلَ أَبُو سَعِيدٍ  
عَلَى مَرْوَانَ فَقَالَ كَذَبَ مَرْوَانَ مَا لَكَ وَلِابْنِ أَخِيكَ  
جَاءَ يَشْكُوكَ فَقَالَ أَبُو سَعِيدٍ مَوَعَتْ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِذَا صَلَّيْتَ أَحَدًا كُنْ لَهُ كَهْدًا  
يَسْكُرُهُ مِنَ النَّاسِ فَأَرَادَ أَحَدًا أَنْ يَجْعَلَ بَيْنَ يَدَيْهِ  
قَلْبًا فَمَكَ فِي نَحْوِهِ فَإِنْ أَفَى فَلْيَقَاتِلْهُ فَإِنَّهُ هُوَ شَيْطَانٌ -

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے نقل  
ہے اس میں نہ سنی کا ذکر ہے نہ عرفات کا، فتح مکہ  
یا حجتہ الوداع کا ذکر ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھ رہا ہو تو  
اپنے سامنے سے کسی کو گزرنے نہ دے جہاں  
تمک ہو سکے اس کو روک کرے اگر نہ مانے تو اس  
سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے (ان فی الصلوٰۃ  
لشغل)۔ یہ حکم منسوخ ہے، سیدی  
غفرلہ

ابوصالح کہتے ہیں کہ میں حضرت ابوسعید رضی اللہ  
عنہ کے ساتھ جمعہ کے دن سترہ کی آڑ میں نماز پڑھ  
رہا تھا، اتنے میں ابومعیط کا ایک جمان آیا اور  
اس نے ان کے سامنے سے گزرنا چاہا، حضرت  
ابوسعید نے اس کے سینہ پر مارا اس نے ادھر  
ادھر دیکھا اور کوئی اور راستہ نہ پایا وہ پھر گزرنے  
لگا، حضرت ابوسعید نے پہلے سے زیادہ زور  
کے ساتھ دھکا دیا، وہ سیدھا کھڑا ہو کر ابوسعید  
سے لڑنے لگا، اس نے ابوسعید کو گالی دی اور  
لوگوں کو دھکا دیا، وہ وہاں سے گیا اور مروان سے  
جا کر شکایت کی، حضرت ابوسعید مروان کے پاس  
گئے، مروان نے کہا کہ تمہارے بھتیجے کو تم سے  
کیا شکایت ہے، حضرت ابوسعید نے کہا میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جب  
تم میں سے کوئی شخص سترہ قائم کر کے نماز پڑھے  
پھر کوئی شخص تمہارے آگے سے گزرے تو اس  
کے سینے پر مارے پھر بھی وہ نہ مانے تو اس سے  
لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔



۱۰۳۲۔ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ مَرْثُومٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُحَمَّدٍ  
بْنِ تَالِغٍ

قَالَ لَا نَأْتِي مُحَمَّدًا بْنَ إِسْمَاعِيلَ بْنَ أَبِي قُدَيْلٍ عَنِ الشَّحَالِ  
أَبْنِ عُثْمَانَ عَنْ مَدَقَةَ بْنِ يَسَارٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ  
عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا كَانَ  
أَحَدُكُمْ يُصَلِّي فَلَا يَدْعُ أَحَدًا يَمُنُّ بَيْنَ يَدَيْهِ فَإِنْ أَبَى  
فَلْيَقَاتِلْهُ فَإِنَّهُ مَعَهُ الْعَرَبِيُّ.

۱۰۳۳۔ وَحَدَّثَنَا فِيهِ إِسْحَقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ نَا  
أَبُو بَكْرِ الْخَثْعَمِيُّ قَالَ نَا الشَّحَالُ بْنُ عُثْمَانَ قَالَ  
نَا مَدَقَةَ بْنَ يَسَارٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُولُ إِنَّ  
رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَعْشُرُ

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھا رہا ہو تو کسی  
کو اپنے سامنے سے نہ گزرنے دے اگر وہ  
نہ مانے تو اس سے قتال کرے کیونکہ اس کے  
ساتھ شیطان ہے۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی  
اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۳۴۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَدَأْتُ عَلَى  
مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ زَيْدَ  
بْنَ حَالِدٍ الْجُمَيْيَّ أَرْسَلَهُ إِلَى أَبِي جُحَيْمٍ يَسْأَلُهُ  
مَاذَا سَمِعَ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
فِي الْمَاءِ بَيْنَ يَدَيْ الْمُصَلِّي قَالَ أَبُو جُحَيْمٍ قَالَ  
رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَعْلَمُوا إِذَا  
يَكُنْ يَدَايِ الْمُصَلِّي مَاذَا عَلَيْهِ لَكَ أَنْ يَكُنْ  
أَرْبَعِينَ خَبِيرًا مِنْ أَنْ يَمُرَّ بَيْنَ يَدَيْهِ قَالَ  
أَبُو النَّضْرِ لَا أَذِي قَالَ أَرْبَعِينَ يَوْمًا أَوْ  
أَرْبَعِينَ شَهْرًا أَوْ أَرْبَعِينَ سَنَةً.

بسر بن سعید بیان کرتے ہیں کہ زید بن خالد  
جمہنی نے انھیں حضرت ابو جہیم انصاری کے پاس  
یہ معلوم کرنے کے لیے بھیجا کہ انھوں نے رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نمازی کے آگے سے  
گزرنے والے شخص کے بارے میں کیا سنا  
حضرت ابو جہیم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے  
والا یہ جان لے کہ اس پر کیا گناہ ہے تو نمازی  
کے آگے سے گزرنے کی نسبت چالیس تک  
کھڑے رہنا اس کے لیے بہتر ہے۔ ابو النضر کہتے  
ہیں میں نہیں جانتا بسر نے چالیس دن کہا تھا چالیس  
ماہ یا چالیس سال۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے  
بھی اس روایت کی مثل منقول ہے۔

۱۰۳۵۔ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللَّهِ بْنُ هَاشِمٍ بِنِ  
الْحَيَّانِ الْعَبْدِيُّ قَالَ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ  
عَنْ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ عَنْ بُسْرِ بْنِ سَعِيدٍ أَنَّ زَيْدَ  
بْنَ حَالِدٍ الْجُمَيْيَّ أَرْسَلَ إِلَى أَبِي جُحَيْمٍ الْأَنْصَارِيِّ  
مَا سَمِعْتَ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ فَلَمْ يَكُنْ



بِمَعْنَى حَدِيثِ مَالِكٍ .

۱۳۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَأْتِيَنَّ أَرْبَعًا مَرَّاتٍ مَرَّاتٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَهْلِ بْنِ عَبْدِ السَّامِيِّ قَالَ كَانَ بَيْنَ مَعْنَى وَمَعْنَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبَيْنَ الْحِجَةِ أَرْبَعَةُ أَشْهُاءَ .

حضرت سہیل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معنی اور دیوار کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کے برابر جگہ رہتی تھی۔

۱۳۷ - حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ وَمُحَمَّدُ بْنُ مَعْنَى وَالْأَفْطُحُ لَابِنْ مَعْنَى قَالَ إِسْحَاقُ أَنَا وَقَالَ ابْنُ مَعْنَى نَأْتِيَنَّ أَرْبَعًا مَرَّاتٍ مَرَّاتٍ عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي حَبِيبٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ عَبْدِ السَّامِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَحَرَّى مَوْضِعَ مَكَانِ الْمُصْحَفِ لِيَسْتَعْرِفِيَهُ دُكْرَانُ دُسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَحَرَّى ذَلِكَ الْمَكَانَ وَكَانَ بَيْنَ الْمِنْبَرِ وَالْقِبْلَةِ قَدْرُ مَعِيرِ الشَّاهِ .

یزید بن ابی عبید کہتے ہیں کہ حضرت سلمہ بن اوحہ مصحف کے قریب نماز پڑھنے کے لیے کوئی جگہ تلاش کر رہے تھے اور انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جگہ کا قصد کرتے تھے اور منبر اور قبلہ کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کی جگہ تھی۔

۱۳۸ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَأْتِيَنَّ قَالَ يَزِيدُ أَخْبَرَنَا قَالَ كَانَ سَلَمَةُ يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَ الْأُسْطُوَانَةِ الَّتِي عِنْدَ الْمُصْحَفِ فَقُلْتُ لِمَ يَا أَبَا مُسْلِمٍ أَنَا كَ تَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَ هَذِهِ الْأُسْطُوَانَةِ قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَحَرَّى الصَّلَاةَ عِنْدَهَا .

یزید کہتے ہیں کہ حضرت سلمہ اس ستون کے قریب جو مصحف کے پاس تھا نماز کا قصد کر رہے تھے میں نے کہا اسے ابو سلمہ تم اس ستون کے پاس نماز پڑھنے کا قصد کرتے ہو، انھوں نے کہا کہ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس ستون کے پاس نماز کا قصد کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

۱۳۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ تَابِ اسْمَعِيلُ بْنُ عُثَيْمٍ عَنْ وَحْدَةَ بِنْتِ زَيْدٍ عَنْ هُرَيْرِ بْنِ وَهَبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ نَأْتِيَنَّ أَرْبَعًا مَرَّاتٍ مَرَّاتٍ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ سَهْلِ بْنِ عَبْدِ السَّامِيِّ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَحَرَّى مَوْضِعَ مَكَانِ الْمُصْحَفِ لِيَسْتَعْرِفِيَهُ دُكْرَانُ دُسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَحَرَّى ذَلِكَ الْمَكَانَ وَكَانَ بَيْنَ الْمِنْبَرِ وَالْقِبْلَةِ قَدْرُ مَعِيرِ الشَّاهِ .

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو اور اس کے سامنے پالان کی پچھلی ٹکڑی کے برابر کوئی شے ہو تو وہ سترہ کے لیے کافی ہے اگر اس کے سامنے پالان کی پچھلی ٹکڑی کے برابر کوئی شے نہ ہو تو گدھا عورت اور سیاہ کتا اس کی نماز کو منقطع کر دیتا ہے میں نے کہا ابو ذر سیاہ کتے کی کیا تفصیل ہے؟ اگر لال یا زرد کتا ہو تو



الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ مِنَ الْكَلْبِ الْأَخْضَرِ مِنَ الْكَلْبِ الْأَصْفَرِ  
قَالَ يَا أَبَتِ أَيْخَى سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُنَّا سَأَلْنَاهُ فَقَالَ الْكَلْبُ الْأَسْوَدُ شَيْطَانٌ  
پھر کیا حکم ہے؟ انھوں نے کہا اسے بھینچے  
میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا  
طرح سوال کیا تھا آپ نے فرمایا سیاہ کتا شیطان

ہوتا ہے۔

رحمہم در سہی احادیث سے سترہ کے بغیر عورت کا نازی کے آگے ہونا ثابت ہے اس لیے  
مہر فقہاء کے نزدیک اس حدیث کا یہ معنی ہے کہ ان چیزوں کے گزرنے سے نماز کا حضور اور حضور  
جاتا رہتا ہے بشرطیکہ نازی ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو ورنہ وہ بھی نہیں۔ سعیدی غفرلہ

۱۰۴۰۔ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ بْنُ كَثِيرٍ قَالَ سَأَلْتُ  
شَيْبَانَ بْنَ الْمُعْتَمِرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى  
وَأَبْنُ بَشَّارٍ قَالَ سَأَلْنَا مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْنَا هُشَيْبَ  
حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَأَلْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ  
قَالَ نَأَى أَفْ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ أَيْضًا قَالَ أَنَا الْمُعْتَمِرُ  
بْنُ سَلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مَسْلَمَةَ بْنَ أَبِي الْيَقْدَالِ حَدَّثَ  
حَدَّثَنَا يُونُسُ بْنُ حَكَّادٍ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ نَأَى يَدُ  
الْبُكَارِيِّ عَنْ عَائِشَةَ الْأَحْوَلِ كُلُّ هَذَا عَنْ حَبِيبِ  
بْنِ هَدَّادٍ يَأْتِيهِ يُونُسُ كَمَنْ حَرَّحَ يَشِيءُ

۱۰۴۱۔ حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَأَلْتُ  
الْمَخْزُومِيَّ قَالَ نَأَى عَبْدُ الْوَاحِدِ وَهُوَ ابْنُ يَزِيدَ قَالَ  
تَأَمَّنَّ اللَّهُ ابْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ الْأَمَةِ قَالَ نَأَى يَزِيدُ  
ابْنُ الْأَمَةِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ  
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْطَعُ الصَّلَاةَ الْمَرْأَةُ وَالْجَمَادُ  
وَالْكَلْبُ وَبَقِي ذَلِكَ مَوْجُودٌ الرَّحِيلُ  
۱۰۴۲۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو  
النَّاقِدُ وَرُحَيْمُ بْنُ حُرْبٍ كَانُوا سَأَلُوا شَيْبَانَ بْنَ  
عُمَيْرَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَائِشَةَ أَنَّ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ الْكَلْبِ  
وَأَنَا مَحْرُومٌ يَلِينُ وَبَيْنَ الْقَبْلَةِ وَالْأَعْرَاضِ الْجَنَادَةُ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ  
عورت، گدھے اور کتے کے سامنے سے  
گزرنے سے نماز منقطع ہو جاتی ہے اور اس  
سے محفوظ رہنے کا طریقہ یہ ہے کہ نازی کے  
آگے پالان کی پھیلی ٹکڑی رکھے برابر کوئی چیز ہو۔  
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی  
ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو ناز پر تھے  
اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں  
جنازہ کی طرح لیٹی ہوتی۔

۱۰۴۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَعَمْرُو  
النَّاقِدُ وَرُحَيْمُ بْنُ حُرْبٍ كَانُوا سَأَلُوا شَيْبَانَ بْنَ  
عُمَيْرَةَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَمْرِو بْنِ عَائِشَةَ أَنَّ  
النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ الْكَلْبِ  
وَأَنَا مَحْرُومٌ يَلِينُ وَبَيْنَ الْقَبْلَةِ وَالْأَعْرَاضِ الْجَنَادَةُ

اس حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بغیر سترہ کے اگر نازی کے سامنے عورت ہو تو اس  
کی اصل نماز نہیں ٹوٹتی صرف نماز کا حضور حضور جاتا رہتا ہے بشرطیکہ ان چیزوں کی طرف متوجہ ہو



یا آپ کا نسخ کرنا عزیمت کے لیے تھا اور عمل بیان جواز کے لیے ہے

۱۰۴۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصِيَّ مَلَكًا مِنْ الْمَلَائِكَةِ فَلَمَّا دَنَا مَعَهُ رَمَتْهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ قَالَتْ إِنْ يُؤْتِيكَ أَيْقُنِي فَإِنَّهُ قُتِلَ.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر میری تہمت کی نماز ادا کرتے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان عرض میں بیٹھی ہوتی، اور جب حضور وتر پڑھنے کا ارادہ کرتے تو مجھے بھی جگادیتے اور میں وتر پڑھ دیتی تھی۔

۱۰۴۴۔ وَحَدَّثَنِي عَبْدُ اللَّهِ بْنُ أَبِي حَتْمٍ قَالَ سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ جَعْفَرٍ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ أَبِي بَكْرٍ بْنِ حَنْفٍ عَنْ عُرْوَةَ ابْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا يَقْطَعُ الصَّلَاةَ قَالَ قُلْنَا الْمَرْأَةُ وَالْجَمَادُ فَقَالَتْ إِنَّ الْمَرْأَةَ كَذَا آتَتْهُ سُورَةٌ لَقَدْ رَأَيْتُنِي مَبِينَ يَدَيَّ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُعْتَكِفَةً كَأَعْيَادِ الْجَنَازَةِ وَهُوَ يُصَلِّي.

عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا کیا چیز نماز کو توڑ دیتی ہے ہم نے کہا عورت اور گدھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا عورت بڑا جانور ہے، میں نے خود دیکھا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جنازہ کی طرح بیٹھی رہتی تھی اور حضور نماز پڑھتے رہتے تھے۔

۱۰۴۵۔ حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ النَّاقِدِ وَأَبُو سَعِيدٍ الْأَشَجَرِيُّ قَالَا سَأَلْتُ مُحَمَّدَ بْنَ غِيَاثٍ وَحَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ حَنْفٍ بْنُ غِيَاثٍ وَاللُّقْطَةُ قَالَ سَأَلْتُ أَبِي قَالَ نَاوِلَةُ عُمَشْ قَالَ حَدَّثَنِي إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْأَسودِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصِيَّ مَلَكًا مِنْ الْمَلَائِكَةِ فَلَمَّا دَنَا مَعَهُ رَمَتْهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ قَالَتْ إِنْ يُؤْتِيكَ أَيْقُنِي فَإِنَّهُ قُتِلَ.

مسلم بن صبیح عن مسروق عن عائشہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اسے پوچھا کیا چیز نماز کو قطع کر دیتی ہے؟ عورت اور گدھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ہم کو کہتوں اور گدھوں کے مشابہہ کر دیا۔ مسجد میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اور میں آپ کے سامنے قبلہ کے درمیان چار پائی پر بیٹھی ہوتی تھی، مجھے کوئی کام درپیش ہوتا تو میں بیٹھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ناپسند کرتی، چار پائی کے پاؤں کے پاس سے کھسک کر نکل جاتی تھی۔

۱۰۴۶۔ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ سَأَلْتُ جَعْفَرَ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ الْأَسودِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَصِيَّ مَلَكًا مِنْ الْمَلَائِكَةِ فَلَمَّا دَنَا مَعَهُ رَمَتْهُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ قَالَتْ إِنْ يُؤْتِيكَ أَيْقُنِي فَإِنَّهُ قُتِلَ.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ تم نے ہم کو کہتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا حالانکہ میں نے خود دیکھا ہے کہ میں چار پائی پر بیٹھی



رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور چار پائی کے درمیان میں نماز پڑھتے تھے آپ کے سامنے سے ٹکلنا بڑا محسوس ہوتا تو میں چار پائی کے پاؤں کی طرف کسک کر سجات سے باہر آتی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سوتی تھی اور میری ٹانگیں آپ کے قبلہ کی جانب ہوتی تھیں، پس جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں جاتے تو میرا پیر دبا دیتے ہیں ٹانگیں کھینچ لیتی اور جب حضور قیام کرتے تو میں ٹانگیں پھیلا دیتی، ام المؤمنین فرماتی ہیں کہ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں ہوتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور میں حیض کی حالت میں ہوتی تھی اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے آپ کا کپڑا عجوبے لگ جاتا تھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز پڑھتے اور میں حالت حیض میں آپ کے پہلو کی طرف ہوتی مجھ پر جو چادر ہوتی اس کا کچھ حصہ آپ پر بھی ہوتا۔

وَأَيْدِيَّ مُمْتَطِجَةً عَلَى السَّيْرِ فَيَجِيءُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَتَوَقَّطُ السَّيْرَ فَيُصَلِّيُ قَاكْرَةً أَنْ آسِيحَهُمَا نَسْلًا مِنْ قَبْلِ رُجُلِي السَّيْرِ حَتَّى النَّسْلَ مِنْ يَخَافُ -

۱۰۴۷ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ سَمِعْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ أَبِي النَّضْرِ عَنْ أَبِي سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ أَقَامُ بَيْنَ يَدَيْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرِجْلَايَ فِي قَبْلَتِهِ فَإِذَا سَجَدَا غَمَرَا فَيَقْبِضُ رِجْلَايَ وَإِذَا أَقَامَ بَسَطَهُمَا قَالَتْ وَالْيَبُوتُ يَوْمَئِذٍ لَيْسَ فِيهَا مَصَابِيهُ -

۱۰۴۸ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ آتَانَا أَبُو بَكْرٍ عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ عَنْ جَمِيلٍ عَنِ الشَّيْبَانِيِّ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شَدَادٍ قَالَ قَالَ عَائِشَةُ كُنْتُ عَنْ مَيْمُونَةَ زَوْجَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حَائِضٌ وَرُبَّمَا مَصَابِيهُ تَوَسَّلَا إِتَجَدَ -

۱۰۴۹ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَزُهَيْرُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ زُهَيْرُ بْنُ كَيْسٍ قَالَ نَا طَلْحَةَ بْنَ يَحْيَى عَنْ عُبَيْدِ اللَّهِ بْنِ عَبْدِ اللَّهِ قَالَ سَمِعْتُ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ النَّبِيلِ وَأَنَا إِلَى جَنْبِهِ وَأَنَا حَائِضٌ وَعَلَى مِرْطَا وَعَلَيْهِ بَعْضُهُ إِلَى جَنْبِهِ -

سترہ کی تعریف اور اس کا حکم | سترہ نمازی کے سامنے کسی چیز کی اوٹ اور آڑ بنانے کو کہتے ہیں اس کے دو نمائندے ہیں ایک تو نمازی کو کہ اس کی نظر سترہ کے پار نہ جائے اور ایک فائدہ دوسروں کو ہے کہ انہیں نمازی کے سامنے سے گزرنے میں تکلیف نہ ہو کہ نمازی کے آگے سے گزرتا سخت گناہ ہے اور جب اس کے اور نمازی کے درمیان سترہ



حائل ہو گا تو وہ سترہ کے پار گزر سکتا ہے، علامہ نووی نے لکھا ہے کہ سترہ درمختار کا ہونا چاہیے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ سترہ ایک امت یا اس سے زیادہ کا ہونا چاہیے اور ایک انکلی جتنا موٹا ہونا چاہیے۔ پتھر جس کر کے اور پتلے جس کر کے جاسکتے ہیں، امام احمد بن حنبل کے نزدیک خط بھی کیسینا جاسکتا ہے۔ یمنی ابو داؤد میں بعض احادیث اس کی روایت ہیں لیکن وہ ضعیف اور مضطرب ہیں اگر اوٹ یا اوٹش یا کوئی اند جانور آگے ہو تو جیسا کہ حدیث میں ہے اس کو بھی سترہ بنایا جاسکتا ہے، لیکن نماز کی عبادت سے تعدد محض سترہ کی عبادت ہو جانور کی تنظیم پیش نظر ہو جن جانوروں کی عبادت کی باقی ہے جیسے گائے وغیرہ ان کو سترہ نہیں بنانا چاہیے۔

ہدایہ میں لکھا ہے کہ جب امام کھلے میدان میں نماز پڑھائے تو اس کو اپنے آگے سترہ گاڑ دینا چاہیے اور سترہ کو اپنی بائیں یا دائیں جانب رکھے، اگر کسی جانب نہ ہو تا کہ سترہ کو سمجھ کر نے کا دھم نہ ہو۔ علامہ ابن ہمام نے اس کے ثبوت میں ایک حدیث ذکر کی ہے:

عن المقداد بن الاسود قال ما رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي على عود ولا عمود ولا شجرة الا جعله الى يمينه الا يمين او اليسر ولا يعبد له عمداً -  
حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی ٹکڑی ستون یا درخت کی طرف منہ کر کے جب بھی نماز پڑھتے تو اس کو اپنی دائیں یا بائیں جانب کر لیتے اور ان چیزوں کا کبھی قصد نہیں کرتے۔

صاحب ہدایہ علامہ الراحسین مرقیہ فی متون ۵۹۳ھ نے بیان کیا ہے کہ خط کیسینا سترہ نہیں ہے لیکن علامہ ابن ہمام شارح ہدایہ متون ۸۷۱ھ بیان کرتے ہیں کہ چونکہ حدیث شریف میں ہے:-

اذا صلى احدكم فليجعل لقلبه وجهاً شيئاً وان لم يجد فليجنب عصاً وان لم يكن عصاً فليخط خطاً ولا يقف ما وراءه -  
جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے کوئی چیز رکھوے اور اگر کوئی چیز نہ ملے تو عصا رکھوے وہ بھی نہ ہو تو خط کھینچ لے پھر آگے سے گزرے فاسے کی پروا نہ کرے۔

علامہ ابن ہمام کہتے ہیں کہ جب سترہ بنانے کے لیے اور کوئی چیز نہ ہو تو خط کھینچ لینا چاہیے اور حدیث کی اتباع کو ناہر حال آتی ہے۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف اور مضطرب ہے لیکن اس پر عمل کیا جاسکتا ہے کیونکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف معتبر ہوتی ہے۔

علامہ ہارثی حنفی لکھتے ہیں:

جب نماز کی آگے سترہ نہ ہو تو کتنے فاصلہ سے گزرنے والا گزر سکتا ہے؟ شمس الاثرہ مرضی، شیخ الاسلام اور قاضی خاں نے کہا اس کے سجدہ کی جگہ سے گزرنے کا دھم ہے اس کے آگے سے







مکروہ ہے اور اگر مسجد کا طول اور عرض نہیں یا تیس گز سے زیادہ ہو تو نمازی کی سجدہ گاہ سے دیا  
تین صفت کے فاصلہ سے بغیر سترہ کے بھی گزرنا بلا کراہت جائز ہے کیونکہ اگر نمازی خشوع سے  
نماز پڑھ رہا ہو یا بائیں طرف کر اس کی نظر سجدہ گاہ پر ہو، تو اس کو اسے فاصلہ سے گزرنے والا نظر  
نہیں آئے گا۔ آج کل شہر کی مساجد عموماً تیس گز سے بڑی ہوتی ہیں اس لیے ان میں نمازی کے آگے سے  
دو صفوں کے بعد گزرنا جائز ہے۔ اس مسئلہ کو زیادہ تفصیل اور تحقیق سے ہم نے شرح صحیح مسلم جلد  
سابع میں بیان کیا ہے، اہل علم کو اس کا ضرور مطالعہ کرنا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل سے تبرک حاصل کرنے اور آپ کے فضائل کی طہارت  
کا بیان

حدیث نمبر ۱۰۲۲ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو سے بچے ہوئے پانی کو  
لینے کے لیے صحابہ جھپٹ پڑتے تھے۔  
اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل سے تبرک حاصل کرنے کا ثبوت ہے  
اس کی تائید بخاری شریف میں ہے:

ان عرۃ جعل یرمق اصاب النبی صلی  
اللہ علیہ وسلم بعینہ قال نواللہ ما تنعم رسول  
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخامۃ الا وقعت فی کف  
رجل منهم فذلک بہا وجہہ وجلدہ و ۱۵۱  
امرہم ابتر و امرہ وان توضع کادوا ان  
یقتلون علی وضوہ۔

(صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۶۹)

عروہ بیان کرتے ہیں کہ (صلح حدیبیہ کے  
موقع پر) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو غزو  
سے دیکھ رہا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
جب بھی ناک صاف کرتے تو کوئی نہ کوئی صحابی  
ہاتھ بڑھا کر اس سینٹ کو اپنے چہرہ اور  
جسم پر مل لیتا۔ حضور جب کوئی حکم دیتے تو سب  
اس کی تعمیل میں دوڑ پڑتے اور جب آپ وضو  
کرتے تو آپ کے وضو کے بچے ہوئے پانی  
کو حاصل کرنے کے لیے صحابہ اس طرح جھپٹ  
پڑتے گویا ایک دوسرے کو قتل کو دیں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے لگے ہوئے پانی یا آپ کے وضو سے بچے ہوئے پانی  
کو صحابہ کرام اپنے جسم سے ملنے کے لیے اس قدر بیتاب رہتے تھے کہ اس کو حاصل کرنے کے لیے  
ایک دوسرے پر جھپٹ پڑتے، اس سے ایک طرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کو رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم سے کس قدر والہانہ محبت تھی۔ دوسری طرف یہ بتا چلتا ہے کہ بزرگوں کے آثار سے تبرک  
حاصل کرنا جائز ہے ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو منع فرما دیتے۔



رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناک بھی صاف کرتے تو اس ریشٹ کو کوئی نہ کوئی صحابی اپنے ہاتھ میں لے لیتا اور اس کو اپنے چہرہ اور جسم پر ملتا۔

ریشٹ طبعاً مکروہ اور گناہوں ہوتی ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عام آدمیوں کی طرح ہوتے اور آپ کی ریشٹ عام آدمیوں کی طرح ہوتی تو کیوں صحابہ اس کے حصول کے لیے اس قدر بے تاب ہوتے اور حبیب وہ ریشٹ برف سے زیادہ شفاف ہو، مشک وغیرہ سے بہتر خوشبو دار ہو، شہد سے زیادہ قیمتی ہو، کون بد بخت ہوگا جو اس کے حصول کی خواہش نہ رکھتا ہوگا۔

ریشٹ تو دور کی بات ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب مبارک بھی طیب و طاهر تھا، صحابہ کرام اس کو پی لیتے، اگر کوئی شخص پچھنے لگا کہ علاج کی خاطر آپ کی رگ کا ٹٹا تو آپ کا جو خون نکلتا اس کو پی لیتا۔ امت کے حق میں آپ کے تمام فضائل کہ یہ ظاہر ہیں۔

علامہ سیوطی سند ابو یعلیٰ، حاتم، دارقطنی اور ابوالخیر کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

حضرت ام المین رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کو اٹھ کر گھر کی ایک جانب رکھے مٹی کے برتن میں پیشاب کیا پھر میں رات کو اٹھی میں پیاسی تھی، میں نے اس پیشاب کو پی لیا، صبح میں نے حضور کو بتلایا آپ نے فرمایا آج کے بد نہیں کبھی پیٹ کی بیماری نہیں ہوگی۔

عن ام ایمن قالت قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل الی فحانۃ فی جانب البیت فبال فیہا ففقت من اللیل وانا عطشاً فشربت ما بینہا فلما أصبح اخبرته ففعلک وقال انک لن تشتکی بطنک بعد یومک هذا ابداً۔

علامہ شامی لکھتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل ظاہر ہیں جس طرح بغوی اور ان کے علاوہ علماء نے بیان کیا ہے اور یہی بات صحیح ہے، کیونکہ ام المین برکہ حبشیہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تو حضور نے ان سے فرمایا تمہارا پیٹ کبھی جہنم میں نہیں جائے گا، اس حدیث کو دارقطنی نے صحیح قرار دیا ہے اور ابو جعفر ترمذی نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پاک ہے کیونکہ ابوطیب نے اس کو پیا

فضلاتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام طاهرۃ کما جزم بہ البغوی وغیرہ وهو المعتمد لان ام ایمن بروکتہ الحبشیۃ شربت بولہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال لن یبلغ النار بطنک صحیحہ الدارقطنی وقال ابو جعفر الترمذی دم النبی صلی اللہ علیہ وسلم طاهر لان اباطیبہ شربہ و فعل مثل ذلک ابن الزبیر و عمر غلام حین اعطاه النبی صلی اللہ علیہ وسلم دم حجامتہ لیدفعہ فشر بہ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم من خالط دمہ دمی لم یمسہ النار

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی متوفی ۹۱۱ھ، نصاب ابن کثیر ج ۱ ص ۱۷۷ طبع مصر



وهذا الاتحاد ديت مذكورة في كتب الحديث الصحيحة وذكرها فقهاءنا وتبعها الشافعية كالشريفي في شرح الغاية وفقهاء مالكية والحنابلة فكانت كالجميع عليه فحيث ثبت ان فضلاته عليه الصلاة والسلام تنجي من النار فكيف من ربي من دمه ولحمها و ربي من بطنها ومن كان من اصل خلقته الشريفة يدخل النار .

اور جب حضور نے اپنی رگ سے نکلوا ہمارا خون ابن زبیر کو دفن کرنے کے لیے دیا تو حضور نے اس کو پی لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص کے خون کے ساتھ میرا خون مل جائے گا وہ جہنم میں نہیں جائے گا۔ یہ روایات احادیث کی کتب میں موجود ہیں اور ان کو ہمارے فقہاء نے ذکر کیا ہے اور شافعی مالکی اور حنبلی فقہاء نے بھی اس کی موافقت کی ہے۔

اور جب یہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات سے جہنم سے نجات ملتی ہے تو رآب کی والدہ جن کے خون اور گوشت سے آپ کی پرورش ہوئی اور جن کے بیٹ میں آپ رہے اور آپ کے تمام آباد اجداد جو آپ کا خلقت کی اصل میں دیکھے جہنم میں جائیں گے؟

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:  
وقد تكاثرت الأدلة على طهارة فضلاته  
وعند الأئمة ذلك من خصائصه .

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کی طہارت پر بہ کثرت دلائل قائم ہیں اور اللہ نے اس بات کو حضور کی خصوصیت قرار دیا ہے۔

اباوجود اس بات کے کہ امام ابو حنیفہ مستقل پانی کی نہایت کے قائل ہیں جو پانی حضور کے ہم سے لگ کر گرتا ہے اس کو وہ نجس نہیں کہتے وہ اس قول سے بالکل بری ہیں اور وہ اس پانی کی نہایت کا قول کیے کر سکتے ہیں جب کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیشاب اور تمام فضلات کو پاک قرار

اور علامہ بدر الدین حنفی حضور کے وضو واسے پانی سے تبرک کی بحث میں فرماتے ہیں:  
الماء الذي يتقاه من أعضائه الشريفة  
فابو حنيفة يترك هذا ويقول نجاسته ذلك  
فأشأمه وكيف يقول ذلك وهو يقول  
بطهارته بوله وسائر فضلاته .

۱۔ علامہ ابن عابدین شامی حنفی متوفی ۱۲۵۲ھ، المفادی السامیہ ج ۲ ص ۳۶۵، طبع مصر

۲۔ علامہ ابن حجر عسقلانی شافعی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۱ ص ۲۸۳، (طبع مصر)۔

۳۔ علامہ بدر الدین حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدة القادی ج ۱ ص ۷۹، مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية بمصر ۱۳۲۸ھ



دیتے ہیں۔

ملا علی قاری رحمہ الباری لکھتے ہیں:

ومن شحا اختار کثیر من عن اصحابنا  
طهارة فضلاتہما عنہ الملہ مرسلہاور اس وجہ سے ہمارے کثیر علماء نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضلات کی طہارت کا قول  
کیا ہے۔

ان عبارات سے ظاہر ہو گیا کہ تمام علماء اسلام کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت مبارکہ عام بشری عملاً ظہور سے پاک، صاف، منزہ اور طیب و طاهر ہے، حضور کے فضلات ایسے خوشبودار اور خوش نواقح ہوتے تھے کہ جس صحابی کو موقع ملتا وہ ان فضلات کو حاصل کر لیتا اور ان فضلات کی برکت سے دنیا اور آخرت کی نلاج حاصل کرتا، علامہ شامی نے جس طرح نبی علیہ السلام کے خون کی مس سے حضور کے تمام اباؤ اجداد کا جہنم سے نجات یافت ہونا ثابت کیا ہے، اس پر یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ قیامت تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل جو حضور کے خون سے ہے ان شاء اللہ وہ بھی جہنم کی آگ سے محفوظ رہے گی۔

حدیث نمبر ۱۰۲۲ میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا تھا

حدیث ایک قسم کی دو چادروں کو کہتے ہیں ایک باندھ لیتے ہیں اور ایک اوڑھ لیتے ہیں، اس حدیث میں تصریح ہے کہ آپ نے سرخ رنگ کا حلہ پہنا ہوا تھا۔ اسی طرح بخاری شریف، ابوداؤد اور ترمذی میں بھی سرخ رنگ کے لباس کی تصریح موجود ہے۔ ان احادیث سے مردوں کے لیے سرخ رنگ کا لباس پہننا جائز معلوم ہوتا ہے، لیکن بعض احادیث سے سرخ رنگ کی چادروں کی کڑھت بھی کتابت ہے، حدیث شریف میں ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر و بیان کرتے ہیں  
کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک  
شخص گذرا اور اس نے دو سرخ کپڑے پہنے ہوئے  
تھے، اس نے سلام کیا تو نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام  
نے اس کے سلام کا جواب نہیں دیا۔عن عبد اللہ بن عمر و قال مر علی النبی  
صلی اللہ علیہ وسلم رجل علی ثوبین احوان  
فسلم علیہ فلم یرد علیہ النبی صلی اللہ علیہ  
وسلم۔

ابوداؤد ص ۵۲۳

ایک اور حدیث ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر و بن عاص رضی اللہ عنہما  
بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلمعن عبد اللہ بن عمر و بن العاص قال قال  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و علی مصبرہ



بعضہ صوداً فقال ما هذا؟ فانطلقت فاحرقته  
فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ما صنعت  
بشوبک فقلت احدثته قال افلا کسوتہ، بعضی  
اهلک۔

(ابوداؤد ص ۵۶۲)

نے مجھے گلابی رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے  
دیکھا، آپ نے فرمایا یہ کیسا لباس ہے، میں نے  
جا کر ان کپڑوں کو جلا دیا پھر جب میں حضور کے پاس  
آیا تو آپ نے پوچھا ان کپڑوں کا کیا کیا، میں نے  
عرض کیا میں نے انھیں جلا دیا، آپ نے فرمایا تم  
نے وہ کپڑے اپنی عورتوں کو کیوں نہ پہنا دیے۔

ان تمام احادیث کو سامنے رکھ کر یہ معلوم ہوتا ہے، سرخ لباس پہننا حرام یا مکروہ تحریمی نہیں ہے  
کیونکہ حضور نے اس لباس سے ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا ہے منع نہیں کیا، علاوہ ازیں یہ سنن کی احادیث  
میں اور صحیح کی احادیث سے خود حضور کا سرخ لباس پہننا ثابت ہے، اس لیے علامہ شامی نے سرخ  
لباس کو مکروہ تنزیہی قرار دیا ہے۔ لیکن آپ کا سرخ لباس پہننا بیان جواز پر محمول ہے۔ سرخ رنگ کے  
لباس کی پوری تحقیق شرح صحیح مسلم جلد سادس میں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر ۱۰۲۵ میں ہے: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
کے سامنے یہ روایت بیان کی گئی کہ غازی کے سامنے

صراط مستقیم کی توبین امیر عبارت

کہتے، گدھے اور عورت کے گزرنے سے ناز ٹوٹ

جاتی ہے، اور حدیث نمبر ۱۰۲۶ میں ہے: حضرت عائشہ نے فرمایا تم نے ہمیں کتوں اور گدھوں کے  
برابر کر دیا۔

علائکہ بالخصوص حضرت عائشہ کا کتوں اور گدھوں کے ساتھ ذکر نہیں کیا گیا تھا، پھر بھی حضرت  
عائشہ کو اس سے ایذا پہنچی اور انھوں نے اس کو اپنی توبین سمجھا تو شیخ اسماعیل دہلوی نے سیدہ  
بریلوی کے محفوظین نماز میں جناب رسالت مآب کے خیال آنے کو اپنے بیل اور گدھے کے خیال  
سے زیادہ بڑا لکھا۔ ہے، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر اذیت پہنچی ہوگی! اور یہ  
سہ کار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کس درجہ توبین ہے!۔

شیخ اسماعیل دہلوی لکھتے ہیں:

زنا کے خیال سے اپنی بیوی سے جماع کا  
خیال بہتر ہے اور شیخ اور ان جیسے معظمین  
خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں، ان کی طرف اپنی  
توجہ کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کے تصور

از وسوسہ زنا خیال مجامعت زوہر خود بہتر  
است و صرف ہمت بسورے شیخ و امثال آن  
از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندین مرتبہ  
بدتر از استغراق در صورت گاہ و خور خود است

۵۔ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ، رد المحتار ج ۵ ص ۱۴۴ مطبوعہ مطبعہ عثمانیہ استنبول، ۱۳۴۲ھ

۶۔ شیخ محمد اسماعیل دہلوی متوفی ۱۲۴۶ھ، صراط مستقیم ص ۸۶، مطبوعہ مکتبہ سلفیہ لاہور



میں استغراق سے کہیں زیادہ بڑا ہے۔

ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنے اور آپ کے

لباس کی صفت کا بیان

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک کپڑا پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے آپ نے فرمایا کیا تم میرے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ ایک اور سند سے بھی اس روایت کا مثل منقول ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے باوازہ بلند پرچھا کیا ہم میں سے کوئی شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھ سکتا ہے آپ نے فرمایا کیا تم میں سے ہر شخص کے پاس دو کپڑے ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایک کپڑا پہن کر اس طرح نماز نہ پڑھے کہ اس کے شانوں پر کچھ کپڑا نہ ہو۔

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ حضرت ام سلمہ مکان میں اس طرح ایک کپڑا پہیٹے ہوئے نماز

بَابُ الصَّلَاةِ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ

صِفَةُ لِبْسِهِ

۱۰۵۰۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ قَرَأْتُ عَلَى مَالِكٍ عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلَاةِ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ أَوْ لِحُلُكِهِ ثَوْبَانِ۔

۱۰۵۱۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِي يُونُسُ بْنُ وَهْبٍ عَنْ شَيْءٍ عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ النَّبِيِّ قَالَ حَدَّثَنِي أَبِي عَنْ جَدِّي قَالَ حَدَّثَنِي عُقَيْلُ بْنُ خَالِدٍ كَلَامًا عَنْ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ وَأَبِي سَلَمَةَ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمِثْلِهِ۔

۱۰۵۲۔ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى عَنْ زُهَيْرِ بْنِ حَرْبٍ قَالَ قَالَ عَمْرُو بْنُ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ ابْنِ أَبِي هَاشِمٍ عَنْ أَبِي ثَوْبٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ سَيْبٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ مَا دَرَيْتُ رَجُلًا يَتَّبِعُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لِيُصَلِّيَ أَحَدُنَا فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَقَالَ أَوْ لِحُلُكِهِ يَجِدُ ثَوْبَيْنِ۔

۱۰۵۳۔ حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَتَمْرُ بْنُ الْهَيْثَمِ عَنْ حَرْبٍ جَمِيعًا عَنْ ابْنِ عُيَيْنَةَ قَالَ زُهَيْرُ بْنُ سَفْيَانَ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يُصَلِّي أَحَدُكُمْ فِي الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلَى عِدَّةٍ تَقِيَرُ مِنْهُ شَيْءٌ۔

۱۰۵۴۔ حَدَّثَنَا أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ أَنَا أَبُو أُسَامَةَ عَنْ هِشَامِ بْنِ عُرْدَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ عُمَرَ بْنَ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي



پڑھو رہے تھے کہ اس کے دونوں کنارے  
آپ کے کندھوں پر تھے۔

امام مسلم فرماتے ہیں ایک اور سند سے بھی  
اس کی مثل روایت مذکور ہے مگر اس میں توسیع  
کا بھی ذکر ہے (توسیع کا مطلب یہ ہے کہ کپڑے  
کا جو کنارہ دائیں شانہ پر ہوا اسے بائیں ہاتھ کے

پینچے سے لے جائے اور جو بائیں شانہ پر ہو  
اسے دائیں ہاتھ کے پینچے سے لے جائے  
پھر دونوں کناروں کو ملا کر سینہ پر باندھ لے۔)

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ام المؤمنین ام سلمہ  
کے مکان میں ایک کپڑا اپنے اموال سے ناز پڑھتے  
دیکھا، آپ نے اس کپڑے کے دونوں کناروں  
میں تبدیلی کر رکھی تھی۔

عمر بن ابی سلمہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں  
ناز پڑھتے ہوئے دیکھا، آپ نے اس کو پیشا  
ہوا تھا اور دونوں طرفوں میں منہ لفت کی ہول تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے  
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑا میں ناز  
پڑھتے ہوئے دیکھا جس میں آپ نے توسیع  
کیا ہوا تھا۔

امام مسلم کہتے ہیں کہ یہ روایت کئی سندوں  
سے منقول ہے، ابن نمیر کی روایت میں یہ اضافہ  
ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت  
میں حاضر ہوا۔

فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِهِ فِي يَمِينِ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ  
اللَّهُ عَنْهَا إِذْ ضَعَا طَرَفَيْهِ عَلَى عَاتِقَيْهِ .

۱۰۵۵ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَطَائِفَةٌ  
مِنْ أَهْلِ إِسْرَافِيلَ عَنْ وَكِيعٍ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ عُرْوَةَ  
عَنْ أَبِيهِ بِهَذَا غَيْرَ أَشْأَ قَالَ مُتَوَشَّحًا وَلَمْ  
يَقُلْ مُشْتَمِلًا .

۱۰۵۶ - حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى قَالَ أَنَا أَخْبَرْتُ  
عَنْ عُمَرَ بْنِ عَرْفَةَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ عُمَرَ  
ابْنِ أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ  
عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي يَمِينِ أُمِّ سَلَمَةَ فِي ثَوْبٍ  
وَاحِدٍ قَدْ خَالَفَ بَيْنَ طَرَفَيْهِ .

۱۰۵۷ - حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ وَيَحْيَى  
بْنُ حَمَّادٍ قَالَا نَا لَنَنْبِتَ عَنْ يَحْيَى بْنِ سَعِيدٍ  
عَنْ أَبِي أَمَانَةَ بْنِ سَهْلٍ بْنِ حَكِيمٍ عَنْ عُمَرَ بْنِ  
أَبِي سَلَمَةَ قَالَ رَأَيْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا مُخَالَفًا  
بَيْنَ طَرَفَيْهِ تَدْبِجِي بَنَ حَمَّادٍ فِي رَوَايَتِهِ قَالَ عَلِيٌّ  
مَنْكِبِي .

۱۰۵۸ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ قَالَ سَأَلْتُ  
وَكِيعَ قَالَ سَأَلْتُ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ عَنْ جَابِرٍ  
قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي فِي  
ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُتَوَشَّحًا .

۱۰۵۹ - حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُنِيرٍ  
قَالَ نَا أَبِي قَالٍ نَا سَفْيَانُ سَمِعَ وَحَدَّثَنَا مُحَمَّدُ  
بْنُ الْمُثَنَّى قَالَ نَا عَبْدُ الرَّحْمَنِ عَنْ شَيْبَةَ جَمِيعًا  
بِهَذَا إِسْنَادٍ وَفِي حَبِيبِ بْنِ مُنِيرٍ قَالَ وَحَدَّثَنَا



عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

۱۰۶۰ - حَدَّثَنَا حَزْمَةُ بْنُ يَحْيَى قَالَ سَأَلَ ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَشْعَبُ فِي عَمَلِ دَأَّانَ ابْنِ الزُّبَيْرِ الْعَمَلِي حَدَّثَنَا أَنَّهُ دَأَّى جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ يُصَلِّي فِي شُورٍ فَأَجِدُ مُتَوَشِّحًا بِهِ عِنْدَهُ ثِيَابُهُ وَقَالَ جَابِرُ أَنَّهُ دَأَّى رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَنِّعُ ذَلِكَ .

۱۰۶۱ - حَدَّثَنَا يَحْيَى عَنْ الشَّافِعِ وَأَمْلَى بْنُ إِسْرَافِيلَ وَالْقَطَّاعِ قَالَ حَدَّثَنَا عِيْسَى بْنُ يُونُسَ قَالَ سَأَلَ الْأَعْمَشُ عَنْ أَبِي سُوَيْبَةَ عَنْ جَابِرٍ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُو سَعِيدٍ الْأَحْمَدِيُّ أَنَّهُ دَخَلَ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّ دَأَّيْتُهُ يُصَلِّي عَلَى حَصِيرٍ يَسْجُدُ عَلَيْهِ قَالَ دَأَّيْتُهُ يُصَلِّي فِي شُورٍ فَأَجِدُ مُتَوَشِّحًا بِهِ .

۱۰۶۲ - حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَأَبُو كُرَيْبٍ قَالَا سَأَلْنَا أَبَا مُعَاوِيَةَ عَنْ وَحْدَةِ ثِيَابِهِ سَوِيْدٌ بَنُ سَعِيدٍ قَالَ سَأَلَ عَنِ ابْنِ مَسْرُومٍ وَلَا هُمَا عَنِ الْأَعْمَشِ بِهَذَا الْإِسْنَادِ فِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ وَأَصْعَبًا طَرَفِيَّةً عَلَى عَائِشَةَ وَفَارِدَةَ ابْنَةِ أَبِي بَكْرٍ وَمَوْلِدُ مُتَوَشِّحًا بِهِ .

ابو الزہرہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا مالا نیکہ ان کے پاس اور کپڑے موجود تھے حضرت جابر نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو دیکھا کہ آپ ایک چٹائی پر نماز پڑھ رہے ہیں اور اسی پر سجدہ کرتے ہیں اور میں نے آپ کو ایک کپڑے میں توشیح کیے ہوئے نماز پڑھتے دیکھا۔

امام مسلم فرماتے ہیں کہ یہ روایت اور بھی کئی اسانید سے منقول ہے ابو کریم کی ثقافت میں ہے کہ آپ نے کپڑے کی دونوں طرفیں اپنے کندھوں پر ڈالی ہوئی تھیں اور ابو بکر اور سعید کی روایت میں توشیح کا ذکر ہے۔

**عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنے کے استحباب پر دلائل** نماز کی حالت میں ستر عورت فرمیں

کر گھٹنوں تک ہے اور عورت کا ستر تمام جسم ہے، عورت چہرہ، ہاتھوں اور پیروں کا استثناء ہے۔ مجبوری کی حالت میں ایک کپڑے کے ساتھ بھی نماز پڑھی جاسکتی ہے، لیکن جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دیا ہے تو قمیص، شلوار اور عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ نماز پڑھنی چاہیے، غیر متقدمین حضرات اس باب کی احادیث سے ننگے سر نماز پڑھنے پر استدلال کرتے ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ وہ صرف سر کھلا رکھتے ہیں، قمیص، شلوار، شیر دانی وغیرہ سب پہنتے ہیں، صرف سر دکھانے کے لیے وہ حضرت جابر کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ انھوں نے باوجود اور کپڑوں کے عین یک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھی، نیز یہ بھی ملحوظ رہنا چاہیے کہ جس وضع اور عینیت میں ہم دنیا دار معزز لوگوں کے



سامنے جانا خلاف اور بگردانتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی اس ہیئت میں کھڑے ہونے سے اجتناب کرنا چاہیے اور جب اللہ تعالیٰ نے ہمیں عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانپنے کی دست دی ہے تو ہمیں اس دست کو اختیار کرنا چاہیے۔  
علامہ کاسانی فرماتے ہیں:

المستحب ان يصلح الرجل في ثلاثه اثواب  
قيص وازار وعمامة۔ ۱

مستحب یہ ہے کہ مرد تین کپڑوں میں نماز پڑھے، قیص، ازار اور عمامہ۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فقال اذا وسع الله فاعسوا۔ ۲

جب اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو وسعت کو اختیار کرو۔

امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن عبد الله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا صلى احدكم فليلبس ثوبيه فان الله عز وجل احق ان يزين لك۔ ۳

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو دو کپڑوں میں نماز پڑھے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لیے نیت اختیار کی جائے۔

عن داود قال داني ابن عمر واذا صلى في ثوب واحد فقال له اكسك قلت بلى قال فلو بعثتك كنت قد هب هلكا قلت لا قال فاعلم ان حق ان تزين له۔ ۴

نافع بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے مجھے ایک کپڑے میں نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے کہا کیا میں نے تم کو اور کپڑے نہیں پہنائے، میں نے کہا کیوں نہیں، انہوں نے کہا اگر میں تم کو کسی جگہ بھیجوں تو کیا تم اسی حالت میں چلے جاؤ گے؟ میں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا پھر اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس کے لیے مزین ہوا جائے۔

۱۔ علامہ ابوبکر بن سعد کاسانی متوفی ۵۰۷ھ، بدائع الصنائع ج ۱ ص ۲۱۹، مطبوعہ ایچ۔ ایم۔ سید اینڈ کمپنی کراچی، ۱۴۰۷ھ۔  
۲۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۴۰۸ھ۔  
۳۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ نشر البیت لبنان۔  
۴۔ امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۲ ص ۲۳۶، مطبوعہ نشر البیت لبنان۔







ان احادیث سے یہ واضح ہو گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ تابعین اور سلف صالحین کا طریقہ عمامہ یا ٹوپی سے سر نہ چھانپ کر نماز پڑھنا تھا، اس لیے جب انسان کے پاس عمامہ یا ٹوپی کی وسعت ہو تو وہ ننگے سر نماز نہ پڑھے، عمامہ باندھ کر یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھے۔

## حرف آخر

۱۶/ شبان ۱۴۱۳ھ / ۱۰ فروری ۱۹۹۳ء کو میں نے شرح صحیح مسلم جلد اول کو از سر نو لکھنا شروع کیا تھا اور ۶ رمضان المبارک ۱۴۱۴ھ / ۱۷ فروری ۱۹۹۴ء کو یہ ختم ہو گئی۔

مارچ ۱۹۸۶ء میں شرح صحیح مسلم کی تصنیف کا یہ سفر شروع ہوا تھا اور فروری ۱۹۹۴ء میں سات جلدیں مکمل ہونے کے بعد یہ سفر کامیابی کی منزل کو پہنچ گیا۔

اللہ تعالیٰ کا بے حساب شکر ہے کہ اس نے مجھ ایسے کم عمر اور بیمار شخص کے ہاتھوں اتنا عظیم کام مکمل کرایا، جب میں کراچی آنے سے پہلے اپنے مانتی کے ان سالوں کی طرف مڑ کر دیکھتا ہوں، جب میری عمر میں شدید درد رہتا تھا، اور اس کی وجہ سے میرے دماغ پر شدید دباؤ تھا، میں کسی سے بات نہیں کرتا تھا، لوگ میرے پاس کئی کئی گھنٹے بیٹھے رہتے اور میں ان کو خاموشی سے دیکھتا رہتا تھا، کوئی طالب علم میرے پاس فقہ کی کوئی کتاب لے کر اس کی کوئی عبارت سمجھنے کے لیے آتا تو میں کتاب دیکھ کر اسے یہ کہہ کر واپس کر دیتا کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا، اس کی وجہ یہ تھی کہ کمر کی تکلیف کی وجہ سے میرے ذہن پر شدید دباؤ تھا، کہاں میری یہ حالت تھی اور کہاں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اتنا کرم کیا کہ میں نے سات ضخیم اور مبسوط جلدوں پر مشتمل شرح صحیح مسلم لکھ ڈالی جس میں تقریباً آٹھ ہزار صفحات ہیں، جب میں لاہور سے کراچی آ رہا تھا تو میرے ایک دوست مولانا عطا محمد گورٹروی نے کہا "کراچی ہانے کے بعد" مقالات سیدھی کی ٹکر کی کوئی کتاب آئی یا یہ؟ اللہ تعالیٰ کا ان گنت شکر ہے کہ کراچی آنے کے بعد "مقالات سیدھی" کی بہ نسبت کہیں زیادہ عظیم کام، اللہ تعالیٰ نے میرے ہاتھوں مکمل کرایا، یہ سب اس تاثر قدیم اور کریم درجیم کا فضل اور احسان ہے اور اسی کا انعام و اکرام ہے، یہ میرا کارنامہ نہیں ہے، اس میں میرا کچھ دخل نہیں ہے۔ !

سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم اور اب ان شاء اللہ میں دو تین روز بعد "تبیان القرآن" کے نام سے قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیر لکھنا شروع کروں گا، اور شب کے اس آخری حصہ میں جب اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آسمان دنیا پر متوجہ ہوتا ہے اور صالحین کو مانگنے کے لیے ندا کرتا ہے اور خصوصیت سے دعائیں قبول فرماتا ہے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اسے بار بار اس کتاب کو اپنی بارگاہ میں مقبول اور شکر فرمانا، اس کو تاقیام قیامت باقی رکھنا اور اس کو تمام مسلمانوں کے لیے اثر آفرین بنانا، اور میرے لیے اسی کو صدقہ جاریہ کرنا، اور میں



طرح مجھے حدیث شریف کی خدمت کی سادہ دلت ملنا کی ہے اسی طرح مجھے قرآن مجید کی خدمت کی کرامت سے بھی سرفراز کرنا، اس ترجمہ اور تفسیر میں مجھے حق سمجھنے اور باطل سے بچنے کی ہمت عطا فرمانا اور اس ترجمہ اور تفسیر کو بھی اپنی بارگاہ میں مقبول اور مشکور کرنا اور اس کو قبول عام عطا فرمانا۔

اس کے بارگاہ اس کتاب کے مصنف، اس کے کاتب اور مصحح، اس کے ناشرین اور معاونین اور اس کے قارئین، مصنف کے والدین، اس کے اساتذہ اور مشائخ، اس کے تلامذہ اور احباب اور تمام مسلمانوں کی مغفرت فرما اور ان کو دنیا اور آخرت کی ہر بلا اور عذاب سے محفوظ رکھا اور دنیا اور آخرت کی ہر نعمت اور راحت اور جنت الفردوس عطا فرما! آمین یا رب رب العالمین ابجرتہ حبیبک سید العالمین، وأخو دعا فان الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی سیدنا محمد، خاتم النبیین خاتم المرسلین شفیع المذنبین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین واصحابہ الکاملین الراشدین وأزواجه الطہرات اہلہا المؤمنین وعلی اولیاء امتہ وعلماہ ملتہ من المحدثین والمفسرین والفقہاء المجتہدین اجمعین۔



نفس اسلام

WWW.NAFSEISLAM.COM



وَمَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّلْكُلِّ شَيْءٍ (النمل ۸۹)

اور ہم نے آپ پر اس کتاب کو نازل کیا ہے جو ہر چیز کا روشن بیان ہے

سات ضخیم جلدوں میں شرح صحیح مسلم کی مکمل اور عالم گیر مقبولیت اور شان دار پذیرائی کے بعد  
شیخ الحدیث علامہ غلام رسول سعیدی عم فیوضہ کی ایک اور شکر انگیز اور علمی تصنیف  
قرآن مجید کی تفسیر بہ نام

# تبیان قرآن

اہل علم اور ارباب ذوق کی تسکین کے لیے اِنْ شَاءَ اللّٰہ عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو رہی ہے

## چند خصوصیات

- ★ قرآن مجید کا سلیس اور با محاورہ ترجمہ اور آسان اردو میں قرآن کریم کی تشریح ،
- ★ احادیث ، آثار اور اقوال تابعین پر مبنی قرآنی آیات کی تشریح ،
- ★ قرآن مجید کی آیات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و جلالت اور آپ کی خصوصیات کا استنباط ،
- ★ عقائد اسلامیہ میں عقائد اہل سنت کی حقانیت اور فقہی مذاہب میں فقہ حنفی کی ترجیح ،
- ★ مفسرین کی چودہ سو سالہ کاوشوں کا حاصل ، مجتہدین کی آرا پر نقد و تبصرہ اور تصوف کی چاشنی ،
- ★ مشکلات اعراب قرآن کا حل ، عصری مسائل پر محققانہ ابحاث اور مذاہب باطلہ کا مہذب رد ،
- ★ یہ ایک ایسی تفسیر ہوگی جس کی مدتوں سے اہل ذوق کو تلاش اور پیاس تھی جس کی ضرورت اہمیت اور افادیت صدیوں تک باقی رہے گی ۔

پیشے کنے : فریدی بک سٹال

۳۸-۱ اردو بازار، لاہور